مثنوی مولوی معنوی

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مصنف: مولانا جلال الدین رومیؒ

ترجمہ: قاضی سجاد حسین

الفیصل ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

تحفہ از
جناب پروفیسر مظفر محمود خان

مثنوی مولوی معنوی
رحمۃ اللہ تعالیٰ

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

الفیصل
ناشران وتاجران کتب
اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دفترِ دوم کی اشاعت

۲۸ مارچ ۱۹۷۶ء کو دفترِ دوم کی رسمِ اجرا عمل میں آئی۔ غالب اکیڈمی بستی شیخ نظام الدین دہلی میں زیرِ صدارت جناب حکیم عبد الحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی اجتماع ہوا۔ یہ اجتماع دہلی کے دانشوروں اور اہلِ علم کا اجتماع تھا۔ مختلف کالجوں اور درسگاہوں کے اساتذہ اِس میں شریک تھے۔ تلاوتِ قرآن پاک سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ مولانائے روم کے دیوان سے ایک غزل کا انتخاب کیا گیا تھا جو ایک صاحب نے خاص نغمے کے ساتھ پڑھی۔ جناب فتح اللہ صاحب مجتبائی کلچرل کونسلر ایرانی امبسی اور جناب محمد اعظم صاحب کامران ڈائرکٹر ایرانین کلچرل ہاؤس نے مولانائے روم پر پُر مغز مقالے پڑھے۔ اِس کے بعد جناب پروفیسر سید نور الحسن صاحب وزیرِ تعلیم حکومتِ ہند کے ہاتھوں دفترِ دوم کا اجرا عمل میں آیا۔ موصوف نے دورانِ تقریر میں دفترِ دوم کے بارے میں تحسین و آفرین کے ساتھ احقر کو دفترِ دوم کی تکمیل پر مبارکباد دی۔

میں شکر گذار ہوں آل انڈیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے افسران کا کہ ان دونوں شعبوں نے اِس اجتماع کی کارروائی کو بھرپور طریقہ پر کور کیا۔ اِسی طرح میں انگریزی اور اردو پریس کا بھی شکر گذار ہوں کہ اُس نے بھی اِس اجتماع کی نشر و اشاعت میں مکمل تعاون کیا۔ شاید ہی انگریزی اور اُردو کا کوئی موقر اخبار ہو گا جس نے دفترِ دوم اور اِس اجتماع کی تحسین نہ کی ہو۔ اِس کے بعد سے ہندوستان کے اہلِ قلم اور علمی رسائل دفترِ دوم پر مُسلسل بہت قیمتی تبصرے شائع کر رہے ہیں جو میری ہمت افزائی کا باعث ہیں۔

میں دفترِ دوم کے مقدمہ میں اِس کام کے سلسلہ میں وزارتِ تعلیم کی مالی اعانت کا شکریہ ادا کر چکا ہوں۔ وہ مدد

تو ہر دفتر کی تیاری کے لئے مجھے مل رہی ہے۔ مزید برآں وزارتِ تعلیم نے دفترِ دوم کی بھی ایک بڑی مقدار میں اپنی لائبریریوں کے لئے خریداری منظور کر کے میری مالی اعانت کی ہے جس کے لئے میں مزید شکر گذار ہوں۔

دفترِ دوم کے کاموں سے فارغ ہو کر اس کے اجرار سے دو تین ماہ قبل سے ہی میں دفترِ سوم کے کاموں میں مشغول ہو گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب جبکہ میں یہ چند سطور بطور مقدمہ تحریر کر رہا ہوں اس کی تیاری کے اکثر مراحل طے ہو چکے ہیں اور وہ عنقریب اشاعت پذیر ہو جائے گا اور اب میں دفترِ چہارم میں مشغول ہوں اور اس کا بیشتر حصہ لکھ چکا ہوں۔ اللہ کی توفیق اور فضل سے اگر کام کی رفتار یہی رہی تو چند ماہ بعد اس کی اشاعت عمل میں آجائیگی۔

تصوف کی چند اصطلاحیں

تصوف کی اُن اصطلاحات کی تفصیل جو مثنوی میں استعمال ہوئی ہیں، دفترِ اول اور دوم کے مقدمہ میں کی جا چکی ہے اس کو ملاحظہ کیا جائے۔ اِس دفترِ سوم میں جو چند اصطلاحیں جدید آئی ہیں، اُن کی تشریح پیش کی جاتی ہے:۔

حیرت۔ سالک کے لئے ذکر و فکر بھی قربِ الٰہی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے لیکن مقامِ حیرت وہ مقام ہے جس میں تجلیاتِ ربّ کی فراوانی کی وجہ سے نہ ذکر کی طرف توجہ رہتی ہے نہ فکر کی اور اس مقام پر پہنچ کر سالک کو اُن چیزوں سے استغنا بھی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ بحث و مباحثہ سے بھی گریز کرتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ اَللّٰهُمَّ زِدْنِي فِيكَ تَحَيُّرًا" اے خدا اپنے بارے میں مجھے زیادہ حیرانی عطا فرمادے۔ صائب نے کہا ہے۔

حیرت مرا ز ہر دو جہاں بے نیاز کرد
ایں خواب کارِ دولتِ بیدار می کند

مقامِ حیرت نے مجھے دونوں جہانوں سے بے نیاز بنا دیا ہے
یہ خواب بیداری کی دولت کے کام انجام دیتی ہے

اِس مقام کی ابتداء سالک کو دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی تکمیل میدانِ حشر میں اُس وقت ہو گی جبکہ

حضرت حق ارشاد فرمائے گا۔ اُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ اَبَدًا۔ میں تم پر اپنی رضا نازل کرتا ہوں اب کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

رضا۔ مقامِ رضا سالک کا وہ مقام ہے جس میں وہ مصائب اور ذلت کو مقصود بالذات سمجھ کر برداشت کرتا ہے اور ان حالات میں بھی اس کے نفس کی وہی کیفیت رہتی ہے جو حضرت حق کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے میں ہوتی ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ سے کسی نے اس مقام کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا۔ اِذَا سَرَّتْہُ الْمُصِیْبَۃُ کَمَا سَرَّتْہُ النِّعْمَۃُ۔ یعنی یہ مقام سالک کو اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ مصیبت میں بھی وہی خوشی محسوس کرے جو اس کو نعمت کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ رضا بالقضا کی بحث مولانائے روم نے مفصل کی ہے اس کو ملاحظہ کیا جائے۔

ابدال۔ مولانائے روم نے ابدال کی تعریف میں فرمایا ہے

کیست ابدال؟ آنکہ او مُبدَل شود　　　خمرش از تبدیلِ یزداں خل شود

ابدال کون ہے؟ جو کہ تبدیل ہو جائے　　　اللہ کے تبدیل کر دینے سے اسکی شراب سرکہ بنجائے

یعنی اس میں جس قدر اخلاقِ ردیہ ہوں وہ اخلاقِ حسنہ میں تبدیل ہو جائیں۔ منہج القوی شرح مثنوی میں مذکور ہے۔

وَرَدَ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ کَانُوْا اَوْتَادَ الْاَرْضِ فَلَمَّا انْقَطَعَتِ النُّبُوَّۃُ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہُمْ اَقْوِیَاءَ مِنْ اُمَّۃِ اَحْمَدَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لَہُمُ الْاَبْدَالُ لَمْ یَفْضُلُوا النَّاسَ بِکَثْرَۃِ صَوْمٍ وَلَا صَلٰوۃٍ وَلٰکِنْ بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَصِدْقِ النِّیَّۃِ وَسَلَامَۃِ الْقُلُوْبِ لِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ منقول ہے کہ انبیاء زمین کے اوتاد تھے۔ جب نبوت ختم ہو گئی تو اللہ تعالےٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے قوی لوگوں کو اُن کے بدلے میں عنایت فرما دیا جن کو ابدال کہا جاتا ہے۔ اُن کی نمازیں اور روزے لوگوں سے زیادہ نہیں ہوتے ہیں ہاں اُن میں حسنِ خلق اور نیت کی سچائی اور دل کی سلامتی سب مسلمانوں کے لئے ہوتی ہے۔

اعیانِ ثابتہ۔ وہ تمام اشیاء جو موجوداتِ خارجیہ کہلاتی ہیں اور عالمِ شہود میں حواس کے ذریعہ محسوس

ہورہی ہیں وہ اپنے علمی وجود کے ساتھ حضرت حق تعالےٰ کے علم میں موجود ہیں اور یہی موجودات کا علمی وجود اَعیانِ ثانیہ کہلاتا ہے۔

خارجی جس قدر موجودات ہیں وہ اُن اعیانِ ثانیہ کا عکس اور ظل ہیں اور اُن اعیانِ ثابتہ کی اصل اسمارِ الٰہی، اور اسمارِ الٰہی کی اصل حقیقتِ الٰہیہ ہے۔ مولانائے روم اَعیانِ ثابتہ کو ماہیات سے اور اسمارِ الٰہی کو سِرِّ ماہیات سے اور حقیقتِ الٰہیہ کو سِرِّ سِرِّ ماہیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ اِس شعر میں فرمایا ہے ؎

زانکہ ماہیات و سِرِّ سِرِّ آں   پیشِ چشمِ کاملاں باشد عیاں

یعنی اَعیانِ ثابتہ اور اُن کا سِرّ اسماءِ الٰہی اور اُس سِرّ کا سِرّ یعنی حقیقتِ الٰہیہ کاملوں کے مشاہدہ میں ہوتی ہے اِسی لئے بعض کاملین کا مقولہ ہے۔ عَرَفْنَا الْاَشْیَاءَ بِاللّٰہ۔ ہم نے اشیار کو خدا کے ذریعہ جان لیا ہے۔

عقلِ معاش۔ وہ عقل جو دنیاوی امور میں تیز ہو اور آخرت سے نابلد ہو وہ عقلِ معاش ہے اِسی کو مثنوی میں عقلِ جزوی اور عقلِ ناقص بھی کہا گیا ہے۔

عقلِ معاد۔ وہ عقل جو دینی اور اُخروی معاملات میں تیز ہو اُس کو عقلِ معاد کہا جاتا ہے۔ اسی کو مثنوی میں عقلِ کلی، عقلِ کامل، عارف کی عقل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مستور الحال۔ بعض اولیار اللہ ایسے ہیں جن کو اَبدال تک بھی نہیں پہچان سکتے ہیں ایسے اولیار اللہ کو مستور الحال کہا جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَوْلِیَاءَ اَخْفِیَاءَ شُعْثَۃً رُؤُسُہُمْ مُغْبَرَّۃً وُجُوْھُہُمْ اِذَا اسْتَاذَنُوْا عَلَی الْاَمْرِ لَمْ یُوْذَنْ لَھُمْ وَاِذَا غَابُوْا لَمْ یُفْتَقَدُوْا وَاِذَا حَضَرُوْا لَمْ یُدْعَوْا وَاِنْ مَرِضُوْا لَمْ یُعَادُوْا وَاِنْ مَاتُوْا لَمْ یَشْھَدُوْا وَھُمْ مَجْھُوْلُوْنَ فِی الْاَرْضِ مَشْھُوْرُوْنَ فِی السَّمَاءِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ چھپے ہوئے اولیار ہیں جن کے سر کے بال پراگندہ ہیں اُن کے چہرے غبار آلود ہیں۔ وہ اگر کسی معاملہ میں اجازت چاہیں اُنکو اجازت نہیں دی جاتی ہے اور اگر وہ نہ ہوں تو اُن کی لوگ جستجو نہیں کرتے ہیں اور اگر موجود ہوں تو اُنکو پکارا نہیں جاتا ہے اور اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو اُنکی عبادت نہیں کیجاتی ہے اور اگر وہ مرجائیں تو لوگ اُنکے جنازے پر حاضر نہیں ہوتے ہیں وہ زمین میں گمنام ہیں لیکن آسمان میں مشہور ہیں۔ ایسے ہی مستور الحال ایک

بزرگ کا ذکر ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے صحن میں مراقبہ میں تھے اور پاس ہی ایک محدث حدیث کا درس دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں خواجہ خضر وہاں پہنچے اور بیٹھ گئے اور اُن سے کہنے لگے کہ قریب میں حدیث کا درس ہو رہا ہے آپ اُس میں شریک کیوں نہیں ہوتے ہیں اور یہاں تنہا بیٹھے ہیں اس پر اُن بزرگ نے کہا کہ جب ایک نبی پاس ہو تو اُس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کا درس سننے کی کیا ضرورت ہے۔ خواجہ خضر نے فرمایا تم کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی نبی ہے تو انھوں نے کہا کہ کیا آپ خواجہ خضر اللہ کے نبی نہیں ہیں۔ خواجہ خضر نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ میں تمام اولیار کو پہچانتا ہوں لیکن اب معلوم ہوا کہ کچھ اولیار ایسے بھی ہیں جن کو میں بھی نہیں جانتا ہوں اور وہ مجھے جانتے ہیں۔

الہام۔ اسی کو حکمت، علم لدنی، فیض، فتح اور کشف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ علم ہوتا ہے جو اولیاء کے قلوب پر خدا کی جانب سے نازل کیا جاتا ہے۔ جو علم انبیاء اور رسولوں کو عنایت ہوتا ہے اُس کو وحی کہا جاتا ہے۔ اس کی اگر تلاوت بھی ہوتی ہے تو وہ وحی متلو کہلاتی ہے جیسا کہ قرآن، توریت اور انجیل اور اگر اُس کی تلاوت نہ ہو تو اُسکو حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وحی خداوندی خلل اور غلطی سے بالکل محفوظ ہے الہام میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے اِس لئے بسا اوقات انسان القار شیطانی کو الہام سمجھ بیٹھتا ہے۔

مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے کہ بندے کے دل میں جو القار ہوتا ہے وہ کبھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے، کبھی فرشتے کی طرف سے اور کبھی نفس اور شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، غور کر لینا چاہیے اگر وہ القار عشق و محبت کا باعث ہے تو وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے اور اگر وہ اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب ہے تو فرشتے کی جانب سے ہے اور وہ القار کفران اور طغیان پیدا کرنیوالا ہے تو وہ نفس اور شیطان کی طرف سے ہے۔ پھر یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ شیطان بھی بسا اوقات نیکی کیطرف دعوت دیتا ہے اور اُس سے اُس کا مقصود کسی اعلیٰ نیکی سے غافل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

اِنَّ لِلشَّیْطَانِ لَمَّۃً بِابْنِ آدَمَ وَلِلْمَلَکِ لَمَّۃً فَاَمَّا لَمَّۃُ الشَّیْطَانِ فَاِیْعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَکْذِیْبٌ بِالْحَقِّ وَاَمَّا لَمَّۃُ الْمَلَکِ فَاِیْعَادٌ بِالْخَیْرِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِکَ فَلْیَعْلَمْ اَنَّہٗ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمَنْ وَجَدَ الْاُخْرٰی فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ یعنی شیطان آدمی کے دل میں بات ڈالتا ہے اور فرشتہ بھی ڈالتا ہے شیطان کی ڈالی ہوئی بات بُرائی کا وعدہ اور حق کو جھٹلانا ہوتا ہے۔

اور فرشتے کا ڈالنا بھلائی کا وعدہ اور حق کی تصدیق ہوتی ہے تو جو یہ
محسوس کرے وہ سمجھ لے کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے اور دوسری
بات ہو تو سمجھ لے کہ وہ شیطان کی جانب سے ہے اور فوراً شیطان سے خدا کی پناہ پکڑے۔

تناسخ

جو لوگ تناسخ کے عقیدے کے قائل ہیں اُن کے نزدیک روح اپنی جزا و سزا کے اعتبار سے مختلف حیوانات کا جسم اختیار کرتی رہتی ہے، اور یہ سلسلہ کروڑوں برس تک اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ یہ عقیدہ روح کے ازلی اور ابدی اور قدیم ہونے پر مبنی ہے۔ مولانا کے اشعار میں جگہ جگہ جو اشارے ہیں وہ مادے کے تغیرات کی طرف ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں مادّہ جمادیت سے ترقی کرکے نباتیت اختیار کرتا ہے اور نباتیت سے حیوانیت کے مرتبہ میں آجاتا ہے اور پھر حیوانیت سے انسانی مرتبہ میں پہنچا ہے ؎

از جمادی مُردم و نامی شُدم — وز نما مُردم بحیواں سَر زدم
مُردم از حیوانی و آدم شُدم — پس چہ ترسم، کے زمردن کم شوم

اِن مذکورہ بالا اشعار میں مادّی تغیرات، کو ظاہر کیا گیا ہے۔ مولانا روح کے قدیم اور ازلی ہونے کے قائل نہیں ہیں اور نہ روح کی صرف حیوانات میں گردش کے قائل ہیں ہاں روح کے منازل اور مراتب کے عروج کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

جملۂ دیگر بمیرم از بشر — تا بر آرم از ملائک بال و پر
وز مَلک ہم بایدم جُستن ز جُو — كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

جسم مثالی

اہلِ شرع اور اہلِ تصوف متعدد عوالم موجود مانتے ہیں ایک عالمِ شہود ہے۔ وہ تو یہی عالم ہے جس میں آپ اور ہم سب اِس زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، یہاں تمام اَجسام مادّہ اور عنصر سے بنے ہوئے ہیں۔ اِس کے علاوہ ایک عالمِ مثال ہے جس میں ہر وہ مخلوق جو اس عالمِ شہود میں ہے اُس عالم میں بھی ہے لیکن اِس عالم میں مادّہ اور عناصر کا وجود نہیں ہے وہاں جو اُس کا جسم ہے وہ جسمِ عنصری نہیں بلکہ جسمِ مثالی کہلاتا ہے۔

واقعات اور اشخاص

صلح حدیبیہ۔ ۶ھ ہجری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیت میں عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مکہ معظمہ سے چھ میل ورے مقام حدیبیہ پر پہنچے تو آنحضورؐ

صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اہلِ مکہ بزورِ شمشیر مکہ میں داخلے سے روکنے کا ارادہ کر چکے ہیں، آنحضورؐ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا اور اہلِ مکہ سے کہلایا کہ ہم عُمرہ کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد فوراً واپس ہو جائینگے۔ ہمارا مقصد اہلِ مکہ سے جنگ و جدل بالکل نہیں ہے مگر اہلِ مکہ نے مکہ میں داخلہ کی کسی طرح اجازت نہ دی۔ بہت سی گفت و شنید کے بعد صلح کا ایک دس سالہ معاہدہ طے ہوا۔ اِس صلح نامہ میں مکہ والوں نے سراسر ایسی شرطیں تسلیم کرائیں جو اُن کے لئے مفید تھیں اور بظاہر مسلمانوں کیلئے ذلّت آمیز، یہ طے ہوا کہ مسلمان مکہ کی زیارت کئے بغیر واپس ہو جائیں، اگر کوئی مسلمان مُرتد ہو کر مدینہ طیبہ سے بھاگ کر مکہ میں پناہ لے گا تو مکہ والے اُس کو واپس نہ دیں گے اور اگر کوئی مکہ والا مسلمان ہو کر مدینہ گیا تو اُس کو واپس سپرد کرنا ہوگا۔ اِس طرح کی شرائط بعض صحابہؓ کو ناگوار بھی گذریں لیکن آنحضورؐ نے خداوندی حکم سے سب کو بخوشی منظور کیا۔ حضرت حق تعالیٰ کے علم میں یہ صلح شکست نما فتح تھی۔ چنانچہ اِسی بنا پر حضورؐ کو بشارت آئی کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا یعنی ہم نے یہ تمہیں کھلی فتح عنایت کی ہے۔ چند ہی روز میں اِس بشارت نے عملی صورت اختیار کر لی اور اِس صلح کے نتیجہ میں مکہ معظمہ بغیر کسی جنگ و قتال کے آنحضورؐ کے زیرِ نگیں آگیا۔

بنی نضیر۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ انھوں نے مخفی طور پر آنحضورؐ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی جس کا آنحضورؐ پر انکشاف ہو گیا۔ اِس جرم کی پاداش میں اُن کو مدینہ کے اطراف سے ۴ھ میں جلا وطن کیا گیا اور خیبر میں آباد ہو جانے کی اجازت دیدی گئی۔

بنو قریظہ۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ آنحضورؐ نے اُن سے ایک معاہدہ کیا تھا جس کی رُو سے فریقین کو دشمن کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری تھی۔ غزوۂ خندق کے موقع پر دیگر قبائل کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد تو درکنار یہ لوگ بھی مخالفوں سے ہمساز ہو گئے اور معاہدہ شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہو گئے۔ غزوۂ خندق میں جب غیبی تائید سے آنحضورؐ کو ۵ھ میں فتح و نصرت حاصل ہو گئی تو آنحضورؐ نے اُن لوگوں کو معاہدہ شکنی کی سزائے موت دی جو خود یہود کی شریعت کے مطابق تھی۔

بلال بن رباح رضؓ۔ حضرت بلالؓ حبشی النسل تھے۔ دعوتِ اسلام کے آغاز ہی میں مشرف باسلام ہو گئے تھے۔ انھوں نے اسلام کی خاطر اپنے آقا اُمیہ ابن خلف کے ایسے ایسے دردناک مظالم برداشت کئے ہیں جن کے سننے سے بھی لرزا طاری ہوتا ہے۔ بالآخر حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے

اُن کو خرید کر آزاد کیا۔ پھر تمام عمر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذاری۔ اُن کو مؤذنِ رسول اللہ ہونے کا فخر بھی حاصل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ میں قیام کی تاب نہ لاسکے اور ملک شام میں منتقل ہوگئے۔ وہاں ۲۰ھ میں بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔ اُن کی اذان میں بڑا ہی سوز و گداز تھا۔ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اذان کی فرمائش کی، معذرت پیش کرنے کے باوجود تعمیلِ حکم پر مجبور ہو کر اذان شروع کی جس وقت اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر پہنچے تو غش کھا کر گر گئے۔

طالوت ۔ یہ بنی اسرائیل کا ایک نیک بادشاہ تھا اِس کی بادشاہت پیغمبرِ وقت شمویلؑ کی بشارت کے مطابق عمل میں آئی تھی۔ بادشاہت کے دوران اُس کو ایک سخت قوی دشمن جالوت سے جنگ کرنی پڑی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا بچپن تھا اور وہ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حضرت شمویلؑ نے طالوت کو بشارت دی کہ جالوت کی موت حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں ہوگی۔ طالوت نے حضرت داؤدؑ کو فوج میں شامل کر لیا۔ دورانِ سفر میں چند پتھروں نے حضرت داؤدؑ سے کہا کہ ہم کو ساتھ لے لو جالوت ہماری ضرب سے مرے گا۔ حضرت داؤدؑ نے وہ پتھر اُٹھا کر اپنی زنبیل میں رکھ لئے۔ جس وقت جالوت سے مقابلہ ہوا تو حضرت داؤدؑ نے وہی پتھر اُس کے مارے جن سے جالوت ہلاک ہوگیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ "اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا"۔

حضرت مریم علیہا السلام ۔ حضرت مریمؑ کنوارپن ہی میں بحکمِ خدا حاملہ ہوگئیں تو ندامت کی وجہ سے جنگل میں نکل گئیں اور دُعا کرنے لگیں۔ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا کاش میں اِس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری بن جاتی۔ فرشتے نے اُن کو تسلی دی پھر جب اُن کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ اُن کو گود میں لے کر اپنے قبیلے میں آئیں، لوگوں نے اُن کو ملامت شروع کر دی اِس پر اُنھوں نے لوگوں سے کہا تم اِسی بچہ سے اِس معاملہ کی تحقیق کر لو۔ لوگوں نے کہا ہم گہوارے کے بچے سے کیا پوچھیں تو حضرت عیسیٰؑ بول اُٹھے۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اُس نے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے اُس نے نبی بنایا ہے اور بابرکت کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اِس گفتگو کے بعد لوگوں کے شکوک مٹ گئے اور وہ سمجھ گئے یہ سب معاملہ منجانب اللہ ہے۔

اہلِ سَبا۔ یمن کے علاقہ سبا کے باشندے تھے۔ قرآن نے اہلِ سَبا کا ذکر حسبِ ذیل آیتوں میں کیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسَاكِنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ○ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ○ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ۔ بیشک سَبا والوں کے لئے اپنی ہی بستی میں نشانی تھی دائیں بائیں دو باغ تھے۔ اپنے مالک کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اُس کا شکر بجالاؤ۔ ایسا پاکیزہ شہر اور مالک بخشنے والا۔ تو انھوں نے رُوگردانی کی۔ ہم نے زور کا سیلاب اُن پر چھوڑ دیا اور دو عمدہ باغوں کو بدل کر دو باغ ایسے کر دیئے جن میں بدمزہ میوے اور جھاؤ کے درخت اور تھوڑے سے بیری کے درخت رہ گئے۔ اُن کی ناشکری کی ہم نے اُن کو یہ سزا دی اور ہم انہی کو سزا دیا کرتے ہیں جو ناشکرے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ۔ یہ مالک کے بیٹے تھے اور اُن کی ماں کی کنیت امِ سلیم تھی۔ مالک کے بعد امِ سلیمؓ نے حضرت ابو طلحہ انصاریؓ سے شادی کرلی تھی۔ حضرت انسؓ کی تربیت حضرت ابو طلحہؓ نے کی۔ جس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ حضرت انسؓ کی عمر دس سال کی تھی۔ اُن کو اُن کی ماں اور حضرت ابو طلحہؓ نے آنحضورؐ کی خدمت پر مامور کر دیا انھوں نے بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ دس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور خادمِ خاص کا رتبہ پایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے بہت خوش تھے اور اُن کو بہت دعائیں دیتے تھے۔ اِنہی دعاؤں کی برکت سے اُن کو صحابۂ کرام میں مال اور اولاد کی کثرت میں امتیاز تھا۔ آنحضورؐ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں یہ بصرہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ۹۱ھ میں بعمر تقریباً ۱۰۳ سال انھوں نے بصرہ میں ہی وفات پائی اور اُن کی وفات بصرہ میں رہنے والے صحابہ میں سے سب سے آخر میں ہوئی ہے۔

تِیْہ۔ بورن فیل یہ وہ بیابان ہے جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک محبوس اور مقید رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو عمالقہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا جو ملک شام پر قابض تھے۔ بنی اسرائیل نے اِس جہاد میں شرکت سے انکار کیا اور طرح طرح کے نامعقول عذر پیش کرنے شروع کر دیئے اور کہہ دیا اے موسیٰ تم اور تمہارا خدا عمالقہ سے جہاد کرے

ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ اس جرم کی پاداش میں خدا نے انہیں تیہ کے میدان میں مقید کر دیا یہ اس میں بھٹکتے پھرتے تھے اور ان کو اس جنگل سے نکلنے کا راستہ نہ ملتا تھا۔ یہ لوگ بنی اسرائیل کی بارہ جماعتوں پر مشتمل تھے۔ ہر جماعت حضرت یعقوبؑ کے کسی ایک فرزند کی نسل تھی اور ہر جماعت میں تقریباً پچاس ہزار اشخاص تھے۔ یہ لوگ تمام دن راستہ طے کرتے تھے، صبح کو سو کر اٹھتے تو اپنے آپ کو اسی مقام پر پاتے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔

اویس۔ یہ عامر کے بیٹے اور قرن علاقہ یمن کے باشندے ہیں اسی لئے قرنی کہلاتے ہیں۔ ان میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا والہانہ جذبہ تھا چونکہ ان کی والدہ ان کی خدمت کی محتاج اور ضرورتمند تھیں لہٰذا ان کی آنحضورؐ کی خدمت میں حاضری نہ ہو سکی اور ان کو آنحضورؐ کا دیدار میسر نہ آیا اسی لئے ان کو تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اپنی آخری عمر میں بصرہ میں آ کر آباد ہو گئے تھے حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کو سلام کہلایا اور دعا کی فرمائش کی تھی۔ انہی کی نسبت سے نسبتِ اویسیہ وہ نسبت کہلاتی ہے جو کسی مرید کو شیخ سے جسمانی ملاقات کے بغیر حاصل ہو جائے۔

ابولہب اور اس کی بیوی

ابولہب کنیت نام عبدالعزیٰ ہے اس کی بیوی کا نام اروی اور کنیت امِ جمیل ہے۔ ابولہب آنحضورؐ کا حقیقی چچا تھا لیکن یہ اور اس کی بیوی آنحضورؐ کو تکلیف پہنچاتے اور مخالفت میں سب سے پیش پیش تھے آنحضورؐ کی ابتدائے دعوت سے آخر دم تک آنحضورؐ کی مخالفت کرتا رہا بالآخر کفر کی حالت میں موت ہوئی۔ سورۂ تبت اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فرعونِ موسیٰؑ

اس کا نام ولید بن مصعب ہے اور چونکہ یہ مصر کا بادشاہ تھا اس لئے اس کو فرعون کہا جاتا ہے۔ شاہانِ مصر کا یہی لقب ہوتا تھا اس کے واقعات قرآنِ پاک میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

۲۱ر شوال ۱۳۹۶ھ
۱۸ر اگست ۱۹۷۶ء

سجّاد حسین
صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

فہرست مضامین دفترِ سوم مثنوی مولانائے روم رح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار
اے ضیاء الحق حسام الدین لا
این سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار
یہ تیسرا دفتر، کیونکہ تہرانا سنت ہے

بر کشا گنجینۂ اسرار را
رازوں کا خزانہ کھول دے
در سوم دفتر بہل اعذار را
تیسرے دفتر میں، عذروں کو چھوڑ دے

قوتت از قوتِ حق می زہد
تیری طاقت، اللہ کی طاقت سے جوش مارتی ہے
نز عروقے کز حرارت می جہد
نہ کہ رگوں سے جو گرمی سے پھڑکتی ہیں

این چراغِ شمس کو روشن بود
یہ سورج کا چراغ جو روشن ہوتا ہے
نز فتیلہ و پنبہ و روغن بود
بتی اور روئی اور تیل کی وجہ سے نہیں ہے

سقفِ گردوں کو چنین دائم بود
آسمان کی چھت جو اس طرح ہمیشہ سے ہے
نز طناب و استنے قائم بود
رسّے اور ستونوں کی وجہ سے قائم نہیں ہے

قوتِ جبریل از مطبخ نبود
حضرت جبریل کی قوت مطبخ کی وجہ سے نہ تھی
بود از دیدارِ خلّاقِ وجود
وجود کو پیدا کرنے والے "اللہ" کے دیدار کی وجہ سے تھی

۱ ضیاء الحق چلپی مولانا کے دینی خلیفہ اور مرید ہیں جو مثنوی لکھنے کے محرک ہوئے۔ این سوم۔ طہارت ظاہری وضو اور غسل میں تین بار دھونا مسنون ہے لہٰذا طہارت باطنی جو کہ مثنوی کے مضامین سے حاصل ہوتی ہے اسلئے بھی تیسرے دفتر میں تیسری بار مضامین لانا مناسب ہے۔ اسرار۔ سر کی جمع، راز۔ بہل۔ امر کا صیغہ ہے ہلیدن بمعنی چھوڑنا۔ اعذار یعنی وہ عذر جو دوسرے دفتر کے تاخیر سے شروع کرنے کا سبب بنے تھے۔
۲ قوتت یعنی جسمانی کمزوری کا عذر نہ کر کیونکہ تیری قوتِ جسم اور رگوں کی پیداوار نہیں ہے بلکہ عطائے خداوندی ہے حق زہد۔ زہیدن نشو و نما پانا۔ این چراغ جس طرح سورج کی روشنی ظاہری اسباب کی بنا پر نہیں ہے اسی طرح تمہاری طاقت اسبابِ ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔
۳ سقفِ گردوں۔ آسمانوں کا قیام بھی اسبابِ ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔ قوتِ جبریلؑ۔ حضرت جبریلؑ کی یہ قوت کہ بازو کے سہارے بستیوں کو الٹ دیا جسمانی غذا کی وجہ سے نہ تھی۔

همچنیں ایں قوّتِ اَبدالِ حق — ہم زحق داں نَے طعام و نَے زطبق

اسی طرح اللہ (تعالیٰ) کے ابدال کی قوت — اللہ کی جانب سمجھ لے نہ کھانے اور طباق کی وجہ سے

جسم شاں را ہم زنور اَسرشتہ اند — تا زروح و از مَلک بگذشتہ اند

اُن کے جسم کو بھی نور سے بنایا ہے — یہاں تک کہ وہ روح اور فرشتے سے بڑھ گئے ہیں

چونکہ موصوفی باوصافِ جلیل — ز آتشِ نمرود بگذر چوں خلیل

چونکہ تو بڑے وصفوں سے موصوف ہے — حضرت خلیل کی طرح نمرود کی آگ سے گذر جا

گردد آتش بر تو ہم بَرد و سلام — اے عناصر مر مزاجت را غلام

آگ بھی تجھ پر سلامتی اور ٹھنڈک بنجائیگی — اے وہ کہ عناصر (اربعہ) تیرے مزاج کے غلام ہیں

ہر مزاجے را عناصر مایہ ایست — وین مزاجت برتر از ہر پایہ ایست

عناصر، ہر مزاج کا سرمایہ ہیں — اور تیرا یہ مزاج ہر مرتبہ سے بالاتر ہے

ایں[۲] مزاجت در جہانِ مُنبسط — وصفِ وحدت را کنوں شد ملتقط

وسیع عالم میں تیرا یہ مزاج — اب وحدت کی صفت کو چننے والا ہوگیا ہے

اے دریغا عرصۂ افہامِ خلق — سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق

ہائے افسوس! لوگوں کی فہموں کا میدان — بہت تنگ ہے، مخلوق حلق نہیں رکھتی ہے

اے ضیاء الحق بحذقِ رائے تو — حلق بخشد سنگ را حلوائے تو

اے ضیاء الحق تیری رائے کی ہوشیاری سے — تیرا حلوہ پتھر کو حلق بخش دیتا ہے

کوہِ طور اندر تجلّی حلق یافت — تا کہ مے نوشید و مے را بر نتافت

کوہ طور نے تجلی میں حلق پالیا — یہاں تک کہ (اس نے) شراب پی اور شراب کو برداشت نہ کرسکا

صَارَ دَکًّا مِنْہُ وَانْشَقَّ الْجَبَل — ہَلْ رَأَیْتُمْ مِنْ جَبَلٍ رَقْصَ الْجَمَل

وہ ٹکڑے ہوگیا اور پہاڑ پھٹ گیا — کبھی تم نے پہاڑ سے اونٹ کا رقص دیکھا ہے

لقمہ[۳] بخشی آید از ہر کس بکس — حلق بخشی کارِ یزداں ست و بس

لقمہ دینا ہر شخص سے ہر شخص کیلئے ہوسکتا ہے — حلق بخشنا صرف اللہ (تعالیٰ) کا کام ہے

حلق بخشد جسم ہا و رُوح را — حلق بخشد بہرِ ہر عضوت جدا

وہ جسم اور روح کو حلق بخش دیتا ہے — تیرے ہر عضو کو علیحدہ حلق بخش دیتا ہے

---

۱ ہمچنیں۔ اولیاء اللہ کی قوت من جانب اللہ ہوتی ہے مادی نہیں ہوتی ہے۔ جسم شاں۔ ابدال کے اجسام بھی نورانی ہیں اور وہ انسانی روح اور تمام فرشتوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ چونکہ۔ یہ شیخ حسام الدین کو خطاب ہے۔ آتش نمرود یعنی نفسانی رذائل۔ گردد آتش۔ عناصر اربعہ آپ کے مزاج سے مغلوب ہیں لہٰذا آگ آپ کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی ہے۔ ہر مزاج۔ عام انسانوں کا مزاج عناصر اربعہ سے بنا ہے لیکن آپ کا مزاج اللہ کے اخلاق سے بنا ہے۔

۲ ایں مزاجت یعنی آپ چونکہ اخلاقِ الٰہی کے ساتھ متصف ہیں لہٰذا آپ کو اللہ سے اتحاد حاصل ہوگیا ہے۔ اے دریغا۔ عوام کی سمجھ کے گلے سے یہ مضمونِ وحدت نہیں اُترتا ہے عوام وہ حلقوم نہیں رکھتے ہیں جو ان مضامین کو نگل سکے۔ اے ضیاء الحق لیکن ضیاء الحق میں وہ طاقت ہے کہ پتھر کے گلے سے بھی اس مضمون کو اتار سکتا ہے۔ کوہ طور۔ مضامین معرفت کو کوہ طور سمجھا حالانکہ وہ پتھر ہے تمام کوہ طور کا رقص معرفت کی شراب پی لینے کی وجہ سے تھا

۳ لقمہ بخشی۔ ایک انسان دوسرے کو لقمہ تو دے سکتا ہے لیکن خلق عطا کرنا صرف خدا کا کام ہے یعنی تعلیم و تربیت دینا تو انسانی فعل ہے لیکن طالب کے اعضاء کا اس کو قبول کرنا اور اس میں قبولیت کی استعداد پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے۔ حلق بخشد۔ اللہ تعالیٰ ہر عضو کو اور روح کو اس کے مناسب حلق بخشتا ہے۔

ایں گہے بخشد کہ اجلالی شوی — از دغا و از دغل خالی شوی

یہ اُس وقت بخشتا ہے جب تو اجلالی ہو جائے — فریب اور کھوٹ سے خالی ہو جائے

تا نگوئی سرِّ سلطاں را بکس — تا نریزی قند را پیشِ مگس

کہ تو شاہ کا راز ہر شخص سے نہ کہے — تاکہ تو قند کو مکھی کے آگے نہ گرائے

گوشِ آں کس نوشد اسرارِ جلال — کو چو سوسن صد زباں افتاد لال

اللہ کے راز اُس شخص کا کان سُنتا ہے — جو سوسن کی طرح سو زبانوں کے باوجود گونگا ہے

حلق بخشد خاک را لطفِ خدا — تا خورد خاک آب و روید صد گیا

اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی مٹی کو حلق عنایت کرتی ہے — یہاں تک کہ مٹی پانی پیتی ہے اور سینکڑوں گھاسیں اُگاتی ہے

باز حیواں را بہ بخشد حلق و لب — تا گیاہش را خورد اندر طلب

پھر (اللہ) حیوان کو حلق اور ہونٹ بخشتا ہے — یہاں تک کہ وہ تلاش کر کے اُس (خاک) کی گھاس کھاتا ہے

چوں گیاہش خورد و حیواں گشت زفت — گشت حیواں لقمۂ انسان و رفت

جب اُس (حیوان) نے اُس خاک کی گھاس کھائی اور موٹا ہو گیا — حیوان، انسان کا لقمہ بنا اور ختم ہو گیا

باز خاک آمد شد اکالِ بشر — چوں جدا شد از بشر روح و بصر

پھر مٹی آئی وہ انسان کو نگل جانے والی بنی — جبکہ انسان سے روح اور بینائی جدا ہو گئی

ذرّہا دیدم دہاں شاں جملہ باز — گر بگویم خوردِ شاں گردد دراز

میں نے ذرّے دیکھے جن کے منہ کھلے ہوئے تھے — اگر میں اُن کی خوراک کا بیان کروں تو بات بڑھ جائے

برگہا را برگ از انعامِ او — دایگاں را دایہ لطفِ عامِ او

پتّوں کو ساز و سامان اُس (اللہ) کے انعام سے ہے — پرورش کرنیوالوں کی دایہ اُس کی عام مہربانی ہے

رزقہا را رزقہا او میدہد — زانکہ گندم بے غذائے چوں بہد

(وہ اللہ) رزقوں کو رزق دیتا ہے — کیونکہ گیہوں بغیر غذا کے کب پرورش پاتا ہے

نیست شرحِ ایں سخن را منتہا — پارہ گفتم بداں زاں پارہا

اس بات کی تفصیل کا خاتمہ نہیں ہے — میں نے ایک ٹکڑا کہہ دیا تو اُس (اور) ٹکڑوں کو سمجھ لے

جملہ عالم آکل و ماکول داں — باقیاں را مقبل و مقبول داں

تمام عالم کو کھانے والا اور کھایا ہوا سمجھ — باقی رہنے والوں کو مقبول اور بااقبال سمجھ

امکان میں سب چیزیں ایک دوسرے کو فنا کر رہی ہیں بقا صرف اُن کو حاصل ہے جو مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہیں۔

ف۱ ایں۔ اللہ تعالیٰ ہر عضو اور روح کو حلق اس وقت بخشتا ہے جب انسان خدائی اخلاق سے موصوف ہو جائے اور رذائل سے اپنے آپ کو پاک کر لے۔ تا نگوئی۔ جب اللہ کی یہ عطا تمہیں حاصل ہو جائے تو نااہلوں پر اسرار ظاہر نہ کرو۔ گوشِ آں۔ معارفِ الٰہیہ اس وقت حاصل ہوتے ہیں جبکہ انسان میں ان کے اخفاء کی پوری صلاحیت پیدا ہو جائے اور نااہلوں کے سامنے اُن کو ظاہر نہ کرنے پر اُس کو قدرت حاصل ہو جائے۔ حلق بخشد۔ اللہ نے زمین کو بھی حلق عنایت فرمایا ہے۔

ف۲ باز حیواں۔ حیوانات، نباتات کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں۔ چوں گیاہش۔ حیوانات سے انسان اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ باز۔ پھر انسان کے مرنے کے بعد خاک اُس کو اپنی خوراک بنا لیتی ہے۔

ف۳ ذرّہا۔ کائنات میں باہمی تنازع للبقاء کا نظام جاری ہے اور کائنات کا ہر ذرّہ دوسرے کو کھانے کے لئے منہ کھولے ہوئے ہے۔ برگہا۔ پتّے جو حیوانات کی خوراک ہیں اُن کو بھی اللہ تعالیٰ خوراک عطا فرماتا ہے۔ کائنات میں جو چیزیں دوسروں کی پرورش کرتی ہیں اُن کی غذا پرورش کرتا ہے۔ رزقہا۔ گیہوں خود رزق ہے لیکن اگر اُس کو رزق میسر نہ آئے تو اُس کی پرورش نہ ہو۔ جملہ عالم۔ عالم

این[۱] جہان و ساکنانش منتشر
یہ عالم اور اس کے باشندے جدا ہو جانے والے ہیں
واں جہان و ساکنانش مستمر
وہ عالم اور اس کے باشندے ہمیشہ رہنے والے ہیں

این جہان و عاشقانش منقطع
یہ عالم اور اس کے عاشق مٹ جانے والے ہیں
اہلِ آں عالم مخلّد مجتمع
اس عالم والے ہمیشہ اور اکٹھے رہنے والے ہیں

پس کریم آنست کو خود را دہد
تو بزرگ وہ ہے جو اپنے آپ کو بخش دے
آبِ حیوانے کہ ماند تا ابد
آبِ حیات، تاکہ ہمیشہ رہے

باقیات[۲] الصالحات آمد کریم
بھلا (بزرگ)، باقی رہنے والی نیکیوں میں سے ہے
رستہ از صد آفت و اخطار و بیم
جو سینکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے نجات پا گیا ہو

گر ہزار اند یک کس بیش نیست
اگر وہ ہزار ہیں (تو بھی) ایک سے زیادہ نہیں ہیں
چوں خیالاتِ عدد اندیش نیست
تعداد سمجھانے والے خیالات کی طرح نہیں ہیں

آکل و ماکول را حلق ست و نائے
کھانے والے اور کھائے جانے والے کا حلق اور گلا ہوتا ہے
غالب و مغلوب را عقل ست و رائے
غالب اور مغلوب کے لئے عقل اور رائے ہے

حلق بخشید او عصائے عدل را
اس نے انصاف کی لاٹھی کو حلق بخشا
خورد او چنداں عصا و حبل را
وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی

واندرو افزوں نشد زاں جملہ اکل
اس سب کچھ کھانے سے اس میں اضافہ نہ ہوا
زانکہ حیوانی نبودش اکل و شکل
کیونکہ اس کا کھانا اور صورت حیوانی نہ تھا

مر یقین[۳] را چوں عصا حق حلق داد
اللہ (تعالیٰ) نے لاٹھی کی طرح یقین کو بھی حلق دیا ہے
تا بخورد او ہر خیالے را کہ زاد
یہاں تک کہ اس نے ہر اس خیال کو نگل لیا جو پیدا ہوا

پس معانی را چو اعیاں حلقہاست
تو خارجی موجودات کی طرح معانی کے بھی حلق ہیں
رازقِ حلقِ معانی ہم خداست
معانی کے حلقوں کو رزق دینے والا بھی خدا ہے

پس ز ماہی تا بہ ماہ از خلق نیست
تو مچھلی سے لے کر چاند تک کوئی مخلوق نہیں ہے
کہ بجذبِ مایہ او را حلق نیست
مادہ کو جذب کرنے کیلئے جس کے حلق نہ ہو

حلقِ نفس از وسوسہ خالی شود
نفس کا حلق اگر وسوسہ سے خالی ہو جائے
میہمانِ وحیِ اجلالی شود
تو اللہ کی وحی کا میہمان ہو جائے

حلقِ جاں گز فکرِ تن خالی شود
روح کا حلق جو جسم کی فکر سے خالی ہو جاتا ہے
وانگہاں روزیش اجلالی شود
تب اس کی روزی خدائی ہو جاتی ہے

---

[۱] ایں جہاں۔ عالمِ امکان منتشر، چونکہ عالمِ امکان متضاد عناصر سے بنے ہیں۔ واں جہاں۔ عالمِ آخرت۔ آبِ حیوان۔ یعنی معارفِ الٰہیہ۔

[۲] باقیات۔ بزرگ جب کہ مجموعۂ فضائل بن گیا تو وہ مجسم باقی رہنے والی نیکی بن گیا۔ گر ہزاراں۔ اولیاء اور بزرگ یک روح ہزار قالب ہوتے ہیں۔ آکل۔ اس عالم میں جو کھانے والے ہیں اور کھائے جاتے ہیں ان کا تو صرف حلق اور گلا ہے جو لوگ اپنے نفس پر غالب ہیں اور اللہ کی مرضیات سے مغلوب ہیں وہ صاحبِ عقل و رائے ہیں۔ حلق بخشید۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کو حلق عنایت فرمایا وہ جادوگر کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی۔ زانکہ۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی سب کچھ نگل کر بھی موٹی نہ ہوئی کیونکہ اس کا کھانا حیوانی کھانا نہ تھا۔

[۳] مر یقیں را جس طرح حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کے حلق تھا یقین کے بھی حلق ہے جو وساوس کو نگل جاتا ہے۔ پس معانی جس طرح خارجی اشیاء کا حلق ہے ذہنی اشیاء کا بھی حلق ہے۔ ز ماہی یعنی تحت الثریٰ سے۔ حلقِ نفس یعنی اگر انسان اپنے آپ کو وساوسِ شیطانی سے پاک کرے۔ حلقِ جان یعنی روح کو اگر مادی ضرورت سے پاک کرے۔

خلقِ عقل و دل چو شد خالی ز فکر
عقل اور دل کا حلق جب فکر سے خالی ہو گیا
یافت او بے ہضمِ معدہ رزقِ بکر
تو اس نے معدہ کے ہضم کے بغیر تازہ رزق پا لیا

شرطِ تبدیلِ مزاج آمد بداں
سمجھ لے، مزاج کو بدلنا شرط ہے
کز مزاجِ بد بود مرگِ بداں
اسلئے کہ بروں کی موت، برے مزاج کی وجہ سے ہوتی ہے

چوں مزاجِ آدمی گلخوار شد
جب آدمی کا مزاج مٹی خور ہو جاتا ہے
زرد و بد رنگ و سقیم و خوار شد
(تو وہ) زرد اور بدرنگ اور بیمار اور ذلیل ہو جاتا ہے

چوں مزاجِ زشتِ او تبدیل یافت
جب اس کا برا مزاج بدل گیا
رفت زشتی و آں رخش چوں شمع تافت
برائی جاتی رہی اور اس کا چہرہ شمع کی طرح چمک گیا

دایہ کو طفلِ شیر آموز را
وہ دایہ کہاں ہے؟ جو شیرخوار بچہ کو
تا بہ نعمت خوش کند بد فوز را
نعمت کے ذریعہ خوش کر دے، بد ذوق کو

دایہ کو شیر خوارہ طفل را
شیرخوار بچہ کے لئے وہ دایہ کہاں ہے؟
تا ز نعمتہا کند او را غذا
جو نعمتوں کی اس کو غذا دے

گر بہ بندد راہِ یک پستاں برو
اگر اس پر ایک پستان کا راستہ بند کرے گی
بر گشاید راہِ صد بستاں برو
سیکڑوں باغوں کا راستہ اس پر کھول دے گی

زانکہ پستاں شد حجابِ آں ضعیف
کیونکہ اس ناتواں کے لئے پستان پردہ بن گیا
از ہزاراں نعمت و خوان و رغیف
ہزاروں نعمتوں اور خوان اور روٹی سے

پس حیاتِ ماست موقوفِ فطام
تو ہماری زندگی دودھ چھڑانے پر موقوف ہے
اندک اندک جہد کن تم الکلام
بتدریج کوشش کر بات ختم ہوئی

چوں جنیں بود آدمی خوں بد غذا
جب انسان ماں کے پیٹ میں تھا خون خوراک تھی
از نجس پاکی برد مومن کذا
مومن اسی طرح نجاست سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے

چوں جنیں بود آدمی خونخوار بود
جب انسان ماں کے پیٹ میں خون کھانے والا تھا
بود او را بود از خوں تار و پود
اس کے وجود کا تانا بانا خون سے تھا

از فطامِ خوں غذایش شیر شد
خون چھڑانے سے اس کی خوراک دودھ ہوئی
وز فطامِ شیر لقمہ گیر شد
اور دودھ چھڑانے سے وہ لقمہ کھانے والا ہو گیا

وز فطامِ لقمہ لقمانے شود
لقمہ چھڑانے سے وہ لقمان ہو جاتا ہے
طالبِ مطلوبِ پنہانے شود
ایک پوشیدہ مطلوب کا طالب بنتا ہے

---

[۱] خلقِ عقل۔ یعنی اگر انسان اپنی عقل اور دل کو مادی ضروریات سے پاک کرے۔ رزقِ بکر۔ تازہ رزق یعنی معارفِ الٰہیہ۔ مزاج۔ یعنی مادی مزاج۔ گلخوار۔ یعنی غلط خوراک سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔

[۲] چوں مزاج۔ جب مادی مزاج میں تبدیلی آجاتی ہے تو انسان انوارِ الٰہی کا محل بن جاتا ہے۔ فوز۔ پوز یعنی منہ کا آگے۔ یعنی دایۂ قدرت بری عادتیں چھڑا دے۔ گر بندد۔ دایۂ قدرت اگر دودھ چھڑاتی ہے تو باغوں کے دروازے کھلاتی ہے۔

[۳] زانکہ پستاں۔ جب تک بچہ شیرخوار رہتا ہے بے شمار لذیذ غذاؤں سے محروم رہتا ہے پس۔ دنیاوی لذتوں کا دودھ چھوٹنے پر اخروی نعمتیں موقوف ہیں۔ فطام۔ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ جہد کن۔ یعنی دودھ چھوٹنے کی کوشش کرو۔ از نجس۔ ضرورت کے وقت مومن کے لئے نجس غذا حلال ہو جاتی ہے۔ جنین۔ پیٹ کا بچہ۔ از فطام جس طرح بچہ کا دودھ چھوڑنا غذاؤں کی ترقی کا سبب بنا اسی طرح اگر لذاتِ جسمانی ترک کرو گے تو روحانی غذائیں بہتر سے بہتر حاصل ہوں گی۔ وز فطام جسمانی لذات کے ترک سے حکمتیں حاصل ہوں گی اور روحانیت غذاؤں کی طلب پیدا ہو گی۔ لقمانے۔ یعنی صاحبِ حکمت۔

[1] گر جنیں را کس بگفتے در رحم
اگر پیٹ کے بچے سے کوئی رحم میں کہتا

ہست بیروں عالمے بس منتظم
باہر ایک بڑی منظم دنیا ہے

یک زمینِ خرمی با عرض و طول
ایک لمبی چوڑی دل کشا زمین ہے

اندرو بس نعمت و بیحد اکول
اس میں بیشمار نعمتیں اور بے حد غذائیں ہیں

کوہہا و بحرہا و دشتہا
پہاڑ ہیں دریا ہیں اور جنگل ہیں

بوستانہا باغہا و کشتہا
گلستان ہیں باغات ہیں کھیتیاں ہیں

آسمانے بس بلند و پرضیا
بہت اونچا آسمان ہے اور منور

آفتاب و ماہتاب و صد سُہا [2]
آفتاب اور چاند اور سیکڑوں سُہا (ستارے) ہیں

از جنوب و از شمال و از دبور
جنوبی اور شمالی اور مغربی ہواؤں سے

باغہا دارد عروسیہا و سور
باغات جشن اور تازگی رکھتے ہیں

در صفت ناید عجائبہائے آں
اس کے عجائب بیان نہیں ہو سکتے ہیں

تو دریں ظلمت چہ در امتحاں
تو اس اندھیرے میں آزمائش میں کیوں ہے؟

خوں خوری در چار میخ تنگنا
[3] تنگ حبس خانہ میں تو خون کھا رہا ہے

درمیانِ حبس و انجاس و عنا
بندش اور نجاستوں اور مشقت میں

او بحکمِ حالِ خود منکر بُدے
وہ اپنی حالت کے تقاضے سے منکر ہوتا

زیں رسالت معرض و کافر شدے
اس پیغام سے اعراض کرنے والا اور کافر ہوتا

کایں محال ست و فریب ست و غرور
کہ یہ ناممکن ہے اور فریب ہے اور دھوکا ہے

زانکہ وہمِ کور زیں معنی ست دور
کیونکہ اندھے کا وہم ان باتوں سے دور ہے

جنسِ چیزے چوں ندید ادراکِ او
اس کے ادراک نے چونکہ اس چیز کی جنس نہیں دیکھی

نشنود ادراکِ منکر ناکِ او
اس کا انکار کرنیوالا احساس (ان باتوں کو) نہیں سنتا ہے

ہمچناں کہ خلقِ عام اندر جہاں
اسی طرح دنیا کی عام مخلوق

زاں جہاں ابدال می گویند شاں
ان کو ابدال اس عالم کے بارے میں کہتے ہیں

کایں جہاں چاہے ست بس تاریک و تنگ
کہ یہ عالم ایک بہت تاریک اور تنگ کنواں ہے

ہست بیروں عالمے بے بو و رنگ
(اس) سے باہر ایک بے بو اور بے رنگ عالم ہے

ہیچ در گوشِ کسے زیشاں نرفت
ان میں سے کسی کے کان میں (بات) نہ پہنچی

کایں طمع آمد حجابِ ژرف و زفت
کیونکہ یہ لالچ گہرا اور موٹا پردہ بن گیا ہے

[1] گر جنین۔ یہ شعر ساتویں شعر تک شرط ہے، آٹھواں شعر "او بحکم" جواب شرط ہے۔ خرمی۔ دلکش، پر بہار۔ اکول۔ کھانے کی چیز۔

[2] سُہا۔ بنات النعش کا باریک پہلا ستارہ۔ جنوب۔ وہ ہوا جو جانب جنوب سے چلے۔ شمال۔ شمالی ہوا۔ دبور۔ مغربی ہوا۔ چہ۔ یعنی رحم مادر کا کنواں۔ چار میخ۔ ایک قسم کی قید ہے جس میں قیدی کے چاروں ہاتھ پیر رسیوں سے باندھ کر چار کیلوں سے باندھ دیے جاتے ہیں۔ تنگنائے۔ تنگ جگہ۔ حبس۔ قید خانہ۔ عنا۔ مشقت۔

[3] او بحکم۔ یہ شرط کی جزا ہے۔ رسالت۔ یعنی خارجی دنیا کا بیان۔ کور۔ یعنی پیٹ کا بچہ۔ ادراک یعنی منکر ناک۔ انکار کرنے والا۔ ہمچناں یعنی جس طرح ماں کے پیٹ کا بچہ اس خارجی عالم کی باتوں کا انکار کرتا ہے اسی طرح عوام عالمِ آخرت کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ زاں جہاں۔ عالمِ آخرت۔ ہیچ یعنی یہ باتیں دنیا والوں نے نہ سنیں۔ طمع یعنی دنیاوی حرص۔

گوش را بندد طمع از استماع[1] | چشم را بندد غرض از اطلاع

لالچ، کان کو سننے سے روک دیتا ہے | غرض، آنکھ کو باخبر ہونے سے بند کر دیتی ہے

ہمچناں کہ آں جنین را طمع خوں | کاں غذائے اوست در اوطانِ دوں

جس طرح سے خون کے لالچ نے اس پیٹ کے بچے کو | جو کہ کم درجہ وطنوں میں اس کی غذا ہے

از حدیثِ ایں جہاں محجوب کرد | خونِ تن را در دلش محبوب کرد

اس عالم کی بات سے محروم کر دیا | اس کے دل کے لئے جسم کے خون کو محبوب کر دیا

زیں[2] ہمہ انواعِ نعمت ماند فرد | غیر خوں او می نداند چاشت خورد

نعمت کی ان تمام قسموں سے محروم رہا | خون کے علاوہ وہ غذا کھانا نہیں جانتا

بر تو ہم طمعِ خوشیِ ایں جہاں | شد حجابِ آں خوشیِ جاوداں

تجھ پر بھی اس دنیا کی خوشی کا لالچ | اس دائمی خوشی کا پردہ بن گیا

طمع و ذوقِ ایں حیاتِ پُر غرور | از حیاتِ راستینت کرد کور

دھوکے سے پُر اس زندگی کے لالچ اور ذوق نے | سچی زندگی سے تجھے اندھا کر دیا

پس طمع کورت کند نیکو بداں | بر تو پوشاند یقیں را بیگماں

اچھی طرح سمجھ لے لالچ تجھے اندھا بناتا ہے | یقیناً تجھ پر یقین کو پوشیدہ کر دیتا ہے

حق ترا باطل نماید از طمع | در تو صد کوری فزاید از طمع

لالچ کی وجہ سے تجھے حق باطل نظر آتا ہے | لالچ کی وجہ سے صد درجہ اندھاپن تجھ میں بڑھ جاتا ہے

از طمع بیزار شو چوں راستاں[3] | تا نہی پا بر سرِ آں آستاں

سچوں کی طرح تو لالچ سے بیزار بن | بلکہ اس چوکھٹ پر تو پیر رکھ سکے

کاندراں در چوں درآئی وارہی | از غم و شادی قدم بیروں نہی

جب تو اس درگاہ میں پہنچ جائیگا نجات پا لیگا | دنیا کے غم اور خوشی سے قدم باہر رکھے گا

چشمِ جانت روشن و حق بیں شود | بے ظلامِ کفر نورِ دیں شود

تیری روح کی آنکھ روشنی اور حق دیکھنے والی بن جائیگی | دین کا نور کفر کے اندھیرے سے پاک ہو جائیگا

پندِ مرداں را پذیرا شو بجاں | تا رہی از خوف و مانی در اماں

(دل و) جان سے مردانِ (حق آگاہ) کی نصیحت قبول کر | بلکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور امن میں رہے

بشنو اکنوں قصہ و تمثیلِ آں | تا بیابی در حقیقت نورِ جاں

اب اس کی مثال اور ایک قصہ سن لے | تا کہ تجھے حقیقتاً روح کا نور حاصل ہو جائے

---

[1] استماع۔ سننا۔ غرض یعنی خود غرضی۔ اوطان۔ وطن کی جمع ہے۔ دوں۔ کمتر۔ ایں جہاں یعنی عالمِ آخرت۔ محجوب۔ پوشیدہ۔

[2] زیں ہمہ یعنی دنیا کی لذیذ غذائیں۔ فرد۔ اکیلا یعنی محروم۔ چاشت۔ دوپہر کا کھانا، مطلقاً کھانا۔ بر تو۔ انسان دنیاوی لالچ کی وجہ سے اُخروی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

[3] راستاں یعنی آخرت کے طالب۔ آستاں۔ بارگاہِ خداوندی۔ در یعنی دربارِ خداوندی۔ غم و شادی یعنی دنیا کا رنج اور خوشی۔ خوف۔ یعنی آخرت کا ڈر۔

قصۂ خورندگانِ پیل بچگاں از حرص و ترکِ نصیحتِ ناصحاں

لالچ کی وجہ سے ہاتھی کے بچوں کو کھانے والوں کا قصہ اور نصیحت کرنیوالوں کی نصیحت کو ترک کرنا

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں	دید دانائے گروہِ دوستاں
تو نے وہ قصہ سنا ہے کہ ہندوستان میں	ایک عقلمند نے دوستوں کے ایک گروہ کو دیکھا
گرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عور	می رسیدند از سفر وز راہِ دور
بھوکے، تھکے ہوئے، بے ساز و سامان اور ننگے	سفر سے اور دراز راستے سے آ رہے تھے
مہرِ دانائیش جوشید و بگفت	خوش سلامے شاں و چوں گلبن شگفت
اس کی دانائی کی محبت جوش میں آئی اور	ان کو تپاک سے سلام کیا اور پھول کی طرح کھل گیا
گفت دانم کز تجوع وز خلا	جمع آمد رنجتاں زیں کربلا
بولا میں جانتا ہوں کہ بھوک سے اور معدہ کے خالی ہونے سے	(اور) اس (میدان) کربلا کی وجہ سے تم پر مصیبتیں جمع ہو گئیں
لیک اللہ اللہ اے قومِ جلیل	تا نباشد خوردتاں فرزندِ پیل
لیکن خدا کے لئے اے بزرگو!	تم ہاتھی کے بچے کو ہرگز نہ کھانا
پیل ہست ایں سو کہ اکنوں می روید	پندِ من از جان و از دل بشنوید
جس جانب تم اب جا رہے ہو ہاتھی ہے	دل و جان سے میری نصیحت سن لو
پیل بچگانند اندر راہتاں	صیدِ ایشاں ہست بس دلخواہتاں
تمہارے راستے میں ہاتھی کے بچے ہیں	جن کا شکار تمہیں بہت مرغوب ہے
بس ظریف اند و لطیف اند و سمیں	لیک مادرشاں بود اندر کمیں
نہایت عمدہ اور پاکیزہ اور موٹے ہیں	لیکن ان کی ماں گھات میں رہتی ہے
از پئے فرزند صد فرسنگ راہ	او بگردد در حنین و آہ آہ
اپنے بچے کی خاطر سینکڑوں میل کے راستہ سے	وہ روتی ہوئی اور ہائے ہائے کرتی ہوئی گھومتی ہے
آتش و دود آید از خرطومِ او	الحذر زاں بچۂ مرحومِ او
اس کی سونڈ سے آگ اور دھواں نکلتا ہے	اس کے قابلِ رحم بچے سے بچو
اولیا اطفالِ حق اند اے پسر	در حضور و غیبت آگاہ باخبر
اے لڑکے! اولیاء اللہ کے بچے ہیں	وہ (اللہ) موجودگی اور غیر حاضری میں واقف ہے باخبر
غائبی مندیش از نقصانِ شاں	کو کشد کیں از برائے جانِ شاں
ان کی غیر حاضری ان کا نقصان نہ سمجھ	کیونکہ وہ ان کی جان کے سلسلے میں بدلہ لیتا ہے۔

۱ قصہ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے ناصح کی نصیحت نہ مانی اور ہلاک ہوئے اسی طرح ابدال کی نصیحت نہ ماننے سے ہلاکت ہوتی ہے۔ عور۔ برہنہ۔

۲ تجوع۔ بھوکا ہونا۔ خلا۔ یعنی معدہ کا خالی ہونا۔ کربلا۔ وہ علاقہ جہاں امام حسینؓ شہید ہوئے مصیبت ناک مقام۔ خورد۔ خوراک۔

۳ ظریف۔ عمدہ۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ سمین۔ موٹا۔ کمین۔ گھات۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔ الحذر۔ بچنا۔ اولیا۔ تمام انسانوں کو اللہ کی عیال قرار دیا گیا ہے۔ حضور۔ یعنی توجہ الی اللہ۔ غیبت۔ یعنی توجہ الی الخلق کی حالت۔

گفت اطفالِ من اند ایں اولیاء
اُس نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میری اولاد ہیں

در غریبی فرد از کار و کیا[1]
غیر حاضری میں (بھی)، کام اور مشغولیت سے خالی ہیں

از برائے امتحاں خوار و یتیم
وہ آزمائش کے لئے بے وقعت اور یتیم ہیں

لیک اندر سِر منم یار و ندیم
لیکن اندرونِ پردہ میں ان کا مددگار اور ساتھی ہوں

پشت دارِ جملہ عصمتہائے من
میری تمام حفاظتوں پر اُن کا بھروسہ ہے

گوئیا ہستند خود اجزائے من
گویا وہ میرے ہی ٹکڑے ہیں

ہاں[2] وہاں ایں دلق پوشانِ من اند
خبردار، خبردار، یہ گدڑی پوش میرے ہیں

صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
ہزاروں ہزار ہیں اور ایک ہیں

ورنہ کے کردے بیک چوب ہنر
ورنہ ہنر کی لاٹھی سے کب کر سکتے؟

موسیٰؑ فرعون را زیر و زبر
(حضرت) موسیٰؑ فرعون کو تہ و بالا

ورنہ کے کردے بیک نفرین بد
ورنہ ایک بددعا سے کب کر سکتے

نوحؑ شرق و غرب را غرقاب خود
(حضرت) نوحؑ مشرق اور مغرب کو غرقاب

بر نکندے یک دعائے لوطِ راد
جوانمرد لوطؑ کی ایک دعا نہ اکھاڑ سکتی

شہرہائے کافراں را المراد
کافروں کے شہروں کا خلاصہ یہ ہے

گشت شہرستانِ خوش فردوس شاں
اُن کا جنت جیسا شہر ہو گیا

دجلۂ آب سیاہ رو ہیں نشاں
سیاہ پانی کا دریا، جا نشان دیکھ لے

سوئے[3] شام ست ایں نشان و ایں خبر
یہ نشان اور واقعہ شام کی جانب (ہوا) ہے

در رہِ قدسش بہ بینی بر گذر
بیت المقدس کے راستہ میں سرِ راہ تو دیکھ لیگا

صد ہزاراں انبیائے حق پرست
لاکھوں حق پرست نبی (آئے ہیں)

خود بہر قرنے سیاستہا بدست
(اور) ہر زمانہ میں عذاب ہوئے ہیں

گر بگویم ایں بیاں افزوں شود
اگر میں کہوں گا تو یہ بیان بڑھ جائیگا

خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود
جگر کیا ہوتا ہے خارا پتھر خون بن جائیگا

خوں شود کہ ہا و باز آں بفسرد
پہاڑ خون بنجاتے ہیں اور پھر وہ جم جاتے ہیں

تو نہ بینی خوں شدن کوری و رد
تو (انکا) خون بننا محسوس نہیں کرتا ہے تو اندھا اور مردود ہے

طرفہ کوری دور بین و تیز چشم
تو عجیب اندھا ہے کہ دور بیں اور تیز نگاہ ہے

لیک از اشتر نہ بیند غیر پشم
لیکن اونٹ میں سے اون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

---

[1] کار و کیا۔ یعنی کیلئے کار خود نہ کرنا۔ یتیم برائے۔ یعنی یہ اولیاء بظاہر بے سہارا اسلئے بنائے گئے ہیں تاکہ عوام کی آزمائش ہو سکے۔ ندیم ہم مجلس۔ اجزا کے معنی۔ یعنی یہ اولیاء اللہ کے قریب ہیں۔
[2] ہاں۔ تمام اولیاء سیرت کے اعتبار سے ایک ہیں۔ ورنہ۔ یعنی اگر اولیاء کو تائید خداوندی حاصل نہ ہو۔ چوب ہنر یعنی حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی۔ راد۔ یعنی جوانمرد بلند کو۔ یعنی خلاصہ کلام یہ ہے۔ دجلہ بغداد کا مشہور دریا، مطلقاً دریا۔
[3] سوئے۔ قوم لوطؑ کی بستیاں شام کے علاقے میں ہیں سیاہ ہو گئے یعنی انبیاء کی نافرمانی سزا کا سبب بنی ہے۔ گر بگویم۔ ان واقعات کی تفصیل بڑی دردناک ہے۔ خوں شود۔ یہ دردناک واقعات پہاڑوں کے جگر خون کر دیں۔ تو نہ بینی۔ انسان اگر عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے تو یہ کوری انسان کا اندھاپن بھی عجیب ہے۔

مُو بمُو بیند ز صرفہ حرصِ انس
انسان کا لالچ خرچ کو بال بال دیکھتا ہے

رقصِ بے مقصود دارد ہمچو خرس
(اور) بے مقصد ریچھ کی طرح ناچتا ہے

مُو بمُو بیند ز حرصِ خود بشر
اپنے لالچ کی وجہ سے انسان ذرہ ذرہ دیکھتا ہے

رقصِ اُو خالی ز خیر و پُر ز شر
اُس کا ناچنا بھلائی سے خالی اور شر سے بھرا ہوا ہے

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی
اُس وقت ناچ جبکہ تو خود شکنی کرے

پنبہ را از ریشِ شہوت بر کنی
شہوت کے زخم سے روئی کو نوچ ڈالے

رقص و جولاں بر سرِ میداں کنند
رقص اور جولانیاں میدانِ (جنگ) میں دکھلاتے ہیں

رقص اندر خونِ خود مرداں کنند
بہادر اپنے خون میں رقص کرتے ہیں

چوں رہند از دستِ خود دستے زنند
جب اپنے آپ سے نجات پالیتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں

چوں جہند از نقص بر رقصے تنند
جب نقص سے باہر آجاتے ہیں تو ناچتے ہیں

مطرباں شاں از دروں دف می زنند
اُن کے مطرب اندر سے دف بجاتے ہیں

بحرہا در شورِ شاں کف می زنند
سمندر اُن کے شور میں تالیاں بجاتے ہیں

تو نہ بینی برگہا بر شاخہا
تو نے پتوں کو شاخوں پر نہیں دیکھا ہے

کف زناں رقصاں ز تحریکِ صبا
بادِ صبا کے حرکت دینے سے ناچتے تالیاں بجاتے

تو نہ بینی لیک بہرِ گوشِ شاں
تو نہیں دیکھتا ہے لیکن اُن کے کان کے لئے

برگہا بر شاخ شد کف زن عیاں
کھلم کھلا پتے شاخوں پر تالیاں بجاتے ہیں

تو نہ بینی برگہا را کف زدن
تو پتوں کے تالیوں کے بجانے کو نہیں دیکھتا ہے

گوشِ دل باید نہ این گوشِ بدن
(اسکے لئے) دل کا کان چاہئے نہ کہ بدن کا کان

گوشِ سر بر بند از ہزل و دروغ
سر کے کان کو مذاق اور جھوٹ سے بند کرلے

تا بہ بینی شہرِ جاں را با فروغ
تاکہ تو جان کے شہروں کو بارونق دیکھے

پس دہاں بر بند از ہزل اے عمو
اے چچا! مذاق سے منہ بند کرلے

جز حدیثِ رُوی اُو چیزے مگو
اُس کے چہرے کی بات کے علاوہ کچھ نہ بول

سر کشد گوشِ محمدؐ در سخن
محمدؐ کا کان بات سے راز معلوم کرلیتا ہے

کش بگوید در نبی حق ہو اذن
اُن کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا ہے وہ کان ہیں

سر بسر گوش ست و چشم ست این نبی
یہ نبی مجسم کان اور آنکھ ہیں

رحمتِ اُو مرضع ست و ما صبی
اُن کی رحمت دودھ پلانے والی ہے اور ہم بچے ہیں

۱۔ مُو بمُو۔ دنیا کے نفع اور نقصان کو ذرہ ذرہ دیکھتا ہے۔ رقص۔ دنیا کی خوشی پر ناچتا ہے۔ رقص آنجا۔ دنیا کی خوشی پر ناچنا کوئی مناسب نہیں۔ انسان اپنی ہستی کو مٹائے اور شہوت سے آزاد ہو تب خوشی منانے کا موقع ہے۔

۲۔ رقص و جولاں۔ مردوں کا رقص میدانِ جہاد میں اپنے آپکو فنا کرتے وقت ہوتا ہے۔ چوں رہند۔ جب اپنے بُرے اخلاق حسد و کبر وغیرہ سے نجات پاجاتے، اور نقص سے بری ہوجاتے ہیں تو تالیاں بجاتے اور رقص کرتے ہیں۔ مطرباں۔ قدرت کی طرف سے اُن کے رقص کے اسباب مہیا کردیئے جاتے ہیں۔ مطرباں۔ گانا سنانے والے۔ کف می زنند۔ سمندر کی موجیں تالیاں بجاتی ہیں۔ تو نہ بینی۔ شاخوں کے جھولوں سے جو پتے آپس میں ٹکراتے ہیں وہ پتوں کا رقص اور تالیاں بجانا ہے۔

۳۔ تو نہ بینی۔ عوام نہیں سمجھتے ہیں لیکن خواص جو آواز وہ جب مستی کنند۔ شہرِ جاں۔ روح کے شہر میں رونق پیدا ہوگی۔ ہزل۔ مذاق۔ سر کشد۔ آنحضورؐ کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے اذن خیر لکم یعنی آنحضورؐ نیکی سننے والے کان ہیں۔ نبی۔ قرآن۔ سر بسر۔ یعنی آنحضورؐ ہماری بھلائی کے تئے مجسم کان اور آنکھ ہیں اور آپکی رحمت ہماری مربی ہے اور ہم شیر خوار بچے ہیں۔

این سخن پایاں ندارد بازراں / سوئے اہلِ پیل بر آغاز راں

اس بات کی انتہا نہیں ہے واپس چل / ہاتھی والوں کی جانب اور شروع کی طرف چل

بقیۂ قصۂ متعرضانِ پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں کے درپے ہونے والوں کے قصہ کا بقیہ

ہر دہاں را پیل بوئے می کند / گردِ معدہ ہر بشر بر می تند

ہاتھی ہر منہ کو سونگھتا ہے / ہر انسان کے معدے کے گرد چکر لگاتا ہے

تا کجا یابد کبابِ پورِ خویش / تا زند اندر جزا صد زخم نیش

تاکہ کہیں اپنے بچے کے کباب (کی خوشبو) پالے / تاکہ بدلے میں سو زخم لگائے

تا کجا بوئے کبابِ بچہ را / یابد و زخمش زند اندر جزا

تاکہ کہیں بچے کے کباب کی خوشبو / پائے اور بدلے میں اس کے زخم لگائے

لحمہائے بندگانِ حق خوری / غیبتِ ایشاں کنی کیفر بری

تو اللہ کے بندوں کے گوشت کھاتا ہے / اُن کی غیبت کرتا ہے سزا پاتا ہے

ہاں کہ بویائے دہانِ خالق ست / کے برد جاں غیرِ آں کو صادق ست

خبردار! تمہارے منہ کی خوشبو سونگھنے والا اللہ ہے / سوائے اُس کے جو سچا ہے کون جان بچا سکتا ہے

وائے آں افسوسی کش بوئے گیر / باشد اندر گور منکر یا نکیر

اُس افسوس والے پر افسوس ہے جس کی خوشبو سونگھنے والے / قبر میں منکر اور نکیر ہوں

نے دہاں دزدیدن امکاں زاں مہاں / نے دہاں خوش کردن از دارو دہاں

اُن بزرگوں سے نہ منہ چھپانا ممکن ہے / نہ کسی دوا سے منہ کو خوشبودار کرنا

آب و روغن نیست مر روپوش را / راہِ حیلت نیست عقل و ہوش را

منہ چھپانے کیلئے چکنی چپڑی باتیں نہیں ہیں / عقل اور حواس کے لئے حیلہ کا راستہ نہیں ہے

چند کوبد زخمہائے گرزشاں / بر سرِ ہر ژاژخا و مُرزشاں

اُن کے گُرز بہت زخم لگائیں گے / ہر بکواسی کے سر اور سُرینوں پر

گرزِ عزرائیل را بنگر اثر / گر نہ بینی چوب و آہن در صُور

ملک الموت کے گرز کا اثر دیکھ لے / اگر تو لکڑی اور لوہا صورتاً نہیں دیکھتا ہے

ہم بصورت می نماید گہ گہے / زاں ہمہ رنجور باشد آگہے

کبھی کبھی صورتاً بھی نظر آجاتا ہے / اُن سب سے بیمار باخبر ہوتا ہے

---

۱ این سخن۔ یہ جسمانی کانوں کو بند کرنا اور باطنی کانوں کو کھولنا۔ تا کجا۔ ہاتھی منہ کو اسلئے سونگھتا ہے تاکہ اپنے بچے کے کباب کھانیوالے کو پہچان لے لحمہائے۔ غیبت کو قرآن نے گوشت خوری قرار دیا ہے۔ کیفر جزا۔ ہاں۔ غیبت کرنیوالوں کے منہ کو اللہ تعالیٰ سونگھے گا افسوس۔ تمسخر، مذاق۔ منکر یا نکیر۔ یہ دونوں فرشتے ہیں جو قبر میں سوال جواب کرینگے۔

۲ نے دہاں۔ اُن سے منہ نہ چھپایا جاسکے گا۔ آب و روغن۔ چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے نہ بچا جاسکے گا۔ ژاژخا۔ بکواس کرنے والا۔ مرز۔ میم کے ضمہ سے مقعد، سُرین۔

۳ گرز۔ اگر ملک الموت کا گرز نظر نہیں آرہا ہے تو اسکے آثار دیکھ لے۔ ہم بصورت۔ کبھی اثر کے علاوہ مریض خود گرز بھی دیکھتا ہے اور گھر والوں سے کہتا ہے دیکھو مجھے کون مار رہا ہے۔

گوید آں رنجور کاے یارِ حرم
بیمار کہتا ہے کہ اے میرے محترم دوست!

چیست ایں شمشیر بر فرقِ سرم
میرے سر کی مانگ پر یہ تلوار کیسی ہے

چوں نمی بیند کس از یارانِ او
جبکہ اُسکے دوستوں میں سے کوئی نہیں دیکھتا ہے

در جواب آیند ہر یک اے عمو
ہر ایک جواب میں کہتا ہے، اے چچا!

ما نمی بینیم باشد ایں خیال
ہمیں نظر نہیں آتا، یہ وہم ہوگا

چہ خیال ست اینکہ ہست ایں ارتحال[1]
کیسا وہم، یہ تو چل چلاؤ ہے

چہ خیال ست اینکہ آں چرخِ نگوں
یہ کیسا خیال ہے کہ اوندھا آسمان

گرزہا و تیغہا محسوس شد
گرز اور تلواریں محسوس ہو گئیں

از نہیب ایں خیالے شد کنوں
اس خیال کے ڈر سے ویسا ہی ہو گیا

پیشِ بیمار و سرش منکوس شد
بیمار کو، اور اُس کا سر اوندھا ہو گیا

او ہمی بیند کہ آں از بہرِ اوست
وہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ اُس کے لئے ہیں

چشمِ دشمن بستہ زان و چشمِ دوست
دوست اور دشمن کی آنکھ اُس سے بند ہے

حرصِ دنیا رفت و چشمش تیز شد
دنیا کا لالچ گیا اور اس کی آنکھ تیز ہوئی

چشمِ او روشن گہِ خونریز شد
اُس کی آنکھ خونریز ہونے کے وقت روشن ہوئی

مرغِ[2] بے ہنگام شد آں چشمِ او
اُس کی آنکھ بے وقت کا مُرغ ہو گئی

از نتیجہ کبرِ او و خشمِ او
اُس کے تکبّر اور غصہ کے نتیجہ میں

سر بریدن واجب آید مرغ را
(اِس)، مرغ کا سر قلم کرنا ضروری ہو جاتا ہے

کہ بغیر وقت جنباند درا
جو بغیر وقت کے گھنٹی بجائے

ہر زماں[3] نزعے ست جزوِ جانت را
تیری جان کے کسی جزو کا ہر وقت نزع ہے

بنگر اندر نزعِ جاں ایمانت را
جان کے نزع میں اپنے ایمان کی نگرانی کر

عمرِ تو مانندِ ہمیانِ زرست
تیری عمر اشرفیوں کی تھیلی کی طرح ہے

روز و شب مانندِ دینار اشمرست
دن اور رات اشرفیاں شمار کرنیوالے کی طرح ہیں

می شمارد می دہد زر بے وقوف
بغیر توقف وہ اشرفیاں گنتے اور دیتے ہیں

تا کہ خالی گردد و آید خسوف
یہاں تک کہ (ہمیانی)، خالی ہو جاتی ہے اور گرہن آجاتا ہے

گر ز کہ بستانی و ننہی بجائے
اگر تو پہاڑ سے لیتا ہے اور اسکی جگہ (کچھ) نہ رکھے

اندر آید کوہ زاں دادن بپائے
اس دینے سے پہاڑ جڑ سے ختم ہو جائے گا

---

[1] فرق۔ سر کی مانگ۔ ایں ارتحال۔ یعنی یہ وہمی بات نہیں ہے بلکہ میری جان نکالنے کیلئے مجھے مار رہے ہیں اب یہ میرے کوچ کا وقت ہے۔ چہ خیال یعنی عزرائیل کی تلوار وہمی نہیں ہے بلکہ ایسی یقینی ہے کہ اب اسکے اثر سے زمین و آسمان درہم نظر آتے ہیں۔ نہیب۔ خوف۔ منکوس۔ اوندھا۔ او ہمی بیند۔ وہ گرز صرف بیمار دیکھتا ہے اور کوئی نہیں دیکھتا۔ حرص۔ صرف اُسکے دیکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اُسکی آنکھ حرصِ دنیا سے خالی ہو چکی ہے۔

[2] مرغ۔ اگر پہلے سے حرص ختم ہو جاتی اور عذاب کی کیفیت نظر آجاتی تو نیک اعمال کر سکتا اب آنکھ کا کھلنا بے وقت ہے اور بے وقت کام کا نتیجہ ہلاکت ہوتا ہے جیسا کہ بے وقت اذان دینے والا مرغ ذبح کر دیا جاتا ہے۔

[3] ہر زماں۔ ہر آن انسان کے جسم کے اجزاء فنا ہوتے رہتے ہیں اور انکی جگہ دوسرے اجزاء لیتے رہتے ہیں۔ دینار اشمر۔ شمار کنندۂ دینار۔ خسوف۔ یعنی عمر کے چاند کو گرہن لگ جاتا ہے۔ گر ز کہ۔ اگر پہاڑ کے پتھر مسلسل نکالتے رہوگے تو ایک دن وہ پہاڑ ختم ہو جائیگا۔

پس بنہ بر جائے ہر دم را عوض[1] — تا زِ واسجد واقترب یابی غرض

تو ہر وقت جگہ پر عوض رکھتا رہ — تاکہ تجھے "سجدہ کر اور قریب ہو جا" کا مقصد حاصل ہو جائے

در کمالِ کارہا چندیں مکوش — جز بکارِ کاں بُوَد در دیں مکوش

تمام کاموں کی تکمیل میں اس قدر کوشش نہ کر — سوائے اُس کام کے جو دین سے متعلق ہو کوشش نہ کر

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام — کارہایت اَبتر و نانِ تو خام

(ورنہ) تو انجام کار ناقص روانہ ہوگا — تیرے کام ناقص ہونگے اور تیری روٹی کچی ہوگی

واں[2] عمارت کردنِ گور و لحد — نے بسنگ ست و نہ چوب و نے لبد

قبر اور لحد کی تعمیر — نہ پتھر سے ہے نہ لکڑی سے نہ ٹاٹ اور نمدے سے

بلکہ خود را در صفا گورے کنی — در منیِ اُو کُنی دفنِ منی

بلکہ اپنی قبر (قلب کی) صفائی میں بنا — (اپنی) خودی کو اُس (اللہ) کی خودی میں دفن کر

خاکِ اُو گردی و مدفونِ غمش — تا دمت یابد مدد ہا از دمش

اُس کی خاک بن جا اور اُس کے غم میں دفن ہو جا — تاکہ تیرا سانس اُس کے فیضان سے مدد حاصل کرے

گور خانہ قبّہا و کنگرہ — نبود از اصحابِ معنی آں سَرَہ

قبوں اور کنگرہ کی قبر — اہلِ باطن کے نزدیک بے عیب نہیں ہیں

بنگر[3] اکنوں زندِ اطلس پوش را — ہیچ اطلس دستگیرد ہوش را

اب کسی اطلس پوش رند کو دیکھ — کوئی اطلس اُس کی روح کی دستگیری کریگا؟

در عذابِ مُنکر ست آں جانِ اُو — کژدمِ غم در دلِ غمدانِ اُو

اُس کی جان بُرے عذاب میں ہے — اُس کے غمگین دل میں غم کا بچھو ہے

از بروں بر ظاہرش نقش و نگار — وز دروں زاندیشہا اُو زار زار

باہر سے اُس کے ظاہر پر نقش و نگار ہیں — اور اندر سے وہ فکروں میں زار زار ہے

واں یکے بینی دراں دلقِ کُہن — چوں نبات اندیشہ و شکر سخن

اور ایک کو تو پرانی گدڑی میں دیکھے گا — اُسکا فکر مصری کی طرح ہے اور بات شکر جیسی

بازگشتن بحکایتِ پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں کی حکایت کی طرف واپسی

گفت ناصح بشنوید ایں پندِ من — تا دل و جاں تاں نیفتد در محن

نصیحت کرنیوالے نے کہا میری یہ نصیحت سُن لو — تاکہ تمہارا دل اور جان سختیوں میں نہ پھنسے

---

[1] عوض۔ یعنی عبادت۔ تکمیل دنیا کے کاموں میں بقدرِ ضرورت کوشش کرے آخرت کے کاموں میں انہماک رکھے عاقبت مگر آخرت کا کام نہ کروگے تو دنیا سے ناکام جاؤ گے۔

[2] واں عمارت۔ قبر کی آبادی قبر پر گنبدوں والے قبے بنانے سے نہیں ہوتی ہے بلکہ قلب کی صفائی اور اپنی مرضیات کو اللہ کی مرضیات کے تابع بنانے سے ہوتی ہے۔ سَرَہ۔ خالص، بے عیب۔

[3] بنگر۔ بد اعمالی کے ساتھ قبر پر قبہ بنانے کی مثال یہ ہے کہ ایک رند کو اطلس کی قبا پہنا دی جائے در عذاب۔ بدکار، اچھا لباس پہننے سے سکونِ قلب حاصل نہیں کر سکتا۔ واں یکے۔ اگر نیک اعمال انسان، گدڑی میں بھی ہو تو اُس کا دل باغ باغ ہوتا ہے۔ گفت۔ اُس دانا ناصح نے مسافروں سے کہا

با گیاه[1] و برگہا قانع شوید
گھاس اور پتوں پر قناعت کر لو
در شکارِ پیل بچگاں کم روید
ہاتھی کے بچوں کو شکار کرنے کے درپے نہ ہو

من بروں کردم زگردن دام نصح
میں نے اپنی گردن سے نصیحت کا قرض اُتار دیا
جز سعادت کے بود انجامِ نصح
نصیحت کا نتیجہ نیک بختی کے سوا کب ہوتا ہے

من بہ تبلیغِ رسالت آمدم
میں پیغام پہنچانے آیا ہوں
تا رہانم مر شما را از ندم
تاکہ تمہیں شرمندگی سے رہائی دیدوں

ہیں[2] مبادا کہ طمع تاں رہ زند
خبردار! ایسا نہ ہو کہ لالچ تمہارا رہزن بنجائے
طمع برگ از بیخہا تاں برکند
خوراک کا لالچ تمہیں جڑ سے اکھاڑ دیے

ایں بگفت و خیر بادی کرد و رفت
یہ کہا اور خدا حافظ کہہ کر چل دیا
گشت قحط و جوعِ شاں در راہ زفت
قحط اور بھوک نے راستہ میں زور پکڑا

ناگہاں دیدند بر یک جادہٗ
ایک راستہ پر انھوں نے اچانک دیکھا
پور فیلے فربہے نوزادہٗ
ہاتھی کا بچہ، موٹا، نو عمر

اندر افتادند چوں گرگانِ مست
وہ مست بھیڑیوں کی طرح اُس پر ٹوٹ پڑے
پاک خوردندش فرو شستند دست
اُس کو چٹ کر گئے (اور) انھوں نے ہاتھ دھولئے

آں یکے ہمرہ نخورد و پند[3] داد
ایک ساتھی نے نہ کھایا اور نصیحت کی
کہ حدیث آں فقیرش بود یاد
کیونکہ اُس کو اُس فقیر کی بات یاد تھی

از کبابش مانع آمد آں سخن
وہ بات اُس کے لئے اُس کے کباب سے مانع بنی
بخت نو بخشد ترا عقلِ کہن
پُرانی عقل تجھے نیا نصیبہ عنایت کرتی ہے

پس بیفتادند و خفتند آں ہمہ
پھر وہ لیٹ گئے اور سب سو گئے
واں گرسنہ چوں شباں اندر رمہ
وہ بھوکا گلے میں چرواہے کی طرح تھا

دید فیلے سہمناکے در رسید
اُس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آپہنچا
اولاً آمد سوئے حارس دوید
پہلے آیا اور نگہبان کی طرف دوڑا

بوئے میکرد آں دہانش را سہ بار
اُس کے مُنہ کو اُس نے تین دفعہ سونگھا
ہیچ بوئے زو نیامد ناگوار
اُس کو کوئی ناگوار بو نہ آئی

چند بارے گردِ او گشت و برفت
چند بار اُس کے گرد چکر کاٹے اور چلا گیا
مر ورا نازرد آں شہ پیل زفت
اُس بڑے موٹے ہاتھی نے اُس کو نہ ستایا

[1] باگیاہ۔ بھوک کے وقت پتے اور گھاس کھالینا ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔ من برُوں۔ ناصح نے کہا میں نے نصیحت کا قرض ادا کردیا۔ جز سعادت۔ نیک بخت ہی نصیحت قبول کرتا ہے۔

[2] ہیں۔ لالچ کیوجہ سے ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔ خیر بادی۔ یعنی رخصت کرتے وقت فی امان اللہ کہا۔ جادہ۔ بٹیلہ دست۔ یعنی اسکے کباب کھاکر ہاتھ دھولئے۔

[3] پند داد۔ دوسروں کو نہ کھانے کی نصیحت کی۔ حدیثش۔ بات۔ آں سخن۔ یعنی اُس دانا کی نصیحت۔ واں گرسنہ۔ جس نے کباب نہ کھائے تھے وہ پاسبانی کرنے لگا۔ شباں۔ گلہ بان۔ رمہ۔ جانوروں کا گلہ۔ سہمناک۔ خوفناک۔ حارس۔ نگہبان۔ چند بار۔ یعنی ہاتھی نے اُسکے کئی چکر کاٹے اور چل دیا۔

پس لبِ ہر خفتہ را بُوئے کرد
پھر اُس نے ہر سوئے ہوئے کے ہونٹ سُونگھے

بُوئے می آمد ورا زاں خفتہ مرد
اُس کو اُس سوئے ہوئے آدمی سے بُو آتی تھی

کز کبابِ پیل زادہ خوردہ بُود
کیونکہ اُس نے ہاتھی کے بچّے کے کباب کھائے تھے

بر درانید و بکُشتش پیل زُود
ہاتھی نے اُس کو پھاڑ دیا اور مار ڈالا

در زماں اُو یک بیک را زاں گروہ
اُس نے فوراً اُس گروہ میں سے ایک ایک کو

می درانید و نبودش زاں شکوہ
پھاڑ ڈالا اور اُس کو کوئی خوف نہ تھا

بر ہوا انداخت ہر یک را گزاف
وہ بے پروائی سے ہر ایک کو ہوا میں اُچھالتا

تا ہمی زد بر زمیں می شد شگاف
یہاں تک کہ وہ زمین پر آگرتا اور پھٹ جاتا

اے خورندہ خونِ خلق از رہ بگرد
اے مخلوق کا خون پینے والے! واپس لوٹ

تا نیارد خونِ ایشانت نبرد
تاکہ اُن کا خون تیرے لئے معرکہ نہ پیدا کر دے

مالِ ایشاں خونِ ایشاں داں یقیں
یقینی طور پر اُن کے مال کو اُن کا خون سمجھ

زانکہ مال از زور آید در یمیں
اس لئے کہ مال طاقت سے ہاتھ میں آتا ہے

مادرِ آں پیل بچگاں کیں کشد
ہاتھی کے بچّوں کی ماں بدلہ لیتی ہے

پیل بچہ خوارہ را کیفر کشد
ہاتھی کے بچّے کے کھانے والے کو بدلے میں مار ڈالتی ہے

پیل بچہ می خوری اے پارہ خوار
اے رشوت خور! تو ہاتھی کا بچّہ کھاتا ہے

ہم بر آرد خصمِ پیل از تو دمار
ہاتھی کا محافظ تجھے برباد کر دے گا

بُوئے[۵۲] رُسوا کرد مکّار اندیش را
مکر کرنے والے کو بُو نے رُسوا کیا

پیل داند بُوئے بچہ خویش را
ہاتھی اپنے بچّے کی خوشبو پہچانتا ہے

آنکہ یابد بُوئے حق را از یمن
وہ ذات جو اللہ کی خوشبو یمن سے سونگھ لے

چوں نیابد بُوئے باطل را ز من
وہ میرے باطل کی بُو کو کیوں محسوس نہ کرے گی

مصطفیٰ چوں بُوئے بُرد از راہِ دُور
مصطفیٰ نے جب اس دور دراز راستے سے بُو محسوس کر لی

چوں نیابد از دہانِ ما بخور
ہمارے مُنہ کی بُو کیوں نہ محسوس کریں گے

ہم بیابد[۵۳] لیک پوشاند زما
وہ محسوس کر لیتے ہیں لیکن ہم سے چھپاتے ہیں

بُوئے نیک و بد بر آید بر سما
اچھی اور بُری بُو آسمان پر پہنچتی ہے

تو ہمی خُسپی و بُوئے آں حرام
تو سو جاتا ہے اور اُس حرام کی بُو

می زند بر آسمانِ سبز فام
نیلگوں آسمان پر پہنچتی ہے

---

۵۱ گزاف۔ یعنی ہاتھی کو۔ شکوہ۔ خوف۔ مُرد۔ بر ہوا۔ ہاتھی نے ہر ایک کو ہوا میں اُچھالا اور وہ گر کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اے خورندہ۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں۔ نبرد۔ معرکہ، جنگ۔ مالِ ایشاں۔ کسی کے مال کو تباہ کرنا، جان کے تباہ کرنے کے برابر ہے۔ کیفر۔ جزا، بدلہ۔ پارہ خوار۔ رشوت خوار۔ خصمِ فیل۔ یعنی ہاتھی کی جانب سے لڑنے والا۔

۵۲ بُوئے۔ مکّار کو اُس کے مکر کی بُو رسوا کر دیتی ہے۔ آنکہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا مجھے یمن کی طرف سے رحمان کی خوشبو آتی ہے، اس میں حضرت اویس قرنیؓ کی طرف اشارہ ہے۔ بخور۔ بُو۔

۵۳ ہم بیابد۔ ہمارے سب عیوب آنحضورؐ پر واضح ہیں لیکن پردہ پوشی فرماتے ہیں۔

ہمرہِ انفاسِ زشتت می شود
وہ تیرے برے سانسوں کے ساتھ ہو جاتی ہے
تا بہ بُوگیرانِ گردوں می رود
یہاں تک کہ آسمان کے خوشبو سونگھنے والوں تک پہنچ جاتی ہے

بُوئے کبر و بُوئے خشم و بُوئے آز
تکبر کی بُو، غصہ کی بُو، حرص کی بُو
در سخن گفتن بیاید چوں پیاز
پیاز کی طرح بات کرنے میں محسوس ہو جاتی ہے

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام
اگر تو قسم کھائے کہ میں نے کب کھائی ہے
از پیاز و سیر تقوے کردہ ام
پیاز اور لہسن سے میں پرہیز کرتا ہوں

آں دمت سوگند غمازی کند
اس وقت قسم تیری چغلی کھائے گی
بر دماغ ہمنشیناں بر زند
(اور) ساتھیوں کے دماغ سے ٹکرائے گی

پس دعا ہا رد شود از بوئے آں
اس بُو کی وجہ سے دعائیں مردود ہوں گی
آں دلِ کژ می نماید در زباں
وہ دل کی کجی زبان پر نمایاں ہو جاتی ہے

اخسئوا آید جوابِ آں دعا
اس دعا کا جواب، اخسئوا آتا ہے
چوبِ رد باشد جزائے ہر دغا
ہر دغا بازی کا جواب، مار کی لاٹھی ہوتی ہے

گر حدیثت کژ بود معنیت راست
اگر لفظ ٹیڑھے ہوں، اور معنی سیدھے ہوں
آں کژی لفظ مقبولِ خداست
وہ لفظوں کی کجی، اللہ کے یہاں مقبول ہے

ور بود معنی کژ و لفظت نکو
اور اگر معنی ٹیڑھے اور تیرے الفاظ اچھے ہوں
آں نکو لفظے نیرزد یک تسو
وہ اچھے لفظ، دمڑی کے قابل بھی نہیں

در بیانِ خطائے محبان کہ بہتر از صوابِ بیگانگاں ست نزدِ محبوب

دوستوں کی اس غلطی کے بیان میں، جو محبوب کے نزدیک غیروں کی ٹھیک بات سے بہتر ہے

آں بلالِ صدق در بانگِ نماز
وہ سچے بلال رضی اذان میں
حی را ہی خواند از روئے نیاز
(لفظ) حی کو عاجزی سے ہی پڑھتے تھے

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست
یہاں تک کہ (منافقوں) نے کہا اے پیغمبر ٹھیک نہیں ہے
ایں خطا اکنوں کہ آغازِ بناست
یہ غلطی اس وقت کہ تعمیر کی ابتدا ہے

اے نبی و اے رسولِ کردگار
اے اللہ کے رسول اور نبی ؐ
یک مؤذن کہ بود افصح بیار
ایک زیادہ فصیح مؤذن لے آیئے

عیب باشد اولِ دین و صلاح
دین اور نیکی کے شروع میں عیب ہوگا
لحن خواندن لفظِ حی علی الفلاح
لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا

---

۱ بوگیراں۔ وہ فرشتے جو بندوں کی بو سونگھ لیتے ہیں۔ بوئے کبر۔ تمام رذائل کی بدبو پیاز کی بو کی طرح پھیلتی ہے۔ گر خوری۔ اگر تو کھانے کا انکار بھی کرے گا تو اس کی بدبو تیرے خلاف گواہی دے گی۔ غمازی چغلی کھانا۔

۲ پس دعاہا۔ گناہوں کی بو سے دعائیں مردود ہو جاتی ہیں اور دل کی کجی زبان سے ظاہر ہوتی ہے۔ اخسئوا۔ دور ہو جاؤ کافروں کی پکار کے جواب میں کہا جائے گا۔ چوب رد۔ بھگانے کی لاٹھی۔ گر حدیثے۔ یعنی اخلاص کے ساتھ نامناسب لفظ بھی مقبول بارگاہ الٰہی ہو سکتا ہے۔ ور بود۔ اگر دعا میں اخلاص نہیں ہے تو بہتر الفاظ بھی مردود ہیں۔ در بیان۔ دوستوں کی غلطی بیگانوں کی اچھائی سے اچھی ہے۔

۳ بلال۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور مؤذن حبشی تھے۔ یعنی لفظ حی علی الصلوٰۃ میں حائے حطی کی بجائے ہائے ہوز کا تلفظ کرتے تھے۔ بگفتند۔ منافقوں نے کہا۔ آغاز۔ یعنی اسلامی تعلیمات کی ابتدا ہے۔ افصح۔ یعنی ایسا مؤذن جو ہر حرف صحیح مخرج سے ادا کر سکے۔ لحن۔ پڑھنے کی غلطی۔

خشمِ پیغمبر بجوشید و بگفت ۱ے
پیغمبرؐ کا غصہ جوش میں آیا اور فرمائے

یک دو رمزے از عنایاتِ نہفت
ایک دو اشارے چھپی ہوئی عنایتوں میں سے

کاے خساں نزدِ خدا ہیِّ بلالؓ
کہ اے کمینو! اللہ کے نزدیک بلالؓ کا ہیّ

بہتر از صد حیّ حیّ و قیل و قال
شور و غل کے سیکڑوں حیّ اور حیّ سے بہتر ہے

وا مشورانید تا من رازِ تاں
جوش نہ دلاؤ تا کہ میں تمہارے راز

وا نگویم ز آخر و آغازِ تاں
اوّل اور آخر کے صاف نہ کہہ ڈالوں

گر نداری تو دمِ خوش در دعا
اگر تو دعا میں اچھا دم نہیں رکھتا ہے

رو دعا می خواہ ز اخوانِ صفا
جا صفائی والوں سے دعا کرالے

امر کردنِ حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ بدہانے خواں ۲ے
اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دینا کہ مجھے اس منہ سے پکار

مرا کہ بداں دہاں گناہ نکردہ باشی
جس منہ سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

بہر ایں فرمود با موسیٰؑ خدا
اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے فرمایا

وقتِ حاجت خواستن اندر دعا
دعا میں مراد مانگتے وقت

کاے کلیم اللہ ز من میجو پناہ
کہ اے کلیم! میری پناہ چاہ

با دہانے کہ نکردی تو گناہ
اُس منہ سے جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

گفت موسیٰؑ من ندارم آں دہاں
موسیٰؑ نے عرض کیا میرا وہ منہ نہیں ہے

گفت مارا از دہانِ غیر خواں
فرمایا ہمیں دوسرے کے منہ سے پکار

از دہانِ غیر کے کردی گناہ
دوسرے کے منہ سے تو نے کب گناہ کیا ہے

از دہانِ غیر بر خواں کاے الٰہ
دوسرے کے منہ سے کہہ کہ اے خدا!

آنچناں کن کاں دہانہا مر ترا
ایسا کر کہ وہ منہ تیرے لئے

در شب و در روزہا آرد دعا
رات اور دن دعائیں کریں

از دہانے کہ نکردستی گناہ ۳ے
اُس منہ سے جس سے تو نے کبھی گناہ نہیں کیا

آں دہانِ غیر باشد عذر خواہ
وہ دوسرے کا منہ تیرا عذر خواہ ہوگا

یا دہانِ خویشتن را پاک کن
یا اپنے منہ کو پاک کر

روحِ خود را چابک و چالاک کن
(اور) اپنی روح کو چست و چالاک بنا

۱ے خشم۔ منافقوں کے اعتراض سے آنحضورؐ کو غصہ آیا۔ عنایات۔ جو حضرت بلالؓ پر تھیں۔ ہیِّ بلالؓ یعنی بلالؓ کا لفظ حیّ کی بجائے ہیّ کہنا اُس حیّ کہنے سے بہتر ہے جس میں اخلاص نہ ہو۔ گر نداری یعنی کہ دعا کی قبولیت کیلئے اخلاص شرط ہے اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلص سے دعا کرالے۔

۲ے امر کردن۔ اس قصہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلصین سے دعا کرائے۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ۔ آں دہاں۔ یعنی وہ منہ جس سے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ از دہانِ غیر۔ اگر وہ منہ گنہگار بھی ہو تو تم نے تو اُس منہ کے ذریعہ گناہ نہیں کیا۔ آنچناں۔ یعنی لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ وہ دعائیں کریں۔

۳ے گناہ۔ دعا کرنے کے لئے ایسے منہ کی ضرورت تھی جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو اور وہ تیرے پاس نہیں ہے تو غیر کا منہ تیری اس مجبوری کیلئے عذر خواہ ہو جائے گا۔ یا دہاں۔ اپنے منہ سے دعا کرنی ہے تو اُس کو اور روح کو پاک کر لینا چاہئے۔

ذکرِ[1] حق پاک ست چوں پاکی رسید
اللہ (تعالیٰ) کا ذکر پاک ہے جب پاکی حاصل ہوئی

رخت بر بندد بروں آید پلید
ناپاکی بوریا بستر باندھ لیتی ہے باہر ہو جاتی ہے

می گریزد ضدّہا از ضدّہا
ضدیں، ضدوں سے گریز کرتی ہیں

شب گریزد چوں برافروزد ضیا
رات بھاگ جاتی ہے جب روشنی نمودار ہوتی ہے

چوں درآید نام پاک اندر دہاں
جب (اللہ تعالیٰ کا) پاک نام مُنہ میں آتا ہے

نے پلیدی ماند و نے آں دہاں
نہ پلیدی رہتی ہے اور نہ وہ مُنہ رہتا ہے

دربیانِ آنکہ اللہ گفتنِ نیازمند عینِ لبیک گفتنِ حق ست

اس کا بیان کہ نیازمند کا اللہ کہنا، اللہ کا لبیک کہنا ہے

آں[2] یکے اللہ می گفتے شباں
ایک شخص رات کو اللہ اللہ کہتا تھا

تا کہ شیریں می شُد از ذکرش لباں
یہاں تک کہ ذکر سے اسکے ہونٹ میٹھے ہوئے تھے

گفت شیطانش خمُش اے سخت رُو
شیطان نے اُس سے کہا اے سخت جان! چپ رہ

چند گوئی آخر اے بسیار گو
اے بک بک بنے! آخر کب تک کہے گا

ایں ہمہ اللہ گوئی از عتُو
یہ سب تو غرور سے اللہ اللہ کہتا ہے

خود یکے اللہ را لبّیک کُو
اللہ کی جانب سے ایک بھی لبیک کہاں ہے؟

می نیاید یک جواب از پیشِ تخت
پیشگاہِ (خداوندی) سے ایک جواب بھی نہیں آتا ہے

چند اللہ می زنی بارُوئے سخت
تو سخت روئی سے کتنی بار اللہ کی ضرب لگائے گا

اُو شکستہ دل شد و بنہاد سر
وہ دل شکستہ ہوگیا اور لیٹ گیا

دید در خواب اُو خضر را در خُضر
اُسنے خواب میں (حضرت) خضر کو سبزہ زار میں دیکھا

گفت ہیں! از ذکر چوں وا ماندۂ
انھوں نے کہا ہائیں! تو ذکر سے کیوں رُک گیا

چوں پشیمانی ازاں کِش خواندۂ
تو اُس سے کیوں شرمندہ ہے کہ اُس کو پکارتا تھا

گفت لبیکم[3] نمی آید جواب
اُس نے کہا جواب میں میرے پاس لبیک نہیں آتا ہے

زاں ہمی ترسم کہ باشم ردِّ باب
اس سے میں خوفزدہ ہوں کہ میں مردودِ بارگاہ ہوں

گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن
اُس سے (حضرت) خضر نے کہا کہ خدا نے یہ مجھ سے کہا ہے

کہ برو با اُو بگو اے مُمتحن
کہ جا! اُس سے کہو، اے آزمائش میں پڑنے والے

گفت آں اللہ تو لبیکِ ماست
وہ تیرا اللہ کہنا ہی، ہماری لبیک ہے

آں نیاز و درد و سوزت پیکِ ماست
وہ عاجزی اور تیرا درد و سوز ہی ہمارا قاصد ہے

---

[1] ذکرِ حق۔ روح کے پاک کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ ذکر کی پاکی اُس میں داخل کردو ناپاکی خود بھاگ جائے گی۔

[2] آں یکے۔ یعنی شب کو ذکرِ خداوندی کرتا تھا۔ لبیک۔ یہ پکارنے والے کو جواب دیا جاتا ہے جس کے معنی ہیں میں حاضر ہوں۔ تخت۔ یعنی عرشِ باری۔ خضر۔ حضرت خضر کو اس وجہ سے خضر کہا گیا ہے کہ اُن کی کرامت یہ ہے کہ جہاں کہیں بیٹھ جاتے ہیں سبزہ اُگ جاتا ہے۔

[3] لبیکم۔ یعنی لبیک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے پاس جواب نہیں آتا ہے اِس سے مجھے یہ خیال ہوگیا ہے کہ میں مردودِ بارگاہ ہوں۔ ممتحن۔ مبتلا۔ گفت۔ اللہ کا اپنی یاد میں لگا لینا ہی اُس کی جانب سے لبیک ہے۔

لئے ترا در کار من آوردہ ام
کیا میں نے تجھے (اپنے) کام میں نہیں لگا رکھا ہے

نے کہ من مشغول ذکرت کردہ ام
کیا میں نے تجھے ذکر میں مشغول نہیں کر رکھا ہے

حیلہا و چارہ جوئیہائے تو
تیری تدبیریں اور کوششیں

جذب ما بود و گشاد ایں پائے تو
ہماری کشش اسے تھیں اور اس نے تیرے پاؤں کھولے

ترس و عشقِ تو کمندِ لطفِ ماست
تیرا خوف اور عشق ہماری مہربانی کی کمند ہے

زیرِ ہر یاربِ تو لبیکہاست
تیرے ہر یارب کہنے میں ہماری لبیکیں ہیں

جانِ جاہل زیں دعا جز دور نیست
جاہل کی جان اِس دعا سے دور ہی ہے

زانکہ یارب گفتنش دستور نیست
کیونکہ یارب کہنا اُس کی عادت نہیں ہے

بر دہان و بر دلش قفل ست و بند
اُس کے مُنہ اور دل پر تالا اور بند ہے

تا ننالد با خدا وقتِ گزند
تاکہ تکلیف کے وقت خدا سے نالہ نہ کر سکے

داد مر فرعون را صد مُلک و مال
فرعون کو سیکڑوں مُلک اور مال دیئے

تا کہ کرد او دعوئ عزّ و جلال
یہاں تک کہ اُس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا

در ہمہ عمرش ندید او دردِ سر
(اپنی) تمام عمر اُس نے سر کا درد نہ محسوس کیا

تا ننالد سوئے حق آں بدگہر
تاکہ وہ بداصل اللہ کی جناب میں نالہ نہ کر سکے

داد او را جملہ مُلکِ ایں جہاں
اُس کو اس دنیا کی تمام سلطنت دے دی

حق ندادش درد و رنج و اندہاں
اللہ نے اُس کو درد اور رنج اور غم نہ دیئے

درد آمد بہتر از مُلکِ جہاں
درد دنیا کی دولت سے بہتر ہے

تا بخوانی مر خدا را در نہاں
تاکہ تو تنہائی میں خدا کو پکارے

زانکہ درد و رنج و بارِ اندہاں
اِس لئے کہ درد اور رنج اور غموں کا بوجھ

شد نصیبِ دوستانش در جہاں
دنیا میں اُس کے دوستوں کا حصہ ہے

خواندنِ بے درد از افسردگی ست
بغیر درد کے پکارنا افسردگی ہے

خواندنِ با درد از دل بُردگیست
درد کے ساتھ پکارنا دلربائی کی وجہ سے ہے

آں کشیدن زیرِ لب آواز را
دبے ہونٹوں آواز نکالنا

یاد کردن مبدء و آغاز را
مبدء اور شروع کو یاد کرنا ہے

آں شدہ آواز صافی و حزیں
وہ آواز صاف اور غمناک ہو چکی ہے

کائے خدا اے مُستغاث و اے مُعیں
اے خدا! اے مددگار! اے مُعین!

یعنی کسی شخص کو عبادت کی توفیق ہونا اللہ کی جانب سے قبولیت کی دلیل ہے یہ اللہ کا کرم ہی ہے کہ وہ اپنی یاد میں لگا دے۔ جذب۔ کشش۔ ترس۔ اللہ کا عشق اُسکی رحمتوں کو متوجہ کر دیتا ہے تو دعا کرنے والے کا ایک بار یارب کہنا اللہ تعالےٰ کی جانب سے چند بار لبیک کہنا بنجاتا ہے۔

۲ بر دہاں۔ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے اسکو کبھی بھی دعا کی توفیق نہیں ہوتی۔ دردِ سر۔ اللہ نے اسکو دردِ سر سے بھی محروم رکھا وہ دعا کا سبب بنجاتا

۳ داد او را۔ بیماری جو اللہ کی طرف رجوع کر دے اللہ کی ایک رحمت ہے حدیث شریف ہے اللہ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اُس کو مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اُسکی عاجزی کو سُنے۔ اندہاں۔ اندوہ کی جمع ہے غم۔ خواندن۔ بے دردی کے ساتھ دعا افسردگی کا نتیجہ ہے درد کے ساتھ دعا عشق کا نتیجہ ہے۔ آں کشیدن۔ گھٹ گھٹ کر رونا۔ مبدء اور آغاز کی یاد سے ہوتا ہے آں شدہ۔ جب انسان درد کی حالت میں اے خدا اے مستغاث کہتا ہے تو اُس کی آواز صاف ہوتی ہے اور اُس میں حُزن کی کیفیت ہوتی ہے۔

نالۂ سگ[۱] در رہش بے جذبہ نیست
اُسکے راستہ میں کتے کا رونا بھی بغیر جذبہ کے نہیں ہے
زانکہ ہر راغب اسیرِ رہزنیست
اس لئے کہ ہر رغبت کرنے والا ایک رہزن کا قیدی ہے

چوں سگ کہفے کہ از مُردار رَست
اصحابِ کہف کے کتے کی طرح جس نے مُردار سے نجات حاصل کرلی
بر سرِ خوانِ شہنشاہاں نشست
شہنشاہوں کے خوان پر بیٹھ گیا

تا قیامت می خورد اُو پیشِ غار
وہ غار کے سامنے قیامت تک پیتا ہے
آبِ رحمت عارفانہ بے تغار
عارفانہ آبِ حیات بغیر پیالے کے

اے بسا سگ پوست کو را نام نیست
اے مخاطب بہت سے معنوی لباس والے ہیں جنکا ذکر بھی نہیں ہے
لیک اندر پردہ بے آں جام نیست
لیکن درپردہ وہ اُس جام کے بغیر نہیں ہیں

جاں[۲] بدہ از بہرِ آں جام اے پسر
اے صاحبزادے! اُس جام کے لئے جان دیدے
بے جہاد و صبر کے باشد ظفر
بغیر جہاد اور صبر کے فتح کب ہوتی ہے

صبر کردن بہرِ ایں نبود حرج
اس (جام) کیلئے صبر کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے
صبر کُن کالصبر مفتاح الفرج
صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

زیں کمیں بے حزم و صبرے کس نجست
اس گھات سے بغیر احتیاط اور صبر کے کوئی نہیں بچ سکا
حزم را خود صبر آمد پا و دست
احتیاط کے لئے صبر خود ہاتھ پاؤں ہے

حزم کُن از خورد کیں زہریں گیاست
کھانے میں احتیاط برت کیونکہ یہ زہریلی گھاس ہے
حزم کردن زور و نورِ انبیاست
احتیاط کرنا انبیاء کی طاقت اور نور ہے

کاہ[۳] باشد کو بہر بادے جہد
گھاس ہے جو ہر ہوا سے ہلتی ہے
کوہ کے ہر باد را وزنے نہد
پہاڑ ہر ہوا کو کب جانچتا ہے

ہر طرف غُولے ہمی خواند تُرا
چھلاوا ہر جانب سے تجھے پکارتا ہے
کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا
کہ اے بھائی! راستہ چاہتا ہے خبردار یہ آجا

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق
راستہ دکھاؤں گا اور تیرا رفیقِ سفر رہوں گا
من قلاوزم دریں راہِ دقیق
میں اس باریک راستہ میں تیرا رہنما ہوں

نے قلاوزست و نے رہ داند اُو
وہ نہ رہنما ہے، نہ راستہ جانتا ہے
یوسفا کم رو سوئے آں گرگ خُو
اے یوسف! اس بھیڑیا صفت کیطرف نہ جا

حزم آں باشد کہ نفریبد تُرا
احتیاط یہی ہے کہ تجھے فریب نہ دے سکیں
چرب و نوشِ دامہائے ایں سرا
اس دنیا کے چکنے اور شیریں جال

[۱] نالۂ سگ۔ جب جذبۂ الٰہی طاری ہوتا ہے تب ہی انسان درد کے ساتھ گریہ کرتا ہے۔ چون سگ۔ اصحاب کہف کے کتے میں جذب پیدا ہوگیا تھا۔ تا قیامت۔ تغار۔ برابر سے وحدت پی رہا ہے۔ اے بسا۔ بہت سے اہل اللہ ایسے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔

[۲] جاں بدہ۔ جام محبت کی طلب میں صبر کے ساتھ جان دیدینی چاہیئے۔ صبر کردن۔ مجاہدہ مجاہدات میں صبر سے کام لیتا ہے تو فتح یاب ہوتا ہے اور جام محبت حاصل ہوجاتا ہے۔ کمیں۔ گھات۔ حزم۔ احتیاط، دنیاوی معاملات میں احتیاط اور پختہ کاری سے کام لینا ضروری ہے ذرا سی غفلت انسان کو منزل سے بہت دور کر دیتی ہے۔

[۳] کاہ باشد۔ ہر خواہشِ نفس کا تابع تنکے کی طرح ہے انسان کو کوہِ گراں ہونا چاہیئے۔ ہر طرف۔ شیطان طرح طرح سے انسان کو دھوکے دیتا ہے۔ قلاوز۔ راہنما۔ یوسفا۔ حضرت یوسفؑ کے ساتھ بھیڑیے کا تصور عام شاعرانہ تخیل ہے۔ حزم۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ وہ شیطان کے فریب میں نہ آئے۔

کہ نہ چربے دار دو نے نوش او
نہ اُن میں چکنائی ہے، نہ مٹھاس
سحر خواند می دمد در گوش او
وہ منتر پڑھتا ہے (اور) تیرے کان میں پھونکتا ہے

کہ بیا مہمانِ ما اے روشنی[ف۱]
کہ آجا اے ہمارے مہمان اور (گھر کی) روشنی
خانہ آنِ تست و تو آنِ منی
گھر تیرا ہے اور تو میرا ہے

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام
احتیاط یہ ہوگی کہ تو کہے میں بدہضمی میں ہوں
یا سقیم و خستۂ ایں دخمہ ام
یا (کہے) میں اس قبرستان کا بیمار اور زخمی ہوں

یا سرم درد است درد سر ببر
یا (کہے) میرے سر میں درد ہے اور دردِ سر دور کرد ے
یا مرا خواندست آں خالو پسر
یا (کہے) مجھے ماموں کے بیٹے نے بلایا ہے

زانکہ[ف۲] یک نوشت دہد با نیشہا
کیونکہ وہ تجھے ایک شہد بہت سے ڈنکوں کے ساتھ دیگا
کہ بکارد در تو نوشش ریشہا
اس کا شہد تجھ میں بہت سے زخم پیدا کر دے گا

زر اگر پنجاہ و گر شصتت دہد
وہ اگر پچاس یا ساٹھ اشرفیاں تجھے دے
ماہیا او گوشت در شستت نہد
اے مچھلی! وہ کانٹے میں تیرے لئے گوشت لگا رہا ہے

گر دہد خود کے دہد آں پر حیل
اگر وہ حیلہ باز کچھ دیتا بھی ہے تو کہاں دیتا ہے
جوز پوسیدست و گفتار دغل
(اسکے) اخروٹ سڑے ہوئے ہیں اور باتیں مکاری کی ہیں

زغ زغ زر مغز و عقلت را برد
اشرفیوں کی کھنکھناہٹ تیرے دماغ اور عقل کو زائل کر دیتی ہے
صد ہزاراں عقل را یک نشمرد
لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں سمجھتی ہے

یارِ[ف۳] تو خرجینِ تست و کیسہ ات
تیرا دوست تیرا ناشتہ دان اور تیری تھیلی ہے
گر تو رامینی مجو جز ویسہ ات
اگر تو رامین ہے اپنی ویسہ کے علاوہ کسی کو نہ چاہ

ویسہ و معشوق تو ہم ذاتِ تست
تیری ویسہ اور معشوقہ تیری ہی ذات ہے
ویں برونیہا ہمہ آفاتِ تست
اور یہ بیرونی چیزیں سب تیری مصیبتیں ہیں

حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند
احتیاط یہ ہے کہ جب تجھے بلائیں
تو نگوئی مست و خواہانِ من اند
تو یہ نہ کہنا وہ عاشق اور میرے خواہاں ہیں

دعوتِ ایشاں صفیرِ مرغ دان
اُن کی دعوت کو پرندوں کی سیٹی سمجھ
کہ کند صیاد در مکمن نہاں
جو شکاری گھات میں چھپ کر بجاتا ہے

مرغ مردہ پیش بنہادہ کہ ایں
مرا ہوا پرندہ اس نے آگے رکھ لیا ہے کہ یہ
می کند ایں بانگ و آواز و حنیں
آواز اور فریاد اور نالہ کر رہا ہے

ف۱ اے روشنی یعنی اے گھر کی روشنی۔ تخمہ ام۔ یعنی شیطان کے لالچ میں نہ آئے اور مختلف بہانے کر کے اس کے دامِ فریب سے بچ جائے۔ دخمہ۔ قبرستان۔
ف۲ زانکہ۔ شیطان کے خوشنما فریب میں سینکڑوں مضرتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ گر دہد۔ اس کی عطا بھی پُر فریب ہے۔ زغ زغ۔ دنیا کی دولت کی جھنکار انسان کی عقل کو اندھا کر دیتی ہے۔
ف۳ یارِ تو۔ قدرت نے انسان کو جو کچھ دیا ہے اُس پر قناعت کرے۔ رامین۔ عرب کا مشہور عاشق۔ ویسہ۔ عرب کی مشہور معشوقہ کا نام۔ حزم آں باشد۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ خارجی عوامل کی طرف دھیان نہ دے اور ان کو دھوکا سمجھے۔ مکمن۔ گھات۔ حنین۔ دردناک آواز۔

مرغ[1] پندارد کہ جنسِ اوست آں — جمع آید بر درد شاں پوست آں

پرندے سمجھتے ہیں کہ وہ ان کا ہم جنس ہے — وہ جمع ہو جاتے ہیں اور وہ اُنکی کھال اُدھیڑ دیتا ہے

جز مگر مرغے کہ حزمش داد حق — تا نگردد گیج ازاں دانہ و مُلق

سوائے اُس پرندے کے جس کو خدا نے عقل دیدی ہو — تاکہ اُس دانہ اور خوشامد سے احمق نہ بنے

ہست بے حزمی پشیمانی یقیں — حزم را مگزار و محکم کن تو ایں

بے احتیاطی یقیناً پشیمانی ہے — احتیاط کو نہ چھوڑ تو اس کو مضبوط کرلے

زانکہ بے حزمی شقاوت بر دہد — دیں رود از دست و دردِ سر دہد

اس لئے کہ بے احتیاطی بدبختی کا پھل دیتی ہے — دین ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور دردِ سر پیدا کرتی ہے

بشنو[2] ایں افسانہ را در شرحِ ایں — تا شوی حازم برائے حفظِ دیں

اس کی تشریح میں یہ قصہ سُن لے — تاکہ تو دین کی حفاظت کیلئے پختہ کار بنجائے

فریفتنِ روستائی شہری را و بدعوت خواندن بہ لابہ و الحاح

ایک دیہاتی کا ایک شہری کو فریفتہ کرنا اور خوشامد اور عاجزی سے دعوت دینا

اے برادر بود اندر ما مضیٰ — شہری با روستائی آشنا

اے بھائی! گذشتہ (زمانہ) میں تھا — ایک شہری ایک دیہاتی کا دوست

روستائی چوں سوئے شہر آمدے — خرگہ اندر کوئے آں شہری زدے

دیہاتی جب شہر میں آتا — اُس شہری کے کوچے میں مقیم ہوتا

دو مہ و سہ ماہ مہمانش شدے — بر دکانِ او و بر خوانش بدے

دو تین مہینے اُس کا مہمان ہوتا — اُس کی دُکان اور اُس کے دسترخوان پر رہتا

ہر حوائج[3] را کہ بُدش آں زماں — راست کردے مردِ شہری رائگاں

اُس کی اُس وقت جو ضرورتیں ہوتیں — وہ شہری مفت مُہیا کرتا

رو بشہری کرد و گفت اے خواجہ تو — ہیچ می نائی سوئے دہ فرجہ جو

وہ (دیہاتی)، شہری کیطرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جناب! — تفریح کے لئے آپ کبھی گانوں میں نہیں آتے ہیں

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار — کایں زمانِ گلشن ست و نوبہار

خدا کے لئے تمام بچوں کو لائیے — کیونکہ یہ موسم، باغ اور نوبہار کا ہے

---

[1] مرغ پندارد۔ شکاری مردہ جانور سامنے رکھکر اُسکی بولیاں بولتا ہے دوسرے پرندے اُس سے دھوکا کھاجاتے ہیں۔ گیج۔ احمق ملق۔ چاپلوسی۔

[2] بشنو۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہری نے احتیاط سے کام نہ لیا اور دیہاتی کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر پریشان ہوا۔ لابہ۔ خوشامد۔ اِلحاح۔ اصرار۔ ما مضیٰ۔ جو کہ گذرا۔ روستائی۔ دیہاتی۔ خرگہ۔ خیمہ۔ بدے۔ دکان پر ٹھہرتا اور اُسکے یہاں کھانا کھاتا۔

[3] حوائج۔ ضروریات۔ رائگاں۔ مفت۔ فرجہ۔ تفریح۔ گلشن۔ باغ۔

یا بتابستاں[1] بیا وقتِ ثمر — تا بہ بندم خدمتت را من کمر
یا گرمیوں میں پھل کے وقت آیئے — تاکہ میں آپ کی خدمت میں کمر بستہ ہو جاؤں

خیل و فرزندان و قومت را بیار — در دہِ ما باش سہ ماہ و چہار
خاندان اور بچوں اور اپنی قوم کو لایئے — ہمارے گاؤں میں تین چار مہینے رہیئے

در بہاراں خطۂ دہ خوش بود — کشت زار و لالۂ دلکش بود
بہار کے موسم میں گاؤں کا علاقہ اچھا ہوتا ہے — کھیتیاں اور دلکش لالہ ہوتا ہے

وعدہ دادے شہری او را دفعِ حال — تا بر آمد بعدِ وعدہ ہشت سال
ٹلنے کے لئے شہری اُس سے وعدہ کر لیتا — یہاں تک کہ وعدے ہی وعدے میں آٹھ سال گزر گئے

او بہر سالے ہمی گفتے کہ کے — عزم خواہی کرد کامد ماہِ دے
وہ (دیہاتی) ہر سال کہتا کہ کب — آپ ارادہ کریں گے، خزاں کا موسم آ گیا

او بہانہ ساختے کامسال ماں — از فلاں خطہ بیاید[2] میہماں
وہ (شہری) بہانہ بنا دیتا کہ اس سال ہمارے — فلاں علاقے کا مہمان آئے گا

سالِ دیگر گر توانم وارہید — از مہمات آں طرف خواہم دوید
اگر آئندہ سال نجات پاؤں گا — ضروریات سے، اُدھر آؤں گا

گفت ہستند آں عیالم منتظر — بہرِ فرزندانِ تو اے اہلِ بر
اُس (دیہاتی) نے کہا میرے بال بچے منتظر ہیں — آپ کے بچوں کے، اے کرم فرما!

باز ہر سالے چو لکلک آمدے — تا مقیمِ قبۂ شہری شدے
پھر وہ ہر سال لقلق کی طرح آ جاتا — شہری کے گھر مقیم ہو جاتا

خواجہ ہر سالے ز زر و مالِ خویش — خرج او کردے کشادے بالِ خویش
خواجہ (شہری) ہر سال اپنا روپیہ پیسہ — اُس پر خرچ کرتا، اپنا دل کھول دیتا

آخریں کرت سہ ماہ آں پہلواں — خواں نہادش بامدادان و شباں
آخری مرتبہ اُس سخی نے تین مہینے — صبح اور شام اُس کے لئے دسترخوان بچھایا

از خجالت باز گفت او خواجہ را — چند وعدہ چند بفریبی مرا
اُس (دیہاتی) نے خواجہ (شہری) سے شرمندگی سے کہا — آپ کتنے وعدے اور کتنا دھوکا دیں گے

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جوست — لیک ہر تحویل[3] اندر حکمِ اوست
خواجہ (شہری) نے کہا میرا جسم اور جان ملنے کے متمنی ہیں — لیکن ہر نقل و حرکت اللہ کے قبضہ میں ہے

---

[1] تابستاں۔ موسم گرما۔ ثمر پھل۔ خیل۔ قبیلہ، گروہ۔ دفعِ حال۔ دفع الوقتی سے۔ یعنی موسم بہار گذر کر موسم خزاں آ گیا۔

[2] بیاید۔ یعنی چونکہ مہماں کی آمد کی مجبوری ہے لہذا سفر نہ کر سکوں گا۔ مہمات۔ ضروریات۔ بر۔ نیکی۔ لکلک۔ لقلق آبی پرندوں کی ہر ملک میں آمد و رفت مقررہ مہینوں میں ہوتی ہے۔ بال۔ بازو، دل۔ پہلوان۔ بہادر، سخی۔

[3] تحویل۔ بدلنا، نقل و حرکت کرنا۔

آدمی چوں کشتی ست و بادباں
انسان کشتی اور بادبان جیسا ہے

تا کے آرد باد را آں باد ران[1]
(دیکھیں وہ ہوا چلانے والا ہوا کب چلائے

بار سوگنداں بداوش کاے کریم
اُس (دیہاتی) نے اُس (شہری) کو بہت قسم دی

گیر فرزنداں بیا بنگر نعیم
اولاد کو لیجئے، آیئے، مزے دیکھئے

دستِ او بگرفت سہ کرت بعہد
تین مرتبہ عہد کے لئے اُس کا ہاتھ پکڑا

کا للہ اللہ زود آ بنمائی جہد
کہ خدا کے لئے جلد آیئے، کوشش کیجئے

بعدِ دہ سال و بہر سالے چنیں
دس سال بعد، اور ہر سال اسی طرح کی

لا بہا و وعدہائے شکریں
خوشامدیں اور شیریں وعدے

کودکانِ خواجہ گفتند اے پدر
خواجہ (شہری) کے بچوں نے کہا، اے ابا جان!

ماہ و ابر و سایہ ہم دارد سفر
چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں

حقہا[2] بر وے تو ثابت کردہ
آپ نے اُس (دیہاتی) پر حقوق قائم کر دیئے ہیں

رنجہا در کارِ او بس بردہ
اُس کے معاملے میں بہت سی تکلیفیں اٹھائی ہیں

او ہمی خواہد کہ بعضے حقِ آں
وہ چاہتا ہے کہ اُن میں سے بعض حق

واگزارد چوں شوی تو میہماں
ادا کرے جب آپ مہمان ہوں

بس وصیت کرد ما را او نہاں
اُس (دیہاتی) نے ہم سے در پردہ بہت اصرار کیا ہے

کہ کشیدش سوئے دہ لابہ کناں
کہ اُس (آپ) کو خوشامد کر کے گاؤں کھینچ لائیں

گفت حق ست ایں و لے اے سیبوَیہ
اُس (شہری) نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ

اِتَّقِ مِنْ شَرِّ مَنْ اَحْسَنْتَ اِلَیْہِ
اس شخص کے شر سے بچنا جس کے ساتھ تو نے احسان کیا ہے

دوستی[3] تخمِ دمِ آخر بود
دوستی آخری رغبت کا بیج ہوتی ہے

ترسم از وحشت کہ آں فاسد شود
میں ڈرتا ہوں ناخوشی کی وجہ سے وہ بیج سڑ جائے

صحبتے باشد چو شمشیرِ قطوع
ایک میل جول بُراں تلوار کی طرح ہوتا ہے

ہمچو دے در بوستان و در زروع
جیسا کہ دے کا مہینہ باغ اور کھیتوں کے لئے

صحبتے باشد چو فصلِ نوبہار
ایک میل جول نوبہار فصل کی طرح ہوتا ہے

زو عمارتہا و دخلِ بے شمار
جس سے آبادیاں اور بے شمار آمدنی (ہوتی ہے)

حزم آں باشد کہ ظنِ بد بری
احتیاط یہ ہے کہ تو بدگمانی کرے

تا گریزی و شوی از بد بری
تاکہ تو گریز کرے اور برائی سے بری ہو جائے

---

[1] باد ران - ہوا چلانے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ کرت - بار، مرتبہ۔ لابہا خوشامدیں - ماہ و ابر یعنی یہ چیزیں بھی حرکت کرتی ہیں۔

[2] حقہا - چونکہ تو نے اسکی بہت خدمت کی ہے وہ اُسکا بدلہ دینا چاہتا ہے۔ بس وصیت - ہم سے چپکے سے کہہ گیا ہے ہم آپ کی خوشامد کر کے اُس کے گاؤں میں لے آئیں۔ سیبویہ - مشہور نحوی گذرا ہے یہاں مطلقاً عقلمند مراد ہے۔

[3] دوستی - یعنی دوستی بھی اُن نیکیوں میں سے ہے جو انسان کے آخری وقت میں کام آتی ہیں۔ وحشت - یعنی دوستی اگر نفرت سے بدل گئی۔ صحبتے - یعنی میل جول دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہے جو دوستی ٹوٹ جانے کا سبب بنتا ہے۔ دوسرا وہ ہوتا ہے جس سے دوستی میں مزید مضبوطی آتی ہے۔ دخل - آمدنی۔ ظنِ بد - یعنی یہ خیال کرے کہ یہ میل جول دوستی توڑ دے گا۔

حزم سوء الظن[1] فرمود آں رسول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے احتیاط بدگمانی ہے

ہر قدم را دام می داں اے فضول
اے فضول! ہر قدم کو جال سمجھ

روئے صحرا ہست ہموار و فراخ
صحرا کا میدان ہموار اور فراخ ہے

ہر قدم دامے ست کم راں گوستاخ
(لیکن) ہر قدم پر جال ہے بے پروائی سے نہ چل

آں بز کوہی دود کہ دام کو
پہاڑی بکرا دوڑتا ہے کہ جال کہاں ہے؟

چوں بتازد دامش افتد در گلو
جب دوڑتا ہے جال اُسکے گلے میں پھنس جاتا ہے

آنکہ می گفتی کہ کو اینک ببیں
تو نے جو یہ کہا تھا کہ کہاں ہے! یہ ہے دیکھ

دشت میدیدی نمیدیدی کمیں
تو نے جنگل دیکھا گھات کو نہ دیکھا

بے کمین و دام و صیاد اے عیار
اے چالاک! گھات اور جال کے بغیر

دنبہ کے باشد میانِ کشت زار
کھیت میں دنبہ کب ہوتا ہے

آنکہ گستاخ[2] آمدند اندر زمیں
جو لوگ اس دنیا میں گستاخ ہوتے ہیں

استخوان و کلہاشاں راببیں
اُن کی ہڈیاں اور جبڑے دیکھ

چوں بگورستاں روی اے مرتضیٰ
اے پسندیدہ! جب تو قبرستان میں جائے

استخواں شاں را بپرس از ما مضیٰ
اُن کی ہڈیوں سے گذشتہ واقعات پوچھ لے

تا بظاہر بینی آں مستانِ زور
تاکہ کھلے طور پر دیکھ لے کہ وہ طاقت کے بدمست

چوں فرو رفتند در چاہِ غرور
دھوکے کے کنویں میں کس طرح گرے ہیں

چشم[3] اگر داری تو کورانہ میا
اگر تیرے آنکھیں ہیں تو اندھا بن کر نہ آ

ور نداری چشم دست آور عصا
اگر آنکھیں نہیں ہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے

آں عصائے حزم و استدلال را
وہ احتیاط اور استدلال کی لاٹھی

چوں نداری دیدہ می کن پیشوا
جب تیرے پاس نہیں ہے (کسی کی) آنکھ کو پیشوا بنا لے

ور عصائے حزم و استدلال نیست
اگر پختہ کاری اور استدلال کی لاٹھی نہیں ہے

بے عصا کش در سرِ ہر رہ مایست
لاٹھی پکڑنیوالے کے بغیر ہر راستہ پر نہ کھڑا ہو

گام زاں ساں نہ کہ نابینا نہد
پاؤں اس طرح رکھ جس طرح اندھا رکھتا ہے

تا کہ پائے از سنگ و از چہ وارہد
تاکہ پاؤں پتھر اور کنویں سے نجات پا جائے

[1] سوء الظن۔ بدگمانی۔ گوستاخ۔ گستاخ، بے پروا۔ کہ دام کو۔ بکرا زبانِ حال سے کہتا ہے۔ عیار۔ ہوشیار۔ دنبہ۔ چکدی، مجازاً خاص قسم کا بکرا جس کے چکدی ہوتی ہے۔

[2] آنکہ گستاخ۔ جن لوگوں نے حزم سے کام نہ لیا ان سرکشوں کا انجام اُن کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں سے معلوم کر لو۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ۔ ما مضیٰ۔ گذشتہ۔ تا بظاہر۔ قبرستان جا کر کھلم کھلا غرور کے نشہ سے مست لوگوں کا انجام دیکھ لوگے۔

[3] چشم اگر داری۔ غلطی سے بچنے کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ عقل کے ذریعہ غلطی سے بچے۔ عصا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تجربہ کے ذریعہ غلطی سے بچا جائے۔ دیدہ می کن۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کسی دیدہ ور کے ذریعہ غلطیوں سے بچا جائے۔ گام۔ اندھا چلنے میں احتیاط کرتا ہے ٹھوکر اور گڑھے سے بچ جاتا ہے۔

کور لرزاں و بترس و احتیاط
اندھا لرزتے ہوئے اور ڈر اور احتیاط سے
می نہد پا تا نیفتد در خباط
پاؤں رکھتا ہے، تاکہ غلطی میں نہ پڑ جائے

اے[۱] ز دودے جستہ در نارے شدہ
اے وہ جو دھویں سے بھاگا آگ میں گرا
لقمہ جستہ لقمۂ مارے شدہ
لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بن گیا

قصۂ اہلِ سبا و طاغی کردن نعمت ایشاں را و رسیدن بشومیِ طغیان و کفران دراں و بیانِ فضیلتِ شکر و نعمتِ حق

اہلِ سبا کا قصہ اور نعمتوں کا اُن کو سرکش بنا دینا اور اُن میں کفر اور سرکشی کی بدبختی کا آپہنچنا اور اللہ کی نعمت اور شکر کی فضیلت کا بیان

تو نخواندی قصۂ اہلِ سبا
کیا تو نے سبا والوں کا قصہ نہیں پڑھا؟
یا بخواندی و ندیدی جز صدا
یا تو نے پڑھا ہے اور اُسکو صرف صدائے (بازگشت) سمجھا ہے

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست
صدا سے خود پہاڑ واقف نہیں ہے
سوئے معنی ہوشِ کُہ را راہ نیست
حقیقت کیجانب پہاڑ کے ہوش کیلئے راستہ نہیں ہے

اُو ہمی بانگے کند بے گوش و ہوش
وہ بغیر گوش اور ہوش کے آواز نکالتا ہے
چوں خمش گردی تو اُو ہم شد خموش
جب تو چُپ ہوگیا وہ بھی چُپ ہوگیا

داد حق[۲] اہلِ سبا را بس فراغ
اللہ نے اہلِ سبا کو بہت فارغ البالی بخشی
صد ہزاراں قصر و ایوانہا و باغ
لاکھوں قلعے اور محلات اور باغ

حقِ آں نگذار دند آں بدرگاں
اُن بدطینتوں نے اُس کا حق نہ ادا کیا
در وفا بودند کمتر از سگاں
وہ وفاداری میں کتوں سے کم تھے

مر سگے را لقمۂ نانے ز در
کسی کتے کو کسی دروازے سے روٹی کا لقمہ
چوں رسد بر در ہمی بندد کمر
جب مل جاتا ہے وہ اُس در پر کمربستہ ہوجاتا ہے

پاسبان و حارسِ در می شود
دروازے کا محافظ اور نگہبان بن جاتا ہے
گرچہ بر وے جور و سختی می رود
خواہ اُس پر ظلم اور سختی ہو

ہم براں در باشدش باش و قرار
اُسی دروازے پر اُس کی بود و باش ہوجاتی ہے
کفر داند کرد غیرے را اختیار
غیر کو اختیار کرنا وہ کفر سمجھتا ہے

ور سگے[۳] آید غریبے روز و شب
اگر کوئی اجنبی کتا آجاتا ہے رات یا دن (میں)
آں سگانش می کنند آں دم ادب
وہ کتے اس کو فوراً تنبیہ کرتے ہیں

ف[۱] اے ز دودے۔ انسان خود غلطی کر بیٹھتا ہے ایک غلطی سے بچتا ہے اور اُس سے بڑی غلطی میں مبتلا ہوجاتا ہے اہلِ سبا کے قصے سے اسی بات کو واضح کیا ہے۔ جز صدا۔ یعنی بس قصہ کو سُنا اور بے اصل سمجھا
از صدا۔ صدا کی حقیقت پہاڑ بھی نہیں سمجھتا ہے۔

ف[۲] دادِ حق۔ اہلِ سبا کی فارغ البالی اور اُنکی نافرمانی کا قصہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ حقِ آں۔ یعنی اُن نعمتوں کا شکریہ حارس۔ نگہبان۔ باش۔ قیام۔

ف[۳] ور سگے۔ اجنبی کتے پر مقامی کتوں کا بھونکنا گویا کہ اُس کو تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اپنے پیچھے مالک اور مکان کو چھوڑ کر کیوں آیا ہے۔

کہ بروآنجا کہ اوّل منزل ست ۔۔۔ حقِ آں نعمت گروگانِ دل ست
کہ وہاں جا، جہاں پہلا گھر ہے ۔۔۔ اُس نعمت کا حق دل کو گروی کئے ہوئے ہے

می گزندش کہ برو بر جائے خویش ۔۔۔ حقِ آں نعمت فرو مگذار پیش
وہ اُس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا ۔۔۔ اُس نعمت کے حق کو نظر انداز نہ کر

از درِ دل و اہلِ دل آبِ حیات ۔۔۔ چند نوشیدی و واشد چشمہات
دل اور صاحبِ دل کے در سے آبِ حیات ۔۔۔ تونے کئی بار پیا ہے اور اُس کے چشمے جاری ہوئے ہیں

بس غذائے سکر و وجد و بیخودی ۔۔۔ از درِ اہلِ دلاں بر جاں زدی
سُکر اور وجد اور بے خودی کی غذا ۔۔۔ دل والوں کے دروازے سے تونے جان کو دی ہے

باز ایں در را رہا کردی ز حرص ۔۔۔ گردِ ہر دُکّاں ہمی گردی ز حرص
پھر تونے لالچ کی وجہ سے اِس دروازے کو چھوڑ دیا ۔۔۔ حرص سے ہر دُکان کا چکر کاٹتا ہے

بر درِ آں منعمانِ چرب دیگ ۔۔۔ میدوی بہرِ ثرید اے مُردہ ریگ
چکنی دیگ والے دولتمندوں کے در پر ۔۔۔ اے ناچیز! ثرید کے لئے تو دوڑا پھرتا ہے

چرَبِش آنجا داں کہ جاں فربہ شود ۔۔۔ کارِ نا اُمید آنجا بہ شود
چکنی غذا وہاں سمجھ کہ روح موٹی ہوتی ہے ۔۔۔ مایوس کا معاملہ وہاں درست ہوجاتا ہے

صومعۂ عیسیٰ ست خوانِ اہلِ دل ۔۔۔ ہاں وہاں اے مبتلا ایں در مہل
اہلِ دل کا دسترخوان حضرت عیسیٰؑ کا گرجا گھر ہے ۔۔۔ خبردار! خبردار! اے بیمار اِس در کو نہ چھوڑ

جمع آمدنِ اہلِ آفت ہر صباحے بر درِ صومعۂ حضرتِ عیسیٰ علیہ السّلام جہتِ طلبِ شفا بدعائے اُو

مصیبت زدوں کا حضرت عیسیٰؑ کے گرجا گھر پہ ہر صبح کو ان کی دعا سے شفا حاصل کرنے کے لئے جمع ہونا۔

جمع گشتندے ز ہر اطراف خلق ۔۔۔ از ضریر و لنگ و شل و اہلِ دلق
مخلوق ہر جانب سے جمع ہو جاتی ۔۔۔ اندھے اور لنگڑے اور اپاہج اور گدڑی والے

بر درِ آں صومعۂ عیسیٰ صباح ۔۔۔ تا بدم شاں وارہاند از جناح
صبح کو (حضرت) عیسیٰؑ کے گرجا گھر کے دروازے پر ۔۔۔ تاکہ دم کرکے اُن کو تکلیف سے نجات دیں

اُو چو گشتے فارغ از اورادِ خویش ۔۔۔ چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش
جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہوتے ۔۔۔ وہ نیک عادت چاشت کے وقت باہر آتے

۱؎ گروگاں۔ گروی۔ مزید دل۔ جس طرح کتے کا پہلے مکان کو چھوڑنا بے وفائی ہے اسی طرح بزرگوں کے در سے مستفید ہوکر اُسکو چھوڑنا بے وفائی ہوگا۔

۲؎ بس غذا۔ مُرید شیخ کے در سے بہت سی روحانی غذائیں حاصل کرتا ہے۔ منعمانِ چرب دیگ۔ وہ مالدار جن کے یہاں لذیذ کھانے تیار ہوتے ہیں۔ ثرید شوربہ میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر یہ کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ مُردہ ریگ۔ فرومایہ، کمینہ۔

۳؎ چرَبِش۔ لذیذ اور چکنی غذا وہ ہے جو روح کی پرورش کرے نہ کہ جسم کی۔ صومعہ۔ گرجا گھر۔ حضرت عیسیٰؑ کا گرجا روحانی و جسمانی امراض کا شفاخانہ تھا۔ ضریر۔ نابینا۔ لنگ۔ لنگڑا۔ شل۔ اپاہج۔ دَلق۔ گدڑی۔ جناح۔ گناہ یعنی باطنی امراض۔ اَوراد۔ انسان کے معمولات اور وظائف عبادات۔

جوقِ جوقِ مبتلا دیدے نزار ‏— نشستہ بر در در امید و انتظار
وہ کمزور بیماروں کے غول کے غول دیکھتے ‏— اُمید اور انتظار میں دروازے پر بیٹھے ہوئے

پس دُعا کردے وگفتے از خدا ‏— حاجت و مقصودِ جملہ شد روا
تو دعا کرتے اور کہتے اللہ کی جانب سے ‏— تمام ضرورتمندوں کی حاجت پوری ہوگئی ہے

گفتے اے اصحابِ آفت از خدا ‏— حاجتِ ایں جملگاں تاں شد روا
فرماتے کہ اے مصیبت زدہ لوگو! خدا کی جانب سے ‏— تم سب کی حاجت پوری ہو گئی ہے

ہیں رواں گردید بے رنج و عنا ‏— سُوئے غفاری و اکرامِ خدا
بغیر رنج اور مشقت کے روانہ ہوئے ‏— اللہ کی خطا بخشی اور عزت افزائی کی طرف

جملگاں چوں اشترانِ بستہ پائے ‏— کہ کشائی زانوئے ایشاں برائے
سب پانوں بندھے اونٹوں کی طرح ‏— جن کے زانو کو تو نے تدبیر سے کھولدیا ہو

جملہ صحت یافتند و شد رواں ‏— از دمِ جاں بخشِ عیسیٰ در زماں
سب صحتمند ہوگئے اور روانہ ہوگئے ‏— فوراً (حضرت) عیسیٰؑ کے جاں بخشنے والے دم کرنے

شد روا آں حاجتِ جملہ علیل ‏— زامرِ حق و از دمِ نیکِ جلیل
سب مریضوں کی حاجت روائی ہو جاتی ‏— خدا کے حکم سے نیک بزرگ کے دم کرنے سے

بے توقف جملہ شاداں در اماں ‏— از دُعائے او شدندے پادواں
سب اطمینان سے خوشی خوشی بلا توقف ‏— اُن کی دعا سے دوڑتے چلتے جاتے

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم ‏— تندرست و شادمان و محترم
سب بغیر درد اور تکلیف اور رنج و غم کے ‏— تندرست اور خوش اور قابلِ عزت

سُوئے خانہ خویش گشتندے رواں ‏— از دمِ میمونِ آں صاحب قِراں
اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے ‏— اُس صاحبقران کے مبارک دم کرنے سے

آزمودی تو بسے آفاتِ خویش ‏— یافتی صحت ازیں شاہانِ کیش
تو نے اپنی بہت سی مصیبتوں کو آزمایا ہے ‏— مذہب کے شہنشاہوں سے تو صحتیاب ہوا ہے

چند آں لنگیِ تو رہوار شُد ‏— چند جانت بے غم و آزار شُد
کتنی مرتبہ تیرا لنگڑاپن تیز رفتار بنا ہے ‏— کتنی مرتبہ تیری جان بے غم اور بے درد ہوگئی ہے

اے مُغفّل رشتہ بر پائے بند ‏— تا ز خود ہم گم نگردی اے لوند
اے بیوقوف! پانوں پر رسّی باندھ لے ‏— تاکہ اے خود رائے! تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے

---

۱ جوق جوق۔ گروہ گروہ۔ مبتلا۔ مریض۔ بشستہ۔ نشستہ۔ گفتے حضرت عیسیٰ دعا کے بعد فرما دیتے اللہ نے تم سب کو شفا عطا فرمادی ہے۔
۲ جملگاں۔ تمام مریض مرض کی گرفت سے ایسے آزاد ہو جاتے تھے جیساکہ اونٹ زانو بند کھولنے سے آزاد ہوتا ہے۔
۳ بے توقف۔ فوراً۔ پادواں۔ دوڑتے ہوئے۔ دمِ میمون۔ بابرکت پھونک۔ صاحبقراں۔ وہ بچہ جس کی ولادت کے وقت زحل اور مشتری ستارے کا ملاپ ہو جائے ایسا بچہ بہت صاحب نصیب کہلاتا ہے۔ آزمودی۔ جبکہ بزرگوں کے در سے فیض حاصل ہوا ہو اُس در کو چھوڑنا حضرت عیسیٰؑ کے گویا گھر سے منہ موڑنا ہے۔ مغفل۔ بیوقوف۔ لوند۔ رند۔

ناسپاسی و فراموشیِ تو
تیری ناشکری اور (احسان) فراموشی نے

یاد ناورد آں عَسَل[1] نوشیِ تو
تجھے شہد پینے کو یاد نہ دلایا

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شُد
لامحالہ وہ راستہ تجھ پر بند ہو گیا

چوں دلِ اہلِ دل از تو خستہ شُد
جبکہ اہلِ دل کا دل تجھ سے زخمی ہوا

زود شاں دریاب و استغفار کن
جلد اُن کے پاس پہنچ جا اور توبہ کرلے

ہمچو ابرے گریہائے زار کن
ابر کی طرح عاجزی کا رونا رو

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد
تاکہ اُن کا باغ تیری جانب کھلے

میوہائے پُختہ بر خود واکفد
پکے ہوئے میوے خود پھٹ پڑیں

ہم براں در گرد و کم از سگ مباش
اُسی در کا چکر کاٹ، کُتّے سے کم نہ ہو

باسگِ کہف ار شدستی خواجہ تاش
اگرچہ تو اصحابِ کہف کے کُتّے کا ساتھی ہو گیا ہے

چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند
کُتّے، کتّوں کے لئے ناصح ہیں

کہ دل اندر خانۂ اوّل بہ بند
کہ پہلے گھر سے دل لگا۔

آں درِ اوّل کہ خوردی استخواں
وہ پہلا دروازہ جس پر تو نے ہڈی کھائی ہے

سخت گیر و حق گذاری را مماں
سخت پکڑلے اور حق گذاری سے نہ رُک

می گزندش[2] کز ادب آنجا رَوَد
وہ اُس کو کاٹتے ہیں تاکہ تہذیب سے وہاں چلا جائے

وز مقامِ اوّلیں مُفلِح شود
اور پہلے مقام پر کامیاب ہو جائے

می گزندش کاے سگِ طاغی[3] برو
اُس کو کاٹتے ہیں کہ اے سرکش کُتّے جا۔

با ولیِ نعمتت باغی مشو
اپنے محسن سے باغی نہ بن

بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش
اُسی در پر حلقہ کی طرح بندھا رہ

پاسبان و چابک و بر جستہ باش
محافظ اور چست اور آمادہ بنا رہ

صورتِ نقضِ وفائے ما مباش
ہماری بے وفائی کی صورت نہ بن

بیوفائی را مکن بیہودہ فاش
بیوفائی کو خواہ مخواہ ظاہر نہ کر

مر سگاں را چوں وفا آمد شعار
وفاداری جبکہ کُتّوں کا شعار ہے

رَو سگاں را ننگ و بدنامی میار
جا کتّوں کو ذلیل اور بدنام نہ کر

بیوفائی چوں سگاں را عار بود
جبکہ بیوفائی کتّوں کیلئے ذلّت ہے

بیوفائی چوں رَواداری نمود
تو نے بے وفائی کو کیوں جائز رکھا

---

[1] عَسَل نوشی۔ یعنی بزرگوں کا فیض۔ دریاب۔ حاصل کرلے۔ کفد۔ کفیدن بمعنی پھٹنا کا فعل مضارع ہے۔ باسگ کہف یعنی اگر تجھ میں کمال بھی پیدا ہو گیا ہے تب بھی اُس در کو نہ چھوڑ۔ مماں۔ نہ رُک۔

[2] می گزندش۔ دوسرے کُتّے کا اُس کُتّے کو کاٹنا اسی لئے ہے کہ وہ پہلے مالک کے پاس چلا جائے۔ مُفلِح۔ کامیاب۔

[3] طاغی۔ سرکش۔ صورت۔ کُتّوں کی وفاداری مشہور ہو لہذا تو بے وفائی کی صورت نہ پیدا کر۔ بیوفائی۔ بے وفائی کُتّوں کے لئے عار و ذلّت ہو تو نے اپنے لئے اُسکو کیوں پسند کیا ہے۔

حق تعالیٰ فخر آورد از وفا
اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے

گفت من اوفیٰ بعہدٍ غیرنا
فرمایا ہمارے علاوہ عہد کو زیادہ پورا کرنیوالا کون ہے؟

بیوفائی داں وفا با ردِّ حق
اللہ کے مردود کے ساتھ وفا کرنا (خدا کے ساتھ بیوفائی سمجھ)

بر حقوقِ حق ندارد کس سبق
اللہ کے حقوق پر کوئی ترجیح نہیں رکھتا ہے

نور را ہم نور شو با نار نار
نور کے لئے نور بن، آگ کے لئے آگ

جائے گُل گُل باش و جائے خار خار
پھول کے مقام پر پھول بن اور کانٹے کی جگہ کانٹا

حقِّ مادر بعد ازاں شُد کاں کریم
ماں کا حق اُس کے بعد ہوا کیوں کہ اللہ نے

کرد او را از جنینِ تو غریم
تیرے حمل کا اُس کو مقروض بنایا

صورتے کردت درونِ جسمِ اُو
اُس کے جسم میں تیری صورت پیدا کی

داد در حملش ترا آرام و خُو
(اور) اُس کے حمل میں تجھے آرام دیا اور عادت ڈالی

ہمچو جزوِ متّصل دید اُو ترا
اُس نے تجھے اپنا ملا ہوا جزو سمجھا

متّصل را کرد تدبیرش جُدا
اُس (اللہ) کی تدبیر نے جُڑے ہوئے کو جدا کر دیا

حق ہزاراں صنعت و فن ساختت
اللہ نے ہزاروں صنعتوں اور فن سے تجھے، بنایا ہے

تاکہ مادر بر تو مہر انداختت
اِس کے بعد ماں نے تجھ سے محبت کی ہے

پس حقِ حق سابق از مادر بُود
تو اللہ کا حق، ماں سے پہلے ہوا

ہر کہ آں حق را نداند خر بُود
جو اُس حق کو نہیں پہچانتا گدھا ہے

آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر
جس نے ماں کو پیدا کیا اور پستان اور دودھ (پیدا کیا)

با پدر کردش قریں آں خود مگیر
اُس کو باپ کا ساتھی بنایا یہ خود، بخود نہیں ہوا

اے خداوند اے قدیم احسانِ تو
اے اللہ اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے

آنکہ دانم وانکہ نے ہم آنِ تو
جو میرے علم میں ہے اور جو میرے علم میں نہیں ہے تیرا

تو بفرمودی کہ حق را یاد کُن
تو نے فرمایا ہے کہ حق کو یاد کر

زانکہ حقِ من نمیگردد کہن
کیونکہ میرا حق پُرانا نہیں ہوتا ہے

یاد کُن لُطفے کہ کردم آں صبوح
(تو نے فرمایا) اُس مہربانی کو یاد کر جو اُس صبح کو میں

با شما از حفظ در کشتیِ نوحؑ
تمہارے ساتھ نوحؑ کی کشتی میں حفاظت کرکے

اصل و اجدادِ شمارا آں زماں
اُس وقت تمہارے اصل اور باوا دادا کو

دادم از طوفان از موجش اماں
میں نے طوفان اور اُس کی موج سے امن دی

۱۔ حق تعالیٰ۔ سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ سے زیادہ عہد کو پورا کرنیوالا اور کوئی نہیں ہے۔ ردِّ حق۔ جو لوگ مردودِ بارگاہِ الٰہی ہیں اُن سے بے وفائی عینِ وفا ہے۔ نور را۔ اچھوں سے اچھائی اور بُروں سے بُرائی کرنی چاہیئے۔

۲۔ حقِ مادر۔ ماں کا بڑا حق ہے لیکن اللہ کا حق اُس سے مقدم ہے کیونکہ ماں کا حق اللہ کے فعل سے ثابت ہوا ہے۔ صورتے کردت۔ ماں کے پیٹ میں اللہ ہی نے پرورش کیا۔ جُدا۔ یعنی تیری پیدائش ہوئی۔ حق ہزاراں۔ ماں کی محبت سے قبل اللہ کے حقوق ثابت ہو چکے ہیں۔

۳۔ پس حقِ حق۔ اللہ کا حق ہر طرح سے ماں کے حق پر مقدم ہوا۔ اے خداوند۔ مولانا نے اللہ کے احسانات کی بنیاد پر مناجات شروع کر دی ہے۔ یاد کُن۔ خدا نے فرمایا ہمارے اُس احسان کو یاد کرو کہ نوحؑ کی کشتی کے ذریعہ تمہاری حفاظت کی یعنی تمہارے باپ دادا کو بچایا۔

آبِ[۱] آتش خُو زمیں بگرفتہ بود — موجِ اُو ہر اوجِ کُہ را می رَبود
آگ کے مزاج والے پانی نے زمین گھیر لی تھی — اُس کی موج پہاڑ کی ہر چوٹی کو اڑائے لئے جا رہی تھی

حِفظ کردم من نہ کردم ردِّ تاں — در وجودِ جَدِّ جَدِّ جَدِّ تاں
میں نے حفاظت کی میں نے تمہیں مردود نہ بنایا — تمہارے دادا، پردادا، سگڑدادا کے وجود میں

چوں شُدی سَر رُشتہ یابِیَت چوں زنم — کارگاہِ خویش ضائع چوں کنم
جب تو سردار ہو گیا تو میں ٹھوکر کیسے ماروں؟ — اپنے کارخانہ کو کیسے ضائع کروں؟

چوں فدائے بیوفایاں می شوی — از گمانِ بدبداں سُو می رَوی
تو بیوفاؤں پر قربان کیوں ہو رہا ہے؟ — بدگمانی کی وجہ سے اُس جانب جا رہا ہے

مَن[۲] ز سہو و بیوفائیہا بَری — سُوئے مَن آئی گمانِ بد بَری
میں بھول اور بے وفائی سے بَری ہوں — تو میری جانب آتا ہے تو بدگمانی کرتا ہے

ایں گمانِ بد برانجا بر کہ تو — میشوی در پیشِ ہمچوں خود دو تو
یہ بدگمانی وہاں لے جا جس جگہ کہ تو — اپنے جیسے کے سامنے دُہرا ہوتا ہے

بس گرفتی یار و ہمراہانِ زفت — گر ترا پُرسم کہ کُو گوئی کہ رفت
تو نے بہت سے طاقتور ساتھی اور دوست بنائے — اگر میں تجھ سے پوچھوں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا چلے گئے

یارِ نیکت رفت بر چرخِ بَریں — یارِ فسقت رَفت دَر قعرِ زمیں
تیرا نیک ساتھی بلند آسمان پر چلا گیا — تیرا بدکار ساتھی زمین کی گہرائی میں چلا گیا

تو بماندی در میانہ آنچناں — بے مَدَد چوں آتشے از کارواں
تو درمیان میں رہ گیا اسی طرح — بے مدد جیسے قافلہ (کی روانگی) کے بعد آگ

دامنِ[۳] اُو گیر اے یارِ دلیر — کو مُنَزّہ باشد از بالا و زیر
اے بہادر دوست! تو اُس کا دامن پکڑ لے — جو اوپر نیچے سے پاک ہو

نے چو عیسیٰ سوئے گردوں بر شَوَد — نے چو قاروں در زمیں اندر رَوَد
نہ تو (حضرت) عیسیٰ کی طرح آسمان پر چڑھ جائے — نہ قارون کی طرح زمین کے اندر چلا جائے

با تو باشد در مکان و لامکاں — چوں بمانی از سرا و از دُکاں
وہ تیرے ساتھ مکان اور لامکان میں ہوگا — جب تو گھر اور دکان سے اکیلا رہ جائے گا

اُو بر آرد از کدورتہا صفا — مر جفاہائے ترا گیرد وفا
وہ کدورتوں سے صفائی نکال لیتا ہے — تیری جفاؤں کو وفا فرض کر لیتا ہے

---

۱ آبِ آتش۔ یعنی پانی آگ کی طرح تباہی کر رہا تھا اور اُس کی موجیں پہاڑوں کی چوٹیوں کو برباد کر رہی تھیں۔ چوں شُدی۔ جب انسان کو اشرف المخلوقات بنایا تو اُس کو تباہ نہ کریگا۔ چوں فدائے۔ اِس قدر احسانات کے باوجود تو میرے ساتھ وفا نہ کرنے والوں پر کیوں فدا ہوتا ہے۔

۲ مَن ز سہو۔ اللہ ہر قسم کی بھول اور بے وفائی سے پاک ہے۔ ایں گمانِ بد۔ بے وفائی کی بدگمانی انسان سے کیجا سکتی ہے۔ بس گرفتی۔ تو فانی انسانوں سے دوستی کرتا ہے حالانکہ دوستی کے قابل باقی ہے نہ کہ فانی۔ یارِ نیکت۔ انسان تو انسان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے خواہ اچھا ہے یا برا ہے۔ چون آتشے۔ قافلہ روانہ ہوتے وقت آگ کو چھوڑ کر چل دیتا ہے۔

۳ دامنِ اُو۔ اُس ذات سے تعلق پیدا کر جو بالا و زیر سے پاک ہے نہ تو حضرت عیسیٰ کی طرح تیرا ساتھ چھوڑ کر بالا یعنی آسمان پر چلا جائے نہ قارون کی طرح زیرِ زمین چلا جائے۔ با تو باشد۔ جب تک تو جسمانی زندگی گزارے وہ تیرے ساتھ ہو، جب تو روحانی زندگی گزارے اور لامکان میں ہو وہ تیرے ساتھ رہے۔ اُو بر آرد۔ خدا ہی کی ذات ہے جو انسان کی برائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل کر دیتی ہے۔

چوں جفا آری فرستد گوشمال[1] — تا ز نقصاں وا روی سوئے کمال

جب تو ظلم کرتا ہے وہ سزا بھیجتا ہے — تاکہ تو نقصان سے کمال کی طرف روانہ ہو

چوں تو وردے ترک کردی در روش — بر تو قبضے آید از رنج و تپش

جب تو عمل میں کوئی معمول ترک کر دیتا ہے — رنج اور غصہ سے تجھ پر قبض (طاری) ہو جاتا ہے

آں ادب کردن بود یعنی مکن — ہیچ تحویلے ازاں عہدِ کہن

وہ ادب سکھانا ہوتا ہے، یعنی نہ کر — پرانے عہد میں کوئی تبدیلی

پیش ازاں کایں قبض زنجیرے شود[2] — ایں کہ دلگیر است پاگیرے شود

اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر بنے — جو (آج) دلگیر ہے وہ پاگیر بن جائے

رنجِ معقولت شود محسوس و فاش — تا نگیری ایں اشارت را بہ لاش

تیرا ذہنی رنج محسوس اور واضح ہو جائے گا — خبردار! اس اشارے کو معدوم نہ سمجھنا

در معاصی قبضہا دلگیر شد — قبضہا بعد از اجل زنجیر شد

گناہوں میں قبض دلگیر بنتا ہے — موت کے بعد انقباضی کیفیتیں زنجیر ہو جاتی ہیں

نُعطِ مَن اَعرَضَ ھُنا عَن ذِکرِنا — عِیشَۃً ضَنکًا و نَحشُر بالعَمیٰ

جس شخص نے یہاں ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اسکو دیں گے — تنگ زندگی اور (قیامت میں) اندھا اٹھائیں گے

دزد چوں مالِ کساں را می برد[3] — قبض و دلتنگی دلش را می خلد

چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے — قبض اور دلتنگی اس کے دل میں کھٹکتی ہے

او ہمی گوید عجب ایں قبض چیست — قبض آں مظلوم کز شرت گریست

وہ کہتا ہے تعجب ہے یہ قبض کیسا ہے — یہ قبض اس مظلوم (کی دعا) کا (اثر) ہے جو تیرے شر سے رویا ہے

چوں بدیں قبض التفاتے کم کند — باد اصرار آتشش را دم کند

جب وہ اس قبض کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے — اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑکا دیتی ہے

قبضِ دل قبضِ عواں شد لاجرم — گشت محسوس آں معانی زد علم

لامحالہ دل کا قبض سپاہی کی گرفت ہو گیا — وہ محسوس بن گیا، معنیٰ نے نشان قائم کر دیا

قبضہا زنداں شد ست و چار میخ — قبض بیخ ست و برآرد شاخ بیخ

قبض جیل خانہ اور چار میخ بن گیا ہے — قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ اُگا دیتی ہے

بیخ پنہاں بود ہم شد آشکار — قبض و بسطِ خویش را بیخے شمار

جڑ چھپی ہوئی تھی نمایاں ہو گئی — اپنے قبض اور بسط کو جڑ سمجھ

---

[1] چوں جفا۔ جب انسان کوئی غلطی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو تنبیہ فرما کر برائی سے نکال کر بھلائی کیطرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ ورد۔ اگر انسان کی کوئی مقررہ عبادت فوت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ انسان میں ایک انقباضی کیفیت پیدا فرما دیتا ہے اور یہ تنبیہ ہوتی ہے کہ انسان اپنا معمول نہ چھوڑے۔

[2] پیش ازاں۔ ترکِ عبادت پر انقباضی کیفیت آخرت میں زنجیر بن جائے گی۔ رنجِ معقول یعنی انقباضی کیفیت جو ایک ذہنی چیز ہے آخرت میں یہی کیفیت بشکل زنجیر ہو جائے گی۔ نُعطِ یعنی ترکِ عبادت پر انقباضی کیفیت جو ذہنی ہے وہ آخرت میں اندھاپن اختیار کرے گی۔

[3] دزد۔ گناہ پر ایک دلتنگی پیدا ہوتی ہے اور وہ اس معصیت کا اثر ہوتا ہے۔ چوں۔ جب انسان اس گناہ پر اصرار کرتا ہے تو نتیجہ میں یہی دل تنگی ظاہری گرفت بنجاتی ہے۔ قبضہا۔ گناہوں پر یہی انقباضی کیفیت آخرت میں قید خانہ اور سزا کی صورت اختیار کرے گی۔ بیخ پنہاں یعنی گناہ پر انقباضی کیفیت اور نیکی پر انشراحی کیفیت۔

چونکہ بیخِ بد بُود زودش بکَن | تا نہ روید زشت خارے در چمن
جب جڑ بُری ہو اُس کو جلد اُکھاڑ دے | تا کہ کوئی بُرا کانٹا چمن میں نہ اُگے

قبض[1] دیدی چارۂ آں قبض کُن | زانکہ سرہا جُملہ می روید زبُن
تو نے قبض دیکھ لیا اُس قبض کی تدبیر کر | کیونکہ شاخیں سب جڑ سے اُگتی ہیں

بسط دیدی بسطِ خود را آب دِہ | چوں بر آید میوہ با اصحاب دِہ
تو نے بسط دیکھا اپنے بسط کو سیراب کر | جب پھل آجائے تو ساتھیوں کو دے

باز گرد و قصۂ اہلِ سبا | باز گو تا باز گویم مرحبا
پلٹ اور سبا والوں کا قصہ | پھر کہہ تا کہ میں مرحبا پھر کہوں

باقی قصۂ اہلِ سبا

اہلِ سبا کا باقی قصہ

آں سبا زاہلِ صبا بودند خام | کارِ شاں کُفرانِ نعمت باکرام
وہ اہلِ سبا منجملہ بچوں کے بے عقل تھے | ان کا کام بزرگوں کی نعمت سے انکار تھا

باشد آں کُفرانِ نعمت در مثال | کہ کُنی با محسنِ خود تو جدال
مثلاً کفرانِ نعمت یہ ہوتا ہے | کہ تو اپنے محسن سے جھگڑنے لگے

کہ نمی[2] باید مرا ایں نیکوئی | من برنجم زیں چہ رنجہ میشوی
کہ مجھے یہ بھلائی نہیں چاہیئے | تو کیا رنجیدہ ہوتا ہے میں اس (تیری بھلائی) سے خود رنجیدہ ہوں

لطف کُن ایں نیکوئی را دُور کُن | من نخواہم چشم زودم کور کُن
مہربانی کر یہ بھلائی مجھ سے دُور کر دے | میں آنکھیں نہیں چاہتا ہوں، مجھے جلد اندھا کر دے

پس سبا گفتند بَاعِدْ بَیْنَنَا | شَیْنُنَا خَیْرٌ لَّنَا خُذْ زَیْنَنَا
تو (اہلِ) سبا نے کہا ہمیں دُور دُور کر دے | ہمارا عیب ہمارے لئے اچھا ہے، ہماری زینت لے لے

ما نمی خواہیم ایں ایوان و باغ | نے زمانِ خوب نے امن و فراغ
ہم یہ قلعے اور باغ نہیں چاہتے ہیں | نہ اچھا وقت، نہ امن، نہ فارغ البالی

شہرہا نزدیکِ ہمدیگر بدست | آں بیابان ست خوش کانجا دد ست
ایک دوسرے سے قریب شہر بُرے ہیں | وہ جنگل اچھا ہے، جہاں درندے ہوں

یَطْلُبُ[3] الْاِنْسَانُ فِی الصَّیْفِ الشِّتَاء | فَاِذَا جَاءَ الشِّتَاءُ اَنْکَرَ ذَا
انسان گرمیوں میں جاڑا طلب کرتا ہے | جب جاڑا آتا ہے اُس کو بُرا سمجھتا ہے

---

[1] قبض دیدی۔ گناہ پر انقباضی کیفیت طاری ہو تو اُسکا علاج کرکے ازالہ کرلینا چاہیئے بسط دیدی۔ نیکی پر انشراحی کیفیت پیدا ہو تو اُس میں اضافہ کی کوشش کرنی چاہیئے۔ چوں برآید۔ انشراحی کیفیت میں پھل پیدا ہوں تو احباب کو اُس سے فیض پہونچائے۔ زاہلِ صبا یعنی وہ بچوں کی طرح ناقص عقل کے تھے۔ کفراں۔ کسی کی نعمت کا کفران یہ بھی ہے کہ محسن کے ساتھ دشمنی کیجائے

[2] کہ نمی باید۔ اہلِ سبا نے کفران کی یہ صورت اختیار کی کہ اُن نعمتوں کو نعمت نہ سمجھا اور اللہ سے اُسکے خلاف تمنا شروع کردی اور جھگڑا کیا۔ پس سبا۔ اہل سبا پر یہ کرم تھا کہ انکی آبادیاں قریب قریب تھیں تاکہ سفر کی مشقت سے بچیں چاروں طرف سرسبز باغات تھے تاکہ اُن سے فائدہ اٹھائیں لیکن اُنھوں نے اُن دونوں چیزوں کو نعمت نہ سمجھا اور اُسکے خلاف تمنائیں شروع کردیں۔

[3] یطلب۔ انسانی نفس کی یہ خاصیت ہے کہ وہ ایک حالت پر راضی نہیں رہتا ہے جاڑوں میں گرمیوں کی اور گرمیوں میں جاڑے کی تمنا شروع کردیتا ہے۔

فَهُوَ لَا یَرْضٰی بِحَالٍ اَبَدًا ۔۔۔ لَا بِضِیْقٍ لَا بِعَیْشٍ رَغَدًا

وہ کسی حال میں کبھی راضی نہیں ہوتا ہے ۔۔۔ نہ تنگی میں، نہ وسیع عیش میں

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَکْفَرَہٗ ۔۔۔ کُلَّمَا نَالَ الْھُدٰی اَنْکَرَہٗ

انسان غارت ہو، کس قدر ناشکرا ہے ۔۔۔ جب ہدایت پالیتا ہے اُس کا انکار کرتا ہے

نفسِ[1] فرعون یست آں شد کشتنی ۔۔۔ اُقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ گفت آں سَنی

نفس ایسا ہی ہے اسیوجہ سے وہ گردن زدنی ہے ۔۔۔ تم اپنے نفسوں کو قتل کرو اُس بزرگ نے فرمایا

خارِ سہ پہلوست ہر سو کِش نہی ۔۔۔ در خلد و از زخمِ اُو تو کے جہی

یہ گوکھرو ہے اُس کو جس جانب سے بھی رکھے گا ۔۔۔ وہ چبھے گا اُس کے زخم سے تو کب بچے گا

آتشِ[2] ترکِ ہوا در خار زن ۔۔۔ دست اندر یارِ نیکو کار زن

خواہش کو ترک کرنے کی آگ کانٹے میں لگادے ۔۔۔ نیکو کار، دوست کو پکڑلے

چوں ز حد بردند اصحابِ سبا ۔۔۔ کہ بہ پیشِ ما وبا بہ از صبا

جب سبا والے حد سے تجاوز کر گئے ۔۔۔ کہ ہمارے لئے وبا صبا سے بہتر ہے

ناصحاں شاں در نصیحت آمدند ۔۔۔ از فسوق و کفر مانع می شدند

نصیحت کرنے والوں نے نصیحت کی ۔۔۔ بدمعاشی اور کفر سے انھوں نے روکا

قصدِ[3] خونِ ناصحاں می داشتند ۔۔۔ تخمِ فسق و کافری می کاشتند

تو نصیحت کرنیوالوں کو قتل کرنیکا ارادہ کرتے تھے ۔۔۔ بدمعاشی اور کفر کا بیج بوتے تھے

چوں قضا آید شود تنگ ایں جہاں ۔۔۔ از قضا حلوا شود رنجِ دہاں

جب قضا آتی ہے یہ دنیا تنگ ہوجاتی ہے ۔۔۔ قضا سے حلوا منہ کی کلفت بن جاتا ہے

گفت اِذَا جَاءَ الْقَضَا ضَاقَ الْفَضَا ۔۔۔ تُحْجَبُ الْاَبْصَارُ اِذَا جَاءَ الْقَضَا

فرمایا جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہوجاتی ہے ۔۔۔ (اور) آنکھیں بند کردی جاتی ہیں جب قضا آتی ہے

چشم بستہ می شود وقتِ قضا ۔۔۔ تا نہ بیند چشم کحلِ چشم را

قضا کے وقت آنکھیں بند ہوجاتی ہیں ۔۔۔ تاکہ آنکھ آنکھ کے سرمہ کو نہ دیکھے

مکرِ آں فارس چو انگیزید گرد ۔۔۔ آں غبارت ز استعانت دور کرد

اُس شہسوار (اللہ) کی تدبیر نے جب گرد اڑائی ۔۔۔ (اور) اُس غبار نے تجھے مدد حاصل کرنے سے دور کردیا

سوئے فارس رو مرو سوئے غبار ۔۔۔ ورنہ بر تو کوبد آں مکرِ سوار

شہسوار کی طرف جا، غبار کی جانب نہ جا ۔۔۔ ورنہ سوار کا داؤں تجھے کچل دے گا

---

[1] نفس۔ اسی لئے نفس کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ آں سنی یعنی حضرت موسیٰؑ۔ خارِ سہ پہلو نفس کی مثال گوکھرو کی سی ہے جو کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا۔

[2] آتش۔ نفس کے خار کو پھونکنے کی یہ تدبیر ہے کہ خواہش کو ترک کردے۔ وبکہ۔ یعنی اہل سبا نے یہاں تک زیادتی کی کہ وہ وبا کو نسیم سحری سے اچھا کہنے لگے۔ فسوق۔ نصیحت کرنے والوں نے کفر اور فسق سے روکنا چاہا۔

[3] قصد۔ اہل سبا نصیحت کرنے والوں کی جان کے درپے ہوگئے اور کفر و فسق سے باز نہ آئے۔ چوں قضا۔ قضاء خداوندی کے سامنے انسان مجبور ہوجاتا ہے۔ چشم۔ سرمہ جو آنکھ کیلئے مفید ہے اُس کو بھی آنکھ نہیں دیکھتی ہے۔ مکر۔ تدبیر۔ فارس۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ سوئے فارس۔ اسوقت اللہ سے مدد مانگنی چاہئے۔

گفت[۱] حق آنرا کہ ایں گرگش بخورد
جس کو اِس بھیڑیئے نے کھالیا اُس کو خدا نے فرمایا
دید گردِ گرگ چوں زاری نکرد
جب اُس نے بھیڑیئے کی گرد دیکھی فریاد کیوں نہ کی

اُو نمیدانست گردِ گرگ را
وہ بھیڑیئے کے غبار کو نہ پہچان سکا
باچنیں دانش چرا کرد اُو چَرا
اِس قدر عقل کے ہوتے ہوئے وہ کیوں چرتا رہا

گوسفندان بوئے گرگِ باگزند
بکریاں، تکلیف رساں بھیڑیئے کی بُو
می بدانند و بہر سُو می خزند
پہچان لیتی ہیں اور ہر جانب گھس جاتی ہیں

مغزِ حیوانات بُوئے شیر را
حیوانات کا دماغ شیر کی بُو کو
می بداند ترک می گیرد چَرا
جانتا ہے، چراگاہ چھوڑ دیتا ہے

بوئے شیرِ خشم دیدی باز گرد
(اللہ کے) غصہ کے شیر کی بو تو نے سونگھ لی واپس آجا
با مُناجات و حَذر انباز گرد
دعا اور بچاؤ کا ساتھی بن جا

وانگشتند آں گروہ از گردِ گرگ
وہ لوگ بھیڑیئے کی گرد کی وجہ سے نہ لوٹے
گرگِ محنت بعدِ گرد آمد سُترگ
گرد کے بعد محنت کا موٹا بھیڑیا آگیا

بردَرید آں گوسفنداں را بخشم
اُس نے غصہ سے اُن بکریوں کو پھاڑ ڈالا
کہ ز چوپانِ خرد بستند چشم
جنھوں نے عقل کے گڈریئے سے آنکھیں بند کرلی تھیں

چند[۲] چوپاں شان بخواند و نامدند
گڈریئے نے اُن کو بہت بُلایا، وہ نہ آئے
خاکِ غم در چشمِ چوپاں میزدند
گڈریئے کی آنکھ میں غم کی دھول جھونک دی

کہ بروما از تو خود چوپاں تریم
کہ جا ہم تجھ سے زیادہ اپنے رکھوالے ہیں
چوں تبع گردیم ہر یک سَروریم
ہم تابع کیسے بن جائیں ہم میں سے ہر ایک سردار ہے

طُعمہ گرگیم و آنِ یار نے
ہمیں بھیڑیئے کا لقمہ بننا منظور، ہی دوست کی ہلاک
ہیزمِ ناریم و آنِ عار نے
ہم آگ کے ایندھن ہیں ذلت کے ملوک نہیں ہیں

حَمیتے بُد جاہلیت در دماغ
حمیت دماغ میں ایک جاہلیت تھی
بانگِ شومی بر دِمَن شاں کرد زاغ
اُن کی کوڑی پر کوّے نے بدبختی کی آواز لگائی

بہرِ[۳] مظلوماں ہمی کندند چاہ
اُنھوں نے مظلوموں کے لئے کنواں کھودا
دَر چہ افتادند و می گفتند آہ
وہ کنوئیں میں گرے اور آہیں بھریں

پوستینِ یوسفاں بشگافتند
اُنھوں نے یوسفوں کی پوستینیں پھاڑیں
آنچہ می کردند یک یک یافتند
اُنھوں نے جو کچھ کیا ایک ایک کا بدلہ پایا

۱۔ گفت۔ زاری کرنے سے انسان قضا سے بچ جاتا ہے۔ اونمیدانست۔ بکری چرنے میں مشغول رہتی ہے اور بھیڑیئے کی گرد کو نہیں دیکھتی۔ گوسفند بکری اور حیوانات اپنی تباہی کے اسباب دیکھ کر بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بوئے۔ جب خدا کے غضب کے آثار پیدا ہوجائیں تو دعائیں کرنی چاہئیں۔ وانگشتند۔ غضب کے آثار کو دیکھ کر بھی جو ہوش میں نہ آیا وہ مصائب در مصائب میں گرفتار ہوگا۔

۲۔ چند چوپاں۔ نصیحت کرنے والوں نے انکو نیکی کی دعوت دی لیکن انھوں نے نہ مانا اور انکو غمگین کیا۔ کہ بَرَو۔ نصیحت کرنے والوں سے کہا ہم خود اپنی بھلائی کو سمجھتے ہیں تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں ہے ہم خود سردار ہیں کسی کے تابع نہیں بن سکتے۔ طعمۂ گرگیم۔ ہمیں ہلاک ہونا منظور ہے تمہاری دوستی کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ہیزم۔ ہلاک ہونا منظور ہے لیکن تمہاری اطاعت نہ کریں گے حمیتے۔ انکے دماغ میں جاہلیت گھسی ہوئی اور اپنا آنو بول رہا تھا۔

۳۔ بہر مظلوماں۔ وہ مظلوموں پر ظلم کرتے تھے خود اُس ظلم میں پھنس گئے۔ پوستین۔ نصیحت کرنیوالوں کو ذلیل کیا اور اُس کی سزا انھوں نے بھگتی۔

کیست[۱] یوسف آں دلِ حق جوئے تو
یوسف کون ہے؟ تیرا حق کا جویاں دل

چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو
جو قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھا ہوا ہے

جبرئیلے را بر اُستن بستۂ
تو نے جبرئیلؑ کو ستون سے باندھا ہے

پرو بالش را بصد جا خستۂ
اسکے بال و پر کو تو نے سینکڑوں جگہ سے زخمی کر دیا ہے

پیشِ اُو گوسالہ بریاں آوری
تو اُس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتا ہے

گہ کشی اُو را بکہداں آوری
کبھی اُس کو کھینچتا ہے اور گھر کے پاس لاتا ہے

کہ بخور اینست مارا لُوت پُوت
کہ کھالے یہ ہماری لذیذ غذا ہے

نیست اُو را جُز لقاء اللہ قُوت
(حالانکہ) اُسکی غذا سوائے اللہ کی ملاقات کے کچھ نہیں ہے

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا
وہ مصیبت زدہ اِس شکنجہ اور امتحان کی وجہ سے

میکند از تو شکایت با خدا
خدا سے تیری شکایت کرتا ہے

کاے خدا افغاں ازیں گرگِ کہن
کہ اے خدا اِس بوڑھے بھیڑیئے سے فریاد ہے

گویدش نک وقت آمد صبر کن
وہ اُس سے کہتا ہے اب وقت آ گیا ہے صبر کر

دادِ تو وا خواہم از ہر بیخبر
میں ہر جاہل سے تیرا بدلہ لے لوں گا

داد کہ دہد جُز خدائے داد گر
سوائے منصف خدا کے انصاف کون کرتا ہے

او[۲] ہمی گوید کہ صبرم شُد فنا
وہ کہتا ہے کہ میرا صبر فنا ہو گیا

در فراقِ روئے تو یا ربنا
اے ہمارے رب تیرے چہرے کے فراق میں

احمدم درماندہ در دستِ یہود
میں احمدؐ ہوں جو یہود کے ہاتھ میں پھنسا ہوں

صالحم اُفتادہ در حبسِ ثمود
میں صالحؑ ہوں جو ثمود کی قید میں پڑا ہوں

اے سعادت بخش جانِ انبیا
اے انبیاء کی جان کو سعادت بخشنے والے

یا بکُش یا باز خوانم یا بیا
یا مار ڈال یا مجھے واپس بُلالے یا تو آجا

با[۳] فراقت کافراں را تاب نیست
تیرے فراق کی کافروں میں بھی تاب نہیں ہے

کایں فراق اندر خورِ اصحاب نیست
یہ فراق دوستوں کے لائق نہیں ہے

کافراں گویند در وقتِ عذاب
عذاب کے وقت کافر کہیں گے

ہر یکے یا لَیتَنِی کُنتُ تُراب
ہر ایک، کاش میں مٹی ہوتا

حالِ اُو اینست کو خود زاں سوست
جو اُس جانب کا ہے اُس کا یہ حال ہے

چوں بُود بے تو کسے کانِ تو ست
تیرے بغیر اُس کا کیا حال ہوگا جو تیرا ہے

---

۱ کیست۔ اہلِ سُما کہتے ہیں یوسف خود آنکادہ دل تھا جو طالبِ حق تھا۔ چوں اسیرے۔ اس دل کو انھوں نے نفسِ امارہ کا قیدی بنا دیا تھا۔ جبرئیلے۔ یعنی روح کو جسم کے ستون سے باندھ دیا ہے اور اُس کو زخمی کر دیا ہے۔ پیشِ اُو۔ اُس روح کو مادی غذائیں کھلانا چاہتا ہے۔ کہ بخور۔ روح کی غذا مادی نہیں ہے اُس کی غذا ذکر اللہ اور لقاء اللہ ہے۔ زیں شکنجہ۔ روحِ انسانی انسان کے اِس ظلم و ستم کی خدا سے شکایت کرتی ہے۔ گرگ۔ یعنی انسان کا نفسِ امارہ۔ گویدش۔ خدا اُس روح سے فرماتا ہے۔

۲ او ہمی گوید۔ خدا کے صبر دلانے پر روح کہتی ہے کہ اب مجھے جلد اپنے پاس بلالے۔ احمدم۔ یعنی روح کہتی ہے مجھے نفس کے ہاتھوں مادی تکالیف برداشت کرنی پڑ رہی ہیں جو آنحضورؐ کو یہود کے ہاتھوں اور حضرت صالحؑ کو ثمود کے ہاتھوں برداشت کرنی پڑی تھیں۔ یا بکش۔ روح کہتی ہے اب فراق کی برداشت نہیں ہے یا مجھے فنا کر دے یا مجھے اپنے پاس بلالے یا تو میرے پاس آجا۔

۳ با فراقت۔ خدا سے جدائی کی صورت کافر بھی برداشت نہ کر سکیں گے چہ جائیکہ مومن برداشت کرے۔ یا لَیتَنِی۔ یعنی فراق کی وجہ سے کافر اپنے فنا ہونے کی تمنا کریں گے ـــ حالِ او۔ یعنی فراق میں بیگانوں کا یہ حال ہے تو اپنوں کا کیا حال ہوگا۔

حق ہمی گوید کہ آرے اے نزہ[۵۱] | لیک بشنو صبر آور صبر بہ
اللہ فرماتا ہے کہ ہاں اے پاک نسل | لیکن سن صبر کر صبر اچھا ہے

صبح نزدیک ست خامش دم مزن | کاندر آمد وقت بیروں آمدن
صبح قریب ہے چپ ہو جا سانس نہ لے | کہ باہر نکلنے کا وقت آپہونچا ہے

صبح نزدیک ست خامش کم خروش | من ہمی کوشم پئے تو تو مکوش
صبح نزدیک ہے چپ ہو جا شور نہ کر | میں تیرے لئے کوشاں ہوں تو کوشش نہ کر

کوشش من بہ کہ کوششہائے تو | داروئے تلخم بہ از حلوائے تو
تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے | تیرے حلوے سے میری کڑوی دوا بہتر ہے

ہیں تحمل کن برو خاموش شو | کمترک جنباں زباں رو گوش شو
ہاں برداشت کر، جا چپ ہو جا | زبان نہ چلا، جا کان بن جا

شد ز حد ہیں باز گرد اے یار گرد | روستائی خواجہ را در خانہ برد
(بات) حد سے گذر گئی اے بہادر یار واپس چل | دیہاتی خواجہ کو گھر لے گیا

قصۂ اہل سبا یک گوشہ نہ | آں بگو کاں خواجہ چوں آمد بدہ
سبا والوں کا قصہ ایک طرف رکھ دے | وہ بتا کہ خواجہ کس طرح گاؤں میں آیا

بقیۂ قصۂ رفتن خواجہ بدعوت روستائی بدہ

دیہاتی کی دعوت پر خواجہ کے گاؤں جانے کے قصہ کا بقیہ

روستائی در تملق شیوہ کرد | تاکہ حزم خواجہ را کالیوہ کرد
دیہاتی نے خوشامد کا ایسا طریقہ اختیار کیا | کہ خواجہ کی ہوشیاری کو دیوانہ بنا دیا

از پیام اندر پیام او خیرہ شد | تا زلال حزم خواجہ تیرہ شد
وہ پیغام در پیغام سے حیران ہو گیا | یہاں تک کہ خواجہ کی احتیاط کا صاف پانی گدلا ہو گیا

ہم ازینجا کودکانش در لسید | نرتع[۵۲] و نلعب بشادی می زدند
ساتھ ہی ادھر سے اس کے بچے خوشی میں | "ہم کھائینگے ہم کھیلیں گے" کا شادیانہ بجاتے تھے

ہمچو یوسف کش ز تقدیر عجب | نرتع و نلعب بہ برد از ظل اب
(حضرت) یوسفؑ کی طرح جنکو عجیب تقدیر کیوجہ سے | ہم کھائینگے ہم کھیلیں گے نے باپ کے سایہ سے محروم کر دیا

آں[۵۳] نہ بازی بلکہ جانبازیست آں | حیلہ و مکر و دغا سازیست آں
یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جان پر کھیلنا ہے | یہ حیلہ اور مکر اور دغا بازی ہے

۵۱ نزہ۔ ستھرو، بزرگوار۔ صبح نزدیک ست۔ سورۂ ہود میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے حضرت لوطؑ کی تسلی کے لئے کہا تھا اب صبح قریب ہے ان بدکاروں سے تیرا بدلہ لے لیا جائیگا۔ تملق۔ خوشامد، چاپلوسی۔ شیوہ۔ طریقہ، عادت۔ کالیوہ۔ احمق، دیوانہ۔ خیرہ۔ حیران۔

۵۲ نرتع و نلعب۔ ہم کھائینگے اور کھیلیں گے۔ یہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے سازش کرتے وقت حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا۔ ظل اب۔ انہی جملوں نے حضرت یوسفؑ کو حضرت یعقوبؑ کے سایۂ پدری سے محروم کر دیا تھا۔

۵۳ آں نہ بازی۔ یہ کھیل کی دعوت نہ تھی بلکہ حضرت یوسفؑ کی جان لینے کی بازی تھی حیلے اور مکر اور دغا بازی تھی۔

ہر چہ[۱] از یارت جدا انداز د آں
جو تجھے دوست سے دُور پھینک دے

مشنو آں را کاں زیاں دارد زیاں
اُس کو نہ سُن کیونکہ بربادی ہے بربادی

گر بود آں سُود صد در صد مگیر
اگر وہ ہزاروں کا فائدہ ہو تب بھی نہ لے

بہر زر مگسل ز گنجور اے فقیر
اے فقیر! سونے کے لئے خزانچی سے تعلق نہ توڑ

ایں شنو کہ چند یزداں زجر کرد
یہ سنو کہ اللہ نے کس قدر ملامت کی

گفت اصحاب نبیؐ را گرم و سرد
نبیؐ کے ساتھیوں کو بُرا بھلا کہا

زانکہ بر بانگِ دُہل در سالِ تنگ
کیونکہ تنگی کے ایک سال میں نقارے کی آواز پر

جمعہ[۲] را کردند باطل بے درنگ
بلا توقف انھوں نے جمعہ کی نماز توڑ دی

تا نباید دیگراں ارزاں خرند
تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے سستا خرید لیں

زاں جلب صرفہ زما ایشاں برند
اِس سودے کا فائدہ وہ ہم سے زیادہ اُٹھالیں

ماند پیغمبرؐ بخلوت در نماز
پیغمبرؐ نماز میں اکیلے رہ گئے

با دو سہ درویش ثابت پُر نیاز
اُن دو تین غریبوں کے ساتھ جو عاجزی پر قائم رہے

کو فت طبلِ لہو باز رگانیے
ایک تاجر نے تفریح کا نقارہ پیٹا

چونتاں ببرید از ربانیے
تم کیوں ربانی (رسول) سے کٹے

قَدْ فَضَضْتُمْ نَحْوَ قَمْحٍ ھَائِمًا
تم ٹوٹ پڑے گیہوں کی جانب دیوانہ وار

ثُمَّ خَلَّیْتُمْ نَبِیًّا قَائِمًا
پھر تم نے نبی کو کھڑا چھوڑ دیا

بہرِ گندم تخمِ باطل کاشتید
گیہوں کے لئے تم نے باطل کا بیج بویا

واں رسولِ حق را بگذاشتید
اور اس خدا کے رسول کو چھوڑ دیا

صحبتِ اُو خیر من لہو ست و مال
اُس کی صحبت مال اور کھیل کود سے بہتر ہے

ہیں کرا بگذاشتی چشمے بمال
خبردار کس کو چھوڑا ہے، آنکھ مل

خود نشد حرصِ شمارا ایں یقیں
تمہاری حرص کو یہ یقین نہ آیا

کہ منم رزاق خیر الرازقیں
کہ میں رازق، رزق دینے والوں میں سب سے بہتر ہوں

آنکہ[۳] گندم را ز خود روزی دہد
جو گیہوں کو بھی خود روزی دیتا ہے

کے توکلہات را ضائع کند
وہ تیرے توکلوں کو کب ضائع کرے گا

از پئے گندم جدا گشتی ازاں
تو گیہوں کے لئے اُس سے جدا ہو گیا

کہ فرستادست گندم ز آسماں
جس نے گیہوں آسمان سے بھیجا ہے

---

۱ ہرچہ۔ جو بات بھی دوست سے جُدائی کا سبب بنے اسکو نہ سننا چاہئے۔ گر بُوَد۔ معمولی فائدے کے لئے بڑا نقصان نہ گوارا کرنا چاہئے۔ ایں شنو۔ سورۂ جمعہ میں اِس قصّہ کی طرف اشارہ ہے ایک بار مدینہ میں گیہوں کا آٹا فروخت کرنیوالا قافلہ آیا۔ اُس وقت آنحضورؐ نماز جمعہ پڑھا رہے تھے، صحابہؓ آٹا خریدنے کے شوق میں آنحضورؐ کو نماز پڑھاتے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس پر صحابہؓ موردِ عتاب بنے انھوں نے تھوڑے فائدے کی خاطر بڑا نقصان کیا اور آنحضورؐ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ دورانِ نماز کا قصہ نہیں ہے بلکہ خطبہ کے دوران یہ قصہ ہوا تھا۔

۲ جمعہ را۔ یعنی نماز جمعہ۔ بہتر یہی ہے کہ اس سے خطبۂ جمعہ مراد لیا جائے۔ جلب۔ تجارت کا مال جو کسی دوسرے شہر میں لے جایا جائے۔ دو سہ۔ دس بارہ صحابہ سے زیادہ موجود رہے تھے۔ ربانی۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ بہرِ گندم۔ قافلہ کے طبل پر گیہوں کا آٹا خریدنے چلے گئے تھے۔ چشمے بمال۔ آنکھ ملکر غور سے دیکھو۔ خود نشد۔ اپنے رزق کے لئے خود دوڑ پڑے حالانکہ رزاق میں ہوں۔

۳ آنکہ۔ خدا تو وہ ہے جو رزق کو بھی رزق دیتا ہے۔ ازاں۔ نبی سے جدا ہونا خدا سے جدا ہونا تھا۔

کمترا[41] از بط نیستی آخر در آب
آخر تو پانی کی بطخ سے کم نہیں ہے
کو دہد مر بازِ داعی را جواب
جو دعوت دینے والے باز کو جواب دیتی ہے

دعوت کردن باز بطاں را از آب بصحرا و جواب بطاں
باز کا بطخوں کو پانی سے جنگل کی دعوت دینا اور بطخوں کا جواب

باز گوید بط را کز آب خیز
باز بطخ سے کہتا ہے کہ پانی سے نکل
تا ببینی دشتہا را قند ریز
تاکہ تو جنگلوں کو شکر بکھیرنے والا دیکھے

بطِ عاقل گویدش کاے باز دور
عقلمند بطخ اس سے کہتی ہے کہ اے باز جا
آب ما را حصنِ امن است و سُرور
پانی ہمارے لئے امن اور خوشی کا قلعہ ہے

دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب
اے بطخو! شیطان کی مثال باز کی سی ہے جلدی کرو
ہیں بہ بیروں کم روید از حصنِ آب
خبردار! پانی کے قلعہ سے باہر نہ نکلنا

باز را[42] گوئید رو رو باز گرد
باز سے کہہ دو، جا جا واپس ہو جا
از سرِ ما دست دار اے پامرد
اے مددگار! ہمارے سر سے دست بردار ہو جا

ما بری از دعوتت دعوت ترا
ہم تیری دعوت سے بری ہیں، تیری دعوت تجھے
ما نہ نوشیم ایندم تو کافرا
اے کافر ہم تیرا یہ مکر نہ قبول کریں گے

حصن ما را قند و قندستاں ترا
قلعہ ہم کو اور قند و قندستان تجھے (مبارک ہو)
ما نخواہیم ہدیات بستاں ترا
ہم تیرے ہدیہ کے خواہشمند نہیں ہیں باغ تجھے (مبارک) ہم

چونکہ جاں باشد نیاید قوت کم
جب جان ہے روزی کی کمی نہ ہوگی
چونکہ لشکر ہست کم نا ید علم
جبکہ لشکر ہے، جھنڈے کم نہ ہوں گے

رجوع بحکایت خواجہ و روستائی
خواجہ اور دیہاتی کے قصہ کی طرف واپسی

خواجۂ حازم بسے عذر آورید
پختہ کار خواجہ نے بہت عذر کئے
بس بہانہ کرد با دیو[43] مرید
سرکش شیطان سے بہت بہانے کئے

گفت ایں دم کارہا دارم مہم
کہا اس وقت میں بہت ضروری کام رکھتا ہوں
گر بیایم آں نگردد منتظم
اگر میں چلا جاؤں گا اُن کا انتظام نہ ہو سکیگا

شاہ کارِ نازکم فرمودہ است
بادشاہ نے مجھے ایک نازک کام کا حکم فرمایا ہے
ز انتظارم شاہ شب نغنودہ است
میرے انتظار میں وہ رات بھر نہیں سویا ہے

۴۱ کمترا از بط۔ بطخوں نے باز کی دعوت پر بڑے فائدے کو نہ چھوڑا انسان تھوڑے فائدے کے لئے بڑا نقصان کر بیٹھتا ہے۔ باز۔ باز جنگل کا پرندہ ہے اور بطخیں آبی ہیں باز نے بطخوں کو جنگل کی دعوت دی۔ دشتہا۔ جنگلوں میں عمدہ خوراک ہے۔ دیو۔ شیطان انسان کے لئے ایسا ہے جیسا کہ باز بطخوں کیلئے تھا۔

۴۲ بازرا جب شیطان لالچ دلائے اسکو دھتکار دو۔ ایندم تو۔ یہ تیرا دھوکا ہے ہم اس میں نہ پھنسیں گے۔ چونکہ۔ روزی کے بارے میں انسان کو توکل سے کام لینا چاہئے۔ عذر جھنڈا۔ حازم۔ پختہ کار۔ ہوشیار۔

۴۳ دیو مرید۔ سرکش شیطان یعنی دیہاتی۔ کارِ نازک۔ نازک کام۔

من نیارم ترکِ امرِ شاہ کرد — من نتانم شد بر شہ روئے زرد
میں بادشاہ کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتا — میں بادشاہ کے سامنے شرمندہ نہیں بن سکتا

ہر صباح و ہر مسا سرہنگِ خاص — میرسد از من ہمی جوید مناص
ہر صبح اور ہر شام ایک خاص سپاہی — آتا ہے اور مجھ سے خلاصی چاہتا ہے

تو روا داری کہ آیم سوئے دِہ — تا در ابرو افگند سلطاں گرہ
تو مناسب سمجھتا ہے کہ میں گاؤں کی طرف آجاؤں — یہاں تک کہ بادشاہ پیشانی پر گرہ ڈالے

بعد ازاں درمانِ خشمش چوں کنم — زندہ خود را زیں مگر مدفوں کنم
اس کے بعد اس کے غصہ کا کیا علاج کروں؟ — ہاں اس سے اپنے آپ کو زندہ دفن کر دوں

زیں نمط اُو صد بہانہ باز گفت — حیلہا با حکمِ حق نفتاد جفت
اس طرح کے اس نے سینکڑوں بہانے بنائے — (لیکن) حیلے حکم خداوندی کے مطابق نہ ہو سکے

گر شود ذراتِ عالم حیلہ پیچ — با قضائے آسماں ہیچ ست ہیچ
اگر تمام دنیا کے ذرے حیلہ گری کریں — آسمان کے فیصلے کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں — چوں کند او خویش را از وے نہاں
یہ زمین آسمان سے کیسے گریز کرے — یہ اپنے آپ کو اس سے کیسے چھپائے

ہر چہ آید ز آسماں سوئے زمیں — نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں
جو کچھ آسمان سے زمین پر آتا ہے — (اس سے) نہ مفر ہے نہ کوئی تدبیر نہ چھپنے کی جگہ

آتشش از خورشید می بارد برو — او بپیشِ آتشش بنہادہ رو
سورج سے اس پر آگ برستی ہے — وہ اس کی آگ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے

ور ہمی طوفاں کند باراں برو — شہرہا را میکند ویراں برو
وہ اگر اس پر بارش کا طوفان برسائے — اس پر شہروں کو ویران کرے

او شدہ تسلیم او ایوب وار — کہ اسیرم ہر چہ می خواہی بیار
وہ (حضرت) ایوب کی طرح اس کے آگے سر جھکائے ہے — کہ میں قید کی ہوں تو جو چاہے کر

اے کہ جزوِ ایں زمینی سر مکش — چونکہ بینی حکمِ یزداں در مکش
اے وہ کہ تو اس زمین کا جزو ہے سرکشی نہ کر — جب تو خدا کا حکم (آتا) دیکھے ز دوازہ بند نہ کر

چوں خلقناکم شنیدی من تراب — خاک باشی جست از تو رو متاب
جبکہ تو نے ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے سن لیا ہے — اس نے تجھ سے خاک بن جانا چاہا ہے روگردانی نہ کر

ا روئے زرد۔ یعنی بادشاہ کا کام نہ کر سکوں گا تو شرمندگی ہوگی۔ مناص چھٹکارے کی جگہ۔ گرہ۔ یعنی بادشاہ ناراض ہو جائے گا۔ مدفون یعنی بادشاہ ناراض ہو کر زندہ درگور کر دے گا۔ جفت۔ یعنی اس کے بہانے تقدیر خداوندی کا مقابلہ نہ کر سکے اور اسکو گاؤں جانا پڑا۔ گر شود قضا کے بالمقابل انسان مجبور ہے۔
۲ آتش۔ زمین سورج کی تپش برداشت کرنے پر مجبور ہے اسی طرح انسان قضا کے مقابلہ میں لاچار ہے۔ ایوب وار حضرت ایوب کا صبر مشہور ہے۔ اسکے جزو۔ انسان مٹی سے بنا ہے
۳ خلقناکم قرآن پاک میں ہے اے انسانوں ہم نے تمہیں زمین کی مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں ہم لوٹائیں گے۔

بیں[1] کہ اندر خاک تخمے کاشتم
دیکھ لے میں نے مٹی میں بیج بویا

گرد خاکی و منش افراشتم
وہ خاکی بنا اور میں نے اس کو بلند کیا

حملۂ دیگر تو خاکی پیشہ گیر
دوسری بار تو خاکی ہونا اختیار کر

تا کُنم بر جملہ میرانت امیر
تاکہ میں تجھے تمام سرداروں کا سردار بنادوں

آب از بالا بہ پستی در رود
پانی بلندی سے پستی میں جاتا ہے

آنگہ از پستی بہ بالا بر رود
تب پستی سے بلندی پر جاتا ہے

گندم[2] از بالا بزیرِ خاک شد
گیہوں بلندی سے مٹی کے نیچے گیا

بعد ازاں اُو خوشہ چالاک شد
اس کے بعد وہ لہلہاتا خوشہ بنا

دانۂ ہر میوہ چوں گردد دفیں
ہر پھل کا دانہ جب گڑتا ہے

بعد ازاں سرہا بر آرد از زمیں
اس کے بعد زمین سے سر ابھارتا ہے

اصلِ نعمتہا ز گردوں تا بخاک
تمام نعمتوں کی اصل آسمان سے مٹی تک

زیر آمد شد غذائے جانِ پاک
نیچے آئی، تو پاک جان کی غذا بنی

از تواضع چوں ز گردوں شد بزیر
تواضع کی وجہ سے جب وہ آسمان سے نیچے آیا

گشت جزوِ آدمی حی دلیر
تو وہ زندہ دلیر انسان کا جزو بن گیا

پس صفاتِ آدمی شد آں جماد
تو وہ بے جان آدمی کی صفات سے موصوف ہو گیا

بر فرازِ عرش پراں گشت شاد
خوش ہو کر آسمان کی بلندی پر اڑ گیا

کز جہانِ[3] زندہ اول آمدیم
ہم پہلے زندہ جہان سے آئے

باز از پستی سوئے بالا شدیم
پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے

جملہ اجزا در تحرک در سکون
تمام اجزا حرکت اور سکون میں

ناطقاں کہ انا الیہ راجعون
کہتے ہیں کہ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

ذکر و تسبیحاتِ اجزائے نہاں
پوشیدہ اجزاء کے ذکر اور تسبیح نے

غلغلے افگند اندر آسماں
آسمان میں غلغلے ڈال دیا

چوں قضا آہنگ نارنجات کرد
جب قضا نے طلسم کرنے کا ارادہ کیا

روستائی شہری را مات کرد
دیہاتی نے شہری کو مات دے دی

با ہزاراں حزم خواجہ مات شد
ہزاروں احتیاطوں کے باوجود خواجہ ہار گیا

زاں سفر در معرضِ آفات شد
اور اس سفر سے آفتوں میں پھنس گیا

[1] بیں - خاکساری کے بعد سرخروئی حاصل ہوتی ہے بیج مٹی میں مل کر نشو و نما پاتا ہے حملۂ دیگر - انسانی خاکی پیکر اختیار کیا دوبارہ وہ خاکی بنے گا تو بڑے مراتب حاصل کرے گا بہ بالا - پانی پھر بھاپ بنکر بلندی کی طرف جاتا ہے یا کنویں سے اوپر نکالا جاتا ہے اور انسان کا جزو بنتا ہے

[2] گندم - گیہوں کا دانہ مٹی میں ملتا ہے پھر ہرا بھرا خوشہ بنکر ابھرتا ہے - اصلِ نعمتہا پانی آسمان سے برسا پھر زمین سے نکل کر انسان کا جزو بنا اور انسانی صفات اختیار کر کے عرش تک پہونچا

[3] جہانِ زندہ یعنی عالم ارواح - سوئے بالا - عالم ارواح ذکر و تسبیحات - کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے

اعتمادش[1] بر ثباتِ خویش بود — گرچہ کہ بدنیم سیلش در ربود
اُس کو اپنی ثابت قدمی پر بھروسہ تھا — اگرچہ پہاڑ تھا اُس کو آدھا سیلاب بہالے گیا

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر — عاقلاں گردند جملہ کور و کر
قضا جب آسمان سے سر نکالتی ہے — سب عقلمند اندھے بہرے ہو جاتے ہیں

ماہیاں افتند از دریا بروں — مرغِ پرّاں گردد از دامے زبوں
مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں — اُڑنے والا پرندہ ایک جال سے عاجز آجاتا ہے

تا پری و دیو در شیشہ شود — بلکہ ہاروتے ببابل در رود
یہاں تک کہ دیو اور پری بوتل میں بند ہو جاتے ہیں — بلکہ ہاروت بابل میں چلا جاتا ہے

جز کسے کاندر قضا اندر گریخت — خون او را ہیچ تربیعے نریخت
سوائے اُس کے جو قضا کی پناہ میں آگیا — کوئی تربیع اُس کا خون نہ بہا سکی

غیر آنکہ در گریزی در قضا — ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا
سوائے اُس کے کہ تو قضا کی طرف بھاگے — کوئی تدبیر تجھے رہائی نہیں دلا سکتی

قصۂ اصحاب ضرواں[2] و حیلہ کردنِ ایشاں تا بے زحمت فقیراں باغہا را قطاف کنند

ضروان والوں کا قصہ اور اُن کا تدبیر کرنا تاکہ فقیروں کی زحمت سے بچ کر وہ باغوں کے پھل توڑ لیں

قصۂ اصحاب ضرواں خواندہٖ — پس چرا در حیلہ جوئی ماندہٖ
تو نے ضروان والوں کا قصہ پڑھا ہے — پھر تو کیوں حیلہ جوئی میں لگا ہے؟

حیلہ می کردند کژدم نیش چند — کہ برند از روزیِ درویش چند
چند بچھو جیسے ڈنک والے تدبیر کرتے تھے — کہ چند فقیروں کی روزی مار دیں

شب ہمہ شب می سگالیدند مکر — روئے در رو کردہ چندیں عمرو بکر
تمام رات مکر اور حیلے سوچتے رہے — آمنے سامنے ہو کر بہت سے عمرو بکر

خفیہ می گفتند سرہا آں بداں — تا نباید کہ خدا دریابد آگہ
اُن نالائقوں نے راز مخفی طور پر کہے — تاکہ خدا اُن کو نہ جان جائے

باگِل[3] اندایندہ اسگالیدہ گِل — دست کارے می کند پنہانِ دل
کہگل نے کہگل کرنے والے کے خلاف سوچا؟ — ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرتا ہے؟

[1] اعتمادش۔ شجری کو اپنی عقل پر گھمنڈ تھا۔ در شیشہ جن اور پری بوتل میں بند کر لینے کا ایک شاعرانہ اور عامیانہ تخیل ہے جز کسے۔ ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا۔ نحن نفر من قدر اللہ الیٰ قدر اللہ۔ ہم اللہ کی قضا سے اللہ ہی کی قضا کی طرف فرار اختیار کرتے ہیں۔ تربیع کسی شخص کے طالع کے دو ستاروں کا اس طرح جمع ہونا کہ ایک دوسرے کے اعتبار سے چوتھے خانے میں ہو یہ صورت اُس شخص پر منحوس اثرات ڈالتی ہے۔

[2] ضرواں۔ یمن میں صنعا کے قریب ایک گاؤں ہے اُس کے باشندوں کا یہ قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ حیلہ کردند فقراء کو محروم کرنے کی تدبیر سوچی۔ خفیہ آہستہ سرگوشی اس لئے کر رہے تھے کہ خدا اُن کی سازش کو نہ سن سکے۔

[3] گِل۔ کہگل، کہگل کرنیوالے سے اپنا راز نہیں چھپا سکتی نہ ہاتھ دل سے اپنا کام مخفی رکھ سکتا ہے۔

کیفَ لا یعلمُ ہواکَ من خلقْ[1] — اِنَّ فی نجواکَ صِدقًا اَمْ مَلَقْ
تیری خواہش کو کیسے نہ جانیگا جس نے پیدا کیا — تیری خفیہ باتوں میں سچائی ہے یا جھوٹ

کیفَ یغفلُ عن ظعینٍ[2] رَغَدا — مَن یُعایِنُ اَینَ مثواہُ غَدا
خوش عیش، ہودج نشین سے وہ کیسے ناواقف ہوگا؟ — جو دیکھ رہا ہے کہ کل کو اُس کا ٹھکانا کہاں ہے

اَینما قدْ ہبطا اَوْ صعدا — قدْ تولّاہُ واَحصیٰ عددا
کہاں وہ نشیب میں اُتری کہاں اونچائی پر چڑھی — وہ اُس کا نگراں ہے اور اُس نے شمار کر لیا ہے

گوش کُن اکنوں حدیثِ خواجہ را — کو سوئے دِہ چوں شُد و دید او جزا
اب خواجہ کی بات سُن — کہ وہ شہر کی جانب کیسے گیا اور اُس نے سزا بھگتی

گوش را اکنوں زغفلت پاک کُن — استماعِ ہجرِ آں غمناک کُن
اب کان کو غفلت سے پاک کرلے — اُس غمناک کی، ہجرت (کا قصہ) سُن

تا چہا دید از بلا و از عنا — در رہِ دِہ چوں شد از شہر او جدا
اُس نے کس قدر بلا اور مشقت دیکھی — گاؤں کے راستہ میں جب وہ شہر سے جدا ہوا

آں زکاتے داں کہ غمگیں را دہی — گوش را چوں پیشِ دستانش[3] نہی
اُس کو ایک زکوٰۃ سمجھ جو تو غمزدہ کو دے رہا ہے — جب تو کان اُس کی داستان پر دھرے

بشنوی غمہائے رنجورانِ دل — فاقۂ جانِ شریف از آب و گل
دل کے بیماروں کا غم سُن لے — آب و گل (میں پھنسنے) سے شریف جان کا فاقہ ہے

خانۂ پُر دُود دارد پُر فنے — مر ورا بکشا ز اصغا روزنے
صاحبِ ہُنر کا گھر (دل) دھوئیں سے بھرا ہوا ہے — اُس کی بات سُننے کے لئے (کان کے) سوراخ کھولکر

گوشِ تو او را چو راہِ دم شود — دُودِ تلخ از خانۂ او کم شود
جب تیرا کان اسکے سانس لینے کا راستہ بن جائے — کڑوا دھواں اُس کے گھر میں سے کم ہو جائے

غمگساری کُن تو با ما اے رَوی — گر بسوئے ربِّ اعلیٰ می روی
اے سیراب! ہماری غمگساری کر — اگر تو ربِّ اعلیٰ کی طرف جا رہا ہے

ایں تردد حبس و زندانی بُود — کو نہ بگذارد کہ جاں سوئے رود
یہ تردد قید اور قیدی ہے — جو نہیں چھوڑتا کہ جان کسی طرف جائے

ایں بدیں سو آں بداں سُو می کشد — ہر یکے گوید منم راہِ رشد
یہ اس جانب وہ اُس جانب کھینچتا ہے — ہر شخص کہتا ہے میں ہدایت کا راستہ ہوں

لہ کیف۔ قرآن پاک میں ہے: اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔ بیشک وہ اللہ جانتا ہے اُن کو جن کو اُس نے پیدا کیا ہے وہ مہربان اور باخبر ہے۔

[2] ظعین۔ ہودج نشین سواری مثنوی۔ ٹھکانا۔ عنا۔ مشقت۔ آں زکاتے۔ کسی غمناک کی داستان سُن لینا اُس پر بہت بڑا احسان ہوتا ہے اُس کے دل کا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

[3] دستاں۔ داستان۔ خانہ۔ اُس کا دل غم کے دھوئیں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ تیرا سُننا گویا ایک سوراخ ہے جس کے ذریعہ اُس کے دل کا دھواں خارج ہوتا ہے۔ رَوی۔ سیراب یعنی جبکہ تیرا سلوک راہِ حق پر ہے اور عروج حاصل ہے تو ہمیں بھی معیت کا شرف بخش دے۔

این تردد[۵۱] عقبۂ راہِ حق ست — ای خنک آنکس کہ پایش مطلق ست
یہ تردد، اللہ کے راستہ کی گھاٹی ہے — وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جس کا پیر آزاد ہے

بے تردد می رود در راہِ راست — رہ نمیدانی بجو گامش کجاست
وہ سیدھے راستہ پر بغیر تردد جا رہا ہے — (اگر) تو راستہ نہیں جانتا ہے جا اُس کا نشانِ قدم معلوم کرلے

گامِ آہو را بگیر و رو معاف — تا رسی از گامِ آہو تا بناف
تو ہرن کے (نشانِ) قدم پکڑ لے اور عافیت سے چلا جا — تاکہ تو ہرن کے نشانِ قدم سے نافہ تک پہونچ جائے

زیں روش بر اوجِ انور می روی — اے برادر گر بر آذر می روی
اس رفتار سے تو روشن بلندی پر جا رہا ہے — اے بھائی! اگر تو آگ پر چل رہا ہے

نے ز دریا ترس و نے از موج و کف — چوں شنیدی تو خطابِ لاتخف
نہ دریا سے ڈر، نہ موج سے، نہ جھاگ سے — جب تو نے "نہ ڈر" کا خطاب سن لیا ہے

لاتخف دان چونکہ خوفت داد حق — نان فرستد چوں فرستادت طبق
جبکہ تجھے اللہ نے خوف دیا ہے تو اپنے آپکو لاتخف کا مصداق سمجھ — وہ روٹی بھیجدے گا جبکہ اُس نے تجھے طباق دیا ہے

خوف[۵۲] آنکس راست کو را خوف نیست — غصہ آنکس راکش اینجا طوف نیست
ڈر اسی کے لئے ہے جس کو ڈر نہیں ہے — غم اُس کے لئے ہے جس کو یہاں طواف کا موقع نہیں ہے

روان شدنِ خواجہ بسوئے دِہ با عیالان

خواجہ کا بچوں کے ساتھ گاؤں کو روانہ ہونا

خواجہ در کار آمد و تجہیز ساخت — مرغِ عزمش سوئے دِہ اشتاب تاخت
خواجہ کام میں لگا اور سامان تیار کیا — اُنکے ارادہ کا پرند جلد گاؤں کی جانب روانہ ہوا

اہل و فرزنداں سفر را ساختند — رخت را بر گاوِ عزم انداختند
اہل اور اولاد نے سفر کی تیاری کرلی — سامان ارادے کے بیل پر لاد دیا

شادمانان و شتاباں سوئے دِہ — کہ برے خوردیم از دِہ مژدہ دِہ
خوشی خوشی جلدی سے گاؤں کی جانب — کہ ہم نے گاؤں کے پھل کھائے ہیں خوشخبری سُنا

مقصدِ ما را چراگاہِ[۵۳] خوش ست — یارِ ما آنجا کریم و دلکش ست
ہمارے مقصد کے لئے عمدہ چراگاہ ہے — اُس جگہ ہمارا دوست سخی اور دلنواز ہے

با ہزاراں آرزو ما را خواندہ است — بہرِ ما غرسِ کرم بنشاندہ است
اُس نے ہمیں ہزاروں تمناؤں سے بُلایا ہے — اُس نے ہمارے لئے سخاوت کا پودا لگایا ہے

[۵۱] تردد۔ تردد کی کیفیت عروج کیلئے سفر ہے۔ عقبہ۔ گھاٹی جس سے عبور دشوار ہوتا ہے۔ پایش یعنی تردد کی کیفیت اسکو سلوک سے مانع نہیں ہے اُس کا اتباع کرے۔ گام۔ ہرن کا نافہ حاصل کرنا ہے تو اسکے نقشِ قدم پکڑ کر چلنے سے بالآخر اُس کا نافہ حاصل ہو جائے گا۔ آثار سے ہی ذات تک رسائی ہوگی۔ بر آذر یعنی مجاہدات کی سختی۔ لاتخف۔ جبکہ اللہ کی جانب سے بشارت حاصل ہو گئی ہے تو راہ کی مشکلات سے نہ ڈرنا چاہیئے۔

[۵۲] خوف۔ خوف کا طاری ہونا یہ علامت ہے کہ لاتخف کا مقام حاصل ہوگا جو خوف سے بالکل خالی ہے یہ اُس کی محرومی کی دلیل ہے۔ برے یعنی قسم قسم کے پھل۔ مژدہ۔ خوشخبری۔

[۵۳] چراگاہِ خوش۔ دلکش سبزہ زار۔ یار۔ یعنی دعوت دینے والا دیہاتی۔ غرس۔ پودا۔

ماذخیرہ[۵۱] دہ زمستانِ دراز | از برِ او سوئے شہر آریم باز
ہم دشتی لیجے جاڑوں کے لئے سامان | اُس کے پاس سے شہر لے آئیں گے

بلکہ باغ ایثارِ راہِ ما کند | در میانِ جانِ خود ماں جا کند
بلکہ وہ باغ ہمارے لئے قربان کر دے گا | اپنی جان میں ہماری جگہ بنائے گا

عَجِّلُوْا اَصْحَابَنَا کَےْ تَرْبَحُوْا | عقل می گفت اندروں لَا تَفْرَحُوْا
ہمارے ساتھیو! جلدی کرو تاکہ نفع اٹھاؤ | اندر سے عقل کہتی تھی "خوش نہ ہو"

مِنْ رِبَاحِ اللہِ کُوْنُوْا رَابِحِیْن | اِنَّ رَبِّیْ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْن
اللہ کے نفع سے نفع اٹھانے والے بنو | بیشک میرا خدا خوش ہونیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہے

اِفْرَحُوْا هَوْنًا بِمَا اٰتَاکُمْ | کُلُّ اٰتٍ مُشْغِلٌ اَلْهٰکُمْ
اُس پر ہلکے سے خوش ہو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے | ہر آنے والی خبر مشغول کرنے والی ہے جس نے تمہیں غافل بنایا

شاد ازوے شو مشو از غیرِ وے | کو بہارست و دگرہا[۵۲] ماہ دے
اُس سے خوش ہو اُس کے غیر سے نہ ہو | کیونکہ وہ (موسمِ) بہار ہے، دوسرے ماگھ کا مہینہ

ہر چہ غیرِ اوست استدراجِ تست | گرچہ تخت و ملکِ تست و تاجِ تست
جو کچھ اُس کے علاوہ ہے وہ تیرا استدراج ہے | خواہ وہ تیرا تخت اور سلطنت ہو اور تیرا تاج ہو

شاد از غم شو کہ غم دامِ لقاست | اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست
غم سے خوش ہو کیونکہ وہ لقا (خداوندی) کا ذریعہ ہے | اس راستہ میں پستی کی جانب جانا بلند ہونا ہے

غم یکے گنجیست و رنجِ تو چو کاں | لیک کے در گیرد ایں در کودکاں
غم ایک خزانہ ہے اور تیرا رنج کان ہے | لیکن اس بات کا اثر بچوں پر نہیں ہے

کودکاں[۵۳] چوں نامِ بازی بشنوند | جملہ با خرگور ہم تگ می دوند
بچے جب کھیل کا نام سنتے ہیں | سب گورخر کے ہمرفتار ہوتے ہیں

اے خراماں گور ایں سو دامہاست | در کمیں ایں سوئے خوں آشامہاست
اے ٹہلنے والے گورخر! اس طرف جال ہیں | اِس جانب گھات میں خون پینے والی (بلائیں) ہیں

تیرہا پنہاں نشد لیکن کماں | گشت پنہاں از دو چشمِ مردماں
تیر پوشیدہ نہیں ہیں لیکن کمان | انسانوں کی دو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے

تیرہا پراں کماں پنہاں و غیب | بر جوانے میرسد صد تیرِ شیب
تیر چل رہے ہیں، کمان چھپی ہوئی اور غائب ہے | ایک جوان پر بڑھاپے کے سو تیر پہنچتے ہیں

---

۵۱ ماذخیرہ یعنی اس گاؤں سے جاڑوں کیلئے بہت سے تحفے لیکر لوٹیں گے۔ عقل چونکہ کھوئی ہو کر محرومی اور مایوسی ہوگی۔ لا تفرحوا یعنی دنیا کی لذتیں زیادہ خوشی کا سبب نہ ہونی چاہئیں۔

۵۲ دگرہا۔ دنیاوی خوشیاں فانی ہیں۔ استدراج۔ ڈھیل یعنی دنیا کی مرغوبات آزمائش کیلئے ہوتی ہیں۔ غم۔ آخرت کی فکر خزانۂ بے بہا ہے۔

۵۳ کودکاں۔ جن کی عقل پختہ نہیں ہے وہ دنیاوی لذتوں کیطرف دوڑ پڑتے ہیں۔ ایں سو یعنی دنیاوی لذتیں۔ تیرہا۔ یعنی دنیا کے فتنے۔ شیب یعنی بڑھاپے کے مصائب۔

گام در صحرائے دل باید نہاد
دل کے جنگل میں قدم رکھنا چاہیئے
زانکہ در صحرائے[1] گِل نبود گشاد
اسلئے کہ مٹی کے جنگل (جسم) میں وسعت نہیں ہے

ایمن آباد ست دل اے مردماں
اے لوگو! دل امن آباد ہے
حصنِ محکم موضعِ امن و اماں
مضبوط قلعہ ہے امن و امان کی جگہ ہے

گلشنِ خرم بکامِ دوستاں
دوستوں کے حسب مُراد تازہ گلشن ہے
چشمہا و گلستاں در گلستاں
چشمے ہیں اور باغ در باغ ہیں

عُجْ اِلَی الْقَلْبِ وَسِرْ یَا سَارِیَہ
قلب کی طرف لوٹ اور چل رے چلنے والے
فِیْہِ اَشْجَارٌ وَّعَیْنٌ جَارِیَہ
اُس میں درخت اور جاری چشمہ ہے

دِہ مرو دِہ مرد را احمق کند
گاؤں میں نہ جانا گاؤں انسان کو احمق بنادیتا ہے
عقل را بے نور و بے رونق کند
عقل کو بے نور اور بے رونق بنادیتا ہے

خواجہ پندارد کہ روزی دِہ دہد
خواجہ سمجھتا ہے کہ گاؤں روزی دیتا ہے
ایں نمیداند کہ روزی دِہ دہد
یہ نہیں سمجھتا کہ روزی دینے والا (رزق) دیتا ہے

قولِ پیغمبر[2] شنو اے مجتبیٰ
اے برگزیدہ! پیغمبرؐ کا قول سُن لے
گورِ عقل آمد وطن در روستا
گاؤں کا وطن عقل کی قبر ہے

ہر کہ روزے باشد اندر روستا
جو گاؤں میں ایک دن رہے گا
تا بماہے عقلِ اُو ناید بجا
اُس کی عقل ایک مہینہ تک ٹھکانے نہ آئے گی

ہر کہ در رُستا کند روزے و شام
جو شخص ایک دن اور شام گاؤں میں گذاریگا
تا بماہے عقلِ اُو نبود تمام
ایک مہینہ تک اُس کی عقل مکمل نہیں ہوگی

تا بماہے احمقی با اُو بود
ایک مہینہ تک حماقت اُس کے ساتھ ہوگی
از حشیشِ دِہ جز اینہا چہ رود
گاؤں کی گھاس سے اسکے علاوہ اور کیا ہوگا

ہر کہ ماہے باشد اندر روستا
جو ایک مہینہ تک گاؤں میں رہے گا
روزگارے باشدش جہل و عمیٰ
اُس کی نادانی اور جہالت تمام عمر رہے گی

دِہ[3] چہ باشد شیخِ کامل ناشدہ
گاؤں کیا ہے؟ ناقص شیخ
دست در تقلید و در حجت زدہ
جس نے تقلید اور حجت بازی حاصل کی ہے

پیشِ شہرِ عقلِ کلی ایں حواس
کلی عقل کے شہر کے سامنے یہ حواس
چوں خرانِ چشم بستہ در خراس
آنکھوں پر پٹی بندھے ہوئے کولھو کے گدھوں کی طرح ہیں

۱ صحرائے گِل۔ دنیا۔ گشاد۔ وسعت۔ ایمن آباد۔ دل کی دنیا۔ مضبوط قلعہ ہے جس میں طرح طرح کے گلشن اور باغیچے ہیں۔ دِہ۔ قلب کی دنیا بمنزلہ شہر اور خارجی دنیا بمنزلہ گاؤں کے ہے۔ نیز مولانا نے آگے فرمایا ہے کہ گاؤں سے مراد شیخ ناقص ہے۔

۲ قولِ پیغمبر۔ حدیث ہے مَنْ سَکَنَ البَادِیَۃَ جَفَا جس نے دیہات کی سکونت اختیار کی وہ سخت دل بنا۔ تا بماہے۔ گاؤں میں ایک دن گذارنے سے انسان ایک مہینہ کے لئے بے عقل ہوجاتا ہے اور اگر ایک مہینہ گاؤں میں رہ لیا تو تمام عمر بے عقل رہیگا۔

۳ دِہ چہ باشد۔ یہاں گاؤں سے مراد ناقص شیخ ہے جو صرف مشائخ کی نقل اتارتا ہے۔ پیشِ شہر۔ شیخ کامل کے اعتبار سے یہ شیخ ناقص کولہو کا بیل ہے۔

ایں رہا کن صورتِ افسانہ گیر | روبہ ہل دُرِّ[۱] دانہ، گندم دانہ گیر

اس کو رہنے دے قصہ کی صورت اختیار کر | جا موتی کو چھوڑ دے گیہوں کا دانہ لے

گر بہ دُرِّ رہ نیست ہین گُم می ستاں | گر بداں سُو نیست رہ ایں سو براں

اگر موتی کی طرف رستہ نہیں ہے خبردار گیہوں لے لے | اگر اُس طرف راستہ نہیں ہے اِس طرف چل پڑ

ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژ بود | عاقبت ظاہر سوئے باطن برد

اُس کے ظاہر کو اختیار کر لے اگرچہ ظاہر ٹیڑھا ہو | آخر، ظاہر باطن ہی کی طرف جاتا ہے

اوّلِ ہر آدمی خود صورت است | بعد ازاں جاں کو جمالِ سیرت است

آدمی کی ابتدا خود صورت ہے | اُس کے بعد جان ہے جو باطن کا حُسن ہے

اوّلِ ہر میوہ جز صورت کے ست | بعد ازاں لذت کہ معنیٰ وے ست

ہر میوے کی ابتدا سوائے صورت کے کیا ہے | اُس کے بعد لذت ہے جو اُس کے معنیٰ ہیں

اوّلاً[۲] خرگاہ سازند و خرند | ترک را زاں پس بمہماں آورند

پہلے خیمہ تیار کرتے ہیں اور خریدتے ہیں | اُس کے بعد سردار کو مہمان بنا کر لاتے ہیں

صورتت خرگاہ واں معنی ست ترک | معنیت ملاح واں صورت چو فلک

تیری صورت خیمہ ہے اور معنی سردار ہیں | تیرے معنی ملاح ہیں اور صورت کشتی جیسی ہے

رفتنِ خواجہ و قومش بسوئے دِہ

خواجہ اور اس کی قوم کا گاؤں کی طرف جانا

بہرِ حق ایں را رہا کن یک نفس | تا خرِ خواجہ بجنباند جرس

خدا کے لئے اس بات کو تھوڑی دیر کیلئے چھوڑ دے | تاکہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلائے

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند | بر ستوراں جانبِ دِہ تاختند

خواجہ اور بچوں نے سامان تیار کیا | جانوروں پر چڑھ کر گاؤں کی جانب روانہ ہوگئے

شادمانہ سوئے صحرا راندند | سافروا کے تغنموا بر خواندند

خوشی خوشی جنگل کی جانب روانہ ہوگئے | "سفر کرو تاکہ غنیمت حاصل کرو" پڑھنے لگے

کز سفرہا بندہ کیخسرو شود | بے سفرہا ماہ کے خُسرو[۳] شود

سفروں کی وجہ سے غلام کیخسرو بن جاتا ہے | بغیر سفر کے چاند کب حسین بنتا ہے

از سفر بیدق شود فرزینِ راد | از سفر یابید یوسف[۴] صد مراد

پیادہ سفر کر کے عقلمند فرزین بن جاتا ہے | سفر سے (حضرت) یوسفؑ نے سیکڑوں مُرادیں پائیں

ف۱ دُرِّ دانہ۔ یعنی حکمت کی باتیں گر بہ بعد اگر حقیقت حاصل نہ ہو سکے تو صورت کو اختیار کر لینا چاہیئے، صورت سیرت کا وسیلہ ہے مشہور مقولہ ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ مجاز حقیقت تک پہنچنے کا پُل ہے۔ اوّل۔ ہر انسان پہلے پتلہ بنا پھر اُسمیں روح آئی ہے۔

بعد ازاں لذت۔ ابتدا کے پھل کی صورت بنتی ہے پھر اسمیں لذت آتی ہے۔

ف۲ اوّلاً خرگاہ۔ اسباب و ذرائع پہلے حاصل کرنے پڑتے ہیں تب مقصود حاصل ہوتا ہے۔ جرس۔ وہ گھنٹی جو سواری کی گردن میں باندھی جاتی ہے۔ جہاز۔ سامان۔ ستوراں۔ ستور کی جمع ہے، چوپایہ۔ سافروا۔ مشہور مقولہ اَلسَّفَرُ وَسِیْلَۃُ الظَّفَرِ سفر کامیابی کا ذریعہ ہے۔ کیخسرو۔ ایران کا مشہور شہنشاہ گذرا ہے۔

ف۳ خُسرو۔ چاند ابتداءً ہلال ہوتا ہے پھر بدرِ کامل بنتا ہے۔ از سفر۔ شطرنج کی نرد ون میں سے پیادہ جب چند خانے طے کر جاتا ہے تو وہ فرزین بنجاتا ہے جو شاہ کے بعد سب سے زیادہ قوی مہرہ مانا جاتا ہے۔

روزؔ روی از تابِ خور می سوختند
دن میں سورج کی گرمی سے مُنہ جُھلاتے تھے
شب ز اختر راہ می آموختند
رات کو ستاروں سے راستہ معلوم کرتے تھے

خوب گشتہ پیشِ ایشاں راہِ زشت
بُرا راستہ اُن کے لئے اچھا بن گیا تھا
از نشاطِ دِہ شدہ رہ چوں بہشت
گاؤں کی خوشی میں راستہ بہشت جیسا ہو گیا تھا

تلخؔ از شیریں لباں خوش می شود
شیریں لب والوں سے کڑوا بھلا ہوجاتا ہے
خار از گلزار دلکش می شود
چمن کی وجہ سے کانٹا دلکش ہوجاتا ہے

حنظل از معشوق خرما می شود
معشوق کی جانب سے اندرائن چھوارا بنجاتی ہے
خانہ از ہمخانہ صحرا می شود
گھر بیوی کی وجہ سے جنگل (چمن) ہوجاتا ہے

اے بسا ازنازنیناں خار کش
بہت سے نازوں کے پالے کانٹے چننے والے ہیں
بر اُمیدِ گلعذارے ماہ وش
گلاب جیسے رخسار چاند جیسے چہرے والے معشوق کی امید پر

اے بسا حمّال گشتہ پشت ریش
بہت سے بوجھ اٹھانے والے زخمی کمر ہیں
از برائے دلبر مہ روئے خویش
اپنے چاند جیسے مکھڑے والے معشوق کے لئے

کردہ آہنگر جمالِ خود سیاہ
لوہار نے اپنا حُسن کالا کیا
تا کہ شب آید ببوسد روئے ماہ
تاکہ رات آئے تو چاند جیسے مُنہ والی کا بوسہ لے

خواجہؔ تا شب بر دکانے چار میخ
خواجہ رات تک دکان پر قیدی ہے
زانکہ سروے در دلش کردست بیخ
اسلئے کہ ایک سرو قد نے اس کے دل میں جڑ کرلی ہے

تاجرے دریا و خشکی میرود
ایک تاجر دریا اور خشکی میں جاتا ہے
آں بہ مہرِ خانہ شینے می دود
وہ ایک خانہ نشین کی محبت کی وجہ سے دوڑتا ہے

ہر کرا با مُردہ سودائے بود
جو کسی بے جان کا عاشق ہوتا ہے
بر اُمیدِ زندہ سیمائے بود
وہ زندہ چہرے والے کی امید پر ہوتا ہے

آںؔ درودگر روئے آوردہ بچوب
وہ بڑھئی لکڑی کی طرف متوجہ ہے
بر اُمیدِ خدمتِ مہ روئے خوب
خوبصورت ماہ رُو کی خدمت کی اُمید پر

بر اُمیدِ زندہ کُن اجتہاد
زندہ کی اُمید پر کوشش کر
کو نگردد بعدِ روزے دو جماد
جو دو روز کے بعد جماد نہ بنے

مونسے مگزیں خسے را از خسی
کمینہ پن سے، کمینہ کو دوست نہ بنا
عاریت باشد درو آں مونسی
اُس میں وہ محبت عارضی ہے

ؔ روز۔ یعنی وہ سفر میں دن میں دھوپ برداشت کرتے تھے رات کو ستاروں کی پہچان سے سفر طے کرتے تھے۔ تلخ۔ مولانا چند مثالیں دیکر سمجھاتے ہیں کہ محبوب مقصود کی وجہ سے راہ کی سختیاں خوشگوار بنجاتی ہیں۔ حنظل۔ اندرائن جو ایک کڑوا پھل ہے۔ اے بسا۔ بہت سے نازک بدن، محبوب کی امید پر سختیاں برداشت کرتے ہیں۔ کردہ آہنگر۔ لوہار اپنا چہرہ کالا کرتا ہے۔

ؔ خواجہ۔ انسان محبوب بیوی کی خاطر دن بھر کمائی میں لگا رہتا ہے۔ خانہ شینے۔ خانہ نشینے۔ ہر کرا۔ انسان اپنی دستکاریوں میں مُردہ چیزوں لوہا لکڑی وغیرہ سے جو محبت کرتا ہے اور انکو بناتا ہے وہ کسی محبوب یعنی اولاد یا بیوی وغیرہ کی وجہ سے کرتا ہے۔

ؔ آں درودگر۔ بڑھئی اور لوہار کی محبت فانی محبوب کیلئے ہے۔ جماد۔ یعنی مر کر مٹی بنجانا۔ عاریت۔ فانی اشیاء کی محبت عارضی ہے

اُنسِ[1] تو با مادر و بابا کجاست
ماں اور باپ کے ساتھ تیری محبت کہاں ہے
گر بجز حق مونسانت را وفاست
اگر خدا کے علاوہ تجھ سے محبت کرنیوالوں میں وفا ہے

اُنس تو با دایہ و لالا چہ شُد
تیری محبت دایہ اور خادم کے ساتھ کیا ہوئی
گر کسے شاید بغیر حق عضد
اگر کوئی اللہ کے سوا (قوت) بازو ہونیکے لائق ہے

اُنسِ تو با شیر و با پستاں نماند
دودھ اور پستان کے ساتھ تیری محبت نہ رہی
نفرتِ تو از دبیرستاں نماند
مکتب سے تیری نفرت نہ رہی

آں شعاعے بُود بر دیوارِ شاں
اُن کی دیوار پر وہ ایک کرن تھی
جانب خورشید وا رفت آں نشاں
وہ نشانی سورج کی جانب لَوٹ گئی

بر ہر آں چیزے کہ اُفتد آں شعاع
جس چیز پر وہ کرن پڑ جائے
تو براں ہم عاشق آئی اے شجاع
اے بہادر! تو بھی اُس کا عاشق ہو جائیگا

عشقِ تو بر ہر چہ آں موجود بُود
جس موجود پر تیرا عشق تھا
آں ز وصفِ حق چو زر اندود بُود
وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے ملمع شدہ تھی

چوں[2] زرے با اصل رفت و مس بماند
جب سونا اصل کی طرف چلا گیا تانبا رہ گیا
و ززرِ خویشتن مُفلس بماند
اور اپنے سونے پن سے خالی رہ گیا

طبع سیر آمد طلاقِ اُو براند
طبیعت بھر گئی تو اُس کو طلاق دے دی
پشت بروے کرد و دست ازو فشاند
اُس کی طرف پیٹھ کر لی اُس سے ہاتھ اُٹھا لیا

از زر اندودِ صفاتش پا بکش
اُس کی صفات سے ملمع کی ہوئی چیزوں سے قدم ہٹالے
از جہالت قُلب را کم گوئی خوش
نادانی سے کھوٹے سکّے کو کھرا نہ کہہ

کاں[3] خوشی در قلبہا عاریتی ست
اسلئے کہ کھوٹے سکّوں میں حُسن عارضی ہے
زیرِ زینت مایۂ بے زینتی ست
سجاوٹ کے نیچے بھدے پن کا سرمایہ ہے

زر ز روئے قلب در کاں می رود
سونا، کھوٹے سکّے پر سے کان میں چلا جاتا ہے
سوئے کاں رو تو ہم کاں می رود
تو بھی اس کان کی طرف جا جہاں وہ جاتا ہے

نور از دیوار تا خور می رود
نور دیوار سے سورج کی طرف چلا جاتا ہے
تو بداں خور رو کہ در خور می رود
تو اُس سورج کی طرف جا کہ یہ مناسب ہے

زیں سپس بستاں تو آب از آسماں
اس کے بعد تو آسمان سے پانی لے
چوں ندیدی تو وفا از ناوداں
جب تو نے پرنالے سے وفا نہ دیکھی

---

[1] اُنسِ تو۔ ماں باپ کی محبت دودھ پلانے والی کی محبت سب عارضی اور چند روزہ ہے۔ نفرتِ تو۔ بچے کی مکتب سے نفرت بھی عارضی ہے۔ آں شعاع۔ مجازی محبوب پر حقیقی محبوب کا سایہ پڑ جاتا ہے اسلئے وہ محبوب بنجاتا ہے تو محبت کے لائق حقیقی محبوب ہی ہے۔ عشقِ تو۔ کائنات کا حُسن عارضی ہے وہ محض اِس بنا پر حسین ہیں کہ اُن پر اللہ کے حُسن کا پرتو پڑ گیا ہے۔

[2] چوں زرے۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ عارضی حسن اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے تو یہ عارضی حسین غیر حسین نہیں رہتا ہے۔ طبع۔ جب عارضی حُسن جاتا رہتا ہے تو اُس محبوب سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ زر اندود دنیا کی جملہ چیزوں پر ذات باری کے پرتو سے عارضی حُسن ہے اُن پر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے۔

[3] کاں خوشی۔ کائنات کا حُسن عارضی ہے، عارض کے رفع ہو جانے پر اُنکی بدصورتی واضح ہو جاتی ہے۔ کاں۔ ذات باری۔ نور۔ دیوار پر عارضی چمک ہے لہذا سورج سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے۔ زیں سپس۔ پانی کا منبع آسمان ہے، پرنالے سے وقتی طور پر پانی حاصل ہو سکتا ہے۔

مَعدنِ دُنبہ نباشد دامِ گرگ — کے شناسد مَعدنِ آں گرگِ سُترگ

دنبہ کی کان بھیڑیے کا جال نہیں ہوتی ہے — وہ موٹا بھیڑیا کان کو کہاں پہچانتا ہے؟

زرِ گماں بُردند بَستہ در گرہ — می شتابیدند مغروراں بدہٗ

سونے کو گرہ میں بندھا ہوا سمجھ رہے تھے — دھوکے میں مبتلا گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے

ہمچنیں خنداں و رقصاں می شدند — سُوئے آں دولاب چرخے می زدند

اسی طرح سے خوشی خوشی اور ناچتے ہوئے جا رہے تھے — اُس رہٹ کی طرف قلابازیاں کھا رہے تھے

چوں ہمی دیدند مُرغے می پَرید — جانبِ دہ صبر جامہ می دَرید

جب وہ دیکھتے تھے کہ کوئی پرندہ اُڑا جارہا ہے — گاؤں کی جانب وہ صبر کا جامہ چاک کرتے تھے

ہر نسیمے کز سُوئے دِہ می وَزید — گوئیا رُوح و رَواں می پرورید

جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی — گویا وہ روح اور جان کو پرورش کر رہی تھی

ہر کہ می آمد زِ دہ از سُوئے اُو — بوسہ میدادند خوش بر روئے اُو

جو گاؤں سے اُس طرف آتا تھا — اُس کے مُنہ کو خوب چومتے تھے

کہ تو رُوئے یارِ ما را دیدہٗ — پس تو جانِ جانِ ما را دیدہٗ

کہ تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے — لہٰذا تو ہمارے محبوب کی آنکھ ہے

نواختنِ مجنوں آں سگ را کہ مقیم کوئے لیلیٰ بود

مجنون کا اُس کتے کو نوازنا جو لیلیٰ کے کوچہ میں رہتا تھا

ہمچو مجنوں کو سگے را می نواخت — بوسہ اش میداد پیشش می گداخت

مجنوں کی طرح کہ وہ ایک کتے کو نوازتا تھا — اُس کو چومتا، اُس پر جان نثار کرتا

گردِ اُو می گشت خاضع در طواف — ہمچو حاجی گردِ کعبہ بے گزاف

عاجزی سے طواف میں اسکے چاروں طرف گھومتا تھا — بلا تکلف جس طرح حاجی کعبہ کے چاروں طرف

گہ سر و پایش ہمی بوسید و ناف — گہ جلاب شکرش می داد صاف

کبھی اُس کے سر اور پیر اور ناف کو چومتا تھا — کبھی صاف شکر آمیز گلاب پلاتا تھا

بوالفضولے گفت کاے مجنونِ خام — ایں چہ شید ست اینکہ می آری مُدام

ایک بیہودہ نے کہا اے ناقص پاگل — یہ کیسی مکاری ہے جو تو ہمیشہ کرتا ہے

پوزِ سگ دائم پلیدی می خورد — مقعدِ خود را بلب می استرد

مُنہ کتے کی تھوتنی ہمیشہ پلیدی کھاتی ہے — اپنی مقعد کو ہونٹوں سے چاٹتی ہے

۵۱ معدنِ دنبہ۔ حقیقی لذتوں کا مرکز یعنی ذاتِ باری۔ گرگ۔ یعنی دنیادار انسان۔ زر ۔ خواجہ اور اُس کی اولاد گاؤں کیطرف جارہے تھے اور یہ خیال لئے ہوئے تھے کہ مقصود اُن کے ہاتھ آچکا ہے۔ دولاب یعنی گاؤں پہونچکر لطف اٹھانا ہم۔ چرخ زدن۔ قلابازیاں کھانا۔ ہر کہ۔ گاؤں کی طرف سے آنیوالے سے بھی محبت کا اظہار کرتے۔ یار۔ یعنی وہ دیہاتی جس نے دعوت دی تھی۔

۵۲ نواختن۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ محبوب کے در کا کتا بھی محبوب ہوتا ہے اسی وجہ سے وہ لوگ گاؤں سے متعلق ہر چیز سے محبت کا اظہار کرتے تھے۔ گردِ او۔ مجنون کتے کا اسی طرح طواف کرتا تھا جس طرح حاجی کعبہ کا طواف کرتا ہے۔

۵۳ جلاب۔ گلاب یعنی اُسکو قند و گلاب کا شربت پلاتا تھا۔

عیبہائے سگ بسے اُو می شمُرد
وہ کتے کے بہت سے عیب گنتا رہا
عیبداںؒ از غیبداں بوئے نبرُد
عیب جاننے والا غیب جاننے والے کا رازنہ پاسکا

گفت مجنوں ہمہ نقشی و تن
مجنوں نے کہا تو مجسم نقش اور صورت ہے
اندر آو بنگرش از چشمِ من
اندر آ، اور اُس کو میری آنکھ سے دیکھ

کایں طلسمِ بستۂ مولیٰ ست ایں
کہ یہ طلسم مولا کا قائم کیا ہوا ہے
پاسبانِ کوچۂ لیلیٰ ست ایں
یہ لیلےٰ کے کوچہ کا محافظ ہے

ہمتش بین و دل و جان و شناخت
اُس کی ہمت اور دل اور جان اور پہچان کو دیکھ
کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت
کہ اُس نے کس جگہ کو پسند کیا اور ٹھکانا بنایا ہے

اُو سگِ فرخ رُخِ کہفِ من ست
وہ میرے غار کا مبارک رُو کُتا ہے
بلکہ اُو ہم درد و ہم لہفِ من ست
بلکہ وہ میرا ہمدرد اور غم خوار ہے

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم
وہ کُتا جو اُس کے کوچہ میں مقیم ہے
خاکِ پایش بہ ز شیرانِ عظیم
بڑے شیروں سے اُسکے پیروں کی خاک بہتر ہے

آں سگے کہ باشد اندر کوئے اُو
وہ کُتا جو اُس کے کوچہ میں ہو
من بشیراں کے دہم یک موئے اُو
میں شیروں کے بدلے میں اُسکا ایک بال کب دے سکتا ہوں

آنکہؒ شیراں مر سگانش را غلام
وہ ذات کہ شیر اُس کے کُتّے کے غلام ہیں
گفت امکاں نیست خامش والسلام
بیان کرنا ممکن نہیں ہے، چُپ ہوجا والسلام

گرزؒ صورت بگذرید اے دوستاں
اے دوستو! اگر تم صورت سے گزر جاؤ گے
جنت ست و گلستاں در گلستاں
جنّت ہے اور باغ در باغ ہیں

صورتِ خود چوں شکستی سوختی
جب تو نے اپنی صورت توڑ دی (اور) جلا دی
صورتِ کُل را شکست آموختی
(تو) سب کی صورت کو توڑنا سیکھ لیا

بعدؒ ازاں ہر صورتے را بشکنی
اُس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا
ہمچو حیدرؓ بابِ خیبر برکنی
حیدرؓ کی طرح خیبر کے دروازے کو اکھاڑ دے گا

سغبۂ صورت شد آں خواجہ سلیم
وہ بھولا خواجہ صورت پر فریفتہ ہوگیا
کو بدہ می شُد بگفتارِ سقیم
جو غلط باتوں سے گاؤں کی طرف روانہ ہوگیا

سوئے دامِ آں تملق شادماں
خوشامد کے اُس جال کی جانب خوشی خوشی
ہمچو مرغے سوئے دانۂ امتحاں
جیسا کہ پرندہ آزمائش کے دانہ کی جانب

لے عیبداں۔ یعنی عیب شمار کرنے والا غیبداں۔ یعنی مجنوں جو لیلیٰ کے کُتے سے محبت کا اظہار کررہا تھا۔ از چشمِ من۔ یعنی لیلیٰ را بچشمِ مجنوں باید دید۔ کلیمی حسن یعنی یکتا محبّتِ عشق۔ کُتّے کے ظاہر کو نہ دیکھ اسکے اعلیٰ اوصاف پر نظر کرو۔ ہم لہف۔ ہمدرد، غمخوار۔

سے بشیراں۔ یعنی اس کُتّے کا بال دیکر بھی شیروں کو نہیں خریدا جاسکتا۔

سے آنکہ۔ جب بجاری محبوب کے کُتّے کیساتھ یہ تعلق ہوتا ہے تو محبوبِ حقیقی سے متعلق چیزوں سے کسقدر محبت ہونی چاہیئے۔

گرز صورت۔ اگر انسان صورت پرستی سے بلند ہوجائے تو پھر حقیقت کی جنت کی سیر کرسکتا ہے۔ صورتِ کل۔ اگر انسان اپنا بُت توڑ دے تو پھر بت شکنی کرسکتا ہے۔

سے بعد ازاں۔ خودی کو ختم کرکے حیدری قوت حاصل ہوسکتی ہے۔ سغبۂ۔ خواجہ اور اسکی اولاد صورت پرستی میں مبتلا ہوگئی تھی اسی لئے دیہاتی کی چکنی چپڑی باتوں میں پھنسی۔ سوئے دام۔ اُس دیہاتی کی باتیں ایسی ہی تھیں جیسے کہ جال کا دانہ۔

از کرم دانست آں مرغِ حریص
اس لالچی پرندنے منجملۂ سخاوت جانا
دانہ را با دام لیکن شد محیص[1]
دانہ کو جال کے ساتھ لیکن، بچاؤ کا موقع جاتا رہا

از کرم دانست مرغ آں دانہ را
پرند اس دانہ کو منجملۂ سخاوت جانا
غایتِ حرص ست نے جود و عطا
(لیکن یہ تو) انتہائی لالچ ہے نہ کہ بخشش اور عطا

مرغکاں در طمعِ دانہ شادماں
پرند دانہ کے لالچ میں خوشی خوشی
سوئے آں تزویر پَراں و دواں
اس مکر کی جانب اُڑ اور دوڑ رہے ہوتے

گر ز شادی ہاش آگاہت کنم
اگر میں تجھے انکی خوشیوں سے باخبر کروں
ترسم اے رہرو کہ بیگاہت کنم
اے رہرو! میں ڈرتا ہوں کہ تیرا وقت بیکار کرونگا

مختصر کردم چو آمد دِہ پدید
میں نے مختصر کردیا، جو گاؤں نظر آیا
خود نبود آں دِہ دہِ دیگر گزید
یہ وہ گاؤں نہ تھا، دوسرا گاؤں تھا

قربِ ماہے دہ بدہ می تاختند
تقریباً وہ ایک مہینہ گاؤں در گاؤں بھاگے پھرے
زانکہ راہِ دہ نکو نشناختند
کیونکہ وہ گاؤں کے راستہ کو اچھی طرح نہ جانتے تھے

ہر کہ[2] در رہ بے قلاوزے رود
جو بغیر رہبر کے راستہ پر چلے گا
ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود
دو دن کا راستہ سو سال کا ہو جائے گا

ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل
جو کعبہ کی جانب بغیر راہبر کے روانہ ہوگا
ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل
وہ ان حیرانوں کی طرح ذلیل ہوگا

ہر کہ گیرد پیشۂ بے اوستا
جو بغیر کسی استاد کے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے
ریشخندے شد بشہر و روستا
وہ گاؤں اور شہر میں مضحکہ بنتا ہے

زانکہ نادر باشد اندر خافقیں
مشرق و مغرب میں یہ بات نادر ہوگی
کادمی سر بر زند بے والدیں
کہ بغیر ماں باپ کے آدمی پیدا ہو

مال[3] اُو یابد کہ کسبے می کند
مال وہ پاتا ہے، جو کماتا ہے
نادرے باشد کہ بر گنجے زند
نادر ہوتا ہے، کہ خزانہ مل جائے

مصطفائے کو کہ جسمش جاں بود
مصطفیٰؐ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی روح تھا
تا کہ رحماں عَلَّمَ القرآں بود
تاکہ اللہ تعالےٰ قرآن پڑھاوے

اہلِ تن را جملہ عَلَّم بالقلم
تمام جسمانی لوگوں کو قلم سے سکھایا
واسطہ افراشت در بذل و کرم
واسطہ بنایا جود و عطا میں

[1] محیص۔ بچاؤ کی جگہ۔ از کرم۔ دیہاتی کی باتوں کو کرم پر محمول کیا۔ تزویر۔ فریب۔ شادیہاش۔ خواجہ کو اس دیہاتی کی باتوں سے کس قدر خوشی تھی۔ خود نبود جس گاؤں میں پہونچے وہ اس دعوت دینے والے دیہاتی کا گاؤں نہ تھا۔

[2] ہر کہ۔ جو استاد اور شیخ کی رہبری کے بغیر چلے گا اس کا بھی حال ہوگا جو اس خواجہ اور اس کے بال بچوں کا ہوا۔ ریشخند یعنی کچھ حاصل نہ ہوگا اور وہ مضحکہ بن جائیگا۔ زانکہ اسباب ظاہری کے بغیر مقصد کو پہونچنا بالکل ایسا ہی نادر ہے جیسا کہ ماں باپ کے بغیر بچے کا پیدا ہوجانا۔

[3] مال۔ معروف طریقہ پر محنت کرنے سے مقصد حاصل ہوتا ہے۔ مصطفیٰؐ۔ یہ آنحضورؐ کی خصوصیت تھی کہ استاد کے بغیر براہ راست ذات خداوندی سے انکو علوم حاصل ہوئے۔ اہل تن۔ عوام کو بذریعہ قلم ہی تعلیم دی جاتی ہے۔

هر حریصے هست محروم اے پسر — چوں حریصاں تگ مرو آهسته تر

اے بیٹا! ہر لالچی محروم ہے — لالچیوں کی طرح نہ دوڑ، بہت آہستہ چل،

اندراں[1] رہ رنجها دیدند و تاب — چوں عذاب مرغ خاکی اندر آب

اس راستہ میں انھوں نے بہت رنج اور تکلیف دیکھی — جیساکہ خشکی کے پرند کی تکلیف پانی میں

سیر گشته از ده واز روستا — وز شکر ریزی چناں نااوستا

وہ گاؤں اور دیہاتی سے بیزار ہوگیا — اور ایسے بے استادے کی میٹھی باتوں سے

رسیدن خواجه و قومش بده و نادیده و ناشناخت آوردن روستائی ایشاں را

خواجہ اور اس کے متعلقین کا گاؤں میں پہونچنا اور دیہاتی کا ان کو اجنبی اور ناآشنا ٹھہرانا

بعد ماهے چوں رسیدند آں نفر — بینوا ایشاں ستوراں بے علف

جب وہ اس طرف ایک مہینہ کے بعد پہنچے — وہ بے سر وسامان (اور) چوپائے بغیر گھاس کے تھے

روستائی بیں کہ از بدنیتی — می کند بعد اللتیا[2] و التی

دیہاتی کو دیکھ کہ بدنیتی سے — چناں وچنیں کے بعد کرتا ہے

روئے پنهاں می کند زایشاں بروز — تا سوئے باغش نه بکشایند پوز

ان سے دن میں منہ چھپاتا ہے — تاکہ وہ اس کے باغ کی جانب منہ نہ کھولیں

آنچناں رو کہ همه زرق و شر است — از مسلماناں نهاں اولیٰ تر است

ایسا چہرہ جو مجسم مکر اور شرارت ہے — مسلمانوں سے چھپا رہنا بہتر ہے

روئیها باشد که دیوان چوں مگس — بر سرش بنشسته باشد چوں حرس[3]

بہت سے چہرے ہوتے ہیں کہ شیاطین مکھیوں کی طرح — (اور) پہرہ داروں کی طرح ان کے سر پر بیٹھے ہوتے ہیں

چوں ببینی روئے شاں در تو فتند — یا مبیں شاں چوں ببیدی خوش مخند

جب تو ان کا چہرہ دیکھے گا وہ تجھ پر چپٹیں گے — یا تو ان کو نہ دیکھ یا اگر دیکھتا ہے تو مت ہنس

در چناں روئے خبیث عاصیه — گفت یزداں نسفعا بالناصیه

ایسے ہی خبیث نافرمان چہرے کے بارے میں — خدا نے فرمایا ہے "ہم پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے"

چوں بپرسیدند و خانش یافتند — همچو خویشاں سوئے در بشتافتند

جب انھوں نے معلومات کیں اور اس کا گھر پالیا — اپنوں کی طرح دروازے کی طرف دوڑے

---

[1] اندراں رہ۔ گاؤں کے راستہ میں خواجہ اور اس کی اولاد کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ سیر گشت۔ اس دیہاتی اور گاؤں سے انکو نفرت ہونے لگی بعد ماہے۔ چونکہ گاؤں کی تلاش میں مارے مارے پھرے لہذا ایک ماہ صرف ہوگیا۔

[2] اللتیا والتی چناں چنیں، اگر مگر کرنے۔ وہ دیہاتی دن میں چھپا رہتا تھا تاکہ یہ لوگ اس کے مہمان نہ بن سکیں۔ پوز۔ منہ۔ آنچناں۔ یہ مولانا کا اپنا مقولہ ہے کہ ایسے نالائق کا مسلمانوں سے منہ چھپائے رکھنا بہتر ہے۔

[3] حرس۔ وہ شیطان اسکی دیکھ بھال کرتے ہیں کہ نیکی کا کام نہ کرے۔ نسفعا۔ قرآن پاک میں ابوجہل کے متعلق ہے لنسفعا بالناصیة ہم ضرور اسکی پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

در فرو بستند اہلِ خانہ اش
اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کرلیا

خواجہ[1] شد زیں کجروی دیوانہ وش
خواجہ اس بدتمیزی سے دیوانہ جیسا ہوگیا

لیک ہنگامِ درشتی ہم نبود
لیکن سختی کا وقت بھی نہ تھا

چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سود
تو جب کنوئیں میں گر گیا تیزی سے کیا فائدہ؟

بر درش ماندند ایشاں پنج روز
وہ اس کے دروازہ پر پانچ روز پڑے رہے

شب بسرما روز خود خورشید سوز
رات جاڑے میں اور دن خود جلانیوالے سورج میں گذرا

نے ز غفلت بود ماندن نے خری
پڑا رہنا نہ غفلت کی وجہ سے تھا نہ حماقت کی وجہ سے

لیک بود از اضطرار و بے زری
لیکن مجبوری اور مفلسی کی وجہ سے تھا

با لئیماں بستہ نیکاں ز اضطرار
مجبوری سے بھلے کمینوں سے وابستہ ہوگئے

شیر مردارے خورد از جوعِ زار
بھوک سے لاغر شیر مردار کھا لیتا ہے

او ہمی دیدش ہمی کردش سلام[2]
وہ (شہری)، اس (دیہاتی) کو دیکھتا سلام کرتا

کہ فلانم من مرا اینست نام
کہ میں فلاں ہوں میرا یہ نام ہے

گفت باشد من چہ دانم تو کئی
اس دیہاتی نے کہا ہوگا میں کیا جانوں تو کون ہے؟

یا پلیدی یا قرینِ پاکئی
تو ناپاک ہے، یا پاکی سے موصوف ہے

والہم روز و شب اندر صنعِ ہُو
میں دن رات اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا شیدا ہوں

ہیچگونہ نیستم پروائے تو
مجھے تیری کوئی پروا نہیں ہے

از خودیِ خود ندارم ہم خبر
مجھے خود اپنا بھی پتہ نہیں ہے

نیست از ہستی سرِ مویم اثر
میرے وجود کا ایک بال برابر بھی نشان نہیں ہے

ہوشِ من از غیرِ حق آگاہ نیست
میرا ہوش اللہ کے سوا کسی سے باخبر نہیں ہے

در دل و جانم بجز اللہ نیست
میرے دل و جان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے

گفت[3] ایں دم با قیامت شد شبیہ
اس (شہری) نے کہا تو یہ وقت قیامت کے مشابہ ہوگیا

تا برادر شد یفر من اخیہ
کہ بھائی اپنے بھائی سے بھاگنے لگا

شرح می کردش کہ من آنم کہ تو
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کیلئے واضح کرتا کہ میں وہی ہوں کہ تو نے

لوتہا خوردی زخوانِ من دو تو
میرے دسترخوان سے خوب خوب لذیذ کھانے کھائے ہیں

آں فلاں روزت خریدم آں متاع
فلاں دن میں نے تیرے لئے وہ سامان خریدا

کل سرٍ جاوز الاثنین شاع
جو راز دو سے آگے بڑھا شائع ہوگیا

[1] خواجہ۔ یعنی شہری۔ در زمین یعنی گھر والوں کے دروازہ بند کرلینے سے۔ شب بسرما یعنی رات جاڑے میں گذرتی اور دن سورج کی گرمی میں بسر ہوتا۔ نے ز غفلت۔ چونکہ ان کے پاس روپیہ پیسہ ختم ہوچکا تھا مجبوراً دروازے پر پڑے رہے۔

[2] سلام۔ یعنی سلام کرکے اپنا تعارف کراتا۔ گفت باشد۔ یعنی دیہاتی نے پہچاننے سے انکار کردیا۔ والہم۔ وہ دیہاتی بزرگی کی باتیں بگھارنے لگا اور دنیا سے بے تعلقی اور اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت جتانے لگا۔

[3] گفت۔ شہری خواجہ نے کہا پھر تو یہ دن قیامت جیسا ہے کیونکہ اس دن بھائی بھائی کو نہ پہچانے گا۔ لوتہا لوت کی جمع ہے لذیذ غذائیں۔ متاع۔ سامان۔ یعنی وہ سامان جو میں نے تجھے خرید کر دیا۔ کل سر۔ اب یہ راز، راز نہیں ہے سب جانتے ہیں۔

نے کہ بودی ماہہا مہمانِ من
کیا تو مہینوں میرا مہمان نہیں رہا

نے رسیدت بے کراں احسانِ مَن
کیا تجھے میرے بے انتہا احسان نہیں پہنچے

سرِّ مِہرِ ما شنیدستند خلق
ہماری محبت کے راز لوگوں نے سُنے ہیں

شرمؔ دارد رُو چو نعمت خورد حلق
جب حلق نعمت کھاتا ہے تو مُنہ شرماتا ہے

اُو ہمی گفتش چہ گوئی تُرّہات
وہ دیہاتی، اس سے کہتا کیا بکواس بکتا ہے

نے تُرا دانم نہ نامِ تو نہ جات
نہ میں تجھے جانتا ہوں نہ تیرا نام نہ تیرا مقام

پنجمیں شب ابر و بارانے گرفت
پانچویں رات ایسا ابر اور بارش آئی

کاسماں از بارشش شد در شگفت
جس کے برسنے سے آسمان کو بھی تعجب ہوا

چوں رسیدش کارد اندر استخواں
جب چھری اس کی ہڈیوں تک پہونچ گئی

حلقہ زد خواجہ کہ مہترؔ را بخواں
خواجہ نے کنڈی بجائی کہ چودھری کو بلا

چوں بصد الحاح آمد سُوے در
جب سیکڑوں خوشامدوں سے وہ دروازہ پر آیا

گفت آخر چیست اے جانِ پدر
بولا بابا! آخر کیا ہے؟

گفت من آں حقہا بگذاشتم
(خواجہ نے) کہا میں نے سب حق چھوڑے

ترک کردم آنچہ می پنداشتم
جو کچھ میں نے خیال کیا تھا میں اس سے باز آیا

پنج سالہ رنج دید ایں پنج روز
ان پانچ روز میں پانچ سال کا رنج دیکھا

جانِ مسکینم دریں سرما و سوز
میری عاجز جان نے جاڑے اور تکلیف میں

یک جفا از خویش و از یار و تبار
اپنے عزیز، اپنے دوست اور خاندان کا ایک ظلم

در گرانی ہست چوں صد ہزار
شدت میں تیس لاکھ سے زیادہ ہے

زانکہ دل ننہاد بر جور و جفاش
کیونکہ دل اس کے ظلم و زیادتی کا عادی نہ تھا

جانش خو گر بود با مہر و وفاش
جان اس کی محبت اور وفاداری کی عادی تھی

ہر چہ بر مردم بلا و شدت ست
انسانوں پر جو مصیبت اور سختی ہے

ایں یقیں داں کز خلافِ عادتؔ ست
یقین کر، خلاف عادت ہونے کی وجہ سے ہے

گفت اے خورشیدِ مہرت در زوال
(خواجہ نے) کہا اے وہ کہ تیری محبت کا سورج زوال پذیر ہے

گر تو خونم ریختی کردم حلال
اگر تو مجھے مار بھی ڈالے تو میں نے تجھے معاف کیا

امشب از باراں بمادہ گوشۂ
آج کی رات بارش کی وجہ سے ہمیں ایک گوشہ دیدے

تا بیابی در قیامت توشۂ
تاکہ تو قیامت میں توشہ پائے

---

۱ شرم دارد۔ اردو کی مثل ہے منہ کھائے آنکھ لجائے۔ ترہات۔ خرافات، بیہودہ باتیں۔ ہات۔ جائے۔ شگفت۔ تعجب۔ کارد اندر استخواں۔ انتہائی تکلیف۔ حلقہ زد۔ کواڑ کی کنڈی بجائی۔

۲ مہتر۔ چودھری یعنی وہ دیہاتی جس نے دعوت دی تھی۔ الحاح۔ خوشامد۔ گفت۔ خواجہ نے کہا۔ پنج سالہ۔ یعنی یہ مصیبت ناک ایک رات ایک سال کے برابر تھی۔ تبار۔ خاندان۔

۳ خلاف عادت۔ عادت کے خلاف جو کچھ کرنا پڑتا ہے اس سے تکلیف ہوتی ہے اگر اس کام کی عادت ہو تو پھر وہ تکلیف دہ نہیں رہتا ہے۔ گوشہ۔ یعنی کوئی ایسی جگہ جہاں ہم بارش سے بچ کر لیٹ جائیں۔

گفت یک گوشہ است آں باغباں[1]
(دیہاتی نے) کہا باغبان کی ایک جگہ ہے
ہست آنجا گرگ را اُو پاسباں
وہاں وہ بھیڑئیے کا محافظ ہے

در کفش تیر و کماں از بہرِ گرگ
اُس کے ہاتھ میں بھیڑیئے کیلئے تیر و کمان رہتا ہے
تا زند گر آید آں گرگ سترگ
تاکہ اگر وہ موٹا بھیڑیا آئے تو وہ اُس کو مارے

گر تو آں خدمت کنی جاآنِ تست
اگر تو یہ خدمت کرے تو یہ جگہ تیرے لئے ہے
ورنہ جائے دیگرے فرما بجست
ورنہ کوئی دوسری جگہ تلاش کرلے

گفت صد خدمت کنم تو جا بدِہ
اُس (خواجہ) نے کہا میں سَو خدمتیں کرونگا تو جگہ دیدے
واں کمان و تیر در دستم بنہ
وہ تیر و کمان میرے ہاتھ میں دے دے

من نخسپم حارسی رز کنم
میں نہ سوؤں گا انگور کی حفاظت کروں گا
گر برآرد گرگ سَر تیرش زنم
اگر بھیڑیا سَر نکالے گا اُس پر تیر چلاؤں گا

بہرِ حق مگذارم امشب اے دو دل[2]
اے تذبذب! خدا کیلئے آج کی رات مجھے (اِس جگہ) نہ چھوڑ
آب باراں بر سَر و در زیرِ گِل
بارش سَر پر ہے اور کیچڑ نیچے ہے

گوشۂ خالی بُد و اُو با عیال
گوشہ خالی تھا اور وہ مع بال بچوں کے
رفت آنجا جائے تنگ و بے مجال
اُس جگہ چلا گیا، جو تنگ جگہ تھی اور گنجائش کی نہ تھی

چوں ملخ برہمدگر گشتہ سوار
وہ ٹڈیوں کی طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے
از نہیبِ سیل اندر کُنجِ غار
غار کے کونے میں بارش کے خوف سے

شب ہمہ شب جملہ گویاں کاے خدا
ساری رات سب یہ کہہ رہے تھے کہ اے خدا!
ایں سزائے ما سزائے ما سزا[3]
یہی ہماری سزا ہے یہی سزا ہمارے لائق ہے

ایں سزائے آنکہ شُد یارِ خساں
یہی اُس کی سزا ہے جو کمینوں کا دوست بنا ہو
یا کسی کرد از برائے ناکساں
یا اُس نے کمینوں کے ساتھ انسانیت برتی ہو

ایں سزائے آنکہ اندر طمعِ خام
یہی اُس کی سزا ہے جس نے بیہودہ لالچ میں
ترک گوید خدمتِ خاکِ کرام
شریفوں کی خاک کی خدمت چھوڑی ہو

خاکِ[3] پاکاں لیسی و دیوارِ شاں
نیکوں کی دیوار اور مٹی چاٹنا
بہتر از عام و رز و گلزارِ شاں
بہتر ہے عوام اور اُنکے انگور اور باغ سے

بندۂ یک مردِ روشندل شوی
کسی روشن دل انسان کا خادم ہونا
بہ کہ بر فرقِ سَرِ شاہاں رَوی
اِس سے بہتر ہے کہ تو بادشاہوں کے سَر کی مانگ پر چڑھے

---

[1] باغباں یعنی مالی کی کوٹھی ہے جسمیں وہ رات کو رہ کر بھیڑیئے سے حفاظت کرتا ہے۔ خدمت۔ یعنی بھیڑیئے کی دیکھ بھال۔ حارسی نگرانی۔ رز۔ انگور کی بیل۔ دو دل۔ متردد، شکی۔ چونکہ ملخ یعنی ٹڈیاں تہ بہ تہ ہوتی ہیں۔ نہیب خوف۔ کنج۔ گوشہ۔

[2] سزا۔ بدلہ۔ سزا لائق۔ کسی شرافت، انسانیت۔ ایں سزا۔ جو بزرگوں کی صحبت چھوڑ کر دنیا داروں کی طرف بھاگتا ہے وہ نہ گھر کا رہتا ہے نہ گھاٹ کا جیسا کہ یہ خواجہ شہری۔

[3] خاک۔ بزرگوں کی صحبت میں تکلیف اٹھانا دنیاداروں کی لطف اندوزیوں سے بہتر ہے۔ فرق۔ سَر کی مانگ۔

از ملوکِ خاک جز بانگِ دُہل
دنیا کے بادشاہوں سے سوائے نقارے کی آواز کے
تو نخواہی یافت اے پیکِ سُبُل [1]
تو کچھ نہ پا سکے گا اے راستوں پر چلنے والے!

شہریاں خود رہزنان نسبت بروح
روح کے مقابلہ میں شہری خود ڈاکو ہیں
روستائی کیست گیجِ بے فتوح
دیہاتی کیا ہے، بے فیض بے وقوف

ایں سزائے آنکہ بے تدبیرِ عقل
یہ اس کی سزا ہے کہ عقل کی تدبیر کے بغیر
بانگِ غولے آمدش بگزید نقل
اس کو چھلاوے کی آواز آئی اور اس نے نقل اختیار کی

چوں پشیمانی ز دل شد تا شغاف [2]
جب شرمندگی دل سے اس کی تہ میں پہنچ گئی
زاں سپس سودے ندارد اعتراف
اس کے بعد (غلطی کا) اقرار کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے

چوں پشیماں گشت از دل آنچہ کرد
جب اپنے کئے پر دل سے شرمندہ ہو گیا
بعد ازاں سودش ندارد آہِ سرد
اس کے بعد ٹھنڈی آہ اس کے لئے مفید نہیں ہے

آں کمان و تیر اندر دستِ او
وہ تیر و کمان اس کے ہاتھ میں
گرگ را جویاں ہمہ شب سو بسو
ادھر ادھر تمام رات بھیڑیے کو ڈھونڈتا رہا

گرگِ خود بر وے مسلط چوں شرر
بھیڑیا خود چنگاریوں کی طرح اس پر مسلط تھا
گرگ جویاں و ز گرگ او بیخبر
وہ بھیڑیے کو تلاش کرتا تھا اور بھیڑیے سے بیخبر تھا

ہر پشہ ہر کیک چوں گرگے شدہ
ہر مچھر اور ہر پسو بھیڑیے کی طرح بن گیا تھا
اندراں ویرانہ شاں زخمے زدہ
جو اس ویرانہ میں ان کو کاٹ رہا تھا

فرصتِ [3] آں پشہ راندن ہم نبود
اس کو ان مچھروں کو اڑانے کی بھی فرصت نہ تھی
از نہیبِ حملۂ گرگِ عنود
کمینے بھیڑیے کے حملے کے ڈر سے

تا نیاید گرگ آسیبے زند
تاکہ بھیڑیا نہ آجائے (اور) نقصان پہنچائے
روستائی ریشِ خواجہ بر کند
(اور) دیہاتی، خواجہ کی ڈاڑھی نوچے

ایں چنیں دنداں زناں تا نیم شب
اسی طرح آدھی رات تک لرزتے ہوئے
جانِ شاں از ناف می آمد بلب
ان کی جان ناف سے لبوں تک آرہی تھی

ناگہاں تمثالِ گرگِ ہشتۂ
اچانک ایک آوارہ بھیڑیے کی صورت نے
سر بر آورد از فرازِ پشتۂ
ٹیلے کے پیچھے سے سر ابھارا

تیر را بکشاد آں خواجہ ز شست
اس خواجہ نے تیر چٹکی سے چھوڑا
زد بر آں حیواں کہ تا افتاد پست
اس جانور کو مارا تو وہ گر پڑا

---

[1] پیکِ سُبل۔ مختلف راستوں کا قاصد۔ شہریاں۔ یعنی وہ لوگ جو ظاہری علوم اور تمدن سے وابستہ ہیں۔ روح۔ یعنی سالک درویش۔ روستائی۔ دیہاتی۔ گیج۔ احمق، پریشان دماغ۔ بے فتوح۔ بے فیض۔ چوں۔ انتہائی شرمناک کام کرنے کے بعد شرمندگی سے کیا فائدہ۔

[2] شغاف۔ وہ پردہ جس میں دل لپٹا ہوا ہے، دل کے اندر کا سیاہ نقطہ۔ اعتراف۔ اقرار۔ گرگ۔ یعنی ہر مچھر اور پشہ اس کے لئے بھیڑیا تھا لیکن وہ انکی پروا کئے بغیر بھیڑیے کی تلاش میں تھا۔ کیک۔ پسو۔

[3] فرصت۔ بھیڑیے کے خوف سے بھیڑیے کی جستجو میں اسقدر لگا ہوا تھا کہ مچھر اور پسو اڑانے کی بھی فرصت نہ تھی۔ تمثال۔ تصویر۔ ہشتہ۔ چھوٹا ہوا، آزاد۔ پشتہ۔ ٹیلا۔

اندر افتاد از زحیواں بادجست[1]
گرنے سے حیوان کا گوز خارج ہوا

روستائی ہائے کرد و کوفت دست
دیہاتی نے ہائے کی اور ہاتھ (سر پر) مارا

ناجوانمردا کہ خر کرہ من ست
اے نامراد! میرے گدھے کا بچہ ہے

گفت نے ایں گرگ چوں آہرمن ست
(خواجہ نے) کہا نہیں یہ دیو جیسا بھیڑیا ہے

اندرو اشکال گرگی ظاہر ست
میں بھیڑیئے پن کی صورت واضح ہے

شکل او از گرگی او مخبر ست
اس کی شکل اس کے بھیڑیا ہونے کو بتا رہی ہے؟

گفت نے بادے کہ جست از فرج وے
اس (دیہاتی) نے کہا نہیں جو گوز اس کی شرمگاہ سے خارج ہوا ہے

می شناسم ہمچناں کآبے زمے
میں اس کو پہچانتا ہوں جیسا کہ پانی کو شراب سے

کشتۂ خر کرہ ام را در ریاض
تو نے کھیتوں میں میرے گدھے کا بچہ مار ڈالا

کہ مبادت بسط[2] ہرگز ز انقباض
(خدا کرے) تجھے تنگی سے فراخی کبھی (نصیب) نہ ہو

گفت نیکوتر تفحص کن شب ست
اس (خواجہ) نے کہا اچھی طرح تحقیق کر لے رات ہے

شخصہا در شب ز ناظر محتجب ست
رات میں صورتیں آنکھ سے مخفی ہوتی ہیں

شب غلط بنماید و مبدل بسے
رات بہت سی چیزوں کو غلط اور بدلی ہوئی دکھاتی ہے

دید صائب شب ندارد ہر کسے
رات میں ہر شخص ٹھیک نگاہ نہیں رکھتا ہے

ہم شب و ہم ابر و ہم باران ژرف
رات بھی اور ابر بھی اور گہری بارش بھی

ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف
یہ تین اندھیریاں بڑی غلطی پیدا کر دیتی ہیں

گفت ایں بر من چو روز روشن ست
اس (دیہاتی) نے کہا یہ مجھ پر روز روشن کی طرح ہے

من شناسم باد خر کرہ من ست
میں پہچانتا ہوں (یہ) میرے گدھے کے بچہ کا گوز ہے

در میان بست باد آں باد را
بیسوں ہواؤں میں، اس ہوا کو

می شناسم چوں مسافر زاد را
میں پہچانتا ہوں جیسا کہ مسافر توشہ کو

خواجہ بر جست و بیامد ناشکفت[3]
خواجہ اچھل پڑا اور بے صبر ہو گیا

روستائی را گریبانش گرفت
دیہاتی کا گریبان پکڑ لیا

کابلہ طرار شید آوردہ
کہ بیوقوف گرہ کٹ تو نے مکر کیا ہے

بنگ و افیوں ہر دو باہم خوردہ
بھنگ اور افیون دونوں ملا کر تو نے کھائی ہیں

در سہ تاریکی شناسی باد خر
تین اندھیریوں میں تو گدھے کی ہوا کو پہچانتا ہے

چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر
اے دیوانے! تو مجھے کیوں نہیں پہچانتا ہے!

[1] باد جست۔ اسکے پیٹ کی ہوا خارج ہوئی۔ کرہ۔ بچہ۔ اہرمن۔ دیو، شیطان۔ مخبر۔ خبر دینے والا۔ فرج۔ شرمگاہ۔ ریاض۔ روضہ کی جمع ہے بمعنی باغ۔

[2] بسط۔ کشادگی۔ انقباض۔ تنگی۔ تفحص۔ جستجو۔ محتجب۔ محجوب، مخفی۔ گفت۔ دیہاتی نے کہا۔ زاد۔ مسافر کا توشہ۔

[3] ناشکفت۔ بے صبر۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ طرار۔ جیب تراش۔ شید۔ مکر۔ بنگ۔ بھنگ۔ خیرہ سر۔ دیوانہ۔

آنکہ داند نیم شب گوسالہ را — چوں نداند ہمرہِ دہ سالہ را
جو آدمی رات میں بچھڑے کو پہچان لے — وہ دس سال ساتھی کو کیسے نہیں پہچانتا؟

خویشتن را عارف[۱] و والہ کنی — خاک در چشمِ مُروّت می زنی
اپنے آپ کو باخدا اور عاشق بناتا ہے — مروت کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست — در دلم گنجا بجُز اللہ نیست
کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں ہے — میرے دل میں اللہ کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے

آنچہ دی خوردم آنانم یاد نیست — ایں دل از غیرِ تحیّر شاد نیست
میں نے جو کل کھایا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے — یہ دل (مقامِ) حیرت کے علاوہ کسی چیز سے خوش نہیں ہے

عاقل و مجنونِ حقم یاد آر — در چنیں بیخویشیم معذور دار
مجھے اللہ کا عاقل اور دیوانہ سمجھ — اس طرح کی مدہوشی میں مجھے معذور سمجھ

آنکہ مُردارے خورد یعنی نبیذ — شرع اُو را سوئے معذوراں کشید
جو شخص حرام یعنی نبیذ پی لیتا ہے — شریعت اس کو معذوروں میں داخل کر دیتی ہے

مست و بنگی را طلاق[۲] و بیع نیست — ہمچو طفل ست اُو معاف و مطلق ست
مست اور بھنگ پینے والے کی طلاق اور بیع معتبر نہیں ہوتی ہے — وہ بچہ کی طرح ہے جو معاف اور آزاد ہے

مستی کاید ز بُوئے شاہِ فرد — صد خُمِ مے در سر و مغز آں نکرد
وہ مستی جو یکتا شاہ کی خوشبو سے پیدا ہو — شراب کے سو مٹکے بھی سر اور دماغ میں وہ نہیں کر سکتے

پس برو تکلیف چوں باشد روا — اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا
اس کو مکلف بنانا کیسے جائز ہوگا! — گھوڑا گر گیا ہے اور وہ بے دست و پا ہو گیا ہے

بار برگیرند چوں آمد عرج — گفت حق لیس علی الاعمیٰ حرج[۳]
جب لنگڑاپن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں — اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اندھے پر گناہ نہیں ہے

ہمچنیں لیس علی الاعرج حرج — نیست رنجے چوں عمیٰ و چوں عرج
اسی طرح لنگڑے پر گناہ نہیں ہے — اندھے پن اور لنگڑے پن کی طرح کوئی مصیبت نہیں ہے

بار کہ نہد در جہاں خر کرہ را — درس کہ دہد پارسی بومرہ را
گدھے کے بچے پر بوجھ کون لادتا ہے؟ — فارسی کا سبق شیطان کو کون پڑھاتا ہے؟

سُوئے خود اعمیٰ شدم از حق بصیر — پس معافم از قلیل و از کثیر
اپنے لئے میں اندھا ہوں خدا کے معاملہ میں بینا ہوں — تو مجھے تھوڑے اور زیادہ سے معافی ہے

۱ عارف۔ خدا کی معرفت والا۔ والہ۔ فریفتہ، عاشق۔ تحیّر۔ یہ بھی دیہاتی کا مطلب ہے۔ تحیر حیرانی۔ عاقل۔ یہ بھی دیہاتی کا قول ہے۔ نبیذ یعنی وہ شراب جس کا پینا حرام ہے۔
۲ طلاق۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شراب سے مدہوش کی طلاق اور بیع واقع نہیں ہوتی ہے۔ تکلیف یعنی تکالیف سے آزاد۔ شاہِ فرد۔ اللہ تعالیٰ۔ اسپ ساقط گرے ہوئے گھوڑے سے بوجھ ہٹا دیا جاتا ہے۔ عرج۔ لنگڑاپن
۳ حرج۔ تنگی، گناہ۔ اکمہ۔ اندھا۔ بومرہ۔ شیطان کی کنیت ہے۔ سوئے خود یعنی میں اللہ کے معاملہ میں ہوش میں ہوں اور اپنے معاملہ میں بے خبر ہوں۔ معاف بخشا ہوا اور گن کیا ہوا۔

لافِ درویشی زنی و بیخودی — ہائے وہوئے عاشقانِ ایزدی
تو درویشی اور بے خودی کی ڈینگیں مارتا ہے — اللہ کے عاشقوں جیسی ہائے وہو (کرتا ہے)

کہ زمیں را من ندانم ز آسماں — امتحاناتؔ[1] کرد غیرتِ امتحاں
کہ میں آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہوں — غیرت (خداوندی) نے تیرا خوب امتحان کیا

بادِ خرِ کرہ چنیں رسوات کرد — ہستیٔ نفی ترا اثبات کرد
گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا — تیری ہستی کی نفی (کے جھوٹ) کا اثبات کر دیا

ہمچنیں رسوا کند حق شید را — ہمچنیں گیرد رمیدہ صید را
اللہ (تعالیٰ) مکر کو اسی طرح رسوا کرتا ہے — بھاگتے ہوئے شکار کو اسی طرح پکڑتا ہے

صد ہزاراں[2] امتحانست اے پدر — ہر کہ گوید من شدم سرہنگِ در
باوا! لاکھوں آزمائشیں ہیں (اس کے لئے) — جو یہ کہے کہ میں (اللہ کے) در کا سپاہی ہوں

گر نداند عامہ او را امتحاں — پختگانِ راہ جویندش نشاں
اگرچہ عوام اس کو امتحان نہیں سمجھتے — (لیکن) راہِ (حق) کے پختہ (کار) اس کا پتہ لگا لیتے ہیں

اشارت در شناختن مدّعی کمال را صاحب کمال وگزافِ غلط از عوام

مدعیٔ کمال کو صاحب کمال اور عوام کی جانب سے غلط بکواس کو پہچاننے کے بارے میں اشارہ ا

چوں کند دعویٔ خیاطی کسے — افگند در پیشِ او شہ اطلسے[3]
جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے — بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے

کہ ببر ایں را بغلطاقِ فراخ — ز امتحاں پیدا شود او را دو شاخ
کہ اس کی چوڑی قبا تراش دے — (اور) امتحان سے اس کے دونوں پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں

گر نبودے امتحانِ ہر بدے — ہر مخنث در وغا رستم بدے
اگر ہر برے کے امتحان کا طریقہ نہ ہوتا — جنگ میں ہر ہیجڑا رستم ہوتا

خود مخنث را زرہ پوشیدہ گیر — چوں بہ بیند زخم او گردد اسیر
ہیجڑے کو زرہ پوش فرض کر — جب اس کے زخم لگے گا قیدی بن جائیگا

مستِ مے ہشیار چوں شد از دبور — مستِ حق ناید بخود از نفخِ صور
بہ پچھوا ہوا سے شراب کا مست تھپے ہوشیار ہو گیا — اللہ کا مست صور پھنکنے سے بھی ہوش میں نہیں آتا

---

[1] امتحانات۔ یعنی تیرے دعووں کا اللہ نے امتحان لیا۔ نفی۔ یعنی تو مقامِ فنا میں پہونچنے کا دعوی کر رہا تھا اللہ نے ثابت کر دیا کہ یہ تیرا دعوی غلط ہے۔

[2] صد ہزار۔ جب کوئی عشق الٰہی کا دعوی کرتا ہے اس کی آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ پختگان۔ خاصانِ خدا، دعوے کی حقیقت کو پہچان لیتے ہیں۔ خیاطی۔ درزی پن۔

[3] اطلس۔ ایک ریشمی کپڑا ہے۔ بغلطاق۔ قبا۔ دو شاخ۔ دعوے کے دونوں پہلو یعنی اسکا صحیح یا غلط ہونا۔ چوں بہ بیند۔ زخم لگنے پر ہتھیار ڈال دیتا ہے اور اپنے آپکو قیدی بنا دیتا ہے۔ دبور۔ پچھوا ہوا۔

بادۂ حق راست باشد نے دروغ
اللہ کی شراب سچی ہوتی ہے نہ کہ جھوٹی
دُوغ خوردی دُوغ خوردی دُوغ دُوغ
تونے چھاچھ پی ہے تونے چھاچھ پی ہے چھاچھ چھاچھ

ساختی خود را جنیدؒ و بایزیدؒ
تونے اپنے آپ کو جنیدؒ اور بایزیدؒ بنایا
روکہ نشناسم تبر را از کلید
(کہتا ہے) جا میں کلہاڑے اور کنجی میں امتیاز نہیں کرتا ہوں

بدرگی و منبلی و حرص و آز
بد ذاتی، اور کاہلی، اور حرص اور لالچ کو
چوں کنی پنہاں بہ شیدِ اے مکر ساز
اے مکار! تو مکر سے کیسے چھپائے گا

خویش را منصورِ حلاجؒ کنی
اپنے آپ کو منصورِ حلاجؒ بناتا ہے
آتشے در پنبۂ یاراں زنی
دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے

کہ نہ بشناسم عمرؓ از بولہب
کہ میں عمرؓ اور ابولہب میں فرق نہیں کرتا ہوں
بادِ خر کرّہ شناسم نیم شب
گدھے کے بچے کا گوز آدھی رات میں پہچان لیتا ہوں

اے خرے کایں از تو خر باور کند
اے گدھے! تیری ان باتوں پر گدھا یقین کر سکتا ہے
خویش را بہرِ تو کور و کر کند
جو تیری خاطر اپنے آپ کو اندھا بہرا بنا لے

خویش را از رہروان کمتر شمر
اپنے آپ کو سالکوں سے کم تر سمجھ
تو حریفِ رہزنانی کہ مخور
تو ڈاکوؤں کا ساتھی ہے، گھمنڈ نہ کھا

باز پر از شید و سوئے عقل تاز
مکاری سے ہٹ اور عقل کی طرف دوڑ
کے پرد بر آسماں پرِ مجاز
نقلی پَر آسمان پر کب اُڑتا ہے؟

خویشتن را عاشقِ حق ساختی
تونے اپنے آپ کو خدا کا عاشق بنایا ہے
عشق با دیوِ سیاہے باختی
(لیکن) دوستی کالے شیطان سے کی ہے

عاشق و معشوق را در رستخیز
قیامت میں عاشق اور معشوق کو
دو بدو بندند و پیش آرند تیز
اکٹھا باندھیں گے اور فوراً پیش کریں گے

تو چہ خود را گیج و بیخود کردۂ
تونے اپنے آپ کو دیوانہ اور مدہوش کیا ہو
خونِ رز کو خونِ ما را خوردۂ
انگور کا خون کہاں، تونے ہمارا خون پیا ہے

روکہ نشناسم ترا از من بجہ
جا میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں میرے پاس سے بھاگ
عارفِ بیخویشم و بہلول دِہ
میں عارف (باللہ) مدہوش ہوں اور گاؤں کا بہلول

تو تو ہم می کنی از قربِ حق
تو اللہ (تعالیٰ) کے قرب کا گمان کرتا ہے
کہ طبق گر دور نبود از طبق
کہ طباق بنانے والا، طباق سے دور نہیں ہوتا ہے

١ دُوغ۔ چھاچھ۔ رَو۔ یعنی تو کہتا ہے جاؤ مجھے کچھ خبر نہیں ہے منبلی۔ سستی، کاہلی۔ منصورؒ۔ یہ بزرگ روئی دھنے کا پیشہ کرتے تھے اسی لئے حلاج کہلاتے تھے۔ پنبۂ یاراں۔ یعنی دوستوں کے حقوق۔ کور و کر۔ یعنی بغیر سنے اور دیکھے تیری تصدیق کرتا رہے۔

٢ رہروان۔ سالکین۔ حریف۔ ہم پیشہ۔ کہ مخور۔ بکواس نہ کر۔ پرِ مجاز۔ مصنوعی پر۔ عاشق و معشوق۔ یعنی شیطان اور اُس کے پجاری۔ گیج۔ دیوانہ، احمق۔ خونِ رز۔ انگور کا خون یعنی شراب۔

٣ روکہ نشناسم۔ یہ بھی اُسی دیہاتی کا قول ہے۔ بہلول۔ مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ کہ طبق۔ یعنی اللہ خالق ہے تو مخلوق کو لامحالہ اُس سے قرب حاصل ہے۔

این نمی بینی کہ قربِ اولیا — صد کرامت دارد و کار و کیا[1]
تو یہ نہیں دیکھتا کہ اولیاء کا قرب — سینکڑوں کرامتیں اور شان و شوکت رکھتا ہے

آہن از داؤدؑ مومے می شود — موم در دستت چو آہن می بود
حضرت داؤدؑ کے ہاتھ سے لوہا موم ہو جاتا ہے — تیرے ہاتھوں میں موم لوہا ہوتا ہے

قربِ حق و رزق بر جملہ ست عام — قربِ وحیِ عشق دارند این کرام
اللہ کا قرب اور رزق سب کے لئے عام ہے — یہ بزرگ عشق کی باتوں کا قرب رکھتے ہیں

قرب بر انواع باشد اے پدر — می زند خورشید بر کہسار و زر
بابا! قرب کی قسمیں ہوتی ہیں — سورج پہاڑ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی

لیک قربے ہست با زر شید[2] را — کہ ازاں نبود خبر مر بید را
لیکن سونے کے ساتھ سورج کا قرب ہے — کہ بید (کے درخت) کو اس کی خبر بھی نہیں ہے

شاخِ خشک و تر قریبِ آفتاب — آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب
تر اور خشک شاخ آفتاب کے قریب ہے — سورج دونوں سے کب پردہ رکھتا ہے!

لیک کو آں قربتِ شاخِ طری — کہ ثمارِ پختہ از وے می خوری
لیکن کہاں وہ تر شاخ کی قربت — کہ تو اس کے پکے پھل کھاتا ہے

شاخِ خشک از قربتِ آں آفتاب — غیر زوتر خشک گشتن گو بیاب
اس آفتاب کی قربت سے خشک شاخ کو — اس سے بھی زیادہ خشک ہونے کے علاوہ تو اور کیا ملے

بنگر این کاں شاخِ خشک از قربِ خور — غیرِ خشکی می برد چیزے دگر
یہ دیکھ کہ سورج کے قرب سے اس خشک شاخ نے — سوائے خشکی کے اور کوئی چیز حاصل کی؟

آنچناں[3] مستے مباش اے بے خرد — کہ بہ عقل آید پشیمانی خورد
اے بے عقل! تو ایسا مست نہ بن — کہ ہوش میں آئے تو شرمندگی اٹھائے

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے میخورند — عقلہائے پختہ حسرت می برند
بلکہ ان مستوں میں سے (بن) کہ جب وہ شراب پیتے ہیں — پختہ عقلیں حسرت کرتی ہیں

اے گرفتہ ہمچو گربہ موشِ پیر — گر تو زاں مے شیر گیری شیر گیر
اے وہ کہ جس نے بلی کی طرح بوڑھا چوہا پکڑا ہے — اگر تو اس شراب سے شیر پکڑنا چاہتا ہے تو شیر پکڑ

اے نخوردہ از خیالِ جام ہیچ — ہمچو مستانِ حقائق بر مپیچ
اے وہ کہ تو نے جام کے خیال سے کچھ نہیں پیا — حقائق کے مستوں کی طرح نہ اینٹھ

---

۱ کار و کیا. شان و شوکت یعنی اولیاء کا قربِ محض خالق و مخلوق والا قرب نہیں ہے وہ خاص قرب ہے. آہن. حضرت داؤدؑ کو جو قربِ الٰہی حاصل تھا اُسکا نتیجہ یہ تھا کہ انکے ہاتھ میں لوہا موم بن جاتا تھا، محض خالقیت اور مخلوقیت کے تعلق سے یہ بات پیدا نہیں ہوتی. قربِ حق. اللہ ہر انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہے اور اپنی رزاقیت کے اعتبار سے بھی سب سے قریب ہے یہ قرب تو سب ہی کو حاصل ہے. کرام. جو اللہ کے دربار کے مقرب ہیں اُن کو عشق کا قرب حاصل ہوتا ہے.

۲ شید. خورشید کا مخفف ہے. بید. بے پھل درخت ہے دیگر درختوں کے پھل سورج کے قرب سے پکتے ہیں بید کو اُس قرب سے کوئی فائدہ نہیں ہے. کہ ثمار. تر شاخ پر سورج کی وجہ سے پھل آتے ہیں اور پکتے ہیں. شاخِ خشک. خشک شاخ کو سورج کا قرب اور خشک کر دیگا.

۳ آنچناں مستے. یہ غیر دائمی مستی کا اظہار شرمندگی کا موجب ہوگا. بلکہ. کاملین کی دیوانگی عقلمندوں کے لئے باعثِ رشک ہے. موشِ پیر یعنی دنیا کی ناقص دولت. مے. یعنی عشق. شیر گیر یعنی معارفِ الٰہیہ. اے نخوردہ. جامِ حقیقت پینا تو درکنار اس کا تصور بھی نہیں حاصل ہوا.

می فتی آنسو وایں سو مست وار ۔۔۔ اے توایں سو نیستت آنسو گزار
تو مستوں کی طرح ادھر ادھر کو گرتا ہے ۔۔۔ او تو ادھر کا ہے، تیرا ادھر گذر بھی نہیں ہے

گر بداں سو راہ یابی بعد ازاں ۔۔۔ گہ بدیں سو گہ بداں سو سر فشاں
اگر اس کے بعد تو اس طرف راہ یاب ہو جائے ۔۔۔ کبھی ادھر کر کبھی اُدھر کو سر جھٹک

جملہ ایں سوئی ازاں سو گپ مزن ۔۔۔ چوں نداری موت ہرزہ جاں مکن
تو بالکلیہ اس جانب کا ہے اُس جانب کی گپ شپ مار ۔۔۔ جب تجھے موت نہیں آرہی ہے تو خواہ مخواہ نزع طاری کر

آں خضر جاں کز اجل نہراسد اُو ۔۔۔ شاید ار مخلوق را نشناسد اُو
وہ خضر کی جان والا جو موت سے نہ گھبرائے ۔۔۔ اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے اُس کے لئے مناسب ہے

کام از ذوق تو ہم خوش کنی ۔۔۔ در دمی در خیک خود پرش کنی
وہمی ذوق سے تو حلق کو خوش کر رہا ہے ۔۔۔ تو اپنی مشک میں پھونک بھر رہا ہے اور اُسکو پر کر رہا ہے

پس بیک سوزن تہی گردی ز باد ۔۔۔ اینچنیں فربہ تن لاغر مباد
تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جائے گا ۔۔۔ کمزور بدن والا اِس طرح کا فربہ نہ بنے

کوزہا سازی ز برف اندر شتا ۔۔۔ کے کند چوں تاب بیند آں وفا
تو جاڑوں میں برف سے پیالے بناتا ہے ۔۔۔ وہ جب گرمی دیکھے گا وفاداری کب کرے گا!

افتادن شغال در خم رنگ و رنگیں شدن وے و دعوائے طاؤسی نمودن درمیان شغالان دیگر

گیدڑ کا رنگ کے مٹکے میں گر جانا اور اُس کا رنگین ہو جانا اور گیدڑوں میں مور ہونے کا دعویٰ کرنا

آں شغالک رفت اندر خم رنگ ۔۔۔ اندر آں خم کرد یک ساعت درنگ
وہ ذلیل گیدڑ رنگ کے مٹکے میں (گھس) گیا ۔۔۔ وہ اُس مٹکے میں تھوڑی دیر ٹھہرا

پس برآمد پوستش رنگیں شدہ ۔۔۔ کہ منم طاؤس علیین شدہ
پھر نکلا تو اُس کی کھال رنگین ہو گئی تھی ۔۔۔ (اُس نے کہا) کہ میں تو جنت کا مور ہو گیا ہوں

پشم رنگیں رونق خوش یافتہ ۔۔۔ آفتاب آں رنگہا برتافتہ
رنگین بالوں نے عمدہ رونق حاصل کر لی تھی ۔۔۔ سورج نے اُن رنگوں کو چمکا دیا تھا

دید خود را سرخ و سبز و فور و زرد ۔۔۔ خویشتن را بر شغالاں عرضہ کرد
اس نے اپنے آپ کو سرخ اور سبز اور لال اور پیلا دیکھا ۔۔۔ اپنے آپ کو گیدڑوں پر پیش کیا

لہ ایں سو۔ عالم ناسوت۔ آنسو۔ عالم ملکوت مگر بداں سو۔ اگر انسان حقیقت تک پہنچ جائے تو پھر شوق سے وجد کرے۔ چوں نداری جب موت کا وقت نہیں ہے تو خواہ مخواہ اپنے اوپر نزع طاری کرنا حماقت ہے۔ آں خضر جاں یعنی فنافی اللہ کے مقام پر پہنچ کر انسان مخلوق کو نہ پہچانے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

لہ خیک۔ مشک۔ پس۔ مست حق کسی تکلیف سے نہیں گھبراتا فرضی شیخ کی حقیقت معمولی تکلیف واضح کر دیتی ہے۔ کوزہا۔ برفانی ملکوں میں موسم سرما میں بچے برف کے کھلونے بنا لیتے ہیں۔

لہ شغال۔ گیدڑ۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ فرضی شیخ کی مثال اس گیدڑ کی سی ہے جس نے رنگین ہو کر مور ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا۔ خم رنگ۔ رنگ کا مٹکا۔ طاؤس علیین جنت کا مور۔ فور۔ لال

جملہ گفتند اے شغالک حال چیست — کہ ترا در سر نشاطے ملتوی[1] ست
سب نے کہا اے حقیر گیدڑ! تیرا کیا حال ہے؟ — کہ تیرے سر میں ایک پیچیدہ مستی ہے

از نشاط از ما کرانہ کردۂ — ایں تکبر از کجا آوردۂ
مستی سے تو ہم سے جدا ہو گیا ہے — تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے؟

یک شغالے پیش او شد کاے فلاں — شید کردی تا شدی از خوش دلاں
ایک گیدڑ اس کے سامنے گیا کہ او فلانے — تو نے مکر کیا یہاں تک کہ تو خوشدل بن گیا

شید کردی تا بہ منبر بر جہی — تا ز لاف ایں خلق را حسرت دہی
تو نے مکر کیا تاکہ تو منبر پر چڑھ جائے — تاکہ ڈینگوں سے ان لوگوں کو حسرت دلائے

بس بکوشیدی ندیدی گرمیے[2] — بس ز شید آوردۂ بے شرمیے
تو نے بہت کوشش کی (لیکن) گرمی نہ دیکھی — تو نے مکاری سے بہت بے شرمی حاصل کر لی

صدق و گرمی خود شعار اولیاست — باز بے شرمی پناہ ہر دغاست
سچائی اور گرمی اولیا کا شعار ہے — پھر بے شرمی ہر دھوکے کی پناہ ہے

کالتفات خلق سوئے خود کشند — کہ خوشیم و از دروں بس ناخوشند
تاکہ مخلوق کی توجہ اپنی طرف کریں — کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت رنجیدہ ہیں

چرب کردن مرد لافی لب و سبلت خود را ہر بامداد، بپوست دنبہ و بیروں آمدن میان حریفاں کہ چنیں و چناں خوردہ ام

ایک شیخی خورے کا ہونٹ اور مونچھوں کو ہر صبح کو دنبہ کے چمڑے سے چکنا کرنا اور دوستوں میں باہر آنا کہ میں نے ایسا ایسا کھانا کھایا ہے

دنبہ[3] پارہ یافت شخصے مستہاں — ہر صباحے چرب کردے سبلتاں
ایک ذلیل شخص نے دنبہ (کی کھال) کا ٹکڑا پا لیا — ہر صبح کو دونوں مونچھوں کو چکنا کرتا

در میان منعماں رفتے کہ من — لوت چربے خوردہ ام در انجمن
مالداروں میں جاتا کہ میں نے — ایک مجلس میں مرغن غذا کھائی ہے

دست بر سبلت نہادے در نوید — رمز یعنی سوئے سبلت بنگرید
خوشخبری دیتے وقت مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا — اشارہ (تھا) یعنی مونچھیں دیکھو

کایں گواہ صدق گفتار من ست — ویں نشان چرب و شیریں خوردن ست
کہ یہ میری بات کے سچے گواہ ہیں — اور یہ چکنی اور لذیذ غذا کھانے کی علامت ہے

[1] ملتوی۔ پٹنے والا۔ کرانہ۔ کنارہ۔ تا بہ منبر چونکہ مولانا نے گیدڑ سے بناوٹی شیخ مراد لیا ہے لہٰذا اس کے لئے منبر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔

[2] گرمیے۔ یعنی حقیقی عشق کی گرمی۔ شعار۔ علامت، نشان۔ چرب کردن۔ مولانا نے بناوٹی شیخ کی حالت کو اس شیخی خورے کی حکایت سے سمجھایا ہے جو کہ علم سے خالی ہے، بظاہر چکنا چپڑا ہے۔

[3] دنبہ۔ چکتی۔ مستہاں۔ ذلیل۔ سبلتاں۔ دونوں مونچھیں۔ منعماں۔ مالدار لوگ۔ لوت چربے۔ چکنی غذا۔ رمز۔ یعنی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کرتا تھا کہ ان کی چکنائی میری گواہ ہے۔

اشکمش[۱] گفتے جوابِ بے طنین
اس کا پیٹ بلا آواز جواب دیتا
کہ اَبَادَ اللّٰہُ کَیْدَ الْکَافِرِیْن
کہ اللہ کافروں کے مکر کو برباد کرے

لافِ تو مارا بر آتش بر نہاد
تیری شیخی نے ہمیں انگاروں پر رکھ دیا ہے
کاں سبالِ چرب تو بر کندہ باد
خدا کرے تیری چکنی مونچھیں اکھڑ جائیں

گر نبودے لافِ زشتت اے گدا
اے بھکاری! اگر تیری بری شیخی نہ ہوتی
یک کریمے رحم آوردے بما
(تو) کوئی سخی ہم پر رحم کرتا

راست گر گفتی و کج کم باختی
اگر تو سچ بولتا اور کج گوئی کا کھیل نہ کھیلتا
یک طبیبے دار وے ما ساختی
تو ہمارے علاج کے لئے ایک طبیب پیدا کر دیتا

ور نمودی عیب و کم کردی جفا
اگر تو عیب ظاہر کر دیتا اور ظلم نہ کرتا
ہم بُدے مہمانیِ یک آشنا
کسی آشنا کی جانب سے مہمانی ہو جاتی

گفت[۲] حق کہ کج مجنباں گوش و دم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ کان اور دم کو ٹیڑھا مت ہلا
یَنْفَعَنَّ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُہُمْ
سچوں کو ان کا سچ ضرور فائدہ دے گا

کہف اندر کژ مخسپ اے مُحتلم
اے بے غسلے! غار کے اندر ٹیڑھا نہ سو
انچہ داری وَا نما و فَاسْتَقِمْ
جو تجھ حالت ہے ظاہر کر دے پھر سیدھا چل

ور نگوئی عیبِ خود بارے خمُش
اگر اپنا عیب نہیں بتاتا ہے تو چپ رہ
از نمایش و ز دغل خود را مکش
ریا اور فریب سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر

بر سبالِ[۳] چرب خود تکیہ مکن
اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کر
زانکہ گربہ بُرد دُنبہ بے سخن
اس لئے کہ بلی بلاشبہ چکتی لے گئی ہے

گر تو نقدے یافتی مگشا دہاں
اگر تجھے کچھ نقدی مل گئی ہے تو لب کشائی نہ کر
ہست در رہ سنگہائے امتحاں
راستہ میں آزمائش کے بہت سے پتھر ہیں

سنگہائے امتحاں را نیز پیش
آزمائش کے پتھروں کے لئے بھی درپیش ہیں
امتحانہا ہست در احوالِ خویش
اپنے احوال میں بہت سے امتحانات

گفت یزداں از ولادت تا بحیں
خدا نے فرمایا ہے کہ پیدائش سے موت تک
یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَرَّتَیْن
ہر سال میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں

امتحاں بر امتحانست اے پدر
باوا! آزمائش پر آزمائش ہے
ہیں بکمتر امتحاں خود را مخر
خبردار کمتر آزمائش پر خود پسندی نہ کر

۱ اشکمش۔ اس کا پیٹ۔ لاف تو۔ مونچھوں کی چکنائی اور شیخی کی وجہ سے سب اعضاء بھوکے رہے تو انہوں نے مونچھوں کو بددعا دی۔ سبال۔ سبلت کی جمع، مونچھیں۔ راست۔ اگر بھوک کا اظہار کرتا تو کوئی سخی کھانا کھلا دیتا۔

۲ گفت حق بہت سی آیتوں کا مفہوم ہے کہ انسان کو غلط بیانی نہ کرنی چاہیے سچوں کو ان کی سچائی لامحالہ مفید ہوتی ہے کہف۔ برائی کو چھپانا نہ چاہیے اس کا اظہار کر کے علاج کرانا چاہیے ور نگوئی۔ اگر انسان کا باطن برا ہے تو کم از کم بھلائی کی شیخی تو نہ مارے۔

۳ بر سبال۔ معنوی نیکی پر شیخی نہ مارنی چاہیے وہ زائل ہو گی تو رسوائی ہو گی جیسا کہ شیخی خورے کے واقعہ میں بیان ہوا کہ چکتی کو بلی لے گئی تو وہ رسوا ہوا۔ گر تو۔ اگر انسان کو کمال کا کوئی مقام حاصل ہو تو اس کا فخریہ اظہار نہ کرتا پھرے۔ سنگہائے امتحاں۔ یعنی اولیاء اللہ جو کھرے کھوٹے کو پرکھ لیتے ہیں پھر یہ اولیاء جو امتحان کی کسوٹی ہیں خود ان کا بھی امتحان ہوتا ہے۔ حیں۔ موت۔ یُفْتَنُوْنَ۔ یہ آیت اگرچہ منافقین کے بارے میں ہے لیکن اس طرح کی آزمائشیں مومنین کی بھی ہوتی ہیں۔ امتحاں۔ ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش ہوتی ہے، کسی ادنیٰ آزمائش میں پورا اترنے کی وجہ سے انسان میں خود پسندی نہ آنی چاہیے۔

زامتحاناتِ قضا ایمن مباش
تقدیرِ خداوندی کے امتحانات سے مطمئن نہ ہو

ہین ز رسوائی بترس اے خواجہ تاش[1]
اے پیر بھائی! رسوائی سے ڈر

ایمن بودنِ بلعمِ باعور کہ امتحان کرد حضرتِ عزت
بلعمِ باعور کا مطمئن ہو جانا، کہ خدا نے اُس کا امتحان کر لیا ہے

اُورا و از انہا رو آمدہ بود
اور اُس سے وہ ثابت ہوا تھا!

بلعمِ باعور و ابلیسِ لعین
بلعمِ باعور اور ملعون شیطان

زامتحانِ آخریں گشتہ مہیں
آخری امتحان سے ذلیل ہو گئے

زانکہ بودند ایمن از مکرِ خدا
کیونکہ وہ اللہ کے داؤ سے بے خوف تھے

کامتحانہا رفت اندر ماضی
کہ پہلے بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں

عاقبت رسوائی آمد بارِ شاں
انجامِ کار وہ رسوا ہو گئے

ایں شنیدہ باشی از اخبارِ شاں
تو نے اُن کی خبروں میں یہ بات سُنی ہو گی

اُو بدعوی میل دولت می کند
وہ دعوے کے ذریعہ دولت کی طرف جھک رہا ہے

معدہ[2] اش نفرینِ سبلت میکند
اُس کا معدہ مونچھ پر لعنت بھیج رہا ہے

کانچہ پنہاں می کند پیدا اش کن
(اے خدا!) جو وہ چھپا رہا ہے اُس کو ظاہر کر دے

سوخت ما را اے خدا رسوا اش کن
اے خدا اُس نے ہمیں جلا ڈالا اُسکو رسوا کر دے

جملہ اجزائے تنش خصمِ وے اند
اُس کے جسم کے سب اعضا اُسکے دشمن ہیں

کز بہارے لاف ایشاں در دے اند
موسمِ بہار کی شیخی مارتا ہے وہ (موسم) خزاں میں ہیں

لاف[3] وا دادِ کرمہا می کند
شیخی کرموں کو توڑتی ہے

شاخِ رحمت را ز بُن بر می کند
رحمت کی شاخ کو جڑ سے اُکھاڑ دیتی ہے

راستی پیش آر یا خاموش کُن
سچ بول یا چُپ رہ

وانگہاں رحمت ببین و نوش کُن
تب رحمت کو دیکھ اور حاصل کر

آں شکم خصمِ سبالِ اُو شدہ
وہ پیٹ، اُس کی مونچھوں کا دشمن بنا

دستِ پنہاں در دعا اندر زدہ
چھپے ہاتھوں دعا میں لگ گیا

کاے خدا رسوا کُن ایں لافِ لئام
کہ اے اللہ کمینوں کی اس شیخی کو رسوا کر دے

تا بجنبد سوئے ما رحمِ کرام
تا کہ بھلوں کا رحم ہمارے لئے حرکت میں آئے

---

[1] خواجہ تاش۔ یعنی پیر بھائی۔ ایمن بودن۔ بلعم اور شیطان دونوں ابتدائی کامیابیوں پر مغرور ہو گئے اور تباہ ہو گئے۔ مہین۔ ذلیل، حقیر۔ ماضی گزشتہ زمانہ۔ اوپر حق کی نصیحتیں کرنے کے بعد پھر اب شیخی خورے کا قصہ شروع کیا ہے۔

[2] معدہ اش۔ چونکہ مونچھوں کی وجہ سے معدہ بھوکا رہا ہے مونچھوں پر لعنت بھیجتا ہے۔ کانچہ۔ معدے کی یہ دعا ہے۔ در دے اند۔ یعنی در زمانہ دے اند، دے خزاں کا مہینہ ہے۔

[3] واد۔ انسان کی شیخی انسانوں اور اللہ تعالیٰ کے کرم کے منافی ہوتی ہے۔ سبال۔ مونچھیں۔ لئام۔ لئیم کی جمع کمینہ۔

مُستجاب[1] آمد دعائے آں شکم — سوزشِ حاجت بزد بیروں عَلَم
اُس پیٹ کی دُعا مقبول ہوئی — محتاجی کی جلن نے جھنڈا اُبھارا

گفت حق گر فاسقی واہلِ صَنم — چوں مرا خوانی اجابتہا کنم
خدا نے فرمایا خواہ تو فاسق ہے اور بُت پرست — جب تو مجھے پُکارے گا میں قبول کروں گا

تو دعا را سخت گیر و می شَخُول — تو مشو ہیچ از دُعا کردن ملول
تو خوب دعا کر اور رو — تو دعا کرنے سے کبھی نہ تھک

بُردنِ گربہ دُنبہ را و رُسوا شدنِ پہلوان

بلّی کا دُنبہ (کی کھال) کو لے بھاگنا اور پہلوان کا رسوا ہونا

چوں شکم خود را بحضرت[2] در سُپُرد — گربہ آمد پوستِ آں دُنبہ بُبُرد
جب پیٹ نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا — بلّی آئی، دُنبہ کی کھال لے بھاگی

از پسِ گربہ دوید اُو می گریخت — کودک از ترسِ عتابش رنگ ریخت
بلّی کے پیچھے دوڑا، وہ بھاگ گئی — اُس کے غصّے کے ڈر سے، بچّہ کا رنگ اُڑ گیا

آمد اندر انجمن آں طفلِ خورد — آبروئے مردِ لافی را ببُرد
وہ چھوٹا بچّہ مجمع میں آیا — اُس نے شیخی خورے کی آبرو کھو دی

گفت آں دُنبہ کہ ہر صبحے بداں — چرب میکردے لباں و سُبلتاں
کہنے لگا کہ وہ دنبہ (کی کھال) جس سے ہر صبح کو — وہ ہونٹ اور مونچھیں چکنی کرتا تھا

گربہ آمد ناگہانش در ربود — بس دویدیم و نکرد آں ہیچ سود
بلّی آئی اور اچانک اُس کو لے بھاگی — میں بہت دوڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

پہلواں[3] را لافِ گرم و ذوقناک — چوں شنید ایں قصّہ گشت از غم ہلاک
پہلوان نے شیخی کی گرمی اور ذوق میں — جب یہ قصّہ سُنا، رنج سے ہلاک ہو گیا

مُنفعِل شُد درمیانِ انجمن — سر فرو بُرد و خمش گشت از سخن
مجمع میں شرمندہ ہو گیا — سر جھکا لیا اور بات سے خاموش ہو گیا

خندہ آمد حاضراں را از شگفت — رحمہا شاں باز جنبیدن گرفت
تعجب سے حاضرین کو ہنسی آ گئی — اُن کا رحم پھر حرکت کرنے لگا

دعوتش کردند و سیرش داشتند — تخمِ رحمت در زمینش کاشتند
انھوں نے اُسکی دعوت کی اور اُسکا پیٹ بھر دیا — مہربانی کا بیج اُس کی زمین میں بو دیا

[1] مُستجاب۔ قبول شدہ۔ شخول۔ امر کا صیغہ ہے، شخولیدن رونا چلاتا۔

[2] حضرت۔ دربارِ خداوندی۔ رنگ ریخت۔ یعنی لڑکا بلّی کے پیچھے بھاگا جب کامیاب نہ ہوا تو باپ کے ڈر سے اُس کا رنگ بدل گیا۔ انجمن۔ یعنی وہی مجمع جہاں وہ شیخی بگھارتا تھا۔ لافی۔ شیخی بگھارنے والا، گپّی۔ گفت۔ یعنی بچّے نے اپنی سادگی سے سارا قصّہ بیان کر دیا جس سے شیخی خورے کا جھوٹ کھل گیا۔

[3] پہلواں۔ یعنی وہی شیخی خورا۔ ایں قصّہ۔ یعنی یہ بات کہ بچّے نے مجلس میں جا کر کہہ دیا ہے۔ رحمہا۔ یعنی اُن کو اُس کے افلاس پر رحم آنے لگا۔

اُو چو ذوقِ[1] راستی دید از کرام — بے تکبر راستی را شد غلام
جب اُس نے شریفوں میں سچائی کا ذوق دیکھا — بغیر تکبر کے سچائی کا غلام بن گیا

راستی را پیشہ خود کن مُدام — تا شوی در ہر دو عالم نیکنام
سچائی کو ہمیشہ کے لئے اپنا پیشہ بنالے — تاکہ تو دونوں جہان میں نیکنام بنے

دعویٰ طاؤسی کردنِ آں شغال کہ در خُمِ صبّاغ[2] افتادہ بُود
اُس گیدڑ کا مور ہونے کا دعویٰ کرنا جو رنگریز کے مٹکے میں گر گیا تھا

آں شغالِ رنگ رنگ اندر نہفت — بر بناگوشِ ملامت گر بگفت
اُس رنگ برنگ کے گیدڑ نے آہستہ سے — ملامت گر کے کان کی لو کے پاس جاکر کہا

بنگر آخر در من و در رنگِ من — یک صنم چوں من ندارد خود شمن
آخر مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ — پجاری (بھی) ایسا ایک بت نہیں رکھتا ہے

چوں گلستاں گشتہ ام صد رنگ و خوش — مر مرا سجدہ کن از من سر مکش
میں باغ کی طرح سو رنگوں والا اور حسین ہوگیا ہوں — مجھے سجدہ کر، مجھ سے سرکشی نہ کر

کرّ و فرّ و آب و تاب و رنگ بیں — فخرِ دنیا خواں مرا و رُکنِ دیں
شان و شوکت، رونق اور چمک اور رنگ دیکھ — مجھے دنیا کا فخر اور دین کا ستون کہہ

مظہرِ لطفِ خدائی گشتہ ام — لوحِ[3] شرحِ کبریائی گشتہ ام
میں اللہ کے کرم کا مظہر بن گیا ہوں — (اللہ کی) بڑائی کی شرح کی تختی بن گیا ہوں

اے شغالاں ہیں مخوانیدم شغال — کے شغالے را بُود چندیں جمال
اے گیدڑو! خبردار مجھے گیدڑ نہ کہو — کسی گیدڑ میں اس قدر حسن کب ہوتا ہے؟

آں شغالاں آمدند آنجا بجمع — ہمچو پروانہ بگردا گردِ شمع
وہاں سب گیدڑ جمع ہوگئے — جیسے شمع کے چاروں طرف پروانے

پس چہ خوانیمت بگو اے جوہری — گفت طاؤسِ نری چوں مشتری
تو اے جوہری بتا ہم تجھے کیا کہا کریں؟ — اُس نے کہا، نر طاؤس جو مشتری (ستارہ) کی طرح ہو

پس بگفتندش کہ طاؤسانِ جاں — جلوہا دارند اندر گلستاں
تو اُنھوں نے اُس سے کہا کہ روحوں کے مور — باغ (عالمِ ملکوت) میں جلوے دکھاتے ہیں

تو چناں جلوہ کُنی گفتا کہ نے — بادیہ نارفتہ چوں گوید منے
تو ایسا جلوہ دکھائیگا اس نے کہا نہیں — جو (کسی) جنگل میں نہ گیا ہو وہ منی کی کیا بات کرے

---

[1] ذوقِ راستی۔ یعنی سچی بات کو شرفا پسند کرتے ہیں تو وہ خود سچائی کا پابند ہوگیا

[2] صباغ۔ رنگریز۔ بناگوش کان کی لو۔ شمن۔ بتوں کا پجاری۔ مظہر چونکہ میں انتہائی حسین ہوں لہذا میں خدا کی مہربانی کا مظہر ہوں اور اُس کی کبریائی کی شرح کی تختی ہوں۔

[3] لوح۔ یعنی میرے وجود سے اُس کی عظمت کی تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے۔ جوہری۔ وہ گیدڑ جو رنگین ہوگیا تھا۔ مشتری۔ مشہور ستارہ ہے۔ جلوہا۔ طاؤس کا رقص مشہور ہے۔

بانگِ[1] طاؤساں کُنی گفتا کہ لا — پس نہ طاؤس خواجہ بُو العُلا

تو موروں کی بولی بول سکتا ہے اُس نے کہا نہیں — تو، اے بڑائیوں والے خواجہ تو مور نہیں ہے

خلعتِ طاؤس آید ز آسماں — کے رسی از رنگ دعویہا بداں

طاؤس کا لباس آسمان سے اُترتا ہے — دعووں کی رنگینی سے تو اُس تک کب پہنچ سکتا ہے

ور تو دعویٰ می کُنی معنیٰ بیار — گہ مخور ورنہ پس گردن مخار

اگر تو دعویٰ کرتا ہے، حقیقت پیش کر — بکواس نہ کر ورنہ پھر گردن نہ کھجانا

دعویٰ کردنِ فرعون الوہیّت را و تشبیہ کردن او را

فرعون کا خدائی کا دعویٰ کرنا اور اس کو اس گیدڑ کے مشابہ

بداں شِغال کہ دعویٰ طاؤسی می نمود

بتانا جس نے مور ہونے کا دعویٰ کیا

ہمچو فرعونِ مرصّع کردہ ریش — برتر از موسیٰ پریدہ از خریش[2]

فرعون کی طرح جس نے داڑھی کو جڑاؤ کرا کر — اپنے گدھے پن سے (حضرت) موسیٰؑ سے بلند پروازی کی

او ہم از نسلِ شِغالِ مادہ زاد — در خُمِ مالے و جاہے او فتاد

وہ بھی گیدڑی کی نسل سے پیدا ہوا تھا — مال اور مرتبہ کے خُم میں گر گیا تھا

ہر کہ دید آں مال و جاہش سجدہ کرد — سجدۂ افسوسیاں را اُو بخورد

جس نے اُس کا مال اور مرتبہ دیکھا اُسنے اُسکو سجدہ کیا — مذاق کرنے والوں کے سجدے وہ نگل گیا

گشت مستک آں گدائے ژندہ دلق — از سجود و از تحیّر ہائے خلق

وہ پھٹی گدڑی والا فقیر مست ہو گیا — لوگوں کے سجدوں اور حیرانیوں سے

مال[3] مار آمد کہ در وے زہرہاست — واں قبول و سجدۂ خلق اژدہاست

مال، سانپ ہے جس میں بہت سے زہر ہیں — لوگوں میں مقبولیت اور (اُن کا) سجدہ کرنا اژدہا ہے

ہائے اے فرعون ناموسی مکُن — تو شغالی ہیچ طاؤسی مکُن

افسوس اے فرعون! معزز نہ بن — تو گیدڑ ہے مور بن نہ جتا

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی — عاجزی از جلوہ و رسوا شوی

اگر تو موروں کے سامنے آئے گا — جلوہ دکھانے سے عاجز اور رسوا ہو جائیگا

موسیٰ و ہاروں چو طاؤساں بُدند — پرِّ جلوہ بر سر و رُویت زدند

حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ چونکہ مور تھے — انھوں نے جلوے کا پر تیرے سر اور مُنہ پر مار دیا

[1] بانگ۔ مور کی کوک بھی بھلی ہوتی ہے۔ خلعت۔ مور کو جو حسین لباس ملا ہے وہ قدرتی ہے۔ گردن مخار۔ انسان شرمندگی میں گردن کھجانے لگتا ہے۔ مرصّع۔ فرعون نے اپنی داڑھی میں قیمتی موتی پرو رکھے تھے۔ برتر۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

[2] خریش۔ خری اش۔ او ہم۔ وہ فرعون اسی گیدڑی کی نسل سے تھا جو عارضی رنگ کی وجہ سے اپنے آپکو مور کہلانا چاہتی تھی۔ مالے۔ اس فرعون پر مال و جاہ کا عارضی رنگ تھا۔ افسوسیاں۔ فرعون کو سجدہ کرنے والے بہت سے وہ تھے جو محض مذاق اور دل لگی کے لئے سجدہ کرتے تھے۔ مستک۔ میں کاف تحقیر کے لئے ہے۔ گدا۔ فرعون کو گدا اس لئے کہا ہے کہ وہ حقیقت سے تہی دست تھا۔

[3] مال۔ دولت انسان کو اس طرح ہلاک کرتی ہے جس طرح سانپ ہلاک کرتا ہے۔ ناموسی۔ معزز بن۔ طاؤساں۔ جو حقائق کے مالک ہیں۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ نے معجزوں کے ذریعہ اُس کو رسوا کر دیا۔

زشتیت پیدا شد و رسوائیت
تیرا بھدّا پن اور رسوائی واضح ہو گئی
سرنگوں افتادی از بالائیت
تو اپنی بلندی سے اوندھا گرا

چوں محک دیدی سیاہ گشتی چو قلب
جب تو نے کسوٹی دیکھی کھوٹے سکّے کی طرح سیاہ پڑ گیا
نقش شیری[1] رفت و پیدا گشت کلب
تیرے شیر ہونے کی صورت چلی گئی اور کتّا ظاہر ہوا

اے سگ گرگین زشت از حرص و جوش
اے بھدّے گرگ نما کتّے حرص اور جوش میں
پوستین شیر را بر خود مپوش
شیر کی کھال اپنے اوپر نہ پہن

غرّۂ شیرت بخواہد امتحاں
شیر کی گرج تیرا امتحان لے لیگی
نقش شیر و آنگہ اخلاق سگاں
شیر کی صورت اور پھر کتّوں کے اخلاق

اے شغال بے جمال و بے ہنر
اے بدصورت، بے ہنر گیدڑ
ہیچ بر خود ظن طاؤسی مبر
اپنے اوپر مور ہونے کا گمان ہرگز نہ کر

زانکہ طاؤساں کنندت امتحاں
کیونکہ مور تجھے آزمائیں گے
خوار و بے رونق بمانی درمیاں
تو درمیان میں ذلیل اور بے آبرو رہ جائے گا

تفسیر "ولتعرفنّھم فی لحن القول" در بیان امتحان منافقاں

"اور تم اُن کو بات کے لہجے سے پہچان لوگے" کی تفسیر منافقوں کے امتحان کے ذیل میں

گفت یزداں مر نبی را در مساق[2]
نبی کو اللہ (تعالیٰ) نے (قرآن کے) سیاق میں بتا دی
یک نشان سہل تر ز اہل نفاق
منافقوں کی ایک آسان پہچان

گر منافق زفت باشد نغز و ہول
خواہ منافق موٹا، خوبصورت اور بارُعب ہو
واشناسی مر ورا در لحن و قول
تم اُس کو بات کے لہجے سے پہچان لوگے

چوں سفالین کوزہا را میخری
جب تو مٹی کے پیالے خریدتا ہے
امتحانے می کنی اے مشتری
اے خریدار! تو امتحان کر لیتا ہے

می زنی دستے بر آں کوزہ چرا
تو اُس کوزے پر ہاتھ کیوں مارتا ہے؟
تا شناسی از طنین[3] اشکستہ را
تاکہ تو آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لے

بانگ اشکستہ دگرگوں می شود
ٹوٹے ہوئے کی آواز دوسری طرح کی ہوتی ہے
بانگ چاؤوش ست پیشش می رود
آواز، نقیب ہے جو آگے آگے چلتا ہے

بانگ می آید کہ تعریفش کند
آواز آتی ہے تاکہ اُس کی پہچان کر دے
ہمچو مصدر فعل تصریفش کند
جیسا کہ مصدر ہے، فعل اس میں تغیر کر دیتا ہے

---

[1] نقش شیری۔ جھوٹی خدائی باطل ہو گئی اور حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اے سگ۔ فرعون کو خطاب ہے۔ غرّہ۔ شیر بننے پر امتحان ہو گا کہ شیر کی سی دھاڑ بھی ہے یا نہیں۔

[2] مساق۔ یعنی سیاقِ کلام اللہ۔ بعض نسخوں میں لفظ مشاق ہے جس کے معنی ہیں عہد کی جگہ اس سے بھی مُراد قرآن پاک ہے۔ گر منافق۔ اگرچہ منافقوں کی ظاہری صورت بھلی معلوم ہو گی لیکن اُن کی آواز سے اُن کی حقیقت کھل جائے گی جیسے سفالیں۔ یہ اس کی مثال ہے کہ آواز سے حقیقت کھل جاتی ہے۔

[3] طنین۔ بھنبھناہٹ۔ چاؤوش نقیب جو بادشاہ کے آگے چلتا ہے، آواز بھی حقیقت کے لئے پیشرو ہے۔ ہمچو مصدر۔ فعل پر نظر کی جائے اگر اُس میں تعلیل ہوتی ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اُس کا مصدر بھی معلل ہے جیسا کہ قام اور قیاما ہے قام میں واؤ الف سے بدلا ہے تو قیاما میں واؤ یا سے بدلا ہوا۔

چوں حدیثِ امتحاں[۵۱] روی نمود — یادم آمد قصۂ ہاروت زود
جب امتحان کی بات سامنے آئی — مجھے فوراً ہاروت کا قصہ یاد آگیا

پیش ازیں زاں گفتہ بودم اندکے — خود چہ گویم از ہزارانش یکے
اس سے پہلے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا تھا — میں کیا کہوں، اُس کے ہزاروں میں سے ایک

خواستم گفتن در آں تحقیقہا — تاکنوں وا ماندم از تعویقہا
میں اُس میں کچھ تحقیقیں بیان کرنا چاہتا تھا — لیکن ارکاوٹوں کی وجہ سے اب تک رُکا رہا

جملۂ دیگر ز بسیارش قلیل — گفتہ آید شرحِ[۵۲] یک عضوے ز پیل
اُس کے بہت سے میں سے کچھ تھوڑا سا دوسرا جملہ — کہہ دیا جائے جو ہاتھی کے ایک عضو کی شرح ہوگی

گوش کُن ہاروت را ماروت را — اے غلام و چاکراں ماروت را
سُن لے ہاروت اور ماروت کے بارے میں — اے وہ کہ ہم تیرے چہرے کے غلام اور خادم ہیں

قصۂ ہاروت و ماروت و دلیری ایشان بر امتحانِ حق تعالیٰ

ہاروت و ماروت کا قصہ اور اللہ (تعالیٰ) کی آزمائش پر اُن کی دلیری

گوشِ دل را یک نفس ایں سو بدار — تا بگویم با تو از اسرارِ یار
تھوڑی دیر کے لئے کان کو اِس طرف متوجہ کر — تاکہ میں تجھ سے دوست کے کچھ راز بیان کروں

مست بودند از تماشائے اِلٰہ — وز عجائبہائے اِستدراجِ شاہ
وہ اللہ کے دیدار سے مست تھے — اور شاہ (اللہ) کے عجائب کی ڈھیل سے

اینچنیں مستی ست ز اِستدراجِ حق — تا چہ مستیہا دہد معراجِ[۵۳] حق
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ڈھیل میں ایسی مستی ہوتی ہے — تو اللہ (تعالیٰ) کی جانب عروج کیا مستیاں دیتا ہوگا!

دانۂ دامش چنیں مستی نمود — خوانِ انعامش چہا داند کشود
اُس کے جال کے دانہ نے ایسی مستی دکھائی — اُسکے انعام کا خوان کس قدر (مستیاں) پیدا کرنا چاہتا ہوگا

مست بودند و رہیدہ از کمند — ہای و ہوئے عاشقانہ می زدند
وہ مست تھے اور پھندے سے آزاد تھے — عاشقوں کی طرح ہائے و ہو (کے نعرے) لگاتے تھے

یک کمین و امتحاں در راہ بود — صرصرش چوں کاہ کُہ را می ربود
ایک گھات اور امتحان راستہ میں تھا — جس کی آندھی پہاڑ کو تنکے کی طرح لے اُڑی

امتحاں میکردشاں زیر و زبر — کے بود سرمست را زینہا خبر
اِمتحان اُن کو اُلٹ پلٹ کر رہا تھا — مست کو اس کی کب خبر ہوتی ہے؟

۵۱ اِمتحاں۔ آزمائش سے رُسوائی کی بات پر ہاروت و ماروت کا قصہ یاد آگیا چونکہ وہ بھی اِمتحان کی وجہ سے رسوا اور ذلیل ہوئے ہیں۔ از ہزاراں۔ ہاروت و ماروت کے قصے کے اَسرار میں نے بہت تھوڑا بیان کیا تھا۔ خواستم ہاروت و ماروت کے قصے کے اَسرار بیان کرنا چاہتا تھا لیکن موانع پیش آگئے تھے۔

۵۲ شرح یک عضو۔ صرف اِس قدر بیان کیا تھا جیسا کہ ہاتھی کے کسی ایک عضو کی تشریح کردی جائے۔ زوت۔ روئے تو۔ اَسرارِ یار۔ خدائی راز۔ اِستدراج۔ وہ کشف و کرامات جن میں پھنس کر اور جن سے مغرور ہوکر سالک تباہ ہوجاتا ہے۔

۵۳ معراجِ حق۔ جبکہ استدراج کی مستیاں بھی اِس قدر ہیں تو پھر حقیقی معراج کی مستیوں کا کیا ٹھکانا ہے۔ دانۂ دامش۔ یعنی اِستدراج کی مستیاں۔ مست بودند۔ ہاروت و ماروت اِستدراج کی مستیوں میں... مدہوش ہوگئے تھے۔ صرصرش۔ اِمتحان کی آندھی بڑوں بڑوں کو تباہ کردیتی ہے۔

خندق[۱] و میداں بہ پیشِ اُو یکے ست
خندق اور میدان اُس کے سامنے یکساں ہیں

چاہ و خندق پیشِ اُو خوش مسلکے ست
کنواں اور خندق اُس کے سامنے اچھا راستہ ہیں

مستیِ بُز از دیدنِ بُزِ مادہ و جستنِ اُو بکوہِ مقابل

بکری کو دیکھ کر بکرے کی مستی اور اُس کا بالمقابل پہاڑ پر کودنا

آں بُزے کوہی براں کوہِ بلند
پہاڑی بکرا بلند پہاڑ پر

بر دَوَد از بہرِ خوردی[۲] بے گزند
خوراک کے لئے بے مشقت دوڑتا ہے

تا علف چیند بہ بیند ناگہاں
تاکہ گھاس چگے (لیکن) وہ اچانک دیکھتا ہے

بازیِ دیگر ز حکمِ آسماں
آسمان کے حکم سے ایک دوسرا کھیل

بر کُہے دیگر بر اندازد نظر
دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے

مادہ بُز بیند براں کوہِ دگر
اُس دوسرے پہاڑ پر وہ بکری دیکھتا ہے

چشمِ اُو تاریک گردد در زماں
فوراً اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے

بر جہد سر مست زیں کُہ تا بداں
مست ہو کر اِس پہاڑ سے اُس پہاڑ پر کود پڑتا ہے

آنچناں نزدیک بنماید وُرا
وہ اُس کو ایسا نزدیک نظر آتا ہے

کہ دویدن گردِ بالوعہ سرا
جیسا کہ گھر کے چوبچے کے چاروں طرف دوڑنا

آں ہزاراں گز دو گز بنمایدش
وہ ہزاروں گز کا فاصلہ اُسکو دو گز نظر آتا ہے

تا ز مستی میلِ جستن آیدش
یہاں تک کہ مستی کیوجہ سے اُسکے دل میں کودنے کی خواہش ہوتی ہے

چونکہ بجہد در فتد اندر زماں
جب کودتا ہے فوراً گر جاتا ہے

در میانِ ہر دو کوہِ بے اَماں
دونوں بے پناہ پہاڑوں کے درمیان

اُو ز صیاداں بہ کُہ بگریختہ
وہ شکاریوں سے پہاڑ پر بھاگا تھا

خود پناہش خونِ اُو را ریختہ
پناہ نے ہی اُس کا خون بہا دیا

شستہ صیاداں میانِ آں دو کوہ
اِن دونوں پہاڑوں کے درمیان شکاری بیٹھے تھے

انتظارِ ایں قضائے باشکوہ
اِس پُرشکوہ قضا کے انتظار میں

باشد[۳] اغلب صیدِ ایں بُز ہمچنیں
بکرے کا شکار عموماً ایسے ہی ہو جاتا ہے

ورنہ چالاک ست و چُست و خصم بیں
ورنہ چالاک اور چُست ہے، اور دشمن کو دیکھ لینے والا ہے

رُستم ار چہ با سر و سبلت بُوَد
رستم خواہ مع سر اور مونچھوں کے ہو

دامِ پا گیرش یقیں شہوت بُوَد
یقیناً شہوت اُس کے پاؤں کا جال ہوتی ہے

۱ خندق۔ بست گڑھے اور ہموار زمین میں فرق نہیں کرتا ہے دونوں پر چل پڑتا ہے۔ مستیِ بُز۔ اِس قصہ کا منشا یہ ہے کہ شہوت کی مستی میں انسان اندھا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

۲ خوردی۔ خوراک۔ علف۔ گھاس۔ چشمِ او یعنی مستی میں وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ بالوعہ۔ چہ بچہ۔ سرا۔ مکان۔ کوہِ بے اماں۔ چونکہ وہ دونوں پہاڑ بہت بلند تھے۔ شستہ نشستہ کا مخفف ہے۔ شکوہ۔ شان و شوکت، دبدبہ۔

۳ باشد۔ پہاڑی بکرا اسی طرح شکار ہو جاتا ہے ورنہ بہت چالاک اور ہوشیار ہوتا ہے۔ خصم بیں۔ دشمن کو پہچان جانے والا۔ با سر و سبلت۔ یعنی سر میں عقل اور بہادری کے باوجود۔

ہمچو من از مستیِ شہوت بُبُر — مستیِ شہوت ببیں اندر شتر[1]
میری طرح شہوت کی مستی سے جُدا ہو جا — شہوت کی مستی اونٹ میں دیکھ لے

باز ایں مستیِ شہوت در جہاں — پیشِ مستیِ مَلَک داں مُنتہاں
پھر یہ دنیا میں شہوت کی مستی — فرشتے کی مستی کے سامنے ہیچ سمجھ

مستیِ آں مستیِ ایں بشکند — او بشہوت التفاتے کے کند
اُس کی مستی اِسکی مستی کو فنا کر دیتی ہے — وہ شہوت کی طرف کب توجہ کرتا ہے؟

آبِ شیریں تا نخوردی آبِ شور — خوش نماید چوں درونِ دیدہ نور
جب تک تو نے میٹھا پانی نہیں پیا ہے کھاری پانی — ایسا عمدہ لگتا ہے جیسا کہ آنکھوں میں روشنی

قطرۂ از بادہ ہائے آسماں — بر کند جاں را زمے وز ساقیاں
آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ — جان کو (دنیا کی) شراب اور ساقیوں سے برگشتہ کر دیتا

تا چہ مستیہا بود املاک را[2] — وز جلالت روحہائے پاک را
فرشتوں میں کس قدر مستیاں ہوتی ہیں — اور پاک روحوں میں بڑائی کی وجہ سے

کہ بُوئے دل دراں بجستہ اند — خُمِ بادہ ایں جہاں بشکستہ اند
کہ انھوں نے خوشبو کی وجہ سے دل اُس شراب سے وابستہ کر دیا ہے — انھوں نے اس جہان کے خُم توڑ ڈالے ہیں

جز مگر آنہا کہ نومیدند و دور — ہمچو کفارے نہفتہ در قبور
سوائے اُن کے جو مایوس اور دُور ہیں — قبروں میں چھپے ہوئے کافروں کی طرح

نا امید از ہر دو عالم گشتہ اند — خارہائے بے نہایت کشتہ اند
وہ دونوں جہانوں سے مایوس ہو گئے ہیں — انھوں نے لا انتہا کانٹے بوئے ہیں

تمنا کردنِ ہاروت و ماروت مقامِ بشریت را و غیرت حق تعالیٰ

ہاروت و ماروت کا بشریت کے مقام کی تمنا کرنا اور حضرت حق تعالیٰ کی غیرت

پس ز مستیہا بگفتند اے دریغ[3] — بر زمیں باراں بدادیمے چو میغ
مستیوں کی وجہ سے انھوں نے کہا ہائے افسوس — ہم زمین پر ابر کی طرح (انصاف کی) بارش برساتے

گستریدیمے دریں بیداد جا — عدل و انصاف و عبادات و وفا
ہم اس ظلم کی جگہ میں پھیلا دیتے — عدل اور انصاف اور عبادات اور وفا

ایں بگفتند و قضا می گفت ایست — پیشِ پاتاں دامِ ناپیدا بسے است
یہ انھوں نے کہا اور قضا کہہ رہی تھی ٹھہر جا! — تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے چھپے ہوئے جال ہیں

۱؎ اندر شتر۔ اونٹ کی مستی مشہور ہے۔ ملک فرشتوں کو قرب الٰہی سے جو مستی حاصل ہوتی ہے دنیا کی مستی اسکے سامنے ہیچ ہے۔ مستی آں۔ جس شخص کو قرب الٰہی کی مستی حاصل ہو جاتی ہے پھر اُس پر دنیا کی مستی طاری نہیں ہوتی۔ آبِ شیریں۔ خدائی مستی اور دنیا کی مستی کی مثال شیریں پانی اور کھارا پانی ہے۔

۲؎ تا چہ۔ فرشتوں اور روحوں کو قرب الٰہی کی ایسی مستی حاصل ہوتی ہے کہ اُن کے دل اُس سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور دنیا کی مستی کے اسباب کو وہ ختم کر دیتے ہیں۔ جز مگر۔ کفار کی روحیں قرب الٰہی کی مستی سے محروم ہیں۔ تمنا کردن۔ قرب الٰہی سے جو مستی طاری ہوتی ہے وہ بسا اوقات استدراج ہوتا ہے اُس سے ہوشیار رہنا چاہیئے اِس مستی میں کوئی غلط قدم نہ اٹھانا چاہیئے۔

۳؎ پس ز مستیہا۔ ہاروت و ماروت نے مستی میں غلط قدم اٹھایا جس کا بد انجام بھگتنا پڑا۔ گستریدیمے۔ انسانوں نے دنیا میں ظلم و ستم کر رکھا ہے ہم دنیا میں ہوتے تو عدل و انصاف سے دنیا کو بھر دیتے۔

ہین[1] مرو گستاخ در دشتِ بلا — ہین مرو کورانہ اندر کربلا
خبردار! مصیبت کے جنگل میں لاپروائی سے نہ جا — خبردار! کربلا میں اندھوں کی طرح نہ جا

کز موی و استخوانِ ہالکاں — می نیابد راہ پائے سالکاں
کیونکہ ہلاک ہونے والوں کے بال اور ہڈیوں سے — چلنے والوں کا قدم راستہ نہیں پاتا ہے

جملہ رَہ استخوان و مُوی و پے — بسکہ تیغِ قہر لاشی کرد شئ
سارے راستہ میں ہڈیاں، بال اور پٹھے ہیں — کثرت سے قہر کی تلوار نے موجود کو معدوم کر دیا ہے

گفت حق کہ بندگانِ جُفتِ عَوْن — بر زمیں آہستہ می رانند ہَوْن
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ مدد (الٰہی) کے ساتھی بندے — خاکساری سے آہستہ چلتے ہیں

پا برہنہ چوں رَوَد در خارزار — جز بمُہَل و فکرتے پرہیزگار[2]
کانٹوں کے جنگل میں، ننگے پاؤں کیسے چلے — پرہیزگار سوائے وقفہ اور سوچ سمجھ کے

ایں قضا می گفت لیکن گوشِ شاں — بستہ بود اندر حجابِ جوشِ شاں
قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن اُن کے کان — اُن کے جوش کے پردے میں بند تھے

چشمہا و گوشہا را بستہ اند — جز مر آنہا را کہ از خود رستہ اند
لوگوں نے آنکھیں اور کان بند کر لئے ہیں — سوائے اُن کے جو اپنی ہستی سے آزاد ہو گئے ہیں

جُز عنایت کہ کشاید چشم را — جُز محبّت کہ نشاند خشم را
(خدا کی) مہربانی کے علاوہ آنکھ کون کھول سکتا ہے؟ — غصّہ کو محبت کے علاوہ کون فرو کر سکتا ہے؟

جہدِ بے توفیق جاں کندن بُوَد — زارعے کم گرچہ صد خرمن بُوَد
بے توفیقِ (خدا)، کوشش، جان کو فنا کرنا ہے — اگرچہ وہ کوشش اتنی کھلیان ہو ایک بیج سے کم ہے

جہدِ بے توفیق خود کس را مباد — در جہاں وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
خدا کرے کسی کی کوشش، بے توفیق نہ ہو — دنیا میں، اور خدا بہتر جانتا ہے

خواب دیدنِ فرعون آمدنِ موسیٰ علیہ السلام را و تدارک آں

خواب میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد کو دیکھنا اور اُسکو روکنے کی تدبیر کرنا

جہدِ فرعونے چو بے توفیق بُود — ہر چہ اُو می دُوخت آں تفتیق[3] بُود
فرعون کی کوشش چونکہ بغیر توفیق کے تھی — جو کچھ وہ سیتا تھا، وہ پھاڑتا تھا

---

[1] ہین مرو۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو آزمائش میں نہ ڈالنا چاہیئے اور ایسے مقام پر پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے کہ زمانے میں آزمائش کے راستہ میں بہت سی قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔ تیغِ قہر۔ خدا کا غضب نازل ہوا تو وہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ گفت۔ پاک بندوں کی تعریف میں فرمایا گیا۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا اور اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں۔

[2] پرہیزگار۔ نیک بندے احسان کی وادی میں سوچ سمجھ کر وقفہ وقفہ سے قدم اٹھاتے ہیں۔ ایں قضا۔ قضا ہاروت ماروت کو سمجھا رہی تھی لیکن انھوں نے کان بند کر لیے تھے۔ بجز مر آنہا۔ جن لوگوں نے خودی کو مٹا دیا ہے اُنکے ہی کان کھلے ہوئے ہیں۔ بجز عنایت۔ عنایتِ خداوندی ہی آنکھیں کھولتی ہے اور اللہ کی محبت ہی غضبِ الٰہی کو فرو کر سکتی ہے۔ جہدِ بے توفیق۔ جب تک توفیقِ خداوندی میسر نہ ہو کوشش بیکار ہوتی ہے۔

[3] فرزن۔ ایک غلہ ہے جس کا دانہ بہت چھوٹا ہوتا ہے اُسکو چینا کہا جاتا ہے۔ خواب دیدن۔ توفیقِ خداوندی چونکہ فرعون کے شاملِ حال نہ تھی لہذا حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کو روکنے کی اُس کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ تفتیق۔ پھاڑنا، جدا کرنا۔

از مُنجّم بُود در حکمش ہزار — وز مُعبّر نیز و ساحر بے شمار

اُس کے حکم میں ہزاروں نجومی تھے — تعبیر دینے والے اور جادوگر بھی بے شمار تھے

مقدم موسیٰ نمودندش بخواب — کہ کُند فرعون و مُلکش را خراب

حضرت موسیٰؑ کی تشریف آوری انکو خواب میں دکھائی گئی — کہ وہ فرعون اور اُس کے مُلک کو تباہ کر دینگے

با مُعبّر گفت و با اہلِ نجوم — چوں بُوَد دفعِ خیال و خوابِ شوم

اُس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے کہا — منحوس خیال اور خواب کا دفعیہ کیسے ہو؟

جُملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم — راہِ زادن را چو رہزن می زنیم

سب نے کہا ہم ایسی تدبیر کریں گے — ڈاکو کی طرح اُس کی پیدائش کا راستہ روک دیں گے

تا رسید آں شب کہ مولد بود آں — رایِ ایں دیدند آں فرعونیاں

یہاں تک کہ وہ رات آگئی جو حمل ٹھہرنے کی تھی — اُن فرعون والوں کی یہ رائے ہوئی

کہ بروں آرند آں روز از پگاہ — سُوئے میداں بزم و تختِ بادشاہ

کہ اُس روز صبح سے باہر لگا دیں — میدان میں تختِ شاہی اور دربار

پس بفرمودند در شہر آشکار — کہ منادیہا کنند از شہریار

پھر انہوں نے حکم دیا کہ شہر میں علانیہ — بادشاہ کی جانب سے منادی کردیں

الصلا اے جملہ اسرائیلیاں — شاہ می خواند شمارا زاں مکاں

کہ اے اسرائیلیو! تمہاری دعوت ہے — بادشاہ تمہیں اُس جگہ بُلاتا ہے

تا شمارا رُو نماید بے نقاب — بر شما احساں کُند بہرِ ثواب

تاکہ تمہیں نقاب کے بغیر دیدار کرائے — نیکی کی غرض سے تم پر احسان کرے

کاں اسیراں را بجز دوری نبُود — دیدنِ فرعون دستوری نبُود

کیونکہ قیدیوں (اسرائیلیوں) کیلئے دوری کے سوا کچھ نہ تھا — فرعون کو دیکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا

گر فتادندے برہ در پیشِ او — بہرِ آں یاسہ بخفتندے بُرو

وہ اگر راستہ میں اُس کے سامنے آجاتے — اُس قانون کے مطابق وہ اوندھے لیٹ جاتے

یاسہ آں بُد کہ نہ بیند ہیچ اسیر — در گہ و بے گہ لقائے آں امیر

قانون یہ تھا کہ کوئی قیدی (اسرائیلی) نہ دیکھے — وقت بے وقت اُس امیر (فرعون) کا دیدار

بانگِ چاؤشاں چو در رہ بشنوند — تا نہ بینند رُو بدیوارے کنند

جب راستہ میں نقیبوں کی آواز سُنتے — مُنہ دیوار کی طرف کرلیں تاکہ اُس کو نہ دیکھ سکیں

لے مُنجّم۔ ستاروں کی گردش سے آنے والے حالات کو بتانے والا۔ مُعبّر۔ خواب کی تعبیر دینے والا۔ مقدم۔ آنا۔ جملہ۔ سب منجموں اور معبّروں نے کہا ہم اُس بچہ یعنی موسیٰؑ کی پیدائش کا راستہ بند کریں گے اور ایسی تدبیر کردیں گے کہ کوئی اسرائیلی عورت اُس رات کو حاملہ نہ بن سکے۔ مولد۔ یعنی استقرارِ حمل۔ فرعونیاں۔ منجم اور مُعبّر۔ پگاہ۔ صبح سویرے۔ بادشاہ۔

ے الصلا۔ کھانے یا آگ تاپنے کا اعلان۔ اسیراں۔ قیدی یعنی بنی اسرائیل چونکہ اُن سے قبطی اور فرعون ہر طرح کی بیگار لیتے تھے۔ یاسہ۔ قانون، رسم۔

ﷺ یاسہ۔ اسرائیلیوں کے لئے یہ قانون تھا کہ وہ فرعون کا دیدار نہ کرسکیں۔ اسیر یعنی اسرائیلی۔ لقا۔ دیدار۔ چاؤشاں۔ چاؤش کی جمع ہے، نقیب۔ رُو بدیوارے۔ یعنی اس کا رُخ فرعون کی طرف نہ رہے۔

ور بہ بیند روئے او مجرم بود
اگر اُس کا منہ دیکھ لے گا تو قصور وار ہوگا

انچہ بدتر[1] بر سرِ او آں رود
جو بدتر (سزا) ہوگی اُس کو وہ دی جائیگی

بود شاں حرصِ لقائے ممتنع
ممنوع دیدار کی اُن کو تمنا تھی

چوں حریص ست آدمی فیما منع
کیونکہ جس چیز سے انسان روکا جائے وہ اُسکا حریص ہو جاتا ہے

بمیدان خواندن فرعون بنی اسرائیل را از برائے حیلہ منعِ ولادتِ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو روکنے کی تدبیر کے لئے فرعون کا بنی اسرائیل کو میدان میں طلب کرنا

شد منادی در محلتہا رواں
منادی کرنے والا محلوں میں روانہ ہوگیا

بانگ میزد گو بگو شادی کناں
خوشی خوشی گلی در گلی اعلان کرتا تھا

کاے اسیراں سوئے میداں گہ روید
اے قیدیو (اسرائیلیو) میدان کی طرف چلو

کز شہنشہ دیدن و جود ست امید
کیونکہ بادشاہ کے دیدار اور سخاوت کی توقع ہے

چوں شنیدند مژدہ اسرائیلیاں
جب اسرائیلیوں نے خوشخبری سُنی

تشنگاں بودند و بس مشتاقِ آں
پیاسے تھے اور اُس کے بہت مشتاق تھے

حیلہ را خوردند آں سو تاختند
چکمہ کھا گئے، اور اُس طرف دوڑ پڑے

خویشتن را بہر جلوہ[2] ساختند
انہوں نے اپنے آپ کو دیدار کے لئے تیار کرلیا

از غرض غافل بدند و بے خبر
مقصد سے غافل، اور بے خبر تھے

وز طمع رفتند بیروں سر بسر
سب کے سب لالچ کی وجہ سے باہر نکل آئے

حکایت در تمثیل

مثال ایک حکایت

ہمچناں کاینجا مُغول[3] حیلہ داں
ایسے ہی یہاں ایک حیلہ گر مغل نے

گفت می جویم کسے از مصریاں
کہا میں مصر والوں میں سے ایک کی تلاش میں ہوں

مصریاں را جمع آرید ایں طرف
اس طرف مصریوں کو جمع کرلو

تا در آید آنکہ می جویم بکف
تاکہ وہ جس کی میں تلاش میں ہوں ہاتھ آجائے

ہر کجا بُد مصریئے جمع آمدند
جہاں بھی کوئی مصری تھا سب جمع ہوگئے

در برِ آں میر یک یک می شدند
ایک ایک کرکے بادشاہ کے پاس آگئے

---

[1] بدتر۔ جو اسرائیلی فرعون کو دیکھ لیتا تھا اُس کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ کیونکہ یعنی فرعون کا دیدار بھی میسر آئیگا اور فرعون بخشش بھی کریگا۔

[2] جلوہ۔ یعنی فرعون کا دیدار۔ حکایت۔ اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح اسرائیلیوں کی تباہی کے لئے اُن کو میدان میں جمع کیا گیا تھا اسی طرح ایک تاتاری مُغل نے مصریوں کو قتل کرنے کے لئے ایک حیلہ سے میدان میں جمع کیا تھا۔

[3] مُغول۔ واؤ کے اخفا کے ساتھ پڑھا جائے۔ بوزن عُنُق اسی لئے اُس کو مُغل بھی لکھتے ہیں، ایران و توران کی ایک قوم ہے۔ تجربہ بغل، آغوش۔

ہر کہ می آمد بگفتا نیست ایں
جو بھی آتا (اس کے بارے میں) کہتا یہ نہیں ہے

ہیں درآ خواجہ دراں گوشہ نشیں
خواجہ آ، اُس گوشے میں بیٹھ جا

تا بدیں شیوہ ہمہ جمع آمدند
یہاں تک کہ اِس طریقہ پر سب جمع ہو گئے

گردنِ ایشاں بدیں حیلہ زدند
انھوں نے اِس تدبیر سے اُن سب کی گردن اُڑا دی

شومیِ[1] آنکہ سوئے بانگِ نماز
ایک بد قسمتی یہ تھی کہ اذان کی جانب

داعی اللہ را نبردندے نیاز
اللہ کی طرف بلانے والی کی اطاعت نہ کرتے تھے

دعوتِ مکّار شاں اندر کشید
مکّار کی دعوت نے اُن کو اندر کھینچ لیا

الحذر از مکرِ شیطاں اے رشید
اے ہدایت پر چلنے والے! شیطان کے کر سے بچ

بانگِ درویشاں و محتاجاں بنوش
فقیروں اور ضرورت مندوں کی پکار سن لے

تا نگیرد بانگ محتالیت گوش
تاکہ کسی حیلہ جو کی آواز تیرے کان میں نہ پڑے

گر گدایاں[2] طامع اند و زشت خو
فقیر خواہ لالچی اور بد عادت ہوں

در شکم خواراں تو صاحبدل بجو
خواہ پیٹو، تو صاحبدل کی جستجو کر

در تگِ دریا گہر با سنگہاست
دریا کی تہ میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں

فخرہا اندر میانِ ننگہاست
فخر کی باتیں عار کی باتوں کے درمیان ہیں

پس بجوشیدند اسرائیلیاں
اسرائیلی ٹوٹ پڑے

از پگہ تا جانب میداں دواں
صبح سے میدان کی جانب دوڑتے ہوئے

چوں[3] بحیلت شاں بمیداں بُرد او
جب وہ انھیں تدبیر سے میدان میں لے گیا

روی خود بنمود شاں بس تازہ رُو
تو انھیں اپنا خوشنما چہرہ دکھایا

کرد دلداری و بخششہا بداد
اُن کی دلداری کی اور بخششیں دیں

ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد
اُس بادشاہ نے عطا بھی کی اور وعدے بھی کیے

بعد ازاں گفت از برائے جانِ تاں
اُس کے بعد اُن سے کہا اپنی روح کی تفریح کیلئے

جملہ در میداں بخسپید امشباں
آج کی رات سب میدان میں سو جاؤ

پاسخش دادند کہ خدمت کنیم
انھوں نے جواب دیا کہ ہم اطاعت کرینگے

گر تو خواہی یک مہ اینجا ساکنیم
اگر آپ چاہیں گے ہم ایک مہینہ تک یہاں رہیں گے

---

[1] شومی۔ مصریوں کا یہ قتلِ عام اِس لئے ہوا کہ وہ نماز نہ پڑھتے تھے۔ داعی اللہ مؤذن۔ مکّار یعنی فرعون۔ بانگِ درویشاں۔ عذابِ الٰہی سے نجات کا باعث جس طرح مؤذن کی پکار کو قبول کرنا ہے اِسی طرح فقیروں اور محتاجوں کی صدا پر توجہ کرنا بھی ہے۔ محتال۔ فریبی، حیلہ گر۔

[2] گر گدایاں۔ اِنھی دنیادار فقیروں میں کوئی صاحبدل بھی ہو گا لہٰذا سب کی خدمت کرو۔ گہر با سنگہا۔ دریا کی تہ میں سنگریزے بھی ہوتے ہیں اور موتی بھی۔ پگہ۔ پگاہ، صبح۔

[3] چوں۔ اسرائیلیوں کے جمع ہونے کے بعد فرعون نے اُن کو اپنا دیدار کرایا۔ قباد۔ نوشیرواں کے باپ اور ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہا جانے لگا۔ جانِ تاں یعنی تفریحِ طبع۔ مہ۔ ماہ کا مخفف۔

بازگشتنِ فرعون از میدان بشہر شادماں از تفریق بنی اسرائیل از زنانِ شاں در شبِ حمل

فرعون کا میدان سے شہر کی جانب خوشی خوشی واپس ہونا حمل ہونے کی رات میں بنی اسرائیل کو اُن کی عورتوں سے جُدا کردینے پر

شہ[1] شبانگہ باز آمد شادماں — کامشباں حمل ست دور ند از زناں
بادشاہ خوشی خوشی رات کو واپس لوٹا — کہ آج کی رات حمل قرار پانا ہے (مرد) عورتوں سے دور ہیں

خازنش عمراں بُد اندر خدمتش — ہم بشہر آمد قرینِ صحبتش
اُس کا خزانچی عمران اُس کی خدمت میں تھا — وہ بھی اُس کے ساتھ شہر میں واپس لوٹا

گفت اے عمراں بریں در خسپ تو — ہیں مرو سوئے زن اے مردِ نکو
اُس نے کہا اے عمران! تو بھی اسی دروازے پر سوجا — اے بھلے انسان! بیوی کی جانب نہ جانا

گفت خسپم ہم بریں درگاہِ تو — ہیچ نندیشم بجز دلخواہِ تو
اُس نے کہا میں بھی تیرے در پر سو جاؤں گا — میں تو تیری مرضی کے سوا کچھ سوچتا ہی نہیں ہوں

بود عمراں ہم ز اسرائیلیاں — لیک مر فرعون را دل[2] بود و جاں
عمران بھی اسرائیلیوں میں سے تھا — لیکن فرعون کا دل و جان تھا

کے گماں بردے کہ او عصیاں کند — آنچہ خوفِ جانِ فرعوں آں کند
وہ (فرعون) کیسے گمان کرتا کہ وہ (عمران) نافرمانی کرے گا — جس میں فرعون کی جان کا ڈر ہو وہ کام کرے گا

ایمن از عمراں بُد و افعالِ او — لیک خود آں بُد خرابی حالِ او
وہ (فرعون) عمران اور اُس کے کاموں سے مطمئن تھا — لیکن اُس (فرعون) کے حال کی تباہی وہی تھا

خود کجا در خاطرِ فرعون بود — اینچنیں[3] تقدیر چوں عاد و ثمود
خود فرعون کے خیال میں بھی کہاں تھی — ایسی تقدیر جیسی کہ عاد اور ثمود کی

جمع آمدنِ عمران بمادرِ موسیٰ و حاملہ شدنِ مادرِ موسیٰ علیہ السلام

عمران کا موسیٰ کی ماں کے ساتھ مجامعت کرنا اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا حاملہ ہوجانا

شہ برفت و او بر آں درگاہ خفت — نیم شب آمد بہ پیشش خفتہ جفت
بادشاہ چلا گیا اور وہ (عمران) اُس درگاہ پر سو گیا — آدھی رات کو اُس سوئے ہوئے کے پاس بیوی آگئی

زن برو افتاد و بوسید آں لبش — بر جہانیدش ز خواب اندر شبش
بیوی اُس پر لیٹ گئی اور اُس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا — اُس کو رات میں نیند سے بیدار کر دیا

۱۔ شہ شبانگہ۔ بادشاہ تمام اسرائیلیوں کو میدان میں چھوڑ کر بہت مسرت سے واپس آیا اور یہ کہہ رہا تھا کہ میرے ملک کو زیرو زبر کرنے والے بچہ کا آج رات حمل قرار پانا تھا تو اب جبکہ اسرائیلی مرد عورتوں سے جدا ہیں حمل نہ قرار پاسکے گا۔ خازن۔ خزانچی۔ عمران۔ حضرت موسیٰؑ کے والد جو اسرائیلی تھے۔ قرین۔ ساتھی۔ بریں در۔ یعنی فرعون کا دروازہ۔ زن۔ بیوی۔

۲۔ دل بود و جاں۔ یعنی عمران سے فرعون کو بہت زیادہ تعلق تھا۔ عصیان۔ نافرمانی۔ آنچہ۔ یعنی اپنی بیوی سے صحبت فرعون کی جان اور سلطنت کی بربادی کا سبب ہوگا۔

۳۔ اینچنیں۔ فرعون کو یہ خیال نہ تھا کہ اس کی تقدیر میں بھی وہی تباہی اور بربادی ہے جو قوم عاد و ثمود کے لئے مقدر تھی۔ جفت۔ یعنی عمران کی بیوی۔

گشت بیدار او و زن را دید خوش
بوسہ باراں کرد از لب بر لبش
وہ بیدار ہوگیا اور حسین بیوی کو دیکھا
اُس کے لبوں پر بوسہ کی بارش برسادی

گفت عمراں ایں زماں چوں آمدی
گفت از شوق و قضائے ایزدی
عمران نے کہا تو اس وقت کیوں آئی؟
اُس نے کہا محبت اور اللہ کے حکم سے

در کشیدش در کنار از مہر مرد
بر نیامد با خود آں دم در نبرد
مرد نے محبت سے اُس کو پہلو میں دبالیا
اُس وقت مقابلہ میں اپنے آپ سے نہ جیت سکا

جفت شد با او امانت را سپرد
پس بگفت اے زن نہ ایں کاریست خرد
اُس کے ساتھ صحبت کی اور امانت سپرد کردی
پھر کہا، اے بیوی! یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے

آہنے بر سنگ زد زاد آتشے
آتشے از شاہ و ملکش کیں کشے
لوہا پتھر سے ٹکرایا، آگ پیدا ہوگئی
ایسی آگ جو بادشاہ اور اُسکی سلطنت سے بدلہ لینے والی ہے

من چو ابرم تو زمیں موسیٰ نبات
حق شہ شطرنج و ما در برد و مات
میں ابر کی طرح ہوں تو زمین اور موسیٰ پودا ہے
اللہ تعالیٰ، شاہِ شطرنج ہے، اور ہم ہار جیت میں ہیں

مات و برد از شاہ می داں اے عروس
آں مداں از ما مکن بر ما فسوس
اے بیوی! ہار اور جیت شاہ کی جانب سے سمجھ
ہماری جانب سے نہ سمجھ، ہم پر افسوس نہ کر

آنچہ ایں فرعون می ترسید ازو
ہست شد ایں دم کہ گشتم جفت تو
وہ چیز جس سے فرعون ڈر رہا تھا
اسوقت موجود ہوگئی جبکہ میں نے تجھ سے صحبت کی

وصیت کردن عمران جفت را بعد از مجامعت کہ مراندید باشی
صحبت کے بعد عمران کا بیوی کو نصیحت کرنا کہ میرے پاس نہ آنا

وا مگرداں ہیچ زینہا دم مزن
تا نیاید بر من و تو صد حزن
کچھ نہ کھولنا، اِس بارے میں دم نہ مارنا
تاکہ تجھ پر اور مجھ پر سینکڑوں غم نہ ٹوٹ پڑیں

عاقبت پیدا شود آثارِ ایں
چوں علامتہا رسد اے نازنیں
انجام کار اُس کے آثار ظاہر ہوں گے
اے نازنین: جب علامتیں (سامنے) آئیں گی

در زماں از سوئے میداں نعرہا
می رسید از خلق و می شد بر ہوا
اُسی وقت میدان سے بہت سے نعرے
لوگوں کے آئے اور فضا میں چلے گئے

شاہ از آں ہیبت بروں جست آں زماں
پابرہنہ کایں چہ غلغلہاست ہاں
شاہ فوراً اُس خوف سے باہر آیا
ننگے پاؤں کہ ہاں یہ شور و غل کیسا ہے؟

۱؎ خوش - خوبصورت۔ لبش یعنی بیوی کے ہونٹ۔ بر نیامد۔ یعنی عمران اپنے اوپر قابو نہ پاسکے اور بیوی کے ساتھ ہمبستر ہوگئے۔ امانت۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا حمل۔ ایں کار۔ یعنی حضرت موسیٰؑ سے حاملہ ہوجانا۔ آتشے یعنی حضرت موسیٰؑ کی پیدائش جو فرعون کی تباہی کا سبب ہوگی۔

۲؎ کیں کش - بدلہ لینے والا۔ برد۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ کے علاوہ سب مہرے پٹ جائیں یہ آدھی مات ہوتی ہے۔ مات شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ گرفتار ہوجائے فسوس، افسوس۔

۳؎ مجامعت۔ ہمبستری۔ زینہا۔ یعنی اپنا اور میرا ہمبستر ہونا۔ آثار ایں یعنی حمل کی علامتیں۔ در زماں یعنی عمران کی مجامعت کے بعد۔

از سوئے میداں چہ بانگ ست و غریو
میدان کی جانب سے کیا آواز اور شور ہے؟
کز نهیبش می رمند جنی و دیو
کہ اس کے ڈر سے جن اور بھوت بھاگ رہے ہیں

گفت[۱] عمراں شاهِ ما را عمر باد
عمران نے کہا ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو
قومِ اسرائیلیانند از تو شاد
اسرائیلی قوم آپ سے بہت خوش ہے

از عطائے شاه شادی می کنند
بادشاہ کی بخشش سے خوشی منا رہے ہیں
رقص می آرند و کفها می زنند
ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں

ترسیدنِ فرعون از بانگ و غریو و غوغا
فرعون کا شور اور غل اور غوغا سے ڈرنا

گفت باشد کایں بود اما ولیک
اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ ہو، لیکن
وهم و اندیشه مرا پر کرد نیک
وہم و گمان مجھ میں بہت بھر گیا ہے

ایں صدا حالِ مرا تغییر کرد
اس آواز نے میری حالت غیر کر دی ہے
از غم و اندوهِ تلخم پیر کرد
غم اور کڑوے فکر سے مجھے بوڑھا کر دیا ہے

پیش می آمد پس می رفت شه
بادشاہ آگے آتا پھر واپس ہو جاتا
جملہ شب او همچو حامل وقت زه
تمام رات وہ بچہ جننے کے وقت حاملہ عورت کی طرح

هر زماں می گفت اے عمراں مرا
ہر لمحہ کہتا، اے عمران! مجھے
سخت از جا برده است ایں نعرها
ان نعروں نے بہت بے چین کر دیا ہے

زهره[۲] نے عمرانِ مسکیں را کہ تا
عمران بیچارے کا دل گردہ نہ تھا کہ
باز گوید اختلاطِ جفت را
بیوی سے ملنے کے بارے میں کہتا

چوں زنِ عمراں بعمراں درخزید
جب عمران کی بیوی عمران سے چپٹی
تا کہ شد استارهٔ موسیٰ پدید
یہاں تک کہ (حضرت) موسیٰ کا ستارہ طلوع ہو گیا

هر پیمبر[۳] کاندر آید در رحم
ہر پیغمبر جو رحم (مادر) میں آتا ہے
نجمِ او بر چرخ گردد منتجم
اس کا ستارہ آسمان پر طلوع ہو جاتا ہے

پیدا شدنِ ستارهٔ موسیٰ بر آسمان و غریوِ منجمان در میدان
حضرت موسیٰ کے ستارے کا آسمان پر نمودار ہونا اور میدان میں نجومیوں کا شور و غل

بر فلک پیدا شد آں استاره اش
آسمان پر ان (موسیٰ) کا ستارہ نمودار ہوا
کوریِ فرعون و مکر و چاره اش
فرعون اور اس کے مکر و تدبیر کے خلاف

[۱] گفت عمراں۔ عمران نے دشمن کو مطمئن کرنے کیلئے کہا کہ اسرائیلی آپ کی عطا سے خوش ہو کر ناچ گا رہے ہیں گفت۔ فرعون نے عمران سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ شور کی یہی وجہ ہو جو تو نے بتائی لیکن میرے دل میں تو بہت اندیشے پیدا ہو گئے ہیں۔ پیش آمد۔ بادشاہ فکر میں تمام رات اندر باہر آتا جاتا رہا۔

[۲] زهره۔ عمران کی یہ ہمت تو نہ تھی کہ شور و غل کا اصل سبب جو کہ حضرت موسیٰؑ کے حمل کا قرار پانا تھا وہ بتا دیتا۔ چوں زنِ عمراں۔ جب عمران نے بیوی سے ہمبستری کی تھی فوراً حضرت موسیٰؑ کا ستارہ آسمان پر نمودار ہو گیا تھا۔

[۳] ہر پیمبر۔ جب بھی کوئی نبی ماں کے پیٹ میں ہوا ہے اس کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا ہے۔ کوری۔ اندھاپن یعنی مقصد کے خلاف۔

روز شد گفتش کہ اے عمراں برو — واقفِ[1] آں غلغل و آں بانگ شو
دن ہوا (فرعون نے) اُس (عمران) سے کہا اے عمران جا — اُس شور اور آواز کے بارے میں دریافت کر

راند عمراں جانبِ میدان و گفت — ایں چہ غلغل بود شاہنشہ نخفت
عمران نے میدان کی جانب سواری ہانکی اور کہا — یہ کیسا شور تھا کہ بادشاہ نہ سو سکا

ہر منجم سر برہنہ جامہ چاک — ہمچو اصحابِ عزا بر فرقِ خاک
ہر نجومی ننگے سر، کپڑے پھٹے ہوئے — ماتم کرنے والوں کی طرح سر پر خاک (ڈالے ہوئے)

ہمچو اصحابِ عزا آوازِ شاں — بُد گرفتہ از فغان و سازِ شاں
ماتم کرنے والوں کی طرح اُن کی آواز — چلانے سے رُندھ گئی اور سازِ طرب، خاموش تھے

ریش و مو بر کندہ رو بدریدگاں — خاک بر سر کردہ پُر خوں دیدگاں
داڑھی اور بال اُکھاڑے ہوئے منہ نوچے ہوئے — سر پر خاک ڈالے ہوئے، آنکھیں پُر خون

گفت خیرست اینچہ آشوب است و حال — بد نشانی می دہد منحوس سال
اُس (عمران) نے کہا خیر ہے، یہ کیسا کہرام اور حال ہے؟ — منحوس سال بُری علامت دکھا رہا ہے

عذر آوردند و گفتند اے امیر — کرد ما را دستِ تقدیرش اسیر
اُنھوں نے معذرت کی اور کہا اے امیر! — ہمیں اُس (اللہ) کے دستِ قدرت نے قیدی بنا لیا

اینہمہ کردیم و دولت تیرہ شد — دشمنِ شہ ہست گشت و چیرہ شد
ہم نے یہ سب کچھ کیا اور (اقبال)، دولت تاریک ہو گیا — بادشاہ کا دشمن پیدا ہو گیا اور غالب آ گیا

شب[2] ستارہ آں پسر آمد عیاں — کوریِ ما بر جبینِ آسماں
رات اُس بچہ کا ستارہ نمودار ہو گیا — آسمان کی پیشانی پر، ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر

زد ستارہ آں پیمبر بر سما — ما ستارہ بار گشتیم از بُکا
اُس پیغمبر کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا — ہم نے رو رو کر ستارے (آنسو) برسائے

با دلِ خوش شاد عمراں از نفاق — دست بر سر می بزد کاہ الفراق[3]
عمران خوش دلی کے ساتھ، نفاق سے — سر پیٹ رہا تھا کہ ہائے "الفراق"

کرد عمراں خویش پُر خشم و تُرش — رفت چوں دیوانگاں بے عقل و ہُش
عمران نے اپنے آپ کو ترش رو اور غضبناک بنایا — دیوانوں کی طرح بے عقل و حواس واپس ہو گیا

خویشتن را اعجمی کرد و براند — گفتہائے بس خشن بر جمع خواند
اپنے آپ کو ناداں بنایا اور چل دیا — مجمع کو بہت سخت باتیں کہیں

---

[1] واقف۔ باخبر۔ راند عمراں۔ عمران نے میدان میں جا کر منجموں سے شور و غل کا سبب دریافت کیا۔ عزا۔ ماتم، سوگ میں لوگ کپڑے پھاڑتے ہیں سر پر خاک ڈالتے ہیں اور چیخ و پکار سے اُن کی آوازیں بیٹھ جاتی ہیں۔ آشوب۔ فتنہ، پریشانی۔ کرد ما را۔ یعنی ہمیں قدرت نے عاجز کر دیا اور ہم بچہ کی پیدائش کو نہ روک سکے اور بچہ وجود میں آ گیا۔

[2] شب۔ رات کو بچہ کی پیدائش کا ستارہ نمودار ہو گیا ہے۔ کوریِ ما۔ یعنی ہماری منشا کے خلاف۔ ستارہ بار یعنی ہم آنسوؤں کے ستارے گرا رہے ہیں۔ بُکا۔ رونا۔ با دلِ خوش۔ عمران بچہ کی پیدائش سے خوش تھے لیکن بظاہر غم کا اظہار کر رہے تھے۔

[3] الفراق یعنی اب سلطنت درہم برہم ہو جائیگی۔ کرد عمراں۔ عمران نے اپنے اوپر ظاہری غم و غصہ طاری کیا منجموں کو برا بھلا کہا۔ اور میدان سے واپس لوٹ آئے۔

خویشتن را تُرش و غمگیں ساخت اُو
اُس نے اپنے آپ کو تُرش رو اور غمگین بنایا
نَرد ہائے باژگونہ باخت اُو
اُس نے اُلٹی چال چلی

گفت[1] شاں شاہِ مرا بفریفتید
بولا، تم نے میرے بادشاہ کو فریب دیا
از خیانت وز طمع نشگیفتید
خیانت اور لالچ سے باز نہ آئے

سُوئے میداں شاہ را انگیختید
تم بادشاہ کو میدان میں لے آئے
آبروئے شاہِ مارا ریختید
تم نے ہمارے بادشاہ کی آبرو ریزی کی

دست بر سینہ نہادید از ضَماں
ذمّہ داری کے لئے تم نے سینہ پر ہاتھ رکھا
شاہ را ما فارغ آریم از غماں
(کہ) ہم بادشاہ کو غم سے فارغ کر دیں گے

عاقبت زرہا تلف شد کار خام
آخرکار روپیہ برباد ہوا، کام ادھورا (رہا)
شُد بر فرعون و بر خواندش تمام
فرعون کے پاس گیا اور اُس کو سب قصّہ سُنایا

چوں شنید از غصہ رُویش شُد سیاہ
جب اُس نے سُنا غصّہ سے اُس کا مُنہ کالا پڑ گیا
خواند ایشاں را ز خشم آں رُو تباہ
اُن کو اُس رُو تباہ نے غصّہ سے بُلایا

گفت[2] ایشاں را کہ ہیں اے خائناں
(شاہ نے) اُن (منجموں) سے کہا کہ ہاں اے خائنو!
من بر آویزم شُما را بے اماں
میں تمہیں معافی کے بغیر (سولی) پر لٹکا دوں گا

خویش را در مضحکہ انداختیم
ہم نے اپنی مذاق اُڑوائی
مالہا با دشمناں در باختیم
مال کو دشمنوں پر خرچ کر ڈالا

تا کہ امشب جُملہ اسرائیلیاں
حتّٰی کہ آج کی رات سب اسرائیلی
دور ماندند از ملاقاتِ زناں
بیویوں کی ملاقات سے دُور رہے

مال رفت و آبرو و کار خام
مال اور آبرو ختم ہوئی اور کام ادھورا (رہا)
ایں بُود یاری و افعالِ کرام
(کیا) یہ دوستی اور شریفوں کے کام ہوتے ہیں؟

سالہا اِدرار[3] و خلعت می برید
تم سالوں سے عطایا اور خلعت لئے جاتے ہو
مملکتہا را مسلّم می خورید
پوری سلطنت کھائے جاتے ہو

از برائے آنکہ دَر روزِ چنیں
اسی لئے کہ اس طرح کے دن
فہم گر کار آرید و گردیدم مُعیں
سمجھ کو کام میں لاؤ گے اور میرے مددگار ہوگے

رائے تاں ایں بود و فرہنگ و نجوم
تمہاری تدبیر اور علم اور نجوم یہ تھا!
طبل خوارانید و مکّارید و شوم
تم پیٹو، اور مکّار اور بدبخت ہو

[1] گفت شاں۔ عمران نے منجموں سے غصّہ میں کہا تم نے بادشاہ کو ذلیل کیا جھوٹے وعدے کئے اور مال و دولت برباد کرایا۔ شُد بر فرعون۔ فرعون کے پاس آکر تمام صورتِ حال بیان کر دی۔

[2] گفت۔ یعنی بادشاہ نے انھیں پھانسی پر لٹکانے کی دھمکی دی۔ کہا۔ جو مال بنی اسرائیل پر تقسیم کر دیا تھا۔ تاکہ۔ اسرائیلی کو بیویوں سے بھی علیحدہ رکھا پھر بھی تم مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔

[3] اِدرار۔ مسلسل بخشش کرنا۔ مُعین۔ مددگار۔ فرہنگ۔ عقل و ادب، لُغت کی کتاب۔ طبل خوار۔ پیٹو۔

مر شمارا بر درم آتش زنم — گوش و بینی و لبان تان بر کنم

میں تمہارے ٹکڑے کر دوں گا، پھونک دونگا — تمہارے کان اور ناک اور ہونٹ اکھاڑ دونگا

عیشِ رفتہ با شما ناخوش کنم — من شمارا ہیزمِ آتش کنم

میں تمہارے پہلے عیش کو بدمزہ کر دوں گا — میں تمہیں آگ کا ایندھن بنا دوں گا

سجدہ ہا کردند و گفتند اے خدیو[1] — گر یکے کرّت[1] زما چربید دیو[1]

اُنھوں نے سجدے کئے اور کہا اے شہنشاہ! — اگر ایک مرتبہ شیطان ہم پر غالب آگیا

سالہا دفعِ بلاہا کردہ ایم — وہم[1] حیراں زانچہ ماہا کردہ ایم

ہم نے سالوں مصیبتیں ٹالی ہیں — جو کچھ ہم نے کیا ہے اُس پر عقل حیران ہے

فوت شد از ما و حملش[2] شد پدید — نطفہ اش بجست و رحم اندر خزید

وہ ہمارے قابو سے نکل گیا اور اُسکا حمل نمودار ہوگیا — اُس کا نطفہ کودا اور رحم میں گھس گیا

لیک استغفار[2] ایں روزِ ولاد — ما نگہداریم اے شاہِ قباد[2]

لیکن اِس کی معافی کے لئے ولادت کے دن کی — اے شہنشاہ! ہم حفاظت کریں گے

روزِ میلادش رصد[2] بندیم ما — تا نگردد فوت و نجہد ایں قضا

اُس کی پیدائش کے دن ہم رصد بندی کرینگے — تاکہ وہ بچ کر نہ نکلے اور یہ قضا ظاہر نہ ہو

گر[3] نداریم ایں نگہ ما را بکش — اے غلامِ رائے تو افکار و ہش

اگر ہم اِس کی نگہداشت نہ کریں تو ہمیں مروا دینا — اے وہ! کہ عقلیں اور ہوش تیری رائے کے غلام ہیں

تا بہ نہ مہ[3] می شمرد او روز روز — تا نپرد تیرِ حکم[3] خصم دوز

وہ نو مہینے تک ایک ایک دن گنتا رہا — تاکہ دشمن کو زخمی کرنے والا قضا کا تیر نہ چل جائے

چوں مکاں[3] بر لامکاں[3] حملہ برد — خونِ خود ریزد بلاہا را خرد

جب مکان (والا) لامکان پر حملہ کرتا ہے — اپنا خون کرتا ہے، مصیبتیں خریدتا ہے

بر قضا[3] ہر کو شبیخوں آورد — سرنگوں آید زخونِ خود خورد

قضا (خداوندی) پر جو شبخون مارتا ہے — اوندھا گرتا ہے (اور) اپنا خون پیتا ہے

چوں زمیں[3] با آسماں خصمی کند — شور گردد سر زمرگے بر زند

جب زمین آسمان سے دشمنی کرے — بنجر بن جاتی ہے، موت سے ٹکراتی ہے

نقش[4] با نقاش چوں پنجہ زند — سبلتان و ریشِ خود بر می کند

جب نقش نقاش کا مقابلہ کرتا ہے — اپنی مونچھیں اور داڑھی اکھاڑتا ہے

---

[1] خدیو۔ خداوند، آقا۔ کرّت۔ مرتبہ، باری۔ چربید۔ غالب آگیا۔ وہم۔ یعنی ایسے کارنامے کئے جن پر عقل حیران ہے۔

[2] حملش۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا حمل۔ استغفار یعنی اِس غلطی کی مکافات ہم موسیٰؑ کی ولادت کے دن کریں گے۔ قباد۔ ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے اور ہر بڑے بادشاہ کو قباد کہہ دیا جاتا ہے۔ رصد۔ انتظار، وہ عمل جو کسی بلند جگہ پر کیا جاتا ہے جس پر منجم بیٹھ کر ستاروں کی گردش فلک کے احوال معلوم کرتے ہیں یعنی ہم رصدگاہ میں بیٹھ کر اُس کا یوم ولادت معلوم کرینگے۔

[3] گر۔ یعنی اگر ہم ولادت کے وقت اُس بچہ کا تدارک نہ کر سکیں تو ہمیں قتل کرا دینا۔ نہ مہ۔ نو مہینے جو حمل کی مدت ہے۔ تیرِ حکم۔ یعنی موسیٰؑ کی ولادت جو تباہی کا سبب ہے۔ مکان۔ یعنی مخلوق۔ لامکان۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ قضا۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ چوں زمیں۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والے کی مثال ہے، از زمین آسمان سے دشمنی مول لے گی تو خود کو تباہ کرے گی۔

[4] نقش۔ اگر مخلوق خالق سے نزاع کرے تو خود مخلوق کی بربادی ہے۔

خواندنِ فرعون زنانِ بنی اسرائیل را که نوزائیدہ بودند

فرعون کا بنی اسرائیل کی اُن عورتوں کو مکاری سے میدان کی طرف

سوئے میداں بہ مکر

بلانا جن کے حال میں بچے ہوئے تھے

بعدِ نُہ مہ شہ برُوں آورد تخت
نو مہینے کے بعد بادشاہ نے تخت باہر نکالا
سُوئے میدان و مُنادی کرد سخت
میدان کی جانب اور سخت اعلان کرایا

بارِ دیگر شد مُنادی سوئے شہر
دوبارہ شہر کی جانب اعلان کرنے والا روانہ ہوا
کاے زناں از دہر می یابید بہر
کہ اے عورتو! زمانے سے حصّہ حاصل کر لو

کاے زناں با طفلگاں میداں روید
کہ اے عورتو! بچوں کو لے کر میدان میں پہنچو!
تازداد و بخششم شاداں شوید
تاکہ تم میری عطا اور بخشش سے خوش ہو

آنچنانکہ پار مرداں را رسید
جس طرح کہ پارسال مردوں کو ملا
خلعت و ہر کس ازیشاں زر کشید
شاہی جوڑا اور اُن میں سے ہر شخص نے روپیہ حاصل کیا

ہیں زناں امسال اقبالِ شماست
آگاہ! عورتو اِس سال تمہارا نصیبہ ہے
تا بیابد ہر یکے چیزیکہ خواست
تاکہ ہر عورت وہ پائے جو اُس کی خواہش ہے

مر زناں را خلعت و حلیت دہند
عورتوں کو جوڑا اور زیور دیں گے
کودکاں را ہم کلاہِ زر نہند
بچوں کو سُنہری ٹوپی پہنائیں گے

ہر کہ او ایں ماہ زائیدست ہیں
آگاہ! جس نے اِس سال بچہ جنا ہے
گنجہا گیرد زمن بے شک یقیں
یقیناً بلاشک مجھ سے خزانے حاصل کرے گی

آں زناں با طفلگاں بیروں شدند
اُس وقت بچوں کے ساتھ وہ باہر نکل آئیں
شادماں تا خیمۂ شہ آمدند
خوشی خوشی یہاں تک کہ بادشاہ کے خیمہ کے پاس آگئیں

ہر زنے نوزادہ بیروں شد زشہر
ہر نئے بچہ والی عورت شہر سے باہر نکل آئی
سُوئے میداں غافل از دستانِ قہر
میدان کی جانب ظلم کے مکر سے غافل ہو کر

چوں زناں جملہ بدو گرد آمدند
جب سب عورتیں اُس کے گرد آگئیں
ہر چہ بود آں نر ز مادر بستدند
جو لڑکا تھا اُس کو ماں سے لے لیا

سر بریدندش کہ اینست احتیاط
اُس کا سر قلم کر دیا، کہ یہ احتیاط ہے
تا نزاید خصم و نفزاید خباط
تاکہ دشمن پیدا نہ ہو اور دیوانگی نہ بڑھے

لہ بعد نُہ مہ ۔ یعنی جبکہ متوقع ولادت کا زمانہ گزر گیا۔ دہر ۔ زمانہ ۔ بہر ۔ حصّہ ۔ تازداد ۔ مُنادی کرنے والے بادشاہ کے اِس قول کا اعلان کر رہے تھے ۔ پار ۔ گزشتہ ۔

۲ اقبال ۔ یعنی یہ سال عورتوں کی نصیبہ وری کا سال ہے ۔ حلیت ۔ زیور ۔ ہر کہ او ۔ یعنی جس عورت کے اِس مہینے بچہ ہوا ہے اُس کو بہت کچھ ملے گا ۔ خیمہ ۔ یعنی وہ شاہی خیمہ جس میں تخت بچھا ہوا تھا ۔ نوزادہ ۔ یعنی جس کے حال ہی میں بچہ ہوا تھا ۔ دستاں ۔ مکر یعنی اِس بہانہ سے قتل کرنے کا ارادہ ۔

۳ آں نر ۔ یعنی نوزائیدہ بچوں میں سے لڑکوں کو لے لیا لڑکیوں کو چھوڑ دیا ۔ خباط ۔ دیوانگی یعنی اسرائیلیوں میں جو جوش و خروش حضرت موسیٰؑ کے ماں کے پیٹ میں آجانے سے پیدا ہوا ہے اُس میں اور اضافہ نہ ہو۔

بوجود آمدنِ موسیٰ علیہ السّلام و آمدنِ عوانانؑ بخانۂ
حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا پیدا ہونا اور سپاہیوں کا عمران کے گھر پہنچنا

عِمران و وحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السّلام کہ در تنورِ
اور حضرت موسیٰؑ کی ماں کے پاس وحی آنا کہ اُن کو آگ کے تنور میں ڈالدے

آتش انداز کہ مَن اُورا نگاہ دارم
کیونکہ میں اُس کی حفاظت کروں گا

خود زنِ عمراں کہ موسیٰ زادہ بود ۔۔۔ دامن اندر چید زاں آشوبِ دود
عمران کی بیوی جس نے موسیٰؑ کو جنا تھا ۔۔۔ اُس نے اِس فتنہ سے جلد دامن بچالیا

بعد ازاں دستاں کہ آں سگ با زناں ۔۔۔ کرد بنگر بیں چہ آورد آں زماں
اُس کے بعد وہ مکر جو اُس کتے نے عورتوں سے ۔۔۔ کیا، پھر دیکھ اُس نے اِس وقت کیا کیا

آں زنانِ قابلہ در خانہا ۔۔۔ بہرِ جاسوسی فرستاد آں دَغا
دائیوں کو گھروں میں ۔۔۔ اُس (مجسّم) دغا نے جاسوسی کے لئے روانہ کردیا

غمز کردندش کہ اینجا کودکیست ۔۔۔ نامد اُو میداں کہ در وہمؒ و شکیست
اُنھوں نے اُس کو اشارہ کردیا کہ یہاں ایک بچہ ہے ۔۔۔ جو میدان میں نہیں آیا کیونکہ (اُس کی ماں) وہم اور شک میں ہے

اندریں کوچہ یکے زیبا زنے ست ۔۔۔ کودکے دارد و لیکن پُرفنے ست
اِس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے ۔۔۔ جسکے ایک بچہ ہے لیکن (وہ عورت) بڑی چالاک ہے

پس عواناں آمدند اُو طفل را ۔۔۔ در تنور انداخت از امرِ خدا
تو سپاہی پہنچ گئے، اُس نے بچہ کو ۔۔۔ خدا کے حکم سے، تنور میں ڈال دیا

وحی آمد سوئے زن ازاں دادگر ۔۔۔ کہ زنسلِ آں خلیل ست ایں پسر
عورت کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی ۔۔۔ کہ یہ بچہ (ابراہیم خلیل اللہ) کی نسل سے ہے

در تنور انداز موسیٰؑ را تو زُود ۔۔۔ تا نگہدارمش اندر نار و دُود
تو موسیٰؑ کو فوراً تنور میں ڈال دے ۔۔۔ تاکہ آگ اور دھوئیں میں میں اُسکی حفاظت کروں

عصمتِ یَا نارُ کُونِی بَارِدًاؑ ۔۔۔ لَا تَکُوْنُ النَّارُ حَرًّا شَارِدًا
اے آگ تو ٹھنڈی ہوجا، کی حفاظت کی وجہ سے ۔۔۔ آگ گرم اور سرکش نہ ہوگی

زن بوحی انداخت اُو را در شرر ۔۔۔ بر تنِ موسیٰؑ نکرد آتش اثر
عورت نے وحی کی وجہ سے اُسکو انگاروں میں پھینک دیا ۔۔۔ آگ نے موسیٰؑ کے جسم پر اثر نہ کیا

---

۱ عوان۔ سپاہی۔ آشوب۔ فتنہ۔ یعنی وہ فتنہ جو فرعون نے بچوں کے قتل کا پیدا کیا تھا۔ دستاں۔ مکر۔ سگ۔ یعنی فرعون۔ قابلہ۔ بچہ جنانیوالی عورت۔ آں دغا یعنی فرعون۔ غمز۔ چغلی لینا، اشارہ کرنا۔

۲ در وہم۔ یعنی اُس کو شک ہوگیا ہے کہ بچوں کو بلا کر فرعون کوئی خرابی پیدا کریگا۔ زیبا زنے۔ یعنی عمران کی بیوی۔ پُرفنے۔ چونکہ اُس نے بچہ کو احتیاطاً میدان میں نہیں بھیجا تھا۔ کہ زنسل۔ حضرت ابراہیمؑ پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی کا ذریعہ بنا دیا گیا تھا لہٰذا اُن کی نسل کے اِس بچہ کو اُسی حکم سے آگ سے نجات دے دی جائے گی جس کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کو دی گئی تھی۔

۳ یا نار۔ یہ اُسی آیت کا خلاصہ ہے جس میں آگ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ابراہیمؑ کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی کا ذریعہ بن جائے۔ شارِد۔ سرکش۔ حَرّ۔ یعنی تنور کے انگارے۔

پس عواناں خانہ را جستند زود
سپاہیوں نے فوراً گھر کی تلاشی لی
ہیچ طفلے اندراں خانہ نبود[۱]
اُس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا

پس عواناں بے مراد آں سو شدند
سپاہی ناکام واپس ہو گئے
باز غمازاں کزاں واقف بدند
پھر اُن چغلخوروں نے جو اِس سے واقف تھے

با عواناں ماجرا بر داشتند
سپاہیوں سے قصہ چھیڑا
پیشِ فرعون از برائے دانگ چند
فرعون کے سامنے چند ٹکوں کی خاطر

کاے عواناں باز گردید آں طرف
کہ اے سپاہیو! اُس طرف پھر جاؤ
نیک نیکو بنگرید اندر غرف
کوٹھریوں میں خوب اچھی طرح دیکھو

باز گشتند آں عواناں جملگاں
وہ سارے سپاہی واپس لوٹے
تاکہ موسیٰؑ را بجویند آں زماں
تاکہ فوراً موسیٰؑ کو تلاش کریں

باز وحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السلام کہ در آبش فگن اَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے پاس پھر وحی آنا کہ اُس کو پانی میں ڈالدے اُسکو دریا میں ڈالدے

باز وحی آمد کہ در آبش فگن
پھر وحی آئی اُس کو پانی میں ڈالدے
روی در امید دار و مو مکن
اُمید رکھو اور پریشان نہ ہو

در فگن در نیلش[۲] و کن اعتمید
اُس کو نیل میں پھینک دے اور بھروسہ کر
من ورا با تو رسانم رو سفید
میں عزت سے اُسے تیرے پاس پہنچادونگا

مادرش انداخت اندر رود نیل
ماں نے اُس کو دریائے نیل میں ڈال دیا
کار را بگذاشت با نعم الوکیل
معاملہ بہترین وکیل کے سپرد کردیا

ایں سخن پایاں ندارد مکر ہاش
اس بات کی انتہا نہیں ہے اور اُس کے مکر
جملہ پیچیدند ہم در ساق و پاش
سب اُس کی پنڈلی اور پیروں میں لپٹ گئے

صد ہزاراں طفل می کشت از بروں
وہ باہر لاکھوں بچوں کو قتل کررہا تھا
خصم[۳] اندر صدرِ خانہ در دروں
(اور) دشمن بیچ مکان میں (اندرون) موجود تھا

از جنوں می کشت ہر جا بد جنیں
جس جگہ کوئی پیٹ کا بچہ ہوتا اُسکو پاگل پن سے مار ڈالتا
از حیل آں کورِ چشم دور بیں
تدبیروں سے، وہ دُور بین، اندھا

اژدہا بد مکرِ فرعونِ عنود
سرکش فرعون کا مکر اژدہا تھا
مکرِ شاہانِ جہاں را خوردہ بود
جو دُنیا کے بادشاہوں کے مکر کو نگل گیا تھا

---

۱ نبود۔ چونکہ بچہ کو تنور میں ڈالا گیا تھا۔ غماز۔ چغلخور۔ غرف۔ غرفت کی جمع ہے، کوٹھری، بالاخانہ۔ در آبش یعنی موسیٰؑ کو دریائے نیل کے پانی میں ڈال دے۔

۲ نیلش۔ نیل مصر کا مشہور دریا ہے۔ رو سفید۔ باآبرو۔ نعم الوکیل۔ اللہ تعالیٰ۔ ایں سخن۔ یعنی اللہ کے کرم و رحمت کی باتیں۔

۳ خصم۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ خانہ۔ یعنی فرعون کا گھر۔ کورِ چشم۔ اندھا یعنی خدا کی قدرت کے معاملے میں۔ دور بیں۔ یعنی دنیاداری کے مکر و فریب میں۔

لیک ازاں فرعونؑ ترے آمد پدید ۔۔۔ ہم ورا ہم مکرِ او را در کشید

لیکن اُس فرعون سے بالاتر پیدا ہوگیا ۔۔۔ جس نے اُس کو اور اُس کے مکر کو نگل لیا

اژدہا بُود و عصا شد اژدہا ۔۔۔ ایں بخورد آں را بتوفیقِ خدا

وہ اژدہا تھا اور لاٹھی اژدہا بنی ۔۔۔ اس نے اُس کو اللہ (تعالیٰ) کی توفیق سے نگل لیا

دست شد بالائے دست ایں تا کجا ۔۔۔ تا بہ یزداں کہ اِلَیہِ المُنتَہٰی

ہر طاقت سے بڑھ کر ایک طاقت ہے یہ کہاں تک؟ ۔۔۔ خدا تک، کیونکہ اُسی پر انتہا ہے

کاں یکے دریاست بے غور و کراں ۔۔۔ جملہ دریاہا چو جوئے پیشِ آں

کیونکہ وہ ایک بے تھاہ اور بے ساحل دریا ہے ۔۔۔ سارے دریا اُس کے سامنے نہر جیسے ہیں

حیلہا و چارہا گر اژدہاست ۔۔۔ پیشِ اِلَّا اللہ آنہا جملہ لاست

حیلے اور تدبیریں اگرچہ اژدہا (کی طرح) ہوں ۔۔۔ اِلّا اللہ کے بالمقابل وہ معدوم ہیں

چوں رسید اینجا بیانم سر نہاد ۔۔۔ محو شُد وَاللہُ اَعلَمُ بِالرَّشَاد

جب میرا بیان یہاں پہنچا سر رکھ دیا ۔۔۔ فنا ہوگیا اور خدا راست روی کو زیادہ جانتا ہے

آنچہ در فرعون بُود اندر تو ہست ۔۔۔ لیک اژدرہات محبوسِ چہ ست

جو کچھ فرعون میں تھا وہ تیرے اندر ہے ۔۔۔ لیکن تیرے اژدہے کنوئیں میں قید ہیں

اے دریغ ایں جملہ احوالِ تو، ہست ۔۔۔ تو براں فرعون بر خواہیش بست

ہائے افسوس! یہ سب تیرے احوال ہیں ۔۔۔ تو اُن کو فرعون سے وابستہ کرنا چاہتا ہے

آنچہ گفتم جملگی احوالِ تست ۔۔۔ خود نہ گفتم صد یکے زانہا درست

جو کچھ میں نے کہا وہ سب تیرے احوال ہیں ۔۔۔ میں نے انہیں سے ایک فیصدی بھی پورا بیان نہیں کیا ہے

گر ز تو گویند وحشت زایدت ۔۔۔ ور ز دیگر چوں فسانہ آیدت

اگر تیرے (احوال) بیان کریں تو تو گھبراتا ہے ۔۔۔ اور اگر دوسرے سے متعلق (بیان کریں)، تو تجھے کہانی

چوں خرابت می کند نفسِ لعیں ۔۔۔ دور می اندازدت سخت ایں قریں

ملعون نفس تجھے کتنا برباد کر رہا ہے ۔۔۔ یہ ساتھی تجھے (راہِ ہدایت سے) بہت دور لے جارہا ہے

ایں جراحتہا ہمہ از نفسِ تست ۔۔۔ لیک مغلوبی ز جہل اے سخت سُست

یہ (بُرے احوال کے) سارے زخم تیرے نفس کی وجہ سے ہیں ۔۔۔ اے سخت کاہل! تو جہل سے مغلوب ہے

آتشت را ہیزمِ فرعون نیست ۔۔۔ ورنہ چوں فرعون او شعلہ زنیست

تیری (نفسانی خواہشوں کی) آگ کیلئے فرعونی ایندھن نہیں ہے ۔۔۔ ورنہ فرعون کی (آگ کی) طرح وہ بھڑک رہی ہے

لے فرعون تر۔ فرعون سے بالاتر حضرت موسیٰؑ جنھوں نے فرعون اور اُسکی سلطنت کو تباہ کردیا۔ اژدہا بود۔ یعنی فرعون اور اُس کا مکر ایک اژدہا تھا۔ عصا۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی۔ دست شد بالائے دست۔ یعنی ہر طاقت سے بالا ایک دوسری طاقت ہوتی ہے اور سب سے بالا خدا کی طاقت ہے۔ کاں یکے۔ خدائی طاقت لامحدود سمندر ہے دوسری طاقتوں کے دریا اُس کے مقابلہ میں ایک نہر ہیں۔

لے حیلہا۔ ساری دنیاوی تدبیریں صرف ایک موجود یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے معدوم ہیں۔ اینجا۔ یعنی اللہ کی طاقت کا بیان۔ آنچہ۔ یعنی فرعون کی جس قدر بُری خصلتیں تھیں وہ ہر انسان کے نفسِ امّارہ میں موجود ہیں۔ اژدرہا۔ یعنی نفسانی عیوب۔ چہ۔ یعنی مجبوری اور موقع نہ ملنا۔ خود نگفتم۔ جو بُرائیاں میں نے بیان کی ہیں وہ نفسِ امّارہ کی بُرائیوں کا ایک فیصدی ہے اور اُس کا بیان بھی مکمل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

لے گر ز تو۔ خود نفسِ انسانی میں جو فرعونی خصلتیں ہیں اگر وہ خصلتیں خود کسی انسان کو سنائی جائیں تو وہ گھبراجاتا ہے دوسرے کی بیان کیجائیں تو ایک قصہ اور کہانی کے طور پر سنتا ہے۔ دور۔ یعنی راہِ ہدایت سے دور۔ جراحتہا۔ انسان کی بُری خصلتیں [illegible] عذاب میں لے گئے۔

گُلخنِ نفسِ ترا خاشاک نیست — ورنہ چوں فرعون نارِ قاہر یست

تیرے نفس کی آگ کیلئے کوڑا کرکٹ نہیں ہے — ورنہ فرعون (کی آگ) کیطرح قہر ڈھانیوالی آگ ہے

یک حکایت بشنو از تاریخ گو — تا بری زیں راز سِرّ پوشیدہ بُو

تاریخ گو سے ایک قصہ سُن لے — تاکہ اس پوشیدہ راز کا تجھے علم ہو جائے

حکایت[1] مارگیرے کہ اژدہائے افسردہ را مُردہ پنداشت و در رسنہا بستہ و پیچیدہ بہ بغداد آوردہ

اُس سپیرے کا قصہ جس نے ٹھٹھرے ہوئے سانپ کو مُردہ سمجھا اور رسیوں میں باندھ کر اور لپیٹ کر بغداد میں لے آیا

مارگیرے رفت سوئے کہسار — تا بگیرد اُو بافسونہاش مار

ایک سپیرا ایک پہاڑ کی جانب گیا — تاکہ وہ اپنے منتروں سے سانپ پکڑے

گر گراں و گر شتابندہ بُوَد — آنکہ جویندست یابندہ بُوَد

خواہ وہ سُست ہو یا چُست ہو — جو تلاش کرتا ہے وہ پا لیتا ہے

در طلب زن دائماً تو ہر دو دست — کہ طلب در راہ نیکو رہبرست

تو ہمیشہ جستجو میں دونوں ہاتھ مصروف رکھ — کیونکہ جستجو راستہ کے لئے بہتر رہنما ہے

لنگ و لوکِ[2] خفتہ شکل و بے ادب — سوئے اُو می غیژ و اُو را می طلب

(تو خواہ) لنگڑا اور لولا اور سوتی صورت اور بے ادب ہو — اُسی کی طرف کھسک اور اُسی کو طلب کر

گہ بگفت و گہ بخاموشی و گہ — بُوئے کردن گیر ہر سو بُوئے شہ

کبھی بول کر اور کبھی خاموشی سے اور کبھی — سونگھ کر، ہر جانب سے شاہ کی خوشبو حاصل کر

گفت آں یعقوبؑ با اولادِ خویش — جُستنِ یوسفؑ کنید از حد بیش

حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد سے کہا — حد سے زیادہ یوسفؑ کو تلاش کرو

ہر حِسِ[3] خود را دریں جُستن بجِد — ہر طرف رانید شکلِ مستعِد

اس جستجو میں کوشش سے اپنے ہر حس کو — مستعد شکل میں، ہر طرف روانہ کرو

گفت از رَوحِ خدا لَا تَیْأَسُوْا — ہمچو گم کردہ پسر رَو سُو بسُو

فرمایا اللہ کی رحمت سے تم مایوس نہ ہو — بیٹے کو گم کر دینے والے کی طرح ہر طرف جاؤ

از رہِ حِسِ دہاں پُرساں شوید — روی جاناں را بجان جویاں شوید

مُنہ کی حس کے ذریعہ دریافت کرو — محبوب کے چہرے کو (دل و) جان سے تلاش کرو

---

[1] حکایت۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ نفس کو اس سپیرے کا اژدہا سمجھو جو بظاہر مُردہ تھا۔ افسونہا۔ سپیرے کچھ منتر پڑھکر سانپ پکڑتے ہیں۔ گر گراں۔ اگر طلب ہے تو مطلوب ضرور حاصل ہوگا خواہ طالب سُست ہو یا چُست ہو۔

[2] لوک۔ گھٹنوں کے بل چلنے والا یعنی ہر انسان کو چاہیئے اپنی معذوریوں کو نظر انداز کر کے طلب میں لگ جائے۔ گہ بگفت۔ یعنی طلب کرنے کے جس قدر بھی طریقے ہوں وہ اختیار کرتا رہے۔

[3] ہر حس۔ یعنی یوسفؑ کی تلاش و طلب میں اپنے ہر حس کو کام میں لاؤ۔ گفت۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا تھا لَا تَیْأَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا یعنی یوسفؑ کی طلب و جستجو میں کبھی مایوس نہ ہونا۔ جستِ دہاں۔ قوتِ گویائی۔

پرس پرساں مژدگانی[1] جاں ہید — گوش را بر چار راہ آں نہید

پوچھتے پوچھتے سجان کی انعام بخشی کر دو — کان کو اس کے چوراہے پر لگا دو

ہر کجا بوئے خوش آید بو برید — سوئے آں سر کاشنائے آں سرید

جہاں سے اچھی خوشبو آئے اس کا سراغ لگاؤ — اس راز کا جس سے تم واقف ہو

ہر کجا لطفے بہ بینی از کسے — سوئے اصل لطف رہ یابی بسے

جہاں کہیں کسی کی تو خوبی دیکھے — اس سے اصل خوبی کی جانب تجھے بہت رہنمائی حاصل کریگا

ایں ہمہ جوہا ز دریائیست ژرف — جزو را بگذار و بر کل دار طرف

یہ تمام نہریں ایک گہرے دریا کی ہیں — جزو کو چھوڑ اور کل پر نگاہ رکھ

زشتہائے[2] خلق بہر خوبی است — برگ بے برگی نشان طوبی است

مخلوق کی برائیاں، بھلائی کے لئے ہیں — بے سامانی کا سامان، طوبیٰ کا نشان ہے

جنگہائے خلق بہر آشتی ست — دائم راحت دائماً بے راحتی است

مخلوق کی لڑائیاں صلح کے لئے ہیں — تکلیف، ہمیشہ راحت کے لئے جال ہے

خشمہائے خلق بہر مہر خاست — وز جفائے خلق امید وفاست

مخلوق کی ناراضیاں محبت کیلئے پیدا ہوئی ہیں — مخلوق کے ظلم سے وفا کی امید ہے

ہر زدن بہر نوازش را بود — ہر گلہ[3] از شکر آگہ می کند

ہر مار پیٹ مہربانی کے لئے ہوتی ہے — ہر شکوہ شکر کی خبر دیتا ہے

بوئے بر از جزو تا کل اے کریم — بوئے بر از ضد تا ضد اے حکیم

اے بھلے آدمی! جزو سے کل کا سراغ لگا — اے دانا! ضد سے ضد کا سراغ لگا

چوں عصا در دست موسیٰ گشت مار — جملہ عالم را بدیں ساں می شمار

جیسا کہ لاٹھی (حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ میں سانپ بنی — تمام عالم کو ایسا ہی سمجھ

جنگہائے آشتی آرد درست — مارگیر از بہر بازی مار جست

لڑائیاں، صحیح صلح پیدا کر دیتی ہیں — سپیرے نے تماشہ کے لئے سانپ تلاش کیا

---

[1] مژدگانی - اگر محبوب کی خبر دینے والے کو جان بھی دینی پڑے تو آمادہ ہو جانا چاہیئے - چار راہ - چوراہے یعنی ہر سمت تلاش کرنا - آں سر - یعنی جس محبوب کی تلاش میں نکلے ہو - ہر کجا - یہاں سے مولانا نے محبوب حقیقی کے سراغ لگانے کا بیان شروع فرمایا ہے انسان کی صفات اللہ کی صفات کا مظہر ہیں اور ان صفات کی اصل اللہ کی صفات ہیں۔

[2] زشتہائے - جس طرح خوبیاں راہنما ہیں اسی طرح انسانوں کی برائیاں بھی راہنما ہیں کیونکہ ہر برائی کا انجام کوئی نہ کوئی بھلائی ہے، انسان کی بے سروسامانی والی حالت کا پیش خیمہ ہے طوبیٰ - جنت کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں ہر جنتی کے گھر میں ہونگی جس سے وہ خوشبو اور پھل حاصل کریگا - جنگہائے - لڑائیاں صلح کا پیش خیمہ ہیں، کبھی لڑائی صلح پر ختم ہوتی ہے کبھی مقصود پورا ہوتا ہے تو گویا مقصود سے صلح ہوئی کبھی انسان لڑائیوں سے گھبرا کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو گویا خدا سے صلح ہوئی - دائم راحت - انسان تکلیفیں اٹھاتا ہے تو راحت نصیب ہوتی ہے خشمہائے - غصہ کبھی شفقت کی بنا پر ہوتا ہے جیسا کہ والدین کا اولاد پر کبھی غصہ کی برائی دیکھ کر انسان شفقت کا رویہ اختیار کرتا ہے کبھی مخلوق کا بیجا غصہ شفقت خداوندی کا سبب بنجاتا ہے محبوب کی جفا کے نتیجہ میں وفا نمودار ہو جاتی ہے۔ [3] ہر گلہ شکوہ کا سبب تکلیف ہے اور تکلیف سبب راحت ہے۔ بوئے بر - جس طرح بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف راہنما بنا لیا ہے اسیطرح ہر برائی کو بھی راہنما بنا لے - چوں عصا - برائی سے بھلائی کی رہنمائی حاصل کرنا ایک بالتقابل چیز سے دوسری بالمقابل چیز کا سراغ لگانا اسی طرح ممکن ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا عصا سانپ بنا حالانکہ دونوں متضاد چیزیں ہیں اسی طرح عالم کی دوسری چیزوں کو بھی سمجھ لے - مار گیر - سپیرے نے سانپ تماشے کے لئے پکڑا حالانکہ سانپ سبب ہلاکت ہے جو تماشے کی ضد ہے۔

بہر بازی مار جوید آدمی — غم خورد بہر امیدِ بے غمی

انسان تماشہ کے لئے سانپ تلاش کرتا ہے — بے غمی کے لئے غم برداشت کرتا ہے

اُو ہمی[۱] جستے یکے مارِ شگرف — گرد کوہستان در ایامِ برف

وہ ایک عجیب سانپ تلاش کرتا تھا — پہاڑوں کے چاروں طرف برف کے زمانہ میں

اژدہائے مُردہ دید آنجا عظیم — کہ دلش از شکلِ اُو شد پُر ز بیم

اس نے وہاں ایک مردہ بڑا اژدہا دیکھا — کہ اس کی شکل سے دل خوف زدہ ہوتا تھا

مار گیر اندر زمستانِ شدید — مار می جُست اژدہائے مُردہ دید

سپیرا سخت جاڑے میں — سانپ تلاش کرتا تھا اس نے ایک مرا ہوا اژدہا دیکھا

مار گیر از بہر حیرانیِ خلق — مار گیرد اینت نادانیِ خلق

لوگوں کے تعجب کے لئے، سپیرا — سانپ پکڑتا ہے، مخلوق کی نادانی، تعجب ہے

آدمی[۲] کوہ است چوں مفتوں شود — کوہ اندر مار حیراں چوں شود

آدمی پہاڑ ہے، کیوں فریفتہ ہوتا ہے؟ — پہاڑ سانپ کے معاملہ پر کیوں حیران ہوتا ہے؟

خویشتن نشناخت مسکیں آدمی — از فزونی آمد و شُد در کمی

آدمی مسکین نے اپنے آپ کو نہ پہچانا — بڑائی سے آیا اور کمی میں مبتلا ہو گیا

خویشتن را آدمی ارزاں فروخت — بود اطلس[۳] خویش را بر دلق دوخت

آدمی نے اپنے آپ کو سستا بیچا — اطلس تھا اپنے آپ کو گدڑی پر سی دیا

صد ہزاراں مار و کُہ حیرانِ اوست — اُو چرا حیراں شدست و مار دوست

لاکھوں سانپ اور پہاڑ اس پر حیران ہیں — وہ خود کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا؟

مار گیر آں اژدہا را بر گرفت — سوئے بغداد آمد از بہرِ شگفت

سپیرے نے اس سانپ کو پکڑ لیا — تعجب (میں ڈالنے) کے لئے بغداد میں آیا

اژدہائے چوں ستونِ خانہ — می کشیدش از پئے دانگانہ

ایک اژدہا گھر کے ستون جیسا (موٹا) — روزی کے لئے وہ اس کو کھینچ رہا تھا

کاژدہائے مُردہ آوردہ ام — در شکارش من جگر ہا خوردہ ام

کہ میں ایک مردہ اژدہا لایا ہوں — اس کے شکار میں میں نے خونِ جگر پیا ہے

اُو ہمی مُردہ گماں بُردش ولیک — زندہ بود و اُو ندیدش نیک نیک

وہ اس کو مردہ سمجھ رہا تھا، لیکن — وہ زندہ تھا اس نے اس کو اچھی طرح نہ دیکھا

---

۱ او ہمی۔ وہ سپیرا جاڑوں کے موسم میں پہاڑوں پر حیرت انگیز سانپ تلاش کر رہا تھا۔ مار گیر۔ سپیرے نے سانپ اس لئے پکڑا کہ وہ لوگوں کو دکھا کر حیرانی میں ڈالے، لوگوں کا سانپ کو دیکھکر حیرانی میں پڑنا اُن کی نادانی ہے۔

۲ آدمی کوہ است۔ جس طرح پہاڑوں میں سانپ ہوتے ہیں خود انسان میں بڑے لفق کے اژدہے موجود ہیں تو ایک سانپ کو دیکھنے کا کیوں مشتاق بنتا ہے اپنے اندر کے سانپ دیکھے، انسان کی سانپ پر حیرانی ایسی ہی ہے جیسے کہ پہاڑ سانپ پر حیران ہو۔ خویشتن۔ انسان نے اپنی رفعت اور بلندی کو نہیں سمجھا اشرف المخلوقات پیدا کیا گیا تھا اور ارذل مخلوقات بن گیا۔

۳ بود اطلس۔ انسان بڑھیا چیز سے گھٹیا بن گیا۔ صد ہزاراں۔ کائنات انسان کے اعلیٰ مقام سے حیران ہے لیکن یہ انسان اپنی حماقت سے ادنیٰ مخلوق کو دیکھکر حیران ہوتا ہے۔ دانگانہ۔ وہ چندہ جو چند مسافر سفر کے اخراجات کے لئے باہم جمع کریں، گھر کا ساز و سامان۔ نیک نیک۔ اچھی طرح۔

اوز سرما و برف افسردہ بود | زندہ بود و شکلِ مُردہ می نمود

وہ جاڑے اور برف سے ٹھٹھر گیا تھا | زندہ تھا اور بظاہر مُردہ نظر آتا تھا

عالَمِ[۵۱] افسردہ است و نامِ اُو جماد | جامِد افسردہ بُود اے اوستاد

عالَم ٹھٹھرا ہوا ہے اور اُس کا نام جماد ہے | اے اُستاد! جامد ٹھٹھرا ہوا ہوتا ہے

باش تا خورشیدِ حشر آید عیاں | تا بہ بینی جنبشِ جسمِ جہاں

ٹھہر جا، کہ حشر کا سُورج نمودار ہو | تاکہ تو دنیا کے جسم کی حرکت کو دیکھ لے

چوں عصائے موسیٰؑ اینجا مار شد | عقل را از ساکناں اخبار شد

جبکہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اِس عالم میں سانپ بنگئی | عقل کو جمادات کے بارے میں علم ہو گیا

پارۂ[۵۲] خاکی ترا چوں زندہ ساخت | خاکہا را جملگی باید شناخت

تو خاک کا ٹکڑا ہے، تجھے جس طرح زندہ بنایا | (تو) تمام خاکوں کو (اسی طرح سے) پہچان لینا چاہیئے

مُردہ زیں سُو بیند و زاں سُو زندہ اند | خامُش اینجا و آں طرف گویندہ اند

وہ اِس جانب مُردہ ہیں اور اُس جانب زندہ ہیں | اِس جگہ چُپ ہیں، اُس جانب بولنے والی ہیں

چوں ازاں سُو شاں فرستد سوئے ما | آں عَصا گردد سُوئے ما اژدہا

جب وہ اِن چیزوں کو اُس جانب سے ہماری جانب بھیجتا ہے | وہ لاٹھی ہماری جانب (آکر) اژدہا بن جاتی ہے

کوہہا ہم لحنِ داؤدیؑ کُند | جوہرِ آہن بکف مُومے شوَد

پہاڑ بھی داؤدی لہجہ اختیار کر لیتے ہیں | لوہے کا جوہر ہاتھ میں موم بن جاتا ہے

باد حمّالِ سلیمانئے شود | بحر[۵۳] با موسیٰؑ سخندانے شود

ہوا، ایک سلیمانؑ کو اُٹھا لیجانیوالی بنجاتی ہے | سمندر، موسیٰؑ کی بات سمجھنے والا بن جاتا ہے

ماہ با احمدؐ اشارت بیں شود | نارِ ابراہیمؑ را نسریں شود

چاند (حضرت) احمدؐ کے اشارے کو دیکھنے والا بنجاتا ہے | آگ (حضرت) ابراہیمؑ کے لئے نسرین بنجاتی ہے

خاکِ قاروں را چو مارے در کشد | اُستُنِ حنّانہ آید در رَشَد

زمین قارون کو اژدہے کی طرح نگل لیتی ہے | حنّانہ ستون ہوش میں آجاتا ہے

سنگ بر احمدؐ سلامے می کُند | کوہ یحییٰؑ را پیامے می کُند

پتھر (حضرت) احمدؐ کو سلام کرتا ہے | پہاڑ (حضرت) یحییٰؑ کو پیغام دیتا ہے

و دشمن فرعون کو غرق کر دیا اور اُنکو پار اُتار دیا۔ ۵۴ آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ صادر ہوا اور چاند حضورؐ کی انگلی کے اشارے کو سمجھ گیا۔ نسرین۔ گُلِ سوتی۔ خاک۔ زمین نے قارون کو اژدہے کی طرح نگل لیا۔ اُستن۔ مسجدِ نبوی کا وہ ستون جسکے سہارے حضورؐ خطبہ دیا کرتے تھے جب ممبر تیار ہو جانے پر اُسکا سہارا نہ لیا تو رو پڑا۔ سنگ حضرت علیؓ ۲۲

۵۱ عالَم۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں جن چیزوں کو بے حس و ادراک جماد مانا جاتا ہے وہ بھی ٹھٹھری ہوئی ہیں اور بظاہر جماد ہیں حشر میں جب سورج اُنپر پڑیگا تو اُنکا ٹھٹھرا پن ختم ہو جائیگا اور اُنکا حس و ادراک نمودار ہو جائیگا جیسا کہ اِس اژدہے کا معاملہ تھا جماد اور جامد کے لغوی معنی ٹھٹھرے ہوئے کے ہیں۔ چوں عصا۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی جو بے حس و حرکت تھی جب اِس دنیا میں سانپ بنگئی تو عقل سمجھ گئی کہ اِن جمادات میں بھی حرکت نمودار ہو سکتی ہے۔

۵۲ پارۂ خاکی۔ انسان بھی مٹی کا بنا ہوا ہے اور پھر اُسمیں حس و حرکت آگئی۔ اِسی طرح دوسرے جمادات کو سمجھو اُنمیں بھی حِس و حرکت آسکتی ہے۔ مردہ ایں سُو۔ جمادات عالَمِ دنیا کے اعتبار سے مُردہ اور عالَمِ آخرت کے اعتبار سے زندہ ہیں۔ چوں۔ جب اللہ تعالےٰ اُنکے عالَمِ آخرت والے رخ کو ہماری طرف موڑ دیتا ہے تو اُنکی زندگی ظاہر ہو جاتی ہے۔ کوہہا۔ پہاڑ جو جمادات میں سے ہے حضرت داؤدؑ کا نغمہ اختیار کر لیتا ہے۔ جوہر آہن۔ اپنا رخ بدلنے سے لوہا حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں موم بنجاتا ہے۔ باد۔ ہوا جو بے حس و حواس ہے حضرت سلیمانؑ کیلئے حمّالی کا کام کرنے لگتی ہے۔

۵۳ بحر۔ دریائے نیل نے حضرت موسیٰؑ کی بات کو سمجھ لیا اُن کے

۲۲ ے منقول ہے کہ ایک موقع پر پتھر اور درخت نے آنحضورؐ کو سلام کیا۔ کوہ۔ حضرت یحییٰؑ کو پہاڑ نے پناہ دی تھی۔

جملۂ[۱] ذرات عالم در نہاں
دنیا کے تمام ذرات پوشیدہ طور پر

باتو می گویند روزان و شباں
تجھ سے شب و روز کہتے ہیں

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم
ہم سننے والے ہیں اور دیکھنے والے ہیں اور خوش ہیں

باشما نامحرماں ما خامشیم
تم نامحرموں کے سامنے ہم خاموش ہیں

چوں شما سوئے جمادی می روید
جبکہ تم پتھر پن کی طرف جا رہے ہو

محرمِ جانِ جماداں چوں شوید
تو جمادات کی جان کے محرم کیسے ہو سکتے ہو

از جمادی عالمِ جانہا روید
پتھر پن سے جانوں کے عالم میں جاؤ

غلغلِ اجزائے عالم بشنوید
اجزائے عالم کا شور سن لو

فاش تسبیحِ جمادات آیدت
جمادات کی تسبیح واضح ہو جائے گی

وسوسہ تاویلہا بربایدت
تجھ میں سے تاویلوں کا وسوسہ نکال دیگی

چوں ندارد جانِ تو قندیلہا[۲]
چونکہ تیری جان میں قندیلیں نہیں ہیں

بہرِ بینش کردہ تاویلہا
تو دیکھنے کے لئے تاویلیں کرتا ہے

کہ غرض تسبیحِ ظاہر کے شود
کہ مقصود ظاہری تسبیح کب ہو سکتی ہے؟

دعویِ دیدن خیال و غی شود
دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے

بلکہ ہر بینندہ را دیدارِ آں
بلکہ ہر دیکھنے والے کو اُن کا دیکھنا

وقتِ عبرت می کند تسبیح خواں
عبرت کے وقت تسبیح پڑھنے والا بنا دیتا ہے

پس چو از تسبیح یادت می دہد
تو چونکہ وہ (جمادات) تجھے تسبیح کی یاد دلا دیتے ہیں

ایں دلالت ہمچو گفتن می بود
یہ دلالت پڑھنے جیسی ہے

ایں بود تاویلِ اہلِ اعتزال
معتزلہ کی یہ تاویل ہوتی ہے

وائے آں کس کو ندارد نورِ حال
اس پر افسوس جو حال کا نور نہیں رکھتا ہے

چوں ز حس بیروں نیاید آدمی
انسان جب حواس (ظاہری) سے باہر نہ نکلے

باشد از تصویرِ غیبی اعجمی
تو وہ غیبی تصویر سے ناواقف ہوتا ہے

ایں سخن[۳] پایاں ندارد، مارگیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے، سپیرا

می کشید آں مار را با صد زحیر
بہت بے چینی کے ساتھ اس سانپ کو کھینچ رہا تھا

تا بہ بغداد آمد آں ہنگامہ خواہ
یہاں تک کہ وہ مجمع کا خواہاں بغداد میں آگیا

تا نہد ہنگامہ بر چار راہ
تاکہ چوراہے پر مجمع لگائے

---

۱ جملۂ ذرات۔ کائنات کا ہر ذرہ دلالتِ حال سے اپنے سُننے اور دیکھنے کی کیفیت کو بتاتا ہے۔ چوں شما جب انسان اپنا احساس کھو بیٹھے تو وہ جمادات کی روح کا محرم نہیں بن سکتا۔ از جمادی۔ اگر انسان اپنی جمادیت ختم کرکے روحانیت حاصل کرلے تو کائنات کی تسبیح کا شور سن سکتا ہے۔ وسوسہ۔ کائنات کی تسبیح کی وہ تاویلیں جو معتزلہ کرتے ہیں اُن کا وسوسہ بھی دل میں نہ آئیگا۔

۲ قندیلہا۔ یعنی باطنی نور کی روشنیاں۔ کہ غرض قرآن پاک میں ہے۔ اِن مِّن شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ وَلٰکِن لَّا تَفۡقَہُوۡنَ تَسۡبِیۡحَہُمۡ ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے لیکن تم انکی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔ معتزلہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس آیت میں تسبیح سے تسبیح ظاہری مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کائنات کا مشاہدہ کرنیوالا تسبیح خواں بنجاتا ہے تو جب کائنات اسکی تسبیح کا سبب اور دال بنی تو گویا وہ کائنات تسبیح خواں بنی۔ الدّال علی الخیر کفاعلہ۔ خیر پر دلالت کرنے والا خود خیر کا کرنے والا ہے۔

۳ ایں سخن۔ یہ رُوحانی باتیں بہت دراز ہیں لہذا سپیرے کا قصہ شروع کیا جاتا ہے۔ زحیر۔ پیچش۔ پیچ و تاب۔ چار راہ۔ چوراہہ۔

بر لبِ شطِ[1] مردِ ہنگامہ نہاد
دجلے کے کنارے پر اُس نے مجمع لگایا
غلغلہ در شہرِ بغداد اوفتاد
بغداد شہر میں شور مچ گیا

مار گیرے اژدہا آوردہ است
(کہ) ایک سپنیرا اژدہا لایا ہے
بو العجب نادر شکارے کردہ است
اُس نے عجیب نادر شکار کیا ہے

جمع آمد صد ہزاراں خام ریش
لاکھوں بے وقوف جمع ہو گئے
صیدِ اُو شد ہر یک آنجا از خریش
اُس جگہ ہر ایک اپنے گدھے پن سے اُسکا شکار بنگیا

منتظر ایشاں و اُو ہم منتظر
وہ اُس کے منتظر اور وہ بھی (اُن کا) منتظر
تا کہ جمع آیند خلقِ منتشر
تاکہ بکھرے ہوئے لوگ جمع ہو جائیں

مردمِ ہنگامہ افزوں تر شود
مجمع کے لوگ زیادہ ہو جائیں
گدیہ و توزیع نیکو تر رود
بھیک اور چندہ (کا کام) خوب چلے

جمع آمد صد ہزاراں ژاژ خا
لاکھوں بکواسی جمع ہو گئے
حلقہ کردہ پشت پا بر پشت پا
کمر جھکائے ہوئے پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے

حلقہ گردِ اُو چو رز گردِ عریش[2]
اُسکے چاروں طرف ایسا حلقہ جیسا کہ انگور کی بیل چھپر پر
ہمچناں کہ بت پرستاں بر کنیش
جیسا کہ بتوں کے پجاری بت خانہ پر

مرد را از زن خبر نے ز ازدحام
ہجوم کی وجہ سے مرد کو عورت کا پتہ نہیں
رفتہ درہم چوں قیامت خاص و عام
قیامت کی طرح خاص و عام غلط ملط تھے

چوں ہمی حراقہ جنبانید اُو
جب وہ چیتھڑے سرکاتا
می کشیدند اہلِ ہنگامہ گلو
مجمع والے گلا پھاڑتے

اژدہا کز زمہریر افسردہ بود
وہ اژدہا جو ٹھنڈک سے ٹھٹھرا ہوا تھا
زیرِ صد گونہ پلاس و پردہ بود
سینکڑوں قسم کے ٹاٹ اور پردوں میں تھا

بستہ بودش با رسنہائے غلیظ
اُس کو موٹی رسیوں سے باندھ رکھا تھا
احتیاطے کردہ بودش آں حفیظ[3]
اُس نگہبان نے اُس کے لئے بڑی احتیاط کر رکھی تھی

در درنگ و اتفاق و انتظار
تاخیر اور جمع ہونے اور انتظار میں
وز ہیاہوی و فغانِ بے شمار
ہائے وہو اور بے شمار چیخوں سے

وز غلوِ خلق و تکش و طمطراق
لوگوں کی کثرت اور ٹکاؤ اور کر و فر سے
تافت بر آں مار خورشیدِ عراق
اُس اژدہے پر عراق کا سورج چمکنے لگا

[1] لبِ شط۔ بغداد دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ خام ریش۔ بیوقوف۔ خریش۔ خری اُلّوپن۔ گدیہ۔ بھیک۔ توزیع۔ تقسیم، بخشش۔ ژاژ خا۔ بکواسی۔ حلقہ کردہ پشت۔ کمر جھکائے ہوئے۔

[2] عریش۔ چھپر۔ کنیش۔ بت خانہ۔ مرد را۔ مجمع کی کثرت میں خواص و عوام اور مرد و زن کا اختلاط ہو جاتا ہے۔ حراقہ۔ چیتھڑے جو آگ سلگانے کے کام آتے ہیں۔ پلاس۔ ٹاٹ۔

[3] حفیظ۔ محافظ۔ نگہبان۔ در درنگ۔ یعنی یہ چیزیں اور سورج کی گرمی اُس اژدہے کے حرکت میں آنے کا سبب بن گئیں۔ عراق۔ وہاں کی گرمی مشہور ہے۔

آفتابِ گرم سیرش گرم کرد — رفت از اعضائے او اخلاطِ[1] سرد
تیز رفتار سورج نے اُس کو گرما دیا — اُس کے اعضاء سے ٹھنڈی رطوبات جاتی رہیں

مُردہ بود و زندہ گشت او از شگفت — اژدہا بر خویش جنبیدن گرفت
وہ مُردہ تھا اور حیرت انگیز طور پر زندہ ہو گیا — اژدہے نے بل کھانے شروع کر دیئے

خلق را از جنبشِ آں مُردہ مار — گشت شاں از یک تحیر صد ہزار
مرے ہوئے سانپ کی حرکت سے مخلوق کی — ایک حیرانی لاکھوں حیرانیاں بن گئیں

با تحیر نعرہا انگیختند — جملگاں از جنبشش بگریختند
حیرانی سے انھوں نے نعرے لگائے — اُس کے ہلنے سے سب بھاگ پڑے

می شکست او بند زاں بانگِ بلند — ہر طرف می رفت چاقاچاق بند
وہ بندش کو بلند آواز سے توڑتا تھا — ہر طرف بندش کی تڑاخ پڑاخ کی آواز پہنچ رہی تھی

بندہا بگسست و بیروں شد ز زیر — اژدہائے زشت غرّاں ہمچو شیر
بندشیں ٹوٹ گئیں وہ نیچے سے نکل آیا — بھیانک اژدہا شیر کی طرح دڑدکتا ہوا

در ہزیمت بس خلائق کشتہ شد — از فتادہ و کشتگاں صد پشتہ شد
پسپائی میں بہت سے لوگ مارے گئے — مرے اور گرے لوگوں کے سینکڑوں ڈھیر لگ گئے

مارگیر از ترس بر جا خشک گشت — کہ چہ آوردم من از کہسار و دشت
سپیرا خوف سے اپنی جگہ خشک ہو گیا — کہ میں پہاڑ اور جنگل سے کیا لے آیا

گرگ را بیدار کرد آں کور میش — رفت ناداں سوئے عزرائیل خویش
اُس اندھی بھیڑ نے بھیڑیئے کو جگا دیا — بیوقوف اپنے آپ ملک الموت کی طرف چلا گیا

اژدہا یک لقمہ کرد آں گیج[2] را — سہل باشد خوں خوری حجّیج را
اُس احمق کو اژدہے نے ایک لقمہ بنا لیا — حجاج کے لئے خون پینا آسان ہوتا ہے

خویش را بر اُستنے پیچید و بست — استخوانِ خوردہ را درہم شکست
اُس (اژدہے) نے اپنے آپ کو ایک ستون پر لپیٹا اور بھینچا — کھائی ہوئی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیا

شہر خالی گشت و اژدرہا براند — سوئے کہ گرد[3] از بیاباں بر فشاند
شہر خالی ہو گیا اور اژدہا روانہ ہوا — پہاڑ کی جانب اُس نے جنگل کی گرد کو اڑایا

نفست اژدرہاست او کے مُردہ است — از غمِ بے آلتی افسردہ است
تیرا نفس اژدہا ہے وہ مُردہ کہاں ہے — ذرائع نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے

---

۱ اخلاط۔ یعنی اژدہے کے بدن کی رطوبتیں۔ مُردہ مار۔ یعنی وہ اژدہا جس کو لوگ مرا ہوا سمجھ رہے تھے۔ بی شکست۔ اژدھا رسیوں میں بدھا ہوا تھا۔ چاقا چاق۔ رسیوں کے ٹوٹنے کی آواز۔ غرّاں۔ دڑدکتا ہوا۔ ہزیمت۔ مجمع کی واپسی۔ گرگ۔ سپیرے اور اژدہے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ بھیڑ سوتے ہوئے بھیڑیے کو خود بیدار کر دے یا کوئی شخص خود ملک الموت کے پاس چلا جائے۔

۲ گیج۔ احمق۔ حجّیج۔ حجاج کا امالہ ہے حجاج بن یوسف ثقفی عبدالملک مروانی کے دور کا مشہور ظالم گورنر ہے جس نے لاکھوں کا خون بہایا ہے۔ خویش را۔ اژدہا، جانور یا انسان کو نگل کر اُس کی ہڈیاں توڑنے کے لئے اسی طرح کی حرکت کرتا ہے۔

۳ گرد فشاندن از بیابان۔ تیزی سے بیابان میں چلنا۔ نکتہ۔ مولانا دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے نفس کو اسی قسم کا اژدہا سمجھنا چاہیئے۔ بے آلتی۔ ذرائع کا نہ ہونا۔

گر بیابد آلتِ[۵۱] فرعونِ او
اگر وہ فرعون کے ذرائع پالے

کہ بامرِ او ہمی رفت آبِ جو
جس کے حکم سے دریائے نیل کا پانی چلتا تھا

آنگہ او بنیادِ فرعونی کُند
اُس وقت وہ فرعونی بنیاد بنائے گا

راہِ صد موسیٰؑ و صد ہاروں زند
سینکڑوں موسیٰؑ و ہارونؑ کی راہ زنی کرے گا

کِرمک ست آں اژدہا از دستِ فقر
وہ اژدہا، اِفلاس کے ہاتھوں حقیر کیڑا ہے

پشّہ گردد ز جاہ و مالِ صَقر
چرخ، جاہ اور مال نہ ہونے سے مچھر بنجاتا ہے

اژدہا را دار در برفِ فراق
اژدہے کو محرومی کے برف میں رکھ

ہیں مکش او را بخورشیدِ عراق
خبردار! اُس کو عراق کے سورج میں نہ لے جا

تا فسردہ می بود آں اژدہات
تاکہ تیرا اژدہا ٹھنڈا ہوا رہے

لقمۂ اوئی چو او یابد نجات
جب وہ نجات پا جائے گا تو اس کا لقمہ ہے

مات[۵۲] کُن او را و ایمن شو ز مات
اُس کو ہرا دے اور ہارنے سے مطمئن ہو جا

رحم کم کُن نیست او ز اہلِ صلات
رحم نہ کر وہ اچھے سلوک کے قابل نہیں ہے

کاں تفِ خورشیدِ شہوت بر زند
کیونکہ جب شہوت کے سورج کی گرمی نمودار ہوگی

آں خفاشِ مُردہ ریگت پر زند
وہ تیری ناچیز چمگادڑ اُڑنے لگے گی

می کشش او را در جہاد و در قتال
اُس کو جہاد اور قتال میں کھینچ لا

مردوار اللّٰہُ یُجْزِیْکَ الْوِصَال
مردانہ وار، اللہ تجھے بدلے میں وصال عطا فرمادیگا

چونکہ آں مرد اژدہا را آورید
چونکہ وہ مرد اژدہے کو لایا

در ہوائے گرم خوش شد آں مَرید
گرم ہوا میں وہ سرکش چاق چوبند ہو گیا

لاجرم آں فتنہا کرد اے عزیز
اے پیارے! لامحالا اُس نے وہ فتنے برپا کر دیئے

بلکہ صد چنداں کہ ما گفتیم نیز
بلکہ اُس سے سینکڑوں زیادہ جو ہم نے بیان کئے

تو طمع[۵۳] داری کہ او را بے جفا
تو اُمید رکھتا ہے کہ اُس کو بغیر سختی کے

بستہ داری در وقار و در وفا
وقار اور وفا میں باندھے گا

ہر خسے را ایں تمنا کے رسد
ہر کمینے کی یہ تمنا کہاں پوری ہوتی ہے

موسیٰؑ باید کہ اژدرہا کُشد
موسیٰؑ چاہیئے جو اژدہے کو مارے

صد ہزاراں خلق ز اژدرہائے او
لاکھوں لوگ اُس کے اژدہے سے

در ہزیمت کُشتہ شُد از رائے او
پسپائی میں مارے گئے اُنکی رائے کی وجہ سے

---

۵۱ آلتِ فرعون۔ یعنی اسباب اور ذرائع جو فرعون کو حاصل تھے۔ کہ بامر۔ فرعون کے حکم سے نیل میں سیلاب آگیا تھا یہ فرعون کیلئے اللہ کی جانب سے استدراج تھا۔ کرمک۔ حقیر کیڑا۔ پشہ گردد۔ یعنی اسباب میسر نہ آنے سے قوی ضیف بن جاتا ہے۔ صقر۔ چرخ جو شکرے کی ایک قسم ہے۔ فراق۔ یعنی ذرائع اور اسباب مہیا نہ ہونے کا غم۔ لقمۂ اوئی۔ تیرا نفس سب سے پہلے تجھے ہلاک کرے گا۔

۵۲ مات کن۔ نفس کو شکست دیدے۔ اہلِ صلات۔ یعنی قابلِ رحم نہیں ہے۔ خفاش۔ یعنی نفسِ انسانی۔ می کش۔ نفس کو مردانہ وار مشقتوں میں مبتلا رکھ اللہ کا وصل حاصل ہو جائے گا۔ چونکہ۔ سپیرے نے اُس اژدہے کو گرمی سے آرام پہونچایا تو وہ سرکش بن گیا۔ لاجرم سرکش ہو کر اژدہے نے جو فتنے بپا کئے وہ میرے بیان سے سینکڑوں گنا زیادہ تھے۔

۵۳ تو طمع۔ انسان کی غلط فہمی ہے کہ وہ نفس کو آرام پہونچا کر اُس سے وفا اور وقار کی امید کرے۔ ہر خسے۔ نفس کُشی ہر انسان سے ممکن نہیں ہے اسکے لئے موسیٰؑ جیسی اولوالعزمی چاہیئے۔ صد ہزاراں۔ یہ شعر پھر سپیرے سے متعلق ہے۔

وز طمع[1] ہم خویشتن را باد داد — گفتہ شد واللہ اعلم بالسداد

لالچ سے اپنے آپ کو بھی برباد کیا — (قصہ) کہہ دیا گیا اور اللہ تعالیٰ راست روی کو خوب جانتے ہے

تہدید کردن فرعون موسیٰ علیہ السلام را

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکانا

گفت فرعونش[1] چرا تو اے کلیم — خلق را کشتی وافگندی زبیم

فرعون نے اُن (موسیٰؑ) سے کہا اے کلیم (اللہ)! تو نے کیوں — ڈر سے لوگوں کو مار ڈالا اور گرا دیا؟

در تردد[2] از تو افتادند خلق — در ہزیمت کشتہ شد مردم ز زلق

تیری وجہ سے لوگ تردد میں مبتلا ہو گئے — اُلٹے بھاگنے میں پھسلنے کی وجہ سے لوگ مارے گئے

لاجرم ہر کس ترا دشمن گرفت — کینِ تو در سینہ مرد و زن گرفت

لا محالہ ہر شخص کو تجھ سے دشمنی ہو گئی — مردوں اور عورتوں کے سینہ میں تیری طرف کینہ پیدا ہو گیا

خلق را می خواندی بر عکس شد — از خلافت مردماں را نیست بد

تو لوگوں کو بلاتا تھا، (معاملہ) برعکس ہو گیا — لوگوں کے لئے تیرے خلاف کرنے کے علاوہ چارہ نہیں ہے

من ہم از شرّت اگر پس می خزم — در مکافاتِ تو دیگے می پزم

میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ گیا ہوں — تجھ سے بدلہ لینے کے لئے دیگ پکا رہا ہوں

دل ازیں بر کن کہ بفریبی مرا — یا بجز فی[3] پس روے گردد ترا

یہ دل سے نکال دے کہ تو مجھے فریب دے سکتا ہو — یا سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پیرو ہو گا

تو بداں غرہ مشو کیں ساختی — در دلِ خلقاں ہراس انداختی

تو اس پر گھمنڈ نہ کر کہ تو نے یہ کیا ہے — لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا ہے

صد چنیں آری و ہم رسوا شوی — خوار گردی ضحکۂ غوغا شوی

اس جیسے سینکڑوں (معجزے)، تو لائیگا پھر بھی رسوا ہوگا — ذلیل ہوگا عوام کے لئے مضحکہ بنے گا

ہمچو تو سالوس بسیاراں بُدند — عاقبت در مصر ما رسوا شدند

تجھ جیسے بہت سے مکار تھے — انجام کار ہمارے مصر میں رسوا ہوئے ہیں

جوابِ گفتنِ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرعون را

حضرت موسیٰؑ کا اس دھمکی کا جواب دینا جو

در تہدیدیکہ با او می نمود

فرعون نے اُن کو دی

[1] در طمع۔ تماشہ دکھا کر پیسے وصول کرنے کے لالچ نے سپیرے کو بھی برباد کیا اور لوگوں کو بھی۔ گفت — فرعونش۔ یہاں سے مولانا حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کی طرف منتقل ہو گئے ہیں حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کو اژدہا بنتا دیکھکر بھی تماشائیوں کا مجمع بھاگا تھا اور اُس بھگدڑ میں بہت سے آدمی مر گئے تھے اس پر فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے یہ گفتگو کی تھی۔

[2] تردد۔ یعنی دین کے بارے میں شک و شبہ۔ در ہزیمت یعنی خوف کھا کر مجمع کے منتشر ہوتے میں۔ می خواندی یعنی تو نے اپنی طرف بلایا۔ خلافت۔ خلافِ تو۔ من ہم۔ یعنی اگرچہ میں سرِ دست تیرا مقابلہ نہیں کر رہا ہوں لیکن بدلہ لینے کی فکر میں ہوں۔

[3] بجز فے۔ یعنی تیرے سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پیرو نہ بنے گا۔ کیں۔ یعنی اپنی لاٹھی کو اژدہا بنانا۔ ضحکہ۔ ہنسی کے قابل۔ غوغا۔ عوام۔

گفت[1] با امرِ حقم اِشراک نیست
(حضرت موسیٰؑ نے) فرمایا اللہ کے معاملہ میں میری شرکت نہیں ہے

گر بریزد خونم امرش باک نیست
اگر اسکا حکم میرا خون بہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے

راضیم مَن شاکرم من اے حریف
اے دشمن! میں راضی ہوں میں شکر گزار ہوں

ایں طرف رُسوا و پیشِ حق شریف
کہ اسطرف رسوا ہوں اور اللہ کے سامنے باعزت ہوں

پیشِ خَلقاں خوار و زار و ریشخند
مخلوق کے سامنے رسوا، ذلیل اور لائقِ تمسخر (بنوں)

پیشِ حق مطلوب و محبوب و پسند
(لیکن) اللہ (تعالےٰ) کے سامنے مطلوب اور محبوب اور پسندیدہ (بنوں)

از سخن می گویم ایں ورنہ خدا
یہ بات میں کہنے کو کہتا ہوں ورنہ اللہ تعالےٰ

از سیہ رُویاں کُند فردا ترا
تجھے کل کو سیاہ رُو کرے گا

عزت[2] آنِ اوست وآنِ بندگانش
عزت اسکی ملکیت ہے اور اسکے غلاموں کی ملکیت ہے

ز آدمؑ و ابلیس بر می خواں نشانش
(حضرت) آدمؑ اور ابلیس سے اسکی علامت کا مطالعہ کرلے

شرحِ حق پایاں ندارد ہمچو حق
اللہ کی طرح اللہ کی تشریح کی انتہا نہیں ہے

ہیں دہاں بر بند و برگرداں ورق
خبردار! منہ بند کرلے اور ورق پلٹ دے

پاسخ دادنِ فرعون موسیٰ علیہ السلام را و مُہلت خواستن

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور حضرت موسیٰؑ سے چالیس

تا چہل روز از موسیٰ علیہ السلام

روز کی مُہلت مانگنا

گفت فرعونش وَرق در حکمِ ماست
فرعون نے ان (موسیٰؑ) سے کہا کاغذ میرے حکم میں ہے

دفتر و دیوان و حُکم ایں دم مراست
دفتر اور کچہری اور حکم اِس وقت میرا ہے

مر مرا بخریدہ اند اہلِ جہاں[3]
مجھے دنیا والوں نے منتخب کیا ہے

از ہمہ عاقل تری تو اے فلاں
اے فلاں! کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے

موسیا خود را خریدی ہیں برو
اے موسیٰ! تو نے خود اپنے آپکو پسند کیا ہے خبردار بھلا جا

خویشتن کم بیں بخودِ غِرّہ مشو
خود بینی نہ کر، اپنے اوپر گھمنڈ نہ کر

جمع آرم ساحرانِ دہر را
میں دنیا بھر کے جادوگروں کو جمع کروں گا

تا کہ جہلِ تو نمایم شہر را
تاکہ شہر کو تیری جہالت دکھا دوں

ایں نخواہد شُد بروزے[4] و دو روز
یہ ایک دو دن میں نہ ہو سکے گا

مُہلتم دہ تا چہل روزِ تموز
مجھے گرمی کے چالیس روز کی مہلت دے

لہ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اللہ تعالےٰ اپنے معاملہ کا مختار ہے میری اس میں شرکت نہیں ہے۔ راضیم دنیا کی رُسوائی جس میں خدا کی رضا مندی ہو مجھے منظور ہے۔ از سخن۔ یعنی اپنی رُسوائی کی بات میں نے کہنے کو کہدی ہے ورنہ رحمت سے یقین ہے کہ میں رُسوا نہ ہوں گا تو ہی رُسوا ہوگا۔

لہ۲ عزت۔ غلبہ اور عزت اللہ اور اُس کے غلاموں کے لئے ہے اسی لئے آدمؑ باعزت بنے اور شیطان ذلیل ہوا۔ پاسخ۔ جواب۔ گفت فرعونش۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کاغذ اور قلمدان اور حکم میرا ہے۔

لہ۳ اہلِ جہاں۔ جبکہ تمام لوگ مجھے پسند کرتے ہیں کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے کہ مجھے ناپسند کر رہا ہے۔ خود را خریدی۔ خود را پسند کردی۔ شہر۔ مصر۔ تموز۔ یعنی موسم گرما۔

جواب موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو جواب

گفت موسیٰؑ ایں مرا دستور نیست ۔ بندہ ام اِمہالِ تو ماموُر نیست

موسیٰؑ نے فرمایا اِس کی مجھے اجازت نہیں ہے ۔ میں (اللہ کا) غلام ہوں تجھے مہلت دینے کا حکم نہیں ہے

گر تو چیری و مرا خود یار نیست ۔ بندہ فرمانم بدانم کار نیست

اگرچہ تو غالب ہے اور میرا کوئی دوست نہیں ہے ۔ میں تو حکم کا غلام ہوں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے

می زنم با تو بجِدّ تا زندہ ام ۔ مَن چہ کارہ نُصرتم مَن بندہ ام

جب تک میں زندہ ہوں تجھ سے طاقت سے بھڑوں گا ۔ مجھے مدد کا کیا کرنا ہے، میں تو غلام ہوں

می زنم تا در رسد حُکمِ خدا ۔ کافگند ہر خصم از خصمی جُدا

جب تک اللہ کا حکم ہوگا میں مقابلہ کروں گا ۔ وہی ہر لڑنے والے کو لڑائی سے جدا کرتا ہے

جوابِ فرعون موسیٰ علیہ السلام را و وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰؑ کو فرعون کا جواب اور حضرت موسیٰؑ کے پاس وحی آنا

گفت[۲] نے نے مہلتے باید نہاد ۔ عشوہا کم دہ تو کم پیمائے باد

اُس (فرعون) نے کہا نہیں مہلت مقرر کرنی چاہیے ۔ تو فریب نہ دے فضول باتیں نہ بنا

حق تعالیٰ وحی کردش در زماں ۔ مہلتے دہ مر وُرا مہراس ازاں

فوراً اللہ (تعالیٰ) نے اُن کو وحی بھیجی ۔ اُس کو مہلت دیدے اُس سے نہ گھبرا

ایں[۳] چہل روزش بدہ مہلت بطوع ۔ تا سگالد مکرہا اُو نوع نوع

خوشی سے اُس کو چالیس روز کی مہلت دیدے ۔ تاکہ وہ قسم قسم کی مکاری سوچ لے

تا بکوشد اُو کہ نے من خفتہ ام ۔ تیز رَو گو پیش رَہ بگرفتہ ام

تاکہ وہ کوشش کرے کیونکہ میں بھی سوتو نہیں ہا ہوں ۔ اس سے کہدے تیز چلے میں نے بھی راستہ روک دیا ہے

حیلہاشاں را ہمہ برہم زنم ۔ وانچہ افزایند من برکم زنم

اُن کی سب تدبیروں کو درہم برہم کردوں گا ۔ وہ جو کچھ بڑھائیں گے اسکو کمی پر پہنچ دوں گا

آب را آرند من آتش زنم ۔ نوش خوش گیرند من ناخوش کنم

وہ پانی لائیں گے، میں آگ لگا دوں گا ۔ وہ اچھا شہد پئیں گے میں اسکو بدمزہ کردونگا

مہر پیوندند من ویراں کنم ۔ آنکہ اندر وہم ناید آں کنم

وہ دوستیاں جوڑیں گے میں تباہ کردوں گا ۔ جو خیال میں بھی نہ آئے میں وہ کروں گا

---

[۱] دستور: حکم طریقہ۔ اِمہال: مہلت دینا۔ چیر: غالب۔ بدانم کار: بآں مرا کار۔ جِد: کوشش۔ من چہ کارہ یعنی مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ میری مدد ہوگی یا نہ ہوگی۔

[۲] گفت نے نے۔ فرعون نے کہا۔ عشوہ۔ مکر۔ باد پیمودن فضول باتیں کرنا۔ مہراس۔ خوفزدہ نہ ہو۔

[۳] ایں چہل۔ فرعون نے چالیس روز کی مہلت مانگی تھی فرمایا گیا کہ اُس کو مہلت دے دو اُس کو مکر کی تدبیریں سوچنے کا موقع دے دو میں اُس کی تمام تدبیروں کو بیکار کردوں گا۔

۸

تو مترس و مہلتے اُش دِہ دراز — گو سپہ گرد آر و صد حیلت بساز

تو نہ ڈر، اور اُس کو بھی مہلت دیدے — کہدے لشکر جمع کرلے اور سو تدبیریں کرلے

مہلت دادنِ موسیٰ علیہ السّلام فرعون را تا ساحراں را جمع از مدائن[۵۱] کُند

فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مہلت دینا تاکہ وہ شہروں سے جادوگروں کو جمع کرلے

گفت امر آمد برو مہلت ترا — من بجائے خود شدم رستی ہلا

فرمایا حکم آگیا، جا تجھے مہلت ہے — میں اپنی جگہ جاتا ہوں آگاہ، تو چھوٹ گیا

اُو ہمی شُد اژدہا اندر عقب — چوں سگِ صیادِ دانا و مُحِب

وہ جارہے تھے، اژدہا پیچھے پیچھے (تھا) — سمجھدار اور محبت کرنیوالے شکاری کے کتے کی طرح

چوں سگِ صیاد جُنباں کردہ دُم — سنگ را می کرد ریگ اُو زیرِ سُم

شکاری کے کتے کی طرح دُم ہلاتا ہوا — پاؤں کے نیچے پتھر کو ریت بناتا ہوا

سنگ و آہن را بدم در می کشید — خرد[۵۲] می خائید آہن را پدید

پتھر اور لوہے کو سانس سے اندر کھینچتا تھا — لوہے کو نمایاں طور پر باریک چبا جاتا تھا

در ہوا می کرد خود بالائے بُرج — کہ ہزیمت می شد از وے روم و گرج

فضا میں اپنے آپ کو برج سے اونچا کرتا تھا — کہ اس سے روم اور گرج کے باشندے بھاگتے تھے

کفک می انداخت چوں اشتر زکام — قطرہ زاں بر ہر کہ می زد شد جُذام

مُنہ سے اونٹ کی طرح جھاگ پھینکتا تھا — جس پر اس کا ایک قطرہ گرا اسکو کوڑھ ہوگیا

ژغ ژغِ دندانِ اُو دل می شکست — جانِ شیرانِ سیہ می شد ز دست

اُس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ دل پھاڑ رہی تھی — کالے شیروں کی جان ہاتھ سے نکل جاتی تھی

چوں بقومِ خود رسید آں مجتبیٰ — شدقِ اُو بگرفت و بازاُو شد عصا

جب وہ برگزیدہ اپنی قوم میں پہونچے — اُس کی باچھ پکڑی وہ پھر لاٹھی بن گیا

تکیہ بر وے کرد و می گفت اے عجب — پیشِ ما خورشید[۵۳] و پیشِ خصم شب

اُنھوں نے اُس پر ٹیک لگائی اور کہہ رہے تھے تعجب ہے — (یہ معجزہ) ہمارے لئے سورج اور دشمن کیلئے رات ہے

اے عجب چوں می نہ بیند ایں سپاہ — عالمے پُر آفتابِ چاشتگاہ

تعجب ہے یہ لشکر کیوں نہیں دیکھتا ہے؟ — دنیا کو جو چاشت کے وقت کے سورج سے بھری ہوئی ہے

---

۵۱ مدائن۔ مدینہ کی جمع ہے، شہر۔ شدم۔ یعنی میں روانہ ہوا۔ رستی۔ تجھے فی الحال نجات مل گئی ہے۔ ہمی شد۔ یعنی حضرت موسیٰ قوم کی طرف روانہ ہوگئے۔ دُم۔ کتا محبت میں دُم ہلاتا ہے۔ سنگ۔ یعنی پتھروں کو چبا کر ریت بنادیتا تھا۔ بدم۔ اژدہا اپنے سانس سے چیزوں کو اپنے مُنہ میں کھینچ لیتا ہے۔

۵۲ خُرد۔ یعنی لوہے کو چبا کر ریزہ ریزہ کر رہا تھا۔ برج۔ یعنی خود کو دو منزلہ مکان سے اونچا کرلیتا تھا۔ گرج۔ گرجستان کے رہنے والے۔ کفک۔ اس کے مُنہ سے اونٹ کی طرح جھاگ نکل رہے تھے اور وہ اسقدر زہریلے تھے کہ جس پر قطرہ پڑجاتا وہ کوڑھی بنجاتا۔ ژغ ژغ۔ دانت پیسنے کی آواز۔ شیرانِ سیہ۔ کالا شیر بہت خوفناک ہوتا ہے۔ مجتبیٰ۔ منتخب یعنی حضرت موسیٰؑ۔ شدق۔ باچھ، لبوں کا گوشہ۔

۵۳ خورشید۔ یعنی یہ سانپ کا معجزہ ہمارے لئے خورشیدِ راہِ ہدایت ہے اور دشمنوں کے لئے تاریک رات ہے جس میں اُن کو کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ اے عجب۔ فرعون کے لشکری اُس کی پہچان کی علامتوں کو کیوں نہیں دیکھ رہے ہیں اور اس روشن معجزے کے قائل کیوں نہیں ہو رہے ہیں۔

چشم[1] باز و گوش باز و ایں ذکا
آنکھیں کھلی ہیں اور کان کھلے ہیں اور یہ ذہانت
خیرہ ام در چشم بندیِ خدا
میں اللہ (تعالیٰ) کی چشم بندی پر حیران ہوں

من ز ایشاں خیرہ ایشاں ہم ز من
میں ان سے حیران ہوں وہ بھی مجھ سے حیران ہیں
از بہارے خار ایشاں من ثمن
(خلا کی) بہار سے وہ کانٹے ہیں میں پھول ہوں

پیشِ شاں بردم بسے جامِ رحیق
میں ان کے سامنے صاف شراب کے بہت سے جام لے گیا
سنگ شد آبش بہ پیشِ آں فریق
اس فریق کے سامنے اس کا پانی پتھر بن گیا

دستۂ گل بستم و بردم بہ پیش
میں نے پھولوں کا گلدستہ بنایا اور سامنے لے گیا
ہر گلے چوں خار گشت و نوش نیش
ہر پھول کانٹا بن گیا اور شہد ڈنک (بن گیا)

آں[2] نصیبِ جانِ بیخویشاں بود
(وہ جام) بے خودوں کی جان کا حصہ ہوتا ہے
چونکہ باخویشند پیدا کے شود
چونکہ وہ خودی میں ہیں وہ کب ظاہر ہوتا ہے؟

خفتہ بیدار باید پیشِ ما
ہمارے آگے ایک سویا ہوا بیدار ہونا چاہیئے
تا بہ بیداری بہ بیند خوابہا
تاکہ وہ خوابوں کو بیداری میں دیکھ لے

دشمنِ ایں خوابِ خوش شد فکرِ خلق
لوگوں کا فکر (دنیوی)، اس اچھی خواب کا دشمن بن گیا
تا نخسپد فکرتش بستہ ست حلق
جب تک کہ اس کا فکر نہ سو جائے، حلق بند ہے

حیرتے باید کہ روبد فکر را
حیرت درکار ہے، تاکہ فکر کا صفایا کردے
خورد حیرت فکر را و ذکر را
حیرت نے فکر اور ذکر کو نگل لیا ہے

ہر کہ کامل تر بود او در ہنر
جو (دنیا کے) ہنر میں زیادہ کامل ہوتا ہے وہ
او بمعنی پس بصورت پیشتر
وہ حقیقتاً پیچھے، بظاہر آگے ہے

راجعون[3] گفت و رجوع ایں ساں بود
(اللہ تعالیٰ نے) واپس ہونیوالے میں فرمایا اور واپس ہونا (یوں ہوتا ہے)
کہ گلہ وا گردد و خانہ رود
کہ ریوڑ واپس ہو اور گھر جائے

چونکہ وا گردید گلہ از ورود
جب ریوڑ گھاٹ سے واپس لوٹتا ہے
پس فتد آں بز کہ پیش آہنگ بود
(تو) وہ جانور پیچھے رہتا ہے جو آگے چلنے والا تھا

پیش افتد آں بزِ لنگِ پسیں
پچھلی لنگڑی بکری آگے ہو جاتی ہے
اَضْحَکَ الرُّجْعٰی وُجُوْہَ الْعَابِسِیْن
واپسی نے ترش بنائے ہوئے لوگوں کے چہرے کو ہنسا دیا

---

[1] چشم باز۔ یعنی حواس اور ذہانت موجود ہے مگر اللہ تعالیٰ نے انکی نظر بندی کردی ہے۔ من از ایشاں۔ فرعونی حضرت موسیٰ کے معاملہ سے حیران تھے۔ ثمن چنبیلی کا پھول۔ جامِ رحیق۔ صاف شراب کا جام۔ سنگ شد۔ یعنی وہ شراب ان کے پینے کے قابل نہ رہی۔ دستۂ گل۔ میں ان کے سامنے ہدایت کے گلدستے پیش کرتا ہوں مگر وہ پھول ان کے لئے کانٹے بن جاتے ہیں۔

[2] آں۔ ہدایت کے جام ان کا حصہ ہیں جو خودی کو فنا کر چکے ہوں۔ خفتہ بیدار یعنی وہ شخص جو دنیا سے خفتہ ہو اور آخرت کے معاملہ میں بیدار ہو۔ تا بہ بیداری۔ خواب میں جو عالمِ بالا کی چیزیں نظر آتی ہیں ان کو عالمِ بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں۔ دشمن۔ جو لوگ دنیاوی افکار میں مبتلا ہیں وہ ان خوابوں سے محروم ہیں۔ حلق یعنی معارف کے نگلنے سے۔ حیرتے باید۔ مقامِ حیرت میں پہنچکر سالک نہ اللہ کے ذکر پر قادر رہتا ہے نہ دنیاوی فکر پر۔ ہر کہ کامل۔ جو لوگ دنیاوی معاملات میں ہنرمند ہیں وہ بظاہر دوسروں سے آگے ہیں لیکن حقیقتاً وہ پیچھے رہے۔

[3] راجعون۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف واپس ہونیوالے ہیں۔ واپسی کا مطلب یہ ہے کہ بکریوں کا ریوڑ جو جنگل میں چرنے گیا ہے وہ گھر واپس لوٹے۔ ورود چراگاہ یا پانی کے گھاٹ پر جانا۔ پس فتد۔ جو بکری جانے میں گلہ میں سب سے پیچھے ہوگی واپسی میں وہ آگے ہو جائیگی۔ پیش افتد۔ گلہ کے لوٹنے کے وقت جو آگے جانور ہوتے ہیں وہ پیچھے ہو جاتے ہیں اور پچھلے جانور آگے ہو جاتے ہیں۔ اضحک۔ پیچھے رہنے کی وجہ سے انکو رنج تھا واپسی میں جب وہ آگے ہو جائینگے تو خوش ہونگے۔

از گزافؔ[1] کے شدند ایں قوم لنگ
یہ قوم خواہ مخواہ لنگڑی کب ہوئی ہے
فخر را دادند و بخریدند ننگ
انھوں نے فخر کو دیدیا ہے اور ذلت کو خرید لیا ہے

پا شکستہ می روند ایناں بہ بیج
وہ بیچ کو شکستہ پا جاتے ہیں
از حرج راہیست پنہاں تا فرج
تنگی سے، کشادگی کی طرف چھپا ہوا راستہ ہے

دل زوالشہاب[2] بُشُستند ایں فریق
اس فریق نے دل سے عقلوں کو دھو ڈالا ہے
زانکہ ایں دانش نداند آں طریق
کیونکہ یہ عقل اس راستہ کو نہیں جانتی ہے

دانشے باید کہ اصلش زاں سرست
وہ عقل چاہیئے جس کی اصل اس جانب کی ہے
زانکہ ہر فرعے باصلش رہبرست
کیونکہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف راہنما ہے

ہر پرے بر عرضِ دریا کے پرد
ہر بازو دریا کی چوڑائی تک کب پرواز کر سکتا ہے
تا لدن[3] علمِ لدنی می برد
(اللہ کے) قرب تک علم لدنی لے جاتا ہے

پس چرا علمے بیاموزی بمرد
تو کسی مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتا ہے
کش بباید سینہ را زاں پاک کرد
کہ اس سے اُس کو سینہ پاک کر لینا چاہیئے

پس مجو پیشی ازیں سر لنگ باش
تو اُس طرف کی پیش روی نہ چاہ، لنگڑا بن جا
وقتِ واگشتن تو پیش آہنگ باش
واپسی کے وقت تو پیش رو بن

آخرون السابقون باش اے ظریف
اے خوش مزاج آخر میں آنیوالوں اور بڑھ جانیوالوں (میں سے) بنجا
بر شجر سابق بود میوہ لطیف
عمدہ میوہ درخت سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

گرچہ میوہ آخر آید در وجود
اگرچہ پھل وجود میں آخر میں آتا ہے
اول ست او زانکہ او مقصود بود
لیکن چونکہ وہ مقصود تھا لہٰذا وہ پہلے ہے

چوں ملائک[4] گوئی لا علم لنا
تو فرشتوں کی طرح کہدے "ہمارے لئے علم نہیں ہے"
تا بگیرد دستِ تو علمتنا
تاکہ "تو نے ہمیں" تیری دستگیری کرے

گر دریں مکتب ندانی تو ہجا
اگر تو اس مکتب میں ہجے نہیں جانتا ہے
ہمچو احمد پُری از نورِ حجی
تو عقل کے نور سے حضرت احمدؐ کی طرح پُر ہو جائیگا

گر نباشی نامدار اندر بلاد
اگر تو شہروں میں مشہور نہیں ہوگا
گم نہ واللہ اعلم بالرشاد
تو کھویا ہوا نہیں ہے اور خدا بھلائی کو خوب جانتا ہے

خالی ہوگا اس کو علمتنا یعنی علم خداوندی حاصل ہو جائے گا۔ گر دریں مکتب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے دنیا کے کسی مکتب میں تعلیم نہ پائی تھی۔ حجی۔ عقل۔

[1] از گزاف۔ اولیاء دنیوی معاملات میں اپنے آپ کو مائل بر عجز کر کے رکھتے ہیں۔ پا شکستہ۔ بے سر و سامانی میں عبادت گزاری کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مشقتیں برداشت کر لینے ہی سے اخروی راحتیں میسر آئینگی۔ دل زوالشہاب (شعر)
آزمودم عقلِ دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را
دانشے۔ عالمِ آخرت کی عقل درکار ہے وہی عالمِ آخرت کی رہنمائی کر سکتی ہے۔ دریا۔ دریائے حقیقت۔
[3] لدن۔ یعنی قربِ حق۔ علمِ لدنی۔ وہ علم جو براہ راست ذاتِ باری سے حاصل ہوا ہو۔ علمے۔ یعنی وہ علم جو محض عقلی دلائل سے حاصل کیا گیا ہو کتاب و سنت سے اس کا تعلق نہ ہو۔ پس۔ دنیاوی مشاغل میں پسماندگی بہتر ہے واپسی میں سبقت حاصل ہو جائیگی۔ آخرون۔ حدیث شریف نحن الآخرون السابقون۔ ہم دنیا میں تمام امتوں سے بعد میں ہیں قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔ بر شجر۔ باوجود زمانی تاخر کے پھل کو درخت پر شرافت کا تقدم حاصل ہے۔
[4] چوں ملائک۔ فرشتوں نے امتحان کے وقت آخر میں کہا تھا لا علم لنا الا ما علمتنا ہمیں صرف وہ علم حاصل ہے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے لہٰذا اگر انسان بھی دنیا کے مکر و فریب کے علم سے

اندراں[1] ویراں کہ آں معروف نیست	از برائے حفظِ گنجینہ زریست
اس ویرانہ میں جو مشہور نہیں ہے	حفاظت کے لئے سونے کا خزانہ ہے
موضعِ معروف کے بنہند گنج	زیں قبل آمد فرج در زیرِ رنج
مشہور جگہ خزانہ کب رکھتے ہیں	اسی طرح یہ ہے کہ کشادگی رنج کے نیچے ہے
خاطر آرد[2] بس شکال اینجا ولیک	بگسلد اشکال را استورِ نیک
دل اس جگہ بہت اشکالات پیش کرتا ہے لیکن	عمدہ گھوڑا بھاری کو توڑ ڈالتا ہے
ہست عشقش آتشے اشکال سوز	ہر خیالے را بِروبد نورِ روز
اس کا عشق اشکالات کو پھونکنے والی آگ ہے	دن کی روشنی ہر وہم کو صاف کر دیتی ہے
ہم ازاں سو جو جواب اے مرتضیٰ	کایں سوال آمد ازاں سو مر ترا
اے برگزیدہ! اس ہی جانب سے جواب تلاش کر	کیونکہ یہ سوال اُدھر ہی سے تیرے پاس آیا ہے
گوشۂ بے گوشۂ دل شہ رہے ست	تابِ لاشرقی ولا غرب از مہے ست
دل کی بے گوشہ خلوت گاہ ایک عظیم شاہراہ ہے	"نہ مشرقی ہے نہ مغربی" کی روشنی ایک عظیم چاند کی جانب سے ہے
تو ازیں سو و ازاں سو چوں گدا	اے کہ معنیٰ چہ می جوئی صدا
تو اِدھر سے اور اُدھر سے فقیر کی طرح ہے	اے وہ کہ تو خود معنیٰ ہے! گونج کو کیا ڈھونڈتا ہے؟
ہم ازاں[3] سو جو کہ وقتِ دردِ تو	می شوی در ذکرِ یا ربی دوتو
یہ بھی اُسی جانب تلاش کر (جس طرف) کہ تو درد کے وقت	یا ربی کے ذکر میں دُہرا ہوتا ہے
وقتِ مرگ و درد آں سو می خمی	چونکہ دردت رفت چونی اعجمی
موت اور تکلیف کے وقت تو اس جانب جھکتا ہے	جب تیرا درد رفع ہو گیا تو کیوں گونگا ہے؟
وقتِ محنت می بری زاللہ بو	چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو
مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے	جب مصیبت ختم ہو گئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے؟
در زمانِ درد و غم یادش کنی	چوں شدی خوش باز بر غفلت تنی
درد اور رنج کے وقت تو اس کو یاد کرتا ہے	جب تو خوش ہوتا ہے پھر غفلت برتتا ہے

[3] ہم ازاں سو۔ درد کے وقت انسان یا ربی کہتا ہوا خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اشکال کا جواب بھی اسی جانب سے حاصل کرنا چاہیئے۔ وقتِ مرگ۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ جب انسان کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پھر جب وہ اس کو نعمت عطا کرتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے جس کو جو کہ وہ اس سے مانگتا تھا۔ اعجمی۔ یعنی اس طرح اب یاد نہیں کرتا ہے جس طرح کہ رنج کے وقت یاد کرتا تھا۔

[1] اندراں۔ خزانہ غیر مشہور ویرانہ میں دفن کیا جاتا ہے اسی طرح حضرت حق اپنی امانت ایسے شخص کے دل میں ودیعت کرتے ہیں جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔ زیں قبل جس طرح خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے اسی طرح خوشی غم میں مخفی ہوتی ہے اور سہولت تنگی کے ساتھ ہوتی ہے۔

[2] خاطر آرد۔ یہاں طبیعت میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء اور بہت سے اولیاء مشہور شخصیتیں ہیں تو پھر یہ کہنا کہ خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے کیسے صحیح ہوگا۔ بگسلد۔ اسی طرح ذہنِ انسان اس اشکال کا جواب دے دیگا کہ اگر شہرت مقصود نہ بن جائے تو مضر نہیں ہے اور اگر فقر و مسکنت کے باوجود منجانب اللہ ہو تو وہ قبولیت کے منافی نہیں ہے۔ ہست۔ اشکالات کا عقلی جواب سوچنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ عشق کی آگ دل میں روشن کی جائے وہ ہر طرح کے اشکالات کو ختم کر دیتی ہے۔ ہم ازاں سو۔ جو اشکال دل میں پیدا ہو اس کا جواب بھی دل ہی میں تلاش کرنا چاہیئے۔ گوشۂ دل کے گوشہ میں جو نور پیدا ہوتا ہے وہ حق کی عطا ہے۔ تو ازیں سو۔ انسان اپنے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس پر اسرار کھلتے ہیں۔

ایں[1] ازاں آمد کہ حق را بے گماں
یہ اِس وجہ سے ہے کہ حق کو یقین کے ساتھ

ہر کہ بشناسد بُوَد دائم بَراں
جو شخص پہچان لیتا ہے ہمیشہ اُس پر قائم رہتا ہے

وانکہ در عقل وگماں ہستش حَجِیب
اور وہ شخص جسکی عقل اور گمان پر پردہ ہے

گاہ پوشیدہ است گہ بدریدہ جیب
کبھی (اللہ تعالیٰ اُسکے لئے) پوشیدہ ہے کبھی وہ گریبان چاک کرتا ہے

عقلِ جُزوی گاہ چیرہ گہ نگوں
دنیوی عقل کبھی غالب ہے کبھی سرنگوں ہے

عقلِ کُلّی ایمن از رَیبُ المَنُون
کامل عقل زمانہ کے حوادث سے محفوظ ہے

عقل بفروش و ہُنر حیرت بخر
عقل اور ہنر کو بیچ دے حیرت کو خرید لے

رَو بخواری نے بُخارا اے پسر
اے بیٹا! خواری کی طرف چل نہ کہ بُخارا کی طرف

تا بخارائے دگر بینی دروں
تاکہ تو (اپنے) اندر دوسرا بُخارا دیکھے

ساکنانِ محفلش لا یفقہون[2]
اُس (بخارا) کی محفل کے لوگ "نہیں سمجھتے ہیں"

ما چو خود را در سُخن آغشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو باتوں میں اسقدر آلودہ کیا ہے

کز حکایت ما حکایت گشتہ ایم
کہ قصوں کی وجہ سے ہم افسانہ بن گئے ہیں

من عدم و افسانہ گردم در حنین
میں گریہ وزاری میں معدوم اور افسانہ بنا ہوں

تا تقلّب یابم اندر ساجدین
تاکہ میں سجدہ کرنیوالوں میں نشست برخاست حاصل کروں

ایں حکایت نیست پیشِ مردِ کار
کام کے آدمی کے سامنے یہ کہانی نہیں ہے

وصفِ حالست و حضورِ یارِ غار
حالت کا بیان ہے اور دوست کی دربارداری ہے

آں اساطیرِ اولیں کہ گفت عاق
نافرمان نے جو اگلے لوگوں کے قصّے کہا

حرفِ قرآں را بُدا آثارِ نفاق
قرآن کے حروف کو (یہ)، نفاق کے آثار تھے

لامکانے[3] کاندراں نورِ خداست
وہ لامکان جس میں خدا کا نور ہے

ماضی و مستقبل و حال از کجاست
اُس میں ماضی اور مستقبل اور حال کہاں ہے؟

ماضی و مستقبلش نسبت بہ تست
اُس کی ماضی اور مستقبل تیرے اعتبار سے ہے

ہر دو یک چیز اند و پنداری کہ دوست
وہ دونوں ایک چیز ہیں تو سمجھتا ہے کہ دو ہیں

---

[1] ایں ازاں۔ یعنی یہ کیفیت اسلئے ہے کہ خدا پر پورا یقین نہیں ہے ورنہ اُس کا رجوع الی اللہ دائمی ہوتا۔ وانکہ جس کے دل اور عقل پر پردہ ہوتا ہے کبھی ذاتِ باری اُس کیلئے پوشیدہ ہوتی ہے اور وہ اُس کے راستے سے بھی بے خبر ہوجاتا ہے اور کبھی اُس کی یاد میں گریبان چاک کرتا ہے۔ عقلِ جُزوی۔ دنیاوی عقل۔ عقلِ کُلّی۔ وہ عقل جو منجانب اللہ عطا ہوجائے۔ ریبُ المنون۔ حوادثِ زمانہ۔ حیرت۔ سالک کے لئے ایک ایسا مقام آتا ہے کہ انوار و تجلّیات کی فراوانی سے وہ مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے اور اسکو نہ ذکر کا خیال رہتا ہے نہ فکر کا۔ خواری۔ یعنی فنا رِ ہستی موہوم۔ بُخارا۔ مولانا کے دور میں بخارا شہر تمدنی ترقیات کا گہوارہ تھا اور علماءِ ظاہر کا وہاں مجمع تھا۔ بخارائے دگر۔ مجاہدات کے بعد انسان کا قلب معارف و اسرار کا گنجینہ بن جاتا ہے۔

[2] لا یفقہون۔ وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ محفلش۔ ضمیر "ش" کو مترجمین نے بخارائے دگر جو کہ قریب ہے کی طرف لوٹایا ہے اور لا یفقہون کا ترجمہ فرمایا ہے کہ انہیں ظاہری اور قالی تفقہ نہیں ہے لیکن قرآن میں یہ لفظ عموماً کور باطن لوگوں کیلئے بولا گیا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے شعر کے بخارا کی طرف ضمیر لوٹائی جائے اور یہ مطلب لیا جائے کہ اُن ظاہری علماءِ دین کی حقانیت نہیں ہی ہے۔ ایں حکایت۔ میں جو قصّے سنا رہا ہوں یہ گذشتہ لوگوں کے قصّے نہیں ہیں بلکہ تیرے اور اپنے احوال کا بیان کر رہا ہوں اور اُن کا مقصد رجوع الی اللہ ہے انکو وہ علوم نہ سمجھنا جس سے میں روک رہا ہوں۔ حق ہے منافقوں نے قرآن کو بھی محض پچھلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیا اور اِن قصّوں کا جو مقصود تھا اسکو نہ سمجھے اِسی طرح میری کتاب کا حال ہے ــــ [3] لامکانے۔ قرآن ایک صفت خداوندی ہے جو زمان و مکان سے بالاتر ہے۔ وہاں ماضی و مستقبل کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ماضی و مستقبلش۔ قرآن کے اعتبار سے ماضی و مستقبل دو چیزیں نہیں ہیں تو اُن کو دو سمجھتا ہے اور تیرے اعتبار سے وہ دو چیزیں ہیں نسبت کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں ایک شخص ایک کی نسبت سے باپ ہے وہی شخص دوسرے کے اعتبار سے بیٹا ہے۔ چھت کسی کے اعتبار سے نیچے ہے، کسی کے اعتبار سے اوپر ہے۔

یک تنے اُو را پدر ما را پسر — بام زیرِ زید و بر عمرو آں زبر
ایک شخص اس کے لئے باپ ہمارے لئے بیٹا ہے — بالاخانہ زید کے نیچے ہے اور وہ عمرو کے اوپر ہے

نسبتِ زیر و زبر شُد زاں دو کس — سقف سوئے خویش یک چیز ست و بس
دو شخصوں کے اعتبار سے اونچے نیچے کی نسبت بنی — چھت اپنے اعتبار سے صرف ایک چیز ہے

نیست[۱] مثلِ آں مثال ست ایں سخن — قاصر از معنیِ نو حرفِ کہن
اسکا کوئی مثل نہیں ہے یہ بات ایک مثال ہے — نئے نکتے سے، پرانے الفاظ کوتاہ ہیں

چوں لبِ جُو نیست مشکا لب ببند — بے لب و ساحل بُدست ایں بحرِ قند
چونکہ دریا کا کنارا نہیں ہے اے مشک لب بند کرلے — یہ شکر کا دریا بے کنارا اور بے ساحل ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — سوئے فرعونِ مُدمغ تا چہ کرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ — متکبر فرعون کی جانب کہ اس نے کیا کیا؟

فرستادنِ فرعون بمدائن در طلبِ ساحراں
فرعون کا جادوگروں کو بلانے کے لئے شہروں کی طرف (لوگوں کو) روانہ کرنا

چونکہ موسیٰؑ باز گشت و اُو بماند — اہل رای و مشورت را پیش خواند
جب موسیٰؑ واپس ہوگئے اور وہ رہ گیا — (تو) رائے اور مشورے والوں کو طلب کیا

مجتمع گشتند و بفشردند[۲] پائے — ہر کسے کردند عرضِ فکر و رائے
وہ جمع ہوگئے اور انھوں نے پاؤں جمائے — ہر شخص نے ایک خیال اور رائے پیش کی

عاقبت ہامانِ بے سامانِ دُوں — رائے پیش آورد و کردش رہنموں
بالآخر ہامانِ بے سامان اور ذلیل نے — رائے پیش کی اور اس کی رہنمائی کی

کاے شہ[۳] شاہِ ظفر چوں غم فزود — ساحراں را جمع باید کرد زود
اے بادشاہ فتمندی کے شاہ! چونکہ فکر بڑھ گیا ہے — جادوگروں کو جلد جمع کرنا چاہیے

در ممالک ساحراں داریم ما — ہر یکے در سحر فرد و پیشوا
ہمارے ممالک میں جادوگر ہیں — ہر ایک جادو میں یکتا اور پیشوا ہے

مصلحت آنست کز اطرافِ مصر — جمع آردشاں شہ و صرافِ مصر
مناسب یہ ہے کہ مصر کے چاروں طرف سے — بادشاہ اور مصر کا منتظم ان کو جمع کرے

اُو بسے مردم فرستاد آں زماں — ہر نواحی بہرِ جمعِ جادواں
اس نے فوراً بہت سے آدمی روانہ کردیے — ہر جانب جادوگروں کو جمع کرنے کے لئے

---

[۱] نیست۔ خدا کی ذات و صفات کو مثالوں سے سمجھنا ممکن نہیں کیونکہ لیس کمثلہ شئی۔ بحر۔ یعنی اسرارِ خداوندی۔ مشکا۔ اے مشک۔ بحرِ قند۔ خدائی اسرار۔ باز گشت۔ یعنی فرعون کی مجلس سے۔

[۲] بفشردند پای۔ یعنی اطمینان سے کھڑے ہوگئے۔ ہامان۔ فرعون کا مشہور وزیر تھا۔

[۳] کاے شہ۔ قرآن پاک میں ہے قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَہٗۤ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِہٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ قَالُوْۤا اَرْجِہْ وَاَخَاہُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ۔ یَاْتُوْکَ بِکُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ یعنی فرعون نے اپنے درباریوں سے جو اس کے چاروں طرف بیٹھے تھے کہا اس میں شک نہیں کہ یہ کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے، چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال باہر کرے، اب تم لوگ کیا صلاح دیتے ہو؟ — درباریوں نے عرض کیا موسیٰؑ اور اس کے بھائی کے معاملہ کو چند روز ملتوی رکھیں اور شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے کیلئے ہرکارے روانہ کردیں وہ لوگ آپ کے پاس ہر بڑے ماہر جادوگر کو لے آئیں۔

ہر طرف کہ ساحرے بُد نامدار
جس طرف بھی کوئی مشہور جادوگر تھا
کرد پرّاں سُوئے اُو دُو پیکِ کار
اُس کی جانب دُو کارآمد قاصد روانہ کردیئے

دُو جواں بودند ساحر مُشتہر
دُو جوان مشہور جادوگر تھے
سحرِ ایشاں دردلِ مہ مُستمر
اُن کی جادوگری چاند میں (بھی) جاری تھی

شیر دُوشیدہ ز شیرانِ شکار
شکاری شیروں سے اُنھوں نے دودھ دوہا تھا
در سفرہا رفتہ بَر خُمّے سوار
وہ مٹکے پر سوار ہوکر سفروں میں گئے تھے

شکلِ کرباسے نمودہ ماہتاب
چاندنی کو کپڑے کی شکل میں دکھاتے
آں بہ پیمودہ فروشیدہ شتاب
اُس کو فوراً ناپ کر فروخت کردیتے

سیم بُردہ مُشتری آگہ شدہ
لُٹا ہوا خریدار (حقیقت سے) آگاہ ہوکر
دست از حسرت بُرخہا بر زدہ
افسوس سے مُنہ پیٹتا

صد ہزاراں ہم چُنیں در جادوی
اِس طرح لاکھوں جادوگری میں
بُودہ مُنشی و نبودہ چوں رَوی
وہ موجد تھے اور قافیہ کی طرح نہ تھے

صد ہزاراں جادوی ہا جنسِ ایں
اِس طرح کی لاکھوں جادوگریاں تھیں
بُودہ ایشاں را ہمہ دیدہ مُبیں
(اور) اُن کو سب نے کھلم کھلا دیکھا تھا

چوں بدیشاں آمد آں پیغامِ شاہ
جب اُن کے پاس بادشاہ کا پیغام آیا
کز شما شاہ است اکنوں چارہ خواہ
کہ اب بادشاہ تم سے تدبیر کا خواہاں ہے

از پئے آں کہ دُو درویش آمدند
اِس لئے کہ دُو فقیر آئے ہیں
بر شہ و بر قصرِ اُو موکب زدند
اُنھوں نے بادشاہ اور اُس کے قلعہ پر ڈیرہ جمالیا ہے

نیست با ایشاں بغیرِ یک عصا
اُن کے پاس سوائے ایک لاٹھی کے کچھ نہیں ہے
کہ ہمی گردد بامرش اژدہا
جو اُن کے حکم سے اژدہا بن جاتی ہے

شاہ و لشکر جملہ بیچارہ شُدند
بادشاہ اور فوج سب عاجز آگئے ہیں
زیں دُو کس جملہ بافغاں آمدند
ان دونوں سے سب نالاں ہیں

چارہ جویاں بندہ را پیشِ شما
تدبیر کا طالب بن کر خادم کو تمہارے پاس
شاہ ازاں اِرسال فرمودست تا
بادشاہ نے اِس لئے بھیجا ہے تاکہ

چارہ سازید اندر دفعِ شاں
اُن کے دفع کرنے کی تدبیر کرو
گنجہا بخشد عِوض شہ بیکراں
بادشاہ بدلے میں لاتعداد خزانہ بخش دے گا

---

۱ پیک۔ قاصد۔ دردلِ مہ سحر کا اثر عموماً سفلیات پر پڑتا ہے علویات متاثر نہیں ہوتی ہیں لیکن اُنکا کمال تھا کہ علویات کو بھی جادو سے متاثر کردیتے تھے۔ شیر۔ یعنی وہ دونوں اِس قدر ماہر جادوگر تھے کہ جادو کے ذریعہ شیروں کا دودھ دوہکر دکھادیتے تھے اور مٹکے پر سوار ہوکر سفر طے کرتے تھے۔

۲ ماہتاب۔ چاندنی چاندنی کا کپڑا بناکر اُسکو فروخت کردیتے خریدار جب گھر پہونچتا تو کچھ نہ ہوتا اور وہ حسرت سے مُنہ پیٹتا۔ رَوی۔ قافیہ کا اصلی حرف یہاں قافیہ مراد ہے، قافیہ پہلے مصرع کے آخری حروف کے تابع ہوتا ہے لہذا تابع کے معنیٰ میں ہے، یعنی وہ دونوں جادوگری میں مجتہد تھے کسی کے مقلد نہ تھے۔

۳ مُنشی۔ آغاز کرنے والا۔ اپنے دماغ سے کوئی بات پیدا کرنے والا۔ دو درویش۔ یعنی حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ۔ قصر۔ قلعہ۔ موکب۔ جلوسِ شاہی، لشکر۔ افغاں۔ فغان، فریاد۔ عوض۔ یعنی اگر تم نے اُس کو ہرادیا تو بادشاہ بہت انعام دے گا۔

چارۂ می بایداندر ساحری
جادوگری میں کوئی تدبیر چاہیئے

تا بُود کہ زیں دو ساحر جاں بَری
تاکہ ان دونوں جادوگروں سے جاں بری ہو

آں دو ساحر را چو ایں پیغام داد
جب اُن دونوں جادوگروں کو یہ پیغام دیا

ترس[1] و مہری دَر دلِ ہر دو فتاد
خوف اور محبت دونوں کے دل میں آئی

عِرقِ[2] جنسیت چو جنبیدن گرفت
ہم پیشہ ہونے کی رگ جب پھڑکنی شروع ہوئی

سَر بزانو بر نہادند از شگفت
تعجب سے دونوں سوچ میں پڑ گئے

چوں دبیرستانِ صوفی زانو ست
چونکہ صوفی کا مکتب زانو ہے

حلِ مشکل را دو زانو جادو ست
مشکل کو حل کرنے کیلئے زانو جادو ہے

استفسار کردنِ ہر دو ساحر از مادر، گورِ پدر را و پرسیدن از روانِ او حقیقتِ موسیٰ ؑ را

دونوں جادوگروں کا ماں سے باپ کی قبر کو دریافت کرنا اور اس کی روح سے حضرت موسیٰؑ کی اصلیت دریافت کرنا

بعد ازاں گفتند اے مادر بیا
اس کے بعد انھوں نے کہا ماں! آجا

گورِ بابا کو تو مارا رہنما
باوا کی قبر کہاں ہے؟ تو ہماری رہنمائی کر دے

بُرد شاں بر گورِ اُو بنمودہ راہ
وہ انکو اس کی قبر پر لے گئی، راستہ دکھایا

پس سہ روزہ داشتند از بہرِ شاہ
پھر انھوں نے بادشاہ کی خاطر تین روزے رکھے

بعد ازاں گفتند اے بابا بما
اس کے بعد انھوں نے کہا اے باوا! ہمیں

شاہ پیغامے فرستاد از وَجا[3]
بادشاہ نے خوف سے ایک پیغام بھیجا ہے

کہ دو مرد اُو را بہ تنگ آوردہ اند
کہ دو شخصوں نے اس کو تنگ کر دیا ہے

آبروئیش پیشِ لشکر بُردہ اند
لشکر کے روبرو اس کی آبرو ریزی کر دی ہے

نیست با ایشاں سلاح و لشکرے
اُن کے ساتھ ہتھیار اور لشکر نہیں ہے

جُز عصا و در عصا شور و شرے
لاٹھی کے علاوہ، اور لاٹھی میں شور و شر ہے

تو جہانِ راستاں در رفتۂ
تو سچوں کے عالم میں چلا گیا ہے

گرچہ در صُورت بجا کے خفتۂ
اگرچہ بظاہر مٹی میں سویا ہوا ہے

آں اگر سحر ست مارا دِہ خبر
اگر وہ جادو ہے تو ہمیں بتا دے

ور خدائی باشد اے جانِ پدر
اور اگر خدائی بات ہے اے ابا جان!

ق

[1] ترس۔ خوف۔ اِن دونوں پر خوف اِس بنا پر طاری ہوا کہ جب اُن دو فقیروں نے بادشاہ اور پورے لشکر کو خوفزدہ کر دیا ہے تو کس قدر طاقت ہوگی۔ مہر۔ محبت اِس لئے پیدا ہوئی کہ باوجود اِس طاقت کے جب وہ ظاہری شان و شوکت سے خالی ہیں تو خدا کے نیک بندے ہونگے۔

[2] عرق۔ رگ۔ جنسیت۔ ہم جنس ہونا، ہم پیشہ ہونا یہ دونوں بھی جادوگر تھے اور حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ نے بھی اُن کی جادوگری کیطرح کا معجزہ پیش کیا تھا۔ سر بزانو نہادن۔ غور و فکر کرنا۔ دبیرستان۔ مکتب، مدرسہ۔ رواں۔ روح۔ بہرِ شاہ۔ بادشاہ کے معاملہ میں اُن کو روزے رکھنے پڑے تاکہ باپ کی روح سے حضرت موسیٰؑ کی حقیقت معلوم کر سکیں۔

[3] وجا۔ خوف۔ دو مرد یعنی حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ علیہما السلام۔ شور و شرے۔ کیونکہ اُس لاٹھی نے اژدہا بنکر سب کو ڈرا دیا تھا۔ جہانِ راستاں۔ عالمِ آخرت۔ خاک یعنی قبر۔ ور خدائی۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کا اژدہا بننا منجانب اللہ کوئی معجزہ ہے تو بھی بتادے تاکہ ہم اُس کی تعظیم کریں۔

هم خبر دہ تا کہ ما سجدہ کنیم — خویش را بر کیمیائے[1] بر زنیم
یہ بھی بتا دے تاکہ ہم سجدہ کریں — اپنے آپ کو کیمیا سے وابستہ کر دیں

نا امیدانیم امیدے رسد — در شب دیجور خورشیدے رسد
ہم مایوس ہیں، امید پیدا ہو جائے — اندھیری رات میں سورج نکل آئے

از ضلال آئیم در راہِ رشد — راندگانیم و کرم ما را کشد
ہم گمراہی سے، راہِ ہدایت پر آجائیں — ہم مردود ہیں، اور کرم ہمیں کھینچ لے

جوابِ گفتن ساحرِ مردہ با فرزندانِ خود

مُردہ جادوگر کا اپنے لڑکوں کو جواب دینا

گفت[2] شاں در خواب کاے اولادِ من — نیست ممکن ظاہر ایں را دم زدن
اُس نے اُن سے خواب میں کہا "اے میرے بچو! — اس میں کھل کر بات کرنا ممکن نہیں ہے

بانگ زد اے جان و فرزندانِ من — نیست پیدا گفتن ایں رامُرتہن
اُس نے پکارا اے میری جان اور بچو! — اس کو صاف صاف بتانا قابو میں نہیں ہے

فاش و مطلق گفتنم دستور نیست — لیک راز از پیشِ چشمم دور نیست
کھلم کھلا اور صاف کہنے کی مجھے اجازت نہیں ہے — لیکن راز میری آنکھوں سے دور نہیں ہے

لیک بنمایم شما را آیتے — تا شوید آگہ ز سرِّ کُنیتے
لیکن میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں — تاکہ تم پوشیدہ بات کے راز سے باخبر ہو جاؤ

یک نشانے وانمایم با شما — تا شود پیدا شما را ایں خفا
میں تم پر ایک علامت ظاہر کر دیتا ہوں — تاکہ یہ پوشیدگی تم پر کھل جائے

نورِ چشمانم چو آں جا گہ روید — از مقامِ خفتنش آگہ شوید
میرے نورِ چشمو! جب تم وہاں جاؤ — اُس کے سونے کی جگہ معلوم کر لو

آں[3] زماں کہ خفتہ باشد آں حکیم — آں عصا گیرید و بگذارید بیم
جب وہ دانا سویا ہوا ہو (تو) — وہ لاٹھی لے لو اور خوف کو چھوڑ دو

گر بدزدیدش عصا او ساحرست — چارۂ ساحر شما را حاضرست
اگر تم نے اُس کی لاٹھی چرالی تو وہ جادوگر ہے — جادوگر کا علاج تمہارے پاس موجود ہے

ورنہ بتوانید ہاں آں ایزدیست — او رسولِ ذوالجلال و مُہتدیست
اگر تم نہ اٹھا سکو تو خبردار! وہ خدائی ہے — وہ اللہ کا رسول اور ہدایت یافتہ ہے

---

[1] کیمیا۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا اتباع۔ نا امیدیم۔ یعنی اِس وقت ہم جو اللہ تعالےٰ کی رحمتوں سے اپنے سیاہ کارناموں کی وجہ سے مایوس ہیں۔ ہمارے لئے آفتابِ ہدایت طلوع ہو جائے۔

[2] گفت شاں۔ اُن کے مردہ باپ کی روح نے خواب کی حالت میں کہا کہ اِس بارے میں صاف صاف بتانا ممکن نہیں ہے یہ پوشیدہ بات مجھے معلوم ہے لیکن بتانے کی اجازت نہیں ہے ایک علامت بتائے دیتا ہوں جس سے تم سمجھ جاؤ گے کہ یہ جادو ہے یا معجزہ۔ کُنیت۔ پوشیدہ بات۔

[3] آں زماں۔ سحر اور معجزہ میں یہ فرق ہے کہ سحر کا تعلق محض ساحر کی توجہ اور تصرف سے ہے اور معجزہ کا تعلق نبی کی توجہ اور ہمت سے نہیں ہے بلکہ وہ خدائی ارادہ کے ماتحت ظہور پذیر ہوتا ہے لہذا جادوگر کی غفلت کے وقت سحر کا کوئی اثر نہیں رہتا اور نبی کی نیند اور غفلت سے معجزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے وہ معجزہ قائم رہتا ہے۔ ساحرست۔ کیونکہ اسکی نیند نے سحر کے اثر کو باطل کر دیا اور چور کو چرانے پر قدرت ہو گئی۔

گر[1] جہاں فرعون گیرد شرق و غرب
سرنگوں آید خدارا گاہِ حرب

اگر فرعون مشرق اور مغرب (پورا جہان) حاصل کر لے
لڑائی کے وقت اللہ کے سامنے اوندھا ہو جائیگا

ایں نشان است ادم جانِ باب
بر نویس اللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّواب

باپ کی جان! میں نے یہ بھی نشانی دیدی
لکھ لے، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

جانِ بابا چوں بخسپد ساحرے
سحر و مکرش را نباشد رہبرے

جانِ پدر! جب کوئی جادوگر سو جاتا ہے
اُس کے جادو اور مکر کا کوئی رہبر نہیں ہوتا

چونکہ چوپاں خفت گرگ ایمن شود
چونکہ خفت او جہدِ او ساکن شود

جب گڈریا سو گیا، بھیڑیا مطمئن ہو جاتا ہے
جب وہ سو گیا اُس کی کوشش ٹھہر گئی

لیک حیوانے کہ چوپانش خداست
گرگ را آنجا امید و رہ کجاست

لیکن وہ جانور جس کا خدا نگہبان ہے
بھیڑیئے کو وہاں اُمید اور راستہ کہاں ہے؟

جادوی کہ حق کند حق ست و راست
جادوئی خواندن مر آں حق را خطاست

جو جادو خدا کرے وہ حق اور درست ہے
اُس صحیح بات کو جادو کہنا ہی غلطی ہے

جانِ بابا ایں نشانِ قاطع ست
گر بمیرد[2] نیز حقش رافع ست

جانِ پدر! یہ قطعی علامت ہے
اگر وہ مر بھی جائے تو خدا اُس کو بلند کرنیوالا ہے

تشبیہ کردن قرآنِ مجید را بعصائے موسیٰؑ و وفاتِ مصطفیٰ علیہ السّلام را تشبیہ نمودن بخوابِ موسیٰؑ و قاصدانِ تغییر قرآن را باں دو ساحر بچہ کہ قصدِ بُردنِ عصائے موسیٰؑ کردہ بودند چوں موسیٰؑ را خفتہ یافتند

قرآنِ مجید کو عصائے موسیٰؑ سے تشبیہ دینا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو حضرت موسیٰؑ کے سونے سے تشبیہ دینا اور قرآن میں تغییر کرنے والوں کو اُن دو جادوگر بچوں کے ساتھ تشبیہ دینا جنھوں نے حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کو چُرانے کا ارادہ کیا جبکہ حضرت موسیٰؑ کو سویا ہوا پایا

مصطفیٰ را وعدہ کرد الطافِ حق
گر بمیری تو نمیرد[3] ایں سبق

اللہ کی مہربانیوں نے مصطفیٰؐ سے وعدہ کیا ہے
اگر تمہاری وفات ہو گئی تب بھی یہ سبق فنا نہ ہوگا

من کتاب و معجزت را حافظم
بیش و کم کُن راز قرآں رافضم

میں تیری کتاب اور معجزے کا نگہبان ہوں
میں قرآن میں زیادتی اور کمی کرنیوالے کا مخالف ہوں

[1] گرجہاں. اگر معجزہ ہے تو فرعون مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکے گا بلکہ ذلیل ہوگا چونکہ گڈریا بیداری میں حفاظت کر سکتا ہے جب سو جاتا ہے تو اُس کی حفاظت ختم ہو جاتی ہے. خداست. معجزہ کا تعلق خدا سے ہے وہاں غفلت کا کوئی تصور نہیں ہے لہٰذا اُس کی حفاظت مکمل ہے۔

[2] گر بمیرد. موت سے نیند مراد لی جائے ورنہ عموماً... انبیاء کے معجزات کا تعلق بھی اُن کی حیات سے ہے. تشبیہ. قرآن کو عصائے موسیٰؑ اور حضورؐ کی وفات کو حضرت موسیٰؑ کے سونے اور قرآن میں تغیر و تبدل کرنے والوں کو اُن دو جادوگروں کے مشابہ سمجھو۔

[3] نمیرد. اللہ نے قرآن میں قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے. اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم نے ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم اُس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

من ترا در ہر دو عالم رافعم[1] — طاغیاں را از حدیثت دافعم
میں تجھے دونوں جہان میں بلند کرنے والا ہوں — سرکشوں کو تیری حدیث سے دفع کرنے والا ہوں

کس نیارد بیش و کم کردن درو — تو بہ از من حافظے دیگر مجو
اُس میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں کر سکتا — تو مجھ سے بہتر محافظ کی جستجو نہ کر

رونقت را روز روز افزوں کنم — نامِ تو بر زر و بر نقرہ زنم
میں تیری رونق دن بدن بڑھاؤں گا — تیرا نام سونے اور چاندی پر کندہ کروں گا

منبر و محراب سازم بہرِ تو — در محبت قہرِ من شُد قہرِ تو
میں تیرے لئے منبر اور محراب بناؤں گا — محبت کی وجہ سے میرا غصہ تیرا غصہ بن گیا ہے

نامِ تو[2] از ترس پنہاں می کُنند — چوں نماز آرند پنہاں می شوند
وہ ڈر کی وجہ سے تیرا نام چھپ کر لیتے ہیں — جب نماز پڑھتے ہیں چھپ جاتے ہیں

خُفیہ می گویند نامت را کنوں — خُفیہ ہم بانگِ نماز اے ذوفنوں
وہ اب چھپ کر تیرا نام لیتے ہیں — اے ہنرمند! اذان بھی چھپ کر دیتے ہیں

از ہراس و ترسِ کفارِ لعیں — دینت پنہاں می شود زیرِ زمیں
ملعون کافروں کے ڈر اور خوف سے — تیرا دین زمین میں چھپا جاتا ہے

من منارہ پر کنم آفاق را — کور گردانم دو چشمِ عاق را
میں دنیا کو دین سے روشن کردوں گا — میں نافرمان کی دونوں آنکھوں کو اندھا کردونگا

چاکرانت شہرہا گیرند و جاہ — دینِ تو گیرد ز ماہی تا بماہ
تیرے خادم شہر اور مرتبہ حاصل کریں گے — تیرا مذہب مچھلی سے چاند تک پھیل جائیگا

تا قیامت[3] باقیش داریم ما — تو مترس از نسخِ دیں اے مصطفیٰ
ہم اُس کو قیامت تک باقی رکھیں گے — اے مصطفیٰ! تم دین کے مٹنے سے نہ ڈرو

اے رسولِ ما تو جادو نیستی — صادقی ہم خرقہ موسیٰ ستی
اے ہمارے رسول! تم جادو نہیں ہو — تم سچے ہو، موسیٰ کے پیر بھائی ہو

ہست قرآں مر ترا ہمچوں عصا — کفرہا را در کشد چوں اژدہا
قرآن تمہارے لئے (حضرت موسیٰ کی) لاٹھی کی طرح ہے — (جو) اژدہے کی طرح کفروں کو نگل جائے گا

تو اگر در زیرِ خاکے خفتۂ — چوں عصایش داں تو آنچہ گفتۂ
تم اگرچہ مٹی میں خوابیدہ ہو — جو کچھ تم نے کہا ہے اُس کو اُن (موسیٰ) کی لاٹھی کی طرح سمجھ

[1] رافعم۔ قرآن پاک میں ہے: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کردیا ہے۔ کس نیارد۔ قرآن پاک میں ہے۔ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ اُس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ قہرِ من۔ رسول کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے۔

[2] نامِ تو۔ مکہ کی ابتدائی زندگی میں صحابہ حضورؐ سے اپنے تعلق کو چھپاتے تھے اور نمازیں بھی چھپکر پڑھتے تھے۔ من منارہ۔ دین سے تمام عالم کو منور کردونگا اور مخالفوں کی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی۔ چاکرانت۔ صحابہ کرام نے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر قبضہ کیا۔ ماہی۔ ایک عامیانہ تصور ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے یعنی زمین سے آسمان تک تیرا مذہب پھیل جائے گا۔

[3] تا قیامت۔ قیامت تک کوئی نئی شریعت نہ آئے گی۔ ہم خرقہ۔ وہ دو بزرگ جو ایک شیخ کے خلیفہ ہوں یعنی حضرت موسیٰ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی شریعت کے علم بردار اور پیغامبر ہیں۔ ہست قرآں۔ جس طرح حضرت موسیٰ کی لاٹھی نے جادوگروں کے اژدہوں کو نگل لیا تھا قرآن کفر کو نگل جائے گا۔ گفتۂ۔ یعنی قرآن پاک۔

گرچہ باشی خفتہ تو در زیرِ خاک
اگرچہ تم مٹی کے نیچے سوئے ہوئے ہو

[1] چوں عصا آگہ بود آں گفتِ پاک
(موسیٰؑ کے) عصا کیطرح وہ پاک کلام، باخبر رہے گا

قاصداں را در عصایت دست نے
ارادہ کرنیوالوں کو تمہاری لاٹھی پر قابو نہیں ہے

تو بخسپ اے شہ مبارک خفتنے
اے شاہ! تم سو جاؤ، تمہارا سو جانا مبارک ہے

تو بخفتہ نورِ تو بر آسماں
تم سوئے ہوئے ہو تمہارا نور آسمان پر ہے

بہرِ پیکارِ تو زہ کردہ کماں
تمہارے (دشمنوں سے) لڑنے کیلئے کمان پر چلّہ چڑھائے ہوئے ہے

[2] فلسفی و آنچہ پوزش می کند
فلسفی اور اُس کا منہ جو بکواس کرتا ہے

قوسِ نورت تیر دوزش می کند
تیرے نور کی کمان اُس کو چھید ڈالتی ہے

آنچناں کرد و ازاں افزوں کہ گفت
(اللہ تعالیٰ نے) وہ کیا جو کہا اور اُس سے بھی زیادہ

او بخفت و بخت و اقبالش نخفت
وہ (مصطفیٰؐ) سو گئے اور اُن کا نصیبہ اور اقبال نہ سویا

جانِ بابا چونکہ ساحر خواب شد
جانِ پدر! جب جادوگر سو گیا

کارِ او بے رونق و بے آب شد
تو اُس کا کام بے رونق اور بے اثر ہوا

[3] ہر دو از گورش رواں گشتند تفت
دونوں (جادوگر) اُس (باپ) کی قبر سے فوراً روانہ ہو گئے

تا بمصر از بہرِ آں پیکار زفت
سخت جنگ کے لئے مصر کی جانب

چوں بمصر از بہرِ آں کار آمدند
جب اُس کام کے لئے مصر میں پہنچے

طالبِ موسیٰؑ و جائے او شدند
(حضرت) موسیٰؑ اور انکی قیام گاہ کے طلبگار بنے

اتفاق افتاد کاں روزِ ورود
یہ اتفاق ہوا کہ پہنچنے کے دن

موسیٰؑ اندر زیرِ نخلے خفتہ بود
(حضرت) موسیٰؑ کھجور کے درخت کے نیچے سوئے ہوئے تھے

پس نشاں دادند شاں مردم بدو
لوگوں نے اُن کو اُن کا پتہ بتایا

کہ برو زاں سوئے نخلستاں بجو
کہ جا اُس نخلستان کی جانب تلاش کر

چوں بیامد دید در خرمابناں
جب وہ پہنچا تو کھجوروں میں دیکھا

خفتہ کو بود بیدارِ جہاں
اُس کو سویا ہوا جو دنیا بھر کا بیدار تھا

بہرِ نازش بستہ او دو چشمِ سر
ناز میں وہ سر کی دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے

عرش و فرشش جملہ در زیرِ نظر
عرش اور فرش سب اُس کی نگاہ میں

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل
بہت سے بیدار آنکھ والے اور سوئے ہوئے دل والے ہیں

خود چہ بیند چشمِ اہلِ آب و گل
آب و گل والوں کی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے

[1] چوں عصا حضرت موسیٰؑ کی نیند کے باوجود جادوگر اُن کی لاٹھی نہ چُرا سکے اِسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی مخالفین قرآن میں گڑبڑ نہ کر سکیں گے۔

[2] فلسفی۔ ملحدین فلاسفہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے بارے میں جو اعتراضات کرتے ہیں نورِ محمدیؐ اُن کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ آنچناں۔ اللہ تعالیٰ نے جو جو وعدے کئے اُن کو صرف پورا ہی نہیں کیا بلکہ اُن سے بھی زیادہ کیا۔ خواب شد۔ جادوگر کی غفلت کے وقت اُس کے جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

[3] ہر دو۔ یعنی دونوں جادوگر۔ گورش۔ یعنی اپنے باپ کی قبر سے۔ ورود۔ آمد۔ خرمابناں۔ کھجور کے درخت۔ خود چہ بیند۔ دل کی آنکھیں وہ دیکھ سکتی ہیں جو جسم کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی ہیں۔

وانکه دل بیدار دارد چشمِ سر
جو شخص بیدار دل رکھتا ہے، سر کی آنکھ
گر بخسپد بر کشاید صد بصر
اگر سو جائے، سو بینائیاں کھل جاتی ہیں

گر تو اہلِ دل نہٗ بیدار باش
اگر تو صاحبِ دل نہیں ہے، جاگتا رہ
طالبِ دل باش و در پیکار[1] باش
دل کا طالب بن، اور (نفس سے) لڑتا رہ

ور دلت بیدار شد می خسپ خوش
اگر تیرا دل بیدار ہو گیا ہے آرام سے سو جا
نیست غائب ناظرت از ہفت و شش
سات (آسمانوں) اور چھ (جہتوں) سے تیری نگاہ غائب نہیں ہے

گفت پیغمبرؐ کہ خسپد چشمِ من
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ سوتی ہے
لیک کے خسپد دلم اندر وسن
لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

شاہ بیدار ست حارس خفتہ گیر
شاہ بیدار ہے، محافظ سو بھی گیا ہو
جاں فدائے خفتگانِ[2] دل بصیر
بیدار دل، سوتے ہوؤں پر جان قربان ہے

وصفِ بیداریِ دل اے معنوی
اے معنیٰ کو سمجھنے والے! دل کی بیداری کا وصف
می نگنجد در ہزاراں مثنوی
ہزاروں مثنویوں میں بھی نہیں سما سکتا

چون بدیدندش[3] کہ خفت ست او دراز
جب انھوں نے اُن کو پیر پھیلائے سوتے دیکھا
بہرِ دزدیِ عصا کردند ساز
انھوں نے لاٹھی چرانے کی تیاری کی

ساحراں قصدِ عصا کردند زود
جادوگروں نے فوراً لاٹھی کا قصد کیا
کز پسش باید شدن وانگہ ربود
کہ پیچھے سے جانا چاہیے اور اُس کو اڑا لینا چاہیے

اندکے چوں پیشتر کردند ساز
جب آگے (بڑھنے کا) تھوڑا سا قصد کیا
اندر آمد آں عصا در اہتزاز
وہ لاٹھی حرکت میں آ گئی

آنچناں بر خود بلرزید آں عصا
لاٹھی نے خود بخود اس طرح جھرجھری لی
کاں دو بر جا خشک گشتند از وجا
کہ وہ دونوں خوف سے (اپنی) جگہ پر خشک ہو گئے

بعد ازاں شد اژدہا و حملہ کرد
اُس کے بعد وہ اژدہا بن گئی اور اُس نے حملہ کر دیا
ہر دو آں بگریختند و روی زرد
دونوں بھاگے اور اُن کا چہرہ زرد تھا

رو در افتادن گرفتند از نہیب
خوف سے انھوں نے مُنہ کے بل گرنا شروع کر دیا
غلط غلطاں منہزم در ہر نشیب
لوٹتے پوٹتے ہر گڑھے میں پسپا ہوتے ہوئے

پس یقیں شاں شد کہ ہست از آسماں
تو اُن کو یقین ہو گیا کہ وہ (طاقت) آسمانی ہے
زانکہ می دیدند حدِ ساحراں
اسلئے کہ انھوں نے جادوگروں کی انتہا کو دیکھا تھا

ے۱ در پیکار۔ یعنی دل کی آنکھیں حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کر۔ ہفت و شش۔ یعنی ساتوں آسمان اور چھ جانبیں شاہ بیدار۔ اگر شاہ بیدار ہے تو چوکیدار کے سو جانے سے کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ دل بمنزلہ شاہ کے ہے۔

ے۲ خفتگان۔ یعنی جنکی آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے آنحضورؐ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔ معنوی۔ وہ شخص جو معنی اور حقیقت کا طالب ہو۔

ے۳ بدیدندش۔ اُن دونوں جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا۔ اہتزاز۔ متحرک ہوجانا۔ وجا۔ خوف۔ منشد۔ یعنی وہ لاٹھی۔ نہیب۔ خوف۔ منہزم۔ پسپا۔

پس[1] ازیں رو علمِ سحر آموختن — نیست ممنوع و حرام و ممتہن

لہٰذا اس حیثیت سے جادو کا علم سیکھنا — ممنوع اور حرام اور ذلیل نہیں ہے

بہرِ تمییزِ حق از باطل نکوست — سحر کردن شد حرام اے مردِ دوست

حق کو باطل سے جدا کرلینے کے لئے اچھا ہے — اے دوست! جادو کرنا حرام ہے

بعد ازاں اطلاق و تپ شاں شد پدید — کارِ شاں تا نزع و جاں کندن رسید

اُن کے بعد اُن کو دست آئے اور بخار آ گیا — اُن کا معاملہ نزع اور جاں کنی تک پہنچ گیا

پس فرستادند مردے در زماں — سوئے موسیٰؑ از برائے عذرِ آں

تو انھوں نے فوراً ایک آدمی بھیجا — (حضرت) موسیٰؑ کے پاس اس کی معذرت کیلئے

کامتحاں کردیم ما را کے رسد — امتحانِ تو اگر نبود حسد

کہ ہم نے آزمایا، ہمیں کب حق تھا — آپ کے آزمانے کا، اگر حسد نہ ہوتا

مجرمِ[2] شاہیم ما را عذر خواہ — اے تو خاصُ الخاصِ درگاہِ الٰہ

ہم شاہی مجرم ہیں، ہماری عذر خواہی کر دیجئے — آپ خدا کی بارگاہ کے خاص الخاص ہیں

درگذر از ما کہ ما کردیم بد — اے ترا الطاف و فضلِ بے عدد

ہم نے بُرا کیا، ہمیں معاف کر دیجئے — اے وہ کہ آپ کی مہربانیاں اور بزرگی بے شمار ہے

عفو کرد و در زماں نیکو شدند — پیشِ موسیٰؑ بر زمیں سر می زدند

اُنھوں نے معاف کردیا اور وہ فوراً اچھے ہو گئے — (حضرت) موسیٰؑ کے سامنے سر پٹختے تھے

گفت موسیٰؑ عفو کردم اے کرام — گشت بر دوزخ تن و جاں تاں حرام

(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا اے شریفو! میں نے معاف کیا — تمہارا جسم اور روح دوزخ پر حرام ہو گئی ہے

من[3] شما را خود ندیدم اے دو یار — اعجمی سازید خود را ز اعتذار

اے دو دوستو! (گویا) میں نے تمہیں دیکھا ہی نہیں — عذر خواہی سے اپنے آپ کو گونگا بنا لو

ہمچناں بیگانہ شکل و آشنا — در نبرد آئید پیشِ بادشاہ

اسی طرح (بظاہر) اجنبی صورت اور (بباطن) دوست — بادشاہ کے سامنے مقابلے پر آ جاؤ

آنچہ باشد مر شما را از فنوں — جمع آرید از درون و از بروں

تمہارے پاس جو بھی کرتب ہوں — اندر اور باہر سے اکٹھے کر لو

---

[1] پس۔ اگر کوئی شخص جادو اس غرض سے سیکھے کہ وہ سحر اور معجزہ میں فرق کر سکے اور باطل کو حق سے ممتاز کرے تو یہ جائز ہے لیکن جادو کرنا مطلقاً بہر صورت ناجائز اور حرام ہے۔ اِطلاق۔ دستوں کا جاری ہو جانا۔ کامتحاں۔ ہم نے آزمانا چاہا تھا اور وہ بھی حسد کی بنا پر تھا۔

[2] مجرمِ شاہیم۔ چونکہ ہم نے اللہ کے رسول کا جُرم کیا ہے لہٰذا ہم نے اللہ کا ہی جُرم کیا ہے۔ نیکو شدند یعنی اُن کا بخار اور دستوں کی بیماری زائل ہو گئی۔ گفت۔ یعنی چونکہ تم ایمان لے آئے ہو۔

[3] من شما۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن دونوں جادوگروں سے فرمایا کہ فرعون سے اپنی اور میری ملاقات اور اپنی عذر خواہی وغیرہ کا ذکر نہ کرنا اور بالکل اجنبی بن کر فرعون کے سامنے میرے مقابلہ پر آنا اور ہر طرح کے کرتب کرنا۔ بیگانہ شکل یعنی بظاہر اجنبی بنے رہنا اور آشنائی کو پردے میں رکھنا۔

جمع آمدن ساحران از مدائن پیشِ فرعون و تشریفها[1] از وی یافتن و دست بر سینه زدن در قهرِ خصمِ او[2] که این کار را دفع بر ما نویس

شہروں سے فرعون کے سامنے جادوگروں کا جمع ہو جانا اور اس کی جانب سے خلعتیں پانا اور اس کے مخالف کو مغلوب کرنے کے لئے سینہ پر ہاتھ مارنا کہ اس کام کی مدافعت ہمارے ذمہ لکھ لے

پس زمیں را بوسہ دادند و شدند[3] | انتظارِ وقتِ فرصت می بدند[4]
پھر انھوں نے زمین کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے | فرصت کے وقت کے منتظر تھے

تا بفرعون آمدند آں ساحراں | داد شاں تشریفہائے بیکراں
وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے | اُن کو اس نے لاتعداد خلعتیں دیں

وعدہاشاں کرد و پیشیں ہم بداد | بندگان و اسپان و نقد و جنس و زاد
ان سے وعدے کئے اور پیشگی بھی دیئے | غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ

بعد ازاں شاں گفت ہیں اے سابقاں | گر فزوں[5] آئید اندر امتحاں
اس کے بعد اس نے کہا آگاہ! اے ماہرو! | اگر تم امتحان میں بازی لے گئے

برفشانم بر شما چندیں عطا | کہ بدرد پردۂ جود و سخا
تم پر اس قدر عطا نثار کروں گا | کہ بخشش اور عطا کا پردہ چاک ہو جائیگا

پس بگفتندش باقبالِ تو شاہ | غالب آئیم و شود کارش تباہ
تو انھوں نے کہا کہ اے شاہ! آپ کے اقبال سے | ہم جیتیں گے اور اس (موسیٰؑ) کا کام تباہ ہو گا

ما دریں فن صفدریم و پہلواں | کس ندارد پائے ما اندر جہاں
ہم اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں | ہمارا ہم رُتبہ دنیا میں کوئی نہیں ہے

ذکرِ موسیٰؑ بندِ خاطر ہا شدست[6] | کایں حکایتہاست کہ پیشیں بدست
موسیٰؑ کا ذکر دلچسپی (کا موجب) بن گیا ہے | کیونکہ اس قسم کے قصے پہلے بھی ہوئے ہیں

ذکرِ موسیٰؑ بہرِ روپوش ست لیک | نورِ موسیٰؑ نقدِ تست اے مردِ نیک
موسیٰؑ کا تذکرہ منہ چھپانے کے لئے ہے، لیکن | اے بھلے آدمی! موسیٰؑ کا نور تیرا مقصود ہے

موسیٰؑ و فرعون در ہستیِ تست | باید ایں دو خصم را در خویش جست
موسیٰؑ اور فرعون تیرے وجود میں ہیں | ان دو مقابل شخصیتوں کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہئے

تا قیامت ہست از موسیٰؑ نتاج | نورِ دیگر نیست دیگر شد سراج
موسیٰؑ کا سلسلہ قیامت تک کے لئے ہے | روشنی دوسری نہیں ہے، چراغ دوسرا ہے

[1] تشریفہا۔ خلعتیں۔ در قہرِ خصمِ او۔ یعنی حضرت موسیٰؑ پر غالب آنے کے بارے میں۔ شدند۔ یعنی وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس سے روانہ ہو گئے۔ انتظار۔ یعنی وہ منتظر تھے کہ کوئی وقت آئے تو ہم حضرت موسیٰؑ پر ایمان کا اظہار کر دیں۔ سابقاں۔ بازی لے جانے والے۔

[2] فزوں آئید۔ یعنی اگر تم حضرت موسیٰؑ پر غالب آجاؤ گے۔ کہ بدرد۔ یعنی اس قدر دوں گا جو حد سے بڑھا ہوا ہو گا۔ کارش۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا کام۔ صفدریم۔ یعنی ہم صف شکن ہیں۔ پائے ما۔ ہمارا مرتبہ۔ ذکرِ موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے قصے سے دلچسپی پیدا ہو رہی ہے لیکن مقصود محض قصہ نقل کرنا نہیں ہے قصہ تو پڑھانا ہے۔

[3] ذکرِ موسیٰ۔ اس قصہ کے ماتحت جو حقائق ہیں وہ مقصود ہیں قصہ تو محض آڑ کے لئے ذکر کیا گیا ہے مقصود اصلی تو وہ نور ہے جو حضرت موسیٰؑ کو عطا کیا گیا تھا۔ تا قیامت۔ ہر نبی کا نور امت کے کسی ولی میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور جس صفت خاص کا کوئی نبی مربوب ہوتا ہے اسی صفت کا کوئی ولی بھی مربوب ہوتا ہے۔

ایں[۱] سفال و ایں فتیلہ دیگر ست | لیک نورش نیست دیگر زاں سر ست
یہ دیوا اور یہ بتی دوسری ہے | لیکن اس کا نور دوسرا نہیں وہی ہے

گر نظر در شیشہ داری گم شوی | زانکہ از شیشہ است اعداد و دوی
اگر تو نے شیشہ پر نظر رکھی تو گم ہو جائے گا | کیونکہ شیشہ سے تعدد اور دوئی پیدا ہوتی ہے

ور نظر بر نور داری وا رہی | از دوئی و اعدادِ جسم اے منتہی
اگر تو نور پر نظر رکھے گا، نجات پا جائے گا | اے باکمال! جسم کی دوئی اور تعدد سے

از نظر گاہ است اے مغز[۲] وجود | اختلاف مومن و گبر و جہود
اے خلاصۂ کائنات! نقطۂ نظر کی وجہ سے ہے | مومن اور آتش پرست اور یہودی کا اختلاف

اختلاف کردن در چگونگی و شکلِ پیل در شب تار

اندھیری رات میں ہاتھی کی شکل اور کیفیت میں اختلاف کرنا

پیل اندر خانۂ تاریک بود | عرضہ را آوردہ بودندش ہنود
ہاتھی ایک اندھیرے گھر میں تھا | ہندوستانی اس کو پیش کرنے کیلئے لائے تھے

از برائے دیدنش مردم بسے | اندراں ظلمت ہمی شد ہر کسے
بہت سے لوگ اس کو دیکھنے کے لئے | ہر شخص اندھیرے میں گھس آیا

دیدنش[۳] با چشم چوں ممکن نبود | اندراں تاریکیش کف می بسود
چونکہ اس کا آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہ تھا | اندھیرے میں اس پر ہاتھ پھیرتا تھا

آں یکے را کف بخرطوم اوفتاد | گفت ہمچو ناودانست ایں نہاد
ایک کا ہاتھ سونڈ پر پڑا | اس نے کہا، یہ جسم پرنالے کی مانند ہے

آں یکے را دست بر گوشش رسید | آں برو چوں بادبیزن شد پدید
ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا | اس کو وہ پنکھے کی طرح معلوم ہوا

آں یکے را کف چو بر پایش بسود | گفت شکلِ پیل دیدم چوں عمود
ایک کا ہاتھ جب اس کے پیر پر لگا | اس نے کہا میں نے ہاتھی کو ستون جیسا دیکھا

آں یکے بر پشت او بنہاد دست | گفت خود ایں پیل چوں تختے بدست
ایک نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا | اس نے کہا، یہ ہاتھی تخت کی طرح ہے

ہمچنیں ہر یک بجزوے کو رسید | فہم آں می کرد ہر جا می شنید
اسی طرح ہر وہ شخص جو کسی ایک عضو تک پہنچا تھا | جہاں کہیں (ہاتھی کا نام) سنتا وہی خیال کرتا

۱۔ ایں سفال۔ اشخاص بدلتے ہیں اور اُس صفتِ خاصہ کا نور خود منتقل ہوتا رہتا ہے۔ شیشہ۔ یعنی تعینات گم شوی۔ وحدتِ حقیقی ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔ ور نظر شیشہ تعینات پر نظر تعدد اور دوئی کا سبب ہے اگر شیشہ مقصود نہ ہو بلکہ نور مدِ نظر ہو تو وحدتِ حقیقی نظر آئے گی۔ از نظر گاہ۔ مومن اور کافر کا نقطۂ نگاہ چونکہ جداگانہ ہو گیا اسی لئے اُن میں اختلاف پیدا ہوا۔

۲۔ مغزِ وجود۔ چونکہ انسان خلیفۃ اللہ ہے لہذا وہ وجودِ کائنات کا مغز اور خلاصہ ہے۔ پیل۔ اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ ایک چیز کے دیکھنے کے جب زاویے بدل جاتے ہیں تو اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ہاتھی کو مختلف لوگوں نے مختلف زاویوں سے دیکھا تو اُن کے عقیدے میں اِختلاف پیدا ہو گیا۔ ہنود۔ ہندوستان کے رہنے والے، مولانا ہندوستانی مسلمانوں کو بھی لفظ ہنود سے تعبیر کرتے ہیں، ہندوستان کا ہاتھی مشہور تھا۔

۳۔ دیدنش۔ اندھیرے میں آنکھ سے دیکھنا ممکن نہ تھا اِس لئے ہاتھی پر ہاتھ پھیر کر دیکھ رہے تھے۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ پرنالے ..... سے مشابہ ہے۔ ناوداں۔ پرنالہ۔ بادبیزن۔ پنکھا، فرشی پنکھے بالکل ہاتھی کے کان کی طرح ہوتے ہیں۔ عمود۔ ستون۔ تخت۔ ہاتھی کی کمر تخت کی طرح چوڑی چکلی ہوتی ہے۔ می شنید۔ جہاں کہیں وہ لوگ ہاتھی کا ذکر سنتے تو اپنے ذہن کے مطابق اس کا تصور کرتے۔

۹ از نظر گہ گفتِ شاں شد مختلف — آں یکے دالش لقب داد ایں الف
اُن کی بات نقطۂ نظر کی وجہ سے مختلف ہو گئی — اُس ایک نے اُس کو دال کا لقب دیا، اِس نے الف کا

در کفِ ہر یک اگر شمعے بُدے — اختلاف از گفتِ شاں بیروں شُدے
ہر ایک کے ہاتھ میں اگر شمع ہوتی — تو اُن کی باتوں سے اختلاف دُور ہو جاتا

چشمِ حِس ہمچوں کفِ دستست و بس — نیست کف را بر ہمۂ اُو دسترس
حِس کی آنکھ صرف ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے — ہتھیلی کی اُس کے مجموعہ پر پہنچ نہیں ہے

جسمِ دریا دیگرست و کف دِگر — کف بہل وز دیدہ در دریا نگر
دریا کا وجود اور ہے اور جھاگ اور ہیں — جھاگ کو چھوڑ، اور آنکھ سے دریا کو دیکھ

جُنبشِ کفہا ز دریا روز و شب — کف ہمی بینی و دریا نے عجب
شب و روز جھاگوں کی حرکت دریا کی وجہ سے ہے — تعجب ہے تو جھاگ کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں

ما چو کشتیہا بہم بر می زنیم — تیرہ چشمیم و در آبِ روشنیم
ہم کشتیوں کی طرح آپس میں ٹکرا رہے ہیں — ہم اندھی آنکھوں والے ہیں اور صاف دریا میں ہیں

اے تو در کشتیِ تن رفتہ بخواب — آب را دیدی نگر در آبِ آب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے — تو نے پانی کو دیکھ لیا، پانی کے پانی کو دیکھ

آب را آبیست کو می راندش — روح را روحے ست کو می خواندش
پانی کے لئے ایک پانی ہے جو اس کو چلاتا ہے — رُوح کی ایک روح ہے جو اُس کو بُلاتی ہے

موسیٰؑ و عیسیٰؑ کجا بد کآفتاب — کِشتِ موجودات را می داد آب
حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کہاں تھے جبکہ سورج نے — موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

آدمؑ و حوّا کجا بُد آں زماں — کہ خدا افگند ایں زہ در کماں
اُس وقت حضرت آدمؑ اور حوّا کہاں تھے — جبکہ خدا نے کمان پر یہ چلّہ چڑھایا

ایں سخن ہم ناقص ست و ابتر ست — آں سخن کہ نیست ناقص زاں سرست
یہ بات بھی ناقص اور اُدھوری ہے — جو بات ناقص نہیں ہے، وہ اُدھر کی ہے

گر بگویم زاں بلغزد پائے تو — ور نگویم ہیچ ازاں اے وائے تو
اگر میں اُس کے بارے میں کہوں تو تیرے پیر پھسل جائیں — اور اگر اُنہیں سے کچھ بھی نہ کہوں تو تجھ پر افسوس ہے

لہ آں یکے۔ چونکہ ہاتھی کا تصور سب کے ذہنوں میں مختلف تھا اس لئے انھوں نے اُس کو مختلف عبارتوں سے تعبیر کیا۔ کسی نے مثلاً اُس کو دال کہا تو کسی نے اُس کو الف کہا۔
لہ۲ چشمِ حِس۔ انسان کی حِسّی آنکھ اُن لوگوں کی ہتھیلی کی طرح ہے جیسے اُن کی ہتھیلی کی دسترس پورے ہاتھی پر نہ تھی اسی طرح یہ ظاہری آنکھ کسی چیز کی پوری حقیقت کو نہیں دیکھ سکتی ہے۔ کف دگر۔ مولانا کفِ دست سے کفِ دریا کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور مقصود وہی ہے کہ حقیقت شناسی ہونی چاہیئے نہ کہ ظاہر پرستی۔ جسمِ دریا۔ یعنی وجودِ وسیع۔ کف۔ یعنی جسمِ عنصری جنبشِ کفہا۔ انسانی اجسام روح کی وجہ سے متحرک ہیں لیکن افسوس کہ انسان تن پروری کرتا رہتا ہے اور روح سے غفلت برتتا ہے۔
لہ۳ ما چو کشتیہا۔ اجسام کو پہلے کفِ دریا سے تعبیر کیا تھا۔ اب انکو کشتیوں سے تعبیر کیا ہے۔ آبِ روشن۔ روح۔ آے تو۔ اگر انسان کو روح کا مشاہدہ ہو گیا ہے تو اب اسکو آگے قدم بڑھاکر ذاتِ حق کا مشاہدہ کرنا چاہیئے۔ آبِ آب۔ روح الارواح، ذاتِ حق۔ آبیست یعنی روح کیلئے افاضۂ حیات کرنیوالی ذات۔ موسیٰؑ و عیسیٰؑ۔ افاضۂ حیات کرنیوالی

ذات کی قدامت کا بیان ہے کہ وہ ذات قدیم ہے۔ کہ خدا یعنی کائنات کو حیات بخشی تھی۔ ایں سخن یعنی ذاتِ حق کی جو تعبیرات ہم نے کی ہیں۔ آں سخن خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے جو تعبیرات فرمائی ہیں تو وہ صحیح ہیں۔ گر بگویم۔ اب اگر تشارع کی انکی ذات و صفات کو بیان کیا جائے تو اسی شان بر ہل جاؤگے اور اگر اسکا بالکل ذکر نہ کیا جائے تو یہ بھی افسوسناک بات ہے۔

ور بگویم در مثالِ صورتے
اگر میں کسی صورت کی شال میں (اگلی منزل) بتاؤں
بر ہماں صورت بچسپی اے فتے
اے نوجوان! تو اسی صورت پر چپک جائے گا

بستہ[۱] پائی چوں گیاہ اندر زمیں
تو گھاس کی طرح زمین میں پابستہ ہے
سر بجنبانی بباد ے بے یقیں
بغیر یقین کے ہوا سے سر ہلاتا ہے

لیک پایت نیست تا نقلے کنی
لیکن تیرے پاؤں نہیں ہیں کہ تو منتقل ہو جائے
یا مگر پارا ازیں گِل بر کنی
یا تو اس کیچڑ سے پاؤں باہر نکال لے

چوں کنی پا را حیاتت زیں گِل ست
تو پاؤں کیسے نکال سکتا ہے تیری زندگی اسی مٹی سے ہے
ایں حیاتت را روِش بس مشکل ست
تیری اس زندگی کے لئے روانگی بہت مشکل ہے

چوں[۲] حیات از حق بگیری اے روی
اے سیراب! جب تو اللہ (تعالیٰ) سے زندگی حاصل کریگا
پس غنی گردی ز گِل در دل روی
تو مٹی سے بے نیاز ہو جائیگا، دل (کی دنیا) میں پہنچ جائیگا

فارغ و مستغنی از گِل سوئے دل
مٹی سے فارغ اور بے نیاز ہو کر دل کی طرف
می روی بے قید و حُر از اہلِ گِل
بغیر پابندی کے اور مٹی والوں سے آزاد ہو کر تو چل پڑیگا

شیر خوارہ چوں ز دایہ بگسلد
دودھ پیتا بچہ جب دایہ سے تعلق توڑتا ہے
لوت خوارہ شد مر اُو را می ہلد
غذا خور بن جاتا ہے اور اس (دایہ) کو چھوڑ دیتا ہے

بستہ[۳] شیرِ زمینی چوں حبوب
بیجوں کی طرح تو زمین کے دودھ سے وابستہ ہے
جُو فطامِ خویش از قُوت القلوب
دلوں کی خوراک کے ذریعہ اُس دودھ کو چھوڑنے کی کوشش کر

قوتِ حکمت خور کہ شد نورِ ستیر
دانائی کی غذا کھا، کیونکہ وہ چھپا ہوا نور ہے
اے تو نورِ بے حجب را ناپذیر
اے وہ کہ تو بے حجاب نور کو نہ قبول کر سکنے والا ہے

تا پذیرا گردی اے جاں نور را
اے جان! تاکہ تو نور کو قبول کرنے والا بن جائے
تا ببینی بے حجب مستور را
تاکہ تو چھپے ہوئے کو بغیر پردوں کے دیکھ لے

چوں ستارہ سیر بر گردوں کنی
تو ستارے کی طرح آسمان پر سیر کرے
بلکہ بر گردوں سفر بے چوں کنی
بلکہ آسمان پر تو بے کیف سفر کرے

آں چناں کز نیست در ہست آمدی
اسی طرح جیسے تو عدم سے وجود میں آیا ہے
ہیں بگو چوں آمدی مست آمدی
ہاں بتا کیسے آیا ہے؟ تو بے ہوش آیا ہے

---

[۱] بستہ پائی۔ عوام تقلید کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور صفات کے بیان پر یقین کے بغیر یقین کے اظہار کے لئے گھاس کی طرح سر ہلانے لگتے ہیں۔ لیکن عوام تقلید سے تحقیق کی طرف منتقل ہونے کے لئے پیشقدمی نہیں کرتے ہیں نہ کم از کم تقلید ہی کو ترک کرتے ہیں۔ چوں غنی جبکہ انسان سفلی زندگی کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لئے اس زندگی کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔

[۲] چوں حیات۔ اگر انسان اس سفلی زندگی کو خیرباد کہدے، تو وہ دل کی دنیا میں پہنچ کر انسرِ وحدت حاصل کر سکتا ہے۔ شیر خوارہ: بچہ کو جب تک لذیذ غذائیں نہیں ملتی ہیں دایہ کو چپٹا رہتا ہے جب غذائیں ملنے لگتی ہیں تو دایہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان جب تک — عالمِ سفل سے چپٹا ہوا ہے اسرار کی لذت سے بے خبر ہے جب وہ لذت حاصل ہونے لگے گی تو عالمِ سفلی کو نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھے گا۔

[۳] بستہ: بیج زمین سے غذا حاصل کرتا ہے، اسی طرح انسان عالمِ سفلی سے غذا حاصل کرنے کا عادی ہو گیا حالانکہ اسکی اصلی غذا وہ ہے جو دل اور روح کی غذا ہے جو عالمِ ملکوت سے حاصل ہوتی ہے۔ قوتِ حکمت۔ تو دل کی غذا حکمت اور پند و موعظت سے حاصل کر لے، انکے الفاظ میں وہ نور پوشیدہ ہے جو اصل غذا ہے پھر استعداد پیدا ہو جانے پر براہِ راست اُسے غذا حاصل ہونے لگے گی۔ تا ببینی۔ رفتہ رفتہ استعداد پیدا ہو جائے گی جس سے مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے گا۔ چوں ستارہ۔ پھر عالمِ ملکوت کی سیر حاصل ہو جائے گی۔ آنچناں۔ عالمِ ملکوت کی طرف تمہارا عروجی سفر اسی طرح ہوگا جس طرح کہ اس عالم سے اِس عالم کی طرف نزولی سفر ہوا لیکن یہ سفر چونکہ تمہاری مدہوشی میں ہوا ہے اس لئے تمہیں وہ سفر یاد ہے اور اس سفر کے طے کرنے کے راستے یاد ہیں۔

راہہائے آمدن یادت نماند
تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے
لیک رمزے بر تو بر خواہیم خواند
لیکن میں تجھے ایک اشارہ کرتا ہوں

ہوش[1] را بگذار وانگہ ہوشدار
ہوش کو چھوڑ دے، پھر ہوشیار بن جا
گوش را بر بند وانگہ گوشدار
کان کو بند کر لے پھر کان لگا

نے بگویم زانکہ تو خامی ہنوز
کیا میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ تو ابھی کچا ہے
در بہاری و ندیدستی تموز
تو موسم بہار میں ہے اور تو نے موسم گرما نہیں دیکھا ہے

ایں[2] جہاں ہمچوں درخت ست اے کرام
اے بزرگو، یہ دنیا درخت کی طرح ہے
ما بر و چوں میوہائے نیم خام
(اور) ہم اُس پر ادھ کچے پھل کی طرح ہیں

سخت گیرد خامہا مر شاخ را
کچوں کی گرفت شاخ پر سخت ہوتی ہے
زانکہ در خامی نشاید کاخ را
کیونکہ کچے پن میں (شاہی) محل کے لائق نہیں ہوتا ہے

چونکہ پخت و گشت شیریں لب گزاں
جب پک گیا اور ہونٹوں کو چپکانے والا شیریں بنگیا
سست گیرد شاخہا را بعد ازاں
اُسکے بعد شاخوں سے گرفت ڈھیلی کر لیتا ہے

چوں ازاں اقبال شیریں شد دہاں
جب اُس خوش نصیبی کی وجہ سے مُنہ میٹھا ہو جاتا ہے
سرد شد بر آدمی مُلکِ جہاں
دنیا کا مُلک انسان کے لئے بے وقعت ہو جاتا ہے

سخت گیری و تعصب خامی ست
سخت گیری اور تعصب کچا پن ہے
تا جنینی کار خوں آشامی ست
جب تک تو پیٹ کا بچہ ہے (تیرا) کام خون پینا ہے

چیز[3] دیگر ماند اما گفتنش
دوسری چیز رہ گئی لیکن اُس کا بتانا (میرا کام نہیں ہے)،
با تو روح القدس گوید نے منش
وہ تجھے روح القدس بتائے گا نہ کہ میں

نے تو گوئی ہم بگوشِ خویشتن
نہیں، تو خود ہی اپنے کان میں کہے گا
بے من و بے غیرِ من اے ہم تو من
میرے اور میرے غیر کے علاوہ اے وہ کہ تو میں ہے

ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی
جیسا کہ جب تو سو جاتا ہے
تو ز پیشِ خود بہ پیشِ خود شوی
تو اپنے آگے سے خود اپنے آگے جاتا ہے

خطیرۃ القدس کے دوسرے ملائکہ مراد ہیں کے۔ فرماتے ہیں کہ وہ باتیں نہ میں بتاؤں گا نہ کوئی فرشتہ بلکہ خود تجھے وہ مقام حاصل ہوگا کہ تو خود اپنے آپ کو بتائے گا۔ اے ہم تو من۔ یعنی تو میرے لئے ایسا ہے کہ من و تو کا امتیاز ختم ہو گیا ہے۔ ہمچو۔ یہ بات کہ ایک مقام پر پہنچ کر اسرارِ خداوندی کے بارے میں انسان خود کہنے والا اور خود سننے والا ——— بن جاتا ہے اُس کو اس مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خواب کی حالت میں جب انسان ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جاتا ہے تو یہ مقامات خارج میں نہیں ہوتے ہیں خود اُس کے اندر ہوتے ہیں تو گویا کہ وہ چلنے والا خود اپنے پاس سے چل کر اپنے پاس گیا ہے۔

[1] ہوش را بگذار۔ اگر تم اِس آنے کے سفر کی باتیں یاد کرنا چاہتے ہو تو جسمانی اور مادی ہوش و حواس کو ختم کر کے روحانی ہوش اختیار کرو اور اِن جسمانی کانوں کو بند کر کے روح کے کان کھول لو پھر تمھیں باتیں یاد آجائیں گی اور عہد الست کی آواز سُن لو گے۔ نے بگویم۔ میں نے تمھیں بتا دیا کہ تم میں ابھی خامی ہے تم نے دنیا کی بہار دیکھی ہے مجاہدات کی گرمی نہیں سہی ہے۔

[2] ایں جہاں۔ انسان اور دنیا کی مثال درخت اور پھل کی سی ہے پھل جب تک کچا ہوتا ہے شاخ سے اُس کا جوڑ مضبوط اور سخت ہوتا ہے۔ جوں جوں وہ پکتا ہے شاخ کا اور اُس کا تعلق کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اِسی طرح خام انسان دنیا کو چمٹا رہتا ہے اگر اُس میں پختگی آجاتی ہے تو دنیا سے تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ تا جنینی۔ پیٹ کا بچہ جب تک پیٹ سے چمٹا ہوا ہے اُس کی غذا خون ہے جب وہ باہر آجاتا ہے تو پھر وہ دودھ پیتا ہے جو بہترین غذا ہے اِسی طرح جب تک انسان دنیا سے چمٹا ہوا ہے اُس کی غذا خون جیسی نجس چیز رہتی ہے۔

[3] چیز دیگر۔ کچھ اسرار تو میں نے بتا دیئے لیکن کچھ ایسے ہیں کہ میں نہیں بتا سکتا ہوں وہ تجھے روح القدس بتائیگا۔ روح القدس سے مراد یہاں جبرئیل نہیں ہیں کیونکہ اُن کا کہنا اور بتانا تو صرف انبیاء کے ساتھ خاص ہے بلکہ

بشنوی از خویش و پنداری فلاں　　با تو اندر خواب گفتست آں نہاں
تو اپنی طرف سے سنتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ فلاں نے　　وہ پوشیدہ راز خواب میں تجھ سے کہا ہے

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق　　بلکہ گردونی و دریائے عمیق
اے اچھے دوست! تو ایک نہیں ہے　　بلکہ تو آسمان ہے، اور گہرا سمندر ہے

آں توئی زفتت کہ آں نہ صد توست　　قلزم ست و غرقہ گاہ صد توست
وہ تیری موٹی شخصیت جو تیرا نو سو گنا ہے　　سمندر ہے اور تیری سو شخصیتوں کے ڈوب جانے کی جگہ ہے

خود چہ جائے حد بیداری و خواب　　دم مزن واللہ اعلم بالصواب
بیداری اور نیند کا خود کیا ٹھکانا ہے　　خاموش ہو جا، اور اللہ بہتر جانتا ہے

دم مزن تا بشنوی از دم زناں　　انچہ ناید در بیان و در زباں
دم نہ مار، تاکہ تو دم ماریوالوں سے سن لے　　وہ جو بیان اور زبان میں نہیں سماسکتا ہے

دم مزن تا بشنوی زاں آفتاب　　انچہ ناید در کتاب و در خطاب
دم مت مار تاکہ تو اس آفتاب سے سن لے　　وہ جو لکھنے اور بیان کرنے میں نہیں آسکتا

دم مزن تا بشنوی زاں مہ لقا　　الصلا اے پاکبازاں الصلا
دم مت مار تاکہ تو سن لے اس ماہ رخ سے　　آؤ، اے پاکبازو! آؤ

دم مزن تا بشنوی اسرار حال　　از زبان بے زباں کہ قم تعال
دم مت مار تاکہ تو حالت کے اسرار سن لے　　بے زبان کی زبان سے کہ کھڑا ہو، آجا

دم مزن تا دم زند بہر تو روح　　آشنا بگذار در کشتی نوح
دم نہ مار، تاکہ تیرے لئے روح کہے　　تیرنا چھوڑ دے، نوح کی کشتی میں آجا

ہمچو کنعاں کاشنا می کرد او　　کہ نخواہم کشتی نوح عدو
کنعان کی طرح (نہ بن) کہ وہ تیرتا تھا　　کہ میں دشمن نوح کی کشتی پسند نہیں کرتا ہوں

دعوت کردن نوح علیہ السلام پسر را و سر کشیدن او کہ

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹے کو بلانا اور اس کی سرکشی کرنا کہ میں

کہ بر سر کوہ روم و چارہ کنم و منت تو نکشم
پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور تدبیر کرلوں گا اور تیرا احسان نہ اٹھاؤں گا

ہیں بیا در کشتی بابا نشیں　　تا نگردی غرق طوفاں اے مہیں
خبردار! آجا باوا کی کشتی میں بیٹھ جا　　اے ذلیل! تاکہ تو طوفان میں نہ ڈوبے

لہ بشنوی۔ انسان خواب میں سنتا ہے کہ کوئی دوسرا اس سے باتیں کر رہا ہے حالانکہ وہ کوئی دوسرا نہیں ہے بلکہ وہ خود کہہ رہا ہے اور خود سن رہا ہے۔ آں توئی۔ آنے جانے کے مختلف مقامات، مخاطب اور متکلم کا امتیاز، یہ سب کچھ خود انسان کے اندر موجود ہے۔ انسان بظاہر عالم صغیر ہے لیکن فی الواقع یہ عالم کبیر ہے۔ انسان کی شخصیت سینکڑوں شخصیتوں کا مجموعہ ہے اور گہرا سمندر ہے۔

لہ خود۔ انسان بیداری اور خواب کی حالت میں ایک لامحدود شخصیت ہے۔ دم مزن۔ ان اسرار کے بارے میں انسان کو خاموشی اختیار کرنی چاہیئے جب تک خود اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر نہ فرماوے۔ انچہ۔ یہ اسرار تحریر و تقریر میں نہیں سماسکتے۔ قم تعال۔ کھڑا ہو آجا جب تک یہ مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ آجائے اس وقت تک ان اسرار کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیئے روح یعنی مرشد۔

سہ آشنا بگذار یعنی اپنے دعوے ترک کردے اور مرشد کا سہارا لے۔ ہمچو کنعاں۔ حضرت نوح کے لڑکے کنعان نے سہارا پسند نہ کیا تو تباہ ہوا۔ بابا یعنی حضرت نوح۔ مہین۔ ذلیل۔

گفت نے من آشنا[1] آموختم — من بجز شمع تو شمع افروختم
اُس نے کہا نہیں، میں نے تیرنا سیکھا ہے — میں نے تیری شمع کے علاوہ شمع روشن کر لی ہے

ہیں مکن کایں موج طوفانِ بلاست — دست و پا را آشنا امروز لاست
خبردار ایسا نہ کر، کیونکہ یہ موج بلا کا طوفان ہے — آج تیرنے کے ہاتھ پیر، کچھ نہیں ہیں

بادِ قہرست و بلائے شمع کُش — جز کہ شمعِ حق نمی پاید خمُش
یہ قہر کی ہوا ہے اور شمع کو بجھانے والی بلا ہے — اللہ (تعالیٰ) کی شمع کے علاوہ کوئی شمع ٹھہر گی، چپ ہو جا

گفت نے رفتم بر آں کوہِ بلند[2] — عاصم ست آں کہ مرا از ہر گزند
اُس نے کہا نہیں، اُس بلند پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا — وہ پہاڑ مجھے ہر مصیبت سے بچانے والا ہے

ہیں مکن کہ کوہ کاہ ست ایں زماں — جز حبیبِ خویش را ندہد اماں
خبردار! یہ نہ کر اس وقت پہاڑ تنکا ہے — وہ اپنے دوست کے علاوہ کسی کو پناہ نہ دیگا

گفت من کے پندِ تو بشنودہ ام — کہ طمع کردی کہ من زیں دودہ ام
اُس نے کہا میں نے تیری نصیحت کب سُنی ہے؟ — تو نے یہ سوچا ہے کہ میں اس خاندان کا ہوں

خوش نیامد گفتِ تو ہرگز مرا — من بری ام از تو در ہر دو سرا
تیری گفتگو ہرگز مجھے پسند نہیں آئی — میں تجھ سے دونوں جہان میں بیزار ہوں

ہیں مکن بابا کہ روزِ ناز نیست — مر خدا را خویشی و انباز نیست
خبردار! بابا یہ نہ کر، یہ ناز کا دن نہیں ہے — خدا کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے

تا کنوں کردی و ایں دم ناز کیست — اندریں درگاہ کسے را ناز کیست
تو نے ابتک (ناز) کیا اور یہ نازک وقت ہے — اُس دربار میں کسی کو ناز کا حق، کب ہے؟

لَمْ یَلِدْ لَمْ یُوْلَدْ ست اُو از قدم — نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم
(وہ) جس کے بیٹا پیدا ہوا نہ کسی کے بیٹا ہوا وہ ازل ہی — نہ باپ رکھتا ہے، نہ بیٹا اور نہ چچا

نازِ فرزنداں[3] کجا خواہد کشید — رازِ بابایاں کجا خواہد شنید
وہ اولاد کا (سا) ناز کہاں برداشت کریگا؟ — باپوں کا راز کہاں سُنے گا؟

نیستم مولود پیرا کم بناز — نیستم والد جوانا کم گراز
(خدا فرمائیگا) میں بیٹا نہیں ہوں اے بوڑھے ناز نہ کر — میں باپ نہیں ہوں اے جوان! نہ اکڑ

نیستم شوہر نیم من شہوتی — ناز را بگذار اینجا اے ستی
میں شوہر نہیں ہوں میں شہوت والا نہیں ہوں — اے خاتون! اس جگہ ناز کو چھوڑ دے

---

[1] آشنا۔ شناوری، تیراکی۔ فنع۔ یعنی تدبیر۔ شمع افروختم۔ یعنی میں نے بچنے کی یہ تدبیر سوچی ہے کہ تیروں گا۔ لا۔ معدوم۔ خمش۔ چپ ہو جا۔

[2] کوہِ بلند۔ قرآنِ پاک میں کنعان کا مقولہ مذکور ہے سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ۔ میں پہاڑ پر پناہ گزین ہو جاؤنگا۔ وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ نہ دہد اماں یعنی خدا امن نہ دے گا۔ دودہ۔ خاندان۔ مر خدا را۔ ناز کی بنیاد رشتہ داری اور شرکت وغیرہ ہوتی ہے۔ ناز کیست پہلے مصرع میں بمعنی "ناز کی است" ہے اور دوسرے مصرع میں بمعنی "ناز کے است" ہے۔

[3] نازِ فرزنداں۔ جبکہ وہ لَمْ یَلِدْ اور لَمْ یُوْلَدْ ہے تو اُس کی جناب میں نہ بیٹوں کے ناز کی گنجائش ہے نہ باپوں کے راز کی گنجائش ہے۔ پیرا۔ اے بوڑھے۔ گراز۔ گرازیدن اکڑ کر چلنا۔ شہوتی۔ مردانہ خواہش کی بنیاد پر مرد عورت کی نازبرداری کرتا ہے۔ ستی۔ عورت، بیوی۔

جز خضوع و بندگی و اضطرار ... اندریں حضرت ندارد اعتبار[1]

سوائے عاجزی اور غلامی اور بیچارگی کے ... اس دربار میں کسی کا اعتبار نہیں ہے

گفت بابا سالہا ایں گفتۂ ... باز میگوئی بجہل آشفتۂ

اُس نے کہا، ابا تم نے یہ سالہا کہا ہے ... پھر کہتے ہو، نادانی سے بہک رہے ہو

چند ازینہا گفتۂ با ہر کسے ... تا جواب سرد بشنودی بسے

تم نے ہر شخص سے یہ باتیں بہت کہی ہیں ... حتیٰ کہ بہت سے بے مروتی کے جواب سُنے ہیں

ایں دمِ سردِ تو در گوشم نرفت ... خاصہ اکنوں کہ شدم دانا و زفت

تمہاری یہ بے اثر بات میں نے نہیں سُنی ... خصوصاً اب جبکہ میں عقلمند اور بڑا ہو گیا ہوں

گفت بابا چہ زیاں دارد اگر ... بشنوی یک بار تو پندِ پدر

(حضرت نوحؑ نے) فرمایا بابا کیا حرج ہوگا اگر ... ایک بار تو باپ کی نصیحت مان لے گا

ہمچنیں میداد اُو پندِ لطیف ... ہمچناں می گفت اُو دفعِ عنیف

وہ اسی طرح مشفقانہ نصیحت کرتے رہے ... وہ اسی طور پر سختی سے انکار کرتا رہا

نے پدر از نُصحِ کنعاں سیر شد ... نے دمے در گوشِ آں ادبیر[2] شُد

نہ تو باپ کا کنعان کو نصیحت کرنے سے پیٹ بھرا ... نہ کوئی بات اُس بدبخت کے کان میں پڑی

اندریں گفتن بُدند و موجِ تیز ... بر سرِ کنعاں زد و شُد ریز ریز

وہ اسی گفتگو میں تھے اور تیز موج نے ... کنعان کے سر پر ضرب لگائی اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا

نوحؑ گفت اے بادشاہِ بُردبار ... مر مرا خر مُرد و سیلت بُرد بار

نوحؑ نے عرض کیا، اے حلیم بادشاہ! ... میرا گدھا مرا اور تیرا سیلاب سامان بہالے گیا

وعدہ کردی مر مرا تو بارہا ... کہ بیابد اہلت از طوفاں رہا

تو نے مجھ سے بارہا وعدہ کیا ... کہ تیرے اہل طوفان سے نجات پائیں گے

دل نہادم بر اُمیدت من سلیم[3] ... پس چرا بر بود سیل از من گلیم

مجھ بھولے نے تیری اُمید پر بھروسہ کیا ... پھر طوفان میری کملی کیوں بہالے گیا؟

گفت اُو از اہل و خویشانت نبُود ... خود ندیدی تو سفیدی از کبُود

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا وہ تیرے اہل اور اپنوں میں سے نہ تھا ... تو نے خود سفید کو نیلے سے ممتاز نہ کیا

چونکہ در دندانِ تو کرم اُوفتاد ... نیست دنداں بر کنش اے اُوستاد

جب تیرے دانت میں کیڑا لگ گیا ... وہ دانت نہیں ہے اے اُستاد! اسکو اُکھاڑ دے

---

[1] عجز۔ اللہ کے دربار میں صرف عاجزی اور زاری کام دیتی ہے۔ گفت بابا۔ یعنی کنعان نے حضرت نوحؑ سے کہا جوابِ سرد یعنی تلخ جواب۔ دمِ سرد۔ بے اثر بات۔ دانا یعنی جبکہ بچپن میں جو کہ کمزوری اور نادانی کا وقت ہوتا ہے تمہارا کہنا نہ مانا تو اب طاقت اور عقل کے وقت کیسے مان سکتا ہوں۔ زیاں۔ نقصان۔

[2] ادبیر۔ بدبخت۔ موجِ تیز۔ قرآن پاک میں ہے وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ اور حائل ہو گئی اُن دونوں (کنعان اور حضرت نوحؑ) کے درمیان موج، اور وہ ڈوب گیا۔ خر مرد۔ یہ محاورہ پوری تباہی اور بربادی کے وقت بولا جاتا ہے۔

[3] سلیم۔ بھولا انسان۔ گلیم۔ کملی۔ گلیم بُردن۔ لوٹ لینا۔ گفت۔ اللہ نے فرمایا قرآن پاک میں ہے۔ یَا نُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ اے نوحؑ تمہارا بیٹا تمہارے اہل میں سے نہیں ہے اُس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔ چونکہ جب کوئی عضو بیکار ہو جائے تو اُس کو جدا کر دینا ضروری ہو جاتا ہے ورنہ تمام جسم پر خراب اثرات پڑتے ہیں۔

تاکہ باقی تن نگردد زار ازو — گرچہ بود آنِ تو شو بیزار ازو
تاکہ باقی جسم اس سے کمزور نہ بنے — اگرچہ وہ تیرا تھا تو اس سے بیزار ہوجا

گفت[۱] بیزارم زغیرِ ذاتِ تو — غیر نبُود آنکہ باشد ماتِ تو
عرض کیا تیری ذات کے غیر سے میں بیزار ہوں — جو تجھ میں فنا ہوگیا وہ غیر نہ ہوگا

تو ہمیدانی کہ چونم با تو من — بیست چندانم کہ باراں را چمن
تو جانتا ہے کہ میرا تجھ سے کیا تعلق ہے — اس سے بیس گنا ہے جو چمن کو بارش سے ہے

زندہ از تو شاد از تو عائلے — مُغتذی بے واسطہ بے حائلے
(میں) تجھ سے زندہ، تجھ سے خوش ہوں ایک محتاج (ہوں) — بغیر کسی واسطہ (اور) بغیر بیچ والے کے تجھ سے روزی پانے والا ہوں

مُتّصِل نے مُنفصِل نے اے کمال — بلکہ بیچون و چگونہ و اعتِلال
اے (خدائے) باکمال (وہ) نہ جڑا ہوا ہے نہ جُدا — بلکہ (اسکا تجھ سے تعلق) بیمثل اور بے کیف اور بے علت ہے

ماہیانیم و تو دریائے حیات — زندہ ایم از لطفت اے نیکو صفات
ہم مچھلیاں ہیں اور تو زندگی کا سمندر ہے — اے اچھی صفتوں والے (خداوندا) تیری مہربانی سے ہم زندہ ہیں

تو[۲] نگنجی در کنارِ فکرتے — نے بمعلولی قرین چوں علتے
تو عقل کے پہلو میں نہیں سماتا ہے — نہ معلول ہونے کی وجہ سے کسی علت سے وابستہ ہے

پیش ازیں طوفان و بعد ایں مرا — تو مخاطب بودۂ در ماجرا
اس طوفان سے پہلے اور اس کے بعد میرے لئے — (ہر) قصہ میں تو مخاطب ہے

باتو می گفتم نہ با ایشاں سخن — اے سخن بخشِ نو و آنِ کہن
میں تجھ سے بات کرتا ہوں نہ کہ اُن سے — اے آنیوالے اور گذرے ہوئے زمانہ میں بات کی طاقت عطا کرنیوالے

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن — گاہ با اطلال و گاہے با دِمَن
کیا عاشق دن رات باتیں نہیں کرتا ہے؟ — کبھی کھنڈروں اور کبھی کوڑی سے

روی[۳] در اطلال کردہ ظاہرا — او کرا می گوید آں مدحت کرا
بظاہر کھنڈروں کی طرف رُخ کرکے — وہ کس سے کہتا ہے (اور) کس کی تعریف کرتا ہے؟

شکر طوفاں را کنوں بگماشتی — واسطہ اطلال را برداشتی
شکر ہے، اب تو نے طوفان مسلط کردیا — کھنڈروں کا واسطہ اٹھا دیا

زانکہ اطلال لئیم و بد بُدند — نے ندائے نے صدا می زدند
کیونکہ وہ کھنڈر اور کمینے اور بد تھے — نہ پکارتے تھے نہ صدائے (بازگشت) دیتے تھے

[۱] گفت بیزارم۔ حضرت نوحؑ پر حقیقت واضح ہوگئی تو بیٹے کی بربادی کا شکوہ ختم ہوگیا اور انھوں نے معذرت شروع کردی۔ چمن۔ چمن بارش کا محتاج ہے۔ عائل۔ عیالدار، مفلس۔ مُغتذی۔ غذا حاصل کرنیوالا۔ متصل نے۔ حضرت نوحؑ چونکہ ذاتِ باری میں فنا ہوچکے تھے تو انکو ذاتِ باری سے متصل بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اتصال دوئی کو چاہتا ہے اور منفصل بھی نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ۔ وصول الی اللہ کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔

[۲] تو نگنجی۔ ذاتِ باری فکر و خیال سے بالاتر ہے۔ نے بمعلولی۔ ذاتِ باری کسی علت کی معلول نہیں ہے۔ پیش۔ طوفان سے پہلے اور طوفان کے بعد تو ہی میرا مخاطب ہے اور تو ہی ہر زمانہ میں بات کرنے کی توفیق عطا کرنیوالا ہے۔ نے کہ عاشق۔ عاشق عموماً محبوب کے کھنڈرات اور نشانات سے گفتگو کیا کرتے ہیں لیکن دراصل روئے سخن محبوب ہی کی طرف ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسروں سے بات کرتے وقت بھی میرا روئے سخن تیری ہی طرف ہوتا ہے۔

[۳] روی۔ عاشق کا رُخ گو محبوبہ کے ٹیلوں اور کھنڈرات کی طرف ہوتا ہے لیکن مقصود محبوبہ کا ذکر ہوتا ہے۔ اطلال۔ طلل کی جمع ہے، ٹیلہ۔ شکر۔ تیرا شکر ہے کہ اب تو نے ان اشخاص کو ہی ختم کردیا جو باتیں کرنے میں درمیانی واسطہ بمنزلہ ٹیلوں کے تھے۔ نے ندائے۔ وہ اشخاص ایسے تھے کہ نہ خود صحیح بات کرتے تھے نہ میری بات کا صحیح جواب دیتے تھے۔

من[1] چناں اطلال خواہم در خطاب
میں خطاب کے لئے ایسے کھنڈر چاہتا ہوں
کز صدا چوں کوہ واگوید جواب
جو پہاڑ کی طرح صدائے بازگشت سے جواب دیں

تا مثنّیٰ بشنوم من نامِ تو
تاکہ میں تیرا نام مکرّر سنوں
عاشقم بر نامِ جاں آرامِ تو
میں تیرے جان کو آرام دینے والے نام کا عاشق ہوں

ہر نبی زاں دوست دارد کوہ را
ہر نبی پہاڑ کو اسی لئے دوست رکھتا ہے
تا مثنّیٰ بشنود نامِ ترا
تاکہ تیرے نام کو مکرر سنے

آں کہِ پست مثالِ سنگلاخ
وہ پست پہاڑ جو پتھریلی زمین جیسا ہے
موش را شاید نہ ما را در مناخ[2]
پڑاؤ کے لئے چوہے کے لائق ہے نہ کہ ہمارے

من بگویم او نگردد یارِ من
میں بولتا ہوں وہ میرا یار نہیں بنتا ہے
بے صدا ماند دمِ گفتارِ من
میرے بولنے کے وقت بغیر صدائے بازگشت کے رہ جاتا ہے

بازمیں آں بہ کہ ہموارش کنی
یہ بہتر ہے کہ تو اس کو زمین کے برابر کر دے
نیست ہمدم با عدم یارش کنی
وہ ساتھی نہیں ہے اس کو عدم کا یار بنا دے

گفت اے نوحؑ ار تو خواہی جملہ را
فرمایا اے نوحؑ! اگر تو چاہے (تو) سب کو
حشر گردانم بر آرم از ثریٰ
از سرِ نو زندہ کر دوں، مٹی سے نکال لوں

بہرِ کنعانے[3] دلِ تو نشکنم
ایک کنعان کی وجہ سے میں تیرا دل نہ توڑوں گا
لیکت از احوال آگاہ می کنم
لیکن تجھے حالات سے آگاہ کرتا ہوں

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا
عرض کیا نہیں نہیں، میں راضی ہوں کہ تو مجھے
ہم کنی غرقہ اگر باید ترا
بھی ڈبو دے اگر تیری مرضی ہو

ہر زمانم غرقہ می کن من خوشم
تو مجھے ہر وقت ڈبوتا رہ میں خوش ہوں
حکمِ تو جان است و چوں جاں می کشم
تیرا حکم جان ہے اور میں جان کی طرح اس کو برداشت کرتا ہوں

ننگرم کس را وگر ہم بنگرم
میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور اگر کبھی دیکھوں بھی
او بہانہ باشد و تو منظرم
وہ بہانہ ہوگا اور تو میرے مشاہدہ کا منظر ہوگا

عاشقِ صنعِ تو ام در شکر و صبر
میں صبر و شکر کے ساتھ تیرے کام کا عاشق ہوں
عاشقِ مصنوع کے باشم چو گبر
میں بت پرست کی طرح مصنوع کا کب عاشق ہوں؟

---

۱ من چناں۔ مجھے ایسے مخاطبوں کی ضرورت ہے جن سے صدائے بازگشت نکلے یعنی میں تیرا ذکر کروں تو وہ بھی تیرا ذکر کریں۔ تا مثنّیٰ۔ میں تیرا ذکر کروں اور وہ بھی تیرا ذکر کریں تو تیرا نام مکرر سنوں گا۔
۲ مناخ۔ پڑاؤ، ٹھکانا۔ من بگویم۔ دنیاداروں کے سامنے جب دین کی بات کی جاتی ہے تو وہ دم بخود رہ جاتے ہیں ایسے لوگ صلحا کی صحبت کے لائق نہیں ہیں۔ بازمیں۔ ایسے پست فطرت لوگوں کا زیرِ زمین ہو جانا بہتر ہے۔ گفت۔ حضرت نوحؑ سے اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہ اگر تیری خواہش ہے تو صرف کنعان کو ہی نہیں میں سب کو زندہ کر دوں۔ ثریٰ۔ مٹی۔
۳ بہرِ کنعانے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ سے فرمایا تیرے بیٹے کنعان کے معاملے میں میں تیری دل شکنی نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ گفت۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ اب میں کنعان کی نجات کا خواہاں نہیں ہوں تیری مرضی پر راضی ہوں تیری مرضی ہو تو مجھے بھی غرق کر دے۔ حکمِ تو۔ تیرا حکم مجھے جان کی طرح پیارا ہے۔ ننگرم۔ تیری ذات کے سوا اگر کوئی منظورِ نظر نہیں ہے اگر کوئی دوسرا منظورِ نظر ہے وہ بھی تیرے لئے ہی ہے۔ عاشق۔ میں خدا اور اس کے فعل کا عاشق ہوں مخلوق کا عاشق نہیں ہوں۔ گبر۔ بت پرست غیر اللہ سے عشق کرتے ہیں۔

عاشقِ صُنعِ خدا با فر بُود — عاشقِ مصنوعِ اُو کافر بُود
اللہ کے فعل کا عاشق باعزت ہوتا ہے — اُس کی بنائی ہوئی چیز کا عاشق کافر ہوتا ہے

درمیانِ[۱] ایں دو فرقے بس خفیست — خود شناسد آنکہ در رُویت صفیست
اِن دونوں باتوں میں بہت باریک فرق ہے — وہ پہچانتا ہے جو تاڑنے میں ممتاز ہے

توفیق میانِ ایں دو حدیث کہ الرِّضَا بِالْکُفْرِ کُفْرٌ و حدیث

اِن دو حدیثوں میں تطبیق کہ کفر پر رضامندی کفر ہے اور دوسری

دیگر کہ مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ

حدیث کہ جو شخص میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری (طرف سے نازل شدہ) بلا پر صبر نہ کرے

فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ

اُسکو چاہیئے کہ میرے سوا دوسرا رب ڈھونڈ لے اور خدا تلاش کرلے

دی سوالے کرد سائل مر مرا — زانکہ[۲] عاشق بُود اُو بر ماجرا
کل ایک سوال کرنیوالے نے مجھ سے سوال کیا — کیونکہ وہ بحث کا عاشق تھا

گفت نکتۂ اَلرِّضَا بِالْکُفْرِ کُفْر — ایں پیمبر گفت و گفتِ اُوست مُہر
اُس نے کہا کفر پر رضامندی کفر ہے، نکتہ ہے — یہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے اور اُن کا فرمانا مہر ہے

باز فرمود اُو کہ اندر ہر قضا — مر مُسلماں را رضا باید رضا
پھر اُنھوں نے فرمایا کہ ہر قضا پر — مسلمان کو راضی ہونا چاہیئے

نے قضائے حق بود کفر و نفاق — گر بدیں راضی شوم گردد شقاق
کیا کفر اور نفاق اللہ (تعالیٰ) کا فیصلہ نہیں ہے؟ — اگر میں اِس پر راضی ہو جاؤں، گمراہی ہوگی

ور نیَم راضی بُود آں ہم زیاں — پس چہ چارہ باشدم اندر میاں
اور اگر میں راضی نہیں ہوں یہ بھی نقصان ہوگا — تو اُس میں میرے لئے کیا تدبیر ہے؟

گفتمش ایں کفر مقضی[۳] نے قضاست — ہست آثارِ قضا ایں کفر راست
میں نے اُس سے کہا یہ کفر مقضی ہے قضا نہیں ہے — فی الواقع یہ کفر قضا کے آثار میں سے ہے

پس قضا را خواجہ از مقضی بدا — تا اشکالت دفع گردد در زماں
اے خواجہ! قضا اور مقضی میں فرق سمجھ — تاکہ فوراً تیرا اِشکال دفع ہو جائے

اور قضا نہیں ہے، کفر قضاءِ خداوندی کا اثر ہے جو انسان کے کسب سے انسان میں ظاہر ہوتا ہے۔

---

[۱] درمیان- یعنی خالق کو رب بنانے اور مخلوق کو رب قرار دینے میں۔ صفی- منتخب، ممتاز۔ توفیق- دونوں حدیثوں میں تعارض یہ ہے کہ ایک میں فرمایا کہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا جو میری قضا پر راضی نہ ہو تو وہ میرا بندہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ کفر بھی خدا کی قضا ہے اِس اشکال کا جواب پہلے اشعار پر مبنی ہے۔ پہلے اشعار میں کہا تھا کہ اللہ کے صنع اور فعل کا عاشق مومن ہے اور مصنوع اور مخلوق کا عاشق کافر ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ قضاءِ کفر جو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اُس پر رضا ضروری ہے اور یہ عین ایمان ہے اور کفر مقضی اور مخلوق ہے اُس سے محبت کرنا کفر ہے لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

[۲] زانکہ- وہ سوال کرنے والا بحث و مباحثہ کا عاشق تھا۔ مہر یعنی قولِ رسولؐ حجت اور دلیل ہے۔ نے قضائے حق- یعنی کفر اور نفاق بھی اللہ کی قضا ہے اگر میں اِس پر راضی ہو جاؤں تو گمراہی ہے۔ ور نیم- یعنی اگر کفر اور نفاق پر راضی نہ ہوں تو دوسری حدیث کا مخالف ہونگا۔

[۳] مقضی نے قضا کفر مخلوق اور قضائے خداوندی سے پیدا شدہ چیز ہے اللہ کا فعل

راضیم[1] بر کفر زاں رو کہ قضاست
میں کفر پر اس اعتبار سے راضی ہوں کہ وہ قضا ہے
نے ازاں رو کہ نزاع و خبثِ ماست
نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ (خدا سے) جھگڑا اور ہماری خباثت ہے

کفر از روئے قضا خود کفر نیست
قضا کے اعتبار سے کفر، کفر نہیں ہے
حق را کافر مخواں اینجا مایست
اللہ (تعالیٰ) کو کافر نہ کہہ اس جگہ نہ ٹھہر

کفر جہل ست و قضائے کفر علم
کفر جہل ہے اور کفر کی قضا علم ہے
ہر دو[2] یک کے باشد آخر خلم و حلم
آخر بردباری اور غصہ دونوں ایک کب ہوتے ہیں

زشتی[2] خط زشتیِ نقاش نیست
خط کا بھدا پن نقاش کی برائی نہیں ہے
بلکہ از وے زشت را بنمودنیست
بلکہ اس کی جانب سے بھدے پن کی نمائش ہے

قوتِ نقاش باشد آنکہ او
یہ تو نقاش کی مہارت ہوگی کہ وہ
ہم تواند زشت کردن ہم نکو
وہ بھدا نمک بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی

گر کشایم بحث ایں را من بساز
اگر میں ساز و سامان کے ساتھ اس بحث کو کھولوں
تا سوال و تا جواب آید دراز
تاکہ سوال اور جواب دراز ہو جائے

ذوقِ نکتہ عشق از من میرود
عشق کے نکتہ کا ذوق مجھ میں سے جاتا رہے گا
نقشِ خدمت نقشِ دیگر می شود
(اور) خدمت کا نقش دوسرا نقش بن جائے گا

مثل[3] در بیانِ آنکہ حیرت مانعِ بحث و فکرت است
اس بیان میں ایک مثال کہ حیرت بحث اور فکر سے مانع ہے

آں یکے مردِ دو مو[4] آمد شتاب
ایک کھچڑی بالوں والا شخص تیزی سے آیا
پیشِ یک آئینہ دارِ مستطاب
ایک بھلے آئینہ والے (نائی) کے پاس

گفت از ریشم سفیدی کن جدا
کہا میری داڑھی سے سفیدی کو ہٹا دے
کہ عروسِ نو گزیدم اے فتیٰ
کیونکہ اے نوجواں! میں نے نئی شادی کی ہے

ریشِ او ببرید و کل پیشش نہاد
اس نے اس کی داڑھی کاٹ دی اور اسکے سامنے رکھدی
گفت تو بگزیں مرا کارے فتاد
کہا تو چن لے، مجھے ایک کام نکل آیا

ہونا کفر نہیں ہے بلکہ عین ایمان ہے جیسا کہ ایک خوشنویس ایک بھدی تحریر پر بھی قادر ہو یا ایک مصور بھیانک تصویر کے بنانے پر بھی قادر ہو تو وہ بھدی تحریر اور بھیانک تصویر بُری چیز ہے لیکن اسکا لکھنا اور بنانا خوشنویس اور مصور کا کمال ہے۔ گر کشایم۔ علمِ کلام کی بحثیں ذوقِ عشق کے منافی ہیں۔ نقشِ دیگر۔ علمِ کلام کی نکتہ آفرینیاں علماء عموماً اپنے علمی کمال کو ظاہر کرنے کیلئے کرتے ہیں ۔۔۔ [3] مثل۔ اہلِ حال اور اہلِ قال میں فرق واضح کرنے کے لئے یہ قصہ نقل کیا ہے جس طرح حجام فضول فرمائش میں نہ لگا اسی طرح اہلِ حال بحث و مباحثہ میں وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔ [4] دو مو یعنی وہ شخص جس کے بال کھچڑی تھے۔ مستطاب۔ بزرگ، پاکیزہ۔ عروس۔ دلہن، دولہا۔

[1] راضیم۔ بحیثیت فعلِ خداوندی کے کفر پر راضی ہونا عین ایمان ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ ہمارے کسب سے وقوع میں آتا ہے اس پر رضا کفر ہے۔ کفر یہاں سے مولانا نے اشکال کا دوسرا جواب دینا شروع فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاءِ کفر، کفر نہیں ہے لہٰذا قضاءِ کفر پر رضا کفر پر رضا نہیں ہے، قضاءِ کفر کو اگر کفر قرار دیا جائے گا تو نعوذ باللہ خدا پر کافر کا اطلاق ماننا ہوگا اسلئے کہ قضا فعلِ خداوندی ہے اگر وہ کفر ہو تو جس ذات سے فعل قائم ہوتا ہے اس پر فاعل کا اطلاق ہوتا ہے۔ کفر جہل ست یہ اشکال کا تیسرا جواب ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاءِ کفر اور کفر دونوں دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ قضاءِ کفر از قبیلِ علم ہے اور کفر از قبیلِ جہل ہے لہٰذا دونوں حدیثوں کا مفہوم جداگانہ ہے انمیں کوئی تعارض نہیں ہے۔ قضاءِ کفر کا علم ہونا یا تو اس طور پر ہے کہ قضاءِ خداوندی علمِ خداوندی پر مبنی ہے یا اس اعتبار سے کہ بندہ کے علم ہی پر یہ بات مبنی ہے کہ وہ خدا کو خالقِ کفر مانتا ہے اور کفر لامحالہ صفاتِ خداوندی سے جہل پر مبنی ہے۔
[2] زشتی خط۔ یہ اشکال کا چوتھا حل ہے کفر بری چیز ہے اسپر رضامندی کفر ہے لیکن قضاءِ کفر اور خلقِ کفر اللہ کے اعتبار سے صفتِ کمال ہے اسپر راضی

ایں سوال[1] و ایں جواب است اے گزیں — کہ سرِ اینہا ندارد مردِ دیں
اے برگزیدہ! یہ سوال اور یہ جواب ہے — کیونکہ دیندار شخص اس قسم کی باتوں کو دھیان میں نہیں لاتا ہے

آں یکے زد سیلیے مر زید را — حملہ کرد او ہم برائے کید را
ایک شخص نے زید کے طمانچہ مارا — اس نے بھی اس پر انتقام میں حملہ کر دیا

گفت سیلی زن سوالت می کنم — پس جوابم گوی وانگہ میزنم
طمانچہ مارنے والے نے کہا میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں — اس کا مجھے جواب دے، پھر مجھے مار لینا

بر قفائے[2] تو زدم آمد طراق — یک سوالے دارم اینجا در وفاق
میں نے تیری گدّی پر مارا تو تڑاخ کی آواز آئی — اس کے مناسب یہاں میرا ایک سوال ہے

ایں طراق از دستِ من بود یا — از قفاگاہِ تو اے فخرِ کیا
یہ تڑاخ (کی آواز) میرے ہاتھ کی تھی یا — اے بزرگوں کے فخر! تیری گدّی کی تھی

گفت از درد آں فراغت نیستم — کاندریں فکر و تفکر بیستم
اس نے کہا مجھے اس کے درد سے چھٹکارا نہیں ہے — کہ میں اس غور و فکر میں لگوں

تو کہ بیدردی ہمی اندیش ایں — نیست صاحب درد را ایں فکر ہیں
تو چونکہ درد سے خالی ہے، یہ سوچ — خبردار! دردمند کیلئے اس غور اور فکر کا وقت نہیں ہے

دردمنداں را نباشد فکرِ غیر — خواہ در مسجد برو خواہی بدیر
دردمندوں کو غیر کی فکر نہیں ہوتی ہے — خواہ تو مسجد میں جائے، یا بتخانے میں

غفلت[3] و بیدردیت فکر آورد — در خیالات نکتۂ بکر آورد
تیری غفلت اور بیدردی سوچنے کا موقع دیتی ہے — تیرے خیال میں نئے نئے نکتے پیدا کرتی ہے

جز غمِ دیں نیست صاحب درد را — می شناسد مرد را و گرد را
دردمند کے لئے دین کے غم کے سوا اور غم نہیں ہے — وہ مرد اور گرد کو پہچانتا ہے

حکمِ حق را بر سر و رو می نہد — حفظ و فکرِ خویش یکسو می نہد
(اللہ تعالیٰ) کے حکم کو سر اور چہرے پر رکھتا ہے — اپنے خیالات اور تجہد اغت کو ایکطرف رکھ دیتا ہے

حکایت

در صحابہ کم بُدے حافظ کسے — گرچہ شوقے بود جاں شاں را بسے
صحابہ میں کوئی حافظ کم ہوتا تھا — اگرچہ ان کی جان کو بہت شوق تھا

---

[1] ایں سوال۔ یعنی ایسی فضول فرمائش کا یہی جواب مناسب تھا آں یکے۔ اس قصہ سے بھی یہ ظاہر کرنا ہے کہ صاحبِ عشق تو اپنی لگن میں لگا رہتا ہے فضول بحثوں کا اس کے پاس وقت نہیں ہوتا جس کے طمانچہ لگا تھا وہ درد میں مبتلا تھا اس کو طمانچہ مارنے والے کی لغو بحث کی فرصت کہاں تھی۔ سیلی زن۔ طمانچہ مارنے والا۔

[2] بر قفا۔ گدّی پر۔ طراق۔ طمانچہ کی آواز۔ وفاق۔ مناسبت، اتفاق۔ گفت۔ جسکے طمانچہ لگا تھا اس نے کہا۔ بیستم۔ باایستم۔ تو کہ۔ تو چونکہ درد سے خالی ہے اس لئے اس طرح کی بحثیں تیرے دماغ میں آرہی ہیں۔ خواہ در مسجد۔ حق پرست ہو یا باطل پرست وہ اپنی دھن میں لگا رہتا ہے وہ عقلی بحثوں میں نہیں پڑتا ہے۔

[3] غفلت۔ جو دین سے غافل اور دردِ عشق سے خالی ہے وہ لایعنی منطقی بحثیں کرتا ہے۔ حکمِ حق۔ دردمند تو اللہ کے احکام بجالانے میں منہمک رہتا ہے۔ حکایت۔ صحابہ کرام چونکہ دردِ حق میں مبتلا رہتے تھے اسی لئے ان کو قرآن کے حفظ کا وقت نہ ملتا تھا۔ در صحابہ۔ صحابہ میں حافظِ قرآن کم تھے، ایک ایک سورت کے معانی میں تفکر کے اندر ان کا سب وقت لگتا تھا، مشہور صحابہ میں صرف چار حافظ تھے۔ ابیؓ بن کعب، معاذؓ بن جبل، زیدؓ بن ثابت، ابوزیدؓ۔

زانکہ[1] چوں مغزش درآگند و رسید
کیونکہ جب اُس کا گودا بھر گیا اور پک گیا
قشرہا شد بس رقیق و واکفید
چھلکے بہت پتلے ہو گئے اور پھٹ گئے

قشرِ جوز و فستق و بادام ہم
اخروٹ، اور پستہ اور بادام، کا چھلکا بھی
مغز چوں آگندشاں شد پوست کم
جب اُن میں گودا بھرا، چھلکا گھٹا

مغزِ علم افزود کم شد پوستش
علم کا گودا بڑھا، تو اُس کا چھلکا گھٹا
زانکہ عاشق را بسوزد دوستش
کیونکہ عاشق کو اُس کا معشوق جلا دیتا ہے

وصفِ[2] مطلوبی چو ضدِ طالبی ست
محبوبیت کی صفت، محبیت کی ضد ہے
وحی و برقِ نور سوزندۂ نبی ست
وحی اور نور کی بجلی نبی کو جلا دینے والی بھی

چوں تجلی کرد اوصافِ قدیم
جب قدیم اوصاف کی تجلی پڑی
پس بسوزد وصفِ حادث را گلیم
تو کلیم اللہ نے حادث کی صفت کو جلا دیا

رُبعِ قرآں ہر کرا محفوظ بود
جس کو چوتھائی قرآن حفظ تھا
جَلَّ فینا از صحابہ می شنود
تو وہ صحابہ سے سنتا تھا کہ وہ ہم میں بڑھ گیا

جمعِ صورت با چنیں معنیِ ژرف
ایسے گہرے معنی کے ساتھ الفاظ کا جمع ہو جانا
نیست ممکن جز ز سلطانے شگرف
بڑے بادشاہ کے علاوہ کسی کیلئے ممکن نہیں ہے

در[3] چنیں مستی مراعاتِ ادب
ایسی مستی میں ادب کی نگہداشت
خود نباشد ور بود باشد عجب
نہیں ہو سکتی، اگر ہو تو تعجب ہے

اندر استغنا مراعاتِ نیاز
بے نیازی میں نیاز مندی کی نگہداشت
جمعِ ضدین ست چوں گرد و دراز
گول اور لمبے جیسے ضدین کو جمع کرنا ہے

جمعِ ضدین از نیاز افتاد و ناز
نیاز اور ناز کو جمع کرنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے
باز در وقتِ تحیر امتیاز
پھر تحیر کے وقت امتیاز کو باقی رکھنا ضدین کو جمع کرنا بھی

چوں عصا معشوقِ عمیاں می شود
جیسا کہ لاٹھی اندھوں کی محبوب ہے
کور خود صندوقِ قرآں می شود
کور (باطن) قرآن کا صندوق بن جاتا ہے

دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص گول اور دراز چیز کو جمع کر لے۔ جمعِ ضدین۔ ناز اور نیاز کو جمع کرنا اور مقامِ حیرت میں پہنچ کر امتیاز کو باقی رکھنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے۔ صفاتِ خداوندی کا تقاضہ ناز ہوتا ہے اور عبودیت کا تقاضہ نیاز۔ تحیر محمود کے مقام پر بھی عبد و معبود کا فرق قائم رکھنا یہ صحابۂ کرام ہی کر سکتے تھے۔ چوں عصا۔ قرآن کے معانی اور اسرار و حکم کو جانے بغیر الفاظ کو رٹ لینا اور اُن سے عشق کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اندھے کو لاٹھی سے عشق ہوتا ہے اور ایسے حافظِ قرآن کی مثال صندوق کی سی ہے جس میں قرآن محفوظ کر دیا جائے تو نہ صندوق کو اسکے معانی اور اسرار کا علم ہے نہ اس شخص کو۔

[1] زانکہ۔ صحابۂ کرام مغز اور معانیِ قرآن سے پُر تھے اُنکے لئے الفاظ کی زیادہ اہمیت نہ تھی۔ مغزِ علم۔ قاعدہ ہے جب پھل پکنے پر آ جاتا ہے اور اُس میں مغز بھر جاتا ہے تو چھلکا گھٹ جاتا ہے اور رقیق ہو کر پھٹنے لگتا ہے۔

[2] وصفِ مطلوبی۔ محبوب اور محب، عاشق و معشوق دو جداگانہ چیزیں ہیں جب تک یہ دوئی ہے وصلِ حقیقی حاصل نہیں ہو سکتا تھی۔ آنحضورؐ پر وحی نازل ہوئی تو فنائیت کا درجہ حاصل ہوا اور دوئی ختم ہوئی۔ چوں تجلی۔ ذاتِ باری کی تجلی اوصافِ بشریت کو ختم کر دیتی ہے۔ ربعِ قرآن۔ صحابۂ کرام میں وحیِ الٰہی نے فنائیت کی صفت پیدا کر دی تھی لہٰذا مشاہدۂ حق اور مشغولِ باطن حفظِ قرآن کا موقع نہ دیتا تھا چوتھائی قرآن بھی حفظ کر لینا اُن کیلئے بڑی بات تھی۔ جمعِ صورت قرآن کے اسرار اور گہرے معنی کو سمجھتے ہوئے الفاظ کو یاد کر لینا بڑے ہی انسان کا کام ہے۔

[3] در چنیں مستی۔ صحابۂ کرام کو مشاہدۂ حق سے جو مستی حاصل تھی اس کے ہوتے ہوئے حفظِ قرآن کے آداب کا پابند ہو جانا ہر انسان سے ممکن نہیں ہے۔ اندر استغنا۔ مشاہدۂ حق کی مستی استغنا پیدا کر دیتی ہے اس کے ہوتے ہوئے نیاز مندی کی نگہداشت

گفت[1] کوراں خود صنادیق اند پُر — از حروفِ مُصحف و ذکر و نُذُر

(کسی نے) کہا ہے اندھے خود بھرے ہوئے صندوق ہیں — قرآن کے حروف اور ذکر اور نصیحت سے

باز صندوقے پُر از قرآں بہ است — زانکہ صندوقے بود خالی بدست

پھر قرآن سے بھرا ہوا صندوق بہتر ہے — اس سے کہ خالی صندوق ہاتھ میں ہو

باز صندوقے کہ خالی شد زبار — بہ ز صندوقے کہ پُر[2] موش ست و مار

پھر وہ صندوق جو بوجھ سے خالی ہے — اُس صندوق سے بہتر ہے جو چوہوں اور سانپوں سے بھرا ہوا ہو

حاصل اندر وصل چوں افتاد مرد — گشت دلالہ بہ پیشِ مرد سرد

خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان وصل پر پہنچ جائے — تو (اُس) انسان کیلئے رہنمائی کرنیوالا بے حقیقت ہے

چوں بمطلوبت رسیدی اے ملیح — شد طلبگاریِ علم اکنوں قبیح

اے خوبصورت! جب تو اپنے محبوب تک پہنچ گیا — تو اب (راستہ کی)، جانکاری کی طلب بُری ہے

چوں[3] شُدی بر بامہائے آسماں — سرد باشد جستجوئے نردباں

جب تو آسمان کے بالاخانوں پر پہنچ گیا — تو سیڑھی کی جستجو بے وقعت ہو گئی

جز برائے یاری و تعلیمِ غیر — سرد باشد راہِ خیر از بعدِ خیر

سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے — بھلائی (حاصل ہونیکے) بعد بھلائی کا راستہ بیکار ہے

آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی — جہل باشد بر نہادن صیقلی

جو روشن آئینہ صاف اور جلی ہو گیا — اُس کو صیقل پر رکھنا نادانی ہو گی

پیشِ سُلطاں خوش نشستہ در قبول — زشت باشد جُستن نامہ و رسول

بادشاہ کے سامنے خوش (اور) عزت کیساتھ بیٹھ کر — خط اور قاصد کو تلاش کرنا بُرا ہو گا

داستانِ مشغول شدنِ عاشق بعشق نامہ و خواندنِ

ایک عاشق کا عشق نامہ میں مشغول ہونا اور عشق نامہ کو اپنے معشوق کے

مطالعہ کردن عشق نامہ در حضورِ معشوقِ خویش و معشوق آنرا

سامنے پڑھنے کا بیان اور معشوق کا اُس کو ناپسند کرنا کیونکہ مدلول

ناپسند داشتن کہ طلبُ الدّلیلِ عندَ حضورِ المدلولِ قبیحٌ

کی موجودگی میں راہنما کی طلب بُری ہے اور معلوم تک پہنچنے کے

والاشتغالُ بالعلمِ بعدَ الوصولِ الی المعلومِ مذمومٌ

بعد علم میں مشغول ہونا بُرا ہے

---

[1] گفت۔ کہنے والے نے کہا جو لوگ قرآن کے اسرار و معانی سے بے بہرہ ہیں اور صرف الفاظ رٹتے ہیں وہ قرآن کے حروف اور ذکر و فکر کی آیتوں کے پُر شدہ صندوق ہیں۔ بجز۔ جو لوگ محض قرآن کے الفاظ کے حافظ ہیں وہ بھی اُن سے بہتر ہیں جو الفاظ سے بھی محروم ہیں

[2] کہ پُر موش۔ وہ لوگ جن کے سینے قرآن کے الفاظ سے بھی خالی ہیں اُن لوگوں سے بہتر ہیں جن کے سینے خیالات فاسدہ اور باطل عقائد سے بھرے ہوئے ہیں۔ حاصل۔ غرضکہ جو لوگ واصل بحق ہیں اُن کو کسی راہنما کی ضرورت نہیں ہے۔ چوں۔ جب مقصود حاصل ہو جائے تو اُس کا اتہ پتہ معلوم کرنا لغو بات ہے۔

[3] چوں شُدی۔ جو شخص بالاخانہ پر پہنچ گیا اُس کیلئے سیڑھی کو تلاش کرنا بیکار ہے۔ جز۔ واصل بحق اگر اللہ سے قرب کے وسائل اور ذرائع کا ذکر کرے تو دوسروں کی تعلیم کے لئے کرے۔ آئینہ۔ جب آئینہ خود صاف ہے تو اُس کو صیقل کرنا لغو کام ہے۔ پیشِ سُلطاں۔ جب محبوب تک رسائی ہو جائے تو پھر قاصد اور نامہ و پیام کی جستجو بیکار بات ہے۔

آں یکے رایار پیشِ خود نشاند ۔۔ **نامہ بیروں کرد و پیشِ یار خواند**

ایک (عاشق) کو معشوق نے اپنے سامنے بٹھالیا ۔۔ اس نے خط نکالا اور معشوق کے سامنے پڑھنے لگا

بیتہا در نامہ و مدح و ثنا ۔۔ **زاری و مسکینی و بس لابہا**

خط میں اشعار تھے، اور تعریف و توصیف تھی ۔۔ عاجزی اور مسکینی اور بہت سی خوشامدیں تھیں

گریہ و افغان و حُزن و دردِ خویش ۔۔ **خواری و بیزاری با اہل و خویش**

رونا اور فریاد، اور غم، اور اپنا درد ۔۔ ذلّت اور اہل، اور اپنوں سے بیزاری (تھی)

دُوری و رنجوری از ہجرانِ دوست ۔۔ **ذکرِ پیغام و رسول از مغز و پوست**

دوست کے ہجر کی وجہ سے دوری اور بیماری ۔۔ پیام اور قاصد اور رطب و یابس کا تذکرہ

ہمچنیں می خواند با معشوقِ خود ۔۔ **تا کہ بیروں شد ز حصر و حدّ و عَد**

وہ اس طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھتا رہا ۔۔ حتّٰی کہ احاطہ اور حد اور شمار سے تجاوز کر گیا

گفت معشوق ایں اگر بہرِ من ست[1] ۔۔ **گاہِ وصل ایں عمر ضائع کردن ست**

معشوق نے کہا اگر یہ (رونا دھونا) میری وجہ سے ہے ۔۔ تو وصل کے وقت یہ عمر کو ضائع کرنا ہے

من بہ پیشت[2] **حاضر و تو قصہ خواں** ۔۔ **نیست ایں بارے نشانِ عاشقاں**

میں تیرے سامنے ہوں اور تو قصے پڑھتا ہے ۔۔ یقیناً یہ عاشقوں کی پہچان نہیں ہے

گفت اینجا حاضری اما و لیک ۔۔ **من نمی یابم نصیبِ خویش نیک**

اس (عاشق) نے کہا تو اس جگہ موجود ہے لیکن ۔۔ میں اپنا حصہ پورا نہیں پا رہا ہوں

آنچہ می دیدم ز تو پارینہ سال ۔۔ **نیست ایں دم گرچہ می بینم وصال**

میں جو تجھ سے پار سال دیکھتا تھا ۔۔ وہ اب نہیں ہے اگرچہ میں وصل دیکھ رہا ہوں

من ازیں چشمہ زلالے خوردہ ام ۔۔ **دیدہ و دل زاب تازہ کردہ ام**

میں نے اس چشمہ سے صاف پانی پیا ہے ۔۔ میں نے آنکھوں اور دل کو پانی سے تازہ کیا ہے

چشمہ می بینم و لیکن آب[3] **نے** ۔۔ **راہِ آبم را مگر زد رہزنے**

میں چشمہ دیکھ رہا ہوں لیکن پانی نہیں ہے ۔۔ میرے پانی کا راستہ شاید کسی ڈاکو نے کاٹا ہو

گفت پس من نیستم معشوقِ تو ۔۔ **من بہ بلغار و مرادت در قتو**

اس نے کہا تو میں تیرا معشوق نہیں ہوں ۔۔ میں بلغار میں ہوں اور تیرا مقصود قتو میں ہے

عاشقی تو بر من و بر حالتے ۔۔ **حالت اندر دست نبود اے فتے**

تو مجھ پر اور (میری) ایک حالت پر عاشق ہے ۔۔ اے نوجوان! حالت قابو میں نہیں ہوتی ہے

---

۱ آں یکے۔ معشوق کے پاس بیٹھ کر اس کیلئے لکھے ہوئے خطوط پڑھنا معشوق کی ناگواری کا سبب ہوتا ہے۔ بیتہا۔ معشوق کو جو اس نے خط میں لکھا اس میں یہ بیانات تھے جو اس نے معشوق کے پاس بیٹھ کر پڑھنے شروع کر دیئے۔ گفت معشوق۔ معشوق نے سارا مضمون سُن کر کہا اگر یہ خط میرے نام تھا تو وصل کی حالت میں اس کا پڑھنا عمر کو ضائع کرنا ہے۔

۲ من بہ پیشت۔ معشوق کی حضوری میں خط پڑھنے کی مصروفیت اور شکوے شکایت عشق سے خالی ہونے کی علامت ہے، عاشق تو محوِ دیدار ہو کر سب کچھ بھول جاتا ہے۔ گفت۔ عاشق نے معشوق سے کہا تو حاضر ہے لیکن تیرا شباب ڈھل گیا ہے پہلے لطفِ صحبت تھا اب وہ مجھے حاصل نہیں ہے۔ زلال۔ صاف پانی۔

۳ آب نے یعنی تیرا وہ پہلا رنگ روپ نہیں ہے۔ بلغار۔ ایک شہر اور قتو شہر میں بہت فاصلہ ہے۔ عاشقی۔ تو میری ذات اور اس کی ایک حالت پر عاشق ہے، احوال میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

پس ^۱^ ہمہ کلّی مطلوبِ تو من — جزوِ مقصودم ترا اندر زمن
تو میں بالکلیہ تیرا مطلوب نہیں ہوں — میں زمانہ میں تیرے مطلوب کا جزو ہوں

خانۂ معشوقہ ام معشوق نے — عشق بر نقد ست و بر صندوق نے
میں معشوق نہیں ہوں، معشوق کا گھر ہوں — عشق تو نقدی سے ہے صندوق سے نہیں ہے

ہست معشوق آنکہ او یک تو بود — مبتدا و منتہا بت او بود
معشوق تو وہ ہے جو ایک حالت پر ہو — تیرا مبتدا اور منتہا وہ ہو

چوں بیابی اش نمانی منتظر — ہم ہویدا او بود ہم نیز سر
جب تو اس کو پالے تو منتظر نہ رہ — ظاہر میں بھی وہی (معشوق) ہو اور باطن میں بھی

میر ^۲^ احوال ست نے موقوفِ حال — بندۂ آں ماہ باشد ماہ و سال
وہ حالات پر حاکم ہوتا ہے نہ کہ حالات کا محکوم — مہینے اور سال اسی چاند کے غلام ہیں

چوں بگوید حال را فرماں کند — چوں بخواہد جسمہا را جاں کند
جب وہ حالات کو حکم دے وہ تابعداری کریں — جب وہ چاہے، جسموں کو روح بنا دے

منتہی نبود کہ موقوف ست او — منتظر بنشستہ باشد حال جو
جو موقوف ہے وہ منتہی نہیں ہے — وہ حال کا تلاش کرنے والا منتظر بیٹھا ہوا ہے

کیمیائے حال باشد دستِ او — چوں بجنباند شود مس مستِ او
اس کا ہاتھ، حال کی کیمیا ہوتا ہے — جب وہ ہاتھ ہلا دیتا ہے تو تانبا اس کا مست ہو جاتا ہے

گر بخواہد مرگ ہم شیریں شود — خار و نشتر نرگس و نسریں شود
اگر وہ چاہے تو موت بھی میٹھی ہو جائے — کانٹا اور نشتر بھی نرگس اور نسرین بن جائے

او ^۳^ بود سلطانِ حال اندر روش — نے چو تو محروم از حال و کشش
وہ سلوک میں حال پر حاکم ہوتا ہے — تیری طرح حال اور کشش سے محروم نہیں ہوتا ہے

آنکہ او موقوفِ حال ست آدمی ست — کہ گہے افزون و گاہے در کمی ست
جو حال کا محکوم ہے وہ (صرف) آدمی ہے — کہ کبھی بڑھوتری میں ہے، اور کبھی کمی میں ہے

۱ پس ہمہ۔ یعنی میری پوری ذات تیری معشوق نہیں ہے بلکہ میری ذات تیرے معشوق کا جزو ہے۔ خانہ یعنی میں تیرا معشوق نہ ہوا بلکہ وہ جوانی معشوق تھی جو میری ذات میں تھی لہٰذا میں صندوق تھا اور جوانی اس کے اندر کی نقدی کی طرح تھی تو عشق صندوق سے نہیں ہوتا بلکہ نقدی سے ہوتا ہے۔ ہست۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے کہ عارضی حسن معشوق بنانے کے قابل نہیں ہے۔ عشق اس ذات سے ہونا چاہیے جو لازوال ہے۔ انسان کی ابتدا بھی وہی ہے اور منتہی بھی وہی ہے۔ اَللّٰهُ یَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ اللہ ہی شروع میں پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کریگا پھر تم اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ چوں بیابی۔ اللہ کے وصل کے بعد پھر کسی معشوق کا منتظر نہ بن وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ هُوَ الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ
۲ میر احوال ست۔ عاشقِ خدا احوال پر حاکم ہوتا ہے احوال کا محکوم نہیں ہوتا نا شناس عاشق کا محکوم ہوتا ہے۔ وہ احوال پر حکمرانی کرتا ہے اور جسموں کو روح بنا دیتا ہے، حال اصطلاح میں وہ کیفیت ہے جو قلب پر بغیر کسی تکلف اور کوشش کے محض خداوندی عنایت سے وارد ہوتی ہے۔ جیسے قبض و بسط اور ذوق و شوق وغیرہ اور یہ کیفیت کسی نفسانی صفت کے ظہور کے وقت زائل ہو جاتی ہے لیکن

جس کو عشقِ الٰہی میں فنا فی الفنا کا درجہ حاصل ہو جائے وہ ان احوال کا محکوم نہیں رہتا بلکہ ان پر حاکم بن جاتا ہے۔ منتہی نبود۔ جو شخص احوال کے تابع ہے وہ کامل نہیں ہے۔ کیمیائے حال۔ فنا فی الفنا کے درجہ پر پہنچکر احوال اس عاشق کے تابع ہو جاتے ہیں جس حال کی اس کو خواہش ہو وہ پیدا ہو جائیگا وہ چاہے تو موت جیسی تلخ چیز بھی شیریں بن جاتی ہے اور کانٹے پھول بن جاتے ہیں غرضکہ وہ صاحب تصرفات ہوتا ہے ——— ۳ او بود۔ یعنی فنا فی الفنا کے درجہ پر پہنچکر احوال پر پورا قابو ہو جاتا ہے۔ آنکہ او۔ جو احوال کا محکوم ہوتا ہے اس میں قوئ بشری کا غلبہ رہتا ہے اس کو کبھی عروج اور کبھی نزول کی کیفیتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

صوفی ابن الوقت[۱] باشد در مثال | لیک صافی فارغ ست از وقت و حال
صوفی مثلاً، ابن الوقت ہوتا ہے | لیکن اہلِ صفا وقت اور حال سے بے نیاز ہوتا ہے

حالہا موقوفِ عزم و رائے او | زندہ از نفخِ مسیح آسائے او
احوال اس کے ارادے اور رائے کے تابع ہیں | اس کی مسیح جیسی پھونک سے زندہ ہیں

عاشقِ حالی نہ عاشق بر منی | بر امیدِ حال بر من می تنی
تو میرے حال کا عاشق ہے، نہ کہ مجھ پر | تو حال کی امید پر، مجھ پر جھکتا ہے

آنکہ گہ[۲] ناقص گہے کامل بود | نیست معبودِ خلیل آفل بود
وہ جو کبھی ناقص، کبھی کامل ہو | وہ خلیل (اللہ) کا معبود نہیں ہے، غروب ہو جانیوالا ہے

وانکہ آفل باشد و گہ آن و این | نیست دلبر لا اُحِبُّ الآفلین
وہ جو کہ غروب ہو جانے والا ہو اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا | وہ معشوق نہیں ہے "میں غروب کر جانیوالوں سے محبت نہیں کرتا ہوں"

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوش ست | یک زمانے آب و یکدم آتش ست
وہ جو کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے | ایک وقت پانی اور ایک وقت آگ ہے

برجِ مہ باشد ولیکن ماہ نے | نقشِ بت باشد ولے آگاہ نے
وہ چاند کا برج ہوگا، لیکن چاند نہیں ہے | وہ بت کا نقش ہے لیکن باشعور نہیں ہے

ہست صوفی صفا جوں ابنِ وقت | وقت را ہمچوں پدر بگرفتہ سخت
باصفا صوفی جو نکہ ابن الوقت ہے | وہ مضبوطی سے وقت کو باپ کی طرح پکڑے ہوئے ہے

ہست صافی غرقِ عشقِ ذوالجلال | ابنِ کس نے فارغ از اوقات و حال
(صوفیِ) صافی (اللہ) ذوالجلال کے عشق میں غرق ہے | وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات اور حال سے بے نیاز ہے

غرقہ نورے[۳] کہ او لم یولد ست | لم یلد لم یولد آن ایزد ست
وہ اس نور میں غرق ہے جو پیدا شدہ نہیں ہے | نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اللہ (تعالیٰ) کی شان ہے

رو چنیں عشقے بجو گر زندۂ | ورنہ وقتِ مختلف را بندۂ
اگر تو زندہ ہے، جا ایسا عشق تلاش کر | ورنہ تو مختلف اوقات کا غلام ہے

منگر اندر نقشِ خوب و زشتِ خویش | بنگر اندر عشق و بر مطلوبِ خویش
اپنے اچھے برے نقش کو نہ دیکھ | عشق کو اور اپنے معشوق کو دیکھ

جو ابدی اور دائمی ہیں۔ رو چنیں عشقے۔ لم یزل اور لا یزال سے عشق کر۔ وقتِ مختلف۔ یعنی قابلِ تغیر مظاہر۔ منگر۔ انسان کی اپنی ذات کی اچھائی اور برائی طلب میں مانع نہ آنی چاہیے اسکو ہر وقت عشق اور معشوقِ حقیقی کو پیشِ نظر رکھ کر جد و جہد جاری رکھنی چاہیے۔ (شعر) تو مگو ما را بداں شہ بار نیست | با کریماں کارہا دشوار نیست

۱ ابن الوقت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو احوال اور تجلیات پر قابو نہ پا سکے اور اس سے خوارق اور کرامات کا اضطراراً ظہور ہونے لگے۔ صافی۔ اس سے مراد ابو الوقت اور صاحب مقام ہے یعنی وہ سالک ہوتا ہے جس کو احوال پر قابو ہوتا ہے اور اس کو روح و نفس پر پوری قدرت حاصل ہوتی ہے اس سے کرامات کا ظہور نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ان باتوں کو سنت اللہ کے خلاف سمجھتا ہے ابو الوقت کو ابن الوقت پر بہت فوقیت ہے۔ عاشقِ حالی۔ اب پھر معشوق کا مقولہ شروع ہوا۔ یعنی معشوق نے عاشق سے کہا تو میری ذات کا عاشق نہیں ہے بلکہ میری ایک کیفیت اور حالت کا عاشق ہے۔

۲ آنکہ گہ۔ جو متغیر ہو جانے والی چیز ہے وہ معشوق اور معبود بنانے کے قابل نہیں ہے۔ لا اُحِبُّ الآفلین۔ حضرت ابراہیمؑ نے چاند اور سورج کے بارے میں فرمایا تھا کہ میں ان زوال پذیر چیزوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ آنکہ او۔ جن چیزوں کا حسن اور کمال زوال پذیر ہے انکو صفاتِ باری کا صرف مظہر سمجھو حقیقی محبوب نہ بناؤ۔ صوفیِ صافی یعنی ابن الوقت سالک۔ صافی یعنی ابو الوقت صاحبِ مقام سالک۔

۳ غرقہ نورے۔ ابو الوقت تجلیاتِ رب میں غرق رہتا ہے

منگر آنکہ تو حقیری یا ضعیف
یہ خیال نہ کر کہ تو حقیر ہے یا کمزور ہے
بنگر اندر ہمّتِ خود اے شریف
اے بھلے! اپنی ہمّت کو دیکھ

تو بہر حالے[۱] کہ باشی می طلب
تو جس حالت میں ہو طلب (جاری) رکھ
آب می جُو دائماً اے خشک لب
اے خشک ہونٹوں والے! ہمیشہ پانی تلاش کر

کاں لبِ خشکت گواہی می دہد
کیونکہ تیرے خشک ہونٹ گواہی دیتے ہیں
کو باآخر بر سرِ منبع رسد
کہ وہ بالآخر چشمے پر پہنچ جائیں گے

خشکیِ لب ہست پیغامے ز آب
ہونٹوں کی خشکی پانی کا ایک پیغام ہے
کہ بمات آرد یقیں ایں اضطراب
کہ یقیناً یہ اضطراب تجھے ہم تک لے آئے گا

کایں طلبگاری مبارک جُنبشے ست
کہ یہ طلب، بابرکت حرکت ہے
ایں طلب در راہِ حق مانع کُشے ست
حق کے راستہ میں یہ طلب موانع کو ختم کر دینے والی ہے

ایں طلب مفتاحِ مطلوباتِ تُست
یہ طلب تیرے مطلوبوں کی کُنجی ہے
ایں سپاہِ نصرت و رایاتِ تُست
یہ (طلب) تیری کامیابی کے سپاہی اور جھنڈے ہیں

ایں طلب ہمچوں خروسے در صیاح
یہ طلب مرغ کی طرح چیخنے میں ہے
میزند نعرہ کہ می آید صباح
(اور) نعرہ لگا رہی ہے کہ صبح آنے والی ہے

گرچہ[۲] آلت نیستت تو می طلب
خواہ وسائل نہ ہوں، تو طلب کر
نیست آلت حاجت اندر راہِ رب
اللہ کے راستہ میں وسائل کی ضرورت نہیں ہے

ہر کرا بینی طلبگار اے پسر
اے بیٹا! تو جس کو طلب گار دیکھے
یارِ اُو شو پیشِ اُو انداز سر
اس کا دوست بنجا (اور) اس کے سامنے سر رکھ دے

کز جوارِ[۳] طالباں طالب شوی
طلبگاروں کے قُرب سے تو طلبگار بن جائیگا
وز ظلالِ غالباں غالب شوی
اور (نفس پر) غالب لوگوں کے سایہ سے تو غالب بنجائیگا

گر یکے مورے سلیمانے بجُست
اگر ایک چیونٹی سلیمان کی جُستجو کرے
منگر اندر جُستنِ اُو سُستیت
تو اس کی جُستجو کو حقارت سے نہ دیکھ

ہر چہ داری تو ز مال و پیشہ
جو کچھ بھی تو مال اور ہُنر رکھتا ہے
نے طلب بُود اوّل و اندیشہ
کیا وہ ابتدا میں جُستجو اور فکر نہ تھا؟

گر یکے گنجے بیابد نادرست
اگر کوئی خزانہ (اچانک) پائے تو یہ نادر ہے
ور باستد از طلب ہم قاصرست
اگر وہ طلب سے رُک جائے تو کوتاہی کرنیوالا ہے

---

[۱] تو بہر حالے۔ خواہ طالب تھا یا کمزور ہو وہ طلب پیدا کرلے۔ کاں۔ اُس کی کمزوری ہی مطلوب تک رہنما بن جائیگی۔ خشکیِ لب۔ طلب کا اضطراب اور بیقراری لامحالہ مطلوب تک پہنچا دیتی ہے ایں طلب۔ طلب اور جُستجو کامیابی کی ضامن ہے۔ ایں طلب جس طرح مرغ کی اذان صبح کی آمد کی علامت ہے اسی طرح جُستجو مقصود تک پہنچنے کی علامت ہے۔

[۲] گرچہ۔ (شعر)......
دادِ حق را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرطِ قابلیت داد ادست
ہر کرا بینی۔ اگر طلب نہیں ہے تو طلبگاروں کے ساتھ لگ جانا چاہیئے مقصود حاصل ہو جائے گا۔

[۳] کز جوار۔ نیکوں کی صحبت تاثیر سے خالی نہیں رہتی ہے۔ گر یکے۔ اگر کوئی ضعیف اور کمزور طالبِ حق ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھو۔ ہر چہ داری۔ دنیا کی دولت بھی طلب اور فکر و تدبر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ گر یکے گنجے۔ اگر کسی بزرگ کی صحبت سے کچھ حاصل بھی ہو جائے تو وہ صرف استعداد ہوگی اگر طلب اور جُستجو ختم کردی تو وہ بھی ضائع ہو جائے گی۔

هر که چیزے[۵۱] جُست بےشک یافت اُو
جس نے کسی چیز کی طلب کی یقیناً اُس کو ملی ہے
چوں بجدّ اندر طلب بشتافت اُو
جبکہ محنت سے وہ طلب میں دوڑا ہے

چوں نہادی در طلب پا اے پسر
اے بیٹا! جبکہ تُو نے جستجو میں قدم رکھا
یافتی و شُد میسّر بے خطر
تو نے (مطلوب) پالیا اور وہ بلاخطرہ کے مل گیا

ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب
اے خواجہ! کسی وقت بھی بغیر جستجو کے نہ رہ
تا بیابی ہر چہ خواہی بے تعب
(اس خیال سے) کہ تو جو چاہے گا بغیر مشقت کے پالیگا

عاقبت جوئندہ یابندہ بُود
جُستجو کرنے والا، بالآخر پاجانے والا ہوتا ہے
چونکہ در خدمت شتابندہ بُود
چونکہ (مطلوب کی) خدمت میں (پہنچنے کیلئے) دوڑنے والا ہوتا ہے

در طلب چالاک شو زیں فتح باب
طلب میں تیز رَو بن، اِس سے فتح باب
می طلب و اللہ اَعلَمُ بِالصَّواب
طلب کر اور خدا بہتر جانتا ہے

حکایت[۵۲] آں مردکہ در عہد داؤد علیہ السّلام شب و روز دُعا و تضرّع
اس شخص کا قصّہ جو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں دن رات دُعا اور عاجزی
می کرد کہ بارِ خُدایا مرا روزی حلال بدہ بے رنج کسب
کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ کمائی کی تکلیف کے بغیر مجھے حلال روزی عنایت کر

آں یکے در عہدِ داؤدِ نبی
ایک شخص، داؤدؑ نبی کے زمانے میں
نزدِ ہر دانا و پیشِ ہر غبی
ہر عقلمند کے پاس اور ہر غبی کے سامنے

ایں دعا می کرد دائم کاے خدا
ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا، کہ اے خدا!
ثروتے بے رنج روزی کُن مرا
بغیر محنت کے مجھے مالداری عطا فرمادے

چوں[۵۳] مرا تو آفریدی کاہلے
جبکہ تونے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے
زخم خوارے سُست جنبے مبلے
(اور) مار کھانیوالا، کمزور پہلو والا، ناکارہ

بر خرانِ پُشت ریشِ نامُراد
نامراد، زخمی کمر، گدھوں پر
بارِ اسپاں و اشتراں نتواں نہاد
گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جاسکتا

کاہلم چوں آفریدی اے ملی
اے بے نیاز! جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے
روزیم دہ ہم ز راہِ کاہلی
مجھے روزی بھی کاہلی کے راستہ سے عطا فرما

کاہلم من سایہ خُسپم در وجود
میں کاہل، زندگی بھر سایہ میں سویا ہوں
خفتم اندر سایۂ افضال و جُود
مہربانیوں اور سخاوت کے سایہ میں سویا ہوں

---

۵۱ ہر کہ چیزے۔ عربی کا مشہور مقولہ من جدّ وجد۔ جس نے کوشش کی اس نے پایا۔ ہیں مباش۔ انسان کا خیال بالکل غلط ہے کہ بلا محنت اور مشقت کے کچھ حاصل ہو سکے گا۔ عاقبت۔ جو شخص محبوب کی طلب میں دوڑتا ہے وہ لامحالہ مطلوب کو پالیتا ہے۔ فتحِ باب۔ یعنی قربِ حق کے دروازے کی کشادگی۔

۵۲ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص بہرحال اپنی تمنائیں پوری کرنے کی دھن میں لگا تھا لامحالہ اس کا مقصد پورا ہوا۔ بار۔ بزرگ بمعظم۔ آں یکے۔ یہ شخص جگہ جگہ یہی دعا کرتا پھرتا تھا کہ اس کو بغیر محنت کے دولت مل جائے۔ دائم۔ ہمیشہ۔ ثروت۔ مالداری۔

۵۳ چوں مرا یعنی میں جس اہلیت کا ہوں مجھ سے ویسی کام لے مجھ پر روزی کمانے کی تکلیف نہ ڈال۔ زخم خوار۔ پٹنے والا۔ سست جنب کمزور پہلو والا۔ سست۔ ناکارہ۔ ملی۔ غنی۔ مالدار۔ سایہ خسپم۔ سایہ میں سونا راحت طلبی کی علامت ہے۔ در وجود۔ یعنی جب سے پیدا ہوا ہوں۔

کاہلان و سایہ خسپاں را مگر
کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لئے شاید
روزیِ بنوشتہ نوعے دگر
تو نے دوسری ہی طرح کی روزی مقدر کی ہے

ہر کرا پا ہست جوید روزیے
جس کے پاؤں ہیں وہ روزی تلاش کرتا ہے
ہر کرا پا نیست کُن دلسوزیے
جس کے پاؤں نہیں ہیں اس پر رحم فرما

رزق را میراں بسوئے آں حزیں
اُس غمگین کی طرف روزی بھیج
ابر را می کش بسوئے ہر زمیں
ہر زمین کی جانب ابر کو پہنچا

چوں زمیں را پا نباشد، جودِ تو
چونکہ زمین کے پاؤں نہیں ہیں تیری سخاوت
ابر را راند بسوئے اُو دوتو
ابر کو تہ بہ تہ اُس کی طرف لیجاتی ہے

طفل را چوں پا نباشد مادرش
بچہ کے چونکہ پاؤں نہیں ہوتے (اسلئے) اسکی ماں
آید و ریزد وظیفہ بر سرش
آتی ہے اور غذا اُس کے سر پر بہاتی ہے

روزیِ خواہم بناگہ بے تعب
بغیر محنت کے اچانک روزی چاہتا ہوں
کہ ندارم من ز کوشش جز طلب
اسلئے کہ سوائے طلب کے میرے پاس اور کوئی کوشش نہیں ہے

مُدتے بسیار می کرد ایں دعا
بہت مدت تک یہ دعا کرتا رہا
روز تا شب، شب ہمہ شب تا ضحیٰ
دن سے رات تک تمام رات (بلکہ) چاشت تک

خلق می خندید بر گفتارِ اُو
اُس کی باتوں پر لوگ ہنستے تھے
بر طمع خامے و بر بیکارِ اُو
اس کے بیکار لالچ اور اُس کی ہٹ پر

کہ چہ می گوید عجب ایں سست ریش
کہ تعجب ہے، یہ بیوقوف کیا کہتا ہے؟
یا کسے داد ست بنگِ بیہشیش
کیا کسی نے اُس کو بے ہوشی کی بھنگ پلادی ہے

راہِ روزی کسب و رنج ست و تعب
روزی کا راستہ کمانا، تکلیف برداشت کرنا اور تھکنا ہے
ہرگز ایں نادر نشد ور شد عجب
یہ انوکھی بات کبھی نہیں ہوئی اور اگر ہو تو تعجب ہے

ہر کسے را پیشہ داد و طلب
اللہ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور طلب دی ہے
از رہ کسب و تعب با رنج و تب
کمائی اور تھکن سرگرمی اور تکلیف کے راستے

اُطْلُبُوا الْاَرْزَاقَ مِنْ اَسْبَابِهَا
رزقوں کو اُن کے اسباب سے طلب کرو
وَادْخُلُوا الْاَوْطَانَ مِنْ اَبْوَابِهَا
وطنوں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو

شاہ و سلطان و رسولِ حق کنوں
شاہ اور سلطان اور اللہ کے رسول اب
ہست داؤدِ نبیِ ذو فنوں
صاحب ہنر داؤدؑ نبی ہیں

۱؎ نوعے دگر یعنی کاہلوں کی روزی بغیر کمائے بقدر ہے۔ ہر کرا یعنی جس میں کمانے کی طاقت ہے۔ پانیست۔ یعنی جو کاہل ہے اور اسمیں کمانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ ابر را یعنی جس طرح زمین کے پاؤں نہیں ہیں اور قوت اس کی غذا ابر کو بھیجکر پہنچاتا ہے اسی طرح میرا رزق بغیر محنت کے میرے پاس پہنچا دے۔

۲؎ طفل را۔ بچہ میں چلنے کی طاقت نہیں ہوتی تو اس کی ماں کے ذریعہ اس کی غذا اس کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ کہ ندارم۔ مجھ میں محض طلب ہے اور کوئی ذریعہ اختیار کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ سست ریش۔ بیوقوف۔ بنگ۔ بھنگ۔

۳؎ ایں نادر یعنی بغیر کمائے روزی حاصل ہونا۔ شاہ یعنی حضرت داؤدؑ کو اس قدر فضائل کے باوجود زرہ بنانے کا پیشہ اختیار کرنا پڑا، تب روزی ملتی تھی۔

هست[۵۱] در فرمانِ اُو از وحش و طیر
وحشی جانور اور پرندے اُن کے حکم میں ہیں

در ہمہ روئے زمیں اُو راست سیر
تمام روئے زمین پر اُن کا دورہ ہے

باچناں عزّے و نازے کاندر وست
اس عزّت اور ناز کے باوجود جو انہیں ہے

کہ گزیدستش عنایتہائے دوست
کہ اُنکو دوست (خدا) کی عنایتوں نے منتخب کر لیا ہے

معجزاتش بے شمار و بے عدد
ان کے معجزے بے شمار اور ان گنت

موجِ بخشایش مدد اندر مدد
اُنپر بخشش کی موجیں پے درپے (ہیں)

ہیچکس را خود ز آدمؑ تاکنوں
کسی شخص کی آدمؑ سے اب تک۔

کے بُدست آواز ہمچوں ارغنوں
آواز ارغنوں (باجا) کی طرح کب ہوئی ہے؟

کہ بہر وعظے بمیراند دویست
کہ ہر وعظ میں وہ دوسو کو مار ڈالتے

آدمی را صوتِ خوبش کرد نیست
انسان کو اُن کی حسین آواز فنا کر دیتی

شیر و آہو جمع گردد آں زماں
اُس وقت شیر اور ہرن جمع ہوجاتے

سُوئے تذکیرش مغفل ایں ازاں
اُن کے وعظ میں (اور) یہ اُس سے غافل

کوہ[۵۲] و صحرا ہم رسائل بادمش
پہاڑ اور جنگل بھی ان کی آواز کے ہم آواز تھے

ہر دو اندر وقتِ دعوت محرمش
دونوں دعوت دینے کے وقت اُنکے ہمراز تھے

ایں و صد چنداں مر اُو را معجزات
یہ اور ایسے سینکڑوں معجزے اُن کے تھے

نورِ رویش بے جہات و در جہات
اُن کے چہرے کا نور بے جہت اور تمام جہتوں میں تھا

باہمہ تمکیں خدا روزی اُو
تمام عزّتوں کے باجود اللہ (تعالیٰ) نے اُنکی روزی

کردہ باشد بستہ اندر جستجو
جستجو کے ساتھ وابستہ کی تھی

بے زرہ[۵۳] بافی و رنجے روزیش
زرہ بنانے اور تکلیف اٹھانے کے بغیر انکی روزی

می نیاید باہمہ فیروزیش
باوجود تمام نیک بختیوں کے حاصل نہیں ہوتی تھی

اینچنیں مخذول و واپس ماندہ
ایسا ذلیل اور پھٹکارا ہوا

خانہ کندہ دوں و گردوں راندہ
خانہ ویران، کمینہ اور آسمان کا پھٹکارا ہوا

اینچنیں مُدبر ہمی خواہد کہ اُو
ایسا بدبخت یہی چاہتا ہے کہ وہ

گنج یابد تا رود پایش فرو
خزانہ پالے یہانتک کہ اُسمیں اُسکا پاؤں دھنسے

ز احمقی خواہد کہ بے رنجش نود
حماقت کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بغیر تکلیف کے فوراً

بے تجارت پُر کند دامن زسود
(اور) بغیر کاروبار کیے نفع سے دامن بھرلے

---

۵۱ ہست۔ حضرت داؤدؑ کے نغمے پر چرند پرند جمع ہو جاتے تھے۔ ہیچکس۔ لحن اور نغمہ کا معجزہ صرف حضرت داؤدؑ کو ملا تھا۔ ارغنوں۔ مشہور باجا ہے۔ کہ بہر وعظے۔ حضرت داؤدؑ جب وعظ میں خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے سینکڑوں آدمی وجد میں آکر بیہوش اور جاں بحق ہو جاتے تھے۔ شیر و آہو۔ نغمہ کو سُن کر شیر اور ہرن جمع ہوجاتے تھے اور وجد کے عالم میں ایک دوسرے سے بیخبر رہتا تھا۔

۵۲ کوہ۔ حضرت داؤدؑ کے نغمے سے پہاڑ اور جنگل کی گونج اُن کی ہم آواز ہوجاتی تھی۔ رسائل۔ شرکاء۔ بے جہات۔ یعنی حضرت داؤدؑ کے چہرے کا نور مطلق بھی تھا اور مقید بھی تھا۔

۵۳ بے زرہ۔ حضرت داؤدؑ لوہے کی زرہیں بنا کر اپنی روزی کماتے تھے۔ مخذول۔ رسوا، ذلیل۔ مدبر۔ بدبخت۔ پایش فرو۔ یعنی چلتے پھرتے اُس کو خزانہ مل جائے اور اُس میں اُس کا پاؤں دھنس جائے۔ بتود۔ نفع۔

اینچنیں[1] گیجے نیامد در جہاں | کہ برآیم بر فلک بے نردباں
ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں ہوا (جو یہ کہے) | کہ میں آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھوں گا

ایں ہمی گفتش بتسخر نک بگیر | کہ رسیدت روزی و آمد بشیر
(کوئی) اُس سے مذاق میں کہتا، یہ لے لے | کہ تیری روزی آگئی اور خوشخبری دینے والا آگیا

واں ہمی خندید ما را ہم بدہ | زانچہ یابی ہدیہ اے سالارِ دِہ
کوئی ہنستا کہ ہمیں بھی دینا | اے چودھری! اُس عطیہ میں سے جو تجھے ملے

او ازیں تشنیعِ مردم وین فسوس | کم نمیکرد از دعا و چاپلوس
وہ لوگوں کی اِس طعنہ زنی اور ملامت سے | دعا اور خوشامد میں کمی نہ کرتا تھا

تا کہ شُد در شہر معروف و شہیر | کو ز انبانِ تہی جوید پنیر
یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف اور مشہور ہوگیا | کہ وہ خالی تھیلے میں پنیر تلاش کرتا ہے

شد مثلؔ[2] در خام طمعی آں گدا | او ازیں خواہش نمی آمد جدا
وہ فقیر بیکار لالچ میں ضربُ المَثَل بن گیا | (لیکن) وہ اِس خواہش سے جدا نہ ہوا

کم نمی کرد از دعا و ابتہال | کرد اجابت مُستعانِ ذوالجلال
اُس نے دعا اور زاری ختم نہ کی | (اللہ تعالیٰ) مُستعان اور ذوالجلال نے اسکی دُعا قبول کرلی

دویدن گاو در خانہ آں دعا کنندہ بالحاح قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللہَ یُحِبُّ المُلِحِّیْنَ فِی الدُّعَاءِ زیرا کہ عین خواستِ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ ست الحاح خواہندہ را بہ است از آنچہ میخواہد ازوے و عُذر[3] گفتنِ نظم کنندہ و مدد خواستن

اُس عاجزی کے ساتھ دعا کرنے والے کے گھر میں ایک گائے کا دوڑ کر آنا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا میں عاجزی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے کیونکہ عاجزی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز ہے اور مانگنے والے کیلئے عاجزی اُس سے بھی زیادہ اچھی ہے جو وہ اس سے مانگتا ہے اور ناظم کا عذر کرنا اور مدد چاہنا

تا کہ روزے ناگہاں در چاشتگاہ | ایں دُعا می کرد با زاری و آہ
یہاں تک کہ ایک دن چاشت کے وقت اچانک | وہ یہ دعا زاری اور آہ کے ساتھ کر رہا تھا

ناگہاں در خانہ اش گاوے دوید | شاخ زد بشکست دربند و کلید
اچانک اسکے گھر میں ایک گائے دوڑ آئی | اُس نے سینگ مارا کنڈی اور کھٹکا توڑ ڈالا

---

[1] اینچنیں یعنی اچانک خزانہ مل جانے کی تمنا تو ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھ جانے کی تمنا کرے۔ ایں ہمی۔ کوئی مذاق میں کہتا کہ روزی آگئی کوئی کہتا کہ اس میں سے ہمیں بھی دینا۔ بشیر۔ خوشخبری دینے والا۔ سالارِ دہ۔ گاؤں کا سردار، چودھری۔ شہیر۔ مشہور۔ انبان۔ تھیلا۔

[2] مثل شد۔ یعنی یہ فقیر اپنے بیکار لالچ میں ضربُ المثل بن گیا۔ مُستعان۔ وہ جس سے مدد طلب کی جائے، اللہ تعالیٰ۔ الحاح۔ زاری و عاجزی۔ مُلِح۔ زاری کرنیوالا۔

[3] عذر گفتن۔ آئندہ اشعار میں مولانا نے اپنی مثنوی کے اِتمام کی دعا شروع کی ہے۔ دربند۔ بند کنندۂ در۔

گاؤ گستاخ اندراں خانہ بجست
گائے بے باکی سے گھر میں گھس آئی

مرد برجست و قوائمہاش[۱] بست
(وہ) شخص لپکا اور اس نے اسکے پاؤں باندھ دیئے

پس گلوی گاؤ ببرید آں زماں
فوراً گائے کو ذبح کر دیا

بے توقف بے تأمل بے اماں
بغیر توقف، بے تأمل، امن دیئے بغیر

چوں سرش ببرید شد سوئے قصاب
جب اس کو ذبح کر دیا قصاب کے پاس گیا

تا اہابش[۱] بر کَند در دم شتاب
تاکہ وہ فوراً اس کی کھال اتار دے

اے تقاضا[۲] گر دروں ہمچوں جنیں[۳]
اے پیٹ کے بچہ کیطرح باطن میں تقاضا کرنیوالے!

چوں تقاضا می کنی اتمام ایں
جبکہ تو اس (مثنوی) کی تکمیل کا تقاضا کر رہا ہے

سہل گرداں رہ نما توفیق دہ
آسان فرمادے، راہنمائی کردے توفیق عطا فرما

یا تقاضا را بہل بر مامنہ[۴]
یا تقاضے کو چھوڑ دے ہم پر بار نہ رکھ

چوں ز مفلس زر تقاضا میکنی
جبکہ تو مفلس سے روپے کا تقاضا کرتا ہے

زر ببخش در سِرّ اے شاہِ غنی
اے شاہ، بے نیاز! در پردہ اس کو روپیہ بخشدے

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر
تیری امداد کے، بغیر نظم اور قافیہ، صبح و شام

زہرہ کے دارد کہ آید در نظر
کب طاقت رکھتے ہیں کہ وہ (نظم و قوافی) جلوہ گر ہوں

نظم و تجنیس[۴] و قوافی اے علیم
اے دانا! نظم اور تجنیس اور قافیے

بندۂ امرِ تواند از ترس و بیم
ڈر اور خوف سے تیرے غلام ہیں

چوں مسبّح[۵] کردۂ ہر چیز را
جبکہ تو نے ہر چیز کو تسبیح خواں بنایا ہے

ذاتِ بے تمیز و با تمییز را
باشعور، اور بے شعور ذات کو

ہر یکے تسبیح بر نوعِ دگر
ہر ایک، ایک دوسرے قسم کی تسبیح

گوید و از حالِ آں ایں بیخبر
کرتا ہے اور یہ اُس کے حال سے بے خبر ہے

آدمی[۶] منکر ز تسبیحِ جماد
جمادات کی تسبیح سے آدمی منکر ہے

واں جماد اندر عبادت اوستاد
حالانکہ جمادات عبادت میں ماہر ہیں

بلکہ ہفتاد و دو ملّت ہر یکے
بلکہ بہتر[۷۲] فرقوں میں سے ہر ایک

بے خبر از یکدگر و اندر شکے
ایک دوسرے سے بیخبر ہے اور شک میں ہے

چوں دو[۲] ناطق را ز حالِ ہمدگر
جبکہ دو بولنے والے ایکدوسرے کے حال سے

نیست آگہ چوں بُوَد دیوار و در
آگاہ نہیں ہیں تو در و دیوار کے بارے میں
آگاہی کیسے ہو

---

۱ قوائم ـ پاؤں۔ اِہاب ـ چمڑا، کھال۔ ۲ تقاضا ـ چونکہ پہلے اشعار میں روزی طلب کرنیوالے کی دعا کی مقبولیت کا ذکر تھا اسلئے اس قصہ کو چھوڑ کر مثنوی کی تکمیل کیلئے دعا شروع کردی ہے جنین ـ پیٹ کا بچہ۔ یعنی جس طرح پیٹ میں بچہ چھپا ہوا ہے اسیطرح باطن میں خدا کی جانب سے کاموں کی تکمیل کا تقاضا چھپا ہوا ہے۔ برمامنہ ـ یعنی مجھ پر مثنوی کے اتمام کا بار نہ ڈال۔ چوں ز مفلس یعنی مجھے مثنوی کے معانی اور قوافی عنایت فرمادے۔ بے تو تیری مدد کے بغیر صبح و شام یعنی زمانہ کی کیا طاقت ہے کہ وہ کوئی شعر کہلا سکے۔ تجنیس ـ دو لفظوں کا لفظی یا معنوی اعتبار سے باہمی مشابہ ہونا۔ ۵ چوں مسبّح ـ پہلے اشعار میں چونکہ نظم و قوافی کو اللہ کے حکم کا غلام قرار دیا تھا اب مولانا غیر ذی روح چیزوں کے تابع فرمانِ الٰہی ہونے کو بیان کرتے ہیں۔ ہر یکے ـ دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن ہر چیز کے تسبیح کرنے کا طریقہ جداگانہ ہے۔ ۶ آدمی ـ انسان جمادات یعنی پتھر وغیرہ کی تسبیح کو نہیں سمجھ پاتا اسلئے وہ انکی تسبیح خوانی کا انکار کر دیتا ہے۔ بلکہ مشہور ہے کہ دنیا میں مذہبی ۷۳ فرقے ہیں جن میں سے ۷۲ گمراہ ہیں ایک فرقہ درست ہے۔ ہر فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی تسبیح کرتا ہے دوسرے لوگ اس سے واقف نہیں ہوتے ہیں۔ چوں دو ناطق ـ دو انسان جو مذہبی اعتبار سے ایکدوسرے سے جدا ہیں جبکہ وہ باہمی ایکدوسرے کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہیں تو جمادات کی تسبیح کو کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔

چوں من از تسبیحِ ناطق غافلم جب میں بولنے والے کی تسبیح سے غافل ہوں	چوں بداند سبحۂ صامت دلم تو میرا دل بے زبان کی تسبیح کو کیسے سمجھے؟
ہست سُنّی را یکے تسبیحِ خاص سُنّی کی ایک خاص تسبیح ہے	ہست جبری را ضدِ آں در مناص نجات پانے میں جبری (کی تسبیح) اُسکے خلاف ہے
سُنّی از تسبیحِ جبری بے خبر سُنّی، جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے	جبری از تسبیحِ سُنّی بے اثر جبری، سُنّی کی تسبیح سے بے نشان ہے
ایں ہمی گوید کہ آں ضالّ ست و گم یہ کہتا ہے کہ وہ گمراہ ہے اور بہکا ہوا ہے	بے خبر از حالِ اُو و ز امرِ قُم اُس کے حال سے اور قُم کے حکم سے بے خبر ہے
واں ہمی گوید کہ ایں را چہ خبر وہ یہ کہتا ہے کہ اُس کو کیا پتہ	جنگ شاں افگند یزداں از قدر اللہ (تعالیٰ) نے تقدیر سے اُنہیں جنگ پیدا فرمادی ہے
گوہرِ ہر یک ہویدا می کند ہر ایک کی اصل کو ظاہر کر رہا ہے	جنس از ناجنس پیدا می کند جنس کو ناجنس سے واضح کر رہا ہے
قہر را از لطف داند ہر کسے قہر کو مہر سے ہر شخص جُدا سمجھتا ہے	خواہ دانا خواہ ناداں یا خسے خواہ وہ دانا ہو خواہ ناداں یا کمینہ
لیک لطفے قہر در پنہاں شدہ لیکن وہ مہر جو قہر میں پوشیدہ ہے	یا کہ قہرے در دلِ لطف آمدہ یا وہ قہر جو مہر کے اندر ہے
کم کسے داند مگر ربّانیے اُسکو، سوائے اُس باخدا انسان کے کوئی نہیں جانتا ہے	کش بُوَد در دل محکّ جانیے جس کے دل میں رُوح کی کسوٹی ہو
باقیاں زیں دو گمانے می برند باقی لوگ اُن دونوں میں شک کرتے ہیں	سوئے لانہ خود بیک پر می پرند اپنے آشیانہ کیجانب ایک بازو سے اُڑتے ہیں

دربیانِ آنکہ علم را دو پر و گمان را یک پر ست
اِس کا بیان کہ علم کے دو بازو ہیں اور شک کا ایک بازو ہے

علم را دو پر گماں را یک پر ست علم کے دو بازو ہیں شک کا ایک بازو ہے	ناقص آمد ظن بہ پرواز ابتر ست شک اُڑنے میں ناقص ہے اور دُم کٹا ہے
مرغِ یک پر زود افتد سرنگوں ایک بازو کا پرندہ، جلد اوندھا گرتا ہے	باز بر پرّد دو گامے یا فزوں پھر دو قدم یا کچھ زیادہ اُڑتا ہے

۱ ناطق۔ بولنے والا۔ صامت۔ خاموش، نہ بولنے والا۔ بہت سُنّی۔ سُنّی فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے تو جبری فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے اور ایک دوسرے کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہیں۔ ایں ہمی۔ یہ جبری کہتا ہے کہ سُنّی گمراہ ہے۔ امرِ قُم۔ جہاں جہاں قرآن میں انسان کو قُم کا حکم ہوا ہے جسکے معنے ہیں تو کھڑا ہو۔ یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ فعلِ انسانی انسان کی قدرت میں ہے ورنہ اُسکو یہ حکم نہ دیا جاتا۔ یہ جبری عقیدہ کے خلاف دلیل ہے لیکن جبری اِس دلیل سے بیخبر ہے۔ قدر۔ ازل میں یہ اختلافات مقدر کردیئے گئے تھے تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہوسکے۔

۲ قہر را از لطف۔ بعض خاص قہر اور خاص مہر ہیں ایسے قہر و مہر کو ہر شخص سمجھ لیتا ہے لیکن بعض وہ مہر ہیں جو قہر میں پوشیدہ ہوتی ہیں جیسا کہ باپ کا بچہ پر تعلیم کیلئے سختی کرنا یا اللہ تعالیٰ کا کسی مومن کو کسی مرض میں مبتلا کرنا اِسیطرح بعض قہر وہ ہیں جو مہر میں پوشیدہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کافروں کیلئے دنیاوی نعمتوں میں فراخی پیدا کرنا اِس کو صرف خاصانِ خدا سمجھتے ہیں۔

۳ باقیاں۔ عام لوگ مہر میں پوشیدہ قہر اور قہر میں پوشیدہ مہر کے بارے میں دو طرح کا خیال کرتے ہیں یعنی اُنکی حقیقت میں مشکوک ہوتے ہیں۔ علم یعنی حقائق تک پہنچنے میں یقین کی پرواز لگتی ہے۔

اورظن اور شک کی پرواز ناقص ہو۔ ابتر۔ دُم کٹا جس پرند کی دُم کٹی ہوئی ہوتی ہے اُسکی پرواز صحیح نہیں ہوتی۔

افت[1] و خیزاں می رود مرغِ گماں
گمان کا پرندہ گرتا پڑتا روانہ ہوتا ہے
با یکے پر بر امیدِ آشیاں
ایک بازو سے، آشیانہ کی امید پر

چوں ز ظن وا رست علمش رو نمود
جب وہ گمان سے نجات پا گیا اُسکا علم رونما ہوا
شد دو پر آں مرغ و پرہا بر گشود
(اب) وہ پرندہ دو بازو کا ہو گیا اور بازو کھول دیئے

بعد ازاں یمشی سویاً مستقیم
اُس کے بعد ٹھیک سیدھا روانہ ہوتا ہے
نے علیٰ وجہہٖ مکبّاً او سقیم
نہ اپنے چہرے کے بل اوندھا یا بیمار

با دو پر بر می پرد چوں جبرئیل
جبرئیل ؑ کی طرح دو بازوؤں سے اونچا اُڑتا ہے
بے گماں بے فکرت و بے قال و قیل
بغیر گمان، بغیر فکر اور بغیر چناں وچنیں کے

گر[2] ہمہ عالم بگویندش توئی
اگر تمام دنیا اُس سے کہے کہ تو ہی
بر رہِ یزدان و دینِ مستوی
خدائی راستہ اور سیدھے دین پر ہے

او نگردد گرم تر از گفتِ شاں
وہ اُن کی باتوں سے جوش میں نہیں آتا
جانِ طاقِ او نگردد جفتِ شاں
اُس کی یکتا روح اُن کی ساتھی نہیں بنتی ہے

ور ہمہ گویند او را گمرہی
اور اگر سب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے
کوہ پنداری و تو برگِ کہی
خود کو پہاڑ سمجھتا ہے حالانکہ تو گھاس کا تنکا ہے

او نیفتد در گماں از طعنِ شاں
اُن کی طعنہ زنی سے وہ شک میں نہیں پڑتا ہے
او نگردد دردمند از طعنِ شاں
اُن کی طعنہ زنی سے وہ رنجیدہ نہیں ہوتا ہے

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت
بلکہ اگر سمندر اور پہاڑ بولنے لگیں
گویدش با گمرہی گشتی تو جفت
اُس سے کہیں تو گمراہی کا ساتھی ہے

ہیچ یک ذرہ نیفتد در خیال
وہ ایک ذرہ (بھی) گمان میں مبتلا نہیں ہوتا
نے بطعنِ طاعناں رنجور حال
نہ طعنہ زنوں کی طعنہ زنی سے رنجیدہ ہوتا ہے

مطمئن[3] و موقن و بے احتیال
مطمئن اور صاحبِ یقین اور بے حیلہ ہوگا
کاینچنیں باشد مگر در کل حال
شاید ہر حالت میں ایسا ہی ہوتا ہو گا

مثالِ رنجور شدنِ آدمی بوہمِ تعظیمِ خلق و رغبتِ
انسان کا لوگوں کی تعظیم کرنے اور معتقدین کی اُس کی طرف رغبت کے وہم سے

مشتریاں بوے و حکایتِ معلمِ کودکاں
بیمار پڑنا اور بچوں کے اُستاد کا قصہ

[1] افت و خیزاں۔ یعنی گمان حقیقت تک پہنچنے کے لئے گرتا پڑتا چلتا ہے آشیاں۔ گھونسلا، یعنی مقصد۔ چوں ز ظن یعنی جب انسان مرتبۂ یقین تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اُس کی پرواز درست ہوتی ہے۔ بعد ازاں یقین کا مرتبہ حاصل ہو جانے کے بعد سیدھی اور سچی اڑان ہوتی ہے انسان ٹھوکریں نہیں کھاتا ہے بالآخر انسان کو معرفت حقیقی حاصل ہوجاتی ہے تو اُس کی پرواز جبرئیل ؑ کی طرح ہوتی ہے۔

[2] گر ہمہ۔ انسان کو جب علم کا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے تو لوگوں کی مدح اور قدح سے بے نیاز ہوجاتا ہے نہ مدح اُس میں مؤثر ہوتی ہے نہ قدح۔ کوہ پنداری۔ خود کو پہاڑ سمجھتا ہے۔ برگ کہی۔ برگِ کاہ، ہستی۔ طعن۔ طعنہ زنی، نیزہ بازی۔ ہیچ یک ذرہ۔ کامل الیقین خوشامدیوں اور حاسدوں کی باتوں سے قطعاً متاثر نہیں ہوتا ہے

[3] مطمئن۔ علم کے اعلیٰ مراتب حاصل ہو جانے پر انسان بہر حال مطمئن رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ لوگوں کی مدح اور قدح تو ہر حال میں جاری ہی رہتی ہے۔ رنجور شدن۔ اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جن کو علم الیقین نہیں ہوتا وہ کانوں کے کچے ہوتے ہیں اور مدح و قدح سے متاثر ہوتے ہیں۔

کودکانِ مکتبے از اوستاد / رنج دیدند از ملال و اجتہاد۱

ایک مکتب کے بچّے استاد کی جانب سے / تھکن اور محنت کی وجہ سے رنجیدہ ہو گئے

مشورت کردند در تعویقِ کار / تا معلّم در فتد در اضطرار

کام کو ٹالنے کے لئے انھوں نے مشورہ کیا / تاکہ اُستاد پریشانی میں مبتلا ہو جائے

چوں نمی آید وُرا رنجورئے / کہ بگیرد چند روز او دورئے

اُس کو کوئی بیماری کیوں نہیں لگتی؟ / کہ وہ چند دن دور رہے

تا رہیم از حبس واز تنگیِ کار / ہست اُو چوں سنگِ خارا برقرار

تاکہ ہم قید اور کام کی دشواری سے چھوٹ جائیں / وہ تو سنگِ خارا کی طرح جما ہوا ہے

آں یکے زیرک‌تر۲ ایں تدبیر کرد / کہ بگوید اوستا چونی تو زرد

ایک زیادہ ذہین نے یہ تدبیر کی / کہ وہ کہے گا، اُستاد آپ زرد کیوں ہیں؟

خیر باشد رنگِ تو برجا نیست / ایں اثر یا از ہوا یا از تبے ست

اللہ خیر کرے آپ کی رنگت ٹھیک نہیں ہے / یہ اثر ہوا یا بخار کی وجہ سے ہے

اندکے اندر خیال اُفتد ازیں / تو برادر ہم مدد کن ایں چنیں

اس سے وہ تھوڑا سا وہم میں پڑے گا / بھائی تو بھی اِسی طرح مدد کرنا

چوں در آئی از درِ مکتب بگو / خیر باشد اوستا احوالِ تو

جب تو دروازہ سے مکتب میں داخل ہو، کہنا / اللہ خیر کرے، استاد آپکے مزاج کیسے ہیں؟

آں خیالش اندکے افزوں شود / کز خیالے عاقلے مجنوں شود

اُس کا وہ وہم تھوڑا بڑھے گا / وہم کی وجہ سے عقلمند پاگل بن جاتا ہے

آں سوم واں چارم و پنجم چنیں / در پے ما غم نمایند و حنیں

تیسرا اور چوتھا اور ایسے ہی پانچواں / ہمارے بعد غم کا اظہار کرے اور روئے

تا چو سی۳ کودک پیاپے ایں خبر / متّفق گویند یابد مستقر

جب اِس بات کو تیس بچے پے درپے / بالاتفاق کہیں گے تو وہ جم جائے گی

ہر یکے گفتش کہ شاباش اے ذکی / باد بختت بر عنایت متّکی

ہر بچے نے اُس سے کہا اے ذہین! شاباش ہے / خدا کرے تیرے نصیبہ کا (اللہ کی) مہربانی پر ٹکاؤ ہو

متّفق گشتند در عہدِ وثیق / کہ نگرداند سخن را یک رفیق

مضبوط عہد میں سب متفق ہو گئے / کہ کوئی ساتھی بات کو نہ بدلے گا

۱ اجتہاد محنت کرنا مشقت برداشت کرنا۔ تعویقِ کار یعنی اُستاد کے محنت اور مشقت کرانے کو ٹالنا۔ چوں نمی آید۔ چونکہ وہ قدرتی طور پر بیمار نہیں ہوتا ہے اور مکتب میں برابر حاضر ہوتا ہے لہٰذا ہمیں کوئی فرضی کارروائی کرنی چاہیئے۔ برقرار یعنی اُستاد پتھر کی طرح مکتب میں جما ہوا ہے۔

۲ آں یکے۔ سب سے ذہین بچّہ نے یہ تدبیر سوچی کہ وہ اُستاد سے جا کر کہے گا کہ آپ کا رنگ پیلا کیوں ہو رہا ہے، شاید آپکو بخار ہو گیا ہے، اس سے اُستاد کو کچھ وہم پیدا ہو گا پھر دوسرا بچّہ بھی یہی کہے تو اُستاد کو بیماری کا خیال اور بڑھے گا اسی طرح مُسلسل دوسرے بچّے کہیں گے اور اُستاد کو اپنی بیماری کا یقین ہو جائیگا۔ اوستا۔ اُستاد کا مخفف ہے۔

۳ تا چو سی۔ تیس بچّے مُسلسل اُستاد کے رنگ کے زرد ہو جانے کو کہیں گے تو یہ بات اُستاد کے دل میں جم جائے گی۔ ہر یکے۔ اِس تدبیر پر ہر بچّہ نے اُس ذہین بچّے کو شاباش کہا اور دعا دی۔ عہدِ وثیق۔ مضبوط عہد۔ کہ نگرداند یعنی سب یہی بات کہیں کوئی بچّہ اِس بات میں تبدیلی نہ کرے۔

بعد ازاں سوگند داد او جملہ را | تا کہ غمّازے[۵۱] نگوید ماجرا
اس کے بعد اُس نے سب کو قسم دی | تاکہ کوئی چغلخور (بھیج) بات نہ بتائے

رائے آں کودک بچربید از ہمہ | عقلِ اُو در پیش می رفت از رمہ
اُس بچّہ کی رائے سب سے بڑھ گئی | اُس کی عقل گلّے سے آگے چلتی تھی

آں تفاوت ہست در عقلِ بشر | کہ میانِ شاہداں اندر صُوَر
انسانوں کی عقل میں ایسا ہی فرق ہے | جیساکہ معشوقوں کی صورتوں میں

دربیانِ آنکہ عقولِ خَلق متفاوت ست در اصلِ فطرت و نزدِ معتزلہ
اِس کا بیان کہ اصل فطرت میں لوگوں کی عقلوں میں فرق ہے اور مُعتزلہ کے نزدیک

متساوی ست و تفاوتِ عقول بسبب تجربہ و تحصیلِ علم ست
سب برابر ہیں اور عقلوں کا فرق تجربہ اور علم حاصل کرلینے کی وجہ سے ہے

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ جَمَالُ الرَّجُلِ فَصَاحَۃُ لِسَانِہٖ
آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کا حسن اُس کی زبان کی فصاحت ہے

زیں قِبَل فرمود احمدؐ در مقال | در زباں[۵۲] پنہاں بُوَد حُسنِ رجال
اِسی سلسلہ میں آنحضورؐ نے گفتگو میں فرمایا | انسانوں کا حُسن زبان میں پوشیدہ ہوتا ہے

اِختلافِ عقلہا در اصل بُود | بر وِفاقِ سُنّیاں باید شنُود
عقلوں کا فرق اصل سے تھا | سُنّیوں (کے قول) کے مطابق سننا چاہیے

برخلاف قول اہلِ اعتزال | کہ عقول از اصل دارند اعتدال
مُعتزلہ کے (اُس قول کے خلاف | کہ عقلیں اصل میں یکسانیت رکھتی ہیں

تجربہ و تعلیم بیش و کم کُند | تا یکے را از یکے اَعلَم کُند
تجربہ اور تعلیم گھٹاتے اور بڑھاتے ہیں | یہاں تک کہ ایک کو ایک سے زیادہ عالم بنادیتے ہیں

باطل[۵۳] ست ایں زانکہ رایِ کودکے | کہ ندارد تجربہ در مسلکے
یہ غلط ہے، کیونکہ بچّے کی رائے | جس کو کسی مسلک کا کوئی تجربہ نہیں ہے

بگذرد ز اندیشۂ مردانِ کار | عاجز آمد کارِشاں در اضطرار
تجربہ کار لوگوں کی رائے سے بڑھ جاتی ہے | اُن لوگوں کا کام پریشانی میں عاجز آجاتا ہے

بر دمید اندیشۂ زاں طفلِ خُرد | پیر با صد تجربہ بوئے نبُرد
اُس چھوٹے بچّے سے وہ خیال ظاہر ہوا | جس کی سَو تجربہ والے بوڑھے کو خوشبو بھی نہ آئی

---

۵۱ غمّاز۔ چغلخور۔ ماجرا۔ قصہ، یعنی یہ کہ ہم نے فرضی طور پر یہ سازش کی ہے۔ رمہ۔ یعنی بچوں کی جماعت۔ آں تفاوت۔ جس طرح اِس بچّہ اور دوسرے بچوں کی عقل میں فرق تھا اِسی طرح انسانوں کی عقل میں فرق ہے جیساکہ سب انسانوں کا ظاہر یکساں نہیں ہے باطنی حواس بھی یکساں نہیں ہیں۔ نزدِ معتزلہ۔ مُعتزلہ تمام انسانوں کی عقل کو اصل فطرت میں یکساں مانتے ہیں اور فرق محض تجربہ اور تعلیم کی بنیاد پر مانتے ہیں۔

۵۲ در زباں۔ حدیث میں ہے اَلۡمَرۡءُ مَخۡفِیٌّ تَحۡتَ لِسَانِہٖ یعنی انسان کی خوبی اُس کی زبان میں چھپی ہوئی ہے۔ اِعتدال۔ یکسانیت۔ اَعلم۔ زیادہ جاننے والا۔

۵۳ باطل ست۔ مولانا فرماتے ہیں معتزلہ کا یہ قول باطل ہے۔ بگذرد۔ وہ بچّہ جس کو نہ کوئی تجربہ ہے نہ تعلیم اُس کی رائے اور تدبیر تجربہ کار لوگوں سے بڑھ جاتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عقلوں کا تفاوت فطری ہے۔ طفلِ خُرد۔ وہی مکتب کا ذہین بچّہ۔

خود فزوں[1] آں بہ کہ آں از فطرت ست
(عقل کی) وہ زیادتی جو فطرت کیطرف سے ہے بہتر ہے

باز افزوں کوز جہد و فکرت ست
بہ نسبت اس زیادتی کے جو کوشش اور فکر کی وجہ سے ہے

تو بگو دادہ خدا بہتر بُود
تو بتا، اللہ کا دیا ہوا بہتر ہوتا ہے

یا کہ لنگے راہوارانہ رَود
یا وہ لنگڑا جو تیز رَو گھوڑے کی طرح چلے

دَر وہم افگندن کودکاں اُستاد را بمکر
مکاری سے بچوں کا استاد کو وہم میں ڈال دینا

روز گشت و آمدند آں کودکاں
دن نکلا، اور وہ بچے آئے

بر ہمیں[2] فکرت سوی مکتب رواں
اسی تدبیر کے مطابق مکتب کیجانب روانہ ہوئے

جملہ استادند بیروں منتظر
سب باہر منتظر کھڑے ہو گئے

تا در آید اوّل آں یارِ مُکر
تاکہ وہ مکار دوست پہلے اندر جائے

زانکہ منبع اُو بُدست ایں رای را
اس لئے کہ اس تدبیر کا وہی سرچشمہ تھا

سَر امام آمد ہمیشہ پائے را
سَر، ہمیشہ پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے

اے مقلّد تو مجو بیشی براں
اے پیچھے چلنے والے! تو اس سے آگے نہ بڑھ

کو بُوَد منبع ز نورِ آسماں
جو آسمانی نور کا سرچشمہ ہے

اُو در آمد گفت استاد را سلام
وہ آیا، بولا استاد کو سلام ہے

خیر باشد رنگِ رُویت زَرد فام
خدا خیر کرے آپکے چہرے کی رنگت پیلی ہے

گفت اُستا نیست رنجے مر مرا
اُستاد نے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے

تو برو بنشیں مگو یاوہ[3] ہلا
تو جا، بیٹھ جا، خبردار! بک بک نہ کر

نفی کرد اما غبارِ وہم بد
انکار کر دیا لیکن بُرے خیال کا وہم

اندکے اندر دلش ناگاہ زد
تھوڑا سا اچانک اُس کے دل میں رُونما ہوا

اندر آمد دیگرے گفت اینچنیں
دوسرا اندر آیا، اُس نے بھی ایسا ہی کہا

اندکے آں وہم افزوں شد بریں
اِس پر تھوڑا سا وہ وہم بڑھا

ہم چنیں تا وہم اُو قوت گرفت
اِسی طریقہ پر یہاں تک کہ وہم نے قوت پکڑی

ماند اندر حالِ خود بس در شگفت
وہ (اُستاد) اپنے معاملہ میں حیرانی میں پڑ گیا

رنجور شدن فرعون بوہم از تعظیم خلقاں
فرعون کا لوگوں کی تعظیم کے وہم سے بیمار ہونا

[1] خود فزوں۔ عقل کی وہ زیادتی جو فطری ہے وہ اس سے بہتر ہے جو کوشش اور تعلیم سے حاصل ہو۔ تو بگو۔ ظاہر ہے کہ اللہ کا عطیہ بہتر ہے۔ یا کہ۔ عقل کی فوقیت اگر فطری نہ ہو بلکہ کسبی ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ لنگڑا گھوڑا تیز روی اختیار کرلے۔

[2] ہمیں فکرت۔ اُستاد کو فریب دینے کی تدبیر۔ بیروں۔ مکتب سے باہر۔ یار مکر۔ وہی ذہین لڑکا۔ اے مقلد۔ یہ مولانا کی مُرید کو نصیحت ہے۔ کو۔ یعنی شیخ۔

[3] یاوہ۔ بکواس۔ ہلا حرفِ تنبیہ ہے۔ نفی کرد۔ یعنی اُستاد نے بیمار ہونے کا انکار کر دیا۔

سجدۂ خلق از زن و از طفل و مرد
عورتوں اور بچوں اور مردوں کے سجدوں نے

زد[1] دلِ فرعون را رنجور کرد
اثر کیا، فرعون کے دل کو بیمار کر دیا

گفتنِ ہر یک خداوند و ملک
ہر ایک کے مالک اور شاہ کہنے نے

آنچناں کرد ش زوہمِ منہلک
برباد کر دینے والے وہم کی وجہ سے اسکو ایسا بنا دیا

کہ بدعوائے الٰہی شد دلیر
کہ خدائی کے دعوے پر دلیر بن گیا

اژدہا گشت و نمی شد ہیچ سیر
اژدہا بنا، اور کبھی اُس کا پیٹ نہ بھرا

عقلِ جزوی آفتش وہم ست و ظن
وہم اور گمان، ناقص عقل کیلئے مصیبت ہے

زانکہ در ظلمات شد او را وطن
کیونکہ اُس کا ٹھکانا تاریکیوں میں ہے

بر زمیں[2] گر نیم گز راہے بود
زمین پر اگر آدھے گز کا راستہ ہو

آدمی بے وہم ایمن می رود
آدمی بغیر وہم کے مطمئن ہو کر چلتا ہے

بر سرِ دیوارِ عالی گر روی
اگر تو اونچی دیوار پر چلے

گر دو گز عرضش بود کژ می شوی
اگر دو گز کی چوڑائی ہو، تو اوندھا ہو جاتا ہے

بلکہ می افتی ز لرزِ دل بوہم
بلکہ وہم کیوجہ سے دل کے لرزنے سے تو گر پڑیگا

ترس وہمے را نکو بنگر بفہم
عقل کے ذریعہ خوف اور وہم کو خوب سمجھ لے

رنجور شدنِ اُستاد معلم بوہم و خیال
وہم اور خیال کی وجہ سے پڑھانے والے استاد کا بیمار پڑنا

گشت استا سخت سست از وہم و بیم
وہم اور ڈر سے اُستاد بہت سست ہو گیا

بر جہید و می کشانید او گلیم
اٹھا اور اُس نے کملی کھینچی

خشمگیں با زن کہ مہر او ست سست
بیوی پر غصہ تھا، کہ اس کو محبت کم ہے

من بدیں حالم نپرسید او نخست
میں اِس حالت میں ہوں اور اُس نے پہلے نہ پوچھا

خود مرا آگہ نکرد از رنگ من
اس نے مجھے میری رنگت سے آگاہ نہ کیا

قصد دارد تا رہد از ننگِ[3] من
اس کا تو ارادہ ہے کہ میری ذلت سے نجات پائے

او بحسن و جلوہ خود مست گشت
وہ اپنے حُسن اور جلوے میں مست ہو گئی ہے

بیخبر کز بامِ من افتاد طشت
اس سے بے خبر کہ طشت میرے بالاخانہ سے گرا ہے

آمد و در را بہ تندی وا گشاد
(گھر) آیا اور سختی سے دروازہ کھولا

کودکاں اندر پئے آں اوستاد
بچے اُس اُستاد کے پیچھے تھے

---

[1] زد یعنی اثر کرد۔ رنجور کرد۔ یعنی فرعون کو خدائی کے وہم کی بیماری میں مبتلا کر دیا، اژدہا۔ یعنی فرعون اقتدار مچنے میں اژدہا بنا پھر بھی اُس کا پیٹ نہ بھرا۔ عقلِ جزوی۔ عقلِ ناقص، عقلِ انسانی اُس کے بالمقابل عقلِ کلی ہے جس سے جبرئیلؑ یا حقیقتِ محمدیہ مراد لیتے ہیں۔

[2] بر زمین۔ وہم کو خلّاق مانا جاتا ہے، انسان زمین پر تیزی سے بھاگا چلا جاتا ہے اور کبھی نہیں گرتا مذ میں پر بھاگتے ہیں جس قدر زمین اُن کے استعمال میں آتی ہے اگر اُس سے دوگنا راستہ کسی بلند دیوار پر ہو تو اُس پر کبھی نہیں بھاگ سکتا کیونکہ اُس کو وہم ہوتا ہے کہ وہ گر جائیگا اور اس قوتِ واہمہ کی بنا پر وہ گر پڑتا ہے۔ خشمگیں۔ استاد گھر جاتے وقت یہ باتیں سوچ رہا تھا۔

[3] ننگ من یعنی وہ یہ سوچتی ہے کہ مر جاؤں تو اُسکو مجھ سے نجات ملے۔ بامِ من۔ طشت از بام افتادن محاورہ ہے جس کے معنی ہیں بات کا مشہور ہو جانا۔

گفت زن خیر ست چون زود آمدی — کہ مبادا ذاتِ نیکت را بدی

بیوی نے کہا خیر ہے؟ آپ جلد کیوں آ گئے؟ — خدا نہ کرے آپکی نیک ذات کو کوئی تکلیف پہنچے

گفت کوری رنگ و حالِ من ببیں — از غمم بیگانگانؔ اندر حنیں

اُس نے کہا تو اندھی ہے؟ میری رنگت اور حالت دیکھ — میرے غم میں دوسرے رو رہے ہیں

تو درونِ خانہ از بغض و نفاق — می نہ بینی حالِ من در احتراق

تو گھر کے اندر بغض اور نفاق کی وجہ سے — جلنے میں میری حالت نہیں دیکھتی ہے

گفت زن اے خواجہ رنجے نیستت — وہم و ظنّ و فکر بے معنیستت

بیوی نے کہا اے جناب! آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے — آپ کا وہم اور گمان اور فکر بلا وجہ ہے

گفت اے غرؔ تو ہنوزی در لجاج — می نہ بینی ایں تغیّر وارتجاج

اُس (شوہر) نے کہا اے بیوقوف! تو ابھی جھگڑے میں ہے — اِس تغیّر اور کپکپی کو نہیں دیکھ رہی ہے

گر تو کور و کر شُدی مارا چہ جرم — ما دریں رنجیم و در اندوہ و کُرمؔ

اگر تو اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور ہے — ہم تو اس رنج اور غم اور ضیق میں ہیں

گفت اے خواجہ بیارم آئینہ — تا بدانی کہ ندارم من گنہ

اُس نے کہا اے جناب! میں آئینہ لاتی ہوں — تاکہ آپ سمجھ لیں کہ میری کوئی خطا نہیں ہے

گفت رَو رَو چہ تو چہ آئینہ ات — دائماً در بُغض و کینی و عَنَت

اُس نے کہا جا، جا تو کیا، تیرا آئینہ کیا — تو ہمیشہ بغض اور کینہ اور سرکشی میں مبتلا ہے

جامۂؔ خواب مرا زُو گستراں — تا بخُسپم کہ سرِ من شد گراں

جلد میرا بستر بچھا دے — تاکہ میں سو جاؤں، مجھے سر گرانی ہے

زن توقّف کرد و مردش بانگ زد — کاے عدو زوتر ترا ایں می سزد

بیوی نے دیر کی، اور مرد اُس پر چیخا — کہ اے دشمن جلدی کر تیرے لئے یہ مناسب ہے؟

در جامۂ خواب افتادنِ اُستاد و نالیدنِ اُو بوہمِ رنجوری

اُستاد کا بستر میں لیٹ جانا اور بیماری کے وہم سے اُس کا رونا

جامہ خواب آورد و گسترد ش عجوز — گفت امکانے و باطن پُر زِ سُوز

بوڑھی بستر لائی، اور اس کے لئے بچھا دیا — (بوڑھی کے لئے) بولنا ممکن نہیں، اور دل میں جلن

گر بگویم مُتّہم دارد مرا — ور نگویم جِدّ شود ایں ماجرا

اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ مجھ پر تہمت دھریگا — اگر کچھ نہیں بولتی ہوں تو یہ قصہ حقیقی بنجائیگا

لہ بیگانگاں۔ یعنی بچے جو غیر ہیں وہ رو رہے ہیں۔ احتراق۔ جلنا، بخار۔ غِر۔ غین کے کسرہ کے ساتھ، ناتجربہ کار، غین کے فتح کے ساتھ زنِ فاحشہ۔ اِرتجاج۔ لرزہ، کپکپی۔

ٰ٢ کُرم۔ کاف کے ضمّہ کے ساتھ، اندوہ، غم۔ تا بدانی۔ آئینہ دیکھ کر تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ تم بیمار نہیں ہو اور میرا کہنا درست ہے۔ عَنَت۔ فساد، ہلاکت۔

ٰ٣ جامۂ خواب۔ سونے کا بستر۔ می سزد۔ یہ تاخیر تیرے لئے مناسب ہے۔ عجوز۔ بوڑھی یعنی اُستاد کی بیوی۔ گفتِ امکاں نے یعنی بیوی کا بولنا ممکن نہ تھا ورنہ اور بُرے بھلے سنتی لیکن غلط بات پر اُس کا دل جل رہا تھا۔ جِدّ شود۔ یعنی یہ وہمی بیماری، حقیقی بیماری بن جائیگی۔

فالِ بد رنجور گرداند ہمے — آدمی را کہ نبودستش غمے
بُری فال، بیمار بنا دیتی ہے — اُس آدمی کو بھی، جس کو کوئی غم نہ ہو

قولِ پیغمبر قبولُہٗ یُفرَضُ — اِن تَمارَضتُم لَدَینا تَمرَضُوا
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننا فرض کر دی گئی ہے — اگر ہمارے سامنے بتکلف مریض بنوگے مریض بنجاؤگے

گر بگویم[۱] اُو خیالِ بد زَنَد — فعل دارد زن کہ خلوت می کُنَد
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ بُرا خیال کریگا — کہ بیوی کو کوئی کام ہے تنہائی چاہتی ہے

مر مرا از خانہ بیروں می کُنَد — بہرِ فسقے فعل و افسوں میکُند
مجھے گھر سے بھگانا چاہتی ہے — بدی کے لئے کوشش اور تدبیر کرتی ہے

جامہ خواب افگند و اُستاد اوفتاد — آہ آہ و نالہ از وے می بزاد
اُس نے بستر بچھایا اور اُستاد لیٹ گیا — آہ، آہ اور رونا شروع کر دیا

کودکاں آنجا نشستند و نہاں — درس میخواندند با صد اندہاں
بچے وہاں بیٹھ گئے، اور آہستہ سے — سینکڑوں غموں کے ساتھ سبق پڑھنے لگے

کایں[۲] ہمہ کردیم و ہم زندانیم — بد بنائے بود و ما بد بانیم
کہ ہم نے سب کچھ کیا اور پھر بھی ہم قیدی ہیں — بُری عمارت تھی اور ہم بُرے بنانیوالے ہیں

ہیں دِگر اندیشۂ باید نمود — تا ازیں محنت فرح یابیم زود
خبردار! دوسری تدبیر کرنی چاہئے — تاکہ ہم اس مصیبت سے جلد راحت پالیں

دوم بار در وہم افگندن کودکاں اُستاد را کہ اُو را از قرآن خواندن صُداع آید و دردِ سَرا فزاید
بچوں کا اُستاد کو دوبارہ وہم میں مبتلا کر دینا کہ قرآن پڑھنے سے اُس کے سر میں درد پیدا ہو جائیگا اور سر کا درد بڑھ جائیگا

گفت[۳] آں زیرک کہ اے قومِ پسند — درس خوانید و کُنید آوا بلند
اُس ذہین بچے نے کہا اے دوستو! — سبق پڑھو، اور آواز بلند کرو

چوں ہمی خواندند گفت اے کودکاں — بانگِ ما استاد را دارد زیاں
جب اُنھوں نے اِسطرح پڑھا تو بولا اے بچو! — ہماری آواز سے اُستاد کو تکلیف ہوتی ہے

دردِ سَر افزاید اُستا را ز بانگ — ارزد ایں کو درد یابد بہرِ دانگ
آواز سے اُستاد کے سر میں درد بڑھتا ہے — کیا یہ مناسب ہے کہ دمڑی کیلئے انکے سر میں درد بڑھے؟

---

[۱] گر بگویم۔ اگر میں یہ کہتی ہوں کہ تم بیمار نہیں ہو تو دل میں یہ سوچے گا کہ مجھے کوئی بُرا کام کرنا ہے جس کی وجہ سے میں اُس کو گھر سے نکالنا چاہتی ہوں۔
با صد اندہاں۔ چونکہ اِس تدبیر سے بھی انھیں چھٹی نہ ملی تھی۔

[۲] کایں ہمہ۔ یعنی اُستاد کو بیمار بنانے کی بنیاد بھی ڈالی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ دگر اندیشہ۔ کوئی دوسری تدبیر۔ فرح۔ خوشی، راحت۔ صُداع۔ دردِ سر۔

[۳] گفت۔ یعنی اسی پہلے ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ بچے زور زور سے سبق پڑھیں۔ آوا۔ آواز۔ زیاں۔ نقصان۔ اُستا۔ استاد۔ دانگ۔ درہم کا چھٹا حصّہ، ہر بچہ اُستاد کو ہر مہینہ ایک دانگ دیتا ہوگا۔

خلاصی یافتن کودکاں از مکتب بدیں مکر و سوالِ مادراں از ایشاں

اِس مکاری کی وجہ سے بچوں کا چھٹکارا حاصل کرنا اور ماؤں کا اُن سے پوچھنا

گفت[1] اُستاد راست می گوید روید — دردِ سر افزوں شدم بیروں شوید
اُستاد نے کہا وہ ٹھیک کہتا ہے، جاؤ — میرے سر میں درد بڑھ گیا، باہر چلے جاؤ

سجدہ کردند و بگفتند اے کریم — دور بادا از تو رنجوری و بیم
سب نے سجدہ کیا اور کہا، اے جناب! — خدا کرے بیماری اور ڈر آپ سے دور ہو جائے

پس بروں جستند سوئے خانہا — ہمچو مُرغاں در ہوائے دانہا
پھر وہ گھروں کی جانب باہر کو بھاگے — جیسا کہ دانہ کی خواہش میں پرندے

مادراں شاں خشمگیں گشتند و گفت — روزِ کُتّاب[2] و شما با لہو جُفت
اُن کی مائیں خفا ہوئیں اور کہا — مکتب کا دن ہے اور تم کھیل کے ساتھی ہو

وقتِ تحصیل ست اکنون و شما — می گریزید از کتاب و اوستا
یہ حاصل کرنے کا وقت ہے، اور تم — کتاب اور اُستاد سے بھاگتے ہو

عذر آوردند کاے مادر تو ایست — ایں گناہ از ما و از تقصیر نیست
انھوں نے عذر کیا کہ اے اماں تو ٹھہر — یہ ہماری خطا اور کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے

عُذر آوردند ایشاں در زماں — کیں گنہ از ما نبود اے مادراں
انھوں نے فوراً عذر کیا — اے ماؤں! یہ ہمارا قصور نہ تھا

از قضائے آسماں اُستادِ ما — گشت رنجور و سقیم[3] و مُبتلا
آسمانی قضا سے ہمارا اُستاد — رنجور اور بیمار اور مبتلا ہو گیا

مادراں گفتند مکرست و دروغ — صد دروغ آرید بہرِ طمعِ دوغ
ماؤں نے کہا مکاری اور جھوٹ ہے — چھاچھ کے لالچ میں تم سو جھوٹ بول رہے ہو

ما صباح آئیم پیشِ اوستا — تا بہ بینیم اصلِ ایں مکرِ شما
ہم صبح کو اُستاد کے پاس جائیں گے — تاکہ ہمیں تمہارے اِس مکر کی اصل معلوم ہو جائے

کودکاں گفتند بسم اللہ روید — بر دروغ و صدقِ ما واقف شوید
بچوں نے کہا، بسم اللہ جاؤ — ہمارے جھوٹ اور سچ سے واقف ہو جاؤ

رفتنِ مادرانِ کودکاں بامداد بعیادتِ اُستاد

صبح کو بچوں کی ماؤں کا اُستاد کی مزاج پرسی کے لئے جانا

[1] گفت۔ ذہین بچے کے کہنے پر اُستاد نے کہا، ہاں میرے سر میں تمہاری آوازوں سے درد بڑھ گیا، باہر چلے جاؤ۔ دور بادا یعنی بچے یہ دعا دیتے ہوئے گھروں کو چل دیئے۔ ہمچو مرغاں۔ یعنی جس طرح چڑیاں دانہ کی طرف اڑ کر جاتی ہیں۔
[2] کُتّاب۔ مکتب۔ لہو کھیل کود۔ جفت۔ ساتھی جوڑا۔ تحصیل۔ حاصل کرنا یعنی علم حاصل کرنا۔ ایست ٹھہر۔ تقصیر۔ کوتاہی گناہ۔
[3] سقیم۔ بیمار۔ مبتلا۔ آزمائش میں پڑا ہوا بیمار۔ دوغ۔ دہی، چھاچھ۔ صباح۔ صبح۔ عیادت۔ مزاج پرسی۔

بامداداں آمدند آں مادراں — پرسشِ اُستا ز ہر گوشہ رُواں
صبح کو مائیں پہنچ گئیں — ہر جانب سے روانہ ہو کر اُستاد کی مزاج پُرسی کیلئے

خفتہ اُستا ہمچو بیمارِ[1] گراں — دردِ سر را سر بہ بستہ چوں زناں
اُستاد سخت بیمار کی طرح سویا ہوا تھا — عورتوں کی طرح دردِ سر کی وجہ سے سر کو باندھے ہوئے

ہم عرق کردہ ز بسیاری لحاف — سر بہ بستہ رُو کشیدہ در سجاف
لحافوں کی کثرت کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہوا تھا — سر کو باندھے ہوئے پردے میں منہ چھپائے ہوئے

آہ آہے می کند آہستہ اُو — جملگاں گشتند ہم لاحول گو
چپکے چپکے، آہ آہ کرتا تھا — سب لاحول پڑھنے لگے

خیر باشد اوستاد ایں دردِ سر — جانِ تو ما را نبُودہ زیں خبر
اے استاد! خدا خیر کرے، یہ دردِ سر — تیری جان کی قسم ہمیں اس کی خبر نہ تھی

گفت[2] من ہم بیخبر بودم ازیں — آگہم ایں کودکاں کردند ہیں
اس نے کہا میں بھی اس سے بے خبر تھا — ہاں، ان بچوں نے مجھے بتایا

من بُدم غافل بشغلِ قال و قیل — بودہ در باطن چنیں رنجے ثقیل
میں پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھا — اندر اس قدر بھاری مرض تھا

چوں بجد مشغول باشد آدمی — اُو ز دیدِ رنجِ خود باشد عمی
جب انسان پورا مشغول ہوتا ہے — تو وہ اپنی تکلیف کو دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے

از زنانِ مصر و یوسفؑ شد سَمر — کہ ز مشغولی بشد زیشاں خبر
مصر کی عورتوں اور یوسفؑ کا قصہ ہے — کہ مشغولیت کی وجہ سے اُن کو پتہ نہ چلا

پارہ پارہ کرد ساعد ہائے خویش — روح والہ کہ نہ پس بیند نہ پیش
اُنھوں نے اپنے گٹے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے — کیونکہ عاشق کی روح آگا دیکھتی ہے نہ پیچھا

اے[3] بسا مردِ شجاع اندر حراب — کہ ببرد دست و پایش را ضراب
لڑائی میں بہت سے بہادر ہوتے ہیں — کہ تلوار کی مار ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتی ہے

اُو ہماں دست آورد در گیر و دار — بر گمانِ آنکہ ہست اُو برقرار
وہ پکڑ دھکڑ میں اسی ہاتھ کو استعمال کرتے ہیں — اِس خیال سے کہ وہ ٹھیک ہے

خود نہ بیند دستِ رفتہ در ضرر — خوں ازو بسیار رفتہ بے خبر
وہ خرابی میں مبتلا ہاتھ کو نہیں دیکھتا ہے — بے خبری میں اُس سے بہت خون بہہ جاتا ہے

[1] بیمارِ گراں ۔ سخت بیمار ۔ عرق ۔ پسینہ ۔ سجاف ۔ پردہ ۔ جانِ تو ۔ تیری جان کی قسم ۔

[2] گفت ۔ استاد نے کہا اپنے بیمار ہو جانے کا مجھے بھی پتہ نہ تھا بچوں نے بتایا ہے ۔ قال و قیل ۔ سوال و جواب ۔ ثقیل ۔ بھاری ۔ چوں بجد ۔ استاد نے کہا زیادہ مصروفیت میں بیماری کا پتہ نہیں چلتا ہے عمی ۔ اندھا ۔ سمر ۔ قصہ یعنی مشہور قصہ ہے کہ زنانِ مصر حضرت یوسفؑ کے حسن میں ایسی محو ہو گئی تھیں کہ انھوں نے ترنج کی بجائے اپنے ہاتھ تراش لئے تھے ۔ والہ ۔ عاشق ، حیران ۔

[3] اے بسا ۔ بہادر لڑائی میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ اُس کو ہاتھ پاؤں کٹنے کی خبر ہی نہیں ہوتی اور خون بہہ جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہاتھ سالم ہے اور اُس سے وہ کام کر لیتا ہے ۔

دربیانِ آنکہ تن روح را چوں لباسے ست وایں دست آستینِ

اِس کا بیان کہ جسم، روح کے لئے بمنزلہ لباس کے ہے، اور یہ ہاتھ روح کے ہاتھ کی آستین

دستِ روح ست وایں پائے موزہ پائے روح

ہے، اور یہ پاؤں روح کے پاؤں کا موزہ ہے

تا بدانی کہ تن آمد چوں لبیس[۱] | رَو بجو لابس، لباسے را ملیس

خبردار! تو سمجھ لے کہ جسم لباس کی مانند ہے | جا، پہننے والے کو تلاش کر، لباس کو نہ چاٹ

روح را توحیدِ اللہ خوشتر ست | غیرِ ظاہر دست و پائے دیگر ست

روح کے لئے اللہ کی توحید بہت بہتر ہے | ظاہر کے علاوہ (اُسکے) دوسرے ہاتھ پاؤں ہیں

دست و پا در خواب بینی وائتلاف | آں حقیقت داں مدانش از گزاف

تو خواب میں ہاتھ اور پاؤں اور (اُنکا) جوڑ دیکھتا ہے | اُس کو حقیقت سمجھ اُس کو لغو نہ سمجھ

آں توئی کہ بے بدن داری بدن | پس مترس از جسمِ جاں بیروں شدن

تو وہ ہے کہ (اُس) بدن کے علاوہ بدن رکھتا ہے | تو جان کے جسم سے نکل جانے سے نہ ڈر

روح دارد[۲] بے بدن بس کاروبار | مُرغ باشد در قفس بس بیقرار

روح کے، بدن کے بغیر بہت سے مشغلے ہیں | پرندہ پنجرے میں بہت بیقرار رہتا ہے

باش تا مُرغ از قفس آید بروں | تا بہ بینی ہفت چرخ اُو را زبوں

ٹھہر جا کہ پرندہ، پنجرے سے باہر آئے | تاکہ تو ساتوں آسمانوں کو اُس کا فرمانبردار دیکھے

یک حکایت[۳] گویمت گر بشنوی | در حقیقت بر حقیقت بگروی

اگر تو سُنے تو میں تجھ سے ایک قصہ بیان کروں | حقیقتاً، تو اصلیت پر گرویدہ ہو جائے گا

حکایت آں درویشے کہ در کوہ خلوت کردہ بود و بیانِ حلاوتِ

اُس درویش کا قصہ جو پہاڑ میں خلوت نشین ہو گیا تھا، اور (لوگوں سے) جدائی

اِنقطاع و خلوت و داخل شدن دریں منقبت کہ اَنَا

اور خلوت کی شیرینی کا بیان اور اِس فضیلت میں داخل ہو جانا، کہ میں اُس کا

جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ وَاَنِیْسُ مَنِ اسْتَانَسَ بِیْ

ہمنشین ہوں جو مجھے یاد کرے اور میں اُس کا دوست ہوں جو مجھ سے اُنسیت کرے۔

گر با ہمہ چو بے منی بے ہمہ | ور بے ہمہ چو با منی با ہمہ

اگر تو سب کے ساتھ ہے جبکہ میرے بغیر ہے تو سب سے جدا ہے | اگر تو سب کے بغیر ہے جبکہ میرے ساتھ ہے تو سب کے ساتھ ہے

---

[۱] لبیس۔ لباس۔ لابس۔ لباس پہننے والا یعنی روح۔ ملیس۔ مت چاٹ۔ لیسیدن مصدر کا صیغہ امر ہے۔ دیگر ست۔ یعنی روح کے ہاتھ پاؤں جو نظر نہیں آتے ہیں۔ دست و پا۔ خواب میں انسان جن ہاتھ پاؤں کو دیکھتا ہے وہ اس مادی جسم کے نہیں ہیں کیونکہ یہ تو آنکھ سے نظر آتے ہیں وہ جسم مثالی کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ داری بدن یعنی جسم مثالی۔

[۲] روح دارد۔ روح کو جسم عنصری سے نکلنے کے بعد بہت سے معاملات پیش آتے ہیں۔ مُرغ۔ اس عنصری جسم میں روح ایک پرندے کی طرح ہے جو پنجرے میں بند ہو۔ باش۔ عنصری جسم سے نکلنے پر روح بلند پرواز بن جاتی ہے۔

[۳] حکایت۔ چونکہ مولانا یہ سمجھا رہے تھے کہ جسم عنصری کے نقصان سے روح میں نقصان نہیں آتا ہے۔ اب اس حکایت سے یہ بتاتے ہیں کہ اُن بزرگ کا ہاتھ کٹ جانے کے باوجود، بطور کرامت کام کرنے لگتا تھا۔

بود درویشے بکہسارے مقیم
ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا

خلوت[1] اُورا بود ہمخواب و ندیم
خلوت، اُس کی دن رات کی ساتھی تھی

چوں زخالق می رسید اُورا شمول
چونکہ اُس تک اللہ تعالیٰ کی ہوا پہنچتی تھی

بود از انفاس مرد و زن ملول
وہ مرد و عورت کے سانسوں سے تنگ تھا

ہمچناں کہ سہل شُد مارا حضر
جیسا کہ ہمارے لئے اقامت آسان ہے

سہل شُد ہم قوم دیگر را سفر
دوسروں کے لئے سفر بھی آسان ہے

آنچنانکہ عاشقی بر سروری
جیسا کہ تو سرداری پر عاشق ہے

عاشق ست آں خواجہ بر آہنگری
وہ خواجہ (سردار) لوہا بننے پر عاشق ہے

ہر کسے[2] را بہرِ کارے ساختند
ہر ایک کو ایک کام کے لئے بنایا ہے

میلِ آنرا در دلش انداختند
اُس کا رجحان اُس کے دل میں ڈالدیا ہے

دست و پابے میل جنباں کے شود
بغیر رجحان کے ہاتھ اور پاؤں کب ہلتے ہیں؟

خار و خس بے آب و بادے کے رود
کوڑا کرکٹ ہوا اور پانی کے بغیر کب روانہ ہوتا ہے؟

گر بہ بینی میلِ خود سوئے سما
اگر تو اپنا رجحان آسمان کی طرف دیکھے

پرِ دولت بر کُشا ہمچوں ہُما
ہُما کی طرح خوش نصیبی کے پر کھولدے

ور بہ بینی میلِ خود سوئے زمیں
اگر تو اپنا رجحان زمین کی طرف دیکھے

نوحہ می کُن ہیچ منشیں ازحنیں
رو، رونے سے اتھک کر کبھی نہ بیٹھ

عاقلاں[3] خود نوحہا پیشیں کنند
عقلمند، پہلے سے رو لیتے ہیں

جاہلاں آخر بسر برمی زنند
جاہل، آخر میں سر پیٹتے ہیں

ز ابتدائے کار آخر را ببیں
کام کے شروع میں انجام کو دیکھ لے

تا نہ باشی تو پشیماں یومِ دیں
تاکہ تو قیامت کے دن پشیمان نہ ہو

دیدنِ زرگر عاقبت کار را و سخن بر وفق عاقبت گفتن با مستعیر ترازو
سُنار کا انجام کار کو دیکھنا، اور ترازو مانگنے والے سے انجام کے مطابق بات کہنا

آں یکے آمد بہ پیشِ زرگرے
ایک صاحب ایک سُنار کے پاس آئے

کہ ترازو دہ کہ بر سنجم زرے
کہ ترازو دیدے میں سونا تولوں گا

گفت رو خواجہ مرا غربال نیست
اُسنے کہا جناب! جایئے میرے پاس چھلنی نہیں ہے

گفت میزاں دہ بریں تسخر مایست
اُسنے کہا ترازو دیدے، اس مسخرے پن میں نہ پڑ

---

[1] خلوت۔ یعنی گوشہ تنہائی اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ندیم۔ ہم مجلس۔ شمول شین کے زبر کے ساتھ، شمالی ہوا۔ انفاس۔ نفس کی جمع ہے، سانس۔ حضر۔ اقامت۔ سروری۔ سرداری۔ آہنگری۔ لوہارپن۔

[2] ہر کسے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ۔ ہر شخص کے لئے وہ کام سہل ہے جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ دست و پا۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کسی کام میں تب ہی حرکت میں آتے ہیں جبکہ اُس کام کی دلی خواہش ہوتی ہے۔ گر بہ بینی۔ عالمِ بالا کی طرف میلان سعادت کی علامت ہے اور نیک کاموں کے صدور کا سبب ہے۔ دنیاوی کاموں کی طرف میلان تباہی کا سبب ہے۔

[3] عاقلاں۔ عقلمند وہ ہے جو تباہی سے قبل تباہی کے اسباب کی اصلاح کرے۔ جاہل تباہی کے بعد روتا ہے جو بے سود ہوتا ہے۔ ز ابتداء۔ دنیاوی زندگی میں اگر آخرت کی رسوائیوں سے نجات حاصل کریگا تو حشر میں نادم نہ ہوگا۔

دیدنِ زرگر۔ سنار نے انجام پر نظر کرلی تو پریشانی سے بچ گیا۔ غربال چھلنی، اُس نے سونا تولنے کا کانٹا مانگا تھا، سنار نے چھلنی سے انکار کیا۔ میزان دہ۔ اُسنے دوبارہ کانٹا مانگا تو سنار

گفت جاروبے ندارم در دکاں
اُس نے کہا میری دکان میں جھاڑو نہیں ہے
گفت بس بس ایں مضاحک را بماں
اُس نے کہا بس بس، یہ ٹھٹولیں رہنے دے

من ترازوئے کہ میخواہم بدہ
میں جو ترازو مانگتا ہوں وہ دیدے
خویشتن را کرؔ مکن ہر سُو مجہ
اپنے آپ کو بہرا نہ بنا ہر طرف گریز نہ کر

گفت بشنودم سُخن کر نیستم
اُس نے کہا میں نے بات سُن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں
تا نہ پنداری کہ بے معنیستم
تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ میں مہمل ہوں

ایں شنیدم لیک پیری مرتعش
یہ میں نے سُن لیا، لیکن تو رعشہ والا بوڑھا ہے
دست لرزاں جسمِ تو نا منتعش
تیرا ہاتھ لرزتا ہے تیرا جسم نہ اُٹھنے والا ہے

فہم کردم[۲] لیک پیری ناتواں
میں سمجھ گیا، لیکن تو کمزور بوڑھا ہے
دستت از ضعف ست لرزاں ہر زماں
ہر وقت کمزوری سے تیرا ہاتھ کانپتا ہے

واں زرِ تو ہم قُراضہ خُرد و مُرد
تیرا سونا بھی ذرہ ذرہ کترن ہے
دست لرزد پس بریزد زرِ خُرد
ہاتھ کانپے گا، سونے کے ریزے گر جائینگے

پس بگوئی خواجہ جاروبے بیار
پھر تو کہے گا جناب! جھاڑو لا دیجئے
تا بجویم زرِ خود را در غبار
تاکہ میں مٹی میں اپنا سونا تلاش کرلوں

چوں بروبی خاک را جمع آوری
جب تو جھاڑو لگا کر مٹی کو اکٹھا کرے گا
گوئیم غربال خواہم اے حَری
مجھ سے کہے گا اے بھلے! میں چھلنی چاہتا ہوں

تا بہ بیزم خاک و زر جویم ازاں
تاکہ میں مٹی کو چھانوں اور اُس میں سونا تلاش کروں
کے بُود غربال ما را در دکاں
ہماری دُکان میں چھلنی کہاں ہوگی؟

من[۳] ز اوّل دیدہ ام آخر تمام
میں نے شروع میں انجام دیکھ لیا ہے
جائے دیگر رو ازینجا والسلام
یہاں سے دوسری جگہ چلا جا، والسّلام

ہر کہ اوّل بیں بُود اعمیٰ بُود
جو شروع پر نظر کرنیوالا ہوتا ہے، اندھا ہوتا ہے
ہر کہ آخر بیں چہ بامعنیٰ بُود
جو انجام کو دیکھنے والا ہوتا ہے کسقدر معقول ہوتا ہے

ہر کہ اوّل بنگرد پایانِ کار
جو شروع میں انجام کو دیکھ لیتا ہے
اندر آخر اُو نگردد شرمسار
آخر میں وہ شرمندہ نہیں ہوتا ہے

حکم چوں بر عاقبت اندیشی ست
حکم چونکہ انجام بینی پر ہے
بادشاہی بندۂ درویشی ست
شاہی، درویشی کی غلام ہے

---

[۱] کرؔ۔ بہرا۔ ہر سُو یعنی میں کانٹا مانگتا ہوں تو چھلنی اور جھاڑو کی بات کرتا ہے۔ بے معنیٰ۔ لایعنی، بیوقوف، مہمل۔ مرتعش۔ رعشہ کا بیمار جس کی وجہ سے ہاتھ پیر لرزتے ہیں۔ منتعش۔ گر کر اُٹھ جانے والا۔

[۲] فہم کردم۔ یعنی میں سمجھ گیا ہوں کہ تو سونا تولنے کے لئے کانٹا مانگ رہا ہے۔ قُراضہ۔ قینچی کی کترن۔ خرد و مرد۔ ریزہ ریزہ۔ پس۔ یعنی جب وہ سونے کے ریزے گر جائیں گے تو اُن کو سونے کے لئے جھاڑو مانگے گا اور مٹی اور ریت جمع کرکے اسکو چھاننے کیلئے چھلنی مانگے گا۔ حَری۔ لائق۔

[۳] من ز اوّل۔ میں پہلے ہی یہ ساری باتیں سمجھ گیا ہوں اور تیرے معاملہ کا انجام مجھے نظر آگیا ہے لہٰذا میں نے انجام پر نظر کرکے تجھے جوابات دیئے تھے۔ ہر کہ۔ جو ابتدا بکار کو دیکھے اور انجام پر نظر نہ کرے وہ اندھا ہے عقلمند وہی ہے جو آغاز میں انتہا پر نظر کرے۔ حکم چوں۔ جبکہ مدار آخر پر ہے اور بادشاہی کا انجام بھی دنیا سے تہید ست جانا ہے اور درویش پہلے ہی سے دنیا سے دستبردار ہو جاتا ہے لہٰذا درویشی بادشاہی سے افضل ہے۔

عاقبت بیناں بوند اہلِ رشاد | ور نگر واللہ اعلم بالسداد
ہدایت یافتہ انجام کو دیکھنے والے ہوتے ہیں | خوب سمجھ لے، خدا راستی کو خوب جانتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد راز گو | قصۂ آں مردِ زاہد باز گو
اس بات کا اخیر نہیں ہے، راز بتا | اُس زاہد مرد کا قصہ پھر کہہ

کُن تمام اکنوں حدیثِ شیخ فرد | کاندراں کہسار بودش خواب و خورد
اب یکتا شیخ کی بات پوری کر | جس کا رہن سہن اور کھانا پینا پہاڑ میں تھا

بقیۂ قصۂ آں زاہدِ کوہی کہ نذر کردہ بود کہ میوۂ کوہی از درخت

پہاڑ میں رہنے والے اُس عبادتگذار کا بقیہ قصہ جس نے منّت مان لی تھی کہ میں

باز نگیرم و درخت را نفشانم و کسے را نگویم بصریح و کنایت

درخت سے پہاڑی میوہ نہ توڑوں گا اور درخت کو نہ جھاڑوں گا اور کسی سے صاف اور

کہ بیفشاں و آں را بخورم کہ باد از درخت افگندہ باشد

اشارہ میں نہ کہوں گا کہ تو جھاڑ دے اور اُسکو کھاؤں گا جس کو ہوا درخت سے گرا دے گی

اندراں کُہ بود اشجار و ثمار[1] | سیب و امرود و انارِ بے شمار
اُس پہاڑ میں درخت اور پھل تھے | بے شمار سیب، اور امرود، اور انار تھے

قوتِ آں درویش بود آں میوہا | غیرِ آں چیزے نخوردے دائما
اُس درویش کی خوراک وہ پھل تھے | اُنکے علاوہ وہ کبھی کوئی چیز نہ کھاتا

گفت آں درویش یارب با تو من | عہد کردم کہ نچینم در زمن
اُس درویش نے کہا، اے اللہ! میں نے تجھ سے | عہد کیا ہے کہ میں کسی وقت بھی (پھل) نہ توڑونگا

خود نچینم میوہ را در کلِّ حین | نیز غیرے را نگویم کہ بچیں
میں کسی وقت (بھی) خود پھل نہ توڑوں گا | دوسرے سے بھی نہ کہوں گا کہ تو توڑ دے

جز ازاں میوہ کہ باد اندازدش | من نچینم از درختِ منتعش
اُس پھل کے علاوہ جس کو ہوا گرا دے | میں کھڑے درخت سے نہ توڑوں گا

مدّتے بر نذرِ خود بودش وفا | تا درآمد امتحاناتِ قضا
ایک زمانہ تک وہ اپنے عہد کا پابند تھا | یہانتک کہ قضاءِ خداوندی سے آزمائشیں آگئیں

زیں سبب فرمود استثنا[2] کنید | گر خدا خواہد بہ پیماں بر زنید
اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ استثنا کرلو | "اگر خدا نے چاہا" عہد میں لگالو

[1] اشجار۔ شجر کی جمع ہے، درخت۔ ثمار۔ ثمرۃ کی جمع ہے، پھل۔ دائما۔ ہمیشہ۔ نچینم۔ یعنی میں درخت سے پھل نہ توڑوں گا۔ کلِّ حین۔ کسی وقت۔ منتعش۔ قائم، کھڑا۔

[2] استثنا۔ وعدہ اور عہد میں لفظ ان شاء اللہ کہنا۔ گر خدا خواہد۔ یہ انشاء اللہ کا ترجمہ ہے۔

زانکہ حکمِ کار در دستِ من ست — اختیارِ جملگاں پستِ[1] من ست

کیونکہ معاملہ کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے — سب کا اختیار میرے ماتحت ہے

ہر زماں دل را دگر میلے دہم — ہر نفس بر دل دگر داغے نہم

میں ہر وقت دل میں ایک دوسری خواہش پیدا کر دیتا ہوں — ہر سانس میں دل پر ایک دوسرا داغ لگا دیتا ہوں

کُلَّ اِصْبَاحٍ لَنَا شَانٌ جَدِیْد — کُلُّ شَیْءٍ عَنْ مُرَادِی لَا یَحِیْد

ہر صبح کو ہماری نئی شان ہے — کوئی چیز میرے ارادہ سے انحراف نہیں کرتی ہے

در حدیث آمد کہ دل ہمچوں پرے ست — در بیابانے اسیرِ صرصرے ست

حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ دل پر کی طرح ہے — (جو) میدان میں آندھی کا پابند ہے

باد پر را ہر طرف راند گزاف — گہ چپ و گہ راست با صد اختلاف

ہوا، پر کو خواہ مخواہ ہر طرف لے جاتی ہے — سینکڑوں مختلف طریقوں سے کبھی بائیں کبھی دائیں

در حدیثِ دیگر[2] ایں دل داں چناں — کآب جوشاں ز آتش اندر قازغاں

دوسری حدیث (میں ہے کہ) اس دل کو ایسا سمجھ — جیسا کہ دیگ میں جوش مارتا ہوا پانی

ہر زماں دل را دگر رائے بود — آں نہ از وے لیک از جائے بود

ہر لمحہ، دل کی ایک دوسری رائے ہوتی ہے — وہ اُس کی جانب سے نہیں بلکہ دوسری جگہ سے ہوتی ہے

پس چرا ایمن شوی بر رائے دل — عہد بندی تا شوی آخر خجل

تو، تو دل کی رائے پر کیوں مطمئن ہوتا ہے؟ — تو عہد کر لیتا ہے تاکہ آخر میں شرمندہ ہو

ایہم[3] از تاثیرِ حکم ست و قدر — چاہ می بینی و نتوانی حذر

یہ بھی (اللہ کے) حکم اور تقدیر کی تاثیر کی وجہ سے ہے — تو کنواں دیکھتا ہے اور بچ نہیں سکتا ہے

نیست خود از مرغِ پرّاں ایں عجب — کو نہ بیند دام و افتد در عطب

کیا اُڑنے والے پرندے سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے؟ — کہ وہ جال نہیں دیکھ پاتا اور ہلاکت میں گرتا ہے

ایں عجب کہ دام بیند ہم وتد — گر نخواہد ور نخواہد می فتد

یہ تعجب ہے کہ وہ جال اور کھونٹی دیکھتا ہے — خواہ چاہے یا نہ چاہے، پھنس جاتا ہے

چشمِ باز و گوش باز و دام پیش — سوئے دامے می پرد با پرِ خویش

آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور کان کھلے ہوئے ہیں اور سامنے جال — اپنے ہی بازوؤں سے جال کی جانب پرواز کرتا ہے

[1] پست۔ ماتحت۔ زیر ہاں۔ حدیث میں ہے۔ اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ کُلَّهَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَاحِدٍ یُصَرِّفُهٗ کَیْفَ یَشَاءُ یعنی انسانوں کے سب قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان اس طرح ہیں جیسا کہ ایک قلب اُنکو جس طرح چاہتا ہے اُلٹتا پلٹتا ہے۔ کُلّ اصباح۔ قرآن پاک میں ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ یعنی ہر دن اللہ کی ایک نئی شان ہے در حدیث آمد۔ حدیث شریف ہے۔ مَثَلُ الْقَلْبِ کَرِیْشَةٍ فِیْ فَلَاةٍ تُقَلِّبُهَا الرِّیَاحُ کَیْفَ تَشَاءُ یعنی دل کی مثال میدان میں پڑے ہوئے پر کی سی ہے جس کو ہوائیں جس طرف کو چاہتی ہیں پلٹ دیتی ہیں۔

[2] در حدیثِ دیگر۔ حدیث شریف ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ اَشَدُّ غَلَیَانًا مِنَ الْقِدْرِ۔ مومن کا دل ہانڈی سے بھی زیادہ جوش کھاتا ہے یعنی ایک حال پر نہیں رہتا کبھی اُس میں اُبال آتا ہے کبھی بجھاؤ آتا ہے قازغان۔ اور کزغان ترکی لفظ ہے کڑھائی اور دیگ کو کہتے ہیں جائے بود یعنی قلب میں یہ کیفیات اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا کسی دیگر بزرگ کا قول ہے عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ میں نے اپنے خدا کو ارادوں کی تبدیلی سے پہچانا۔

[3] ایہم۔ یعنی بغیر انشاء اللہ کے عہد کرنا اور پھر اُس کے ٹوٹنے پر شرمندہ ہونا۔ وتد۔ وہ کھونٹی جس میں جال کا سرا باندھتے ہیں۔ چشم باز۔ پرندکے سب ہوش و حواس درست ہوتے ہیں اور پھر اپنے اختیار سے جال میں پھنستا ہے۔

تشبیہ[1] بندِ دامِ قضا بصورت پنہاں واثر پیدا

قضا (ئے خداوندی) کے جال کی تشبیہ جو ظاہر میں پوشیدہ ہے اور اثر ظاہر ہے

بنگر اندر دلق مہتر زادۂ
ایک امیر زادہ کو گدڑی کے اندر دیکھ

سر برہنہ در بلا افتادۂ
ننگے سر ہے، مصیبت میں پڑا ہے

در ہوائے یک نگارے سوختہ
وہ ایک معشوق کے عشق میں تباہ ہے

اقمشہ و املاکِ خود بفروختہ
اپنا سامان، اور جائداد بیچ چکا ہے

خوار گشتہ درمیانِ قومِ خویش
اپنی قوم میں ذلیل ہوگیا ہے

مرہمش نایاب و دل ریش از مریش[2]
اور دل انکے انکار سے زخمی اور اسکا مرہم نایاب ہے،

خان و مال رفتہ شدہ بدنام و خوار
گھر بار جاچکا ہے، وہ بدنام اور ذلیل ہوگیا ہے

کامِ دشمن می رود ادبار وارے
منحوس دشمن کے مقصود کے مطابق چلن اختیار کئے ہوئے

زاہدے بیند بگوید اے کیا
کسی بزرگ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اے بزرگ!

ہمتے می دار از بہرِ خدا
خدا کے لئے توجہ دیجئے

کاندریں ادبارِ زشت افتادہ ام
کہ میں اس بری نحوست میں پھنسا ہوں

مال و زر و نعمت از کف دادہ ام
مال وزر اور نعمت ہاتھ سے دے چکا ہوں

ہمتے تا بو کہ من زیں وارہم
توجہ دیجئے، شاید میں اس سے نجات پاجاؤں

زیں گل تیرہ بود کہ برجہم
ہوسکتا ہے کہ میں اس کالی کیچڑ سے نکل جاؤں

ایں دعا می خواہد او از عام و خاص
وہ ہر خاص و عام سے یہ دعا چاہتا ہے

تاکہ یابد یک دمے از غم خلاص
تاکہ تھوڑی دیر کے لئے غم سے نجات حاصل کرلے

دست[3] بازو پائے باز و بند نے
ہاتھ کھلے ہوئے اور پاؤں کھلے ہوئے اور کوئی قید نہیں ہے

نے موکل بر سرش نے آہنے
نہ اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے نہ بیڑی

از کدامیں بند می جوئی خلاص
تو کس بیڑی سے خلاصی کا جویاں ہے؟

وز کدامیں حبس میخواہی مناص
اور تو کونسی قید سے چھٹکارا چاہتا ہے؟

بندِ تقدیر و قضائے مختفی
تقدیر کی بیڑی، اور پوشیدہ تقدیر

کہ نہ بیند آں بجز جانِ صفی
جس کو برگزیدہ ہستی کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا

گرچہ پیدا نیست آں در مکمن ست
اگرچہ وہ ظاہر نہیں ہے، پوشیدہ ہے

برتر از زندان و بندِ آہن ست
(لیکن) قید خانہ اور بیڑی سے بڑھ کر ہے

---

[1] تشبیہ۔ قضاء خداوندی پوشیدہ ہے اور اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح عشق کا معاملہ ہے۔ دلق۔ گدڑی۔ بلا یعنی عشق۔ نگار۔ معشوق، نقش۔ اقمشہ۔ قماش بضمہ کاف کی جمع ہے گھر کا سامان، ریشمین قیمتی کپڑا۔

[2] مریش۔ یہ لفظ شین ضمیر ہے جو کہ مہتر زادہ کی طرف لوٹتی ہے اور مرے جو کہ مرا کا امالہ ہے اور جھگڑے کے معنی میں آتا ہے سے مرکب یعنی اس مہتر زادہ سے ہر شخص اختلاف اور نزاع کرتا تھا اس وجہ سے اس کا دل اور زخمی تھا۔ کام۔ مراد مقصد۔ ادبار وار۔ بدبختانہ۔ کیا۔ بزرگ، معظم۔ ہمت۔ بزرگوں کی روحانی توجہ۔

[3] دست باز۔ یعنی اس مہتر زادے کے نہ ہاتھوں میں بیڑی تھی نہ پاؤں میں زنجیر، عشق کی ناپدید بیڑیاں تھیں موکل مقرر کردہ شخص، سپاہی مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ مختفی۔ پوشیدہ صفی۔ برگزیدہ۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ برتر۔ عشق کی زنجیریں لوہے کی زنجیروں سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہیں اور عشق کا قید خانہ عام قید خانوں سے زیادہ سخت ہے لوہے کی زنجیر کو لوہار کاٹ سکتا ہے اور عام قید خانوں میں نقب لگایا جاسکتا ہے لیکن عشق کے معاملہ میں یہ ممکن نہیں ہے۔

زانکہ آہنگر مر آں را بشکند | حُفرہ گر ہم خشتِ زنداں برکند
کیونکہ لوہار اُس کو توڑ دیتا ہے | کوبھی لگانے والا قید خانہ کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے

اے عجب ایں بندِ پنہانِ گراں | عاجز از تکسیرِ[1] آں آہنگراں
تعجب ہے، یہ پوشیدہ بھاری بیڑی | اس کے کاٹنے سے لوہار عاجز ہیں

دیدنِ آں بند احمدؐ را رسد | بر گلوئے بستہ حَبلٌ مِّن مَّسَد
اس پھندے کو دیکھنے کا احمدؐ کو حق ہے | جو مونج کی رسّی گلے میں بندھی ہوئی ہے

دید بر پشتِ عیالِ بولہب | تنگِ ہیزم گفت حمّالۃَ الحطب
انھوں نے ابولہب کی بیوی کی کمر پر دیکھا | ایندھن کا گٹھر، فرمایا ایندھن اٹھانیوالی ہے

حبل و ہیزم را جز آں چشمے ندید | کہ پدید آید برو ہر ناپدید
رسّی اور گٹھر کو اُس آنکھ کے سوا کسی نے نہ دیکھا | جس کے لئے ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے

باقیانش جملہ تاویلے[2] کنند | کایں ز بیہوشیست و ایشاں ہوشمند
اُن کے سوا سب تاویل کرتے ہیں | کیونکہ یہ (دید) بیہوشی میں ہوتی ہے اور وہ ہوشمند ہیں

لیک[3] از تاثیرِ آں پشتش دوتو | گشتہ و نالاں شدہ در پیشِ او
لیکن اُس کی تاثیر سے اُس کی کمر دوہری | ہو رہی ہے اور وہ اُس کے سامنے رو رہا ہے

کہ دعائے ہمتے تا وا رہم | تا ازیں بندِ نہاں بیروں جہم
کہ دعا، توجہ تاکہ میں چھوٹ جاؤں | تاکہ اس پوشیدہ بیڑی سے میں باہر نکل آؤں

آنکہ بیند ایں علامتہا پدید | چوں نداند او شقی را از سعید
جو اِن علامتوں کو کھلا دیکھتا ہے | وہ بدبخت اور نیک بخت کو کیوں نہ دیکھ لیگا؟

داند و پوشد بامرِ ذوالجلال | کہ نباشد کشفِ رازِ حق حلال
وہ جانتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے چھپاتا ہے | کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے راز کھولنا جائز نہیں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر | از مجاعت شد زبون و تن اسیر
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ درویش | بھوک سے کمزور ہو گیا اور جسم قیدی (تھا)

مُضطر شدنِ آں فقیرِ نذر کنندہ بکندنِ امرود از درخت

اُس عہد کرنے والے درویش کا درخت سے امرود توڑنے پر مجبور ہونا

و گوشمالِ حق تعالیٰ رسیدن بے مُہلت برو

اور بغیر تاخیر کے اُس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے گوشمالی کا پہنچنا

ل۱ تکسیر۔ توڑنا۔ دیدنِ آں بند یعنی مخفی بند کو آنحضور علیہ السلام اور اولیاء دیکھ سکتے ہیں، آنحضورؐ اُس رسّی کو جو اُمِّ جمیل ابولہب کی بیوی کی گردن میں تھی اور اُس گٹھر کو جو اُسکی کمر پر تھا دیکھ رہے تھے حمّالۃ الحطب۔ سورۂ تبت میں ابولہب کی بیوی اُمِّ جمیل بنت حرب کے بارے میں حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ آیا ہے یعنی وہ لکڑیوں کا گٹھر اٹھانے والی ہے اُسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے، مفسّرین نے اِسکی مختلف تاویلیں کی ہیں مولانا فرماتے ہیں تاویلوں کی ضرورت نہیں آنحضورؐ کو یہ چیزیں نظر آتی تھیں۔

ل۲ تاویل۔ مفسّرین نے گٹھر سے بارِ گناہ یا چغلخوری اور رسّی سے جہنّم کا طوق مُراد لیا ہے۔ کایں۔ اِن چیزوں کا دیدار اُس وقت ہوتا ہے جبکہ انسان دنیوی حواس ختم کرکے خود فراموشی اختیار کرے۔ و ایشاں۔ اِن تاویل کرنے والوں کے ظاہری ہوش و حواس ہیں۔

ل۳ لیک۔ یہاں سے پھر امیر زادہ کا حال شروع کیا ہے۔ پیشِ او۔ زاہد کے سامنے آکر۔ جنکو اللہ تعالیٰ نے نورِ بصیرت عطا فرمایا ہے وہ سب علامتیں دیکھ لیتے ہیں اور شقی و سعید میں فرق کر لیتے ہیں۔ داند۔ لیکن اصحابِ بصیرت اللہ کے راز ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ مجاعت۔ بھوک۔ گوشمال۔ سزا یعنی اُن بزرگ کو عہد شکنی کی یہ سزا ملی کہ چوری کے الزام میں اُن کا ہاتھ کٹا۔

پنجروز[۱] آں باد امرودے نریخت | زآتشِ جوعش صبوری می گریخت
ہوا نے پانچ دن تک کوئی امرود نہ گرایا | اس کی بھوک کی آگ سے صبر بھاگتا تھا

بر سرِ شاخِ مرودے چند دید | باز صبرے کرد و خود را در کشید
اس نے ایک شاخ پر کئی امرود دیکھے | پھر صبر کیا، اور اپنے آپ کو روکا

باد آمد شاخ را سر زیر کرد | طبع را بر خوردنِ آں چیر کرد
ہوا چلی، شاخ کو نیچے جھکا دیا | طبیعت کو اس کے کھانے پر غالب کر دیا

جوع و ضعف و قوتِ جذبِ قضا | کرد زاہد را ز نذرش بیوفا
بھوک اور کمزوری اور قضا کی کشش کی طاقت نے | زاہد کو عہد سے بے وفا بنا دیا

چونکہ از امرود[۲] بن میوہ شکست | گشت اندر نذر و عہدِ خویش سست
جب امرود کے درخت سے پھل توڑا | اپنی نذر اور عہد میں کمزور پڑ گیا

ہم دراں دم گوشمالِ حق رسید | چشمِ او بکشاد و گوشِ او کشید
فوراً اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے گوشمالی ہوئی | جس نے اس کی آنکھیں کھول دیں اور کان کھینچے

مخلصاں باشند دائم در خطر | امتحانہا ہست در راہ اے پسر
مخلصین، ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں | اے صاحبزادے! راہ میں اُن کے بہت امتحان ہیں

عہد را باید وفا اے جانِ من | تا نمانی شرمسار و ممتحن
اے جانِ من! عہد کو پورا کرنا چاہیئے | تاکہ تو شرمندہ اور مصیبت میں مبتلا نہ ہو

یا مکن نذرے کہ نتوانی وفا | بر خطر منشیں و بیروں جہ ہلا
یا وہ عہد ہی نہ کر جس کو تو پورا نہ کر سکے | خبردار! خطرے میں نہ پڑ اور باہر نکل

نذر را باید وفا در راہِ حق | لیک[۳] حق تا خود کرا بدہد سبق
اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں عہد پورا کرنا چاہیئے | لیکن دیکھ اللہ (تعالیٰ) کس کو سبقت (کی نیکی توفیق) دیتا ہے

عہد ہا بستیم بس در کار ہا | نذر ہا کردیم در سر بار ہا
ہم نے بہت سے کاموں کے عہد کیے | بارہا پوشیدہ عہد پر نیتیں مانیں

قوتِ آں کو کہ پایاں آوریم | عاجزیم و ناتوان و مضطریم
وہ طاقت کہاں ہے، کہ ہم پورا کریں | ہم تو عاجز اور ناتواں اور مجبور ہیں

گر نہ فضلت دستگیرِ ما شود | وائے بر ما زانکہ رسوائی بود
(اے اللہ) اگر تیری مہربانی ہماری دستگیری نہ کرے | ہم پر افسوس ہے، کیونکہ رسوائی ہوگی

---

[۱] پنجروز۔ پانچ دن بھوکا رہنے سے اُن میں صبر کی طاقت نہ رہی۔ در کشید یعنی امرود توڑنے سے اپنے آپ کو باز رکھا۔ چیر یعنی طبیعت غالب آگئی اور صبر مغلوب ہوگیا۔ بیوفا۔ اُن بزرگ نے عہد کیا تھا کہ کوئی پھل خود توڑ کر نہ کھائیں گے۔

[۲] امرود بُن۔ امرود کا درخت۔ بکشاد۔ انہیں اپنی غلطی نظر آگئی۔ مخلصاں۔ مشہور مقولہ ہے "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" جو بارگاہ کے مقرب ہوتے ہیں اُن کی بڑی آزمائشیں ہوتی ہیں۔ ممتحن۔ مبتلا

[۳] لیک۔ عہد کی وفا ضروری ہے لیکن یہ بھی خداوندی توفیق ہی سے ہوسکتا ہے۔ عہدہا۔ یہاں سے مولانا نے اپنے عہدوں کی وفا کی دعا شروع کردی ہے۔ پایاں۔ یعنی عہدوں کو انجام تک پہنچانا۔ مضطر۔ مجبور۔ گر نہ فضلت۔ اگر عہد کو پورا کرنے کے لئے اللہ کا فضل شاملِ حال نہ ہوگا تو لامحالہ رسوائی ہوگی۔

نذرِ ما را با وفا پیوستہ دار — عہدِ ما را از کرم دار استوار
ہمارے عہد کو وفا سے جوڑ دے — کرم کر کے ہمارے عہد کو مضبوط کر دے

باز گشتم سوئے قصّہ کاں فقیر — عہد چوں بشکست در دم شد اسیر
قصہ کی طرف میں پھر پلٹا، کہ اُس درویش نے — جیسے ہی عہد توڑا فوراً قیدی بن گیا

غیرتِ حق گوشمالش داد زود — زانکہ فرمودست اَوْفُوا بِالْعُقُود
اللہ (تعالےٰ) کی غیرت نے فوراً اُس کو سزا دی — کیونکہ اُس نے فرمایا ہے "عہدوں کو پورا کرو"

جمعے از دزداں بُدند آنجا[1] مگر — درمیاں آوردہ بے مر سیم و زر
وہاں چوروں کا ایک گروہ تھا، شاید — وہ لاتعداد چاندی اور سونا لائے تھے

اتفاقاً دزد چندے تاختند — واندراں کہسار مسکن ساختند
اتفاقاً چند چور بھاگے — اور اُس پہاڑ میں اُنھوں نے ٹھکانا بنا لیا

متہم کردن آں شیخ را با دزداں و بریدن دستش را
اُس درویش کو چوروں کے ساتھ متہم کرنا اور اُس کا ہاتھ کاٹنا

بیست از دزداں بُدند آنجا و بیش — بخش می کردند مسروقات خویش
وہاں بیس اور کچھ زیادہ چور تھے — اپنی چوری (کا مال) بانٹ رہے تھے

شحنہ را غمّاز آگہ کردہ بُود — مردمِ شحنہ دَرافتادند زود
کوتوال کو مخبر نے خبر دیدی تھی — کوتوال کے آدمی جلد آ پہنچے

شحنہ[2] حالی عزمِ آں کہسار کرد — جملہ را بگرفت و بست آں شیر مرد
کوتوال نے فوراً اُس پہاڑ کا قصد کیا — اُس شیر مرد نے سب کو گرفتار کر لیا اور باندھ لیا

پس بفرمود از غضب جلاد را — دست و پائے ہر یک از تن کن جدا
پھر غصّہ سے جلاد کو حکم دیا — ہر ایک کے ہاتھ اور پاؤں بدن سے جُدا کر دے

ہم بدانجا پائے چپ و دست راست — جملہ را ببرید و غوغائے بخاست
اُسی جگہ بایاں پاؤں اور داہنا ہاتھ — سب کا کاٹ دیا اور شور برپا ہو گیا

دستِ زاہد ہم بریدہ شد غلط[3] — پاش را می خواست ہم کردن سقط
غلطی سے شیخ کا ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا — پاؤں کو بھی اُس نے بیکار کرنا چاہا

درزماں آمد سوارے بس گزیں — بانگ بر زد بر عواں کاے سگ ببیں
فوراً ایک معزز سوار آیا — سپاہی پر چیخا اے کتے! دیکھ (خبردار)

---

[1] آنجا۔ یعنی اُس علاقہ میں۔ بے مر۔ بے حد۔ مسروقات۔ چُرائی ہوئی چیزیں۔ شحنہ۔ کوتوال۔ غمّاز۔ چغلخور، مخبر۔

[2] شحنہ۔ کوتوال نے سب ڈاکوؤں کو پکڑ کر باندھ لیا۔ جلاد۔ سزاؤں کو جاری کرنے والا۔ ہم۔ یعنی جلاد نے فوراً ہر ایک کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا۔ غوغا۔ شور و غل۔

[3] غلط۔ یعنی اس شبہ میں کہ وہ بھی چور ہے۔ سقط۔ بیکار چیز۔ درزماں۔ کوئی مردِ غیب جلاد سپاہی پر چیخا۔

این فلاں شیخ ست و ابدالِ[1] خدا — دستِ او را تو چرا کردی جدا

یہ فلاں بزرگ اور خدا کے ابدال میں سے ہے — تونے اس کا ہاتھ کیوں جدا کیا؟

آں عواں بدرید جامہ تیز رفت — پیشِ شحنہ داد آگاہیش تفت

اُس سپاہی نے کپڑے پھاڑے اور تیزی سے بھاگ — کوتوال کے پاس، اُس کو فوراً مطلع کیا

شحنہ آمد پا برہنہ عذر خواہ — کہ ندانستم خدا بر من گواہ

کوتوال ننگے پاؤں معافی مانگنے آیا — کہ مجھے علم نہ تھا، خدا میرا گواہ ہے

ہیں بحل کن مر مرا زیں کارِ زشت — اے کریم و سرورِ اہلِ بہشت

اِس بُرے کام کی مجھے ضرور معافی دیدیجئے — اے بزرگ! اللہ جنتیوں کے سردار!

گفت[2] می دانم سبب ایں نیش را — می شناسم من گناہِ خویش را

انھوں نے کہا میں اِس زخم کا سبب جانتا ہوں — میں اپنے گناہ کو جانتا ہوں

من شکستم حرمتِ ایمانِ او — پس یمینم بُرد دادِ ستانِ او

میں نے اُس کی قسموں کی حرمت کو توڑا — اِسلئے اسکے محکمۂ انصاف نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا!

من شکستم عہد و دانستم بد ست — تا رسید آں شومیِ جرأت بدست

میں نے اُس کا عہد توڑا اور میں جانتا تھا بُرا ہے — اِس جرأت کی نحوست ہاتھ کو پہنچی

دست ما و پای ما و مغز و پوست — باد اے والی فدائے حکمِ دوست

ہمارے ہاتھ اور ہمارے پاؤں اور مغز و پوست — اے حاکم! دوست کے حکم پر قربان ہیں

قسمِ[3] من بود ایں ترا کردم حلال — تو ندانستی ترا نبود وبال

یہ میرا نصیبہ تھا میں نے تجھے معاف کیا — تو نہ سمجھا، تجھ پر وبال نہ ہوگا

وانکہ او دانست او فرمانرو ست — با خدا ساماں پیچیدن کراست

وہ جو جانتا تھا، کہ وہ حاکم ہے — خدا سے اُلجھنے کا کس کو حوصلہ ہے؟

اے بسا مرغِ پرندہ دانہ جو — کہ بُریدہ حلقِ او ہم حلقِ او

بسا اوقات دانہ تلاش کرنے والے پرندے — حلق ہی نے اُس کا گلا کاٹا ہے

اے بسا مرغے ز معدہ و زمغص — بر کنارِ بامِ محبوسِ قفص

بسا اوقات پرندے معدے اور آنتوں کی اینٹھن سے — بالاخانے کے کنارے پر پنجرے کا قیدی ہے

اے بسا ماہی در آبِ دور دست — گشتہ از حرصِ گلو ماخوذِ شست

بسا اوقات مچھلی گہرے پانی میں — حلق کی حرص کی وجہ سے کانٹے میں پھنسی ہے

---

[1] ابدال۔ اولیاء کی ایک خاص جماعت ہے۔ جدا۔ یعنی کاٹ کر۔ عواں۔ سپاہی۔ تفت۔ گرم۔ بحل کن۔ معاف کردے۔

[2] گفت۔ شیخ نے کہا ہاتھ کٹنے کا اصل سبب میں جانتا ہوں۔ ایمان۔ یمین کی جمع ہے، قسم، عہد، یمین۔ داہنا ہاتھ۔ بد ست۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی بُرا ہے اور دوسرے کے آخر میں بدست بمعنی ہاتھ۔

[3] قسم۔ حصہ۔ فرماں روا۔ یعنی خدا تعالیٰ۔ کہ بُریدہ یعنی حلق کی خواہش، گلا کٹنے کا سبب بنی ہے۔ مغص۔ پیٹ کا درد، اینٹھن۔ مغص۔ صاد اور سین دونوں سے صحیح ہے۔ دور دست۔ دور دراز، گہرا۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔

اے بسا مستور[۵۱] در پردہ بُدہ
بسا اوقات (عورت) پردے میں چھپی ہوئی
شومیِ فرج و گلو رسوا شدہ
شرمگاہ، اور حلق کی بدبختی سے رسوا ہوئی ہے

اے بسا قاضیِ حبرِ نیک خو
بسا اوقات نیک عادت، علّامہ، قاضی
از گلوی رشوتے اُو زرد رُو
رشوت خور حلق کی وجہ سے وہ شرمندہ ہوا ہے

اے بسا حاجی بحج رفتہ بعشق
بسا اوقات عشق کی وجہ سے حج میں گیا ہوا حاجی
وقت باز آمد شدہ اُو یارِ فسق
واپسی کے وقت فسق (و فجور) کا ساتھی بنا ہے

بلکہ در ہاروت و ماروت آں شراب
بلکہ ہاروت و ماروت کے لئے وہ نشہ
از عروجِ چرخ شاں شد سدِّ باب
آسمان پر چڑھنے سے اُنکے لئے مانع بنا

بایزیدؒ[۵۲] از بہرِ ایں کرد احتراز
بایزیدؒ نے اِسی لئے پرہیز کیا
دید در خود کاہلی اندر نماز
کہ اُنھوں نے اپنے اندر نماز میں سستی دیکھی

از سبب اندیشہ کرد آں ذولباب
اُن عقلمند نے سبب سوچا تو
دید علّت خوردن از بسیار آب
زیادہ پانی پینے کو سبب سمجھا

گفت تا سالے نخواہم خورد آب
کہا میں ایک سال تک پانی نہ پیوں گا
آنچناں کرد و خدایش داد تاب
ایسا ہی کیا، اور خدا نے اُنکو طاقت عطا فرمائی

ایں کمینہ جہدِ اُو بُد بہرِ دیں
دین کے لئے یہ اُنکی معمولی کوشش تھی
گشت اُو سلطان و قطب العارفیں
وہ شاہ اور قطب العارفین بنے

چوں[۵۳] بُریدہ شد برای حلق دست
جب حلق کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا
مردِ زاہد را درِ شکوی بہ بست
بزرگ انسان کے لئے شکوے کا دروازہ بند ہوگیا

ایں چنیں باشد چو یک در بستہ شد
ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ایک دروازہ بند ہوتا ہے
صد درِ دیگر براو اشکستہ شد
اُس پر دوسرے سینکڑوں دروازے کھل جاتے ہیں

کرامتِ شیخ اقطع و زنبیل بافتنِ اُو بدو دست در خلوت

ٹُنڈے شیخ کی کرامت اور تنہائی میں اُن کا دونوں ہاتھوں سے جھولی بُننا

شیخ اقطع گشت نامش پیشِ خلق
لوگوں میں اُن کا نام ٹُنڈا شیخ پڑ گیا
کرد معروفش بدیں آفاتِ حلق
اُن کو حلق کے مصائب نے اِس (نام) سے مشہور کر دیا

گر تو نامِ اولش خواہی رواں
اگر تو اُن کا پہلا نام لینا چاہے
ہیں بر و بو الخیر تیناتیش خواں
جا، ابوالخیر تیناتی کہہ دے

---

[۵۱] مستور: پوشیدہ۔ حبر: یہودی عالم، بڑا عالم۔ سدِّ باب: دروازے کی روک، مانع۔

[۵۲] بایزید بسطامیؒ کو ایکبار نماز میں سستی کا احساس ہوا، اسکے سبب پر غور کیا تو پانی پینے کی کثرت کو سمجھا چنانچہ عہد کر لیا کہ ایک سال پانی نہ پیونگا۔ اُولباب: عقلمند۔ تاب: طاقت۔ ایں کمینہ: دین کی خاطر انھوں نے یہ ادنیٰ سی بات کی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن پر ایسا فضل کیا کہ اُنکو قطب العارفین کا درجہ دے دیا۔

[۵۳] چوں بُریدہ: پھر اُن ہی بزرگ کا تذکرہ شروع کیا ہے کہ چونکہ وہ جانتے تھے کہ اُن کی عہد شکنی کی یہ سزا ہے لہٰذا انھیں کوئی شکوہ نہ ہوا۔ ایں چنیں: قدرت ایک ذریعہ بند کرتی ہے تو سو دیگر ذرائع پیدا فرما دیتی ہے۔ اقطع: یعنی دست بُریدہ، ٹُنڈا۔ گر تو: یہ بزرگ شیخ اقطع کہلانے لگے تھے اُن کا اصل نام ابوالخیر تھا اور تینات گاؤں کے رہنے والے تھے۔

در عریشش[1] او را یکے زائر بیافت
جھونپڑی میں ایک ملاقاتی نے اُن کو پایا
کو بہر دو دستِ خود زنبیل بافت
کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے جھولی بُن رہے ہیں

گفت او را کاے عدوِّ جانِ خویش
انھوں نے اُس سے کہا اے اپنی جان کے دشمن
در عریشم آمدی سر کردہ پیش
تو منہ اٹھائے میری جھونپڑی میں چلا آیا

ایں چرا کردی شتاب اندر سباق
آگے بڑھنے میں تو نے جلدی کیوں کی؟
گفت از افراطِ مہر و اشتیاق
اُسنے کہا کہ اشتیاق اور محبت کی زیادتی کی وجہ سے

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیا
تو وہ ہنسے، اور فرمایا اب آجا
لیک مخفی دار ایں[2] را اے کیا
لیکن اے بزرگ! اِس کو پوشیدہ رکھ

تا نمیرم من مگو ایں با کسے
جب تک میں نہ مروں یہ کسی سے نہ کہنا
نے قرینے نے حبیبے نے خسے
نہ ساتھی سے، نہ دوست سے، نہ کسی کمینہ سے

بعد ازاں قومِ دگر از روزنش
اِسکے بعد دوسرے لوگ اُن کے گھر کے سوراخ کے ذریعہ
مطلع گشتند بر بافیدنش
اُن کے بُننے سے باخبر ہوگئے

گفت حکمت را تو دانی کردگار
اُنھوں نے فرمایا اے خدا! تو حکمت کو جانتا ہے
من نہم پنہاں تو کردی آشکار
میں نے چھپایا تو نے ظاہر کر دیا

آمد الہامش کہ یک چندے بُدند
اُن کو الہام ہوا، کچھ لوگ تھے
کاندریں غم بر تو منکر می شدند
جو اُس غم میں تمہارے منکر ہوگئے ہیں

کہ مگر سالوس بود او در طریق
کہ شاید وہ طریقت میں مکّار تھا
کہ خدا رسواش کرد اندر فریق
کہ خدا نے لوگوں میں اُس کو رسوا کیا ہے

من[3] نخواہم کاں رمہ کافر شوند
میں نے نہ چاہا، کہ وہ جماعت منکر ہو
وز ضلالت در گمانِ بد روند
گمراہی کی وجہ سے بدگمانی میں مبتلا ہوں

ایں کرامت را بکردیم آشکار
ہم نے یہ کرامت ظاہر کر دی
کہ دہیمت دست اندر وقتِ کار
کہ ہم کام کے وقت تجھے ہاتھ دیتے ہیں

تا کہ ایں بیچارگانِ بدگماں
تاکہ یہ بدگمان، بیچارے
رد نگردند از جنابِ آسماں
آسمانی درگاہ سے مردود نہ بنیں

من ترا بے ایں کرامتہا ز پیش
میں نے تمہیں پہلے ہی سے اِن کرامتوں کے بغیر
خود تسلّی دادہ ام از ذاتِ خویش
اپنی ذات کے بارے میں تسلی دیدی ہے

[1] عریش۔ جھونپڑی۔ زنبیل۔ تھیلا جس میں فقرا اپنا کھانا وغیرہ رکھتے ہیں۔ سر کردہ پیش۔ منہ اٹھائے۔ شتاب۔ جلدی۔ سباق۔ بڑھنا۔ افراط۔ زیادتی۔

[2] ایں۔ یعنی یہ کرامت کہ تنہائی میں دونوں ہاتھ ہو جاتے ہیں۔ بافیدنش۔ یعنی تنہائی میں وہ دونوں ہاتھوں سے بُنتے ہیں۔ یک چند۔ کچھ لوگ۔ غم۔ یعنی ہاتھ کٹنے کا غم۔ منکر۔ یعنی بزرگی کے منکر۔ سالوس۔ مکّار۔ طریق۔ طریقت۔ فریق۔ جماعت۔

[3] من نخواہم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے الہام میں فرمایا کہ ہم نے یہ پسند نہ کیا کہ ہمارے بندے تم سے بدگمان ہوں لہٰذا یہ کرامت ظاہر کر دی۔ رمہ۔ جماعت۔ دست۔ یعنی کٹا ہوا ہاتھ۔ رد۔ یعنی یہ لوگ اگر بدگمانی کی حالت میں مرے تو ہماری بارگاہ سے مردود ہو جائیں گے۔ من ترا۔ تنہائی لوبد ضرورت کے وقت کٹا ہوا ہاتھ پیدا کرنا تمہاری تسلی کے لئے نہیں ہے تمہیں تو ہماری ذات سے پہلے ہی تسلی حاصل ہے۔

این کرامت بہرِ ایشاں دادمت | واین چراغؒ از بہرِ آں بنہادمت

میں نے تمہیں یہ کرامت اُن کے لئے دی ہے | اور یہ چراغ میں نے اُن کے لئے رکھا ہے

تو ازاں بگذشتہ کز مرگِ تن | ترسی از تفریقِ اجزائے بدن

تم تو اِس سے ترقی کر چکے ہو کہ بدن کے مرنے سے | بدن کے اجزاء کے ٹکڑے ہو جانے سے ڈرو

وہم تفریقِ سر و پائے از تو رفت | دفعِ وہم اسپر رسیدت نیک زفت

سَر اور پاؤں کے جدا ہونے کا تمہارا وہم ختم ہوگیا | وہم کے دفعیہ کی اچھی موٹی سپر تمہیں مل گئی ہے

سبب جرأتِ ساحرانِ فرعون بر قطعِ دست و پا

فرعون کے جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کٹ جانے پر جرأت کا سبب

ساحراں را نے کہ فرعونِ لعیں | کرد تہدید و سیاست بر زمیں

کیا ایسا نہیں ہے کہ فرعون ملعون نے جادوگروں کو | میدان میں دھمکی اور تنبیہ کی

کہ ببرم دست و پاتاں از خلاف | پس در آویزم ندارم تاں معاف

کہ میں تمہارا دایاں بایاں ہاتھ پاؤں کاٹ دونگا | پھر تمہیں لٹکا دوں گا، تمہیں معاف نہ کرونگا

اُو ہمی پنداشت کایشاں در ہماں | وہم و تخویف اند و وسواس و گماں

وہ سوچتا تھا، کہ وہ اُسی | وہم اور ڈر اور وسوسوں اور گمان میں ہیں

کہ بُود شاں لرزہ و تخویف و ترس | از توہمہا و تہدیداتِ نفس

کہ اُن پر لرزہ، اور خوف اور ڈر ہو گا | جان کی دھمکیوں اور توہمات سے

اُو نمی دانست کایشاں رستہ اند | بر دریچۂ نورِ دل بنشستہ اند

وہ نہ جانتا تھا کہ وہ آزاد ہو چکے ہیں | دل کے نور کی کھڑکی پر جا بیٹھے ہیں

سایۂ خود را ز خود دانستہ اند | چابک و چُست و گش و برجستہ اند

اپنے آپ سے، اپنے سایہ کو ممتاز کر چکے ہیں | تیز اور چُست اور خوش اور ہوشیار ہو گئے ہیں

ہاونِ گردوں اگر صد بار شاں | خُرد کوبد اندریں گلزارِ شاں

اگر سَو بار (بھی) آسمان کی اوکھلی | اُن کو اِس خاکدان میں ریزہ ریزہ کر دے

اصلِ ایں ترکیب را چوں دیدہ اند | از فروغِ وہم کم ترسیدہ اند

چونکہ انھوں نے اِس بناوٹ کی اصل کو دیکھ لیا ہے | وہم کی زیادتی سے وہ کم ڈرتے ہیں

ایں جہاں خوابست اندر ظن مایست | گر رود در خواب دستے باک نیست

یہ دنیا خواب ہے، شک میں نہ پڑ | اگر خواب میں ہاتھ کٹ جائے کوئی پروا نہیں ہے

---

۵۱ چراغ۔ یعنی کرامت۔ تو ازاں۔ تم اِس مقام سے آگے بڑھ گئے ہو کہ اِن جسمانی ہاتھ پاؤں کو اصل سمجھو اور اُن کے فنا ہونے سے ڈرو۔ اسپر۔ سپر، ڈھال۔ نیک زفت۔ خوب موٹی۔ ساحراں۔ فرعون نے جادوگروں کی جان لینے کی دھمکی دی تھی جبکہ وہ حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئے تھے۔ زمیں۔ یعنی وہ میدان جہاں وہ حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ کرنے آئے تھے۔

۵۲ اُو نمی دانست۔ جادوگروں کا دل نورِ ایمان سے منوّر ہو چکا تھا اور وہ اِس جسم اور زندگی کو عارضی سمجھ چکے تھے۔ سایہ۔ دنیاوی جسم اور اخروی جسم کی مثال جسم اور سایہ کی سی ہے۔ ہاون۔ اوکھلی گلزار۔ اگر گاف کے زیر سے ہے تو خاکدان کے معنیٰ میں ہے اور اگر گاف کے پیش سے تو چمن کے معنیٰ میں ہے۔ اصل۔ چونکہ وہ سمجھ چکے ہیں کہ اِس جسم عنصری کی اصل در حقیقت روح ہے لہٰذا وہ اِس عارضی وجود کے فنا ہونیکے وہم سے بیخوف ہیں۔

۵۳ ایں جہاں۔ جسم عنصری کو اِس جسم سے تشبیہ دے کر جو انسان عالمِ خواب میں دیکھتا ہے پھر یہ سمجھایا ہے کہ اگر عالمِ خواب میں نظر آنیوالے جسم کے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے جائیں تو اِس سے اصل جسم پر کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہے اِسی طرح جسم عنصری کے ٹکڑے ہو جانے سے اِس جسم کو کوئی نقصان نہیں

گر بخواب اندر سرت ببرید گاز[۱]
اگر خواب میں قینچی تیرا سر کاٹ دے
ہم سرت برجاست ہم عمرت دراز
تیرا سر بھی اپنی جگہ ہے، تیری عمر دراز ہے

گر بہ بینی خواب در خود را دو نیم
اگر تو خواب میں اپنے دو ٹکڑے دیکھے
تندرستی چونکہ خیزی بے سقیم
جب تو اٹھے گا بغیر کسی بیماری کے تندرست ہے

حاصل اندر خواب نقصان بدن
خلاصہ یہ ہے، کہ خواب میں بدن کا نقصان
نیست باکے از دو صد پارہ شدن
دو سو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی پرواہ نہیں ہے

ایں جہاں را کہ بصورت قائم ست
اس دنیا کو، جو بظاہر قائم ہے
گفت پیغمبر کہ حلم نائم ست
پیغمبر نے فرمایا ہے، اک سونے والے کا خواب ہے

از رہ تقلید[۲] تو کردی قبول
تو نے تقلید کے راستے سے تسلیم کیا ہے
سالکاں ایں دیدہ پیدا بے رسول
سالکوں نے بغیر کسی پیغام دینے والے کے خوب دیکھ لیا ہے

روز در خوابی مگو کایں خواب نیست
تو دن میں بھی خواب میں ہے نہ کہہ کہ یہ خواب نہیں ہے
سایہ فرع ست اصل جز مہتاب نیست
سایہ فرع ہے چاند کے علاوہ کوئی اصل نہیں ہے

خواب و بیداریت آں داں اے عضد
اے معتمد! تو اپنے سونے اور جاگنے کو یہ سمجھ
کہ بہ بیند خفتہ کو در خواب شد
کہ کوئی سویا ہوا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے

او گماں بردہ کہ ایں دم خفتہ ام
وہ سمجھا کہ میں سویا ہوا ہوں
بیخبر زاں کوست در خواب دوم
اس سے بے خبر ہے کہ وہ دوسری نیند میں ہے

کوزہ گر[۳] گر کوزۂ را بشکند
کمہار، اگر کسی پیالہ کو توڑتا ہے
چوں بخواہد باز خود قائم کند
جب چاہے گا اس کو بنا لے گا

کور را ہر گام باشد ترس چاہ
اندھے کو ہر قدم پر کنویں کا ڈر ہوتا ہے
با ہزاراں ترس می آید براہ
وہ ہزاروں ڈر کے ساتھ راستہ طے کرتا ہے

مرد بینا دید عرض راہ را
بینا انسان نے راستہ کی چوڑائی دیکھ لی ہے
پس بداند او مغاک و چاہ را
تو وہ گڑھے، اور کنویں کو جانتا ہے

پاؤ زانویش نہ لرزد ہر دمے
اس کا پاؤں اور ران کسی وقت نہیں کپکپاتے ہیں
رو ترش کے دارد او از ہر غمے
وہ کسی غم سے رنجیدہ کب ہوتا ہے!

---

۱ گاز۔ قینچی۔ عمرت دراز۔ عام میں مشہور ہے کہ اگر انسان خواب میں اپنے آپ کو مردہ دیکھے تو اس کی تعبیر، عمر کی درازی ہے۔ گفت پیغمبر۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ دنیا کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا سونے والے کا خواب ہے۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ دنیا اور آخرت میں کتنا فاصلہ ہے فرمایا پلک جھپکنے کی بقدر فاصلہ ہے۔

۲ از رہ تقلید۔ عام انسان تقلیدی طور پر دنیا کی ناپائیداری کو تسلیم کرتا ہے اور اولیاء آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ روز در خوابی۔ نیند کی حالت صرف شب ہی میں نہیں بلکہ دن کی بیداری میں بھی خواب ہی ہے حضورؐ نے فرمایا ہے لوگ نیند میں ہیں جب مریں گے بیدار ہو جائیں گے۔ سایہ۔ عالم دنیا اور اس کے موجودات سب وجودِ باری کی فرع اور سایہ ہیں۔ خواب و بیداری۔ مولانا نے دنیا کی بیداری کو خواب بتایا تو شبہ ہوتا ہے کہ جب بیداری خواب ہے تو مرنے کے بعد حالتِ خواب کو کیا کہا جائے گا۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ انسان حالتِ خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ وہ بیدار تھا اور اب سو رہا ہے تو جس طرح خواب میں خواب کو دیکھتا ہے اسی طرح اس عالم کی بیداری اور خواب کو سمجھو۔

۳ کوزہ گر۔ خدا جسم کا بنانے والا ہے اگر وہ اس جسم کو فنا کرتا ہے تو جب چاہتا ہے پھر بنا دیتا ہے۔ کور۔ اندھا خطرات سے ڈرتا ہے بینا بے نیاز ہوتا ہے اسی طرح جن کو چشمِ بصیرت حاصل ہے وہ دنیا کے خطرات سے نہیں ڈرتے ہیں۔ مغاک۔ گڑھا۔

خیز فرعونا کہ ما آں نیستیم — کہ بہر بانگے زغولے بیستیم

اے فرعون! کھڑا ہو جا کیونکہ ہم وہ نہیں ہیں — کہ چھلاوے کی ہر آواز پر ہم ٹھہریں

خرقۂ ما را بدرّ دوزِ زندہ ہست — ورنہ ما را خود برہنہ تن بہ است

ہماری گدڑی پھاڑنے، سینے والا موجود ہے — ورنہ، ہمارے لئے ننگا بدن بہتر ہے

بے لباس ایں خواب را اندر کنار — خوش بگیریم اے عدوِ نابکار

بغیر لباس کے، اس نیند کو بغل میں — خوشی سے لیں گے اے نالائق دشمن!

خوشتر از تجرید از تن و زمزاج — نیست اے فرعون بے الہام گیج

بدن اور مزاج سے جدا ہو جانا خوشگوار — نہیں ہے بغیر الہام کے اے احمق فرعون!

شکایت کردن اُستر پیشِ شتر کہ من بسیار در روئے می افتم و تو نمی اُفتی اِلّا بنادر و جواب گفتن آں

اونٹ سے خچر کا شکایت کرنا کہ میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں اور تو نہیں گرتا مگر بہت کم اور اس کا جواب دینا

گفت اُستر با شتر کاے خوش رفیق — در فراز و شیب و در راہِ دقیق

خچر نے اونٹ سے کہا، اے اچھے ساتھی! — اونچے، اور نیچے، اور تنگ راستے میں

تو نیائی در سر و خوش می روی — من ہمی آیم بسر در چوں غوی

تو منہ کے بل نہیں گرتا ہے، اچھی طرح چلتا ہے — میں گمراہ کی طرح سر کے بل گرتا ہوں

ایں سبب را باز گو با من کہ چیست — تا بدانم من کہ چوں باید بزیست

مجھے اس کا سبب بتا کہ کس وجہ سے ہے؟ — تا کہ میں جان لوں، کہ کس طرح جینا چاہیئے؟

گفت از چشمِ تو چشمِ من یقیں — بیگماں روشن ترست و تیز بیں

اس نے کہا میری آنکھ تیری آنکھ سے یقیناً — بلاشک زیادہ روشن اور تیز دیکھنے والی ہے

بعد ازاں ہم از بلندی ناظرم — زیں سبب در رو نیفتم حاضرم

اس کے علاوہ میں اونچائی سے دیکھ لینے والا ہوں — اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا ہوں میں موجود ہوں

گفت چشمِ من ز تو روشن ترست — بعد ازاں ہم از بلندی ناظرست

اس نے کہا میری آنکھیں تیری آنکھوں سے زیادہ روشن ہیں — اس کے علاوہ اونچائی سے دیکھنے والی ہیں

چوں بر آیم بر سرِ کوہِ بلند — آخرِ عقبہ بہ بینم ہوشمند

میں جب بلند پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا ہوں — عقلمندی سے گھاٹی کے آخر کو دیکھ لیتا ہوں

۱ خیز فرعونا۔ پھر مولانا نے جادوگروں کی بات شروع کی ہے۔ غول۔ چھلاوے کی آواز بے حقیقت ہوتی ہے خرقہ۔ یعنی یہ جسم عنصری جو روح کا لباس ہے۔ ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ جسم عنصری نہ عنایت فرمائیگا تو روحانی وجود ہی بہتر ہے۔ بے لباس پہلے شعر کے ثانی مصرع کی علت ہے یعنی ہم بغیر جسم کے روح سے بغلگیر ہونگے۔ خوشتر یعنی روحانی زندگی ہمارے لئے الہام خداوندی کیوجہ سے خوشتر ہوگئی ہے۔

۲ شکایت۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ جنکو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ دنیاوی خطرات میں مبتلا نہیں ہوتے ہیں۔ اب اس قصہ سے اسکی وضاحت فرماتے ہیں۔ استر۔ خچر۔ غوی۔ گمراہ۔

۳ گفت۔ اونٹ نے جواب دیا کہ میں پیش بینی سے کام لیتا ہوں اور انجام پر نظر رکھتا ہوں اس لئے ٹھوکریں نہیں کھاتا ہوں، یہی صورت ان لوگوں کی ہے جنکو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ آخرت پر نظر رکھتے ہیں۔ حاضرم۔ یعنی میں موجود ہوں، دیکھ لے میری حالت سے میری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ از بلندی۔ اونٹ گردن اُبھار کر دیکھ لیتا ہے۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔

پس ہمہ پستی و بالائی راہ
پھر راستہ کی سب نیچائی اور اونچائی

دیدہ ام را وانماید ہم اِلٰہ
اللہ (تعالیٰ) میری آنکھ کو دکھا دیتا ہے

ہر قدم من از سرِ بینش نہم
میں ہر قدم، دیکھ بھال کر رکھتا ہوں

از عثار[1] و افتادن وارہم
ٹھوکر کھانے اور گرنے سے نجات پاجاتا ہوں

تو بہ بینی پیشِ خود یک دو سہ گام
تو اپنے آگے ایک دو تین قدم دیکھتا ہے

دانہ بینی و نہ بینی رنجِ دام
دانہ کو دیکھ لیتا ہے جال کی تکلیف کو نہیں دیکھتا ہے

یَستَوِی الاَعمیٰ لَدَیکُم وَالبَصِیر
تمہارے نزدیک اندھا اور بینا برابر ہے

فِی المَقَامِ وَالنُّزُولِ وَالمَسِیر
ٹھہرنے، اور اُترنے، اور چلنے میں

چوں[2] جنیں را در شکم حق جاں دہد
جب اللہ (تعالیٰ) پیٹ کے بچہ میں جان ڈالتا ہے

جذبِ اجزا در مزاجِ اُو کند
اُس کی طبیعت میں اجزاء کو جذب (کرنے کی طاقت) پیدا کردیتا ہے

از خورش اُو جذبِ اجزا می کند
وہ خوراک سے اجزاء جذب کرتا ہے

تار و پودِ جسم خود را می تند
اپنے جسم کا تانا بانا تنتا ہے

تا چہل سالش بجذبِ جزوہا
چالیس سال تک اجزا کے جذب کرنے کا

حق حریصش کردہ باشد در نما
(نشو) نما میں اللہ (تعالیٰ) اُس کو حریص کردیتا ہے

جذبِ اجزا رُوح را تعلیم کرد
اُس نے روح کو اجزاء جذب کرنے کی تعلیم کی

چوں نداند جذبِ اجزا شاہِ فرد
یکتا شاہ اجزاء کو جذب کرنا کیوں نہ جانے گا؟

جامعِ[3] ایں ذرّہا خورشید بود
ان ذرّوں کو جمع کرنے والا سورج تھا

بے غذا اجزات را داند رُبود
وہ بغیر غذا کے تیرے اجزاء کو چُن لینا جانتا ہے

آں زمانے کاندر آئی تو ز خواب
جس وقت تو خواب سے (نکل کر اپنے) اندر آئیگا

ہوش و حسِ رفتہ را خواند شتاب
گئے ہوئے ہوش و حواس کو فوراً بُلا لیگا

تا بدانی کاں ازو غائب نشد
حتیٰ کہ تو جان لے گا کہ وہ اس سے غائب نہیں ہے

باز آید چوں بفرماید کہ عُد
وہ واپس آجائیگا جب وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائیگا کہ لوٹ آ

انسان جب نیند سے بیدار ہوتاہے تو زائل شدہ حواس فوراً لوٹ آتے ہیں اسی طرح حشر میں اجزائے بدن فوراً لوٹ آئیں گے۔ عُد۔ امر کا صیغہ ہے، لوٹ آ۔

[1] عثار۔ ٹھوکر کھانا۔ دانہ۔ یعنی تیری نظر انجام پر نہیں ہے۔ یستوی تیرے لئے اچھا برا سب یکساں ہے میں ہر چیز میں امتیاز کرلیتا ہوں، غرضیکہ اہل اللہ اور عوام کی مثال خچر اور اونٹ کی سی ہے۔

[2] چوں جنیں۔ مولانا نے پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے جادوگروں کو جسموں کے دوبارہ حشر کا یقین ہوگیا تھا تو اب مولانا حشر میں جسم کے دوبارہ موجود ہونے کو ثابت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ شکمِ مادر میں بچہ میں یہ کیفیت پیدا کردیتا ہے کہ وہ غذا کے اجزا کو جذب کرنے لگتا ہے جس سے اُس کا نشوونما ہوتاہے۔ تا چہل سال۔ چالیس سال کی عمر تک انسان کے جسم میں نشوونما ہوتا رہتاہے۔ روح۔ جس طرح اس جسم میں اللہ تعالیٰ جذب کرنے کی قوت فرمادیتاہے روح میں بھی اجزاء کو جذب کرنے کی قوت فرمادیگا۔

[3] جامع۔ اِن اجزاءِ بدن کو غذا کے ذریعہ جمع کرنے کی طاقت جس طرح اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اسی طرح وہ غذا کے واسطے کے بغیر بھی اجزاءِ بدن کو جمع فرما سکتاہے۔ آں زمانے۔

اِجتماعِ اجزاءِ خرِ عُزیر علیہ السّلام بعد بوسیدنش باذن اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کے حکم سے، بوسیدہ ہوجانے کے بعد عُزیر علیہ السلام کے گدھے کے اجزا

و در ہماں دم مُرکّب شدن پیشِ چشمِ عُزیر علیہ السّلام

کا جمع ہوجانا، اور فوراً عُزیر علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے جُڑ جانا

ہیں عُزیرا در نگر اندر خرتؔ ~~ کہ بپوسیدست و ریزیدہ برت

ہاں اے عُزیرؑ! اپنے گدھے کو دیکھ ~~ کہ تیرے سامنے گلا سڑا اور ریزہ ریزہ ہو

پیشِ تو گِرد آورم اجزاش را ~~ آں سَر و دُم و دو گوش و پاش را

میں تیرے سامنے اُس کے اجزاء کو جمع کردونگا ~~ سَر اور دُم، اور دونوں کان، اور پاؤں کو

دست نے و جزو بر ہم می نہد ~~ پارہا را اجتماعے می دہد

ہاتھ نہیں ہے اور اجزا کو جمع کردیتا ہے ~~ ٹکڑوں کو جوڑ دیتا ہے

در نگر در صنعتِ پارہ زنے ~~ کو ہمی دُوزد کُہن بے سُوزنے

پیوند لگانے والے کی کاریگری کو دیکھ ~~ کہ وہ پُرانے کو بغیر سوئی کے سی دیتا ہے

ریسمان و سُوزنے نے وقتِ خرز ~~ آنچناں دُوزد کہ پیدا نیست درز

سیتے وقت، نہ دھاگا ہے نہ سُوئی ~~ اس طرح سی دیتا ہے کہ ٹھیکن کا پتہ نہیں چلتا ہو

چشم بکشا حشر را پیدا بہ بیں ~~ تا نماند شُبہات در یومِ دیں

آنکھ کھول حشر کو کھلے طور پر دیکھ لے ~~ تاکہ تجھے قیامت کے بارے میں شبہ نہ رہے

تا بہ بینی جامعیم را تمام ~~ تا نہ لرزی وقتِ مُردن زاہتمام

تاکہ تو میرے جمع کرنے کو پورا دیکھ لے ~~ تاکہ تو مرتے وقت غم سے نہ لرزے

ہمچناں کہ وقتِ خفتن اَیمنی ~~ از فواتِ جملہ حِسہائے تنی

جس طرح تو سونے کے وقت مطمئن ہے ~~ اپنے جسم کے تمام حواس کے فوت ہوجانے سے

بر حواسِ خود نہ لرزی وقتِ خواب ~~ گرچہ می گردد پریشان و خراب

سوتے وقت تو حواس (کے ختم ہونے) پر نہیں لرزتا ہے ~~ اگرچہ وہ متفرق اور برباد ہوجاتے ہیں

جزع ناکردنِ شیخ بزرگوار بر مرگِ فرزندانِ خویش

ایک شیخ بزرگوار کا اپنی اولاد کے مرنے پر گھبراہٹ کا اظہار نہ کرنا

بود شیخے رہنمائے پیش ازیں ~~ آسمانی شمع بر رُوئے زمیں

اب سے پہلے ایک راہنما شیخ تھے ~~ جو روئے زمین پر آسمانی شمع تھے

لہ اِجتماع۔ قیامت میں انسان کے جسم کے بوسیدہ اجزا اسطرح جمع ہوجائینگے جیسے کہ حضرت عزیرؑ کے گدھے کے اجزا جمع ہوگئے تھے۔ عزیرؑ۔ ایک پیغمبر تھے جن کا ذکر سورۂ بقر کی آیتوں اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ الخ میں ہے یہ ایک ویران بستی پر سے گذرے تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو اسکو کیسے آباد کریگا تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر اور اُن کے گدھے پر فوراً موت طاری کردی سَو برس تک وہ مردہ حالت میں رہے اور پھر اُنکو زندہ کردیا اِس عرصہ میں گدھا بالکل سڑ گل چکا تھا۔ حضرت حق نے اُسکے اجزاء کو جمع کردیا اور وہ پھر زندہ ہوگیا تو فرمایا اسیطرح میں اس بستی کو آباد کردونگا۔

لہ خرت۔ یعنی تو اپنے گدھے کو دیکھ گل سڑ چکا تھا پھر بھی وہ زندہ کردیا گیا۔ دست نے۔ حضرتِ حق کا انسانوں کا سا ہاتھ نہیں ہے۔ پارہ زن۔ پیوند لگانیوالا یعنی خدا تعالیٰ۔ خرز۔ سینا۔ درز۔ بھٹن۔ حشر۔ قیامت کے میدان میں جمع ہونا۔ یوم دین۔ قیامت کا دن۔

لہ جامعیم۔ یعنی میں قیامت میں اجزاء کو کس طرح جمع کرونگا۔ اہتمام۔ فکر میں پڑنا۔ ہمچنانکہ۔ انسان جب سوتا ہے تو اُسکے ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں لیکن انسان سونے سے نہیں ڈرتا ہے کیونکہ اُسکو یقین ہے کہ بیدار ہوتے ہی وہ واپس آجائینگے اِسیطرح اگر قیامت کی زندگی کا یقین ہوجائے تو انسان موت سے خوفزدہ نہوگا۔ جزع۔ پہلے فنائے دنیوی پر غم نہ کرنیکا بیان تھا اب اُس سے متعلق ایک حکایت نقل کرتے ہیں۔

چوں پیمبر درمیانِ امّتاں[1] — در کشائے روضۂ دار الجناں
امتوں میں پیغمبر کی طرح — جنت کے باغ کا در کھولنے والے

گفت پیغمبرؐ کہ شیخِ رفتہ پیش — چوں نبی باشد میانِ قومِ خویش
آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ پیشرو شیخ — اپنی قوم میں نبی کی طرح ہوتا ہے

یک صباحے گفتش اہلِ بیتِ او — سخت دل چونی بگوائے نیک خو
اُن سے اُن کی گھروالی نے ایک صبح کو کہا — اے نیک عادت! بتایئے آپ سخت دل کیوں ہیں؟

ما ز ہجر و مرگِ فرزندانِ تو — نوحہ می آریم باپشت دوتو
آپ کی اولاد کی موت اور جدائی کی وجہ سے ہم — باوجود دُہری کمر ہوجانے کے روتے ہیں

تو نمی گریٔ نمی زاری چرا — یا کہ رحمت نیست در دل اے کیا
آپ کیوں گریہ و زاری نہیں کرتے؟ — اے بزرگ! کیا آپ کے دل میں شفقت (کا مادہ) نہیں ہے؟

چوں[2] ترا رحمے نہ باشد در درو — پس چہ امید ست ماں از تو کنوں
جب آپ کے اندر رحم نہیں — تو اب ہمیں آپ سے کیا اُمید ہے؟

ما بامیدِ تو ایم اے پیشوا — کہ نہ بگزاری تو مارا در فنا
اے پیشوا! ہمیں آپ سے آس ہے — کہ آپ ہمیں ہلاکت میں نہ چھوڑیں گے

چوں بیارایند روزِ حشر تخت — خود شفیعِ ما توئی آں روزِ سخت
جب حشر کے دن تخت آراستہ کریں گے — تو اس سخت دن آپ ہمارے سفارش کرنے والے ہوں گے

در چناں روز و شب بے زینہار[3] — ما باکرامِ تو ایم اُمیدوار
ایسے بے پناہ، روز و شب میں — ہم آپ کے کرم کے اُمیدوار ہیں

دستِ ما و دامنِ تست آں زماں — کہ نماند ہیچ مجرم را اماں
اُس وقت ہمارا ہاتھ، اور آپ کا دامن ہوگا — جبکہ کسی مجرم کے لئے امان نہ رہے گی

گفت پیغمبرؐ کہ روزِ رستخیز — کے گزارم مجرماں را اشک ریز
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن — میں مجرموں کو روتا کب چھوڑوں گا؟

من شفیعِ عاصیاں باشم بجاں — تا رہانم شاں ز اشکنجہ گراں
میں (دل و) جان سے گنہگاروں کا سفارشی ہوں گا — تاکہ اُن کو بھاری شکنجہ سے چھڑا دوں

عاصیان و اہلِ کبائر را بجہد — وا رہانم از عتابِ نقضِ عہد
گنہگاروں اور کبیرہ (گناہ) والوں کو کوشش سے — عہد کے توڑنے کے غصہ سے نجات دلاؤں گا

[1] چوں پیمبر۔ اولیاء اللہ بھی نبوت کے کامل اتباع کی وجہ سے اُمت میں نبیوں کی طرح ہوتے ہیں جو لوگوں کی بخشش کا سبب ہوتے ہیں۔ دار الجناں۔ جنت۔ صباح۔ صبح۔ اہلِ بیت۔ گھر والے، بیوی۔

[2] چوں ترا۔ جب تم میں رحم کا مادہ ہی نہیں ہے تو اب ہم آپ سے کیا توقع رکھیں۔ بیارایند۔ فرشتے حشر میں عرش آراستہ کریں گے۔

[3] بے زینہار۔ بے اماں۔ رستخیز۔ قیامت۔ نقضِ عہد ازل میں عبودیت کا عہد کیا تھا گناہوں کا ارتکاب اس عہد کو توڑنا ہے۔

صالحانِ امّتم خود فارغ[۱] اند — از شفاعتہائے من روزِ گزند

میری امّت کے نیک خود فارغ ہیں — مصیبت کے دن میری سفارشوں سے

بلکہ ایشاں را شفاعتہا بُوَد — گفتِ شاں چوں حکمِ نافذ میرود

بلکہ (خود) اُن کی سفارشیں ہونگی — اُن کی بات چالو حکم کی طرح چلے گی

ہیچ وازِر وِزرِ غیرے بَرنداشت — من نیَم وَازِر خدایم برفراشت

کسی بوجھ اُٹھانے والے نے غیر کا بوجھ نہیں اُٹھایا ہے — میں بوجھ اُٹھانے والا نہیں ہوں، خدا نے مجھے بلند کر دیا ہے

آنکہ بے وِزر ست شیخ ست اے جواں — در قبولِ حق چو اندر کف[۲] کماں

اے جوان! جو بغیر بوجھ کے ہے وہ شیخ ہے — (وہ) اللہ کا مقبول ہونے میں ایسا ہے جیسا کہ ہاتھ میں کمان

شیخ کہ بُوَد پیر یعنی مو سپید — معنیِ ایں مُو بداں اے نا امید

شیخ کون ہوتا ہے، بوڑھا یعنی سفید بالوں والا — اے نا اُمید! اِس بال کے معنی سمجھ لے

ہست آں موئے سیہ ہستیِ اُو — تا ز ہستیش نماند تارِ مُو

وہ کالا بال اُس کی ہستی ہے — تا کہ اُس کی ہستی کا ایک بال کا تار نہ رہے

چونکہ ہستیش نماند پیر اوست — گر سیہ مُو باشد و یا خود دُو موست

جب اُس کی ہستی نہ رہی، وہ بوڑھا ہے — خواہ وہ سیاہ بالوں والا ہو یا کھچڑی بالوں والا

ہست آں موئے سیہ وصفِ[۳] بشر — نیست آں مُو موئ ریش و موی سَر

کالا بال، بشری صفات میں — وہ داڑھی کا بال اور سَر کا بال نہیں ہے

عیسیٰؑ اندر مہد بردارد نفیر — کہ جواں ناگشتہ ما شیخیم و پیر

(حضرت) عیسیٰؑ گہوارے میں اعلان کرتے ہیں — کہ ہم جوان ہوئے بغیر شیخ اور پیر ہیں

چوں یکے موی سیہ کاں وصفِ ماست — نیست بر وے شیخ و مقبولِ خداست

جبکہ ایک کالا بال جو ہماری صفت ہے — اُسمیں نہیں ہے، (وہ) شیخ اور خدا کا مقبول ہے

چوں بُوَد مویش سپید اَر با خود ست — اُو نہ پیر ست و نہ خاصِ ایزد ست

جب اُس کے سفید بال ہوں اگر اُسمیں خودی ہے — وہ نہ پیر ہے اور نہ اللہ (تعالیٰ) کا مقبول ہے

جو بوڑھا ہو یعنی اُس کے بال سفید ہو گئے ہوں کالے نہ ہوں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کالے بال سے مراد اُس کا وجود اور ہستی ہے یعنی وہ اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہو۔ دو مو یعنی جس کے بال کالے اور سفید ملے جلے ہوں ——— ۳ وصف ۔ بشریت کے اوصاف ۔ عیسیٰؑ ۔ حضرت عیسیٰؑ بچپن میں شیخ و پیر تھے ۔ چوں بُوَد ۔ اگر انسان میں خودی ہے تو خواہ بال سفید ہوں وہ شیخ اور پیر نہیں ہے۔ بزرگی بہ عقلست نہ بسال ؎۔

۱ فارغ اند ۔ یعنی نیک لوگوں کو اِس کی ضرورت نہ ہوگی کہ انھیں عذاب سے بچانے کیلئے شفاعت کی جائے۔ ہاں شفاعت سے اُن کے مراتب بڑھیں گے۔ گفتِ شاں ۔ یعنی جناب باری میں اُن کی عرض ضرور مقبول ہو گی ۔ وَازِر ۔ بوجھیلا ۔ وِزر ۔ بوجھ، گناہ ۔ من نیَم وازِر ۔ گزشتہ اشعار میں انبیاء کو رحمۃٌ للعالمینؐ کہا تھا اور اُن کی شفاعت کا ذکر تھا، اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شفاعت میں تو دوسرے کی ذمہ داری اپنے اوپر لینا ہے اور یہ آیت وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کے منافی ہے کیونکہ اسمیں مذکور ہے کہ کوئی بوجھ اُٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا ہے مولانا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اِس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ آیت کا مفہوم تو یہ ہے کہ کوئی بوجھیلا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا میں تو بوجھیلا نہیں ہوں خدا نے میرا مرتبہ بلند کیا ہے لہٰذا میں دوسروں کا بوجھ اُٹھا لوں گا، دراصل آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے جو مولانا نے بیان کیا یہ محض ایک نکتہ ہے ورنہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مثلاً زید نے گناہ کیا ہو اور عمرو کو اُسکی سزا ملے یہ نہیں ہوگا۔
۲ اندر کف ۔ جس طرح کمان ہاتھ کے تابع ہوتی ہے اسی طرح شیخ اللہ کی مرضی کے تابع ہے۔ ہستیِ او ۔ یعنی شیخ اُسکو کہتے ہیں

گر رہید از بعضِ اوصافِ بشر
اگر وہ بعض بشری اوصاف سے بچا ہے

شیخ نبود کہل باشد اے پسر
اے صاحبزادے! وہ شیخ نہ ہوگا ادھیڑ ہوگا

ور سرِ موی ز وصفش باقی ست
اگر اسکا بال برابر وصف باقی رہے

نیست از عرش و سما آفاقی ست
وہ آسمانی اور عرشی نہیں ہے، دنیادار تو ہے

ما ہمہ امیدوارانِ تو ایم
ہم سب آپ کے امیدوار ہیں

ریزہ چینِ رحم و احسانِ تو ایم
آپ کے رحم اور احسان کے ریزہ چین بنے ہیں

لیک با ایں جملہ چوں بے شفقتی
لیکن اس سب کے باوجود آپ بے شفقت کیوں ہیں؟

بہرِ فرزنداں چرا بے رقتی[1]
اولاد کے بارے میں بے رقت کیوں ہیں؟

یا مگر خود دل نمی سوزد ترا
یا شاید آپ کا دل نہیں جلتا ہے

باز گوا اے شیخ با ما ماجرا
اے شیخ! ہمیں قصہ بتائیے

عذر گفتنِ شیخ بہرِ ناگریستن بر مرگِ فرزندان

اولاد کی موت پر نہ رونے سے متعلق شیخ کا عذر بیان کرنا

شیخ گفت او را مپندار اے رفیق
شیخ نے اس سے کہا اے ساتھی! یہ نہ سمجھ

کہ ندارم رحم و مہر و دل شفیق
کہ مجھ میں رحم اور محبت اور شفقت کرنیوالا دل نہیں ہے

بر ہمہ کفار ما را رحمت ست
تمام کافروں پر ہمیں رحم آتا ہے

گرچہ جانِ جملہ کافر نعمت ست
اگرچہ سب کی جان (اللہ کی) نعمت کی کافر ہے

بر سگانم رحمت و بخشایش ست
میرا کتوں پر (بھی) رحم اور ترس ہے

کہ چرا از سنگہا شاں مالش ست
کہ پتھروں سے کیوں ان کی پٹائی ہوتی ہے؟

آں سگے[2] کہ می گزد گویم دعا
وہ کتا جو کاٹتا ہے اس کے لئے دعا کرتا ہوں

کہ ازیں خو وارہانش اے خدا
کہ اے خدا اس عادت سے اس کو بچا

ایں سگاں را ہم دراں اندیشہ دار
ان کتوں کو بھی ایسا خیال عطا فرما

کہ نباشند از خلائق سنگسار
کہ لوگوں سے سنگسار نہ بنیں

زاں[3] فرستاد انبیا را بر زمیں
اسی لئے (اللہ تعالیٰ نے) زمین پر انبیاء بھیجے

تا کند شاں رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ
تاکہ ان کو جہان والوں کے لئے رحمت بنائے

خلق را خواند سوی درگاہِ خاص
وہ لوگوں کو خاص دربار کی طرف بلاتے ہیں

حق را خواند کہ وافر کن خلاص
اللہ (تعالیٰ) سے عرض کرتے ہیں کہ نجات کو عام کردے

---

[1] رقت۔ یعنی دل کی نرمی۔ رفیق۔ یعنی گھروالی جس نے سوال کیا تھا۔ بر ہمہ۔ یعنی ہمیں تو کافروں پر بھی رحم آتا ہے۔ اگرچہ وہ اللہ کی نعمتوں کے کافر ہیں۔ بر سگاں۔ لوگ کتوں کو مارتے ہیں تو ہمیں کتوں پر بھی ترس آتا ہے۔

[2] آں سگے۔ چونکہ کتا کاٹتا ہے اس لئے وہ ڈھیلا کھاتا ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا اس کی یہ بد عادت چھڑا دے اور اس میں ایسا خیال پیدا کردے جس کے نتیجہ میں وہ سنگسار نہ ہو۔

[3] زاں۔ انبیاء سب کے لئے رحمت ہوتے ہیں مخلوق کو اللہ کی طرف ان کے فائدہ کے لئے بلاتے ہیں دوسری طرف اللہ سے ان کے لئے توفیق کی دعا کرتے ہیں۔

جہد بنماید ازیں سُو بہر پند
اِس جانب نصیحت کے لئے کوشش کرتا ہے

چوں نشد گوید خدایا در مبند[1]
جب (مُفید) نہیں ہوتی تو کہتا ہے اے خدا دروازہ بند نہ کر

رحمتِ جُزوی بُود مر عام را
عام (انسانوں) میں جزوی رحمت ہوتی ہے

رحمتِ کُلی بُود ھمّام را
غمخوار میں کُلّی رحمت ہوتی ہے

رحمتِ جُزوش قرین گشتہ بکُل
اُس کی جزوی رحمت کُل سے وابستہ ہو گئی ہے

رحمتِ دریاست ہادی سُبُل
دریا کی رحمت راستوں کی ہدایت کرنیوالی ہے

رحمتِ جُزوی بکُل پیوستہ شو
تو جزوی رحمت ہے کُل کے ساتھ جُڑ جا

رحمتِ کُل را تو ہادی بین و رَو
کُلّی رحمت کو تو ہادی سمجھ اور چل پڑ

تا کہ جُزوست[2] اُو نداند راہِ بحر
جب تک جُزوی (رحمت) ہے وہ سمندر کا راستہ نہیں

ہر غدیرے را کُند اشباہِ بحر
ہر تالاب کو سمندر کے مشابہ بنا دیتی ہے

چوں نداند راہِ یم کے رہ بَرد
جب وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتا ہے راستہ کیسے چلے

سوئے دریا خلق را چوں آورد
دریا کی جانب لوگوں کو کیسے لائے؟

متّصل گردد بہ بحر آنگاہ اُو
وہ سمندر سے اُس وقت وابستہ ہو گا

رہ برد تا بحر ہمچوں سیل و جُو
(جبکہ) بہاؤ اور نہر کی طرح سمندر تک راستہ طے کرے

ور کُند دعوت بتقلیدے بُود
اگر وہ دعوٰی کرے تو (محض) تقلیدی ہو گا

نز عیان و وحی و تائیدی بُود
مشاہدہ اور وحی اور تائید (خداوندی) سے ہو گا

گفت پس چوں رحم داری بر ہمہ
اُس نے کہا، جبکہ تمہیں سب پر رحم (آتا) ہے

ہمچو چوپانی بگردِ ایں رمہ
تم اِس ریوڑ کے چاروں طرف گڈریہ کی طرح ہو

چوں نداری نوحہ بر فرزندِ خویش
آپ اپنی اولاد پر کیوں نہیں روتے ہیں؟

چونکہ فصّادِ اجل شاں زد بہ نیش
جبکہ موت کے فصّاد نے اُن کے نشتر مارا ہے

چوں گواہِ[3] رحم اشکِ دیدہاست
جبکہ رحم کے گواہ، آنکھوں کے آنسو ہیں

دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست
آپ کی آنکھیں بغیر آنسو اور گریہ کے کیوں ہیں؟

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد
عقلمند شیخ اُس کے اِس غصہ سے گرما گئے

در سخن یک بارہ بے آزرم شد
بات کرنے میں یکبارگی بے قابو ہو گئے

رُو بزن کرد و بگفتش اے عجوز
بڑھیا کی طرف رُخ کیا اور اُس سے کہا اے بڑھیا

خود نباشد فصلِ دے ہمچوں تموز
موسم خزاں موسمِ بہار کی طرح نہیں ہوتا ہے

---

[1] در مبند یعنی اے خدا تو توفیق کا دروازہ بند نہ کر۔ رحمتِ جُزوی۔ ہر انسان کے دل میں تھوڑی سی رحمت ضرور ہوتی ہے۔ ھمّام۔ بُلند ہمّت یعنی شیخ جرأت کا دردمند ہوتا ہے اُس میں کُلّی رحمت ہوتی ہے۔ قرین گشتہ۔ رحمت کُلّی دراصل اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن شیخ نے چونکہ اپنے آپ کو بالکلیہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ کر دیا ہے لہٰذا اُس کی رحمت بھی رحمتِ کُلّی ہے۔ بکُل پیوستہ شو یعنی کسی شیخ سے اپنے آپ کو وابستہ کرے۔

[2] تا کہ جُزوست۔ جب انسان میں جُزوی رحمت ہے وہ رحمتِ کُلّی کو نہیں پہچانتا ہر کس و ناکس کو رحمتِ کُلّی سمجھ بیٹھتا ہے۔ غدیر۔ تالاب۔ سُوئے دریا۔ یعنی رحمت کُلّی۔ ور کُند۔ اگر ناقص شیخ کچھ کہیگا بھی تو وہ محض تقلید ہو گی اُس کا مشاہدہ نہ ہو گا۔ وحی۔ مولانا وحی بولکر الہام مراد لیتے ہیں۔ گفت۔ شیخ کی بیوی نے کہا۔ فصّاد۔ رگ کھولنے والا۔ اجل۔ موت۔ نیش۔ نشتر۔

[3] گواہِ رحم۔ آنکھ کے آنسوؤں سے دل کی رحمت کا پتہ چلتا ہے۔ عتابش۔ بیوی کے اعتراضات۔ بے آزرم بے تحمل۔ خود نباشد یعنی سب انسان یکساں نہیں ہیں۔

جملہ[1] گر مُردند ایشاں ور حے اند
وہ سب (اولاد) خواہ مُردہ، ہوں یا زندہ

غائب و پنہاں زچشمِ دل کے اند
دل کی آنکھ سے وہ غائب اور پوشیدہ کب ہیں؟

من چو بینم شاں مُعیّن پیشِ خویش
میں جب اُن کو اپنے سامنے مجسّم دیکھتا ہوں

از چہ رُو رُو را کنم ہمچوں تو ریش
تو کس وجہ سے تیری طرح چہرے کو زخمی کروں؟

گرچہ بیروں اند از دورِ زماں
اگرچہ وہ زمانے کے چکر سے باہر نکل گئے ہیں

با من اند و گردِ من بازی کناں
وہ کھیلتے ہوئے میرے پاس اور میرے چاروں طرف ہیں

گریہ از ہجراں بُود یا از فراق
رونا، تو چھوٹ جانے اور جُدائی کی وجہ سے ہوتا ہے

با عزیزانم وصال ست و عناق
میرا تو عزیزوں سے وصال اور معانقہ ہے

خلق[2] اندر خواب می بینند شاں
لوگ اُن کو خواب میں دیکھتے ہیں

من بہ بیداری ہمی بینم عیاں
میں اُن کو بیداری میں اچھی طرح دیکھتا ہوں

زیں جہاں خود را دمے پنہاں کنم
میں کبھی اپنے آپ کو اس دنیا سے غائب کر دیتا ہوں

برگِ حس را از درخت افشاں کنم
حواس کے پتّوں کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں

حسِ اسیرِ عقل باشد اے فلاں
اے فلاں! حواس عقل کے پابند ہیں

عقل اسیرِ روح باشد ہم بداں
سمجھ لے! عقل روح کی پابند ہے

دستِ بستہ عقل را جاں باز کرد
رُوح نے جکڑی ہوئی عقل کو آزاد کر دیا

کارہائے بستہ را ہم ساز کرد
اُلجھے ہوئے کاموں کو سُلجھا دیا

حسہا و اندیشہ بر آبِ صفا
حواس اور افکار نے صاف پانی پر

ہمچو خس بگرفتہ روی آب را
تنکوں کی طرح پانی کی سطح کو گھیر لیا ہے

دستِ عقل آں خس بیک سو می برد
عقل کا ہاتھ اُس کوڑے کو ایک طرف ہٹا دیتا ہے

آب[3] پیدا می شود پیشِ خرد
عقل کے سامنے پانی کھل جاتا ہے

خس بس انبہ بود بر جو چوں حباب
نہر پر بلبلوں کی طرح کوڑا بہت سا تھا

خس چو یک سو رفت پیدا گشت آب
کوڑا جب ہٹا پانی کھل گیا

چونکہ دستِ عقل نکشاید خدا
جب تک اللہ (تعالیٰ) عقل کے ہاتھ نہ کھولے

خس فزاید از ہوا بر آبِ ما
ہمارے پانی پر ہوا (وہوس) کی وجہ سے کوڑا بڑھ جاتا ہے

آب را ہر دم کند پوشیدہ او
وہ ہر وقت پانی کو چھپائے رکھتا ہے

آں ہوا خنداں و گریاں عقلِ تو
وہ ہوا (وہوس) مسکراتی ہے اور تیری عقل روتی ہے۔

---

[1] جملہ۔ دل کی آنکھیں مُردوں اور زندوں سب کو دیکھتی ہیں۔ من چو بینم۔ میں مُردوں کو بھی مجسّم اپنی نگاہوں سے دیکھتا ہوں تو پھر نوحہ کیسے کروں۔ گریہ۔ رونے کی وجہ ہجر و فراق ہے جبکہ میری اولاد میرے گرد کھیل کود رہی ہے تو پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔

[2] خلق۔ عام لوگوں کو مُردے خواب میں نظر آتے ہیں مجھے بیداری میں بھی نظر آتے ہیں۔ زیں جہاں۔ نیند کی حالت میں ظاہری حواس بیکار ہو جاتے ہیں تو مُردے نظر آنے لگتے ہیں میں بیداری میں اپنے ظاہری حواس کو معطّل کر دیتا ہوں تو وہ نظر آجاتے ہیں۔ حسّ۔ حواس عقل کے پابند ہیں اور عقل رُوح کے تابع ہے، عقل مقید ہوتی ہے، جب روح اسکے موانع زائل کر دیتی ہے تو پھر اس میں جلا پیدا ہو جاتی ہے، روح پر جب تک دنیوی خیالات کا غلبہ رہتا ہے وہ ادراکات سے محروم رہتی ہے جب دنیوی خیالات کے خس و خاشاک سے صاف ہو جاتی ہے تو اس کو باطنی ادراکات حاصل ہونے لگتے ہیں۔

[3] آب۔ یعنی روحانی ادراکات۔ حباب۔ بلبلہ۔ چونکہ۔ اگر خداوندی توفیق شاملِ حال نہ ہو تو نفسانی خواہشات ادراکات سے مانع رہتی ہیں۔ آں ہوا۔ انسان تباہ ہوتا ہے خواہشات مسکراتی ہیں اور عقل روتی ہے۔

چونکہ تقویٰ بست دُو دستِ ہوا
جب پرہیزگاری نے ہوا (وہوس) کے دونوں ہاتھ باندھ دیئے

حق کُشاید ہر دُو دستِ عقل را
اللہ (تعالیٰ) عقل کے دو ہاتھ کھول دیتا ہے

پسؔ حواسِ چیرہ محکومِ تو شُد
غالب حواس تیرے محکوم بن جاتے ہیں

چوں خرد سالار و مخدومِ تو شُد
جب عقل تیری سردار اور مخدوم بن جاتی ہے

حسّ را بے خواب خوابِ اندر کُند
وہ (عقل) حواس کو بغیر نیند کے سُلا دیتی ہے

تا کہ غیبتہا ز جاں سر بر زند
یہاں تک کہ اَن دیکھی باتیں روح میں سے سر اُبھارتی ہیں

ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا
وہ بیداری میں بھی خواب دیکھ لیتا ہے

ہم ز گردوں برکشاید بابہا
آسمان کے دروازے بھی کُھل جاتے ہیں

قصۂ خواندنِ شیخِ ضریر قرآن را از روی مُصحف و در وقتِ خواندنِ قرآن بینا شُدن باذن اللہ تعالیٰ

ایک نابینا شیخ کا قرآن پڑھتے وقت قرآن کو دیکھ کر پڑھنا اور قرآن پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے بینا ہو جانا

دید در بغداد یک شیخِ فقیر
ایک فقیر شیخ نے بغداد میں

مُصحفے در خانۂ پیرے ضریر
ایک نابینا پیر کے گھر میں قرآن دیکھا

گشت ضیفش در تموزِ پُر ز سُوز
جھلستی گرمی کے زمانے میں اُس کا مہمان بنگیا

ہر دو زاہد جمع باہم چند روز
دونوں بزرگ چند روز کے لئے اکٹھے ہو گئے

گفت اینجا اے عجب مصحف چراست
اُسنے (دل میں) کہا تعجب ہے یہاں قرآن کیوں ہے؟

چونکہ نابیناست ایں درویش را
کیونکہ یہ درویش تو بالکل نابینا ہے

اندریںؔ اندیشہ تشویشش فزود
اِس خیال سے اُس کی تشویش بڑھ گئی

کہ جُز او را نیست اینجا باش بود
کہ اِس جگہ تو اور کسی کا مسکن نہیں ہے

اوست تنہا مصحفے آویختہ
وہ تنہا ہے، قرآن آویزاں ہے

من نیم گستاخ یا آمیختہ
میں شوخ، یا گھلا ملا نہیں ہوں

تا بپرسم نے خمش صبرے کنم
کہ دریافت کروں، یا خاموش رہ کر صبر کرلوں

تا بصبرے بر مُرادے بر زنم
تاکہ صبر کے ذریعہ مقصد حاصل کرلوں

صبر کرد و بود چندے در حرج
اُس نے صبر کرلیا اور کچھ دن پریشان رہا

کشف شد کالصّبر مفتاح الفرج
(معاملہ) کُھل گیا کیونکہ صبر کرنا کشادگی کی چابی ہے

لہ پس۔ جب انسان عقل کے تابع ہوتا ہے تو حواسِ ظاہری اُسکے محکوم بنجاتے ہیں۔ حِسّ۔ انسان کو نیند کی حالت میں خواب اِسی لئے نظر آتے ہیں کہ حواسِ ظاہری معطّل ہوجاتے ہیں اور انسان غائب از نظر چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے پھر جب عقل کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ بیداری میں بھی حواس کو معطّل کردیتی ہے اور وہ چیزیں اُس کو بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں جو کہ وہ خواب میں دیکھ سکتا تھا۔

لہ۲ قصّہ۔ اِس قصّہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حواسِ ظاہری کے نہ ہوتے ہوئے بھی حواسِ ظاہری کے مُدرکات حاصل ہوجاتے ہیں۔ ضریر۔ نابینا۔ تموز۔ گرمی کا مہینہ ہے۔ مُصحف۔ قرآن پاک۔ راست۔ صحیح، بالکل یہ نابینا کی تاکید ہے۔

لہ۳ اندیشہ۔ یعنی یہ خیال کہ نابینا کے گھر میں قرآن کیوں ہے؟ آمیختہ۔ یعنی میں اسقدر گھلا ملا نہیں ہوں کہ بے تکلفی سے سوال کرسکوں۔ حرج۔ تنگی۔ فرج۔ کشادگی۔

صَبر گنج ست اے برادر صبر کُن — تا شفا یابی تو زیں رنجِ کُہن

اے بھائی! صبر خزانہ ہے، صبر کر — تاکہ تو اِس پُرانے غم سے شفا حاصل کرے

صَبر[1] تلخ ست و بَرِ او شکر ست — صبر سُوئے کشفِ ہر سِرّ رہبر ست

صبر کڑوا ہے، اُس کا پھل شکر ہے — صبر، ہر راز کے کُھلنے کا راہبر ہے

صبر کردنِ لقمان علیہ السّلام چوں دید کہ داؤد علیہ السّلام حلقہا از آہن را میکرد از سوال بایں نیّت کہ صبر از سوال موجب فرح راحت ست

لقمان علیہ السّلام کا سوال سے صبر کرنا جبکہ انھوں نے دیکھا کہ حضرت داؤدؑ لوہے کے حلقے بنا رہے ہیں، اِس نیت سے کہ سوال کرنے سے صبر کرنا خوشی اور راحت کا سبب ہے

رفت لقمانؑ سُوی داؤدِؑ نبی — حلقہ می کرد اُو ز پولادِ اَبی[2]

(حضرت) لقمانؑ، داؤد نبی کے یہاں گئے — وہ سخت فولاد کے حلقے بنا رہے تھے

جُملہ را بایک دگر دَر می فگند — زآہن و پولاد آں شاہِ بُلند

سب (حلقوں) کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے — لوہے اور فولاد سے، وہ شاہِ عالی

صَنعتِ زرّاد اُو کم دیدہ بود — در تحیّر ماند و وسواسش فزود

اُن (لقمانؑ) نے زرہ بننے والے کی کاریگری نہ دیکھی تھی — وہ حیران رہ گئے اور وسوسے بڑھ گئے

کایں چہ شاید بود وا پُرسم زو — کہ چہ می سَازد ز حلقہ تو بتو

کہ یہ کیا بنے گا، اُن سے پوچھوں — کہ وہ مسلسل حلقوں سے کیا بنا رہے ہیں؟

باز با خود گفت صبر اولیٰ ترست — صبر با مقصود زُوتر رہبر ست

پھر اپنے آپ سے کہا، کہ صبر زیادہ مناسب ہے — صبر، مقصد کا تیز راہنما ہے

چوں نہ پُرسی زود تر کشفت شود — مُرغِ صبر از جملہ پرّاں تر زَوَد

اگر تو نہ پوچھے گا جلد تجھ پر ظاہر ہو جائیگا — صبر کا پرند، تمام پرندوں سے تیز اُڑتا ہے

ور[3] بہ پُرسی دیر تر حاصل شود — سہل از بے صبریت مشکل شود

اگر تو پوچھے گا، دیر میں حاصل ہوگا — تیری بےصبری سے آسان (بھی) مشکل ہو جائیگا

چونکہ لُقماں تن بزد ہم در زماں — شد تمام از صَنعت داؤد آں

چونکہ لُقمان اُس وقت خاموش ہو گئے — وہ (کام حضرتؑ) داؤدؑ کی کاریگری سے مکمل ہو گیا

پس زرہ سازید و در پوشید اُو — پیشِ لُقمانِؑ حکیمِ صَبر خو

تب اُنھوں نے زرہ بنالی اور اُسکو پہنا — صابر و دانا لُقمانؑ کے سامنے

[1] صبر تلخ ست۔ صبر تلخ ست و لیکن بر شیریں دارد۔ صبر کردن۔ اِس قصّہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لُقمانؑ نے صبر کیا تو جو دل میں سوال پیدا ہوا تھا وہ خود بخود حل ہو گیا۔

[2] آبی۔ اِنکار کرنے والا یعنی وہ سخت فولاد تھا۔ در می فگند۔ یعنی حضرت داؤدؑ اُن حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے۔ زرّاد۔ زرہ بنانے والا۔ ایں چہ۔ یعنی یہ کیا بنایا جا رہا ہے۔ زوتر۔ زود تر۔

[3] ور بہ پرسی۔ بے صبری سے کام بگڑ جاتا ہے۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ صنعت۔ کاریگری۔

گفت ایں نیکو لباس ست اے فتیٰ — در مصافِ خصم دفعِ زخم را

فرمایا اے جوان! یہ اچھا لباس ہے — لڑائی کے میدان میں زخم کی روک کیلئے

گفت لقمانؑ صبر نیکو ہمدمیست — کو پناہ و دافعِ ہر جا غمیست

لقمانؑ نے فرمایا کہ صبر اچھا ساتھی ہے — کیونکہ وہ ہر مقام پر غم کی پناہ اور دافع ہے

صبر را با حق قریں کرد اے فلاں — آخرِ والعصر[۱] را آگہ بخواں

اے فلاں! صبر کو حق کا ساتھی بنایا ہے — ہوش سے، والعصر کا آخیر پڑھ لے

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید — کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید

اللہ (تعالیٰ) نے لاکھوں کیمیائیں پیدا کی ہیں — صبر جیسی کیمیا، آدم نے نہیں دیکھی ہے

بقیۂ قصۂ نابینا و مصحف خواندنِ آں بنظر

نابینا اور اس کے دیکھ کر قرآن پڑھنے کے قصہ کا بقیہ

مردِ مہماں صبر کرد و ناگہاں — کشف گشتش حالِ مشکل در زماں

مہمان شخص نے صبر کیا، اور اچانک — اس پر مشکل کا حال، فوراً کھل گیا

نیم شب آوازِ قرآں را شنید — جست از خواب آں عجائب را بدید

آدھی رات کو قرآن کی آواز سنی — یہ نیند سے اٹھا، اور عجائب دیکھے

کہ ز مصحف[۲] کور می خواند درست — گشت بے صبر و ازو آں حال جست

کہ نابینا قرآن کو دیکھ کر صحیح پڑھ رہے ہیں — بے صبر ہو گیا، اور ان سے اس حال کی جستجو کی

گفت چوں کوری عجب بے چشم و نور — چوں ہمی خوانی و می بینی سطور

کہا جبکہ آپ نابینا ہیں، بغیر آنکھ اور روشنی کے — آپ کیسے پڑھتے ہیں اور سطریں دیکھتے ہیں؟

آنچہ می خوانی بر آں افتادہ — دست را بر حرفِ آں بنہادہ

جو کچھ آپ پڑھتے ہیں، اسی پر ہوتے ہیں — ہاتھ کو اس کے حروف پر رکھتے ہیں

اِصبعت در سیر پیدا می کند — کہ نظر بر حرف داری مستند

رفتار میں آپ کی انگلی ظاہر کرتی ہے — کہ آپ صحیح طور پر حرف پر نظر رکھتے ہیں

گفت اے گشتہ ز جہلِ[۳] تن جدا — ایں عجب داری تو از صنعِ خدا

انہوں نے کہا اے وہ کہ جو جسمانی جہالت سے جدا ہو گیا ہے — تو اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری پر تعجب کرتا ہے

من ز حق در خواستم کاے مستعاں[۴] — بر قرآت من حریصم ہمچو جاں

میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی کہ اے مددگار! — مجھے قرآن پڑھنے سے جان کی برابر محبت ہے

۱؎ والعصر۔ اس سورہ کے آخیر میں وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ آیا ہے انہوں نے باہمی حق کی وصیت کی اور صبر کی وصیت کی یعنی اس سے معلوم ہوا کہ صبر کی نگہداشت ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ حق کی نگہداشت ضروری ہے۔ کیمیا۔ کیمیا تانبے کی حقیقت کو بدل دیتی ہے اسی طرح صبر مصائب کو راحتوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

۲؎ کہ ز مصحف۔ وہ نابینا دیکھ کر قرآن پڑھ رہے تھے اور جو آیت پڑھتے تھے اس پر صحیح انگلی رکھتے ہوئے پڑھتے تھے۔ اصبعت در سیر۔ ناظرہ خواں عموماً پڑھنے میں آیتوں پر انگلی رکھتے چلے جاتے ہیں۔

۳؎ ز جہلِ تن جدا یعنی مادی جسم کی جہالتیں تجھ سے دور ہو چکی ہیں پھر خدا کی اس قدرت سے تجھے کیا پریشانی ہے۔

۴؎ مستعان۔ وہ جس سے مدد چاہی جائے۔

نیستم حافظ مرا نورے بدہ
میں حافظ نہیں ہوں، مجھے روشنی عطا کر دے
در دو دیدہ وقتِ خواندن بے گرہ
دونوں آنکھوں میں بغیر رکاوٹ کے، پڑھتے وقت

بازدہ دو دیدہ ام را آں زماں
اس وقت میری دونوں آنکھیں مجھے لوٹا دے
کہ بگیرم مُصحف و خوانم عیاں
جبکہ میں قرآن اٹھاؤں اور دیکھ کر پڑھوں

آمد از حضرت ندا کاے مردِ کار[1]
بارگاہِ خداوندی سے آواز آئی، اے باعمل!
اے بہر رنجے بما اُمیدوار
اے وہ کہ ہر تکلیف میں ہم سے اُمیدوار ہے

مُحسنِ ظن ست و امیدے خوش ترا
یہ تیرا حُسنِ ظن ہے، اور اچھی اُمید
کہ ترا گوید بہر دم بَرتر آ
جو تجھ سے کہتی ہے، کہ ہر سانس میں ترقی کر

ہر زماں کہ قصدِ خواندن باشدت
جس وقت تیرا پڑھنے کا ارادہ ہوگا
یا ز مُصحفہا قراءت بایدت
یا قرآنوں سے (دیکھ کر) تو پڑھنا چاہیگا

من دراں دم وادہم چشمت ترا
میں اس وقت تیری آنکھیں لوٹا دوں گا
تا فرو خوانی مُعظّم جوہرا[2]
تاکہ تو خوب پڑھ لے، اے بڑے جوہر!

ہمچناں کرد و ہر آنگاہے کہ من
اس (اللہ تعالٰی) نے ایسا ہی کیا اور جبکہ میں
وا کشایم مُصحف اندر خواندن
پڑھنے میں قرآن کھولتا ہوں

آں خبیرے کو نشُد غافل ز کار
تو وہ خبیر جو کام سے غافل نہیں ہے
آں گرامی بادشاہِ کردگار
وہ عزیز، کردگار، بادشاہ

باز بخشد بینشم آں شاہِ فرد
وہ یکتا شاہ میری بینائی دوبارہ عنایت کر دیتا ہے
در زماں ہمچوں چراغِ شب نورد
فوراً، تاریکی کو لپیٹ دینے والے چراغ جیسی

زیں سبب نبود ولی را اعتراض
اسی لئے، ولی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے
ہر چہ بستاند فرستد اعتیاض
(کیونکہ) جو کچھ وہ لیتا ہے، بدلہ بھیج دیتا ہے

گر بسوزد باغت انگورے دہد
اگر وہ تیرا باغ جلاتا ہے، انگور دیدیتا ہے
در میانِ ماتمے سُورے دہد
رنج کے دوران خوشی دے دیتا ہے

آں شَل بے دست را دستے دہد
وہ ہاتھ کٹے ٹُنڈے کو، ہاتھ دے دیتا ہے
کانِ غمہا را دلِ مستے دہد
غموں کی کان کو مست دل دیدیتا ہے

لا نُسَلِّم[3] و اعتراض از ما برفت
ہم نہیں مانتے ہیں (کہنا) اور اعتراض ہم سے رخصت ہوگیا ہے
چوں عوض می آید از مفقود زفت
جبکہ گم شدہ کا بھاری بدلہ آجاتا ہے

۱؎ مردِ کار۔ باعمل انسان۔ مُحسنِ ظن۔ حدیثِ قدسی ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ یعنی میں وہی کرتا ہوں جو میرا بندہ میرے بارے میں سوچتا ہے اگر اللہ کے ساتھ اچھا گمان ہوگا تو خیر حاصل ہوگی، بُرا گمان ہوگا تو شر حاصل ہوگا۔

۲؎ مُعظّم جوہرا۔ اس سے بعض صاحبان نے اُن نابینا کی ذات مُراد لی ہے بعض نے اس کو خوانی کا مفعول سمجھ کر قرآنِ کریم مراد لیا ہے۔ کردگار۔ اللہ تعالٰی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں کرد بمعنی فعل اور گار بمعنی صاحب ہے۔ اعتیاض۔ عوض لینا، اللہ تعالٰی عوض ضرور عنایت فرما دیتا ہے، خواہ وہ تمہاری منشا کے مطابق نہ ہو۔ گر بسوزد۔ مولانا نے اس شعر میں اسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس عوض کا اُس کی جنس سے ہونا ضروری نہیں جو تم نے لی ہے۔ ماتم۔ مجلسِ غم۔ سُور۔ محفلِ شادی۔ دلِ مستے۔ دل کی مستی میں انسان غم کو بھول جاتا ہے۔

۳؎ لا نُسَلِّم۔ یہ جملہ عموماً مباحثہ میں فریقِ ثانی کی بات کے انکار کے وقت بولا جاتا ہے۔ مفقود۔ گم شدہ۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔

چونکہ[1] بے آتش مرا گرمی رسد
جبکہ بغیر آگ کے ہمیں گرمی ملتی ہے
راضیم گر آتشِ ما را کشد
ہم راضی ہوں، اگر وہ ہماری آگ بجھا دے

چونکہ بے چشمے بہ بخشد دیدنے
جبکہ وہ بغیر آنکھ کے دیکھ لینا عطا فرما دیتا ہے
اینچنیں کوریست چشمِ روشنے
ایسا اندھاپن روشن آنکھ ہے

بے چراغے چوں دہد او روشنی
جبکہ وہ بغیر چراغ کے روشنی عطا فرما دیتا ہے
گر چراغت شد چہ افغاں میکنی
اگر تیرا چراغ بجھ جائے تو کیوں شکایت کرتا ہے؟

صفتِ بعضِ اولیا کہ راضی اند باحکامِ الٰہی ولابہ نکنند بخدائے تعالےٰ کہ خدایا ایں حکم را بگرداں

بعض اولیاء کا بیان جو خدائی احکام پر راضی ہیں اور اللہ (تعالےٰ) سے اصرار نہیں کرتے ہیں کہ اے خدا یہ حکم لوٹا دے

بشنو[2] اکنوں قصۂ آں رہرواں
اب اُن راہنماؤں کا قصہ سُن
کہ ندارند اعتراضے در جہاں
جو دنیا میں کوئی اعتراض نہیں کرتے ہیں

ز اولیا اہلِ دعا خود دیگرند
دعا کرنے والے، اولیاء میں سے دوسرے ہیں
گہ ہمی دوزند و گاہے می درند
جو کبھی سیتے ہیں، اور کبھی پھاڑتے ہیں

قومِ دیگر می شناسم ز اولیا
میں اولیاء میں سے دوسری قوم (کو بھی) جانتا ہوں
کہ دہاں شاں بستہ باشد از دعا
جن کا منھ دعا سے بند رہتا ہے

از رضا کہ ہست رامِ آں کرام
چونکہ رضا اُن بھلوں کا معمول ہے
جستنِ دفعِ قضا شاں شد حرام
قضا کے فیصلہ کو روکنے کی جستجو اُن پر حرام ہے

در قضا ذوقے[3] ہمی بینند خاص
وہ قضا میں خاص مزہ محسوس کرتے ہیں
کفرِ شاں آید طلب کردن خلاص
خلاصی چاہنا اُن کو کفر (محسوس) ہوتا ہے

حسنِ ظنّے بر دلِ ایشاں کشود
اُن کے دل پر حسنِ ظن ایسا طاری ہو گیا ہے
کہ نپوشند از عزا جامہ کبود
کہ وہ غم میں کالا کپڑا نہیں پہنتے ہیں

ہر چہ آید پیشِ ایشاں خوش بود
جو اُن کو پیش آتا ہے اچھا لگتا ہے
آبِ حیواں گردد ار آتش بود
اگر آگ ہو تو آبِ حیات بن جاتا ہے

زہر در حلقومِ شاں شکر بود
اُن کے گلے میں زہر شکر ہو جاتا ہے
سنگ اندر راہِ شاں گوہر بود
اُن کے راستہ کا پتھر جوہر ہو جاتا ہے

[1] چونکہ۔ ہمیں مقصد کی طلب ہے خواہ اُس کا سبب کچھ بھی ہو۔ چشمِ روشنے۔ آنکھ سے مقصد دیکھنا ہے جب وہ بغیر آنکھ کے حاصل ہو تو آنکھ نہ ہونے سے ہمیں کیا شکوہ ہو سکتا ہے۔

[2] بشنو۔ ابتک یہ سمجھایا تھا کہ بعض اولیاء تو ایسے ہیں کہ مقصود جب حاصل ہوتا ہے تو سبب کے موجود نہ ہونے پر شکوہ نہیں کرتے ہیں اب یہ بتلاتے ہیں کہ کچھ بزرگ ایسے ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی شکوہ پسند نہیں کرتے ہیں اور اللہ کی قضا کے خلاف دعا کو بھی حرام سمجھتے ہیں واضح رہے کہ یہ حالت مغلوب الحال اولیاء کی ہوتی ہے ورنہ انبیاءؑ دعائیں نہ کرتے۔ اصلِ کمال یہ ہے کہ راضی برضا ہوتے ہوئے دعا کی جائے۔ رام۔ معمول۔

[3] در قضا۔ مصائب کو مرضیِ خدا سمجھ کر اس میں لذت حاصل کرتے ہیں ضَرْبُ الْحَبِیْبِ زَبِیْبٌ، معشوق کی مار کشمش ہے اِن کا مقولہ ہوتا ہے۔ عزا۔ ماتمی لباس کالا ہوتا ہے۔ آبِ حیواں یعنی ہر تکلیف اُن کے لئے باعثِ راحت بنجاتی ہے۔

جملگی یکساں بُود شاں نیک و بد[1] — از چہ باشد ایں ز حُسنِ ظنِّ خود
ان کے لئے اچھا بُرا سب یکساں ہوتا ہے — یہ کیوں ہوتا ہے؟ اپنے حُسنِ ظن سے (ہوتا ہے)

کُفر باشد نزد شاں کردن دُعا — کاے الٰہ از ما بگرداں ایں قضا
دعا کرنا اُن کے نزدیک کفر ہوتا ہے — کہ اے خدا! اِس قضا کو ہم سے لوٹا دے

سوال کردنِ بہلولؒ آں درویشِ ولی را

(حضرت) بہلول رحؒ کا اُس ولی درویش سے دریافت کرنا

گفت بہلولؒ آں یکے درویش را — چونی اے درویشِ واقف کُن مرا
(حضرت) بہلولؒ نے اُس ایک درویش سے کہا — اے درویش! تو کیسا ہے مجھے بتا دے

گفت[2] چوں باشد کسیکہ جاوداں — بر مُرادِ اُو رَوَد کارِ جہاں
اُس نے کہا، وہ شخص کیسا ہوگا، کہ ہمیشہ — جس کے ارادے کے مطابق دنیا کے کام چلتے ہوں

سیل و جُوہا بر مُرادِ اُو رَوند — اختراں زاں ساں کہ اُو خواہد شوند
سیلاب اور نہریں اُسکے ارادہ کے مطابق جاری ہوں — ستارے، جس طرح وہ چاہے، ہو جائیں

زندگی و مرگ سرہنگانِ اُو — بر مُرادِ اُو روانہ کُو بہ کُو
زندگی اور موت، اُس کے سپاہی ہوں — جو اُسکے ارادہ کے مطابق کوچہ بکوچہ روانہ ہوں

ہر کجا خواہد فرستد تعزیت — ہر کجا خواہد بہ بخشد تہنیت
وہ جہاں چاہے تعزیت کو روانہ کرے — وہ جہاں چاہے مبارکبادی بخش دے

سالکانِ[3] راہ ہم بر گامِ اُو — ماندگاں از راہ ہم در دامِ اُو
راہ کے سالک بھی اُسکے نقشِ قدم پر ہوں — راہ سے عاجز بھی اُس کے جال میں ہوں

ہیچ دندانے نہ خندد در جہاں — بے رضا و امرِ آں فرماں رَواں
دنیا میں کوئی دانت نہ مُسکرائے — اُس فرماں روا کی رضا اور حُکم کے بغیر

بے رضائے اُو نیفتد ہیچ برگ — بے قضائے اُو نیاید ہیچ مرگ
اُس کی منشار کے بغیر کوئی پتا نہ جھڑے — اُس کے حکم کے بغیر کوئی موت نہ آئے

بے مُرادِ اُو نجُنبد ہیچ رگ — در جہاں زاوج ثریا تا سمک
اُس کے ارادہ کے بغیر کوئی رگ نہ پھڑکے — دنیا میں ثریا کی بلندی سے مچھلی تک

گفت اے شہ راست گفتی ہمچنیں — در فر و سیمائے تو پیدا است ایں
(حضرت بہلولؒ نے) کہا اے شاہ! تم نے سچ کہا، ایسا ہی — آپ کے چہرے اور شان سے یہ ظاہر ہے

---

[1] نیک و بد۔ وہ سمجھتے ہیں کہ "ہر چہ از دوست می رسد نیکوست"، دوست کی جانب سے جو آئے وہ اچھا ہی ہے۔ سوال کردن۔ حضرت بہلولؒ نے ایسے ہی بزرگ کے مزاج پوچھے جو راضی بقضاءِ خداوندی تھے اور کوئی دعا کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ چونی۔ آپ کے کیسے مزاج ہیں؟

[2] گفت۔ اُس ولی نے حضرت بہلولؒ کو جواب دیا کہ جس شخص کی منشار کے مطابق ساری دنیا کا کاروبار چل رہا ہو اور کوئی چیز اُس کی منشار کے خلاف نہ ہو تو ایسے شخص سے مزاج دریافت کرنے کا کیا مطلب ہے۔ زندگی۔ یعنی لوگوں کی موت وحیات اُس کی مُراد کے مطابق ہو۔ تعزیت۔ میت کا پُرسا۔ تہنیت۔ مبارکبادی۔

[3] سالکان۔ راستہ چلنے والے مسافر اُس کے نقشِ قدم پر چلیں، منزل تک نہ پہنچنے والے اُسی کے ارادہ سے منزل سے محروم ہوں۔ ہیچ۔ ہر شخص کی خوشی اُس کے حکم سے ہے۔ بے مرادِ او۔ دنیا کی ہر حرکت اور سکون اُسکے ارادہ سے ہے۔ گفت۔ حضرت بہلولؒ نے کہا جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ ضرور درست ہے لیکن مجھے ذرا تفصیل سے سمجھایئے۔ تاکہ میں پورا مطلب سمجھ جاؤں۔

این و صد چندینی اے صادق و لیک — شرح گو ایں را بیاں کُن نیک نیک

اے سچے! آپ ایسے ہی اور (اس سے) سینکڑوں گنا ہیں لیکن — اِس کی تشریح کر دیجئے اور صاف صاف بیان کر دیجئے

آنچناں کہ فاضل و مردِ فضول[1] — از دل و از جاں کُنَد او را قبول

ایسے طریقے پر کہ فاضل اور جاہل — اُس کو دل و جان سے قبول کر لے

آنچنانش شرح کُن اندر کلام — کہ ازاں ہم بہر یابد عقلِ عام

گفتگو میں اس کی اِس طرح شرح کر دیجئے — کہ اُس سے عوام کی عقل بھی حصہ حاصل کر لے

ناطقِ کامل چو خواں باشے بُوَد — بر سرِ خوانش زہر آشے بُوَد

کامل مقرر، جب خوان والا ہوتا ہے — اُس کے خوان پر ہر قسم کا کھانا ہوتا ہے

تا نماند ہیچ مہماں بینوا — ہر کسے یابد غذائے خود جُدا

تاکہ کوئی مہمان بے سہارا نہ رہے — ہر شخص اپنی علیحدہ غذا حاصل کر لے

ہمچو قرآں کو بمعنی ہفت توست[1] — خاص را و عام را مطعم درو ست

جیسا کہ قرآن (پاک) جو معانی کے اعتبار سے سات تہوں — اُس میں خاص اور عام کی غذا ہے

گفت[2] ایں بارے یقیں شد پیشِ عام — کہ جہاں در امرِ یزداں ست رام[3]

اُنھوں نے کہا، یہ تو اب سب کو یقین ہے — کہ دنیا خدا کے حُکم کی فرماں بردار ہے

ہیچ بَرگے در نیفتد از درخت — بے قضا و حکمِ آں سُلطانِ تخت

درخت سے کوئی پتا نہیں جھڑتا — بغیر عرش کے اُس شاہ کے فیصلے اور حُکم کے

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو — تا نگوید لقمہ را حق کادخلوا

لقمہ منہ سے گلے میں نہیں جاتا — جب تک اللہ (تعالیٰ) نہ فرمادے داخل ہو جا

میل و رغبت کاں زمامِ آدمی ست — جُنبشِ آں رام امرِ آں غنی ست

میلان اور رغبت جو آدمی کی باگ ہے — اُسکی حرکت اُس بے نیاز کے حُکم کی فرمانبردار ہے

در زمینہا و آسمانہا ذرۂ — پَر نجنباند نگردد پَرّۂ

کوئی ذرّہ، زمینوں اور آسمانوں میں — پَر نہیں مارتا، کوئی تِنکا گردش نہیں کرتا

جز بفرمانِ قدیمِ نافذش — شرح نتواں کرد و جلدی نیست خوش

بغیر اُس کے جاری ہونے والے ازلی حکم کے — (جسکی) شرح نہیں کی جا سکتی اور ہمت کرنا اچھا نہیں ہے

کہ اشمر و برگِ درختاں را تمام — بے نہایت کے شود در نطق رام

درختوں کے سب پتّوں کو کون گن سکتا ہے؟ — لامحدود، گفتگو کے تابع کب ہو سکتا ہے؟

---

[1] مردِ فضول۔ ناقابل شخص۔ ناطقِ کامل۔ اچھے مقرر کا یہ کمال ہوتا ہے کہ اُس کی تقریر سے عوام و خواص دونوں لُطف اُٹھاتے ہیں۔ ہمچو قرآں۔ قرآن کے معانی اور مطالب سے ہر شخص اپنی فہم کے مطابق پورا فائدہ اُٹھاتا ہے ہفت۔ ممکن ہے مولانا نے اُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلیٰ سَبْعَةِ اَحْرُفٍ کے یہ معنیٰ لئے ہوں کہ اس میں تہ بہ تہ سات معنیٰ ہیں

[2] گفت۔ اس ولی نے حضرت بہلولؒ کو جواب دیا کہ یہ سب مانتے ہیں کہ دنیا کے ذرّے ذرّے پر اللہ کی حکمرانی ہے اور کائنات کی ہر حرکت و سکون اُس کے حکم سے ہے تو جب بندہ بالکل راضی بقضائے الٰہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا ہر حکم اور فعل اُس کی مراد بن جائیگا اور یہ سمجھا جائیگا کہ عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے گویا وہ اُس بندے کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔

[3] رام۔ فرمانبردار سُلطانِ تخت۔ یعنی اللہ تعالیٰ میل و رغبت۔ انسان کی خواہش اور رغبت انسان سے اپنے مطابق کام کراتی ہے جلدی۔ بہادری ہمت۔ کہ اشمر د۔ درختوں کے پتّے جو متناہی ہیں اُن کی شمار ناممکن ہے تو غیر متناہی کی تفصیل کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

این قدر بشنو کہ چون کلی کار ۔۔۔ می نگردد جز بامر کردگار
اتنا سن لے، کہ جب تمام کام ۔۔۔ بغیر خدا کے حکم کے نہیں ہوتے

چون[۱] قضای حق رضای بندہ شد ۔۔۔ حکم او را بندۂ خواہندہ شد
جب اللہ (تعالیٰ) کا حکم بندہ کی رضامندی بنگیا ۔۔۔ بندہ اس کے حکم کا چاہنے والا بن گیا

بے تکلف نے پئے مزد و ثواب ۔۔۔ بلکہ طبع او بران شد مستطاب
بغیر کسی تکلف کے، نہ کہ بدلہ اور ثواب کیلئے ۔۔۔ بلکہ اس کی طبیعت اس پر خوش ہو گئی

زندگی خود نخواہد بہر خود ۔۔۔ بلکہ خواہد از پئے حکم احد
وہ اپنی زندگی اپنی خاطر نہیں چاہتا ۔۔۔ بلکہ اللہ (تعالیٰ) کے حکم کی وجہ سے چاہتا ہے

ہر کجا[۲] امر قدم را مسلکے ست ۔۔۔ زندگی و مردگی پیشش یکے ست
جہاں کہیں قدیم امر کا مسلک ہے ۔۔۔ اس کے سامنے زندگی اور موت ایک ہے

بہر یزداں می زید نے بہر گنج ۔۔۔ بہر یزداں می مرد نے خوف و رنج
وہ خدا کے لئے جیتا ہے نہ کہ خزانہ کیلئے ۔۔۔ وہ خدا کے لئے مرتا ہے نہ کہ ڈر اور تکلیف سے

ہست ایمانش برائے خواہ او ۔۔۔ نے برائے جنت و اشجار و جو
اس کا ایمان اس (اللہ) کی رضامندی کیلئے ہے ۔۔۔ نہ کہ جنت اور (جنت کے) درختوں اور نہروں کیلئے

ترک کفرش ہم برائے حق بود ۔۔۔ نے ز بیم آنکہ در آتش رود
اس کا کفر کو چھوڑنا بھی اللہ کے لئے ہے ۔۔۔ نہ کہ اس ڈر سے کہ وہ جہنم میں جائے گا

اینچنیں آمد ز اصل آں خوی او ۔۔۔ بے ریاضت نے بجست و جوی او
یہ اس کی عادت اصل سے ایسی ہی آئی ہے ۔۔۔ بغیر کسی مجاہدے کے، نہ کہ اس کی کوشش سے

آنگہاں خندد کہ او بیند رضا ۔۔۔ ہمچو حلوا و شکر او را قضا
وہ اس وقت ہنستا ہے جبکہ رضا (حق) دیکھتا ہے ۔۔۔ اللہ کا حکم اس کے لئے حلوے اور شکر کی طرح ہے

بندہ[۳] کش خوی و خلقت این بود ۔۔۔ نے جہاں بر امر و فرمانش رود
وہ بندہ جس کی عادت اور خصلت یہ ہو ۔۔۔ کیا جہان اسکے حکم اور فرمان کے مطابق نہیں چلے گا

پس چرا لابہ کند او یا دعا ۔۔۔ کہ بگرداں اے خداوند ایں قضا
تو وہ کیوں خوشامد اور دعا کرے؟ ۔۔۔ کہ اے اللہ! اس حکم کو واپس لے لے

مرگ او و مرگ فرزندان او ۔۔۔ بہر حق پیشش چو حلوا در گلو
اس کی موت اور اس کی اولاد کی موت ۔۔۔ اللہ کیلئے اسکے نزدیک ایسی ہے جیسا کہ منہ میں حلوا

---

۱ چوں۔ جب اللہ کے تمام فیصلوں اور احکام پر بندہ راضی ہو گیا ہے تو اللہ کے تمام احکام اس کا مطلوب بن گئے ہیں۔ بے تکلف۔ یعنی یہ رضا اس کی طبعی بات بن گئی ہے اس میں کوئی اجر و ثواب بھی اس کے مدنظر نہیں ہے۔ زندگی۔ اپنی زندگی بھی اپنی خاطر نہیں چاہتا بلکہ اس لئے چاہتا ہے کہ اللہ کا حکم یہی ہے۔

۲ ہر کجا۔ یعنی جو بھی خدا کا ازلی حکم ہے وہی راستہ اس کو پسند ہے خواہ وہ زندگی ہو یا موت۔ ہست ایمانش۔ اس کا ایمان بھی محض مولا کی رضامندی کے لئے ہے نہ کہ جنت کے لالچ کی وجہ سے اور کفر سے نفرت بھی رضاء مولا کی وجہ سے ہے نہ کہ دوزخ کے ڈر سے۔ ہمچو حلوا۔ اللہ کا ہر حکم اس کو ایسا مرغوب ہے جیسا کہ حلوا مرغوب ہوتا ہے۔

۳ بندہ کش۔ جب احکام خداوندی پر رضا کی یہ کیفیت ہو تو یقیناً یہ کہا جائیگا کہ دنیا کے سب کام اس بندہ کے حکم سے چل رہے ہیں۔

نزعِ فرزنداں برآں باوفا چوں قطائف پیشِ شیخِ بینوا

اُس وفادار کے لئے اولاد کا نزع (ایسا ہے) جیسے مُفلس بوڑھے کے لئے پھل،

پس[۱] چرا گوید دعا الّا مگر در دعا بیند رضائے دادگر

تو وہ کیوں دعا کرے، ہاں اگر وہ دعا میں اللہ (تعالیٰ) کی رضامندی دیکھ لے

آں[۲] شفاعت واں دعا نز رحمِ خود می کند آں بندۂ صاحب رَشد

وہ سفارش اور وہ دعا اپنے اوپر رحم کے لئے نہیں کرتا ہے، وہ ہدایت یافتہ بندہ

رحمِ خود را او ہماں دم سوختست کہ چراغِ عشقِ حق افروختست

اپنے رحم کو اُس نے اُسی وقت پھونکدیا ہے جبکہ اُس نے عشق کا چراغ روشن کیا ہے

دوزخِ اوصافِ او عشق ست و او سوخت مر اوصافِ خود را مو بمو

عشق اُس کے اوصاف کی دوزخ ہے اور اُس نے اپنے اوصاف کو بالکل جلا دیا ہے

ہر طروقی ایں فروقے کے شناخت چوں دقوقی کو دریں دولت نتاخت

ہر سالک اِس فرق کو کب سمجھتا ہے؟ جیسا کہ دقوقیؒ جو اس دولت میں نہ دوڑے

قصّۂ دقوقیؒ وکراماتش

دقوقیؒ اور اُن کی کرامات کا قصہ

آں دقوقی داشت خوش دیباجۂ عاشق و صاحب کرامت خواجۂ

دقوقیؒ ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے عاشق، اور کرامت والے خواجہ تھے

بر زمیں می شد چو مہ بر آسماں شب رواں را گشتہ زو روشن رواں

زمین پر وہ اِس طرح تھے جیسے چاند آسمان پر تاریکی میں چلنے والے اُنکی وجہ روشنی میں چلنے والے ہو گئے

در[۳] مقامے مسکنے کم ساختے کم دو روز اندر دہے انداختے

وہ ایک جگہ، کم ٹھہرتے ایک گاؤں میں دو روز سے کم (ڈیرہ) ڈالتے

گفت در یک خانہ گر باشم دو روز عشقِ آں مسکن کند در من فروز

انھوں نے کہا اگر میں دو روز ایک گھر میں ہونگا اُس گھر کی محبت مجھ میں روشن ہو جائیگی

عِزَّةُ الْمَسْکَنِ اُحَاذِرُهَا اَنَا اُنْقُلِیْ یَا نَفْسُ سَافِرْ لِلْعَنَا

میں اقامت کی عزت سے بچتا ہوں اے نفس! منتقل ہوجا مشقت کی خاطر سفر کر

لَا اُعَوِّدُ خُلْقَ قَلْبِیْ بِالْمَکَانْ کَیْ یَکُوْنَ خَالِصًا فِی الْاِمْتِحَانْ

میں اپنے دل کے اخلاق کو مکان کا عادی نہیں بناتا ہوں تاکہ آزمائش میں خالص بن جائے

---

۱ پس چرا۔ جب دنیا کے سب کام اُس کی مرضی کے مطابق ہیں تو دعا اور خوشامد بے معنی چیز ہے۔ قطائف۔ مچنے ہوئے پھل۔ در دعا۔ یہ شخص دعا بھی جب ہی کرتا ہے جب اُس کو یہ معلوم ہو کہ مولا کی مرضی یہی ہے۔

۲ آں شفاعت۔ ایسے انسان کی دعا بھی اپنے اوپر رحم کے لئے نہیں ہوتی ہے محض خدا کی مرضی پر عمل کرنے کے لئے ہوتی ہے، وہ اپنے رحم سے اُسی وقت دستبردار ہو گیا تھا جبکہ اُس نے عشقِ خداوندی کا دم بھرا تھا۔ دوزخ۔ ایسا انسان اپنے تمام اوصاف اور ذاتی خواہشیں عشق کی بھٹی میں پھونک چکتا ہے۔ ہر طروقی۔ اِس فرق کو کہ دعا بھی اگر ہو تو محض اللہ کی مرضی کو پورا کرنے کیلئے ہو اپنی ذاتی غرض کیلئے نہ ہو ہر سالک نہیں سمجھ سکتا۔ دقوقی جیسے بزرگ بھی اِس کو نہ سمجھ سکے۔ دیباجہ۔ چہرہ۔ برزمیں۔ جس طرح لوگ چاند سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں اِسی طرح دقوقی سے حاصل کرتے تھے۔

۳ در مقامے۔ دقوقی اِس خیال سے کہ کسی مقام اور مسکن سے اُنکو محبت پیدا نہ ہو ہمیشہ سفر میں رہتے تھے۔ عزۃ المسکن۔ انسان وطن میں عزیز ہوتا ہے سفر میں اجنبی ہونے کی وجہ سے مشقتیں برداشت کرتا ہے۔ عنا: مشقت۔ تکلیف فی الامتحان۔

یعنی اے نفس آزمائش کے وقت تکلیف میں صرف اللہ تعالیٰ کی محبت خالص ہو جائے

روز اندر سیر بُد شب در نماز
دن کو سفر میں، رات کو نماز میں

چشم[1] اندر شاہ باز اُو، ہمچو باز
آنکھ شاہ (کے دیدار) میں کھلی ہوئی وہ باز کی طرح (تھے)

مُنقطع از خَلق نے از بَد خوئی
مخلوق سے جُدا (تھے) بد مزاجی کی وجہ سے نہیں

مُنفرد از مَرد و زن نے از دوئی
مَرد و زن سے اکیلے تھے، مغائرت کی وجہ سے نہیں

مُشفقے بر خَلق و نافع ہمچو آب
مخلوق پر مہربان اور پانی کی طرح نفع رساں (تھے)

خود شفیعے بُد دعایش مُستجاب
وہ خود سفارشی اور اُن کی دعا مقبول (تھی)

نیک و بد را مہربان و مُستقر
بھلے اور بُرے کے لئے مہربان اور ٹھکانا (تھے)

بہتر از مادر شہی تر از پدر
ماں سے زیادہ بہتر اور باپ سے زیادہ مرغوب (تھے)

گفت[2] پیغمبرؐ شمارا اے مِہاں
پیغمبرؐ نے فرمایا اے سردارو!

چوں پدر، ہستم شفیق و مہرباں
میں (تمہارے لئے) باپ کی طرح شفیق اور مہربان ہوں

زاں سبب کہ جُملہ اجزائے مَنید
کیونکہ تم سب میرے اجزا ہو

جُزو را از کُل چرا بر می کَنید
جزو کو کل سے کیوں جُدا کرتے ہو

جُزو از کُل قطع شُد بیکار شُد
جُزو کل سے کٹا، تو بیکار ہو گیا

عضو از تن قطع شُد مُردار شُد
عضو بدن سے کٹا، تو مُردہ ہو گیا

تا نہ پیوندد بہ کُل بارِ دِگر
جب تک وہ (عضو) دوبارہ کُل سے نہ جڑے

مُردہ باشد نبودش از جاں خبر
مُردہ رہتا ہے، اُس کو جان کا پتہ نہیں رہتا

ور بجُنبد نیست آں را خود سَند
اگر وہ حرکت کرتا ہے تو وہ (زندگی کی) دلیل نہیں ہے

عضوِ نو ببریدہ ہم جُنبش کُند
نیا کٹا ہوا عضو بھی حرکت کرتا ہے

جزوِ[3] ایں کُل گر بَرَد یکسو رَوَد
اِس کُل کا جزو اگر کٹے، ایک طرف چلا جائے

ایں نہ آں کُل ست کُو ناقص شود
یہ وہ کُل نہیں ہے جو ناقص ہو جائے

قطع و وصلِ اُو نیاید در مقال
اُس سے جُدا ہونا اور جڑنا بیان نہیں کیا جا سکتا

چیزِ ناقص گفتہ شُد بہرِ مثال
مثال کے لئے ایک ناقص بات کہدی گئی ہے

مر علی را بر مثالِ شیر خواند
(حضرت) علیؓ کو شیر کی مانند کہا

شیر مثلِ اُو نباشد گرچہ راند
شیر اُن جیسا نہیں ہوتا ہے اگرچہ (یہ مثال) جاری ہو گئی ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو اسد اللہ کہا جاتا ہے یعنی اُن کو شیر کی مثل قرار دیا گیا ہے لیکن اُن میں اور شیر میں بہت فرق ہے۔ مثال اور مثل لہٗ میں بالکلیہ مشابہت نہیں ہوتی ہے۔ اِسی طرح آنحضورؐ کے کل اور امتیوں کے اجزاء ہونے کی یہ مثال بھی ایسی ہی ہے۔

[1] چشم۔ اُن کے مدِ نظر ذاتِ باری رہتی تھی اور وہ باز کی طرح معارف و اسرارِ الٰہی کا شکار کرتے تھے۔ مُنقطع۔ وہ صرف اللہ کے لئے خلوت کو پسند کرتے تھے ورنہ وہ نہ بد مزاج تھے نہ انہیں لوگوں سے مغائرت تھی۔ مُشفقے۔ تمام انسانوں سے ان کا محبت اور شفقت کا معاملہ تھا۔ مُستجاب۔ قبول شدہ۔ مُستقر۔ ٹھکانا۔ شہی۔ مرغوب۔

[2] گفت۔ چونکہ وہ پیغمبرؐ کے پیرو تھے اور پیغمبرؐ نے امت کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ میں تم پر باپ کی طرح مہربان ہوں۔ جملہ اجزاء۔ چونکہ امت کی حیات اور بقاء نبی سے وابستہ ہوتی ہے۔ جزو۔ جزو، کل سے کٹ کر بیکار ہو جاتا ہے، عضو بدن سے کٹ کر مُردار ہو جاتا ہے۔ ور بجنبد۔ اگر نبی سے کٹ کر کچھ آثارِ حیات بھی اُس میں نظر آئیں تو اُسکو حیات نہ سمجھو اُس کی وہ حرکات مذبوح ہیں جانور کا عضو کٹکر بھی کچھ دیر تک تڑپتا رہتا ہے۔

[3] جزوِ ایں کُل۔ نبی سے جو کٹے گا وہ خود اپنا نقصان کرے گا نبی میں اُس کے جُدا ہونے سے کوئی نقص پیدا ہوگا۔ قطع و وصل۔ نبی سے جُڑنے اور کٹنے کی یہ ایک ناقص مثال ہم نے دی ہے ورنہ اِس حقیقت کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ مر علی۔

باز گشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

از مثال و مثل و فرقِ آں بِراں
مثال اور مثل اور اُس کے فرق سے آگے بڑھو
جانبِ قصۂ دقوقیؒ اے جواں
اے جوان! دقوقیؒ کے قصہ کی جانب

آنکہ[۱] در فتویٰ امامِ خلق بُود
وہ (دقوقیؒ) جو فتویٰ میں مخلوق کے امام تھے
گوئے تقویٰ از فرشتہ می رَبود
تقوے میں فرشتے سے بازی لے جاتے تھے

آنکہ اندر سیر مہ را مات کرد
وہ جنھوں نے چلنے میں چاند کو ہرا دیا
ہم ز دینداریِ اُو دیں رشک خورد
جن کی دینداری پر خود دین نے رشک کیا

با چنیں تقویٰ و اَوراد و قیام
باوجود ایسے تقوے اور وظائف اور نماز کے
طالبِ خاصانِ حق بُودے مُدام
وہ ہمیشہ خاصانِ خدا کے طالب رہتے تھے

در سفر[۲] مُعظم مُرادش آں بُدے
سفر میں اُن کی بڑی مُراد یہ ہوتی
کہ دمے بر بندۂ خاصی زَدے
کہ تھوڑی دیر کسی خاص بندہ سے ملیں

ایں ہمی گفتے چو می رفتے براہ
جب سفر میں جاتے تو یہ کہتے
کُن قرینِ خاصگانم اے اِلٰہ
اے خدا! مجھے مخصوص (بندوں) کا ساتھی بنادے

یا رب آنہا را کہ بشناسد دلم
اے خدا! جن کو میرا دل پہچان لیتا ہے
بندہ و بستہ میاں چوں مجملم
(اُن کیلئے) میں غلام کمر بستہ اور کجاوہ کی طرح ہوں۔

وانکہ نشناسم تو اے یزدانِ جاں
اور جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں تو اے جان کے (مالک)
بر منِ محجوب شاں کُن مہرباں
اُن کو مجھ ناواقف پر مہربان کردے

حضرتش گفتے کہ اے صدرِ مہیں
دربارِ (خداوندی) اُنسے کہتا اے صدرِ اعظم!
ایں چہ عشق ست و چہ استسقا ایں (ست)
یہ کیسا عشق اور یہ کیسی پیاس ہے؟

مہرِ[۳] من داری چہ می جوئی دِگر
تم میری محبت رکھتے ہو، دوسرے کی محبت کیوں؟ (تلاش کرتے ہو)
چوں خدا با تست چُوں جوئی بشر
جبکہ خدا تمہارے ساتھ ہے انسان کی کیوں تلاش کرتے ہو؟

اُو بگفتے یا رب اے دانائے راز
وہ جواب دیتے اے خدا! اے راز کو جاننے والے!
تو کشودی در دلم راہِ نیاز
تو نے میرے دل میں نیازمندی کا راستہ کھولدیا ہے

در میانِ بحر اگر بنشستہ ام
اگرچہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں
طمع در آبِ سُبو ہم بستہ ام
گھڑیا کے پانی سے بھی میں نے لالچ وابستہ کیا ہے

---

[۱] آنکہ۔ یعنی وہ علومِ ظاہری میں بھی امامِ وقت تھے اور نیکی میں فرشتوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ بسیر۔ یعنی سیرالی اللہ۔ ہم ز دینداری۔ یعنی انتہائی دیندار تھے۔ اوراد۔ یعنی وظائف۔ قیام۔ یعنی نوافلِ نماز۔ مدام۔ ہمیشہ

[۲] در سفر۔ باوجود تمام بزرگیوں کے دقوقیؒ ہمیشہ بزرگوں کی جستجو اور ملاقات کے متمنی رہتے تھے۔ ہمی گفتے۔ یعنی یہ دعا کرتے تھے۔ یا رب۔ یعنی جن بزرگوں کو میں جان لوں گا اُن کا تو خادم ہوں جو بزرگ ایسے ہیں کہ میری اور اُنکی جان پہچان نہیں ہے ملاقات کے وقت اُن کو بھی مجھ پر مہربان کر دینا۔ استسقا۔ پیاس، پانی کی طلب۔

[۳] مہرِ من۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری محبت کے ہوتے ہوئے اور کیا چاہتا ہے جبکہ تجھے حق کی معیت میسر ہے دوسرے کی معیت کی کیا ضرورت ہے۔ راہِ نیاز یعنی جن بزرگوں سے ملنے کی تجھے تمنا ہے اُن بزرگوں کیلئے نیازمندی۔ بحر۔ یعنی ذاتِ باری۔ سبو۔ یعنی وہ بزرگ جن سے ملنے کی تمنا ہے۔

ہمچو داؤدم[1] نود نعجہ مراست
(حضرت) داؤدؑ کی طرح میرے پاس نتّوے بھیڑیں ہیں
طمع در نعجہ حریفم ہم بجاست
ساتھی کی بھیڑ کا لالچ بھی مناسب ہے

حرص اندر عشقِ تو فخرست و جاہ
تیرے عشق میں لالچ فخر اور مرتبہ ہے
حرص اندر غیرِ تو ننگ و تباہ
تیرے غیر میں لالچ ذلّت اور تباہی ہے

شہوت و حرصِ نراں پیشی بود
مردوں کی شہوت اور لالچ بڑھاؤ ہوتا ہے
وآن حیزاں ننگ و بدکیشی بود
ہیجڑوں کی خواہش ذلّت اور بدفعلی ہوتی ہے

حرصِ مرداں از رہِ پیشی بود
مردوں کی حرص آگے کے راستہ سے ہوتی ہے
در مخنّث حرص سوئے پس رود
ہیجڑے کی حرص پچھلی جانب ہوتی ہے

آں یکے حرص از کمالِ مردی است
وہ ایک حرص مردی کے کمال کی وجہ سے ہے
وآں دگر حرص افتضاح و سُستی است
دوسری حرص، رُسوائی اور سُستی ہے

آہ سِرّے[2] ہست اینجا بس نہاں
آہ! یہاں ایک راز پوشیدہ ہے
کہ سوئے خضرے شود موسیٰؑ دواں
کہ حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ کی طرف دوڑے ہوئے روانہ ہوئے

ہمچو مستسقی کز آبش سیر نیست
استسقاء کے بیمار کی طرح جسکو پانی سے سیرابی نہیں ہوتی
بر ہر آنچہ یافتی باللہ مایست
خدا کی قسم، جو تو نے حاصل کر لیا ہے اُس پر نہ ٹھہر

چوں گذشتی زاں دگر نوتر رسد
جب تو اُس سے آگے بڑھیگا دوسری نئی (چیز) آئیگی
آں یکے بالا تر از وے در رسد
اُس سے اونچی اور چیز ملے گی

بے نہایت حضرتست ایں بارگاہ
یہ بارگاہ لامحدود، دربار ہے
صدر را[3] بگذار صدرِ تُست راہ
صدر کو چھوڑ، تیرا صدر راستہ ہے

سِرّ طلب کردنِ موسیٰ خضر را علیہما السلام با کمالِ نبوّت و قربت
قرب اور نبوت کے باوجود حضرت موسیٰؑ کا حضرت خضرؑ کو تلاش کرنے کا راز

از کلیمِ حق بیاموز اے کریم
اے بھلے! کلیم اللہ سے سیکھ لے
ہیں چہ میگوید ز مشتاقی کلیمؑ
آگاہ! کلیمؑ شوق میں کیا کہہ رہے ہیں؟

با چنیں جاہ و چنیں پیغمبری
ایسے رُتبے اور ایسی پیغمبری کے ہوتے ہوئے
طالبِ خضرم ز خود بینی بری
میں خضرؑ کا طالب ہوں خود بینی سے بری ہوں

موسیا تو قوم خود را ہشتۂ
اے موسیٰؑ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے
در پئے نیکوپئے سرگشتۂ
ایک نیک خصلت کے پیچھے حیران ہو

---

[1] داؤدؑ۔ غلط طریقہ پر یہ روایت مشہور ہو گئی ہے کہ حضرت داؤدؑ کی نوّے بیویاں تھیں پھر بھی اُن کو سپاہی کی بیوی سے محبت ہو گئی تھی جس کو انھوں نے مختلف طریقوں سے اپنی زوجیت میں لے لیا مولانا نے اسی مشہور غلط قصّہ کی بنیاد پر یہ شعر فرما دیا ہے۔ حرص۔ یعنی تیرے مقبول بندوں سے عشق تیرے ہی عشق کی حرص کا اثر ہے۔ پیشی یعنی جو راہ سلوک کے مرد ہیں اُنکی حرص مقامات میں ترقی کے لئے ہوتی ہے، نامردوں کی حرص بُرے افعال کی طرف ہوتی ہے۔ مرداں۔ راہ سلوک کے مرد۔ مخنّث۔ یعنی دنیادار۔ افتضاح۔ رسوائی

[2] آہ۔ حضرت دقوقیؒ کی دوسرے اولیاء سے ملاقات کی تمنا ایسی ہی ہے جیسی کہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے ملاقات کی تمنا کی اور انکی ملاقات کیلئے سرگرداں بنے۔ مُستسقی۔ استسقا کی بیماری کا مریض جس کو پانی سے کبھی سیرابی نہیں ہوتی ہے۔ مایست۔ سیرالی اللہ کی کوئی انتہا نہیں ہے انمیں جو مقام بھی حاصل ہو اُس سے اونچے مقام کی طلب جاری رہنی چاہئے۔

[3] صدر۔ غلط فہمی سے اگر کسی مقام کو صدر سمجھ رہے ہو تو وہ صدر مقام نہیں ہے وہ تو راہ کی ایک منزل ہے۔ کلیم۔ بات کرنیوالا، چونکہ حضرت موسیٰ

کیقبادی رستہ از خوف و رجا[1] — چند گردی چند جوئی تا کجا
تم شاہ ہو، امید و بیم سے آزاد ہو — کب تک گھومو گے کب تک جستجو کرو گے؟ کہاں تک!

آنِ تو با تست و تو واقف بریں — آسمانا چند پیمائی زمیں
تمہارا مطلوب تمہارے پاس ہے، تم اس سے واقف ہو — اے آسمان! کب تک زمین کی پیمائش کرو گے

گفت موسیٰؑ ایں ملامت کم کنید — آفتاب و ماہ را رہ کم زنید
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا، یہ ملامت نہ کرو — سورج، اور چاند کا راستہ نہ روکو

میروم تا مجمع البحرین من — تا شوم مصحوبِ سلطانِ زمن
میں مجمع البحرین تک جاؤں گا — تاکہ شاہِ زمانہ کا ساتھی بنوں

اَجْعَلُ الْخِضْرَ لِاَمْرِیْ سَبَبَا — ذَالِکَ اَوْ اَمْضِیْ وَاَسْرِیْ حُقُبَا
میں حضرت خضرؑ کو اپنے معاملہ کا ذریعہ بناؤں گا — یہ ہو گیا ایک عرصۂ دراز تک چلتا اور پھرتا رہوں گا

سالہا پرم بہ پر و بالہا — سالہا چہ بود ہزاراں سالہا
میں پر و بال کے ساتھ سالوں اُڑتا رہوں گا — (چند) سال کیا ہوتے ہیں، ہزاروں سال

میروم[2] یعنی نمی ارزد بداں — عشقِ جاناں کم مداں از عشقِ ناں
میں چلتا ہوں گا یعنی یہ چلنا، اس (محبوب) کی برابر نہیں — محبوب کے عشق کو روٹی کے عشق سے کم نہ سمجھ

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو — داستانِ آں دقوقیؒ باز گو
اے چچا! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے — اُن دقوقیؒ کی بات پھر بتا

باز گشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

آں دقوقی رحمۃ اللہ علیہ — گفت سافرتُ مُدًی فی خافقیہ
دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے — فرمایا میں نے ایک مدت تک مشرق و مغرب کا

سال و مہ رفتم سفر از عشقِ ماہ — بیخبر از راہ و حیراں در الٰہ
چاند کے عشق میں سالوں اور مہینوں میں نے سفر کیا — راستہ سے بیخبر تھا اور اللہ (تعالیٰ) میں محو تھا

پا برہنہ رفتہ ام در خاک و سنگ — زانکہ من حیرانم و بیخویش و دنگ
مٹی اور پتھروں میں ننگے پاؤں چلا ہوں — کیونکہ میں محو، اور بے خود اور حیران تھا

تو مبیں[3] ایں پا بہار ابر زمیں — زانکہ بر دل میرود عاشق یقیں
تو ان پاؤں کو زمین پر نہ سمجھ — کیونکہ عاشق واقعۃً دل (کے بل) پر چلتا ہے

---

[1] خوف و رجا۔ حضرت موسیٰؑ کو قربِ الٰہی کا وہ رتبہ حاصل تھا جس میں اُمید و بیم کا درجہ ختم ہو جاتا ہے۔ آنِ تو۔ یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہے آسمانا۔ یعنی اے موسیٰؑ تم رتبہ کے اعتبار سے آسمان ہو۔ زمین پیمودن۔ پریشان ہونا۔ آفتاب و ماہ۔ یعنی میری اور خضرؑ کی ملاقات قرانُ السعدین ہے۔ مجمع البحرین۔ قرآن کریم میں ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۔ جب کہا موسیٰؑ نے اپنے جوان کو میں نہ ہٹوں گا جب تک نہ پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا یا چلا جاؤں قرنوں۔ حقبا۔ زمانہ دراز۔

[2] میروم۔ یعنی جستجو کی یہ مشقت اُس مطلوب کے بالمقابل ہیچ ہے۔ عشقِ ناں۔ روٹی کمانے کے لئے آدمی مارا مارا پھرتا ہے۔ خافقین۔ مغرب و مشرق۔ ماہ۔ یعنی ذاتِ خداوندی۔ حیراں۔ یعنی مقامِ تحیّر۔

[3] تو مبیں۔ عاشق کی سیر ایک درجہ میں جسمانی نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ روحانی ہوتی ہے۔

از رہ و منزل ز کوتاہ و دراز
راستہ، اور منزل، اور نزدیک اور دور کو

دل[1] چہ داند کوست مستِ دلنواز
دل کیا جانے، کیونکہ وہ دلنواز کا مست ہے

ایں دراز و کوتہ اوصافِ تن ست
لمبا اور مختصر جسم کے اوصاف ہیں

رفتنِ ارواح دیگر رفتن ست
روحوں کا چلنا، دوسرا چلنا ہے

تو سفر کردی ز نطفہ تا بعقل
تو نے نطفے سے عقل تک سفر کیا

نے بگامے بود منزل نے بنقل
یہ منزل نہ قدم سے طے ہوئی نہ منتقل ہونے سے

سیرِ جاں بیچوں بود در دور و دیر
روح کی سیر مسافت اور زمانہ میں بے کیف ہوتی ہے

جسمِ[2] ما از جاں بیاموزید سیر
ہمارے جسم نے روح سے سیر سیکھی ہے

سیرِ جاں ہر کس نہ بیند جانِ من
اے جانِ من! روح کی سیر ہر شخص نہیں دیکھتا ہے

لیک سیرِ جسم باشد بر علن
ہاں جسم کی سیر علی الاعلان ہوتی ہے

سیرِ[3] جسمانہ رہا کرد او کنوں
(جسم نے) جسمانی سیر چھوڑ دی، وہ اب

میرود بیچوں نہاں در شکلِ چوں
پوشیدہ طور پر کیف کی شکل میں بے کیف چلتا ہے

گفت روزے می شدم مشتاق وار
(دقوقیؒ نے) فرمایا ایک روز میں مشتاقانہ روانہ ہوا

تا بہ بینم در بشر انوارِ یار
تاکہ کسی انسان میں یار کے انوار دیکھوں

تا بہ بینم قلزمے در قطرہ
تاکہ میں ایک قطرے میں سمندر کو دیکھوں

آفتابے درج اندر ذرہ
سورج کو ذرے میں داخل (دیکھوں)

نمودن مثالِ ہفت شمع سوئے ساحل
ساحل کی جانب سات شمع جیسی نظر آنا

چوں رسیدم سوئے یک ساحل بگام
جب میں پیدل ایک ساحل کی جانب پہنچا

بود بیگہ گشتہ روز و وقتِ شام
دن بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا

بعد ازاں ناگہ چہ دیدم گو ہمت
اسکے بعد اچانک میں نے کیا دیکھا؟ میں تجھے بتاتا ہوں

تا بدانی سرِّ آں افزو ہمت
تاکہ تو اس کا راز جان لے، میں بڑھ کر بیان کرتا ہوں

ہفت شمع از دور دیدم ناگہاں
میں نے دور سے اچانک سات شمعیں دیکھیں

اندراں ساحل شتابیدم بداں
ان کی وجہ سے میں اس ساحل کی طرف لپکا

نور و شعلہ ہر یکے شمعے ازاں
ان میں سے ہر ایک شمع کا نور اور شعلہ

بر شدہ خوش تا عنانِ آسماں
آسمان کی فضا تک، بہت اونچا تھا

---

[1] دل چہ داند۔ دل کی سیر میں قریب و بعید کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔ تو سفر جس طرح انسان کی سیر نطفہ سے لے کر عقل آنے کے زمانے تک کی ہے اسی طرح روح کی سیر ہے کہ نہ اس میں تھکن ہوتی ہے نہ دوریِ منزل کا تصور آتا ہے۔

[2] جسمِ ما۔ عاشقوں کی سیر دراصل روحانی ہے، جسمانی سیر محض اس کے تابع ہے لہذا جسمانی سیر کے عوارض اُن پر طاری نہیں ہوتے ہیں۔ سیرِ جاں۔ روحانی سیر کو ہر شخص محسوس نہیں کر سکتا جسمانی رفتار اور سیر کو سب دیکھ لیتے ہیں۔

[3] سیرِ جسمانہ۔ عاشق کی سیر اگرچہ بشکلِ جسمانی ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ روحانی سیر کرتا ہے جو کہ بے کیف ہوتی ہے۔ تا بہ بینم۔ تاکہ دریائے وحدت کو جسمِ انسانی میں مشاہدہ کروں اور آفتاب کو ذرہ میں دیکھوں۔ بگام۔ قدم۔ عنان۔ فضا۔

خیرہ گشتم خیرگی ہم خیرہ گشت — موجِ حیرت عقل را از سر گذشت
میں حیران رہ گیا، حیرانی بھی حیران ہو گئی — حیرت کی موج عقل کے اوپر سے گزر گئی

کایں[1] چگونہ شمعہا افروختہ ست — کہ دو دیدہ خلق زینہا دوختہ ست
کہ یہ شمعیں کس طرح سے روشن ہیں؟ — کہ مخلوق کی دونوں آنکھیں اُن سے بند ہیں

خلق جویانِ چراغے گشتہ بود — پیشِ آں شمعے کہ بر مہ می فزود
مخلوق چراغ کی جستجو میں تھی — اُن شمعوں کے ہوتے ہوئے جو چاند سے بڑھی ہوئی تھیں

چشم بندی بُد عجب بر دیدہا — بندِشاں میکرد یَهْدِی مَنْ یَّشَا
آنکھوں پر عجیب چشم بندی تھی — اُن کی بندش وہ کر رہا تھا جو جس کو چاہے ہدایت دے

شدنِ آں ہفت شمع بر مثالِ یک شمع
اُن سات شمعوں کا ایک شمع جیسا ہو جانا

باز می دیدم کہ شُد آں ہفت یک — می شگافد نورِ اُو جیبِ[2] فلک
پھر میں نے دیکھا، کہ وہ سات شمعیں، ایک ہو گئیں — اُس کا نور آسمان کا گریبان پھاڑ رہا تھا

باز آں یک بارِ دیگر ہفت شُد — مستی و حیرانی من زفت شُد
پھر وہ ایک دوبارہ سات ہو گئی — میری مستی اور حیرانی سخت ہو گئی

اِتصالاتے میانِ شمعہا — کہ نیاید بر زبان و گفتِ ما
شمعوں میں وہ جوڑ تھا — جو کہ زبان اور گفتگو میں نہیں آسکتا

آنکہ یک دیدن کُند ادراکِ آں — سالہا نتواں نمودن از زباں
ایک نظر جو کچھ محسوس کر لیتی ہے — زبان سے اُس کو سالوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا

آنکہ یکدم[3] بیندش ادراک و ہوش — سالہا نتواں شنیدن آں بگوش
جس کو علم و ہوش ایک دم دیکھ لیتا ہے — اُس کو کانوں کے ذریعہ سالوں میں نہیں سنا جا سکتا

چونکہ پایانے ندارد رو الیک — زانکہ لَآ اُحْصِیْ ثَنَآءً مَّا عَلَیْكَ
چونکہ یہ بات لامحدود ہے، جا پرے ہٹ — اسلئے کہ میں تھوڑی سی تعریف کا بھی تیرے لئے احاطہ نہیں کر سکتا

پیشتر رفتم دواں کاں شمعہا — تا چہ چیز ست از نشانِ کبریا
میں دوڑتا ہوا آگے بڑھا، کہ وہ شمعیں — اللہ تعالٰی کی نشانیوں میں سے کیا چیز ہیں؟

می شُدم بیہوش و بیخویش و خراب — تا بیفتادم ز تعجیل و شتاب
میں بے ہوش اور بے خود اور خستہ ہو گیا — یہاں تک کہ میں عجلت اور جلدی میں گر پڑا

---

[1] کایں چگونہ — دراصل وہ سات شمعیں اُن سات اولیاءؒ کا نور تھا جس کو صاحبِ باطن ہی دیکھ سکتا تھا عوام کو وہ نظر نہ آتا تھا۔ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ۔ یعنی ذاتِ خداوندی۔

[2] جیب۔ گریبان۔ اتصالاتے۔ اِن شمعوں کے باہمی اتصال کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔ آنکہ۔ یہ اُن کا باہمی اتصال محض دیدنی ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

[3] یک دم علم و ہوش جس چیز کو تھوڑی دیر میں سمجھ جاتا ہے اُس کو سالوں میں بھی سننا ممکن نہیں ہے۔ لَآ اُحْصِیْ۔ اُن بزرگوں کا یہ نور تجلیاتِ ربّ تھیں اُن کی تعریف ممکن نہیں ہے۔ تعجیل عجلت۔

ساعتے بیہوش و بے عقل اندریں | اوفتادم بر سرِ خاکِ زمیں
تھوڑی دیر بیہوش اور بے عقل اس حالت میں | میں زمین کی خاک پر پڑا رہا

بازؔ باہوش آمدم برخاستم | در روش گوئی نہ سر نے پا ستم
پھر میں ہوش میں آیا، اٹھا | رفتار میں گویا نہ میرے سر تھا نہ پاؤں

نمودنِ آں شمعہا در نظر آں شیخ ہفت مرد
اُن شیخ کی نظر میں اُن شمعوں کا سات مرد ظاہر ہونا

ہفت شمع اندر نظر شد ہفت مرد | نورِ شاں می شد بسقفِ لاجورد
دیکھنے میں سات شمعیں سات مرد بن گئے | اُن کا نور نیلگوں چھت (آسمان) تک پہنچ رہا تھا

پیشِ آں انوار نورِ روز درد | از صلابت نورہا را می سترد
اُن نوروں کے سامنے دن کا نور بھی ماند تھا | شدت کی وجہ سے (اور) نوروں کا صفایا کر رہا تھا

بازؔ حیراں گشتم اندر صنعِ ربّ | کاینچنیں چوں شد چگونہ ست اے عجب
میں پھر خدا کی کاریگری میں حیران ہو گیا | تعجب ہے کہ یہ کیسے ہوا، کیسے ہے؟

پیشتر رفتم کہ نیکو بنگرم | تا چہ حال ست اینکہ میگردد سرم
میں آگے گیا، تاکہ اچھی طرح دیکھوں | کہ یہ کیا حال ہے کہ میرا سر چکرا رہا ہے؟

باز شدنِ آں شمعہا ہفت درخت
اُن شمعوں کا پھر سات درخت بن جانا

باز ہر یک مرد شد شکلِ درخت | چشم از سبزیِ ایشاں نیکبخت
پھر ہر مرد ایک درخت کی شکل ہو گیا | اُن کی سبزی سے آنکھ بہرہ مند تھی

زانبہی برگ پیدا نیست شاخ | برگ ہم گم گشتہ از میوہ فراخ
پتوں کی کثرت سے، شاخ نظر نہیں آتی | میوے کی کثرت سے پتے بھی گم ہو گئے تھے

ہر درختے شاخ بر سدرہ زدہ | سدرہ چہ بود از خلا بیروں شدہ
ہر درخت نے شاخ سدرہ تک پہنچائی ہے | سدرہ کیا ہوتا ہے خلاء سے بھی باہر نکل گئی ہے

بیخِ ہر یک رفتہ در قعرِ زمیں | زیرتر از گاو و ماہی بُد یقیں
ہر ایک کی جڑ زمین کی گہرائی میں تھی | جو یقیناً مچھلی اور گائے سے بھی نیچے تھی

بیخِ شاں از شاخ خنداں روی تر | عقل ازاں اشکالِ شاں زیروزبر
ان کی جڑ شاخ سے بھی زیادہ پُر رونق اور تر و تازہ تھی | ان کی شکلوں سے عقل درہم برہم تھی

---

۱ بازؔ یعنی ہوش میں آکر میں ان شمعوں کی طرف بے تحاشا بھاگا۔ لاجورد نیلا یعنی آسمان۔ درد۔ گدلا۔ از صلابت۔ وہ نور اس قدر تیز تھا کہ دوسرے نور اُس کے بالمقابل ہیچ تھے۔

۲ باز حیراں میں حیران تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کیا کاریگری ہے کہ وہ شمعیں انسانی صورت اختیار کر رہی ہیں۔ چشم۔ یعنی اُن درختوں کی سبزی اس قدر دیدہ زیب تھی جو آنکھوں کے لئے ایک نعمت تھی۔ زانبہی پتے اس قدر گھنے تھے کہ شاخ نظر نہ آتی تھی پھل اس قدر زیادہ تھے کہ انہیں پتے چھپ گئے تھے۔

۳ سدرہ۔ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ایک بیری کے درخت جیسا درخت ہے جو حضرت جبرئیل کی پرواز اور مخلوق کے علم کی انتہا ہے۔ خلاء یعنی سدرۃ المنتہیٰ سے بالائی حصہ۔ گاو و ماہی۔ مولانا نے عوام کے عقیدہ کے مطابق یہ شعر فرمادیا ہے عوام میں یہ ایک غلط عقیدہ قائم ہو گیا ہے کہ زمین ایک گائے کے سینگ پر قائم ہے اور وہ گائے مچھلی کی پشت پر کھڑی ہے۔ بیخ شاں جڑ میں تری و تازگی نہیں ہوتی لیکن اُن درختوں کی جڑ بھی پُر رونق اور تر و تازہ تھی۔

میوہ[1] کہ بر شگافیدے ز زور
زور میں آکر جو پھل پھٹتا تھا

ہمچو آب از میوہ جستے برقِ نور
پانی کی طرح، نور کے کوندے اس سے ٹپکتے تھے

مخفی بودنِ آں درختاں از چشمِ خلق
اُن درختوں کا لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہونا

ایں عجب تر کہ بر ایشاں می گذشت
یہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا کہ ان پر گذرتے

صد ہزاراں خلق از صحرا و دشت
جنگل اور میدان سے لاکھوں انسان

زآرزوئے سایہ جاں می باختند
سایہ کی تمنا میں جان کی بازی لگاتے تھے

از گلیمے سائباں می ساختند
کمبلوں کے سائبان بناتے تھے

سایۂ آں را نمی دیدند ہیچ
وہ اُن (درختوں) کا سایہ بالکل نہ دیکھتے تھے

صد تفو بر دیدہائے پیچ پیچ
ایسی کج آنکھوں پر سَو بار تُف ہے

ختم کردہ[2] قہرِ حق بر دیدہا
اللہ (تعالٰی) کے قہر نے آنکھوں پر مُہر لگا دی تھی

کہ نہ بیند ماہ را بیند سُہا
کہ چاند کو نہ دیکھیں، سُہا کو دیکھ لیں

ذرّہ را بیند و خورشید نے
ذرّہ کو دیکھ لیں، اور سورج کو نہ دیکھیں

لیک از لُطف و کرم نومید نے
لیکن لُطف اور کرم سے نااُمید بھی نہیں

کاروانہا بے نوا ویں میوہا
قافلے مُفلس، اور یہ پھل

پختہ می ریزد چہ سحرست اے خدا
پکے گر رہے ہیں اے اللہ! یہ کیسا جادو ہے؟

سیب پوسیدہ ہمی چیدند خلق
لوگ سڑے ہوئے سیب چُن رہے تھے

در ہم افتادہ بہ یغما خشک حلق
لوٹ مار میں، پیاسے باہم لڑ رہے تھے

گفت[3] ہر برگ و شگوفہ آں غصون
اُن شاخوں کا ہر پتہ اور کلی کہہ رہی تھی

دمبدم یا لَیتَ قَومِی یَعلَمُون
ہر وقت، کاش میری قوم جان لیتی

بانگ می آمد ز سُوئے ہر درخت
ہر درخت کی جانب سے آواز آ رہی تھی

سُوئے ما آئید خلقِ شور بخت
بدبخت لوگو! ہماری طرف آؤ

بانگ می آمد ز غیرت بر شجر
درخت کو غیرت (خداوندی) کی جانب سے آواز آتی

چشمِ شاں بستیم کَلّا لا وَزَر
ہم نے اُن کی آنکھیں بند کردی ہیں، ہرگز ٹھکانا نہیں ہے

گر کسے می گفت شاں زیں سُو روید
اگر ان سے کوئی کہتا تھا کہ اس جانب جاؤ

تا ازیں اشجار مُستَسعِد شوید
تاکہ تم اُن درختوں سے مستفیض ہو

[1] میوہ۔ پھل خوب پک کر پھٹنے لگتا ہے۔ ایں عجب۔ لاکھوں انسان وہاں سے گذر رہے تھے لیکن وہ اُن درختوں کو نہیں دیکھ پاتے تھے۔ زآرزو۔ یہ بھی نہیں تھا کہ اُن لوگوں کو سایہ کی ضرورت نہ ہو۔

[2] ختم کردہ۔ اُن لوگوں کے اُن درختوں کو نہ دیکھ سکنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالٰی نے اُن لوگوں کی نگاہوں پر مُہریں لگا دی تھیں۔ سُہا۔ بناتُ النعش کا ایک چھوٹا سا ستارہ ہے یعنی وہ معمولی چیز کو دیکھ لیتے تھے لیکن اس قدر منوّر چیز کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیک۔ یعنی یہ لوگ اولیا سے ملنے کی جدوجہد بھی نہیں کرتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے مُہریں زائل کرنے کی تدبیر بھی نہیں کرتے ہیں اور خواہ مخواہ اُمیدوار بھی ہیں۔ سیب بوسیدہ۔ یعنی علوم و اَسرارِ خداوندی کی طرف توجہ نہیں کرتے اور دنیاوی علوم کے حصول میں دست و گریبان ہیں۔

[3] گفت۔ اُس نور کا ہر حصہ اس کی تمنا کرتا تھا کہ کاش قوم اُس کو پہچان لے اور اس کے ذریعہ راہِ نجات پر چل پڑے۔ بانگ۔ اُس نور کی پکار پر غیرتِ خداوندی کی طرف سے آواز آتی کہ اُنکو دعوت نہ دے اُنکی آنکھوں پر مُہر لگا دی گئی ہے اُن کیلئے اب کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ مستسعد۔ سعادت حاصل کرنے والا۔

جملہ[1] میگفتند کایں مسکین مست — از قضاء اللہ دیوانہ شدست
سب کہتے تھے، کہ یہ بیچارہ مدہوش — اللہ کے حکم سے، دیوانہ ہوگیا ہے

مغز ایں مسکیں ز سودائے دراز — وز ریاضت گشتہ فاسد چوں پیاز
اس بیچارے کا دماغ طویل وہم سے — اور مجاہدے سے، پیاز کی طرح سڑ گیا ہے

او عجب می ماند یارب حال چیست — خلق را ایں پردہ و ضلال چیست
وہ تعجب میں رہ جاتا، اے خدا! یہ کیا حال ہے؟ — لوگوں (کی عقل) پر یہ پردہ اور گمراہی کیسی ہے؟

خلق گوناگوں با صد رائے و عقل — یک قدم آں سوئمی آرند نقل
مختلف قسم کے لوگ سینکڑوں رائے اور عقل کے ہوتے ہوئے — اس جانب ایک قدم نہیں بڑھاتے ہیں

عاقلان و زیرکاں شاں ز اتفاق — گشتہ منکر زاینچنیں باغے و عاق
ان میں سے سمجھدار اور ذہین بالاتفاق — ایسے باغ کے منکر اور نافرمان بن گئے

یا منم[2] دیوانہ و حیراں شدہ — دیو چیزے مر مرا بر سر زدہ
یا میں ہی دیوانہ اور پاگل ہوگیا ہوں — شیطان نے کچھ مجھ پر مسلط کردیا ہے

چشم می مالم بہر لحظہ کہ من — خواب بینم یا خیال اندر زمن
میں ہر دم آنکھیں ملتا ہوں کہ میں — دنیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا خیال (محض) کو

خواب[3] چہ بود بر درختاں میروم — میوہا شاں می خورم چوں نگروم
خواب کیا ہوتا ہے، میں درختوں پر گھوم رہا ہوں — میں ان کے پھل کھا رہا ہوں گرویدہ کیسے نہ ہوں؟

باز چوں من بنگرم در منکراں — کہ ہمی گیرند زیں بستاں کراں
پھر جب میں منکروں کو دیکھتا ہوں — کہ وہ اس باغ سے کنارہ کر رہے ہیں

با کمال احتیاج و افتقار — زار زوئے نیم غورہ جاں سپار
پوری احتیاج، اور ضرورت کے باوجود — ادھ کچرے پھلوں کی آرزو میں جان کھوتے ہوئے

ز اشتیاق و حرص یک برگ درخت — میزنند ایں بے نوایاں آہ سخت
درخت کے ایک پتے کے شوق اور حرص میں — یہ بے سہارا سخت آہیں بھر رہے ہیں

در ہزیمت زیں درخت و زیں ثمار — ایں خلائق صد ہزار اندر ہزار
ان درختوں اور پھلوں سے پیچھے ہٹتے ہوئے — یہ لوگ لکھو کھا

باز می گویم عجب من بیخودم — دست در شاخ خیالی در زدم
پھر میں کہتا ہوں (کہ) میں عجیب بیہوش ہوں — ایک خیالی شاخ کو پکڑ رہا ہوں

---

[1] جملہ۔ دعوت الی اللہ کے جواب میں منکرین کی جانب سے داعی کو یہی جواب ملتا ہے۔ ریاضت۔ چونکہ اس داعی نے مشقتیں برداشت کی ہیں اور مجاہدے کئے ہیں لہٰذا دماغ میں خشکی آگئی ہے۔ او عجب۔ داعی کو تعجب ہوتا ہے کہ باوجود اسقدر واضح علامتوں کے یہ لوگ دعوت کو کیوں نہیں قبول کرتے ہیں۔ عاقلاں۔ دنیا کے معاملات میں سب عقلمند ہیں لیکن اس روحانی چمنستان کے بے عقلی سے منکر بن رہے ہیں۔

[2] یا منم۔ منکرین کے انکار سے داعی میں خود اپنے بارے میں وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں۔

[3] خواب چہ۔ وہ داعی پھر سوچتا ہے کہ خواب تو بالکل نہیں ہے کیونکہ میں نفس الامر میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں اور ان سے نفع اندوز ہو رہا ہوں۔ باز۔ غرضیکہ داعی کے سامنے ایک طرف حقیقتیں ہوتی ہیں اور دوسری طرف منکرین کا بالاتفاق انکار، تو اس کو شکوک و شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ ز اشتیاق۔ یعنی یہ بھی نہیں کہ ان چیزوں کی ان کو طلب و احتیاج نہ ہو۔

ہین بخواں اِستَیأسَ الرُّسُل اے عمو ۱
ہاں اے چچا! اِستَیأسَ الرُّسُل پڑھ

تا ظَنُّوا اَنَّهُم قَد کُذِبُوا
ظَنُّوا اَنَّهُم قَد کُذِبُوا تک

ایں قرأت خواں کہ تخفیفِ کذب
یہ قرأت پڑھ کیونکہ کذب کو تخفیف سے پڑھنا

ایں بُوَد کہ خویش بیند مُحتَجَب
یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو محجوب دیکھے

در گماں اُفتاد جانِ انبیار
انبیار کی جان، شک میں پڑ گئی

ز اتفاقِ مُنکریِ اشقیا
بدبخت منکروں کے باہم متفق ہو جانے سے

جاءَهُم بَعدَ التَّشَکُّکِ نَصرُنَا
شک میں پڑ جانے کے بعد انکے پاس ہماری مدد پہنچی

ترکِ ۲ شاں گو بر درختِ جاں برآ
اُن کو چھوڑ، روح کے درخت پر آ

میخور و میدہ بداں کش روزی ست
کھا اور اُس کو دے جس کا مقدر ہے

ہر دم و ہر لحظہ سحر آموزی ست
ہر وقت اور ہر لحظہ عجائب کا سکھانا ہے

خلق ۳ گویاں اے عجب ایں بانگ چیست
لوگ کہتے تھے ہائے تعجب یہ آواز کیسی ہے؟

چونکہ صحرا از درخت و بر تہی ست
جبکہ جنگل، درختوں اور پھلوں سے خالی ہے

گیج گشتیم از دمِ سودائیاں
ہم (ان) دیوانوں کی باتوں سے احمق بنگئے

کہ بنزدیکِ شما باغ ست و خواں
کہ تمہارے نزدیک باغ اور خوان ہے

چشم می مالیم و اینجا باغ نیست
ہم آنکھیں ملتے ہیں اور اس جگہ باغ نہیں ہے

یا بیابانیست یا مشکل رہیست
یا تو جنگل ہے، یا دشوار گذار راستہ ہے

اے عجب چندیں دراز ایں ماجرا
تعجب ہے، اس قدر طویل قصہ

چوں بود بیہودہ و ہزل و خطا
بیہودہ اور مذاق اور غلط کیسے ہو سکتا ہے؟

من ہمیگویم چو ایشاں اے عجب
میں بھی اُن کی طرح کہتا ہوں تعجب ہے

ایں چنیں مہرے چرا زد صنعِ ربّ
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری نے ایسی مُہر کیوں لگادی ہے

قطع نظر کرے اور خود اُن غیبی اسرار و معارف سے فائدہ اٹھا اور اُن لوگوں کو فائدہ پہنچا جن کے مقدر میں فائدہ ہے۔ سحر آموزی۔ یعنی اولیاء اللہ سے ہر وقت عجائب و غرائب کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔
۳ خلق گویاں۔ منکر کہتے ہیں کہ یہاں نہ باغ ہے نہ پھل یہ شخص کیوں اُن کی دعوت دے رہا ہے۔ گیج گشتیم۔ اور وہ منکر یہ بھی کہتے ہیں کہ اِن دیوانے داعیوں نے ہمیں دیوانہ بنا دیا ہے۔ کہ یہ داعی یہ کہتے رہتے ہیں۔ چشم مالیم۔ منکر کہتے ہیں ہم اچھی طرح دیکھ رہے ہیں، ہمیں کچھ نظر نہیں آتا، صرف بیابان اور مشکل راستہ ضرور نظر آتا ہے۔ اے عجب۔ داعی کہتے ہیں کہ اِس قدر طویل واقعات اور حقائق غلط اور وہم کیسے ہو سکتے ہیں اللہ نے اُن کے مُہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے یہ اندھے بہرے ہیں نہ کچھ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔

۱ ہیں۔ مولانا نے یہ مضمون بیان فرمایا کہ منکروں کے انکار سے خود داعی میں اپنے اور حقائق کے بارے میں شکوک پیدا ہو جاتے ہیں اب اس مضمون کی تائید میں اِس آیت سے استدلال کرتے ہیں قرآن پاک میں ہے حَتّٰی اِذَا اسْتَیْأَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا۔ اِس آیت میں لفظ کذبوا میں دو قرأتیں ہیں ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرأت ہے وہ اِس لفظ کو کُذِّبُوا دال کی تشدید کے ساتھ پڑھتی تھیں اِس قرأت پر ترجمہ یہ ہوگا۔ یہانتک کہ جب رسول مایوس ہوگئے اور اُن کو یقین ہو گیا کہ اُنکی قوم نے انکو جھٹلایا تو انکے پاس ہماری مدد آ پہنچی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اِس لفظ کو کُذِبُوا پڑھتے تھے اِس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ اُن رسولوں کو یہ وسوسہ آنے لگا کہ اُن سے مدد کا وعدہ غلط کیا گیا تھا۔ مولانا اپنے سابق مضمون کی مطابقت میں اِس لفظ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق پڑھ کر ترجمہ کرتے ہیں۔ محتجب۔ یعنی یہ بدگمانی اُس وقت ہونے لگتی ہے جب وہ داعی اپنے آپ کو اللہ کی مدد سے روکا گیا سمجھنے لگتا ہے۔
۲ ترکِ شان۔ یعنی اُس داعی کو اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ اُن منکروں سے

زیں[۱] تنازعہا محمدؐ در عجب
انہی (قسم کے) اختلافات سے محمدؐ تعجب میں تھے

در تعجب نیز ماندہ بولہب
ابولہب بھی تعجب میں پڑا ہوا تھا

زیں عجب تا آں عجب فرقیست ژرف
اِس تعجب اور اُس تعجب میں گہرا فرق ہے

تا چہ خواہد کرد سلطانِ شگرف
دیکھو! عظیم شہنشاہ کیا کرے گا

اے دقوقی تیز تر راں ہیں خموش
اے دقوقیؒ تیز چلا خبردار! چپ ہوجا

چند گوئی چند چوں قحط ست گوش
جبکہ (سمجھنے والے) کان کا قحط ہے کتنا کہے گا

یک درخت شدن آں ہفت درخت در نظرِ او
اُن کی نگاہ میں اُن سات درختوں کا ایک درخت بن جانا

گفت راندم پیشتر من نیکبخت
(دقوقیؒ نے) فرمایا میں سعادتمند آگے بڑھا

باز شد آں ہفت جملہ یک درخت
پھر وہ سب سات (درخت) ایک ہوگئے

ہفت[۲] می شد فرد می شد ہر دمے
وہ کبھی سات ہوجاتے، کبھی ایک

من چساں می گشتم از حیرت ہمے
میرا بھی حیرت سے عجب حال تھا

بعد ازاں دیدم درختاں در نماز
اِسکے بعد میں نے درختوں کو نماز کی حالت میں دیکھا

صف کشیدہ چوں جماعت کردہ ساز
صف بنائے ہوئے جماعت کیطرح ساز (وسامان) کئے

یک درخت از پیش مانندِ امام
امام کی طرح ایک درخت آگے

دیگراں اندر پس او در قیام
دوسرے اُس کے پیچھے قیام میں

آں[۳] قیام و آں رکوع و آں سجود
وہ قیام، وہ رکوع، وہ سجدہ

از درختاں بس شگفتم می نمود
درختوں سے مجھے بہت عجیب معلوم ہوا

یاد کردم قولِ حق را آں زماں
اُس وقت مجھے اللہ (تعالیٰ) کا قول یاد آیا

گفت وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَان
فرمایا ہے، بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں

ایں درختاں را نہ زانو نے میاں
اِن درختوں کے نہ زانو ہے نہ کمر

ایں چہ ترتیبِ نماز ست آنچناں
اِس طرح نماز کی یہ کیا ترتیب ہے؟

آمد الہامِ خدا کاے با فروز
خدا کا اِلہام آیا، کہ اے پُرنور!

ایں عجب داری ز کارِ ما ہنوز
تجھے اب تک ہمارے کام پر تعجب ہے

ہفت مرد شدنِ آں ہفت درخت
اُن سات درختوں کا سات مرد بن جانا

---

۱ زیں تنازعہا۔ اِسی قسم کے جھگڑے آنحضورؐ کے ساتھ قریش نے کئے اِس طرف اُن کے انکار پر آنحضورؐ کو تعجب ہوتا تھا دوسری طرف آنحضورؐ کی دعوت پر ابولہب کو تعجب ہوتا تھا۔ ایں عجب۔ یعنی داعی کا قوم کے انکار پر تعجب اور منکرین کا داعی کی دعوت پر تعجب اِن دونوں میں انجام کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہے

۲ ہفت۔ اِن سات درختوں کا کبھی ایک بننا کبھی سات بن جانا میرے لئے انتہائی حیرت کا سبب تھا۔ بعد ازاں۔ اِس کیفیت کے بعد اُن سات درختوں نے نماز کی صف بندی کی اور اُن میں سے ایک امام بن گیا۔

۳ آں قیام۔ درختوں کی نماز پر مجھے بڑا تعجب ہوا پھر مجھے قرآن کی یہ آیت یاد آئی وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَان یعنی زمین وغیرہ پر پھیلنے والی بیلیں اور درخت اللہ کو سجدے کرتے ہیں۔ نہ زانو۔ نماز میں کھڑا ہوا جاتا ہے اور التحیات میں زانو کے بل بیٹھا جاتا ہے، اِن درختوں کے نہ کمر ہے کہ یہ کھڑے ہوسکیں نہ زانو ہے کہ اُس کے بل بیٹھ سکیں تو یہ کیسی نماز ہے۔

بعد دیرے[1] گشتہ آنہا ہفت مرد
تھوڑی دیر کے بعد وہ (درخت) سات مرد بن گئے

جملہ در قعدہ پے یزدانِ فرد
اللہُ اَحد کے لئے سب قعدہ میں تھے

چشم می مالم کہ آں ہفت ارسلاں
میں آنکھیں ملتا تھا کہ وہ سات شیر (مرد)

تا کیانند و چہ دارند از جہاں
کون ہیں اور دنیا سے کیا (مرتبہ) رکھتے ہیں؟

چوں بنزدیکی رسیدم من زراہ
جب میں راستے سے (اُن کے) قریب پہنچا

کردم ایشاں را سلام از انتباہ
ہوش سے میں نے اُن کو سلام کیا

قوم گفتندم جوابِ آں سلام
قوم نے مجھ سے اُس سلام کے جواب میں کہا

اے دقوقی مفخر و تاجِ کرام
اے دقوقی بزرگوں کے لئے باعثِ فخر اور تاج

گفتم آخر چوں مرا بشناختند[2]
میں نے (دل میں) کہا وہ مجھے کیسے پہچان گئے؟

پیش ازیں بر من نظر ننداختند
اس سے پہلے انھوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے

از ضمیرِ من بدانستند زود
وہ میرے دل کی بات فوراً سمجھ گئے

یک دگر را بنگریدند از فرود
نیچی نظروں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا

پاسخم دادند کاے جانِ عزیز
انھوں نے مجھے جواب دیا کہ اے پیارے!

چوں بپوشیدست اینہا بر تو نیز
یہ تم پر بھی کیوں پوشیدہ ہے؟

بر دلے کو در تحیر با خداست
اُس دل پر جس کو خدا کے ساتھ تحیّر ہے

کے شود پوشیدہ رازِ چپ و راست
دائیں اور بائیں کا راز کب پوشیدہ ہوتا ہے؟

گفتم[3] ار سوئے حقائق بشگفید
میں نے کہا حقائق کی جانب اگر تم شگفتہ ہو

چوں ز حرف و اسمِ رسمی واقفید
رسمی نام اور حرف سے کیسے واقف ہو؟

ایں سخن چوں آمد از من در خطاب
جب گفتگو میں میری جانب سے یہ بات آئی

آں شہاں دلِ حال گفتندم جواب
اُن شاہوں نے فوراً مجھے جواب دیا

گفت اگر اسمے شود غیب از ولی
کہا اگر ولی سے، کوئی نام غائب ہو

آں ز استغراق داں نز جاہلی
تو وہ استغراق کی وجہ سے سمجھ، نہ کہ لاعلمی سے

بعد ازاں گفتند مارا آرزو
اُس کے بعد اُنھوں نے کہا، ہماری تمنا

ہست بر تو اقتدا اے خوبرو
تیری اِقتدار کرنے کی ہے اے حسین!

گفتم آرے لیک یک ساعت کہ من
میں نے کہا ہاں لیکن تھوڑی دیر بعد کیونکہ میں

مشکلاتے دارم از دورِ زمن
زمانہ کے انقلاب کی وجہ سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں

---

[1] بعد دیرے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ سات درخت پھر سات انسان بن گئے اور قعدہ میں ہیں یعنی التحیات بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ ارسلان۔ شیر۔ چہ دارند۔ یعنی اُن کا دنیا میں کس قدر اونچا مرتبہ ہے۔ انتباہ۔ آگاہی۔ مفخر۔ جائے فخر۔

[2] بشناختند۔ چونکہ انہوں نے نام لیا تھا۔ فرود یعنی نیچی نگاہوں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا۔ بردلے۔ جس قلب کو اللہ کے ساتھ مقامِ حیرت کا قرب حاصل ہوتا ہے اُس پر سب مخفی باتیں منکشف ہوجاتی ہیں۔

[3] گفتم۔ میں نے اُن بزرگوں سے کہا کہ اولیاء کی حقیقتوں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور وہ صرف اُن کا ادراک کرتے ہیں، رسمی نام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے نہ اُن کو اُس کا ادراک ہوتا ہے تو آپ نے میرا نام دقوقی کیسے جان لیا۔ آں زاستغراق۔ چونکہ ولی معرفتِ حق میں مستغرق رہتا ہے اس لئے رسمی ناموں کا ذہول ہو جاتا ہے یہ نہیں ہے کہ اُن کو باطنی توجہ کے ذریعہ نام معلوم کرلینے کی قدرت نہیں ہے۔ اقتدا۔ نماز میں مقتدی بننا۔

تا شود[1] آں حل بہ صحبتہائے پاک — کہ بہ صحبت روید انگورے زخاک

تاکہ پاک صحبتوں سے، وہ حل ہو جائیں — کیونکہ صحبت سے مٹی سے انگور اُگتا ہے

دانۂ پُر مغز باخاکِ دژم — خلوتی و صحبتی کرد از کرم

پُر مغز دانہ نے، افسردہ مٹی کو — کرم سے خلوتی اور ساتھی بنالیا ہے

خویشتن در خاک کلّی محو کرد — تا نماندش رنگ و بُو و سُرخ و زرد

(دانہ نے) اپنے آپ کو بالکلیہ مٹی میں ملا دیا — حتیٰ کہ اُس کا رنگ بُو اور سُرخ و زرد باقی نہ رہا

از پسِ آں محو قبضِ اُو نماند — بر گشاد و بسط شُد مرکب براند

اُس کے بعد اُس کا سمٹاؤ باقی نہ رہا — کُھل گیا اور پھیل گیا، سواری بڑھا دی

پیشِ اصلِ[2] خویش چوں بیخویش شُد — رفت صورت جلوہ معنیش شُد

جب وہ اپنی اصل کے سامنے بیخود ہو گیا — صورت ختم ہو گئی اسکے باطن کا جلوہ نمودار ہو گیا

سر چنیں کردند ہیں فرماں تراست — تف دل از سر چنیں کردن بجاست

اُنھوں نے سر اس طرح کیا، ہاں جو تیرا حکم ہو — اس طرح سر کرنے سے دل سے ایک شعلہ نکلا

ساعتے باآں گروہِ مجتبےٰ — چوں مُراقب گشتم و از خود جدا

تھوڑی دیر کے لئے اُس برگزیدہ گروہ کے ساتھ — جب میں مراقب اور اپنے سے جُدا ہوا

ہمدراں ساعت ز ساعت رست جاں — زانکہ ساعت پیر گرداند جواں

اُسی وقت روح زمانہ سے آزاد ہو گئی — کیونکہ زمانہ جوان کو بوڑھا بنا دیتا ہے

جملہ[3] تلوینہا ز ساعت خاستست — رست از تلویں کہ از ساعت برست

سارے تغیرات زمانہ سے پیدا ہوئے ہیں — جسکو زمانہ سے نجات مل گئی وہ تغیر سے نجات پا گیا

ساعتے بیروں شو از ساعت دلا — تا زچونی وارہی واز چرا

اے دل! تھوڑی دیر کیلئے زمانہ سے باہر ہو جا — تاکہ تو چون و چرا سے نجات پالے

چوں ز ساعت ساعتے بیروں شوی — چوں نماند محرمِ بیچوں شوی

جب تو تھوڑی دیر کے لئے زمانہ سے باہر ہو جائیگا — چون ختم ہو جائیگی، تو بےچون کا محرمِ راز بنجائیگا

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست — زانکہ آں سو جُز تحیر راہ نیست

زمانہ، بے زمانہ پن سے واقف نہیں ہے — کیونکہ اُس جانب تحیر کے علاوہ (کسی کا) راستہ نہیں ہے

ہر نفر را ہر طویلہ خاصِ اُو — بستہ اند اندر جہانِ جستجو

ہر شخص کو اُس کے خاص اصطبل پر — تگ و دو کی دنیا میں باندھ دیا ہے

---

[1] تا شود۔ صحبت میں بڑی تاثیر ہے بیج بیٹی اور پانی کی صحبت اختیار کرتا ہے تو انگور بن کر ابھرتا ہے۔ دژم۔ افسردہ، اندوہگیں۔ خویشتن۔ دانہ بالکلیہ مٹی میں مل گیا اپنا رنگ و بو سب ختم کر دیا قبض۔ سمٹاؤ۔ بسط۔ پھیلاؤ۔

[2] پیشِ اصل۔ یعنی دانہ نے اپنے آپ کو مٹی میں ملا دیا تو اُس کا ظاہر ختم ہو گیا اور اُس کے باطن نے جلوہ گری شروع کر دی۔ سر چنیں یعنی انھوں نے سر سے ایسا اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ ہم تمہارا کہنا مانیں گے۔ مجتبیٰ۔ منتخب۔ ہمدراں۔ یعنی مراقبہ کرتے ہی میں دورِ زمانہ سے باہر نکل گیا۔

[3] جملہ۔ یعنی عالم کے سارے تغیرات دورِ زمانہ کی وجہ سے ہیں جو شخص دورِ زمانہ سے بالاتر ہو جائے اُس میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ تا زچونی۔ انسان اگر دورِ زمانہ سے بالاتر ہو جائے تو کم اور کیف سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ چوں نماند۔ جب انسان چون و چرا سے آزاد ہو جائے تو وہ خدائے بیچوں کا ہمراز بنجاتا ہے۔ ساعت۔ جو لوگ زمانہ میں مقید ہیں وہ لازمانی ذاتِ باری کی طرف راہ یاب نہیں ہو سکتے۔ ہر نفر۔ طلب و جستجو میں ہر سالک اور غیر سالک کی ایک حد مقرر ہے موقوفِ غیب مقرر ہیں کہ اُس کو اُسی مقام پر رکھیں۔ طویلہ۔ اصطبل،

مُنتصب بر ہر طویلہ رائضے[1] — جُز بدستوری نیاید رافضے
ہر اصطبل پر ایک چابک سوار، مقرر ہے — اجازت کے بغیر کوئی نافرمان، باہر نہیں آ سکتا

از ہوس گر از طویلہ بگسلد — دَر طویلہ دیگراں سَر بر کُند
اگر ہوس کی وجہ سے اصطبل سے نکلے — (اور) دوسروں کے اصطبل میں گھُسے

دَر زماں آخُر چیانِ چُست و خوش — گوشۂ اَفسارِ اُو گیرند و کَش
فوراً چست، اور ہوشیار سائیس — اُسکی پچھاڑی کا سِرا پکڑتے ہیں اور کھینچ لیتے ہیں

حافظاں را گر نہ بینی اے عیار — اِختیارت را بہ بیں بے اختیار
اے کھرے! اگر تو نگہبانوں کو نہیں دیکھتا ہے — اپنے اختیار کو بے اختیار دیکھ لے

اِختیارے می کُنی و دَست و پا — بر کُشادستت چرا حبسی چرا
تو (ایک چیز) اختیار کرتا ہے اور تیرے ہاتھ پاؤں — کُھلے ہوئے ہیں، تو رُکا ہوا کیوں ہے؟

رُوئے در انکارِ حافظ بُردہ — نامِ تہدیداتِ[2] نفسش کردہ
تُو نے محافظ کے انکار کا رُخ کر لیا ہے — اُس کا نام تو نے نفس کی تہدیدات رکھ لیا ہے

پیش رفتنِ دقوقی رح بامامتِ آں قوم

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کا اُس قوم کی امامت کے لئے آگے بڑھنا

ایں سخن پایاں نہ دارد تیز دَو — ہیں نماز آمد دقوقی رح پیش شو
اِن باتوں کا خاتمہ نہیں ہے تیز دوڑ — خبردار! نماز (کا وقت) آگیا، آگے ہوجا

اے یگانہ ہیں دوگانہ بَر گذار — تا مُزیّن گردد از تو روزگار
اے یکتا! دو رکعتیں ادا کر — تاکہ زمانہ تیری وجہ سے بارونق بن جائے

اے امامِ[3] چشم روشن در صلوٰۃ — چشم روشن می بباید پیشوات
اے نماز میں روشن چشم والے، امام — تیرا امام روشن چشم ہونا چاہیے

در شریعت ہست مکروہ اے کیا — دَر امامت پیش کردن کور را
اے بزرگ! شریعت میں مکروہ ہے — اندھے کو امامت میں آگے بڑھانا

گرچہ حافظ باشد و چُست و فقیہ — چشم روشن بہ وگر باشد سفیہ
(وہ اندھا) اگرچہ حافظ اور ہوشیار اور فقیہ ہو — روشن چشم والا بہتر ہے خواہ اَن پڑھ ہو

کور را پرہیز نبوُد از قذر — چشم باشد اصلِ پرہیز و حذر
اندھے کا گندگی سے بچاؤ نہیں ہوتا ہے — بچاؤ اور پرہیز کی بنیاد آنکھ ہوتی ہے

---

[1] رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ رافض نافرمان، سرکش۔ آخُرچیاں۔ آخرچی، گھوڑے کا سائیس۔ اَفسار۔ پچھاڑی۔ حافظاں۔ اگر انسان اپنے اِن نگہبانِ غیبی کو نہیں دیکھ سکتا تو اُس کے وجود کو اِس سے سمجھے کہ انسان ہرچند کوشش کرتا ہے اور ہر طرح سے کوشش کے لئے آزاد ہوتا ہے لیکن مقصد تک نہیں پہنچ پاتا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ کوئی نہ کوئی غیبی بندش ہوتی ہے۔

[2] نامِ تہدیدات۔ یعنی تم اِس سے انکار کرتے ہو کہ یہ رکاوٹ محافظِ غیبی کی وجہ سے ہے اور یہ کہنے لگتے ہو کہ انسان کو رکاوٹ نفس کے ارادہ کی وجہ سے پیش آجاتی ہے

[3] اے امام۔ یعنی تو ایسے امام ہو جس کی باطنی چشم کھُلی ہوئی ہے اور امامت کیلئے ایسا ہی شخص مناسب ہے جو روشن ضمیر ہو۔ در شریعت۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ چشم روشن۔ روشن ضمیر امام بہتر ہے خواہ اُس کی ظاہری تعلیم نہ ہو۔ قذر۔ نجاست۔

اُو پلیدی را نہ بیند در عبورؔ[1]
وہ گذرنے میں گندگی کو نہیں دیکھ سکتا ہے

ہیچ مؤمن را مبادا چشم کور
خدا کرے، کسی مومن کی آنکھ اندھی نہ ہو

کوریِ باطن بُوَد کانِ شرور
باطن کا اندھا پن برائیوں کی کان ہے

زانکہ اندر فعل و قولش نیست نور
کیونکہ اسکے فعل اور قول میں نور نہیں ہوتا ہے

کورِ ظاہر در نجاست ظاہر ست
ظاہری اندھا، ظاہر نجاست میں ہے

کورِ باطن در نجاساتِ سِر ست
باطن کا اندھا، باطنی نجاستوں میں ہے

ایں نجاست ظاہر از آبے رَوَد
یہ ظاہری نجاست، پانی سے دور ہو جاتی ہے

واں نجاست باطن افزوں میشود
باطن کی نجاست، بڑھتی رہتی ہے

جُز[2] بآبِ چشم نتواں شُستن آں
اسکو آنکھ کے پانی کے سوا نہیں دھویا جا سکتا

چوں نجاساتِ بواطن شد عیاں
جبکہ باطنوں کی نجاستیں واضح ہو جائیں

چوں نجس خواندہ است کافر را خدا
جبکہ خدا نے کافر کو نجس کہا ہے

ایں نجاست نیست بر ظاہر ورا
یہ نجاست اس کے ظاہر پر نہیں ہے

ظاہر کافر ملوث نیست زیں
کافر کا ظاہر اِس سے ملوث نہیں ہے

آں نجاست ہست در اخلاق و دیں
وہ نجاست اخلاق اور دین میں ہے

ایں نجاست بُویش آید بیست گام
اس نجاست کی بدبو، بیس قدم سے آتی ہے

واں نجاست بُویش از رے تا بشام
اُس نجاست کی بدبو رَے سے شام تک ہے

بلکہ بُویش آسمانہا بر رَوَد
بلکہ اُس کی بدبو آسمانوں تک جاتی ہے

بر دماغِ حُور و رضواں بر شود
حور اور رضوان کے دماغ پر چھا جاتی ہے

آنچہ[3] میگویم بقدرِ فہمِ تست
میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تیری سمجھ کی بقدر ہے

مُردم اندر حسرتِ فہمِ درست
پوری سمجھ کی حسرت میں میں مرا

فہم آب ست و وجودِ تو سبو
تیری سمجھ پانی ہے اور تیرا وجود ٹھلیا ہے

چوں سبو بشکست ریزد آب زو
جب ٹھلیا ٹوٹ جاتی ہے پانی اس سے بہہ جاتا ہے

ایں سبو را پنج سوراخست زرف
اِس ٹھلیا میں پانچ گہرے سوراخ ہیں

اندروں نے آب ماند خود نہ برف
اس میں نہ پانی ٹھہرے، نہ برف

امرِ غُضّوا غضّۃً ابصارکم
تو نے "اپنی نگاہوں کو پست رکھو"، کا حکم

ہم شنیدی راست ننہادی تو سم
بھی سُنا، تو نے صحیح کان نہ دھرا

[1] عبور۔ گذرنا، چلنا پھرنا۔ کوریِ باطن۔ اگر انسان دل کا اندھا ہے تو وہ مجسم شر ہے۔ کورِ ظاہر۔ ظاہری اندھے پر تو ظاہری نجاست ہوتی ہے جس کا ازالہ آسان ہے لیکن باطن کے اندھے میں باطنی نجاست ہے جس کا ازالہ بڑا دشوار ہے۔

[2] جز بآب چشم۔ ظاہری نجاست پانی سے دھودی جاتی ہے لیکن باطنی نجاست صرف آنسوؤں سے دُھلتی ہے۔ کافر۔ خدا نے کافر کو نجس، باطنی نجاست کی وجہ سے قرار دیا ہے۔ ایں نجاست۔ ظاہری نجاست کی بدبو تھوڑی دور تک پھیلتی ہے لیکن باطنی نجاست کی بدبو بہت دُور تک پھیلتی ہے۔ بلکہ باطنی نجاست کی بو صرف دنیا ہی تک نہیں آسمانوں تک پھیلتی ہے۔ رضوان۔ داروغہ جنت۔

[3] آنچہ می گویم۔ میں نے جو کُچھ بتلائے وہ تیری عقل کی بقدر بتلائے ہیں کوئی پورا سمجھدار ملیگا تو تفصیل بیان کرونگا مجھے اِسکی تمنا ہے۔ فہم۔ انسان کے بدن اور فہم کی مثال گھڑے اور اس کے پانی کی سمجھو۔ ایں سبو۔ بدن کے ٹھلیا میں حواسِ خمسہ بمنزلہ پانچ سوراخوں کے ہیں اگر ٹھلیا کے سوراخ نہ بند کئے جائیں تو ٹھلیا میں نہ برف رہیگا جس سے پانی جمتا ہے نہ پانی اِسیطرح اگر حواسِ خمسہ کی حفاظت نہ کیجائیگی تو فہم ضائع ہو جائیگی۔ اَمرِ غضّوا۔ قرآن پاک میں ہے قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ اے نبی آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں۔

از دہانت[1] نطق فہمت را برد — گوش چوں ریگ آب فہمت را خورد

تیرے منہ کی گفتگو تیری سمجھ کو برباد کر دیتی ہے — کان ریت کی طرح تیری سمجھ کے پانی کو پی جاتا ہے

ہمچنیں سوراخہائے دیگرت — می کشاند آب فہم مضمرت

اسی طرح تیرے دوسرے سوراخ — تیری چھپی ہوئی سمجھ کے پانی کو کھولا دیتے ہیں

گر ز دریا آب را بیروں کنی — بے عوض آں بحر را هاموں کنی

اگر تو دریا سے پانی باہر نکالے — بغیر بدلے کے اس دریا کو جنگل بنا دے

بیگہ است ارنے بگویم حال را — مدخل اعواض را و ابدال را

بے موقع ہے، ورنہ میں تجھے حال بتاتا — عوضوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا

کاں[2] عوضہا واں بدلہا بحر را — از کجا آید ز بعد خرجہا

وہ عوض، اور وہ بدلے، دریا میں — خرچ کے بعد کہاں سے آتے ہیں؟

صد ہزاراں جانور زو می خورند — ابرہا ہم از برونش می برند

اس میں سے لاکھوں جانور پیتے ہیں — ابر بھی (پانی)، اس میں سے باہر لے جاتے ہیں

باز دریا آں عوضہا می کشد — از کجا دانند اصحاب رشد

پھر دریا ان بدلوں کو حاصل کر لیتا ہے — کہاں سے؟ ہدایت یافتہ جانتے ہیں

قصہہا آغاز کردیم از شتاب — ماند بے مخلص درون ایں کتاب

جلدی میں ہم نے بہت سے قصے شروع کر دیئے — اس کتاب (مثنوی) کا باطن بے مقصد رہ گیا

اے[3] ضیاء الحق حسام الدین راد — کہ فلک و ارکان چو تو شاہے نزاد

اے عقلمند، ضیاء الحق، حسام الدین! — کہ آسمان اور عناصر نے تجھ جیسا شاہ نہ جنا

تو بنادر آمدی در جان و دل — اے دل و جان از قدوم تو خجل

تم دل و جان میں ندرت سے آئے — تمہاری تشریف آوری سے دل و جان شرمندہ ہیں

چند کردم مدح قوم ما مضے — قصد من ز انہا تو بودی اقتضا

میں نے گذشتہ قوم کی بہت تعریفیں کیں — تقاضائے (طبع) سے تم ہی اُن سے میرا مقصود تھے

خانۂ خود را شناسد خود دعا — تو بنام ہر کہ خواہی کن ثنا

دعا اپنے مقام کو خود پہچان لیتی ہے — تو چاہے جس کا نام لے کر تعریف کر

بہر کتمان مدیح از نامحل — حق نہادست ایں حکایات و مثل

تعریف کو نا اہل سے چھپانے کے لئے — اللہ تعالیٰ نے یہ حکایتیں اور مثالیں بنا دی ہیں

---

[1] از دہانت۔ یعنی بیہودہ گفتگو سے بھی فہم برباد ہوتی ہے۔ گوش۔ کان سے غلط باتیں سنیگا تو فہم برباد ہوگی۔ گر ز دریا۔ اولیاء کے حواس خمسہ کے ذریعہ بھی فہم حق کا گھٹاؤ ہوتا ہے لیکن وہ اس کا عوض اور بدل حاصل کر لیتے ہیں۔ بیگہ۔ وقت نہیں ہے ورنہ میں سمجھاتا کہ اولیاء کو یہ عوض اور بدل کہاں سے حاصل ہوتا رہتا ہے۔

[2] کاں عوضہا۔ بڑے دریا کا پانی خرچ ہوتا رہتا ہے ابرہا۔ بادل دریاؤں سے پانی حاصل کرتے ہیں سمندر کا پانی بخارات میں تبدیل ہو کر ابر بنتا ہے۔ قصہہا۔ میں نے اس کتاب میں قصے بیان کرنا شروع کر دیئے۔

[3] اے ضیاء الحق۔ اس مصرع کا تعلق بارھویں شعر کے آخری مصرع برنویس سے ہے درمیان میں ضیاء الحق کی تعریف ہے۔ راد۔ عقلمند، بزرگ۔ نادر۔ یعنی ضیاء الحق کی شخصیت نادر زمانہ ہے۔ خجل۔ چونکہ میرا دل تیرے شایانِ شان نہیں ہو۔ اقتضا۔ یعنی میری طبیعت کا تقاضہ یہی ہے کہ تیرا ذکر در حدیث دیگراں کرتا رہوں۔ بہر کتمان۔ اصل شخص کو مخفی رکھنے کیلئے اس کو کسی مثال کے ذریعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

گرچہ[1] آں مدح از تو ہم آمد خجل — لیک بپذیرد خدا جہد المقل
اگرچہ وہ تعریف بھی تم سے شرمندہ ہے — لیکن اللہ (تعالیٰ) نادار کی کوشش قبول فرما لیتا ہے

حق پذیرد کسرۂ دارد معاف — کز دو دیدہ کور دو قطرہ کفاف
اللہ (تعالیٰ) ٹکڑا قبول کر لیتا ہے (زیادہ سے) معاف رکھتا ہے — دو اندھی آنکھوں سے دو قطرے کافی ہیں

مرغ و ماہی داند آں ابہام را — کہ ستودم مجمل ایں خوش نام را
اس اجمال کو پرند، اور مچھلی سمجھتے ہیں — کہ میں نے مجملاً اس پیارے نام کی تعریف کی ہے

تا برو آہِ حسوداں کم وزد — تا خیالش را بدنداں کم گزد
تاکہ حاسدوں کی آہ اُن پر نہ نکلے — تاکہ اُن کے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں

خود[2] خیالش را کجا یابد حسود — در وثاقِ موش طوطی کے غنود
اُن کے خیال کو حاسد کب پائے گا؟ — چوہے کے بِل میں طوطی کب سوئی ہے؟

آں خیالِ اُو بود از احتیال — موئے ابروے ویست آں نے ہلال
وہ اُس کا بناوٹی خیال ہے — وہ اُس کی ابرو کا بال ہے، نہ کہ چاند

مدح تو گویم بروں از پنج و ہفت — بر نویس اکنوں دقوقی پیش رفت
میں تمہاری تعریف پانچ اور سات سے زیادہ کروں گا — اب لکھو (کہ) دقوقی آگے ہو گئے

پیش رفتن دقوقیؒ با مامت آں قوم غیبی

اُس غیبی قوم کی امامت کے لئے دقوقی کا آگے بڑھنا

در تحیات[3] و سلامِ صالحین — مدحِ جملہ انبیا آمد عجین
التحیات اور نیکوں پر سلام میں — سب نبیوں کی تعریف گندھی ہوئی ہے

مدحہا شد جملگی آمیختہ — کوزہا در یک لگن در ریختہ
سب کی ملی جلی تعریف ہو گئی — پیالوں کو ایک طشت میں ڈال دیا

زانکہ خود ممدوح جز یک بیش نیست — کیشہا زیں روے جز یک کیش نیست
اس لئے کہ خود ممدوح ایک کے علاوہ نہیں ہے — اس اعتبار سے مذاہب بھی ایک کے علاوہ نہیں ہیں

دانکہ ہر مدحے بنورِ حق رود — بر صور و اشخاص عاریت بود
سمجھ لے کہ ہر تعریف اللہ (تعالیٰ) کے نور کی طرف جاتی ہے — صورتوں، اور شخصوں کے لئے عارضی ہوتی ہے

صور - اشخاص اور صورتیں چونکہ اسی نورِ حق سے کسب فیض کر لیتی ہیں لہٰذا وہ قابلِ مدح ہو جاتی ہیں۔

[1] اگرچہ۔ میری تعریفیں تیرے مرتبے کم ہیں۔ کسرہ۔ روٹی کا ٹکڑا۔ ایک گدا سے اللہ تعالیٰ روٹی کا ایک ٹکڑا بھی قبول فرما لیتا ہے اور زیادہ مقدار کے صدقہ کا اُس سے مطالبہ نہیں ہوتا ہے۔ کز دو دیدہ۔ اللہ کے یہاں آنکھوں کے دو آنسوؤں کی وہ قدر ہے جو بڑے سے بڑے مال کی قدر نہیں ہے۔ ابہام۔ یعنی میں نے جو تعریفیں کی ہیں اُن سے مقصود ... ضیاء الحق ہیں۔ تا برو۔ ضیاء الحق کا نام صراحۃً اس لئے نہیں لیا تاکہ حاسد اُن پر حسد نہ کریں۔

[2] خود خیالش۔ ضیاء الحق کا تصور حاسدوں کے دماغ میں نہیں آسکتا۔ اُنکے تصور اور حاسدوں کے دماغوں کی مثال طوطی اور چوہے کے بِل کی ہے۔ احتیال۔ اُن حاسدوں کے ذہن میں ضیاء الحق کا حقیقی تصور نہیں ہے بلکہ بناوٹی ہے جیسا کہ بعض چاند دیکھنے والوں کو اپنی ابرو کا بال چاند کی صورت میں نظر آجاتا ہے۔ پنج یعنی پانچوں حواس۔ ہفت یعنی ساتوں آسمان۔

[3] در تحیات۔ التحیات میں جب کوئی السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین کہتا ہے تو اُس میں مجملاً سب انبیاء اور نیک بندوں پر سلامتی کی دعا ہو جاتی ہے۔ ممدوح۔ حقیقی تعریف صرف خدا کی ہے۔

مادح جز مستحق را کے کنند
(لوگ) مستحق کے علاوہ کسی کی کب تعریف کرتے ہیں؟

لیک بر پنداشت گمرہ[1] می شوند
لیکن (فاسد) گمان کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں

ہمچو نورے تافتہ بر حائطے
جس طرح کہ نور دیوار پر پڑتا ہے

حائط آں انوار را چوں رابطے
(اور) دیوار ان نوروں کے لئے واسطہ ہے

لاجرم چوں نور سوئے اصل راند
لامحالہ جب نور اصل کی طرف سمٹ جائے

ضال مہ گم کرد و ز استائش بماند
گمراہ نے چاند کو گم کر دیا اور تعریف سے رک گیا

یا ز چاہے عکس ماہے وانمود
یا کسی کنوئیں میں چاند کا عکس نمودار ہوا

سر بچہ می کرد و آں را می ستود
کنوئیں میں سر جھکایا اور اس کی تعریف کر رہا ہے

در حقیقت مادح ماہست او
حقیقتاً وہ چاند کی تعریف کرنے والا ہے

گرچہ جہل او بعکسش کرد رو
اگرچہ اُسنے نادانی سے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہے

مدح او مہ راست نے آں عکس را
اُسکی تعریف چاند کیلئے ہے نہ کہ عکس کے لئے

کفر شد آں چوں غلط شد ماجرا
جب معاملہ غلط ہو گیا، کفر ہو گیا

کز شقاوت[2] گشت گمراہ آں دلیر
کیونکہ وہ جری بدبختی سے گمراہ ہو گیا ہے

مہ ببالا بود او پنداشت زیر
چاند اوپر تھا، وہ نیچے سمجھا

زیں بتاں خلقاں پریشاں می شوند
ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں

شہوتے رانده پشیماں می شوند
شہوت پوری کر کے شرمندہ ہوتے ہیں

زانکہ شہوت باخیالے رانده است
کیونکہ شہوت رانی ایک خیال سے کی ہے

در حقیقت دور تر وا مانده است
در حقیقت (اصل سے) بہت دور جا پڑتے ہیں

باخیالے[3] میل تو چوں پر بود
خیال کی جانب تیرا جھکاؤ پر کی طرح ہوتا ہے

تا بداں پر بر حقیقت بر شود
تاکہ تو اس پر کے ذریعہ حقیقت تک پہنچے

چوں براندی شہوتے پرت بریخت
جب تو نے شہوت رانی کی تو تیرا پر جھڑ گیا

لنگ گشتی واں خیال از تو گریخت
تو لنگڑا ہو گیا اور وہ خیال تجھ سے بھاگ گیا

پر نگہدار و چنیں شہوت مراں
پر کی حفاظت کر اور ایسی شہوت رانی نہ کر

تا پر میلت برد سوئے جناں
تاکہ میلان کا پر تجھے جنتوں کی طرف لیجائے

خلق پندارند عشرت می کنند
لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ عیش کر رہے ہیں

بر خیالے پر خود بر می کنند
ایک خیال پر اپنے پر اکھاڑ رہے ہیں

---

[1] گمراہ۔ اگر کوئی ان صورتوں اور اشخاص کو اصل سمجھ بیٹھے تو گمراہ ہے۔ ہمچو نورے۔ دیوار پر جو چاندنی ہے وہ اسکی اپنی نہیں ہے بلکہ وہ چاند کی ہے۔ اب اگر کوئی دیوار پر چاندنی ہونے سے چاند کی تعریف چھوڑ بیٹھے تو اس کی گمراہی ہے۔ یا ز چاہے پانی میں جو عکس ہے اسکی تعریف چاند کی تعریف ہے گرچہ۔ اگر کوئی بالکلیہ اصل تعریف اُس عکس کی کرے تو اُس کی گمراہی ہے۔

[2] کز شقاوت۔ تمام خوبیوں کا منبع تو ذاتِ خداوندی ہے اگر کوئی مخلوق کو اصل سمجھ بیٹھے تو یہ اسکی بدبختی ہے۔ زیں بتاں یعنی مجازی معشوقوں کے عشق کا نتیجہ محض شہوت پرستی ہے۔ خیالے یعنی عارضی حسن دیوار کی چاندنی جیسا ہے۔

[3] باخیالے۔ خیال معشوق سے اگر عشق بھی ہو تو وہ حقیقت تک پہنچنے کیلئے ہو جیسا کہ کہا گیا ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ... اَلْحَقِیْقَۃِ عشق مجازی حقیقی عشق کا پل ہے۔ پر۔ یہ جذبۂ عشق ایک پر ہے اُس کو حقیقت تک پرواز کا ذریعہ بنانا چاہئے۔ خلق۔ لوگ عشق مجازی میں شہوت رانی کر کے اپنے اس پر کو جو حقیقت تک پرواز کا سبب بن سکتا تھا برباد کر دیتے ہیں۔

وامؔ دارِ شرحِ ایں نکتہ شُدم ‏— مہلتم دہ مُعسِرم زاں تن زدم
میں اِس نکتہ کی تشریح کا قرضدار ہوگیا ہوں — میں مُفلس ہوں مجھے مہلت دو اِسی لئے میں خاموش ہوگیا ہوں

باز گشتم زانکہ شُد قصہ دراز — وقت تنگ و قوم موقوف نماز
میں لوٹتا ہوں، کیونکہ قصہ دراز ہوگیا — وقت تنگ ہے اور لوگ نماز میں کھڑے ہیں

اقتدا کردنِ آں قوم از پسِ دقوقیؒ

اُس قوم کا دقوقیؒ کے پیچھے اقتدا کرنا

پیش در شُد آں دقوقیؒ در نماز — قوم ہمچوں اطلسِ آمد اُو طراز
نماز میں دقوقیؒ آگے ہو گئے — قوم اطلس کی طرح تھی، وہ نقش و نگار جیسے

اقتدا کردند آں شاہاں قطار — در پئے آں مُقتدائے نامدار
اُن شاہوں نے قطار بنا کر اقتدا کی — اُس نامدار، مقتدا کے پیچھے

چونکہ با تکبیرہا مقروں شُدند — ہمچو قرباںؔ از جہاں بیروں شُدند
جیسے ہی وہ تکبیروں سے وابستہ ہوئے — قربانی کی طرح دنیا سے باہر نکل گئے

معنیِ تکبیر اینست اے امیم — کاے خدا پیشِ تو ما قرباں شُدیم
اے امام! تکبیر کے معنی یہ ہیں — کہ اے خدا! ہم تیرے سامنے قربان ہو گئے

وقتِ ذبح اللّٰہُ اکبر میکُنی — ہمچنیں در ذبحِ نفسِ کشتنی
ذبح کے وقت، تو اللہ اکبر پڑھتا ہے — اِسی طرح گردن زدنی نفس کے ذبح میں

ق

گوئی اللّٰہ اکبر واں شوم را — سر ببر تا وا رہد جاں از فنا
تو اللہ اکبر پڑھ، اور اُس بدبخت کا — سر کاٹ دے تاکہ روح ہلاکت سے نجات پا جائے

تن چوںؔ اسمٰعیلؑ و جاں ہمچوں خلیلؑ — کرد جاں تکبیر بر جسمِ نبیل
جسم اسمٰعیلؑ کی طرح اور روح خلیل اللہؑ کی طرح ہو — روح نے شاندار جسم پر تکبیر پڑھ دی

گشت کُشتہ تن ز شہوتہا و آز — شد بہ بسم اللّٰہ بسمل در نماز
جسم شہوتوں، اور حرص سے مُردہ ہوگیا — بسم اللہ کے ذریعہ نماز میں بسمل ہوگیا

چوں قیامت پیشِ حق صفہا زدہ — در حساب و در مُناجات آمدہ
قیامت (کے دن) کی طرح اللہ (تعالیٰ) کے سامنے صفیں — حساب اور سوال وجواب میں لگے ہیں

ایستادہ پیشِ یزداں اشک ریز — بر مثالِ راست خیزِ رستخیز
اللہ (تعالیٰ) کے سامنے کھڑے ہوئے آنسو گرا رہے ہیں — قیامت میں سیدھے کھڑے ہونیوالوں کی طرح

ل۱ وامؔ - اِس نکتہ کی تفصیل پھر کسی وقت بتا دیجائیگی۔ مُعسِرم - تنگ دست مقروض کو مہلت دی جاتی ہے۔ قوم - یعنی وہ غیبی قوم بمنزلہ ریشمین کپڑے کے تھی اور دقوقی اُس کے نقش ونگار کی طرح تھے۔ چونکہ - جیسے ہی اُن بزرگوں نے تکبیر تحریمہ پڑھی دنیا ومافیہا سے غافل ہوگئے۔

ل۲ ہمچو قرباں - قربانی کے جانور پر جب تکبیر کہکر چھری چلادی جاتی ہے تو وہ اِس دنیا سے منقطع ہوجاتا ہے۔ معنیِ تکبیر - تکبیر تحریمہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ نمازی دربارِ خداوندی میں اپنے نفس کی قربانی پیش کرتا ہے۔ گوئی - لہٰذا جب تم تکبیر کہو تو فوراً نفسِ امارہ کو ذبح کر ڈالو۔

ل۳ تن چو اسماعیلؑ - تکبیر تحریمہ کے وقت روح کو بمنزلہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بناؤ اور جسم کو بمنزلہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے بناؤ۔ گشت کشتہ - اللہ اکبر کے ذریعہ جسم شہوت اور حرص کے اعتبار سے مُردہ ہوجانا چاہیئے اور بسم اللہ کے ذریعہ جسم بسمل سر بُریدہ ہوجانا چاہیئے۔ چوں قیامت - نماز کی جماعت اور حالت کو ایسا سمجھو جیسا کہ قیامت میں حضرتِ حق کے دربار میں صفیں باندھ کر کھڑے ہوگئے در حساب کتاب اور سوال و

حق[1] ہمیگوید چہ آوردی مرا — اندریں مہلت کہ دادم مر ترا
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے تو میرے لئے کیا لایا ہے؟ — اِس وقفہ میں جو میں نے تجھے دیا

عمر خود را در چہ پایاں بردۂ — قوت و قوت در چہ فانی کردۂ
اپنی عمر کس چیز میں ختم کی ہے؟ — روزی اور طاقت کس چیز میں ختم کی ہے؟

گوہر دیدہ کجا فرسودۂ — پنج حس را در کجا پالودۂ
آنکھ کے گوہر کو کہاں گھسایا ہے؟ — پانچوں حواس کا کس جگہ صفایا کیا ہے؟

چشم و گوش و ہوش و گوہرہائے عرش — خرچ کردی چہ خریدی تو ز فرش
آنکھیں اور کان اور حواس عرش کے جواہر ہیں — تو نے (اُنکو) خرچ کیا، زمین سے کیا خریدا؟

دست و پا دادمت چوں بیل و کلند — من بہ بخشیدم ز خود آں کے شدند
میں نے تجھے ہاتھ اور پاؤں پھاوڑے اور کلہاڑے جیسے دیئے — وہ میں نے دیئے خود بخود کہاں ہوئے؟

ہمچنیں پیغامہائے درد گیں — صد ہزاراں آید از حضرت چنیں
اسی طرح کے درد ناک پیغام — دربار سے لاکھوں آتے ہیں

در قیام[2] ایں گفتہا دارد رجوع — وز خجالت شد دوتا اندر رکوع
قیام (کی حالت) میں یہ باتیں آتی ہیں — شرمندگی سے رکوع میں دوہرا ہو جاتا ہے

ایستادن را نماندہ قوتے — در رکوع آمد ز شرم اُو ساعتے
کھڑے رہنے کی قوت نہیں رہتی — وہ تھوڑی دیر کے لئے رکوع میں ہو جاتا ہے

قوت استادن از خجلت نماند — در رکوع از شرم تسبیحے بخواند
شرمندگی کی وجہ سے کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی — شرم سے رکوع میں تسبیح پڑھنے لگا

باز فرماں[3] در رسد بردار سر — از رکوع و پاسخ حق بر شمر
پھر حکم ہوتا ہے، سر اُٹھا — رکوع سے، اور اللہ (تعالیٰ) کا جواب شمار کر

سر بر آرد از رکوع اُو شرمسار — باز اندر رُو فتد آں خامکار
وہ شرمندگی کی حالت میں رکوع سے سر اٹھاتا ہے — پھر وہ ناقص العمل منہ کے بل گر پڑتا ہے

باز فرماں آیدش بردار سر — از سجود و وادہ از کردہ خبر
پھر اُس کو حکم ہوتا ہے، سر اُٹھا — سجدے سے اور (اپنے) عمل کی بات بتا

سر بر آرد اُو دگر رہ شرمسار — اندر اُفتد باز در رُو ہمچو مار
وہ شرمندہ دوبارہ سر اُٹھاتا ہے — پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے

---

[1] حق ہمی گوید- اب نماز میں جب تم قیام میں ہو تو گویا اللہ تعالیٰ تم سے سوال کرتا ہے کہ تم کو جو زندگی کی مہلت دی ہے اس میں تم نے میرا کیا کام کیا ہے۔ قوت قوت- میں نے تجھے روزی اور طاقت دی وہ کس کام میں صرف ہوئی ہے۔ چشم و گوش- حواسِ خمسہ دیئے ہاتھ پاؤں میں نے ہی دیئے اُن کو کس کام میں لایا ہے۔

[2] در قیام- نماز میں قیام کی حالت میں جب یہ سوالات سنتا ہے تو رکوع میں جاتا گویا شرمندگی سے جھک جاتا ہے- ایستادن- اب اس میں اتنی سکت نہیں رہتی کہ کھڑا رہ سکے تو شرمندہ ہو کر جھک کر تسبیح پڑھنے لگتا ہے

[3] باز فرماں- پھر گویا اس کو اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ سر اُٹھا اور جواب دے تو وہ قومہ میں کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر شرمندگی سے سجدہ میں گر پڑتا ہے- باز فرماں- پھر سجدہ کی حالت میں اُس کو سر اُٹھانے کا حکم ہوتا ہے وہ سجدہ سے سر اٹھا لیتا ہے لیکن شرمندگی سے پھر دوسرے سجدہ میں گر پڑتا ہے-

بازگوید[1] سر برآر و باز گو
پھر اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے، سر اٹھا اور بتا

کہ بخواہم جست از تو مو بمو
میں تجھ سے ذرہ ذرہ کی جستجو کروں گا

قوتِ پا ایستادن نبود ش
اُس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے

کہ خطاب ہیبتے بر جاں زدش
کیونکہ ہیبتناک خطاب نے اُس کی جان پر حملہ کیا ہے

پس نشیند قعدہ زاں بارِ گراں
اُس بھاری بوجھ کی وجہ سے وہ قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے

حضرتش گوید سخن گو با بیاں
اللہ (تعالیٰ) اُس سے فرماتا ہے مفصل بات کہہ

نعمتت دادم بگو شکرت چہ بود
میں نے تجھے نعمتیں دیں بتا تیرا شکریہ کیا تھا؟

دادمت سرمایہ ہیں بنمائے سود
میں نے تجھے سرمایہ دیا اُس کا نفع دکھا؟

چوں نہ سرمایہ بود او را نہ سود
چونکہ اُس کے پاس نہ سرمایہ ہوتا ہے نہ نفع

شافعے خواہد کہ گوید عذر زود
(اسلئے) وہ سفارشی چاہتا ہے تاکہ جلدی عذر خواہی کرے

بیانِ[2] اشارتِ سلام سوئے دستِ راست در قیامت از ہیبتِ محاسبۂ حق تعالیٰ و از انبیاء استعانت و شفاعت جستن

اللہ تعالیٰ کے محاسبہ کی ہیبت کی وجہ سے داہنی جانب سلام کا اشارہ اور انبیاء سے مدد اور شفاعت چاہنے کا بیان

رو بدستِ راست آرد در سلام
سلام میں داہنی جانب کو رُخ کرتا ہے

سوئے جانِ انبیاء و آں کرام
انبیاء اور بزرگوں کی روح کی جانب

انبیاء را او سلامی می کند
وہ انبیاء کو سلام کرتا ہے

استعانت را طلب کردن مدد
استعانت اور مدد طلب کرنے کے لئے

یعنی[3] اے شاہاں شفاعت کایں لئیم
یعنی اے شاہو! (شفاعت کرو) کیونکہ یہ کمینہ

سخت در گِل ماندہ اش پائے و گلیم
اُس کا پاؤں اور کملی دلدل میں پھنسی ہے

انبیاء گویند روزِ چارہ رفت
انبیاء کہیں گے تدبیر کا وقت جاتا رہا

چارہ آنجا بود و دستِ افزار رفت
تدبیر اور کافی سامان وہاں (دنیا میں تھا)

مرغِ بیوقتی تو اے بدبخت رو
تو مرغِ بے ہنگام ہے، اے بدبخت! چلا جا

ترکِ ما گو خونِ ما اندر مشو
ہمیں معاف کر ہماری جان کے درپے نہ ہو

رو بگرداند بسوئے دستِ چپ
وہ بائیں جانب رُخ کرتا ہے

در تبار و خویش گویندش کہ خب
خاندان اور اپنوں میں سے اُس سے کہتے ہیں کہ خاموش

[1] بازگوید۔ دو سرے سجدہ میں پھر اُس کو حکم ملتا ہے کہ سر اُٹھا اور جواب دے تو اُس میں اتنی طاقت نہیں رہتی کہ وہ کھڑا ہو سکے لہٰذا قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ نعمتت۔ قعدہ کی حالت میں گویا اللہ تعالیٰ اُس سے فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے نعمتوں کا سرمایہ دیا تھا اُس سرمایہ کا نفع دکھا کہاں ہے۔ چوں نہ سرمایہ۔ اب وہ دیکھتا ہے کہ نہ اُس کے پاس سرمایہ ہی ہے نہ نفع تو گھبرا کر سفارش کرنے والے کی تلاش شروع کر دیتا ہے

[2] بیان۔ یعنی اب وہ داہنی جانب سلام کرتا ہے تو گویا انبیاء اور کراماً کاتبین سے اپنی سفارش کی استدعا کرتا ہے

[3] یعنی۔ دائیں جانب سلام کرنے سے گویا اُس کا مدعا انبیاء سے سفارش چاہنا ہے۔ انبیاء۔ انبیاء اُس کو جواب دینگے وقت نکل گیا اب کوئی تدبیر نہیں ہے اس وقت بے موقع چیخ اور پکار ہے۔ رو بگرداند۔ اب وہ گویا مایوس ہو کر بائیں جانب سلام کر کے اپنے رشتہ داروں سے مدد کا خواہاں ہوتا ہے۔

ہیں[1] جواب خویش گو با کردگار — ما کرایم اے خواجہ دست از ما بدار
خبردار! اپنا جواب اللہ (تعالیٰ) کو دے — ہم کون ہوتے ہیں؟ اے جناب ہمیں معاف کیجئے

نے ازیں سو نے ازاں سو چارہ شُد — جانِ آں بیچارہ دلِ صد پارہ شُد
(جب) نہ اِدھر سے نہ اُدھر سے کوئی تدبیر ہوئی — اُس بے چارے کی جان سو ٹکڑوں والا دل بنی

از ہمہ نومید شُد مسکیں کیا — پس برآرد ہر دو دست اندر دعا
وہ بھلا مسکین ہر طرف سے مایوس ہوگیا — تو دعا میں دونوں ہاتھ اُٹھاتا ہے

کز ہمہ نومید گشتم اے خدا — اوّل و آخر توئی و مُنتہا
کہ اے خدا! میں سب سے مایوس ہوگیا ہوں — اوّل اور آخر تو ہی ہے، اور (تو ہی) منتہا ہے

ہست امیدے کہ عنایت در رسد — گردد اُو ایمن زحبلٍ مّن مَّسَدٗ
(اب) اُمید ہے کہ مہربانی ہوجائے — وہ مُونجھ کی رسّی سے محفوظ ہوجائے

در نماز ایں خوش اشارتہا ببیں — تا بدانی کایں بخواہد شد یقیں
نماز میں اِن اچھّے اشاروں کو سمجھ لے — تاکہ تجھے معلوم ہوجائے کہ یہ یقیناً ہوگا

معنیِ[2] تسلیم ایں اے مُقتدی — کہ توئی حق ہادی و ما مُہتدی
اے مقتدی! اطاعت کے یہی معنیٰ ہیں — کہ (اے) اللہ تو ہی ہدایت دینے والا ہے اور ہم ہدایت پانے والے ہیں

ہر چہ فرمائی تو مُنقادیم ما — باقضائے[3] جُرم گو شادیم ما
تو جو حکم دے ہم تابعدار ہیں — کہدے، جُرم کی سزا پر ہم راضی ہیں

بچہ بیروں آر از بیضہ نماز — سر مزن چوں مُرغ بے تعظیم و ساز
نماز کے انڈے سے، بچہ باہر نکال — بغیر تعظیم اور ادب کے مُرغ کی طرح ٹھونگیں نہ مار

شنیدنِ آں دقوقیؒ در نماز افغانِ اہلِ کشتی را در غرق شدن

نماز کی حالت میں دقوقیؒ کا کشتی والوں کی ڈوبنے میں فریاد سننا

آں دقوقیؒ در امامت کرد ساز — اندر آں ساحل در آمد در نماز
دقوقیؒ نے امامت شروع کردی — اُسی ساحل پر اُنھوں نے نماز شروع کی

واں جماعت در پئے اُو در قیام — ایٔنت زیبا قوم و بگزیدہ اِمام
وہ جماعت اُن کے پیچھے قیام میں (تھی) — زہے! اچھی قوم اور برگزیدہ امام

ناگہاں چشمش سوئے دریا فتاد — چوں شنید از سوئے دریا داد داد
اچانک اُن کی نگاہ دریا کی جانب پڑی — جب دریا کی جانب سے اُنھوں نے فریاد فریاد سُنا

---

[1] ہیں۔ رخنہ دار بھی اُس کو مایوس کردیتے ہیں۔ نے ازیں سُو۔ جب وہ دونوں جانبوں سے مایوس ہوجاتا ہے تو اب دل شکستہ ہوکر دربارِ خداوندی میں دستِ دعا دراز کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ سب جگہ سے مایوس ہوکر تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ ہست۔ جب وہ اللہ سے دعا کرتا ہے تو اُمید پڑتی ہے کہ خدا اُس پر رحم کردے اور اُس کی گلوخلاصی ہوجائے۔

[2] معنیِ تسلیم۔ اوپر کے اشعار میں نماز کے جو اشارے ہیں وہ تو ہر نمازی کیلئے ہیں اب جماعت میں مقتدی بننے کا اشارہ یہ سمجھو کہ وہ امام کے حرکات اور سکنات پر سرِ تسلیم خم کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی ہر ہدایت پر عمل پیرا ہونے کا اشارہ ہے۔

[3] باقضائے جرم۔ یہاں تک کہ وہ اپنی خطاؤں کی سزا پر اظہارِ رضا کرتا ہے۔ بچہ۔ ہم نے نماز کے ارکان کے جو اشارے سمجھائے اُن سے نتیجہ نکال لے اور نماز میں محض ٹھونگے نہ مار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ ایٔنت۔ زہے۔ یعنی مقتدی بھی بہترین تھے اور امام بھی۔ داد داد۔ یعنی کشتی والوں کی فریاد۔

درمیان موج دید او کشتیے — درقضا و در بلا و زشتیے
انہوں نے موجوں میں ایک کشتی دیکھی — قضا میں، اور بلا میں، اور تباہی میں

ہم شب و ہم ابر و ہم موج عظیم — آن سہ[3] تاریکی و از غرقاب بیم
رات بھی، اور ابر بھی، اور بڑی موج بھی — تین اندھیریاں اور ڈوبنے کا ڈر

تند بادے ہمچو عزرائیل خاست — موجہا آشوفت اندر چپ و راست
مَلَکُ الموت کی طرح تیز ہوا اٹھی — (جس نے) دائیں اور بائیں موجیں پھیلا دیں

اہل کشتی از مہابت کاستہ[1] — نعرہ و واویلہا برخاستہ
کشتی والے خوف سے سکڑے ہوئے — نعرے اور واویلا بلند کیے ہوئے

دستہا در نوحہ بر سر میزدند — کافر و ملحد ہمہ مخلص شدند
رونے میں ہاتھ سر پر مار رہے تھے — کافر اور بد دین سب مخلص ہو گئے تھے

با خدا[2] با صد تضرع آں زماں — عہدہا و نذرہا کردہ بجاں
اس وقت سینکڑوں عاجزیوں سے خدا سے — دل و جان سے عہد اور منتیں مانتے تھے

سر برہنہ در سجود آنہا کہ ہیچ — روئے شاں قبلہ ندید از پیچ پیچ
ننگے سر، سجدہ میں وہ لوگ (بھی)، کہ کبھی — انکے منہ نے قبلہ نہ دیکھا تھا اینچ پینچ کی وجہ سے

گفتہ کہ بیفائدہ ست ایں بندگی — آں زماں دیدہ دراں صد زندگی
(پہلے) وہ کہتے تھے، یہ عبادت بیکار ہے — اس وقت اس میں سینکڑوں زندگیاں دیکھتے تھے

از ہمہ امید ببریدہ تمام — دوستان و خال و عم و باب و مام
سب، سب سے امید منقطع کر چکے تھے — دوستوں اور ماموں اور چچا اور باپ اور ماں سے

زاہد[3] و فاسق شدہ آں دم متقی — ہمچو در ہنگام جاں کندن شقی
زاہد اور بدکار اس وقت متقی ہو گئے تھے — جیساکہ بدبخت، نزع کی حالت میں

نے ز چپ شاں چارہ بود و نے ز راست — حیلہا چوں مرد ہنگام دعاست
انکے لئے نہ دائیں سے کوئی تدبیر تھی نہ بائیں سے — تدبیریں جب فنا ہوں، دعا کا وقت ہے

در دعا ایشان و در زاری و آہ — بر فلک ز ایشاں شدہ دود سیاہ
وہ عاجزی اور آہ اور دعا میں مصروف تھے — انکی (آہوں کا) کالا دھواں آسمان پر پہنچ گیا تھا

دیو آں دم از عداوت بین بین — بانگ زد کاے سگ پرستاں علتین
شیطان اس وقت عداوت کی وجہ سے پریشان تھا — پکارا کہ اے کتے کے پرستارو! دہرا نقصان ہے

---

۱ کاستہ یعنی دبے ہوئے۔ کافر و ملحد مشہور ہے۔ ع۔ جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا قرآن نے بھی کہا ہے کہ ایسی حالت میں سب مخلص بنجاتے ہیں۔

۲ با خدا۔ گرداب میں پھنس کر سب کشتی سوار مخلص بنجاتے ہیں اور خدا سے دعا مانگنے لگتے ہیں۔ قبلہ ندید جن لوگوں نے تمام عمر بھی سجدہ نہ کیا ہو وہ سجدے کرنے لگتے ہیں۔ گفتہ۔ تمام عمر عبادت کو بیکار بتاتے رہے تھے۔ دوستاں۔ دنیا کے تمام وسیلے ختم ہوجاتے ہیں تو خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۳ زاہد۔ نزع کے وقت فرعون بھی ایمان لانے لگا تھا۔ حیلہا۔ انسان کی فطرت ہے کہ سب تدبیریں ختم ہوجانے کے بعد خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ دود سیاہ۔ انکی آہوں کا کالا دھواں۔ دیو۔ بدکار جو کہ شیطان کے پرستار ہیں جب وہ پریشانی کے وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں تو شیطان گھبراتا ہے اور ان کو پکار کر کہتا ہے اللہ کی طرف رجوع نہ کرو ورنہ دو خرابیوں میں مبتلا ہوجاؤ گے توبہ کے بعد بدعہدی اور گناہ۔ بین بین۔ یعنی تذبذب بعض نسخوں میں تیز بین یعنی شیطان ان کو گھور رہا تھا۔

مرگ و جسک [1] اے اہلِ انکار و نفاق
عاقبت خواہد بُدن ایں اتفاق
اے انکار اور نفاق والو! موت، اور درد — انجام کار اِس کا اتفاق ضرور ہوگا

چشمِ تاں تر باشد از بعدِ خلاص
کہ شوید از بہرِ شہوت دیو خاص
خلاصی کے بعد (کیا) تمہاری آنکھ نم ہوگی؟ — کیونکہ شہوت پرستی کی وجہ سے تم خاص شیطان بن جاؤ

یادِ تاں ناید کہ روزے در خطر
دستِ تاں بگرفت یزداں از قدر
تمہیں یاد (بھی) نہ آئے گا کہ خطرے کے دن — قدرت سے خدا نے تمہاری دستگیری کی ہے

ایں ہمی آمد ندا از دیو لیک
ایں سخن را نشنود جز گوشِ نیک
شیطان کی یہ آواز آرہی تھی، لیکن — اِس کو نیک کان کے علاوہ کوئی نہیں سُن رہا تھا

راست [2] فرمودست با ما مصطفٰی
قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا
ہم سے مصطفٰیؐ نے سچ فرمایا ہے — جو قطب اور شہنشاہ اور صفا کے دریا ہیں

کانچہ جاہل دید خواہد عاقبت
عاقل آں بیند ز اوّل مرتبت
کہ نادان جو کچھ انجام پر دیکھے گا — عقلمند اُس کو پہلے مرتبہ میں دیکھ لیتا ہے

کارہا ز آغاز گر غیب ست و سر
عاقل اوّل دید و آخر آں مُصِر
کام (کا انجام) اگرچہ شروع میں پوشیدہ اور راز ہے — عقلمند نے شروع میں دیکھ لیا اور جہالت پر مُصر آخر میں

اوّلش پوشیدہ باشد و آخراں
عاقل و جاہل ببیند در عیاں
اُسکے شروع (میں انجام) پوشیدہ ہوتا ہے، اُسکو آخر میں — عقلمند اور نادان آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے

گر نہ بینی واقعہ غیب اے عنود
حزم را سیلاب کے اندر ربود
اے سرکش! اگر تو غیب کے واقعات نہیں دیکھتا ہے — (تو) احتیاط کو سیلاب کب بہالے گیا ہے؟

تصوّراتِ مردِ حازم
محتاط انسان کے خیالات

حزم [3] چہ بُود بدگمانی در جہاں
دمبدم دیدن بلائے ناگہاں
احتیاط کیا ہوتی ہے، دنیا میں بدگمانی — لمحہ بہ لمحہ ناگہانی بلا دیکھنا

آنچناں کہ ناگہاں شیرے رسید
مرد را بر بُود و در بیشہ کشید
اِس طرح کہ اچانک ایک شیر آیا — اُسنے ایک شخص کو پکڑا اور کچھار میں کھینچ لے گیا

اُو چہ اندیشد دراں بُردن ببیں
تو ہماں اندیش اے اُستادِ دیں
اُس لے جانے میں وہ کیا سوچتا ہے، غور کر — اے دین کے اُستاد، تو بھی وہی سوچ

[1] جسک۔ جیم کے نقطے کے ساتھ، درد، رنج۔ چشمِ تاں۔ یعنی نجات پانے کے بعد تم نہ کبھی روؤ گے اور نہ یہ یاد کرو گے کہ خدا نے تمہاری دستگیری کی تھی۔ نشنود۔ یعنی صرف نیک لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ شیطانی آواز محض نیکی سے روکنے کیلئے ہے۔

[2] راست۔ اِس واقعے آنحضورؐ کے قول کی تصدیق ہوجاتی ہے کہ جاہل کو جو کچھ انجام کار میں کرنا پڑتا ہے وہ عقلمند ابتداءِ کار میں کرگزرتا ہے کشتی نشین عُشاق نے بالآخر وہی گریہ وزاری کی جو اولیاء اللہ ابتدا میں کرلیتے ہیں۔ کانچہ۔ مشہور ہے۔
آنچہ دانا کند، کند ناداں
لیک بعد از خرابیٔ بسیار
مُصِر۔ اپنی جہالت پر مُصِر۔ گر نہ بینی۔ اگر ایک عام آدمی بھی پیش آنے والی بات کو نہیں دیکھ پاتا تو حزم اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ مصائب میں پھنسنے سے ڈرتا رہے اور توبہ و استغفار کرتا رہے۔

[3] حزم۔ احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان کبھی مطمئن نہ ہو اور ہر وقت بلائے ناگہانی سے بچنے کی تدبیر کرتا رہے۔ آنچناں کہ۔ حزم کے معنی اِس مثال سے سمجھ لو کہ مثلاً ایک آدمی جس کو شیر جھپٹ گیا ہے جو وہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتا ہے تم شیر کے حملہ سے پہلے ہی وہ سوچ لو۔

می[۵۱] کشد شیرِ قضا در بیشہا — جانِ ما مشغولِ کار و پیشہا

قضا کا شیر کچھاروں میں گھسیٹ کر لیجارہا ہے — ہماری جان، کام اور پیشوں میں لگی ہے

آنچناں کز فقر می ترسند خلق — زیرِ آبِ شور رفتہ تا بہ حلق

جس طرح لوگ فقر سے ڈرتے ہیں — (گویا کہ) کھارے پانی میں گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں

گر بترسندے ازاں فقر آفریں — گنجہا شاں کشف گشتے در زمیں

اگر وہ فقر کے پیدا کرنے والے سے ڈرتے — (تو) زمین میں (گڑے ہوئے) خزانے ان پر منکشف ہوجاتے

جملہ شاں از خوفِ غم در عینِ غم — در پئے ہستی فتادہ در عدم

وہ سب غم کے ڈر سے بعینہٖ غم میں (مبتلا) ہیں — ہستی کی تلاش میں عدم میں پھنسے ہیں

دُعا و شفاعت دقوقیؒ در خلاصِ آں کشتی

اس کشتی کی نجات کیلئے دقوقیؒ کی دعا اور سفارش

چوں دقوقیؒ آں قیامت[۵۲] را بدید — رحمِ اُو جوشید و اشکِ اُو دوید

دقوقیؒ نے جب اس قیامت کو دیکھا — ان کا رحم جوش میں آیا اور ان کے آنسو بہہ نکلے

گفت یا رب منگر اندر فعلِ شاں — دستِ شاں گیر اے شہِ نیکو نشاں

فرمایا اے خدا! ان کے اعمال کو نہ دیکھ — اے شاہِ نیک نشان! ان کی دست گیری فرما

خوش سلامت شاں بساحل باز بر — اے رسیدہ دستِ تو در بحر و بر

ان کو بہترین سلامتی کے ساتھ ساحل پر لوٹا دے — اے (وہ ذات) کہ تیرا دستِ (قدرت) بحر و بر پر ہے

اے کریم و اے رحیمِ سرمدی — در گذار از بدسگالاں ایں بدی

اے کریم اور اے ابدی رحم کرنے والے — بدعقیدہ لوگوں کی اس بدی سے درگزر کر

اے[۵۳] بدادہ رائیگاں صد چشم و گوش — نے ز رشوت بخش کردہ عقل و ہوش

اے وہ کہ جس نے سینکڑوں آنکھیں اور کان مفت دیئے ہیں — عقل و ہوش بھی، رشوت سے نہیں بخشے ہیں

پیش ز استحقاق بخشیدہ عطا — دیدہ از ما جملہ کفران و خطا

مستحق ہونے سے پہلے ہی بخشش کی — ہم سب کی نافرمانی اور خطا کو دیکھتے ہوئے

اے عظیم از ما گناہانِ عظیم — تو توانی عفو کردن در حریم

اے بزرگ! ہمارے بڑے گناہوں کو — حرم میں تو (ہی) معاف کر سکتا ہے

ما ز آز و حرص خود را سوختیم — ویں دعا را ہم ز تو آموختیم

ہم نے حرص و ہوس میں اپنے آپکو جلا ڈالا ہے — یہ دعا بھی ہم نے تجھ (ہی) سے سیکھی ہے

---

۵۱ می کشد۔ لیکن ہم غفلت برتتے ہیں اور شیرِ قضا سے نجات کی تدبیر نہیں کرتے۔ آنچناں۔ لوگ فقر سے ڈرتے ہیں اور اس قدر اسکے خوف میں مبتلا ہیں جیسا کہ سمندر میں ڈوبتا ہوا خوف میں مبتلا ہوتا ہے اگر فقر پیدا کرنیوالے خدا سے اس طرح ڈریں تو اُنپر زمین کے خزانے منکشف ہوجائیں اور فقر کا کوئی احتمال بھی باقی نہ رہے۔ جملہ شاں۔ انسانوں کی یہ بے عقلی ہے کہ موہوم غم کی بنا پر عین غم میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور محتمل فقر کے غم کی وجہ سے اپنے اوپر غم طاری کرلیتے ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص زندگی کی تلاش میں اپنے اوپر موت طاری کرے۔

۵۲ آں قیامت۔ یعنی کشتی کے ڈوبنے کے احوال۔ شاں۔ یعنی کشتی میں سوار گنہگار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ بحر و بر۔ خشکی اور تری۔ سرمدی۔ ابدی۔ بدسگال۔ بدعقیدہ۔

۵۳ اے بدادہ۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی حواس مفت عنایت فرمائے ہیں۔ جریم۔ جرم و خطا۔ ویں دعا۔ اپنی خطاؤں پر ہمارا دعا مانگنا بھی تیری تعلیم و عطا ہے۔

حرمتِ آں کہ دُعا آموختی
اِس کے طفیل کہ تو نے دُعا سکھائی ہے
در چنیں ظلمت[1] چراغ افروختی
ایسی تاریکی میں چراغ روشن کر دیا ہے

دستگیر و رہنما توفیق دہ
دستگیری فرما اور رہنمائی عطا فرما
جرم بخش و عفو کن بکشا گرہ
خطا بخش دے، اور معاف کر دے اور گرہ کھولدے

ہمچنیں می رفت بر لفظش دُعا
دعا اُن کے الفاظ میں اِس طرح جاری تھی
آں زماں چوں مادرانِ باوفا
اُس وقت جیسا کہ باوفا ماؤں (کے الفاظ میں)

اشک میرفت از دو چشمش و آں دعا
اُن کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اور وہ دعا
بیخود از وے می برآمد بر سما
بےخودی میں اُن سے آسمان پر پہنچ رہی تھی

آں دُعائے بیخوداں خود دیگر ست
بیخودوں کی دعا دوسری (ہی چیز) ہے
آں دُعا زو نیست گفتِ داور ست
وہ دعا اُن کی نہیں ہے، خدا کی بات ہے

آں دُعا حق میکند چوں او فنا ست
جبکہ وہ (بیخود مقام) فنا میں ہے وہ دعا اللہ فرماتا ہے
آں دعا و آں اِجابت از خدا ست
وہ دعا اور وہ قبولیت خدا کی جانب سے ہے

واسطہ[2] مخلوق نے اندر میان
درمیان میں مخلوق کا واسطہ نہیں ہے
بیخبر زاں لابہ کردن جسم و جان
اُس خوشامد سے جسم و جان بےخبر ہوتے ہیں

بندگانِ حق رحیم و بُردبار
اللہ (تعالےٰ) کے رحیم اور بُردبار بندے
خوئے حق دارند در اِصلاحِ کار
معاملہ کی اِصلاح میں اللہ (تعالےٰ) کی خو اختیار کر لیتے ہیں

مہربان بے رشوتاں یاریگراں
مہربان، بغیر رشوت کے مددگار (ہوتے ہیں)
مُشفقاں و مُستعاں غمخوارگاں
مُشفق اور غمزدوں کے مددگار (ہوتے ہیں)

از ترحم[3] دستگیراں شافعاں
رحم کھانے کی وجہ سے دستگیر اور سفارشی (ہوتے ہیں)
در مقامِ سخت و در روزِ گراں
سخت جگہ اور بھاری دن میں

ہیں بجُو ایں قوم را اے مُبتلا
اے مصیبت زدہ! اِس قوم کو تلاش کرلے
ہیں غنیمت دار شاں پیش از بلا
خبردار! ابتلا ہونے سے پہلے ہی اُنکو غنیمت سمجھ

رست کشتی از دمِ آں پہلوان
اُس پہلوان کی دُعا سے کشتی نجات پا گئی
و اہلِ کشتی را بجہدِ خود گماں
کشتی والوں کو اپنی کوشش کا گمان تھا

کہ مگر بازوئے ایشاں در حذر
کہ شاید بچاؤ میں انہی کی بازو نے
بر ہدف انداخت تیرے از قدر
صحیح اندازے سے نشانہ پر تیر چلایا ہے

ا ظلمت۔ یعنی خطاکاری۔ چراغ۔ یعنی دُعا کی تعلیم۔ ہمچنیں۔ جس طرح ماں بےچین ہوکر بچے کے لئے دعا کرتی ہے دقوقیؒ کی یہی حالت تھی۔ بےخود۔ یعنی دعا میں ایسے مصروف تھے کہ اُن کو اپنا ہوش نہ تھا۔ آں دعا۔ انسان بیخود ہوکر دعا کرتا ہے تو چونکہ وہ خود فنافی اللہ ہے اسلئے وہ دعا اُس کی طرف منسوب نہ ہوگی بلکہ خدا کی جانب سے ہوگی۔ اجابت۔ فانی کی دعا بھی اللہ کی جانب سے ہے اور اُسکی قبولیت بھی اللہ کی جانب سے ہے۔

۲ واسطہ۔ جبکہ دعا کرنے والا فانی ہے تو درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ فانی کے جسم و جان کو دعا کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ بندگانِ حق۔ خاصانِ خدا چونکہ خدائی اخلاق سے متصف ہوتے ہیں اور اُنکی حالت بھی یہی ہوجاتی ہے کہ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔

۳ از ترحم۔ وہ محض اپنی صفتِ رحم کی وجہ سے سفارشی اور دستگیر بن جاتے ہیں۔ ہیں۔ اولیاء اللہ سے دعا کا تعلق مصیبت میں مبتلا ہونے پر بھی اور مصیبت میں مبتلا ہونے سے پہلے بھی رکھنا چاہیئے۔ رست کشتی۔ کشتی دقوقیؒ کی دعا سے بچی، کشتی والے سمجھے کہ اُن کی قوتِ بازو سے بھنور سے نکلی۔

پا رہاند[۱] رُوبہاں را در شکار | واں زِ دُم دانند رُوباہاں غرار

شکار میں لومڑیوں کو، پاؤں بچاتے ہیں | وہ دھوکے میں مبتلا لومڑیاں دُم کی وجہ سے سمجھتی ہیں

عشقہا بادُم خود بازند کیں | مِیرہاند جانِ ما را از کمیں

وہ دُم سے محبت کرتی ہیں، کہ اُس نے | ہماری جان کو ہلاکت سے بچایا

از ضلالت بوسہا بر دُم دہند | رقص گیرند وز شادی بر جہند

نادانی سے دُم کو چومتی ہیں | ناچتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں

رُوبہا پا را نگہدار از حجر | پا چو نبُوَد دُم چہ سُود اے خیرہ سَر

اے لومڑی! پتھر سے پاؤں کا بچاؤ کر | اگر پاؤں نہو تو اے بیوقوف! دُم سے کیا فائدہ

ما چو رُوباہیم پائے ما کرام | می رہاند ماں زِ صد گوں انتقام

ہم لومڑی کی طرح ہیں، ہمارے پاؤں بزرگ ہیں | ہیں سینکڑوں قسم کی سزا سے نجات دیتے ہیں

حیلۂ باریکِ ما چوں دُمِ ماست | عشقہا بازیم بادُم چپ و راست

ہماری نازک تدبیر ہماری دُم کی طرح ہے | ہم دائیں بائیں سے دُم سے عشق بازی کرتے ہیں

دُم بجنبانیم ز استدلال و مکر | تا کہ حیراں ماند از ما زید و بکر

ہم محبت بازی اور مکر کی دُم ہلاتے ہیں | تاکہ ہم سے زید اور بکر حیران ہوجائیں

طالبِ حیرانی خلقاں شدیم | دستِ طمع اندر اُلوہیت زدیم

ہم لوگوں کی حیرانی کے طلبگار بنگئے ہیں | ہم نے خدائی میں لالچ کا ہاتھ ڈالا ہے

تا بافسوں[۲] مالکِ دلہا شویم | ایں نمی بینیم ما کاندر گویم

تاکہ فریب کے ذریعہ ہم دلوں کے مالک بنجائیں | ہم یہ نہیں دیکھتے، کہ ہم گڑھے میں ہیں

در گوی و در چہی اے قلتباں | دست وادار از سبالِ دیگراں

اے بے غیرت! تو گڑھے اور کنوئیں میں ہے | دوسروں کی مونچھوں سے ہاتھ ہٹا

چوں بہ بُستانے رسی زیبا و خوش | بعد ازاں دامانِ خلقاں گیر و کش

جب تو کسی اچھے اور خوشنما باغ میں پہنچے | اسکے بعد لوگوں کا دامن پکڑ اور کھینچ

اے مقیمِ[۳] حبسِ چار و پنج و شش | نغز جائے دیگراں را ہم بکش

اے چار اور پانچ اور چھ کے قید خانے میں مقیم | کیا اچھی جگہ ہے، دوسروں کو بھی کھینچ لے

۳ اے مقیم جبکہ خود انسان چار عناصر اور پانچ حواس اور چھ جہتوں میں پھنسا ہوا ہے یعنی اسکی پہنچ صرف سفلیات تک ہے اور علویات سے اُس کا کوئی علاقہ نہیں ہے تو دوسروں کو اس مقام کی دعوت دینا کونسی انسانیت ہے۔ نغز جائے۔ یہ بطور طنز کے فرمایا ہے۔

۱ پا رہاند: اسکی مثال یہ ہے کہ لومڑی شکاری کی گرفت سے اپنے پاؤں کے ذریعہ بچی لیکن وہ اپنی مکاری سے سمجھتی ہے کہ دُم کی وجہ سے بچی ہے۔ غرار۔ دھوکے میں مبتلا۔ کمین۔ شکاری کی گھات لگانا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جو نجات کا اصل ذریعہ ہے اُس کی حفاظت کرو۔ خیرہ سر۔ بددماغ۔ کرام۔ یعنی ہماری نجات کا ذریعہ بزرگانِ دین ہیں۔ حیلۂ باریک۔ یعنی ہم خود جو اپنی نجات کی تدبیریں کرتے ہیں انکی مثال لومڑی کی دُم کی سی ہے جس کو اُس نے باعث نجات سمجھا تھا۔ استدلال و مکر۔ یعنی ہم اپنے استدلال اور تدبیر کو ذریعہ نجات بتاتے ہیں۔ ایسی تقریریں کرتے ہیں جس سے لوگ حیران ہوجائیں۔ طالب۔ یعنی انسان اپنی تدابیر اور مکاری کا بیان کرکے لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتا ہے اور گویا اُن کو مرعوب کرکے اپنی خدائی جتانا چاہتا ہے۔

۲ تا بافسوں۔ مکاریوں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنا چاہتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ خود عجز کے گڑھے میں گرا ہوا ہے۔ در گو۔ جبکہ خود گڑھے میں ہے تو دوسروں کو معتقد بناکر کیوں گڑھے میں گراتا ہے۔ چوں۔ ہاں اگر تجھے خود کوئی اعلیٰ مقام حاصل ہے تو بیشک دوسروں کو معتقد بناکر اُس مقام پر کھینچ لا۔

اے۱ چو خر بندہ حریفِ کونِ خر — بوسہ گاہے یافتی مارا ببر

اے وہ کہ جو گدھے والے کی طرح گدھے کی مقعد کا یار ہے — تونے اچھی بوسہ گاہ پالی ہے، ہمیں بھی لے چل

چوں ندادت بندگیِ دوست دست — میلِ شاہی از کجایت خاستست

جبکہ دوست کی غلامی تیرے ہاتھ نہیں آئی ہے — تو تجھ میں شاہی کی تمنا کہاں سے آئی ہے؟

در ہوائے آنکہ گویندت زہے — بستۂ در گردنِ جانت زہے

اس خواہش میں کہ لوگ تجھے واہ واہ کہیں — تونے اپنی گردن میں پھندا ڈالا ہے

روبہا ایں دُمِ حیلت را بہل — وقف کن دل بر خداوندانِ دل

اے لومڑی! تو اس تدبیر کی دُم کو چھوڑ دے — دل والوں پر دل کو وقف کردے

در۲ پناہِ شیر کم ناید کباب — روبہا تو سوئے جیفہ کم شتاب

شیر کی پناہ میں کبابوں کی کمی نہیں ہوتی ہے — اے لومڑی! تو مُردار کی طرف نہ دوڑ

تو دلا منظورِ حق آنگہ شوی — کہ چو جزوے سوئے کل خود روی

اے پیارے! تو اُس وقت اللہ (تعالیٰ) کا منظورِ نظر بنے گا — جبکہ تو جزو کی طرح اپنے کل کی طرف چلا جائیگا

حق ہمی گوید نظر ماں بر دل ست — نیست بر صورت کہ آں آب و گل ست

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے ہماری نظر دل پر ہے — صورت پر نہیں ہے، کیونکہ وہ تو پانی اور مٹی ہے

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست — دل۳ فرازِ عرش باشد نے بہ پست

تو کہتا ہے، میرے بھی دل ہے — دل عرش کی بلندی پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں

در گلِ تیرہ یقیں ہم آب ہست — لیک ازاں آبت نشاید آب دست

کالی کیچڑ میں بھی یقیناً پانی ہے — لیکن اُس پانی سے وضو (یا استنجا) مناسب نہیں ہے

زانکہ گر آب ست مغلوبِ گل ست — پس دلِ خود را مگو کایں ہم دل ست

کیونکہ وہ اگرچہ پانی ہے (لیکن) مٹی سے مغلوب ہے — تو اپنے دل کو یہ نہ کہہ کہ وہ بھی دل ہے

آں دلے کز آسمانہا برترست — آں دلِ ابدال یا پیغمبرست

وہ دل جو آسمانوں سے بھی بلند ہے — وہ ابدال کا دل، یا پیغمبر کا دل ہے

پاک گشتہ آں ز گل صافی شدہ — در فزونی آمدہ وافی شدہ

وہ پاک ہوگیا ہے مٹی سے صاف ہوگیا ہے — ترقی میں آکر بھرپور ہوگیا ہے

زانکہ کیچڑ میں کا پانی حقیقی پانی نہیں ہے اِسی طرح آلودہ دل، دل نہیں ہے۔ آں دلے جس دل کے بارے میں یہ طے ہے کہ وہ آسمانوں سے بھی بالاتر ہے تو وہ اولیاء اور پیغمبروں کا دل ہے لہٰذا اپنے دل کو منظورِ خدا نہ سمجھ اور اولیاء سے جُڑ جا۔

۱ اے چو۔ جب تک انسان عالَمِ سفلی میں پھنسا ہے تو اُسکی مثال اُس گدھے والے کی سی ہے جو گدھے کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور اُسکو گدھے کی مقعد سے قرب رہتا ہے گدھے والا دوسروں کو گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے کی دعوت دے تو کونسی اچھی بات ہے۔ بوسہ گاہ ہے۔ یہ بھی بطور طنز کے کہا گیا ہے۔ زہے پہلے مصرع میں بمعنیٰ تعجب ہے، دوسرے مصرع میں زہ بمعنیٰ کمان کا چلّہ ہے جس کا ترجمہ ہم نے پھندے سے کیا ہے یعنی تانت کا پھندا۔

۲ در پناہ۔ جو کچھ تو اپنی تدبیروں سے حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اولیاء کی دعاؤں سے بدرجۂ اولیٰ حاصل ہوجائیگا۔ جزو۔ یعنی تیرا دل ناقص ہے۔ کل یعنی اولیاء کا دل۔ حق ہمی گوید۔ بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم دل پر نظر رکھتے ہیں، لیکن درحقیقت تیرا دل ہی وہ نہیں ہے جو منظورِ نظر بن سکے۔

۳ دل۔ بیشک دل میں یہی صفت ہے لیکن جبکہ حقیقتاً وہ دل ہو جو عالمِ مجردات کی چیز ہے اگر وہ آب و گل میں مُبتلا ہے تو پھر اُس میں اور صورت میں کوئی فرق نہیں ہے اور صورت منظورِ خدا نہیں ہے۔ در گل۔ جو دل آب و گل سے آلودہ ہے اُسکی مثال اُس پانی کی سی ہے جو کالی کیچڑ میں ہے تو یہ اگرچہ پانی ہے لیکن وہ پانی کی جگہ کام نہیں آسکتا، اِسی طرح آلودہ دل، دل نہیں ہے۔

ترکِ[1] گِل کردہ سوئے بحر آمدہ — رُستہ از زندانِ گِل بحرے شُدہ

مٹی کو چھوڑ کر، سمندر کی طرف آگیا ہے — وہ مٹی کی قید سے آزاد ہو کر سمندر بن گیا ہے

آبِ ما محبوسِ گِل ماندست ہیں — بحرِ رحمت جذب کُن ما را ز طیں

خبردار! ہمارا پانی مٹی میں پھنسا ہوا ہے — اے رحمت کے سمندر! ہمیں مٹی سے جوس لے

بحر گوید من ترا در خود کَشم — لیک می لافی کہ من آبِ خوشم

سمندر کہتا ہے، میں تجھے کھینچ تو لوں — لیکن تو شیخی بگھارتا ہے کہ میں صاف پانی ہوں

لافِ تو محروم میدارد ترا — ترکِ آں پندار کُن در من درآ

تیری شیخی، تجھے محروم رکھتی ہے — اس غرور کو چھوڑ دے، میرے اندر آجا

آبِ گِل خواہد کہ در دریا رَوَد — گِل گرفتہ پائے آب و می کَشد

مٹی میں کا پانی چاہتا ہے کہ سمندر میں چلا جائے — مٹی پانی کا پاؤں پکڑتی ہے اور اسکو کھینچتی ہے

گر رہاند پائے خود از دستِ گِل — گِل بماند خشک و اُو شُد مستقل

اگر وہ اپنا پاؤں مٹی سے چھڑا لے — مٹی خشک رہ جائے، وہ مستقل بن جائے

آں کشیدن[2] چیست از گِل آب را — جذبِ تو نقل و شرابِ ناب را

مٹی کا پانی کو کھینچنا کیا ہے؟ — تیرا چبینا اور خالص شراب کو جذب کرنا

ہمچنیں ہر شہوتے اندر جہاں — خواہ مال و خواہ جاہ و خانماں

اسی طرح دنیا کی ہر شہوت — خواہ مال، اور خواہ مرتبہ، اور خواہ گھر، اور مال

خواہ باغ و مرکب و تیغ و مِجَن — خواہ مُلک و خانہ و فرزند و زن

خواہ باغ، اور سواری، اور تلوار اور ڈھال — خواہ سلطنت، اور گھر اور اولاد، اور بیوی

ہر یکے زینہا ترا مستی کُند — چوں نیابی آں خمارت میزند

ان میں سے ہر ایک چیز تجھے مدہوش کر دیتی ہے — جب تجھے وہ نہیں ملتی ہے تو تجھ میں اینٹھن پیدا کر دیتی ہے

ایں[3] خمارِ غم دلیلِ آں شُدست — کہ بداں مفقود مستی آت بُدست

یہ غم کی اینٹھن، اس کی دلیل ہے — کہ اس گم شدہ سے تجھ میں مدہوشی تھی

جز باندازہ ضرورت زو مگیر — تا نہ گردد غالب و بر تو امیر

قدرِ ضرورت کے سوا اس کو نہ لے — تاکہ وہ تجھ پر غالب اور حاکم نہ بنے

سر کشیدی تو کہ من صاحبدلم — حاجتِ غیرے ندارم واصلم

تو نے اسلئے سرکشی کی کہ میں خود، صاحبِ دل ہوں — مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے میں خود واصل بحق ہوں

---

[1] ترکِ گِل۔ اولیاء اور انبیاء کے دل عالمِ ناسوت کی آلودگی سے پاک ہیں۔ سوئے بحر یعنی بحرِ وحدت۔ آبِ ما۔ یہاں مولانا نے مناجات شروع کر دی ہے۔ ز طین یعنی عالمِ ناسوت سے۔ بحر گوید۔ اولیاء عوام کے دل کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں لیکن عوام کی انانیت مانع بنتی ہے۔ آں پندار یعنی اپنے دل کی صفائی۔ آبِ گل یعنی عوام کا دل اولیاء کے دل سے وابستگی کا خواہاں ہے لیکن عالمِ ناسوت کی لذتیں مانع بنتی ہیں۔ گر رہاند۔ دل کو مصفیٰ بنانے کا یہی طریقہ ہے کہ لذائذِ دنیوی سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔

[2] آں کشیدن۔ مٹی جو پانی کو اپنی طرف کھینچتی ہے اسکی وجہ عالمِ ناسوت کی لذتیں ہیں۔ ہمچنیں۔ صرف شراب کباب ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز دل کے مصفیٰ ہونے کے لئے مانع ہے۔ ہر یکے۔ دنیا کی ہر چیز انسان کو مدہوش بناتی ہے اور شراب کا کام کرتی ہے چنانچہ دنیا کی محبوب چیز حاصل نہ ہونے سے وہ اینٹھن پیدا ہوتی ہے جو شرابی کو شراب نہ ملنے سے ہوا کرتی ہے۔

[3] ایں خمار۔ لذائذِ دنیوی نہ حاصل ہونے سے بدن میں اینٹھن پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس لذت میں شراب کا سا اثر تھا۔ جز باندازہ۔ مناسب ہے کہ دنیا کی چیزوں کا بقدرِ ضرورت استعمال کیا جائے انکی کثرت نہ کی جائے۔ سر کشیدی۔ اولیاء سے وابستگی سے سرکشی محض اس بنیاد پر ہے کہ تو

آنچناں[1] کہ آب در گِل سر کشد
(یہ) ایسا ہی ہے کہ پانی مٹی میں سرکشی کرے
کہ منم آب و چرا جویم مدد
کہ میں تو پانی ہوں، میں کیوں مدد چاہوں؟

دل تو ایں آلودہ را پنداشتی
تو نے اِس گندے دل کو دل سمجھ لیا ہے
لاجرم دل ز اہلِ دل برداشتی
اسی لئے تو لا محالہ صاحبِ دل سے دل برداشتہ ہو

خود روا داری کہ آں دل باشد ایں
(کیا) تو خود مناسب سمجھتا ہے کہ یہ دل وہ دل ہو
کہ بود در عشقِ شیر و انگبیں
جو کہ دودھ اور شہد کے عشق میں (مبتلا) ہے

لطفِ شیر و انگبیں عکسِ دل ست
دودھ اور شہد کا لُطف دل (کے لُطف) کا عکس ہے
ہر خوشے را آں خوش از دل حاصل ست
ہر مزیدار چیز کی مزیداری دل سے حاصل ہوئی ہے

پس[2] بود دل جوہر و عالم عرض
تو دل جوہر ہوتا ہے، اور عالَم عَرَض
سایۂ دل چوں بود دل را غرض
دل کا سایہ، دل کا مقصد کیسے ہو سکتا ہے؟

آں دِلے کو عاشقِ مال ست و جاہ
وہ دل جو مال، اور مرتبہ کا عاشق ہے
یا زبونِ ایں گِل و آبِ سیاہ
یا اس مٹی اور سیاہ پانی سے مغلوب ہے

یا خیالاتے کہ در ظلمات او
یا اُن خیالات سے (مغلوب ہے)، اندھیرے میں
می پرستد شاں برائے گفتگو
جنکو وہ پوجتا ہے (ایسا دل) محض کہنے کو دل ہو

دل نباشد غیرِ آں دریائے نور
دل، دریائے نور کا غیر نہیں ہوتا ہے
دل نظرگاہِ خدا و انگاہ کور
دل خدا کا مطمحِ نظر ہو، اور پھر اندھا ہو!

نے دل اندر صد ہزاراں خاص و عام
لاکھوں خاص اور عام (انسانوں) میں دل نہیں ہوتا ہے
در یکے باشد کدام ست آں کدام
کسی ایک میں ہوتا ہے، وہ کون ہے کون؟

ریزۂ دل را بہل دل را بجو
دل کے ریزے کو چھوڑ، دل کو تلاش کر
تا شود آں ریزہ چوں کوہے ازو
تاکہ ریزہ اِس کی وجہ سے پہاڑ بن جائے

دل[3] محیط ست اندریں خطّہ وجود
اِس عالَمِ وجود میں دل ایک سمندر ہے
زر ہمی افشاند از احسان و جود
احسان اور سخاوت سے چاندی بکھیرتا ہے

از سلامِ حق سلامتہا نثار
اللہ (تعالےٰ) کی سلامتی سے سلامتیاں نچھاور
میکند بر اہلِ عالم ز اختیار
کرتا رہتا ہے دنیا والوں پر اپنے، اختیار سے

دنیا میں ایک سمندر رہتا ہے جو لوگوں پر زر افشانی کرتا ہے۔ از سلام۔ اللہ کی جانب سے سلامتیاں اُس کو عطا کر دی جاتی ہیں اور وہ اپنے اختیار سے دنیا والوں کو سلامتی تقسیم کرتا ہے۔

[1] آنچناں۔ عالمِ ناسوت میں پھنسنے کے باوجود واصل ہونے کا دعویٰ تو ایسا ہی ہو جیسا کہ کیچڑ کا پانی اپنے آپ کو خالص پانی سمجھے۔ خود روا داری تو خود انصاف کر یہ تیرا دل، دل کہلانے کے قابل ہے تیرا دل تو دنیاوی لذتوں کا عاشق ہے اور اُس کو دودھ اور شہد سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ لُطف۔ حالانکہ دنیا کی ہر لذیذ چیز کی لذت دل کے تابع ہو اگر دل میں لذت ہے تو اُس چیز میں لذت ہے ورنہ نہیں تو جو دل کسی چیز کی لذت سے لذت حاصل کرے وہ دل اصل نہیں ہے۔

[2] پس۔ جبکہ اصل دل کی لذت ہے اور دوسری چیزوں میں اُس سے لذت پیدا ہوتی ہے تو دل جوہر ہے اور دنیا کی لذتیں ذاتی نہیں ہیں تو دل کا مقصود خود اُس کی عطا کردہ چیز کیسے ہو سکتی ہے۔ آں دلے جو دل دنیا کی چیزوں کا عاشق ہو اور دنیا کی لذتوں اور اپنی غلط تمناؤں سے مغلوب ہو وہ برائے گفتن دل ہے۔ حقیقتاً دل نہیں ہے۔ کدام۔ حقیقی دل اولیاء کا دل ہے۔ ریزہ۔ تیرا دل، دل نہیں ہے دل کا ریزہ ہے اولیاء کا دل مکمل دل ہے اُن سے وابستگی کر لے تیرا ریزہ پہاڑ بن جائے گا۔

[3] دل۔ یعنی اولیاء کا دل

ہر کرا^{۵۱} دامن درست ست و مُعَد
جس کا دامن درست اور تیار ہے
آں نثارِ دل بر آنکس میرسد
دل کا وہ بکھا ور اُس کو پہنچتا ہے

دامنِ تو آں نیاز ست و حضور
تیرا دامن، نیاز مندی اور حاضری ہے
ہیں مَنِہ در دامن آں سنگِ فجور
خبردار! دامن میں بدکاری کا پتھر نہ رکھ

تا ندرّد دامنت زاں سنگہا
تاکہ اُن پتھروں سے تیرا دامن نہ پھٹے
تا بدانی نقد را از رنگہا
خبردار! کھرے اور کھوٹوں کو سمجھ لینا

سنگ^{۵۲} پُر کردی تو دامن از جہاں
تو نے دنیا میں، دامن پتھروں سے بھر لیا
ہم ز سنگِ سیم و زر چوں کودکاں
بچوں کی طرح چاندی اور سونے کے پتھروں سے

آں خیالِ سیم و زر چوں زر نبُود
یہ خیالی چاندی اور سونا چونکہ سونا نہ تھا
دامنِ صدقت درید و غم فزود
اُس نے تیرا سچائی کا دامن پھاڑ دیا اور غم بڑھا دیا

کے نماید کودکاں را سنگ سنگ
بچوں کو پتھر، پتھر کب نظر آتا ہے؟
تا نگیرد عقل دامنشان بجنگ
جبتک عقل بجنگل سے اُن کا دامن نہ تھام لے

پیر^{۵۳} عقل آمد نہ آں موئے سفید
پیر، عقل ہوتی ہے نہ کہ وہ سفید بال
مو نمی گنجد دریں بحث و امید
اِس بحث اور امید میں بالوں کی گنجائش نہیں ہے

انکار کردنِ آں جماعت بر دُعا و شفاعتِ دقوقیؒ و ناپیدا
ان لوگوں کا دقوقیؒ کی سفارش اور دعا سے انکار کرنا اور غیب کے پردے میں

شُدن در پردۂ غیب و حیران شدنِ دقوقیؒ کہ ایشاں
اُن کا غائب ہو جانا اور دقوقیؒ کا حیران ہونا کہ وہ ہوا میں چلے

بہوا رفتند یا بزمین پنہاں شدند
گئے یا زمین میں چھپ گئے

چوں رہید آں کشتی و آمد بکام
جب کشتی نجات پا گئی اور مقصود تک پہنچ گئی
شد نمازِ آں جماعت ہم تمام
اُن لوگوں کی نماز بھی پوری ہو گئی

فجفجے افتادشاں با ہمدگر
اُن میں آپس میں گھس پھس ہوئی
کیں فضولی را کہ کرد از ما زِ سر
کہ شرارت کی وجہ سے یہ بیکار کام ہم میں سے کس نے کیا ہے؟

ہر یکے با ہمدگر گفتند سر
ہر ایک نے دوسرے سے آہستہ سے کہا
از پسِ پشتِ دقوقی مُستتر
دقوقیؒ کے پیٹھ پیچھے پوشیدہ طور پر

---

۵۱ ہر کرا۔ جو اپنا درست دامن پھیلائے گا اُس کے دامن میں وہ سونا آجائیگا۔ دامن۔ یہاں دامن سے کپڑے کا دامن مراد نہیں ہے بلکہ اولیاء کی جناب میں نیاز مندی اور حاضری مراد ہے۔ ہیں مَنِہ۔ پہلے شعر میں درست دامن کہا تھا درستگی کا مطلب یہ ہے کہ فسق و فجور نہ کرے۔ تا بدانی۔ یعنی عقیدت کا تعلق سمجھ کر کرنا چاہیے۔

۵۲ سنگ۔ دنیا دار اپنے دامن میں سونا چاندی بھرتا ہے یہ سونا اور چاندی بھی پتھر ہیں اور اُس دنیا دار کا کام طفلانہ ہے۔ زر نبود۔ اِس سونے چاندی سے دامن چاک ہوتا ہے اور غم میں اضافہ ہوتا ہے۔ کے نماید۔ دنیا دار بھی پیر نابالغ ہے جسکو عقل نہیں ہے جس طرح بچے حقیقی پتھر دامن میں بھر کر دامن کو پھاڑ لیتے ہیں اور پتھر کو پتھر نہیں سمجھتے اِسی طرح دنیا دار دنیا کی دولت سمیٹتا ہے جو کہ بے حقیقت پتھر کی طرح ہے۔

۵۳ پیر۔ یعنی پیر بمعنی عقلمند تو وہ ہے جس میں عقل ہو اگر محض بال سفید ہیں تو اُسکو پیر نہیں کہا جا سکتا ہے یعنی بزرگی اور پیری میں بالوں کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بکام۔ یعنی کشتی ساحل پر آگئی۔ فجفج۔ گھس پھس۔ فضولی۔ ایسا کام کرنا جس کا اُس کو اختیار نہ تھا، وہ شخص جو ایسا کام کرے یعنی دعا جسکی وجہ سے کشتی بھی بچ گئی

اُن بزرگوں نے سلطنت کو نہ زبان سے مانگا نہ دل سے۔

گفت ہر یک من نکردستم کنوں
ہر ایک نے کہا میں نے نہیں کی ہے، اب
این دُعا نے از بروں نے از درُوں
یہ دعا، نہ بظاہر، نہ بباطن

گفت مانا کایں امام از درد
کہا یقیناً ہمارے اِس امام نے درد کی وجہ سے
بوالفضولانہ مناجاتے بکرد
فضولیوں کی طرح دعا کی ہے

گفت آں دیگر کہ اے یاران یقیں
دوسرے نے کہا، اے دوستو! یقیناً
مر مرا ہم مینماید اینچنیں
مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے

اُو فضولی بودہ است از انقباض
انقباض کی وجہ سے وہ فضولی بنا ہے
کرد بر مختارِ مطلق اعتراض
اُس نے مختارِ مطلق پر اعتراض کیا ہے

چوں نگہ کردم سپس تا بنگرم
اِس کے بعد جب میں نے نگاہ ڈالی کہ دیکھوں
کہ چہ میگویند ایں اہلِ کرم
یہ اہلِ کرم کیا کہہ رہے ہیں؟

یک از ایشاں را ندیدم در مقام
موقع پر میں نے انہیں سے ایک کو بھی نہ دیکھا
رفتہ بودند از مقامِ خود تمام
اپنی جگہ سے سب جا چکے تھے

نے بچپ نے راست نے بالا نہ زیر
نہ بائیں، نہ دائیں، نہ اوپر، نہ نیچے
چشمِ تیزِ من نشد بر قوم چیر
(اُس) قوم پر میری تیز نگاہ نے قابو نہ پایا

دُرہا بودند گوئی آب گشت
گویا موتی تھے، پانی بن گئے
نے نشانِ پائے و نے گردے بدشت
نہ پاؤں کے نشان تھے نہ جنگل میں گرد تھی

در قبابِ حق شدند آں دم ہمہ
وہ سب اُس وقت اللہ کے قبّوں میں چلے گئے
در کدامیں روضہ رفتند آں رمہ
وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی!

در تحیّر ماندم کایں قوم را
میں حیرانی میں پڑ گیا، کہ اُس قوم کو
چوں بپوشانید حق بر چشمِ ما
اللہ (تعالیٰ) نے ہماری آنکھوں سے کیسے چھپا لیا؟

آنچناں پنہاں شدند از چشمِ اُو
وہ اُن کی آنکھوں سے اِس طرح چھپ گئے
مثلِ غوطہ ماہیاں در آبجو
جیسے کہ مچھلیوں کا نہر کے پانی میں غوطہ

سالہا در حسرتِ ایشاں بماند
وہ سالوں اُن کی حسرت میں رہے
عمرہا در شوقِ ایشاں اشک راند
ایک عرصہ تک اُن کے شوق میں روتے رہے

تو بگوئی مردِ حق اندر نظر
تو کہے گا، مردِ خدا، نگاہ میں
کے در آرد با خدا ذکرِ بشر
خدا کے ساتھ انسان کی یاد کو کب لاتا ہے؟

۱ آنا۔ تحقیقاً۔ بوالفضول۔ وہ شخص جو غیر اختیاری کام کرے۔ مناجات۔ دعا۔ انقباض۔ یعنی کشتی کے ڈوبنے سے اسکو دل گرفتگی پیدا ہوئی۔ اعتراض۔ اللہ کے فعل کے خلاف دعا کرنا گویا اللہ پر اعتراض کرنا ہے۔

۲ چوں نگہ یعنی دقوقی رح نے کہا۔ اہلِ کرم۔ یعنی وہی مقتدی۔ نے بچپ یعنی میں نے چاروں طرف دیکھا، انکو کہیں نہ پایا۔ آب گشت۔ یعنی موتی تھے جو دریا میں جاکر گم ہوگئے۔ گرد۔ چلنے سے گرد اٹھتی ہے۔

۳ در قباب یعنی اللہ تعالےٰ کے قریب خیموں میں چلے گئے۔ آنچناں۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی وہ بزرگ دقوقی رح کی آنکھوں سے اِس طرح چھپ گئے جیسا کہ مچھلیاں غوطہ مار کر دریا میں چھپ جاتی ہیں۔ سالہا۔ دقوقی رح اُن کے دیدار کی حسرت میں سالوں روتے رہے۔ تو بگوئی۔ دقوقی رح کے اُن بزرگوں کے فراق میں رونے پر تو یہ اعتراض کریگا کہ دقوقی رح جبکہ بزرگ تھے تو اُن انسانوں کی یاد میں کیوں روتے تھے۔

خر ازیں می خسپد اینجا اے فلاں ۱ — کہ بشر دیدی تو ایشاں را نہ جاں
اے فلاں! اِس مقام پر گدھا اِس لئے سوجاتا ہے — کہ تونے اُن کو بشر سمجھا، نہ کہ جان

کار ازیں ویراں شدست اے مردِ خام — کہ بشر دیدی مر ایشاں را چو عام
اے ناقص انسان! کام اِسی وجہ سے تباہ ہوا — کہ تونے اُنکو عام (انسانوں) جیسا بشر سمجھا

تو ہماں ۲ دیدی کہ اِبلیسِ لَعیں — گفت من از آتشم آدمؑ ز طیں
تونے وہی دیکھا، جو ملعون شیطان نے — کہا کہ میں آگ کا ہوں، آدمؑ مٹی کا ہے

چشمِ ابلیسانہ را یک دم بہ بند — چند بینی صورت آخر چند چند
شیطانی آنکھ کو فوراً بند کرلے — صورت کو کتنا دیکھے گا، آخر کتنا، کتنا؟

اے دقوقیؒ با دو چشمِ ہمچو جُو — ہیں مَبُر اُمید و ایشاں را بجُو
اے دقوقیؒ! نہر جیسی دو آنکھوں سے — خبردار مایوس نہ ہو، اور اُن کو تلاش کر

ہیں بجُو کہ رکنِ دولت جُستن ست — ہر گُشادے در دل اندر بستن ست
خبردار! تلاش کر کیونکہ دولت کی اصل تلاش کرنا ہے — ہر کشادگی، دل بستگی کی وجہ سے ہے

از ہمہ کارِ جہاں پرداختہ — کُو و کُو می گو بجاں چوں فاختہ
دنیا کے ہر کام سے فارغ ہوکر — فاختہ کی طرح (دل و) جان سے کُو اور کُو کہتا رہ

نیک بنگر اندریں اے محتجب — کہ دعا ۳ را بست حق بر اَستجب
اے محجوب! اِس میں اچھی طرح غور کر — کہ اللہ نے اَستجب کو دعا سے وابستہ کیا ہے

ہر کرا دل پاک باشد زِ اعتلال — آں دُعایش می رَوَد تا ذو الجلال
بیماری سے جس کا دل پاک ہوگیا — اُس کی دعا اللہ (تعالےٰ) تک پہنچتی ہے

باز شرح کردنِ حکایتِ آں طالب روزیِ حلال بے کسب و رنج در عہدِ داؤد علیہ السلام و مستجاب شدنِ دُعائے اُو

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بغیر مشقت، حلال روزی طلب کرنیوالے کی حکایت کی دوبارہ تشریح اور اُس کی دُعا کا قبول ہونا

یادم آمد آں حکایت کاں فقیر — روز و شب میکرد افغان و نفیر
مجھے وہ قصہ یاد آیا، کہ وہ فقیر — دن، رات فریاد اور زاری کرتا تھا

وز خدا می خواست روزیِ حلال — بے شکار و کسب و رنج و انتقال
اور خدا سے حلال روزی مانگتا تھا — بغیر شکار اور کمائی اور تکلیف اور چلنے پھرنے کے

---

۱ خر خسپیدن یعنی دُرکی غفلت اور غلطی ہونا کہ بشر۔ یعنی معترض کی غلطی در غلطی یہ ہے کہ وہ اُن کو صرف بشر سمجھا حالانکہ جب وہ فانی فی اللہ تھے تو وہ خواصِ بشری سے مُبّری اور روحِ محض تھے۔

۲ تو ہماں۔ ہر انسان کو محض بشر سمجھنا اور اُس کے باطنی فضائل کی طرف نظر نہ کرنا یہ شیطانی نظر ہے شیطان نے آدمؑ کی صورت ظاہری کو دیکھا اُن کے باطنی اوصاف پر نظر نہ کی۔ چند بینی۔ ظاہر بینی کو چھوڑ کر انسان کے باطن کو دیکھا کرو۔ اے دقوقیؒ۔ مولانا فرماتے ہیں معترض کا اعتراض بالکل غلط ہے۔ اے دقوقی تم اس کی پرواہ نہ کرو اور اُن بزرگوں کے فراق میں خوب آنسو بہاؤ۔ ہیں بجو۔ تلاش اور جستجو ہر کشادگی کا سبب ہے کو کو۔ فاختہ گویا اپنے محبوب کے بارے میں کہتی ہے کہاں ہے کہاں ہے۔

۳ کہ دعا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اُدعونی اَستجب لکم مجھ سے مانگو میں قبول کرونگا ہر گز۔ جو اِن نفسانی بیماریوں سے خالی ہوتا ہے تو اُسکی دعا ضرور بارگاہِ الٰہی تک پہنچتی ہے۔ اِنتقال یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، چلنا پھرنا۔

۱۵

پیش ازیں گفتیم بعض احوالِ او
اُس کے کچھ احوال میں نے پہلے بتا دیے ہیں
لیک تعویق[1] آمد و شُد ہیچ تو
لیکن رکاوٹ آگئی اور ہیچ گوئی ہو گئی

ہم بگویمش کجا خواہد گریخت
میں تجھ سے وہ (قصہ) کہوں گا وہ کہاں بچے گا
چوں زابرِ فضلِ حق حکمت بریخت
جبکہ اللہ (تعالٰی) کے فضل کے ابر سے دانائی ٹپک رہی ہے

صاحبِ گاوش بدید و گفت ہین
گائے والے نے اُس کو دیکھا اور کہا خبردار!
اے بظلمت گاوِ من گشتہ رہین
اے وہ کہ تیرے ظلم میں میری گائے پھنس گئی

ہیں چرا کُشتی بگو گاوِ مرا
خبردار! بتا تونے میری گائے کیوں ماری
ابلہِ طرار انصاف اندر آ
(اے) بیوقوف گنٹھ کٹے! انصاف میں آ

گفت من روزی ز حق میخواستم
اُس نے کہا میں اللہ (تعالٰی) سے روزی مانگتا تھا
قبلہ[2] را از لابہ می آراستم
قبلہ کو آہ وزاری سے سجاتا تھا

سالہا بُود ست کارِ من دُعا
میرا کام سالوں دُعا کرنا رہا ہے
تا کہ بفرستاد گاوے را خدا
یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے ایک گائے بھیجدی

چوں بدیدم گاؤ را برخاستم
جب میں نے گائے دیکھی میں اُٹھا
روزیِ من بُود کُشش می خواستم
میری روزی تھی جو میں مانگتا تھا

آں دعائے کُہنہ ام شُد مُستجاب
وہ میری پرانی دُعا قبول ہو گئی
روزیِ من بُود کُشتم نک جواب
وہ میری روزی تھی میں نے اسکو ذبح کر لیا یہ جواب ہے

رفتنِ ہر دو خصم پیشِ داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام

دونوں فریق کا حضرت داؤدؑ (ہمارے نبی اور اُن پر صلوٰۃ و سلام ہو) کے سامنے جانا

اُو ز خشم[3] آمد گریبانش گرفت
وہ غصہ میں آیا اُس کا گریبان پکڑا
چند مُشتے زد بروئش ناشگفت
بے تحاشا اُس کے مُنھ پر چند مُکّے مارے

می کشیدش تا بداؤدِ نبی
اُس کو داؤدؑ نبی کے پاس کھینچ کر لے گیا
کہ بیا اے ظالمِ گیج غبی
کہ آ، اے احمق بیوقوف ظالم!

حُجّت بارد رہا کُن اے دغا
اے دغاباز! کج حُجّتی چھوڑ
عقل در تن آور و با خویش آ
اپنے جسم میں عقل پیدا کر اور ہوش میں آ

ایں چہ میگوئی دُعا چہ بُود مخند
یہ کیا کہتا ہے دعا کیا ہوتی ہے؟ مذاق نہ اُڑا
بر سر و ریشِ من و خویش اے لوند
اے بیباک! میرے اور اپنے سر اور داڑھی کا

---

[1] تعویق - رکاوٹ - بجم - یعنی میں وہ قصہ ضرور سناؤنگا اُس میں بہت سی حکمت کی باتیں ہیں۔ اے بظلمت یعنی جب گائے اُس دُعا کرنیوالے کے گھر میں گھس آئی اور اُس نے اُس کو پکڑ کر ذبح کر ڈالا تو مالک نے آکر کہا۔ طرار - جیب تراش۔

[2] قبلہ را - یعنی قبلہ رُو ہو کر میں بہت رویا ہوں۔ کُش - کر اُس۔ مُستجاب - مقبول۔ ہر دو خصم - یعنی دعا کرنے والا اور گائے کا مالک۔

[3] او ز خشم - گائے کے مالک کو فقیر کے بیان پر غصہ آیا اُس نے اُس کا گریبان پکڑا اور مُنھ پر چند طمانچے مارے۔ گیج - احمق۔ دغا - دغا باز۔ حجت بارد - ٹھنڈی دلیل یعنی ایسی دلیل جو دعوے کو ثابت نہ کر سکے۔ ایں چہ - کیا دعا کرنے سے کسی دوسرے کا مال حلال ہو جاتا ہے۔ لوند - لام کے زبر اور واؤ کے زیر کے ساتھ، بیباک، وہ جو نہ اللہ سے شرمائے نہ مخلوق سے۔

گفت من با حق دعاہا کردہ ام
اُس نے کہا میں نے اللہ سے بہت دعائیں کی ہیں

اندریں لابہ بسے خوں خوردہ ام
اِس خوشامد میں اپنا بہت خون پیا ہے

من یقیں دانم دعا شد مستجاب[1]
میں یقینی (طور پر) جانتا ہوں دعا قبول ہوتی ہے

سر بزن بر سنگ اے منکر خطاب
اے بدگو! پتھر پر سر مار

گفت گرد آئید ہاں اے مسلمیں
اُس نے کہا اے مسلمانو! جمع ہو جاؤ

ژاژ بینید و فشارِ ایں مہیں
اِس ذلیل کی بکواس اور ہٹ دھرمی دیکھو

اے دعا تا چند خائی ژاژ را
اے دعا باز! کتنی بکواس کرے گا؟

حجتِ قاطع بگو چہ بود دعا
فیصلہ کن دلیل لا، دعا کیا ہوتی ہے؟

اے مسلماناں دعا مالِ مرا
اے مسلمانو! دعا میرے مال کو

چوں ازآنِ او کند بہرِ خدا
کیسے اُس کی ملکیت بنادیگی، خدا کے لئے

گر چنیں بودے ہمہ عالم بدیں
اگر ایسا ہوتا (تو) تمام لوگ اِس

یک دعا املاک بردندے بکیں
ایک دعا سے جبراً جائدادیں مار لیتے

گر چنیں بودے گدایانِ ضریر
اگر ایسا ہوسکتا، تو اندھے بھکاری

محتشم گشتہ بُدندے و امیر
باحشمت اور امیر ہو جاتے

روز و شب اندر دعا اند و ثنا
(وہ) دن، رات دعا اور تعریف میں

لابہ گویاں کہ تو ماں دہ اے خدا
خوشامدانہ کہتے ہیں کہ اے خدا! تو ہمیں دے

تا[2] **تو ندہی ہیچکس ندہد یقیں**
جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہ دیگا

اے کشایندہ تو بکشا بندِ ایں
اے کھولنے والے! اِس بند کو کھول دے

مکسبِ کوراں بود لابہ و دعا
اندھوں کی کمائی کا ذریعہ خوشامد اور دعا ہے

جز لبِ نانے نیابند از عطا
وہ کوئی عطا روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ نہیں پاتے ہیں

خلق گفتند ایں مسلماں راست گوست
مسلمانوں نے کہا، یہ مسلمان سچ کہتا ہے

ویں فروشندہ دعاہا ظلم جوست
اور یہ دعا فروش ظالم ہے

ایں دعا[3] **کے باشد از اسبابِ ملک**
یہ دعا ملکیت کے اسباب میں سے کب ہوتی ہے؟

کے کشد ایں را شریعت خود بسلک
اسکو شریعت لڑی میں کب پروتی ہے؟

بیع و بخشش یا وصیت یا عطا
فروخت، اور بخشش، یا وصیت، یا عطا

یا ز جنسِ ایں شود ملکے ترا
یا اِس جیسی (چیز) سے تیری ملکیت (کا سبب) ہو سکتی ہے

---

۱ مستجاب۔ مقبول۔ فشار۔ گالی، بیہودہ بات۔ ژاژ ایک کانٹے دار گھاس ہے۔ ژاژ خائیدن۔ بکواس کرنا۔ اے مسلماناں۔ گانے والے نے مسلمانوں کے مجمع سے کہا اِس کی دعا سے میرا مال اُس کا کیسے ہوگیا۔ گر چنیں۔ اگر دعا سے کوئی دوسروں کے مال کا مالک بنا کرتا تو دنیا دعا کرکے دوسروں کے مال کی مالک بن جایا کرتی۔ ضریر یا اندھے فقیر دعا کرکے صاحبِ قسمت و دولت بن جایا کرتے۔

۲ تا تو یعنی فقرا دعا میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اے خدا جب تک تو نہ دیگا کوئی کچھ نہ دیگا تو ہی افلاس کے اِس بند کو کھول دے۔ مکسب۔ اندھے فقیروں کی کمائی کا ذریعہ دعا ہے جب انھیں کوئی روٹی کا ٹکڑا دیتا ہے۔ خلق۔ تمام لوگوں نے سارا قصہ سُن کر کہا گائے والا سچ کہتا ہے اور یہ فقیر ظالم ہے۔

۳ ایں دعا۔ ایک انسان دوسرے انسان کی چیز کا مالک محض اللہ سے دعا کرنے سے نہیں ہو سکتا ہے۔ جنس۔ انسان مالک جب بنتا ہے، جب کوئی دوسرا اُس کے ہاتھ اپنی چیز فروخت کردے یا مفت دیدے یا وصیت کردے کہ میرے مرنے کے بعد وہ مالک ہوگا۔ یاز جنس ایں مغو دراخت۔

درکدا[1] مین دفترست ایں شرعِ تو
تیری یہ شریعت کس کتاب میں (لکھی) ہے؟
گاؤ را تو باز دہ یا حبس رو
تو گائے واپس کر یا قید میں جا

اندر آ در حبس و در زندانِ او
قید اور اس کے جیل خانہ میں آجا
ورنہ گاوش را بدہ حجت مگو
ورنہ اس کی گائے دیدے حجت (بازی) نہ کر

او بسوئے آسماں میکرد رو
وہ آسمان کی طرف منہ اٹھاتا
کاے خداوندِ کریم لطف خو
کہ اے کریم خدا، رحیم مزاج!

من دعاہا کردہ ام زیں آرزو
میں نے اس تمنا سے دعائیں کیں
واقعہ ما را نداند غیر تو
ہمارے معاملہ کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے

در دلِ من تو دعا انداختی
تو نے میرے دل میں دعا ڈالی
صد امید اندر دلم افراختی
تو نے میرے دل میں سینکڑوں امیدیں ابھار دیں

من[2] نمیکردم گزافہ آں دعا
میں وہ دعائیں خواہ مخواہ نہیں کرتا تھا
ہمچو یوسف دیدہ بودم خوابہا
میں نے حضرت یوسف کی طرح بہت سے خواب دیکھے

دید یوسف آفتاب و اختراں
(حضرت) یوسف نے سورج اور ستاروں کو دیکھا
پیشِ او سجدہ کناں چوں چاکراں
اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے

اعتمادش بود بر خوابِ درست
ان کو سچے خواب پر بھروسہ تھا
در چہ و زنداں جز آں رامی نجست
کنویں اور قید خانہ میں اس (خواب کی تعبیر) کے علاوہ کچھ، جستجو نہ کی

ز اعتمادِ آں نبودش ہیچ غم
اس کے بھروسے ان کو کوئی غم نہ تھا
از غلامی و ز ملام بیش و کم
غلامی اور (لوگوں کی) کم و بیش ملامت سے

اعتمادے داشت او بر خوابِ خویش
وہ اپنے خواب پر بھروسہ کرتے تھے
کہ چو شمعے می فروزیدش ز پیش
جو ان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا

چوں در افگندند یوسف را بچاہ
جب انھوں نے یوسف کو کنویں میں گرا دیا
بانگ[3] آمد سمع او را از الٰہ
انکے کان میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی

کہ تو روزے شہ شوی اے پہلوان
اے جوانمرد! تو ایک دن بادشاہ (کا وزیر) بنے گا
تا بمالی ایں جفا بر روئے شاں
یہاں تک کہ اس ظلم کو ان کے منہ پر مارے گا

قائلِ ایں بانگ نامد در نظر
یہ آواز دینے والا نظر نہ آیا
لیک دل بشناخت قائل را ز اثر
لیکن دل نے علامت کے ذریعہ کہنے والے کو پہچان لیا

[1] درکدامین۔ یہ مسئلہ کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ تو اللہ سے دعا کرے اور دوسرے کے مال کا مالک بن جائے۔ حبس۔ یہ غضب ہے جس کی سزا جیل خانہ ہے۔ او۔ اس فقیر نے لوگوں کی باتوں سے عاجز آکر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے مناجات شروع کر دی۔

[2] من نمیکردم۔ یعنی میری دعا کا یہ اثر ہوا کہ میں نے خواب دیکھا کہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ اور مجھے خواب پر ایسا ہی بھروسہ ہوا جیسا کہ حضرت یوسف کو اپنے خواب پر ہوا تھا۔ دید۔ حضرت یوسف نے خواب میں دیکھا تھا کہ انکو سورج اور ستارے سجدہ کر رہے ہیں تو انکو اس کی تعبیر سے یقین ہو گیا تھا کہ وہ لامحالہ بادشاہ یا وزیر بنیں گے۔ در چہ۔ بھائیوں نے کنویں میں ڈالا زلیخا کی وجہ سے قید خانہ بھگتا لیکن ان کو اپنے خواب پر اعتماد تھا کہ ایک دن یقیناً بڑائی حاصل ہوگی لہٰذا یہ ساری تکالیف ان کی نگاہ میں ہیچ تھیں

[3] بانگ۔ قرآن میں ہے وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُم بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ یعنی ہم نے یوسف کو وحی بھیجی کہ تو ان بھائیوں کے کرتوتوں سے انکو خبردار کریگا وہ سمجھ نہیں رہے ہیں۔ قائل۔ یعنی یہ وحی براہ راست آئی تھی انکے آثار سے یوسف سمجھ گئے

قوّتے و راحتے و مسندے | درمیانِ جانِ شان زاں نِدے[۵۱]

قوّت، اور راحت، اور سہارا | اُس آواز سے اُن کی جان میں پیدا ہو گیا

چاہ شد بر وے بداں بانگِ جلیل | گلشن و بزمے چو آتش بر خلیلؑ

اُس عظیم آواز سے اُن پر کنواں بن گیا | گلشن اور محفل، جیسا کہ خلیل اللہ پر آگ

ہر جفا کہ بعد ازانش می رسید | اُو بداں قوّت بشادی می کشید

اُس کے بعد جو ظلم ہوا | انھوں نے اُس قوّت کی وجہ سے خوشی سے برداشت کیا

ہمچنانکہ[۵۲] ذوق آں بانگِ اَلَست | در دلِ ہر مومنے تا حشر ہست

جیسے کہ اَلَست کی آواز کا ذوق | ہر مومن کے دل میں حشر تک کیلئے ہے

تا نباشد در بلاشاں اعتراض | نے ز امر و نہیِ حق شاں انقباض

تاکہ آزمائش میں انھیں کوئی اعتراض نہ ہو | نہ اللہ (تعالیٰ) کے امر اور نہی میں انھیں انقباض ہو

لقمۂ تلخے چو شکر می شود | خار ریحاں سنگ گوہر می شود

کڑوا لقمہ شکر جیسا ہو جاتا ہے | کانٹا ریحان، پتھر گوہر بن جاتا ہے

لقمۂ حکمے کہ تلخی می نہد | گلشکر آں را گوارش می دہد

جس حکم کا لقمہ تلخی پیدا کرتا ہے | (ذوق کا) گلقند اس میں خوشگواری پیدا کر دیتا ہے

گلشکر[۵۳] آں را کہ نبود مستند | لقمہ را زانکارِ اُو قے میکند

جس کے لئے گلقند کا سہارا نہ ہو | اُسکے ناگوار ہونے کی وجہ سے وہ لقمہ کو اُگل دیتا ہے

ہر کہ خوابے دید از روزِ اَلَست | مست باشد در رہِ طاعات مست

جس نے اَلَست کے دن کا خواب دیکھ لیا ہے | وہ عبادات کی راہ میں پورا مست ہوتا ہے

میکشد چوں اشترِ مست ایں جوال | بے فتور و بے گمان و بے ملال

وہ مست اونٹ کی طرح اس بورے کو اٹھاتا ہے | بغیر سستی اور بغیر گمان اور بغیر تکلیف کے

کفک تصدیقش بگردِ پوزِ اُو | شد گواہِ مستیِ دلسوزِ اُو

اُس کے منہ کے گرد اُس کی تصدیق کے جھاگ | اُس کی دل سوز مستی کے گواہ ہیں

اشتر از قوّت چو شیرِ نر شدہ | زیرِ ثقلِ بار اندک خور شدہ

طاقت کی وجہ سے اونٹ نر شیر بن گیا | بوجھ کے بھاری پن کے نیچے کم خوراک ہو گیا

زارزوئے ناقہ صد فاقہ برو | می نماید کوہ پیشش تارِ مو

اونٹنی کی تمنا میں اُس پر سینکڑوں فاقے ہیں | پہاڑ اُس کو بال نظر آتا ہے

---

۵۱ ندے - نِدا کا اِمالہ ہے یعنی اُس آواز سے انھیں طاقت اور سہارا حاصل ہو گیا۔ چاہ شد یوسفؑ کے لئے قید خانہ ایسا ہی خوشگوار ہو گیا تھا جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے لئے نمرود کی آگ۔

۵۲ ہمچنانکہ حضرت یوسفؑ کے لئے وہ وحیِ خداوندی ایسی ہی ثابت ہوئی جس طرح ہر مومن کے دل میں عہدِ اَلَست کی آواز گونجتی ہے جس کی وجہ سے انکے لئے تمام دنیاوی مصائب آسان ہو جاتے ہیں اور احکامِ خداوندی بجالانے میں انکو انقباض طاری نہیں ہوتا ہے۔ لقمہ۔ اللہ تعالیٰ کا سخت سے سخت فرمان خوشگوار بن جاتا ہے۔ ریحان۔ ہر خوشبو دار گھاس۔ گل شکر۔ یعنی عہدِ اَلَست کا ذوق۔

۵۳ گل شکر۔ جس میں عہدِ اَلَست کا وہ ذوق نہ ہو گا وہ احکامِ خداوندی کی پابندی نہ کر سکے گا۔ می کشد۔ وہ عہدِ اَلَست کے ذوق کی مستی میں حکم اسی طرح برداشت کرے گا جیسا کہ مست اونٹ بے تکان بڑے بوجھ کو اٹھا لیتا ہے۔ کفک۔ بست اونٹ کے منہ میں جھاگ آتے رہتے ہیں اسی طرح عہدِ اَلَست کے مست کے منہ میں اسکے تصدیقی کلمات مستی کے جھاگ ہیں۔ زارزو۔ مستی کی حالت میں نر اونٹ اونٹنی کی تمنا میں کھانا بھی کم کر دیتا ہے اور اسمیں بہت زیادہ

طاقت آجاتی ہے

در اَلَست آنکو چنیں خوابے نَدید
اندریں دنیا نَشُد بندہ و مُرید[1]

جس نے اَلَست میں ایسا خواب نہیں دیکھا ہے
وہ اس دنیا میں بندہ اور ارادتمند نہ بنا

وَر بشُد اندر تردّد صَد دِلہ
یک زماں شُکر ستش و سالے گِلہ

اگر (مُرید) بنا (بھی) تو (تذبذب میں) سو دل والا ہے
ایک وقت اُس کے لئے مُتشکر ہے اور ایک سال شکوہ

پائے پیش و پائے پس در راہِ دیں
می نہد با صد تردُّد بے یقیں

دین کے راستہ میں ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے
بغیر یقین کے تردد (کی حالت) میں رکھتا ہے

وامِ دارِ شرحِ ایمم نک گرو[2]
ور شتاب ستت از اَلَم نَشرَح شنو

میں اِسکی شرح کا مقروض ہوں یہ گروی ہے
اگر جلدی ہے اَلَم نَشرَح سُن لے

چوں ندارد شرحِ ایں معنی کراں
خَر بسُوئے مُدّعیؔ گاؤ راں

چونکہ اِن معنیٰ کی شرح کا کنارہ نہیں ہے
گائے کے مُدّعی کی جانب گدھا ہانک دے

گفت کورم خواند زیں جرم آں دغا
بس بلیسانہ قیاس ست اے خُدا

اُس نے کہا، اِس دغا باز نے مجھے اس جرم میں اندھا کہا
اے اللہ! یہ تو شیطانی قیاس ہے

مَن دُعا کورانہ کے می کردہ ام[3]
جُز بخالق کِدیہ کے آوردہ ام

میں نے اندھا دھند دعا کب کی ہے؟
اللہ کے سوا میں نے کب بھیک مانگی ہے؟

کور از خَلقاں طمع دارد ز جہل
مَن ز تو کز تُست ہر دشوار سہل

اندھا نادانی کی وجہ سے مخلوق سے طمع کرتا ہے
میں تجھ سے، کہ تجھ سے ہر مُشکل آسان ہوجاتی ہے

آں یکے کورم ز کوراں بشمرید
اُو نیازِ جان و اِخلاصم ندید

اُس نے مجھے اندھوں میں سے ایک اندھا گِنا
اُس نے میری جان کی نیازمندی اور اخلاص نہ دیکھا

کوریِ عشق ست ایں کوریِ مَن
حُبُ یُعمِی وَ یُصِم ست اے حَسَن

میرا اندھا پن عشق کا اندھا پن ہے
اے بھلے! یہ محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے (کی مصداق ہے)

کورم از غیرِ خُدا بینا بدو
مقتضائے عشق ایں باشد بگو

میں خدا کے غیر سے نابینا اور خدا کا بینا ہوں
بتا، عشق کا یہی مقتضا ہے

بر اپنی افضلیت سمجھا حضرت آدمؑ کے باطنی اوصاف کو اُس نے نہ دیکھا اِسی طرح اُس شخص نے میرے ظاہر اور فقر کو دیکھ کر مجھے اندھے فقیروں میں سے سمجھا حالانکہ میرا فقر الی اللہ تھا۔

۳ مَن دعا۔ اندھے فقیر تو انسان سے بھیک مانگتے ہیں میں نے تو اللہ سے بھیک مانگی۔ اُو نیاز۔ یعنی اُس ظالم نے میرے اوصاف کو نہ دیکھا۔ کوری۔ یعنی چونکہ میں عشقِ الٰہی میں مصروف ہوں اور مجھے اللہ کے عشق نے اندھا اور بہرا بنا رکھا ہے لہٰذا میرا نابینا ہونا دنیا کے اعتبار سے ہے نہ کہ خدا کے معاملہ میں۔

۱ مُرید۔ جس شخص نے عہدِ اَلَست کے معاملہ میں کوئی خواب نہ دیکھا ہو اُس میں بندگی اور ارادتمندی کا مادّہ نہیں ہوتا ہے۔ ور بشُد۔ ایسے شخص میں کچھ ارادت مندی بھی اگر ہوتی ہے تو وہ بھی تذبذب کے ساتھ ہوتی ہے اُس کی زبان پر کبھی شکرِ خدا آتا ہے تو اُس سے زیادہ وہ شکوے کرتا رہتا ہے

۲ وامِ دار۔ مولانا فرماتے ہیں کہ عہدِ اَلَست کے ذوق کی مزید تشریح میرے ذمّہ قرض ہے وہ ادا کروں گا..... فی الحال مجھ سے کوئی چیز لے کر گروی رکھ لے تاکہ قرض کی ادائیگی کا اطمینان ہوجائے۔ ور شتاب۔ اگر زیادہ جلدی ہے تو اَلَم نَشرَح پڑھ لے یعنی اَلَم نَشرَح سورہ میں آنحضورؐ کے شرحِ صدر ہو جانے کا بیان ہے۔ شرحِ صدر کے بعد ہر راز خود حل ہوجاتا ہے اللہ تیرا بھی شرحِ صدر کر دے گا اور یہ مضمون تیری سمجھ میں خود آجائیگا، یا یہ مطلب ہے کہ حضورؐ کی شرحِ صدر کا یہی مطلب تھا کہ آپ میں عہدِ اَلَست کا پورا ذوق تھا اِسی کے ذریعہ اللہ نے آپ کا بوجھ کم کر دیا تھا اور تمام احکامِ شرعی آپ پر آسان ہوگئے تھے۔ گفت۔ اُس فقیر نے کہا۔ آں دغا۔ یعنی گائے کا مالک۔ بس بلیسانہ۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے ظاہر کو دیکھا اور مٹی بنیاد

تو کہ بینائی ز کورانم مدار
(اے خدا) تو کہ بینا ہے مجھے نابیناؤں میں نہ رکھ
دائرم بر گردِ لطفت اے مدار
اے مدار! میں تیری مہربانی کے گرد گھومتا ہوں

اینچناں۵۱ **کہ یوسفؑ صدیق را**
جس طرح کہ یوسفؑ صدیق کو
خواب بنمودی و گشتش متکا
تو نے خواب دکھایا، اور وہ اُن کا سہارا بنا

مر مرا ہم لطفِ تو خوابے نمود
مجھے بھی تیری مہربانی نے ایک خواب دکھایا
ایں دعائے بیحدم بازی نبود
میری یہ لامحدود دعا کھیل نہ تھی

می ندانند خلق اسرارِ مرا
لوگ میرے راز نہیں جانتے ہیں
ژاژ میدانند گفتارِ مرا
میری گفتگو کو بکواس سمجھتے ہیں

حق شان ست وے کہ داند رازِ غیب
(یہ) اُنکے مناسب ہے اور غیب کا راز کون جانتا ہے؟
غیر علامِ سِر و ستارِ عیب
سوائے راز کے جاننے والے اور عیب کے چھپانے والے کے

خصم۵۲ **گفتش حق بگو اے تند خو**
(اسکے) مخالف نے اس سے کہا اے بدعادت! سچ بتا
از چہ سوئے آسماں کردی تو رو
تو نے آسمان کی طرف منھ کیوں کر لیا؟

شید می آری غلط می افگنی
تو مکر کرتا ہے، غلطی میں مبتلا کرتا ہے
لافِ عشق و لافِ قربت میزنی
عشق اور قرب (الٰہی) کی بکواس کرتا ہے

باکدامیں روئے چوں دل مردۂ
جب کہ تو مردہ دل ہے، کس منھ سے
روئے سوئے آسمانہا کردۂ
آسمانوں کی جانب منھ کیا ہے؟

غلغلے در شہر افتادہ ازیں
اِس سے شہر میں بڑا شور مچ گیا
آں مسلماں می نہد رو بر زمیں
وہ مسلمان زمین پر منھ رکھتا تھا

کاے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
کہ اے خدا اِس غلام کو رسوا نہ فرما
گر بدم۵۳ **ہم سِرِ من پیدا مکن**
اگر میں بُرا بھی ہوں، میرا راز فاش نہ کر

تو ہمی دانی کہ شبہائے دراز
تو جانتا ہے کہ لمبی راتوں میں
کہ ہمی خواندم ترا با صد نیاز
میں تجھے سینکڑوں نیازمندیوں کیساتھ پکارتا تھا

پیشِ خلق ایں را اگر خود قدر نیست
اگر مخلوق کے نزدیک اِس کی قدر نہیں ہے
پیشِ تو ہمچوں چراغِ روشنیست
تیرے نزدیک تو روشن چراغ کی طرح ہے

گاؤ می خواہند از من اے خدا
اے اللہ! وہ مجھ سے گائے مانگتے ہیں
چوں فرستادی نکردم من خطا
جبکہ تو نے بھیجی، تو میں نے غلطی نہیں کی

---

۵۱ اینچناں۔ جس طرح حضرت یوسفؑ کو خواب پر بھروسہ تھا اور وہ اُن کا سہارا بن گیا اسی طرح مجھے بھی خواب کی بنیاد پر اعتماد تھا کہ ضرور دعا قبول ہوگی۔ ایں دعا۔ میری گریہ وزاری کھیل کود نہ تھی یقیناً اُس کو مقبول ہونا تھا۔ می ندانند۔ لوگ اِس راز سے واقف نہیں ہیں اور میری باتوں کو بکواس سمجھ رہے ہیں۔ حق شاں۔ جبکہ لوگوں کو حقیقتِ حال معلوم نہیں تو اُن کا کہنا برحق ہے۔

۵۲ خصم۔ یعنی گائے کے مالک نے کہا سچ بات کہہ آسمان کی طرف منھ اٹھا کر مکاری کیوں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عشق و قرب کی ڈینگیں کیوں مارتا ہے۔ باکدامیں۔ تیرا منھ اِس قابل نہیں کہ اللہ کے سامنے کرے۔ آں مسلماں۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا فقیر سجدہ میں گرا ہوا تھا۔ کاے خدا۔ اللہ سے سجدہ کی حالت میں یہ دعائیں کر رہا تھا۔

۵۳ گر بدم۔ اگر میں بُرا بھی ہوں تو اُس وقت تو مجھے رُسوا نہ کر۔ قدر نیست۔ میری دعاؤں کی اگر لوگوں کو قدر نہیں ہے تیرے سامنے تو بات واضح ہے۔ چوں فرستادی۔ جب اے اللہ تو نے خود اِس گائے کو میرے گھر میں بھیجا تو میرا ذبح کرنا غلطی نہ تھی۔

بیروں شدنِ داؤد نبی علیہ السّلام وشنیدن از ہر دو خصم

حضرت داؤد نبی علیہ السلام کا باہر نکل کر آنا، اور دونوں فریق کی بات سُننا، اور

وسوال کردن از مدّعیٰ علیہ وجوابِ او

مدّعیٰ علیہ سے سوال کرنا، اور اُس کا جواب

چونکہ داؤدِ نبی آمد بروں ‏ ‏ ‏ گفت ہیں[1] چونست ایں احوالِ چوں
جب داؤدؑ نبی، باہر آئے ‏ ‏ ‏ فرمایا ہاں، یہ کیا احوال ہیں؟

مدّعی گفت اے نبی اللہ داد ‏ ‏ ‏ گاوِ من در خانۂ اُو در فتاد
مدّعی نے کہا، اے اللہ کے نبی! فریاد ہے ‏ ‏ ‏ میری گائے اسکے گھر میں گھس گئی

کُشت گاوم را بپرسش کہ چرا ‏ ‏ ‏ گاوِ من کشت اُو بیاں کن ماجرا
اُس نے میری گائے ذبح کردی اُس سے پوچھئے کہ کیوں؟ ‏ ‏ ‏ میری گائے ذبح کی، وہ واقعہ بتائے

گفت داؤدش بگو اے بوالکرم ‏ ‏ ‏ چوں تلف کردی تو مِلکِ محترم
اُس سے داؤدؑ نے فرمایا، اے بھلے مانس! ‏ ‏ ‏ تونے محترم ملکیت کو کیوں برباد کیا؟

ہیں پراگندہ مگو حجت بیار ‏ ‏ ‏ تا بیک سو[2] گردد ایں دعویٰ کار
خبردار! بیہودہ بات نہ کر دلیل بیان کر ‏ ‏ ‏ تاکہ یہ دعویٰ اور معاملہ یکسو ہو جائے

گفت اے داؤدؑ بودم ہفت سال ‏ ‏ ‏ روز و شب اندر دعا و در سوال
اُس نے کہا اے داؤدؑ! میں سات سال تک تھا ‏ ‏ ‏ دن، رات دُعا اور سوال میں

ایں ہمی جُستم زیزداں کاے خدا ‏ ‏ ‏ روزیِ خواہم حلال و بے عَنا
میں اللہ (تعالیٰ) سے چاہتا تھا کہ اے خدا! ‏ ‏ ‏ میں حلال روزی بے مشقت چاہتا ہوں

مرد و زن برنالۂ من واقف اند ‏ ‏ ‏ کودکاں ایں ماجرا را واصف اند
مرد و عورت میری فریاد سے واقف ہیں ‏ ‏ ‏ بچے اس قصہ کو بیان کرتے ہیں

تو بپرس از ہر کہ خواہی ایں خبر ‏ ‏ ‏ تا بگوید بے[3] شکنجہ و بے ضرر
آپ جس سے چاہیں یہ بات دریافت کرلیں ‏ ‏ ‏ تاکہ وہ بغیر دباؤ اور بغیر تکلیف کے بتادے

ہم ہویدا پرس و ہم پنہاں ز خلق ‏ ‏ ‏ کہ چہ میگفت ایں گدائے ژندہ دلق
لوگوں سے علی الاعلان اور خفیہ طور پر دریافت کرلیجیے ‏ ‏ ‏ کہ یہ گدڑی والا فقیر کیا کہا کرتا تھا؟

بعد ازیں جملہ دُعا و ایں فغاں ‏ ‏ ‏ گاو اندر خانہ دیدم ناگہاں
اِس تمام دعا اور فریاد کے بعد ‏ ‏ ‏ اچانک میں نے اپنے گھر میں گائے دیکھی

---

[1] گفت ہیں، حضرت داؤدؑ نے فرمایا سب احوال بتاؤ۔ اُو بیان کن۔ یعنی اُس کو فرمایئے کہ وہ بیان کرے۔

[2] تا بیک سو یعنی میں معاملہ کو سمجھ کر فیصلہ کرسکوں۔ عَنا، مشقت۔ مرد۔ یعنی یہ میرا قصہ عورت، مرد، بچے بوڑھے سب ہی کو معلوم ہے۔

[3] بے شکنجہ۔ یعنی بغیر کسی دباؤ کے۔ ہم ہویدا۔ یعنی اس معاملہ کی کھلی اور چھپی تحقیقات کرلیجیے۔

چشمِ من تاریک شد نے بہرِ لُوت[1] — شادیٔ آں کہ قبول آمد قنوت

میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا نہ کہ کھانے کے لئے — اس خوشی میں کہ دعا قبول ہو گئی

کُشتم ایں را تا دہم در شکرِ آں — کہ دعائے من شنید آں غیب داں

میں نے اسکو ذبح کر دیا تاکہ اس شکریہ میں بانٹ دوں — کہ اس غیب کے جاننے والے نے میری دعا سن لی

حکم کردنِ داؤد علیہ السلام بر کُشندہ گاؤ

گائے ذبح کرنے والے کے خلاف، حضرت داؤدؑ کا فیصلہ

گفت داؤدؑ ایں سخنہا را بشو — حُجتِ شرعی دریں دعوےٰ بگو

(حضرت) داؤدؑ نے فرمایا ان باتوں کو (دل سے) دھو دے — اس دعوے پر کوئی شرعی دلیل بیان کر

تو روا داری کہ من بے حُجتے — بنہم اندر شرع باطل سُنتے

تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر دلیل کے — میں شرع میں ایک غلط رسم جاری کر دوں

اینکہ بخشیدت خریدی وارثی — ریع را چوں می ستانی حارثی

یہ (گائے) تجھے کس نے بخشی، تو نے خریدی، تو وارث ہے؟ — پیداوار تو کیوں لیتا ہے، تو کاشتکار ہے؟

کسب[2] را ہمچوں زراعت داں عمو — تا نہ کاری دخل نبود آنِ تو

اے چچا! کمائی کو کھیتی کی طرح سمجھ — جب تک تو کھیتی نہ کرے، پیداوار تیری ملکیت نہیں ہے

آنچہ کاری بدروی آں آنِ تست — ورنہ ایں بیداد بر تو شد درُست

جو تو بوئے، اکاٹے وہ تیری ملکیت ہے — ورنہ یہ ظلم تیرے ذمے لگ گیا ہے

رَو بدہ مالِ مسلماں کژ مگو — رَو بجو وام و بدہ باطل مجو

جا، مسلمان کا مال دے، ٹیڑھی بات نہ کر — جا، قرض لے، اور دیدے، غلط نہ چاہ

گفت[3] اے شہ تو ہم ایں میگوئیم — کہ ہمیگویند اصحابِ ستم

اُسنے کہا اے شاہ! آپ بھی مجھے وہی کہہ رہے ہیں — جو ظالم لوگ کہہ رہے ہیں

تضرع کردنِ آں شخص از داوریِ داؤد علیہ السلام نزدِ خدا

اس شخص کا داؤدؑ کے فیصلہ پر خدا کے سامنے فریاد کرنا

پس ز دل آہے برآورد و بگفت — کاے خُدائے ہر کجا طاقے و جُفت

تو اُس نے دل سے آہ نکالی اور کہا — اے ہر اُس جگہ کے خدا جہاں کوئی طاق اور جفت ہے

سجدہ کرد و گفت اے دانائے سوز — در دلِ داؤدؑ انداز آں فروز

اُس نے سجدہ کیا اور کہا اے سوزش کے جاننے والے — وہ روشنی داؤدؑ کے دل میں ڈال دے

---

[1] لُوت۔ مرغن غذا۔ کُشتم۔ میں نے گائے اس لئے ذبح کی کہ دعا کی قبولیت کے شکرانے میں اسکو غریبوں میں بانٹ دوں۔ تو روا داری۔ کیا تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر کسی شرعی دلیل کے تیرے حق میں فیصلہ کر کے ایک غلط طریقہ رائج کردوں۔ اینکہ۔ یہ گائے تجھے کس نے بخشی تھی تو نے خریدی تھی، کیا تو نے کاشت کی تھی جو پیداوار کا مالک بنا۔

[2] کسب۔ کمائی اور کھیتی ایک چیز ہے جو بوتا ہے کھیتی اُس کی ملکیت ہوتی ہے۔ ورنہ۔ دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرنا ظلم ہے۔ رو۔ غلط باتیں نہ کر اگر تیرے پاس ہے تو اُس گائے کی قیمت ادا کر دے ورنہ قرض لے کر اس کو دیدے۔

[3] گفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے کہا کہ آپ بھی وہی باتیں کرنے لگے جو سب کر رہے تھے اور پھر اللہ کے سامنے اس نے گریہ وزاری شروع کر دی۔

۱ دردِلش نہ آنچہ تو اندر دِلم — اندر افگندی بَراز اے مُفضِلم

اُس کے دل میں ڈال دے جو کہ تونے میرے دل — میں راز ڈالا ہے اے میرے محسن!

ایں بگفت و گریہ در شُد ہائے ہائے — تا دلِ داؤدؑ بیروں شُد زجائے

یہ کہا اور ہائے ہائے کر کے رونا شروع کر دیا — یہاں تک کہ (حضرت) داؤدؑ کا دِل دھڑکنے لگا

گفت ہیں امروز اے خواہانِ گاؤ — مُہلتم دہ ویں دعاوی را مکاؤ

فرمایا خبردار! اے گائے کے متمنی! آج — مجھے مُہلت دے اِن دعووں کو نہ کرید

تا روم من سوئے خلوت در نماز — پُرسم ایں احوال از دانائے راز

تاکہ میں نماز میں تنہائی میں چلا جاؤں — رازوں کے جاننے والے سے یہ احوال دریافت کروں

۲ خوئے دارم در نماز آں التفات — معنیِ قُرَّۃُ عَینِی فِی الصَّلٰوۃ

میں نماز میں اُس توجہ کی عادت رکھتا ہوں — جو معنی ہیں قُرَّۃُ عَینِی فِی الصَّلٰوۃ کے

روزنِ جانم کشادست از صفا — میرسد بے واسطہ نامہ خُدا

صفائی کی وجہ سے میری جان کا سوراخ کھلا ہوا ہے — بغیر واسطے کے خدا کا پیغام پہنچتا ہے

نامہ و باران و نور از روزنم — می فتد در خانہ ام از معدنم

پیغام اور بارش اور نور میرے سوراخ سے — میری معدن سے میرے گھر میں پہنچتا ہے

۳ دوزخ ست آں خانہ کاں بے روزن ست — اصلِ دیں اے بندہ روزن کردن ست

وہ گھر دوزخ ہے جو بے سوراخ ہے — اے بندے! دین کی اصل سوراخ کر لینا ہے

تیشہ در ہر بیشہ کم زن بیا — تیشہ زن در کندنِ روزن ہلا

ہر جھاڑی پر کلہاڑی نہ مار — ہاں سوراخ کرنے کے لئے کُدال مار

یا نمی دانی کہ نورِ آفتاب — عکسِ خورشیدِ بروں ست از حجاب

یا تو نہیں جانتا کہ سورج کا نور — اُس سورج کا عکس ہے جو پردے سے باہر ہے

نور ایں دانی کہ حیواں دیدہم — پس چہ کرّمنا بود بر آدمم

تو اسکو نور سمجھتا ہے جس کو حیوان بھی دیکھتا ہو — تو میرے آدمی ہونے پر کرّمنا کیسے (صادق) ہوگا؟

مجاہدات کے تیشہ سے روح میں دریچہ کھولنا ہے۔ یا نمی دانی۔ تو جو روح کا دریچہ کھولنے کیلئے مجاہدات نہیں کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نہیں سمجھتا کہ اصل نور ذاتِ باری کا نور ہے سورج کا نور تو اس کا ایک عکس ہے۔ نورِ ایں۔ اگر تیری نگاہ میں صرف یہی ظاہری نور ہے تو تجھ میں اور حیوانات میں کیا فرق ہے اِس ظاہری نور کو تو ہر حیوان دیکھ لیتا ہے تیری کیا خصوصیت ہے۔ کرّمنا۔ قرآنِ پاک میں ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ "ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی" تو اگر انسان میں اور جانور میں کوئی فرق نہیں ہے تو یہ آیت اس پر کیسے صادق آسکتی ہے۔

۱ دردلش۔ اے خدا حضرت داؤدؑ کے دل میں وہی بات پیدا کر دے جو تونے میرے دل میں پیدا کی تھی جس سے میں اس گائے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ مفضل محسن۔ ایں بگفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے اِس گفتگو کے بعد آہ وزاری شروع کر دی اور ایسا رویا کہ حضرت داؤدؑ کا دل بے چین ہو گیا۔ گفت۔ حضرت داؤدؑ نے مدعی سے کہا آج جاؤ کل فیصلہ ہوگا۔ تا روم۔ میں تنہائی میں نماز پڑھوں گا اور اللہ سے دعا کروں گا تاکہ راز کھل جائے۔
۲ خوئے دارم۔ مجھے نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف وہی توجہ ہوتی ہے جس کے بارے میں آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ قُرَّۃُ عَینِی فِی الصَّلٰوۃ حدیث شریف میں ہے جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَینِی فِی الصَّلٰوۃ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ روزن۔ روح کا دریچہ کھلا ہوا ہے جس کے ذریعہ بغیر واسطے کے میرے پاس خدائی احکام آتے ہیں۔ باراں یعنی بارانِ رحمت۔ معدن یعنی ذاتِ باری تعالیٰ۔
۳ دوزخ۔ جس روح کا دریچہ اللہ تعالیٰ کی جانب کھلا ہوا نہیں ہے وہ روح دوزخی ہے۔ اصل۔ دین کی بنیاد تعلق مع اللہ پر ہے۔ تیشہ۔ لکڑیاں کاٹنے کیلئے تیشہ چلانا کوئی معنی نہیں رکھتا اصل کام

مَن [۱] چو خورشیدم درونِ نور غرق — مَن ندانم کرد خویش از نور فرق

میں سورج جیسا ہوں، نور میں ڈوبا ہوا ہوں — میں اپنے آپ میں اور نور میں فرق کرنا نہیں جانتا ہوں

رفتنم سوئے نماز و آن خلا — بہر تعلیم ست رَہ مر خلق را

میرا اُس خلوت اور نماز کی جانب جانا — مخلوق کو راستہ کی تعلیم دینے کے لئے ہے

کژ نہم تا راست گردد ایں جہاں — حَرب خدعہ ایں بَوَد اے پہلواں

میں ٹیڑھا (قدم) رکھتا ہوں تاکہ مخلوق سیدھی ہو جائے — اے بہادر! "جنگ دھوکہ ہے"، یہی ہے

نیست [۲] دستورے وگرنہ ریختے — گرد از دریائے راز انگیختے

اجازت نہیں ہے ورنہ وہ بہادیتے — راز کے دریا سے، گرد اُڑا دیتے

ہمچنیں میگفت داؤد ایں نسق — خواست گشتن عقلِ خلقاں محترق

اِس طور پر (حضرت) داؤد ایسا ہی کہتے رہے — مخلوق کی عقل نے جل جانا چاہا

پس گریبانش کشید از پس یکے — کہ ندارم در یکی اَش من شکے

تو ایک نے پیچھے سے اُن کا گریبان کھینچا — کہ میں اُنکی وحدانیت میں کوئی شک نہیں رکھتا ہوں

رفتنِ داؤد علیہ السلام در خلوت تا آنچہ حق ست پیدا شود

(حضرت) داؤد کا تنہائی میں چلا جانا، تاکہ جو صحیح بات ہے واضح ہو جائے

باخود آمد گفت را کوتاہ کرد — لب ببست و عزمِ خلوتگاہ کرد

(حضرت) سنبھلے، بات کو مختصر کیا — خاموش ہو گئے اور خلوت خانہ کا قصد کیا

در فروبست و برفت آنگہ شتاب — سوئے محراب و دعائے مستجاب

دروازہ بند کیا اور فوراً روانہ ہوئے — محراب اور مقبول دُعا کی جانب

حق [۳] نمودش آنچہ بنمودش تمام — گشت واقف بر سزائے انتقام

حق نے اُن کو، جو کچھ دکھایا (اُسیں) سب کچھ دکھادیا — وہ بدلے کی سزا سے واقف ہو گئے

دید احوالے کہ کس واقف نبود — رازِ پنہانے کہ حیرانی فزود

اُنھوں نے وہ اَحوال دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا — وہ چھپے ہوئے راز جنھوں نے حیرانی بڑھادی

روزِ دیگر جملہ خصمان آمدند — پیشِ داؤدِ پیمبر صف زدند

دوسرے دن سب فریق آئے — (حضرت) داؤد پیغمبر کے روبرو صف بستہ ہو گئے

ہمچناں آں ماجرا باز رفت — زود زد آں مدعی تشنیعِ زفت

اُسی طرح وہ قصہ پھر چلا — اُس مدعی نے جلد سخت بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا

---

[۱] مَن چو خورشیدم۔ میں ذاتِ باری میں فنا ہوں اب میں اپنے میں اور ذاتِ باری میں کوئی امتیاز اور دوئی نہیں پاتا ہوں۔ رفتنم۔ باوجود اس اتحاد کے پھر نوافل اور خلوت میں جانا دوسروں کو تعلیم دینے کے لئے ہے۔ کژ نہم۔ عام لوگوں کی ہدایت کیلئے میں کبھی غیر ضروری بات کرنے لگتا ہوں اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسی کہ جنگ کے موقع پر غیر واقعی بات ظاہر کی جاتی ہے۔ حَرب خدعہ۔ جنگ میں ایک غیر واقعی چال سے کامیابی ہو جاتی ہے۔

[۲] نیست۔ وحدت کا راز فاش کرنے کی اجازت نہیں ورنہ حضرت داؤدؑ سارے راز فاش کر دیتے اور ایسے اسرار بیان کر دیتے کہ دریائے اسرار خشک ہو جاتا۔ پس۔ فوراً غیب نے حضرت داؤدؑ کا گریبان کھینچ کر اُن کو اسرار بیان کرنے سے روکا۔ باخود۔ یعنی حضرت داؤد کی مستی زائل ہوئی۔ محراب۔ یعنی مصلیٰ

[۳] حق نمودش۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر بات واضح کر دی اور گائے ذبح کرنے کی سزا سے واقف کر دیا۔ زود زد۔ یعنی گائے والے نے فوراً اُس نقیر پر لعن طعن شروع کر دی۔

زود[1] گاوم را بده اے نابکار
اے نابکار! میری گائے جلد دے
از خدائے خویشتن شرمے بدار
اپنے خدا سے کچھ شرما

کاینچنیں ظلمِ صریح ناسزا
کہ ایسا نامناسب، صاف ظلم
می رود در عہدِ پیغمبر بلا
خبردار! پیغمبر کے دور میں ہوا ہے

گاو کشتہ خوردہ بے ترسے و بیم
گائے ذبح کرکے ڈر اور خوف کے بغیر کھا کر
در جواب افزودہ تزویر آں لئیم
اُس نالائق نے جواب میں مکاری زیادہ شروع کر دی

کہ[2] چندیں سال بودم در دعا
کہ میں کتنے سال سے دعا میں لگا رہا ہوں
من طلب کردم ز حق داد او مرا
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے مانگا اُس نے مجھے دیا

اے رسولِ حق چنیں باشد روا
اے اللہ کے رسولؑ! کیا یہ جائز ہو سکتا ہے؟
مِلکِ من بد گاو چوں دادش خدا
گائے میری ملکیت تھی، خدا نے اُسکو کیسے دیدی؟

حکم کردنِ داؤد علیہ السّلام بر صاحبِ گاو کہ از سرِ گاو بگذر

داؤد علیہ السلام کا گائے کے مالک کے خلاف فیصلہ کرنا، کہ گائے کے خیال سے درگذر کرے

و تشنیعِ صاحبِ گاو بر داؤد علیہ السّلام

اور گائے والے کا داؤد علیہ السلام کو ملامت کرنا

گفت داؤدش خمش کن رو بہل
(حضرت) داؤدؑ نے اُس سے فرمایا چُپ جا، چھوڑ
ایں مسلماں را ز گاوت کن بحل
اِس مسلمان کو اپنی گائے معاف کر دے

چوں[3] خدا پوشید بر تو اے جواں
اے جوان! جب اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی ہے
رو خمش کن حقِ ستّاری بداں
جا، چُپ ہو جا، پردہ پوشی کے حق کو سمجھ

گفت واویلا چہ حکم ست اینچہ داد
اُسنے کہا ہائے ہائے یہ کیا فیصلہ ہے یہ کیا انصاف ہے؟
از پئے من شرعِ نو خواہی نہاد
میرے لئے آپ نئی شریعت بنائیں گے

رفتہ است آوازۂ عدلت چناں
آپ کے انصاف کا تو ایسا شہرہ ہے
کہ معطّر شد زمین و آسماں
کہ اُس سے زمین اور آسمان معطّر ہے

بر سگانِ کور ایں ستم نرفت
اندھے کتّوں پر بھی، یہ ظلم نہیں ہوا ہے
زیں تعدّی سنگ و کہ بشگافت تفت
اِس ظلم سے پتھر اور پہاڑ جلد پھٹ گئے

ہمچنیں تشنیع می زد بر ملا
وہ اِس طرح علی الاعلان ملامت کرتا رہا
کالصّلا ہنگامِ ظلم ست الصّلا
آؤ، آؤ ظلم کا وقت ہے

---

[1] زود۔ کہنے لگا کہ فوراً میری گائے دے اور خدا سے شرم کر۔ می رود۔ حضرت داؤدؑ نبی کے دور میں ایسا ظلم ہوا ہے۔ تزویر۔ یعنی خدارسیدہ ہونے کی باتیں۔

[2] کہ چندیں۔ یعنی تو یہ کہتا ہے کہ میں نے دعا کی اور اللہ نے مجھے گائے عنایت کر دی۔ تشنیع۔ ملامت۔ کن بحل۔ معاف کر دے۔

[3] چوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی ہے تو اب معاملہ کو نہ کرید ورنہ رسوائی ہوگی۔ از پئے من۔ یعنی میرے معاملہ میں آپ نئی شریعت برت رہے ہیں۔ بر سگاں۔ بچے کتّوں پر پتھر مارتے ہیں۔ بر ملا۔ علی الاعلان۔ الصّلا۔ لوگوں کو ظلم دکھانے کی دعوت دینے لگا۔

اینچنیں ظلم و ستم بر من مکن — یا نبی اللہ مگو زیناں سخن
ایسا ظلم و ستم مجھ پر نہ کیجئے — اے اللہ کے نبی! ایسی باتیں نہ کیجئے

حکم کردنِ داؤدؑ بر صاحب گاؤ کہ جملہ مالِ خود بوے بخش

حضرت داؤدؑ کا گائے والے کو حکم دینا کہ اپنا سارا مال اس کو بخش دے

بعد ازاں داؤدؑ گفتش کاے عنود — جملہ مالِ خویش اُورا بخش زود
اسکے بعد (حضرت) داؤدؑ نے اُس سے کہا اے سرکش! — اپنا سب مال اِس کو جلد بخش دے

ورنہ کارت سخت گردد گفتمت — تا نگردد ظاہر ازوے استمت[1]
ورنہ تیرا معاملہ مشکل ہو جائیگا۔ میں نے تجھ سے کہدیا — تاکہ تیرا ظلم اُس سے ظاہر نہ ہو

خاک بر سر کرد و جامہ بر درید — کہ بہر دم میکنی ظلمے مزید
اُس نے سر پر خاک ڈالی اور کپڑے پھاڑ لئے — کہ آپ تو ہر دم ایک مزید ظلم کر رہے ہیں

یک دمے دیگر بدیں تشنیع راند — باز داؤدش بہ پیشِ خویش خواند
اُس نے پھر یہ ملامت شروع کر دی — پھر (حضرت) داؤدؑ نے اُس کو اپنے سامنے بلایا

گفت چوں بختت نبود اے ناصبور — ظلمت آمد اندک اندک در ظہور
فرمایا اے بے صبرے چونکہ (پردہ پوشی) تیرا نصیب نہ تھی — تیرا ظلم رفتہ رفتہ، ظہور میں آیا

دیدہ[1] آنگاہ صدر و پیشگاہ — اے دریغ از چوں تو خر خاشاکِ راہ
تو نے اُس وقت صدر اور پیشگاہ کو — راستہ کا کوڑا سمجھا، ہائے افسوس، تجھ جیسے گدھے کو

زیں سخن[2] داؤدؑ زو شد خشمناک — گفت تا خود را نگردانی ہلاک
اِن باتوں سے (حضرت) داؤدؑ اُس پر غضبناک ہو گئے — فرمایا، خبردار اپنے آپ کو تباہ نہ کر

رو کہ فرزندانِ تو با جفتِ تو — بندگانِ اُو شدند اے تند خو
جا کہ تیری اولاد مع تیری بیوی کے — اے بد مزاج! اُس کے غلام ہو گئے

سنگ بر سینہ ہمی زد با دو دست — می دوید از جہلِ خود بالا و پست
وہ دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا — اپنی نادانی سے اوپر نیچے بھاگ رہا تھا

خلق[3] ہم اندر ملامت آمدند — کز ضمیرِ کارِ اُو غافل بُدند
لوگوں نے بھی ملامت شروع کر دی — کیونکہ وہ اُس کے پوشیدہ کام سے ناواقف تھے

ظالم از مظلوم کے داند کسے — کو بود سخرہ ہوا ہمچوں خسے
وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کب امتیاز کرتا ہے؟ — جو کہ تنکے کی طرح ہوا کے تابع ہو

---

[1] استمت۔ ستم تو بخستہ یعنی اللہ تعالٰی نے تو پردہ پوشی کی لیکن تیرے نصیب میں نہ تھی اب تو رفتہ رفتہ خود اپنا ظلم ظاہر کرنے پر تلا ہوا ہے اگر وہ حضرت داؤدؑ کے ابتدائی فیصلے مان لیتا تو پورا معاملہ نہ کھلتا۔ ہر فیصلے کے انکار سے معاملہ کھلتا چلا گیا۔ دیدۂ۔ یعنی تو آرام سے تھا اور مال و دولت سے مزے اڑا رہا تھا لیکن تو نے اس کی قدر نہ کی اور اسکو گردِ راہ سمجھا۔

[2] زیں سخن۔ جب وہ حضرت داؤدؑ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور واویلا کرنے لگا تو حضرت داؤدؑ کو ناگوار گذرا۔ آرو۔ اب فیصلہ یہ ہے کہ صرف گائے کی معافی اور مال بخشنا کافی نہیں ہے بلکہ تیری اولاد اور بیوی سب اسکے غلام ہیں۔

[3] خلق۔ جو لوگ جمع ہو گئے تھے وہ بھی حضرت داؤدؑ کے اِن فیصلوں کو ظلم سمجھے ہوئے حضرت داؤدؑ کو ملامت کرنے لگے۔ ضمیر۔ پوشیدہ۔ سخرہ۔ تابعدار۔

ظالمؔ[1] از مظلوم آنکس پے برد | کو سرِ نفسِ ظلوم خود برد
ظالم اور مظلوم کا وہ شخص پتہ لگا لیتا ہے | جو اپنے ظالم نفس کا سر قلم کر دے

ورنہ آں ظالم کہ نفس است اندروں | خصمِ ہر مظلوم باشد از جنوں
ورنہ وہ ظالم کہ جس کے اندر نفس ہے | جنون کی وجہ سے ہر مظلوم کا مخالف ہوتا ہے

سگ ہمارہ حملہ بر مسکیں کند | تا تواند زخم بر مسکیں زند
کتا ہمیشہ غریب پر حملہ کرتا ہے | جب تک بھی ہو سکے غریب کو کاٹتا ہے

شرمؔ[2] شیراں راست نے سگ را بداں | کو نگیرد صید از ہمسایگاں
سمجھ لے شرم شیروں میں ہوتی ہے نہ کہ کتے میں | وہ پڑوسیوں سے شکار نہیں چھینتا ہے

عامۂ مظلوم کش ظالم پرست | از کمیں سگ ساں سوئے داؤد جست
مظلوم کو مارنے والے ظالم پرست، عوام | کمینگاہ سے کتے کی طرح (حضرت) داؤدؑ پر دوڑ پڑے

روئے در داؤدؑ کردند آں فریق | کاے نبیِ مجتبےٰ! بر ما شفیق
اُن لوگوں نے (حضرت) داؤدؑ کی طرف رخ کیا | کہ اے منتخب نبی! ہم پر مہربان

ایں نشاید از تو کیں ظلم است فاش | قہر کردی بیگناہے را بلاش
آپ کیلئے یہ مناسب نہیں کیونکہ یہ تو کھلا ظلم ہے | آپ نے بے وجہ، ایک بے قصور پر ظلم کیا ہے

عزم کردن داؤد علیہ السلام بخواندن خلق براں صحرا کہ راز را آشکارا کند

(حضرت) داؤد علیہ السلام کا لوگوں کو اُس جنگل کی طرف بلانے کا ارادہ کرنا جہاں راز ظاہر کر دیں

گفت اے یاراں زمانِ آں رسید | کاں سرِؔ[3] مکتومِ اُو گردد پدید
فرمایا اے دوستو! اِس کا وقت آ گیا ہے | کہ اُس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے

جملہ برخیزید تا بیروں رویم | سوئے صحرا و بداں ہاموں شویم
سب اُٹھو: تاکہ ہم باہر چلیں | جنگل کی طرف اور اس جنگل میں پہنچیں

مرد و زن از خانہا بیروں روید | تا براں سرِ نہاں واقف شوید
مرد اور عورت، گھروں سے باہر چلو | تاکہ اُس پوشیدہ راز سے واقف ہو جاؤ

در فلاں صحرا درختے ہست زفت | شاخہایش انبہ و بسیار جفت
فلاں جنگل میں، ایک موٹا درخت ہے | اُسکی شاخیں بہت گھنی، اور بہت جڑی ہوئی ہیں

سخت راسخ خیمہ گاہ و میخِ او | بوئے خوں می آیدم از بیخِ او
خیمہ گاہ اور اُس کا کھونٹا بہت مضبوط ہے | اُس کی جڑ سے مجھے خون کی بو آ رہی ہے

---

[1] ظالم۔ چونکہ انسان کا نفس خود ظالم ہے لہٰذا وہ فطری طور پر ظالم کی حمایت کرتا ہے۔ ہاں اگر انسان اپنے نفس کا سر قلم کر دے تو وہ ظالم اور مظلوم میں امتیاز کر سکتا ہے۔ سگ۔ نفس ایک کتا ہے اور کتے کی عادت ہے کہ غریب اور کمزور پر حملہ کرتا ہے۔

[2] شرم۔ حیا اور شرم شیروں میں ہوتی ہے جو کبھی اپنے ہمسایہ کا شکار چھین کر نہیں کھاتے ہیں۔ عامہ۔ عوام جو ظالم کی حمایت کے عادی ہوتے ہیں کتوں کی طرح اُن کے فیصلے کے خلاف ہو کر اُن ہی کی طرف دوڑ پڑے۔ بلاش۔ بلا شئی یعنی بلا وجہ۔

[3] سرِ مکتوم۔ چھپا ہوا راز۔ ہاموں۔ جنگل۔ زفت۔ موٹا۔ جفت۔ یعنی شاخیں آپس میں گتھی ہوئی ہیں۔ سخت۔ یعنی اُس درخت کی چھتری جو خیمہ کی طرح ہے اور جڑ جو خیمہ کی میخ کی طرح ہے بہت مضبوط ہے۔

خوں شدست اندر بُنِ آں خوش درخت — خواجہ را کُشتست ایں منحوس بخت
اُس اچھے درخت کی جڑ میں خون ہوا ہے — اِس بدبخت نے آقا کو قتل کیا ہے

مال را برداشت ست ایں قلتبان[۱] — وین غلامِ اُوست اے آزادگاں
اِس دیّوث نے مال اُڑا لیا ہے — اے آزاد لوگو! یہ اُس کا غلام ہے

ایں جواں مر خواجہ را باشد پسر — طفل بُود و اُو ندارد زیں خبر
یہ جوان، آقا کا پوتا ہے — بچہ تھا، اِس کو اُس کا پتہ نہیں

تاکنوں حلمِ خدا پوشید آں — آخر از ناشُکری ایں قلتبان
اب تک اللہ کے حلم نے اُس کو چھپایا — بالآخر اِس دیّوث کی ناشکری سے

کہ عیالِ خواجہ را روزے ندید — نے بہ نوروز و بموسمہائے عید
کہ اُس نے ایک دن بھی آقا کے بچوں کی دیکھ بھال نہ کی — نہ نوروز پر، اور نہ عید کے موسموں میں

بے نوایاں را بیک لقمہ نجُست — یاد ناورد اُو ز حقہائے نخست
محتاجوں کی ایک لقمہ سے دلداری نہ کی — اُس نے پہلے حقوق کو یاد نہ کیا

تاکنوں از بہرِ یک گاو ایں لعیں — می زند فرزند اُو را بر زمیں
یہاں تک یہ مردود ایک گائے کی وجہ سے — اُس کے پوتے کو زمین پر پٹخ رہا ہے

اُو بخود برداشت پردہ از گناہ — ورنہ می پوشید جُرمش را اِلٰہ
اُس نے خود گناہ سے پردہ اُٹھایا — ورنہ خدا اُس کے جرم کو چھپا رہا تھا

کافر[۲] و فاسق دریں دورِ گزند — پردۂ خود را بخود برمی درند
اِس فتنہ کے زمانے میں، کافر اور فاسق — اپنے پردے کو خود چاک کر رہے ہیں

ظلم مستور[۳] ست در اَسرارِ جاں — می نہد ظالم بہ پیشِ مرداں
روح کے رازوں میں ظلم چھپا ہوا ہے — ظالم (اُسکو) لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے

کہ بہ بینیدش کشیدہ شاخہا — گاوِ دوزخ را بہ بینید از مَلا
کہ اِس (ظلم) کو سینگ نکالتے ہوئے دیکھو — برملا دوزخ کی گائے کو دیکھو

گواہی دادن دست و پا و زبان بر سر ظالم ہم در دُنیا
ظالم پر دنیا میں بھی ہاتھ پاؤں، اور زبان کا گواہی دینا

پس ہمیں جا دست و پایت بے گزند — بر ضمیر تو گواہی میدہند
تو اِسی جگہ تیرے ہاتھ پاؤں بغیر نقصان کے — تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں

---

[۱] قلتبان۔ دیّوث۔ پسر۔ مولانا نے آئندہ اشعار میں مقتول کو جوان کا دادا بتایا ہے اِسلئے ہم نے پسر اور فرزند کا ترجمہ پوتا کیا ہے۔ حِلم۔ بُردباری۔ عیال۔ بال بچے۔ نوروز۔ ایرانیوں کی عید ہے۔ حقہائے۔ یعنی اُس پر جو اُس کے آقا کے پہلے حقوق تھے۔

[۲] کافر۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو پردہ داری فرماتا ہے لیکن کافر اور فاسق خود اپنی پردہ دَری کرتے ہیں۔

[۳] مستور۔ پوشیدہ۔ شاخ۔ یعنی سینگ۔ از ملا۔ یعنی برملا علی الاعلان۔ گواہی یعنی ظالم کے ہاتھ پاؤں آخرت میں اسکے خلاف گواہی دیں گے اور دنیا میں بھی گواہی دیتے ہیں۔ ضمیر۔ پوشیدہ راز۔

چوں موکّل[1] می شود بر تو ضمیر — کہ بگو تو اعتقادت وامگیر

باطن تیرے اوپر موکّل کی طرح ہو جاتا ہے — کہ تو کہدے، اپنے اعتقاد کو نہ چھپا

خاصہ در ہنگامِ خشم و گفتگو — میکند ظاہر سرِت را مو بمو

خصوصاً غصہ، اور گفتگو کے وقت — تیرے راز کو ذرہ ذرہ ظاہر کر دیتا ہے

چوں موکّل می شود ظلم و جفا — کہ ہویدا کُن مرا اے دست و پا

ظلم اور زیادتی موکّل کی طرح ہو جاتی ہے — کہ اے ہاتھ پاؤں! مجھے ظاہر کر دے

چوں ہمی گیرد گواہِ سر لگام — خاصہ وقتِ جوشِ خشم و انتقام

سر کا گواہ کس طرح لگام پکڑ لیتا ہے — خصوصاً غصہ کے جوش اور بدلہ لینے کے وقت

پس ہماں کس کیں موکّل میکند — تا لوائے راز بر صحرا زند

تو وہی ذات، جو یہ مسلّط کرتی ہے — تاکہ راز کا جھنڈا، جنگل میں گاڑ دے

پس موکّلہائے دیگر روزِ حشر — ہم تواند آفرید از بہرِ نشر

تو حشر کے دن دوسرے موکّل — بھی (راز) کھولنے کے لئے پیدا کر سکتی ہے

اے بدہ[2] دست آمدہ در ظلم و کیں — گوہرت پیدا است حاجت نیست[3] ایں

اے وہ کہ جو دس ہاتھوں سے ظلم اور کینہ میں لگا ہے — تیرا جوہر کھلا ہوا ہے، اِس کی ضرورت نہیں ہے

نیست حاجت شہرہ گشتن در گزند — بر ضمیرِ آتشینت واقف اند

نقصان رسانی میں مشہور ہونے کی ضرورت نہیں ہے — تیرے آتشی باطن سے (سب) باخبر ہیں

نفسِ تو[4] ہر دم بر آرد صد شرار — کہ ببینیدم منم ز اصحابِ نار

تیرا نفس ہر وقت سینکڑوں چنگاریاں اُگل رہا ہے — کہ مجھے دیکھو، میں دوزخیوں میں سے ہوں

جزوِ نارم[5] سوئے کل خود روم — من نہ نورم کہ سوئے حضرت شوم

میں آگ کا جزو ہوں، اپنے کُل کی جانب جاتا ہوں — میں نور نہیں ہوں کہ (اللہ کے) دربار کی طرف جاؤں

ہمچناں[6] کایں ظالمِ حق ناشناس — بہرِ گاوے کرد چندیں التباس

جیسا کہ حق نہ پہچاننے والے اِس ظالم نے — ایک گائے کے لئے اِس قدر مکر کئے

او ازیں صد گاو بُرد و صد شتر — نفس اینست اے پدر ازوے ببُر

وہ اِس کی سو گائیں اور سو اونٹ لے بھاگا — اے باوا! نفس یہی ہے اُس سے قطع تعلق کر

نیز روزے با خدا زاری نکرد — یاربے نامد ازو یک دم بدرد

اُس نے خدا سے ایک دن بھی عاجزی نہ کی — کسی وقت بھی درد کے ساتھ اُس سے یارب نکلا

---

[1] موکّل۔ وہ شخص جس کے کام سپرد کر دیا گیا ہو۔ ظلم و جفا۔ مشہور ہے کہ خون سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ خاصہ۔ انتقام کے جوش میں قاتل خود اقرار کر لیتا ہے۔ پس۔ جو ذات خود دنیا میں تمہارے اعضاء کو تم پر مسلّط کر کے اقرار کرا دیتی ہے وہ حشر میں دوسرے موکّل پیدا فرما دیگی جو تم سے خود تمہارے جرموں کا اقرار کرائیں گے۔ دہ دست۔ یعنی بہت سے ہاتھ، بعض نسخوں میں دو دست ہے۔

[3] نیست۔ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کہ تیرا ظلم مشہور ہو جب ہی جانا جا سکے، تیری افتادِ طبع سے تیرا ظلم واضح ہو جاتا ہے۔ نفسِ تو۔ تیرا نفس خود اپنی ظالمانہ طبیعت اور مزاج کو ظاہر کر رہا ہے۔ جزوِ نارم۔ آتشیں مزاج جہنم کا جزو ہے جو جہنم کی طرف جاتا ہے۔

[6] ہمچناں۔ اس گائے والے نے ایک گائے کا بدلہ لینے کے لئے کیسے مکر کئے۔ اور حالانکہ اُس نے اِسی گائے ذبح کرنے والے کا وہ سب مال مارا تھا جو اُس کو ورثہ میں ملتا۔ نیز اُس نے جو ظلم کئے تھے اگر وہ زاری کرتا تو اللہ تعالیٰ اُس کے آقا سے معاف کرا دیتا۔

کاے خدا خصمِ مرا خوشنود[1] کُن | گر منش کردم زیاں تو سود کُن
کہ اے خدا! میرے مقابل کو خوش کر دے | اگر میں نے اُس کا نقصان کیا ہے تو فائدہ کر دے

گر خطا کُشتم دیت بر عاقلہ است | عاقلہ جانم تو بُودی از اَلَست
اگر میں نے غلطی سے مارا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے | اَلَست سے تو میری جان کا عاقلہ ہے

سنگ میگردد باستغفار دُر | ایں بُود انصافِ نفس اے جانِ حُر
توبہ کرنے سے پتھر موتی بن جاتا ہے | اے آزاد جان! نفس کا انصاف یہ ہوتا ہے

بیروں رفتنِ خلائق بسُوئے آں درخت
لوگوں کا اُس درخت کی طرف باہر جانا

چوں بروں رفتند سُوئے آں درخت | گفت[2] دستش را سپس بندید سخت
جب لوگ اس درخت کی جانب باہر نکل گئے | فرمایا اُس کے ہاتھ پیچھے کر مضبوط باندھ دو

تا گناہ و جرم اُو پیدا کنم | تا لوائے عدل بر صحرا زنم
تاکہ میں اُس کا گناہ اور جرم ظاہر کر دوں | تاکہ انصاف کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دوں

گفت اے سگ جدِ ایں را کشتہ | تو غلامی خواجہ زیں رُو گشتہ
فرمایا اے کُتّے! تونے اسکے دادا کو قتل کیا ہے | تو غلام ہے اِس طور پر تو آقا بن (بیٹھا) ہے

خواجہ را کشتی و بُردی مالِ اُو | کرد یزداں آشکارا حالِ اُو
تونے آقا کو قتل کیا اور اُس کا مال اُڑا لیا | خدا نے اُس کا حال ظاہر فرما دیا

آں زنت اُو را کنیزک بُودہ است | با ہمیں خواجہ جفا بنمودہ است
وہ تیری بیوی اُس کی لونڈی تھی | اس آقا پر اِس نے (بھی) ظلم کیا ہے

ہر چہ[3] زو زائید مادہ یا کہ نر | مِلکِ وارث باشد آں کل سر بسر
جو اُس سے پیدا ہوا، مادہ ہو یا نر | وہ سب کا سب وارث کی ملک ہوگیا

تو غلامی کسب و کارت مِلکِ اوست | شرع جستی شرع بستاں و نکوست
تو غلام ہے تیری کمائی اور کار (وبار) اُسکی ملک ہے | تونے شرعی فیصلہ چاہا شرعی فیصلہ لیجا بہت اچھا ہے

خواجہ را کشتی باستم زار زار | ہم بر اینجا خواجہ گویان زینہار
تونے بڑے بڑے ظلم سے آقا کو قتل کیا | اِسی جگہ آقا "الاماں" کہتا تھا

کارد از اشتاب کردی زیرِ خاک | از خیالے کہ بدیدی سہمناک
تُونے جلدی سے چھری زمین میں گاڑ دی | اُس تصور کی وجہ سے جو تجھے خوفناک نظر آیا

---

۱ خوشنود کُن۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ حق کو راضی کر کے حقوق العباد معاف کرا سکتا ہے۔ خطا کُشتم۔ اگر قتل خطا ہوتا ہے تو اُس کا بدلا اور دیت عاقلہ یعنی رشتہ داروں سے دلوایا جاتا ہے۔ اَلَست۔ عہدِ اَلَست میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ بندوں نے کہا تھا "بلیٰ" یعنی کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں۔ سنگ۔ استغفار برائیاں تبدیل کر دیتی ہے اور سیئات حسنات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

۲ گفت۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا اُس کی مشکیں کس دو۔ لوا۔ جھنڈا۔ جدِ ایں۔ یعنی گائے ذبح کرنے والے کا دادا۔ تو غلامی۔ تو اُس مقتول کا غلام تھا۔ آں زنت۔ تیری بیوی دراصل اُس مقتول کی لونڈی تھی۔

۳ ہر چہ۔ لونڈی کی اولاد اُس شخص کی ملکیت ہوتی ہے جس کی وہ لونڈی مملوک ہے۔ وارث۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا۔ تو غلامی۔ جبکہ تو خود اُس گائے ذبح کرنیوالے کا غلام ہے تو تیری ساری کمائی بھی اُس کی ملکیت ہے۔ ہم بر اینجا۔ یعنی تیرا آقا تجھ سے پناہ چاہ رہا تھا تاکہ تو اُس کو قتل نہ کرے۔ اشتاب۔ شتاب: جلدی۔

نکِ سرش با کارد در زیرِ زمیں
یہ اُس کا سر مع چھری کے زمین میں ہے
باز کاوید ایں زمیں را ہمچنیں
پھر اسی طرح اُس زمین کو کھود دو

نامِ ایں سگ ہم نوشتہ کارد بر
چھری پر اُس کتے کا نام بھی لکھا ہوا ہے
کرد با خواجہ چنیں مکر و ضرر
اُس نے آقا کیساتھ ایسی مکاری اور ضرر رسانی کی ہے

ہمچناں کردند و چوں بشگافتند
اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور جب اُنھوں نے کھودا
در زمیں آں کارد با سر یافتند
زمین میں چھری مع سر کے پائی

ولولہ افتاد در خلق آں زماں
اُس وقت لوگوں میں شور مچ گیا
ہر یکے زنار ببرید از میاں
ہر ایک نے کمر سے جنیو کاٹ ڈالا

جملہ از داؤدؑ گشتہ عذر خواہ
سب (حضرت) داؤدؑ سے معذرت چاہنے والے بنگئے
زانکہ بدظن گشتہ بودند و تباہ
اِس لئے کہ وہ بدگمان اور تباہ ہو گئے تھے

قصاص فرمودنِ داؤد علیہ السلام خونی را بعد از الزامِ حجت بروا
دلیل قائم کرنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کا قاتل پر قصاص کا حکم فرمانا

بعد ازاں گفتش بیا اے داد خواہ
اسکے بعد انھوں نے اُس (گلے ذبح کرنیوالے) سے کہا اے (بدلے کے طالب)
دادِ خود بستاں تو ازیں رُوسیاہ
اِس روسیاہ سے اپنا بدلہ لے

ہم بداں تیغش بفرمود او قصاص
اُس کی اُسی تلوار سے انھوں نے قصاص لینے کا حکم فرمایا
کے کند مکرش زحلمِ حق خلاص
اُس کا مکر اللہ (تعالیٰ) کے حلم سے کب بچا سکتا ہے!

حلمِ حق گرچہ مواسا ہا کند
اللہ (تعالیٰ) کی بُردباری اگرچہ بہت غمخواری کرتی ہے
چونکہ از حد بگذرد رسوا کند
جب (معاملہ) حد سے گذر جاتا ہے تو وہ رسوا کر دیتی ہے

خوں نخسپد در فتد در ہر دلے
خون نہیں سوتا، ہر دل میں پیدا ہوتی ہے
میلِ جستجوئے و کشفِ مشکلے
جستجو کی خواہش اور مشکل کا کھولنا

اقتضائے داوریِ ربِّ دیں
بدلے کے رب کے انصاف کا تقاضہ
سر برآرد از ضمیرِ آن و ایں
اِس اور اُس کے دل میں سر ابھارتا ہے

کاں فلاں چوں شد چہ شد حالش چہ گشت
کہ فلاں کا کیا ہوا کیسے ہوا، اسکی کیا حالت ہوئی؟
ہمچناں کہ جوشد از گلزار کشت
اِس طرح جیسے کہ گلزار سے بوٹا ہوا جوش مارتا ہے

جوششِ خوں باشد آں وآں جستہا
خون کا جوش ہوتی ہیں وہ جستجوئیں
خارشِ دلہا و بحث و ماجرا
دلوں کی خارش اور بحث اور معاملہ

---

۱ نکِ سرش۔ اس مقتول کا سر اور چھری اِس زمین میں دفن ہے۔ نام۔ اُس قاتل کا نام چھری پر کندہ ہے۔ زنار۔ یعنی کافر مومن بن گیا۔

۲ جملہ۔ حضرت داؤدؑ کے جس قدر معترضین تھے چونکہ وہ بدظنی کرکے تباہ ہوئے تھے سب نے عذر خواہی شروع کردی۔ قصاص۔ یعنی قاتل کو مقتول کے عوض قتل کرنا۔ دادخواہ جس پر گلے والے نے دعویٰ کیا تھا۔ بداں تیغش۔ وہی چھری جس سے اُس نے اُس کے دادا کو قتل کیا تھا۔ مکرش۔ اُس قاتل کا مکر اللہ تعالیٰ کے علم سے پوشیدہ نہ تھا۔

۳ خوں نخسپد۔ مشہور ہے کہ خون نہیں چھپتا قاتل کے سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ اقتضا۔ اللہ تعالیٰ کے انصاف کا تقاضہ ہر انسان کے دل میں مقتول کے بارے میں جستجو پیدا کردیتا ہے۔ ضمیر۔ دل، باطن۔ جوششِ خوں۔ وہی مقتول کا خون لوگوں کے دل میں جوش مارتا ہے اور دل میں جستجو کا تقاضہ پیدا کردیتا ہے۔

چونکہ پیدا گشت سرِ کارِ او
جب اس کے کارنامہ کا راز ظاہر ہو گیا
معجزۂ داؤدؑ شد فاش و دو تو[1]
(حضرت) داؤدؑ کا معجزہ مشہور اور مضبوط ہو گیا

خلق جملہ سر برہنہ آمدند
تمام لوگ ننگے سر آئے
سر بسجدہ بر زمینہا می زدند
سر کو سجدے میں زمینوں پر رکھتے تھے

ما ہمہ کورانِ اصلی بودہ ایم
ہم سب اصلی اندھے تھے
وانچہ می فرمودۂ نشنودہ ایم
اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے نہ سنا

لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم
لیکن ہم معذور ہیں چونکہ بغیر آنکھوں کے ہیں
از تو ما صد گوں عجائب دیدہ ایم
ہم نے آپ سے سینکڑوں قسم کے عجائب دیکھے ہیں

سنگ[2] باتو در سخن آمد شہیر
پتھر نے آپ سے بات کی (یہ) مشہور ہے
کز برائے غزوِ طالوتم بگیر
کہ مجھے طالوت سے جہاد کرنے کے لئے لیجئے

تو بسہ سنگ و فلاخن آمدی
آپ تین پتھر اور گوپھن لے کر آئے
صد ہزاراں مرد را برہم زدی
لاکھوں انسانوں کو تباہ کر دیا

سنگہایت صد ہزاراں پارہ شد
آپ کے (تین) پتھر لاکھوں ٹکڑے بن گئے
ہر یکے مر خصم را خونخوارہ شد
ہر ایک دشمن کے لئے خونخوار ہو گیا

آہن اندر دستِ تو چوں موم شد
آپ کے ہاتھ میں لوہا موم جیسا ہو گیا
چوں زرہ سازی ترا معلوم شد
جب آپ زرہ بنانا جان گئے

کوہہا[3] باتو رسائل شد شکور
پہاڑ شکر گزاری میں آپ کے ہم آواز ہو گئے
باتو میخوانند چوں مقری زبور
آپ کے ساتھ (ملکر) قاری کی طرح زبور پڑھتے ہیں

صد ہزاراں چشمِ دل بکشادہ شد
دلوں کی لاکھوں آنکھیں کھل گئیں
از دمِ تو غیب را آمادہ شد
آپ کے ارشاد سے غیب پر آمادہ ہو گئیں

واں قوی تر از ہمہ کہ دائم ست
اور وہ سب سے زیادہ قوی جو دائمی ہے
زندگی بخشی کہ سرمد قائم ست
آپ وہ زندگی بخشتے ہیں کہ جو ابد تک قائم ہے

جانِ جملہ معجزات اینست خود
یہ خود تمام معجزوں کی جان ہے
کو بہ بخشد مردہ را جانِ ابد
کہ وہ مردے کو ابدی جان بخشتا ہے

کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد
ظالم قتل کیا گیا، ایک عالم زندہ ہو گیا
ہر یکے از نو خدا را بندہ شد
ہر ایک از سرِ نو خدا کا بندہ بن گیا

[1] دو تو۔ دوہرا، مضبوط۔ خلق۔ حضرت داؤدؑ کے اس معجزے کو دیکھ کر سب لوگ ننگے سر دوڑ کر ان کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ ماہمہ۔ چونکہ ہم کور باطن تھے اسلئے ہم ابتداءً آپ کے فرمان کو نہ سمجھ سکے۔ از تو۔ ہم نے پہلے آپ کے بہت سے معجزے دیکھے ہیں۔

[2] سنگ۔ جب طالوتؑ جالوت کے مقابلے کے لئے نکلے تھے تو حضرت داؤدؑ کو ساتھ لیکر گئے تھے، راستہ میں پتھروں نے حضرت داؤدؑ سے کہا تھا کہ ہمیں لیکر چلئے جالوت کی موت کا سبب بنیں گے۔ فلاخن۔ گوپھن جس کے ذریعہ دشمن پر سنگباری کی جاتی ہے۔ سنگہایت۔ وہ تین پتھر تھے لیکن پھینکنے پر ان کے ہزاروں ٹکڑے بنکر جالوت کی فوج پر لگے۔ آہن۔ حضرت داؤد زرہیں بناتے تھے اور لوہا ان کے ہاتھ میں آکر موم بن جاتا تھا۔

[3] کوہہا۔ جب حضرت داؤد زبور پڑھتے تھے تو پہاڑ ان کے ہم آواز ہو کر زبور کی تلاوت کرنے لگتے تھے۔ صد ہزاراں۔ حضرت داؤدؑ کے ہاتھ پر لاکھوں کافر مومن بنے۔ غیب۔ یعنی عالمِ غیب۔ واں۔ آپ کا سب سے زیادہ قوی معجزہ یہ ہے کہ آپ انسانوں کو ابدی حیات بخشتے ہیں۔ کشتہ شد۔ قرآن نے فرمایا قاتل کو قتل کرنے میں تمہاری زندگی ہے۔

دربیانِ[۱] آنکہ نفس آدمی بجائے آں خونیست کہ مُدعی گاوٗ
اس کے بیان میں کہ آدمی کا نفس اُس قاتل کی جگہ پر ہے، جو ذبح شدہ گائے
کُشتہ بُود و آں کُشندہٗ گاوٗ عقل ستٗ و داوٗد حق ستٗ یا شیخ
کا مُدعی بنا تھا اور وہ گائے ذبح کرنے والا عقل کی جگہ پر ہے، اور حضرت داؤدؑ (حضرت)
کہ نائبِ حق ست کہ بقوتٗ و یاریٗ او تواند ظالم را کشتن
حق (تعالیٰ) یا شیخ کی (جگہ پر ہیں)، جو حق کا نائب ہوتا ہے جس کی قوت اور مدد سے ظالم
و توانگر شدن بروزے بے کسب و بے حساب
کو قتل کیا جاسکتا ہے، اور ایک دن میں بغیر کمائی اور بغیر حساب کے مالدار ہوا جاسکتا ہے

نفسِ خود را کُش جہاں را زندہ کُن
اپنے نفس کو مار، جہان کو زندہ کر
خواجہ را کشتست[۲] اُو را بندہ کُن
اُس نے آقا کو قتل کیا ہے، اُس کو غلام بنا

مُدعیِ گاوٗ نفسِ تُست ہیں
خبردار! گائے کا مدعی تیرا نفس ہے
خویشتن را خواجہ کرد ست و مہین
اُس نے اپنے آپ کو آقا اور سردار بنا یا ہے

آں کُشندہ گاو عقلِ تُست رو
وہ گائے ذبح کرنیوالا تیری عقل ہے، جا
بر کُشندہ گاوِ تن مُنکر مشو
جسم کی گائے کو ذبح کرنے والے کا منکر نہ بن

عقل اسیر ست و ہمی خواہد زحق
عقل (نفس کی) قیدی ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے چاہتی ہے
روزیِ بے رنج و نعمت بر طبق
بغیر مشقت روزی اور طباق بھری نعمت

روزیِ بے رنج او موقوف چیست
اُس کی بے مشقت روزی کس چیز پر موقوف ہے؟
آنکہ بکُشد گاوٗ را کاصلِ بدیست
یہ کہ وہ گائے کو ذبح کردے کیونکہ وہ برائی کی جڑ ہے

نفس[۳] گوید چوں کُشی تو گاوِ من
نفس کہتا ہے تو میری گائے کو کیوں ذبح کرتا ہے؟
زانکہ گاوِ نفس باشد نقشِ تن
کیونکہ جسم کی صورت نفس کی گائے ہے

خواجہ زادہ عقل ماندہ بے نوا
عقل جو آقا سے پیدا ہوئی بے سروسامان ہوگئی
نفسِ خونی خواجہ گشت و پیشوا
قاتل نفس آقا اور پیشوا بن گیا

روزیِ بے رنج میدانی کہ چیست
تو جانتا ہے بلا مشقت روزی کیا ہے؟
قوتِ ارواح ست و ارزاقِ نبیست
روحوں کی روزی ہے اور نبی کے (عطا کردہ) رزق ہیں

لیک موقوف ست بر قربانِ گاوٗ
لیکن وہ گائے کی قربانی پر موقوف ہے
گنج قتلِ گاوٗ داں اے گنج کاوٗ
گائے کے ذبح کرنے کو خزانہ سمجھ اے خزانہ کھودنے والے

[۱] دربیان۔ پہلے قصہ سے مولانا نصیحت کیلئے کچھ نتیجہ اخذ کر کے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گائے ذبح کرنے والے کی مثال عقل ہے اور گائے کا بدلہ لینے والے کی مثال نفس ہے حضرت داؤدؑ کی مثال اللہ تعالیٰ ہے یا وہ شیخ کامل جو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ نفس خود جس طرح گائے کے مُدعی کے قتل سے عالم زندہ ہوا، تو اپنے نفس کو قتل کر عالم زندہ ہو جائیگا اس نفس نے تیری عقل کو فنا کر رکھا ہے اور خود آقا بن بیٹھا ہے اس کو حقیر غلام بنا۔

[۲] مُدعی۔ نفس نے عقل کو فنا کیا اور خود آقا بن بیٹھا، حالانکہ وہ عقل کا غلام تھا۔ کشندہ۔ تمام لوگ ابتداءً گائے ذبح کرنیوالے کے مخالف ہو گئے تھے جیسے عقل۔ وہ نوجوان ہے جس نے گائے ذبح کی تھی اور اللہ تعالیٰ سے بغیر محنت روزی کا طالب بنا تھا۔ روزی۔ خدائے روح اُس وقت حاصل ہوگی جب تن کشی کروگے جو کہ بمنزلہ گائے کے ہے۔

[۳] نفس۔ بدن نفس کیلئے ایسا ہی ہے جیسا کہ گائے کے مُدعی کیلئے گائے تھی۔ خواجہ زادہ۔ جس طرح وہ نوجوان گائے کے مُدعی کے آقا کا پوتا تھا اسی طرح نفس کے اعتبار سے عقل کو سمجھو۔ نفس۔ نفس عقل کا قاتل ہے۔ ارزاق نبی۔ یعنی نبی کی شریعت اور احکام۔ قربان گاؤ۔ یعنی بدن کو مجاہدات کے ذریعہ قربان کرنا

دوشؔ چیزے خوردہ ام ورنہ تمام
میں نے کل کچھ پی لیا ہے، ورنہ پوری
دادمے در دستِ فہمِ تو زِمام
باگ تیری سمجھ کے ہاتھ میں دے دیتا

دوش چیزے خوردہ ام افسانہ است
کل میں نے کوئی چیز پی لی ہے (یہ) کہنے کی بات ہے
ہر چہ می آید زِ پنہاں خانہ است
(ورنہ) جو چیز آتی ہے وہ عالمِ غیب سے ہے

چشم بر اسباب از چہ دوختم
میں نے اسباب پر نظر کیوں جمائی؟
کہ زِ خوش چشماں کرشم آموختم
اسلئے اچھی آنکھوں والوں سے میں نے ادا سیکھی ہے

ہست بر اسباب اسباب دگر
اسبابِ (دنیوی) سے اوپر دوسرے اسباب ہیں
در سبب منگر دراں افگن نظر
(دنیوی) اسباب کو نہ دیکھ، اُن پر نظر ڈال

انبیار در قطعِ اسباب آمدند
انبیار قطعِ اسباب میں ہیں
معجزاتِ خویش بر کیواں زدند
انھوں نے اپنے معجزے زحل پر قائم کئے ہیں

بے سببؔ مر بحر را بشگافتند
اُنھوں نے بلا سبب (ظاہری) کے دریا کو پھاڑا ہے
بے زراعت چاشِ گندم یافتند
انھوں نے بغیر کھیتی کے گیہوں کا ڈھیر پایا ہے

ریگہا ہم آرد شد از سعیِ شاں
اُن کی کوشش سے ریتے آٹا بنے ہیں
پشمِ بُز ابریشم آمد کش کشاں
بھیڑ کی اُون کھچے دار ریشم بنی ہے

جملہ قرآں ہست در قطعِ سبب
پورا قرآن (قطعِ اسباب) پر ناطق ہے
عزؔ درویش و ہلاکِ بولہب
درویش کی عزت اور ابو لہب کی ہلاکت

مرغؔ باپیلے دو سہ سنگ افگند
پرند، ہاتھی پر دو تین کنکریاں گراتا ہے
لشکرِ زفتِ حبش را بشکند
حبش کے بھاری لشکر کو شکست دیدیتا ہے

پیل را سوراخ سوراخ افگند
ہاتھی کے سوراخ سوراخ کر ڈالتی ہے
سنگِ مرغے کو ببالا پر زند
پرند کی کنکری جو اوپر کو اڑتا ہے

دمِؔ گاوِ کشتہ بر مقتول زن
ذبح شدہ گائے کی دُم مقتول پر مار
تا شود زندہ ہماں دم در کفن
تاکہ وہ اُسی وقت کفن میں زندہ ہو جائے

حلق ببریدہ جہد از جائے خویش
گلا کٹا ہوا اپنی جگہ سے اُٹھ پڑے گا
خونِ خود جوید زِ خونِ پالائے خویش
اپنے خون بہانیوالے سے اپنے خون کا مطالبہ کریگا

لہ دوش۔ مئے عشق سے مدہوشی طاری ہونے لگی ہے ورنہ میں غذائے روح حاصل کرنے کی پوری بات بتاتا۔ افسانہ است یعنی سُرور کا سبب میں نے اپنا فعل بتایا یہ محض کہنے کی بات ہے ورنہ ہر چیز خزانۂ غیب سے آتی ہے اور اصل کا سبب ذاتِ خداوندی ہے چشم بر اسباب۔ اگرچہ ہر چیز کا حقیقی سبب ذاتِ خداوندی ہے لیکن اسبابِ ظاہری اختیار کرنا میں نے انبیار سے سیکھا ہے لہٰذا میں نے بھی ظاہری سبب کی طرف دھیان کر لیا تھا خوش چشماں یعنی انبیار کرام ہست۔ اسباب کے علاوہ ایک ذات مُسبب الاسباب ہے۔ انبیار۔ انبیار نے معجزات دکھا کر ثابت کر دیا ہے کہ اسبابِ ظاہری کے علاوہ بھی اور اسباب ہیں۔ کیواں۔ زحل جس کی بلندی مشہور ہے۔

لہ بے سبب۔ بغیر کسی ظاہری سبب کے حضرت موسیٰؑ کے لئے دریائے نیل پھٹ گیا۔ چاش۔ غلہ کا ڈھیر، حضرت موسیٰؑ کیلئے من و سلویٰ اُترتا تھا۔ ریگہا۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے ریت آٹا بن گیا تھا۔ پشم۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کیلئے اُون ریشم بنگیا تھا۔ جملہ قرآں۔ قرآن بتاتا ہے کہ بہت سی نعمتیں بغیر ظاہری اسباب کے میسر ہوئی ہیں۔ درویش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر ظاہری اسباب کے عزت حاصل ہوئی اور ابو لہب باوجود تموّل کے تباہ ہوا — ۵ مرغ۔ ابرہہ حبشی کا ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے تباہ ہوا۔ پیل۔ ہاتھی پر کنکری گرتی تھی اور اسکے بدن کو چھلنی کر دیتی تھی۔ دمِ گاؤ۔ اِس واقعہ کیطرف اشارہ ہے جو سورۂ بقرہ میں مذکور ہے حضرت موسیٰؑ نے ایک گائے ذبح کر کے اسکا گوشت یا دم مقتول پر ماری تو اُسنے زندہ ہو کر قاتل کا پتہ بتادیا۔

ہمچنیں[1] ز آغازِ قُرآں تا تمام
اِسی طرح قرآن کے شروع سے آخیر تک
رفضِ اَسباب ست و عِلَّت والسّلام
اَسباب و علت کا ترک (مذکور ہے)، والسلام

کشفِ ایں نز عقل کارافزا شود
اِس کا کشف کارافزا عقل سے نہیں ہوتا ہے
بندگی کُن تا تُرا پیدا شود
بندگی کر، تاکہ تجھ پر ظاہر ہو جائے

بندِ[2] معقولات آمد فلسفی
فلسفی، معقولات کا پابند ہے
شہسوارِ عقلِ عقل آمد صفی
منتخب (انسان)، عقلِ کُل کا شہسوار ہے

عقلِ عقلت مغز و عقلِ تُست پوست
تیری عقل کی عقل مغز ہے، اور تیری عقل چھلکا ہے
معدۂ حیواں ہمیشہ پوست جُوست
حیوان کا معدہ ہمیشہ چھلکے تلاش کرنے والا ہے

مغز جُو از پوست دارد صد ملال
مغز کا تلاش کرنے والا چھلکے سے نفرت کرتا ہے
مغزِ نغز آں را حلال آمد حلال
اچھا مغز اُس کے لئے حلال ہی حلال ہے

چونکہ قشرِ عقل صد برہاں دہد
عقل کا چھلکا جبکہ سینکڑوں دلائل پیدا کر دیتا ہے
عقلِ کُل کے گام بے ایقاں نہد
(تو) کُلی عقل بغیر یقین کے کب قدم اُٹھائے گی؟

عقل[3] دفترہا کُنَد یکسر سیاہ
عقل دفتروں کو بالکل سیاہ کر دیتی ہے
عقلِ عقل آفاق دارد پُر زماہ
کُلی عقل دنیا کے اطراف کو چاند سے پُر کر دیتی ہے

از سیاہی و سفیدی فارغ ست
(کُلی عقل) سیاہی اور سفیدی سے بے نیاز ہے
نُورِ ماہش بر دل و جاں بازغ ست
اُسکے چاند کی چاندنی دل اور جان پر طلوع کرتی ہے

ایں سیاہ و ایں سفید ار قدر یافت
اِس کالے اور اِس سفید نے اگر کوئی مرتبہ پایا ہے
زاں شبِ قدر ست کاختروار تافت
تو اُس شبِ قدر سے (پایا)، جو ستارے کی طرح چمکتی ہے

قیمتِ ہمیان و کیسہ از زر ست
ہمیانی اور تھیلی کی قدر سونے کی وجہ سے ہے
بے زر آں ہمیان و کیسہ اَبتر ست
وہ ہمیانی اور تھیلی بغیر سونے کے ناقص ہے

ہمچناں کہ قدرِ تن از جاں بُوَد
جس طرح کہ جسم کی قدر جان کی وجہ سے ہے
قدرِ جاں از پرتوِ جاناں بُوَد
جان کی قدر جاناں کے پرتو کی وجہ سے ہے

گر بُدے جاں زندہ بے پرتو کنوں
اگر بے پرتو کی جان زندہ ہوتی
ہیچ گفتے کافراں را مَیِّتُوں
(تو) کبھی وہ (خدا)، کافروں کو کہتا کہ وہ مردے ہیں؟

ہیں بگو کہ ناطقہ جُو مے کَنَد
ہاں کہدے کہ (قوت) گویائی نہر کھود رہی ہے
تا بقرنے بعدِ ما آبے رَسَد
تاکہ ہمارے ایک قرن بعد اُس میں پانی آئے

لے ہمچنیں۔ قرآن اِس کی تعلیم دیتا ہے کہ اَسباب میں تاثیر مُسبّب الاسباب کیوجہ سے ہے۔ کشف۔ یعنی مسبب الاسباب کا موثر ہونا دنیاوی عقل سے سمجھ میں نہ آئیگا اُس کیلئے مجاہدوں کی ضرورت ہے۔

لے بند۔ یعنی فلسفی محض دنیاوی عقل میں مقید ہے۔ صفی۔ برگزیدہ یعنی ولی اللہ۔ عقلِ عقل۔ یعنی وہ نورِ حق جو عقل کو نور بخشتا ہے۔ معدۂ حیواں۔ حیوانات عموماً چھلکے کھاتے ہیں لہٰذا جس پر حیوانیت کا غلبہ ہے وہ دنیاوی عقل کیطرف مائل ہوتا ہے جو کہ بمنزلہ چھلکے کے ہے۔ چونکہ۔ دنیاوی عقل سینکڑوں دلائل پیش کر دیتی ہے جس سے یقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے تو عقلِ کُل بدرجۂ اولیٰ یقینی دلائل پر عمل کرتی ہے۔

سے عقل۔ یعنی عقل دنیوی۔ عقلِ عقل۔ یعنی نورِ حق۔ سیاہی یعنی روشنائی۔ سفیدی۔ یعنی کاغذ۔ نورِ ماہش۔ نورِ حق انسانوں کے دلوں پر طلوع کرتا ہے۔ بازغ۔ چمکنے والا۔ شبِ قدر۔ یعنی نورِ حق۔ قیمت۔ عقل کی مثال ہمیانی کی سی ہے اور نورِ حق کی مثال سونے کی سی ہے۔ قدرِ جاں۔ اگر روح پر پرتوِ خداوندی نہیں ہے تو وہ روح مُردہ ہے اِسی لئے قرآن نے کافروں کو مُردہ قرار دیا ہے۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ فی الحال اگر میری باتیں سمجھنے والے نہیں ہیں تو آئندہ

سلسلہ اگلے صفحہ پر ملیگا

گرچہ[1] ہر قرنے سخن آرے بُوَد
لیک گفتِ سالِفاں یارے بُوَد

اگرچہ ہر دور میں بات کہنے والا ہوگا
لیکن پہلے لوگوں کا کہا ہوا سہارا ہوگا

نے کہ ہم توریت و انجیل و زبور
شد گواہِ صدقِ قرآں اے شکور

کیا ایسا نہیں ہے کہ توریت اور انجیل اور زبور بھی
اے شکر گذار! قرآن کی صداقت کے گواہ بنے ہیں

روزیِ بے رنج جوئی و بے حسیب
کز بہشتت آورد جبرئیل سیب

بے مشقت اور اَن گنت روزی طلب کر
تاکہ جبرئیلؑ تیرے لئے بہشت سے سیب لائیں

بلکہ رزقے از خداوندِ بہشت
بے صُداعِ باغباں بے رنجِ کشت

بلکہ بہشت کے مالک کی جانب سے رزق (ملیگا)
باغبان کی دردسری اور کھیتی کی مشقت کے بغیر

زانکہ نفعِ ناں دراں ناں دادِ اوست
بدہدت آں نفع بے توسیطِ پوست

کیونکہ اس روٹی میں روٹی کا نفع خدا کی دین ہے
تجھے وہ نفع بغیر چھلکے (روٹی) کی وساطت کے دیگا

ذوق پنہاں نقشِ ناں چوں سفرہ ایست
نانِ بے سفرہ ولی را بہرہ ایست

نفع پوشیدہ ہے روٹی کی صورت دسترخوان جیسی ہے
بغیر دسترخوان کی روٹی، ولی کا حصہ ہے

رزقِ[2] جانی کے بری با سعی و جست
جز بعدلِ شیخ کو داؤد تست

تو روحانی رزق (الہٰی) کوشش اور جستجو سے کب حاصل
شیخ کے انصاف کے بغیر جو تیرے لئے (بمنزلہ حضرت) داؤدؑ ہے

نفس چوں با شیخ بیند گامِ تو
از بنِ دنداں شود او رامِ تو

نفس، جب تیرا قدم شیخ کے ساتھ دیکھے گا
تو مجبوراً تیرا فرمانبردار ہو جائے گا

صاحبِ[3] آں گاؤ رام آنگاہ شد
کز دمِ داؤدؑ او آگاہ شد

گائے کا مدعی، اُس وقت فرمانبردار بنا
جب وہ (حضرت) داؤدؑ کے حکم سے واقف ہوگیا

عقل گاہے غالب آید در شکار
بر سگِ نفست کہ باشد شیخ یار

شکار میں عقل اُس وقت غالب آئیگی
تیرے نفس کے کُتّے پر جبکہ شیخ ساتھی ہوگا

نفس اژدرہاست با صد زور و فن
روئے شیخ اورا زمرّد دیدہ کن

نفس سینکڑوں مکر اور فن والا اژدہا ہے
شیخ کا چہرہ اُسکے لئے آنکھیں نکالدینے والا زمرد ہے

گر تو صاحب گاؤ را خواہی بُرُں
چوں خراں سیخش کن آنسو اے حرُوں

اگر تو گائے کے مدعی کو مغلوب کرنا چاہتا ہے
اے سرکش! اُسکو گدھوں کیطرح کھینچ کر اُسطرف لیجا

---

[1] گرچہ۔ وہ آنیوالے سمجھدار خود بھی یہ اسرار بیان کرسکینگے لیکن مثنوی کی باتوں سے انکو تقویت حاصل ہوگی۔ نے کہ۔ پہلی کتابوں نے قرآن کی تصدیق کی، اسی طرح بعد میں آنیوالوں کے اقوال کی میری مثنوی تصدیق کردیگی۔ روزی۔ اب پھر مولانا پہلے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جس طرح اس نوجوان نے خدا سے بغیر محنت کی روزی طلب کی تھی تم بھی طلب کرو۔ بلکہ۔ ایک وقت ایسا آئیگا کہ تمہیں بغیر واسطہ فیض خداوندی حاصل ہونے لگے گا۔ زانکہ۔ روٹی میں جو مخفی نفع ہے وہ محض اللہ کی عطا ہے وہ نفع اللہ تعالیٰ روٹی کے واسطہ کے بغیر بھی عطا فرما دیتا ہے۔ ذوق۔ لذت اور نفع روٹی میں مخفی چیز ہے اور روٹی کی شکل اسکے لئے ایسی ہی ہے جیسا کہ روٹی کیلئے دسترخوان تو وہ طاقت اللہ تعالیٰ بغیر روٹی کی ظاہری شکل کے اپنے اولیاء کو عنایت فرما دیتا ہے۔

[2] رزقِ جانی۔ یعنی روحانی رزق شیخ کے ذریعہ حاصل ہوگا جیسا کہ اس نوجوان کو حضرت داؤدؑ کے انصاف سے رزق حاصل ہوا۔ نفس۔ شیخ کی صحبت نفس کو رام کردیتی ہے۔ از بنِ دنداں۔ یعنی جبراً و قہراً۔

[3] صاحب آں گاؤ۔ گائے کے مدعی کی مثال نفس کی سی ہے وہ تب ہی مطیع بنا جب اُس نے حضرت داؤدؑ کا فیصلہ سنا اسی طرح نفس شیخ کی صحبت سے مطیع ہوگا۔ عقل۔ عقل نفس کا شکار جب کریگی جب شیخ یار بن جائے۔ زمرد۔ مشہور ہے اگرچہ غلط ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے تو شیخ کا وجود نفس کو اندھا کرنے میں زمرد کی تاثیر رکھتا ہے۔ چوں خراں۔ نفس کو گدھے کی طرح کھینچ کر

شیخ کے پاس لیجا

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا — دستش از داماں مکن یکدم رہا
اگر تو اژدہے سے مطمئن ہونا چاہتا ہے — کسی وقت بھی ہاتھ کو اس کے دامن سے جدا کر

خاک شو در پیش شیخِ باصفا — تا ز خاکِ تو بروید کیمیا
صاحبِ باطن شیخ کے سامنے خاک بن جا — تاکہ تیری خاک سے کیمیا پیدا ہو

صد زباں[1] در ہر زبانش صد لغت — زرق و دستانش نیاید در صفت
(نفس کے) سو زبانیں ہیں اور الگ ہر زبان میں [illegible] — اس کا مکر اور حیلہ بازی بیان نہیں ہوسکتی ہے

چوں بنزدیکِ ولی اللہ شود — آں زبانِ صد گزش کوتہ شود
جب وہ اللہ کے ولی کے نزدیک ہوتا ہے — اس کی سو گز لمبی زبان چھوٹی ہوجاتی ہے

مدعیِ گاو نفس[2] آمد فصیح — صد ہزاراں حجت آرد ناصحیح
گائے کا مدعی نفس زبان دراز ہے — غلط قسم کی لاکھوں دلیلیں بیان کرتا ہے

شہر را بفریبد الّا شاہ را — رہ نتاند زد شہِ آگاہ را
شاہ کے علاوہ، شہر کو فریب دیتا ہے — باخبر شاہ، کی راہ زنی نہیں کرسکتا

نفس را تسبیح و مصحف در یمیں — خنجر و شمشیر اندر آستیں
نفس کے داہنے ہاتھ میں تسبیح اور قرآن ہے — آستین کے اندر خنجر اور تلوار ہے

مصحفِ سالوسِ او باور مکن — خویش با او ہمسر و ہمسر مکن
اس کے مکر کے قرآن پر اعتماد نہ کر — اپنے آپ کو اس کا ہمراز اور ہم رتبہ نہ بنا

سوئے حوضت آورد بہرِ وضو — و اندر اندازد ترا در قعرِ او
وہ وضو کرانے کے لئے تجھے حوض کی جانب لاتا ہے — اور تجھے اس کے اندر اس کی گہرائی میں پھینکدیتا ہے

عقلِ نورانی و نیکو طالب است — نفسِ ظلمانی برو چوں غالب است
عقل نورانی اور بہترین طلبگار ہے — تاریک نفس اس پر کیوں غالب ہے

زانکہ او در خانہ عقلِ تو بروں — گرچہ ملکِ اوست لیکن شد زبوں
کیونکہ وہ گھر میں ہے، تیری عقل باہر ہے — (گھر) اگرچہ اس کی ملک ہے لیکن وہ مغلوب ہے

زانکہ او در خانہ عقلِ تو غریب — بر درِ خود سگ بود شیرِ مہیب
کیونکہ وہ گھر میں ہے (اور) تیری عقل مسافر ہے — اپنے دروازے پر کتا خوفناک شیر ہوتا ہے

باش[3] تا شیراں سوئے بیشہ روند — ویں سگانِ کور آنجا بگروند
ٹھہر، کہ شیر کچھار میں پہنچیں — یہ اندھے کتے وہاں مطیع ہوجائیں گے

---

1. صد زباں۔ نفس بہت ہی بت بنا اور مکار ہے اس کے مکروں کی تفصیل ممکن نہیں ہے۔ کوتہ۔ نفس کی زبان شیخ کی صحبت میں کوتاہ ہوجاتی ہے پھر وہ مکاری کی باتیں نہیں کرسکتا۔ مدعی۔ نفس، گائے کے مدعی کی طرح ہے۔ اس مدعی نے بہت سی غلط دلیلیں پیش کردیں۔ شہر کے مدعی کی تقریروں سے تمام لوگ دھوکے میں آگئے تھے حضرت داؤدؑ فریب میں نہ آئے تھے۔
2. نفس۔ نفس بگلا بھگت ہے بظاہر نیک معلوم ہوتا ہے لیکن بباطن بہت شریر ہے۔ مصحف۔ اس کی ظاہری حالت دیکھ کر اس کا ہمراز اور ہمدم نہ بن۔ سوئے حوض نیکی کی دعوت دیتا ہے لیکن اس میں بھی فریب ہوتا ہے۔ عقلِ نورانی۔ عقل جیسی شریف چیز پر کمین نفس کا غلبہ اس وجہ سے ہوجاتا ہے کہ تو عقل سے بیگانہ ہوگیا ہے اور اس کو تو نے اپنے سے دور کردیا اور اپنے اندر نفس کو بسالیا ہے اب وہ نفس کا کتا اپنے گھر پر رہ کر شیر ہوگیا ہے اور عقل ماری ماری پھرتی ہے
3. باش۔ عقلیں جب اپنے اصلی مقام پر مقیم ہونگی تب ان کتوں پر اس کی حقیقت واضح ہوجائے گی۔

مکرِ نفس و تن نداند عامِ شہر ⁽¹⁾ — اُو نگردد جز بوحی القلب قہر
نفس اور جسم کے مکر کو شہر کے عوام نہیں جانتے — وہ دل کی وحی کے بغیر مغلوب نہیں ہوتا

ہر کہ جنسِ اوست یارِ اُو شود — جز مگر داؤدؑ کو شیخت بود
جو اُس کا ہم جنس ہے اُس کا دوست بنجاتا ہے — مگر سوائے داؤدؑ کے جو تیرا شیخ ہے

کو مبدّل گشت و جنسِ تن نماند — ہر کرا حق در مقامِ دل نشاند
جو بدل گیا ہے اور جسم کا ہم جنس نہیں رہا ہے — جس کو اللہ (تعالیٰ) نے دل کی جگہ بٹھایا ہے

⁽²⁾ خلق جملہ علتی اند از کمیں — یارِ علت می شود علت یقیں
تمام لوگ اندر سے بیمار ہیں — یقیناً مرض، مرض کا مددگار ہوتا ہے

ہر خسے دعویِ داؤدی کند — ہر کہ بے تمیز کف در وے زند
ہر کمینہ داؤدؑ ہونے کا دعویٰ کر دیتا ہے — جو بے تمیز ہے اُس سے وابستہ ہو جاتا ہے

چوں ز صیادے شنید آوازِ طیر — مُرغِ ابلہ میکند آں سوئے سیر
جب شکاری سے پرند کی بولی سُنتا ہے — بیوقوف پرند اُس جانب اڑان بھرتا ہے

نقد را از قلب نشناسد غویست — ہیں ازو بگریز اگرچہ معنویست
جو کھرے کو کھوٹے سے نہ پہچانے گمراہ ہے — خبردار! اُس سے گریز کر خواہ وہ نکتہ رس ہو

⁽³⁾ رستہ و بربستہ پیشِ اُو یکے ست — گر یقیں دعوے کند اُو در شکے ست
آزاد اور گرفتار اُس کے نزدیک یکساں ہے — اگرچہ یقین کا دعویٰ کرے وہ شک میں (مبتلا) ہے

اینچنیں کس گر ذکیِ مطلق ست — چونکش ایں تمیز نبود احمق ست
ایسا شخص خواہ پورا ذہین ہے — جب اُس کو یہ تمیز نہ ہو وہ احمق ہے

ہیں ازو بگریز چوں آہو ز شیر — سُوئے اُو مشتاب اے دانا دلیر
خبردار! اُس سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے ہرن — اے عقلمند بہادر! اُس کی جانب نہ جا

گریختن عیسیٰ علیہ السلام بر فرازِ کوہ از احمقان و
بیوقوفوں کی وجہ سے (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کا پہاڑی کی بلندی پر بھاگ کر

شخصے در پے اُو رفتن و سوال کردن
جانا اور ایک شخص کا اُن کے پیچھے جانا اور سوال کرنا

۱ے اُو۔ نفس بھی دل کی وحی سے مغلوب ہوتا ہے جیسا کہ مدعی گاؤ حضرت داؤدؑ کی قلبی وحی سے مغلوب ہوا ورنہ شہر والے اُس کو سچا سمجھ رہے تھے۔ ہر کہ۔ جو نفس کا ہم جنس ہوتا ہے وہ اُس کی بات کو سچا سمجھ لیتا ہے، شیخ چونکہ داؤدؑ کی طرح ہے وہ اُس کے فریب میں نہیں آتا ہے۔ کو مبدّل۔ شیخ کامل وہ ہے جو جسمیت کو ختم کر کے مجسّم رُوح بن جائے اور اسطرح سے مظہرِ خدا بن جائے جس طرح دل مظہرِ خدا ہے

۲ے خلق۔ عوام باطنی مریض ہیں اور بیماری، بیماری کی مددگار ہوتی ہے لہٰذا عوام ظالم کی حمایت کیا کرتے ہیں۔ ہر خسے۔ دنیا میں بہت سے مکّار اور فریبی ہیں جو شیخ ہونے کے مدعی بن جاتے ہیں اگر انسان میں پہچاننے کی قوّت نہیں ہوتی ہے تو وہ اُن کے مکر میں پھنس جاتا ہے۔ چوں۔ یہ احمق جنہیں سچے اور جھوٹے پیر کی پہچان نہیں ہے اُس بیوقوف پرند کی طرح ہیں جو شکاری کی سیٹی کو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ لیتا ہے اور پھنستا ہے۔ نقد۔ اِن احمقوں میں کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں ہے ایسے احمقوں سے گریز چاہیئے خواہ وہ کتنا ہی نکتہ رس اور ذہین ہو۔

۳ے رستہ۔ ایسے احمقوں کو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی، اگر ایسے احمق یقین کا دعویٰ کریں تو وہ یقیناً مشکوک ہے۔ اینچنیں۔ ایسا احمق خواہ کتنا ہی ذہین ہو اُس کو احمق سمجھو اور اُس سے اِس طرح بھاگو جس طرح ہرن شیر سے بھاگتا ہے۔ گریختن۔ اس قصّے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حماقت کا مرض عذابِ الٰہی اور لاعلاج ہے۔

عیسیٔ مریمؑ[1] بکوہے می گریخت — شیر گوئی خونِ او میخواست ریخت

(حضرت) عیسیٰ ابن مریمؑ ایک پہاڑ کیطرف بھاگ رہے تھے — گویا، شیر اُن کا خون بہانا چاہتا ہے

آں یکے در پے دَوید و گفت خیر — در پیت کس نیست چہ گریزی چو طیر؟

ایک شخص پیچھے دوڑا اور بولا خیریت ہے — آپ کے پیچھے کوئی نہیں ہے پرندکیطرح آپ کیوں دوڑ رہے ہیں؟

با شتاب او آنچناں میتاخت جفت — کز شتاب خود جواب او نگفت

جلدی میں وہ اس طرح چست بھاگ رہے تھے — کہ اپنی جلدی میں اُس کو جواب نہ دیا

یک دو میداں در پے عیسیٰؑ براند — پس بجدّ جہد عیسیٰؑ را بخواند

وہ ایک دو میدان (حضرت) عیسیٰؑ کے پیچھے بھاگا — پھر کوشش سے (حضرت) عیسیٰؑ کو پکارا

کز پئے مرضاتِ حق[2] یک لحظہ ایست — کہ مرا اندر گریزت مشکلے ست

کہ خدا کی خوشنودی کے لئے تھوڑی دیر ٹھہریئے — کیونکہ آپ کے بھاگنے میں میرے لئے مشکل (درپیش) ہے

از کہ ایں سو می گریزی اے کریم — نے پیت شیر و نہ خوف خصم و بیم

اے صاحبِ کرم! اِدھر کو آپ کس سے بھاگ رہے ہیں؟ — آپ کے پیچھے نہ شیر ہے نہ دشمن کا ڈر اور خوف

گفت از احمق گریزانم برو — می رہانم خویش را بندم مشو

فرمایا جا میں بیوقوف سے بھاگ رہا ہوں — میں اپنے آپ کو چھڑا رہا ہوں، مجھے نہ روک

گفت آخر آں مسیحا نہ توئی — کہ شود کور و کر از تو مستوی

اُس نے کہا آخر آپ وہی مسیحا نہیں ہیں — کہ آپ کے ذریعہ اندھا اور بہرا تندرست ہو جاتا ہے

گفت آرے[3] گفت آں شہ نیستی — کہ فسونِ غیب را ماویستی

انھوں نے فرمایا ہاں، اُسنے کہا آپ وہ شاہ نہیں ہیں؟ — کہ آپ غیبی منتر کے ماویٰ (وملجا) ہیں

چوں بخوانی آں فسوں بر مردۂ — بر جہد چوں شیر صید آوردۂ

آپ جب وہ منتر کسی مُردے پر پڑھتے ہیں — وہ (مُردہ) شکاری شیر کی طرح کود پڑتا ہے

گفت آرے آں منم گفتا کہ تو — نے ز گِل مرغاں کنی اے خوبرو

انھوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں اُس نے کہا کہ — اے حسین! کیا مٹی سے پرندے نہیں بنا دیتے

بر دمی در وے سبک تا جاں شود — در ہوا اندر زماں پراں شود

آپ اُس میں آہستہ سے پھونک مارتے ہیں تو وہ زندہ ہو جاتا ہے — (اور) فوراً ہی ہوا میں اُڑنے لگتا ہے

گفت آرے گفت پس اے روحِ پاک — ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک

انھوں نے فرمایا ہاں، اُسنے کہا، تو اے پاک روح! — آپ جو چاہتے ہیں کرلیتے ہیں، پھر کس کا ڈر ہے

---

[1] عیسیٰ۔ یعنی ابن مریم اس طرح پہاڑ کی جانب بھاگے جارہے تھے جیسے کہ گویا کوئی شیر اُن کے خون کے درپے ہے ایک شخص اُن کے پیچھے دوڑا اور بھاگنے کا سبب پوچھنے لگا لیکن وہ اس قدر تیز بھاگ رہے تھے کہ اُسکو جواب دے سکے

[2] کز پئے مرضات۔ اُس شخص نے بھاگ کر اور اُن سے قریب ہوکر کہا خدا کے لئے رُک جایئے اور میرا جواب دیدیجئے۔ گفت حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا میں ایک احمق سے بھاگ رہا ہوں تو مجھے نہ روک۔ گفت۔ اُس شخص نے کہا آپ کے دم کرنے سے تو اندھے بہرے اچھے ہوجاتے ہیں، آپ احمق کی حماقت سے اِس قدر خوفزدہ کیوں ہیں؟

[3] گفت آرے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ تیرا کہنا درست ہے۔ گفت آں شہ۔ پیچھے بھاگنے والے نے کہا آپ تو وہی شاہ ہیں جنکو اسم اعظم آتا ہے جب وہ آپ مُردے پر پڑھتے ہیں تو وہ شکاری شیر کی طرح زندہ ہوجاتا ہے۔ گفت۔ انھوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں جو تو کہتا ہے، تو اُس نے کہا آپ تو مٹی سے پرند بنا کر اُڑا دیتے ہیں اُنمیں پھونک مار دیتے ہیں تو اُڑنے لگتا ہے۔ گفت آرے۔ انھوں نے اقرار کیا تو اُسنے پھر کہا جب آپکے پاس ایسے معجزے ہیں

باچنیں برہاں کہ باشد در جہاں ‏— کہ نباشد مر ترا از بندگان
ایسی دلیلوں کے ہوتے ہوئے دنیا میں کون ہوگا؟ — جو آپ کے غلاموں میں سے نہ ہو

گفت[1] عیسیٰؑ کہ بذاتِ پاکِ حق — مُبدعِ تن خالقِ جاں در سَبَق
(حضرت) عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ کی پاک ذات کی قسم — جو کہ جسم کا پیدا کرنیوالا' ازل میں روح کا خالق ہے

حُرمتِ ذات و صفاتِ پاکِ اُو — کہ بُوَد گردوں گریباں چاکِ اُو
اُس کی پاک ذات' اور صفات کی قسم — جس کے لئے آسمان گریبان پھاڑے ہوئے ہے

کاں فسون و اسمِ اعظم راکہ من — بر کَر و بر کور خواندم شد حسن
کہ وہ منتر اور اسمِ اعظم جو میں نے — بہرے اور اندھے پر پڑھا وہ اچھا ہوگیا

بر کُہِ سنگیں بخواندم شد شگاف — خرقہ را بدرید بر خود تا بناف
پتھریلے پہاڑ پر میں نے پڑھا وہ شق ہوگیا — اُس نے ناف تک پیرہن پھاڑ ڈالا

بر[2] تنِ مُردہ بخواندم گشت حَی — بر سرِ لاشیٔ بخواندم گشت شیٔ
میں نے مُردہ جسم پر پڑھا وہ زندہ ہوگیا — میں نے ناچیز پر پڑھا وہ چیز ہوگیا

خواندم آں را بر دلِ احمق بہ وُد — صد ہزاراں بار و درمانے نشد
میں نے محبت سے اُس کو بیوقوف کے دل پر پڑھا — لاکھوں بار، اور کوئی علاج نہ ہوا

سنگِ خارا گشت وزاں خُو بر نگشت — ریگ شد کز وے نروید ہیچ کشت
سنگِ خارا بن گیا اور اُس عادت سے نہ ہٹا — ریت بن گیا جس سے کوئی کھیتی نہ اُگے

گفت[3] حکمت چیست کانجا اسمِ حق — سُود کرد اینجا نبود آں را سبق
اُس نے کہا کیا راز ہے کہ وہاں اسمِ اعظم نے — فائدہ کیا، اِس جگہ وہ نہ چلا

آں ہماں رنجست و ایں رنجے چرا — اُو نشد ایں را و آں را شد دوا
وہ بھی بیماری ہے' اور یہ بھی بیماری' کیوں — وہ اِس کیلئے (دوا) نہ ہوا اور اُسکے لئے دوا بن گیا؟

گفت رنجِ احمقی قہرِ خدا است — رنجِ کوری نیست قہر آں ابتلا ست
فرمایا' بیوقوفی کی بیماری خدا کا عذاب ہے — اندھے پن کی بیماری عذاب نہیں ہے وہ آزمائش ہے

ابتلا رنجیست کاں رحم آورد — احمقی رنجیست کاں زخم آورد
آزمائش وہ بیماری ہے جو رحم لاتی ہے — بیوقوفی وہ بیماری ہے جو زخم پیدا کرتی ہے

بر سر آرد زخم رنجِ احمقی — رحم نبود چارہ جوئی آں شقی
بیوقوفی کا مرض سر کو زخمی کرتا ہے — اُس بدبخت کی چارہ جوئی رحم سے نہیں ہوتی

---

[1] گفت - اُس سوال کرنیوالے کے جواب میں فرمایا۔ مُبدع - ایجاد کرنیوالا۔ سبق - ازل۔ گریبان چاک - یعنی عاشق۔ کاں - بیشک اُس اسمِ اعظم کا یہی اثر ہے کہ اُس سے اندھے بہرے اچھے ہوجاتے ہیں۔ ہر کُہ - پہاڑ اُس کی عظمت و ہیبت سے پھٹ جاتے ہیں۔

[2] بر تن - اسمِ اعظم مُردے پر پڑھا جائے تو وہ زندہ ہوجاتا ہے۔ لاشیٔ - یعنی اسمِ اعظم پڑھنے سے معدوم موجود ہوجاتا ہے۔ وُد - محبت۔ سنگِ خارا - یعنی احمق پر اسمِ اعظم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ اُلٹا اثر ہوا کہ وہ اور سخت ہوگیا۔ خو - یعنی حماقت کی عادت۔

[3] گفت - اُس سوال کرنے والے نے کہا اس میں کیا راز اور حکمت ہے کہ احمق پر اسمِ اعظم بھی اثر نہیں کرتا۔ گفت - حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ حماقت عذابِ الٰہی ہے اور اندھاپن ایک آزمائش ہے جو آزمائش میں جو مبتلا ہوتا ہے اُس پر رحم کیا جاتا ہے اور احمق پر جوتے برسائے جاتے ہیں۔ احمقی - حماقت پر ہر شخص کو غصہ آتا ہے۔

آنچہ[1] داغِ اُوست مُہرِ او کردہ است
جو اُس کا داغ ہے، (گویا اللہ تعالیٰ) نے مُہر لگا دی ہے
چارۂ بروے نیارد بُردہ دست
کوئی تدبیر اس پر قابو نہیں پا سکتی

زاحمقاں بگریز چوں عیسیٰؑ گریخت
بیوقوفوں سے اِسطرح بھاگ جیسے حضرت عیسیٰؑ بھاگ گئے
صحبتِ احمق بسے خونہا کہ ریخت
احمق کی صحبت نے بہت خون بہائے ہیں

اندک اندک آب را دُزدد ہوا
ہوا، پانی کو تھوڑا تھوڑا چُراتی ہے
وینچنیں دُزدد ہم احمق از شما
اِسی طرح بیوقوف تم میں سے چُراتا ہے

گرمیت را دُزدد و سردی دہد
وہ تیری گرمی کو چُراتا ہے اور سردی پیدا کرتا ہے
ہمچناں کو زیرِ خود سنگے نہد
جس طرح کہ وہ اپنے نیچے پتھر رکھتا ہے

آں گریزِ عیسوی نز بیم بُود
(حضرت) عیسیٰؑ کا بھاگنا خوف سے نہ تھا
ایمن ست اُو از پے[2] تعلیم بُود
وہ محفوظ تھے، تعلیم دینے کے لئے تھا

زمہریر ار پُر کُند آفاق را
اگر سردی، تمام دنیا کو بھر دے
چہ غم آں خورشید با اشراق را
روشن سورج کو کیا غم ہے!

ہر کرا گرمی بود از نورِ حق
جس کو اللہ تعالیٰ کے نور کی گرمی حاصل ہو
اُو چہ غم دارد ز سردیہائے دق
اُس کو تھکانے والی سردی کا کیا غم ہے!

قصۂ اہلِ سبا و حماقتِ ایشاں و اثر ناکردنِ پندو نصیحتِ انبیاء در ایشاں

اہلِ سبا اور ان کی بے وقوفی اور انبیاء کی نصیحت کا اُن پر اثر نہ کرنے کا قصہ

یادم آمد قصۂ اہلِ سبا[3]
مجھے اہلِ سبا کا قصہ یاد آگیا
کز دمِ احمق صباشاں شد وبا
احمقانہ باتوں سے صبا ہوا اُن کیلئے وبا بنگئی

آں سبا ماند بشہرے بس کلاں
وہ سبا بہت بڑے شہر جیسا تھا
در فسانہ بشنوی از کودکاں
تو نے بچوں سے قصہ میں سُنا ہوگا

کودکاں افسانہا می آورند
بچے قصے بیان کرتے ہیں
درج در افسانہ شاں صد گونہ پند
ان کے افسانوں میں سو قسم کی نصیحت درج ہوتی ہے

ہزلہا گویند در افسانہا
افسانوں میں مذاق کی باتیں کہتے ہیں
گنج می جُو در ہمہ ویرانہا
تو ہر ویرانے میں خزانہ تلاش کر

ف۱ آنچہ۔ حماقت کا اثر اللہ تعالیٰ کی ایک مُہر ہے جس پر کوئی تدبیر مؤثر نہیں ہوتی ہے۔ زاحمقاں — بیوقوفوں سے اسی طرح بھاگو جس طرح حضرت عیسیٰ بھاگے تھے۔ اندک۔ جس طرح ہوا تھوڑا تھوڑا پانی چُراتی رہتی ہے اور حوض خشک ہوجاتی ہے اسی طرح بیوقوف کی صحبت تیرے اچھے اوصاف چُراتی رہتی ہے۔ گرمیت۔ بھلائیوں کے لئے گرم جوشی کو اُس کی صحبت سردی اور کاہلی سے تبدیل کر دیتی ہے۔

ف۲ پے تعلیم۔ حضرت عیسیٰؑ کا احمق سے بھاگنا دوسروں کی تعلیم کے لئے تھا۔ زمہریر۔ اگر تمام دنیا میں سردی پھیلی ہوئی ہو تب بھی سورج کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ہر کرا۔ حضرت عیسیٰؑ کو نورِ حق کی گرمی حاصل تھی کسی احمق کی حماقتوں سے وہ متاثر نہیں ہوسکتے تھے

ف۳ سبا۔ ایک شہر کا نام ہے۔ صبا۔ پُروا ہوا۔ وبا۔ بیماری۔ کودکاں۔ بچوں کی کہانیوں اور افسانوں میں بھی ایک نصیحت کا پہلو ہوتا ہے۔ ہزلہا۔ افسانوں میں عموماً مذاق کی باتیں ہوتی ہیں لیکن حکمت کے خزانے کی تلاش کرنیوالے کے لئے ضروری ہے کہ ہر ویرانہ میں خزانہ تلاش کرے۔

بُود[1] شہرے بس عظیم و مہ و لے — قدر اُو چوں قدرِ سکرہ بیش نے
وہ (سبا) بہت بڑا اور عظیم شہر تھا لیکن — اُس کا رتبہ سکورہ کے رتبہ سے زیادہ نہ تھا

بس عظیم و بس فراخ و بس دراز — سخت زفت و زفت اندازہ پیاز
بہت بڑا، بہت وسیع، اور بہت لمبا — پیاز کی طرح بہت تہ بہ تہ

مَردُم دہ شہر مجموع اندرو — لیک جملہ سہ تن ناشستہ رُو
اس میں دس شہروں کے انسانوں کا مجموعہ تھا — لیکن سب مل کر تین گندے شخص (تھے)

اندرو نوعِ خلائق بے شمار — لیک آں جملہ سہ خام پختہ خوار
اُس میں بے شمار مخلوق کی قسمیں (تھیں) — لیکن وہ سب تین (شخص)، ناقص، پکی پکائی کھانے والے (تھے)

جان[2] ناکردہ بجاناں تاختن — گر ہزاران ست باشد نیم تن
جان کو جاناں کی طرف نہ کر کے دوڑنا — اگرچہ وہ ہزاروں ہوں آدھا شخص ہوں گے

آں یکے بس دُور بین و دیدہ کور — از سلیمان کور و دیدہ پائے مور
(انہیں سے) ایک اندھی آنکھوں والا دور تک دیکھ لینے والا — سلیمان کے بارے میں اندھا اور چیونٹی کا پاؤں دیکھنے والا

واں دگر بس تیز گوش و سخت کر — گنج و در وے نیست یک جو سنگ زر
دوسرا بہت تیز کان والا، اور سخت بہرا — خزانہ اور اُس میں ایک جَو کے وزن کا سونا نہیں ہے

واں دگر عور و برہنہ لاشہ تاز — لیک دامنہائے جامہ اُو دراز
دوسرا ننگا اور برہنہ، مریل ٹٹو دوڑانے والا — لیکن اُس کے کپڑوں کے دامن بہت لمبے

گفت کور اینک سپاہے میر سند — من ہمی بینم کہ چہ قوم اند و چند
اندھے نے کہا، یہ سپاہی پہنچ رہے ہیں — میں دیکھ رہا ہوں، کہ وہ کونسی قوم اور کس قدر ہیں

گفت[3] کر آرے شنیدم بانگِ شاں — کہ چہ میگویند پیدا و نہاں
بہرے نے کہا ہاں میں نے اُنکی آواز سُن لی — کہ وہ آہستہ اور زور سے کیا کہہ رہے ہیں

آں برہنہ گفت ترساں زیں منم — کہ بِبُرند از درازی دامنم
ننگا بولا، میں اِس سے خوف زدہ ہوں — کہ لمبائی کی وجہ سے میرا دامن نہ کاٹ لیں

کور گفت اینک بنزدیک آمدند — خیز بگریزیم پیش از زخم و بند
اندھے نے کہا، اب وہ قریب آگئے ہیں — اٹھو ہم پکڑے جانے اور پٹنے سے پہلے بھاگ جائیں

کر ہمی گوید کہ آرے مشغلہ — می شود نزدیک تر یاراں ہلہ
بہرا کہہ رہا تھا، کہ ہاں شور و غل — خبردار، اے دوستو! بہت نزدیک آرہا ہے

[1] بود شہرے۔ سبا بہت بڑا شہر تھا لیکن اللہ کے نزدیک اُس کا رتبہ مٹی کے پیالے سے زیادہ نہ تھا۔ سخت زفت۔ اور پیچ پیاز کے چھلکوں کی طرح تھا اور اُسمیں آبادی تھی۔ مردم۔ آبادی کی تعداد تو دس شہروں کی آبادی کی تعداد کے برابر تھی لیکن سب لوگ اُس میں گندے قسم کے تھے۔ سہ خام۔ وہ تینوں ہی عقل کے کچے اور کھانے کے پکے تھے۔

[2] جان ناکردہ۔ ایسے لوگ جن کی روح محبوبِ حقیقی سے وابستہ نہ ہو اگر لاکھوں بھی ہیں تو آدھا شخص ہیں۔ آں یکے۔ ایک قسم تو یہ تھی کہ آخرت کے معاملہ میں اندھے اور دنیا داری میں بڑے دُور بین۔ سلیمانؑ۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں اندھے پائے مور۔ دنیا کی معمولی سے معمولی بات کے بڑے بینا۔ واں دگر۔ دوسری قسم وہ تھی جو نیک بات سننے میں بہری اور بُری بات سن لینے میں کانوں کی بہت تیز تھی۔ گنج۔ وہ شہر سبا دنیوی مال و دولت کے اعتبار سے خزانہ تھا لیکن نیکی اور بھلائی اُسمیں ذرہ برابر نہ تھی۔ واں دگر۔ تیسری قسم ایسے لوگوں کی تھی جن کا ظاہری لباس لمبا چوڑا لیکن تقوے کے لباس سے ننگے تھے۔

[3] گفت کر۔ بہرا بولا وہ جو کچھ باتیں کر رہے ہیں میں سب سُن رہا ہوں۔ آں برہنہ۔ ننگے نے کہا مجھے ڈر ہے کہ میرے دراز دامن نہ کاٹ لیں۔ کور گفت

آں برہنہ گفت آوہ[1] دامنم — **از طمع بُرند و من ناایمنم**
ننگے نے کہا، ہائے میرا دامن! — لالچ میں کاٹ لیں گے، اور میں محفوظ نہیں ہوں

شہر را ہشتند و بیروں آمدند — **وز ہزیمت در دہے اندر شدند**
انھوں نے شہر چھوڑ دیا اور باہر نکل آئے — اور پسپائی سے وہ ایک گاؤں میں گھس گئے

اندراں دہ مرغ فربہ یافتند — **لیک ذرہ گوشت نے بر وے نزند**
انھوں نے اس گاؤں میں ایک موٹا مرغ پایا — لیکن اس پر ذرہ برابر گوشت نہ تھا، لاغر تھا

کور دید و آں کر آوازش شنید — **عور بگرفت و بداماں در کشید**
اندھے نے اسکو دیکھا اور بہرے نے اسکی آواز سنی — ننگے نے اس کو پکڑ لیا اور دامن میں چھپا لیا

مرغ مُردہ خشک از زخمِ کلاغ — **استخوانہا زار گشتہ چوں پناغ**
مرغ مُردہ کوے کی ٹھونگوں سے خشک (تھا) — ہڈیاں دھاگے کی طرح لاغر تھیں

پس طلب کردند و دیگے یافتند — **بے سر و بے بُن، بُسک بشتافتند**
انھوں نے تلاش کیا، اور ایک دیگچی پالی — جس کے نہ سر تھا نہ تلی، جلدی دوڑے

بر سرِ[2] آتش نہادند آں سہ[3] تن — **مرغ فربہ را بدیگ اندر زفن**
انہی تینوں نے آگ پر رکھا — موٹے مرغ کو دیگچی میں ہنرمندی سے

آتشش کردند چنداں اے پسر — **کاستخواں شد پختہ لحمش بیخبر**
اے بیٹا! انھوں نے اس قدر پکایا — کہ ہڈیاں پک گئیں اسکے گوشت کو پتہ نہ ہوا

زاں ہمی خوردند چوں از صید شیر — **ہر یکے زاں خوردنش چوں پیل سیر**
انھوں نے اس کو اسطرح کھایا جسطرح شیر شکار کو — اسکے کھانیسے ہر ایک ہاتھی کی طرح پیٹ بھرا ہو گیا

ہر سہ[3] زاں خوردند بس فربہ شدند — **چوں سہ پیلِ بس بزرگ و مہ شدند**
تینوں نے اس میں سے کھایا، بہت موٹے ہو گئے — تین موٹے، اور بڑے ہاتھیوں کی طرح ہو گئے

آنچناں کز فربہی ہر یک جواں — **در نگنجیدے ز زفتی در جہاں**
ایسے کہ ہر ایک جوان موٹاپے کی وجہ سے — بھاری پن سے، دنیا میں نہ سماتا تھا

باچنیں گبزی و ہفت اندام زفت — **از شگافِ در بروں جستند تفت**
ایسے موٹاپے، اور ساتوں موٹے اعضا کے باوجود — تیزی سے دروازے کی درز سے باہر نکل گئے

راہِ مرگِ خلق ناپیدا رہی ست — **در نظر ناید کہ آں بیجا رہی ست**
مخلوق کی موت کا راستہ پوشیدہ راستہ ہے — وہ دکھائی نہیں دیتا ہے کیونکہ لامکانی راستہ ہے

---

[1] آوہ۔ افسوس۔ ایمن۔ مطمئن۔ شہر را۔ تینوں شہر چھوڑ کر بھاگے اور ایک گاؤں میں پہنچے۔ ہزیمت۔ پسپائی۔ نزند۔ لاغر، بژمردہ۔ زخمِ کلاغ۔ کوے کا ٹھونگے مارنا۔ پناغ۔ کچا دھاگا، مکڑی کا جالا۔ بے سر۔ یعنی اُن کو ایسی ہانڈی ملی جس کا نہ گلا تھا نہ تلا۔

[2] بر سرِ آتش۔ یعنی اُس مُردہ مرغ کو ہانڈی میں ڈالکر پکانا شروع کیا۔ آتشش۔ یعنی اس کو اِس طرح پکایا کہ ہڈی گل گئی اور گوشت کچا ہی رہا۔ زاں۔ اُس مُردہ مُرغ کو انھوں نے اس طرح کھایا جس طرح شیر اپنا شکار کھاتا ہے اور اس طرح پیٹ بھر لیا جیسا کہ ہاتھی پیٹ بھرتا ہے۔

[3] ہر سہ۔ تینوں اِس مُردہ مُرغ کو کھا کر ہاتھیوں کی طرح بن گئے۔ آنچناں۔ اُن میں سے ہر ایک ایسا پھولا کہ دنیا میں نہیں سمارہا تھا۔ باچنیں۔ لیکن اس موٹاپے کے باوجود وہ کواڑوں کی درز سے نکل بھاگے۔ گبز۔ فربہ۔ ہفت اندام۔ سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں۔ شگاف۔ درز۔ راہِ مرگ۔ کواڑ کی درز سے موت کا راستہ مراد ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا ہے۔ بیجا۔ لامکانی۔

نک پیاپے کاروانہا مقتفی[۱] — زیں شگافِ در کہ ہست آں مختفی

قافلے پے در پے آگے پیچھے جا رہے ہیں — دروازے کی اس دَرز سے جو پوشیدہ ہے

بر درار جوئی نیابی آں شگاف — سخت ناپیدا و زو چندیں زفاف

اگر تو دروازے میں تلاش کریگا وہ درز نہ پائیگا — بالکل پوشیدہ ہے اور اس میں سے سقدر روانگی ہے

اے ضیاء الحق حسام الدیں عیاں — باز باید کرد شرحِ ایں بیاں

اے ضیاء الحق حسام الدین، واضح (طور پر) — اس بیان کی پھر شرح کرنی چاہیئے

اے پسر ہر مختصر افسانہ نیست — آشنا را روئے در بیگانہ نیست

اے بیٹا! ہر مختصر افسانہ نہیں ہے — جاننے والے کا رخ، بیگانہ کی طرف نہیں ہے

شرحِ آں کورِ دور بین و آں کرِ تیز شنو و آں برہنہ دراز دامن

اُس کورِ دور تک دیکھنے والے اندھے اور اُس تیز سننے والے بہرے اور اُس لمبے دامن والے ننگے کی شرح

کر[۲] امل را داں کہ مرگِ ما شنید — مرگِ خود نشنید و نقلِ خود ندید

بہرا، امید کو سمجھ کہ اُسنے ہماری موت کی خبر سنی — اپنی موت کو نہیں سنا اور اپنے منتقل ہونے کو نہ دیکھا

حرص نابیناست بیند مو بمو — عیبِ خلقاں او بگوید کو بکو

لالچ اندھا ہے، بال بال دیکھتا ہے — لوگوں کا عیب کوچہ بکوچہ بیان کرتا ہے

عیبِ خود یک ذرہ چشمِ کورِ او — می نہ بیند گرچہ ہست او عیب جُو

اُس کی اندھی آنکھ اپنا عیب ذرہ برابر بھی — نہیں دیکھتی، اگرچہ وہ عیب جُو ہے

عور می ترسد کہ دامانش بُرند — دامنِ مردِ برہنہ کے دَرند

ننگا، ڈرتا ہے کہ اُس کا دامن کاٹ لینگے — (حالانکہ) ننگے انسان کا دامن کب پھاڑتے ہیں؟

مردِ[۳] دنیا مفلس ست و ترسناک — ہیچ او را نیست از دزدانش باک

دنیا دار انسان مُفلس ہے اور خوفزدہ ہے — اُس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اُسکو چوروں کا کیا ڈر؟

او برہنہ آمد و عُریاں رَوَد — وز غمِ دزدش جگر خوں میشود

وہ ننگا آیا، اور ننگا جائے گا — اور چور کے غم سے اُس کا جگر خون ہوتا ہے

وقتِ مرگش کہ بُوَد صد نوحہ بیش — خندہ آید جانش را زیں ترسِ خویش

اُسکے مرنے کیوقت جبکہ سینکڑوں نوحے پیشگی ہوتے ہیں — اُس کی جان کو اپنے اس خوف سے ہنسی آتی ہے

آں زماں داند غنی کِش نیست زر — ہم ذکی داند کہ او بُد بے ہُنر

اُسوقت مالدار جان جاتا ہے کہ اُسکے پاس مال نہیں ہے — (اور) ذہین بھی جان لیتا ہے کہ وہ بے ہنر تھا

[۱] مقتفی۔ پیچھے۔ مختفی۔ پوشیدہ بر در۔ کواڑوں کا وہ شگاف نظر نہیں آتا ہے۔ زفاف۔ دلہن کو دولہا کے پاس بھیجنا یعنی انسانوں کی دارِ آخرت کی طرف روانگی۔ اے پسر۔ ہر قصہ محض افسانہ نہیں ہوتا جو معارف کو جانتے ہیں اُس سے اچھے نتائج نکال لیتے ہیں۔ بیگانہ۔ یعنی اہلِ دل کے لئے وہ قصہ بیکار نہیں ہوتا ہے

[۲] کر۔ اس قصہ میں بہرے سے انسان کی تمنائیں مُراد ہیں، تمنا اور اُمید دوسروں کی موت کی خبر سنتی ہے اپنی موت کی خبر سے بہری ہوتی ہے اور دنیا سے اپنے منتقل ہونے کو نہیں دیکھتی۔ حرص۔ اِس قصہ میں اندھے سے مُراد انسان کی حرص ہے جو اپنے عیوب سے اندھی ہے اور دوسروں کا عیب خوب دیکھتی ہے۔ عور۔ ننگے سے مُراد وہ شخص ہے جو نیک اعمال سے خالی اور آخرت کی دولت سے مُفلس ہے۔

[۳] مردِ دنیا۔ دنیا دار مُفلس ہے اسلئے کہ دنیوی دولت آخرت میں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔ او برہنہ۔ دنیا دار ننگا پیدا ہوا اور تقوے کے لباس سے ننگا مرے گا۔ وقتِ مرگ۔ جب اس دنیا کی دولت کی حقیقت کھُل جائیگی جس پر چوروں کا خوف کھاتا تھا تو اپنے اوپر ہنسے گا۔ آں زماں۔ جب دنیاوی دولت

چوں کنارِ کودکے پُر از سفال ¹ — کو بَراں لرزاں بود چوں ربِّ مال

جیسا کہ بچہ کی گود جو ٹھیکروں سے بھری ہوئی ہے — جو اُن کے لئے ایسا لرزتا ہے جیسا کہ مالدار

گر ستانی پارۂ گریاں شَوَد — پارہ گر بازش دہی خنداں شَوَد

اگر تو اُس کا ٹھیکرا لے لے تو وہ رونے لگے — اگر تو اُس کو ٹھیکرا دو بارہ دیدے تو وہ ہنسنے لگے

چوں نباشد طفل را دانش دِثار — گریہ و خندش ندارد اعتبار

چونکہ بچے کو عقل کا لباس حاصل نہیں ہے — اُس کا رونا اور ہنسنا اعتبار نہیں رکھتا ہے

² محتشم چوں عاریت را مِلک دید — پس براں مالِ دروغیں می طپید

مالدار نے چونکہ مانگی ہوئی چیز کو ملکیت سمجھا — اس لئے اس غلط مال پر تڑپتا ہے

خواب می بیند کہ او را ہست مال — ترسد از دُزدے کہ بُربایدِ جوال

خواب دیکھتا ہے کہ اُس کا مال ہے — چور سے ڈرتا ہے کہ تھیلا اڑا لے جائیگا

چوں ز خوابش بر جہاند گوش کش — پس ز ترسِ خویش تسخر آیدش

جب کان کھینچنے والا اُس کو نیند سے اٹھاتا ہے — تو اپنے خوف سے اُس کو ہنسی آتی ہے

ہمچناں لرزانیِ ایں عالماں — کہ بود شاں علم و عقلِ ایں جہاں

اِسی طرح کا اِن ہنرمندوں کا خوف ہے — جن کو اس دنیا کا علم و عقل ہے

از پے ایں عاقلانِ ذو فنون — گفت ایزد در نُبے لَا یَعْلَمُوْن

انہی ہنرمند عقلمندوں کے لئے — قرآن میں (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا "وہ نہیں جانتے"

ہر یکے ترساں ز دُزدیِ کسے — خویشتن را علم پندارد بسے

ہر شخص کسی کے چرا لینے سے ڈرتا ہے — اپنا علم بہت سمجھتا ہے

³ گوید او کہ روزگارم می بَرَد — خود ندارد روزگارِ سودمند

کہتا ہے کہ وہ میرا وقت برباد کرتا ہے — حالانکہ وہ خود مُفید وقت نہیں رکھتا ہے

گوید از کارم برآوردند خلق — غرقِ بیکاریست جانش تا بحلق

کہتا ہے لوگ مجھے بیکار بناتے ہیں — (حالانکہ) اُس کی جان حلق تک بیکاری میں غرق ہے

عُور ترساں کہ منم دامن کشاں — چوں رہانم دامن از چنگالِ شاں

ننگا ڈرتا ہے کہ میں دامن گھسیٹنے والا ہوں — اُن کے چنگل سے اپنا دامن کس طرح چھڑاؤں

صد ہزاراں فضل داند از علوم — جانِ خود را می نداند آں ظلوم

علوم کی لاکھوں فضیلتیں جانتا ہے — وہ ظالم اپنی جان کو نہیں جانتا ہے

ے۱ چوں کنار۔ اس دنیادار کی حالت اُس بچہ کی سی ہے جس نے پلو میں کنکریاں جمع کر رکھی ہوں اور اُنکو دولت سمجھ رہا ہو اُن کنکریوں کے لٹنے سے ڈرتا ہو اور اگر کوئی ایک کنکری لے لے تو رونے لگے اور اُسکو واپس دیدو تو ہنسنے لگے۔ دِثار بالائی لباس۔

ے۲ محتشم۔ دنیادار دولت حشمت والا۔ عاریت دنیا کی دولت اُس کے پاس عارضی ہے۔ خواب۔ یہ دولت ایسی ہے جیسے کہ کوئی خواب میں دولت کو دیکھتا ہے۔ چوں۔ جو شخص اپنے خواب کے مال پر چوروں سے ڈر رہا تھا بیدار ہونے پر اُس کو اپنے اوپر ہنسی آئیگی یہی حال آخرت میں دنیادار کا ہوگا۔ از پے۔ دنیادار عقلمندوں کو قرآن نے بے علم کہا ہے۔ ہر یکے۔ ہر دنیادار اپنے علم کے بارے میں چور سے ڈرتا ہے۔

ے۳ گوید۔ دنیادار عالم کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت ضائع کرتے ہیں جس سے میرے علم کو خطرہ ہوتا ہے حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اُسکا وقت اُس کیلئے قطعاً غیر مفید ہے۔ گوید وہ کہتا ہے لوگ آکر مجھے بیکار بناتے ہیں حالانکہ جو اُس کی مصروفیتیں ہیں وہ خود بیکاری کے مرادف ہیں۔ عور۔ یہ دنیادار علوم آخرت سے خالی ہے لیکن سمجھ یہ رہا ہے کہ دوسرے

داند[۱] او خاصیتِ ہر جوہرے — دَر بیانِ جوہرِ خود چوں خرے
وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے — اپنے جوہر کے معاملے میں گدھے کی طرح ہے

کہ ہمی دانم یجوز و لایجوز — خود ندانی تو یجوزی یا عجوز
کہ میں یجوز، اور لایجوز کو جانتا ہوں — تو خود نہیں جانتا کہ تو یجوزی ہے یا بڑھیا

ایں روا آں ناروا دانی ولیک — تو روا یا ناروائی بیں تو نیک
تو یہ جانتا ہے، یہ جائز ہے وہ ناجائز ہے لیکن — تو غور کر، تو خود جائز ہے، یا ناجائز

قیمتِ ہر کالہ میدانی کہ چیست — قیمتِ خود را ندانی احمقیست
تو ہر سودے کی قیمت جانتا ہے کہ کیا ہے — تو اپنی قیمت نہیں جانتا، یہ حماقت ہے

سعدہا[۲] و نحسہا دانستۂ — ننگری سعدی تو یا ناشُستۂ
تو سعادتوں، اور نحوستوں کو جانتا ہے — تو یہ غور نہیں کرتا، کہ تو سعد ہے یا میلا

جانِ جملہ علمہا اینست و ایں — کہ بدانی من کیَم در یوم دیں
تمام علوم کی جان دراصل یہی ہے — کہ تو جان لے کہ قیامت کے دن میں کون ہوں

جانِ جملہ علمہا اینست خود — کہ بہ بخشد جملہ را جانِ ابد
خود تمام علوم کی جان یہ ہے — کہ وہ سب کو ابدی جان عطا کر دے

آں اصولِ[۳] دیں بدانستی تو لیک — بنگر اندر اصلِ خود گو ہست نیک
تونے دین کے اصول جان لئے لیکن — اپنی اصل پر غور کر کہ وہ اچھی ہے

از اصولیت اصولِ خویش بہ — کہ بدانی اصلِ خود اے مردِ مہ
تیرے اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں — اے بڑے شخص! کہ تو اپنی اصل کو جان لے

صفتِ خرّمی شہرِ سبا و ناشکری ایشان
سبا شہر کی خوشحالی اور ان کی ناشکری کا بیان

اصلِ شاں بد بود آں اہلِ سبا — می رمیدندے ز اسبابِ بقا
ان اہلِ سبا کی اصل، بُری تھی — وہ بقا کے اسباب سے بھاگتے تھے

دادِ شاں چنداں ضیاع و باغ و راغ — از چپ و از راست از بہرِ فراغ
انکو (اللہ نے) اِسقدر جائداد اور باغ اور چراگاہ دی — دائیں، اور بائیں سے فراغت کے لئے

---

۱ داند۔ دنیا کی چیزوں کی اصلیت کو سمجھتا ہے اپنے جوہر (روح) کے بارے میں گدھے پن کا ثبوت دیتا ہے۔ کہ ہمی۔ دنیادار عالم اس کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں مفتی ہوں اور میں جائز اور ناجائز کو جانتا ہوں۔ خود ندانی۔ یعنی اس مفتی کو خود یہ علم نہیں کہ وہ مفتی ہے یا ناواقف بڑھیا۔ یجوزی یعنی جائز و ناجائز کا فتویٰ دینے کے قابل۔ عجوز۔ بوڑھی عورت جو عموماً دلائل سے ناواقف ہوتی ہے۔ ایں۔ یعنی فقیہ اتنا تو جانتا ہے کہ یہ بات جائز ہے اور یہ بات ناجائز ہے لیکن اس کو اپنا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس حالت میں ہے۔ قیمت۔ دوسروں کے احوال سے واقف ہونا اور اپنے احوال سے غافل ہونا حماقت ہے۔

۲ سعدہا۔ دنیادار عالم نجوم، ستاروں اور چیزوں کی نحوست اور سعادت سے واقفیت رکھتا ہے لیکن اپنے بارے میں وہ کچھ نہیں سمجھتا کہ خود نیک بخت ہے یا بدبخت ہے۔ جانِ جملہ۔ تمام علوم کی اصل تو یہ ہے کہ انسان اپنے بارے میں یہ علم حاصل کرے کہ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہونا ہے۔

۳ اصولِ دین۔ دین کے اصول تو جاننا ضروری ہیں لیکن اس سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ اپنی روح کے بارے میں غور کرے کہ وہ نیک ہے یا نہیں۔ از اصولیت۔ اصولِ فقہ کے جاننے سے یہ بہتر ہے کہ انسان اپنی اصل یعنی روح کو پہچانے۔
خرّمی۔ خوشحالی۔ بقا۔ یعنی ابدی زندگی۔ ضیاع۔ جائداد۔ راغ۔ چراگاہ۔ فراغ۔ یعنی فارغ البالی۔

۱۷

بسکه می افتاد از پُرّیِ[1] ثمار | تنگ می شد مَعبرہ بَر رہگذار
کثرت کی وجہ سے پھل بہت گرتے تھے | چلنے والوں پر راستہ تنگ ہوجاتا تھا

آں نثارِ میوه ره را می گرفت | از پُرّیِ میوه رہرو در شگفت
پھلوں کی بکھیر، راستہ روک دیتی تھی | پھلوں کی کثرت سے مسافر تعجب میں تھے

سَلّه بر سر در درختستانِ شاں | پُر شدے ناخواست از میوه فشاں
اُن کے باغوں میں سر پر کی ٹوکری | بغیر خواہش کے پھلوں کے جھڑنے سے بھر جاتی

باد آں میوه فشاندے بے کسے | پُر شدے زاں میوه دامنہا بسے
بغیر کسی شخص کے، ہوا پھل جھاڑتی | اُن پھلوں سے بہت سے دامن بھر جاتے

خوشه ہائے زَفت تا زیر آمده | بر سَر و روئے روَنده می زده
موٹے خوشے نیچے کو لٹکے ہوئے | چلنے والے کے سَر اور مُنھ کو لگتے

مَردِ گلخن تاب از پُرّیِ زر | بَسته بُودے بر میاں زرّیں کمر
بھٹی جلانے والا سونے کی کثرت سے | کمر پر زرّیں پیٹی باندھے رہتا ہے

سگ کلیچه[2] کوفتے در زیرِ پا | تخمه بُودے گرگ صحرا از نوا
کتے پاؤں کے نیچے تلچھے روندتے | غذا کی کثرت سے جنگل کے بھیڑیوں کو بدہضمی ہوجاتی

گشته ایمن شهر و ده از دُزد و گرگ | بُز نترسیدے ہم از گرگِ سترگ[3]
شہر اور گاؤں، چور اور بھیڑیے سے محفوظ ہوگئے تھے | موٹے بھیڑیے سے بکری بھی نہ ڈرتی تھی

جامۂ ایشاں اگر چرکیں شُدے | آتش سوزنده شاں صابون بُدے
اگر اُن کے کپڑے میلے ہوجاتے | جلانے والی آگ اُن کا صابون ہوتا

در تنور انداختندے جامه را | بعد یک ساعت شُدے خوش با صَفا
وہ کپڑوں کو تنور میں ڈال دیتے | تھوڑی دیر کے بعد وہ اچھا صاف ہوجاتا

گر بگویم شرحِ نعمتہائے قوم | که زیادت می شُد آں یوماً فیوم
اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں | جو روز بہ روز بڑھ رہی تھیں

مانع آید از سُخنہائے مُہم | انبیا را بُرد ندا امرِ فاستقِم
تو وہ ضروری باتوں سے مانع بنے گی | انبیاء فاستقم کا حکم لے کرگئے

چوں زحد بُردند ناشکری چناں | غیرتِ حق کارگر شُد در زماں
جب اُنھوں نے اِس طرح کی ناشکری حد سے زیادہ کی | اِس وقت اللہ (تعالیٰ) کی غیرت کام میں لگ گئی

[1] پُرّی۔ کثرت۔ ثمار ثمرہ کی جمع، پھل۔ مَعبَر۔ گذرگاہ، راستہ۔ رہگذار، مسافر۔ نثار۔ بکھیر۔ شگفت۔ تعجب۔ سَلّہ۔ ٹوکرا۔ ناخواست۔ بغیر چاہے۔ بےکسے۔ یعنی بغیر جھاڑنے والے کے۔ گلخن تاب۔ حمامی۔ کمر۔ پیٹی۔

[2] کلیچہ۔ قلیچہ۔ تخمہ۔ بدہضمی۔ گشتہ۔ مال و خوراک کی کثرت کی وجہ سے نہ چور کو چوری کی ضرورت رہی تھی نہ بھیڑیے کو کسی کے پھاڑنے کی

[3] سترگ۔ موٹا۔ چرکین۔ میلا۔ آتش۔ آگ کے ذریعہ کپڑے دھونے کی کوئی خاص ترکیب ہوگی۔ انبیاء۔ یعنی انبیاء کو حکم ہوا کہ وہ اُن کو راست روی کا حکم دیں۔

آمدن پیغمبراں بہ نصیحت اہل سبا

اہل سبا کی نصیحت کے لئے پیغمبروں کا آنا

سیزده پیغمبر آنجا آمدند
تیرہ پیغمبر وہاں آئے
گمرہاں را جملہ رہبر می شدند
گمراہوں کے سب رہبر بنے

کہ ہلا نعمت فزوں شد شکر گو
کہ خبردار! نعمت بہت ہو گئی شکر کر
مرکب شکر ار بخسپد حرکو[۱]
اگر شکر کی سواری سو گئی ہے (اسکو) چلاؤ

شکر منعم واجب آمد در خرد
عقلی اعتبار سے انعام دینے والے کا شکر ضروری ہے
ورنہ بکشاید در خشم ابد
ورنہ ابدی ناراضی کا دروازہ کھل جائے گا

ہیں کرم بینید وایں خود کس کند
ہاں کرم دیکھو، اور یہ خود کون کرتا ہے؟
کز چنیں نعمت بشکرے بس کند
کہ اس قدر نعمتوں پر ایک شکر پر اکتفا کرے

سر[۲] بہ بخشد شکر خواہد سجدہ
وہ سر عنایت کرتا ہے سجدہ کا شکر چاہتا ہے
پا بہ بخشد شکر خواہد قعدہ
پاؤں بخشتا ہے، بیٹھنے کا شکر چاہتا ہے

شکر نعمت نعمت افزوں کند
نعمت کا شکر، نعمت کو زیادہ بڑھاتا ہے
صد ہزاراں گل ز خارے سر کند
لاکھوں پھول کانٹے سے سر ابھارتے ہیں

قوم گفتہ شکر ما را برد غول
قوم نے کہا، ہمارا شکر بھوت لے گیا
ما شدیم از شکر و از نعمت ملول
ہم تو شکر اور نعمت سے عاجز ہیں

ما چناں پژمردہ گشتیم از عطا
ہم بخشش سے ایسے پژمردہ ہو گئے ہیں
کہ نہ طاعت ماں خوش آید نے خطا
کہ نہ ہمیں عبادت اچھی لگتی ہے، نہ گناہ

ما نمی خواہیم نعمتہا و باغ
ہم نعمتیں اور باغ نہیں چاہتے
ما نمی خواہیم اسباب و فراغ
ہمیں ذرائع اور فراغت کی خواہش نہیں ہے

نعمتے[۳] چہ سیر شد جاں ما ازیں
نعمت کیا چیز ہے اس سے ہماری طبیعت بھر گئی
شکر چہ گوئیم بر گوئید ہیں
کاہے کا شکر کریں، ہاں بتاؤ؟

انبیاء گفتند در دل علتے ست
انبیاء نے فرمایا، دل میں بیماری ہے
کہ ازاں در حق شناسی آفتے ست
کہ اس کی وجہ سے حق کے پہچاننے میں نقصان ہے

نعمت از وے جملگی علت شود
اس کی وجہ سے سب نعمتیں بیماری بن جاتی ہیں
طعمہ در بیمار کے قوت شود
کھانا بیمار میں قوت کب پیدا کرتا ہے؟

۱ؔ حرکو۔ یعنی تم شکر کے گھوڑے کو بیدار کر کے چلاؤ۔ در خرد۔ عقلاً بھی انعام دینے والے کا شکریہ ضروری ہے۔ ہیں۔ اللہ کا یہ بھی کرم ہے کہ اس قدر نعمتوں پر محض ایک شکریہ کا طالب ہے۔

۲ؔ سر۔ اللہ نے سر عطا فرمایا ہے تو اس کا شکریہ یہ ہے کہ اس سے اس کو سجدہ کیا جائے۔ پا۔ اللہ نے پاؤں بخشے ہیں تو ان کا شکریہ یہ ہے کہ ان کے لئے عبادت میں قیام و قعود کیا جائے۔ صد ہزاراں۔ مصائب نعمتوں سے بدل جائیں گے۔ غول۔ بھوت، شیطان۔ ماشدیم۔ اہل سبا نے کہا ہم تو ان نعمتوں سے تنگدل ہیں اور ہمارے لئے اب نہ طاعت میں لذت ہے نہ گناہ میں۔

۳ؔ نعمتے۔ یعنی جب نعمت ہمارے لئے باعث زحمت ہے تو ہم شکر کس چیز کا ادا کریں۔ انبیاء۔ انبیاء نے اہل سبا سے کہا تمہارے دل میں مرض پیدا ہو گیا ہے جس نے حق شناسی کو تباہ کر دیا ہے اور تم نعمتوں کو زحمت سمجھنے لگے ہو۔ بیمار کو اگر صحیح غذا بھی دی جاتی ہے تو وہ بیماری میں اضافہ کر دیتی ہے۔

چند خوش پیشِ تو آمد اے مُصِر
نے ضدی! تیرے سامنے بہت سی اچھی چیزیں آئیں

جملہ ناخوش گشت و صافِ اُو کَدِر
سب ناقص اور اُن میں سے صاف، مکدر ہو گئیں

تو عدوِّ این خوشیہا آمدی
تو اِن خوشیوں کا دشمن بن گیا

گشت ناخوش ہر چہ بر وے کف زدی
جس چیز پر تو نے ہاتھ دھرا، وہ ناگوار ہو گئی

ہر کہ اُو شد آشنا و یارِ تو
جو تیرا واقف، اور یار بنا

شد حقیر و خوار در دیدارِ تو
تیری نظر میں، وہ حقیر اور ذلیل ہو گیا

ہر کہ اُو بیگانہ باشد با تو ہم
وہ جو تجھ سے بیگانہ بھی ہو

پیشِ تو اُو بس مہ است و محترم
وہ تیرے لئے بہت بڑا اور باعزت ہے

اینہم از تاثیرِ آں بیماری ست
یہ بھی اُسی بیماری کی تاثیر ہے

زہرِ اُو در جملہ خلقاں ساری ست
اُس کا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے

دفعِ آں علت بباید کرد زود
اِس بیماری کو فوراً، دفع کرنا چاہیے

شکر با آں ہم حدث خواہد نمود
کہ اس کے ہوتے ہوئے شکر بھی گندگی نظر آتی ہے

ہر خوشی کاید بتو ناخوش شود
جو اچھی چیز تیرے پاس آتی ہے بُری ہو جاتی ہے

آبِ حیواں گر رسد آتش شود
اگر آبِ حیات آتا ہے، آگ بن جاتا ہے

کیمیائے مرگ و جسک ست آں صفت
یہ صفت، موت اور بے چینی کی کیمیا ہے

مرگ گردد زاں حیاتت عاقبت
بالآخر اُسکی وجہ سے تیری زندگی موت بنجاتی ہے

بس غذائے کز وے دل زندہ شُد
بہت سی غذائیں ہیں جن سے دل زندہ ہوتا ہے

چوں بیامد در تنِ تو گندہ شُد
وہ جب تیرے جسم میں آتی ہیں گندی ہو جاتی ہیں

بس عزیزے کہ بناز اِشکار شُد
بہت سے پیارے ہیں جو لاڈ پیار میں شکار ہوئے

چوں شکارت شُد بر تو خوار شُد
جب تیرا شکار بنگئے تیرے نزدیک ذلیل ہو گئے

آشنائی عقل با عقل از صفا
عقل کی عقل سے شناسائی خلوص سے

چوں شود ہر دم فزوں باشد ولا
جب ہو جاتی ہے ہر لمحہ دوستی بڑھتی ہے

آشنائی نفس با ہر نفسِ پست
نفس کی ذلیل نفس سے شناسائی

تو یقیں می داں کہ ہر دم کمتر ست
تو یقین کر ہر دم گھٹتی ہے

زانکہ نفسش گردِ علت می تند
کیونکہ اس کا نفس کسی غرض کا چکر کاٹتا ہے

معرفت را زود فاسد میکند
جان پہچان کو بہت جلد خراب کر دیتا ہے

ف۱ تو عدو۔ اِسی لئے تم نعمتوں کے دشمن بن گئے ہو۔ ہر کہ۔ اسی بیماری کا یہ اثر ہے کہ جو تمہارے خیر خواہ ہیں وہ تمہارے نزدیک حقیر اور ذلیل ہیں اور جو بیگانے ہیں وہ تمہارے پیارے ہیں۔ زہر او۔ اِس بیماری میں پوری قوم مُبتلا ہے۔ شکر با آں۔ اسی بیماری کا اثر ہے کہ تم شکر کو گندی چیز سمجھتے ہو۔

ف۲ ہر خوشی۔ اِس بیماری سے ہر اچھی چیز بُری بنجاتی ہے، آبِ حیات زہر کا کام کرتا ہے۔ کیمیا۔ یہ مرض موت اور درد کا سبب ہے اور اِس سے آخرت کی زندگی موت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بس۔ اِس بیماری کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہے کہ جو شخص تمہاری محبت اور پیار کی وجہ سے تمہارا شکار اور گرویدہ ہے تم اُسکو ذلیل سمجھتے ہو۔

ف۳ آشنائی۔ جو دوستی عقل کی بنیاد پر ہوتی ہے اُس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جو دوستی نفسانی غرض پر مبنی ہوتی ہے وہ یومیہ گھٹتی رہتی ہے۔ زانکہ۔ نفسانی دوستی غرض کی وجہ سے ہوتی ہے۔

گر نخواہی دوست را فردا نفیر ۔۔۔ دوستی با عاقل و با عقل گیر

اگر تو کل (قیامت)، کو کسی دوست کو قابلِ نفرت نہیں بنانا چاہتا ۔۔۔ عقلمند اور عقل سے دوستی کر

از سموم نفس چوں با علتی ۔۔۔ ہر چہ گیری تو مرض را آلتی

چونکہ تو نفس کی زہریلی ہوا سے بیمار ہے ۔۔۔ تو جو بھی لے گا، مرض کا آلہ (ذکار) ہے

گر بگیری گوہرے سنگے شود ۔۔۔ ور بگیری مہرِ دل جنگے شود

اگر تو موتی لے گا، وہ پتھر ہو جائیگا ۔۔۔ اگر تو دل کی محبت اختیار کریگا، وہ دشمنی ہو جائیگی

ور بگیری نکتۂ بکرِ لطیف ۔۔۔ بعد درکت گشت بے ذوق و کثیف

اگر تو نیا پاک نکتہ حاصل کریگا ۔۔۔ تیرے پا لینے کے بعد وہ بے ذوق اور گندہ ہو جائیگا

کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد ۔۔۔ چیزِ دیگر گو بجز ایں اے عضد

کہ میں نے اس کو بہت سنا ہے، پرانا ہو گیا ہے ۔۔۔ اے یار! اس کے علاوہ کچھ کہہ

چیزِ دیگر تازہ و نو گفتہ گیر ۔۔۔ باز فردا زاں شوی سیر و نفیر

فرض کر لو، کہ دوسری کوئی تازہ اور نئی بات کہی ہوئی ہو ۔۔۔ پھر تو کل کو اس سے بھی دل بھرا اور متنفر ہوگا

دفعِ[۲] علت کن چو علت خو شود ۔۔۔ ہر حدیثِ کہنہ پیشت نو شود

کیونکہ بیماری عادت بن جاتی ہے بیماری کو دفع کر ۔۔۔ ہر پرانی بات تیرے لئے نئی ہو جائے گی

تا کہ از کہنہ بر آرد برگِ نو ۔۔۔ بشگفاند کہنہ صد خوشہ ز گو

حتیٰ کہ پرانی (بات) نئے پتے نکالے گی ۔۔۔ پرانی (بات)، گڑھے میں سے سینکڑوں خوشے کھلائیگی

ما طبیبانیم و شاگردانِ حق ۔۔۔ بحرِ قلزم دید ما را فانفلق

ہم اللہ (تعالیٰ) کے شاگرد ہیں اور طبیب ہیں ۔۔۔ ہمیں بحرِ قلزم نے دیکھا، تو وہ پھٹ گیا

آں طبیبانِ طبیعت دیگر اند ۔۔۔ کہ بدل از راہِ نبضے بنگرند

جسمانی طبیب، دوسرے ہیں ۔۔۔ جو دل کو نبض کے راستے سے دیکھتے ہیں

ما[۳] بدل بے واسطہ خوش بنگریم ۔۔۔ کز فراست ما بعالی منظریم

ہم بغیر واسطے کے دل کو خوب دیکھتے ہیں ۔۔۔ کیونکہ فراست کی وجہ سے ہم بلند مقام پر ہیں

آں طبیبانِ غذایند و ثمار ۔۔۔ جانِ حیوانی بدیشاں استوار

وہ غذاؤں، اور پھلوں کے طبیب ہیں ۔۔۔ حیوانی روح، اُن سے ٹھیک ہوتی ہے

ما طبیبانِ فعالیم و مقال ۔۔۔ ملہمِ ما پرتوِ نورِ جلال

ہم قولوں، اور فعلوں کے طبیب ہیں ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) کا نور ہم پر الہام کرنیوالا ہے

ف۱ گر نخواہی۔ اگر ایسا دوست بنانا چاہتے ہو جس سے کل کو نفرت نہ ہو تو عقل کی بنیاد پر عقلمند سے دوستی کرو۔ از سموم۔ انسان جب نفسانی اغراض کی بیماری میں مبتلا ہے تو اس کا ہر کام اسکی بیماری میں اضافہ کریگا۔ ور بگیری۔ نفسانی مریض کا علمی ذوق فنا ہو جاتا ہے عمدہ قسم کے علمی نکتے بھی اس کو برے لگتے ہیں۔ چیزِ دیگر۔ اگر اور کوئی نکتہ بھی بیان کیا جائیگا تو کل کو اس سے بھی نفرت ہو جائے گی۔

ف۲ دفع۔ اگر قلبی بیماری کا علاج ہو جائے تو پرانی باتوں میں نئے نکتے نظر آئیں گے۔ بحرِ قلزم۔ حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ طبیبانِ طبیعت یعنی انسانی مزاج کے طبیب۔ نبضے۔ جسمانی طبیب نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص کرتا ہے۔

ف۳ ما بدل۔ انبیاء اور اولیاء بلا واسطہ دل کو دیکھ لیتے ہیں۔ فراست۔ مخفی علامتوں سے کسی چیز کو پہچان لینا۔ جانِ حیوانی۔ جسمانی اطباء کا کام روحِ حیوانی کو ٹھیک کرنا ہے۔ ما طبیباں۔ یہ انبیاء کا مقولہ ہے یعنی ہم انسان کو یہ بتاتے ہیں کہ تیرا کون سا فعل اور قول مہلک ہے اور کونسا نافع ہے۔ ملہم۔ دل میں بات ڈالنے والا۔

کاینچنیں فعلے ترا نافع بود | وانچناں فعلے ز رہ قاطع شود

کہ ایسا فعل تیرے لئے نافع ہوگا | اور ایسا فعل راہِ (حق) سے جُدا کرنے والا ہوگا

اینچنیں قولے ترا پیش آورد | وانچناں قولے ترا نیش آورد

ایسی بات، تجھے آگے بڑھائے گی | اور ایسی بات تیرے ڈنک مارے گی

آنچناں و اینچنیں از نیک و بد | پیش تو بنہیم و بنمائیم جد

ایسا، اور ویسا، اچھا، اور بُرا | ہم تیرے سامنے رکھتے ہیں اور اچھی طرح دکھا دیتے ہیں

گر تو خواہی ایں گزیں ور خواہی آں | زہر و شکر سنگ و گوہر شد عیاں

اگر تو چاہے اسکو اختیار کر، تو چاہے، اُس کو | زہر اور شکر، پتھر اور جوہر واضح ہو گیا

واں طبیباں را بود بوئے دلیل | ویں دلیل ما بود وحیِ جلیل

اُن طبیبوں کو دلیل سے سراغ ملتا ہے | اور ہماری دلیل اللہ (تعالیٰ) کی وحی ہوتی ہے

دست مزدے می نخواہیم از کسے | دست مزدِ ما رسد از حق بسے

ہم کسی سے مزدوری نہیں چاہتے ہیں | ہمیں اللہ (تعالیٰ) سے بہت مزدوری ملتی ہے

ہیں صلا بیماریِ ناسور را | دارُوئے ما یک بیک رنجور را

آگاہ! ناسور کی بیماری کے لئے پکار ہے | ہماری دوا، ہر ہر بیمار کے لئے ہے

معجزہ خواستنِ قوم از پیغمبران علیہم السلام

قوم کا پیغمبروں سے (اُن پر سلام ہو) معجزہ مانگنا

قوم گفتند اے گروہِ مدعی | کو گواہِ علم و طب نافعی

قوم نے کہا، اے دعوے دارو! | نفع رساں طب، اور علم کا کون گواہ ہے؟

چوں شما بستہ ہمیں خواب و خورید | ہمچو ما باشید و در دہ می چرید

جبکہ تم بھی اسی سونے اور کھانے کے پابند ہو | ہماری طرح ہو اور گاؤں میں کھاؤ پیو

چوں شما در دامِ ایں آب و گلید | کے شما صیادِ سیمرغِ دلید

جبکہ تم اسی پانی اور مٹی کے جال میں ہو | تو تم دل کے سیمرغ کے شکاری کہاں ہو؟

حبِ جاہ و سروری دارد برآں | کہ شمارد خویش از پیغمبراں

رتبہ اور سرداری کی محبت اُس پر آمادہ کرتی ہے | کہ اپنے آپ کو پیغمبروں میں شمار کرے

ما نخواہیم ایں چنیں لاف و دروغ | کردن اندر گوش و افتادن بدوغ

ہم اس طرح کی شیخی اور جھوٹ نہیں چاہتے | سُننا، اور بھاچھ میں گرنا

لہ اینچنیں۔ یعنی انسان کو کونسے افعال و اقوال اللہ سے قریب کرتے ہیں اور کونسے راستہ روکتے ہیں۔ آنچناں۔ انسانوں کے لئے نیکی اور بدی کو خوب واضح کرکے بیان کرتے ہیں۔ گر تو خواہی۔ اس کے بعد پھر انسان کو اختیار ہے کہ وہ بدی کا راستہ اختیار کرے یا بھلائی کا۔ واں طبیباں۔ جسمانی طبیب عقلی دلائل سے کام لیتے ہیں ہم، وحی الٰہی سے رہبری حاصل کرتے ہیں۔

لہ دست مزدے۔ تمام انبیاء یہی کہتے ہیں لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللہِ۔ یعنی ہم تم سے اس کام کی مزدوری نہیں مانگتے ہیں ہماری مزدوری اللہ کے ذمہ ہے۔ ناسور۔ یعنی دشوار گذار مرض۔ کو گواہ۔ ان لوگوں نے انبیاء سے کہا اپنے دعوے پر گواہ لاؤ۔ چوں شما۔ کفار نے انبیاء پر ہمیشہ اسی قسم کا اعتراض کیا ہے۔ مَا لِھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ یعنی یہ کیسے انبیاء ہیں کہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں۔

لہ چوں شما۔ یعنی کفار نے انبیاء سے کہا کہ تم خود جبکہ آب و گل سے بنے ہوئے ہو تو تم دوسروں کی کیا اصلاح کر سکتے ہو۔ حبِ جاہ۔ کفار نے یہ بھی کہا کہ بڑا بننے کا شوق پیغمبری

۵ دوغ گرلی - افتادن بمعنی گرنا - یعنی چغلی جزیرہ ناس کی

انبیاء[1] گفتند کایں زاں علت ست — مایۂ کوری حجابِ رؤیت ست

انبیاء نے کہا یہ (باتیں) اسی بیماری کی وجہ سے ہیں — اندھے پن کا سرمایہ، دیدار کا پردہ ہے

دعویٔ ما را شنیدید و شما — می نہ بینید ایں گہر در دستِ ما

تم نے ہمارا دعویٰ سن لیا، اور تم — ہمارے ہاتھ میں اس جوہر کو نہیں دیکھتے ہو؟

امتحان ست ایں گہر مر خلق را — ماش گردانیم گردِ چشمہا

یہ جوہر لوگوں کی آزمائش ہے — ہم اس کو آنکھوں کے گرد گھما رہے ہیں

ہر کہ گوید کو گوا گفتش گواست — کو نمی بیند گہر حبسِ عماست

جو (یہ) کہے کہ گواہ کہاں ہے اُسکی بات (خود) گواہ ہے — کہ وہ جوہر کو نہیں دیکھ رہا ہے اندھے پن کا قیدی ہے

آفتابے در سخن آید کہ خیز — کہ بر آمد روز و بر جہ کم ستیز

سورج کہے، کہ اُٹھ — دن نکل آیا، اُٹھ جا مخالفت نہ کر

تو بگوئی آفتابا کو گواہ — گویدت اے کور از حق دیدہ خواہ

تو کہے، اے آفتاب! گواہ کہاں ہے؟ — تجھ سے وہ کہیگا اے اندھے! اللہ تعالیٰ سے (آنکھ) طلب کر

روزِ[2] روشن ہر کہ اُو جوید چراغ — عینِ جستن کوریش باشد بلاغ

جو شخص روشن دن میں چراغ ڈھونڈے — یہ ڈھونڈنا ہی اُس کے اندھے پن کا اعلان ہے

ور نمی بینی گمانے بُردۂ — کہ صباح ست و تو اندر پردۂ

اگر تو نہیں دیکھتا ہے، تو نے (محض) ایک گمان کیا ہے — کہ صبح ہو گئی ہے، اور تو پردے میں ہے

کوریٔ خود را مکن زیں گفت فاش — خامُش و در انتظارِ فضل باش

اس گفتگو سے اپنے اندھے پن کو ظاہر نہ کر — چُپ رہ اور (اللہ کے) فضل کا انتظار کیجیے

فضلِ بے علّت مگر دریابدت — زیں شقاوت روئے دل برتابدت

شاید بے غرض فضل تجھے حاصل ہو جائے — اس بدبختی سے تیرے دل کا رُخ موڑ دے

ورنہ[3] ماندی در چنیں کوریٔ بد — آئینہ پنہاں شُد از تو در نمد

ورنہ تو ہمیشہ ایسے ہی اندھے پن میں رہیگا — آئینہ تجھ سے نمدے میں چھپ گیا ہے

درمیانِ روز گفتن روز کو — خویش رُسوا کردن ست اے تند خو

دن میں کہنا کہ دن کہاں ہے؟ — اے بدمزاج! اپنے آپ کو رُسوا کرنا ہے

صبر و خاموشی جذوبِ رحمت ست — ویں نشاں جُستن نشانِ علت است

صبر اور خاموشی رحمت کو کھینچنے والی ہے — اور یہ دلیل طلب کرنا بیماری کی علامت ہے

[1] انبیاء۔ انبیاء نے کافروں سے کہا کہ تم ہماری نبوت کو نہیں دیکھتے ہو یہ تمہارا اندھا پن ہے۔ دعویٰ۔ یعنی نبوت کا دعویٰ۔ ایں گہر یعنی نبوت و رسالت۔ ماش گردانیم۔ یعنی اپنی نبوت سب کو دکھا رہے ہیں۔ ہر کہ گوید۔ جو شخص ہماری رسالت کو نہیں دیکھتا ہے اور گواہ طلب کرتا ہے یہ بات خود اس کی گواہ ہے کہ وہ اندھا ہے۔ آفتابے۔ اگر آفتاب کسی سے کہے کہ میں موجود ہوں اور دوسرا کہے کہ اپنے وجود پر گواہ لا تو یہ اس کہنے والے کے اندھے ہونے کی دلیل ہے آفتاب خود اپنے وجود کی دلیل ہوتا ہے۔

[2] روز۔ جو شخص دن میں چراغ تلاش کرے۔ ور نمی بینی۔ یعنی اگر کسی کو آفتابِ رسالت نظر بھی نہ آئے وہ کم از کم اس قدر کرے کہ یہ گمان کرلے کہ شاید وہ نکلا ہوا اور میں خود پردے میں ہوں اس لئے مجھے نظر نہیں آتا ہے فضلِ بے علت یعنی فضل خداوندی۔ زیں شقاوت یعنی آفتابِ رسالت کا نظر نہ آنا

[3] ورنہ۔ اگر علی الاعلان مخالفت کریگا تو ہمیشہ کے لئے بدبختی میں مبتلا ہو جائیگا اور اسکو آئینۂ رسالت میں اپنا چہرہ نظر نہ آئے گا۔ درمیان۔ اگر کوئی شخص دن میں یہ کہے کہ دن کہاں ہے تو وہ خود اپنے اندھے پن کو ظاہر کرکے رسوائی مول لے رہا ہے۔ جذوب۔ کھینچنے والا۔ نشاں جستن۔ یعنی معجزہ طلب کرنا۔

أَنْصِتُوا بپذیر تا بر جانِ تو ۔۔۔ آید از جاناں جزائے أَنْصِتُوا

أَنْصِتُوا کو قبول کر لے تاکہ تیری جان پر ۔۔۔ محبوب کی طرف سے أَنْصِتُوا کا بدلہ آئے

گر نخواہی نُکس پیشِ ایں طبیب ۔۔۔ بر زمیں زن زود سر را اے کئیب

اگر تو (بیماری کی) پلٹ نہیں چاہتا ہے اِس طبیب کے سامنے ۔۔۔ اے ذہین! سر کو جلد زمین پر رکھ دے

گفت افزوں را تو بفروش و بخر ۔۔۔ بذلِ جان و بذلِ جاہ و بذلِ زر

زیادہ گفتگو کو بیچ ڈال، اور خرید لے ۔۔۔ جان کی قربانی، اور رُتبہ کی قربانی اور مال کی قربانی

تا ثنائے تو بگوید فضلِ ھُو ۔۔۔ کہ حسد آرد فلک بر جاہِ تو

تاکہ اللہ (تعالیٰ) کا فضل تیری ایسی تعریف کرے ۔۔۔ کہ تیرے رُتبے پر آسمان حسد کرے

چوں طبیباں را نگہدارید دل ۔۔۔ خود بہ بینید و شوید از خود خجل

جب تم طبیبوں کے دل کی نگہداشت کرو گے ۔۔۔ خود دیکھ لو گے اور خود شرمندہ ہو گے

دفعِ ایں کوری بدستِ خلق نیست ۔۔۔ لیک اکرامِ طبیباں از ہدیست

اِس اندھے پن کو دفع کرنا مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے ۔۔۔ لیکن طبیبوں کی عزّت کرنا اسبابِ ہدایت میں سے ہے

ایں طبیباں را بجاں بندہ شوید ۔۔۔ تا بمُشک و عنبر آگندہ شوید

اِن طبیبوں کے دل سے غلام بنو ۔۔۔ تاکہ مشک اور عنبر سے پُر ہو جاؤ

مُتّہم داشتن قوم انبیاء را علیہم السّلام

قوم کا انبیاء علیہم السّلام پر تہمت لگانا

قوم گفتند ایں ہمہ زرق ست و مکر ۔۔۔ کے خدا نائب کند از زید و بکر

قوم نے کہا یہ سب فریب اور مکر ہے ۔۔۔ خدا زید، اور بکر کو کب قائم مقام بناتا ہے؟

ہر رسولِ شاہ باید جنسِ اُو ۔۔۔ آب و گِل کو خالقِ افلاک کو

بادشاہ کا قاصد اس کا ہم جنس ہونا چاہیئے ۔۔۔ پانی اور مٹی کہاں اور آسمانوں کا پیدا کرنیوالا کہاں؟

مغزِ خر خوردیم تا ما چوں شما ۔۔۔ پشّہ را داریم ہمراز ہُما

ہم نے گدھے کا بھیجا کھایا ہے کہ ہم تم جیسے ۔۔۔ مچھروں کو ہُما کا ہمراز سمجھیں

کو ہُما کو پشّہ کو گِل کو خدا ۔۔۔ ز آفتابِ چرخ چہ بود ذرّہ را

کہاں ہُما کہاں مچھر کہاں مٹی کہاں اللہ ۔۔۔ ذرّہ کو آسمان کے سورج سے کیا واسطہ

ایں چہ نسبت ایں چہ پیوندی بود ۔۔۔ تا کہ در عقل و دماغے در رود

یہ کیا نسبت ہے یہ کیا تعلق ہے؟ ۔۔۔ جو عقل اور دماغ میں آسکے

---

۱ أَنْصِتُوا۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو تم کان لگاؤ اور خاموشی سے سنو تاکہ تم پر رحم کر دیا جائے۔ گر نخواہی نکس۔ یعنی اگر تو مرض کے پلٹنے کا خواہشمند نہیں ہے۔ طبیب۔ یعنی رسولؐ۔ گفت۔ انبیاءؑ اور رسولوںؑ کے سامنے زیادہ گفتگو مناسب نہیں ہے اُن کیلئے ہر طرح کی قربانی کرنی چاہیئے۔ تا ثنا۔ انسان کی قربانیوں پر اللہ تعالیٰ ایسی تعریف فرمائیگا کہ آسمان کو اُس پر حسد آئیگا۔ چوں۔ جب اِن اطبّاء کی دلداری کی جائیگی تو انسان پر خود اپنی حقیقت کھُل جائے گی۔

۲ دفع۔ رسالت کی نظر نہ آنے کے مرض کا دفعیہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اِن لوگوں کی توقیر کرنا اِس مرض کے دفعیہ کا سبب ہے۔ قوم۔ یعنی اہلِ سبا۔ کے خدا۔ بھلا انسان کو اللہ تعالیٰ اپنا خلیفہ کب بنا سکتا ہے۔ ہر رسول۔ شاہ اور اُس کے قاصد کا ہم جنس ہونا ضروری ہے، انسان جو آب و گِل سے بنا ہے اُسکو اللہ سے کیا مناسبت ہے۔

۳ مغزِ خر۔ گدھے کا مغز کھانے سے انسان گدھا بنجاتا ہے۔ پشّہ یعنی انسان۔ ھُما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ کو ہُما۔ اللہ تعالیٰ اور انسان میں کیا نسبت؟ ذرّہ کو آفتاب سے کیا نسبت۔ ایں چہ۔ کسی انسان کا اللہ تعالیٰ سے ہمراز ہونا عقل میں نہیں آسکتا۔

تا کجا[1] ایں گفتِ بیہودہ کجا
یہ بیہودہ گفتگو کب تک؟

ایں چہ زرق ست و چہ شید ست و دغا
یہ کیا مکر ہے، یہ کیا فریب اور دغا ہے؟

خود کجا کو آسماں کو ریسماں
یہ خود کہاں ہے، کہاں آسمان کہاں لٹکا دھاگا؟

می نگیرد مغزِ ما ایں داستاں
اس افسانے کو ہماری عقل قبول نہیں کرتی

غالباً ما عقل داریم ایں قدر
غالباً ہم اتنی تو عقل رکھتے ہیں

گندنا را می شناسیم از گزر
کہ گندنے کو گاجر سے پہچان لیں

حکایتِ خرگوشاں کہ خرگوشے را برسالت پیشِ فیل فرستادند کہ بگو کہ من رسولِ ماہِ آسمانم در پیشِ تو کہ ازیں چشمۂ آب حذر کن چنانچہ در کتابِ کلیلہ و دمنہ آمدہ

اُن خرگوشوں کا قصہ کہ ایک خرگوش کو ہاتھی کے پاس قاصد بنا کر بھیجا کہ تو جا کر کہہ، کہ میں آسمان کے چاند کا تیرے لئے قاصد ہوں، کہ تو پانی کے اس چشمے سے پرہیز کر، جیسا کہ کلیلہ اور دمنہ کتاب میں مذکور ہے

ایں بداں ماند کہ خرگوشے بگفت
یہ تو ایسا ہی ہے کہ ایک خرگوش نے کہا

من رسولِ ماہم و با ماہ جفت
میں چاند کا قاصد ہوں اور چاند کا ساتھی

کز[2] رمہ پیلاں ازاں چشمہ زلال
کیونکہ ہاتھیوں کے جھنڈ سے اس صاف چشمہ پر

جملہ نخچیراں بدند اندر وبال
تمام جنگلی جانور، مصیبت میں تھے

جملہ محروم و ز خوف از چشمہ دور
سب محروم تھے اور ڈر کی وجہ سے چشمے سے دور تھے

حیلہ کردند چوں کم بود زور
چونکہ طاقت کم تھی، انھوں نے تدبیر کی

از سرِ کُہ بانگ زد خرگوشِ زال
ایک بوڑھے خرگوش نے پہاڑ پر سے آواز دی

سوئے پیلاں در شبِ غرّہ ہلال
ہاتھیوں کو چاند رات میں

شاہِ[3] پیلاں من رسولم پیش بایست
اے ہاتھیوں کے بادشاہ! سامنے کھڑا ہو جا میں قاصد ہوں

بر رسولاں بند و زجر و خشم نیست
قاصدوں پر پابندی اور دھمکی اور غصہ (مناسب) نہیں ہے

ماہ میگوید کہ اے پیلاں روید
چاند کہہ رہا ہے کہ اے ہاتھیو! بھاگ جاؤ

چشمہ آنِ ماست زیں یکسو شوید
چشمہ ہماری ملکیت ہے اس سے ہٹ جاؤ

ورنہ من تاں کور گردانم ستم
ورنہ میں تمہیں اندھا کردوں گا، ظلم

گفتم از گردن بروں اندا ختم
میں نے بتا دیا، اپنا فرض ادا کر دیا

---

[1] تا کجا۔ اہلِ سبا نے انبیاء سے یہ کہا۔ ریسماں۔ پھندا کا لٹکا دھاگا۔ غالباً۔ ہم میں اتنی عقل تو ہے کہ گندنے اور گاجر میں فرق کر لیں۔ گندنا عربی میں اس کو کراث کہتے ہیں ایک بدبودار پھل ہے جو کھائی جاتی ہے۔ حکایت۔ اہلِ سبا نے یہ قصہ نقل کیا کہ تمہاری تو وہی مثال ہے جیسا کہ خرگوش چاند کا رسول بنا تھا۔ من رسول۔ خرگوش نے کہا میں چاند کا قاصد اور پیامبر ہوں اور چاند کا ہمراز ساتھی ہوں۔

[2] کز۔ یہ خرگوش فرضی طور پر چاند کا رسول اسلئے بنا تھا کہ تمام جانور چشمے پر ہاتھیوں کے آنے سے تنگ تھے اور سب نے ملکر یہ ایک سازش کی تھی کہ ہاتھی اس چشمے پر آنا چھوڑ دیں۔ جملہ۔ جنگل کے سب جانور ہاتھیوں کے ڈر سے اس چشمہ کے پانی سے محروم ہو گئے تھے چونکہ لڑنے میں تو کمزور تھے اس لئے انھوں نے یہ تدبیر سوچی تھی۔ زال۔ بڑھیا۔ غرّہ پہلی رات کا چاند۔

[3] شاہ۔ ہاتھیوں کے بادشاہ کو خرگوش نے حکم دیا کہ وہ ٹھہرے اور پھر کہا کہ میں چاند کا قاصد ہوں۔ ماہ میگوید۔ میں چاند کیطرف سے پیغام لایا ہوں چاند نے کہا ہے کہ یہ پانی کا چشمہ میری ملکیت ہے تم اس پر نہ آیا کرو۔ ورنہ۔ اگر کہنا نہ مانو گے تو اندھا بنا دوں گا۔

گفتم۔ یعنی میں نے تم کو بتا دیا ہے اور اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

ترکِ ایں چشمہ بگوئید و رَوید
یہ چشمہ چھوڑ دو، اور چلے جاؤ
تا ز زخمِ تیغِ من ایمن شوید
تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ ہو جاؤ

نِکِ[1] نشاں آنست کاندر چشمہ ماہ
دیکھو علامت یہ ہے، کہ چاند پانی میں
مُضطرب گردد زپیلِ آب خواہ
پانی پینے والے ہاتھی سے پریشان ہوتا ہے

کہ بیا رابع عشر اے شاہِ پیل
اے ہاتھیوں کے بادشاہ! چودھویں کو آ
تا درونِ چشمہ یابی زیں دلیل
تاکہ چشمے میں تو اِس کی دلیل حاصل کرلے

آں فلاں شب حاضر آ اے شاہِ پیل
اے ہاتھیوں کے شاہ! فلاں رات کو آجا
تا درونِ چشمہ یابی آں دلیل
تاکہ چشمے میں تو وہ دلیل پالے

چوں دو ہفتہ از مہِ نو بگذرید
جب نئے چاند پر دو ہفتے گزر گئے
شاہِ پیل آمد ز چشمہ می چرید
ہاتھیوں کا بادشاہ آیا چشمے سے (پانی) پینے لگا

چونکہ زد خرطوم پیل آں شب در آب
اُس رات کو جب ہاتھی نے پانی میں سونڈ ڈالی
مُضطرب شد آب و مہ کرد اضطراب
پانی ہلا، اور چاند ہلنے لگا

پیل[2] باور کرد از وے آں خطاب
ہاتھی نے اُس کی بات کا یقین کرلیا
چوں درونِ چشمہ مَہ کرد اضطراب
جب پانی میں چاند ہلا

ترس ترساں باز گشتند آں رَمہ
وہ جھنڈ، خوف کھا کر واپس ہوگیا
بعد ازاں نامد یکے زیشاں ہمہ
اِس کے بعد ان میں سے کوئی نہ آیا

ما نہ زاں پیلانِ گولیم اے گروہ
اے گروہ! ہم اُن بیوقوف ہاتھیوں میں سے نہیں ہیں
کاضطرابِ ماہ آرد ماں شکوہ
کہ چاند کا ہلنا ہم پر دبدبہ قائم کرے

جوابِ گفتنِ انبیاء طعنِ ایشاں را و مثل آوردنِ ایشاں را
انبیاء کا اُن کے اعتراض کا جواب دینا اور اُن کی ایک مثال بیان کرنا

انبیاء[3] گفتند آوہ پندِ ماں
انبیاء نے فرمایا افسوس ہماری نصیحت نے
سخت تر کرد اے سفیہان بندِ تاں
اے بیوقوفو! تمہاری بیڑی کو اور سخت کردیا

اے دریغا کہ دوا از رنجِ تاں
ہائے افسوس! تمہارے مرض کی وجہ سے دوا
گشت زہرِ جاں قہر آہنج تاں
جان کا زہر، تمہارا قاتل زہر بن گیا

ظلمت افزود ایں چراغ آں چشم را
یہ چراغ آنکھ کے اندھیرے کو اور بڑھا دیتا ہے
چوں خدا بگماشت پردہ خشم را
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے غضب کا پردہ ڈال دیا ہے

---

[1] نِکِ نشاں۔ خرگوش نے کہا میرے سچا ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی ہاتھی پانی پیتا ہے تو وہ چاند پریشانی میں ہلنے لگتا ہے۔ کہ بیا۔ اگر یقین نہیں ہے تو چودھویں شب کو آنا اور میرے اِس دعوے کی دلیل آنکھوں سے دیکھ لینا۔ چوں دو ہفتہ۔ جب چاند کے نکلنے پر دو ہفتے گزرنے کو ہوئے تو ہاتھیوں کا بادشاہ چشمہ پر پانی پینے آیا۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔

[2] پیل۔ جب پانی میں چاند کا عکس ہلا تو ہاتھی کو خرگوش کی بات کا یقین آگیا۔ ترس ترساں۔ ڈر کر جب ہاتھیوں کا بادشاہ بھاگا تو سارے ہاتھی بھاگ پڑے اور پھر کوئی ہاتھی چشمہ پر نہ آیا۔ ما نہ زاں۔ یہ قصہ سنا کر اہلِ سبا نے کہا ہم ایسے بیوقوف نہیں ہیں کہ ہاتھیوں کی طرح تمہاری باتوں میں آجائیں۔

[3] انبیاء۔ اُن کی اِس تقریر پر انبیاء نے اُن سے کہا کہ ہماری نصیحت سے تمہارے انکار کی بیڑیاں اور سخت ہو گئیں اور دوا نے زہر کا کام کیا۔ ظلمت۔ جب کسی پر غضبِ خداوندی ہوتا ہے تو نورِ ہدایت اُس کے لئے مزید اندھیرے کا سبب بنجاتا ہے۔

چہ[1] رئیسی جست خواہیم از شما — کہ ریاست ہاں فزون ست از سما

ہم، تم سے کیسی سرداری چاہیں گے — ہماری سرداری تو آسمان سے بڑھی ہوئی ہے

چہ شرف یابد ز کشتی بحرِ دُر — خاصہ کشتیِ ز سرگیں گشتہ پُر

موتیوں کا سمندر، کشتی سے کیا شرافت حاصل کریگا؟ — خصوصاً اُس کشتی سے جو گوبر سے بھری ہوئی ہے

اے دریغ آں دیدۂ کور و کبود — کافتابے اندرو ذرہ نمود

اُس اندھی اور تاریک آنکھ پر افسوس ہے — جس میں سورج ایک ذرہ نظر آئے

کادمے کو بود ہمیشل و فرید — دیدۂ ابلیس جز طینے ندید

جیسا کہ آدمؑ، جو کہ ہمیشل اور یکتا تھے — شیطان کی آنکھ نے مٹی کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

چشمِ[2] دیوانہ بہارش دَے نمود — زاں طرف جنبید کورا خانہ بود

شیطانی آنکھ نے (موسمِ) بہار کو خزاں دکھایا — اُسی طرف گئی جو اُس کا مقام تھا

اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ — پیشِ بے دولت بگردد او ز راہ

بہت سی دولتیں ہیں جو کبھی کبھی حاصل ہوتی ہیں — بدبخت کے لئے وہ راستہ سے لوٹ جاتی ہیں

اے بسا معشوق کاید ناشناخت — پیشِ بدبختے نداند عشق باخت

بہت سے معشوق ہیں جو بغیر جان پہچان کے آجاتے ہیں — ایک بدبخت کے سامنے جو عشقبازی نہیں جانتا ہے

احمقاں را ایں چنیں حرماں چراست — می نسازد گمرہاں را راہِ راست

بیوقوفوں کی ایسی محرومی کیوں ہے؟ — گمراہوں کو سیدھا راستہ موافق نہیں آتا ہے

ایں غلط دہ دیدہ را حرمانِ ماست — ویں مُقلِّبِ قلب را سوءُ القضاست

آنکھ کو غلط دکھانے والی ہماری محرومی ہے — اور یہ ہمارے دل کو پھیرنے والی بُری تقدیر ہے

چوں[3] بُتِ سنگیں شمارا قبلہ شُد — لعنت و کوری شمارا ظلہ شُد

جب پتھر کا بُت تمہارا قبلہ بن گیا — لعنت اور اندھاپن تمہارا سائبان بن گیا

چوں بشاید سنگ تاں انبازِ حق — چوں نشاید عقل و جاں ہمرازِ حق

تمہارے پتھر کا اللہ (تعالیٰ) کا شریک ہونا کیسے مناسب ہوا؟ — عقل اور روح کو اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز بنانا کیوں؟

پشّہ مُردہ ہُما را شُد شریک — چوں نشاید زندہ ہمرازِ ملیک

مرا ہوا مچھر، ہُما کا شریک بن گیا — زندہ کا اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز ہونا کیوں مناسب نہ ہوا؟

بُت کو تو اللہ کا شریک سمجھ رہے ہو لیکن عقل اور جان کو اللہ کا ہمراز سمجھنے میں تمہیں اشکال پیش آرہا ہے۔ پشّہ مُردہ۔ یعنی پتھر کا بُت۔ ہُما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ ملیک۔ اللہ تعالیٰ۔

[1] چہ۔ جس کو اللہ کے تقرب سے وہ مرتبہ حاصل ہو، جو آسمان سے بھی بلند ہے وہ تمہاری سرداری کا کیا خواہشمند ہو سکتا ہے۔ چہ شرف۔ جس سمندر میں موتی بھرے ہوں اُس کو گوبر بھری کشتی سے کیا شرافت حاصل ہو سکتی ہے۔ اے دریغ۔ وہ آنکھ قابلِ افسوس ہے جس کو آفتاب ذرہ نظر آئے۔ کادمے۔ یہ شیطانی آنکھ ہے کہ اُس نے حضرت آدمؑ کے پتلے کی مٹی کو دیکھا اور اُن کے باطنی اوصاف کو نہ دیکھا۔

[2] چشمِ دیوانہ۔ شیطان کو شیطانی آنکھ نے حقیقت کے خلاف دکھایا حضرت آدمؑ جو بمنزلہ بہار تھے وہ اُس کو خزاں نظر آئے خود ذلیل تھا اُس کی نگاہ ذلیل چیز پر پڑی۔ اے بسا۔ بدبختوں کو قیمتی دولت حاصل نہیں ہوتی۔ ناشناخت۔ ناقدروں کو دولت ملتی ہے لیکن وہ اُس کی قدر نہیں کرتے۔ حرماں۔ یعنی احمقوں کی محرومی کا سبب اُن کی حرماں نصیبی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُن پر مسلط ہے۔

[3] چوں۔ انبیاء نے اہلِ سبا سے کہا چونکہ تم بُت پرستی میں مبتلا ہو گئے ہو اس لئے لعنت اور اندھاپن تم پر مسلط ہو گیا ہے۔ چوں بشاید۔ تمہارے اندھے پن کی یہ علامت ہے کہ پتھر کے

آں۱ بتِ مُردہ تراشیدہ شماست — پشۂ زندہ تراشیدہ خداست

وہ مُردہ بُت تمہارا گھڑا ہوا ہے — زندہ مچھر، خدا کا بنایا ہوا ہے

عاشقِ خویشند و صنعت کردِ خویش — دُمّ ماراں را سرِ مارست کیش

وہ اپنے اور اپنی دستکاری کے عاشق ہیں — سانپوں کی دُم کا مذہب سانپ کا سَر ہے

نے دراں دُم دولتے و نعمتے — نے دراں سَر راحتے و لذّتے

نہ اُس دُم میں کوئی دولت اور نعمت ہے — نہ اُس سَر میں کوئی راحت اور لذّت ہے

گردِ سَر گرداں بوَد آں دُمِ مار — لائق اند و درخور اند آں ہر دو یار

وہ سانپ کی دُم سَر کے چاروں طرف گھومتی رہتی ہے — وہ دونوں دوست لائق اور مناسب ہیں

آنچناں۲ گوید حکیمِ غزنوی — در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی

غزنوی دانا، ایسا ہی فرماتے ہیں — "الٰہی نامہ" میں اگر تو اچھی طرح سُنے

کم فضولی کن تو در حکمِ قدر — درخور آمد شخصِ خر با گوشِ خر

تقدیر کے فیصلے میں تو بکواس نہ کر — گدھے کا جسم گدھے کے کان کے لائق ہے

شد مناسب عضوہا و ابدانہا — شد مناسب وصفہا با جانہا

اعضا، اور بدن مناسبت سے بنے ہیں — اوصاف، جانوں کے مناسب ہیں

وصف۳ ہر جانے مناسب باشدش — بیگماں با جاں کہ حق بتراشدش

ہر روح کی صفت اُس کے مناسب ہوتی ہے — یقیناً اللہ (تعالےٰ)، اُس کو روح کے مناسب پیدا کرتا ہو

چوں صفت با جاں قرین کردست او — پس مناسب دانش ہمچوں چشم و رو

جبکہ اُس نے صفت کو روح کا ساتھی بنایا ہے — تو اُس کو چہرے اور آنکھ کی طرح مناسب سمجھ

شُد مناسب وصفہا در خوب و زشت — شُد مناسب حرفہا کہ حق نوشت

اچھائی اور بُرائی میں مناسب صفتیں پیدا ہوئی ہیں — جو حروف اللہ (تعالےٰ) نے لکھے وہ مناسب ہیں

دیدہ و دل ہست بین الاصبعین — چوں قلم در دستِ کاتب اے حسین

آنکھ اور دل دو انگلیوں کے درمیان ہیں — اے حسین! جیسا کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم

اصبعِ لطف ست و قہرے درمیاں — کلکِ دل با قبض و بسطے زیں بناں

مہر اور قہر کی انگلی ہے، درمیان میں — ان سرِ انگشت سے دل کا قلم تنگی اور کشادگی میں ہے

ایک روح کیلئے صفت کفر پیدا فرمائی ہے تو وہی صفت اُسکے مناسب تھی۔ شد مناسب۔ قلمِ تقدیر نے جو حروف لکھے وہی اُس شخص کے مناسب تھے۔ دیدۂ و دل۔ انسان کا دل اور آنکھ قدرت کی دو انگلیوں کے قبضہ میں ہیں وہ جس طرف چاہتی ہیں اُنکا رُخ موڑ دیتی ہیں۔ اصبع۔ جن دو انگلیوں کے درمیان میں قلمِ دل ہے وہ ایک قہر کی انگلی ہے دوسری مہر کی انگلی ہے۔ بُناں۔ بنانۃ کی جمع، سرِ انگشت۔

---

۱ آں بت۔ بُت جو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے تراشا وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہو گیا لیکن تمہارے نزدیک انسان جو اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ اللہ کا ہمراز نہیں ہو سکتا۔ عاشق۔ تو تم دراصل اپنے اور اپنی مصنوعات کے عاشق ہو۔ دُمّ ماراں۔ سانپ کی دُم سانپ کے سَر کی اطاعت کرتی ہے، مثل مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ گرد سَر۔ جس جانب مُنھ جائیگا اُسی جانب اُس کی دم جائیگی۔ دو یار یعنی سانپ کی دُم اور سَر۔

۲ آنچناں۔ حکیم سنائی غزنوی نے الٰہی نامہ میں جو باتیں سمجھائی ہیں اُن کو بیان کر کے یہ بات بتاتے ہیں کہ کفار کی محرومی اور اُنکی عجیب عقل پر تعجب کی ضرورت نہیں ہے اُس میں اللہ تعالےٰ کی حکمتیں مُضمر ہیں وہی اپنی حکمتوں کو خوب سمجھتا ہے۔ کم فضولی۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں زیادہ باتیں بنانا بیکار ہیں اُس نے ہر کام مناسبت سے کیا ہے۔ عضوہا۔ اللہ تعالےٰ نے سارے اعضاء اور بدنوں میں خاص تناسب رکھا ہے ہر روح میں اُسکے مناسب اوصاف پیدا فرمائے ہیں۔

۳ وصف۔ ہر جان کے اوصاف اُسکے مناسب پیدا فرمائے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے

اے¹ قلم بنگر گر اجلالیستی — کہ میانِ اصبعین کیستی

اے قلم! اگر تو خدائی ہے، تو خیال رکھ — کہ تو کس کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے؟

جملہ قصد و جنبشت زیں اصبع ست — فرقِ تو بر چار راہِ مجمع ست

تیرا سب ارادہ اور حرکت اس انگلی سے ہے — تیرا فرق مجمع کے چوراہے پر ظاہر ہونیوالا ہے

ایں حروفِ حالہات از نسخِ اوست — عزم و فسخت ہم ز عزم و فسخِ اوست

تیرے احوال کے حروف اس کی تحریر کے ہیں — تیرا ارادہ اور (اسکو) فسخ کرنا اسی کے ارادے اور فسخ کرنے سے ہے

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست — زیں تقلّب ہر قلم² آگاہ نیست

دعا اور عاجزی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے — اس گردش سے ہر قلم باخبر نہیں ہے

ایں قلم داند و لے بر قدرِ خود — قدرِ خود پیدا کند در نیک و بد

اسکو قلم جانتا ہے لیکن اپنے مرتبہ کی بقدر — اچھائی اور برائی میں اپنا مرتبہ سمجھ لیتا ہے

انچہ در خرگوش و پیل آویختند — تا ازل را با حِیل آمیختند

وہ جو کچھ خرگوش اور ہاتھی کے قصے سے متعلق کیے — حتیٰ کہ (حکمتِ) ازلی کو (دنیاوی) حیلوں سے ملا دیا

بیانِ آنکہ ہر کس را نرسد مثل آوردن خاصّہ در کارِ الٰہی

اس کا بیان کہ ہر شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ مثال بیان کرے خصوصاً اللہ تعالیٰ کے کام کی

کے رسد³ تا ایں مثلہا ساختن — سوئے آں درگاہِ پاک انداختن

ان کو کیا حق تھا کہ انھوں نے یہ مثالیں گھڑیں — اس پاک دربار کی جانب منسوب کیں

آن مثل آوردن آنحضرت ست — کہ بعلمِ سرّ و جہر او آیت ست

مثال دینا اس دربار کا (حق) ہے — کہ جس کا غیب اور شہادت کا علم واضح ہے

تو چہ دانی سرِّ چیزے تا تو کل — تا بزلف و یا برخ آری مثل

تو کسی چیز کا راز کیا جانے جب تک تو گنجا ہے — تا کہ تو زلف یا رخسار کی مثال بیان کرے

موسیٰؑ آں را کہ عصا دید و نبود — اژدہا بُد سرِّ او لب می کشود

موسیٰؑ نے جس کو عصا دیکھا اور وہ (عصا) نہ تھا — اژدہا تھا اس کے راز کو ہونٹ کھولتا تھا

وہ مثال ہے اس سے اس کو پوری واقفیت ہو۔ کلّ۔ گنجا اگر زلف اور رخ کی مثالیں بیان کرے تو لامحالہ غلط ہوں گی کیونکہ وہ خود زلف کی حقیقت سے ناواقف ہے۔ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ جیسا نبی اپنے عصا کی حقیقت سے ناواقف تھے وہ اس کو محض لاٹھی سمجھے حالانکہ وہ اژدھا تھا اس نے ہونٹ چلائے تو ان پر راز منکشف ہوا تو جب حضرت موسیٰؑ کا علم بھی ناقص ہے تو تم ان نفسانی خواہشوں کی حقیقت جو کہ دراصل شیطانی دام و دانہ ہیں کیا سمجھ سکتے ہو۔

¹ اے قلم۔ دل کو ہمیشہ اس کو مدِّ نظر رکھنا چاہیئے کہ وہ کس ذات کے قبضہ میں ہے۔ جملہ۔ انسان کے تمام حرکات و سکنات اس انگلی کی وجہ سے ہیں انسان اور انسان میں جو فرق ہے وہ قیامت کے چوراہے پر ظاہر ہوگا۔ ایں حروف۔ انسان کو جو حالات پیش آتے ہیں وہ قلمِ تقدیر کے لکھے ہوئے ہیں۔ عزم۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ یعنی اپنے پروردگار کو اپنے ارادوں کے فسخ ہونے سے پہچانا۔ جز نیاز۔ قلمِ تقدیر کے لکھے ہوئے سے نجات کا راستہ صرف عاجزی اور گریہ ہے۔ تقلّب۔ یعنی حالات کا تغیر۔

² قلم۔ یعنی انسان کا دل۔ ایں قلم۔ کچھ لوگ اپنے دل کے احوال سے اپنی اچھائی اور برائی کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ آنچہ۔ اب مولانا نے پھر اہلِ سبا کے قصہ کی طرف رُخ کیا ہے اہلِ سبا نے رسولوں اور خدا کو کلیلہ و دمنہ کے قصہ میں خرگوش اور ہاتھی سے تشبیہ دی تھی۔ ازل یعنی ازلی حکمت۔ حِیَل یعنی دنیاوی حیلے۔

³ کے رسد۔ اہلِ سبا کو یہ حق نہ تھا کہ وہ اس طرح کی مثالیں جنابِ باری تعالیٰ کے لئے گھڑیں۔ آں مثل۔ صحیح مثال وہی دے سکتا ہے جس کو مثال اور جس کے لئے

چوں چناں شاہے نداند سرِ چوب
جبکہ ایسا شاہ، لکڑی کے راز کو نہ سمجھے
تو چہ دانی سرِ ایں دام و حبوب
تو اِس جال اور دانوں کے راز کو کیا سمجھے گا؟

چوں غلط شد چشمِ موسیٰؑ در مثل
جب مثال (کے معاملہ) میں حضرت موسیٰؑ کی آنکھ غلط ہو گئی
چوں کند موشے فضولیؔ[1] مدخل
تو فضولی چوہا اِس میں کیا سوراخ بنا سکتا ہے؟

آں مثالت را چو اژدرہا کند
وہ تیری مثال کو اژدہا جیسا بنا دیتا ہے
تا بپاسخ جزو جزوت بر کند
تاکہ جواب میں تیرے جزو جزو اکھاڑ دے

ایں مثال آورد ابلیسِ لعیں
ملعون شیطان، یہ مثال لایا
تا کہ شد ملعونِ حق تا یومِ دیں
یہاں تک کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قیامت تک کیلئے ملعون ہو گیا

ایں مثال آورد قارونؔ[2] از لجاج
قارون، جھگڑے سے یہ مثال لایا
تا فرو شد در زمیں با تخت و تاج
یہاں تک کہ تخت و تاج کے ساتھ زمین میں دھنس گیا

ایں مثال آورد نمرودِ جہول
جاہل نمرود، یہ مثال لایا
تا کہ پشہ مغز سر خوردش عجول
یہاں تک کہ مچھر نے جلدی سے اسکے سر کا مغز کھا لیا

ایں مثال آورد فرعون از غلط
فرعون، غلطی سے یہ مثال لایا
تا کہ اندر آبِ دریا شد سقط
یہاں تک کہ دریا کے پانی میں بیکار بن گیا

ایں مثال اندیش گشتہ قومِ عادؔ[3]
قومِ عاد، یہ مثال سوچنے والی بنی
کاستخواں شاں خرد و مرد آمد زباد
کہ انکی ہڈیاں ہوا سے ریزہ ریزہ ہو گئیں

ایں مثال آورد ہر بدبختِ دوں
ہر بدبخت کمینہ یہ مثال لایا
تا کہ شد در قعرِ دوزخ سرنگوں
یہاں تک کہ دوزخ کی گہرائی میں اوندھا ہو گیا

ایں مثالت را چو زاغ و بوم داں
تو اِس مثال کو کوّا اور اُلو سمجھ
کہ از ایشاں پست شد صد خانداں
کہ انکی وجہ سے سینکڑوں خاندان تباہ ہوئے ہیں

مثلہا زدن قومِ نوحؑ باستہزا در زمانِ کشتی ساختنِ او

قومِ نوحؑ کا حضرت نوحؑ کے کشتی بنانے کے وقت مذاق میں مثال بیان کرنا

نوحؑ اندر بادیہ کشتی بساخت
(حضرت) نوحؑ نے جنگل میں کشتی بنائی
صد مثل گو از پئے تسخر بتاخت
سینکڑوں مثال دینے والے مذاق کیلئے دوڑے

زاغ و بوم۔ یہ تباہی اور نحوست کی علامتیں ہیں۔ مثلہا۔ اوپر بتایا تھا کہ غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں اب اُس کو مثال سے سمجھاتے ہیں۔ بادیہ۔ جنگل۔

[1] فضولی۔ بغیر اختیار کے کام کرنے والا۔ مدخل۔ سوراخ، گھسنے کی جگہ۔ آں مثالت۔ غلط مثالیں دینا خود مثال دینے والے کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے کہا۔ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ "اے اللہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اُس آدم کو مٹی سے" لہٰذا میں اُس سے افضل ہوں تو اُس کو سجدہ کیوں کروں۔

[2] قارون۔ قارون سے کہا گیا کہ اللہ نے تجھے جو دولت دی اُس کے ذریعہ آخرت کا طالب بن تو اُس نے کہا اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ یعنی یہ دولت میرے علم اور تدبیر سے مجھے حاصل ہوئی ہے اِس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ نمرود۔ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا اور کہا اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ یعنی لوگوں کی موت اور زندگی میرے قبضہ میں ہے۔ عجول۔ جلد باز۔ فرعون۔ فرعون نے کہا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی میں تمہارا بڑا خدا ہوں۔ سقط۔ بیکار چیز۔

[3] قومِ عاد۔ حضرت ہودؑ کے ساتھ اُن لوگوں نے غلط باتیں کیں تو آندھی سے ہلاک ہو گئے۔ ویں مثالت۔ یعنی غلط مثالوں اور غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں۔ تسخر۔ مذاق۔

در بیابانے کہ چاہ و آب نیست[۱] | می کُند کشتی چہ ناداں ابلہیست
اُس جنگل میں جہاں کنواں اور پانی نہیں ہے | وہ کشتی بنا رہا ہے، کس قدر نادان اور بیوقوف ہے

آں یکے میگفت ایں کشتی بتاز | واں یکے میگفت پرّش ہم بساز
ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑا | اور ایک کہتا تھا کہ اُس کے پَر بھی لگا

آں یکے[۲] میگفت دُنبالش کژ است | واں یکے میگفت پُشتش کژ مژ ست
ایک کہتا تھا، کہ اُس کا دُنبالہ ٹیڑھا ہے | ایک کہتا تھا، کہ اُس کی پُشت ٹیڑھی میڑھی ہے

آں یکے میگفت پالانش کجاست | واں یکے میگفت پایش کج چراست
ایک کہتا تھا کہ اُس کا پالان کہاں ہے؟ | ایک کہتا تھا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا کیوں ہے؟

آں یکے میگفت کایں مشکِ تہی ست | واں یکے میگفت ایں خر بہرِ کیست
ایک کہتا تھا، کہ یہ خالی مشکیزہ ہے | ایک کہتا تھا کہ یہ گدھا کس کے لئے ہے

آں یکے میگفت بیکاری مگر | یا شدی فرتوت و عقلت شد زسر
ایک کہتا تھا، کہ شاید تو بیکار ہے | یا تو کھوسٹ ہو گیا ہے اور تیرے سر سے عقل نکل گئی ہے

او ہمی گفت ایں بفرمانِ خداست | ایں بچربکہا نخواہد گشت کاست
وہ کہتے تھے، کہ یہ خدا کے حکم سے ہے | یہ ٹھٹھول سے نہ گھٹے گی

حکایتِ[۳] آں دُزد کہ پرسیدند چہ میکنی در نیم شب در زیرِ ایں دیوار، گفت دُہل می زنم

اُس چور کی حکایت جس سے دریافت کیا کہ تو آدھی رات میں اِس دیوار کے پاس کیا کر رہا ہے؟ اُس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں

ایں مَثَل بشنو کہ شب دُزدِ عَنید | در بُنِ دیوار حُفرہ می بُرید
یہ مثال سُن، کہ رات میں ایک سرکش چور | دیوار کی جڑ میں گڑھا کھود رہا تھا

نیم بیدارے کہ اُو رنجور بُود | طقطقِ آہستہ اش را می شنود
ایک ادھ کچری نیند والا جو کہ بیمار تھا | اُس کی آہستہ کھٹ کھٹ کو سُن رہا تھا

رفت بر بام و فرود آویخت سر | گفت اُورا در چہ کاری اے پدر
وہ کوٹھے پر چڑھا اور سر کو جھکایا | اُس سے کہا اے بابا! تو کس کام میں لگا ہے؟

خیر باشد نیم شب چہ میکنی | تو کئی گفتا دُہل زن اے سنی
خیر تو ہے، آدھی رات میں تو کیا کر رہا ہے؟ | تو کون ہے؟ اُس نے کہا اے بزرگ! ڈھول بجانے والا (ہوں)

۱ آب نیست۔۔۔۔ کشتی کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں دریا ہو یہاں خشک جنگل ہے اُس میں نوح کشتی کیوں بنا رہے ہیں۔ بتاز یعنی یہ کشتی خشکی میں دوڑانے کی ہے لہٰذا اس کو جنگل میں دوڑا۔ پرّش اس کشتی کے پَر لگا تاکہ اُڑ سکے پانی تو موجود نہیں کہ اس میں چلے گی۔

۲ آں یکے۔ مذاق میں کوئی حضرت نوحؑ سے کہتا کہ اس کشتی کا پچھلا حصّہ ٹیڑھا ہے کوئی کہتا کہ اُس کی پُشت ٹیڑھی ہے کوئی مذاق میں کہتا کہ گدھے کا پالان کہاں ہے کوئی کہتا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا ہے۔ مشک۔ کوئی کشتی کو مشک بتاتا کوئی اس کو گدھا قرار دیتا۔ او ہمی حضرت نوحؑ جواب میں فرماتے کہ یہ کشتی خدا کے حکم سے بنا رہا ہوں اور تمہارے مذاق اُڑانے سے اِس میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔

۳ حکایت۔ حضرت نوحؑ نے قوم سے فرمایا تھا۔ اِن تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون یعنی جس طرح آج تم ہمارا مذاق اُڑا رہے ہو آئندہ دیکھنا ہم تمہارا مذاق اُڑائیں گے۔ اسی مناسبت سے مولانا نے یہ حکایت نقل کی ہے عنید جھگڑالو۔ حُفرہ گڑھا طقطق۔ کھٹ کھٹ گفت اُورا اُس بیمار گھر والے نے چور سے کہا خیر باشد یعنی

خیریت ہے آدمی رات تو کیا کر رہا ہے؟ اور ڈھول بجانے والا ہوں تنہی بزرگ۔

در چہ کاری گفت می کوبم دُہل
تو کس کام میں (معروف) ہے اُسنے کہا ڈھول بجا رہا ہوں

گفت کو بانگِ دُہل اے بُو سُبل[1]
اُسنے کہا اے مختلف طریقوں والے ڈھول کی آواز کہاں ہے

گفت فردا بشنوی ایں بانگ را
اُس نے کہا تو اِس آواز کو کل سُن لے گا

نعرہ یا حسرتا وا وَیلتا
یا حسرتا واویلا کا نعرہ

من چو رفتم بشنوی بانگِ دُہل
میں جب چلا جاؤں گا تو ڈھول کی آواز سن لیگا

آن زمان واقف شوی بر جزو و کل
اُس وقت تو جزو و کل سے واقف ہوجائے گا

در غلط افتادۂ اے نیم خام
اے ادھ کچرے! تو غلطی میں پڑا ہوا ہے

پختہ شو در آتشِ حق والسلام
اللہ (کے عشق) کی آگ میں پختہ بن والسلام

آن دروغ ست و کژ و بر ساختہ
وہ (مثال) جھوٹی اور ٹیڑھی اور بناوٹی ہے

سرِ آن کژ را تو ہم نشناختہ
اُس ٹیڑھی کے راز کو بھی تو نے نہیں پہچانا ہے

جواب آن مثل کہ منکران گفتند از رسالت خرگوش
خرگوش کے قاصد بننے کی مثال جو منکروں نے بیان کی اُس کا جواب

سرِ آں خرگوش داں دیوِ فضول
اُس خرگوش کا راز سمجھ کہ وہ نالائق شیطان ہے

کہ بہ پیشِ[2] نفسِ تو آمد رسول
جو کہ تیرے نفس کے سامنے قاصد بن کر آیا

تا کہ نفسِ گول را محروم کرد
یہانتک کہ احمق نفس کو اُس نے محروم کر دیا

ز آبِ حیوانے کہ از وے خضرؑ خورد
اُس آبِ حیات سے جو خضرؑ نے پیا

باز گونہ کردۂ معنیش را
تو نے اُس کے معنیٰ کو اُلٹ دیا

کفر گفتی مستعدِ نیش را
تو نے کفر کیا، سزا کے لئے تیار ہو جا

اضطرابِ ماہ گفتی در زُلال
صاف پانی میں تو نے چاند کا حرکت کرنا بیان کیا

کہ بترسانید پیلاں را شغال
جس سے گیدڑ نے ہاتھیوں کو ڈرایا

قصۂ خرگوش و پیل آری و آب
تو خرگوش اور ہاتھی اور پانی کا قصہ بیان کرتا ہے

خشیتِ پیلان ز مہ در اضطراب
چاند کے ہلنے سے ہاتھیوں کا ڈرنا (بیان کرتا ہے)

ایں[3] چہ ماند آخر اے کوران خام
اے اندھو (عقل کے)، کچو! یہ کیا مشابہت رکھتا ہے؟

با مہے کہ شد زبونش خاص و عام
اُس چاند سے جس کے خاص و عام تابع ہیں

---

[1] بُو سُبل۔ مختلف طریقوں والا ہو نچھوں والا۔ نعرہ یعنی تیرا سب لُٹ جائیگا اور تو واویلا کریگا تو وہ میرے ڈھول کی آواز ہوگی جو تو سُن لیگا۔ من یعنی جب میں چوری کرکے چلا جاؤنگا تب تجھے سب کچھ معلوم ہو جائیگا۔ در غلط۔ یہ انبیاء کا مقولہ ہے کہ تم لوگ غلط مثالیں دے رہے ہو ایک غلطی تو یہ ہے کہ وہ مثال خود فرضی ہے پھر غلطی یہ ہے کہ اس افسانے اور فرضی قصہ کی حقیقت نہیں سمجھے۔ جواب۔ اب مولانا اس قصہ کا واقعی مطلب سمجھاتے ہیں۔ خرگوش۔ اِس سے مراد شیطان ہے۔

[2] پیشِ نفس۔ ہاتھی سے مرادِ نفسِ انسانی ہے۔ آب۔ پانی سے مُراد وہ آبِ حیات ہے جو خضرؑ نے حاصل کر لیا تھا یعنی شیطان نفس کو گمراہ کرکے آبِ حیات سے محروم کر دیتا ہے۔ گول۔ احمق۔ باز گونہ۔ اہلِ سبا نے اِس قصہ کو اُلٹ کر خرگوش سے انبیاء مراد لئے۔ کفر۔ انبیاء کو دھوکہ باز خرگوش سے تشبیہ دینا کفر ہے۔ نیش یعنی سزا۔ زلال۔ صاف پانی۔ شغال یعنی گیدڑ۔

[3] ایں چہ یعنی اِس قصہ میں تم نے آسمان کے چاند کو اللہ سے تشبیہ دی یہ تشبیہ انتہائی غلط ہے، آسمان کا چاند اللہ تعالےٰ سے کیا مشابہ ہو سکتا ہے۔ جملہ مخلوقات خواہ چاند ہو یا سورج یا دیگر مخلوقات وہ خالق کے کیسے مشابہ ہو سکتی ہیں۔ تمام جہاں اُس کا محکوم ہے۔

چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک
کیا چاند اور کیا سورج، اور کیا آسمان
چہ عقول و چہ نفوس و چہ مَلک
کیا عقلیں، اور کیا جانیں، اور کیا فرشتہ

چہ وحوش و چہ طیور و چہ جماد
کیا وحشی جانور، اور کیا پرندے، اور کیا پتھر
چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد
کیا بادشاہ، اور کیا فقیر، کیا شہنشاہ

چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار
کیا شہر اور کیا پہاڑ، اور کیا سمندر
چہ مہ و چہ سال و چہ لیل و نہار
کیا مہینہ، اور کیا سال، اور کیا رات اور دن

چہ تراب[1] و آب و چہ باد و چہ نار
کیا مٹی اور پانی، اور کیا ہوا، اور کیا آگ
چہ خریف و صیف و چہ دے چہ بہار
کیا جاڑا اور گرمی، اور کیا خزاں، کیا بہار

جملہ اندر حکم و در فرمانِ اُو
سب اُس کے حکم اور فرمان میں ہیں
ہمچو گوئے در خمِ چوگانِ اُو
جیسا کہ گیند، اُس کے خم میں

آفتابِ آفتابِ آفتاب
سورج کے سورج کا سورج (ہے)
ایں چہ میگویم مگر ہستم بخواب
میں یہ کیا کہہ رہا ہوں؟ شاید میں خواب میں ہوں

صد ہزاراں شہر را خشمِ شہاں
شاہوں کے غصہ نے، لاکھوں شہر
سرنگوں کردست اے بد گوہراں
اے بد اصلو! اوندھے کر دیئے ہیں

کوہ بر خود میشگافد صد شگاف
پہاڑ خود سینکڑوں ٹکڑے بن جاتا ہے
آفتابے چوں خراسے در طواف
سورج پنچکی کے گدھے کی طرح چکر میں ہے

خشمِ مرداں[2] خشک گرداند سحاب
مردانِ (خدا) کا غصہ ابر کو خشک کر دیتا ہے
خشمِ دلہا کرد عالمہا خراب
دلوں کے غصہ نے جہانوں کو تباہ کر دیا ہے

بنگرید اے مُردگانِ بے حنوط
اے خوشبو نہ ملے ہوئے مُردو! دیکھ لو
در سیاستگاہ شہرستانِ لوط
لوطؑ کے شہر کی عذاب گاہ کو

پیل[3] خود چہ بود کہ سہ مرغ پراں
ہاتھی خود کیا ہے کہ تین (چار) اڑنے والے پرندوں نے
کوفتند آں پیلگاں را استخواں
اُن ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں

اضعفِ مرغاں ابابیل ست و اُو
ابابیل کمزور ترین پرندہ ہے، اور اُس نے
پیل را بدرید و نپذیرد رفو
ہاتھی کو (ایسا) پھاڑا جس کا رفو نہیں ہو سکتا

کیست کو نشنید آں طوفانِ نوحؑ
کون ہے جس نے طوفانِ نوحؑ کے بارے میں نہ سنا ہو
یا مصافِ لشکرِ فرعون و روحؑ
یا فرعون اور حضرت جبرئیلؑ کا معرکہ

---

۱ چہ تراب۔ یعنی چاروں عنصر۔ خریف۔ موسم سرما۔ فصل خزاں۔ آفتاب۔ پہلا بمعنی آفتاب حقیقت دوسرا بمعنی روشنی تیسرا بمعنی خورشید فلک۔ ہستم بخواب۔ یعنی میرا ذاتِ حق کو آفتاب سے تعبیر کرنا بھی درست نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ اب مولانا اہلِ سبا کی گستاخی پر انکو تنبیہ کرتے ہیں کہ تمہاری تو کیا حقیقت ہے انبیاء کی ناراضی بہت سے شہروں کی تباہی کا سبب بنی ہے اُس کی وجہ سے پہاڑ شق ہوتے ہیں سورج پنچکی کے گدھے کی طرح اُن کا طواف کرتا ہے

۲ مرداں۔ انبیاء۔ سحاب۔ ابر۔ دلہا۔ یعنی انبیا کے دل۔ حنوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے جو مُردے کے بدن پر مل دی جاتی ہے۔ لوطؑ۔ حضرت لوطؑ کی ناراضی سے بستیاں ویران ہوئیں۔

۳ پیل خود چہ۔ ابرہہ کے ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے ہلاک ہوا۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ کی ناراضی سے قوم پر پانی کا طوفان آیا۔ لشکرِ فرعون۔ حضرت موسیٰؑ کی ناراضی سے قوم فرعون کو جبرئیل نے دریا میں غرق کر دیا۔

(۱۸)

روحِ شاں بشکست واندر آب ریخت — ذرہ ذرہ آبِ شاں برمی گسیخت
(حضرت) جبرئیلؑ نے انکو شکست دی اور پانی میں بہا دیا — پانی اُن کو ذرہ ذرہ کرتا تھا

کیست کو نشنید احوالِ ثمودؑ[1] — وانکہ صرصر عادیاں رامی ربُود
کون ہے جس نے ثمود کے احوال نہ سُنے ہوں؟ — اور یہ کہ عاد والوں کو گرم آندھی اُچک رہی تھی

چشم بارے در چناں پیلاں کشا — کہ بُدندے پیل کُش اندر وغا
اب آنکھ ایسے ہاتھیوں میں کھول — جو ہاتھیوں کو جنگ میں مار ڈالنے والے تھے

آنچناں پیلان و شاہانِ ظلوم — زیرِ خشمِ دل ہمیشہ در رُجوم[2]
ایسے ہاتھی اور ظالم بادشاہ — (صاحب) دل کے غصہ کے ماتحت ہمیشہ سنگباری میں رہے ہیں

تا ابد از ظلمتے در ظُلمتے — میروند و نیست غوث و رحمتے
ہمیشہ کے لئے ظُلم کی وجہ سے اندھیرے میں — جا رہے ہیں اور کوئی فریاد اور رحمت نہیں ہے

نامِ نیک و بد مگر نشنیدہ اید — جملہ دیدند و شما نادیدہ اید
شاید تم نے نیک اور بد کا نام نہیں سُنا ہے — سب نے دیکھ لیا ہے اور تم نے نہیں دیکھا ہے

دیدہ را نادیدہ می آرید لیک — چشمِ تاں را واکشاید مرگ نیک
دیکھے ہوئے کو اَن دیکھا تصور کر رہے ہو لیکن — موت تمہاری آنکھ کو اچھی طرح کھول دے گی

گر دو عالم پُر بود خورشید و نُور — چوں روی در ظُلمتے مانندِ کور
اگر دونوں جہان سورج اور نور سے پُر ہوں — جبکہ تو اندھوں کی طرح اندھیرے میں چلے

ق

بے نصیب آئی ازاں نورِ عظیم — بستہ روزن باشی از ماہِ کریم
اُس عظیم نور سے تو بہرہ ور نہ ہو گا — اس عظیم چاند کیطرف سے تیرا روشندان بند رہیگا

تو درون چاہ رفتستی زکاخ[3] — چہ گنہ دارد جہانہائے فراخ
تو محل سے گر کر کنوئیں میں چلا گیا ہے — وسیع جہانوں کی کیا خطا ہے

جاں کہ اندر وصفِ گرگی ماند اُو — چوں ببیند روئے یوسفؑ را بگو
وہ جان جو بھیڑیئے پن میں رہی — بتا، وہ یوسفؑ کا چہرہ کیسے دیکھے گی؟

لحنِ داؤدی بسنگ و کہ رسید — گوشِ آں سنگیں دلانش کم شنید
(حضرت) داؤدؑ کا نغمہ پتھر اور پہاڑ تک پہنچ گیا — اُن سنگدلوں کے کان نے نہ سُنا

آفریں بر عقل و بر انصاف باد — ہر زماں واللّٰہ اعلم بالرشاد
عقل اور انصاف کو شاباش ہے — ہر دور میں، اور خدا ہدایت کو زیادہ جانتا ہے

---

[1] ثمود۔ حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو ذبح کرنے کیوجہ سے چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ عادیاں۔ حضرت ہودؑ کی نافرمانی سے تباہ ہوئے۔ پیلاں۔ وہ کفار جو طاقتور ہاتھیوں کی طرح تھے۔ وغا۔ جنگ۔

[2] رجوم۔ سنگساری۔ ظلمت۔ ظُلم۔ ظُلمت۔ تاریکی۔ غوث۔ مدد۔ دیدہ را۔ یعنی تم اپنی تمام دیکھی بھالی چیزوں کو اَن دیکھا بنا رہے ہو۔ کشاید نیک۔ اچھی طرح کھول دے گی۔ گر دو عالم۔ جبکہ انسان خود اپنے آپ کو اندھا بنا لے تو وہ نور سے محروم رہتا ہے۔ روزن۔ روشندان۔

[3] تو درون۔ اگر کوئی خود اپنے آپ کو کنوئیں میں گرالے اور دنیا کی وسعت سے محروم ہو جائے تو اُس میں دنیا کا کیا قصور ہے۔ کاخ۔ محل۔ وصفِ گرگی۔ یعنی نفسانی عیوب حرص طمع وغیرہ۔ یوسفؑ۔ یعنی انبیاءؑ و اولیاء۔ لحنِ داؤدی۔ یعنی انبیاء کے معجزات سے غیر ذی روح تک متاثر ہوئے ہیں لیکن سنگدل انسان متاثر نہیں ہوتا۔ آفریں۔ عقل و انصاف ہو تو انسان حقیقت کو سمجھ لیتا ہے، اہلِ سبا عقل و انصاف سے بے بہرہ ہیں۔

صَدِّقُوا رُسْلًا کِرَامًا یَا سَبَا ۱ — صَدِّقُوا رُوحًا سَبَاهَا مَنْ سَبَا
اے سبا (والو)! شریف رسولوں کی تصدیق کرو — اُس رُوح کی تصدیق کرو جس کو قید کیا ہے جس نے بھی قید کیا ہے

صَدِّقُوهُمْ هُمْ شُمُوسٌ طَالِعَہ — یُؤمِنُوکُمْ مِّنْ مَّخَازِی الْقَارِعَہ
اُن کی تصدیق کرو وہ طلوع کرنے والے سُورج ہیں — وہ تمہیں قیامت کی رُسوائیوں سے امن دلائیں گے

صَدِّقُوهُمْ هُمْ بُدُوْرٌ زَاهِرَہ — قَبْلَ اَنْ یَّلْقُوکُمْ بِالسَّاهِرَہ
اُن کی تصدیق کرو، وہ روشن چاند ہیں — اِس سے پہلے کرو کہ تم سے میدانِ قیامت میں مُلاقات کریں

صَدِّقُوهُمْ هُمْ مَّصَابِیْحُ الدُّجٰی — اَکْرِمُوهُمْ هُمْ مَّفَاتِیْحُ الرَّجَا
اُن کی تصدیق کرو، وہ تاریکی کے چراغ ہیں — اُن کی عزت کرو وہ اُمید کی کُنجیاں ہیں

صَدِّقُوا مَنْ ۲ لَّیْسَ یَرْجُو خَیْرَکُمْ — لَا تَضِلُّوا لَا تَصُدُّوا غَیْرَکُمْ
اُس کی تصدیق کرو جو تمہارے مال کا اُمیدوار نہیں ہے — گمراہ نہ ہو، اپنے غیر کو نہ روکو

پارسی گوئیم ہیں تازی بہل — ہندوی آں تُرک باش اے آب و گِل
ہم فارسی بولنے والے ہیں، خبردار! عربی کو رہنے دے — اے پانی اور مٹی (سے بنے ہوئے)! اس تُرک کا غلام بنجا

ہیں گواہی ہائے شاہاں بشنوید — بگرویدند آسمانہا بگروید
آگاہ! بادشاہوں کی شہادتیں سُنو — آسمان اُنکے گرویدہ ہیں تم (بھی) گرویدہ بنو

یا بحالِ ۳ اوّلیناں بنگرید — یا سوئے آخر بحزمے بر پرید
یا گزشتہ لوگوں کا حال دیکھو — یا آخرت کی طرف احتیاط سے پرواز کرو

بیانِ معنیٔ حزم و مثالِ مردِ حازم
بختہ کاری کے معنی کا بیان اور بختہ کار انسان کی مثال

حزم چہ بُوَد در دو تدبیر احتیاط — از دو آں گیری کہ دُور است از خُباط
بُختہ کاری کیا ہوتی ہے دو (چیزوں) میں احتیاط کی تدبیر — تو دونوں میں سے وہ اختیار کر جو لغزش سے دور ہے

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز — نیست آب و ہست ریگِ پا سوز
ایک کہتا ہے کہ اس راستہ میں سات روز تک — پانی نہیں ہے اور پاؤں جلانے والا ریت ہے

آں دگر گوید دروغ است ایں بدا — کہ بہر شب چشمۂ بینی رواں
دوسرا کہتا ہے جھوٹ ہے، یہ سمجھ لے — کہ تو ہر رات کو بہتا چشمہ دیکھے گا

بختہ کاری احتیاط اور ہوشیاری برتو۔ حزم۔ حار کے فتح سے، بختہ کاری، ہوشیاری احتیاط۔ خُباط۔ خبطی پن، لغزش۔

۱ صَدِّقُوا۔ پھر مولانا اہلِ سبا کو خطاب کرتے ہیں کہ اِن شریف رسولوں کا کہنا مان لو یہ عاشقانِ خدا ہیں اِن کی تصدیق کرو۔ یہ مجسم نور ہیں اِن کا اتباع قیامت کی رسوائیوں سے بچائے گا۔ قَبْلَ اَنْ۔ لامحالہ قیامت کے دن ہمیں اُن لوگوں کا سامنا کرنا ہے اگر دنیا میں کہنا نہ مانو گے تو وہاں کام نہ چلے گا۔

۲ مَنْ لَّیْسَ۔ یہ رسول اس قدر مخلص ہیں کہ تم سے کسی رہنمائی کی دولت نہیں مانگتے ہیں لیکن تم خود گمراہ ہو اور دوسروں کو گمراہ کر رہے ہو۔ پارسی۔ تم یہ اعتراض کروگے کہ ہم فارسی بولنے والے ہیں، ہم عربی زبان نہیں سمجھتے تو لو میں عربی میں نصیحت کرنا بند کرتا ہوں اور فارسی ہی میں نصیحت کرتا ہوں۔ ہندوی۔ ہندو بمعنی غلام۔ تُرک بمعنی معشوق یعنی ذاتِ حق۔ ہیں۔ انبیاء جو کچھ خدا کے بارے میں گواہی دے رہے ہیں اُنکو سنو آسمان تک اسی کے تابع فرمان ہے تم بھی اس کے تابع بن جاؤ۔

۳ یا بحال۔ اللہ تعالٰے کی اطاعت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ پہلے نافرمانوں کا انجام دیکھ لو یا آخرت کے معاملہ میں

حزم آں باشد کہ برگیری تو آب — تارہی از ترس[1] و باشی بر صواب
بختہ کاری یہ ہوگی کہ تو پانی لے لے — تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور تو صحیح راستہ پر ہو

گر بُوَد در راہ آب ایں را بریز — ور نباشد وائے بر مردِ ستیز
اگر راستہ میں پانی ہو اُس کو بہادے — اگر نہ ہوا تو جھگڑا کرنے والے پر افسوس ہے

اے خلیفہ[2] زادگاں دادے کنید — حزم بہرِ روزِ میعادے کنید
اے خلیفہ زادو! انصاف کرو — قیامت کے دن کیلئے بختہ کاری سے کام لو

آں عدوے کز پدرتاں کیں کشید — سوئے زندانش ز علییں کشید
وہ دشمن جس نے تمہارے باپ سے کینہ کشی کی — علیین سے اُس کو قیدخانہ میں کھینچ لایا

آں شہِ شطرنج دل را مات کرد — از بہشتش سخرۂ آفات کرد
اُس نے دل کے شاہِ شطرنج کو مات دیدی — اُس کو بہشت سے نکالکر مصیبتوں کا پابند کر دیا

چند جا بندش گرفت اندر نبرد — تا بکُشتی در فگندش روئے زرد
معرکے میں چند جگہ اُس پر پینچ ڈالا — یہاں تک کہ رسوائی کے ساتھ اسکو کُشتی میں پچھاڑ دیا

اینچنیں کرد ست با آں پہلواں — سُست سُستش منگرید اے دیگراں
اُس بہادر کے ساتھ یہ کیا — اے بیگانو! اُس کو حقیر نہ سمجھو

مادر و بابائے ما را آں حسُود — تاج و پیرایہ بچالاکی رُبود
اُس حاسد نے ہماری ماں اور باپ کا — تاج اور لباس چالاکی سے اُچک لیا

کردشاں آنجا برہنہ خوار و زار — سالہا بگریست آدمؑ زار زار
اُس جگہ اُن کو ننگا ذلیل اور بدحال کر دیا — آدمؑ سالوں زار زار روئے

کہ ز اشکِ چشم او روئید نبت[3] — کہ چرا اندر جریدہ لاست ثبت
کہ اُنکی آنکھوں کے آنسو سے گھاس اُگ آئی — کہ کیوں اعمال نامے میں اِنکار لکھا ہے؟

تو قیاسے گیر طرّاریش را — کہ چُناں سرور کند زو ریش را
تو اُس کی چالاکی کا قیاس کرلے — کہ ایسا سردار اُس کی وجہ سے داڑھی نوچتا ہے

اَلحذر اے گِل پرستاں از شرش — تیغِ لاحولے زنید اندر سرش
اے مٹی کے پجاریو! اُس کے شر سے بچو — اُس کے سر پر لاحول کی تلوار مارو

ماننا۔ لا۔ انکار کا حکم۔ طرّاری۔ جیب تراشی، مکاری۔ سرور۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ ریش۔ ریش کندن۔ غم و غصہ کرنا۔ گِل پرست۔ تن پرست۔

[1] از ترس۔ یعنی پانی نہ ملنے کا خوف۔ گر بود۔ احتیاط اور حزم کا تقاضا یہی ہے کہ آخرت کے لئے اعمالِ صالحہ کا توشہ لے لے اگر نعوذ باللہ آخرت کا معاملہ افسانہ بھی ہو تو اعمالِ صالحہ کر لینے میں کوئی مضرت بہرحال نہیں ہے اور اگر آخرت کا معاملہ حقیقت ثابت ہوا تو یہ اعمالِ صالحہ کام آجائیں گے اور اگر قیامت حقیقتاً ہوئی اور اعمالِ صالحہ نہ ہوئے تو لامحالہ تباہی ہے لہٰذا حزم یہی ہے کہ نیک کام کرتے جائیں، یہی مضمون حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ایک دہریہ کے مقابلہ میں پیش کیا تھا۔

[2] خلیفہ۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ روزِ میعاد۔ روزِ قیامت۔ زنداں۔ یعنی دنیا۔ علیین۔ جنت کے اعلیٰ طبقہ کا نام ہے۔ شہِ شطرنج دل۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ بند۔ پینچ۔ نبرد۔ جنگ۔ پہلوان۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ مادر۔ یعنی حوا۔ بابا۔ حضرت آدمؑ۔ پیرایہ۔ لباس۔

[3] کہ ز اشک۔ یعنی حضرت آدمؑ اپنی لغزش پر اس قدر روئے کہ آنسو گرنے سے زمین پر گھاس اُگ آئی۔ جریدہ۔ عینِ ثابت یعنی وہ وجودِ آدمؑ جو قبل تخلیقِ آدمؑ علمِ الٰہی میں تھا، دفتر یعنی لوحِ محفوظ۔ لا۔ یعنی کہنا نہ

۱ کو ہمی بیند شمارا از کمیں — کہ شما او را نمی بینید ہیں
کیونکہ وہ تمہیں گھات میں سے دیکھتا ہے — خبردار! کہ تم اُسے نہیں دیکھتے ہو

دائما صیاد ریزد دانہا — دانہ پیدا باشد و پنہاں دغا
شکاری ہمیشہ دانہ ڈالتا ہے — دانہ ظاہر، اور مکر چھپا ہوا ہوتا ہے

ہر کجا دانہ بدیدی الحذر — تا نہ بندد دام بر تو بال و پَر
تو جہاں دانہ دیکھے بچ — تاکہ جال تیرے بال و پر نہ باندھ دے

چونکہ دیدی دانہ بگریز اے حمام — ورنہ چوں خوردی درافتادی بدام
اے کبوتر! جب تو دانہ دیکھے، بھاگ جا — ورنہ جیسے ہی تو نے کھایا، جال میں پھنسا

۲ زانکہ ہر مرغے کہ ترکِ دانہ کرد — دانہ از صحرائے بے تزویر خورد
کیونکہ جس پرند نے دانہ چھوڑا — بے مکر جنگل سے دانہ چگ لیا

شاد مرغے کو بترکِ دانہ گفت — در ریاضِ قدس بہرش گل شگفت
وہ پرند بھلا ہے جس نے دانہ چھوڑا — اور قدس کے باغوں میں اُسکے لئے پھول کھلے

ہم بداں قانع شد و از دام جست — ہیچ دامے پرّ و بالش را نہ بست
اسی ادانہ پر کفایت کر لی اور جال سے چھوٹ گیا — کسی جال نے اُس کے بال و پر نہ باندھے

وخامتِ حالِ آں مرغ کہ ترکِ حزم کرد از حرص و ہوا

اُس پرند کے حال کی تباہی جس نے حرص اور لالچ سے پختہ کاری چھوڑ دی

۳ باز مرغے فوقِ دیوارے نشست — دیدہ سوئے دانہ و دامے بہ بست
پھر وہ پرند، جو ایک دیوار پر بیٹھا — آنکھ، دانہ اور جال پر جما دی

یک نظر او سوئے صحرا می کند — یک نظر حرصش بدانہ می کشد
وہ جنگل کی جانب ایک نگاہ کرتا ہے — (اور) ایک نظر میں اسکو حرص دانہ کیطرف کھینچتی ہے

ایں نظر با آں نظر چالیش کرد — ناگہانی از خرد خالیش کرد
اس نظر نے اُس نظر سے مقابلہ کیا — اچانک اُس کو عقل سے خالی کر دیا

رفت دانہ خورد و اندر دام ماند — صائدش کشت و بخورد و کام راند
وہ اُڑا، دانہ کھایا اور جال میں پھنس گیا — شکاری نے اُسکو ذبح کیا اور کھا لیا اور مقصد کو پورا کیا

باز مرغے کاں تردد را گذاشت — زاں نظر بر کند و بر صحرا گماشت
پھر وہ پرند جس نے تردد کو چھوڑا — اُس نے اُس سے نظر ہٹالی اور جنگل پر لگا دی

---

۱ کو ہمی بیند۔ چونکہ وہ تمہیں نظر نہیں آتا لہٰذا اُس کے مارنے کے لئے صرف لاحول کی تلوار کام دے سکتی ہے۔ دائما۔ شیطان بھی اسی طرح شکار کھیلتا ہے کہ نفسانی شہوات کے دانے ڈال دیتا ہے اور خود چھپا رہتا ہے۔ ہر کجا۔ یہ ناممکن ہے کہ دانہ چگ لو اور جال میں نہ پھنسو لہٰذا دانہ دیکھ کر ہی بھاگ جاؤ۔

۲ زانکہ۔ جو شیطانی لذتوں سے بچے گا وہ جنّت کے باغوں سے غذائیں حاصل کرے گا۔ شاد۔ وہ انسان قابلِ مبارکباد ہے جو شیطان کے داؤں سے بچ گیا۔

۳ باز مرغے۔ اس قصہ میں دو پرندوں کی حالت بیان کی ہے، ایک تو وہ جو حرص و لالچ میں عقل کھو بیٹھا اور دانہ کے لالچ میں جال میں پھنس گیا اُس کا انجام تو یہ ہے کہ وہ شکاری کے پیٹ میں گیا دوسرا وہ پرند ہے جس نے دانہ کا لالچ نہ کیا اور جال سے نجات پا گیا لہٰذا انسان کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ورنہ وہی حال ہو گا جو لالچی پرند کا ہوا۔ چالیش۔ چالش، جنگ، ناز سے چلنا۔ صائد۔ شکاری۔

شاد پرّ و بالِ اُو بخّا لہٗ — تا امامِ جملہ آزادان شُدہ اُو
اُس کے بال و پر بھلے ہیں، اسکے لئے خوبی ہے — یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام بن گیا

ہر کہ اُو را مقتدا سازد برَست — در مقامِ امن و آزادی نشست
جس نے اُس کو مقتدا بنالیا، نجات پاگیا — امن اور آزادی کے مقام پر بیٹھ گیا

زانکہ شاہِ حازماں آمد دلش — تا گلستان و چمن شد منزلش
کیونکہ اُس کا دل، پختہ کاروں کا بادشاہ ثابت ہوا — یہاں تک کہ گلستان اور چمن اسکی منزل بنا

حزم ز و راضی و او راضی ز حزم — اینچنیں کُن گر کُنی تدبیر و عزم
پختہ کاری اُس سے خوش، اور وہ پختہ کاری سے خوش — اگر کرتا ہے تو ایسی تدبیر، اور ارادہ کر

بارہا در دامِ حرص اُفتادہٗ — حلقِ خود را در بُریدن دادہٗ
تو بارہا لالچ کے جال میں پھنسا ہے — تونے اپنا گلا کٹنے کے لئے دے دیا ہے

باز تَت آں توّاب[2] لطف آزاد کرد — توبہ پذرفت و شما را شاد کرد
پھر تجھے اُس مجسّم، مہر توبہ قبول کرنے والے نے آزاد کر دیا — اُس نے توبہ قبول کرلی اور تمہیں خوش کر دیا

گفت اِن عُدتم کذا عُدنا کذا — نحن زوّجنا الفعال بالجزا
فرمایا اگر تم اس طرح پلٹے ہم اس طرح پلٹیں گے — ہم نے کاموں کا بدلے کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے

چونکہ جُفتے را بَرِ خود آورم — آید آں جُفتش دَوانہ لاجرم
جبکہ ایک جوڑ والے کو اپنے پاس لاتا ہوں — اُس کا جوڑا لامحالہ دوڑتا ہوا آتا ہے

جُفت کردیم ایں عمل را با اثر — چوں رسد جُفتے رسد جُفتے دگر
ہم نے اِس کام کا نتیجہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے — جب جوڑے میں کا ایک آتا ہے دوسرا آجاتا ہے

چوں[3] رُباید غارتے از جُفت شُوئے — جُفت می آید پئے اُو شُوئے جُوئے
جبکہ کوئی غارتگر جوڑے میں سے نر کو پکڑ لیتا ہے — مادہ اُسکے پیچھے نر کو تلاش کرتی ہوئی آتی ہے

بارِ دیگر سُوئے ایں دام آمدید — خاک اندر دیدۂ توبہ زدید
تم پھر اِس جال کی طرف آئے — تم نے توبہ کی آنکھوں میں دُھول جھونک دی

باز تاں توّاب بکشاد آں گرہ — گفت ہیں بگریز رُو ایں سُو منہ
توبہ قبول کرنے والے نے پھر وہ گرہ کھولدی — فرمایا خبردار! بھاگ اِدھر کا رُخ نہ کر

باز چوں پروانۂ نسیاں رسید — جانِ تاں را جانبِ آتش کشید
پھر جب بھول کا پروانہ آیا — اُس نے تمہاری جان کو آگ کی جانب کھینچ لیا

۱ے تا امام - پھر یہ نجات پانے والا پرندہ دوسرے پرندوں کا سردار بن جاتا ہے - ہر کہ اُو - جو پرندہ اس ہوشیار پرند کو امام بنائیگا اُس کو امن اور آزادی حاصل ہوگی - زانکہ - اِس پرندہ کا دل پختہ کاروں کا شاہ ثابت ہوا اینچنیں - انسان کو بھی اِس محتاط پرند کی طرح کام کرنا چاہیئے -

۲ے توّاب - توبہ قبول کرنے والا، اللہ تعالٰے - لطف - مہربانی یہ توّاب کی صفت ہے - گفت - اللہ تعالٰے کا حکم ہے جیسا کروگے ویسا بھروگے - نحن - اللہ تعالٰے نے ہر کام کے ساتھ اسکے بدلے کا جوڑ لگا دیا ہے - جُفتے - نر، مادہ میں سے اگر ایک کو بلاؤ گے دوسرا خود تمہارے پاس آجائے گا -

۳ے چوں - اگر کوئی شخص نر کو گرفتار کرے اُس کی مادہ، نر کی تلاش میں خود پہنچ جاتی ہے - بارِ دیگر - انسان توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ کرتا ہے اور توبہ کو توڑ دیتا ہے - باز - اللہ تعالٰی پھر توبہ قبول کر لیتا ہے -

ہم کُن اے پروانہ[1] نسیان و شکے | در پرِ سوزیدہ بنگر تو یکے
اے پروانے! بھول اور شک نہ کر | ایک بار اپنے جلے ہوئے پَر کو دیکھ لے

چوں رہیدی شکر آں باشد کہ ہیچ | سُوئے آں دانہ نداری پیچ پیچ
جب تو بچ گیا اُس کا شکر یہ ہے کہ کبھی | اُس دانہ کی جانب موڑ توڑ نہ کرے

تا ترا چوں شکر گوئی بخشد او | روزئ بے دام و بے خوفِ عدو
تاکہ جب تو شکر کرے تو وہ تجھے عطا کرے | وہ روزی جو بغیر جال اور بغیر دشمن کے خوف کے ہے

شکر آں نعمت کہ تاں آزاد کرد | نعمتِ حق را بباید یاد کرد
اُس نعمت کے شکریے میں کہ تمہیں اُسنے آزاد کر دیا | اللہ (تعالےٰ) کی نعمت کو یاد کرنا چاہیئے

چند اندر رنجہا و در بلا | گفتی از دامم رہا کُن اے خدا
کتنی بار تکلیفوں، اور مصیبت میں | تونے کہا ہے اے خدا! مجھے جال سے چھڑا دے

تا چنیں[2] خدمت کنم احساں کنم | خاک اندر دیدۂ شیطاں کنم
تاکہ میں ایسی خدمت کروں، احسان کروں | شیطان کی آنکھ میں دھول جھونکوں

چوں خلاصی داد حقت زامتحاں | ہمچنا نستی کہ بُودی ہمچناں
جب اللہ (تعالےٰ) نے تجھے آزمائش سے نجات دیدی | تو ویسا ہی ہے، جیسا کہ تھا

چوں رہا کردت فرامش کردیش | جانِ خود را مست و بیہش کردیش
جب اُسنے تجھے رہائی دیدی تو نے اُسکو بُھلا دیا | اپنی جان کو مست اور بے ہوش کرلیا

حکایت نذر کردنِ سگاں ہر زمستاں کہ چوں تابستاں آید خانہ بسازیم از بہر زمستاں

حکایت کُتوں کا ہر جاڑے میں مَنّت ماننا کہ جب گرمی آئے گی تو ہم جاڑوں کے لئے گھر بنائیں گے

سگ[3] زمستاں جمع گردد استخوانش | زخمِ سرما خرد گرداند چنانش
جاڑے میں کُتے کی ہڈیاں اکٹھی ہوجاتی ہیں | جاڑے کی تکلیف اُس کو ایسا مختصر بنادیتی ہے

کو بگوید کاینقدر تن کہ منم | خانۂ از سنگ باید کردنم
کہ وہ کہتا ہے کہ ایسے جسم کو جیسا کہ میں ہوں | پتھر کا گھر بنانا چاہیئے

چونکہ تابستاں بیاید من بجنگ | بہرِ سرما خانۂ سازم ز سنگ
جب گرمی آجائے گی میں جنگل سے | جاڑے کے لئے پتھر کا گھر بناؤں گا

---

[1] پروانہ۔ پروانہ روشنی کا عاشق ہوتا ہے اے پروانہ۔ یعنی وہ شخص جو گناہوں پر فریفتہ ہے اُس کو تباہ شدہ قوموں کو دیکھ لینا چاہیئے۔ چوں رہیدی۔ توبہ کا شکریہ تو یہ ہے کہ پھر کبھی معصیت کی طرف رُخ نہ کیا جائے۔ تاترا۔ شکر، مزید نعمت کا سبب ہے۔ نعمت۔ سزا سے رہائی کی نعمت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔

[2] تاچنیں۔ انسان جب توبہ کرتا ہے تو خدا کو پکارتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں عبادت کروں گا اور اس میں صفتِ احسان پیدا کروں گا۔ کہ بودی۔ لیکن جب مصیبت سے نجات مل جاتی ہے پھر پہلے کی طرح بدکار بن جاتا ہے۔ حکایت۔ اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ بدکار کی یہ عادت کُتے کی عادت کے مشابہ ہے۔

[3] سگ۔ کُتے جاڑے میں سردی کی تکلیف سے دُبلے ہوجاتے ہیں۔ کُتا جاڑے میں کُتا سوچتا ہے کہ اب کی گرمی میں اپنے لئے پتھر کا گھر بناؤں گا تاکہ آئندہ جاڑے سے محفوظ رہوں۔

۱ چونکہ تابستاں بیاید از تو شاد — استخوانہا پہن گردد پوست شاد
جب گرمی آجاتی ہے، خوشی سے — ہڈیاں پھیل جاتی ہیں، کھال کھل جاتی ہے

زفت گردد پا کشد در سایۂ — کاہلے سیرے غرے خود رایۂ
وہ موٹا ہو جاتا ہے سایہ میں پاؤں پھیلا دیتا ہے — کاہل پیٹ بھرا، غافل خود رائے (ہو جاتا ہے)

گوید او چوں زفت بیند خویش را — در کدامیں خانہ گنجم اے کیا
جب اپنے آپ کو موٹا دیکھتا ہے وہ کہتا ہے — اے بزرگ! میں کس گھر میں سما سکتا ہوں

گویدش دل خانہ ساز اے عمو — گوید او در خانہ کے گنجم بگو
اُس کا دل کہتا ہے اے چچا! گھر بنا لے — وہ کہتا ہے بتا میں کسی گھر میں کب سما سکتا ہوں؟

استخوانِ حرصِ تو در وقتِ درد — درہم آید خرد گردد در نورد
مصیبت کے وقت تیرے حرص کی ہڈیاں — درہم (برہم) ہو جاتی ہیں لپٹ کر چھوٹی ہو جاتی ہیں

۲ سازم از توبہ بگوئی خانۂ — در زمستاں باشدم کاشانۂ
تو کہتا ہے کہ میں توبہ کا ایک گھر بناؤں گا — جو جاڑوں میں میرا گھر ہو گا

چوں بشد درد و شدت آں حرص زفت — ہمچو سگ سودائے خانہ از تو رفت
جب مصیبت جاتی رہی اور تیری وہ حرص موٹی ہو گئی — کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا

۳ شکرِ نعمت خوشتر از نعمت بود — شکر بارہ کے سوئے نقمت رود
نعمت کا شکر نعمت سے زیادہ اچھا ہوتا ہے — شکر سوار، عذاب کی طرف کب جاتا ہے؟

۴ شکر جانِ نعمت و نعمت چو پوست — زانکہ شکر آرد ترا تا کوئے دوست
شکر، نعمت کی روح اور نعمت کھال کی طرح ہے — کیونکہ شکر تجھے دوست کے کوچہ تک لیجاتا ہے

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ — صیدِ نعمت کن بدامِ شکرِ شاہ
نعمت غفلت پیدا کرتی ہے اور شکر آگاہی — شاہ کے شکر کے جال سے نعمت کا شکار کر

نعمتِ شکرت کند پر چشم و میر — تا کُنی صد نعمت ایثارِ فقیر
نعمت کا شکر تجھے بے نیاز اور بڑا بنا دیگا — تاکہ تو سینکڑوں نعمتیں فقیر کو بخشے

سیر نوشی از طعام و نقلِ حق — تا رَوَد از تو شکم خواری و دق
اللہ (تعالیٰ) کے کھانے اور نقل سے تو پیٹ بھر کر کھائیگا — یہاں تک کہ تجھ سے شکم پُری اور سوال جاتا رہیگا

شکر کی نعمت عطا فرما دیتا ہے وہ بڑا اور بے نیاز بن جاتا ہے دولت کو فقیروں پر تقسیم کرتا ہے اللہ کی جانب سے ایسی غذائیں حاصل کرتا ہے جن کی وجہ سے وہ تن پروری اور لوگوں کا دروازہ کھٹکھٹانے سے مبرا ہو جاتا ہے۔ دَق۔ یعنی دقِ الباب، دروازہ کھٹکھٹانا۔

۱ چونکہ۔ گرمی کے زمانہ میں جاڑے کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے پھر ہڈیوں اور کھال میں جان پیدا ہو جاتی ہے۔ زفت۔ گرمی کے زمانہ میں کُتا موٹا ہو جاتا ہے تو سایہ میں آرام سے سوتا ہے۔ غِرّ۔ غافل۔ گوید۔ اب اُس کُتے کے خیالات بدل جاتے ہیں اور سوچنے لگتا ہے میں تو ایسا موٹا ہوں کہ کسی گھر میں نہ سما سکوں گا۔ استخواں۔ انسان کا حال بھی اُسی کُتے کا سا ہے۔

۲ سازم۔ جب انسان مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے، تو توبہ کے ذریعہ آرامگاہ بنانے کی سوچتا ہے۔ چوں بشد۔ لیکن مصیبت سے نجات پانے کے بعد پھر اپنی توبہ کو فراموش کر دیتا ہے۔ شکرِ نعمت۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اُس کا شکریہ ادا کرنا نعمت سے بھی زیادہ اچھا ہے، شکر گذار بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔

۳ شکر۔ شکر اور نعمت میں وہی نسبت ہے جو بدن اور روح میں ہے۔ نعمت۔ نعمت کا خاصہ تو غفلت ہے اور شکر کا خاصہ خدا آگاہی ہے۔ صیدِ نعمت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ "اگر تم شکر کرو گے ہم نعمتوں میں اضافہ کر دینگے"۔ نعمتِ شکرت۔ اللہ تعالیٰ جس کو

نعمتِ وہّاب را شکرے کنید — تا سرِ منحوسِ خود را نشکنید
اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کا شکر ادا کرو — تاکہ اپنے منحوس سر کو نہ پھوڑ دو

شکر[1] جذبِ نعمت او فر کُند — کفرِ نعمت شخص را کافر کُند
شکر زیادہ نعمت کو کھینچتا ہے — نعمت کا کفر انسان کو کافر بناتا ہے

منع کردنِ منکراں انبیا را علیہم السّلام از نصیحت کردن و حجّت آوردن بطریقہ جبریانِ نامعقول گفتنِ انبیا علیہم السّلام

منکروں کا انبیاء علیہم السّلام کو نصیحت کرنے سے روکنا اور جبریوں کی طرح دلیل بیان کرنا اور انبیاء علیہم السّلام کو نامناسب کہنا

قوم گفتند اے نصوحاں بس بود — انچہ گفتید ار دریں دہ کس بود
قوم نے کہا، اے نصیحت کرنیوالو! کافی ہوتا — جو کچھ کہ تم نے کہا اگر اس گاؤں میں کوئی با اختیار ہوتا

قفل بر دلہائے ما بنہاد حق — کس نداند برد بر خالق سبق
اللہ (تعالیٰ) نے ہمارے دلوں پر تالے چڑھا دیے ہیں — اللہ (تعالیٰ) سے کوئی بازی نہیں جیت سکتا

نقشِ[2] ما ایں کرد آں تصویر گر — ایں نخواہد شد بگفت و گوئے دگر
تصویر ساز نے ہماری یہی تصویر بنائی ہے — یہ گفتگو سے نہیں بدل سکتی

سنگ را صد سال گوئی لعل شو — کہنہ را صد بار گوئی باش نو
تو پتھر سے سینکڑوں سال کہے کہ تو لعل بن جا — پرانے سے تو سینکڑوں بار کہے کہ تو نیا بن جا

خاک را گوئی صفاتِ آب گیر — آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر
تو مٹی سے کہے، کہ پانی کی صفات اختیار کر — تو پانی سے کہے، کہ شہد یا دودھ بن جا

نار را گوئی کہ نورِ محض شو — پشہ را گوئی کہ سوئے باد رو
تو آگ سے کہے، کہ تو خالص نور بن جا — تو مچھر سے کہے، کہ ہوا کی طرف چلا جا

قلب را گوئی کہ عینِ پاک شو — یا کہ اکسیرے شو و چالاک شو
تو کھوٹے سے کہے، کہ مجسّم صاف بن جا — یا یہ کہ اکسیر بن، اور تیز ہو جا

ہیچ[3] ازاں اوصاف دیگرگوں شوند — آب کے گردد عسل اے ارجمند
کبھی اُن اوصاف سے وہ بدلیں گے؟ — اے بانصیب! پانی کب شہد بنے گا؟

خالقِ افلاک و ہم افلاکیاں — خالقِ آب و تراب و خاکیاں
آسمانوں اور آسمان والوں کے پیدا کرنیوالے — پانی اور مٹی اور خاک سے پیدا ہونیوالوں کے پیدا کرنیوالے تھے

---

[1] شکر۔ شکر مزید نعمتوں کا سبب ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔ جبریان۔ وہ فرقہ جو انسان کو اپنے افعال میں مجبور و مضطر قرار دیتا ہے۔ نصوح۔ بہت نصیحت کرنے والا۔ بس بود۔ یعنی اگر ہم اپنے اختیار میں ہوتے تو تمہاری نصیحت بہت کافی تھی۔ قفل۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو اللہ پر کون غالب آسکتا ہے۔

[2] نقش۔ جب خدا نے ہمیں منکر بنایا ہے تو اب ہم کسی کی گفتگو سے مومن کیسے بن سکتے ہیں۔ سنگ۔ اگر کوئی پتھر سے لعل بننے کو کہے، پرانے سے نیا بننے کو کہے، مٹی کو پانی بن جانے کا حکم دے، پانی کو شہد یا دودھ بننے کو کہے، کھوٹے کو خالص بننے کو کہے یا اکسیر اور قیمتی بننے کو کہے تو یہ سب کہنا بالکل بیکار ہے۔

[3] ہیچ ازاں۔ جن صفات پر اللہ نے جن چیزوں کو پیدا فرمایا ہے ان میں تبدیلی ناممکن ہے۔ خالق۔ اللہ نے آسمان میں گھومنے اور صفائی کی صفت پیدا فرمائی ہے پانی اور مٹی میں کدورت اور نشوونما کی صفت پیدا فرمائی ہے۔

آسماں را داد دَوران و صفا — آب و گِل را تیرہ رُوئی و نما

آسمان کو گھومنا اور صفائی عنایت کی — پانی اور مٹی کو گدلا پن اور نمو (عطا فرمایا)

کے[1] تواند آسماں دُردی گزید — کے تواند آب و گِل صفوت خرید

آسمان تیرگی کب اختیار کر سکتا ہے؟ — پانی اور مٹی صفائی کب حاصل کر سکتے ہیں؟

قسمتے کردست ہر یک را رَہے — کے کُہے گردد بجہدت چوں کہے

ہر ایک کیلئے ایک راستہ تقسیم کر دیا ہے — تیری کوشش سے پہاڑ گھاس جیسا کب بن سکتا ہے؟

جواب انبیا علیہم السّلام جبریاں را

جبریوں کو انبیاء علیہم السلام کا جواب دینا

انبیا گفتند کارے آفرید — وصفہائے کہ نتاں زاں سَر کشید

انبیاء نے کہا کہ ہاں اس نے پیدا فرمائے — ایسے اوصاف کہ تم اُن سے رُوگردانی نہیں کر سکتے

وا فرید اُو وصفہائے عارضی — کہ کہے مَبغوض میگردد رَضی

اُس نے ایسے عارضی اوصاف (بھی) پیدا فرمائے ہیں — کہ ناپسندیدہ، کبھی پسندیدہ بن جاتا ہے

سنگ[2] را گوئی کہ زر شو بیہدست — مِس را گوئی کہ زر شو راہ ہست

تو پتھر سے کہے کہ سونا بن، بیہودہ (بات) ہے — تو تانبے سے کہے، کہ سونا بن (اس کا) راستہ ہے

ریگ را گوئی کہ گِل شو عاجز ست — خاک را گوئی کہ گِل شو جائز ست

تو ریت سے کہے کہ پھول بن جا (وہ) عاجز ہے — تو مٹی سے کہے، کہ پھول بن جا ممکن ہے

رنجہا دادست کانرا چارہ نیست — آں بمثل گنگی و فطس و عمٰی ست

اُس نے ایسے مرض پیدا کئے ہیں جنکا کوئی علاج نہیں ہے — وہ مثلاً گونگا پن، ناک کا چپٹا پن اور اندھا پن ہے

رنجہا دادست کانرا چارہ ہست — آں بمثل لقوہ و دردِ سَر ست

دیکھو، امرض دیئے ہیں، جن کا علاج ہے — وہ مثلاً لقوہ، اور دردِ سر ہے

ایں[3] دواہا ساخت بہرِ ایتلاف — نیست ایں درد و دواہا از گزاف

یہ دوائیں موافقت کرنے کے لئے بنائی ہیں — یہ درد، اور دوائیں لغو نہیں ہیں

بلکہ اَغلب رنجہا را چارہ ہست — چوں بجد جوئی بیاید آں بدست

بلکہ عموماً مرضوں کا علاج ہے — جب تو کوشش سے تلاش کریگا ہاتھ آجائیگا

مکرر کردنِ آں منکراں حُجتہائے جبریانہ را

منکروں کا جبریوں کی دلیلوں کو دہرانا

---

[1] کے تواند۔ آسمان مکدّر نہیں ہو سکتا پانی اور مٹی مُصفّا نہیں ہو سکتے۔ قسمتے۔ ہر چیز کا ایک حصّہ مقرر کر دیا ہے اُس کو وہی حاصل ہوگا تیری کوشش سے پہاڑ کب بنے گا۔ انبیاء۔ انبیاء نے فرمایا صفات دو قسم کی ہیں ایک میں تبدیلی ناممکن ہے اور دوسری میں تبدیلی ممکن ہے۔ کہ کہے۔ ایک چیز میں مبغوض ہونے کی صفت ہوتی ہے پھر وہی چیز محبوب بنجاتی ہے تو یہ اسکی صفت بدل گئی۔

[2] سنگ۔ پتھر اپنا پتھر پن چھوڑ کر سونا بنجائے یہ ممکن نہیں ہے ہاں تانبہ سونا بن سکتا ہے۔ ریگ۔ ریت میں گل و گلزار بننے کی صلاحیت نہیں ہے مٹی گل و گلزار بن سکتی ہے۔ رنجہا۔ اسی طرح بعض امراض لاعلاج ہیں بعض امراض قابلِ علاج ہیں پیدائشی گونگا پن یا چپٹی ناک یا پیدائشی اندھا پن ناقابلِ علاج ہے۔ چارہ ہست۔ لقوے اور دردِ سر کا علاج ہو سکتا ہے۔

[3] ایں دواہا۔ یہ دوائیں امراض کا ازالہ کرتی ہیں اِن دواؤں اور مرض میں مناسبت ہے۔ چوں بجد۔ حدیث شریف ہے مَا اَنزَلَ اللّٰہُ دَاءً اِلَّا اَنزَلَ لَہٗ دَوَاءً خدا نے کوئی بیماری ایسی نہیں بنائی جس کا علاج نہ ہو۔ تلاش اور جستجو ضروری ہے۔

قوم گفتند اے گروہ ایں رنج ما [۱] — نیست زاں رنجے کہ بپذیرد دوا
قوم نے کہا، اے جماعت! ہمارا یہ مرض — وہ مرض نہیں ہے جو دوا کا اثر قبول کرے

سالہا گفتید زیں افسون و پند — سخت تر می گشت زاں ہر لحظہ بند
تم نے سالوں یہ منتر اور نصیحت کی — اس سے ہر دم، روک سخت ہوتی گئی

گر دوا را ایں مرض قابل بُدے — آخر از وے ذرۂ زائل شدے
اگر یہ مرض دوا کو قبول کرنے والا ہوتا — بالآخر اس سے کوئی ذرہ زائل ہوتا

سُدّہ [۲] چوں شُد آب ناید در جگر — گر خورد دریا رَوَد جائے دگر
جب سُدّہ پڑ جاتا ہے جگر میں پانی نہیں پہنچتا ہے — اگر دریا بھی پئے وہ دوسری جگہ چلا جاتا ہے

لاجرم آماس گیرد دست و پا — تشنگی را نشکند آں استقا
لامحالہ ہاتھ پاؤں سوج جاتے ہیں — وہ پانی پینا پیاس کو نہیں بجھاتا ہے

باز جواب انبیاء علیہم السلام جبریاں را
انبیاء کا پھر جبریوں کو جواب دینا

انبیا گفتند نومیدی بدست — فضل و رحمتہائے باری بیحد ست
انبیا نے کہا، ناامیدی بُری ہے — اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمتیں لاانتہا ہیں

از چنیں محسن نشاید ناامید — دست در فتراکِ ایں رحمت زنید
ایسے محسن سے ناامید نہ ہونا چاہیے — اس رحمت کے شکار بند کو دستاویز بنالو

اے بسا کاریکہ [۳] اول صعب گشت — بعد ازاں بکشادہ شد سختی گذشت
بہت سے کام ہیں جو ابتدا سخت بنے — اس کے بعد کھل گئے، سختی رفع ہو گئی

بعد نومیدی بسے اُمید ہاست — از پسِ ظلمت بسے خورشید ہاست
مایوسی کے بعد بہت سی اُمیدیں ہیں — اندھیری کے بعد بہت سے سورج ہیں

خود گرفتم کہ شما سنگیں شدید — قفلہا بر گوش و بر دل بر زدید
میں مانتا ہوں کہ تم پتھر بن گئے ہو — تم نے کان اور دل پر قفل چڑھائے ہیں

ہیچ ما را با قبولی کار نیست — کارِ ما تسلیم و فرماں بُردنیست
ہمیں مان لینے سے (سروکار) نہیں ہے — ہمارا کام ماننا اور حکم بجا لانا ہے

سنگدل بن گئے ہو اور تم نے دل اور کان پر قفل لگائے ہیں۔ ہیچ۔ لیکن یہ بھی سمجھ لو کہ تبلیغ رسالت میں ہمیں تمہارے قبول کر لے اور انکار سے کوئی بحث نہیں ہے ہم تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

---

[۱] قوم گفتند۔ اہلِ سبا نے کہا کہ اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ بعض اوصاف میں تبدیلی اور بعض مرضوں کا علاج ممکن ہے تو ہمارا وصف اور مرض ناقابلِ علاج ہے۔ سالہا۔ ہمارے مرض کے لاعلاج ہونے کی علامت یہ ہے کہ سالہا سال سے تم لوگ نصیحتیں کر رہے ہو لیکن ہمارے دل تو اور زیادہ سخت ہوتے جا رہے ہیں اگر یہ مرض قابلِ علاج ہوتا تو کچھ تو فائدہ ہوتا۔

[۲] سُدّہ۔ جب جگر میں بند لگ جاتا ہے تو پانی جگر تک نہیں پہنچ پاتا پانی پینے سے پانی اور طرف چلا جاتا ہے اور پیاس نہیں بجھتی ہاتھ پاؤں پر ورم آجاتا ہے تو پانی بجائے پیاس بجھانے کے اور مرض میں اضافہ کرتا ہے۔ انبیاء گفتند۔ انبیاء نے اہلِ سبا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی بری چیز ہے۔ فتراک۔ وہ تھیلا جس میں شکار کر کے رکھا جاتا ہے۔

[۳] اے بسا۔ بہت سے معاملے شروع میں دشوار نظر آتے ہیں پھر آسان ہو جاتے ہیں ناامیدی کے بعد امیدیں پیدا ہو جاتی ہیں تاریکیوں کے بعد روشنیاں نمودار ہو جاتی ہیں۔ خود گرفتم۔ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ تم

اُو بفرمودست ماں ایں بندگی
اُس نے اِس اطاعت کا ہمیں حکم دیا ہے
نیست مارا از خود ایں گویندگی
ہمارا کہنا اپنی جانب سے نہیں ہے

جانِ ؎۱ برائے امرِ اُو داریم ما
ہم اُس کے حکم کے لئے جیتے ہیں
گر بریگے گوید اُو کاریم ما
اگر وہ حکم دے، ہم ریت میں کھیتی بوئیں گے

امرِ ؎۲ حق را ما گروہِ بے ریا
ہم مخلص لوگ خدا کا حکم
می رسانیم ایں رسالت با شما
(اور) یہ پیغام تم تک پہنچا رہے ہیں

غیرِ حق جانِ نبی را یار نیست
خدا کے سوا نبی کی جان کا کوئی دوست نہیں ہے
با قبول و ردِّ خلقش کار نیست
اُسکو مخلوق کے ماننے نہ ماننے سے کوئی واسطہ نہیں ہے

مزدِ تبلیغِ رسالاتش ازوست
اُسکے پیغامات کی تبلیغ کی مزدوری اُسکی جانب سے ہے
زشت و دشمن رُو شدیم از بہرِ دوست
ہم دوست کیخاطر بُرے اور دشمن کے چہرے والے بنگئے ہیں

ما بریں درگہ ملولاں نیستیم
ہم اِس بارگاہ پر تھکے ہوئے نہیں ہیں
تا ز بُعدِ راہ ہر جا بیستیم
کہ راستہ کی دُوری کی وجہ سے ہر جگہ ٹھہر جائیں

دل فروبستہ و ملول آں کس بُود
دل گرفتہ، اور تھکا ہوا وہ شخص ہوتا ہے
کز فراقِ یار در محبس بُود
جو دوست کی جدائی سے قید میں ہو

دلبرِ ؎۳ و مطلوب با ما حاضرست
ہمارا دلبر، اور محبوب ہمارے ساتھ موجود ہے
در نثارِ رحمتش جاں شاکرست
اُسکی رحمت کی بکھیر پر جان شکر گذار ہے

در دلِ ما لالہ زار و گلشنی ست
ہمارے دل میں چمن، اور گلشن ہے
پیری و پژمُردگی را راہ نیست
بڑھاپے اور مُرجھانے کیلئے (اندر) راستہ نہیں ہے

دائما تر و جوانیم و لطیف
ہم ہمیشہ تر (تازہ) اور جوان اور پاکیزہ ہیں
تازہ و شیریں و خنداں و ظریف
تازہ اور میٹھے، اور ہنس مکھ اور خوش مزاج ہیں

پیشِ ما صد سال و یک ساعت یکیست
ہمارے لئے ایک گھنٹہ اور سَو سال یکساں ہیں
کہ دراز و کوتہ از ما منفکے ست
کیونکہ لمبائی اور چھوٹائی ہم سے جُدا ہے

آں دراز و کوتہی در جسمہاست
لمبائی اور چھوٹائی جسموں میں ہوتی ہے
آں دراز و کوتہ اندر جاں کجاست
درازی اور کوتاہی روح میں کہاں ہے؟

سہ صد و نہ سالِ آں اصحابِ کہف
تین سَو نو سال اصحابِ کہف کے
پیشِ شاں یک روز بے اندوہ و لہف
اُن کے لئے بغیر رنج اور افسوس کے ایک دن تھا

؎۱ جانِ ما۔ ہم تو اسی لئے زندہ ہیں کہ اُس کے حکم کی پابندی کریں اگر وہ ریت میں بیج بونے کو کہے گا تو ریت میں بیج بو دیں گے۔ خواہ وہ نہ اُگے۔

؎۲ امرِ حق۔ چونکہ اللہ کا ہمیں حکم ہے کہ تمہیں ہم تبلیغ کریں اس لئے بغیر ریا کے تمہیں احکام پہنچا رہے ہیں۔ با قبول۔ ہمیں اِس سے سروکار نہیں کہ کوئی ہماری بات قبول کرے یا رد کرے۔ مزد۔ ہم اللہ کیلئے تبلیغ کرتے ہیں اور اُس کام کی مزدوری اُس سے لیں گے ہم تو اُسی کی خاطر لوگوں کی دشمنی مول لے رہے ہیں۔ ما بریں۔ تبلیغ میں ناکامی ہمارے لئے سدِ راہ نہیں ہے، دل گرفتہ وہ ہوتا ہے جو دوست سے مہجور ہو، ہمیں ہر وقت قربِ الٰہی حاصل ہے۔

؎۳ دلبر۔ ہمارا محبوب جو حضرتِ حق ہے وہ ہمارے ساتھ ہے اُس کی رحمتیں ہم پر ہر وقت نچھاور ہوتی رہتی ہیں۔ در دل۔ ہمارے دل اُس کی محبت سے گلزار ہیں اور ہم ہر وقت تر و تازہ رہتے ہیں۔ پیشِ ما۔ جب روحانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو زمان و مکان کی قید سے رہائی ہو جاتی ہے، جسم زمان و مکان کا پابند ہوتا ہے۔ سہ صد۔ اصحابِ کہف پر روحانیت کا غلبہ تھا تو اُن کے لئے تین سَو نو سال ایک روز کے برابر تھے۔

واں[۱] گہے ننمود شاں یک روز ہم — کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم
پھر انھیں وہ ایک روز بھی نہ لگا — کہ روحیں عدم سے پھر جسم میں آ گئیں

چوں نباشد روز و شب یا ماہ و سال — کے بود سیری و پیری و ملال
جبکہ دن اور رات مع مہینہ اور سال کے نہوں — پیٹ بھر جانا اور بڑھاپا اور تھکن کہاں ہوتی ہے

در گلستانِ عدم چوں بیخودی ست — مستی از سغراقِ لطفِ ایزدی ست
عدم کے چمنستان میں چونکہ بے خودی ہے — مستی اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کے جام سے ہے

لم[۲] یذق لم یدرِ ہر کس کو نخورد — کے بوہم آرد جُعَل انفاسِ ورد
جس نے نہ کھایا وہ "نہ چکھا نہ جانا" (کا مصداق) ہے — گبر ڈنڈا خیال سے گلاب کی خوشبو میں کہاں حاصل کر سکتا ہے

نیست موہوم ار بدے موہوم آں — ہمچو موہومان شدے معدوم آں
وہ موہوم (چیز) نہیں ہے، اگر وہ موہوم ہوتا — تو وہ موہوم (چیزوں) کی طرح معدوم ہو جاتا

دوزخ اندر وہم چوں آرد بہشت — ہیچ تابد روئے خوب از خوک زشت
دوزخ، بہشت کا کیسے تصور کر سکتی ہے؟ — بدصورت سور سے، حسین چہرہ کہاں چمکتا ہے

ہیں گلوئے خود مبرید اے مہاں — اینچنیں لقمہ رسیدہ تا دہاں
اے بڑو! اپنے گلے نہ پھاڑو — منہ تک ایسا لقمہ پہنچ گیا ہے

راہہائے[۳] صعب پایاں بردہ ایم — رہ بر اہلِ خویش آساں کردہ ایم
ہم نے سخت راستے طے کر لئے ہیں — ہم نے اپنوں کے لئے راستہ آسان کر دیا ہے

ہر کہ ما را گشت پیرو باز رست — از عذابِ نار و در جنت نشست
جو ہمارا پیرو بن گیا، وہ رہائی پا گیا — آگ کے عذاب سے، اور جنت نشین ہو گیا

وانکہ نشنید از شقاوت پندِ ما — در عذابِ جاوداں شد مبتلا
جس نے بدبختی سے ہماری نصیحت نہ سنی — وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہو گیا

ہیں بجوئید از نجومِ سعد راہ — زانکہ در ظلمت درید و قعرِ چاہ
آگاہ! نیک بختی کے ستاروں سے راستہ تلاش کرو — کیونکہ تم اندھیرے اور کنوئیں کی گہرائی میں ہو

مکرر کردنِ قوم اعتراض بر انبیا علیہم السلام

قوم کا انبیاء پر مکرر اعتراض کرنا

قوم گفتند ار شما سعدِ خودید — نحسِ مائید و ضدید و مرتدید
قوم نے کہا، اگر تم اپنے لئے نیک بخت ہو — ہمارے لئے بدبخت اور مخالف اور مرتد ہو

---

۱ واں گہے۔ اصحاب کہف نے کہا تھا کہ ہم اس حالت میں ایک دن یا دن کے کچھ حصے میں رہے ہیں۔ چوں۔ جبکہ روح زمان و مکان سے مقید نہیں ہے تو اس کے لئے نہ نہ بڑھاپا ہے نہ تھکن گلستانِ عدم۔ یعنی عالمِ ارواح۔ مستی۔ اِس عالم کی مستی قربِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔

۲ لم یذق۔ یعنی جس نے چیز کو نہ چکھا ہو وہ اس کا ذائقہ نہیں جان سکتا جُعَل۔ گبر ڈنڈا، گوبر کا کیڑا نیست۔ یعنی یہ مستی وہمی نہیں ہے، وہمی کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔ دوزخ۔ جس طرح دوزخ اور جنت میں بُعد ہے اور دوزخ جنت کا تصور بھی نہیں کر سکتی اسی طرح اہلِ دنیا اور اُس مستی میں بُعد ہے، دنیا دار اُس مستی کو سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ اے مہان۔ اہلِ سبا کو خطاب ہے کہ اپنی تباہی مول نہ لو ہدایت حاصل کر لو۔

۳ راہہائے۔ ہدایت کے حصول میں جس قدر مصائب ہوتے ہیں وہ انبیاء جھیل چکے ہیں قوم آسانی سے بلا مجاہدے کے ہدایت حاصل کرتی ہے۔ ہر کہ۔ انبیاء کی اطاعت کرنے والے نجات پاتے ہیں اور جو منکر ہوتے ہیں وہ ابدی عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نجوم۔ انبیاء نجومِ ہدایت ہیں۔ قوم گفتند۔ انبیاء نے اپنے آپ کو سعادت کا ستارہ قرار دیا تھا قوم نے کہا کہ تمہاری سعادت

جانِ[1] ما فارِغ بُد از اندیشہا ۔۔۔ در غم افگندید ما را و عنا

ہماری جان فکروں سے خالی تھی ۔۔۔ تم نے ہمیں غموں اور مشقت میں ڈال دیا

ذوقِ جمعیت کہ بود و اتفاق ۔۔۔ شد ز فالِ زشت تاں صد افتراق

یگانگت اور اتفاق کا جو مزا تھا ۔۔۔ تمہاری بدشگونی سے سینکڑوں جدائیاں بن گیا

طوطیِ نُقل و شکر بودیم ما ۔۔۔ مُرغِ مرگ اندیش گشتیم از شما

ہم نقل اور شکر کھانے والی طوطی تھے ۔۔۔ تمہاری وجہ سے موت کو سوچنے والا پرند بن گئے

ہر کجا افسانۂ غم گستری ست ۔۔۔ ہر کجا آوازۂ مُستنکری ست

جہاں کہیں غم اُٹھانے کا قصہ ہے ۔۔۔ جہاں کہیں بُرائی کا شہرہ ہے

ہر کجا اندر جہاں فالِ بدیست ۔۔۔ ہر کجا مسخے، نکالے، ماخذیست

جہاں کہیں دنیا میں بدشگونی ہے ۔۔۔ جہاں کہیں مسخ، عذاب، جائے گرفت ہے

در مثال و قصہ و فالِ شماست ۔۔۔ در غم انگیزی شمارا اشتہاست

(وہ) تمہاری مثال اور قصہ اور شگون کی وجہ سے ہے ۔۔۔ غم بڑھانے کی تمہاری خواہش ہے

باز جواب گفتنِ انبیا علیہم السّلام ایشاں را

انبیاء کا اُن کو پھر جواب دینا

انبیا[2] گفتند فالِ زشت و بد ۔۔۔ از میانِ جانِ تاں دارد مدد

انبیاء نے کہا اچھا اور بُرا شگون ۔۔۔ تمہاری جان سے مدد حاصل کرتا ہے

گر تو جائے خفتہ باشی باخطر ۔۔۔ اژدہا در قصدِ تو آید ز سر

اگر تو کسی جگہ خطرے میں سویا ہوا ہو ۔۔۔ اژدھا تیرے ارادے سے سر پر آجائے

مہربانے مر ترا آگاہ کرد ۔۔۔ کہ بجہ[3] زود ارنہ اژدرہات خورد

کسی مہربان نے تجھے خبردار کردیا ۔۔۔ کہ جلد بھاگ، ورنہ تجھے اژدہے نے کھایا

تو بگوئی فالِ بد چوں می زنی ۔۔۔ فال چہ بر جہ ببیں در روشنی

تو کہتا ہے کہ کیوں بدشگونی کرتا ہے ۔۔۔ بدشگونی کیا ہوتی ہے، اُٹھ روشنی میں دیکھ

از میانِ فالِ بد من خود ترا ۔۔۔ میر ہانم می برم سوئے سرا

میں تجھے بدشگونی سے ۔۔۔ چھڑا رہا ہوں، گھر کی جانب لے جا رہا ہوں

چوں نبی آگہ کنندست از نہاں ۔۔۔ کو بدید آنچہ ندید اہلِ جہاں

نبی کی طرح جو اُن پوشیدہ باتوں سے خبردار کرنے والا ہے ۔۔۔ کیونکہ جو کچھ اُسنے دیکھ لیا ہے دنیاداروں نے نہیں دیکھا ہے

---

[1] جانِ ما۔ تمہاری نحوست یہ ہے کہ ہم فکروں سے فارغ تھے تم نے ہمیں فکرمند بنادیا۔ ذوق۔ ہم سب متفق تھے، تمہارے وجود سے ہم میں اختلاف ہوگئے۔ طوطی۔ طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے۔ نُقل۔ چبینا۔ مُستنکری۔ بُرائی۔ مسخ۔ صورت کا بدل جانا۔ نکال۔ عذاب۔ مآخذ۔ گرفت کی جگہ۔ اشتہار۔ خواہش۔

[2] انبیاء۔ انبیاء نے کہا یہ ساری بُرائیاں جو تم نے بیان کیں اِن کا سبب ہم نہیں ہیں خود تم ہو۔ گر تو۔ ہم تو تمہیں اُس عذاب سے ڈراتے ہیں جو واقعۃً تم پر نازل ہونے والا ہے، ہماری مثال تو اُس شخص کی سی ہے جو ایسے شخص کو بیدار کردے جس پر سانپ حملہ آور ہو رہا ہو۔

[3] بجہ۔ کود جا۔ تو بگوئی۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ وہ شخص جس پر سانپ حملہ آور ہے، بیدار کرنے والے کو بُرائی دینے لگے۔ سرا۔ گھر۔ چوں نبی۔ نبی آنکھوں سے اُس عذاب کو دیکھتا ہے جو منکروں پر نازل ہونیوالا ہوتا ہے۔

گر[۱] طبیبے گویدت غورہ مخور — کہ چنیں رنجے بر آرد زود سر

اگر تجھ سے کوئی طبیب کہے کچا انگور نہ کھا — کہ فلاں مرض جلد سر ابھاریگا

تو بگوئی فالِ بد چوں میزنی — پس تو ناصح را مؤثم میکنی

تو کہے کہ بدشگونی کیوں کرتا ہے — تو تو ایک ناصح کو گنہگار ٹھہرا رہا ہے

ور منجّم گویدت کامروز ہیچ — آنچناں کارے مکن اندر بسیچ

اگر کوئی نجومی تجھ سے کہے کہ آج کوئی — ویسا کام ارادہ سے نہ کرنا

تا نگردی نادم و خاسر ازاں — زانکہ نیکو نیست روز امروز زیاں

تاکہ تو اُس کی وجہ سے شرمندہ اور محروم نہ بنے — کیونکہ آج اچھا دن نہیں ہے

صد رہ[۲] ار بینی دروغِ اختری — یکدو بارہ راست آید می خری

اگرچہ تو سو طرح سے نجومی کا جھوٹ دیکھتا ہے — ایک دو بار سچ ہو جائے تو تو مان لیتا ہے

ایں نجومِ ما نشد ہرگز خلاف — صحتش چوں ماند از تو در غلاف

ہمارے اِن ستاروں میں کبھی تخلف نہیں ہوا — اُن کی صحت تجھ سے کیسے پوشیدہ ہے؟

آں طبیب و آں منجّم از گماں — می کنند آگاہ و ما خود از عیاں

وہ طبیب اور نجومی گمان کے ذریعے — خبر دیتے ہیں اور ہم مشاہدے سے

دود[۳] می بینیم و آتش از کراں — حملہ می آرد بسوئے منکراں

ہم دیکھتے ہیں کہ دھواں اور آگ ایک کنارے سے — منکروں پر حملہ آور ہے

تو ہمی گوئی خمش کن زیں مقال — کہ زیانِ ماست قالِ شومِ فال

تو یہ کہتا ہے کہ اِن باتوں سے چُپ رہ — کیونکہ بدشگونی کی بات میں ہمارا نقصان ہے

اے کہ نصحِ ناصحاں را نشنوی — فالِ بد با تست ہر جا می روی

اے وہ کہ تو ناصحوں کی نصیحت نہیں سنتا ہے — تو جہاں جائے بدشگونی تیرے ساتھ ہے

افعیے بر پشتِ تو بر می رود — او ز بامے بیندش آگہ کند

ایک اژدہا تیرے پیچھے دوڑ رہا ہے — وہ اُسکو بالاخانہ سے دیکھ رہا ہے خبردار کرتا ہے

گوئیش خاموش غمگینم مکن — گوید او خوش باش خود رفت ایں سخن

تو اُسکو کہتا ہے چُپ رہ، مجھے غمگین نہ کر — وہ کہتا ہے، خوش رہ، بات ختم ہوئی

چوں نزد افعی دہاں بر گردنت — تلخ گردد جملہ شادی کردنت

جب اژدہا تیری گردن پر مُنہ مارے گا — تیری سب خوشیاں منانا تلخ ہو جائیں گی

۱۔ گر طبیبے۔ تمہاری مثال اُس مریض کی سی ہے جس کو طبیب مُضر چیز کھانے سے روکے اور وہ طبیب پر اُلٹے الزام دھرے۔ مؤثم۔ گنہگار۔ در منجم۔ تمہاری مثال اُس شخص کی سی ہے جس کو نجومی بُری گھڑی سے بچانا چاہے اور وہ اُلٹا نجومی پر الزام دھرے۔ بسیچ۔ قصد، ارادہ۔

۲۔ صد رہ۔ نجومی کی بات سینکڑوں بار جھوٹی نکلتی ہے لیکن پھر بھی اِس احتمال سے کہ شاید یہ بات صحیح ہو تم نجومی کا کہنا مان جاتے ہو۔ ایں نجوم۔ لیکن ہماری پیشین گوئیاں بالکل صحیح ہوتی ہیں اُن کو تم تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو، نجومی اور طبیب محض گمان سے بات کہتے ہیں ہم تو مشاہدہ کرکے کہہ رہے ہیں۔

۳۔ دود۔ انبیاء نے کہا ہم تو عذاب کا دھواں اور آگ آنکھ سے دیکھ کر بتا رہے ہیں لیکن تم ہماری اِن باتوں کو بدفالی سمجھ رہے ہو۔ اے کہ۔ منکروں کا وجود خود فالِ بد ہے۔ افعیے۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ عذاب کا اژدہا تمہارے پیچھے ہے ایک شخص بالاخانہ سے اُسکو دیکھ کر تمہیں آگاہ کر رہا ہے لیکن تم یہ کہتے ہو کہ ہمیں جانب کی بات سنا کر غمگین نہ کرو۔ مجبور ہو کر وہ بتانیوالا بھی کہیگا کہ اچھا بری بات کو رفت و گذشت کرو اور تم خوش رہو۔

چوں زند۔ جب وہ اژدہا ڈس لیگا پھر تیری ساری خوشیاں کڑوی ہو جائینگی۔

پس [۵۱] بدو گوئی ہمیں بود اے فلاں | چوں نہ بدریدی گریباں زِ فغاں
پھر تو اُس سے کہے گا اے فلاں! ٹھیک تھا | تو نے نالہ و فریاد سے گریبان چاک کیوں نہ کیا تھا؟

یا ز بالائیم تو سنگے می زدی | تا مرا آں جد نمودے ایں بدی
یا اوپر سے تو میرے پتھر مارتا | تاکہ وہ کوشش یہ برائی مجھے دکھا دیتی

اُو بگوید زاں کہ می آزردہٗ | تو بگوئی نیک شادم کردہٗ
وہ کہے گا، کیونکہ تو رنجیدہ ہوتا تھا | تو کہے گا، تو نے (اب کیا) مجھے خوش کر دیا ہے

گفت من کردم جوانمردی و پند | تا رہانم مر ترا زیں خشک بند
اُس نے کہا میں نے شرافت برتی اور نصیحت کی، | تاکہ میں تجھے سخت قید سے رہائی دوں

از لئیمی حقِ آں نشناختی | مایۂ ایذا و طغیاں ساختی
تو نے کمینہ پن سے اُس کی قدر نہ کی | اُس کو ایذا اور سرکشی کا سرمایہ بنایا

ایں [۵۲] بُود خوئے لئیمانِ دنی | بد کنند با تو چو نیکوئی کنی
کمینے لئیموں کی یہی عادت ہوتی ہے | جب تو نیکی کرے وہ تجھ سے بدی کرتے ہیں

نفس را زیں صبر می کن منحنیش | کہ لئیم ست و نسازد نیکوئیش
نفس کو صبر کے ذریعہ کمزور بنا | کیونکہ وہ کمینہ ہے بھلائی اُسکے ساتھ ساز نہیں کرتی ہے

با کریمے [۵۳] گر کنی احسان سزد | ہر یکے را اُو عوض ہفصد دہد
اگر تو شریف کے ساتھ احسان کرے تو مناسب ہے | وہ ہر ایک کا سات سو گُنا بدلہ دے گا

با لئیمے چوں کنی قہر و جفا | بندہٗ گردد ترا بس باوفا
کمینہ پر جب تو ظلم اور قہر کرے گا | (وہ) تیرا باوفا غلام بن جائے گا

کافراں کارند در نعمت جفا | باز در دوزخ نداشاں ربّنا
کافر نعمت کی حالت میں جفا کاری کرتے ہیں | پھر دوزخ میں اُن کی پکار "اے ہمارے رب" ہوتی ہے

کہ لئیماں در جفا صافی شوند | چوں وفا بینند خود جافی شوند
کیونکہ کمینے ظلم میں مخلص بنتے ہیں | جب وفا دیکھتے ہیں جفا کرتے ہیں

حکمت در آفریدنِ دوزخ دراں جہاں و زنداں دریں

دوزخ کو اُس عالم میں اور قید خانہ کو اِس عالم میں پیدا کرنے کی حکمت تاکہ

عالَم تا مَعبدِ مُنکراں گردد کہ اِئْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا
وہ کافروں کا عبادت خانہ بنے کیونکہ اِئْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا ہے

[۵۱] پس بدو۔ پھر تو بتانے والے سے کہیگا کہ تو میرے غم میں کپڑے پھاڑ کر مجھے آگاہ کرتا تو میں جان لیتا یا اوپر سے میرے پتھر مارتا تو میں آگاہ ہو جاتا۔ اُو بگوید۔ وہ جواب میں کہدیگا کہ تو میری بات سے آزردہ ہوتا تھا تو وہ کہیگا کہ میں اب کونسا خوش ہوں۔ گفت۔ وہ آگاہی دینے والا کہیگا کہ میں نے تو شرافت سے کام لیا تھا تجھے مصیبت سے بچانے کیلئے نصیحت کی تھی۔ از لئیمی۔ لیکن تو نے کمینہ پن برتا اُس نصیحت کی قدر نہ کی بلکہ اُس نصیحت کو ایذا رسانی اور سرکشی کا سبب بنا لیا۔

[۵۲] ایں بُود۔ کمینوں کا یہی طریقہ ہے کہ تم اُنسے بھلائی کرو تو وہ اُسکے بدلے میں تم سے برائی کرینگے۔ نفس۔ انسان کا نفس ایسا ہی کمینہ ہے کہ اُسکے ساتھ بھلائی کرنا اور اُسکو مضبوط بنانا مناسب نہیں ہے اُسکو مشقتوں اور مجاہدوں سے کمزور بناؤ۔

[۵۳] با کریمے۔ کسی شریف سے شرافت برتوگے تو وہ ستر گُنا شرافت برتتا ہے۔ با لئیمے۔ کمینہ پر جور و جفا کروگے تو بہرہ اطاعت کریگا۔ کافراں۔ کافر ایسا ہی کرتے ہیں کہ دنیا میں اُنکو اللہ کی نعمتیں ملیں تو کفر بڑھا دوزخ کے عذاب میں خدا کو مانیں گے اور پکاریں گے۔ کہ لئیماں۔ کمینے مظالم کے ساتھ ٹھیک چلتے ہیں شریف پر ظلم کرتے ہیں۔ اِئْتِیَا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو حکم دیا کہ تم دونوں آؤ خواہ خوشی سے خواہ جبر سے تو دونوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہیں یعنی اس آیت سے معلوم ہوا کہ اطاعت تو لامحالہ کرنی ہوگی خواہ خوشی سے کرو یا مجبوری سے کفار مجبوری سے اطاعت کرینگے۔

مسجد و طاعاتِ شاں پس دوزخ[۱] ست
انکی مسجد اور اطاعتوں (کی جگہ) دوزخ ہے

پائے بندِ مرغ بیگانہ فخ ست
بیگانہ پرند کے پاؤں کا پھندا جال ہے

ہست زندان صومعۂ دزد لئیم
کمینے چور کا عبادتخانہ قیدخانہ ہے

کاندر و ذاکر شود حق را مقیم
اُس میں وہ ہمیشہ خدا کو یاد کرنے والا ہوتا ہے

چوں عبادت بود مقصود از بشر
چونکہ انسان (کی پیدائش) سے مقصود عبادت ہے

شد عبادتگاہِ گردنکش سقر
متکبر کی عبادت گاہ، دوزخ بنی

آدمی[۲] راہست در ہر کار دست
انسان کو ہر کام پر قدرت ہے

لیک ازو مقصود ایں خدمت بدست
لیکن اُس کی پیدائش سے اصلی مقصود عبادت ہے

ما خلقت الجن والانس ایں بخواں
اس «نہیں پیدا کیا ہم نے جن و انسان کو» پڑھ

جز عبادت نیست مقصود از جہاں
عبادت کے علاوہ دنیا میں (کوئی) مقصد نہیں ہے

گرچہ مقصود از کتاب آں فن بود
اگرچہ کتاب کا مقصد وہ فن ہوتا ہے

گر تواش بالش کنی ہم می شود
اگر تو اس کا تکیہ بنالے تو (یہ بھی) ہو سکتا ہے

لیک ازو مقصود ایں بالش نبود
لیکن اُس کا مقصد یہ تکیہ (ہونا) نہ تھا

علم بود و دانش و ارشاد و سود
علم اور سمجھ، اور ہدایت اور نفع تھا

گر تو تیغے[۳] ساختی شمشیر را
اگر تو تلوار کو کھونٹا بنالے

برگزیدی بر ظفر ادبیر را
تو نے کامیابی پر بدبختی کو ترجیح دی

گرچہ مقصود از بشر علم و ہدیست
اگرچہ انسان (کی تخلیق) سے مقصود علم و ہدایت ہے،

لیک ہر یک آدمی را معبدیست
لیکن ہر شخص کی ایک عبادت گاہ ہے

معبدِ مردِ کریم اکرمتہ
شریف انسان کی عبادتگاہ (مقام) اکرمتہ ہے

معبدِ مردِ لئیم اسقمتہ
کمین انسان کی عبادتگاہ اسقمتہ ہے

مر لئیماں را بزن تا سر نہند
کمینوں کو پیٹ تاکہ اطاعت کریں

مر کریماں را بدہ تا بر دہند
شریفوں کو (انعام) دے تاکہ پھل دیں

لاجرم حق ہر دو مسجد آفرید
لامحالہ اللہ (تعالیٰ) نے دو مسجدیں بنائیں

دوزخ آنہا را و اینہا را مزید
اُن کے لئے دوزخ اور ان کے لئے "مزید"

ہر انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے لیکن ہر ایک کا عبادتخانہ جدا ہے شریف کا معبد تو اکرمتہ کا مقام ہے یعنی میں نے اُس کا اکرام کیا اور لئیم کا معبد اسقمتہ کا مقام ہے یعنی میں نے اسکو بیمار کیا شریف نعمت الٰہی کے وقت عبادتگذار رہتا ہے اور کمینہ مصائب میں مبتلا ہو کر۔ مزید۔ یعنی جنت جسکے لئے فرمایا گیا ولدینا مزید اور ہمارے پاس زیادتی ہے۔

۱ دوزخ۔ کافر جب دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونگے تو فرمانبرداری کرینگے وحشی جانور خوشی سے نہیں آتا تو جال میں پھنس کر آتا ہے۔ فخ۔ جال۔ زنداں۔ جب چور جیلخانہ میں ڈالدیا جاتا ہے تو نیکی شروع کر دیتا ہے۔ چوں۔ جن اور انس کی تخلیق کا باعث عبادت اور اطاعت ہے خوشی سے نہ کرینگے تو جبراً کرنی پڑیگی مومن جنت اور دنیا میں اطاعت گذاری کریگا تو کافر دوزخ میں اطاعت کرے گا۔

۲ آدمی۔ انسان میں بہت سے کام کرنے کی صلاحیتیں ہیں لیکن اسکی تخلیق کا اصل منشاء عبادتگذاری ہے جیسا کہ آیت میں مذکور ہے۔ ما خلقت۔ قرآن پاک میں ہے ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون "میں نے نہیں پیدا کیا انسانوں اور جنوں کو مگر اسلئے کہ وہ عبادت کریں"۔ از کتاب۔ کتاب کی تصنیف و اشاعت کا اصل مقصد اُس فن اور علم کو جاننا ہے جس فن کی وہ کتاب ہے اگر تو اُس کا تکیہ بنائیگا تو وہ تکیہ بنجائیگی لیکن یہ تیری غلطی ہوگی اسی طرح اگر انسان عبادت نہ کریگا دوسرے کاموں میں لگیگا تو یہ اسکی غلطی ہوگی۔

۳ گر تو تیغے۔ تلوار کا اصل مقصد اسکے ذریعہ فتح پانا ہے وہ کھونٹا بھی بن سکتی ہے لیکن اگر تو اُس سے کھونٹے کا کام لیگا تو بڑی حماقت ہوگی بقیہ

ساختﮯ موسیٰؑ قُدس دَرِ بابِ صغیر — تا فرود آرند سَر قومِ زحیر

حضرت موسیٰؑ نے بیت المقدس میں چھوٹا دروازہ بنایا — تاکہ سرکش قوم سر جھکائے

زاں کہ جبّاراں بُدند و سَر فراز — دوزخ آں بابِ صَغیرست و نیاز

کیونکہ وہ جبّار، اور متکبر تھے — دوزخ بھی چھوٹا دروازہ اور نیازمندی کی جگہ ہے

بیانﮯ آنکہ حق تعالیٰ صُورتِ ملوک راسببِ مسخر کردنِ جبّاراں کہ مُسخّرِ حق نباشند ساختہ چنانکہ موسیٰ علیہ السّلام بابِ صغیر ساخت بر ربضِ قُدس جہتِ کوعِ جبّاران بنی اسرائیل وقت دَرآمدن کہ اُدخلوا الباب سُجّدًا وَّقولوا حِطّۃٌ

اِس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہوں کی صورت، اُن متکبروں کو تابع بنانے کے لئے بنائی ہے جو کہ اللہ کے تابع نہیں ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بیت المقدس کے احاطے میں چھوٹا دروازہ بنایا تاکہ بنی اسرائیل کے متکبر آتے وقت جھکیں کیونکہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور حِطّہ کہو (کا حکم تھا)

آنچناں کہ حق زلحم و استخواں — از شہاں بابِ صغیرے ساختہ ہاں

اِس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے گوشت اور ہڈیوں سے — بادشاہوں کا چھوٹا دروازہ بنایا

اہلِ دنیا سجدۂ ایشاں کُنند — چونکہ سجدہ کبریا را دشمنند

دنیا دار اُن کو سجدہ کرتے ہیں — کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں

ساخت سَرگیں دانگی محرابِ شاں — نامِ آں محراب میر و پہلواں

اُن کے لئے گوبر خانے کو محراب بنایا — اُس محراب کا نام، حاکم اور پہلوان ہے

لائقِ ایں حضرتِ پاکی نہ اید — نیشکر پاکاں شما خالی نے اید

تم پاک دربار کے لائق نہیں ہو — پاک لوگ گنا ہیں، تم صرف نرکل ہو

آں سگاں را ایں خساں خاضع شوند — شیر را عارست کو را بگروند

یہ کمینے اُن کُتّوں کے تابعدار ہوتے ہیں — شیروں کی توہین ہے کہ وہ اُس کے گرویدہ ہوں

گربہ باشد شحنۂ ہر موش خو — موش کہ بُود تا ز شیراں ترسد او

ہر موش خصلت کا کوتوال بلی ہوتی ہے — چوہا کس قابل ہے کہ وہ شیروں سے ڈرے

آں سگاں۔ یعنی دنیا دار بادشاہ۔ ایں خساں۔ یعنی منکرین۔ شیر۔ یعنی جناب باری تعالیٰ۔ گربہ۔ چوہا بلی سے ڈرتا ہے شیر جوکہ اُس سے بدرجہا افضل ہے اُس سے نہیں ڈرتا۔

ﮯ ساخت۔ موسیٰؑ نے بیت المقدس میں ایک کھڑکی بنائی تھی تاکہ متکبرین اُس میں جھک کر داخل ہوں اور اُن کی سجدہ کی سی حالت ہو جائے دوزخ کو ایک چھوٹی کھڑکی سمجھو کہ اُس میں داخل ہو کر یہ متکبر عبادت گذار بن جائیں گے۔

ﮯ بیان۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ نے کھڑکی بنائی تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُن متکبرو کے لئے ظالم بادشاہوں کا وجود اور دوزخ بنائی ہے۔ یہ ظالموں کو سجدہ کرتے ہیں اور دوزخ میں خدا کو یاد کریں گے۔

ربض۔ مکانات کا ماحول بگرد کا باڑہ۔ اُدخلوا۔ قرآن پاک میں ہے۔ اُدخلوا الباب سُجّدًا وَّقولوا حِطّۃٌ یعنی بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ اس کھڑکی میں سجدہ کی حالت میں داخل ہو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دے۔

شہاں۔ یہ متکبر بادشاہوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ ساخت۔ اُن کی محراب اور عبادت گاہ گوبر خانہ ہے اسی کو دوسرے لفظوں میں بادشاہ اور پہلوان کہا جاتا ہے یہ متکبر اُن کے سامنے جھکتے ہیں۔

ﮯ لائق۔ اُن کے سجدے اللہ تعالیٰ کے لائق نہ تھے کیونکہ اُن کو جناب باری سے کوئی مناسبت نہیں یہ بصورت انسان ہیں لیکن انسانیت سے خالی ہیں نیکوں کی اور اُن کی مثال وہی ہے جو گنے اور نرکل کی ہے۔

خوفِ ایشاں[۱] از کلابِ حق بُوَد
اِن کو اللہ (تعالیٰ) کے کتّوں سے خوف ہوتا ہے

خوفِ شاں کے زآفتابِ حق بُوَد
آفتابِ حق سے انھیں ڈر کہاں ہوتا ہے

رَبِّیَ الْاَعْلیٰ ست وِردِ آں مِہاں
سرداروں کا وظیفہ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ ہے

رَبِّ اَدنیٰ درخورِ ایں اَبلَہاں
رَبِّ ادنیٰ ان بیوقوفوں کے لائق ہے

مُوش کے ترسد ز شیرانِ مَصاف
جنگ کے شیروں سے چوہا کب ڈرتا ہے؟

بلکہ آں آہوتگانِ مُشک ناف
بلکہ وہ آہو قدم مُشک کی ناف والے (ڈرتے ہیں)

رَو بہ پیش کاسہ لیس اے دیگ لیس
اے دیگ چاٹنے والے پیالہ چاٹنے والے کے پاس جا

تُش خداوند و ولی نعمت نویس
تو اُس کو آقا، اور ولی نعمت لکھ

دیگ لیسی کاسہ لیسے را بجُو
تو دیگ چاٹنے والا ہے کسی پیالہ چاٹنے والے کو تلاش کر

تُش خداوند و ولی نعمت بگو
تو اُس کو آقا اور ولی نعمت کہہ

بس کُن[۲] ار شرحے بگویم دور دست
ختم کر اگر میں لمبی تفصیل کروں گا

خشم گیرد میر و ہم داند کہ ہست
حاکم غصہ کرے گا اور سمجھ لیگا کہ وہ کچھ ہے

حاصل ایں آمد کہ بد کُن اے کریم
خلاصہ یہ نکلا کہ اے شریف! برائی کر

با لئیماں تا نہد گردن لئیم
کمینوں کے ساتھ تاکہ کمینہ اطاعت کرے

با لئیمِ نفس چوں احساں کُند
جب تو کمینے نفس کے ساتھ احسان کریگا

چوں لئیماں نفسِ بد کفراں کُند
تو وہ بدنفس کمینوں کی طرح کفران کرے گا

زیں سبب بُد کاہلِ محنت شاکرند
یہی سبب ہوا کہ محنتی شکر گزار ہیں

اہلِ نعمت طاغی اند و ماکرند
مالدار سرکش، اور مکار ہیں

ہست طاغی بگلرِ زریں قبا
[۳] سردار زریں قبا والا سرکش ہے

ہست شاکر خستہ و صاحب عبا
خستہ (حال) اور گدڑی والا شکر گذار ہے

شکر کے روید ز اَملاک و نِعَم
نعمتوں اور ملکیتوں سے شکر کہاں اُگتا ہے!

شکر می رُوید ز بلوا و سقم
شکر ابتلاء اور بیماری سے اُگتا ہے

قصۂ عشقِ صوفی بر سُفرۂ تہی از خورش
کھانے سے خالی دستر خوان پر ایک صوفی کے عشق کا قصہ

صوفئے بر میخ روزے سُفرہ دید
ایک صوفی نے ایک دن کھونٹی پر دستر خوان دیکھا

چرخ می زد جامہا را می درید
رقص کرتا تھا اور کپڑے پھاڑتا تھا

---

۱ خوف۔ منکرین بھی اللہ کے کتوں سے ڈرتے ہیں اور انکی اطاعت کرتے ہیں ربی الاعلیٰ۔ میرا خدا بلند ہے۔ مِہاں۔ بالا و برتر خدا کو ماننا شریفوں کا کام ہے اِن منکرین کے لائق ادنیٰ رب ہے لہٰذا یہ اُنکو ہی پوجتے ہیں۔ ربِّ ادنیٰ۔ معمولی درجہ کا خدا۔ موش شیر کے سے ڈرنا چوہے کا کام نہیں بلکہ ہرن جیسے شریف اور پاکیزہ جانور کا کام ہے۔ دیگ لیسی جیسی روح ویسے فرشتے لہٰذا اِن منکرین کی خدائی کے لائق یہی ظالم اور جابر ہیں۔

۲ بس کُن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اب منکرین کے معبودوں کی زیادہ بات نہ کرو ورنہ وہ ناراض ہونگے اور دل میں سمجھیں گے کہ ہم بھی کچھ ہیں جبھی تو ہمارا اس قدر ذکر کیا جارہا ہے۔ لئیم نفس نفسِ لئیم۔ زیں سبب۔ جو لوگ محنت اور مشقت کی زندگی گزارتے ہیں عموماً شاکر ہوتے ہیں اور مالدار سرکش ہوتے ہیں۔ بگلر۔ بیگ لر، سردار۔

۳ شکر۔ ابتلا اور بیماری شکر گذاری کا سبب ہے۔ قصہ۔ مولانا نے پہلے سمجھایا تھا کہ فقر اور ابتلا سے شکر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کی تائید میں یہ قصہ نقل کرتے ہیں۔ میخ۔ کھونٹی۔ سُفرہ۔ دستر خوان۔ چرخ زدن۔ گھومنا۔

بانگ می زد نِک نوائے بے نوا
چیختا تھا، یہ بے سامان کا سامان ہے
قحطہا و دردہا را نِک[۱] دوا
یہ قحطوں اور دردوں کی دوا ہے

چونکہ درد و سوزِ اُو بسیار شُد
جب اُس کا درد اور سوزش بڑھی
ہر کہ صُوفی بُود با اُو یار شُد
جو بھی صوفی تھا اُس کا ساتھی ہو گیا

کخ کخے و ہائے ہُوئے می زدند
قہقہے اور نعرے مارتے تھے
تا کہ چندیں مست و بیخود می شُدند
یہاں تک کہ بہت زیادہ مست و بیخود ہو جاتے تھے

بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست
ایک لغو انسان نے صوفی سے کہا یہ کیا ہے؟
سفرۂ آویختہ از ناں تہی ست
لٹکا ہوا دستر خوان روٹی سے خالی ہے

گفت رو رو نقش بے معنیستی
اُس (صوفی) نے کہا جا تو بے روح تصویر ہے
تو بجو ہستی کہ عاشق نیستی
تو ہستی کی تلاش کر، کیونکہ تو عاشق نہیں ہے

عشق نان بے ناں غذائے عاشق ست
عشق جو روٹی نہ ہوتے ہوئے روٹی ہے عاشق کی غذا ہے
بندِ ہستی نیست ہر کو صادق ست
جو صادق ہے وہ وجود کا پابند نہیں ہے

عاشقاں را کار نبُوَد با وجود
عاشقوں کو وجود سے واسطہ نہیں ہوتا ہے
عاشقاں راہست بے سرمایہ سُود
عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہوتا ہے

بال[۲] نے و گردِ عالم می پرند
پر نہیں ہیں، اور عالم کے چاروں طرف اڑتے ہیں
دست نے و گوئے زمیداں می برند
ہاتھ نہیں ہے، اور میدان سے گیند لیجاتے ہیں

آں فقیرے کوز معنی بوئے یافت
وہ فقیر جس نے حقیقت کی خوشبو حاصل کر لی
دست ببریدہ ہمی زنبیل بافت
ہاتھ کٹا ہوا ہونے پر، جھولی بنتا تھا

عاشقاں اندر عدم خیمہ زدند
عاشقوں نے عدم میں خیمہ لگایا ہے
چوں عدم یکرنگ و نفسِ واحدند
عدم کی طرح یکساں اور ایک جان ہو گئے ہیں

شیر[۳] خوارہ کے شناسد ذوقِ لُوت
دودھ پیتا بچہ، کھانوں کا ذائقہ کب پہچانتا ہے
مر پری را بُوئے باشد لوت و قُوت
پری کے لئے خوشبو اقسام کا کھانا ہوتا ہے

آدمی کے بُو برد از بُوئے اُو
آدمی اُس خوشبو کا سراغ کب پا سکتا ہے
چونکہ خوئے اوست ضدِّ خُوئے اُو
کیونکہ اُسکی عادت اُسکی عادت کے خلاف ہے

خوار بچہ صرف دودھ کے مزے سے واقف ہے وہ اُس کی لذت کو سمجھ سکتا ہے کھانوں کی لذت کو نہیں سمجھ سکتا پری کی غذا محض خوشبو ہے انسان کھانوں کا عادی ہے وہ محض خوشبو سے پیٹ بھر جانے کو نہیں سمجھ سکتا۔

[۱] نِک۔ یعنی یہ دستر خوان چونکہ اُس صوفی کے وجد پر دوسرے صوفی بھی وجد میں آگئے۔ کخ کخ۔ دونوں کافوں کے زیر کے ساتھ، قہقہہ۔ بوالفضول۔ بیہودہ۔ نقش بے معنی۔ یعنی بے جان بت۔ تو بجو ہستی۔ یعنی تو طالب وجود ہستی، یعنی عاشق طالب عدم ہوتا ہے لہٰذا ہم روٹی کے نہ ہونے کے طالب و عاشق ہیں اور بھوک صدیقین کا مطلوب ہوتا ہے۔ عشق۔ عاشق کی غذا عشق ہے۔ جو روٹی تو نہیں ہے لیکن اُس کے لئے روٹی کا کام دیتا ہے۔ عاشقان۔ عاشق ہر چیز کے فنا کا طالب ہوتا ہے اِسی فنا سے اُس کو نفع پہنچتا ہے۔

[۲] بال نے۔ جس طرح عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہے اِسی طرح وہ بغیر پروں کے پرواز کرتے ہیں اور بغیر ہاتھ کے ہاتھ کا کام کرتے ہیں آں فقیرے۔ ٹنٹے شیخ کا پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ ہاتھ نہ ہوتے ہوئے وہ زنبیل بُنتے تھے۔ عاشقاں۔ عاشق ہر چیز کو ختم کر دیتا ہے امتیاز وجودات میں ہوتا ہے عدموں میں یکسانیت ہے لہٰذا عاشقانِ خدا بھی یک رنگ ہیں۔

[۳] شیر خوارہ۔ ہر شخص اپنے سے مناسب بات کو سمجھتا ہے ورنہ اعتراض کرتا ہے بوالفضول نے صوفی پر اِسی لئے اعتراض کیا کہ وہ فنا کے ذوق سے ناواقف تھا۔ شیر

یابد از بوئے آں پری بوئے کہ اش | تو نیابی آں ز صد مَن لوتِ خوش

پری اسکی خوشبو سے ایسی راحت حاصل کرتی ہے کہ اسکو | تو سَو من اچھی خوراک سے نہیں پاسکتا ہے

پیشِ قبطی[1] خوں بُود آں آبِ نیل | آب باشد پیشِ سبطیِ جمیل

قبطی کے لئے نیل کا پانی خون ہے | اچھے سبطی کے لئے پانی ہے

جادہ باشد بحر ز اسرائیلیاں | غرقہ گہ باشد ز فرعونِ عواں

دریا اسرائیلیوں کے لئے راستہ ہوتا ہے | ظالم فرعون کے لئے ڈوبنے کی جگہ ہوتا ہے

بادِ صُر صر بر عادیاں گرز و تبر | لیک بُد بر ہودؑ و بر قومش ظفر

ہوا، قوم عاد پر گُرز اور کلہاڑا تھی | لیکن حضرت ہودؑ، اور انکی قوم کیلئے فتح تھی

گلستاں[2] باشد بر ابراہیمؑ نار | لیک بر نمرود باشد زہرِ مار

آگ (حضرت) ابراہیمؑ پر چمن ہوتی ہے | لیکن نمرود پر سانپ کا زہر ہوتی ہے

بر سمندر باشد آتش خانداں | لیک باشد بردگر مُرغاں زیاں

سمندر پرندہ پر آگ خاندان ہوتی ہے | لیکن دوسرے پرندوں کیلئے تباہی ہوتی ہے

نزدِ عاشق درد و غم حلوا بُود | لیک حلوا بر خساں بلوا بُود

عاشق کے لئے درد اور غم، حلوا ہوتا ہے | لیکن کمینوں کے لئے حلوا مصیبت ہوتا ہے

مخصوص[3] بودنِ یعقوب علیہ السلام بچشیدنِ جامِ حق تعالےٰ از روئے یوسفؑ وکشیدن بوئے حق تعالیٰ از بوئے یوسفؑ وحرمانِ برادراں وغیرہم ازیں ہر دو صفت

حضرت یعقوبؑ کے چہرے سے خدائی پیالہ پینے اور حضرت یوسفؑ کی خوشبو سے اللہ تعالےٰ کی خوشبو حاصل کرنے میں حضرت یعقوبؑ کی خصوصیت اور بھائیوں وغیرہ کا اِن دونوں خوبیوں سے محروم رہنا

آنچہ یعقوبؑ از رُخِ یوسفؑ چشید | وانچہ اُو از بوئے اُو اندر کشید

(حضرت) یعقوبؑ نے جو کچھ حضرت) یوسفؑ کے رُخ سے چکھا | اور جو کچھ انھوں نے اُنکی خوشبو سے باطن میں حاصل کیا

وانچہ در وے بود اندر وے بدید | خاص اُو بُد اُو باخواں کے رسید

اور جو کچھ اُن (یوسفؑ) کے اندر تھا انھوں نے دیکھا | وہ اُن کی خصوصیت تھی، بھائیوں کو کب حاصل ہوا؟

ایں ز عشقش خویش در چہ می کند | واں بکیں از بہرِ او چہ می کند

یہ اُن کے عشق سے اپنے آپکو کنویں میں گرا رہے ہیں | وہ کینہ وری سے اُنکے لئے کنواں کھود رہے ہیں

---

[1] پیشِ قبطی۔ اشیاء کے اَحوال، ہر شخص کے اعتبار سے جداگانہ ہیں جس شخص کے مناسب جو حال ہے وہ اسی کو سمجھ سکتا ہے۔ قبطی۔ فرعونی نسل کا آدمی۔ سبطی۔ اسرائیل۔ جادہ۔ دریائے نیل حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کے لئے راستہ بنا فرعون اور اُس کا لشکر اسی میں ڈوب گیا۔ باد۔ آندھی سے قوم عاد برباد ہوئی حضرت ہودؑ اور انکی قوم کے لئے فتح کا سبب بنی۔

[2] گلستاں۔ آگ حضرت ابراہیمؑ کے لئے گلزار بنی۔ نمرود کے لئے باعثِ ہلاکت بنی۔ سمندر۔ ایک پرندہ ہے جو آگ میں پرورش پاتا ہے۔ لذنذ۔ درد و غم عاشقوں کی غذا ہے کمینے حلوا بھی اس طرح کھا جاتے ہیں جس سے انکو بدہضمی ہوجاتی ہے۔

[3] مخصوص۔ اِس قصّہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ چیزوں کے اَحوال مختلف اَشخاص کے اعتبار سے مختلف ہیں حضرت یوسفؑ کا چہرہ حضرت یعقوبؑ کے لئے کچھ تاثیر رکھتا تھا دوسروں کے لئے اسکی تاثیر دوسری تھی۔ آنچہ۔ جو خوبیاں حضرت یوسفؑ میں تھیں وہ حضرت یعقوبؑ کو نظر آئیں بھائی نہ دیکھ سکے۔ ایں۔ حضرت یعقوبؑ یوسفؑ کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کئے دیرہے تھے اُنکے بھائی انکو

سفرۂ او پیش ایں ازناں تہی ست
ان (یوسفؑ) کا دسترخوان اِنکے لئے روٹی سے خالی ہے

پیشِ یعقوبؑ ست پُر کو مشتہی ست
(حضرت) یعقوبؑ کیلئے بھرا ہوا ہے کیونکہ وہ خواہشمند ہیں

روئے ناشستہ نہ بیند روئے حور
بن دُھلا مُنھ، حُور کا مُنھ نہیں دیکھتا ہے

لا صلوٰۃ گفت اِلّا بالحضور
آنحضورؐ نے فرمایا کہ نماز بغیر حضورِ قلب کے نہیں ہے

عشق باشد لوت پوتِ جانہا
عشق، جانوں کے لئے قسم قسم کا کھانا ہے

جوع ازیں رُوئیست قوتِ جانہا
اسی لئے بھوک، جانوں کی غذا ہے

جوع یوسفؑ بود مر یعقوبؑ را
(حضرت) یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کی بھوک تھی

بوئے نانش می رسید از دُور جا
اُن کو اُن کی روٹی کی خوشبو دور سے پہنچ رہی تھی

آنکہ بستد پیرہن را می شتافت
جس نے پیرہن حاصل کیا تھا وہ دوڑ رہا تھا

بوئے پیراہانِ یوسفؑ می نیافت
(حضرت) یوسفؑ کے لباس کی خوشبو محسوس نہیں کرتا تھا

وانکہ صد فرسنگ زاں سو بُود او
وہ جو اُس جانب سے سینکڑوں فرسخ تھا

چونکہ بُد یعقوبؑ می بُوئید بُو
چونکہ وہ حضرت یعقوبؑ تھے وہ خوشبو سونگھ رہے تھے

اے بسا عالم ز دانش بے نصیب
بہت سے عالم ہیں، جو سمجھ سے محروم ہیں

حافظِ علم ست آں کس نے حبیب
وہ عالم، علم کا نگہبان ہے، نہ کہ محبوب

مستمع از وے ہمی یابد مشام
سُننے والا اُس کی خوشبو حاصل کر لیتا ہے

گرچہ باشد مستمع از جنسِ عام
خواہ سُننے والا عوام میں سے ہو

زانکہ پیراہن بدستش عاریہ است
کیونکہ اُس کے پاس لباس عارضی ہے

چوں بدستِ آں نخاسی جاریہ ست
جیسے کہ غلام فروش کے ہاتھ میں لونڈی ہوتی ہے

جاریہ پیشِ نخاسی سرسری ست
غلام فروش کے لئے وہ لونڈی تھوڑی دیر کیلئے ہے

در کفِ او از برائے مشتری ست
اُس کے قبضہ میں خریدار کے لئے ہے

قسمتِ حق ست روزی خواہ نے
اللہ (تعالیٰ) کی تقسیم ہے، نہ کہ روزی چاہنے والے کی

ہر یکے را سوئے دیگر راہ نے
کسی کے لئے دوسرے کی جانب راستہ نہیں ہے

یک خیالے نیک باغ آں شدہ
ایک اچھا خیال، اُس کیلئے گلزار بن گیا

یک خیالے زشت راہِ ایں زدہ
ایک بُرا خیال، اِس کے لئے راہزن بن گیا

۱ سفرہ او۔ حضرت یوسفؑ کے چہرے کا دسترخوان حضرت یعقوبؑ کے لئے انوار و برکات سے پُر تھا بھائیوں کے لئے خالی تھا۔ روئے ناشستہ۔ جن لوگوں کے دل نجاست سے پُر ہیں اُن کو انوار نظر نہیں آتے ہیں اسی لئے کفار کو خدا کا دیدار نہ ہوگا نماز میں کیفیات اُس شخص کو میسّر آئیں گی جو قلب کو مُصفّیٰ کر کے حضورِ قلب کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ جانہا۔ عاشقوں کی جانوں کیلئے عشق غذا ہے۔ مجوع۔ یہ مشہور مقولہ ہے اَلْجُوعُ طَعَامُ الصِّدِّیْقِیْنَ بھوک صدیقوں کی غذا ہے۔

۲ جوع۔ حضرت یعقوبؑ میں حضرت یوسفؑ کی طلب صادق تھی اسی لئے انھیں دور سے اُنکی خوشبو محسوس ہو گئی۔ آنکہ بستد۔ وہ شخص جو حضرت یوسفؑ کی قمیص حضرت یعقوبؑ کے پاس لیکر آیا وہ طلبِ صادق سے خالی تھا اُسکو اُس قمیص میں کوئی خوشبو معلوم نہ ہوئی۔ وانکہ۔ حضرت یعقوبؑ قمیص سے سینکڑوں میل کے فاصلہ پر تھے اُن کو اُس کی خوشبو محسوس ہو گئی۔ اے بسا۔ جو عالم بے عمل ہیں اُنکی مثال حضرت یوسفؑ کی قمیص لانیوالے کی سی ہے۔

۳ مستمع۔ عالمِ بے عمل کے وعظ اور علم سے وہ عوام جن میں طلبِ صادق ہوتی ہے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ پیراہن۔ بے عمل عالم کے پاس علم ایک عارضی چیز ہے اسکی مثال اُس غلام فروش کی سی ہے جسکے پاس فروخت کرنے کیلئے کوئی لونڈی ہو وہ اُس سے بے بہرہ رہتا ہے خریدار اُس سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ نخاسی۔ بردہ فروش۔ قسمتِ حق۔ یہ تمام تقسیم اللہ کیجانب سے ہے جس کا جو حصہ ہے وہ اُسکو ملتا ہے طالب کا اُسمیں کوئی دخل نہیں ہے۔ یک خیال۔ ایک شخص کے نصیب میں*

* وہ خیالات ہوتے ہیں جو اُس کیلئے موجبِ راحت ہوتے ہیں، دوسرے کے وہ خیالات ہیں جو اُسکو تباہ کرتے ہیں

آں[1] خیالے از اثر باغے شدہ — ویں خیالے عالمے برہم زدہ
وہ خیال نتیجہ کے اعتبار سے باغ ہو گیا — اس خیال نے جہان کو تہ و بالا کر دیا

آں خدائے کز خیالے باغ ساخت — وز خیالے دوزخ و جائے گداخت
وہ خدا (تعالیٰ) جس نے ایک خیال سے باغ بنایا — اور ایک خیال سے دوزخ اور پگھلنے کی جگہ (بنادی)

پس کہ داند راہِ گلشنہائے اُو — پس کہ داند جائے گلخنہائے اُو
اُس کے باغوں کا راستہ کون جانتا ہے؟ — اُس کی بھٹیوں کا راستہ کون جانتا ہے؟

دیدہ بانِ دل نہ بیند در مجال — کز کدامیں رُکنِ جاں آید خیال
دل کا محافظ تگ و دو میں نہیں دیکھتا ہے — کہ جان کے کونسے گوشے سے یہ خیال آتا ہے

جز[2] مگر آں دل کہ دارد عونِ حق — کونِ او را نیست کردہ کونِ حق
سوائے اُس دل کے جسکو اللہ (تعالیٰ) کی مدد حاصل ہو — اللہ (تعالیٰ) کے وجود نے اسکے وجود کو فنا کر دیا ہے

گر بدیدے مَطلعش را ز احتیال — بند کردے راہِ ہر ناخوش خیال
اگر تدبیر سے اُس کے آنے کی جگہ کو دیکھ سکتا — تو ہر بُرے خیال کا راستہ بند کر دیتا

کے رسد جاسوس را آنجا قدم — کہ بُوَد مرصاد و دربندِ عدم
جاسوس کا وہاں قدم کب پہنچتا ہے — جو عدم میں محفوظ اور گھات کی جگہ ہو

دامنِ فضلش بکف کُن کوروار — قبضِ اعمیٰ ایں بُوَد اے شہریار
اندھوں کی طرح اُسکی رحمت کے دامن کو پکڑلے — اے شاہ! اندھے کا پکڑنا یہ ہوتا ہے

دامنِ اُو امر و فرمانِ ویست — نیکبختے کہ تقی جانِ ویست
حکم اور فرمان اُس کا دامن ہے — وہ نیک بخت ہے جس کی جان متقی ہے

آں[3] یکے در مرغزار و جوئے آب — واں یکے پہلوئے اُو اندر عذاب
ایک چمنستان، اور پانی کی نہر میں ہے — اور ایک اُس کے پہلو میں عذاب میں ہے

اُو عجب ماندہ کہ ذوقِ اُو ز چیست — واں عجب ماندہ کہ ایں ز حبس کیست
وہ تعجب میں ہے کہ اُس کا لُطف کس چیز میں ہے — اور وہ تعجب میں ہے کہ یہ کس پھندے میں ہے

ہیں چرا خشکی کہ اینجا چشمہاست — ہیں چرا زردی کہ اینجا صد دواست
خبردار! تو کیوں خشک ہے، یہاں چشمے ہیں — خبردار تو کیوں پیلا ہے یہاں سینکڑوں دوائیں ہیں

---

[1] آں خیالے۔ نیک خیال کے نتیجہ میں انسان کو راحت و آرام حاصل ہوتا ہے بد خیال عالم کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ آں خدائے۔ یہ خیالات کی تقسیم اور عطا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ پس کہ داند۔ انسان یہ نہیں سمجھ سکتا کہ کونسے خیالات آرام دہ ہیں اور کونسے خیالات تباہ کُن ہیں۔ دیدہ باں! انسان کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ اُس کے دل میں خیالات کس راہ سے آتے ہیں۔ رکن۔ گوشہ۔

[2] جز مگر۔ انسان اپنے لئے اچھے بُرے خیالات کو خدا کی مدد سے پہچان سکتا ہے کیونکہ یہ خیالات اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں انسان کے ساختہ نہیں ہیں۔ مَطلعش۔ یعنی خیالات کے آنے کی راہ۔ کے رسد۔ خیالات کے آنے کی راہ عدم میں ہے اور جاسوس مقید بوجود ہے تو عدم تک اسکی رسائی ناممکن ہے مرصاد گھات کی جگہ۔ دامن۔ ان خیالات کی راہ اگر معلوم کرنی ہے تو اللہ کے فضل کا دامن اللہ کے احکام ہیں، انسے وابستہ ہو جا۔

[3] آں یکے۔ اب اللہ کی تقسیم کا پھر ذکر شروع کیا ہے نیک بخت اور بدبخت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص تو باغ اور نہروں سے لطف اندوز ہے اسکے پاس ہی ایک شخص گرمی اور پیاس کی تکلیف برداشت کر رہا ہے اُو عجب۔ تکلیف اُٹھانیوالا، راحت اُٹھانے والے پر متعجب ہے اور راحت اُٹھانے والا تکلیف اُٹھانے والے پر۔ ہیں۔ راحت پانے والا، تکلیف اُٹھانے والے سے کہتا ہے کہ تو بھی اِدھر آجا کیوں تکلیف اُٹھاتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں اُدھر نہیں آسکتا ہوں یہی مومن اور کافر کا حال ہے۔

همنشینا هین ؎۱ بیا اندر چمن — گویدا اے جاں من نیارم آمدن
اے ساقی! خبردار چمن میں آجا — وہ کہتا اے دوست! میں نہیں آسکتا

ہین بیا جاناں کہ پایت بستہ نیست — گویدش نے نے کہ تانم تو بالیست
خبردار اے دوست! آجا کیونکہ تیرے پاؤں بندھے ہوئے نہیں ہیں — وہ اُس سے کہتا ہے نہیں نہیں مجھ میں سکت نہیں تو ٹھہر جا

یک مثل آمد دریں معنیٰ بگفت — بوکہ یابی زیں بیاں سرّ نہفت
اس سلسلہ میں ایک کہاوت کہی گئی ہے — شاید کہ تو اس بیان سے چھپے ہوئے راز کو محسوس کرلے

اندریں معنیٰ بگویم قصہٗ — گوش بکشا تا بری زاں حصہٗ
اس سلسلہ میں میں ایک قصہ سناتا ہوں — کان کھول لے تاکہ تو اس میں سے حصہ پالے

حکایت غلام امیر کہ اُنسِ عظیم داشت در مناجات و نماز با حق

ایک حاکم کے اُس غلام کا قصہ جو کہ اللہ تعالیٰ کی نماز اور سرگوشی سے بہت محبت رکھتا تھا

در زمانے بود امیرے از کرام — بود سنقر ؎۲ نام اُو را یک غلام
ایک زمانہ میں بڑے لوگوں میں سے ایک حاکم تھا — اُس کا ایک غلام سنقر نام کا تھا

میر شد محتاج گرمابہ سحر — بانگ زد سنقر ہلا بردار سر
صبح کو حاکم کو حمام کی ضرورت ہوئی — اُس نے پکارا، سنقر! خبردار اٹھ جا

طاس و ایزار و گِل از التوں بگیر — تا بگرمابہ رویم از ناگزیر
تشلا اور تہبند اور ملتانی مٹی التون سے لے — تاکہ ضرورت کی وجہ سے ہم حمام میں جائیں

سنقر آں دم طاس و ایزارِ نکو — برگرفت و رفت با اُو دو بدو ؎۳
سنقر نے فوراً تشلا اور اچھا تہبند — لے لیا، اور اُس کے ساتھ ساتھ چلا

مسجدے بر رہ بُد و بانگِ صلا — آمد اندر گوشِ سنقر بر ملا
راستے میں مسجد تھی اور بلاوے کی آواز — صاف طور پر سنقر کے کان میں آئی

بود سنقر سخت مولع در نماز — گفت اے میرِ من اے بندہ نواز
سنقر نماز کا بہت فریفتہ تھا — بولا اے میرے آقا! اے بندہ پرور

تو بریں دکاں زمانے صبر کن — تا گزارم فرض و خوانم لم یکن
آپ اس دکان پر تھوڑی دیر ٹھہریں — تاکہ میں نماز ادا کروں اور لم یکن پڑھ لوں

رفت سنقر میر در دکاں نشست — منتظر از بادۂ پندار مست
سنقر چلا گیا، آقا دکان پر بیٹھ گیا — منتظر ہوکر، غرور کی شراب سے مست

؎۱ ہین بیا۔ تیرے پاؤں میں بیڑی نہیں ہے چلا آ یہ اُس سے کہتا ہے کہ تو بھی اُدھر نہ جا ٹھہر جا۔ غرضیکہ دونوں اپنی اپنی جگہ قائم ہیں نہ یہ اُس کا کہنا مانتا ہے نہ وہ اِس کا، ہر ایک تقسیم خداوندی کے مطابق اپنا اپنا حصہ حاصل کر رہا ہے۔ قصہ۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آقا مسجد میں نہیں پہنچ ..... رہا تھا اور غلام باہر نہیں نکل ..... رہا تھا یہی حال مومن اور کافر کا ہے۔

؎۲ سنقر۔ اُس امیر کے غلام کا نام سنقر تھا۔ محتاج۔ یعنی اُس کو نہانے کی حاجت ہوگئی۔ بردار سر یعنی بستر سے اُٹھ جا۔ طاس۔ تشلا۔ ایزار۔ ازار، تہ بند۔ گِل۔ یعنی ملتانی مٹی جس کو مَل کر نہایا جاتا تھا۔ التون۔ زرِ سرخ، اُس امیر کی لونڈی کا نام تھا۔

؎۳ دو بدو۔ دواں دواں۔ بانگِ صلا۔ دعوت کی آواز یعنی اذان۔ مولع۔ فریفتہ۔ لم یکن۔ یعنی سورۃ البینۃ۔ بادۂ پندار۔ یعنی وہ اپنے غرور میں مست تھا۔

میر از بہرِ دلِ آں زندہ جاں[1]
آقا نے اُس زندہ روح کی خاطر سے
کرد یک ساعت توقف بر دکاں
تھوڑی دیر دکان پر توقف کیا

چوں امام و قوم بیروں آمدند
جب امام، اور لوگ باہر آ گئے
از نماز و وردہا فارغ شدند
نماز اور وظیفوں سے فارغ ہو گئے

سُنقر آں جا ماند تا نزدیکِ چاشت
سنقر چاشت کے وقت تک وہاں رہا
میر سنقر را زمانے چشم داشت
آقا ایک وقت تک سنقر کا منتظر رہا

گفت اے سنقر چرا نائی بروں
بولا اے سنقر! تو باہر کیوں نہیں آتا ہے؟
گفت می نگزاردم اے ذو فنوں
اُس نے کہا اے ہنر مند! وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے

صبر کُن، نک آمدم اے روشنی
صبر کر اے روشنی! بس ابھی آیا
نیستم غافل کہ در گوشِ منی
میں غافل نہیں ہوں تو میرے کان میں ہے

ہفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد
اُس نے سات بار صبر کیا، اور آواز دی
تا کہ عاجز گشت از تیباش مرد
حتیٰ کہ آقا اُس کی ٹال مٹول سے عاجز آ گیا

پاسخش[2] ایں بُود می نگزاردم
اُس کا یہی جواب تھا مجھے نہیں چھوڑتا ہے
تا بروں آیم ہنوز اے محترم
اے محترم! تاکہ میں ابھی باہر نکلوں

گفت آخر مسجد اندر کس نماند
بالآخر اُس نے کہا مسجد میں کوئی نہیں رہا
کیست وا می دارد آنجا کت نشاند
کون روکتا ہے وہاں تجھے کس نے بٹھا رکھا ہے؟

گفت آنکہ بستہ استت از بروں
اُس نے کہا وہی جس نے تجھے باہر باندھ دیا
بستہ است اُو ہم مرا از اندروں
اُسی نے مجھے اندر باندھا ہے

آنکہ نگزارد ترا کائی دروں
جو تجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ تو اندر آئے
می نہ بگزارد مرا کایم بروں
وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ میں باہر نکلوں

آنکہ نگزارد کزیں سو پا نہی
وہ جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو اس طرف قدم رکھے
اُو بدیں سو بست پائے ایں رہی
اُسی نے اِس جانب اِس غلام کو پابستہ کر دیا ہے

ماہیاں[3] را بحر نگزارد بروں
سمندر مچھلیوں کو باہر نکلنے نہیں دیتا
خاکیاں را بحر نگزارد دروں
سمندر خشکی کے جانوروں کو اندر نہیں آنے دیتا ہے

اصلِ ماہی زآب و حیواں از گِل ست
مچھلی کی اصل پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے ہے
حیلہ و تدبیر اینجا باطل ست
اِس جگہ کوئی حیلہ اور تدبیر بیکار ہے

[1] زندہ جاں، یعنی سنقر۔ وردہا۔ یعنی وہ اوراد و وظائف جو نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ چشم داشت۔ منتظر رہا۔ در گوشِ منی یعنی میں تیری آواز سُن رہا ہوں۔ تیباشہ ٹال مٹول، انتظار۔

[2] پاسخش۔ یعنی سنقر ہر مرتبہ حاکم سے یہ کہتا تھا کہ وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ گفت۔ حاکم نے کہا مسجد میں تو کوئی شخص نہیں رہا سب باہر آ گئے تجھے کون روک رہا ہے۔ گفت آنکہ۔ سنقر نے جواب دیا جو ذات تجھے اندر آنے سے روک رہی ہے وہی مجھے باہر نکلنے سے روک رہی ہے۔ رہی غلام۔

[3] ماہیاں۔ ایک ہی سمندر ہے جو مچھلیوں کو باہر نکلنے سے روکتا ہے اور خشکی کے جانوروں کو اندر آنے سے روکتا ہے۔ اصل۔ ہر چیز اپنی جنس کو کھینچتی ہے غیر جنس کو دفع کرتی ہے دریا اور مچھلی ایک جنس ہے لہٰذا دریا مچھلی کو کھینچتا ہے خشکی کے جانوروں کی اصل مٹی ہے پانی ان کو غیر جنس ہونے کی وجہ سے دفع کرتا ہے۔

[^1] قفل زفت ست و کشاینده خدا
قفل بھاری ہے اور کھولنے والا اللہ (تعالیٰ) ہے

دست در تسلیم زن واندر رضا
تسلیم اور رضا پر دسترس حاصل کر

ذرہ ذرہ گر شود مفتاحہا
ایک ایک ذرہ، اگر کنجیاں بن جائیں

ایں کشایش نیست از جز کبریا
یہ کشادگی، بجز خدا کے (ممکن) نہیں ہے

چوں فراموشت شود تدبیرِ خویش
جبکہ تجھ سے تیری تدبیر فراموش ہو جائے

بخت یابی اے جواں از پیر خویش
اے جوان! تو اپنے پیر سے نصیبہ حاصل کرے گا

چوں فراموشِ خودی یادت کنند
جب تو خودی کو فراموش کر دیگا وہ تجھے یاد کریں گے

بندہ گشتی وانگہ آزادت کنند
تو غلام بن جائیگا، تو وہ تجھے آزاد کریں گے

گر تو خواہی حُرّی و دلِ زندگی
اگر تو آزادی اور دل کی زندگی چاہتا ہے

بندگی کُن بندگی کُن بندگی
غلامی کر، غلامی کر، غلامی

[^2] از خودی بگذر کہ تا یابی خدا
خودی سے گذر جا، تاکہ تو خدا کو پالے

فانیِ حق شو کہ تا یابی بقا
حق میں فنا ہو جا، تاکہ تو بقا حاصل کرے

گر ترا باید وصالِ راستیں
اگر تجھے سچوں کا وصال درکار ہے

محو شو واللّٰہُ اَعلَمُ بِالیَقِیں
(تو) مٹ جا اور اللہ تعالیٰ یقیناً زیادہ جانتا ہے

نومید شدن انبیا علیہم السلام از قبول و پذیرائی منکران قولہٗ تعالےٰ "حَتّٰی اِذَا استَیأَسَ الرُّسُلُ"

انبیاء علیہم السلام کا منکروں کے قبول اور پذیرائی کرنے سے ناامید ہونا اللہ تعالیٰ کا قول "یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے"

انبیا گفتند در خاطر کہ چند
انبیاء نے دل میں کہا کہ کتنا

میدہیم ایں را و آں را وعظ و پند
ہم اِس اور اُس کو وعظ اور نصیحت کریں؟

[^3] چند کوبیم آہنِ سردے زغے
گمراہی سے ٹھنڈے ہوئے لوہے کو ہم کب تک کوٹیں؟

در دمیدن در قفس ہیں تا بکے
ہاں پنجرے میں پھونک بھرنا کب تک؟

دُمِ خر پیمودن آخر تا بچند
گدھے کی دم ناپنا آخر کب تک

چوں نیفزاید جوے جز ریشخند
جبکہ سوائے مذاق کے انھیں ایک جَو کا فائدہ نہیں ہے

جنبشِ خلق از قضا و وعدہ است
مخلوق کی حرکت قضا اور وعدۂ الٰہی سے ہے

تیزیِ دنداں ز سوزِ معدہ است
دانتوں کی تیزی معدہ کی سوزش سے ہے

کر نصیحت کرنا تو ایسا ہی بیکار ہے جیسا کہ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا یا سوراخ دار پنجرے میں پھونک بھرنا۔ دم۔ ان لوگوں کو نصیحت کرنا بیکار اور مذاق اُڑانے کا سبب ہے جُنبش۔ پھر سوچا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سے ہے جب تک اُدھر سے کشش نہ ہو انکی ہدایت ناممکن ہو بھوک لگتی ہی تو دانت چلتے ہیں۔

[^1]: قفل۔ جنسی منافرت کا قفل بہت سخت ہوتا ہے، یہ صرف اللہ کے فضل سے کھلتا ہے لہٰذا تم راضی برضا بر خداوندی ہو جاؤ تب یہ قفل کھلے گا ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ممکن کی واجب کی طرف کشش ہو سکے۔ چوں۔ انسان جب اپنی تدابیر سے یہ قفل نہ کھول سکے تو شیخ کی طرف رجوع کرے مرید کو جب خود فراموشی حاصل ہو جاتی ہے تب شیخ اُس کو یاد کرتا ہے جب مرید شیخ کا غلام بن جاتا ہے تو شیخ اُس کو علائق دنیوی سے آزادی عطا کر دیتا ہے۔ گر تو خواہی۔ اگر تمہیں آزادی کی تمنا ہے اور دل کی زندگی چاہتے ہو تو عبادت اور اطاعت اختیار کرو۔

[^2]: از خودی۔ خودی کو چھوڑ کر فنا فی اللہ حاصل کرنے پر بقا، دوام حاصل ہوتا ہے۔ گر ترا۔ سچوں یقین سے وصال اُس وقت حاصل ہوگا جب انسان اپنے آپ کو فنا کر ڈالے گا۔ نومید شدن۔ اب مولانا نے انبیاء اور منکرین کا تذکرہ پھر شروع کیا ہے انبیاء منکرین کے انکار سے انبیاء انکی اصلاح سے مایوس ہو جاتے تھے۔

[^3]: چند۔ انبیاء نے مایوس ہو کر یہ سوچا کہ ان منکروں

نفسِ^۱ اوّل راند بر نفسِ دوم
پہلے نفس نے دوسرے نفس پر حکم چلایا

ماہی از سر گندہ باشد نے ز دُم
مچھلی سر کی جانب سے سڑتی ہے نہ کہ دم کی جانب سے

لیک ہم میدان و خر میراں چو تیر
لیکن سمجھ بھی لے اور تیر کی طرح گدھے کو ہنکا دے

چونکہ بلّغ گفت حق شد ناگزیر
جو نکہ اللہ (تعالیٰ) نے تبلیغ کر، فرمایا (لہٰذا) ضروری ہے

تو نمیدانی کزیں دو کیستی
تو نہیں جانتا کہ ان دو میں تو کون ہے؟

جہد کن چندانکہ بینی چیستی
کوشش کر جتنی کہ تو جان لے کہ تو کیا ہے

چوں نہی بر پشتِ کشتی بار را
جب تو کشتی پر مال لادھتا ہے

بر توکل می کنی آں کار را
اس کام کو تو توکل (کی بناء) پر کرتا ہے

تو نمیدانی^۲ کزیں ہر دو کئی
تو نہیں جانتا کہ تو ان دو میں کونسا ہے

غرقہ اندر سفر یا ناجئی
سفر میں ڈوبنے والا ہے، یا بچنے والا ہے

گر بگوئی تا ندانم من کیم
اگر تو کہے کہ جبتک میں نہ جان لوں کہ میں کون ہوں

در نخواہم تاخت بر کشتی و یم
میں کشتی اور سمندر پر نہ جاؤں گا

من دریں رہ ناجیم یا غرقہ ام
میں اس راستے میں بچنے والا ہوں یا ڈوبنے والا

کشف گرداں کز کدامیں فرقہ ام
واضح کر دے، میں کس فرقے میں سے ہوں

من نخواہم رفت ایں رہ باگماں
میں اس راستہ پر گمان کے ساتھ نہ جاؤں گا

بر امیدِ خشک ہمچوں دیگراں
دوسروں کی طرح خالی امید پر

ہیچ^۳ بازرگانیے ناید ز تو
تجھ سے کوئی تجارت نہ ہو سکے گی

زانکہ در غیب ست سرِّ ایں دو رو
کیونکہ ان دونوں رُخوں کا راز غیب میں ہے

تاجرِ ترسندہ طبعِ شیشہ جاں
ڈرنے والا، نازک دل، تاجر

در طلب نے سود دارد نے زیاں
طلب میں نہ نفع کماتا ہے نہ نقصان

بل زیاں دارد کہ محروم ست و خوار
بلکہ نقصان اٹھاتا ہے کیونکہ وہ محروم اور ذلیل ہے

نور او یابد کہ باشد شعلہ خوار
نور وہ حاصل کرتا ہے جو شعلے کو نگلنے والا ہو

چونکہ بر بوک ست جملہ کارہا
چونکہ تمام کاروبار امید پر ہے

کارِ دیں اولیٰ کزیں یابی رہا
(تو) دین کا کام زیادہ مستحق ہے کہ تو اس سے چھٹکارا پا سکے

نیست دستورے دریں جا قرعِ باب
اس جگہ دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت نہیں ہے

جز امید اللہ اعلم بالصواب
سوائے امید کے، خدا بہتر جانتا ہے

---

^۱ نفسِ اوّل۔ انہیں اللہ کی ذات حکمراں ہے جو کچھ ہے عالمِ بالا کی طرف سے ہے۔ لیک۔ لیکن قضاء و قدر کے پیشِ نظر عمل و سعی ترک نہیں کیجا سکتی ہے۔ ہمیں تو پیغام پہنچانے کا حکم ہے خواہ وہ سفید ہو یا نہ ہو۔ بینی چیستی۔ یعنی یہ تو مرنے کے بعد پتہ چلیگا کہ انسان جہنمی ہے یا جنتی لیکن زندگی میں اس کو عمل کرتے رہنا چاہیئے۔ چوں نہی۔ دنیا کے تمام کاروبار توقع اور امید پر مبنی ہیں تاجر دریائی سفر کرتا ہے تو نفعِ موہوم کی امید پر کرتا ہے۔

^۲ تو نمیدانی۔ تاجر سمندری سفر کرتا ہے تو اسکو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ڈوبیگا یا پار ہو جائیگا۔ من نخواہم۔ اگر کوئی تاجر یہ کہے کہ جب تک مجھے بچنے کا یقین نہ ہو جائے تو میں تجارت کے لئے سمندری سفر نہ کروں گا۔ امیدِ خشک۔ یعنی موہوم امید۔

^۳ ہیچ۔ اس طرح کا تاجر کبھی تجارت نہیں کر سکتا۔ دو رو۔ یعنی ڈوبنا اور پار ہونا۔ تاجرِ ترسندہ۔ اس طرح کا ڈرنے والا تاجر نہ نفع کما سکتا ہے نہ نقصان۔ بل۔ پہلے مصرع میں نقصان اٹھانے کا انکار کیا تھا اب فرماتے ہیں کہ نہیں ایسا تاجر نقصان میں ہے نفع سے محروم رہنا اور ذلیل ہونا نقصان ہے۔ چونکہ جبکہ دنیا کے سارے کاروبار موہوم نفع کی بنیاد پر چلتے ہیں تو دین کا کاروبار اس کا زیادہ مستحق ہے کہ موہوم نفع کی بنیاد پر کیا جائے۔ نیت، عبادات، رحمت اور قبولیت کی امید پر کرنا ضروری ہیں۔

بیان آنکہ ایمانِ مُقلّد خوف ست و رجا
اس کا بیان کہ مُقلّد کا ایمان امید و بیم میں ہے

داعیِ ہر پیشہ امید ست و بُوک
ہر پیشے کی محرک اُمید اور تمنا ہے
گرچہ گردنشان ز کوشش شد چو دُوک
اگرچہ اُن کی گردن کوشش میں تکلے کی طرح ہو گئی

بامداداں چوں سوئے دُکّاں رَوَد
صبح کو وہ جب دُکان کی جانب جاتا ہے
بر اُمید و بُوکِ روزی می رَوَد
کمائی کی اُمید اور تمنا پر جاتا ہے

بُوکِ روزی نبوَدت چوں می روی
تجھے روزی کی اُمید نہ ہو تو کیوں جائے؟
خوفِ حرماں ہست تجھ چونی قوی
محرومی کا ڈر ہے تو تو قوی کیوں ہے؟

خوفِ حرمانِ ازل در کسبِ قُوت
۲ روٹی کمانے میں ازلی محرومی کے ڈر نے
چوں نکردت سُست اندر جستجوت
تجھے تیری جستجو میں سُست کیوں نہ کیا؟

گوئی آرے خوفِ حرماں ہست پیش
تو کہتا ہے کہ ہاں محرومی کا ڈر پیشِ نظر ہے
ہست اندر کاہلی ایں خوف بیش
(لیکن) سُستی میں یہ ڈر زیادہ ہے

ہست در کوشش امیدم بیشتر
کوشش میں مجھے زیادہ اُمید ہے
دارم اندر کاہلی افزوں خطر
سُستی میں مجھے زیادہ خطرہ ہے

پس چرا در کارِ دیں اے بدگماں
اے بدگمان! پھر دین کے کام میں کیوں
دامنت می گیرد ایں خوفِ زیاں
یہ نقصان کا خوف تیرا دامن پکڑ لیتا ہے؟

یا ندیدی کاہلِ ایں بازارہا
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اِس بازار والے
در چہ سُودند انبیا و اولیا
انبیاء اور اولیاء کس قدر نفع میں ہیں

۳ زیں دُکاں رفتن چہ کاں شاں رُو نمود
اِس دُکان سے جانے نے اُنکو کیسی کان دکھائی
اندریں بازار چوں بستند سُود
اِس بازار میں اُنھوں نے کیسا نفع کمایا؟

آتش آنرا رام چوں خلخال شُد
اُن کے لئے آگ پازیب کی طرح فرمانبردار بنی
بحر ایں را رام چوں حمّال شُد
سمندر بوجھ اُٹھانیوالے کی طرح اُنکا فرمانبردار ہوا

از دمِ آں مُردہ زندہ شُدہ
اُن کے پھونک مارنے سے مُردہ زندہ ہوا
ابر آنرا سائبانے آمدہ
ابر اُن کے لئے سائبان بنا

توانکو روپیہ ہی نہیں بلکہ سونے چاندی کی کانیں ملی ہیں۔ آتش۔ اِس دنیا کی دُکان سے حضرت ابراہیمؑ نے وہ نفع کمایا کہ آگ گلزار اور زیور بن گئی۔ بحر۔ حضرت موسیٰؑ کی دریائے نیل نے حمالی کی۔ از دم۔ حضرت عیسیٰؑ کے پھونک مارنے سے مُردے زندہ ہوئے۔ ابر۔ آنحضورؐ پر ابر نے سایہ کیا۔

۱ داعی۔ انسان جو پیشہ کرتا ہے وہ محض اُمید پر کرتا ہے اور اُسمیں اتنی مصیبتیں جھیلتا ہے کہ اُس کی گردن تکلے کی طرح ہو جاتی ہے۔ بامداداں۔ صبح سویرے نفع کی اُمید پر دُکان کھولتا ہے۔ بُوک۔ اگر نفع کی اُمید نہ ہو تو کبھی دکان نہ کھولے۔ خوفِ حرماں۔ یہاں بھی محرومی اور نقصان کا لامحالہ خوف ہے لیکن انسان کی مستعدی میں کوئی فرق نہیں آتا ہے تو دین کے معاملہ میں محرومی کے خوف سے سُستی کیوں برتی جائے۔ قُوت۔ کھانا۔ روزی۔

۲ گوئی۔ دنیاوی معاملات میں تو خود کہتا ہے کہ کام کرنے میں جو محرومی کا خوف ہے وہ سُستی برتنے اور کام نہ کرنے میں اُس سے زیادہ محرومی کا خوف ہے۔ ہست۔ دنیاوی معاملات میں انسان کہتا ہے کہ کوشش میں بہرحال اُمید ہے اور سُستی میں تو بہت خطرات ہیں۔ پس۔ جب دنیاوی معاملات میں یہ تقریر ہے تو دین کے معاملات میں یہ تقریر کیوں نہیں کیجاتی ہے۔ یا ندیدی۔ دین کے معاملات میں کوشش کرکے کامیاب ہونے والوں کی مثالیں دنیا میں بہت ہیں۔

۳ زیں دُکاں۔ دنیا کی دُکان سے انبیاء اور اولیاء نے وہ نفع کمایا ہے کہ جب وہ اُس دُکان سے لوٹے ہیں

آہن[1] آنرا رام ہمچوں موم شد | باد آنرا بندہ و محکوم شد
لوہا اُن کے لئے موم کی طرح فرمانبردار تھا | ہوا اُن کی غلام اور محکوم ہوئی

شد براں در دفعِ دشمن چوب مار | عنکبوتے شد مر ایں را پردہ دار
دشمن کو دفع کرنے کیلئے لکڑی اُن کیلئے سانپ بنی | مکڑی اُن کے لئے پردہ گر بنی

بیان آنکہ رسول علیہ السلام فرمودہ اِنَّ لِلّٰہِ تعالٰی اَولیاءَ اَخفیاءَ
اس کا بیان کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے کچھ پوشیدہ ولی ہیں

قوم دیگر سخت پنہاں میروند | شہرۂ خلقان ظاہر کے شوند
کچھ دوسرے لوگ ہیں جو بہت پوشیدہ چلتے ہیں | (وہ) ظاہری مخلوق میں کب مشہور ہوتے ہیں!

اینہمہ دارند و چشمِ ہیچ کس | بر نیفتد بر کیاشاں یک نفس
یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ | اُن کی بزرگی پر ایک دم کے لئے نہیں پڑتی

ہم کرامتشاں ہم ایشاں در حرم[2] | نامِ شاں را نشنوند ابدال ہم
اُنکی کرامت بھی (اور) وہ خود بھی حرم میں ہیں | ابدال بھی اُن کا نام نہیں سنتے ہیں

یا نمیدانی کرمہائے خدا | کو ترا میخواند ایں سو کہ بیا
کیا تو نہیں جانتا کہ خدا کے کرم ہیں | جو تجھے پکارتے ہیں کہ اس طرف آجا

شش جہت عالم ہمہ اکرام اوست | ہر طرف کہ بنگری اعلام اوست
عالم کی شش جہت میں اُس کے اکرام ہیں | تو جس طرف دیکھ اُس کی نشانیاں ہیں

چوں کریمے گویدت آتش درآ | اندر آ زود و مگو سوزد مرا
جب کریم تجھے کہے کہ آگ میں آجا | جلد اندر آجا اور نہ کہہ کہ وہ مجھے جلا دیگی

کوز آتش نرگس و نسریں کند | وز میانش غنچہا سر بر زند
کیونکہ وہ آگ سے نرگس اور نسرین بنا دیتا ہے | اُس کے اندر سے غنچے کھلتے ہیں

در حقیقت آتش از ہیبت چو ماست | گازرِ دستار خوانِ انبیاست
درحقیقت آگ خوف سے پانی کی طرح ہے | وہ انبیاء کے دسترخوان کا دھوبی ہے

حکایت[3] مندیل در تنور انداختن انسؓ بن مالک و ناسوختن او
حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کا رومال کو تنور میں ڈالنے اور اُس کے نہ جلنے کا قصہ

[3] حکایت۔ اِس واقعہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انبیاء اولیاء کے حکم سے آگ، پانی کا کام کر دیتی ہے۔

[1] آہن۔ حضرت داؤدؑ کے لئے لوہا موم بنا۔ باد۔ حضرت سلیمانؑ کا تخت ہواکے کندھوں پر لئے پھرتی تھی۔ چوب۔ حضرت موسیٰؑ کی لکڑی اژدہا بنی۔ عنکبوت۔ آنحضورؐ کیلئے غارِ ثور میں مکڑی نے جالا تنا جس کی وجہ سے آنحضورؐ کو دشمن نہ پکڑ سکے۔ بیان۔ انبیاء نے جو نعمے کمائے اُن کو ذکر کرنے کے بعد اولیاء کے نعموں کا ذکر شروع کیا ہے۔ قوم دیگر۔ اولیاء کی ایک جماعت وہ ہے جس کو ابدال تک نہیں پہچان سکتے تو عوام اُن کو کیا سمجھتے۔ اینہمہ دارند۔ جو انبیاء کے نعمے ہیں وہ اُنکو حاصل ہیں۔

[2] در حرم۔ یعنی وہ اولیاء اور اُنکی کرامتیں اللہ کے حرم میں پوشیدہ ہیں۔ یا نمیدانی۔ دین کے بارے میں تیری سستی اس لئے ہے کہ تجھے یہ خبر نہیں کہ حضرتِ حق کی رحمتیں تجھے اپنی طرف بلاتی ہیں۔ شش۔ یعنی تیرے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں۔ اعلام۔ علم کی جمع، نشانی۔ چون کریمے۔ شعر کو۔ وہ کریم آگ کو گلزار بنا دیگا اور اُسمیں پھول کھلیں گے۔ ما۔ پانی۔ گازر۔ دھوبی۔

از انسؓ فرزندِ مالک آمده است
انسؓ، مالک کے بیٹے کی بات منقول ہے
کہ بمہمانیِ اُو شخصے شُدہ است
کہ ایک شخص اُن کا مہمان بنا

اُو حکایت کرد کز بعدِ طعام
اُس نے بیان کیا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد
دید انسؓ دستارِ خواں را زرد فام[1]
(حضرت) انسؓ نے دسترخوان کو پیلا دیکھا

چرکن و آلودہ گفت اے خادمہ
میلا اور سنا ہوا، فرمایا اے لونڈی!
اندر افگن در تنورش یک دمہ
ایک دم اُس کو تنور میں ڈال دے

در تنورِ پُر ز آتش در فگند
آگ بھرے، تنور میں ڈال دیا
آں زماں دستارِ خواں را ہوشمند
فوراً دسترخوان کو (اُس) ہوشمند نے

جملہ مہماناں دراں حیراں شُدند
سب مہمان اُس (معاملے) میں حیران ہوگئے
انتظارِ دُودِ کندوری بُدند
دسترخوان کے دھوئیں کے منتظر تھے

بعدِ یک ساعت بر آورد از تنور
تھوڑی دیر کے بعد اُس نے تنور سے نکالا
پاک و اسپید و ازاں اوساخ دُور
پاک اور سفید، اور اُس میل کچیل سے دُور

قوم گفتند اے صحابیِ عزیز
لوگوں نے کہا، اے معزز صحابی!
چوں نسوزید و مُنقّیٰ گشت نیز
وہ کیوں نہ جلا اور صاف بھی ہوگیا

گفت زانکہ مصطفےٰ دست و دہاں
اُنھوں نے کہا اِسلئے کہ مصطفےٰ نے ہاتھ اور مُنھ
بس بمالید اندریں دستار خواں
اِس دسترخوان سے بہت پونچھا ہے

اے دلِ ترسندہ از نار و عذاب[2]
اے آگ، اور عذاب سے ڈرنے والے دل!
باچناں دست و لبے کُن اقتراب
ایسے ہاتھ، اور ہونٹ سے نزدیک ہوجا

چوں جمادے را چنیں تشریف داد
جب بے جان کو اُس نے اتنی شرافت دیدی
جانِ عاشق را چہا خواہد گشاد
عاشق کی جان کو کس قدر کشادگی دیگا؟

مرکلوخِ کعبہ را چوں قبلہ کرد
کعبہ کے ڈھیلے کو جب اُس نے قبلہ بنادیا
خاکِ مرداں باش اے جان در نبرد
اے جان! معرکہ میں مردانِ حق کی خاک بنجا

بعد ازاں گفتند با آں خادمہ
اُس کے بعد اُنھوں نے اس خادمہ سے کہا
تو نگوئی حالِ خود با اینہمہ
یہ سب کچھ ہوتے ہوئے تو اپنا حال نہیں بتاتی

چوں[3] فگندی زود آں از گفتِ وے
اُن کے کہنے سے تُونے جلدی سے کیوں ڈالدیا؟
گیرم اُو بُرد دست در اسرار اے
میں نے مانا کہ اُن کو رازوں کا پتہ لگ گیا تھا

---

[1] زرد فام۔ یعنی سالن کی چکنائی وغیرہ اُس پر لگی ہوئی تھی۔ یک دمہ۔ فوراً۔ در تنور۔ خادمہ نے اُس کو فوراً تنور میں ڈال دیا۔ کندوری۔ رنجوری کے وزن پر، دسترخوان اوساخ۔ وسخ کی جمع، میل۔ منقّیٰ۔ صاف۔ گفت۔ حضرت انسؓ نے فرمایا چونکہ اِس سے بہت سی مرتبہ آنحضورؐ نے ہاتھ مُنھ پونچھا ہے، اِس لئے اِس کو آگ نہیں جلاسکتی ہے۔

[2] اے۔ جو آگ کے عذاب سے ڈرتا ہے اسکو چاہیئے کہ وہ اولیاء، اور علماء کی دست بوسی کرے تا کہ آگ اُس کو نہ ستائے۔ چوں جمادے۔ جب بے جان دسترخوان اِسقدر فیض حاصل کرسکتا ہے تو اندازہ لگاؤ کہ عاشق کی جان کو کیا فیض حاصل نہ ہوگا۔ مرکلوخ۔ کعبہ کو باوجود اینٹ پتھر ہونیکے اِس قدر عزت عطا کی گئی ہے تو انسان کو اِس سے زیادہ شرافت حاصل ہوسکتی ہے۔ بعد ازاں۔ اب پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

[3] چوں۔ یعنی حضرت انسؓ تو اِس راز سے واقف تھے لیکن تو واقف نہ تھی تو نے اُنکے کہنے پر بلا تامل دسترخوان کیوں آگ میں ڈالدیا۔ گفت۔ لونڈی نے جواب دیا کہ مجھے بزرگوں پر پورا بھروسہ ہے وہ کوئی غلط بات نہیں کہہ سکتے۔

انچنیں دستار خوانِ قیمتی
ایسا قیمتی دستر خوان

چوں فگندی اندر آتش اے ستی
اے بی بی! تو نے آگ میں کیسے ڈال دیا؟

گفت دارم بر کریماں اعتمید
اس نے کہا مجھے بزرگوں پر اعتماد ہے

از عباد اللہ دارم بس امید
میں اللہ کے (نیک) بندوں سے بہت امید رکھتی

میزرے[1] چہ بُوَد اگر اُو گویدم
تہبند کیا ہوتا ہے، اگر وہ مجھے کہیں

در رَو اندر عینِ آتش بے نَدم
بلا جھجک آگ میں چلی جا

اندر افتم از کمالِ اعتقید
پکے اعتقاد کی وجہ سے اندر گھس جاؤں

نیستم زاکرامِ ایشاں نا امید
میں اُن کے کرم سے نا اُمید نہیں ہوں

سر در اندازم نہ ایں دستار خواں
میں اپنا سر ڈال دوں نہ (صرف) یہ دستر خوان

زاعتمادِ بر کریمِ رازداں
رازداں، کریم کے بھروسے پر

اے برادر خود بریں اکسیر زن
اے بھائی! اپنے آپ کو اس اکسیر سے رگڑ دے

کم نباید صدقِ مرد از صدقِ زن
مرد (کے اعتقاد) کی سچائی عورت کی سچائی سے

آں دلِ مردے کہ از زن کم بُوَد
مرد کا وہ دل جو عورت کے دل سے کم ہو

آں دلے باشد کہ کم از اشکم بُوَد
وہ ایسا دل ہے جو پیٹ سے کم ہے

قصۂ[2] فریاد رسیدنِ رسول علیہ السّلام کاروانِ[3] عرب را کہ از

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے قافلہ کی فریاد پہنچنے کا قصہ جو پیاس سے

تشنگی و بے آبی درماندہ بودند و دل بمرگ نہادہ و شتران

اور پانی نہ ہونے سے عاجز ہو گیا تھا اور مرنے کے قریب تھا اور اونٹ

و خلق زبان را از تشنگی بیروں انداختہ

اور لوگ پیاس سے زبانیں باہر نکالے ہوئے تھے

اندر آں وادی گروہے از عرب
اس وادی میں عرب کے ایک گروہ کی

خشک شُد از قحطِ باراں شاں قِرَب
مشکیں بارش کے قحط کی وجہ سے خشک ہو گئی تھیں

درمیانِ آں بیاباں ماندہ
اُس جنگل میں رہ گیا تھا

کاروانے مرگ بر خود خواندہ
وہ قافلہ جس نے اپنی موت کو دعوت دی تھی

ناگہانے آں مُغیثِ ہر دو کون
اچانک دونوں جہان کے فریاد رس

مصطفٰے پیدا شُد از رہ بہرِ عون
مصطفٰے مدد کے لئے راستہ سے نمودار ہو گئے

---

[1] میزر۔ تہبند، ازار۔ اندر۔ چونکہ مجھے پکا اعتقاد ہے میں آگ میں کود پڑوں گی۔ سَر۔ یعنی دستر خوان تو معمولی چیز ہے میں خود آگ میں سر گھسا دوں گی۔ اے برادر۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ مردوں کا اعتقاد اس خادمہ سے کم نہ ہونا چاہیئے۔ اکسیر۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔ اشکم۔ انسان کا پیٹ ذلیل حصّہ ہے۔

[2] قصّہ۔ چونکہ انبیاء اور اولیاء کی صحبت کو اکسیر قرار دیا تھا اب ایسا واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اُس کا اکسیر ہونا ثابت کریں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے اُس حبشی کا رنگ اور روپ بدل گیا۔

[3] کاروان۔ قافلہ۔ قِرَب۔ قربہ کی جمع ہے، مشکیزہ۔ مرگ۔ یعنی انھوں نے اپنی موت کو دعوت دیدی تھی۔ مُغیث۔ فریاد رس۔ عون۔ مدد۔

دید آنجا کاروانے بس بزرگ
انھوں نے وہاں ایک بڑا قافلہ دیکھا
بر تفِ[۵۱] ریگ و رہِ صعب و سترگ
ریت کی گرمی اور بڑے سخت راستہ پر

اشتراں شاں را زباں آویختہ
ان کے اونٹوں کی زبانیں لٹکی ہوئی
خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
لوگ ریت میں ہر جانب بکھرے ہوئے

رحمش آمد گفت ہین زوتر روید
ان کو رحم آیا، فرمایا، آگاہ! جلد جاؤ
چند یارے سوئے آں کثباں دوید
چند یار ان ٹیلوں کی جانب دوڑو

کہ سیاہے بر شترِ مشک آورد
کہ ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے
سوئے میرِ خود بزودی می برد
اپنے آقا کی جانب تیزی سے لے جا رہا ہے

آں شتربانِ سیہ را با شتر
اس حبشی اونٹ والے کو مع اونٹ کے
سوئے من آرید با فرمانِ[۵۲] مُر
سختی سے میرے پاس لے آؤ

سوئے کثباں آمدند آں طالباں
وہ تلاش کرنے والے ٹیلوں کی جانب پہنچے
بعد یک ساعت بدیدند آنچناں
تھوڑی دیر بعد انھوں نے ویسا ہی دیکھا

بندہ می شد سیہ با اشترے
حبشی غلام مع اونٹ کے جا رہا تھا
راویہ پُر آب چوں ہدیہ برے
ہدیہ لے جانے والے کی طرح مشک بھرے ہوئے

پس بدو گفتند می خواند ترا
انھوں نے اس سے کہا تجھے بلاتے ہیں
ایں طرف فخر البشر خیر الوریٰ
انسانوں کے فخر، مخلوق کے بہترین، اس جانب

گفت من نشناسم او را کیست او
اُسنے کہا میں انکو نہیں جانتا وہ کون ہیں؟
گفت او آں ماہ روئے قند خو
انھوں نے کہا وہ چاند جیسے چہرے شکر جیسی عادت والے ہیں،

سید و سرور محمد نورِ جاں
سید اور سردار محمدؐ جو جان کا نور ہیں
مہتر و بہتر شفیع مجرماں
سب بالا اور سب سے اعلیٰ گناہگاروں کے شفیع

نوعہا[۵۳] تعریف کردندش کہ ہست
انھوں نے انکی اس طرح کی تعریف کی جو تھی
گفت مانا او مگر آں ساحر ست
اس نے کہا ہاں، وہ شاید وہی جادوگر ہے

کہ گروہے را زبوں کرد او بسحر
اس نے ایک جماعت کو جادو سے مغلوب کر دیا ہے
من نیایم جانب او نیم شبر
میں اس کی جانب آدھی بالشت نہ جاؤنگا

کشکشانش آوریدند آں طرف
وہ اس کو کھینچ تان کر کے ادھر لے آئے
او فغاں برداشت در تشنیع و تف
اس نے برا کہنے اور گرم مزاجی میں شور شروع کر دیا

---

۵۱ تف۔ گرمی۔ صعب۔ سخت۔ کثبان۔ کثیب کی جمع ہے، ٹیلہ۔ سیاہ۔ حبشی۔ میر۔ آقا۔

۵۲ فرمانِ مُر۔ تلخ حکم۔ آنچناں۔ یعنی جیسا کہ آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ می شد۔ می رفت۔ راویہ۔ پانی کی پکھال۔ گفت۔ یعنی غلام نے کہا۔ گفت او۔ صحابہ نے کہا۔

۵۳ نوعہا۔ یعنی صحابہ نے وہ تعریف کی جو نفس الامری تھی۔ گفت۔ اس غلام نے کہا کہ وہ وہی شخص ہے جو جادوگر کہلاتا ہے۔ کہ گروہے اس جادوگر نے اپنے جادو سے ایک جماعت کو اپنے تابع بنا لیا ہے۔ شبر۔ بالشت۔ تشنیع۔ برا بھلا کہنا۔ تف۔ گرمی۔

چوں کشیدندش بہ پیشِ آں عزیز
جب وہ اُس کو اُن معزز کے سامنے کھینچ لائے

گفت[۱] نوشید آب و بردارید نیز
انہوں نے فرمایا پانی پی لو اور لے بھی لو

جملہ را زاں مشکِ اُو سیراب کرد
انہوں نے اُس مشک سے سب کو سیراب کر دیا

اشتران و ہر کسے زاں آب خورد
اونٹوں اور ہر شخص نے اُس سے پانی پیا

راویہ پُر کرد و مشک از مشکِ اُو
مشک اور پکھال اُس کی مشک سے بھر لی

ابرِ گردوں خیرہ شد از رشکِ او
آسمان کا اَبر اُس کے رشک سے حیران ہو گیا

ایں کسے دیدست کز یک راویہ
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک پکھال سے

سرد گردد سوزِ چندیں ہاویہ
اتنی دوزخوں کی سوزش ٹھنڈی ہو جائے

ایں کسے دیدست کز یک مشکِ آب
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک پانی سے

گشت چندیں مشک پُر بے اضطراب
بغیر پریشانی کے اِتنی مشکیں بھر جائیں

مشک[۲] خود روپوش بود و موجِ فضل
مشک آڑ تھی اور (اللہ کے) فضل کی موج

می رسید از امرِ اُو از بحرِ اصل
اُس (اللہ تعالیٰ) کے حکم سے اصل سمندر سے پہنچ رہی تھی

آب از جوشش ہمی گردد ہوا
پانی اُس کے جوش سے ہوا بن جاتا ہے

واں ہوا گردد ز سردی آبہا
ہوا ٹھنڈک سے پانی بن جاتی ہے

بلکہ بے اسباب بیروں زیں حکم
بلکہ بغیر اسباب کے اور اِن حکمتوں کے علاوہ

آب رویانید تکویں از عدم
(اللہ کی) ایجاد نے عدم سے پانی پیدا کر دیا

تو ز طفلی چوں سببہا دیدۂ
چونکہ تو نے بچپن سے اسباب پر نظر رکھی ہے

در سبب از جہل بر چفسیدۂ
تو نادانی سے سبب سے چمٹ گیا ہے

با[۳] سببہا از مسبّب غافلی
تو اسباب کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے غافل ہے

سوئے ایں روپوشہا زاں مائلی
اس وجہ سے تو اِن آڑوں کی طرف مائل ہے

چوں سببہا رفت بر سر می زنی
جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں تو سر پیٹتا ہے

ربّنا و ربّنا ہا می کنی
اے ہمارے رب! اے ہمارے رب! بہت کرتا ہے

ربّ میگوید برو سوئے سبب
(اللہ تعالیٰ) فرما دیتا ہے سبب کی طرف جا

چوں ز صُنعم یاد کردی اے عجب
تعجب ہے، تو نے میری کاریگری کو کیسے یاد کیا؟

گفت زیں پس من ترا بینم ہمہ
(بندہ) کہتا ہے اِسکے بعد صرف تجھ پر نظر رکھوں گا

ننگرم سوئے سبب واں دمدمہ
سبب اور اُس فریب کی جانب نظر نہ کرونگا

---

[۱] گفت نوشید۔ آنحضورؐ نے پیاسوں سے کہا بڑا اور چھوٹا برتنوں میں بھی پانی بھر لو۔ ابر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پانی اتنا بڑھ گیا کہ ابر کو مشکیزہ پر رشک آنے لگا۔ ایں کسے۔ رشک کی وجہ یہ تھی کہ واقعہ غیر معمولی تھا۔

[۲] مشک خود۔ دراصل یہ پانی مشک کا نہ تھا۔ مشک تو ایک آڑ اور پردہ تھی اصل پانی غیبی چشمہ سے آ رہا تھا اور اُس کی قدرت کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ آب۔ اُس کی قدرت کا یہ حال ہے کہ پانی کو ہوا میں اور ہوا کو پانی میں تبدیل کرتی رہتی ہے۔ بلکہ۔ اُس کی قدرت تو بغیر اسباب کے اشیاء کو عدم سے وجود میں لے آتی ہے۔ تو ز طفلی۔ چونکہ انسان بچپن سے اشیاء کے وجود کو اسباب سے متعلق کرتا ہے اِسلئے مشک کو آڑ اور سبب بنا دیا گیا۔

[۳] با سببہا۔ چونکہ ہم مسبّب الاسباب یعنی ذاتِ خداوندی سے غافل ہیں اِسلئے اسباب کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ چوں۔ جب سب اسباب منقطع ہو جاتے ہیں تب انسان خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اُس کو پکارتا ہے۔ ربّ میگوید۔ جب اسباب سے مایوس ہو کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ تعجب! اب میری طرف متوجہ ہو رہا ہے۔ گفت۔ بندہ کہتا ہے کہ میں اب صرف تیری ہی جانب نظر رکھوں گا۔

۲۰ گویدش رُدُّوا لَعَادُوا کارِ تُست
(اللہ تعالیٰ) اس سے فرمائیگا رُدُّوا لَعَادُوا تیرا کام ہے
اے تو اندر توبہ و میثاق سُست
اے وہ کہ تو توبہ اور عہد میں کمزور ہے

لیک من آں ننگرم رحمت کُنم
لیکن میں اُس کا خیال نہیں کرتا، رحمت کرتا ہوں
رحمتم پُر است بر رحمت تنم
میری رحمت وسیع ہے میں رحمت سے کام لیتا ہوں

ننگرم عہدِ بدت بدہم عطا
میں تیرے بُرے عہد کو نہیں دیکھتا، بخشش کرتا ہوں
از کرم ایں دم چو میخوانی مرا
کرم کی وجہ سے جبکہ تو مجھے پکارتا ہے

از من آید جملہ احسان و وفا
میری طرف سے سراسر احسان اور وفا ہے
وز تو بد عہدی و تقصیرِ خطا
تیری جانب سے بد عہدی اور کوتاہی اور خطا ہے

حاصِل آنکہ در سبب پیچیدہ
خلاصہ یہ ہے کہ تو سبب میں اُلجھا ہے
لیک معذوری ہمیں را دیدہ
لیکن تو معذور ہے، تو نے یہی دیکھا ہے

قافلہ حیراں شُدند از کارِ اُو
اُن کے کارنامے سے قافلہ حیران ہو گیا
یا محمدؐ چیست ایں اے بحرِ خو
اے محمدؐ اے دریا خصلت! یہ کیا ہے؟

کردہ رُو پوش مَشکِ خُرد را
آپ نے ایک چھوٹی مَشک کو آڑ بنایا
غرقہ کردی ہم عرب ہم کُرد را
آپنے عربوں کو بھی اور کُردوں کو بھی انہیں ڈبو دیا

مَشکِ آں غلام پُر شدن از غیب بمعجزۂ رسولِ خدا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے اس غلام کی مَشک کا بھر جانا

و سپید شدنِ آں غلامِ سیاہ باذن اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس غلام کا سفید ہو جانا

اے غلام اکنوں تو پُر بیں مَشکِ خُود
اے غلام! اب تو اپنی مَشک کو بھرا ہوا دیکھ لے
تا نگوئی در شکایت نیک و بد
تاکہ تو شکایت میں بُرا بھلا نہ کہے

آں سیہ حیراں شُد از بُرہانِ اُو
وہ حبشی اُن کے معجزے سے حیران ہو گیا
می دمید از لامکاں ایمانِ او
غیب سے اس کا ایمان اُگنے لگا

چشمۂ دید از ہوا ریزاں شُدہ
اُس نے ایک چشمہ دیکھا جو فضا سے بہہ رہا تھا
مَشکِ اُو رُو پوشِ فیضِ آں شُدہ
اُس کی مَشک اُس کی آڑ بن گئی تھی

زاں نظر رُو پوشہا ہم بر درید
اس نے اِس نظر سے پردوں کو چاک کر دیا
تا معینِ چشمۂ غیبی بدید
یہاں تک کہ اُس نے غیبی چشمہ کا جاری پانی دیکھ لیا

---

۵۱ گویدش۔ اس توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جانتے ہیں انسان عہد میں بہت کمزور ہے توبہ کر کے پھر وہی کرنے لگتا ہے جس سے توبہ کی تھی۔ رُدُّوا لَعَادُوا قرآن پاک میں ہے جہنمی کہیں گے کہ اے رب ہمیں دنیا میں لوٹا دے تو ہم نیک کام کرینگے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ اگر وہ لوٹا دیے جائیں پھر پلٹ جائیں گے۔ از من۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمارا کام احسان اور وفا ہے خواہ بندہ بد عہدی اور گناہ کرے۔

۵۲ حاصل۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان نے چونکہ اصل ذات کا مشاہدہ نہیں کیا لہٰذا اُس کی اسباب سے مایوسی قابلِ معافی ہے قافلہ مشکیزے کے پانی کی کثرت کو دیکھ کر قافلہ حیران ہو گیا۔ غرقہ کردی۔ آپنے قافلہ والوں کو خواہ وہ عربی تھے یا کُردی سب کو سیراب کر دیا۔

۵۳ اے غلام۔ سب کو سیراب کرنیکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام سے کہا۔ برہان۔ معجزہ۔ می دمید یعنی اللہ تعالیٰ نے اُسکے دل میں ایمانی کیفیت پیدا فرما دی۔ چشمہ۔ اب اسکی باطنی آنکھیں روشن ہو گئی تھیں۔ زاں نظر۔ اس حبشی کی نظر کے سامنے اسباب کی کوئی حقیقت باقی نہ رہی تھی یقینی جاری۔

چشمہا[۱] پُر آب کرد آں دم غلام
اس وقت وہ غلام آنکھوں میں آنسو بھر لایا
شُد فراموشش زخواجہ و زمقام
اس سے ٹھکانا، اور آقا فراموش ہوگیا

دست و پایش ماند از رفتن براہ
اس کے ہاتھ پاؤں راستہ چلنے سے درماندہ ہوگئے
زلزلہ افگند در جانش اِلٰہ
خدا نے اس کی حالت میں ہلچل پیدا کردی

باز بہرِ مصلحت بازش کشید
(آنحضورؐ نے) پھر اس کو مصلحتاً کھینچا
کہ بخویش آ، باز رو اے مُستفید
کہ اے طالب فیض! ہوش میں آجا (اور) واپس جا

وقتِ حیرت نیست حیرت پیشِ تُست
(یہ) حیرت کا وقت نہیں ہے حیرت پیش آنیوالی ہے
ایں زماں در رہ درآ چالاک و چُست
اب ہوشیاری اور چستی سے راہِ (ہدایت) پر آجا

دستہائے[۲] مُصطفٰےؐ بر رُو نہاد
اس نے مصطفٰےؐ کے ہاتھ (اپنے) چہرے پر رکھے
بُوسہائے عاشقانہ بس بداو
بہت سے عاشقانہ بوسے دیئے

مُصطفٰےؐ دستِ مبارک بر رُخش
مصطفٰےؐ نے بابرکت ہاتھ اس کے چہرے پر
آں زماں مالید و کرد اُو فرخش
اس وقت ملے، اور اُس کو بابرکت بنایا

شُد سپید آں زنگی و پورِ حبش
وہ زنگی حبش کی اولاد سفید ہوگیا
ہمچو بدرو روزِ روشن شد شبش
چودھویں کے چاند کیطرح اور اسکی رات روشن دن بن گئی

یوسفے شُد در جمال و در دلال
حسن اور نازو انداز میں یوسفؑ بن گیا
گفتش اکنوں رو بدہ وا گوئے حال
انھوں نے اس سے فرمایا اب جا اپنا حال بیان کر

او ہمی[۳] شد بے سر و بے پائے و مست
وہ اندھا دھن اور مست روانہ ہوگیا
پائے می نشناخت در رفتن ز دست
چلنے میں ہاتھ پاؤں میں امتیاز نہ کرتا تھا

پس بیامد با دو مشکِ پُر رواں
وہ دو بھری مشکوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا
سُوئے خواجہ از نواحی کارواں
قافلہ کی جانب سے آقا کی جانب

خواجہ بر رہ منتظر بنشستہ بُود
آقا راستے پر منتظر بیٹھا تھا
کاں غلامش دیر می آمد نہ زود
کیونکہ اسکا غلام تاخیر سے آیا تھا نہ کہ جلدی سے

دیدنِ خواجہ غلامِ خود را سفید رُو و نشناختن کہ اُوست و با غلام

آقا کا اپنے غلام کو سفید چہرے والا دیکھنا اور نہ پہچاننا کہ وہ دہی ہے اور غلام سے کہنا کہ تو نے میرے

گفتش کہ تو غلامِ مرا کُشتہ و خونِ اُو ترا گرفتہ و خدا ترا بدستِ من انداختہ

غلام کو قتل کیا ہے، اور اس کے خون نے تجھے گرفتار کیا ہے اور اللہ (تعالیٰ) نے تجھے میرے ہاتھوں میں ڈالدیا ہے

---

۱ چشمہا۔ اس غلام کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس کو آقا اور گھر فراموش ہوگیا۔ ماند چونکہ مقامِ تحیر میں پہنچ گیا تھا۔ بازش کشید۔ آنحضورؐ اس کو مقامِ حیرت سے مقامِ صحو میں لائے۔ پیشِ تُست جبکہ اور مقامات طے ہونگے۔

۲ دستہائے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک پکڑ کر اپنے چہرے پر ملا اور دست بوسی کی۔ فرخ۔ مبارک زیبا صورت۔ پور۔ بوزنِ نور، پسر۔ بدر۔ چودھویں کا چاند شبش۔ یعنی اس کا رنگ جو رات کی طرح سیاہ تھا، دن کی طرح منور ہوگیا۔

۳ او ہمی شد۔ وہ خوشی کی مستی میں اس طرح رواں ہوا کہ اس کو اپنے تن من کی خبر نہ تھی۔ نواحی۔ ناحیہ کی جمع ہے، طرف کنارہ۔ دیر آمد۔ چونکہ قافلہ میں گیا تھا اسلئے تاخیر سے واپس آرہا تھا۔

خواجہ از دُورش بدید و خیرہ[1] ماند
آقا نے اُس کو دُور سے دیکھا، اور حیران رہ گیا

از تحیّر اہلِ آں دِہ را بخواند
حیرانی سے اُس گاؤں والوں کو بُلایا

راویہ ما اشترِ ما ہست ایں
یہ ہماری پکھال ہے اور ہمارا ہی اونٹ ہے

پس کجا شُد بندۂ زنگی جبیں
تو کالے چہرے والا غلام کہاں گیا؟

آں یکے بدریست می آید زدُور
وہ ایک چودھویں کا چاند ہے جو دُور سے آرہا ہے

میزند بر نورِ روز از رُوش نور
اُس کے چہرے کا نور دن کے نور پر پڑ رہا ہے

کُو غلامِ ما مگر سرگشتہ شُد
ہمارا غلام کہاں ہے، شاید آوارہ ہو گیا ہے

یا بدو گرگے رسید و کُشتہ شُد
یا اُس کو بھیڑیا ملا، اور مارا گیا

یا مگر[2] اُو را بکُشت ایں بدگہر
یا شاید اِس بدذات نے اُس کو قتل کیا

اُشترش آورد اینجا از قدر
اور تقدیر سے اُس کو اونٹ یہاں لے آیا

چوں بیامد پیش گفتش کیستی
جب وہ سامنے آیا اُس سے کہا تو کون ہے؟

از یمن زادی و یا تُرکیستی
تو یمن سے پیدا ہوا ہے یا تُرک ہے؟

تو غلامم را چہ کردی راست گُو
میرے غلام کا تو نے کیا کیا؟ سچ بتا

گر بکُشتی وانما حیلت مجُو
اگر تو نے قتل کیا ہے صاف کہدے حیلہ نہ ڈھونڈ

گفت گر کُشتم بتو چوں آمدم
اُسنے کہا اگر میں نے قتل کیا ہے تو میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں؟

چوں بپائے خود دریں خوں آمدم
اپنے پاؤں سے خود اُس خون کے معاملہ میں کیوں حاضر ہو گیا ہوں

گفت نے نے درنگیرد با منت
اُسنے کہا نہیں نہیں، تیری بات مجھے درست نہیں لگتی

راست باید گفت سر دایں فنت
سچ کہنا چاہیئے، یہ تیرا مکر بیکار ہے

کُو غلامِ من بگفت اینک منم
میرا غلام کہاں ہے، اُس نے کہا یہ میں ہوں

کرد دستِ فضلِ یزداں روشنم
اللہ کی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے منوّر کر دیا ہے

دیدہ ام صدرے و بدرے گشتہ ام
میں نے صدر کا دیدار کیا ہے اور میں بدر بن گیا ہوں

صاحبِ فضلے و قدرے گشتہ ام
مرتبہ اور بزرگی والا بن گیا ہوں

ہی چہ میگوئی غلامِ من کجاست
خبردار! کیا کہتا ہے، میرا غلام کہاں ہے؟

ہیں نخواہی رست از من جز براست
خبردار! تو سوائے سچی بات کے میرے ہاتھ سے نہیں بچیگا

گفت[3] اسرارِ ترا با آں غلام
اُس نے کہا اُس غلام کے ساتھ تیرے راز

جُملہ وا گویم یکایک من تمام
میں سب ایک ایک پورے بیان کئے دیتا ہوں

[1] خیرہ - حیران۔ راویہ - مشکیزہ، پکھال۔ زنگی جبیں - کالے رنگ والا۔ میزند - اُس کے چہرے کا نور دن کی روشنی پر غالب آرہا ہے۔ سرگشتہ - آوارہ۔

[2] یا مگر - شاید اُس نے اُس غلام کو مار ڈالا ہے اور تقدیرِ خداوندی سے اُس کو اونٹ یہاں لے آیا ہے۔ از یمن - ترکی اور یمنی لوگ گورے رنگ کے ہوتے ہیں۔ دریں خوں - قتل کر کے خود آنا تو اپنا خون کرانا ہے۔ سر دست - یعنی چالاکی نہ چلیگی۔ صدر - یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

[3] گفت - اُس غلام نے کہا کہ اگر وہ تمام راز کی باتیں تجھے سنا دوں جو کہ میرے خریدنے کے بعد سے تیرے اور میرے درمیان ہوئیں تو تجھ کو یقین آجائیگا کہ میں تیرا وہی غلام ہوں۔

زاں زمانے کہ خریدی تو مرا　　تا بکنوں باز گویم ماجرا
جب سے تو نے مجھے خریدا ہے　　اب تک کا قصہ دُھرائے دیتا ہوں

تا بدانی کہ ہمانم در وجود　　گرچہ از شبدیز[51] من صبحے کشود
تاکہ تو جان لے کہ میں وجود میں وہی ہوں　　اگرچہ میری سیاہی سے صبح نمودار ہو گئی ہے

رنگ دیگر شد ولیکن جانِ پاک　　فارغ از رنگست و از ارکانِ خاک
رنگت بدل گئی ہے لیکن پاک روحانی　　عناصر اربعہ اور رنگت سے خالی ہے

تن شناساں زود ما را گم کنند　　آب نوشاں ترکِ مشک و خُم کنند
جسم کو پہچاننے والے جلد ہمیں گم کر دیتے ہیں　　پانی پینے والے مشک اور مٹکے کو چھوڑ دیتے ہیں

جاں شناساں[52] از عددہا فارغ اند　　غرقہ دریائے بیچونند و چند
روح کو پہچاننے والے گنتی سے بے نیاز ہیں　　وہ بے مثال اور لا محدود دریا میں غرق ہیں

جاں شو و از راہِ جاں جاں را شناس　　یارِ بینش شو نہ فرزندِ قیاس
روح بن جا اور روح کی راہ سے روح کو پہچان　　مشاہدہ کا یار بن، گماں کا پابند نہ ہو

چوں ملک با عقل یک سر رشتہ اند　　بہرِ حکمت را دو صورت گشتہ اند
فرشتے اور عقل کی طرح جو ایک رشتہ میں منسلک ہیں　　حکمت کی وجہ سے دو صورتوں کے بنگئے ہیں

آں ملک با عقل چوں یک گوہر اند　　در پئے ہم ہمچو دُنبال و سر اند
چونکہ فرشتے اور عقل ایک اصل سے ہیں　　دُم اور سر کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے ہیں

آں ملک چوں مرغ بال و پر گرفت　　ویں خرد بگذاشت پر و فر گرفت
فرشتے نے پرند کی طرح بال اور پر اختیار کرلے　　اس عقل نے پروں کو چھوڑا اور شان و شوکت پائی

لاجرم[53] ہر دو مناصر آمدند　　ہر دو خوش رُو و پشتِ ہمدیگر شدند
لامحالہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار بنے　　دونوں بخوبی ایک دوسرے کے رو و پشت بنگئے

ہم ملک ہم عقل حق را واجدے　　ہر دو آدمؑ را معین و ساجدے
فرشتے بھی اور عقل بھی خدا کا ادراک کرنیوالے ہیں　　لہٰذا دونوں آدمؑ کے مددگار اور سجدہ کرنیوالے ہیں

---

[51] شبدیز۔ تاریک رات یعنی کالا رنگ۔ صبح۔ یعنی میرا رنگ گورا ہو گیا۔ رنگ رنگت بدل جانے سے روح اور جان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا روح رنگ وغیرہ سے مبرا ہے۔ تن شناساں۔ اب مولانا نے یہ مضمون شروع فرما دیا کہ جس طرح اس غلام کے آقا کی نظر محض جسم و رنگ پر تھی اس لئے وہ اس کو نہیں پہچان رہا تھا اسی طرح جو ظاہر بین اور جسم شناس ہیں وہ اولیاء کو نہیں پہچانتے جس کو پیاس ہوتی ہے وہ مٹکے اور مشک پر نظر نہیں کرتا۔

[52] جاں شناساں جو جان کو پہچانتے ہیں وہ تعدد اور تشخص سے بے نیاز ہوتے ہیں وہ دریائے وحدت میں ڈوبے ہوتے ہیں۔ جاں شو۔ روح کی پہچان، روح کے ذریعہ ہوتی لہٰذا اپنی روح کے ذریعہ اولیاء کو شناخت کرو انکو اپنا دوست سمجھو اور اس آقا کی طرح نہ بنو جس نے اپنے غلام کو گمان سے غیر سمجھا چونکہ اپنی روح کو اولیاء کی روح کا غیر نہ سمجھو دونوں روحوں میں وحدت ہے محض انکے قرار کی [illegible]ت کی وجہ سے بظاہر اختلاف ہے جیسا کہ حقیقت ملکیہ اور حقیقت عقل ایک ہے دونوں کو جدا جدا دو صورتیں عطا کرنے میں کچھ حکمتیں ہیں۔ آں ملک۔ حقیقت ملکیہ نے بال و پر اختیار کرلئے لہٰذا اسمیں پرواز کی قوت آ گئی عقل نے ادراکِ حقائق کی شان و شوکت حاصل کر لی۔

[53] لاجرم۔ چونکہ فرشتے اور عقل میں حقیقی وحدت ہے لہٰذا ایک دوسرے کا مددگار ہے اور اُن دونوں میں اس طرح کا اتحاد ہے جیسا کہ ایک چیز کی رُو اور پشت میں اتحاد ہوتا ہے۔ ہم ملک۔ اسی اتحاد کی وجہ سے دونوں اللہ تعالےٰ کو پہچاننے میں متحد ہیں اور دونوں آدمؑ کے لئے مددگار اور سجدہ کناں بن گئے۔

نفس و[1] شیطاں بودز اول واحدے — بود آدمؑ را عدو و حاسدے
نفس اور شیطان شروع سے ایک تھے — آدمؑ کے دشمن، اور حاسد تھے

آنکہ آدمؑ را بدن دید او رمید — وانکہ نورِ مؤتمن دید او خمید
جس نے آدمؑ کو (محض) جسم سمجھا وہ بدک گیا — جس نے امانت رکھا ہوا نور دیکھا وہ جھک گیا

آں دو دیدہ روشناں بودہ ازیں — ویں دو را دیدہ ندیدہ غیر طیں
وہ دونوں آنکھیں اِس سے روشن ہو گئیں — اِن دونوں کی آنکھوں نے مٹیؔ کے سوا کچھ نہ دیکھا

ایں بیاں اکنوں چو خر بر یخ بماند — چوں نشاید بر جہود انجیل خواند
اب یہ بیان برف پر گدھے کی طرح رہ گیا — چونکہ یہودی کو انجیل نہیں سُنائی جا سکتی

کے تواں با شیعہ گفتن از عمرؓ — کے تواں بربط زدن در پیشِ کر
شیعہ سے (حضرت) عمرؓ کی بات کب کہی جا سکتی ہے؟ — بہرے کے آگے سارنگی کہاں بجائی جا سکتی ہے؟

لیک[2] گر در دہ بگوشہ یک کس ست — ہائے و ہوئے کہ برآوردم بس ست
لیکن اگر گاؤں کے گوشہ میں ایک شخص ہی ہے — جو میں نے ہائے اور ہو کی وہ بہت ہے

مستحق شرح را سنگ و کلوخ — ناطقے گردد مشرح با رسوخ
شرح کے لائق کے لئے پتھر اور ڈھیلا — اچھی طرح تشریح کرنے والا گویا بن جاتا ہے

دربیان آنکہ حق تعالیٰ ہرچہ داد و آفرید از سمٰوات و ارض و اعیان و

اِس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے آسمان اور زمین اور جوہر اور

اعراض ہمہ را باستدعا و حاجت آفرید خود را محتاج چیزے دیگر باید کردن تا بدہد کہ امّن یجیب المضطر اذا دعاہ اضطرار گواہ استحقاق ست

عرض سب درخواست اور حاجت کی بنا پر پیدا کیے ہیں اور اپنے آپ کو دوسری چیزوں کا محتاج بنانا چاہیئے تاکہ وہ عطا کرے کیونکہ (اللہ نے فرمایا ہے) کون ہے جو مجبور کی دعا سنے جبکہ وہ اس کو پکارے مجبوری کا اُسکے مستحق ہونے کا گواہ

آں[3] نیازِ مریمی بودست و درد — کہ چناں طفلے سخن آغاز کرد
وہ (حضرت) مریمؑ کی نیازمندی اور درد تھا — کہ ایسے بچے نے بات کرنی شروع کر دی

جزوِ او بے اوبرائے او بگفت — جزو جزوت گفت دارد در نہفت
اُسکے جزو نے بغیر اُسکے کہے، اُسکے لئے گفتگو کی — تیرا ہر جزو پوشیدہ طور پر بولنے والا ہے

ہے آگے مولانا نے اسی مضمون کو واضح کیا ہے — [3] آں نیاز۔ حضرت مریمؑ کو حاجت اور ضرورت ہوئی تو خدا نے بچہ کے ذریعہ تشریح کرادی اور حضرت عیسیٰؑ گہوارہ میں اُنکی پاکدامنی کے شاہد بن گئے۔ جزو بادہ جس طرح عیسیٰؑ مریمؑ کے جزو بدن تھے وہ گواہ بنے اِسیطرح تمہارا ہر جزو تمہارا گواہ ہے قیامت میں تمہارے اعضاء تمہارے اعمال کی گواہی دینگے۔

[1] نفس و شیطان۔ جس طرح فرشتے اور عقل میں اتحاد ہے اسی طرح نفس اور شیطان میں اتحاد ہے اسی لئے دونوں آدمؑ کے دشمن اور حاسد ہیں۔ آنکہ۔ نفس اور شیطان نے حضرت آدمؑ کا صرف جسم دیکھا تو سجدے سے انکار کردیا عقل اور فرشتے نے اُن کے نورِ باطنی کو دیکھا تو اُنکے سامنے جُھک گئے۔ آں دو دیدہ۔ عقل اور فرشتہ کی آنکھیں اُس نور سے روشن ہو گئیں نفس اور شیطان کی آنکھوں نے صرف مٹی دیکھی۔ ایں بیان۔ یعنی عقل اور فرشتہ کی وحدت اور شیطان اور نفس کی وحدت کا بیان نہیں ہو سکا چونکہ تم اس کے سمجھنے کے اہل نہیں ہو چوں نشاید تمہارے سامنے اِس بیان کی تشریح ایسی ہی ہے جیسا کہ یہودی کے سامنے انجیل کی تلاوت یا شیعہ کے سامنے حضرت عمرؓ کے فضائل کا بیان یا بہرے کے سامنے سارنگی بجانا۔

[2] لیک۔ کسی میں اہلیت ہو تو اسی مجمل بیان سے شرح و تفصیل سمجھ جائیگا جو مجمل باتیں میں نے کہدی ہیں وہ اُسکے لئے کافی ہیں۔ مستحق۔ تفصیل اور تشریح کا مستحق اور اہل ہو ہے وہ تو بے زبان چیزوں کو دیکھ کر اُنسے حقائق کا ادراک کرلیتا ہے اصل چیز استحقاق اور طلبِ حاجت ہے اگر وہ موجود ہے تو خود تفصیل ہو جاتی

دست و پا شاہد شوندت اے رہی
اے غلام! تیرے ہاتھ پاؤں گواہ بنیں گے

منکری را چند دست و پا نہی
تو انکار کے کتنے ہاتھ پاؤں لگائے گا

ورنباشی[1] مستحقِ شرح و گفت
اگر تو تشریح اور گفت گو کا مستحق نہیں ہے

ناطقہ ناطق ترا دید و بخفت
بولنے والے کی (قوت) ناطقہ نے تجھے دیکھا اور وہ سو گئی

ہر چہ روئید از پئے محتاج رُست
جو کچھ اُگا ہے محتاج کے لئے اُگا ہے

تا بیابد طالبے چیزے کہ جُست
تاکہ طلبگار، ہر وہ چیز پالے جس کو وہ ڈھونڈے

حق تعالیٰ کایں سمٰوات آفرید
حق تعالیٰ نے جو ان آسمانوں کو پیدا کیا

از برائے دفعِ حاجات آفرید
حاجتیں پوری کرنے کے لئے پیدا کیا

ہر کہ جویا شُد بیابد عاقبت
جو جستجو کرتا ہے بالآخر پالیتا ہے

مایۂ اش درد و اصلِ مرحمت
اُس کا سرمایہ اور رحم کی جڑ، درد ہے

ہر کجا دردے دوا آنجا رَود
جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے

ہر کجا فقرے نوا آنجا رَود
جہاں فقر ہوتا ہے سامان وہاں پہنچتا ہے

ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
جہاں اِشکال ہوتا ہے، جواب وہاں جاتا ہے

ہر کجا کِشتے ست آب آنجا رود
جہاں کھیتی ہے پانی وہاں پہنچتا ہے

آب کم[2] جُو تشنگی آور بدست۔
پانی کی تلاش نہ کر، پیاس پیدا کر

تا بجوشد آبت از بالا و پست
تاکہ تیرے اوپر اور نیچے سے پانی جوش مارے

تا نہ زاید طفلکِ نازک گلو
جب تک نرم گلے والا بچہ پیدا نہیں ہوتا

کے رواں گردد ز پستان شیرِ او
اُس کا دودھ پستان سے کہاں جاری ہوتا ہے؟

رَو[3] بدیں بالا و پستیہا بدو
جا، اس نشیب و فراز میں دوڑ

تا شوی تشنہ و حرارت را گرو
تاکہ تو پیاسا بنے، اور حرارت میں پھنسے

بعد ازاں از بانگ زنبورِ ہوا
اُس کے بعد ہوا کی بھِڑ کی آواز سے

بانگ آبِ جُو بنوشی اے کیا
اے معزز! تو نہر کے پانی کی آواز سُنے گا

حاجتِ تو کم نباشد از حشیش
تیری ضرورت گھاس سے کم نہ ہونی چاہیئے

آب را گیری سوئے اُو می کشیش
تو پانی لیتا ہے اور اُسکو اُسکی جانب لیجاتا ہے

غرضکہ مطلوب کی فکر میں نہ پڑو اُس کی حاجت پیدا کرو مطلوب خود حاصل ہوجائے گا۔ حاجتِ تو۔ گھاس کو جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے انسان خود اُس تک پانی پہنچاتا ہے اِسی طرح تم حاجت پیدا کرلو خود قدرت مطلوب کو تم تک پہنچادے گی۔

[1] ورنباشی۔ اگر تو تشریح کا مستحق نہیں ہے تو بڑے سے بڑا مقرر بھی سُست پڑ جائیگا اور تشریح نہ کرے گا۔ ہر چہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے وہ مخلوق کی ضرورت پوری کرنے کے لئے بنایا ہے۔ حق تعالیٰ۔ آسمانوں کی تخلیق بھی مخلوق کی ضرورت اور احتیاج کی وجہ سے ہے۔ ہر کہ۔ جبکہ تمام چیزوں کی تخلیق احتیاج کی وجہ سے ہے تو جو بھی محتاج ہوگا اور اُس میں طلب ہوگی وہ ضرور مقصود حاصل کرلے گا۔ مایہ اش۔ رحمت کی اصل اور سرمایہ انسان کا درد ہے۔ ہر کجا۔ جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں ضرورت کی چیز پہنچ جاتی ہے درد ہو تو دوا حاصل ہوجاتی ہے فقیر ہو تو سامان مل جاتا ہے جواب اِشکال کے پاس پہنچ جاتا ہے اور پانی کھیتی کے پاس پہنچتا ہے۔

[2] آب کم جو۔ پانی کی تلاش نہ کر پیاس پیدا کر پانی خود بخود تیرے پاس پہنچ جائیگا۔ تا نہ زاید۔ جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور اسکو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے تو قدرت اُس کی ماں کے پستان میں دودھ پیدا فرمادیتی ہے۔

[3] رَو۔ تو بھی بھاگ دوڑ کر پیاس اور بدن میں گرمی پیدا کر۔ بعد ازاں۔ جب ضرورت پیدا کرے گا غیب سے پانی کی آواز آنے لگے گی

گوش گیری آب را تو می کشی
تو پانی کا کان پکڑتا ہے (اور) اُسکو تو کھینچتا ہے
سوئے زرعِ خشک تا یابد خوشی
خشک کھیتی کی جانب تاکہ وہ تازگی حاصل کرے

زرعِ جاں را کش جواہر مضمر ست
جان کی کھیتی کے لئے جس میں جواہر چھپے ہوئے ہیں
ابرِ رحمت پُر زآبِ کوثر ست
رحمت کا بادل، کوثر کے پانی سے بھرا ہوا ہے

تا سقاھم ربھم آید خطاب
تاکہ "انکو انکے رب نے سیراب کیا" کی بشارت آئے
تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
پیاسا بن، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

آمدن زنے کافرہ با طفلِ شیر خوارہ نزدِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
ایک کافر عورت کا دودھ پیتے بچے کو لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا

و ناطق شدنِ عیسیٰؑ وار بمعجزۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
اور اُس کا (حضرت) عیسیٰؑ کی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے بولنا

ہم ازاں دہ یک زنے از کافراں
اسی گاؤں سے ایک عورت کافروں میں سے
سوئے پیغمبرؐ دواں شد ز امتحاں
امتحان کے لئے پیغمبرؐ کی طرف دوڑی

پیشِ پیغمبرؐ در آمد با خمار
اوڑھنی اوڑھ کر پیغمبرؐ کے سامنے آئی
کودکے دو ماہہ زن را در کنار
دو مہینے کا بچہ عورت کی گود میں تھا

گفت کودک سلّم اللہ علیک
بچے نے کہا آپ پر اللہ کا سلام ہو
یا رسول اللہ قد جئنا الیک
اے اللہ کے رسول، ہم آپ کے پاس آئے ہیں

مادرش از خشم گفتا ہی خموش
اُس کی ماں غصہ سے بولی خبردار! چپ
کیت افگند ایں شہادت را بگوش
یہ شہادت کس نے تیرے کان میں ڈال دی!

ایں کیت آموخت اے طفلِ صغیر
اے ننھے بچے! یہ تجھے کس نے سکھایا؟
کہ زبانت گشت در طفلی جریر
کہ تیری زبان بچپن میں تیز بن گئی

گفت حق آموخت وانگہ جبرئیل
اُس نے کہا اللہ (تعالیٰ) نے سکھایا پھر جبرئیل نے
در بیاں با جبرئیلم من رسیل
میں بیان کرنے میں جبرئیل کا ہم زبان ہوں

گفت کو گفتا کہ بالائے سرت
اُس نے کہا وہ کہاں ہے؟ کہا کہ تیرے سر پر
می نہ بینی کن بہ بالا منظرت
تو نہیں دیکھ رہی ہے؟ اپنی نگاہ اوپر کر

ایستادہ بر سرِ تو جبرئیل
تیرے سر پر جبرئیلؑ کھڑے ہیں
مر مرا گشتہ بصد گونہ دلیل
وہ میرے لئے سینکڑوں طریقے سے راہنما بن گئے ہیں

لہ زرع - روحوں کی کھیتی کے لئے ابرِ رحمت کوثر کا پانی لئے ہوئے موجود ہے تم ضرورت پیدا کرو تو سقاھم ربھم کا پیغام تمہارے پاس آجائے گا۔ سقاھم کو قرآن پاک میں ہے وسقاھم ربھم شرابا طھورا اور پلائی اُن کو اُن کے خدا نے پاک شراب۔

لہ ہم ازاں۔ وہ غلام جس کا پانی آنحضورؐ نے لیا تھا جب اپنے گاؤں میں پہنچا اور آنحضورؐ کی باتیں اور معجزے کا اُس نے ذکر کیا تو ایک عورت آنحضورؐ کے پاس آئی اب اُس کا قصہ بیان کیا جارہا ہے۔ گفت۔ وہ بچہ آنحضورؐ کے معجزے سے بول پڑا اور اُس نے آنحضورؐ کو سلام کیا اور آنحضورؐ کو اللہ کا رسول کہہ کر پکارا۔

لہ شہادت یعنی آنحضورؐ کے بارے میں اللہ کا رسول ہونے کی گواہی۔ ایں۔ یہ بات تجھے کس نے سکھائی کہ تو آنحضورؐ کی رسالت کی گواہی دے رہا ہے۔ جریر۔ تیز زبان فصیح عرب کے مشہور شاعر کا نام۔ رسیل۔ ہم زبان۔ دلیل۔ راہنما۔

گفت می بینی تو گفتا کہ بلے — بر سرت تاباں چو بدرِ کاملے
اُس نے کہا تو دیکھ رہا ہے، کہا کہ ہاں — تیرے سَر پر مکمل چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں

می بیاموزد مرا وصفِ رسولؐ — زاں عُلوّ[1] می رہاند زیں سُفُول
وہ مجھے رسولؐ کی صفات بتا رہے ہیں — اُس بلندی کے ذریعہ وہ مجھے پستی سے چھڑا رہے ہیں

پس رسُولش گفت اے طفلِ رضیع — چیست نامت باز گو و شو مُطیع
پھر رسولؐ نے اُس سے فرمایا اے دودھ پیتے بچے! — صاف بتا تیرا کیا نام ہے اور فرمانبردار بن!

گفت نامم پیشِ حق عبد العزیز — عبدِ عُزّیٰ پیشِ ایں یک مُشت حیز
اُس نے کہا اللہ کے نزدیک میرا نام عبد العزیز ہے — اِن چند نالائقوں کے نزدیک عبد العزّیٰ ہے

من زِ عُزّیٰ پاک بیزار و بری — حقِ آنکہ دادت ایں پیغمبری
میں عُزّیٰ سے پاک، بیزار اور بری ہوں — اُس ذات کی قسم جس نے آپکو پیغمبری دی ہے

کودکِ دو[2] ماہہ ہمچوں ماہِ بدر — درسِ بالغ گفت چوں اصحابِ صدر
چودھویں رات کے چاند جیسے دو مہینے کے بچے نے — صدر نشینوں کی طرح پوری تقریر کی

پس حنوطؒ آں دم زِ جنت در رسید — تا دماغِ طفل و مادر بُو کشید
پھر اُسی وقت جنت سے حنوط آئی — یہاں تک کہ بچہ اور ماں نے خوشبو سونگھی

ہر دو می گفتند کز خوفِ سقوط — جاں سپُردن بہ بریں بوئے حنوط
دونوں (خوشبو کے) زوال کے ڈر سے کہہ رہے تھے — اِس حنوط کی خوشبو پر جان دے دینا بہتر ہے

آنکہ تعریفش شہنشہ خود کُند — جامد و نامیش صد مرِ وق زنند
وہ جس کی تعریف خود شہنشاہ کرے — بے جان جاندار اُس پر سینکڑوں شادیانے بجاتے ہیں

آں[3] کسے راکش مُعرِّف حق بُود — جامد و نامیش صد صَدَق زنند
وہ جس کی تعریف کرنے والا اللہ (تعالیٰ) ہو — بے جان اور جاندار اسکی سینکڑوں تصدیقیں کرتے ہیں

آں کسے راکش خدا حافظ بُود — مُرغ و ماہی مر وُرا حارس شود
وہ جس کا خدا نگہبان ہو — پرندے اور مچھلی اُس کے پہرے دار ہوتے ہیں

۱ عُلوّ۔ بلندی۔ سُفول۔ پستی۔ رضیع۔ دودھ پیتا بچہ۔ حیز۔ نامرد۔ درسِ بالغ یعنی آنحضورؐ کی صفت کا مکمل بیان۔ اصحاب صدر یعنی صدر نشین لوگ۔
۲ حنوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے۔ جاں سپردن۔ یعنی ان کو خوشبو اس قدر پسند آئی کہ اُس کے ختم ہو جانے کے ڈر سے جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ شہنشہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مروق۔ خوشی کا آلہ۔
۳ آں کسے۔ جس ذات کی خدا تعریف فرمائے دنیا کی ہر چیز اُس کی تعریف کی تصدیق کرتی ہے۔ جامد بے جان۔ نامی۔ جاندار۔ صَدَق۔ اُس نے سچ بولا۔ حارِس۔ محافظ۔

ربودنِ عُقاب موزۂ رسول علیہ السّلام را و بُردن بہوا و نگوں کردن وازموزہ مارے سیاہ افتادن

باز کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے کو ہوا میں لے اڑنا اور اوندھا کرنا، اور موزے سے سیاہ سانپ گرنا

اندریں بودند کآواز[1] صلا
لوگ اسی (انتظار) میں تھے کہ اذان کی آواز
مصطفیٰ بشنید از راہِ علا
اونچائی سے مصطفیٰؐ نے سنی

خواست آبے و وضو را تازہ کرد
پانی مانگا اور تازہ وضو کیا
دست و رُو را شست او زاں آبِ سرد
اس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ اور منہ دھویا

ہر دو پا شست و بموزہ کرد رائے
دونوں پاؤں دھوئے اور موزے کا ارادہ کیا
موزہ را بر بود یک موزہ ربائے
ایک موزہ لے اڑنے والا، موزہ لے اڑا

دست سوئے موزہ برد آں خوش خطاب
اس خوش خطاب نے موزے کی جانب ہاتھ کیا
موزہ را بر بود از دستش عقاب
باز ان کے ہاتھ سے موزہ اچک لے گیا

موزہ را اندر ہوا برد او چو باد
وہ موزے کو ہوا کی طرح فضا میں لے اڑا
پس نگوں کرد او وزاں مارے فتاد
پھر اس کو اس نے اوندھا کیا، اس میں سے سانپ گرا

در فتاد از موزہ یک مارِ سیاہ
موزے سے ایک کالا سانپ گرا
زاں عنایت[2] شد عقابش نیک خواہ
اس مہربانی کی وجہ سے باز آپ کا خیر خواہ بنا

پس عقاب آں موزہ را آورد باز
پھر باز اس موزے کو واپس لایا
گفت ہیں بستاں و رو سوئے نماز
بولا ہاں لے لیجئے، اور نماز کو جائیے

از ضرورت کردم ایں گستاخیے
میں نے یہ گستاخی مجبوراً کی
از ادب دارم شکستہ شاخیے
میں ادب کی وجہ سے ٹوٹی ہوئی شاخ رکھتا ہوں

وائے کو گستاخ پائے می نہد
افسوس اس پر جو گستاخی سے پاؤں رکھے
بے ضرورت کش ہوا فتویٰ دہد
بغیر ضرورت کے جبکہ اسکو خواہش نفسانی فتویٰ دیدے

پس رسولش شکر گفت و گفت ما
پھر رسولؐ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا ہم
ایں[3] جفا دیدیم و بود آں خود وفا
یہ ظلم سمجھے، اور وہ وفا (داری) تھی

موزہ بر بودی و من درہم شدم
تو موزہ اچک لے گیا، اور میں بگڑا
تو غمم بردی و من در غم شدم
تو نے غم ہٹایا، اور میں غمگین ہوا

گرچہ ہر غیبے خدا ما را نمود
اگرچہ اللہ (تعالیٰ) نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا ہے
دل دراں لحظہ بخود مشغول بود
(لیکن) دل اس وقت اپنے میں مشغول تھا

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رست
اس نے کہا یہ بات آپ سے بعید ہے کیونکہ آپ غفلت سے مبرا ہیں
دیدنم آں غیب را ہم عکس تست
میرا غیب کو دیکھ لینا بھی آپ کا پرتو ہے

[1] آوازِ صلا۔ یعنی حضورؐ کے دل میں نماز کیلئے الہام ہوا یا مؤذن کی اذان سنی۔ رائے۔ یعنی موزہ پہننے کا ارادہ کیا۔ موزہ ربا۔ یعنی عقاب۔

[2] عنایت۔ یعنی عقاب کا موزہ اچک لے جانا۔ شکستہ۔ یعنی میں گستاخی کی وجہ سے شرمندہ ہو کر مرجھا گیا ہوں جیسے کہ ٹوٹی ہوئی شاخ مرجھا جاتی ہے۔ وائے۔ ضرورت کے وقت گستاخی قابلِ گرفت نہیں ہے۔ نفسانی خواہش سے گستاخی افسوسناک ہے۔

[3] ایں۔ یعنی موزہ لے اڑنا۔ درہم شدم۔ میں بگڑا۔ غمم۔ یعنی سانپ۔ گفت۔ یعنی آنحضورؐ کی غفلت خود بینی کی وجہ سے نہیں ہو سکتی بلکہ تنزلِ اختیاری کی وجہ سے تھی۔ دیدنم۔ مجھ پر موزے میں سانپ کے ہونے کا انکشاف آپ کے کشف کا عکس اور پرتو ہے۔

مار در موزہ بہ بینم در ہوا — نیست از من عکسِ تست اے مصطفےٰ[1]
میں فضا سے موزے میں سانپ دیکھ لوں — یہ میرا کام نہیں ہے اے مصطفےٰ! یہ آپکا پرتو ہے

عکسِ نورانی ہمہ روشن بود — عکسِ ظلمانی ہمہ گلخن بود
نورانی پرتو پورا روشن ہوتا ہے — ظلمانی پرتو بالکل بھٹی ہوتا ہے

عکسِ عبد اللہ ہمہ نوری بود — عکسِ بیگانہ ہمہ کوری بود
اللہ کے نیک بندے کا پرتو بالکل نور ہوتا ہے — بیگانے کا پرتو، بالکل اندھا پن ہوتا ہے

عکسِ ہر کس را بداں اے جان ببیں — پہلوئے جنسے کہ میخواہی نشیں
ہر شخص کے پرتو کو سمجھ لے اے جان! دیکھ لے — تو جس عکس کے پہلو میں بیٹھنا چاہ رہا ہے

وجہ[2] عبرت گرفتن ازیں حکایت و یقین دانستن اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

اس حکایت سے عبرت حاصل کرنے کا پہلو اور یقینی طور پر جاننا کہ تنگی کے ساتھ سہولت ہے

عبرتست ایں قصہ اے جاں مر ترا — تا شوی راضی تو در حکمِ خدا
اے جان! تیرے لئے یہ قصہ باعثِ عبرت ہے — تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ پر راضی ہو جائے

تاکہ زیرک باشی و نیکو گماں — چوں بہ بینی واقعہ بد ناگہاں
تاکہ تو ہوشیار، اور نیک گمان بن جائے — جب تو اچانک کوئی برا واقعہ دیکھے

دیگراں گردند زرد از بیم آں — تو چو گل خنداں گہِ سود و زیاں
دوسرے اس کے ڈر سے پیلے پڑ جائیں — تو نفع اور نقصان کے وقت پھول کی طرح کھلے

زانکہ از گل گر تو بر گش می کنی — خندہ نگذارد نگردد منثنی
کیونکہ اگر تو پھول کی پتیاں کر دے — وہ مسکرانا نہیں چھوڑتا ہے اور نہ مرجھائیگا

گوید[3] از خارے چرا افتم بغم — خندہ را من خود ز خار آوردہ ام
وہ کہتا ہے میں کانٹے سے غم میں کیوں پڑوں؟! — میں نے اپنی مسکراہٹ کانٹے سے لی ہے

ہر چہ از تو یاوہ گردد از قضا — تو یقیں داں کہ خریدت از بلا
قضا کی وجہ سے جو چیز تجھ سے گم ہو جائے — تو یقین کرلے کہ اسنے تجھے مصیبت سے نجات دی ہے

مَا التَّصَوُّفُ قَالَ وِجْدَانُ الْفَرَحِ — فِي الْفُؤَادِ عِنْدَ اِتْيَانِ التَّرَحِ
تصوف کیا ہے، کہا خوشی محسوس کرنا — دل میں رنج آنے کے وقت

آں عقابش را عقابے داں کہ او — در ربود آں موزہ را زاں نیک خو
اس سزا کو وہ باز سمجھ لے، جو — اُن نیک خصلت سے موزہ اڑا لے گیا

---

[1] عکس: اولیاء اللہ کی صحبت سے کشفِ باطنی حاصل ہوتا ہے تاریک دل لوگوں کی صحبت دل کو بے نور بنا دیتی ہے۔ عکس۔ اللہ کے نیک بندوں کا پرتو نورانی ہوتا ہے اور خدا سے بیگانوں کا پرتو ظلماتی ہوتا ہے۔

[2] وجہ۔ موزے کے واقعہ سے یہ نصیحت حاصل کرنی چاہیے کہ انسان کی پریشانی راحت کا سبب بنتی ہے تاکہ۔ اچانک جو حادثہ پیش آئے اس سے اللہ کے ساتھ بدگمانی نہ کرنی چاہیے۔ دیگراں۔ عام لوگوں کے لئے جو واقعہ پریشانی کا سبب بنے اسکو بھی تو خنداں پیشانی سے قبول کر۔ زانکہ۔ اگر پھول کی پتیاں علیحدہ علیحدہ بھی کر دی جائیں تو اس کی مسکراہٹ ختم نہ ہوگی۔

[3] گوید۔ پھول یہی سمجھتا ہے کہ میری ہر چیز عدم سے وجود میں آئی ہے لہٰذا کسی جزو کے عدم کی طرف لوٹنے سے ناخوشی مناسب نہیں ہے۔ خار یعنی مصیبت، عدم یاوہ۔ گم، یعنی کسی چیز کے فوت ہو جانے کو کسی مصیبت سے نجات کا سبب سمجھ۔ ما التصوف۔ تصوف کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اس بات کا عادی ہو جائے "ہر چہ از دوست می رسد نیکوست" فرح۔ خوشی۔ ترح۔ رنج۔

تا رہاند پاش را از زخمِ مار ۔۔۔ اےؔ خنک عقلے کہ باشد بے غبار

تاکہ آپ کے پاؤں کو سانپ کے زخم سے بچائے ۔۔۔ قابلِ مبارکباد ہے وہ عقل جو بے غبار ہے

گفت لَا تَاسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ ۔۔۔ اِنْ اَتَی السِّرْحَانُ وَاَرْدٰی شَاتَکُمْ

فرمایا جو تم سے جاتا رہے اُس پر غم نہ کرو ۔۔۔ اگر بھیڑیا آجائے، اور تمہاری بکری ہلاک کردے

گفت ہر چہ آں فوت شُد غمگیں مشو ۔۔۔ زانکہ گر شُد کہنہ آید باز نو

فرمایا جو چیز فوت ہوجائے (اُس پر) غمگین نہ ہو ۔۔۔ کیونکہ اگر پُرانی جاتی رہی ہے نئی پھر آجائیگی

گر بلا آید تُرا اندُہ مَبَر ۔۔۔ ور زیاں بینی غم آں ہم مخور

اگر تجھ پر مصیبت آئے، غم نہ کر ۔۔۔ اگر تو نقصان دیکھے اُس کا غم نہ کھا

کاںؔ بلا دفعِ بلاہائے بزرگ ۔۔۔ واں زیاں منعِ زیانہائے سُترگ

کیونکہ وہ مصیبت بڑی مصیبتوں کیلئے دافع ہے ۔۔۔ اور وہ نقصان بڑے نقصانوں کو مانع ہے

راحتِ جاں آمد اے جاں فوتِ مال ۔۔۔ مال چوں جمع آمدے جاں شُد وبال

اے عزیز! مال کا فوت ہونا جان کی حفاظت ہے ۔۔۔ اے عزیز! جب مال جمع ہوجاتا ہے وبالِ جان ہوجاتا ہے

اِستدعائے آں مرد از موسیٰ علیہ السّلام زبانِ بہائم و

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص کا چوپایوں اور پرندوں کی زبان سیکھنے کی درخواست

طیور و قبول کردنِ موسیٰ باامرِ حق

اور اُن کا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اسکو قبول کرلینا

گفت موسیٰؑ را یکے مردِ جواں ۔۔۔ کہ بیاموزم زبانِ جانوراں

ایک نوجوان نے (حضرت) موسیٰؑ سے عرض کیا ۔۔۔ کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھا دیجئے

تاؔ بود کز بانگِ حیوانات و دَد ۔۔۔ عبرتے حاصل کنم در دینِ حق

ہوسکتا ہے کہ حیوانات اور درندوں کی آواز سے ۔۔۔ اللہ کے دین میں کوئی عبرت حاصل کرلوں

چوں زبانہائے بنی آدمؑ ہمہ ۔۔۔ در پئے آبست و نان و دمدمہ

چونکہ تمام اولادِ آدمؑ کی زبانیں ۔۔۔ روٹی، اور پانی، اور مکر کے لئے ہیں

بُو کہ حیوانات را وِردِ دِگر ۔۔۔ باشد از تدبیرِ ہنگامِ گذر

ہوسکتا ہے کہ حیوانات کا کوئی دوسرا معمول ۔۔۔ ہو، مرنے کے وقت کی تدبیر کا

گفت موسیٰؑ رو گذر کن زیں ہوس ۔۔۔ کایں خطر دارد بسے در پیش و پس

(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا جا اِس ہوس سے درگذر کر ۔۔۔ کیونکہ یہ آگے اور پیچھے بہت سے خطرے رکھتا ہے

۱ؔ اےؔ خنک ۔ یعنی وہ عقل قابلِ مبارکباد ہے جو قضا پر راضی ہو اور اُس پر شکوک و شبہات کا غبار بالکل نہ ہے ۔ گفت ۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے "کسی فوت شدہ چیز پر غم نہ کرو"۔ اِنْ اَتٰی اِس کا تعلق قرآنی آیت سے نہیں ہے ۔ سرحان ۔ بھیڑیا ۔

۲ؔ کاںؔ بلا ۔ انسان کی ایک مصیبت بہت سی بڑی مصیبتوں سے نجات کا سبب بنتی ہے ۔ راحتِ جاں ۔ مال کی تباہی جان کی راحت کا سبب بن جاتی ہے انتہا ۔ اِس قصہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ مال تباہ ہونے سے جان بچی ورنہ جان کی ہلاکت ہوتی ۔

۳ؔ تاؔ بود ۔ جانوروں کی زبان سیکھنے والے نے کہا کہ انسانوں کی تمام باتیں تو دنیا داری کی ہیں شاید ... جانوروں کی باتیں آخرت سے متعلق ہوں تو میں اُن سے عبرت حاصل کرلوں گا ۔ وِرد ۔ عبادت کا معمول ۔ ہنگام گذر ۔ موت کا وقت ۔

عبرت[۱] و بیداری از یزداں طلب ‏ نہ از کتاب و از مقال و حرف و لب
عبرت اور آگاہی خدا سے مانگ ‏ نہ کتاب اور گفتگو اور حروف اور ہونٹوں سے

گرم تر شد او زاں منعش کہ کرد ‏ گرم تر گردد ہمی از منع مرد
وہ اس روکنے سے اور زیادہ (سر) گرم ہو گیا ‏ روکنے سے انسان اور مُصر ہو جاتا ہے

گفت اے موسیٰؑ چو نورِ تو تافت ‏ ہر چہ چیزے بود از تو چیز یافت
اُس نے کہا اے موسیٰؑ! جب سے آپ کا نور نمودار ہوا ہے ‏ جو کچھ بھی تھا اس نے آپ سے کچھ پایا

مر مرا محروم کردن زیں مراد ‏ لائقِ لطفت نباشد اے جواد
اس مقصد سے مجھے محروم کرنا ‏ اے سخی! آپ کی مہربانی کے مناسب نہیں ہے

ایں زماں قائم مقامِ حق توئی ‏ یاس باشد گر مرا مانع شوی
اس وقت آپ اللہ (تعالیٰ) کے نائب ہیں ‏ اگر آپ مجھے منع کریں گے، تو مایوسی ہو گی

گفت[۲] موسیٰؑ یا رب ایں مردِ سلیم ‏ سخرہ کرد ستش مگر دیوِ رجیم
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا اے خدا! اس بھولے انسان کو ‏ شاید ملعون شیطان نے اس کو بہکایا ہے

گر بیاموزم زیاں کارش بود ‏ ور نیاموزم دلش بدمی شود
اگر میں سکھا دوں وہ اس کے لئے نقصان دہ ہو گا ‏ اگر نہیں سکھاتا ہوں تو اس کا دل برا ہو گا

گفت اے موسیٰؑ بیاموزش کہ ما ‏ رد نہ کردیم از کرم ہرگز دعا
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے موسیٰ! اس کو سکھا دیجئے کیونکہ ہم نے ‏ کرم سے ہرگز دعا رد نہیں کی ہے

گفت یا رب او پشیمانی خورد ‏ دست خاید جامہا ابر درد
(موسیٰؑ نے) فرمایا اے خدا! وہ شرمندہ ہو گا ‏ ہاتھ چبائے گا کپڑے پھاڑے گا

نیست[۳] قدرت ہر کسے را سازوار ‏ عجز بہتر مایۂ پرہیزگار
قدرت ہر ایک کے لئے مناسب نہیں ہے ‏ عاجزی، پرہیزگار کے لئے بہت اچھا سرمایہ ہے

فقر زیں رو فخر آمد جاوداں ‏ کہ بتقوے ماند دستِ نارساں
اسی لئے فقر ہمیشہ فخر ہے ‏ نارسا ہاتھ پرہیزگاری میں رہتا ہے

زاں غنا و زاں غنی مردود شد ‏ کہ ز قدرت صبر ہا پدرود شد
اسی لئے مالداری اور مالدار مردود ہوا ہے ‏ کہ قدرت کے وقت بہت سے صبر رخصت ہو جاتے ہیں

آدمی را عجز و فقر آمد اماں ‏ از بلائے نفسِ پُر حرص و غماں
آدمی کے لئے عجز اور فقر (باعث) امن ہے ‏ حرص اور غموں سے بھرے نفس کی مصیبت سے

۱ عبرت کتاب اور گفتگو سے حاصل نہیں ہوتی خدا کا عطیہ ہے اللہ سے مانگ۔ گرم تر حضرت موسیٰ کے انکار سے اس کا اصرار اور بڑھ گیا اس لئے کہ یہی انسانی مزاج ہے۔ گفت۔ وہ حضرت موسیٰؑ سے اصرار میں یہ باتیں کہنے لگا۔

۲ گفت۔ اس کے اصرار سے عاجز آکر حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے۔ اے موسیٰؑ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو سکھا دو۔ گفت یا رب۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اگر اس کو سکھا دوں گا تو وہ اس کے نتائج سے شرمندہ ہو گا اور افسوس کرے گا۔

۳ نیست۔ با اختیار اور باقدرت ہونا ہر شخص کے لئے بہتر نہیں ہوتا ہے قدرت کا نہ ہونا انسان کو پرہیزگار بناتا ہے، فقر میں انسان کو بہت سے گناہوں پر قدرت نہیں ہوتی اسی لئے وہ باعث فخر ہے مالدار بنی مالداری کے ذریعہ بہت سے گناہوں میں خوش ہو جاتا ہے اس لئے مردود ہو جاتا ہے۔

آں[1] غم آید ز آرزوہائے فضول — کہ بداں خو کردہ است آں صیدِ غول

بیکار آرزوؤں سے غم پیدا ہوتا ہے — جن کی اس شیطان کے قیدی نے عادت ڈال لی ہے

آرزوئے گِل بُوَد گِل خوارہ را — گلشکر نگوارد آں بیچارہ را

مٹی کھانے والے کو مٹی کی تمنا ہوتی ہے — اس بے چارے کو گلقند گوارا نہیں ہوتا ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ بیاموز

اللہ تعالیٰ کی جانب سے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو وحی آنا، کہ اس کو کچھ

چیزے کہ استدعا می کند بعضے را ازاں

تھوڑا سا سکھا دو جس کی وہ درخواست کرتا ہے

گفت یزداں تو بدہ بایستِ[2] اُو — برگشا در اختیار آں دستِ اُو

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا تو اُس کی مراد پوری کر دے — اختیار میں اُس کا ہاتھ کھول دے

اختیار[3] آمد عبادت را نمک — ورنہ می گردد بناخواہ ایں فلک

اختیار، عبادت کا نمک ہے — ورنہ بغیر ارادہ کے یہ آسمان (بھی) طواف کر رہا ہے

گردشِ اُو را نہ اجر و نے عقاب — کاختیار آمد ہنر وقتِ حساب

اس کی گردش کا نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے — کیونکہ حساب کے وقت اختیار معیار ہے

جملہ[4] عالم خود مسبّح آمدند — نیست آں تسبیحِ جبری مزد مند

تمام عالم خود تسبیح پڑھنے والے ہیں — (لیکن) وہ جبری تسبیح، اجر کا سبب نہیں ہے

تیغ[5] در دستش نہ از عجزش بکن — تا کہ غازی گردد اُو یا راہزن

اس کے ہاتھ میں تلوار دیدے اُس کا عجز ختم کر دے — تاکہ وہ غازی بنے یا ڈاکو

زانکہ[6] کرّمنا شد آدم ز اختیار — نیم زنبورِ عسل نیمیش مار

اختیار کی وجہ سے (بنی) آدم کرّمنا کا مصداق بنا — اس کا نصف شہد کی مکھی، نصف سانپ ہے

مومناں کانِ عسل زنبور وار — کافراں خود کانِ زہرے ہمچو مار

مومن شہد کی مکھی کی طرح شہد کی کان ہیں — کافر زہر کی کان ہیں سانپ کی طرح ہیں

زانکہ مومن خورد بگزیدہ نبات — تا چو نحلے گشت ریقِ اُو حیات

کیونکہ مومن نے اچھے بوٹے کھائے ہیں — یہاں تک کہ شہد کی مکھی کی طرح اُس کا لعاب (آبِ حیات) بنا ہے

کی بھی۔ کرّمنا۔ قرآنِ پاک میں مذکور ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی لمرمناں۔ نیک عمل کرنے والے دوسروں کے لئے بھی راحت کا سبب ہیں۔ کافراں۔ کافر دوسروں کے لئے بھی مصیبت ہیں۔

---

[1] آں غم۔ مال دار میں غلط قسم کی تمنائیں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے وہ فکر میں مبتلا رہتا ہے اور اس کی عادت ایسی بگڑ جاتی ہے کہ صحیح چیز اس کو موافق ہی نہیں آتی۔

[2] بایست۔ خواہش۔ اختیار۔ یعنی اب تو وہ جانوروں کی باتیں سمجھنے سے عاجز ہے اس کو قدرت اور اختیار عطا کر دے۔

[3] اختیار۔ انسان کا اختیار ہی اس کو جزا اور سزا کا مستحق بناتا ہے مضطر کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے عبادات میں چونکہ بندہ کے اختیار کو دخل ہے اس لئے اس میں خوبی ہے آسمان کی گردش اضطراری ہے لہٰذا نہ اس پر ثواب کا ترتب ہے نہ عذاب کا۔ حساب۔ اللہ تعالیٰ جس وقت محاسبہ کریگا تو انسان کے اختیاری افعال کا محاسبہ ہوگا۔

[4] جملہ۔ کائنات میں سے ہر چیز اللہ کی تسبیح خواں ہے لیکن یہ انکی اضطراری تسبیح ہے لہٰذا اس پر انکو کوئی ثواب نہ ملے گا۔ مزد مند۔ مزدوری کے قابل۔

[5] تیغ۔ جب تک انسان کے پاس تلوار نہ ہو .... وہ نہ غازی بن سکتا ہے نہ ڈاکو، مل جائے تو پھر غازی ہونے کا ثواب یا ڈاکو ہونے کا عذاب مرتب ہوگا۔

[6] زانکہ۔ انسان کو کرّمنا کی فضیلت اسی لئے حاصل ہوئی ہے کہ اس میں برائی کی بھی قدرت ہے اور بھلائی

باز کافر خورد شربت از صدید | ہم ز قوتش زہر شد در وے پدید
پھر کافر نے پیپ کا شربت پیا | اس کی غذا سے بھی اس میں زہر پیدا ہو گیا

اہلِ الہامِ خدا عینُ الحیات | اہلِ تسویلِ ہوا سمُّ الممات
خدا کے الہام والے (آبِ) حیات کا چشمہ ہیں | خواہشِ نفسانی کے طمع والے کثرت کا زہر ہیں

در جہاں[1] ایں مدح و شاباش و زہے | ز اختیار ست و حفاظ و آگہے
دنیا میں یہ تعریف، اور شاباش، اور واہ واہ | اختیار اور مروت اور آگاہی کی وجہ سے ہے

جملہ رنداں چونکہ در زنداں روند | متقی و زاہد و حق خواں شوند
تمام اوباش جب قید خانے میں جائیں گے | متقی اور پرہیزگار اور اللہ کو پکارنے والے بن جائیں گے

چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل | ہیں کہ تا سرمایہ نستاند اجل
چونکہ قدرت جاتی رہی، عمل کھوٹا ہو گیا | خبردار! موت سرمایہ کو نہ چھین لے

قدرتت سرمایہ سود ست ہیں | وقت قدرت را نگہدار و ببیں
آگاہ! نفع کا سرمایہ تیری قدرت ہے | قدرت کے وقت کی نگہداشت کر اور دیکھ لے

آدمی بر خنگِ[2] کرّمنا سوار | در کفِ درکش عنانِ اختیار
انسان، کرّمنا کے گھوڑے پر سوار ہے | اس کی عقل کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے

باز موسیٰ داد پند او را بمہر | کہ مرادت زرد خواہد کرد چہر
حضرت موسیٰؑ نے محبت سے پھر اسے نصیحت کی | کہ تیری مراد چہرہ پیلا کر دے گی

ترکِ ایں سودا بگو وز حق بترس | دیو دادستت برائے مکر درس
اس جنون کو چھوڑ اور اللہ (تعالیٰ) سے ڈر | شیطان نے مکر کیلئے تجھے سبق پڑھایا ہے

ہیں بر و دردِ سرِ خود کم طلب | کایں مرادت افگند در صد تعب
خبردار! اپنا دردِ سر نہ مول لے | کیونکہ یہ تیری مراد سینکڑوں مشقتوں میں ڈال دیگی

قانع[3] شدنِ آں مردِ طالب بتعلیمِ زبانِ مرغِ خانگی و سگ و اجابت کردن موسیٰ علیہ السلام او را

اس طالب انسان کا گھریلو مرغ اور کتے کی زبان سیکھنے پر قانع ہو جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس کو مان جانا

گفت بارے نطقِ سگ کو بر در ست | نطقِ مرغِ خانگی کاہلِ پرست
اس نے کہا کم از کم کتے کی بولی جو دروازہ پر ہے | گھریلو مرغ کی بولی جو پردار ہے

---

[1] درجہاں۔ دنیا میں جس قدر تعریفیں ہیں وہ انسان کے اختیاری افعال پر ہیں۔ جملہ رنداں۔ دوزخ میں جاکر دوزخی عبادت کرینگے لیکن وہ انکی اضطراری عبادت ہوگی جو غیر معتبر ہے۔ ہیں۔ انسان کو اس وقت کی قدر کرنی چاہیئے جس میں اس کو اختیار حاصل ہے وہی اسکے نفع کا سرمایہ ہے جب قدرت باقی نہ رہیگی اس وقت کی نیکی بیکار ہے۔

[2] خنگ۔ سفید گھوڑا سفید درکت۔ ادراک عقل۔ عنان۔ باگ۔ کہ مرادت۔ یعنی اگر تو جانوروں کی بولی جان گیا تو شرمندہ ہوگا۔ ہیں۔ جانوروں کی بولی جاننا تیرے لئے دردِ سر بنے گا۔ تعب۔ مشقت۔

[3] قانع۔ پہلے وہ مصر تھا کہ سب جانوروں کی بولی بتا جائے اب اس پر راضی ہو گیا کہ صرف اپنے گھر کے مرغ اور کتے کی بولی جان لے۔

گفت[1] موسیٰؑ ہیں تو دانی زو رسید
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا ہاں تو جان لیگا اُس (اللہ) سے (اجازت) آگئی

نطق ایں ہر دو شود بر تو پدید
اِن دونوں کی بولی تجھے معلوم ہوجائے گی

بامداداں از برائے امتحاں
صبح کو آزمایش کے لئے

ایستاد اُو منتظر بر آستاں
وہ چوکھٹ پر منتظر کھڑا ہوگیا

خادمہ سُفرہ بیفشاند و فتاد
خادمہ نے دسترخوان جھاڑا اور گرا

پارۂ نانِ بیات آثارِ زاد
باسی روٹی کا ٹکڑا، کھانے کا بقیہ

در ربود آنرا خروسے چوں گرو
مرغ اُس کو گروی (چیز) کی طرح اُچک لے گیا

گفت سگ کردی تو بر ما ظلم رَو
کُتّے نے کہا جا، تو نے ہم پر ظلم کیا

دانۂ گندم[2] توانی خوردو من
تو گیہوں کا دانہ کھا سکتا ہے اور میں

عاجزم از دانہ خوردن در وطن
وطن میں دانہ کھانے سے عاجز ہوں

گندم و جو را و باقی حبوب
گیہوں اور جو اور باقی دانے

می توانی خوردو من نے اے طروب
اے مست! تو کھا سکتا ہے اور میں نہیں کھا سکتا)

ایں لبِ نانے کہ قسمِ ماست آں
یہ روٹی کا ٹکڑا جو ہمارا حصہ ہے

می رُبائی ایں قدر را از سگاں
اِتنے کو (بھی)، تو کتوں سے اُچک لیتا ہے

جوابِ خروس سگ را
مُرغ کا کُتّے کو جواب

پس خروسش گفت تن زن غم مخور
پھر مُرغ نے اُس سے کہا چُپ ہوجا غم نہ کر

کہ خدا بدہد عوض زیں بہ دگر
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) اس سے بہتر دوسرا بدلہ دیگا

اسپ ایں خواجہ سقط خواہد شدن
اِس آقا کا گھوڑا مر جائے گا

روزِ فردا سیر خور کم کُن حزن
کل کو پیٹ بھر کر کھانا! غم نہ کر

مرگِ اسپ باشد سگاں را عید
گھوڑے کا مرنا کُتّوں کی عید ہوتی ہے

روزیِ وافر[3] بُود بے جہد و کسب
بغیر محنت اور کمائی کے بہت خوراک ہوتی ہے

اسپ را بفروخت چوں بشنید مرد
مرد نے جب سُنا، گھوڑا فروخت کردیا

پیشِ سگ شد آں خروس زرد روے
وہ بیچارہ مُرغ کُتّے کے آگے شرمندہ ہوا

روزِ دیگر ہمچناں ناں را ربود
دوسرے دن بھی اِسی طرح سے روٹی لے اُڑا

آں خروس و سگ برو لب بر گشود
وہ مُرغ، اور کُتّے نے اُس پر لب کشائی کی

---

[1] گفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ کی جانب سے مجھے اُس کے سکھانے کی اجازت مل گئی ہے تو اب جان جائیگا۔ اِمتحان۔ اِس آزمائش کے لئے کہ بولی سمجھنے لگا ہے یا نہیں۔ نانِ بیات۔ باسی روٹی۔ چوں گرو۔ یعنی جس طرح رہن رکھنے والا رہن کی چیز پر قبضہ کرتا ہے۔

[2] دانۂ گندم۔ کُتّے نے کہا تو نے مجھ پر ظلم کیا یہ روٹی میرا حصہ تھی تو دانہ چُگ سکتا ہے میں صرف روٹی کھا سکتا ہوں۔ در وطن۔ جنگل میں کتا ہر چیز کھانے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ حبوب۔ دانے۔ طروب۔ مست۔ لبِ نان۔ روٹی کا کنارہ۔ سقط۔ قاف کے سکون کے ساتھ، چوپایہ کا مرنا۔ حزن۔ غم

[3] وافر۔ بھرپور۔ زرد روئے زرد۔ چونکہ مُرغ کی پیشگوئی کے مطابق کُتّے کو مردہ گھوڑا کھانے کو نہ ملا تو مُرغ شرمندہ ہوا۔

کاے خروسِ عشوہ[۱] دہ چندیں دروغ — ظالمی و کاذبی و بے فروغ
کہ اے مرغ! مکّار اِس قدر جھوٹ — تو ظالم ہے، اور تو جھوٹا ہے اور بے اعتبار ہے

اسپ کش گفتی سقط گردد کجاست — کور اختر گوئی محرومی ز راست
وہ گھوڑا جس کے بارے میں تو نے کہا تھا کہ وہ مرے گا کہاں ہے؟ — تو اندھا نجومی ہے، سچائی سے محروم ہے

گفت او را آں خروسِ باخبر — کہ سقط شد اسپ او جائے دگر
اُس باخبر مرغ نے اُس سے کہا — کہ اُس کا گھوڑا دوسری جگہ مر گیا ہے

اسپ را بفروخت جَست او از زیاں — آں زیاں انداخت او بر دیگراں
گھوڑے کو فروخت کر دیا اور نقصان سے بچ گیا — اُس نے وہ نقصان دوسروں پر ڈال دیا

لیک فردا استرش[۲] گردد سقط — مر سگاں را باشد آں نعمت فقط
لیکن کل کو اُس کا خچر مرے گا — وہ صرف کتوں کے لئے نعمت ہو گا

زود استر را فروشید آں حریص — یافت از غم وز زیاں آں دم محیص
اُس لالچی نے فوراً خچر بیچ ڈالا — اُس وقت بھی وہ رنج اور نقصان سے نجات پا گیا

روزِ ثالث گفت سگ با آں خروس — اے امیرِ کاذباں با طبل و کوس
تیسرے دن کتے نے اُس مرغ سے کہا — اے نقارے اور گھنٹے کے ساتھ جھوٹوں کے سردار

تا بکے گوئی دروغِ بے فروغ — دُوغی اے نا اہل دُوغی دُوغ دُوغ
تو نہ چلنے والا جھوٹ کب تک بولے گا؟ — اے نااہل! تو چھاچھ ہے تو چھاچھ ہے چھاچھ چھاچھ

گفت او بفروخت استر را شتاب — لیک فرداش غلام آید مُصاب
کہا، اُس نے خچر جلدی سے بیچ دیا — لیکن کل کو اس کا غلام بیمار پڑے گا

چوں غلامِ او بمیرد نانہا — بر سگ و خواہندہ ریزند اقربا
جب اُس کا غلام مرے گا روٹیاں — کتوں اور مانگنے والوں پر (اُسکے) رشتہ دار بہا دینگے

ایں شنید و آں غلامش را فروخت — رست از خسران و رخ را بر فروخت
یہ سنا اور اُس نے اُس غلام کو بیچ ڈالا — نقصان سے بچ گیا اور چہرے کو روشن کر لیا

شکرہا می کرد و شادیہا کہ من — رستم از سہ[۳] واقعہ اندر زمن
شکریے ادا کرتا تھا اور خوشیاں، کہ میں — زمانے میں تین حادثوں سے بچ گیا

تا زبانِ مرغ و سگ آموختم — دیدۂ سوء القضا را دوختم
جب سے میں نے مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی ہے — بُری قضا کی آنکھ سی دی ہے

---

۱ عشوہ - مکر و فریب۔ اختر گو - ستاروں کی باتیں کرنے والا نجومی اگر اندھا ہو تو وہ ستاروں کی رفتار نہیں دیکھ سکتا اس لئے اس کی پیش گوئیاں غلط ہونگی۔

۲ استر - خچر۔ سقط - چونکہ مرغ اس کو نہ کھا سکے گا۔ مُحیص - چھٹکارا، نجات۔ باطبل - یعنی ڈنکے کی چوٹ جھوٹ بولنے والا۔ دُوغ - چھاچھ۔ مُصاب - بیمار۔

۳ رُخ - یعنی نقصان سے بچنے پر سرخرو ہو گیا۔ سہ واقعہ - گھوڑے، خچر اور غلام کا نقصان۔ دیدہ - یعنی اب بُری تقدیر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

خجل شدن خروس پیش سگ بسبب دروغ شدن سہ وعدہ

تین وعدوں کے جھوٹے ہو جانے سے، مرغ کا کتے کے سامنے شرمندہ ہونا

روزِ دیگر آں سگِ محروم گفت
دوسرے دن اُس محروم کتے نے کہا

کاے خروسِ ژاژ خا کو طاق و جفت[1]
اے بکواسی مُرغ! اکہرا اور دُہرا کہاں ہے؟

چند چند آخر دروغ و مکرِ تو
تیرا مکر اور جھوٹ آخر کس قدر؟

خود نپرّد جز دروغ از وکرِ تو
تیرے گھونسلے سے سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں اُڑتا ہے

گفت حاشا از من و از جنسِ من
اُس نے کہا مجھ سے اور میری قوم سے بعید ہے

کہ بگردیم از دروغے ممتحن
کہ ہم کسی جھوٹ میں مبتلا ہوں

ما خروساں چوں مؤذن راست گو
ہم مُرغ، مؤذن کی طرح سچ بولنے والے ہیں

ہم رقیبِ آفتاب و وقت جو
ہم سورج پر نظر رکھنے والے اور وقت کی جستجو کرنے والے ہیں

پاسبانِ آفتابیم از دروں
ہم اندر سے سورج کے نگہبان ہیں

گر کنی بالائے ما طشتے نگوں
اگر تو ہم پر طشت اوندھا کردے

پاسبانِ آفتاب اند اولیا
اولیاء سورج کی نگہداشت کرنے والے ہیں

در بشر واقف ز اسرارِ خدا
انسانوں میں، خدا کے رازوں سے واقف ہیں

اصلِ ما را حق پئے بانگِ نماز
ہماری نسل اللہ (تعالیٰ) نے نماز کی اذان کیلئے

داد ہدیہ آدمی را در جہاز[2]
سامان میں، آدمی کو ہدیہ میں دی ہے

گر بناہنگام سہواً ماں رود
اگر بے وقت ہم سے بھول ہوجائے

در اذاں آں مقتلِ ما می شود
اذان میں، وہ ہمارے قتل کا سبب بنتی ہے

گفتِ ناہنگام حیَّ علَی الفلاح
بے وقت حیَّ علَی الفلاح کہنا

خونِ ما را می کند خوار و مباح
ہمارے خون کو ذلیل اور جائز کردیتا ہے

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط
وہ جو بے گناہ، اور غلطی سے پاک ہے

آں خروسِ وحیِ جاں آمد فقط
وہ صرف روح کی وحی کا مُرغ ہے

آں غلامش مُرد پیشِ مشتری[3]
اُس کا وہ غلام خریدار کے پاس مرگیا

شد زیانِ مشتری آں یکسری
وہ بالکل خریدار کا نقصان بنا

او گریزانید مالش را ولیک
اُس نے اپنا مال بچا لیا، لیکن

خونِ خود را ریخت آں دریاب نیک
اُس نے اپنا خون بہایا، اِسکو خوب سمجھ لے

---

[1] طاق و جفت۔ وہ بہت سی پیشگوئیاں جو تو نے کی تھیں۔ وکر۔ پرند کا گھونسلا۔ ممتحن۔ آزمائش میں پڑا ہوا۔ ما خروساں۔ مُرغ صبح صادق کے وقت بولتا ہے۔ پاسباں۔ مُرغ اگر تاریک کوٹھری میں بھی ہو تو اُس کو صبحِ صادق کا احساس ہوجاتا ہے۔ اولیاء۔ جس طرح مُرغ آسمانی سورج کا پاسبان ہے اسی طرح اولیاء حق تعالیٰ کے پاسبان ہیں اور انسانوں میں جو اسرارِ خداوندی ہیں اُن کو پہچان لیتے ہیں۔

[2] در جہاز۔ سامان یا حضرت نوحؑ کی کشتی یعنی مرغوں کو خدا نے صبح کے نماز کے وقت کی ... اطلاع دینے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ گر بناہنگام۔ جو مُرغ بے وقت اذان دیتا ہے اُس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ آنکہ معصوم۔ مُرغ سے غلطی ہو جاتی ہے معصوم صرف انبیاء ہیں یا جبرئیل جو وحی لاتے تھے۔

[3] آں غلامش۔ مالک نے مُرغ سے غلام کے مرنے کی پیشگوئی سُن کر اُس غلام کو جلد فروخت کر ڈالا اور وہ خریدار کے پاس جا کر مر گیا۔ او گر۔ اُس مالک نے اپنا مال بچا لیا اور نقصانات سے بچ گیا لیکن نتیجہ میں اُس کی جان ہلاک ہوئی۔

یک زیاں[1] دفعِ زیانہا می شُدے — جسم و مالِ ماست جانہا را فِدے
ایک نقصان بہت سے نقصانات کا دفعیہ ہو جاتا — ہمارا جسم، اور مال جانوں کا فدیہ ہے

پیشِ شاہاں در سیاست گستری — مید ہی تو مال و سَر را می خَری
بادشاہوں کے روبرو، انصاف کرنے میں — تو مال دے دیتا ہے اور سَر بچا لیتا ہے

اعجمی[2] چوں گشتۂ اندر قضا — می گریزانی زداور مال را
چونکہ قضاء (خداوندی) کے معاملہ میں تو بیگانہ ہے — اللہ (تعالیٰ) سے تو مال کو چھپاتا ہے

زانکہ مالت بر تو گر صدقہ شوَد — آں زیانے نیست سُود تو بُوَد
کیونکہ تیرا مال اگر تجھ پر قربان ہو جائے — وہ نقصان نہیں ہے، تیرا نفع ہوتا ہے

خبر دادنِ خروس از مرگ آں خواجہ
مرغ کا آقا کے مرنے کی خبر دینا

لیک فردا خواہد اُو مُردن یقین — گاو خواہد کشت وارث در حنین
لیکن وہ کل کو یقیناً مرے گا — اُس کے غم میں وارث گائے ذبح کرے گا

صاحبِ خانہ بخواہد مُرد و رفت — روزِ فردا نک بسیدرت لُوتِ زفت
گھر کا مالک مرے گا اور جائے گا — کل کو تجھے ضرور چکنی غذا ملے گی

پارہائے نان و لالنگ و طعام — در میانِ کوئے یابد خاص و عام
روٹی کے ٹکڑے، اور لنگر، اور کھانا — ہر خاص و عام گلی میں پائے گا

گاوِ قربانی و نانہائے تُنک — بر سگان و سائلاں ریزد سُبک
قربانی کی گائے، اور ہلکی چپاتی — کتوں اور بھکاریوں پر بہائے گا

مرگِ اسپ و اُستر و مرگِ غلام — بُد قضا گردانِ ایں مغرورِ خام
گھوڑے اور خچر کا مرنا، اور غلام کا مرنا — اس متکبر، ناتجربہ کار کی قضا کو ٹالنے والا تھا

از زیانِ مال و دردِ آں گریخت — مال افزوں کرد و خونِ خویش ریخت[3]
یہ مال کے نقصان، اور اس کی تکلیف سے بھاگا — اُس نے مال بڑھا لیا، اور اپنا خون بہایا

ایں ریاضتہائے درویشاں چراست — کاں بلا بر تن بقائے جانہاست
یہ درویشوں کے مجاہدے کیوں ہیں؟ — اس لئے کہ جسم کی تکلیف جانوں کی بقا ہے

تا بقائے خود نہ بیند سالکے — چوں کُند تن را سقیم و ہالکے
جب تک سالک اپنی بقا نہ سمجھے — تو جسم کو بیمار اور فنا کیوں کرے؟

---

[1] یک زیاں۔ ایک نقصان قضاء و قدر میں بہت سے نقصانوں کا دفعیہ ہوتا ہے۔ پیشِ شاہاں۔ دنیاوی معاملوں میں انسان مال خرچ کر کے جان بچاتا ہے۔
[2] اعجمی۔ بیگانہ، اجنبی۔ حنین۔ رونا۔ لوتِ زفت۔ قیمتی غذا۔ لالنگ۔ لنگر۔ خام۔ ناتجربہ کار۔
[3] ریخت۔ اگر مال ضائع ہو جاتا تو جان بچ جاتی۔ ریاضتہائے۔ یعنی مجاہدوں کی محنت۔ سالک۔ سلوکِ معرفت طے کرنے والا چونکہ نفّار جسم میں بقائے روح سمجھتا ہے اسی لئے ریاضتوں میں بدن کو گھلاتا ہے۔

دستِ[1] کے جنبد بایثار و عمل
ایثار اور عمل میں ہاتھ کب ہلے
تا نہ بیند دادہ را جانش بدل
جب تک کر دیئے ہوئے کا بدلہ جان کیلئے نہ سمجھ لے

آنکہ بدہد بے امید و سود ہا
جو بغیر امید اور نفع کے دیتا ہے
آں خدا یست آں خدا یست آں خدا
وہ تو خدا ہے، وہ خدا ہے، وہ خدا ہے

یا ولیِ حق کہ خوئے حق گرفت
یا اللہ کا دوست جس نے اللہ کے اخلاق حاصل کر لئے ہیں
نور گشت و تابشِ مطلق گرفت
جو نور بن گیا ہے اور مطلق چمک حاصل کر لی ہے

کو غنی ست و جزاو جملہ فقیر
کیونکہ وہ بے نیاز ہے، اور اُس کے علاوہ سب محتاج ہیں
کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر
محتاج بغیر بدلے کے کب کہتا ہے کہ لے لے

تا نہ بیند کودکے کہ سیب ہست
جب تک بچہ نہ دیکھ لے کہ سیب ہے
اُو پیازِ گندہ را ندہد ز دست
وہ بدبودار پیاز کو نہیں چھوڑتا ہے

اینہمہ بازار بہرِ ایں غرض
یہ تمام بازار (والے) اسی غرض سے
برد کانہا شستہ بر بُوئے عوض
بدلے کی اُمید پر دکانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں

صد متاعِ[2] خوب عرضہ می کنند
سینکڑوں عمدہ سامان پیش کرتے ہیں
و اندرونِ دل عوضہا می تنند
اور دل میں بدلوں کی فکر کرتے ہیں

یک سلامے نشنوی اے مردِ دیں
اے دیندار! تو ایک سلام بھی نہ سنے گا
کہ نگیرد آخرت آں آستیں
جو بالآخر (تیری) آستین نہ پکڑے

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام
میں نے (کسی) خاص و عام سے بغیر لالچ کے نہیں سنا ہے
من سلامے اے برادر و السلام
ایک سلام (بھی)، اے بھائی! والسلام

جز سلامِ حق تو ہیں آں را بجو
سوائے اللہ (تعالیٰ) کے سلام کے تو صرف اُسکی جستجو کر
خانہ خانہ جا بجا و کو بکو
گھر گھر، جگہ جگہ، اور کوچے کوچے

از دہانِ[3] آدمی خوش مشام
صحیح الدماغ آدمی کے منہ سے
ہم پیامِ حق شنودم ہم سلام
میں نے سنا ہے اللہ (تعالیٰ) کا پیغام بھی اور سلام بھی

ویں سلامِ باقیاں بر بوئے آں
بقیہ لوگوں کا سلام (بھی)، اسی کی خوشبو کی وجہ سے
من ہمی نوشم بدل خوشتر ز جاں
میں دل سے سنتا ہوں جو جان سے زیادہ پیارا ہے

زاں سلامِ او سلامِ حق شدست
اس کا سلام تو اللہ تعالیٰ کا سلام بن گیا ہے
کاتش اندر دودمانِ خود زدست
کیونکہ اُس نے اپنے خاندان کو آگ لگا دی ہے

[1] دست۔ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ عوض اور بدلہ کے لالچ میں کرتا ہے۔ آنکہ۔ بے غرض کام کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یا ولی چونکہ اولیاء اللہ اخلاقِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں لہٰذا اُنکے کام بھی غرض سے خالی ہوتے ہیں۔ کو غنی۔ اللہ کے کام بغیر غرض کے اسلئے ہیں کہ وہ بے نیاز ہے اور انسان کے کام غرض پر اسلئے مبنی ہیں کہ وہ فقیر و محتاج ہے۔ تا نہ بیند۔ بچہ بھی جب تک اچھا عوض نہیں دیکھ لیتا اپنی چیز نہیں دیتا ہے۔ اینہمہ۔ دنیا کے سارے کاروبار بدلے اور عوض کی بنیاد پر چلتے ہیں۔

[2] متاع۔ سامان، تاجر اپنے عمدہ قسم کے سامان گاہک کو بدلے کے لالچ میں دکھاتے ہیں۔ یک سلامے۔ دنیا میں جو کسی وقت ایک سلام بھی کرتا ہے کسی نہ کسی وقت اُس کا بدلہ لینے کیلئے دامن پکڑتا ہے۔ جز۔ اللہ کی جانب سے جو سلام پہنچتا ہے وہ غرض سے خالی ہوتا ہے۔

[3] از دہاں۔ میں نے اہل اللہ کی زبان سے اللہ کا پیام و سلام سُنا ہے میں اُسی سلام کی توقع پر عوام کا سلام دل و جان سے قبول کرتا اور سنتا ہوں کہ شاید انہیں کوئی اِس طرح کا سلام ہو۔ زاں سلام۔ اہل اللہ کا سلام اللہ کا سلام اس وجہ سے ہو گیا ہے کہ اُنھوں نے اپنے آپکو فنا کر دیا ہے اب وہ فانی فی اللہ

اور ان کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اور ان کی زبان اللہ کی زبان ہو گئی ہے۔

مُردہ است از خود شُدہ زندہ برب — زاں بُود اسرارِ حقّش در دولب

وہ فانی بالذات ہے، باقی باللہ ہے — اسی لئے اُس کے دونوں ہونٹوں میں الٰہی اسرار ہوتے ہیں

مُردنِ[1] تن در ریاضت زندگی ست — رنج ایں تن رُوح را پایندگی ست

ریاضت میں جسم کا مرنا، زندگی ہے — اس جسم کی تکلیف، روح کی استواری ہے

گوش بنہادہ بُد آں مردِ خبیث — می شنید اُو از خروسش ایں حدیث

وہ خبیث انسان کان لگائے ہوئے تھا — یہ بات وہ اپنے مرغ سے سُن رہا تھا

دویدنِ آں شخص بسُوئے موسیٰؑ بزینہار چوں خبر مرگ خود بشنید

اُس شخص کا حضرت موسیٰؑ کی طرف پناہ کیلئے دوڑنا جبکہ اُس نے اپنی موت کی خبر سُنی

چوں شنید ایں ہا دواں شد تیز تفت — بر درِ موسیٰؑ کلیم اللہ رفت

جب اُس نے یہ سُنا تیزی اور تُندی سے دوڑا — حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ کے دروازے پر گیا

رُو ہمی مالید بر خاک اُو زبیم — کہ مرا فریاد رس زیں اے کلیم

وہ خوف سے زمین پر چہرہ رگڑ رہا تھا — کہ اے کلیم! اس (معاملے) میں میری مدد کیجئے

گفت رَو بفروش خود را و برہ — چونکہ اُستا گشتۂ برجہ زچہ

فرمایا جا اپنے آپ کو بیچ ڈال، اور چھٹکارا پالے — چونکہ تو ماہر بن گیا ہے، کنوئیں سے کُود نکل

بر مسلماناں[2] زیاں انداز تو — کیسہ ہمیانہا را کن دوتو

تو مسلمانوں کو نقصان پہنچا دے — ہمیانیوں اور تھیلی کو دوگنا کرلے

مَن درونِ خشت دیدم ایں قضا — کہ در آئینہ عیاں شُد مر تُرا

میں نے اس قضا کو اینٹ میں سے دیکھا ہے — جو آئینہ میں تجھ پر ظاہر ہوئی ہے

عاقل اوّل بیند آخر را بدل — اندر آخر بیند از دانش مُقل

عقلمند شروع میں دل سے انجام کو دیکھ لیتا ہے — عقل کا کوتاہ، آخر میں دیکھتا ہے

باز زاری کرد کاے نیکو خصال[3] — مرمرا بر سر مزن بر رُو ممال

وہ پھر رویا، کہ اے نیک عادت! — میرے سر پر نہ ماریئے، مُنہ پر نہ ملیئے

از من آں آمد کہ بُودم ناسزا — ناسزایم را تو دِہ حُسنُ الجزا

مجھ سے وہی ہوا کیونکہ میں نالائق تھا — مجھ نالائق کو آپ اچھا بدلہ دے دیجئے

گفت تیرے جست از شست اے پسر — نیست سُنّت کاید آں واپس بسر

فرمایا اے بیٹا! تیر کمان سے نکل گیا — سنّتِ الٰہی نہیں ہے کہ وہ دوبارہ واپس آئے

[1] مُردنِ تن۔ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جسم کو فنا کیا جاتا ہے تو روح زندہ اور قوی ہوتی ہے، اہل اللہ کو یہ درجہ اسی لئے حاصل ہوتا ہے۔ گوش۔ جانوروں کی بولی سیکھ لینے والے نے مُرغ سے جب اپنی موت کی خبر سُنی تو گھبرا کر حضرت موسیٰؑ کے پاس بھاگ کر گیا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ کا لقب ہے کیونکہ کوہ طور پر آپکی اللہ تعالیٰ سے گفتگو ہوتی تھی۔ گفت حضرت موسیٰؑ نے طنزاً فرمایا کہ دوسری چیزوں کو فروخت کرکے جس طرح تو نقصان سے بچا اسی طرح اپنے آپ کو بھی فروخت کردے۔

[2] بر مسلماناں۔ مرنے والی چیزیں دوسروں کے ہاتھ فروخت کرکے تو نے اُن کو نقصان پہنچایا اور اپنی تھیلی بھری۔ من درون۔ یہ باتیں جبکہ بالکل پردۂ خفا میں تھیں میں اسی وقت سمجھ گیا تو اپنے بُرے انجام کو اب سمجھا ہے۔ مُقِل۔ نادار، مفلس۔

[3] خصال۔ خصلت کی جمع ہے، عادت۔ مرمرا۔ یعنی مجھے اب زیادہ شرمندہ نہ کیجئے۔ از من۔ میں تو نالائق تھا مجھ سے نالائقی سرزد ہوئی۔ آپ مجھ نالائق کو اچھا بدلہ عطا کردیں۔ نیست سُنّت۔ یعنی عام طور پر سنّتِ الٰہی یہی ہے کہ قضا و قدر نہیں ٹلتی ہے۔

لیک در خواہم ز نیکو داوریؔ[۵۱]
ہاں بہترین انصاف والے سے میں درخواست کروں گا

تا کہ ایماں آں زماں با خود بری
تاکہ تو اُس وقت اپنے ساتھ ایمان لے جائے

چونکہ ایماں بُردہ باشی زندہٗ
جب تو ایمان کو (ساتھ) لیجائے گا، تو زندہ ہے

چونکہ با ایماں روی پائندہٗ
جبکہ تو ایمان کے ساتھ جائے گا، ٹھیک رہے گا

ہم در اندم حال بر خواجہ بگشت
اُسی وقت، آقا کا حال دگرگوں ہوگیا

تا دلش شورید آوردند طشت
یہاں تک کہ اُس کا دل متلایا، لوگ طشت لائے

شورشِ مرگ ست نے ہیضہ طعام
موت کی متلی ہے، نہ کہ کھانے کی بد ہضمی

قے چہ سودت دارد اے بدبخت خام
اے بدبخت ناقص! قے تیرے لئے کیا مفید ہے

چار کس بُردند تا سوئے وُثاق
(اُس کو) چار آدمی گھر تک لے گئے

ساق می مالید او بر پشت ساق
وہ پنڈلی پر پنڈلی رگڑتا تھا

پندِ موسیٰؑ[۵۲] نشنوی شوخی کنی
تو حضرت موسیٰؑ کی نصیحت نہیں سنتا، گستاخی کرتا ہے

خویشتن بر تیغِ پولادی زنی
اپنے آپ کو فولاد کی تلوار پر مارتا ہے

شرم ناید تیغ را از جانِ تو
تیری جان (لینے سے) تلوار کو شرم نہیں آتی ہے

آنِ تُست ایں اے برادر آنِ تو
اے بھائی! یہی تیرا حصہ ہے، تیرا حصہ ہے

دعا کردنِ موسیٰ علیہ السلام جہتِ سلامتیِ ایمانِ آں شخص

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اُس شخص کے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنا

گفت موسیٰؑ در مُناجات آں سحر
اُس صبح کو حضرت موسیٰؑ نے دعا میں عرض کیا

کاے خدا ایماں ازو مستاں مبر
کہ اے خدا! اس کا ایمان نہ لے، نہ چھین

بادشاہی کن برو بخشا کہ او
شاہی برت، اُس کو بخش دے کیونکہ اُس نے

سہو کرد و خیرہ روئی و غلو
غلطی، اور شوخی، اور زیادتی کی ہے

گفتمش[۵۳] ایں علم نے درخورد تست
میں نے اُس سے کہا تھا کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے

دفع پنداریدہ گفتم را و سُست
میری بات کو اُس نے ٹال مٹول اور کمزور سمجھا

دست را بر اژدہا آں کس زند
اژدھے پر وہ شخص ہاتھ ڈالے

کہ عصا را دستش اژدرہا کند
جس کا ہاتھ، لاٹھی کو اژدہا بنا دے

سرِ غیب آں را سزد آموختن
غیب کا راز سیکھنا اُس کے لئے مناسب ہے

کہ تواند لب ز گفتن دوختن
جو بولنے سے ہونٹ سی سکے

۵۱ داوری - انصاف - تا کہ - یعنی تو مومن مرے تیرا مومن مرنا ہی اصلی زندگی حاصل کرنا ہے - ہم دراں دم - حضرت موسیٰؑ اُس سے یہ باتیں کر رہے تھے کہ اُس کو متلی شروع ہوگئی - طشت - تاکہ وہ طشت میں قے کرے فرش خراب نہ ہو - شورش - موت کی قے سے آرام حاصل نہیں ہوتا بد ہضمی کی قے باعث سکون ہوتی ہے... چار کس - یعنی چارپائی پر ڈال کر چار آدمی اُٹھا کر لے گئے - ساق - پنڈلی سے پنڈلی رگڑنا نزع کی کیفیت سے کنایہ ہے۔

۵۲ پندِ موسیٰؑ - مولانا کا مقولہ ہے کہ قضا و قدر سے ٹکرانا اپنی موت مول لینا ہے - آنِ تست - ایسے لوگوں کا یہی انجام ہوتا ہے - مناجات - یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا - بادشاہی - یعنی اُس گنہگار کی خطا پر اُس کی گرفت نہ فرما اپنی شہنشاہی کا مظاہرہ فرما کر اُس کو معاف کردے۔

۵۳ گفتمش - مناجات میں حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا - دفع - میری بات کو اُس نے ٹالنے پر محمول کیا - دست - یعنی خطرے میں پڑنا ہر شخص کا کام نہیں ہے - سانپ پر حضرت موسیٰؑ جیسا شخص ہاتھ ڈال سکتا ہے خدائی رازوں سے وہ واقفیت حاصل کرے جس میں ضبط کی طاقت ہو اور ہونٹ نہ ہلائے۔

درخورِ[1] دریا نشد جز مرغِ آب — **فہم کن واللہ اعلم بالصواب**
دریائی پرند کے سوا دریا کے لائق نہیں ہے — سمجھ جا، اور اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

اُو بدریا رفت و مُرغابی نبُود — **گشت غرقہ دستگیرش اے وَدُود**
وہ دریا میں گھس گیا اور دریائی پرند نہ تھا — ڈوب گیا، اے خدا اُسکی دستگیری فرما

اجابت کردن حق تعالیٰ دُعائے موسیٰ علیہ السّلام را

(حضرت) موسیٰ علیہ السّلام کی دعا کو، اللہ تعالیٰ کا قبول فرمالینا

گفت بخشیدم بدو ایماں نَعَم — **ور تو خواہی ایں زماں زندہ کُنم**
فرمایا ہاں میں نے اُس کو ایمان بخشا — اگر تو چاہے تو میں اُس کو ابھی زندہ کردوں

بلکہ جملہ مُردگانِ خاک را — **ایں زماں زندہ کُنم بہرِ تو ما**
بلکہ زمین کے تمام مُردوں کو — ہم تیرے لئے ابھی زندہ کردیں

گفت[2] موسیٰؑ ایں جہانِ مُردن ست — **آں جہاں انگیز کانجا روشن ست**
(حضرت) موسیٰؑ نے عرض کیا یہ فنا کا جہان ہے — اُس جہان میں اٹھائیے کیونکہ وہ روشن جگہ ہے

ایں فنا جا چوں جہانِ بُود نیست — **بازگشتِ عاریت پس سُود نیست**
یہ فنا کی جگہ ہے چونکہ ہمیشہ رہنے کا جہان نہیں ہے — عارضی واپسی ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہے

رحمتے افشاں بر ایشاں ہم کنوں — **در نہانخانہ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن**
اُن پر اب رحمت نازل فرما — "لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن" کے مخفی مقام میں

تا بدانی کہ زیانِ جسم و مال — **سُودِ جاں باشد رہاند از وبال**
خبردار سمجھ جا کہ جسم، اور مال کا نقصان — جان کا نفع ہے (اُسکو) وبال سے رہائی دیدیتا ہے

پس ریاضت را بجاں شو مشتری — **چوں سپُردی تن بخدمت جاں بری**
پس مجاہدے کو (دل و) جان سے اختیار کر — جب تو جسم کو خدمت میں لگا دیگا نجات پاجائیگا

ور[3] ریاضت آیدت بے اختیار — **سر بنہ شکرانہ دہ اے کامیار**
اور اگر بلا ارادہ تجھ سے ریاضت ہوجائے — اے کامیاب اطاعت کر، شکر ادا کر

چوں حقت داد آں ریاضت شُکر کُن — **تو نکردی اُو کشیدت زامرِ کُن**
جب اللہ (تعالیٰ) نے تجھے وہ ریاضت عطا کردی تو شکریہ ادا کر — تو نے خود نہیں کی اُس نے تجھے "کُن" کے حکم کے ذریعہ کھینچا ہے

جسمانی تکالیف پہنچتی ہیں وہ بھی اختیاری مجاہدوں کا کام کرتی ہیں اُن پر انسان کو شکر ادا کرنا چاہیئے۔ امر کن۔ جو جسمانی مصائب بحکم خداوندی پہنچتے ہیں وہ ریاضت اور مجاہدے کا کام کرتے ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے مجاہدے میں لگا دیا ہے لہٰذا وہ مصائب مزید شکر کا سبب ہیں۔

---

[1] درخور۔ پانی میں گھسنا آبی جانور کا کام ہے۔ اُو بدریا۔ یہ شخص اہل نہ تھا اور راز سے واقفیت حاصل کرکے تباہ ہوا۔ ودود۔ بہت محبت کرنے والا، خدا کا نام ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ کی دعا قبول فرماکر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہم نے اُس کو ایمان عطا کیا اگر تم چاہو تو ہم اُس کو دوبارہ زندگی بخش دیں۔ بلکہ۔ اور صرف اُسے ہی نہیں ہم تمام مردوں کو تمہاری دعا سے زندگی بخش دیں۔

[2] گفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا یہ دنیا تو فنا کی جگہ ہے یہاں اگر آپ دوبارہ بھی زندہ کریں تو آخر فنا ہے عالمِ آخرت کی زندگی دائمی ہے وہ اُنکو بخش دیجئے اور دوسرے مُردوں پر جو عدم کے تہ خانے میں ہیں آپ کے دربار میں حاضر ہیں اُن پر رحم فرما دیجئے۔ لدینا۔ قرآن پاک میں مُردوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ وَإِنْ كُلٌّ لَمَّا جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ۔ یعنی تمام مخلوق ہمارے سامنے حاضر شدہ ہے۔ تابدانی۔ مولانا اس قصہ کے نتیجہ میں فرماتے ہیں یہ سمجھ لو کہ جسم اور مال کا نقصان جان کا نفع اور وبال سے رہائی کا سبب بنتا ہے پس انسان کا فرض ہے کہ وہ مجاہدے کرکے جسم کو گھٹائے تاکہ روح کو بڑھاوا حاصل ہو۔

[3] ور ریاضت۔ جس طرح عمداً مجاہدے کرکے جسم کو گھٹانے کا نتیجہ روح کی بالیدگی ہے اسی طرح انسان کو قدرتی طور پر جو

حکایتِ[1] آں زن کہ فرزندش نمی زیست بحق تعالیٰ بنالید

اُس عورت کی حکایت جس کی اولاد نہیں جیتی تھی اُس نے اللہ تعالیٰ سے شکوہ کیا

وجواب آمدن کہ ایں عوضِ ریاضت وبجائے مجاہدۂ تُست

اور جواب آنا کہ یہ تیری ریاضت کا بدل اور مجاہدہ کے قائم مقام ہے

ایں حکایت بشنو وعظے شمر ‖ تانگردی خستہ از نقص وضرر

یہ حکایت سُن ، اور نصیحت حاصل کر / تاکہ تو نقصان ، اور تکلیف سے خستہ (دل) نہ ہو

آں زنے ہر سال زائیدے پسر ‖ بیش از شش مہ نبودے عمر ور

وہ عورت ہر سال لڑکا جنتی / (لیکن) وہ چھ ماہ سے زیادہ عمر والا نہ ہوتا

یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ ‖ نالہ کرد آں زن کہ افغاں اے الٰہ

تین مہینے یا چار مہینے میں تباہ ہو جاتا / وہ عورت روئی کہ اے خدا! فریاد ہے

نہ مہم بار ست وسہ ماہم فرح ‖ نعمتم زوتر رواز قوسِ قزح

میرے لئے نو مہینے تکلیف اور تین مہینے خوشی ہو / میری نعمت دھنک کمان سے زیادہ جلدی جانیوالی ہے

پیشِ مردانِ خدا کردے نفیر ‖ زیں شکایت آں زن از دردِ نذیر

خاصانِ خدا کے سامنے شکایت کرتی / وہ عورت ، اِس تکلیف کے ہولناک درد سے

بیست[2] فرزند ایں چنیں در گور رفت ‖ آتشے در جانِ اُو افتاد وتفت

اِس طرح بیس بچے قبر میں گئے / شورش ، اور آگ اُس کی جان میں لگ گئی

تا شبے بنمود اُورا جنّتے ‖ باغِ سبزے خوشے بے ضنّتے

یہاں تک کہ اُس کو ایک رات جنت نظر آئی / جو ایک سرسبز عمدہ بے دریغ باغ تھا

باغ گفتم نعمتِ بے کیف را ‖ سبز گفتم خُلد دار الضّیف را

میں نے بے کیف نعمت کو باغ کہدیا / میں نے دائمی مہمان خانے کو سبز کہہ دیا

ورنہ لا عینٌ[3] رأت چہ جائے باغ ‖ گفت نورِ غیب رایزداں چراغ

ورنہ باغ (کے ذکر) کا کیا موقع ہے وہ تو ایسا ہے کہ کسی آنکھ نے اس کو نہیں دیکھا / اللہ (تعالیٰ) نے غیبی نور کو چراغ فرمایا ہے

مِثل نبُود ایں مثالِ آں بُود ‖ تا بَرد بو آنکہ اُو حیراں بُود

مثل نہیں ہے یہ اُس کی مثال ہے / تاکہ جو حیرانہ ہے وہ کچھ سُراغ پالے

انسانوں کی فہم کیلئے فرمادیا ہے اِسیطرح جنّت کا ذکر ہے ورنہ جنّت کی حقیقت فہم سے بالاتر ہے۔ مثل میم کے کسرہ کے ساتھ کسی چیز کی مثل وہ چیز ہوتی ہے جو تمام صفات میں اُسکے برابر ہو مثال کے لئے یہ ضروری نہیں ہے معمولی سی مشابہت بھی اگر ہے تو اُس کو مثال کہا جاسکتا ہے۔

[1] حکایت۔ اس حکایت سے یہ بھی سمجھایا ہے کہ اُس عورت کے قدرتی مصائب اُسکے مراتب کی بلندی کا سبب تھے۔ وعظے۔ یعنی اِس قصہ سے نصیحت حاصل کرے۔ بیش۔ یعنی اُس کا بچہ چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہتا تھا۔ یا سہ۔ تین چار مہینے میں مر جاتا۔ نہ مہم۔ اُس عورت نے یہ شکوہ کیا کہ نو ماہ حمل کی مصیبت جھیلتی ہوں اور صرف تین چار ماہ بچے سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ قوسِ قزح۔ دھنک کمان تھوڑی دیر کے لئے نمودار ہوتی ہے۔ نفیر۔ نالہ و فریاد۔ دردِ نذیر۔ ڈرانیوالا درد۔

[2] بیست۔ اُس عورت کے متواتر بیس بچے اِس طرح مرے تو اُن مصائب نے اُس کے لئے مجاہدوں کا کام کیا اور اُس پر اسرارِ غیب نمودار ہونے لگے۔ تا شبے۔ ایک رات اسرارِ غیب اِس طرح نمودار ہوئے کہ اُس نے خواب میں جنت دیکھی۔

[3] لا عینٌ۔ جنت کے متعلق ایک حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا نہ وہ کسی انسان کے دل میں گزریں۔ گفت نور۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے نور کو چراغِ محض

حاصل آں را دید آں زن مست شد — زاں تجلی آں ضعیف از دست شد
خلاصہ یہ (عورت) نے اُسکو دیکھا وہ عورت مست ہو گئی — اُس تجلی سے وہ کمزور عورت مدہوش ہو گئی

دید در قصرے[1] نبشتہ نامِ خویش — آنِ خود دانستش آں محبوب کیش
اُس نے ایک محل پر اپنا نام لکھا دیکھا — اُس نیک اطوار نے اُس کو اپنا جانا

بعد ازاں گفتند کایں نعمت ورا ست — کو بجانبازی بجز صادق نخواست
اُسکے بعد اُنھوں نے (اُس سے) کہا کہ یہ نعمت اُسکی ہے — جس نے جانبازی سے سوائے خدا کے کچھ نہ چاہا ہو

خدمتِ بسیار می بایست کرد — مر ترا تا بر خوری زیں چاشت خورد
بہت زیادہ عبادت کرنی چاہیئے — تاکہ تو اِس ناشتہ سے فائدہ حاصل کرے

چوں تو کاہل بودی اندر التجا — آں مصیبتہا عوض دادت خدا
چونکہ تو دعا کرنے میں سُست تھی — خدا نے اُس کے بدلے میں تجھے وہ مصیبتیں دیدی ہیں

گفت یارب تا بصد سال و فزوں — ایں چنینم دِہ بریز از من تو خوں
اُسنے عرض کیا اے خدا! تو سو سال اور زیادہ تک — مجھے اِسی طرح (مصیبتیں) دے میرا خون بہادے

اندراں باغ او چو آمد پیش بیش — دید در وے جملہ فرزندانِ خویش
اُس باغ میں جب وہ زیادہ آگے آئی — اُس نے اُس میں اپنے سب بچے دیکھے

گفت از من گم شد از تو گم نشد — بے دو چشمِ غیب کس مردم نشد
اسنے عرض کیا مجھ سے وہ گم ہوئے تجھ سے گم نہ ہوئے — غیب کی دونوں آنکھوں کے بغیر کوئی انسان نہ بنا

تو نکردی[2] فصد و از بینی دوید — خونِ افزوں تا ز تب جانت رہید
تو نے فصد نہ کرائی اور ناک سے نکلا — بڑھا ہوا خون حتی کہ تیری جان بخار سے بچ گئی

مغزِ[3] ہر میوہ بہ است از پوستش — پوست داں تن را و مغز آں دوستش
ہر پھل کا مغز، اُس کے چھلکے سے بہتر ہے — جسم کو چھلکا سمجھ، اور اُس کے دوست کو مغز سمجھ

مغز نغزے دارد آخر آدمی — یکدمے آں را طلب گر زاں دمی
آخر آدمی (بھی) عمدہ مغز رکھتا ہے — تھوڑی دیر کیلئے اُسکی طلب کر اگر تو اُس خون کا ہے

در آمدن حمزہ رضی اللہ عنہ در حرب بے زرہ
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لڑائی میں بغیر زرہ کے آنا

در جوانی حمزہ عمِ مصطفےٰ — با زرہ می شد مدام اندر وغا
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (حضرت) حمزہ جوانی میں — ہمیشہ جنگ میں، زرہ پہن کر آتے

---

[1] قصر۔ محل۔ صادق یعنی اللہ تعالیٰ۔ خدمت۔ یہ بھی ہاتفِ غیبی کا مقولہ ہے کہ اس مکان کے حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ عبادت کی ضرورت ہے۔ چوں۔ یہ مکان تجھے ملنا تھا اور چونکہ تو عبادت میں ذرا کاہل تھی خدا نے تیرے لئے مصیبتیں مقدر کر دی ہیں تاکہ وہ عبادات کے قائم مقام بن جائیں۔ بے دو چشم۔ یعنی جب تک اسرارِ غیبی کی دیکھنے والی آنکھیں میسر نہ آجائیں انسان انسان نہیں بنتا ہے۔

[2] تو نکردی۔ جس قدر مصائب ہیں اُن میں حکمتیں ہیں اور وہ مصائب بسا اوقات انسان کے فائدہ کے لئے نازل کئے جاتے ہیں۔ اس طرح سمجھو کہ کسی شخص میں خون کی زیادتی تھی لیکن وہ فصد نہیں کھلوا رہا تھا قدرت نے اُس کی نکسیر جاری کر دی جس سے وہ بخار سے بچ گیا۔

[3] مغز۔ ہر پھل میں مغز ہوتا ہے جو چھلکے سے افضل ہے اسی طرح انسان میں ایک مغز ہے جو روح ہے دوسرا چھلکا ہے جو جسم ہے۔ اگر انسان آدم کی اولاد ہے تو اسکو اپنے باپ کیطرح روح کا مربی اور طالب بننا چاہیے۔ در آمدن۔ اس حکایت سے یہ بتانا ہے کہ حفاظت کی چیز روح ہے جسم نہیں۔ عم۔ چچا۔ مدام۔ ہمیشہ۔ وغا۔ جنگ

اندر آخر چونکہ در غزو آمدے — بے زرہ خود را بصفہا[1] بر زدے

آخر (عمر) میں جب وہ جہاد میں آتے — بغیر زرہ کے اپنے آپ کو صفوں سے بھڑا دیتے

اندر آخر حمزہ رضؓ چوں در صف شُدے — بے زرہ سرمست در غزو آمدے

آخر (عمر) میں جب (حضرت) حمزہ رضؓ صف میں آتے — جہاد میں بغیر زرہ، کے مست ہو کر آتے

سینہ باز و تن برہنہ پیش پیش — در فگندے در صفِ شمشیر خویش

سینہ کھلا ہوا، جسم برہنہ، آگے آگے — اپنے آپ کو تلواروں کی صف میں ڈال دیتے

خلق پرسیدند کاے عمِّ رسولؐ — اے ہزبر صف شکن شاہِ فحول

لوگوں نے دریافت کیا کہ اے رسولؐ کے چچا! — اے صفوں کو شکست دینے والے شیر، بہادروں کے بادشاہ!

نے تو لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلٰی — تَہْلُکَہ خواندی ز پیغامِ خدا

کیا آپ نے "نہ ڈالو تم اپنے آپ کو — ہلاکت میں" اللہ کے پیغام میں نہیں پڑھا ہے؟

پس چرا تو خویش را در تہلکہ — می در اندازی چنیں در معرکہ

پھر کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں — ڈالتے ہیں، اس طرح میدانِ جنگ میں؟

چوں جواں بودی زفت و سخت زِہ — تو نمی رفتی سوئے صف بے زرہ

جب آپ جوان اور بھاری اور سخت کمان تھے — تو آپ صف کی جانب، بغیر زرہ کے نہیں جاتے تھے

چوں شُدی پیر و ضعیف و منحنی[2] — پردہائے لاابالی می زنی

جب آپ بوڑھے، اور کمزور اور کبڑے ہو گئے — (تو) بے پروائی کا راگ الاپتے ہیں

لاابالی وار با تیغ و سناں — می نمائی دار و گیر و امتحاں

بے پروائی کے ساتھ، تلوار اور نیزہ لے کر — جنگ، اور زور آزمائی کرتے ہیں

تیغ حرمت می ندارد پیر را — کے بود تمیز تیغ و تیر را

تلوار، بوڑھے کا احترام نہیں کرتی ہے — تلوار اور تیر کو تمیز کہاں ہے

کے روا باشد کہ شیرے ہمچو تو — کشتہ گردد زار بر دستِ عدو

کب مناسب ہوگا کہ آپ جیسا شیر — دشمن کے ہاتھ سے بُری طرح قتل ہو؟

زیں نسق غمخوارگانِ بے خبر — پند میدادند اُو را از عبر[3]

بے خبر، ہمدرد اس طرح کی — عبرتوں سے اُن کو نصیحت کرتے تھے

جوابِ حمزہ رضی اللہ عنہ مر آں خلق را

اُن لوگوں کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جواب

---

[1] بصفہائے۔ یعنی دشمن کی صفیں۔ ہزبر۔ پھاڑنے والا شیر۔ فحول۔ فحل کی جمع ہے، نر۔ لَا تُلْقُوْا۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا مطلب یہی بیان کیا ہے کہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بعض مفسرین نے تہلکہ کے معنی ترکِ جہاد کے لئے ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت بتاتی ہے تو اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جہاد چھوڑ کر اپنے آپ کو تباہ نہ کرو۔

[2] منحنی۔ کبڑا پشت۔ لاابالی۔ بے پروا۔ سناں۔ بھالا۔ تیغ۔ یعنی تلوار کاٹنے میں بڑے چھوٹے میں فرق نہیں کرتی ہے۔

[3] از عبر۔ عبرت کی باتوں سے نصیحت کرتے تھے۔

گفت حمزہؓ چونکہ بودم من جواں — مرگ[1] می دیدم وداعِ ایں جہاں

(حضرت) حمزہ نے فرمایا جبکہ میں جوان تھا — اِس دنیا کو چھوڑنا، موت سمجھتا تھا

سوئے مُردن کس برغبت کے رود — پیشِ اژدرہا برہنہ کے شود

موت کی طرف رغبت سے کون جاتا ہے؟ — اژدھوں کے آگے کون ننگا ہوتا ہے؟

لیک از نورِ محمدؐ من کنوں — نیستم ایں شہرِ فانی را زبوں

لیکن اب محمدؐ کے نور سے — میں اِس فانی شہر کا پابند نہیں ہوں

از بُرونِ حس زلشکرگاہِ شاہ — پُرہمی بینم ز نورِ حق سپاہ

حواس سے بالاتر، شاہ کی لشکرگاہ کو — اللہ کے نور کے سپاہیوں سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں

خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب — شکر آنکہ کرد بیدارم زخواب

خیمے ہی خیمے، طنابیں ہی طنابیں — اُس کا شکر ہے جس نے مجھے نیند سے بیدار کر دیا ہے

آنکہ[2] مُردن پیشِ چشمش تہلکہ ست — امرِ "لَا تُلْقُوْا" بگیرد او بدست

جس کی نگاہ میں مرنا ہلاکت ہے — وہ "نہ ڈالو" کا حکم ہاتھ میں تھامے

آنکہ مُردن پیشِ او شد فتحِ باب — سَارِعُوْا آید مرا اورا در خطاب

جس کے لئے مرنا بابِ (رحمت) کا کھلنا بن گیا ہے — اُس کیلئے خاص "جلد کرو" کا خطاب آیا ہے

اَلْحَذَر اے مرگ بیناں بَادِرُوْا — اَلْعَجَل اے حشر بیناں سَارِعُوْا

ڈرو! اے موت سمجھنے والو، بازی لے جاؤ — جلدی کرو، اے حشر سمجھنے والو پھرتی کرو

اَلصَّلَا اے لطف بیناں اِفْرَحُوْا — اَلْبَلَا اے قہر بیناں اِتْرَحُوْا

دعوت ہے اے مہربانی سمجھنے والو! خوش ہو جاؤ — مصیبت ہے، اے قہر سمجھنے والو! غم کرو

ہر کہ[3] یوسف دید جاں کردش فدا — ہر کہ گرگش دید برگشت از ہُدا

جس نے یوسف سمجھا اُس نے جان قربان کی — جس نے اُسکو بھیڑیا سمجھا وہ ہدایت سے برگشتہ ہوا

مرگِ ہر یک اے پسر ہم رنگِ اوست — پیشِ دشمن دشمن و بر دوست دوست

اے بیٹا! ہر شخص کی موت اُس کے ہم رنگ ہے — دشمن کے سامنے دشمن، دوست کیلئے دوست ہے

پیشِ ترک آئینہ را خوش رنگی ست — پیشِ زنگی آئینہ ہم زنگی است

ترک کے سامنے آئینہ خوش رنگ ہے — حبشی کے سامنے آئینہ بھی حبشی ہے

اور[illegible] ہوتا ہے۔ مرگ۔ موت ہر شخص سے وہی معاملہ کرتی ہے جسکی وہ موت سے توقع رکھتا ہے جو اُسکو دوست کہتا ہے اُنکے ساتھ دوستوں کا معاملہ کرتی ہے جو اُسکو دشمن سمجھتا ہے اُنکے ساتھ وہ دشمنوں کا سا معاملہ کرتی ہے۔ پیشِ ترک۔ موت کی خیال آئینہ کی سی ہے انسان جیسا خود ہے ویسا ہی اُسکے لئے آئینہ ہے اگر ترک اور حسین ہے تو آئینہ بھی اُسکے

[1] مرگ۔ یعنی آنحضورؐ کے فیض سے قبل میں اِس موت کو موت سمجھتا تھا اب اُس موت کو ابدی زندگی کا سبب سمجھتا ہوں۔ وداع۔ رخصت کرنا۔ شہرِ فانی۔ دنیا یعنی اب دنیاوی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں بالکل حقیر نظر آتی ہے۔ از برونِ حس۔ اب عالمِ غیب کا میدان دیکھتا ہوں جس میں خیمہ در خیمہ اللہ کے نور کے سپاہی مقیم ہیں۔ شکر۔ میں آنحضورؐ کی ذات کا شکر گزار ہوں جن کی وجہ سے مجھے یہ عالمِ غیب کے اسرار نظر آتے ہیں۔

[2] آنکہ۔ جو شخص شہادت اور موت کو ہلاکت سمجھتا ہو اُس کے لئے لَا تُلْقُوْا کا حکم ہے۔ آنکہ مُردن۔ جو شخص موت اور شہادت کو اسرارِ غیبی کا دروازہ کھلنا سمجھتا ہے اُس کے لئے سَارِعُوْا کا حکم ہے۔ سَارِعُوْا۔ قرآنِ پاک میں ہے وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اور تم جلدی کرو اپنے رب کی جانب سے مغفرت کی طرف۔ اَلصَّلَا یعنی یہ موت خوانِ نعمت کی طرف دعوت اُن لوگوں کیلئے ہے جو اُسکو اللہ کی مہربانی سمجھتے ہیں۔ اَلْبَلَا۔ جو لوگ موت کو مصیبت سمجھتے ہیں اُن کیلئے یہ بلا ہے۔

[3] ہر کہ۔ جو موت کو یوسفؑ کی طرح محبوب سمجھتا ہے وہ اُس پر جان قربان کر دیتا ہے جو اُسکو بھیڑیا سمجھتا ہے وہ بھاگتا ہے

آنکہ می ترسی زمرگ اندر فرار ؎۱
تو جو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے

آں ز خود ترسانی اے جاں ہوشدار
اے جان ہوشیار ہو، بیشک تو خود اپنے آپ سے ہے

زشت روئے تست نے رخسارِ مرگ
تیرا چہرہ بھدا ہے، نہ کہ موت کا رخسار

جانِ تو ہمچوں درخت و مرگ برگ
تیری جان درخت کی مانند ہے اور موت پتا ہے

از تو رستست ار نکویست ار بدست
وہ تجھ سے اُگی ہے خواہ اچھی ہے خواہ بُری ہو

ناخوش و خوش ہر ضمیرت از خودست
تیرے دل پر بُری اور اچھی تیری وجہ سے ہے

گر بخارے خستہ خود کشتۂ
اگر تو کانٹے سے زخمی ہوا ہے تو نے خود بویا ہے

ور حریر و قز دری خود رشتۂ
اور اگر تو ریشمین اور پشمینہ کے کپڑے میں ہے تو تو نے خود کاتا ہے

لیک نبود فعل ہمرنگِ جزا
لیکن عمل جزا کا ہمرنگ نہیں ہوتا ہے

ہیچ خدمت نیست ہمرنگِ عطا
کوئی خدمتگزاری، بخشش کے ہمرنگ نہیں ہے

مزدِ مزدوراں نمی ماند بکار ؎۲
مزدوروں کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں ہے

کاں عرض ویں جوہرست و پایدار
کیونکہ وہ عرض ہے، اور یہ پائیدار جوہر ہے

آں ہمہ سختی و زورست و عرق
وہ سب سختی، اور طاقت، اور پسینہ ہے

ویں ہمہ سیم ست و زرست و طبق
یہ سب چاندی ہے، اور سونا ہے اور طباق ہے

گر ترا آید زجائے تہمتے
اگر تجھ پر کسی جگہ تہمت لگے

کرد مظلومت دعا در محنتے
مظلوم نے مصیبت میں تیرے لئے بددعا کی ہے

تو ہمی گوئی کہ من آزادہ ام ؎۳
تو کہتا ہے کہ میں بے قصور ہوں

بر کسے من تہمتے ننہادہ ام
میں نے کسی پر تہمت نہیں رکھی ہے

تو گناہے کردہ شکلِ دگر
تو نے دوسری صورت کا گناہ کیا ہے

دانہ کشتی دانہ کے ماند بَبَر
تو نے دانہ بویا ہے، دانہ پھل کے مشابہ کب ہوتا ہے؟

او زنا کرد و جزا صد چوب بود
اُس نے زنا کیا، اور سزا سو دُرّے ہوئے

گوید او من کے زدم کس را بعود
وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی کے دُرّے کب مارے ہیں

نے جزائے آں زنا بود ایں بلا
کیا اِس زنا کی سزا یہ بلا نہیں ہے؟

چوب کے ماند زنا را در جزا
دُرّے، زنا سے سزا میں کہاں مشابہ ہیں؟

تو دانہ اور پھل میں ظاہری کوئی مشابہت نہیں ہے۔ اُو زنا کرد۔ زنا کی سزا سو دُرّے ہیں تو زنا اور سو دُرّوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔

؎۱ آنکہ۔ جو موت سے ڈرتا ہے تو وہ دراصل اپنے آپ سے ہی ڈرتا ہے۔ زشت۔ اگر انسان خود بھیانک ہے تو موت اُسکو بھیانک نظر آئے گی انسان اور موت کی مثال درخت اور پتوں کی سی ہے جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہونگے۔ از تو۔ موت کی اچھائی اور بُرائی خود انسان کی اچھائی اور بُرائی پر موقوف ہے۔ گر بخارے۔ موت ہی نہیں بلکہ جو بُرائی اور بھلائی انسان کو پیش آتی ہے وہ خود اُس کی کاشتہ اور پرداختہ ہوتی ہے۔ لیک۔ انسان کے اعمال کی جزا اور سزا صورت کے اعتبار سے اعمال سے مشابہ نہیں ہوتی ہے۔

؎۲ مزد۔ دنیا میں انسان کو کام کی جو اُجرت ملتی ہے وہ بھی کام سے مشابہ نہیں ہوتی ہے اُس کا عمل عرض ہوتا ہے مزدوری جوہر ہوتی ہے عمل محنت اور مشقت ہوتا ہے مزدوری روپیہ پیسہ ہوتی ہے۔ گر ترا۔ اگر انسان دنیا میں کسی برائی سے متہم ہوتا ہے تو وہ کسی ایسے مظلوم کی بددعا کا نتیجہ ہوتا ہے جس پر اُس نے ظلم کیا ہو۔

؎۳ تو ہمی گوئی۔ اگر تو یہ کہنے لگے کہ میں نے تو کسی پر تہمت نہیں دھری تھی مجھے سزا بصورتِ تہمت کیوں ملی تو یہ تیری غلطی ہے۔ تو دانہ بوتا ہے اور اُس کا پھل پاتا ہے

مار[1] کے ماند عصا را اے کلیم — درد کے ماند دوا را اے حکیم

اے کلیم! سانپ لاٹھی سے مشابہ کہاں ہے؟ — اے حکیم! درد دوا کے مشابہ کہاں ہے؟

تو بجائے آں عصا آبِ منی — چوں بیفگندی شد آں شخصے سنی

تو نے اس عصا کی بجائے منی کا نطفہ — جب ڈالا تو وہ خوبصورت انسان بنا

یار شد یا مار شد آں آبِ تو — زاں عصا چونست ایں اعجابِ تو

تیرا وہ نطفہ یار بنا یا سانپ بنا — (پھر) تیرا یہ تعجب لاٹھی پر کیوں ہے؟

هیچ[2] ماند آب آں فرزند را — هیچ ماند نیشکر مر قند را

نطفہ، اس بیٹے سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟ — گنا، شکر سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

چوں سجودے یا رکوعے مرد کشت — شد دراں عالم سجودِ او بہشت

جب کسی نے سجدہ یا رکوع بو دیا — اس جہان میں اس کا سجدہ بہشت بن گیا

چونکہ پرید از دہانش حمدِ حق — مرغِ جنت ساختش ربُّ الفلق

جب اس کے منہ سے اللہ کی تعریف نکلی — رب الفلق نے اس کو جنت کا پرندہ بنا دیا

حمد و تسبیحت نماند مرغ را — گرچہ نطفہ مرغ باد ست و ہوا

تیری حمد اور تسبیح پرندہ کے مشابہ نہیں ہے — اگرچہ پرندہ کا نطفہ، باد اور ہوا ہے

چوں ز دستت رست ایثار و زکات — کشت ایں دست آں طرف نخل و نبات

جب ایثار اور زکات تیرے ہاتھ سے اُگی — اس ہاتھ نے اُس طرف کھجور اور پودا بو دیا

آبِ[3] صبرت آبِ جوئے خلد شد — جوئے شیرِ خلد مہرِ تست و وُد

تیرے صبر کا پانی، جنت کی نہر کا پانی ہے — جنت کی دودھ کی نہر تیری محبت اور دوستی ہے

ذوقِ طاعت گشت جوئے انگبیں — مستی و شوقِ تو جوئے خمر بیں

عبادت کا ذوق، شہد کی نہر بنا — اپنی مستی اور شوق کو شراب کی نہر سمجھ

ایں سببہا آں اثرہا را نماند — کس نداند چونش جائے آں نشاند

یہ اسباب اُن نتیجوں کے مشابہ نہیں ہیں — کوئی نہیں جانتا ہے کہ اُن کو اُنکی جگہ کیوں بٹھایا؟

ایں سببہا چوں بفرمانِ تو بود — چار جو ہم مر ترا فرماں نمود

یہ اسباب چونکہ تیرے حکم میں تھے — چاروں نہروں نے بھی تیری تابعداری کی

---

[1] مار کے ماند۔ ایک چیز جو دوسری چیز پر مرتب ہوتی ہے اُن میں ظاہری مشابہت ضروری نہیں ہے حضرت موسیٰؑ کے عصا کا نتیجہ سانپ ہے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ درد۔ درد پر دوا کا ترتب ہے اُن میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے۔ یار شد۔ انسان کے نطفہ کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ کبھی یار و مددگار ہوتا ہے کبھی سانپ کی طرح موذی، تو جب نطفہ سے سانپ بن سکتا ہے تو لاٹھی سے سانپ بننے میں کیا تعجب ہے۔

[2] ہیچ۔ نہ نطفہ اور بچہ میں مشابہت ہے نہ گنے اور شکر میں۔ چوں سجودے۔ انسان کی عبادات کا ثمرہ اور نتیجہ بہشت ہے۔ حمدِ حق۔ انسان اللہ کی جو حمد و ثنا کرتا ہے وہ پرندوں کی شکل میں جنت میں اُس کے لئے ہونگی۔ حمد۔ حمد اور تسبیح جو جنت میں بشکلِ پرند بنیں اگرچہ اُن میں اِس قدر مناسبت ہے کہ حمد و تسبیح بھی ہوا کی چیز ہے اور پرند کے نطفہ پر بھی باد اور ہوا کا غلبہ ہے لیکن دونوں میں صوری کوئی مشابہت نہیں ہے۔ چوں ز دست۔ انسان جو کارِ خیر کرتا ہے وہ جنت میں درختوں کی صورت میں نمودار ہوگا۔

[3] آب۔ انسان کے صبر کا پانی، پانی کی نہر کی صورت اور انسان کا جذبۂ محبت دودھ کی نہر کی شکل اختیار کریگا۔ ذوق۔ عبادت کا ذوق شہد کی نہر اور عشقِ الٰہی کی مستی اور شوق شراب کی نہر بنے گا۔ ایں سببہا۔ اِن نہروں کے اسباب اُن نہروں کے مشابہ نہیں ہیں۔ ایں سببہا۔ اِن چاروں نہروں کے اسباب جس طرح بندوں کے اختیار میں تھے یہ چاروں نہریں بھی جنتی کے اختیار میں ہونگی جسطرف جائیگا وہ رواں ہو جائینگی۔

هر طرف خواهی روانش میکنی
جس طرف تو چاہے اُن کو جاری کرتا ہے

آں صفت چوں بُد چنانش میکنی
وہ صفت جس طرح تھی ویسا ہی تو اُنسے کرتا ہے

چوں منئ[۱] تو کہ در فرمانِ تُست
جبکہ تیری منی تیرے حکم میں ہے

نسلِ آں در امرِ تو آیند چُست
اُس کی نسل تیرے حکم میں چُست ہے

می دَوَد بر امرِ تو فرزندِ تو
تیرا لڑکا تیرے حکم پر دوڑتا ہے

کہ منم جزوت کہ کردیش گرو
کہ میں تیرا جزو ہوں، جو تو نے گروی رکھا تھا

آں صفت[۲] در امرِ تو بود ایں جہاں
اِس دنیا میں یہ سبب تیرے حکم میں تھا

ہم در امرِ تُست آں جوہا رواں
وہ جاری نہریں بھی تیرے حکم میں ہیں

آں درختاں مر ترا فرماں برند
وہ درخت تیرا حکم بجا لائیں گے

کاں درختاں از صفاتت با بَرند
کیونکہ وہ درخت تیری صفتوں کی وجہ سے پھلدار ہیں

چوں بامرِ تُست اینجا ایں صفات
چونکہ اِس جگہ یہ صفتیں تیرے حکم میں ہیں

پس در امرِ تُست آنجا آں جزات
تو تیرے وہ بدلے اُس جگہ تیرے حکم میں ہیں

چوں ز دستت زخم بر مظلوم رُست
جب تیرے ہاتھ سے مظلوم پر زخم لگا

آں درختے گشت زاں زقوم رُست
وہ درخت بنا اس سے تھوہر اُگا

چوں ز خشم آتش تو در دلہا زدی
چونکہ تو نے دلوں میں غصہ سے آگ لگائی

مایۂ نارِ جہنم آمدی
تو جہنم کی آگ کا سرمایہ بنا

آتشت[۳] اینجا چو آدم سوز بُود
اِس جگہ تیری آگ چونکہ انسان کو جلانیوالی تھی

آنچہ از وے زاد مرد افروز بود
جو کچھ اُس سے پیدا ہوا وہ انسان کو جلانیوالا تھا

آتشِ تو قصدِ مردم میکند
تیری آگ، انسانوں کا قصد کرتی ہے

نار کز وے زاد بر مردم زند
جو آگ اُس سے پیدا ہوئی انسانوں پر بھڑکتی ہے

آں سخنہائے چو مار و کژدمت
وہ تیری باتیں، سانپ اور بچھو جیسی

مار و کژدم گشت و میگیرد دُمت
سانپ اور بچھو بنیں، اور تیرا دم گھونٹتی ہیں

اولیاء را داشتی در انتظار
تو نے دوستوں کو انتظار میں رکھا

انتظارِ رستخیزت گشت بار
قیامت کا انتظار تیرے لئے بار ہے

تھا تو اِس انتظار سے اُس کے لئے حشر میں وہ اِنتظار پیدا ہوگا جو فیصلہ کی تاخیر سے اُس کے لئے انتہائی پریشانی کا سبب ہوگا۔

[۱] چوں منی۔ انسان کو اپنے نطفہ پر اختیار ہے اسی طرح اُس کا ثمرہ یعنی اولاد بھی حکم کے تابع ہوتی ہے۔ می دود۔ اولاد باپ کے حکم کے مطابق عمل کرتی ہے اور سمجھتی ہے کہ ہم باپ کے جزو سے پیدا ہوئے ہیں جو اُس نے رحمِ مادر میں رکھ دیا تھا۔

[۲] آں صفت جن صفات سے وہ نہریں بنیں چونکہ وہ اِختیاری تھیں لہٰذا نہروں پر بھی جنتی کو اختیار حاصل ہوگا۔ درختاں۔ جنت کے درخت بھی چونکہ انسان کی اِختیاری صفتوں سے بنے ہیں لہٰذا وہ بھی اِختیار میں ہوں گے۔ چوں ز دستت۔ جس طرح جنت کی اشیاء انسان کی نیکیوں سے بنتی ہیں اِسی طرح دوزخ کے عذاب انسان کے گناہوں سے بنتے ہیں۔ زقوم تھوہر کا پھل جو جہنمیوں کو کھلایا جائے گا۔ ز خشم۔ غصہ جہنم کی آگ کا سرمایہ بنتا ہے۔

[۳] آتشت۔ انسان کے غصہ کی آگ انسانوں کو جلاتی ہے تو دوزخ کی آگ بھی انسانوں کو جلائے گی۔ سخنہائے۔ انسان کی وہ باتیں جو دوسروں کے لئے سانپ اور بچھو کا کام کرتی تھیں دوزخ کے سانپ اور بچھو بنیں گی۔ اولیاء۔ انسان دنیا میں دوستوں کو دھوکے دے کر منتظر بناتا

وعدۂ[1] فردا و پس فردائے تو
تیرا کل، اور پرسوں کا وعدہ
انتظارِ حشرت آمد وائے تو
تیرا حشر کا انتظار بنا، تجھ پر افسوس ہے

منتظر مانی دراں روزِ دراز
اُس لمبے دن میں تو منتظر رہے گا
در حساب و آفتابِ جاں گداز
حساب اور جان کو پگھلانے والے سورج میں

کاسماں را منتظر می داشتی
اس لئے تونے آسمان کو منتظر رکھا
تخمِ "فردا رہ روم" می کاشتی
تونے "کل کو راہ روی اختیار کرونگا" کا بیج بریا

خشمِ تو تخمِ سعیر و دوزخ ست
تیرا غصہ آگ اور دوزخ کا بیج ہے
ہین بکش ایں دوزخت را کایں فخ ست
آگاہ! ابھی اس دوزخ کو بجھادے کیونکہ یہ جال ہے

کشتنِ[2] ایں نار نبود جز بنور
اس آگ کو بجز نور کے نہیں بجھایا جاسکتا
نُورُكَ أَطْفَأَ نَارَنَا نَحْنُ الشَّكُورُ
تیرے نور نے ہماری آگ بجھادی ہم شکر گزار ہیں

گر تو بے نور آوری حلمے بدست
اگر تو بغیر نور کے بردباری اختیار کرے گا
آتشت زندہ ست و در خاکستر ست
تیری آگ زندہ ہے اور راکھ میں (دبی) ہے

آں تکلف باشد و روپوش ہیں
خبردار! وہ تکلف اور ڈھکنی ہوگا
نار را نکشد بغیرِ نورِ دیں
آگ کو دین کے نور کے سوا کوئی نہیں بجھا سکتا

تا نہ بینی نورِ دیں ایمن مباش
جب تک تو دین کا نور نہ دیکھے مطمئن نہ ہو
کاتشِ پنہاں شود یک روز فاش
کیونکہ دبی ہوئی آگ ایک دن کھل جائیگی

نور آبے دان و ہم بر آب چفس
نور کو پانی سمجھ اور پانی سے وابستہ ہوجا
چونکہ داری آب از آتش مترس
جب تو پانی رکھتا ہے آگ سے نہ ڈر

آب[3] آتش را کُشد کاتش بخو
پانی آگ کو بجھادیتا ہے، کیونکہ آگ عادتاً
می بسوزد نسل و فرزندانِ او
اُس کی نسل، اور اولاد کو جلا دیتی ہے

سوئے آں مرغابیاں رو روز چند
کچھ دن اُن مرغابیوں کی طرف جا
تا ترا در آبِ حیوانی کشند
تاکہ وہ تجھے آبِ حیات میں لے جائیں

مرغِ خاکی مرغِ آبی ہم تن اند
خاکی، اور آبی پرند یکساں جسم کے ہیں
لیک ضد اند و آب و روغن اند
لیکن ایک دوسرے کی ضد ہیں یا (پانی اور تیل ہیں)

---

[1] وعدہ۔ دوستوں سے جھوٹے وعدے کرکے ان کو انتظار کی تکلیف میں مبتلا کرتا تھا تو حساب کے انتظار میں خود پریشان ہوگا۔ آفتاب۔ سورج سوا نیزے کی بلندی پر اس کے سر پر ہوگا۔ کاشتی۔ عبادت کے جھوٹے وعدے کرکے آسمان والوں کو منتظر بناتا تھا۔ رہ روم۔ یعنی راہِ ہدایت پر چلوں گا۔ خشم۔ انسان کا غصہ دوزخ کا بیج ہے اور انسان کے لئے ہلاکت کا جال ہے۔ فخ۔ جال۔

[2] کشتن۔ انسان غصہ کی آگ کو دین کے نور سے بجھا سکتا ہے۔ نورک۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن جب پلصراط پر سے گذرے گا تو جہنم کہے گی اے مومن تو جلد گزر جا تیرے نور نے میری آگ بجھادی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہم شکر گذار ہیں کہ اے مُرشد تیرے نورِ دین نے ہمارے غصہ کی آگ کو بجھا دیا ہے۔ گر تو۔ اگر کوئی شخص اپنی طبعی بردباری سے غصہ کی آگ کو بجھانا چاہے گا تو وہ راکھ میں دب جائے گی، بالکل نہ بجھے گی۔ روزے فاش۔ چونکہ وہ بالکل نہیں بجھی ہے کسی وقت نمودار ہو جائے گی۔ نورِ دین کے نور کو اس آگ کو بجھانے کا پانی سمجھو اگر وہ حاصل ہو جائے تو پھر آگ سے خطرہ نہیں ہے۔

[3] آب۔ پانی آگ کو بجھاتا ہے اسی لئے آگ اس کی پیداوار کو جلا دیتی ہے۔ فرزنداں یعنی نباتات۔ مرغابیاں۔ یعنی وہ اہل اللہ جو دین کے نور میں غرق ہیں۔ مرغ خاکی۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ حقیقی اہل اللہ اور بناوٹی بظاہر یکساں ہیں لیکن دونوں متضاد ہیں ایک پانی ہے تو دوسرا تیل جو آگ کو اور پھیلا دیتا ہے۔

لہ ہر یکے بر اصلِ خود رانندہ اند ۔۔۔ اِحتیاطے کُن بہم مانندہ اند
ہر ایک اپنی اصلیت پر چلانے والا ہے ۔۔۔ احتیاط کر، (دونوں) باہمی مشابہ ہیں

ہمچناں کہ وسوسہ و وحیِ اَلست ۔۔۔ ہر دو معقول اند لیکن فرق ہست
جیسا کہ وسوسہ، اور الست کا الہام ۔۔۔ دونوں عقلی ہیں لیکن (دونوں میں) فرق ہے

ہر دو دلّالانِ بازارِ ضمیر ۔۔۔ رختہا را می ستایند اے امیر
دونوں دل کے بازار کے دلّال ہیں ۔۔۔ اے امیر! دونوں سامان کی تعریف کرتے ہیں

گر تو صرّافِ دلی فکرت شناس ۔۔۔ فرق کُن سِرِّ دو فکرت چوں نخاس
اگر تو دل کا صرّاف ہے، اپنے فکر کو پہچان ۔۔۔ بردہ فروش کی طرح اپنے دونوں فکروں کے بھید میں فرق کر

ور ندانی ایں دو فکرت از گماں ۔۔۔ لاخلابہ گوئی و مشتاب و مراں
اگر تو گمان سے اِن دونوں فکروں کو نہ سمجھ سکے ۔۔۔ "دھوکا نہ ہو" کہدے اور جلدی نہ کر اور آگے نہ بڑھا

تا نماند در تفکّر جانِ تو ۔۔۔ غبن ناید بر تو و بر خانِ تو
تاکہ تیری جان فکر میں نہ پڑے ۔۔۔ تجھ پر اور تیرے گھر پر ٹوٹا نہ آئے

حیلہ دفعِ مغبون شدن در بیع و شریٰ

خرید و فروخت میں دھوکا کھا جانے کے دفعیہ کی تدبیر

آں یکے یارے پیمبر را بگفت ۔۔۔ کہ منم در بیعہا با غبن جفت
ایک صحابی نے پیغمبر سے عرض کیا ۔۔۔ کہ میں معاملات میں ٹوٹے سے دوچار ہوتا ہوں

مکرِ ہر کس کو فروشد یا خرد ۔۔۔ ہمچو سحرست و ز راہم می بَرد
جو شخص بیچتا ہے یا خریدتا ہے اس کی مکاری ۔۔۔ جادو کی طرح ہے، اور مجھے گمراہ کر دیتا ہے

گفت در بیعے کہ ترسی از غرار ۔۔۔ شرط کُن سہ روز خود را اختیار
فرمایا کہ جس معاملہ میں تو دھوکے سے ڈرے ۔۔۔ تین دن کے لئے اپنے لئے خیار کی شرط کرلے

کہ تأنّی ہست از رحمٰن یقیں ۔۔۔ ہست تعجیلت ز شیطانِ لعیں
کیونکہ آہستہ روی یقیناً خدا کی جانب سے ہے ۔۔۔ تیری جلد بازی ملعون شیطان کی جانب سے ہے

پیشِ سگ چوں لقمۂ ناں افگنی ۔۔۔ بُو کُند آنگہ خورد اے معتنی
تو جب کُتّے کے سامنے روٹی کا ٹکڑا ڈالتا ہے ۔۔۔ اے خورشہ بین! وہ سونگھتا ہے پھر کھاتا ہے

لہ ہر یکے۔ حقیقی شیخ اور مزوّر شیخ اپنے اپنے راستہ پر چلتے ہیں۔ ہمچناں۔ دونوں کی مثال وسوسہ اور الہام ہے دونوں عقلی اور غیر محسوس چیزیں ہیں لیکن دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ وحی یعنی الہام اَلَسْت یعنی عہدِ الست کی قسم کا الہام۔ ہر دو وسوسہ اور الہام دونوں دل کے بازار میں آکر اپنے اپنے سامان کی تعریف کرتے ہیں تاکہ انسان اُن کی طرف راغب ہو جائے۔ نخّاس۔ غلام فروش۔ لاخلابہ۔ "دھوکا نہ ہو" یہ جملہ خریدار اُس وقت بولتا ہے جبکہ چیز کی اچھائی بُرائی کا فوری فیصلہ نہ کر سکے اور اپنے لئے اختیار لے لے کہ تین دن تک مجھے اختیار ہے کہ میں اِس معاملہ کو باقی رکھوں یا فسخ کردوں۔

ؔلہ مغبون۔ وہ شخص جو معاملے میں نقصان میں ہو۔ یارے۔ حدیث شریف میں ہے کہ منقذ بن حبان تمیمی رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں کاروباری ہوں اور معاملے میں دھوکا کھا جاتا ہوں تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ تم معاملہ کرتے وقت یہ کہہ دیا کرو۔ لَاخِلَابَةَ وَلِيَ الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ دھوکا نہ ہو مجھے تین دن تک کا اختیار ہے۔ غرار۔ دھوکا۔

ؔلہ تأنّی۔ توقف، جلد بازی نہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے التَّأَنِّي مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّیْطَانِ یعنی توقف کرنا اللہ کی جانب سے اور جلد بازی کرنا شیطان کی جانب سے ہے۔
پیشِ سگ۔ کُتّے کو ٹکڑا ڈالو تو وہ جلدی سے نہیں کھاتا بلکہ اسکو سونگھتا ہے۔

ف۱ اُو بہ بینی بُو کند ما با خرد — رو بہ بُوئش خوش بعقلِ منتقد

وہ ناک سے سُونگھتا ہے، ہم عقل سے — جا اُسکو پر کھی ہوئی عقل سے اچھی طرح سونگھ لے

با تأنّی گشت موجود از خدا — تا بشش روز ایں زمین و چرخہا

خدا کی جانب سے آہستگی کے ساتھ موجود ہوئے — چھ دن میں یہ زمین اور آسمان

ورنہ قادر بود کز کُن فیکُون — صد زمین و چرخ آوردے بروں

ورنہ وہ قادر تھا، کہ کُن فیکُون کے ذریعہ — سینکڑوں زمین اور آسمان پیدا کر دیتا

ف۲ آدمی را اندک اندک آں ہُمام — تا چہل سالش کند مردِ تمام

وہ شہنشاہ، آدمی کو رفتہ رفتہ — اُس کے چالیس سال میں پورا مرد بناتا ہے

گرچہ قادر بُود کاندر یک نفس — از عدم پرّاں کُند پنجاہ کس

اگرچہ وہ قادر تھا، کہ ایک دم میں — عدم سے پچاس شخص روانہ کر دے

بُود عیسےٰؑ را دمے کز یک دُعا — بے توقف زندہ کردے مُردہ را

(حضرت) عیسیٰؑ کی ایسی پھونک تھی کہ ایک دُعا سے — مُردے کو بلا توقف زندہ کر دیتے

خالقِ عیسےٰؑ نہ بتواند کہ اُو — بے توقف مردم آرد تو بتو

(کیا حضرت) عیسیٰ کا پیدا کرنے والا نہیں کر سکتا کہ وہ — بے توقف تہ بہ تہ انسان پیدا کر دے؟

ایں تأنّی از پئے تعلیمِ تُست — کہ طلب آہستہ باید بے شکست

یہ آہستہ روی، تیری تعلیم کے لئے ہے — اس لئے کہ طلب آہستہ اور مسلسل چاہئے

جُوئکے کوچک کہ دائم می رَوَد — نے نجس گردد نہ گندہ می شود

وہ چھوٹی سی نہر جو ہمیشہ جاری رہتی ہے — (وہ) نہ تو ناپاک ہوتی ہے نہ گندہ

زیں تأنّی زاید اقبال و سُرور — ایں تأنّی بیضہ دولت چوں طیور

یہ آہستہ روی اقبال (مندی) اور خوشی پیدا کرتی ہے — یہ آہستہ روی انڈا ہے (اور) دولت پرندوں کی طرح ہے

ف۳ مرغ کے مانند بہ بیضہ اے عنید — گرچہ از بیضہ ہمی آید پدید

اے سرکش! پرند انڈے سے کب مشابہ ہے؟ — اگرچہ وہ انڈے سے پیدا ہوتا ہے

باش تا اجزائے تو چوں بیضہا — مرغہا زایند اندر انتہا

ٹھہر کہ تیرے اجزاء انڈوں کی طرح — آخر میں پرند جنیں

بیضۂ مار ارچہ ماند در شبہ — بیضۂ کنجشک را، دور ست رہ

سانپ کا انڈا اگرچہ مشابہت میں یکساں ہے — چڑیا کے انڈے سے (لیکن دونوں میں) بہت فرق ہے

ف۱ آو۔ جس طرح کتّا ناک سے سونگھتا ہے ہمیں عقل کے ذریعہ اس بات کو پرکھنا چاہئے جو عقل پر کھی ہوئی۔ با تأنّی۔ اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان کو چھ روز میں آہستہ آہستہ بنایا ہے۔ کُن۔ یعنی امر خداوندی جس سے چیز فوراً وجود میں آجاتی ہے۔

ف۲ آدمی۔ انسان کے قوی چالیس سال میں مکمل ہوتے ہیں۔ گرچہ۔ خدا کو یہ قدرت ہے کہ ایک لمحہ میں سینکڑوں مکمل انسان پیدا کر دے۔ بود عیسیٰ۔ ایک پھونک سے مکمل انسان کو زندہ کر دیتے تھے۔ ایں تأنّی۔ اللہ کے عمل میں آہستگی انسانوں کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ بھی کاموں میں یہی طریقہ اختیار کریں۔ بے شکست۔ مسلسل۔ جوئیک۔ چھوٹی سی نہر جو آہستہ آہستہ مسلسل جاری رہتی ہے کبھی نجس اور گندہ نہیں ہوتی۔ زیں۔ آہستہ روی سے اقبال اور سرور حاصل ہوتا ہے اور نیک بختی کی دولت حاصل ہوتی ہے۔

ف۳ مرغ۔ آہستہ روی سے نیک بختی کی دولت پیدا ہوتی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انڈے سے پرند پیدا ہوتا ہے حالانکہ دونوں میں کوئی صوری مشابہت نہیں ہے۔ بیضۂ مار۔ جس طرح عمل اور اس کے نتیجہ میں مشابہت ضروری نہیں ہے اسی طرح یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ بظاہر دو عمل صورت میں یکساں ہوتے ہیں لیکن انکے نتائج مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ سانپ اور چڑیا کا انڈا۔

دانی اے عاقل کہ ماند سین[۵۱] بہ شین — در نوشتن لیک در نقطہ ببین

اے عقلمند! تو جانتا ہے کہ سین، شین کے مشابہ ہے — لکھنے میں، لیکن نقطہ پر غور کر لے

دانۂ آبی بدانہ سیب نیز — گرچہ ماند فرقہا داں اے عزیز

بہی کا بیج بھی سیب کے بیج سے — اگرچہ مشابہ ہے (لیکن) اے عزیز! بہت فرق سمجھ

برگہا ہمرنگ باشد در نظر — میوہا ہر یک بود نوعِ دگر

پتے دیکھنے میں ایک رنگ کے ہوتے ہیں — ہر ایک کا پھل دوسری قسم کا ہوتا ہے

برگہائے جسمہا مانندہ اند — لیک ہر جانے بریعے زندہ اند

پتے (یعنی) جسم (باہمی) مشابہ ہیں — لیکن ہر جان مختلف پیداوار کے ساتھ زندہ ہے

خلق در بازار یکساں میروند — آں یکے در ذوق و دیگر دردمند

لوگ، بازار میں یکساں جاتے ہیں — (لیکن) اُنہیں سے ایک شوق سے دوسرا تکلیف سے

ہمچناں[۵۲] در مرگ یکساں میرویم — نیم در خُسران و نیمے خُسرویم

اسی طرح موت (کے بازار) میں ہم یکساں جاتے ہیں — ہم میں سے نصف ٹوٹے میں ہیں اور نصف شاہ ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز گو — از بلالؓ و از ہلال و کارِ او

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے پھر کہہ — (حضرت) بلالؓ اور ہلال اور اُنکے کارنامے کی بات

وفات یافتن بلال رضی اللہ عنہ باشادی و طرب

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوشی اور مستی کی حالت میں وفات پانا

چوں بلالؓ از ضعف شد ہمچوں ہلال — رنگِ مرگ اُفتاد بر روئے بلالؓ

جب حضرت بلالؓ کمزوری سے چاند کی طرح ہو گئے — (حضرت) بلالؓ کے چہرے پر موت کے آثار آگئے

جُفت[۵۳] او دیدش بگفتا واحَرَب — پس بلالش گفت نے نے واطَرَب

اُنکی بیوی نے اُن کو دیکھا کہا ہائے لُٹ گئے — تو حضرت بلالؓ نے اُسے کہا نہیں نہیں خوشی ہو

تاکنوں اندر حَرَب بُودم ز زیست — تو چہ دانی مرگ چہ عیش ست و چیست

اب تک میں زندگی سے مصیبت میں تھا — تو کیا جانے موت میں کسقدر عیش ہے اور کیا چیز ہے؟

ایں ہمی گفت و رُخش در عین گفت — نرگس و گلبرگ و لالہ می شگفت

وہ یہ کہہ رہے تھے اور گفتگو کے درمیان اُنکا چہرہ — نرگس اور گلاب کی پتیوں اور گل لالہ کی طرح کھل رہا تھا

تابِ رُو و چشمِ پُر انوارِ او — می گواہی داد بر گفتارِ او

چہرے کی رونق اور اُن کی پُرنور آنکھیں — اُن کے قول پر گواہی دے رہی تھیں

۵۱ سین اور شین، بہی کا بیج اور سیب کا بیج بظاہر یکساں ہیں لیکن نتیجے مختلف ہیں۔ برگہا۔ بظاہر درختوں کے پتے یکساں نظر آتے ہیں لیکن اُن پر پھل مختلف آتے ہیں۔ جسمہا۔ اسی طرح انسانوں کے جسم یکساں ہیں لیکن اعمال کے نتائج روح پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔

۵۲ ہمچناں۔ اسی طرح نیک اور بد کی موت یکساں نظر آتی ہے لیکن موت کے نتائج ہر شخص پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔ ہمچوں ہلال۔ یعنی پہلی رات کے چاند کی طرح زرد اور کمزور ہو گئے۔ رنگِ مرگ: موت کے آثار۔

۵۳ جُفت۔ بیوی۔ واحَرَب۔ یعنی میں لُٹ گئی۔ واطَرَب۔ یعنی خوشی کا وقت ہے۔ ز زیست۔ زندگی مصائب کا سبب تھی موت عیش و خوشی کا سبب ہے۔ ایں ہمی گفت۔ یعنی حضرت بلالؓ کے حالات اُن کی بات کی گواہی دے رہے تھے اور موت کے بہترین آثار اُن پر مرتب ہو رہے تھے۔

هر سیہ[1] دل خود سیہ دیدے وُرا — مردمِ دیدہ سیہ آمد چرا

ہر سیہ دل اُن کو کالا دیکھتا — آنکھ کی پتلی کالی کیوں واقع ہوئی ہے؟

مردمِ نادیدہ آمد رُو سیاہ — مردمِ دیدہ بُوَد مرآتِ ماہ

نابینا، انسان رُو سیاہ ہوئے — آنکھوں والے چاند کا آئینہ ہوتے ہیں

خود کہ بیند مردمِ دیدہ ترا — در جہاں جُز مردمِ دیدہ فزا

آپ کو آنکھ کی پتلی کون سمجھ سکتا ہے — دنیا میں سوائے روشنی بڑھانے والی پتلی کے؟

چوں بغیر مردمِ دیدہ اش ندید — پس بغیر اُو کہ در رنگش رسید

جبکہ اُن (بلال رضؓ) کو آنکھ کی پتلی کے علاوہ کوئی نہ سمجھ — تو اُس (آنکھ کی پتلی کے) سوا کون اُن بلال کے رنگ کو سمجھ سکتا

پس[2] جز اُو جملہ مقلد آمدند — در صفاتِ مردمِ دیدہ بلند

اُن (آنکھ کی پتلی) کے علاوہ سب مقلد ہیں — بلند آنکھ کی پتلی کی صفات کے بارے میں

گفت جفتش الفراق اے خوش خصال — گفت نے نے الوصال ایں فصال

اُن کی بیوی نے کہا اے خوش خصلت! جُدائی ہے — انھوں نے فرمایا، نہیں نہیں یہ جدائی وصال ہے

گفت جفت امشب غریبے[3] میروی — از تبار و خویش غایب میشوی

بیوی نے کہا، آج کی رات مسافر بنکر جا رہے ہو — خاندان اور اپنوں سے غائب ہو رہے ہو

گفت نے نے بلکہ امشب جانِ من — میرسد خود از غریبی در وطن

انھوں نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ آج کی رات میری جان — خود مسافرت سے وطن میں جا رہی ہے

گفت اے جان و دلم واحسرتا — گفت نے نے جانِ من یا دولتاہ

انھوں نے عرض کیا اے میری جان اور دل افسوس ہے — انھوں نے فرمایا نہیں نہیں اے میری جان! بڑی خوش نصیبی ہے

گفت رُویت را کجا بینیم ما — گفت اندر حلقۂ خاصِ خدا

انھوں نے عرض کیا ہم آپ کا چہرہ کہاں دیکھیں گے — فرمایا خدا کے خاص حلقہ میں

حلقۂ خاصش بتو پیوستہ است — گر نظر بالا کنی نے سُوئے پست

اُس کا خاص حلقہ تجھ سے پیوستہ ہوا ہے — اگر تو اوپر کو نظر رکھے نہ کہ پستی کی جانب

اندراں حلقہ ز ربُّ العالمین — نور می تابد چو در حلقہ نگیں

اُس حلقہ میں ربّ العالمین کا — نور اس طرح چمکتا ہے جیسا کہ (انگوٹھی کے) حلقہ میں نگینہ

حلقہ۔ وہ مقام جس میں مومنین کو جگہ ملے گی ہر مومن دیکھ سکتا ہے اگر وہ اپنی نظر بلند رکھے اور پستی کی طرف نہ دیکھے۔ اندراں۔ اُس حلقہ میں اللہ کی خاص تجلی ہوگی۔

[1] جن کا دل سیاہ ہے وہ بلال رضؓ کو سیاہ رُو دیکھتے ہیں لیکن کسی چیز کا کالا رنگ اُس کی حقارت کی دلیل نہیں ہے۔ آنکھ کی پتلی سیاہ ہے لیکن اُس کی فضیلت ظاہر ہے۔ اندھا رو سیاہ ہے اور پتلی والا چاند کا آئینہ ہے۔ خود کہ۔ یعنی بلال رضؓ کو آنکھ کی پتلی جیسا افضل وہی ذاتِ گرامی سمجھ سکتی تھی جس کو خود تمام انسانوں میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو آنکھ کی پتلی کو تمام اعضا میں حاصل ہے یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام۔ چونکہ حضرت بلال رضؓ کے حقیقی اوصاف کو آنحضورؐ اور صحابہ سمجھ سکے۔

[2] پس۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے علاوہ دوسرے لوگ اُن کے صحیح مرتبہ کو حقیقی طور پر نہیں جان سکتے صرف تقلیدی طور پر اُن کو جانتے ہیں۔ خصال۔ خصلت کی جمع ہے عادت۔ فصال۔ جُدائی یعنی موت۔

[3] غریبے۔ یعنی آپ تنہا رخصت ہو کر مسافر بن رہے ہیں۔ تبار۔ خاندان۔ غریبی۔ دنیا، مسافرت کی جگہ۔ وطن۔ عالمِ آخرت اصل وطن ہے۔ حلقہ۔ مومنین کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ یعنی وہ مقتدر شہنشاہ کے پاس سچائی کی جگہ میں ہونگے۔

گفت ویران گشت این خانہ[1] دریغ
اُنھوں نے عرض کیا افسوس ہے یہ گھر ویران ہوگیا
گفت اندر مہ نگر منگر بمیغ
فرمایا چاند کو دیکھ، ابر کو نہ دیکھ

حکمت ویران گشتن تن بمرگ
موت کی وجہ سے جسم کے برباد ہونے کی حکمت

کرد ویران تا کند معمور تر
ویران کیا، تاکہ زیادہ آباد کرے
قوم انبہ بود و خانہ مختصر
لوگ زیادہ تھے، اور گھر مختصر (تھا)

من چو آدمؑ بودم اول حبس کرب
میں شروع میں (حضرت) آدمؑ کی طرح بے چینی میں تھا
پر شد اکنوں نسل جانم شرق و غرب
اب میری جان کی نسل سے مشرق و مغرب بھر گئی

من گدا بودم دریں خانہ چو چاہ
میں اس کنوئیں جیسے گھر میں فقیر تھا
شاہ گشتم قصر باید بہر شاہ
میں شاہ ہوگیا، بادشاہ کے لئے قلعہ چاہیئے

قصرہا[2] خود مر شہاں را مانس ست
قلعے، شاہوں کے لئے مانوس ہیں
مردہ را خانہ و مکاں گورے بس ست
مُردے کیلئے ایک قبر، گھر اور مکان کافی ہے

انبیاء را تنگ آمد ایں جہاں
انبیا کے لئے یہ جہان تنگ ہوگیا
چوں شہاں رفتند اندر لامکاں
(تو) شاہوں کی طرح لامکان میں چلے گئے

مردگاں را ایں جہاں بنمود فر
مُردوں کو اس جہان نے شان و شوکت دکھائی
ظاہرش زفت و بمعنی تنگ تر
جس کا ظاہر وسیع ہے اور حقیقتاً بہت تنگ ہے

گر نبودے[3] تنگ ایں افغاں ز چیست
اگر وہ تنگ نہ ہوتا، تو یہ چیخ پکار کیوں ہے؟
چوں دوتا شد ہر کہ در وے بیش زیست
جو اُس میں زیادہ جیتا ہے دوہرا کیوں ہو جاتا ہے؟

در زمان خواب چوں آزاد شد
نیند کی حالت میں جب آزاد ہو جاتا ہے
زاں مکاں بنگر کہ جاں چوں شاد شد
اُس مکان سے، دیکھ جان کیسی خوش ہوتی ہے

ظالم از ظلم طبیعت باز رست
ظالم طبیعت کے ظلم سے چھوٹ گیا
مرد زندانی ز فکر حبس جست
قیدی، قید کی فکر سے نکل گیا

ایں زمین و آسمان بس فراخ
یہ زمین اور آسمان جو بہت وسیع ہیں
سخت تنگ آمد بہنگام مناخ
ڈیرہ ڈالنے کے وقت بہت تنگ نکلے

چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ
(یہ دنیا) بہت وسیع اور بہت تنگ نظر بندی ہے
خندہ او گریہ فخرش جملہ ننگ
اُس کی ہنسی رونا ہے اُس کا فخر ذلت ہے

[1] خانہ یعنی جسم۔ مہ۔ یعنی روح بمیغ۔ ابر یعنی جسم ویراں۔ ویرانی کے بعد نئی تعمیر ہوتی ہے۔ قوم۔ یعنی میں اب معارف اور اسرار کا خزانہ بن گیا تھا اس جسم میں اُس کی گنجائش نہ تھی۔ چو آدمؑ۔ حضرت آدمؑ تنہائی سے گھبرائے تو حضرت حوا اور نسل کی پیدائش ہوئی۔ نسل جانم۔ یعنی روح کے ثمرات۔ خانہ چو چاہ جسم اندھیرے کنوئیں کی طرح ہے۔

[2] قصرہا۔ میں جب تک گدا تھا اس حقیر جسم میں میری روح رہ سکتی تھی اب جبکہ معارف اور اسرار کی وجہ سے شاہ بنگیا ہوں تو قصر بلند کی ضرورت ہے۔ انبیاء۔ انبیاءؑ بھی اسی وجہ سے دنیا کو ترک کرکے آخرت کی طرف روانہ ہوجاتے ہیں۔ مُردگاں۔ جو مُردہ دل ہیں ان کے لئے یہ دنیا شان و شوکت والی ہے، یہ دنیا اہل دنیا کیلئے وسیع اور اہل باطن کے لئے بہت تنگ ہے۔

[3] گر نبودے۔ اگر دنیا تنگ نہیں ہے تو پھر اس کے باشندوں میں شور و غل کیوں ہے اور یہ بڑھاپے میں کیوں جھکے جاتے ہیں جھکنا تو مکان کی تنگی سے ہوتا ہے۔ ایں دنیا کی تنگی کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب انسان سوتا ہے اور اسکی روح آزاد ہو جاتی ہے۔ چشم بند۔ دنیا جو حقیقتاً تنگ ہے

تشبیہ دنیا کہ بظاہر فراخ ست و بمعنیٰ تنگ و تشبیہ خواب کہ خلاصی ست از تنگی

دنیا کی تشبیہ جو بظاہر وسیع، اور حقیقتاً تنگ ہے اور خواب کی تشبیہ کہ وہ تنگی سے نجات ہے

ہمچو گرمابہ[1] کہ تفتیدہ بُوَد — اندر آئی جانت بخسیدہ بُوَد
حمام کی طرح، جو گرم ہو — تو اندر آئے، تیری جان پژمردہ ہوتی ہے

گرچہ گرمابہ عریض ست و طویل — زاں تپش تنگ آیدت جان و کلیل
اگرچہ حمام چوڑا اور لمبا ہے — اس گرمی سے تیری جان تنگ اور عاجز آجاتی ہے

تا بروں نائی نہ بکشاید دلت — پس چہ سود آمد فراخی منزلت
جب تک تو باہر نہیں آتا ہے تیرا دل نہیں کھلتا — تو جگہ کی وسعت سے تجھے کیا فائدہ ہے؟

یا کہ کفش تنگ پوشی اے غوی — در بیابان فراخے می روی
یا اے گمراہ! تو تنگ جوتہ پہنے — (اور) وسیع جنگل میں تو چلے

آں فراخی بیاباں تنگ گشت — بر تو زنداں آمد آں صحرا و دشت
جنگل کی وہ وسعت تنگ ہو جائے گی — وہ جنگل، اور میدان تیرے لئے قیدخانہ ہوگا

ہر[2] کہ دید او مر ترا از دور گفت — کو دراں صحرا چو لالہ بر شگفت
جس نے تجھے دور سے دیکھا، کہا — وہ اس جنگل میں لالے کی طرح کھلا ہے

او نمیداند کہ تو چوں ظالماں — از بروں در گلشنی جاں در فغاں
وہ نہیں سمجھتا کہ تو ظالموں کی طرح — باہر سے چمن میں ہے، جان فریاد میں ہے

خواب تو آں کفش بیروں کردنست — کہ زمانے جانت آزاد از تن ست
تیری نیند اس جوتے (جسم) کو اتار دینا ہے — کیونکہ اس وقت تیری جان جسم سے آزاد ہے

اولیاء را خواب مُلک ست اے فلاں — ہمچو آں اصحاب کہف اندر جہاں
اے فلاں! اولیاء کیلئے نیند سلطنت ہے — جس طرح دنیا میں اصحاب کہف

خواب[3] می بینند و آنجا خواب نے — در عدم در می روند و باب نے
وہ خواب دیکھتے ہیں اور وہاں نیند نہیں ہے — وہ عدم میں چلے جاتے ہیں، اور دروازہ نہیں ہے

خانۂ تنگ و دروں جاں چنگلوک — کرد ویراں تا کُند قصر ملوک
گھر تنگ ہے اور اندر جان اٹیرن ہے — اس کو ویران کیا، تاکہ شاہوں کا محل بنائے

---

[1] ہمچو گرمابہ ۔ دنیا کو وسیع بھی اور تنگ بھی بتایا اب اس کو مثالوں سے سمجھاتے ہیں، حمام جو گرم ہوتا ہے تو باوجود وسعت کے وہاں طبیعت تنگ ہوتی ہے تو وہ وسیع بھی ہے اور تنگ بھی۔ تفتیدہ۔ تفتیدن اور تفسیدن گرم ہونا۔ بخسیدہ۔ بخسیدن، پژمردہ ہونا۔ یا کہ۔ وسیع جنگل میں اگر کوئی تنگ جوتہ پہن کر چلے تو وہ جنگل وسیع بھی ہے اور اس کے لئے تنگ بھی ہے یہی حال دنیا کا ہے کہ وسعت کے باوجود تنگ ہے۔

[2] ہر کہ ۔ وسیع جنگل میں تنگ جوتے والے کو جو دیکھے گا تو سمجھے گا کہ بہت آرام سے ہے حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ ظالموں کی طرح ہے جو بظاہر خوش نظر آتے ہیں مگر انکی روح آہ و فغاں کرتی ہے۔ خواب۔ انسان جب نیند میں ہوتا ہے تو گویا اس کے پاؤں سے تنگ جوتہ اتر جاتا ہے۔ اولیاء۔ اولیاء کی روح حالت بیداری میں اس طرح آزاد رہتی ہے جس طرح عوام کی روح نیند کی حالت میں، انکی مثال اصحاب کہف کی سی ہے جو دنیا کے لحاظ سے نیند میں تھے اور آخرت کے اعتبار سے بیدار تھے۔

[3] خواب ۔ اولیاء حالت بیداری میں خواب دیکھتے ہیں اور مُلک عدم کی سیر کرتے رہتے ہیں جس کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ خانۂ تنگ۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا زندگی کی حالت میں روح اس جسم میں ٹیڑھی میڑھی رہتی ہے۔ چنگلوک۔ وہ شخص جس کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے میڑھے ہوں، دھاگا لپیٹنے کا اٹیرن۔

چنگلوم چوں جنین[1] اندر رحم ۔۔۔ نُہ مہ گشتم شد ایں نقلاں مہم

میں اٹیرن ہوں، جیسا کہ رحم میں بچہ ۔۔۔ مجھے نو مہینے ہو گئے ہیں یہ انتقال ضروری ہے

گر نباشد درد زہ بر مادرم ۔۔۔ مَن دریں زنداں میانِ آذرم

اگر میری ماں کو درد زہ نہ ہوتا ۔۔۔ میں اِس قید خانہ میں آگ میں ہوتا

مادرِ طبعم ز دردِ مرگِ خویش ۔۔۔ می کُند زہ تا رہد برہ ز میش

میری مادرِ طبیعت اپنی موت کے درد سے ۔۔۔ زہ میں ہے تاکہ بھیڑ کا بچہ بھیڑ سے نکل آئے

تا چَرد آں برہ در صحرائے سبز ۔۔۔ ہیں رحم بکشا کہ گشت آں برہ گبز

تاکہ وہ بھیڑ کا بچہ سرسبز میدان میں چُگے ۔۔۔ ہاں رحم کو کھول کیونکہ وہ بھیڑ کا بچہ فربہ ہو گیا ہے

درد زہ[2] گر رنج آبستاں بود ۔۔۔ بر جنینِ اشکستن زنداں بود

دردِ زہ اگرچہ حاملہ کے لئے موجب تکلیف ہوتا ہے ۔۔۔ بچے کے لئے قید خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے

حاملہ گریاں ز زہ کاین المناص ۔۔۔ واں جنیں خنداں کہ پیش آمد خلاص

حاملہ دردِ زہ سے روتی ہے کہ بچاؤ کی جگہ کہاں ہے ۔۔۔ اور وہ بچہ ہنستا ہے کہ چھٹکارا درپیش ہے

ہر چہ زیرِ چرخ ہستند امہات ۔۔۔ از جماد و از بہیمہ و ز نبات

جو مائیں آسمان کے نیچے ہیں ۔۔۔ جمادات، اور حیوانات، اور نباتات سے

ہر یکے[3] از دردِ غیرے غافل اند ۔۔۔ جز کسانے کہ نبیہ و عاقل اند

ہر ایک دوسرے کے درد سے غافل ہے ۔۔۔ سوائے اُن کے جو خبردار اور عقلمند ہیں

آنچہ کوسہ داند از خانہ کساں ۔۔۔ بلمہ از خانہ خودش کے داند آں

جو بچی داڑھی والا لوگوں کے گھر کے بارے میں جانتا ہے ۔۔۔ لمبی داڑھی والا اپنے گھر کے بارے میں بھی کب جانتا ہے؟

آنچہ صاحبدل بداند حالِ تو ۔۔۔ تو ز حالِ خود ندانی اے عمو

صاحب دل جو کچھ تیرے حال کے بارے میں جانتا ہو ۔۔۔ اے بچا! تو خود (ویسا) اپنی حالت کو نہیں جانتا ہے

آنچہ بیند در جبینت اہلِ دل ۔۔۔ کے بہ بینی در خود اے از خود خجل

صاحبِ دل، جو کچھ تیری پیشانی میں دیکھتا ہے ۔۔۔ اے اپنے آپ سے شرمندہ! تو خود اپنے بارے میں کب جانتا ہے؟

بیان آنکہ ہر چہ غفلت و کاہلی و تاریکی ست ہمہ از تن ست کہ ارضی و سفلی ست

اِس کا بیان کہ جو کچھ غفلت اور سستی اور تاریکی ہے سب جسم کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ ارضی اور سفلی ہے

---

[1] جنین۔ بچہ ماں کے پیٹ میں ٹیڑھا ٹیڑھا رہتا ہے۔ نُہ مہ۔ یہ مدت حمل ہے۔ گر نباشد۔ بدن پر موت کی تکلیف ایسی ہی ہے جس طرح بچہ پیدا ہونے میں ماں کو دردِ زہ کی تکلیف ہوتی ہے۔ آذر۔ آگ۔ برّہ۔ بھیڑ کا بچہ یعنی روح۔ میش۔ بھیڑ یعنی جسم۔ آن برّہ موت کے بعد روح عالمِ اعلیٰ کی سیر کرتی ہے۔

[2] دردِ زہ۔ موت کی تکلیف جسم کو ہوتی ہے روح اس کی وجہ سے قید سے آزاد ہوتی ہے۔ اَلْمَناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ اُمّہات۔ یعنی جمادات اور حیوانات اور نباتات میں سے جننے والی مائیں۔

[3] ہر یکے۔ ہر انسان اپنے درد میں مبتلا ہے اور اسی سے باخبر ہے۔ نبیہ۔ باخبر۔ کوسہ۔ مختصر داڑھی والا جو سمجھدار ہوتا ہے یعنی اولیاء اللہ۔ بلمہ۔ لمبی داڑھی والا جو عموماً بے وقوف ہوتا ہے۔ آنچہ۔ اولیاء اللہ دوسروں کے احوال سے اس قدر واقف ہوتے ہیں کہ خود انسان اپنے احوال سے اتنا واقف نہیں ہوتا۔ آنچہ۔ اولیاء ماں کے پیٹ کے بچے کے احوال سے بھی واقف ہوتے ہیں۔

غفلت[1] از تن بُود چوں تن رُوح شُد
بیند او اَسرار را بے ہیچ بُد

غفلت جسم کی وجہ سے تھی جب جسم رُوح بنا
وہ یقینی طور پر اسرار کو دیکھتا ہے

چوں زمیں برخاست از جوّ فلک
نے شب و نے سایہ باشد نے دلک

جب زمین، آسمان کی فضا سے نکل جائے
نہ رات ہوگی، اور نہ سایہ، اور نہ زوال

ہر کجا سایہ ست و شب یا سایگہ
از زمیں باشد نہ از افلاک و مہ

جہاں کہیں سایہ اور رات یا سائے کی جگہ ہے
وہ زمین کی وجہ سے، نہ آسمانوں اور چاند سے

دود پیوستہ ہم از ہیزم بُود
نے ز آتشہائے مستنجم بُود

دُھواں ایندھن سے وابستہ ہوتا ہے
نہ کہ روشن کرنے والے شعلوں سے

وہم[2] اُفتد در خطا و در غلط
عقل باشد در اصابتہا فقط

وہم، خطا اور غلطی میں مبتلا ہوتا ہے
درستگی میں صرف عقل ہوتی ہے

ہر گرانی و کسل خود از تن ست
جاں زخفت جملہ در پریدن ست

ہر گرانی اور سُستی جسم کی وجہ سے ہے
جان ہلکے پن سے، پوری اُڑان میں ہے

رُوئے سرخ از کثرت خونہا بُود
رُوئے زرد از جنبشِ صفرا بُود

سُرخ چہرہ، خونوں کی کثرت سے ہوتا ہے
زرد چہرہ صفرے کی حرکت کی وجہ سے ہوتا ہے

رُو سفید از قوتِ بلغم بُود
باشد از سودا کہ رُو ادہم بُود

سفید چہرہ، بلغم کی قوت سے ہوتا ہے
سودا کی وجہ ہوتی ہے کہ چہرہ کالا ہوتا ہے

در حقیقت[3] خالقِ آثار اُوست
لیک جز علت نہ بیند اہلِ پوست

درحقیقت آثار پیدا کرنے والا وہ ہے
لیکن کھال والے علت کے سوا کچھ نہیں دیکھتے ہیں

مغز کو از پوستہا آوارہ نیست
از طبیب و علت اُو را چارہ نیست

مغز، جو چھلکوں سے جدا نہیں ہے
طبیب، اور بیماری سے اُس کو مفر نہیں ہے

چوں دُوم بار آدمی زادہ بزاد
پائے خود بر فرقِ علتہا نہاد

جب انسان، دُو بار پیدا ہوا
اُس نے علتوں کے سر پر اپنا پاؤں رکھدیا ہے

علتِ اولیٰ نباشد دینِ اُو
علتِ اُخریٰ ندارد کینِ اُو

پہلی علت اُس کا دین نہیں ہوتی
آخری علت اُس سے دشمنی نہیں رکھتی ہے

---

[1] غفلت۔ انسان کی سب غفلتیں مادی بدن کی وجہ سے ہیں۔ چرخ چونکہ زمین فلک کے درمیان میں ہے لہٰذا اُس کے جس حصہ پر سورج پڑتا ہے وہاں دن ہوتا ہے ورنہ رات اب اگر زمین اس دائرہ سے خارج ہوجائے تو پھر اسکی یہ صفت بدل جائے اسی طرح اگر مجاہدات کے ذریعہ جسمانی حجاب رفع کردیا جائے تو روح ہمیشہ منور رہے اور اُسپر غفلت کے آثار طاری نہ ہوں۔ دلک۔ سورج کا زوال۔ دود۔ دھواں کثیف جسم لکڑی سے پیدا ہوتا ہے اسیطرح کدورات جسم سے پیدا ہوتی ہیں روح اُن کا مخزن نہیں ہے۔ مستنجم۔ روشن کرنے والا۔

[2] وہم۔ وہم دھوئیں کی مانند ہے جو غلطی میں پڑتا ہے عقل، نورِ محض ہے۔ رُوی۔ خون چہرے کی سرخی کا سبب، صفرا، زردی کا سبب بلغم سفیدی کا سبب سودا سیاہی کا سبب ہے تو جس طرح چہرے کے یہ حالات اسباب کی وجہ سے ہیں اسی طرح روح میں کدورتیں اسباب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں ورنہ وہ نور ہی نور ہے۔

[3] درحقیقت۔ آثار کی تخلیق بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے لیکن ظاہر بین فلسفی اُسکو علت اور مؤثر کا مجموعہ قرار دیتا ہے۔ مغز۔ روح علم جو استدلالی ہے اُس میں

غلطی واقع ہوتی ہے علم کشفی اور الہامی غلطی سے مُبرّا ہے۔ دوم بار۔ پیدا ہونیکے بعد جب انسان مجاہدات کے ذریعہ دوبارہ اصل حیات حاصل کرلیتا ہے تو اسباب پر لات ماردیتا ہے اور مسبب الاسباب ہی کو موثر حقیقی سمجھتا ہے۔ علتِ اولیٰ فلاسفہ خدا کو علتِ اولیٰ قرار دیتے ہیں متکلمین اور اہلِ مذہب خدا کو فاعلِ مختار مانتے ہیں علت کے معلول کا صدور ضطراری ہوتا

می پرد[1] چوں آفتاب اندر اُفُق | با عروسِ صدق و صفوت در تُتُق
وہ اُفق میں سورج کی طرح اڑتا ہے | خلوص اور سچائی کی دُلہن کیساتھ دلہن پردہ میں

بلکہ بیروں از اُفق وز چرخہا | بے مکاں باشد چوں ارواح و نُہیٰ
بلکہ وہ اُفق اور آسمانوں سے باہر | بے مکان ہوجاتا ہے جیسا کہ روحیں اور عقلیں

پس عقولِ ماست سایہ اے عمو | می فتد چوں سایہ در پاہائے او
اے چچا! ہماری عقلیں سایہ ہیں | سایہ کی طرح اس کے پاؤں پڑتی ہیں

تشبیہ نص با قیاس
نص کی قیاس کے ساتھ تشبیہ

مجتہد[2] ہر گہ کہ باشد نص شناس | اندراں صورت نیندیشد قیاس
مجتہد جبکہ نص سے واقف ہوتا ہے | وہ اس صورت میں قیاس نہیں کرتا ہے

چوں نیابد نص اندر صورتے | از قیاس آنجا نماید عبرتے
اگر کسی صورت میں اس کو نص نہیں ملتی ہو | قیاس سے اس مقام پر تعبیر کرتا ہے

نص وحیِ روحِ قدسی داں یقیں | واں قیاسِ عقلِ جزوی تحتِ ایں
قدسی روح کے الہام کو تو نص سمجھ | اور ناقص عقل کا قیاس اس سے کم ہے

عقل از جاں گشت با ادراک و فر | روح اُو را کے شود زیرِ نظر
عقل، روح سے باعلم و شوکت بنی | روح اس کے ماتحت کب ہوسکتی ہے!

لیک جاں در عقل تاثیرے کُند | زاں اثر آں عقل تدبیرے کُند
لیکن روح عقل میں اثر کرتی ہے | اس اثر سے وہ عقل تدبیر کرتی ہے

نوح[3] وار ار صدمتے زد در تو روح | کو یم و کو کشتی و طوفانِ نوح
اگر روح نے نوحؑ کی طرح تجھ میں اثر کیا ہے | سمندر کہاں ہے کشتی اور نوحؑ کا طوفان کہاں ہے؟

عقل اثر را روح پندارد ولیک | نورِ خور از قرصِ خور دور است نیک
عقل، تاثیر کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن | سورج کا نور، سورج کی ٹکیہ سے بہت دور ہے

زاں بقرصے سالکے خورسند شد | تا ز نورش سوئے قرص افگند شد
سالک اس نور، کی وجہ سے ٹکیہ پر خوش ہوا | یہاں تک کہ اسکے نور سے ٹکیہ کی جانب روانہ ہوا

سمجھ بیٹھتی ہے یہ اس کی غلطی ہے تاثیر اور روح میں وہی فرق ہے جو سورج اور اس کے نور میں ہے۔
زاں جب یہ معلوم ہوگیا کہ نور اور چیز ہے اور سورج دوسری چیز ہے تو سالک صرف نور پر اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ سورج تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

[1] می پرد۔ وہ ملاءِ اعلیٰ کی سیر کرتا رہتا ہے۔ تتق۔ سراپردہ۔ چوں ارواح۔ جس طرح روحیں اور عقلیں لامکان میں رہتی ہیں اسی طرح یہ بھی لامکانی بن جاتا ہے۔ پس عقول۔ اس کامل روح کے سامنے ہماری عقول ہیچ ہیں تنبیہ۔ اس مضمون میں یہ ثابت کرتا ہے کہ روح کامل کا الہام بمنزلہ نص کے ہے۔

[2] مجتہد۔ وہ شخص جو قرآن وحدیث میں مذکورہ احکام سے ان چیزوں پر حکم لگاتا ہے جن کا حکم قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے اس کے پاس اگر کوئی قرآن کی آیت یا حدیث بطور نص کے موجود ہوتی ہے تو وہ اسکے ذریعہ حکم بیان کرتا ہے ورنہ کسی نص پر قیاس کر کے حکم جاری کرتا ہے۔ روح قدسی۔ روح قدسی کا احساس بمنزلہ نص کے ہے اور ہمارا عقل ادراک بمنزلہ قیاس کے ہے جو نص سے کم درجہ کی چیز ہے۔ جس عقل نے روح سے استفادہ کیا ہے تو روح اس سے کمتر کیسے ہوسکتی ہے۔ جان در عقل۔ روح عقل میں موثر ہے اور عقل کی تدبیر روح کی تاثیر سے ہے۔

[3] نوح وار۔ اگر روح نے عقل میں تاثیر بھی کردی ہے تب بھی عقل کو روح کی ہمسری مناسب نہیں ہے اس میں وہ اسباب وعلامات کہاں ہیں جو روح میں ہیں۔ عقل عقل بسا اوقات روح کی تاثیر کو روح

زانکہ ایں نورے کہ اندر سافل ست[۱] — نیست دائم روز و شب او آفل ست

اس لئے کہ یہ نور جو عالمِ سفلی میں ہے — مستقل نہیں ہے روز و شب میں غروب ہو کر جاتا ہے

وانکہ اندر قرص دارد باش و جا — غرقۂ آں نور باشد دائما

وہ جو ٹکیہ میں قیام، اور جگہ رکھتا ہے — وہ ہمیشہ اس نور میں غرق رہتا ہے

نے سحابش رہ زند نے خود غروب — وارہید او از فراقِ سینہ کوب

نہ ابر اس کے لئے مانع بنتا ہے نہ خود ڈوبنا — وہ سینہ پیٹنے والی جدائی سے نجات پاگیا

اینچنیں کس اصلش از افلاک بو — یا مبدل گشت گر از خاک بو

ایسے شخص کی اصل آسمانوں سے ہوتی ہے — اگر وہ خاک سے تھا، تو تبدیل ہوگیا ہے

زانکہ خاکی را نباشد تابِ آں — کہ زند بر وے شعاعش جاوداں

کیونکہ خاکی میں اس کی طاقت نہیں ہوتی ہے — کہ اس پر اس کی شعاع ہمیشہ پڑے

گر زند بر خاک دائم تابِ خور — آنچناں سوزد کہ ناید زو ثمر

اگر زمین پر ہمیشہ سورج کی شعاع پڑے — ایسی جل جائے کہ اس سے پھل نہ پیدا ہو

دائم[۲] اندر آب کارِ ماہی ست — مار را با او کجا ہمراہی ست

ہمیشہ پانی میں رہنا، مچھلی کا کام ہے — سانپ کی اس کے ساتھ ہمراہی کہاں ہو سکتی ہے؟

لیک در کہ مارہائے پُرفن اند — اندریں یم ماہیاں را می کشند

لیکن پہاڑوں میں بہت سے پُرفن سانپ ہیں — جو اس سمندر میں مچھلیوں کو مار رہے ہیں

مکرِ شاں گر خلق را شیدا کند — ہم ز دریا تاسہ شاں رسوا کند

ان کی مکاری، اگرچہ لوگوں کو فریفتہ کرتی ہے — (لیکن) دریا سے انکی گھبراہٹ انکو رسوا کرتی ہے

واندریں[۳] یم ماہیانِ توسن اند — مار را از سحر ماہی میکنند

اس سمندر میں قوی مچھلیاں ہیں — جو سانپ کو تدبیر سے مچھلی بنا دیتی ہیں

گر تو ماری شو قرینِ ماہیاں — تا شوی چوں ماہیاں در یم رواں

اگر تو سانپ ہے، مچھلیوں کا ساتھی بن جا — تاکہ مچھلیوں کی طرح سمندر میں چلے

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال — بحرِ شاں آموختہ سحرِ حلال

دریائے جلال کی گہرائی کی مچھلیاں — (کہ) سمندر نے ان کو حلال جادو سکھا دیا ہے

ف۱ اندر سافل ۔ دنیا میں جو آثار قدرت ہیں وہ فانی ہیں۔ وانکہ ۔ جس کا وصول ذات تک ہو جائیگا وہ دائمی نور میں مستغرق رہے گا کہ سحابش ۔ ابر نہ اسکی جسمانی کثافتیں نور سے مانع ہونگی وہ مظاہر قدرت کا فنا ہونا اس کے لئے فراق کی سینہ کوبی کا سبب بنے گا نہ تجلی۔ ایسا شخص وہی ہوگا جو لاہوتی ہوگا یا اگر وہ ناسوتی ہے تو اس نے مجاہدوں کے ذریعہ اپنے ناسوتی ہونے کو ختم کر دیا ہے زانکہ ۔ خاکی اور ناسوتی ذات کی شعاعوں کی تاب نہیں لاتا اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر سورج زمین پر ہمیشہ پڑے تو وہ برداشت نہ کرے گی اور اس میں اگانے کی طاقت ہی نہ رہے گی۔

ف۲ دائم ۔ مچھلی چونکہ آبی چیز ہے وہ دائمی طور پر پانی کو برداشت کر سکتی ہے سانپ خشکی کی چیز ہے وہ ہمیشہ سمندر میں نہیں رہ سکتا ہے اسی طرح لاہوتی اور ناسوتی کو سمجھو۔ مکر شاں ۔ کبھی ناسوتی، لاہوتی بننے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بحر وحدت ان کو رسوا کر دیتا ہے۔

ف۳ واندریں یم ۔ یہاں ایسے لاہوتی انسان ہیں جو ناسوتیوں کو لاہوتی بنا دیتے ہیں ۔ گر تو ۔ اگر تو ناسوتی ہے تو لاہوتیوں کی صحبت اختیار کر وہ تجھے دریائے وحدت میں تیرنا سکھا دیں گے۔ ماہیاں ۔ یہ لاہوتی اولیاء جادو کرتے ہیں جس سے ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے لیکن ان کا جادو حلال جادو ہے۔

بس[1] محال از تابِ ایشاں حال شد — نحس آنجا رفت و نیکو فال شد

بہت سے محال اُن کی طاقت سے واقع بن گئے ہیں — منحوس وہاں پہنچا ہے اور نیک بخت بن گیا ہے

زہر آنجا رفت و شکر شد یقین — سنگ آنجا رفت گوہر شد ثمین

وہاں زہر گیا ہے اور یقیناً شکر بن گیا ہے — وہاں پتھر گیا ہے اور قیمتی جوہر بن گیا ہے

خاک زر شد سنگ گوہر پائے سر — می نہ بیند جز بشر چشم بشر

خاک سونا، پتھر جوہر، پاؤں سر ہو گیا ہے — انسان کی آنکھ انکو سوائے بشر کے کچھ نہیں سمجھتی ہے

تا قیامت[2] گر بگویم زین کلام — صد قیامت بگذرد وین ناتمام

اگر میں یہ بات قیامت تک بیان کروں — تو قیامتیں گذر جائیں گی اور یہ ناتمام رہے گی

آدابُ المستمعین و المریدین عند فیضِ الحکمۃ من لسانِ الشیخ

شیخ کی زبان سے حکمت کے فیض کے وقت سننے والوں اور مریدوں کے آداب

بر ملولاں ایں مکرّر کردن ست — نزدِ من عمرِ مکرّر بردن ست

تنگدلوں پر یہ مکرّر کرنا ہے — میرے نزدیک دوبارہ زندگی حاصل کرنا ہے

شمع از برقِ مکرّر بر شود — خاک از تابِ مکرّر زر شود

شمع مکرّر نور سے، اونچی ہوتی ہے — مٹی، مکرّر گرمی سے، سونا بن جاتی ہے

گر ہزاراں طالب اند و یک ملول — از رسالت باز می ماند رسول

اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک رنجیدہ — پیغام پہنچانے سے رسول رُک جاتا ہے

ایں[3] رسولانِ ضمیر راز گو — مستمع خواہند اسرافیل خو

یہ دل کے پیغام رساں، اسرار بیان کرنیوالے — (حضرت) اسرافیلؑ کی عادت والا سننے والا چاہتے ہیں

نخوتے دارند و کبرے چوں شہاں — چاکری خواہند از اہلِ جہاں

وہ شاہوں کی سی نخوت اور بڑائی رکھتے ہیں — دنیا داروں سے خدمتگاری چاہتے ہیں

تا ادبہا شاں بجا گہ ناوری — از رسالت شاں چگونہ برخوری

جب تک تو اُن کے آداب بجا نہ لائے — اُن کے پیغام سے تو کیسے فائدہ اُٹھائے گا؟

کے رسانند آں امانت را بتو — تا نباشی پیشِ شاں راکع دوتو

تجھے وہ امانت کب پہنچائیں گے؟ — جب تک کہ اُن کے سامنے رکوع میں دُہرا نہ ہو جائے

لئے محض ذکر و فکر کافی نہیں ہے شیخ کے آداب بجا لانا بھی ضروری ہے۔ کے۔ شیخ کی پوری اطاعت ہوتی ہے تب وہ کہیں نسبت کی امانت مُرید کے سپرد کرتا ہے۔

[1] بس محال۔ بہت سی ناممکن باتوں کو اپنے تصرفات سے ممکن بنا دیتے ہیں۔ اس طرح ان کی صحبت میں بُرے اخلاق اچھے اخلاق میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ می نہ بیند۔ لیکن منکرین ان کو صرف بشر سمجھتے ہیں۔

[2] تا قیامت۔ ان اہل اللہ کی صحبت کی تاثیر کا اگر میں قیامت تک بیان کروں تو وہ ختم نہ ہوگا۔ بر ملولاں۔ جو لوگ میری اس طرح کی باتوں سے ملول ہوتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مکرر بیکار مضمون ہے لیکن ایسی مضامین کا اعادہ مجھے نئی زندگی بخشتا ہے۔ شمع۔ روشنی کی تکرار شمع کو نئی زندگی بخشتی ہے۔ خاک۔ سورج کی شعاعوں کے مکرر حملے سے زمین میں سونے کی کان پیدا ہوجاتی ہے۔ گر ہزاراں۔ بزرگوں کی محفل، ایک مکدر سے، مکدر ہوجاتی ہے اور مضامین عالیہ کی آمد بند ہوجاتی ہے۔ رسول۔ یعنی عالی مضامین بیان کرنے والا بزرگ۔

[3] ایں۔ یعنی اولیاء اللہ دلوں کو پیغام دیتے ہیں اور اسرار الٰہی سناتے ہیں۔ اسرافیل خو۔ حضرت اسرافیل ہر وقت صور پھونکنے کے لئے اللہ تعالےٰ کا حکم سننے کے لئے منتظر ہیں۔ نخوتے۔ ان اولیاء کا شاہانہ مزاج ہوتا ہے اور مریدوں کی اصلاح کیلئے اُن سے خدمتگزاری کے خواہاں رہتے ہیں۔ تا۔ مُرید کے

ہر ادب شاں کے ہمی آید پسند (1) | کامد ند ایشاں زایوانِ بلند
ان کو ہر ادب کب پسند آئے گا | کیونکہ وہ اونچی بارگاہ سے آئے ہیں

نے گدایانند کز ہر خدمتے | از تو دارند اے مزوّر منتے
وہ محتاج نہیں ہیں کہ ہر خدمت سے | اے فریبی! وہ تیرے احسان مند ہوں

لیک با بے رغبتیہائے ضمیر | صدقۂ سلطاں بیفشاں وا مگیر
لیکن دل کی بے رغبتیوں کے باوجود | شاہی خیرات بکھیر دے، بند نہ کر

اسپ خود راں اے رسولِ آسماں | در ملولاں منگر و اندر جہاں
اے آسمانی قاصد! اپنا گھوڑا دوڑا دے | بے رغبت لوگوں، اور دنیا کو نہ دیکھ

فرخ (2) آں ترکے کہ استیزہ نہد | اسپش اندر خندقِ آتش جہد
مبارک ہے وہ شہسوار جو اختلاف کو (بالائے طاق) رکھ دے | اس کا گھوڑا آگ کی خندق کود جائے

گرم گرداند فرس را آنچناں | کہ کند آہنگِ اوجِ آسماں
وہ گھوڑے کو ایسا گرم کر دے | کہ وہ آسمان کی بلندی کا قصد کرے

چشم را از غیر و غیرت دوختہ | ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ
بیگانے، اور غیرت سے آنکھ بند کر لی ہو | خشک اور تر کو آگ کی طرح جلا دیا ہو

گر پشیمانی بر و عیبے کند | آتش اوّل در پشیمانی زند
اگر پشیمانی اس کی عیب گیری کرے | پہلے پشیمانی ہی میں آگ لگا دے

خود (3) پشیمانی نروید از عدم | چوں ببیند گرمیِ صاحب قدم
خود پشیمانی ہی عدم سے وجود میں نہیں آتی ہے | جبکہ وہ صاحبِ قدم کی گرمی کو دیکھتی ہے

شناختنِ ہر حیوان بوئے عدوّے خویش را و حذر کردن

ہر جانور کا اپنے دشمن کی خوشبو کو پہچاننا، اور بچاؤ کرنا، اور بربادی،

و بطالت و خسارتِ آں کسے کہ عدوّے کسے بود کہ

اور نقصان اس شخص کا جو کسی ایسے کا دشمن ہو جس سے

از وحذر ممکن نیست و فرار ممکن نے و مقابلہ ممکن نے

بچاؤ ممکن نہیں ہے، اور فرار ممکن نہیں ہے اور مقابلہ ممکن نہیں ہے

شناختن۔ جس طرح ہر جانور اپنے دشمن کی خوشبو سونگھ کر بھاگ جاتا ہے پشیمانی مرشدِ کامل کی خوشبو پا کر بھاگ جاتی ہے۔ بطالت۔ وہ شخص نہایت ہی بدبخت ہے جو ایسے شخص سے دشمنی کرے جس سے کوئی مفر نہیں ہے۔

(1) ہر ادب۔ معمولی ادب سے کام نہ چلے گا شیخ کی شایان شان ادب ضروری ہے۔ منت۔ غیر مناسب ادب سے اس میں شکر گذاری کی کیفیت نہ پیدا ہوگی۔ لیک۔ گذشتہ اشعار میں سمجھایا گیا تھا کہ جب تک طلب صادق نہ ہو اسرار کی تعلیم نہیں دی جا سکتی۔ اب اپنے آپ کو مولانا اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ سننے والوں کی بے رغبتی کے باوجود ان پر اسرار کی بارش کی جائے۔ رسولِ آسماں یعنی اسرارِ الٰہی بیان کرنے والا، اس سے خود مولانا کی اپنی ذات مراد ہے۔

(2) فرخ۔ جو مبلغ سامعین کی بے رغبتی کے ہوتے ہوئے اسپِ بیان کو دوڑا دے وہ قابلِ مبارک باد ہے۔ چشم را۔ اغیار کے سامنے اسرار بیان کرنا مشکل ہوتا ہے نیز غیرت کا تقاضہ ہے کہ تنگ دل لوگوں کے سامنے اسرار نہ بیان کیے جائیں لیکن ایسا مبلغ قابلِ مبارکباد ہے جو ان موانع سے قطع نظر کر لے۔ گر پشیمانی۔ بے توجہ لوگوں کے سامنے اسرار بیان کرنے سے اگر شرمندگی طاری ہو تو اس کو پھونک ڈالے۔

(3) خود پشیمانی۔ یعنی کامل مرشد کو ایسے حالات میں بھی پشیمانی نہیں ہوتی ہے۔ صاحب قدم۔ مرشدِ کامل۔

اسپ داند بانگ و بوئے شیر را — گرچہ حیوان ست اِلّا نادرا [۱]
گھوڑا شیر کی آواز اور بُو کو جانتا ہے — اگرچہ جانور ہے، مگر بہت کم

بل عدوِ خویش را ہر جانور — خود بداند از نشان و از اثر
بلکہ ہر جانور، اپنے دشمن کو — علامت اور نشان سے پہچان لیتا ہے

روز خفاشک نیارد بر پرید — شب بروں آید چو دزدانِ جرید
چمگادڑ دن میں نہیں اُڑ سکتی ہے — رات کو اکیلے، چوروں کی طرح نکلتی ہے

از ہمہ محروم تر خفاش بود — کہ عدوِ آفتابِ فاش بود
سب سے زیادہ محروم چمگادڑ ہے — کیونکہ وہ روشن سورج کی دشمن ہے

نے تواند در مصافش زخم خورد — نے بنفریں تاندش مقہور کرد
نہ تو میدان میں اس کا مقابلہ کر سکتی ہے — نہ نفرت کی وجہ سے اس کو مغلوب کر سکتی ہے

[۲] آنکہ آں خورشید از احسان بود — بر نہ درّاند ز قہرش تار و پود
پھر بھی وہ سورج احسان اور سخاوت کی وجہ سے — غصہ سے اس کا تانا بانا نہیں پھاڑتا ہے

آفتابے کے بگرداند قفاش — از برائے غصہ و قہرِ خفاش
سورج اپنا رُخ کب موڑتا ہے؟ — چمگادڑ کے غصہ اور غضب کی وجہ سے

غایتِ لطف و کمالِ او بود — ورنہ خفاشش کجا مانع شود
(یہ) اس کا انتہائی کرم اور کمال ہے — ورنہ چمگادڑ کہاں اس کو روک سکتی ہے؟

دشمن ار گیری بحدِ خویش گیر — تا بود ممکن کہ گردانی اسیر
اگر تو دشمن بنائے، تو اپنے رتبہ کے اعتبار سے بنا — تاکہ یہ ممکن ہو کہ تو اس کو قابو میں کر لے

[۳] قطرہ با قلزم چو استیزہ کند — ابلہ است او ریشِ خود بر می کند
قطرہ جب سمندر سے دشمنی کرے — وہ بیوقوف ہے، اپنی داڑھی نوچتا ہے

حیلتِ او از سبالش نگذرد — حنجر و حلقِ قمر چوں بر دَرَد
اس کی تدبیر اس کی مونچھوں سے آگے نہیں بڑھتی ہے — چاند کا گلا، اور سینہ وہ کیسے پھاڑ سکتی ہے؟

با عدوِ آفتاب ایں بد خطاب — اے عدوِ آفتابِ آفتاب
یہ گفتگو تو سورج کے دشمن سے تھی — اے سورج کے سورج کے دشمن!

اے عدوِ آفتابے کز فرش — می بلرزد آفتاب و اخترش
اے اس سورج کے دشمن جس کی شان و شوکت سے — سورج اور اس کے ستارے لرزتے ہیں

---

۱ الّا نادرا۔ بہت کم ہے کہ گھوڑا شیر کی بُو کو نہ پہچانے۔ بل۔ ہر جانور اپنے دشمن کو پہچان جاتا ہے۔ جرید۔ تنہا۔ خفاش۔ چمگادڑ سب سے زیادہ بدبخت ہے کہ سورج سے اس کی دشمنی ہے حالانکہ اس سے اس کو کوئی مفر نہیں اسی طرح سب سے زیادہ بدبخت وہ ہے جو حقیقی آفتاب یعنی ولی سے دشمنی برتے۔ مصاف۔ میدانِ جنگ۔ مقہور۔ مغلوب۔

۲ آنکہ۔ یہ سورج کا کرم ہے کہ وہ اس چمگادڑ کو خاکستر نہیں بناتا ہے اسی طرح اولیاء کا کرم ہے کہ وہ منکرین کو تباہ و برباد نہیں کرتے ہیں۔ قفا یعنی رُخ۔ دشمن۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اولیاء کے ساتھ دشمنی بُری ہے، دشمنی اگر کی بھی جائے تو ایسے شخص سے کی جائے جس کو انسان مغلوب کر سکے۔

۳ قطرہ۔ اولیاء کے ساتھ عام انسان کی دشمنی ایسی ہے جیسے کہ قطرہ، سمندر سے دشمنی کرے جو محض اس کی حماقت ہے۔ حیلت۔ عوام کی دشمنی اولیاء کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔ قمر۔ یعنی ولی کامل۔ باعدو۔ چمگادڑ جو آسمانی سورج کی دشمن ہے اس کی بات تو ہم نے بتا دی ولی کا دشمن تو آفتاب کے آفتاب کا دشمن ہے آفتابِ آفتاب۔ ولی، آفتابِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا آفتاب ہے۔

تو عدوِ او نہ خصمِ خودی[1] — چہ غم آتش را کہ تو ہیزم شدی
تو اُس کا دشمن نہیں ہے، اپنا دشمن ہے — آگ کو کیا فکر ہے جبکہ تو ایندھن ہوگیا ہے

اے عجب از سوزشت او کم شود — یا ز درد و غصہ ات بُرغم شود
تعجب ہے، اگر تیرے جلنے سے وہ کم ہوجائے — یا تیرے درد، اور غصے سے وہ غمگیں ہو

رحمتش نے رحمتِ آدم بُود — کہ مزاجِ رحمِ آدم غم بُود
اُس کی رحمت، انسان کی رحمت نہیں ہے — انسان کی رحمت کی ملاوٹ غم ہوتا ہے

رحمتِ مخلوق[2] باشد غصہ ناک — رحمتِ حق از غم و غصہ است پاک
مخلوق کی رحمت، غصہ سے ملی ہوتی ہے — اللہ کی رحمت، غم و غصہ سے پاک ہے

رحمتِ بیچوں چنیں داں اے پسر — ناید اندر وہم از وے جز اثر
اے بیٹا! بے مثال کی رحمت کو یوں سمجھ — کہ سوائے نشان کے وہ سمجھ میں نہیں آتی ہے

فرقِ[3] میانِ دانستنِ چیزے بمثال و تقلید و میانِ دانستنِ ماہیت آں چیز

کسی چیز کو مثال، اور محض تقلید سے جاننے میں اور اس چیز کی حقیقت کے جاننے میں فرق

ظاہر ست آثار میوہ رحمتش — لیک کہ داند جز او ماہیتش
اُس کی رحمت کے پھل کے آثار ظاہر ہیں — لیکن اُس کی حقیقت سوائے اُسکے اور کون جانتا ہے؟

ہیچ ماہیاتِ اوصافِ کمال — کس نداند جز باثار و مثال
کمالی اوصاف کی ماہیتیں — کوئی شخص سوائے نشانات اور مثال کے نہیں جانتا ہے

طفل، ماہیت نداند طمث را — جز کہ گوئی ہست چوں حلوا ترا
بچہ، جماع کی حقیقت نہیں جانتا ہے — سوائے اسکے کہ تو کہدے کہ وہ تیرے لئے حلوا جیسا ہے

طفل را نبود ز وطیِ زن خبر — جز کہ گوئی ہست آں خوش چوں شکر
بچہ کو عورت سے جماع کرنے کی (لذت کی) خبر نہیں ہے — سوائے اسکے کہ تو کہدے وہ شکر جیسا خوش (ذائقہ) ہے

کے بُود ماہیتِ ذوقِ جماع — مثلِ ماہیاتِ حلوا اے مطاع
جماع کی لذت کی حقیقت کب ہوتی ہے؟ — اے جناب! حلوے کی ماہیتوں جیسی

لیک نسبت کرد از روئے خوشی — با تو آں عاقل کہ تو کودک وشی
لیکن لذت کی حیثیت سے نسبت دیدی — اُس عقلمند نے تیرے لئے چونکہ تو بچہ کی طرح ہے

جاسکتی ہے کہ اُس سے کہا جائے کہ وہ ایسا مزیدار ہے جیسا کہ حلوا کے ٹکڑے۔ لیکن ظاہر ہے کہ جماع کی حقیقت اور کچھ ہے اور حلوے کی حقیقت کچھ اور ہے۔

[1] تو عدوِ او۔ ولی کا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور یہ دشمنی خود اُس کی اپنے ساتھ دشمنی ہے۔ اے عجب۔ اللہ تعالیٰ سے انسان کی دشمنی اللہ میں کوئی نقصان نہیں پیدا کرسکتی۔ رحمتش جس طرح اللہ کا جلال بے پایاں ہے اسی طرح اُس کی رحمت بھی خالص رحمت ہے۔ کہ مزاج۔ انسان کا رحم غم سے ملا جلا ہوتا ہے کسی مجبور کو دیکھکر انسان پر غم طاری ہوتا ہے پھر اُس کی رحمت اُبھرتی ہے۔

[2] رحمتِ مخلوق۔ انسانوں کی رحمت و شفقت غصے سے ملی جلی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اِن تمام باتوں سے پاک ہے۔ رحمتِ بے چوں جس طرح اللہ کی ذات کی حقیقت تک رسائی ناممکن ہے اسی طرح اسکی صفات بھی عقل سے بالاتر ہیں صرف اُن صفتوں کو اُن کے اثرات سے سمجھا جاسکتا ہے۔

[3] فرق۔ کسی چیز کو مثال اور تقلید سے جاننا اور بات ہے اور حقیقت و ماہیت کو جاننا اور بات ہے۔ اوصافِ کمال حضرت حق تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ۔ طفل۔ ہماری عقلوں میں اِن صفات کی حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے جس طرح بچہ جماع کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے۔ طمث۔ حیض، جماع۔ جز کہ گوئی۔ بچہ کو جماع کی حقیقت اس طرح بتائی

تا بداند[1] کودک آں را از مثال
تاکہ بچہ اس کو مثال سے سمجھ لے
گر نداند ماہیت با عینِ حال
اگر اسکی واقعی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے

پس اگر گوئی بدانم دور نیست
پس اگر تو کہے کہ میں جان گیا تو بھی بعید نہیں ہے
ور بگوئی کہ ندانم زور نیست
اور اگر تو کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں تو بھی جھوٹ نہیں ہے

گر کسے[2] گوید کہ دانی نوحؑ را
اگر کوئی کہے، کہ تو نوحؑ کو جانتا ہے
واں رسولِ حق و نورِ روح را
اس اللہ کے رسول، اور روح کے نور کو

گر بگوئی چوں ندانم کاں قمر
اگر تو کہے، کہ میں کیوں نہیں جانتا ہوں کیونکہ وہ چاند ہیں
ہست از خورشید و مہ مشہور تر
جو سورج، اور چاند سے زیادہ مشہور ہیں

کودکانِ خرد در کُتّابہا
چھوٹے بچے مکتبوں میں
واں اماماں جملہ در محرابہا
اور تمام امام محرابوں میں

نامِ او خوانند در قرآں صریح
اُن کا نام صاف طور پر قرآن میں پڑھتے ہیں
قصہ اش گویند از ماضی فصیح
اُن کا گذشتہ قصہ وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں

راست گو دانیش تو از روئے وصف
سچ ہے کہ تو اُن کو اوصاف کے اعتبار سے جانتا ہے
گرچہ ماہیت نشد از نوحؑ کشف
اگرچہ (حضرت) نوحؑ کی حقیقت واضح نہیں ہوئی ہے

ور بگوئی من چہ دانم نوحؑ را
اگر تو کہے میں (حضرت) نوحؑ کو کیا جانوں؟
آں گزیدہ حق و محضِ روح را
اُس اللہ کے برگزیدہ، اور خالص روح کو

من[3] کجا دانستنِ او از کجا
میں کہاں، اور اُن کا جاننا کہاں
ہمچو اوئے داند او را اے فتیٰ
اے نوجوان! اُن کو اُن جیسا ہی جان سکتا ہے

مورِ لنگم من چہ دانم فیل را
میں لنگڑی چیونٹی ہوں میں ہاتھی کو کیا جانوں؟
پشۂ کے داند اسرافیلؑ را
مچھر (حضرت) اسرافیلؑ کو کیا جانے؟

ایں سخن ہم راست از روئے آں
یہ بات بھی صحیح ہے اس لئے کہ
کہ بماہیت ندانیش اے فلاں
اے فلاں! اُنکی حقیقت کے اعتبار سے تو انکو نہیں جانتا

عجز از ادراکِ ماہیت عمو
اے چچا! ماہیتوں کے ادراک سے عجز
حالتِ عامہ بود دریاب تو
عوام کی حالت ہوتی ہے، تو حاصل کرلے

زانکہ ماہیات و سرِّ سرِّ آں
کیونکہ ماہیتیں اور اُن کے راز کا راز
پیشِ چشمِ کاملاں باشد عیاں
کاملوں کی آنکھ کے سامنے کھلا ہوا ہوتا ہے

---

[1] تا بداند۔ جب حقیقت کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے تو اُس چیز کو مثالوں سے سمجھایا جاتا ہے۔ پس۔ یہ علم جو مثال سے حاصل ہوا ہے اُس کو اُس چیز کا علم بھی کہا جاسکتا ہے۔ چونکہ مثال سے بہرحال کچھ علم حاصل ہوا ہے اور اُس چیز کا جہل بھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ حقیقت تو نامعلوم ہے۔

[2] گر کسے۔ اگر کسی کو حضرت نوحؑ کا علم اُنکی بعض صفات سے حاصل ہے اور کما حقہٗ اُنکی حقیقت معلوم نہیں ہے تو اُس کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ میں حضرت نوحؑ کو جانتا ہوں اور یہ بھی کہنا درست ہے کہ میں اُنسے واقف نہیں ہوں۔ قمر یعنی حضرت نوحؑ۔ کُتّاب۔ مکتب، مدرسہ۔ کشف۔ مکشوف، معلوم۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔

[3] من کجا۔ یعنی میں اس قابل کہاں کہ اُنکی حقیقت سے واقف ہوسکوں۔ جواب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ حقیقت سے ناواقفیت عوام کے شایانِ شان ہے انسان کو چاہیئے کہ اپنے اندر وہ صلاحیت پیدا کرے جس کے ذریعہ چیزوں کی حقیقت معلوم کرسکے۔ زانکہ۔ کامل لوگ ماہیتوں اور اُن کے راز کے راز سے بھی واقف ہوتے ہیں ماہیات سے اعیانِ ثابتہ مراد ہیں اور سِر ماہیات سے مراد اسماءِ الٰہی ہیں اور سِرِّ ماہیات کے سِر سے مُراد حقیقتِ الٰہیّہ ہے۔

دررِ[1] وجود از سرِّ حق و ذاتِ او
دورتر از فہم و استبصار کو
اللہ اور اس کی ذات کے راز سے، وجود میں
فہم و بصیرت سے زیادہ دور اور کوئی چیز نہیں ہے؟

چونکہ آں مخفی نماند از محرماں
ذات و وصفے چیست کاں ماند نہاں
جبکہ محرموں سے وہ پوشیدہ نہیں رہتا
تو کس کی ذات اور صفت ہے جو پوشیدہ رہے گی؟

عقلِ بحثی[2] گوید ایں دور ست و گو
بے ز تاویلے محالے کم شنو
بحث کرنے والی عقل کہتی ہے کہ یہ بعید ہے اور کہاں ہے؟
کسی ناممکن کو بغیر تاویل کے نہ سن

قطب گویدمر ترا اے سست حال
آنچہ فوقِ حالِ تست آید محال
قطب تجھے کہتا ہے کہ اے سست حال!
جو تیری حالت سے بالا ہے تجھے محال نظر آتا ہے

واقعاتے کہ کنونت برکشود
نے کہ اول ہم محالت می نمود
وہ واقعات جو تجھ پر اب کھلے ہیں
کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ پہلے محال نظر آتے تھے؟

چوں[3] رہانیدت زدہ زنداں کرم
تیہ را بر خود مکن حبسِ ستم
جب تجھے کرم (خداوندی) نے دس قیدخانوں سے آزاد کر دیا ہے
ظلم کر کے تیہ کو اپنے لئے قید خانہ نہ بنا

چوں خلاصی یافتی از صد بلا
فقر را بر خود مکن رنج و عنا
جب تو سینکڑوں مصیبتوں سے نجات پا گیا ہے
فقر کو اپنے اوپر رنج و مشقت نہ بنا

سہل گیرش تا نگردد مشکلت
ورنہ خند شکر چو زہرِ قاتلت
اسکو آسان سمجھ، تاکہ وہ تیرے لئے مشکل نہ بنے
ورنہ شکر تیرے لئے قاتل زہر بنے گی

سوئے بحثِ خویش تاز آ بوالحسن
کایں سخن پایاں ندارد جانِ من
اے ابوالحسن! اپنی بحث کی جانب آ
اے جانِ من! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

نسبتِ اثبات با نفی از نخست
گر بیانش می کنی برگو درست
اثبات، اور نفی کی نسبت کا شروع ہے
اگر تو بیان کرتا ہے تو ٹھیک بیان کر

جمع و تفریق میانِ نفی و اثباتِ یک چیز از روئے نسبت و اختلافِ جہت

ایک چیز کے بارے میں اقرار اور انکار کا جمع ہونا اور نہ ہونا جہت اور نسبت کے اختلاف کی وجہ سے ہے

جب اللہ کے کرم نے سینکڑوں مصیبتیں ٹال دیں تو افلاس اور فقر کی مصیبت کو بھی ٹال دیگا۔ جب دسوں حواسوں سے آزادی مل گئی تو کشف و شہود بھی میسر آجائے گا۔ بحث خویش۔ یعنی نفی اور اثبات کی بحث۔ ایں سخن۔ یعنی ماہیتوں کے ادراک کی بحث۔ بوالحسن۔ اس سے کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے ہر مخاطب مراد ہے۔ جمع و تفریق۔ نفی اور اثبات ایک جگہ جمع بھی ہو جاتے ہیں اور ان میں تفریق بھی ہے۔ حیثیت اور جہت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے ایک ہی چیز ہے ایک حیثیت اور جہت سے وہ معلوم ہے دوسری حیثیت اور جہت سے وہ نامعلوم ہے۔

---

[1] دررِ وجود۔ اللہ کی ذات اور اس کی صفات عقل اور سمجھ سے دور تر ہیں پھر بھی کامل اولیاء اس سے واقف ہوتے ہیں۔ ذات و وصفے۔ جبکہ اولیاء ذات و صفاتِ احدیت کا علم حاصل کر لیتے ہیں تو کائنات کی ذات و صفات ان پر کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

[2] عقلِ بحثی۔ یعنی فلسفی کی عقل یہ کہتی ہے کہ ذات و صفات کے بارے میں جو الفاظ ہیں وہ حقیقی معنی پر محمول ہونا محال ہیں لہذا انہیں تاویل کی جائیگی اور ان کو تاویلی معنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ قطب۔ ولی جو واقفِ حال ہے وہ کہتا ہے کہ چونکہ یہ باتیں فلسفی کی عقل سے بالاتر ہیں لہذا اسکو محال نظر آتی ہیں۔ واقعاتے۔ فلسفی کی عقل کا حال تو یہ ہے کہ جب تک چیز وقوع میں نہ آئے اسکو محال قرار دیتا ہے جب اس کا وقوع ہو جاتا ہے تو ممکن سمجھتا ہے زمین کی حرکت کو محال سمجھا جاتا تھا اور آسمان کو متحرک مانا جاتا تھا اب میں کو متحرک مان لیا گیا ہے۔

[3] چوں رہانیت۔ جب انسان مجاہدے کرتا ہے تو وہ پانچوں ظاہری حواس اور پانچوں باطنی حواس کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور کشف و شہود کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تیہ۔ وہ میدان تھا جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں رہے جیسا کہ گزرا۔

نفیِ آں یک چیز و اثباتش رواست
ایک ہی چیز کی نفی، اور اثبات درست ہے

چوں جہت شد مختلف نسبت دوتاست
جب جہت بدل گئی، نسبتیں دو ہو گئیں

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ[۵۱] از نسبت است
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" نسبت کے اعتبار سے ہے

نفی و اثبات ست ہر دو مُثبت است
نفی اور اثبات ہے، دونوں درست ہیں

آں تو افگندی چو بر دستِ تو بود
"تو نے پھینکا" چونکہ تیرے ہاتھ سے ہوا

تو نیفگندی کہ قوتِ حق نمود
"تو نے نہیں پھینکا" چونکہ طاقت اللہ نے دی ہے

زورِ آدم زادہ را حدے بود
انسان کی طاقت کی ایک حد ہے

مُشتِ خاکے اشکستِ لشکرے شود
ایک مٹھی مٹی ایک لشکر کی شکست (کا سبب) کیسے ہو سکتی ہے

مُشت مُشتِ تست و افگندن زماست
مٹھی تو تیری مٹھی ہے، اور پھینکنا ہمارا ہے

زیں دو نسبت نفی و اثباتش رواست
ان دو نسبتوں کی وجہ سے اُس کی نفی اور اثبات درست ہے

یَعْرِفُوْنَ[۵۲] الْاَنْبِیَاءَ اَضْدَادُھُمْ
انبیاء کو اُن کے مخالفین پہچانتے ہیں

مِثْلَ مَا لَا یَشْتَبِہْ اَوْلَادُھُمْ
اسطرح جسطرح کہ اُنکو اپنی اولاد میں شبہ نہیں ہوتا ہے

ہمچو فرزندانِ خود دانند شاں
اُن کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں

منکراں با صد دلیل و صد نشاں
منکر لوگ، دلیلوں اور سینکڑوں علامتوں سے

لیک از رشک و حسد پنہاں کنند
لیکن رشک اور حسد سے چھپاتے ہیں

خویشتن را بر ندانم می زنند
اپنے آپ کو "ہم نہیں جانتے" کا مصداق بناتے ہیں

پس چو یعرف گفت چوں جائے دگر
پس جبکہ "وہ پہچانتا ہے" فرمایا دوسری جگہ کیوں

گفت لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ فَذَرْ
"انکو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا بس چھوڑ دے" فرمایا

اِنَّھُمْ تَحْتَ قِبَائِیْ کَامِنُوْن
وہ میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں

جز کہ یزداں شاں نداند ز آزموں
اُنکو خدا کے سوا آزمائش سے کوئی نہیں جانتا ہے

ہم بہ نسبت[۵۳] گیر ایں مفتوح را
اس کھلی ہوئی بات کو بھی تو نسبت کی وجہ سے سمجھ لے

کہ بدانی و ندانی نوح را
کہ تو نوحؑ کو جانتا بھی ہے اور نہیں جانتا ہے

زیں نمط بسیار آمد در خبر
اس طرح کی بات حدیث میں بہت آئی ہے

کاں بہ نسبت باشد اے جاں معتبر
اے جان! کہ وہ نسبت کی وجہ سے معتبر ہوتی ہے

مسئلہ فنا و بقائے درویشِ کامل

کامل درویش کی فنا، اور بقا کا معاملہ

[۵۱] ما رمیت۔ جنگ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی مٹی دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ اندھے اور شکست یاب ہو گئے۔ چونکہ آنحضورؐ نے اپنے ہاتھ سے وہ مٹی پھینکی تو پھینکنے کی نسبت آنحضورؐ کی طرف کی گئی اور چونکہ اُس پھینکنے نے وہ کام کیا جو آنحضورؐ کا ذاتی نہ تھا اس لئے پھینکنے کی آنحضورؐ سے نفی کر دی گئی۔

[۵۲] یعرفون۔ انبیاء کے بارے میں فرمایا گیا ہے جو اولیاء پر بھی صادق ہے کہ منکرین اُن کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں پھر فرمایا گیا کہ اولیاء میرے دامن میں چھپے ہوئے ہیں اُنکو میرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ چونکہ جاننا اور نہ جاننا دو حیثیتوں سے ہے لہٰذا دونوں باتیں درست ہیں۔

[۵۳] ہم بہ نسبت۔ حضرت نوحؑ کو جاننا اور نہ جاننا بھی اسی اعتبار سے سمجھ لے۔ زیں نمط۔ حیثیت اور جہت بدل جانے سے دو متضاد حکم بہت سی چیزوں پر لگائے گئے ہیں۔ مسئلہ۔ کسی کی فنا و بقا کا مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہے کہ مختلف حیثیتوں کے اعتبار سے اُس کو فانی اور باقی کہا جاتا ہے۔

گفت قایل در جہاں درویش نیست ۔۔۔ ور بود[۱] درویش آں درویش نیست

ایک کہنے والے نے کہا، دنیا میں کوئی درویش نہیں ہے ۔۔۔ اور اگر درویش ہوگا تو وہ درویش نہیں ہے

ہست از روئے بقائے ذاتِ او ۔۔۔ نیست گشتہ وصفِ او در وصفِ ہو

اس کی ذات کی بقا کے اعتبار سے وہ "ہے" ۔۔۔ اس کا وصف اللہ کے وصف میں "نیست" ہو گیا ہے

چوں زبانہ شمع پیشِ آفتاب ۔۔۔ نیست باشد ہست باشد در حساب

جیسا کہ شمع کا شعلہ، سورج کے بالمقابل ۔۔۔ "نہیں ہے" "ہوتا ہے (لیکن) حساب میں "ہے"

ہست باشد ذاتِ او تا تو اگر ۔۔۔ بر نہی پنبہ بسوزد زاں شرر

اس کی ذات موجود ہوتی ہے، حتیٰ کہ اگر تو ۔۔۔ روئی رکھ دے وہ اس شعلہ سے جل جائے گی

نیست باشد روشنی ندہد ترا ۔۔۔ کردہ باشد آفتاب او را فنا

معدوم ہوتا ہے، تجھے روشنی نہیں دیتا ہے ۔۔۔ سورج نے اس کو فنا کر دیا ہوتا ہے

در دو[۲] صد من شہد یک وقیہ خل ۔۔۔ چوں در افگندی و در وے گشت حل

دو سو من شہد میں ایک اوقیہ سرکہ ۔۔۔ جب تو نے ڈال دیا اور وہ اس میں حل ہو گیا

نیست باشد طعمِ خل چوں می چشی ۔۔۔ ہست یک وقیہ فزوں چوں می کشی

جب تو چکھے گا سرکہ کا مزہ معدوم ہوگا ۔۔۔ جب تو وزن کرے گا ایک اوقیہ بڑھا ہوا ہے

پیشِ[۳] شیرے آہوئے بیہوش شد ۔۔۔ ہستیش در ہستِ او روپوش شد

ایک ہرن، شیر کے سامنے بے ہوش ہو گیا ۔۔۔ اس کی ہستی اس کی ہستی میں چھپ گئی

ایں قیاسِ ناقصاں بر کارِ رب ۔۔۔ جوششِ عشق ست نز ترکِ ادب

اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں ناقصوں کا یہ قیاس ۔۔۔ ادب کو ترک کرنے کی وجہ سے نہیں ہے، عشق کا جوش ہے

نبضِ عاشق بے ادب می جہد ۔۔۔ خویش را در کفۂ شہ می نہد

عاشق کی نبض بلا لحاظ ادب تڑپتی ہے ۔۔۔ اپنے آپ کو شاہ کے پلڑے میں رکھتی ہے

بے ادب تر نیست زو کس در جہاں ۔۔۔ با ادب تر نیست زو کس در نہاں

دنیا میں اس سے زیادہ بے ادب کوئی نہیں ہے ۔۔۔ در پردہ اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں ہے

---

۱ ور بود۔ یعنی اگر وہ موجود ہے تو اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہے اور اس کو بقا باللہ حاصل ہے۔ چوں زبانہ۔ دن میں سورج کے سامنے اگر شمع روشن کرو تو اس پر متضاد حکم لگ سکتے ہیں چونکہ آفتاب کی روشنی کے سامنے اس کی روشنی ماند پڑ گئی ہے تو کہہ سکتے ہو کہ وہ روشن نہیں ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کی لو پر روئی رکھو تو وہ جل جائے گی تم یہ کہہ سکتے ہو کہ شمع روشن ہے۔

۲ در دو صد۔ اگر دو سو من شہد میں ایک سیر سرکہ ملا دو تو کہہ سکتے ہو کہ سرکہ معدوم ہے چونکہ اس کا کوئی مزہ چکھنے میں معلوم نہیں ہوتا اور یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ سرکہ موجود ہے اس لئے کہ وزن کرو گے تو وہ دو سو من ایک سیر ہوگا۔ اوقیہ۔ چالیس درہم کا وزن، ہمزہ کو حذف کر کے وقیہ بھی کہہ دیتے ہیں۔

۳ پیش۔ ہرن جب شیر کے سامنے بیہوش ہو گیا تو وہ فانی بھی ہے اور باقی بھی ہے۔ اس قیاس۔ فنا و بقا میں یہ مثالیں جو دی گئی ہیں وہ حضرتِ حق کی شایانِ شان نہیں ہیں لیکن ان کا بیان کرنا عشق و محبت کے جوش میں ہوا ہے ترکِ ادب مقصود نہیں ہے۔ نبض۔ عاشق عشقِ الٰہی کا دعویٰ ایک درجہ میں برابری کا دعویٰ ہے اس لئے کہ عاشق و معشوق میں لامحالہ کوئی نسبت ہوتی ہے اور ممکن واجب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا ہے۔ بے ادب۔ عاشق عشق کی مستی میں گستاخانہ باتیں بول جاتا ہے لیکن وہ گستاخی اس وقت گستاخی ہے جب اس کی نسبت عاشق کی طرف ہو لیکن چونکہ اس کو فنا کا درجہ حاصل ہے اور وہ باتیں اس کی ذات سے منسوب نہیں ہیں لہٰذا وہ گستاخی نہیں ہے۔

ہم بہ نسبت[1] داں وفاق اے منتجب — ایں دو ضد با ادب با بے ادب
اے برگزیدہ! جمع ہونا بھی نسبت کی وجہ سے سمجھ — با ادب اور بے ادب ان دو ضدوں کا

بے ادب باشد چو ظاہر بنگری — کہ بود دعویٔ عشقش ہمسری
جب تو دیکھے گا، وہ بظاہر بے ادب ہوگا — کیونکہ اُس کا عشق کا دعویٰ، برابری ہے

چوں بباطن بنگری دعویٰ کجاست — اُو و دعویٰ پیشِ آں سلطاں فناست
جب تو حقیقت کو دیکھے گا، دعویٰ کہاں ہے؟ — وہ اور اُس کا دعویٰ شاہ کے سامنے معدوم ہیں

مَاتَ زیدٌ[2] زید اگر فاعل بُود — لیک فاعل نیست کو عاطل بُود
"زید مر گیا" زید اگرچہ فاعل ہے — لیکن وہ کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ وہ بیکار ہے

اُو ز روئے لفظِ نحوی فاعل ست — ورنہ اُو مفعول و موتش قاتل ست
وہ نحوی اصطلاح کے اعتبار سے فاعل ہے — ورنہ وہ مفعول ہے، اور موت اُسکی قاتل ہے

فاعلے چہ کو چناں مقہور شد — فاعلیہا جملہ ازوے دُور شد
وہ فاعل کیسا وہ ایسا مغلوب ہے — تمام فاعلی اُس سے دور ہوگئی ہے

قصۂ[3] وکیلِ صدرِ جہاں کہ متہم شد و از بخارا گریختہ از بیمِ جاں، باز عشقش گریباں گرفت کہ کارِ جاں بہل جاناں سہل باشد عاشقاں را

صدرِ جہاں کے وکیل کا قصہ جو متہم ہوگیا تھا اور جان کے ڈر سے بخارا سے بھاگ گیا تھا، پھر عشق نے اُس کا گریبان پکڑا کہ محبوب کے لئے جان کا معاملہ عاشقوں کے لئے آسان ہوتا ہے

در بخارا بندۂ صدرِ جہاں — متہم شد گشت از صدرش نہاں
بخارا میں، صدرِ جہاں کا ایک غلام — متہم ہو گیا، اُس کے دربار سے غائب ہو گیا۔

مدتِ دہ سال سرگرداں بگشت — گہ خراساں گہ کہستان گاہ دشت
دس سال تک مارا مارا پھرا — کبھی خراسان میں، کبھی کہستان میں، کبھی جنگل میں

از پسِ دہ سال اُو از اشتیاق — گشت بے طاقت ز ایامِ فراق
دس سال کے بعد وہ عشق کی وجہ سے — جدائی کے زمانہ سے، بے بس ہو گیا

گفت تابِ فرقتم زیں پس نماند — صبر کے داند خلاعت را نشاند
اُس نے کہا اس کے بعد جدائی کی طاقت مجھ میں نہیں رہی ہے — صبر، فراق کے ڈر کو کہاں فرو کر سکتا ہے؟

[1] ہم بہ نسبت۔ اُس کا با ادب ہونا اور بے ادب ہونا بھی نسبت کے اختلاف سے صحیح ہے، اگر وہ باتیں اُس کی ذات کی طرف منسوب ہوں تو بے ادب ہے، اگر ذاتِ باری کی طرف ہوں تو یہ با ادب ہے۔ چوں بباطن چونکہ اُس کو فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے لہٰذا اُس کا اپنا نہ کوئی دعویٰ ہے نہ کوئی ذات۔

[2] مَاتَ زیدٌ۔ نحوی ترکیب کے اعتبار سے مَاتَ فعل ہے اور زیدٌ اُس کا فاعل ہے یہ محض لفظی بات ہے ورنہ زید میں موت کی حالت میں طاقت اور کرنے کی صلاحیت کہاں ہے وہ دراصل مفعول اور مقتول ہے موت اُس کی قاتل ہے۔ فاعلے۔ فنا کے بعد فاعل بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے لہٰذا فعل کی اُس کی طرف نسبت نہیں کی جا سکتی۔

[3] قصہ۔ اِس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ وکیل اپنی جان سے قطع نظر کر کے بادشاہ کے سامنے پیش ہوا اسی طرح عاشق اپنی ذات اور صفات سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ صدرش۔ یعنی وہ غلام صدرِ جہاں کے دربار سے روپوش ہو گیا۔ کہستان ایک شہر کا نام ہے۔ خلاعت۔ عشق یا فراق سے ڈرنا۔

۱ از فراق ایں خاکہا شورہ شود — آب زرد و گندہ و تیرہ شود

فراق سے یہ زمینیں شور بن جاتی ہیں — پانی زرد، اور گندہ، اور گدلا ہو جاتا ہے

بادِ جاں افزا وخم گردد وبا — آتشے خاکسترے گردد ہبا

روح پرور ہوا، ناموافق وبا بن جاتی ہے — آگ، راکھ، فضا کے ذرے بنجاتی ہے

باغ چوں جنّت شود دار المرض — زرد و ریزاں برگِ او اندر حرض

جنت جیسا باغ بیماری کو گھر بن جاتا ہے — خرابی سے اُس کے پتّے زرد اور جھڑنے والے بنجاتے ہیں

عقلِ درّاک از فراقِ دوستاں — ہمچو تیر اندازِ اشکستہ کماں

دوستوں کی جدائی سے حساس عقل — ٹوٹی ہوئی کمان والے تیر انداز کی طرح ہے

۲ دوزخ از فرقت چناں سوزاں شدہ است — بید از فرقت چناں لرزاں شدہ است

دوزخ، فراق سے اِس قدر جلانے والی بنگئی ہے — بید، فراق سے اِس قدر لرزنے والی بنگئی ہے

گر بگویم از فراقِ چوں شرار — تا قیامت یک بود از صد ہزار

اگر میں چنگاریوں جیسے فراق کے متعلق کہوں — قیامت تک، لاکھ میں سے ایک ہوگا

پس ز شرحِ سوزِ او کم زن نفس — رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ گوئی و بس

لہٰذا اُس کی سوزش کی تشریح نہ کر — بس خدا بچا، خدا بچا کہتا رہ

۳ ہرچہ از وے شاد گردی در جہاں — از فراقِ او بیندیش آں زماں

تو دنیا میں، جس چیز سے خوش ہو — اسی وقت، اُس کی جدائی کو سوچ لے

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد — آخر از وے جست و ہمچوں باد شد

جس چیز سے تو خوش ہوا ہے بہت خوش ہو چکے ہیں — بالآخر اُس سے وہ چیز علیٰحدہ ہو گئی اور ہوا جیسی ہو گئی

از تو ہم بجہد تو دل بر وے منہ — پیش ازاں کو بجہد از تو تو بجہ

وہ تجھ سے بھی نکل بھاگے گی، اُس سے دل نہ لگا — اس سے پہلے کہ وہ تجھ سے بھاگے تو اُس سے بھاگ جا

ہمچو مریم گوئی پیش از فوتِ ملک — نفس را کَاعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ

ملک کے فوت ہونے سے پہلے ہی (حضرت) مریم کیطرح کہہ دے — نفس سے، میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

پیدا شدنِ روح القدس بصورتِ آدمی بر مریمؑ بوقتِ غسل و برہنگی و پناہ گرفتنِ او بحقِ تعالیٰ

حضرت جبرئیلؑ کا آدمی کی صورت میں حضرت مریمؑ کے سامنے رونما ہونا، غسل اور برہنگی کی حالت میں اور اُن کا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا

---

۱ از فراق۔ زمین پانی کی جدائی سے بنجر بن جاتی ہے اور پانی روانی کی جدائی سے گدلا اور گندہ بن جاتا ہے۔ باد۔ ہوا صفائی کی جدائی سے ناموافق اور وبا بنجاتی ہے۔ آتشے۔ آگ ایندھن کی جدائی سے راکھ بن جاتی ہے۔ باغ۔ موسم بہار کی جدائی باغ کو امراض کا گھر بناتی ہے، اور مرض کی وجہ سے اُسکے پتّے زرد ہو کر گرنے لگتے ہیں۔ عقل۔ دوستوں کی جدائی عقل کو ایسا مبہوت کر دیتی ہے جس طرح تیر انداز کمان ٹوٹ جانے سے مبہوت بن جاتا ہے۔

۲ دوزخ۔ خدا کی رحمت کی جُدائی میں جہنّم پُر سوز بنی ہوئی ہے، بید کا درخت طاقت کے فراق سے لرزتا ہے۔ گر بگویم۔ فراق کے اثرات کا بیان قیامت تک مکمل نہیں ہو سکتا۔ پس فراق کے اثرات کی تفصیل میں پڑنے کی بجائے اَلْاَمان اَلْاَمان کہنا چاہیئے۔

۳ ہرچہ۔ دنیا کی خوشکن چیز فراق کا داغ دینے والی ہے۔ زانچہ۔ دنیا کی خوشکن چیز نے بہت سوں کو فراق میں مبتلا کیا ہے۔ پیش ازاں۔ اُس چیز کے جدا ہونے سے پہلے ہی اگر تو اپنا دل اُس سے ہٹالیگا تو فراق کی تکلیف نہ ہوگی۔ ہمچو مریمؑ۔ جسطرح مریمؑ نے خدا کی پناہ حاصل کی تھی تو بھی دنیا کی خوشکن چیزوں سے خدا کی پناہ حاصل کرے اور انکے فوت ہونے سے قبل ہی خدا کیطرف رجوع کرے

دید مریمؑ صورتے بس جانفزا ۔ جانفزائے دلربائے در خلا[۱]
حضرت مریمؑ نے ایک روح پرور صورت دیکھی ۔ خلوت میں جو بڑی روح پرور اور دلربا تھی

پیشِ او بر رُست از روئے زمیں ۔ چوں مہ و خورشید آں رُوح الامیں
اُن کے سامنے زمین سے نکل آئے ۔ جبرئیلؑ، چاند اور سورج جیسے

از زمیں بر رُست خوبے بے نقاب ۔ آنچناں کز شرق روید آفتاب
ایک حسین بے نقاب زمین سے نمودار ہوا ۔ جس طرح مشرق سے سورج نمودار ہوتا ہے

لرزہ[۲] بر اعضائے مریمؑ اُوفتاد ۔ کو برہنہ بود و ترسید از فساد
(حضرت) مریمؑ کے اعضاء پر کپکپی طاری ہو گئی ۔ کیونکہ وہ ننگی تھیں اور خرابی سے ڈریں

صورتے کہ یوسفؑ ار دیدے عیاں ۔ دست از حیرت بریدے چوں زناں
وہ ایسی صورت (تھی) کہ اگر حضرت یوسفؑ انکو دیکھ لیتے ۔ عورتوں کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ لیتے

ہمچو گل پیشش بروئید اُو ز گل ۔ چوں خیالے کہ بر آرد سر ز دل
وہ زمین سے پھول کی طرح اُنکے سامنے اُگ آئے ۔ جس طرح خیال دل سے سر اُبھارتا ہے

گشت مریمؑ بیخود و در بیخودی ۔ گفت بجہم در پناہِ ایزدی
(حضرت) مریمؑ بے اختیار ہو گئیں اور بیخودی میں ۔ فرمایا میں خدا کی پناہ میں آتی ہوں

زانکہ[۳] عادت کردہ بود آں پاک جیب ۔ در ہزیمت رخت بُردن سوئے غیب
کیونکہ اُن پاکدامن نے عادت ڈال رکھی تھی ۔ عاجزی میں بغیب کی طرف رجوع کرنے کی

چوں جہاں را دید مُلکے بیقرار ۔ حازمانہ ساخت زاں حضرت حصار
چونکہ اُنھوں نے دنیا کو بے ٹھکانہ مُلک سمجھ لیا تھا ۔ پختہ کاری سے اُس دربار کو قلعہ بنا لیا تھا

تا بگاہِ مرگ حصنے باشدش ۔ کہ نیابد خصم راہِ مقصدش
تاکہ موت کے وقت وہ اُن کا قلعہ بنے ۔ تاکہ شیطان اپنے مقصد کا راستہ نہ پائے

از پناہِ حق حصارے بہ ندید ۔ یورتگہ نزدیکِ آں دژ بر گزید
انھوں نے اللہ کی پناہ سے زیادہ بہتر کوئی قلعہ نہیں دیکھا ۔ اس قلعہ کے نزدیک اُنھوں نے قیامگاہ منتخب کی

چوں بدید آں غمزہائے عقل سوز ۔ کہ ازو می شُد جگرہا تیر دوز
جب اُنھوں نے وہ عقل سوز ادائیں دیکھیں ۔ جن سے جگر زخمی ہوتے تھے

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش شُدہ ۔ خسروانِ ہوش بیہوشش شُدہ
شاہ اور لشکر اُس کے حلقہ بگوش بن گئے تھے ۔ عقل کے شہنشاہ بیہوش ہو گئے تھے

---

۱ در خلا۔ حضرت مریمؑ نے لوگوں سے گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا تھا۔ روح الامین۔ حضرت جبرئیلؑ زمین سے نمودار ہوئے تھے بے نقاب۔ حضرت جبرئیلؑ بے حجاب اس طرح نمودار ہوئے جس طرح مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے۔

۲ لرزہ۔ حضرت جبرئیلؑ کے نمودار ہونے سے حضرت مریمؑ گھبرا گئیں، برہنہ تھیں سمجھیں کوئی خرابی پیش نہ آجائے۔ صورت۔ حضرت جبرئیلؑ ایسی حسین صورت میں نمودار ہوئے کہ اگر حضرت یوسفؑ اُن کو دیکھتے تو اُن کے حُسن سے مبہوت ہو کر اسی طرح اپنا ہاتھ کاٹ لیتے جس طرح اُن کے حسن سے مبہوت ہو کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ گفت۔ حضرت مریمؑ نے گھبرا کر فرمایا تھا اِنّی اَعُوذُ بالرحمٰن۔ میں خدا کی پناہ پکڑتی ہوں۔

۳ زانکہ۔ حضرت مریمؑ کی یہ عادت تھی کہ ہر پریشانی میں وہ خدا کی پناہ چاہ لیتی تھیں۔ بے قرار۔ ناپائیدار۔ حازمانہ۔ پختہ کاری۔ حصار۔ قلعہ۔ یورتگہ۔ قیام کی جگہ۔ دژ۔ قلعہ۔ غمزہ۔ یعنی حضرت جبرئیلؑ کے ناز و ادا۔ شاہ و لشکر۔ یہ اشعار حضرت جبرئیلؑ کی تعریف میں ہیں۔

صد ہزاراں شاہ مملوکش بہ رقّ [۱] — صد ہزاراں بدر را دادہ بدق
لاکھوں بادشاہ غلامی کی وجہ سے اُسکے مملوک بن گئے تھے — لاکھوں چودھویں کے چاندوں کو اُسنے گھٹا دیں جیتا کر دیا تھا

زہرہ نے مر زہرہ را تا دم زند — عقلِ کلش چوں بہ بیند کم زند
زہرہ کے پِتّے نہیں کہ دم مارے — جب اُسکو عقلِ کُل دیکھے انکار بار چھوڑ دے

من چہ گویم چوں مرا بر دوخت است — دُمگہم را دمگہ اُو سوخت است
میں کیا بتاؤں جبکہ اُس نے مجھے چھلنی کر دیا ہے — اُس کے کمنظاہرے نے میرا گلا جلا دیا ہے

دُودِ آں نارم دلیلم من بُرد — دُور ازاں شہ باطلٌ مَا عَبَّرُوا
میں اُس آگ کا دھواں ہوں کہ میں اُسکی نشانی ہوں — اُس شاہ سے دور ہے لوگوں نے جو تعبیر کی وہ باطل ہے

خود نباشد [۲] آفتابے را دلیل — جز کہ نورِ آفتابِ مستطیل
سورج کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوتی — سورج کے لمبے نور کے سوا

سایہ کہ بُود تا دلیلِ اُو بُود — ایں بسستش کہ ذلیلِ اُو بُود
سایہ کیا ہوتا ہے جو اُس کی دلیل بنے — اُس کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اُس کا تابع ہو

ایں جلالت در دلالت صادق است — جملہ ادراکات پس اُو سابق است
یہ بڑائی (اپنی) دلالت میں سچی ہے — تمام ادراکات پیچھے ہیں، وہ آگے ہے

جملہ ادراکات [۳] بر خرہائے لنگ — اُو سوارِ بادِ پرّاں چوں خدنگ
تمام ادراکات لنگڑے گدھوں پر سوار ہیں — وہ تیر کی طرح اُڑنے والی ہوا پر سوار ہے

گر گریزد کس نیابد گردِ شہ — ور گریزند اُو بگیرد پیشِ رہ
اگر شاہ بھاگے کوئی اُس کی گرد نہیں پا سکتا — اور اگر لوگ بھاگیں تو وہ (شاہ) آگے کا راستہ روک لے

جملہ ادراکات را آرام نے — وقتِ میدان است وقتِ جام نے
جملہ ادراکات کو سکون نہیں ہے — میدان کا وقت ہے، جام کا وقت نہیں ہے

آں یکے وہمے چو بازے می پرد — واں یکے چوں تیر منفذ می درد
ایک خیال باز کی طرح اڑتا ہے — اور ایک تیر کی طرح خود کو پھاڑتا ہے

واں دگر چوں کشتی با بادباں — واں دگر اندر تراجع ہر زماں
اور دوسرا بادبان والی کشتی کی طرح ہے — اور دوسرا ہر وقت تردّد میں ہے

---

۱ رِقّ۔ غلامی۔ دقّ۔ گھلاؤ، کمزوری۔ زَہرہ۔ زار کے زبرے پتّہ۔ زُہرہ، زار کے پیش سے ستارے کا نام ہے۔ عقلِ کُل۔ عقلِ اوّل۔ من چہ گویم۔ یہاں سے مولانا نے حضرت جبرئیلؑ کے حُسن کے ذکر سے اللہ کے جمال کی طرف گریز کیا ہے۔ دمگہ۔ گلا، صنعت۔ دُود۔ یعنی میں اور تمام مخلوق اُس کے آثار ہیں اور اثر موثر کے وجود کی دلیل ہوتا ہے لہٰذا میں اُس کے وجود کی دلیل ہوں اِس کے علاوہ ذاتِ باری کی جو تعبیرات ہیں وہ صحیح تعبیریں نہیں ہیں۔

۲ خود۔ سورج کا وجود کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ "آفتاب آمد دلیلِ آفتاب" سایہ۔ مولانا نے اپنے آپ کو دُھواں قرار دے کر خود کو دلیل کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے سایہ کی کیا حقیقت ہے کہ وہ سورج کی دلیل بن سکے جملہ ادراکات۔ یعنی وہ تمام ادراکات سے وراء الوراء ہے۔

۳ جملہ ادراکات۔ ہماری دلیل اور ادراک کی وجودِ باری سے وہی نسبت ہے جو خرِ لنگ اور ہوا پر سوار کی نسبت۔ خرِ لنگ اُس کو کبھی نہیں پکڑ سکتا۔ گر گریزد۔ ذاتِ حق انسان سے قریب بھی ہے اور اُس کے ادراک سے بعید بھی ہے۔ جملہ ادراکات۔ انسان کے جس قدر ادراکات ہیں وہ کوئی بھی اسکی حقیقت تک پہنچکر مطمئن نہیں ہے پھر بھی جستجو جاری رہنی ضروری ہے۔ آں یکے۔ انسانوں کے ادراک مختلف ہیں کسی کا ادراک تیز ہے اور کسی کا ادراک مرانع اور حجابات کو دور کرنے اور ہٹانے والا ہے۔ واں دگر۔ ایک کے وہم و خیال کی روانی کشتی کی سی ہے۔ تراجع۔ تردّد۔

چوں شکارے[۱] می نماید شاں ز دور
جب اُن کو کوئی شکار دُور سے نظر آتا ہے
جملہ حملہ می فزایند آں طیور
وہ سب پرند حملہ کرتے ہیں

چونکہ ناپیدا شود حیراں شوند
جب وہ غائب ہو جاتا ہے سب حیران ہوتے ہیں
ہمچو جغداں سوئے ہر ویراں شوند
اُلوؤں کی طرح ہر ویرانے میں چلے جاتے ہیں

منتظر چشمے بہم یک چشم باز
اس طور پر منتظر کہ ایک آنکھ کھلی ہوئی ایک آنکھ بند
تاکہ پیدا گردد آں صیدِ نیاز
تاکہ وہ نیازمندی کا شکار نظر آ جائے

چوں بماند دیر گویند از ملال
جب وہ دیر تک (مخفی) رہتا ہے تھک کر کہتے ہیں
صید بود آں خود عجب یا خود خیال
تعجب ہے، وہ شکار تھا، یا خود خیال (تھا)

مصلحت[۲] آنست تا یک ساعتے
مصلحت یہ ہے، کہ تھوڑی دیر
قوتے گیرند و زور از راحتے
آرام کے ذریعہ قوت اور طاقت پیدا کر لیں

گر نبودے شب ہمہ خلقاں ز آز
اگر رات نہ ہوتی تمام لوگ حرص کی وجہ سے
خویشتن را سوختندے ز اہتزاز
بھاگ دوڑ میں اپنے آپ کو جلا ڈالتے

از ہوس وز حرصِ سود اندوختن
ہوس اور نفع کمانے کی حرص سے
ہر کسے دادے بدن را سوختن
ہر شخص جسم کو پھونک ڈالتا

شب پدید آید چو گنجِ رحمتے
رحمت کے خزانے کی طرح رات ہو جاتی ہے
تا رہند از حرصِ خود یک ساعتے
تاکہ تھوڑی دیر کیلئے حرص سے نجات پا جائیں

چونکہ[۳] قبضے آیدت اے راہرو
اے سالک! جب تجھ پر قبض طاری ہو
آں صلاحِ تست آیس دل مشو
وہ تیری بھلائی ہے، مایوس دل نہ بن

زانکہ در خرجی دراں بسط و گشاد
کیونکہ تو اُس قبض و بسط میں صرف کرنے میں ہے
خرج را دخلے بباید ز اعتداد
خرچ کے لئے ذخیرے میں سے آمد چاہئیے

گر ہمارہ فصلِ تابستاں بدے
اگر ہمیشہ گرمی کا موسم ہوتا
سوزشِ خورشید در بستاں زدے
سورج کی گرمی، باغ کو پھونک دیتی

منبتش را سوختے از بیخ و بن
اُس کی کیاریوں کو جڑ اور بنیاد سے ایسا جلا دیتی
کہ دگر تازہ نگشتے آں کہن
کہ وہ پُرانا کبھی (ترو) تازہ نہ بنتا

گر ترش رویست آں دے مشفق ست
اگر وہ خزاں ترش رو ہے تو مہربان (بھی) ہے
صیف خندانست امّا محرق ست
گرمی کا موسم مسکرانے والا ہے لیکن جلانیوالا ہے

---

۱ شکارے۔ کوئی تجلی۔ آں طیور یعنی حواس۔ جغداں۔ یعنی اس تجلی کے ادراک سے محروم ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ منتظر۔ انسان شکار پر تیر وغیرہ چلانے کے وقت ایک آنکھ بند کر لیتا ہے ایک آنکھ سے نشانہ باندھتا ہے۔ صید۔ یعنی تجلی۔ چوں۔ مایوسی میں سوچنے لگتا ہے کہ وہ کوئی تجلی تھی یا محض غیر واقعی خیال تھا۔

۲ مصلحت۔ ان حالات میں سالک اور مجاہد کے لئے مناسب ہے کہ وہ آرام کرے تاکہ اُس میں طاقت پیدا ہو جائے۔ گر نبودے۔ اللہ تعالیٰ نے رات کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ انسان اُس میں آرام کرے اور تھکن دور کرے۔ اہتزاز حرکت کرنا۔ از ہوس۔ اگر رات نہ ہوتی تو کمائی کے لالچ میں ہر وقت مصروفِ کار رہ کر بدن کو تباہ کر لیتا۔ شب۔ رات کا وجود انسانوں کے لئے اللہ کی رحمت ہے۔

۳ چونکہ قبض کی حالت میں وہ تمام قوائے باطنی مجتمع ہو جاتے ہیں جو بسط کی حالت میں خرچ ہو رہے تھے۔ آیس۔ مایوس۔ دخل۔ آمدنی۔ اعتداد۔ جمع کرنا۔ گر ہمارہ۔ موسمی تغیرات رحمتِ خداوندی ہیں۔ منبت۔ کھیت کیاری۔ دے۔ خزاں کا موسم اگرچہ ناگوار ہے لیکن اُسمیں بھی خوبی ہے۔ صیف۔ موسم گرما میں اگرچہ انسان کو تکلیف ہوتی ہے لیکن پھول بھی کھلتے ہیں۔

۵۱ چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بیں ‌‌ تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں

جب قبض طاری ہو تو اس میں بسط کا مشاہدہ کر ‌‌ تازہ رو، پیشانی پر شکن نہ ڈال

کودکاں خنداں و دانایاں ترش ‌‌ غم جگر را باشد و شادی ز شش

بچے خوش ہیں اور عقلمند غمگین ہیں ‌‌ غم جگر کے لئے ہے، اور خوشی پھیپھڑے سے

چشمِ کودک ہمچو خر در آخرست ‌‌ چشمِ عاقل در حسابِ آخرست

بچے کی نظر، گدھے کی طرح آخور پر ہے ‌‌ عقلمند کی نظر آخرت کے حساب پر ہے

او در آخر چرب می بیند علف ‌‌ ویں ز قصاب آخرش بیند تلف

وہ آخر میں، لذیذ گھاس دیکھتا ہے ‌‌ اور یہ قصائی سے بالآخر اپنی ہلاکت دیکھتا ہے

۵۲ آں علف تلخ ست کیں قصاب داد ‌‌ بہرِ لحمِ ما ترازوے نہاد

جو گھاس قصائی نے دی ہے، وہ کڑوی ہے ‌‌ اس نے ہمارے گوشت کے لئے ترازو تیار کی ہے

رو ز حکمت خور علف کاں را خدا ‌‌ بے عوض دادست و از محضِ عطا

جا، دانائی کی گھاس کھا، جو خدا نے ‌‌ مفت عنایت کی ہے، اور خالص عطیہ ہے

فہمِ ناں کردی نہ حکمت اے رہی ‌‌ چونکہ حق گفتت کلوا من رزقہٖ

اے بندے! تو روٹی سمجھا نہ کہ حکمت ‌‌ جبکہ اللہ نے تجھ سے فرمایا، اس کا رزق کھاؤ

رزقِ حکمت بہ بود در مرتبت ‌‌ کاں گلوگیرت نباشد عاقبت

رتبے میں حکمت کا رزق بہتر ہوتا ہے ‌‌ اس لئے کہ انجام میں وہ تیرا گلا پکڑنے والا نہ ہوگا

۵۳ ایں دہاں بستی دہانے باز شد ‌‌ کو خورندہ لقمہائے راز شد

تو نے یہ منہ بند کیا تو ایسا منہ کھلا ‌‌ جو اسرار کے لقمے کھانے والا بنا

گر ز شیرِ دیوِ تن را وابری ‌‌ در فطامِ او بسے نعمت خوری

اگر تو اس جسم کے شیطان کو دودھ سے ہٹائے گا ‌‌ اس کا دودھ چھڑانے میں بہت سی نعمتیں کھائیگا

ترکِ جوشش کردہ ام من نیم خام ‌‌ از حکیمِ غزنوی بشنو تمام

میں نے ادھ کچرے کو جوش نہیں دیا ہے ‌‌ حکیم غزنوی سے مکمل سن لے

در الٰہی نامہ گوید شرحِ ایں ‌‌ آں حکیمِ غیب و فخر العارفین

اس کی شرح "الٰہی نامہ" میں بیان کی ہے ‌‌ اس اسرار کے دانا اور عارفوں کے فخر نے

غم خور و نانِ غم افزایاں مخور ‌‌ زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر

غم کھالے، اور غم بڑھانے والوں کی روٹی نہ کھا ‌‌ کیونکہ عقلمند غم کھاتا ہے، بچہ شکر کھاتا ہے

---

۵۱ چونکہ قبض۔ اگر سالک پر قبض کی کیفیت طاری ہو تو اس سے بھی غمگین نہ ہونا چاہیے اس کو مفید سمجھے۔ کودکاں۔ بسط کی کیفیت بھی ایک طفلانہ حرکت ہے اس کے زیادہ خواہشمند نہ ہو۔ چشمِ کودک۔ بچہ عارضی خوشیوں سے خوش رہتا ہے۔ چشمِ عاقل۔ عقلمند کے پیشِ نظر آخرت رہتی ہے تو وہ اس کے حساب و کتاب سے مغموم رہتا ہے۔

۵۲ آں علف۔ دنیاوی لذتوں کو قصائی کی گھاس سمجھ۔ اصل خوراک دین کا تفقہ اور اہلِ یقین کا طریقہ ہے۔ کلوا من رزقہٖ۔ تم اس کا رزق کھاؤ۔ اس رزق سے مراد حکمت ہے نہ کہ دنیاوی غذائیں۔ رزقِ حکمت۔ یہ رزق ایسا ہے جس پر کوئی اخروی مواخذہ نہیں ہے۔

۵۳ ایں دہان۔ حضرت سعدیؒ نے فرمایا ہے۔ شعر
اندروں از طعام خالی دار
تا درو نورِ معرفت بینی
گر۔ دنیوی لذتیں ترک کرنے سے اسرارِ خداوندی کا رزق حاصل ہونے لگے گا۔ ترک۔ میں نے یہ مضمون پورا نہیں سمجھایا اگر پورا سمجھنا ہو تو "الٰہی نامہ" پڑھ لو جو حکیم سنائی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ غم خور۔ انسان کو آخرت کی فکر کرنی چاہیے شکر کھانا طفلانہ حرکت ہے۔

قندِ[۱] شادی میوهٔ باغِ غم است — این فرح زخم است و آں غم مرہم است
خوشی کی شکر، غم کے باغ کا میوہ ہے — یہ خوشی زخم ہے، اور غم مرہم ہے

غم چو بینی در کنارش کش بعشق — از سرِ ربوہ نظر کن در دمشق
تو جب غم دیکھے اس کو محبت سے بغل میں لے لے — دمشق کو ٹیلے پر سے دیکھ

عاقل از انگور مے بیند ہمی — عاشق از معدوم شئ بیند ہمی
عقلمند انگور میں شراب دیکھتا ہے — عاشق، معدوم میں موجود کو دیکھتا ہے

جنگ میکردند حمالاں پریر — تو مکش تا من کشم حملش چو شیر
پرسوں، بوجھ اٹھانے والے جھگڑ رہے تھے — تو نہ اٹھا تاکہ میں شیر کی طرح اس کا بوجھ اٹھاؤں

زانکہ زاں رنجش ہمی دیدند سود — حمل را ہر یک ز دیگر می ربود
کیونکہ انھوں نے اس تکلیف کو مفید سمجھا تھا — (اسلئے) بوجھ کو ایک دوسرے سے اچکتا تھا

مزدِ[۲] حق کو مزدِ آں بے مایہ کو — این دہد گنجیت مزد آں تسو
کہاں اللہ (تعالیٰ) کی مزدوری کہاں اس مفلس کی — یہ تجھے مزدوری میں خزانہ دے گا، وہ کوڑی

گنجِ زرے کہ چو خسپی زیرِ ریگ — با تو باشد آں نباشد مردہ ریگ
(مزدوری) سونے کا ایسا خزانہ کہ جب تو مٹی کے نیچے سوئیگا — وہ تیرے پاس ہوگا، وہ موروثی مال نہ ہوگا

پیش پیشِ آں جنازت میرود — مونسِ گور و غریبی می شود
وہ تیرے جنازے کے آگے آگے چلے گا — مسافرت، اور قبر میں غم خوار ہوگا

بہرِ[۳] روزِ مرگ ایں دم مردہ باش — تا شوی با عشقِ سرمد خواجہ تاش
موت کے دن کے لئے اس وقت مُردہ بن جا — تاکہ تو سرمدی عشق کا ساتھی بنے

صبر می بیند ز پردہ اجتہاد — روئے چوں گلنار و زلفین مراد
صبر، مجاہدے کے پردے میں سے دیکھتا ہے — مقصود کا گلنار جیسا چہرہ اور دو زلفیں

غم چو آئینہ ست پیشِ مجتہد — کاندراں ضد می نماید روئے ضد
مجاہدہ کرنے والے کے لئے غم آئینہ جیسا ہے — کہ اس ضد میں (اسکی) ضد کا چہرہ نظر آتا ہے

بعدِ ضدِ رنج آں ضدِ دگر — رو دہد یعنی گشاد و کرّ و فرّ
مقابل رنج کے بعد دوسرا مقابل — نظر آتا ہے یعنی کشادگی اور شان و شوکت

انار کے درخت کی ایک قسم ہے جس پر پھل نہیں آتا وہ صرف پھولوں سے لدھ جاتا ہے۔ غم۔ مجاہدہ کرنیوالا غم میں خوشی دیکھتا ہے۔ ضدِ رنج۔ رنج اور خوشی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جب ایک ضد یعنی رنج نمودار ہوتا ہے تو اسکے بعد کشادگی اور خوشی نمودار ہوجاتی ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۔ "بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔"

۱ قندِ شادی۔ آخرت کا غم خوشی کی قند عنایت کریگا دنیا کی خوشی تو زہرِ غم ہے۔ دمشق۔ ملک شام کا مشہور شہر ہے۔ ربوہ۔ ٹیلا، ایک خاص ٹیلا ہے جو دمشق کے قریب ہے جو شخص دمشق کے حُسن کا قائل نہیں ہوتا تھا اُس کو کہا جاتا تھا کہ اُس ٹیلے پر چڑھ کر دمشق کا منظر دیکھ لے تو حُسن کا قائل ہو جائیگا۔ عاقل۔ عقلمند انسان ہر چیز کے آغاز سے انجام کو دیکھ لیتا ہے تم بھی غمِ امروز سے مسرتِ فردا کو دیکھو۔ حمالاں۔ مزدور، بوجھ کی مصیبت انجام یعنی مزدوری کے لالچ میں برداشت کرتا ہے۔

۲ مزدِ حق۔ جب بے مایہ انسان سے مزدوری حاصل کرنے کے لئے مشقت اُٹھائی جاتی ہے تو اللہ کی جانب سے جو مزدوری ملے گی اس کے لئے کیوں نہ مشقت برداشت کی جائے۔ تسو۔ چار جَو کے وزن کا سکہ تھا۔ گنج۔ وہ ایسا خزانہ ہوگا جو قبر میں کام آئیگا۔ مُردہ ریگ۔ وراثت کا مال۔ پیش۔ نیکیاں مُردے سے پہلے ہی راحت رسانی کیلئے قبر میں پہنچ جاتی ہیں۔

۳ بہرِ روزِ مرگ۔ حکم ہے۔ مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا یعنی موت سے قبل ہی دنیا اور اُس کی لذتوں کو خیر باد کہدو۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلاموں میں سے ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلاتا ہے۔ گلنار۔

این دو[1] وصف از پنجہ و دستت ببیں
ان دونوں باتوں کو اپنے ہاتھ اور پنجے سے سمجھ لے

بعد قبضِ مُشت بسط آید یقیں
مُٹھی بند کرنے سے یقیناً فراخی آتی ہے

پنجہ را اگر قبض باشد دائما
اگر مُٹھی ہمیشہ بند رہے

یا ہمہ بسط اُو بُود چوں مُبتلا
یا ہمہ وقت کھلی رہے، وہ مصیبت میں رہیگی

زیں دو وصفش کار و مکسب مُنتظم
اُس کے اِن دونوں وصفوں سے کاروبار باقاعدہ ہے

چوں پر مُرغ ایں دو حال اُو را مُہم
جس طرح پرندکے بازوؤں کیلئے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں

گفتنِ روحُ القُدس مریم را علیہما السّلام کہ من رسولِ حقّم آشفتہ و پنہاں از من مشو

حضرت جبرئیلؑ کا حضرت مریمؑ سے کہنا اُن دونوں پر سلام ہو، کہ میں اللہ تعالیٰ کا قاصد ہوں مجھ سے پریشان نہ ہو اور نہ چُھپ

چونکہ[2] مریم مضطرب شُد یک زماں
جب تھوڑی دیر کے لئے حضرت مریمؑ تڑپیں

ہمچناں کہ بر زمیں آں ماہیاں
جیسے کہ خشکی پر مچھلیاں

بانگ برِوے زد نمودارِ کرم
کرم (خداوندی) کے جلوے نے انہیں پکارا

کہ امینِ حضرتم از من مرم
کہ میں خدا کا امین ہوں، مجھ سے نہ بھاگیے

از سرافرازانِ عزّت سر مکش
(بارگاہ) عزّت کے معززین سے سر نہ پھیرئیے

از چنیں خوش محرماں دم درمکش
اتنے بہترین رازداروں سے سراسیمہ نہ ہو

ایں ہمی گفت و ذُبالہ نورِ پاک
وہ یہ کہہ رہے تھے، اور پاک نور کی شعاع

از لبش می شُد پیاپے بر سماک
اُن کے ہونٹوں سے پے درپے سماک (ستارہ) پہنچ رہی تھی

از وجودم می گریزی در عدم
آپ میرے وجود سے علیحدہ کیوں بھاگتی ہیں؟

در عدم من شاہم و صاحب علم
میں آخرت کا شاہ ہوں اور علمبردار ہوں

خود بنہ و[3] بنگاہِ من در نیستی ست
میرا سامان اور گھر (ملک) عدم میں ہے

یک سوارہ نقشِ من پیشِ ستی ست
تھوڑی دیر کے لئے میری صورت جناب کے سامنے ہے

مریما بنگر کہ نقشِ مشکلم
اے مریمؑ! دیکھو میں ایک مشکل نقش ہوں

ہم ہلالم ہم خیال اندر دلم
میں چاند بھی ہوں (اور) میں دل کے اندر خیال بھی ہوں

چوں خیالے در دلت آمد نشست
خیال جب تمہارے دل میں آیا، بیٹھ گیا

ہر کجا کہ میگریزی با تو ہست
جہاں بھی جاؤ، وہ تمہارے ساتھ ہے

---

[1] این دو وصف یعنی تنگی کے بعد کشادگی آنے کو اپنے ہاتھ کی مُٹھی سے سمجھ لو ہاتھ کی مُٹھی بند رکھو گے تو فارغ البالی اور کشادگی میسر آئے گی۔ پنجہ را۔ ہاتھ کی مُٹھی کا نہ ہمیشہ کھلا رہنا اچھا ہے نہ بند رہنا۔ زیں دو وصف۔ مُٹھی کا نہ ہر وقت بند رکھنا مناسب ہے اور نہ ہر وقت کھولنا جس طرح کہ پرند کی پرواز اُسی وقت صحیح رہتی ہے جبکہ بازو ہر وقت کھلیں اور ہر وقت بند ہوں۔

[2] چونکہ حضرت مریمؑ حضرت جبرئیلؑ کے اچانک رُونما ہوجانے سے ایسی تڑپیں جیسا کہ مچھلی خشکی پر تڑپتی ہے۔ امین حضرت جبرئیلؑ کو روح الامین کہا جاتا ہے حضرت۔ دربارِ خداوندی۔ مرم۔ نہ بھاگ۔ سرافراز۔ باعزت۔ ذُبالہ چراغ کی بتی۔ سماک۔ ایک ستارہ کا نام ہے۔ در عدم۔ عالمِ آخرت۔

[3] بُنہ و بُنگاہ۔ بُنہ، سامان۔ بُنگاہ، سامان رکھنے کی جگہ۔ ستی۔ معزز عورت۔ ہم ہلالم۔ یعنی میرا شہودی وجود بھی ہے اور مثالی وجود بھی ہے، وجودِ مثالی مثل خیال کے ہے خیال سے انسان بھاگ کر نہیں بچ سکتا۔

جز خیالے[1] عارضیؔ باطلے — کو بود چوں صبحِ کاذب آفلے
سوائے عارضی، باطل خیال کے — جو صبح کاذب کی طرح غائب ہوجانے والا ہے

من چو صبحِ صادقم از نورِ رب — کہ نگردد گردِ روزم ہیچ شب
میں اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صبح صادق کی طرح ہوں — کہ میرے دن کے پاس کوئی رات نہیں آتی ہے

ہیں مکن لاحول عمران زادہ ام — کہ ز لاحول ایں طرف افتادہ ام
اے عمران کی بیٹی! مجھ پر "لاحول" نہ پڑھو — میں "لاحول" سے ہی اس طرف آیا ہوں

مر مرا اصل و غذا لاحول[2] بود — نورِ لاحولے کہ پیش از قول بود
میری اصل اور غذا "لاحول" ہے — اس "لاحول" کا وہ نور جو لفظ سے پہلے ہے

تو ہمی گیری پناہ از من بحق — من نگاریدہ پناہم در سبق
آپ مجھ سے اللہ (تعالیٰ) کی پناہ چاہ رہی ہیں — میں ازل میں اسی کی پناہ کی تحریر ہوں

آں پناہم من کہ مخلصہات بوذ — تو اعوذ آری و من خود آں اعوذ
میں وہی پناہ ہوں جو آپ کی نجات کی جگہ ہے — آپ اعوذ پڑھتی ہیں میں خود وہی اعوذ ہوں

آفتے[3] نبود بتر از ناشناخت — تو برِ یاری ندانی عشق باخت
نہ پہچاننے سے زیادہ بڑی کوئی مصیبت نہیں ہے — تو معشوق کے پاس ہے اور عشقبازی نہیں جانتا

یار را اغیار پنداری ہمی — شادیِ را نام بنہادی غمی
تو معشوق کو غیر سمجھ رہا ہے — تو خوشی کو غمی کا نام دیتا ہے

ایں چنیں لطفے کہ دارد یارِ ما — تو گریزانی از و اے بیوفا
اس مہربانی کے ہوتے ہوئے ہمارا یار رکھتا ہے — اے بے وفا! تو اس سے بھاگتا ہے

ایں چنیں نخلے کہ لطفِ یارِ ماست — چونکہ ما دزدیم نخلش دارِ ماست
کھجور کا ایسا درخت جو ہمارے یار کی مہربانی ہے — جبکہ ہم چور ہیں اس کا کھجور کا درخت ہمارے لئے سولی ہے

ایں چنیں مشکیں کہ زلفِ میرِ ماست — چونکہ بے عقلیم آں زنجیرِ ماست
ایسی خوشبودار چیزیں جو کہ ہمارے آقا کی زلفیں ہیں — جبکہ ہم بے عقلی کریں، وہ ہماری بیڑیاں ہیں

ایں چنیں لطفے چو نیلے میرود — چونکہ فرعونیم چوں خوں می شود
ایسی مہربانی جو نیل (دریا) کی طرح جاری ہے — جبکہ ہم فرعون ہیں، خون جیسی ہوجاتی ہے

خوں ہمی گوید من آبم ہیں مریز — یوسفم گرگ از توام اے پُرستیز
خون کہتا ہے کہ میں پانی ہوں خبردار! مجھے نہ بہا — میں یوسف ہوں اے جھگڑالو! تیری وجہ سے بھیڑیا ہوں

۱؎ جز خیالے - عارضی جس خیال سے جدائی ممکن ہے صبح کاذب - یہ صبح نمودار ہوکر غائب ہوجاتی ہے۔ صبحِ صادق - یہ صبح نمودار ہوکر غائب نہیں ہوتی۔ ہیں مکن - لاحول کے معنی ہیں کہ طاقت صرف اللہ کی ہے تو جو چیز خود اللہ کی قوت سے نمودار ہوئی ہو اُس پر لاحول پڑھنا بیکار ہے۔

۲؎ لاحول یعنی خدائی طاقت۔ قول - یعنی لاحول پڑھنے والے کا تلفظ: نگاریدہ - اللہ کی پناہ کی تحریر سے پناہ پکڑنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ آں پناہم - جبکہ میں خود تمہاری پناہ اور بچاؤ کی جگہ ہوں اور اعوذ سے وہی چیز تم مانگ رہی ہو تو پھر مجھ پر اعوذ پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ تو دل مجھ پر رکھتی ہیں جیسی ہو۔

۳؎ آفتے - مولانا حضرت جبرئیلؑ کو نہ پہچاننے کا بیان کر رہے تھے اب یہاں سے خدا کو نہ پہچاننے کا مضمون شروع فرما دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نہ پہچاننا سب سے بڑی مصیبت ہے اے مخاطب تیرا محبوبِ حقیقی تیرے پاس ہے اور تو اس کو نہیں پہچانتا ہے نہ اُس سے محبت کرتا ہے۔ یار - خدا کے ساتھ تیرا معاملہ غیروں کا سا معاملہ ہے۔ ایں چنیں - خدا کی اسقدر مہربانیوں کے ہوتے ہوئے اُس سے گریز بڑی بیوفائی ہے۔ ایں چنیں - یعنی اللہ کی رحمت کے اسباب ہماری نافرمانی کی وجہ سے زحمت کے اسباب بنگئے ہیں۔ مشکیں -

خوشبودار چیز - تیر - آقا - زنجیر - زلف یعنی نعمتیں زحمتیں بنجاتی ہیں - خون - جو پانی خون بنگیا تھا وہ کہتا ہے مجھے ضائع نہ کر اور پانی بنا کر مجھ سے فائدہ اُٹھالے۔

تو نمی[1] بینی کہ یارِ بُردبار
تو نہیں دیکھتا ہے، کہ بُردبار دوست

چونکہ با اُو ضِد شُدی گردد چو مار
جب تو اُس کی ضد بنا وہ سانپ جیسا بنجاتا ہے

لَحم اُو و شحمِ اُو دیگر نشُد
اُس کا گوشت، اور چربی نہیں بدلی

بَر قرارِ اوّلست آنساں کہ بُد
پہلے ہی کی طرح ہے جیسا کہ تھا

عزم کردنِ آں وکیل از عشق کہ رجوع کُند بہ بُخارا لاابالی وار

محبت کی وجہ سے اُس وکیل کا ارادہ کر لینا، کہ لاپروا ہو کر بُخارا میں واپس آجائیگا

شمعِ مریمؑ را بہل اَفروختہ
(حضرت) مریمؑ کی شمع جلتی چھوڑ

کہ بُخارا میرود آں سوختہ
کیونکہ وہ دِل جلا بُخارا کو جا رہا ہے

سخت بے صبر و دراں آتشدانِ تیز
سخت بے صبری، اور تیز بھٹی میں

رُو سوئے صدرِ جہاں کُن می گریز
(اکھتا تھا) صدرِ جہاں کا رُخ کر، بھاگ

ایں بُخارا منبعِ دانش بُوَد
یہ بُخارا عقل کا مخزن ہوتا ہے

پس بُخارائیست ہر کانش بُوَد
جو اِس طرح کا ہو وہ بُخاری ہے

پیشِ شیخے[2] در بُخارا اندری
شیخ کے سامنے تو بُخارا میں ہے

تا بخواری در بُخارا ننگری
بُخارا کو ذلّت سے ہرگز نہ دیکھنا

جز بخواری در بُخارائے دلش
اُس کے دل کے بُخارا میں عاجزی کے سوا

راہ ندہد جزر و مدِ مُشکلش
اُسکی مُشکلات کا مد و جزر راستہ نہیں دیتا ہے

اے خُنک آں را کہ ذلّت نفسہٗ
خوش نصیب ہے وہ جس کا نفس فرمانبردار ہو گیا ہے

وائے آں کس را کہ یُردِی رَفسہٗ
اُس شخص پر حسرت ہے، جسکی دولتیاں اُسکو ہلاک کرتی ہیں

فُرقتِ صدرِ جہاں در جانِ اُو
صدرِ جہاں کی جدائی جو اُس کی جان میں تھی

پارہ پارہ کردہ بُود ارکانِ اُو
اُس نے اُس کے اعضاء کو پارہ پارہ کر دیا تھا

گفت[3] برخیزم ہمانجا وا رَوم
اُس نے کہا میں اٹھتا ہوں، اُسی جگہ واپس جاتا ہوں

کافر ار گشتم دِگر رہ بگروم
اگر میں کافر ہو گیا ہوں، تو دوسری راہ اختیار کر لیتا ہوں

وا رَوم آنجا بیفتم پیشِ اُو
اُسی جگہ واپس جاتا ہوں اُسکے سامنے گرتا ہوں

پیشِ آں صدرِ نکو اندیشِ اُو
اُس (عاشق) کی بھلائی سوچنے والے صدر کے سامنے

گویم افگندم بہ پیشت جانِ خویش
میں کہوں گا میں نے اپنی جان تیرے سامنے لا ڈالی ہے

زندہ کُن یا سَر بُبر ما را چو میش
زندہ کر دے یا بھیڑ کی طرح ہمارا سر قلم کر دے

---

[1] تو نمی۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ اگر دوست سے دوستی نہ برتو تو وہ دشمنی پر اُتر آتا ہے۔ لحم۔ یعنی اُس دوست کا جسم جو تمہارا دشمن بن گیا ہے۔ اِسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا تمہاری نازیبا حرکات کی وجہ سے اُسکے مزاج میں تغیر آیا ہے۔ لاُابالی۔ لاپروا۔ آں سوختہ یعنی وکیل۔ بُخارا۔ یہ بُخار سے بنا ہے جو جمع علوم کے معنی میں ہے۔ منبع۔ چشمہ۔ دانش۔ علم و عقل۔ بُخارائی۔ لہٰذا بُخارائی اور بُخاری وہ شخص ہوگا جس میں علم و دانش ہوگی۔

[2] پیشِ شیخے۔ شیخ کا دل بھی اِن معنیٰ کے اعتبار سے بُخارا ہے لہٰذا اُس کی عزت کرو۔ جز بخواری۔ شیخ کے دل میں اُسوقت جگہ پاؤ گے جبکہ خواری اور ذلّت اختیار کرو گے۔ رَفسہٗ یعنی اُس کی گستاخی۔ رَفث یعنی شہوت انگیز باتیں۔ ارکان۔ اعضاء۔

[3] گفت۔ یعنی وکیل نے کہا ہمانجا۔ یعنی بُخارا۔ نکو اندیش۔ معشوق جو کچھ بھی عاشق کے بارے میں سوچے وہ عاشق کے نزدیک بھلا ہی ہے۔ میش۔ بھیڑ۔

کُشتہ[۱] و مُردہ بہ پیشت اے قمر — بہ کہ شاہِ زندگاں جائے دِگر
اے چاند! تیرے سامنے مقتول اور مُردہ ہونا — دوسری جگہ زندوں کا شاہ ہونے سے بہتر ہے

آزمودم من ہزاراں بار پیش — بے تو شیریں می نہ بینم عیشِ خویش
میں نے لاکھوں بار پہلے آزما لیا — میں تیرے بغیر اپنی زندگی میٹھی نہیں سمجھتا ہوں

غَنِّ لِی یَا مُنْیَتِی لَحْنَ النُّشُوْر — اُبْرُکِی یَا نَاقَتِی تَمَّ السُّرُوْر
اے میری تمنا! میرے دوبارہ زندہ ہونیکا گانا گا — اے میری اونٹنی بیٹھ جا، سُرور مکمل ہو گیا ہے

اِبْلَعِی[۲] یَا اَرْضُ دَمْعِی قَدْ کَفٰی — اِشْرَبِی یَا نَفْسُ وُدًّا قَدْ صَفَا
اے زمین! میرے آنسو نگل جا جو کافی ہیں — اے نفس! وہ دوستی پی لے جو صاف ہو گئی ہے

عُدْتَ یَا عِیْدِیْ اِلَیْنَا مَرْحَبَا — نِعْمَ مَا رَوَّحْتَ یَا رِیْحَ الصَّبَا
اے میری عید! تو ہماری طرف لوٹ آئی ہے مرحبا — اے بادِ صبا! بہت عمدہ خوشبو ہے جو تو نے مہکائی ہو

گفت اے یاراں رواں گشتم وداع — سُوئے آں صدرے کہ میرست و مُطاع
اُس نے کہا اے دوستو! میں چلا اَلوداع — اُس صدر کی جانب جو سردار اور واجب الاطاعت ہے

دمبدم در سوزِ بریاں می شوم — ہرچہ بادا باد آنجا می روم
میں دمبدم سوزش میں بھن رہا ہوں — جو کچھ ہونا ہے ہو، میں وہاں جاتا ہوں

گرچہ دل چوں سنگِ خارا میکند[۳] — جانِ من عزمِ بخارا می کند
اگر وہ (اپنا) دل سنگِ خارا کی طرح بنا رہا ہے — میری جان بخارا کا قصد کر رہی ہے

مسکنِ یارست و شہرِ شاہِ من — پیشِ عاشق ایں بُوَد حُبُّ الْوَطَن
وہ میرے یار کا وطن، اور میرے شاہ کا شہر ہے — عاشق کے لئے یہی وطن کی دوستی ہے

پُرسیدنِ معشوقے از عاشق کہ از شہرہا کدام بہترست
ایک معشوق کا عاشق سے دریافت کرنا کون شہر بہت ہے
وانبوہ تر و پُر نعمت تر و دلکشا تر و جواب دادنِ عاشق اورا
اور زیادہ آباد اور زیادہ نعمتوں سے پُر اور زیادہ دلکشا اور اُس کو عاشق کا جواب دینا

گفت معشوقے بعاشق کاے فتیٰ — تو بغربت دیدہ بس شہرہا
ایک معشوق نے عاشق سے کہا اے نوجوان! — تو نے مسافرت میں بہت سے شہر دیکھے ہیں

پس کُدامیں شہر زانہا خوشترست — گفت آں شہرے کہ در وے دلبرست
اُن میں سے کون شہر بہتر ہے؟ — اُس نے کہا، وہ شہر جس میں معشوق ہے

---

[۱] کُشتہ۔ معشوق کے قدموں میں مرجانا دوسری جگہ کی شہنشاہی سے بہتر ہے۔ غَنِّ۔ تو گا۔ مُنْیَتِی۔ میری تمنا۔ النُّشُوْر۔ دوبارہ زندہ ہونا۔ تَمَّ السُّرُوْرُ۔ سرور مکمل ہو گیا ہے یعنی سفر کے ارادہ سے سرور مکمل ہو گیا لہٰذا میرے اونٹ تو بیٹھ جا تاکہ میں تیرے اوپر بیٹھ کر معشوق کی طرف کوچ کروں۔

[۲] اِبْلَعِی۔ یعنی اے زمین فراق میں جو میرے آنسو بہہ رہے ہیں تو ان کو نگل لے۔ وُدًّا۔ دوستی۔ گفت۔ وکیل نے کہا۔ وداع۔ رخصت۔ مُطاع جس کی اطاعت کی جائے۔ آنجا۔ یعنی بخارا۔

[۳] میکند۔ یعنی صدر جہاں نے اگرچہ اپنا دل سنگِ خارا کی طرح بنا لیا ہے۔ حُبُّ الْوَطَن۔ عاشق کے نزدیک وطن کی محبت کے یہ معنی ہیں کہ جہاں اُس کا محبوب ہو اُس شہر سے محبت کرے۔ غربت۔ مسافرت۔

هر کجا باشد شہِ ما را بساط[1] | هست صحرا گر بود سَمّ الخیاط
جہاں ہمارے شاہ کا ڈیرا ہو | وہ جنگل ہے، خواہ سوئیں کا ناکہ ہو

هر کجا که یوسفے باشد چو ماه | جنت ست آں ارچه باشد قعرِ چاه
جہاں چاند جیسا یوسف ہو | وہ جنت ہے، خواہ کنوئیں کی گہرائی ہو

[2]با تو دوزخ جنت ست اے جاں فزا | با تو زنداں گلشن ست اے دلربا
اے روح پرور! تیرے ہوتے ہوئے دوزخ جنت ہے | اے دلربا! تیرے ساتھ قید خانہ چمن ہے

شد جہنّم با تو رضوان و نعیم | بے تو شد ریحان و گل نارِ جحیم
تیرے ساتھ جہنّم رضوان اور نعمت بن گئی | تیرے بغیر ریحان اور پھول دوزخ کی آگ بن گیا

هر کجا تو با منی من خوش دلم | ور بود در قعرِ گورے منزلم
جہاں تو میرے ساتھ ہے، میں خوش دل ہوں | خواہ میری منزل قبر کے گڑھے میں ہو

خوشتر از هر دو جہاں آنجا بود | که ترا با من سرِ سودا بود
دونوں جہان سے زیادہ اچھی وہ جگہ ہے | جہاں تجھے میرا خیال ہو

بس دراز ست ایں سخن از انتظار | عاشقِ صدرِ جہاں شد بیقرار
یہ بات بہت لمبی ہے انتظار کی وجہ سے | صدرِ جہاں کا عاشق بے قرار ہو گیا ہے

منع کردنِ دوستاں اُو را از مراجعت بہ بخارا و تہدید کردن و لا اُبالی گفتنِ اُو

دوستوں کا اُس کو بخارا واپس ہونے سے منع کرنا اور ڈرانا اور اُس کا کہنا کہ مجھے کوئی پروا نہیں ہے

گفت اُو را ناصحے کاے بیخبر | عاقبت اندیش اگر داری ہنر
اُس سے ایک نصیحت کرنیوالے نے کہا اے بے خبر! | اگر تو لیاقت رکھتا ہے، انجام سوچ لے

در نگر پس را بالعقل و پیش را | ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را
عقل سے آگے پیچھے دیکھ لے | اپنے آپ کو پروانے کی طرح نہ جلا

[3]چوں بخارا می روی دیوانہٗ | لائقِ زنجیر و زنداں خانہٗ
بخارا کو کیوں جاتا ہے، تو دیوانہ ہے | قید خانہ اور بیڑی کے لائق ہے

اُو ز تو آہن ہمی خاید ز خشم | اُو ہمی جوید ترا با بیست چشم
وہ تجھ سے غصہ میں لوہا چبا رہا ہے | وہ تجھے بیس آنکھوں سے تلاش کر رہا ہے

[1] بساط۔ بستر یعنی محبوب کے پڑاؤ کی جگہ۔ ہست صحرا۔ یعنی وہ جگہ خواہ کتنی ہی تنگ ہو لیکن وہ عاشق کے لئے وسیع صحرا ہے۔ سَمّ الخیاط۔ سوئی کا سوراخ۔ ہر کجا۔ اگر معشوق کنوئیں میں بھی ہو تو عاشق کے لئے وہی جنت ہے۔

[2] با تو۔ محبوب کے ساتھ تکلیف دہ مقام بھی راحت کا سبب ہے۔ شد جہنّم۔ محبوب کی موجودگی میں دوزخ بھی جنت ہے اور محبوب کے فراق کی حالت میں چمن بھی دوزخ ہے۔ کہ ترا۔ یعنی محبوب کو عاشق سے تعلق ہو۔ اُو را۔ یعنی وکیل کو۔ ہنر۔ لیاقت۔ در نگر۔ یعنی حالات کا جائزہ لے لے۔

[3] چوں۔ ہم نے چوں کو استفہام کا قرار دیکر ترجمہ کیا ہے اگر اسکو شرط مانا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا جب تو بخارا کو جا رہا ہے تو تو دیوانہ ہے بیست چشم۔ یعنی تیز نگاہ یا بہت سے جاسوسوں کی آنکھ

میکند اُو تیز از بہرِ تو کارد (۵۱) | اُو سگِ قحطست و تو انبانِ آرد

وہ تیرے لئے چھری تیز کر رہا ہے | وہ قحط زدہ کتا ہے اور تو آٹے کی بوری ہے

چوں رسیدی و خدایت راہ داد | سُوئے زنداں میرَوی چونت فتاد

جبکہ تو بچ گیا، اور خدا نے تجھے موقع دیا | تو قید خانہ کی طرف جا رہا ہے تجھے کیا پڑی ہے

بر تو گر دہ گوں مُوکّل آمدے | عقل بایستے کز ایشاں کم زدے

اگر تیرے پاس دس قسم کے سپاہی پہنچتے | عقل کا تقاضہ ہے، کہ تو اُن سے نہ ملتا

چوں مُوکّل نیست بر تو ہیچ کس | از چہ بستہ گشت بر تو پیش و پس

جبکہ تجھ پر کوئی شخص متقرر نہیں ہے | تیرا آگا پیچھا کیوں بندھ گیا؟

عشقِ پنہاں کردہ بود اُو را اسیر | آں مُوکّل را نمی دید آں نذیر

مخفی عشق نے اُس کو قیدی بنا لیا تھا | وہ ڈرانے والا اُس سپاہی کو نہیں دیکھتا تھا

ہر مُوکّل را مُوکّل مختفی ست | ورنہ اُو در بندِ سگ طبعی زچیست

ہر سپاہی پر ایک چھپا ہوا سپاہی ہے | ورنہ کتے پن کا پابند کیوں ہے؟

خشمِ شاہِ عشق (۵۲) بر جانش نشست | بر عوانی و سیہ روئیش بست

شاہِ عشق کا غصہ اُس کی جان پر نازل ہوا ہے | اُس کو سپاہ گری اور رُو سیاہی سے وابستہ کر دیا ہے

می زند اُو را کہ ہیں اُو را بزن | زاں عوانانِ نہاں افغانِ مَن

وہ اُس کو مارتا ہے، کہ ہاں اُس کو مار | اُن مخفی سپاہیوں سے میری فریاد ہے

ہر کہ بینی در زیانے می رَوَد | گرچہ تنہا با عوانے میرَود

جس کو تو دیکھے کہ وہ تباہی میں جا رہا ہے | اگرچہ وہ اکیلا ہے، کسی سپاہی کیساتھ جا رہا ہے

گر ازو واقف بُدے افغاں زدے | پیشِ آں سُلطانِ سُلطاناں شدے

اگر وہ اُس سے واقف ہوتا فریاد کرتا | شاہوں کے شاہ کے سامنے چلا جاتا

ریختے بر سر بہ پیشِ شاہ خاک | تا اماں دیدے ز دیوِ سہمناک

شاہ کے سامنے سر پر خاک ڈالتا | یہاں تک کہ خوفناک شیطان سے امن پا جاتا

(۵۳) میر دیدی خویش را اے کم ز مُور | زاں ندیدی آں مُوکّل را اَے کور

اے چیونٹی سے کم! تو نے اپنے آپکو سردار سمجھا ہے | اسی لئے تجھ اندھے نے وہ سپاہی نہیں دیکھا ہے

غرّہ گشتی زیں دروغیں پرّ و بال | پرّ و بالے کو کشد سُوئے وبال

تو مصنوعی پروبال سے مغرور بن گیا ہے | وہ پروبال جو تجھے مصیبت کیطرف کھینچ رہے ہیں

---

۵۱ کارد۔ چھری۔ انبان۔ تھیلا۔ آرد۔ آٹا۔ دہ گوں۔ دس طرح۔ مُوکّل۔ یعنی سپاہی۔ کم زدے۔ عقل کا تقاضہ تھا کہ تو اُن سپاہیوں سے گریز کرتا۔ چوں مُوکّل۔ یعنی تو بغیر سپاہی کے قیدی بن گیا ہے۔ عشق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اُس کتیں کو عشق نے قید کر رکھا تھا جس کو ڈرانے والا نہیں دیکھ رہا تھا۔ ہر مُوکّل۔ مولانا فرماتے ہیں جس طرح اِس دکیں پر ایک غیبی مُوکّل مُسلّط تھا اسی طرح سے ہر سپاہی پر ایک غیبی سپاہی مُسلّط ہوتا ہے جو اُس کو کتے کی طرح کٹکھنا بنا دیتا ہے۔

۵۲ شاہِ عشق۔ یعنی اللہ تعالےٰ۔ عوانی۔ سپاہی پن۔ زاں۔ مولانا اُن غیبی سپاہیوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ ہر کہ۔ انسان اپنی تباہی اسی مخفی سپاہی کی وجہ سے کرتا ہے۔ گر۔ انسان اس برباد کرنے والے سپاہی سے غافل ہے ورنہ وہ اللہ سے دُعا کرتا اور اپنی نجات چاہتا۔

۵۳ میر۔ انسان اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے اسی لئے وہ غیبی سپاہی کو نہیں دیکھ پاتا ہے۔ غرّہ۔ انسان زوال پذیر دولت اور رُتبے سے دھوکے میں پڑتا ہے اور وہی دولت اور رُتبہ اُس کو تباہ کرتا ہے۔

پر زشک۱؎ دارد رہِ بالا کُند | چوں گِل آلودش گرانیہا کُند
ہلکے پر رکھتا ہے، اوپر جاتا ہے | جب مٹی میں سن جاتے ہیں بھاری پن دکھاتے ہیں

جہد کُن پَر را گِل آلودہ مکُن | لیک گوشت کر شد و پندم کہن
کوشش کر پروں کو مٹی میں نہ سان | لیکن تیرے کان بہرے ہوئے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہو گئی ہے

پند داد القصّہ عاشق را بسے | عاذِل بیدرد ہمچوں ققنسے
القصّہ عاشق کو بہت نصیحت کی | ققنس جیسے، بیدرد ملامت گرنے

لااُبالی گفتنِ عاشق ناصح و عاذِل را از سرِ عشق

عاشق کا عشق کی وجہ سے لاپروائی کے ساتھ ناصح اور ملامت گر کو جواب دینا

گفت اے ناصح خمُش کُن چند چند | پندکم دہ زانکہ بس سخت ست بند
اس نے کہا اے ناصح چپ ہو جا اس قدر | نصیحت نہ کر کیونکہ قید بہت سخت ہے

سخت تر شُد بندِ من از پندِ تو | عشق را نشناخت دانشمند تو
تیری نصیحت سے میری قید اور سخت ہو گئی ہے | اے دانشمند تو عشق کو نہیں جانتا ہے

آں طرف کہ عشق می افزود درد | بوحنیفہ۲؎ و شافعیؒ درسے نکرد
جس پہلو سے عشق نے درد بڑھایا ہے | ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ نے سبق نہیں پڑھایا

تو مکُن تہدید از کُشتن کہ من | تشنہ زارم بخونِ خویشتن
تو قتل سے نہ ڈرا کیونکہ میں | اپنے خون کا بہت پیاسا ہوں

عاشقاں را ہر زمانے مُردنیست | مُردنِ عُشّاق خود یک نوع نیست
عاشقوں کی ہر گھڑی ایک موت ہے | عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہیں ہے

او۳؎ دو صد جاں دارد از جانِ ہُدیٰ | واں دو صد را می کند ہر دم فدا
وہ نورِ ہدایت سے دو سو جانیں رکھتا ہے | اور ان دو سو کو ہر وقت قربان کرتا ہے

ہر یکے جاں را ستاند دہ بہا | از نبی برخواں تو عشر امثالہا
ہر ایک جان کے دس عوض لیتا ہے | اس کے دس گنا قرآن میں پڑھ لے

گر بریزد خونِ من آں دوست رُو | پائے کوباں جاں برافشانم برو
وہ محبوب چہرے والا اگر میرا خون بہائے | میں ناچتا ہوا اس پر جان نثار کر دوں

۱؎ پر زشک۔ اگر انسان دولت اور غرور سے نجات پاجائے تو وہ عالمِ بالا کی طرف پرواز کرسکتا ہے۔ گوشت۔ گوشِ تو۔ عاذِل۔ ملامت گر۔ ققنس۔ یہ ققنوس کی تخفیف ہے یونانی لفظ ہے، ایک پرند کا نام ہے اِسی کو فارسی میں آتش زن کہتے ہیں اِس پرند کی چونچ میں بہت سے سوراخ ہیں جب یہ بولتا ہے تو ہر سوراخ سے ایک سُر پیدا ہوتا ہے حکماء نے موسیقی کا فن اسی پرندے سے لیا ہے اسکی عمر ایک ہزار سال کی ہوتی ہے اور اسمیں نر مادہ نہیں ہوتا ہے جب یہ پرند اپنی عمرِ طبعی کو پہنچ جاتا ہے تو لکڑیاں جمع کر کے اپنے چاروں طرف جما لیتا ہے اور دیپک راگ شروع کر دیتا ہے جس سے اُن لکڑیوں میں آگ لگ جاتی ہے اور یہ پرند جل کر راکھ ہو جاتا ہے پھر کسی موسم کی بارش سے قدرت اس راکھ سے انڈا بنا دیتی ہے اور اُسیں سے پھر یہ پرند پیدا ہو جاتا ہے۔

۲؎ بوحنیفہؒ۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کامل عاشق تھے اور درس کے بھی ماہر تھے لیکن دردِ عشق کا انھوں نے کبھی درس نہیں دیا تو معلوم ہوا کیفیت گفتنی نہیں ہے۔ تو مکُن۔ عاشقوں کو موت سے نہیں ڈرایا جاسکتا وہ تو اپنی موت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ عاشقاں۔ عاشقوں کی صرف وہی موت نہیں ہے جو زندگی ختم ہونے پر آتی ہے بلکہ اُنکی موت کی بہت سی قسمیں ہیں سُرخ موت ہے

جو نفس کشی سے حاصل ہوتی ہے سبز موت ہے جو بے نوا زندگی گذاری سے حاصل ہوتی ہے ایک سیاہ موت ہے جو مخلوق کی اذیت سے حاصل ہوتی ہے اسلئے فرمایا گیا ہے مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا یعنی مرنے سے پہلے مرجاؤ۔ ۳؎ او۔ عاشق سینکڑوں جانیں رکھتا ہے اور ہر وقت ایک جان قربان کرتا ہے اور اسکو ہر جان قربان کرنے پر دس جانیں حاصل ہوتی ہیں۔ عشر قرآن میں ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِہَا یعنی جسنے ایک نیکی کی اسکو اس جیسی دس حاصل ہوتی ہیں۔ گر ریزد۔ اگر

آزمودم[١] مرگِ من در زندگی ست — چوں رہم زیں زندگی پایندگی ست
میں نے آزما لیا، میری موت زندگی میں ہے — جب میں اِس زندگی سے نجات پا جاؤنگا تو ہمیشگی ہو

اُقْتُلُوْنِیْ اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَات — اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتًا فِیْ حَیَات
اے معتمدو! مجھے قتل کردو، مجھے قتل کردو — بیشک میرے قتل میں زندگی در زندگی ہے

یَا مُنِیْرَ الْخَدِّ یَا رُوْحَ الْبَقَاء — اِجْتَذِبْ رُوْحِیْ وَجُدْ لِیْ بِاللِّقَا
اے روشن رُو! اے بقا کی جان! — میری روح کو جذب کر لے اور مجھے ملاقات بخش دے

لِیْ حَبِیْبٌ حُبُّہٗ یَشْوِی الْحَشَا — لَوْ یَشَا یَمْشِیْ عَلٰی عَیْنِیْ مَشَا
میرا ایک محبوب ہے جس کی محبت باطن کو جلائے ڈالتی ہے — اگر وہ میری آنکھوں پر چلنا چاہے، چلے

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر ست — عشق را خود صد زبانِ دیگر ست
فارسی میں کہہ، اگرچہ عربی بہتر ہے — خود عشق کی دوسری سینکڑوں زبانیں ہیں

بوئے[٢] آں دلبر چو پرّاں می شود — ایں زبانہا جملہ حیراں می شود
جب اُس دلبر کی خوشبو مہکتی ہے — یہ سب زبانیں حیران ہو جاتی ہیں

بس کُنم دلبر درآمد در خطاب — گوش شو وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
میں ختم کرتا ہوں، دلبر نے بات شروع کر دی — کان بن جا، اور اللہ درست بات زیادہ جانتا ہے

چونکہ عاشق توبہ کرد اکنوں بتَرس — کو چو عیاراں کُند بردار درس
چونکہ اب ڈرے عاشق نے توبہ کر لی — وہ مکاروں کی طرح سولی پر عشق کا سبق پڑھائیگا

گرچہ[٣] ایں عاشق بُخارا می رود — نے بہ درس و نے بہ اُستا می رود
اگرچہ یہ عاشق بخارا کو جا رہا ہے — لیکن، سبق اور اُستاد کیلئے نہیں جا رہا ہے

عاشقاں را شد مدرّس حُسنِ دوست — دفتر و درس و سبق شاں روئے اوست
محبوب کا حسن عاشقوں کا مدرّس بن گیا ہے — اُنکی کتاب اور درس اور سبق اُس کا چہرہ ہے

خامُش اند و نعرۂ تکرارِ شاں — می رود تا عرش و تختِ یارِ شاں
وہ چپ ہیں اور اُن کی تکرار کی آواز — عرش اور اُن کے دوست کے تخت تک جا رہی ہے

درسِ شاں آشوب و چرخ و زلزلہ — نے زیادات ست و باب و سلسلہ
اُن کا سبق شور اور رقص اور جوش ہے — نہ کہ زیادات، اور باب، اور سلسلہ

محمدؒ کی فقہ کی مشہور کتاب ہے۔ باب۔ کتاب کا نام ہے۔ فقہ کے ابواب۔ سلسلہ۔ کتاب کا نام ہے؛
۵ انتہا یہ چیزوں کا ایک دوسرے پر موقوف ہو کر موجود ہونا۔ سلسلہ حدیث۔

١ آزمودم۔ عاشق کی زندگی دراصل موت ہے اور موت ہی حقیقی زندگی ہے۔ ثقات۔ ثقۃ کی جمع ہے یعنی معتمد علیہ۔ خد۔ رخسارہ۔ حشا۔ باطن۔ پارسی۔ چونکہ اہلِ وطن فارسی داں ہیں لہٰذا فارسی میں اظہارِ خیال کر اگرچہ فصاحت و بلاغت میں عربی زبان بڑھی ہوئی ہے۔ عشق۔ داستانِ عشق کے اظہار کے لئے سینکڑوں زبانیں ہیں لیکن اُن کو سمجھنے والے کم ہیں۔
٢ بوئے۔ معشوق کی صفات کا بیان کسی زبان سے بھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ بس کُنم۔ اب میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں عاشق کی زبان سے عشق کی داستان سنو۔ چونکہ۔ عاشق اگر داستانِ عشق بیان کرنے سے کسی مجبوری سے توبہ بھی کرے تو اُس کا اعتبار نہیں وہ پھر اپنی توبہ سے توبہ کر لیتا ہے اور سولی پر داستانِ عشق بیان کرنی شروع کر دیتا ہے۔ عیاراں۔ دھوکے باز۔
٣ گرچہ۔ اس عاشق کی بخارا کی طرف روانگی۔ درس، سبق اور اُستاد کے لئے نہیں ہے یہ تو جان قربان کرنے جا رہا ہے۔ عاشقاں۔ عاشق کا اُستاد تو حُسنِ دوست ہے اور اس کی کتاب معشوق کا چہرہ ہوتا ہے۔ تکرار۔ سبق کا دُہرانا۔ آشوب۔ شور و غوغا۔ چرخ۔ رقص۔ زیادات۔ امام

سلسلۂ ایں قوم جعدِ[۱] مشکبار
اس قوم کا سلسلہ مشک برسانے والے گھنگریالے بال ہیں

مسئلہ دور ست لیکن دورِ یار
دور کا مسئلہ ہے، لیکن محبوب کے دور کا

مسئلۂ کیس ار بپرسد کس ترا
اگر کوئی تجھ سے تھیلی کا مسئلہ پوچھے

گو نگنجد گنجِ حق در کیسہا
کہہ دے اللہ تعالیٰ کا خزانہ تھیلیوں میں نہیں سماتا ہے

گر دمِ خلع و مبارا می رود
اگر خلع اور مبارات کی بات چل رہی ہے

بد مبیں ذکرِ بخارا می رود
برا نہ سمجھ وہ ابھی بخارا کی بات چل رہی ہے

ذکرِ ہر چیزے[۲] دہد خاصیتے
ہر چیز کا ذکر ایک خاصیت پیدا کرتا ہے

زانکہ دارد ہر صفت ماہیتے
کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے

در بخارا در ہنرہا بالغی
تو بخارا میں بہت سے ہنروں کو پہنچنے والا ہے

چوں بخواری رو نہی زو فارغی
جب خواری کیساتھ رخ کریگا تو اس کا فارغ التحصیل بنے گا

آں بخاری غصۂ دانش نداشت
اس بخارا کو جانے والے کو علم کا اچھوتا لگا تھا

چشم بر خورشیدِ بینش می گماشت
اس نے بصیرت کے سورج پر نگاہ جمائی تھی

ہر کہ در خلوت بہ بینش یافت راہ
جس نے خلوت میں بصیرت کا راستہ پالیا

او ز دانشہا بجوید دستگاہ
وہ علوم میں مہارت کا طلبگار نہیں ہوتا ہے

با جمالِ[۳] جاں چو شد ہم کاسۂ
جو روح کے حسن کا ہم پیالہ بن گیا

باشدش ز اخبار و دانش تاسۂ
اس کو خبروں اور علم سے نفرت ہوتی ہے

دید بر دانش بود غالب فرا
آنکھوں سے دیکھ لینا عقل پر غالب ہوتا ہے

زاں ہمی دنیا بچربد عامہ را
اسی لئے دنیا عوام پر چھا جاتی ہے

زانکہ دنیا را ہمی بینند عین
کیونکہ وہ دنیا کو اصل اور حقیقت سمجھتے ہیں

واں جہانے را ہمی دانند دین
اور اس عالم کو ادھار سمجھتے ہیں

قصے مشہور ہیں کہ معمولی الفاظ سے جن کے بظاہر کوئی خاص معنیٰ نہیں ہیں ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی ہے مشہور ہے "با آوازِ دولاب مستی کنند" یعنی رہٹ کی آواز سے وجد کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ در بخارا میں بہت سے علوم و ہنر ہیں جو تم سیکھ سکتے ہو لیکن مکمل جب بنو گے کہ خواری جو لوازمِ عشق میں ہے اختیار کرلو۔ غصہ۔ گلے کا اٹکا، غم۔ یعنی اِس وکیل کو صرف علم الیقین کی فکر نہ تھی بلکہ وہ مشاہدہ اور عین الیقین حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ہر کہ در خلوت جسکو مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے وہ محض ذکرِ اسماء و صفات کا متمنی نہیں ہوتا۔
[۳] باجمال۔ جس کو مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے اس کے لئے خبریں اور عقلی دلائل بیکار ہوجاتے ہیں۔ خبر کی بہ نسبت مشاہدے سے حاصل ہونے والا علم قوی ہوتا ہے اسی وجہ سے عوام پر دنیا کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ ان کو دنیا کا مشاہدہ حاصل ہے اور آخرت کا علم محض خبروں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ واں جہانے یعنی عالمِ آخرت۔ دین۔ ادھار۔

[۱] جعد۔ گھنگریالے بال۔ دور۔ کسی چیز کا اپنے آپ پر موقوف ہونا، ایک چیز کا ایسی چیز پر موقوف ہونا جو خود اس چیز پر موقوف ہو کیس۔ تھیلی یعنی اگر کوئی یہ مسئلہ پوچھے کہ تھیلی کو امانت میں رکھتے وقت تھیلی کی رقم گن کر نہ دی تھی واپسی کے وقت کمی کی شکایت کر کے زیادہ رقم کا دعویٰ کرنے لگے تو امانت رکھنے والا ذمہ دار ہوگا یا نہیں؟ گو۔ یعنی مسائل فقہیہ دریافت کرنے والے کو گول مول جواب دیدے کہ اللہ کے خزانے تھیلی میں نہیں سما سکتے ہیں اور اس کو ٹال دے۔ خلع۔ عورت کا اپنے شوہر سے مال کے عوض میں جدائی کا مطالبہ کرنا۔ مبارا۔ مبارات یعنی بیوی اور شوہر کی باہمی ناچاقی کی وجہ سے جدائی۔ بد مبیں۔ یعنی اگر فقہ کے ظاہری مسائل پر بحث ہو رہی ہے تو بھی اس کو روحانی احوال پر محمول کرلے میاں بیوی کی جدائی کے مسئلہ کو جسم اور روح کی جدائی کے معنیٰ پہنالے۔
[۲] ذکرِ ہر چیزے یعنی ہر چیز کا ذکر عاشق میں ایک خاصیت پیدا کرتا ہے اور اس سے عاشق بہت سے معنیٰ اخذ کرلیتا ہے کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے اور اس سے عاشق اپنے مقصود کی طرف پہنچ جاتا ہے چنانچہ بہت سے اولیاء کے

بازرو سوئے حدیثِ آں جواں — کز غمِ صدرِ جہاں شُد ناتواں
اُس نوجوان کے قصّہ کی طرف واپس لوٹ — کیونکہ وہ صدرِ جہاں کے غم سے کمزور ہو گیا ہے

رُوئے نہادنِ آں عاشق بسُوئے بُخارا
اُس عاشق کا بخارا کی جانب رُخ کرنا

رُو نہاد آں عاشقِ خونابہ ریز — دل طپاں سُوئے بُخارا گرم و تیز
اُس خون بہانے والے عاشق نے رُخ کیا — جلتے ہوئے دل کے ساتھ، بخارا کی جانب تیزی سے

ریگِ ہامونؑ پیشِ اُو ہمچوں حریر — آبِ جیحوں پیشِ اُو چوں آبگیر
جنگل کا ریت اُس کے لئے ریشمین کپڑے کی طرح تھا — جیحوں کا پانی اُسکے سامنے تالاب کی طرح تھا

آں بیاباں پیشِ اُو چوں گلستاں — می فتاد از خندہ اُو چوں گل رستاں
وہ جنگل اُس کے سامنے چمن کی طرح تھا — وہ مسرت سے پھول چُننے والے کی طرح گرتا تھا

در سمرقندست قند اما لبش — از بُخارا یافت واں شُد مذہبش
قند اگرچہ سمرقند میں ہے لیکن اُسکے ہونٹوں نے — بخارا سے حاصل کی، وہی اُس کا مذہب ہوگیا

اے بُخارا عقل افزا بُودہٖ — لیک از من عقل و دیں بر بُودہٖ
اے بخارا! تو عقل بڑھانے والا تھا — لیکن تو نے مجھ سے عقل اور دین چھین لیا

بدر می جُویم از انم چوں ہلال — صدر می جویم دریں صفِ نعال
میں چودھویں رات کے چاند کو تلاش کرتا ہوں اسیوجہ سے میں ہلال جیسا ہوگیا ہوں — اِن جوتیوں کی صف میں میں صدر کو تلاش کر رہا ہوں

چوں سوادِؒ آں بُخارا را بدید — در سوادِ غم بیاضے شُد پدید
جب اُس نے اِس بخارا کے اطراف کو دیکھا — غم کی سیاہی میں سفیدی نمودار ہو گئی

ساعتے اُفتاد بیہوش و دراز — عقلِ اُو پرید در بُستانِ راز
تھوڑی دیر وہ لمبا اور بے ہوش پڑا رہا — اُس کی عقل اسرار کے باغیچہ میں پرواز کر گئی

بر سر و رُویش گلابے میزدند — از گلابِ عشقِ اُو غافل بُدند
لوگوں نے اُس کے مُنہ اور سر پر عرقِ گلاب چھڑکا — وہ لوگ عشق کے گلاب سے بے خبر تھے

اُو گلستانے نہانی دیدہ بُود — غارتِ عشقش ز خود بر بُریدہ بُود
اُس نے ایک مخفی باغ دیکھا تھا — عشق کی غارتگری نے اُسکو اپنے آپ سے جدا کر دیا تھا

توفسردہؑ درخورِ ایں دم نہٗ — باشکر مقروں نہٗ گرچہ نئی
تو ٹھٹھرا ہوا اِس بات کے لائق نہیں ہے — تو شکر سے وابستہ نہیں ہے اگرچہ تو گنّا ہے

ف۱ ہامون۔ صحرا، جنگل۔ حریر۔ ریشمین کپڑا۔ جیحوں۔ دریا کا نام ہے۔ آبگیر۔ تالاب۔ گل رستاں۔ پھول چُننے والا۔ مذہبش۔ یعنی اُس کو بخارا کے قند کی عادت ہو گئی تھی۔ اے بُخارا۔ وہ عاشق بخارا کو خطاب کرتا ہے۔ بدر چودھویں کا چاند ہلال۔ پہلی رات کا چاند جو کمزوری میں ضرب المثل ہے صفِ نعال۔ یعنی میری جگہ تو جوتیوں کی صف ہے اور صدرِ جہاں کا مقام بلند ہے تو وصال کی نیت مشکل ہے۔

ف۲ سواد۔ شہر کے اطراف۔ گلاب۔ بیہوش کو ہوش میں لانے کیلئے عرقِ گلاب چھڑکا جاتا ہے۔ غافل۔ لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ مرض کی بے ہوشی نہیں ہے بلکہ عشق کی بیہوشی ہے۔ یہ بیہوشی تو معشوق کی خوشبو سے رفع ہوتی ہے نہ کہ عرقِ گلاب سے۔ غارت۔ یعنی اُس کو عشق کے حملے نے بیہوش بنایا تھا۔

ف۳ تو فسردہ۔ مولانا مخاطب کو خطاب کرتے ہیں کہ تجھ میں بیہوشی کے راز سے واقفیت کی قابلیت نہیں ہے تو بظاہر انسان ہے لیکن تجھ میں اُنس کا مادّہ نہیں ہے۔

رَختِ عقلت با تو ہست و عاقلی[1] | کز جنودًا لم تروہا غافلی
عقل کا سامان تیرے ساتھ ہے اور تو صاحبِ عقل ہے | کیونکہ تو اُن لشکروں سے جنکو تو نے نہیں دیکھا غافل ہے

ایں سخن پایاں ندارد تیز راں | تا رود سوئے بخارا آں جواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے تیزی سے چل | تاکہ وہ جوان بخارا کی جانب روانہ ہو

در آمدن آں عاشق لاابالی در بخارا و تحذیر کردن دوستاں او را از پیدا شدن

اُس بے نیاز عاشق کا بخارا میں آنا، اور دوستوں کا اُس کو نمودار ہونے سے ڈرانا

اندر آمد در بخارا شادماں | شہرِ معشوق خود و دارالاماں
وہ خوش خوش، بخارا میں آگیا | اپنے معشوق کے شہر اور دارالامن میں

ہمچو آں مستے کہ پرّد بر اثیر | مہ کنارش گیرد و گوید کہ گیر
اُس مست کی طرح جو آسمان پر پرواز کرے | چاند اُس سے بغلگیر ہو اور کہے کہ تو بھی بغلگیر ہو

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز | پیش از پیدا شدن منشیں گریز
جس نے بھی اُس کو، بخارا میں دیکھا کہا اُٹھ جا | ظاہر ہونے سے پہلے مت بیٹھ، بھاگ جا

کہ ترا می جوید آں شہ خشمگیں | تا کشد از جانِ تو دہ سالہ کیں
کیونکہ وہ غضبناک بادشاہ تجھے تلاش کر رہا ہے | تاکہ تیری جان سے دس سالہ انتقام لے

اللہ اللہ[2] در میا در خونِ خویش | تکیہ کم کن بر دم و افسونِ خویش
خدا کے لئے، اپنے خون کے درپے نہ ہو | اپنے دَم کرنے اور منتر پر بھروسہ نہ کر

شحنۂ صدرِ جہاں بودی و راد | معتمد بودی مہندس اُوستاد
تو صدرِ جہاں کا کوتوال تھا اور عقلمند تھا | تو معتمد تھا، اُستاد انجنیر تھا

ہم مشیرش بودی و ہم محترم | گشتی از بہرِ گناہے متہم
تو اُس کا مشیر بھی تھا اور باعزت بھی تھا | ایک قصور میں تو متہم ہوگیا

غدر کردی وز جزا بگریختی | رستہ بودی باز چوں آویختی
تو نے غداری کی اور سزا سے بھاگ گیا | تو بچ گیا تھا، پھر کیوں آ پھنسا؟

از بلا بگریختی[3] با صد حیل | ابلہی آوردت اینجا یا اجل
تو سو تدبیروں سے مصیبت سے بھاگ نکلا تھا | تجھے یہاں بے وقوفی یا موت لائی ہے

اے کہ عقلت بر عطارد دق کند | عقل و عاقل را قضا احمق کند
اے وہ کہ تیری عقل عطارد پر نکتہ چینی کرتی ہے | عقل اور عقلمند کو قضا احمق بنادیتی ہے

---

[1] رخت۔ تو اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہے اور اسرارِ غیبی سے غافل ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا "اور اُس نے وہ لشکر اُتارے جس کو تم نہیں دیکھتے تھے" یہ اگرچہ فرشتوں کی جماعت کے بارے میں فرمایا گیا ہے لیکن مولانا نے اس سے لشکرِ عشق مُراد لیا ہے۔ تحذیر۔ ڈرانا...... دارالاماں۔ امن کی جگہ۔ اثیر۔ آسمان۔ گیر۔ یعنی معشوق سے کہے کہ بغلگیر ہوجا۔ پیدا شدن۔ یعنی یہ ظاہر ہونے سے پہلے کہ تو بخارا میں آگیا ہے۔ دہ سالہ کیں۔ دس سالہ دشمنی۔

[2] اللہ اللہ۔ یعنی خدا کے لئے۔ تکیہ۔ یعنی یہ نہ سمجھ کہ لوگ تجھے بچالیں گے نہ یہ سمجھ کہ خود اپنی تدبیر سے بچ سکے گا۔ شحنہ۔ کوتوال۔ مہندس۔ انجنیر۔ بگریختی۔ یعنی سزا سے بچ کر تو بھاگ گیا۔

[3] از بلا۔ یعنی سزا سے بچ کر بھاگ گیا تھا اب تجھے بیوقوفی یا موت کھینچ لائی ہے۔ عطارد۔ دبیرِ فلک۔

نحس[۵۱] خرگوشی کہ باشد شیر جو
تو وہ منحوس خرگوش ہے جو شیر کی جستجو کرے

زیرکی و عقل و چالاکیت کو
تیری ذہانت اور عقل اور چالاکی کہاں گئی؟

ہست صد چندیں فسونہائے قضا
قضا کے سینکڑوں حیلے ہیں

گفت اِذَا جَاءَ الْقَضَا ضَاقَ الْفَضَا
فرمایا ہے جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے

صد رہ و مخلص بود از چپ و راست
دائیں بائیں سینکڑوں راستے اور بچاؤ کی جگہیں ہوتی ہیں

از قضا بستہ شود گر اژدہاست
قضا سے بندھ جاتا ہے خواہ اژدھا ہو

جواب گفتنِ عاشق عاذلاں و تہدید کنندگاں را

عاشق کا ملامتگروں اور ڈرانے والوں کو جواب دینا

گفت من مستسقیم آبم کشد
اُس نے کہا میں استسقاء کا بیمار ہوں پانی مجھے کھینچتا ہے

گرچہ میدانم کہ ہم آبم کشد
اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پانی ہی مجھے مار ڈالیگا

ہیچ مستسقی نہ بگریزد ز آب
کوئی استسقاء کا بیمار پانی سے نہیں بھاگتا ہے

گر دو صد بارش کند مات و خراب
اگرچہ وہ اُس کو دو سو بار مضمحل اور تباہ کرے

گر بیاماسد مرا دست و شکم
اگرچہ میرے ہاتھ اور پیٹ پھول جائیں

عشقِ آب از من نخواہد گشت کم
پانی کا عشق مجھ میں سے کم نہ ہو گا

گویم[۵۲] آنگہ کہ بپرسند از بطوں
جب اندرون کے بارے میں مجھ سے پوچھینگے تو میں کہونگا

کاشکے بحرم رواں بودے درون
کاش میرے اندر سمندر جاری ہوتا

خیکِ اشکم گو بدرّ از موجِ آب
میرے پیٹ کی مشک کو کہدو کہ پانی کی موج پھٹ جائے

گر بمیرم ہست مرگم مستطاب
اگر میں مرگیا تو میری پاکیزہ موت ہوگی

من بہر جائے کہ بینم آبِ جو
میں جس جگہ نہر کا پانی دیکھتا ہوں

رشکم آید بودمے من جائے او
مجھے رشک آتا ہے، کاش میں اُس کی جگہ ہوتا

دست[۵۳] چوں دف و شکم ہمچوں دُہل
ہاتھ دف کی طرح اور پیٹ ڈھول کی طرح ہے

طبل عشقِ آب می کوبم چو گل
میں پھول کی طرح پانی کے عشق کا ڈھول پیٹ رہا ہوں

گر بریزد خونم آں روح الامیں
اگر وہ روح الامین میرا خون بہا دے

جرعہ جرعہ خوں خورم ہمچوں زمیں
میں زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ خون پی جاؤں

چوں زمین و چوں جنیں خونخوارہ ام
میں زمین اور پیٹ کے بچے کی طرح خون پینے والا ہوں

تا کہ عاشق گشتہ ام ایں کارہ ام
جب سے میں عاشق ہوا ہوں میرا یہی کام ہے

---

۵۱ نحس۔ جو خرگوش شیر کی جستجو کرے تو وہ اپنی موت کو تلاش کرتا ہے۔ اِذَا۔ یہ حدیث نہیں ہے کسی کا مقولہ ہے کہ جب قضا آتی ہے تو بھاگنے کا موقع نہیں رہتا فضا تنگ ہو جاتی ہے۔ ...... از قضا۔ اژدھے کی جب موت آتی ہے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے کسی نے اُس کو باندھ دیا ہو۔ عاذلاں۔ عاذل کی جمع ہے، ملامتگر۔ مستسقی۔ استسقاء کا مریض جس کی کبھی پیاس نہیں بجھتی۔ کشد۔ پانی پینا اُس کیلئے سخت مُضر ہوتا ہے۔ کُند۔ یعنی وہ پانی اُس کو تباہ کرتا ہے اور مرض میں اضافہ کردیتا ہے اُس کے ہاتھ پاؤں پانی پینے سے پھول جاتے ہیں۔

۵۲ گویم۔ اِس مریض سے اگر باطن کے احوال دریافت کرو تو وہ تمنا کرے گا کہ کاش پیٹ میں دریا جاری ہوتا۔ بُطون۔ اندرون۔ خیک۔ مشک۔ مُستطاب۔ پاکیزہ۔

۵۳ دست۔ استسقاء کی بیماری میں ہاتھ اور پیٹ وغیرہ پھول جاتے ہیں۔ دُہل۔ ڈھول۔ گل۔ پھول کی تر و تازگی پانی سے ہے تو گویا وہ پانی کا عاشق ہے۔ روح الامین۔ اِس سے مُراد حضرت جبرئیلؑ ہوتے ہیں لیکن یہاں محبوب صدرِ جہاں مراد ہے۔ چوں زمین۔ زمین اور پیٹ کا بچہ خون پیتا ہے عاشق بھی خونِ جگر پیتا ہے۔

شب ہمی جوشم در آتش ہمچو دیگ
میں رات کو آگ میں دیگ کی طرح جوش مارتا ہوں

روز تا شب خوں خورم مانند ریگ
دن سے رات تک ریت کی طرح خون پیتا ہوں

من پشیمانم[51] کہ مکر انگیختم
میں شرمندہ ہوں کہ میں نے مکر برپا کیا

از مرادِ خشمِ او بگریختم
میں نے اس کے غصہ اور مقصد سے گریز کیا

گو براں بر جانِ مستم خشمِ خویش
کہدے، میری مست جان پر اپنا غصہ جاری کرے

عیدِ قرباں اوست عاشق گاؤ میش
وہ عید قرباں ہے، اور عاشق بھینس ہے

گاؤ اگر خسپید و گر چیزے خورد
گائے اگر سوتی ہے اور اگر کوئی چیز کھاتی ہے

بہرِ عید و ذبحِ او می پرورد
عید اور ذبح کے لئے وہ پرورش پاتی ہے

گاؤِ موسیٰؑ داں مرا جان دادہٗ
مجھے (حضرت) موسیٰؑ کی گائے سمجھ جس نے جان عطا کی

جزو جزوم حشرِ ہر آزادہٗ
میرا جزو جزو ہر ہر آزاد کا حشر ہے

گاؤِ موسیٰؑ بود قرباں گشتۂ
(حضرت) موسیٰؑ کی گائے قربان شدہ تھی

کمتریں جزوش حیاتِ کشتۂ
اس کا معمولی جزو مقتول کی زندگی تھی

بر جہید آں کشتہ زاسیبش زجا
اس کی چوٹ سے مردہ جگہ سے اٹھ گیا

در خطابِ اِضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا
اس کو اس کے بعض سے مارو کے حکم کے مطابق

یا کرامی[52] اِذْبَحُوا هٰذَا الْبَقَرْ
اے میرے بزرگو! اس گائے کو ذبح کردو

اِنْ اَرَدْتُمْ حَشْرَ اَرْوَاحِ النَّظَر
اگر تم نظری روحوں کی زندگی چاہتے ہو

از جمادی مُردم و نامی شُدم
میں جمادیت سے مرا اور نباتی بن گیا

وز نما مُردم بحیواں سرزدم
اور نباتیت سے مرا، حیوان بن گیا

مُردم از حیوانی و آدم شُدم
میں حیوانیت سے مرا اور آدمی بن گیا

پس چہ ترسم کے ز مُردن کم شُدم
تو میں کیا ڈروں، میں مرنے سے کب گھٹا!

حملۂ[53] دیگر بمیرم از بشر
دوسری مرتبہ میں بشریت سے فنا ہو جاؤں گا

تا برآرم از ملائک بال و پر
تاکہ فرشتوں میں ہو کر، بال و پر نکالوں

وز ملک ہم بایدم جستن زجو
فرشتے سے بھی مجھے نہر کو کودنا چاہئے

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
(کیونکہ) بجز اس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونیوالی ہے

بارِ دیگر از ملک قرباں شوم
دوسری مرتبہ ملکیت سے میں قربان ہوں گا

آنچہ اندر وہم ناید آں شوم
وہ جو عقل میں نہیں آسکتا وہ ہو جاؤں گا

---

[51] من پشیمانم: میں اپنے محبوب صدرِ جہاں سے بھاگ جانے پر شرمندہ ہوں۔ گو مجھے کہدو کہ میرے اوپر اپنا غصہ اتارے گاؤ میش بھینس۔ گاؤ۔ گائے کا خواب خور سبب عید قرباں میں قربان ہونے کیلئے ہوتا ہے۔ گاؤِ موسیٰؑ قرآن پاک کے اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰؑ نے ایک گائے ذبح کر کے اسکا کچھ حصہ مقتول پر مارا تھا تو وہ مقتول زندہ ہوگیا تھا لہٰذا میرے مرنے کو موت نہ سمجھو تو دوسروں کی زندگی ہے۔ مجھ کو بھی طرح میں مقتول ہو کر ہر عاشق کی حیات کا سبب بنوں گا۔ اِضْرِبُوْهُ۔ قرآن میں ہے۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا یعنی ہم نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ مقتول کو اس گائے کے بعض سے مارو۔

[52] یا کرامی۔ اب وہ عاشق تعلیم دیتا ہے کہ تم جسم کو جو بمنزلہ گائے کے ہے مجاہدات کے ذریعہ فنا کردو تو تمہاری نظری روحیں جو حواس کے ذریعہ غیر محسوس ہیں زندہ ہو جائینگی۔ از جمادی عاشق جسم کے تغیرات بتا کر اسکا فانی ہونا ثابت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ فانی کی فنا سے گھبرانا لغویات ہے۔ انسانی جسم کے تغیرات یہ ہیں کہ اسکی ساخت اسطرح ہوتی ہے کہ نباتات اپنی غذا جمادات سے حاصل کرتی ہے تو وہ اجزاء اپنی جمادیت چھوڑ کر نباتیت اختیار کر لیتے ہیں پھر حیوان اپنی غذا نباتات سے حاصل کرتا ہے تو وہ اجزاء نباتات اپنی نباتیت چھوڑ کر حیوانیت اختیار کر لیتے ہیں پھر انسان اپنی غذا اجزاء حیوانی سے حاصل کرتا ہے وہ اجزاء حیوانی اپنی حیوانیت چھوڑ کر جسم انسانی بنجاتے ہیں۔

[53] حملۂ دیگر جب انسان مرتا ہے تو ملائکہ کی صفت میں آجاتا ہے۔ ملک بھی ہلاکت سے محفوظ نہیں ہے اور عدم اضافی کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون　　گویدم کہ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن
پھر عدم بن جاؤں گا، عدم ارغنون (باجہ) کی طرح　　مجھ سے کہتا ہے کہ ہم سب اسکی طرف لوٹنے والے ہیں

مرگ داں آں کاتفاقِ اُمّت ست　　کاب حیوانی نہاں در ظلمت ست
موت کو سمجھ، کیونکہ تمام لوگوں کا اتفاق ہے　　کہ آبِ حیات، تاریکی میں پوشیدہ ہے

ہمچو نیلوفر بروزیں طرفِ جُو　　ہمچو مستسقی حریص و آب جُو
نیلوفر کی طرح اس نہر کے کنارے پر اُگ جا　　استسقاء کے مریض کی طرح پانی کا حریص اور تلاش کرنیوالا

مرگِ اُو آبست و اُو جویائے آب　　می خورد و اللّٰہ اَعۡلَمُ بِالصَّواب
اس کی موت پانی ہے اور وہ پانی کا جویاں ہے　　اُس کو پیتا ہے اور اللہ زیادہ بہتر جاننے والا ہے

اے فسُردہ عاشقِ ننگیں نمد　　کو ز بیمِ جاں ز جاناں می رمد
اے بھیگے ہوئے نمدے والے ٹھٹھرے ہوئے عاشق!　　کہ وہ جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے

سُوئے تیغِ عشقش اے ننگِ زناں　　صد ہزاراں جاں نگر دستک زناں
اے زمانہ کیلئے باعثِ ذلت! اسکے عشق کی تلوار کیجانب　　لاکھوں جانوں کو تالیاں بجاتا ہوا دیکھ

جوئے دیدی کوزہ اندر جو ریز　　آب را از جوئے کے باشد گریز
تو نے نہر دیکھ لی، پیالہ نہر میں بہا دے　　پانی نہر سے کب گریز کرتا ہے؟

آب کوزہ چوں در آبِ جُو شود　　محو گردد در وے و چوں اُو شود
پیالے کا پانی جب نہر کے پانی میں مل جاتا ہے　　اس میں فنا ہو جاتا ہے اور اس جیسا ہو جاتا ہے

وصفِ اُو فانی شود ذاتش بقا　　زیں سپس نے کم شود نے بدلقا
اس کا وصف فانی اور اسکی ذات باقی بنجاتی ہے　　اسکے بعد نہ وہ گھٹتا ہے، نہ بدصورت بنتا ہے

رسیدن آں عاشق بمعشوق چوں دست از جاں بشست
عاشق کا معشوق کے پاس پہنچنا جبکہ اس نے جان سے ہاتھ دھو لئے

خویش را بر نخل اُو آویختم　　عذر آں را کہ از وے بگریختم
میں نے اپنے آپ کو اسکے کھجور کے درخت پر لٹکا دیا　　اس معذرت میں کہ میں اس سے بھاگا تھا

ہمچو گوئے سجدہ کن بر روے و سر　　جانبِ آں صدر شد با چشمِ تر
سر اور چہرے کے بل سجدے کرتا ہوا گیند کی طرح　　پُرنم آنکھوں کے ساتھ اس صدر جہاں کیطرف روانہ ہوگیا

بر رُخِ چوں زعفراں اشک رواں　　رفت آں بیدل سوئے صدرِ جہاں
زعفرانی چہرے پر آنسو بہاتا ہوا　　وہ بیدل، صدرِ جہاں کی جانب چلا

---

۱ ارغنون ایک باجہ کا نام ہے جس کا موجد افلاطون ہے۔ مرگ۔ موت بمنزلہ اس تاریکی کے ہے جس کو عبور کر کے آبِ حیات حاصل ہوتا ہے۔ نیلوفر گھاس دریا کے کنارے پر پیدا ہوتی ہے اور وہ پانی کی بہت حریص ہوتی ہے۔ مرگِ او۔ استسقاء کا مریض پانی کا حریص ہوتا ہے اور وہی پانی اسکی موت کا سبب بنتا ہے۔ اے فسردہ۔ اے عاشق تو عشق کا دعوٰی کرتا ہے اور پھر جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے۔ نہیں دیکھتا کہ لاکھوں عاشقوں کی جانیں خوشی میں اس کی تیغ عشق کے سامنے تالیاں بجا رہی ہیں اور مرنے کی مشتاق ہیں۔

۲ جوئے۔ جب دریائے احدیت نظر آجائے اپنے قطرۂ حیات کو اس میں ڈال دے تو اس کا اپنا تشخص ختم ہو جائیگا اور وہ باقی بقاءِ حق ہو جائیگا پھر اسمیں نہ کمی آئیگی نہ کوئی تغیر پیدا ہوگا۔

۳ بر نخل۔ چونکہ میں اس سے بھاگا تھا اب اسکے قدر پر قربان ہو جاؤں گا۔ ہمچو۔ وہ گیند کی طرح لڑھکتا ہوا روتا ہوا صدرِ جہاں کی جانب روانہ ہوا۔ زعفراں۔ فراق میں اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔

هم کفن هم تیغ اندر دستِ او[1] — چونکه بُود او عاشق و سرمستِ او
کفن بھی، اور تلوار بھی اُس کے ہاتھ میں — کیونکہ وہ اُس کا عاشق اور متوالا تھا

جُمله خلقاں مُنتظِر سر در هوا — کِش بسوزد یا برآویزد وُرا
تمام لوگ سروں کو اوپر کئے ہوئے منتظر تھے — کہ وہ اُس کو جلائے گا یا اُس کو پھانسی دیگا

ایں زماں ایں احمقِ یک لخت را — آں نماید که زماں بدبخت را
اب اِس پورے احمق کے ساتھ — (صدر جہاں) وہ کرے گا جو زمانہ کسی بدبخت کے ساتھ کرتا ہے

همچو پروانه شرر را نور دید — احمقانه در فتاد از جاں بُرید
اُس نے پروانے کی طرح چنگاریوں کو نور سمجھا — بے وقوفوں کی طرح گرا (اور) جان کھو دی

لیکِ[2] شمعِ عشق چوں آں شمع نیست — روشن اندر روشن اندر روشنیست
لیکن عشق کی شمع، اُس شمع کی طرح نہیں ہے — روشن، در روشن، در روشن ہے

اُو بعکسِ شمعهائے آتشی ست — می نماید آتش و جمله خوشی ست
وہ آگ کی شمعوں کے بالعکس ہے — آگ نظر آتی ہے اور سراپا خوشی ہے

صفت کردنِ آں مسجد که مهمان کُش بُود و آں عاشقِ مرگ
اُس مسجد کی بات جو مہمان کو مار ڈالتی تھی اور اُس لاپروا، موت

جوئے لاابالی که دراں مسجد مهمان شد
کی جستجو کرنے والے مہمان کا بیان

یک حکایت گوش کُن اے نیک پے — مسجدے بُد بر کنارِ شهرِ رَے[3]
اے نیک خصلت! ایک قصہ سُن — رے شہر کے کنارے پر ایک مسجد تھی

هیچکس در وے نخُفتے شب ز بیم — که نه فرزندش شُدے آں شب یتیم
کوئی شخص رات کو اُس میں نہ سوتا، کہ ڈر کی وجہ سے — اُس رات میں اُس کے بچے یتیم نہ ہو جاتے

هر که در وے بیخبر چوں کور رفت — صُبحدم چوں اختراں در گور رفت
جو بے خبر اندھے کی طرح اُس میں چلا گیا — صبح ہوتے وہ ستاروں کی طرح قبر میں چلا گیا

خویشتن را نیک ازیں آگاه کُن — صُبح آمد خواب را کوتاه کُن
اپنے آپ کو اِس سے اچھی طرح باخبر کرلے — صبح ہوگئی نیند کو مختصر کر

هر کسے گفتے که پریاں تند[4] — اندرو مهماں کُشاں با تیغِ کُند
ہر شخص کہتا کہ بدمزاج پریاں ہیں — اُس میں مہمان کو کند تلوار سے مار ڈالنے والی

---

[1] ہم کفن۔ یعنی مرنے کی پوری تیاری کرلی تھی۔ سر در ہوا۔ یعنی سر اُٹھائے ہوئے۔ کِش۔ یعنی صدر جہاں اس کو کس قسم کی سزا دے گا۔ ایں زماں۔ اب اُس کو ایسی سزا دے گی جو زمانہ کسی بدبخت کو دیتا ہے۔ ہمچو۔ تماشائی یہ کہہ رہے تھے کہ یہ احمق بھی پروانہ کی طرح نار کو نور سمجھا۔

[2] لیک۔ لیکن اُن کا یہ سمجھنا غلط تھا، شمعِ عشق کو معمولی شمع سمجھ رہے تھے جس کی نار نور نظر آتی ہے۔ معمولی شمع پر قربان ہونے سے سوزش پیدا ہوتی ہے اِس شمع پر قربان ہونا مجسّم خوشی ہے۔ مسجد۔ مسجد کے واقعہ سے مولانا سمجھاتے ہیں کہ عوام جس چیز کو ہلاکت کا سبب سمجھتے ہیں وہ کامیابیوں کا سبب ہوتی ہے۔

[3] رَے۔ یہ وہی شہر ہے جس کی طرف منسوب ہوکر امام فخر الدین رازی کہلاتے ہیں۔ یتیم۔ یعنی جو بھی سوتا اُس کے بچے یتیم ہو جاتے۔ اختراں۔ صبح، ستاروں کی موت ہے۔ خویشتن۔ مخاطب کو نصیحت ہے کہ اِس کہانی سے عبرت حاصل کرے، صبحِ قیامت نزدیک ہے خوابِ غفلت سے بیدار ہو جا۔

[4] تند۔ یعنی بدمزاج پریاں تکلیف دیکر مار ڈالتی ہیں۔

آں دگر گفتے کہ سحرست و طلسم ۵۱ | کہ رصد باشد عدوِ جان و جسم
کوئی کہتا کہ جادو، اور طلسم ہے | جو جان اور جسم کے دشمن کی طرح گھات میں رہتا ہے

آں دگر گفتے کہ بر نہ نقشِ فاش | بر درش کاے میہماں اینجا مباش
دوسرا کہتا، کہ کھلا اعلان لگادے | اسکے دروازے پر کہ اے مہمان! یہاں نہ ٹھہر

شب مخسپ اینجا اگر جاں بایدت | ورنہ مرگ اینجا کمیں بکشایدت
اگر تو جان (بچانی) چاہتا ہے یہاں رات کو نہ سونا | ورنہ اس جگہ موت تجھ پر گھات لگائے گی

واں یکے گفتے کہ شب قفلے نہید | غافلے کاید شمارہ کم دہید
ایک کہتا، کہ رات کو تالا لگا دو | کوئی انجان آئے تو تم داخل نہ ہونے دو

آمدنِ مہمان دراں مسجد
ایک مہمان کا مسجد میں آنا

تا یکے مہماں در آمد وقتِ شب | کو شنیدہ بود آں صیتِ عجب
حتیٰ کہ ایک مہمان رات کو آگیا | جس نے وہ عجیب شہرت سُنی تھی

از برائے آزموں می آزمود | زانکہ بس مردانہ و جانباز بود
امتحان کے لئے وہ آزما رہا تھا | کیونکہ وہ بہت بہادر اور جان باز تھا

گفت کم گیرم سر و اشکنبہ | رفتہ گیر از گنجِ جاں یک حبہ
اس نے کہا میں سر اور معدہ کو کب سمجھتا ہوں | فرض کرلے خزانہ سے ایک حبہ ضائع ہوگیا

صورتِ تن گو برو من کیستم ۵۲ | نقش کم ناید چو من باقیستم
جسم کی صورت کو کہدے چلی جائے اور میں کون ہوں | صورت کی کمی نہ ہوگی جب میں باقی ہوں

چوں نفختُ بودم از لطفِ خدا | نفخِ حق باشم زنائے تن جدا
جب میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے نَفَخْتُ تھا | میں اللہ (تعالیٰ) کی پھونک جو نگا بدن کی بانسری سے

تا نیفتد بانگِ نفخش ایں طرف | تا رہد آں گوہر از تنگیں صدف
جبتک کہ اس (نفخ صور) کی آواز اس طرف نہ آئے | حتیٰ کہ وہ جوہر تنگ سیپ سے رہائی پائے علیحدہ

چوں تمنوا الموت گفت اے صادقیں ۵۳ | صادقم جاں را بر افشانم بریں
جبکہ اس نے فرمایا ہے موت کی تمنا کرو اے سچو! | میں سچا ہوں (اس فرمان) پر جان نثار کردوں گا

ملامتِ اہلِ مسجد مہمانِ عاشق را از شب خفتن در آنجا و تہدید کردن
مسجد والوں کا عاشق کو رات میں اس جگہ پر سونے میں ملامت کرنا اور ڈرانا

---

۵۱ سحر۔ کوئی کہتا مسجد میں کوئی جادو ہے جو مار ڈالتا ہے۔ گفتے۔ یعنی مسجد کے متولی کو کہتا کہ اس مسجد پر رات کو سونے کی ممانعت کا اعلان لگادے۔ واں یکے۔ کسی کی یہ رائے ہوتی کہ مسجد پر تالا ڈال دو۔ صیت۔ شہرت۔ گفت۔ اس مہمان نے دل میں یہ سوچا کہ اگر مر بھی گیا تو صرف اتنا نقصان ہے جیسا کہ خزانہ میں سے ایک حبہ ضائع ہوجائے انسان کا جسم مجموعہ میں بمنزلہ حبہ کے ہے۔

۵۲ صورت۔ اگر جسم ہلاک بھی ہوجائیگا تو کیا مضائقہ ہے اصل تو روح ہے جو باقی رہیگی۔ نفختُ۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ یعنی آدم میں میں نے اپنی روح پھونک دی تو اگر جسم فنا بھی ہوگیا تو اللہ کی پھونک باقی رہیگی۔ تا نیفتد۔ یعنی میں جسم سے جدا ہوکر صرف نفخِ حق رہوں گا جب تک کہ اس کے صور کا نفخہ اس عالم میں نہ آئے گا جب نفخِ صور ہوگا تب پھر وہ نفخِ حق میرے نائے تن سے وابستہ ہوجائیگا۔ تا رہد۔ میں نفخِ حق کو تن سے اسلئے جدا رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ اس گوہر نفخِ حق کیلئے یہ صدفِ جسم تنگ ہے۔

۵۳ چوں۔ قرآن پاک میں یہود کو خطاب کرکے فرمایا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ تم موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو۔ یہود چونکہ دعوے میں جھوٹے تھے

قوم گفتندش کہ ہیں اینجا مخسپ | تانکوبد جانستانت ہمچو کُتب[1]
لوگوں نے اُس سے کہا خبردار! یہاں نہ سونا | تاکہ جان نکالنے والا تجھے کھلی کی طرح نہ کُوٹے

کہ غریبی و نمیدانی تو حال | کاندریں جا ہر کہ خفت آمد زوال
اسلئے کہ تو مسافر ہے اور تو حالت نہیں جانتا ہے | کہ اس جگہ جو سویا ہے (اُس پر) زوال آیا ہے

اتفاقے نیست ایں ما بارہا | دیدہ ایم و جملہ اصحاب نُہٰے
اتفاقاً نہیں ہے، یہ ہم نے بہت سی مرتبہ | دیکھا ہے، اور سب عقلمندوں نے

ہر کہ آں مسجد شبے مسکن شُدش | نیم شب مرگِ ہلاہل[2] آمدش
وہ مسجد جس کا ایک رات مسکن بنی ہے | اُس کو آدھی رات میں قاتل موت آئی ہے

از یکے تا پانصد ایں را دیدہ ام | نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ام
ایک سے پانچسو تک ہم نے یہ دیکھا ہے | نہ کہ تقلیداً ہم نے کسی سے سُنا ہے

گفت اَلدّیْنُ النَّصِیْحَۃ آں رسُول | آں نصیحت در لُغت ضدِ غلول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "دین خیر خواہی ہے" فرمایا | خیر خواہی لغت میں خیانت کی ضد ہے

ایں نصیحت راستی در دوستی | در غلولی خائن و سگ پوستی
یہ خیر خواہی دوستی میں سچائی ہے | خود غرضی میں خیانت اور کُتا پن ہے

بے خیانت ایں نصیحت از وداد | می نمائیمت مگرد از عقل و داد
یہ نصیحت بغیر خیانت کے دوستی کی وجہ سے | ہم تجھے کر رہے ہیں عقل اور انصاف سے روگردانی نہ کر

جواب گفتنِ عاشق ناصحان و ملامت گویاں را

عاشق کا نصیحت کرنے والوں اور ملامتگروں کو جواب دینا

گفت او اے ناصحاں من بے ندم[3] | از جہانِ زندگی سیر آمدم
اس نے کہا اے نصیحت کرنے والو! میں بغیر کسی ندامت کے | زندگی کی دنیا سے پیٹ بھر چکا ہوں

منبلے ام زخم جُو و زخم خواہ | عافیت کم جُوئے از منبل براہ
میں بے حس زخم کو تلاش کرنیوالا اور زخم کا خواہشمند | بے حس آدمی سے راہِ (زندگی) میں عافیت کی تمنا نہ کر

منبلے نے کو بُود خود برگ جُو | منبلے ام لااُبالی مرگ جُو
(میں) وہ بے حس نہیں ہوں جو سامان تلاش کرے | میں وہ بے حس ہوں جو لاپرواہ موت کا تلاش کرنیوالا ہوں

منبلم بے زخم ناساید تنم | عاشقم بر زخمہا بر می تنم
میں وہ بے حس ہوں کہ بغیر زخم کے میرا جسم آرام نہیں پاتا ہے | میں عاشق ہوں زخموں کے بکھر کاٹتا ہوں

منبلے نے کو بکف پول آورد | منبلے چستے کزیں پل بگذرد
میں وہ بے حس نہیں ہوں جو ہاتھ میں پل کا پیسہ لائے | وہ بے حس (ہوں) جو اس پل سے گزر جائے

[1] کُتب۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ کھلی۔ کُھتی۔ کُسپ کی جمع ہے۔ حق۔

[2] ہلاہل۔ چین میں ایک پہاڑ ہے جس میں ایک گھاس اُگتی ہے جو قاتل زہر ہے پھر ہلاہل مطلقاً قاتل زہر اور قاتل کے معنی میں آنے لگا ہے۔ ایں را۔ یعنی اس مسجد میں سونے والے کا مرنا۔ النّصیحہ خلوص۔ غلول۔ خیانت۔ وِداد۔ دوستی۔ داد۔ انصاف

[3] ندم۔ ندامت۔ منبل۔ سُست، بے حس۔ برگ۔ ساز و سامان۔ پول نقدی۔ ازیں پل۔ یعنی دنیا طلبی۔

آں نہ کو بر ہر دُکانے بر زند
نہ وہ کہ جو ہر دُکان پر مارا مارا پھرے
بَل جہد از کون وکانے[٥١] بر زند
بلکہ دنیا کو کود جائے اور کان پر پہنچ جائے

مرگ شیریں گشت و نقلم زیں سرا
اس سرائے سے منتقل ہونا اور موت میرے لئے شیریں ہوتی ہے
چوں قفص ہشتن پریدن مُرغ را
جیسا کہ پرند کے لئے پنجرا چھوڑنا (اور) اُڑ جانا

آں قفص کو ہست عینِ باغ در
وہ پنجرا جو عین باغ میں ہے
مُرغ می بیند گلستان و شجر
پرند باغ، اور درخت دیکھ رہا ہے

جُوقِ مُرغاں از بروں گردِ قفص
پرندوں کا جھنڈ باہر پنجرے کے چاروں طرف
خوش ہمی خوانند ز آزادی قِصص[٥٢]
آزادی کے قصے خوشی سے پڑھ رہے ہیں

مُرغ را اندر قفص زاں سبزہ زار
پنجرے کے اندر پرند کے لئے سبزہ زار کی وجہ سے
نے خورش ماندست و نے صبر و قرار
نہ بھوک رہی، اور نہ صبر و قرار (رہا)

سر ز ہر سوراخ بیروں میکند
وہ ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے
تا بُود کایں بند از پا بر کند
کہ شاید اُس بیڑی کو پاؤں سے نکال دے

چوں دل و جانش چنیں بیروں بُود
جب اُس کا دل اور جان اسطرح باہر (کی مشتاق) ہو
آں قفص را در کشائی چوں بُود
اُس پنجرے کا دروازہ کھلنا کیسا ہوگا؟

نے چناں[٥٣] مُرغِ قفص در اندُہاں
وہ پنجرے کے اُس پرند کی طرح نہیں ہے جو غموں میں ہو
گرد بر گردش بحلقہ گربگاں
(اور) اُس کے اردگرد بلیاں حلقہ کئے ہوں

کے بُود اُو را دریں خوف و حزن
اُس کو اِس ڈر اور رنج میں کب ہوگی؟
آرزوئے از قفص بیروں شدن
پنجرے سے باہر نکلنے کی آرزو

اُو ہمی خواہد کزیں ناخوش حفص
وہ چاہے گا کہ اس ناگوار زنبیل کی بجائے
صد قفص باشد بگرد ایں قفص
اُس پنجرے کے چاروں طرف سَو پنجرے ہوں

بیانِ آنکہ عشقِ جالینوس بریں حیاتِ دنیا بُود کہ فنِ اُو
اُس کا بیان کہ جالینوس کا عشق اِس دنیاوی زندگی پر اِس وجہ سے

ہم اینجا بکار می آید و ہنرے نورزیدہ است کہ دراں بازار
تھا کہ اُس کا فن اِس جگہ کام آتا تھا اور اُسنے وہ ہنر نہ اختیار کیا تھا

بکار آید آنجا خود را العوام یکساں می بیند و الامر یومئذٍ للہ
جو اُس بازار میں کام آئے وہاں وہ اپنے آپ کو عام کے برابر سمجھتا تھا اور حکم اُس دن خدا کے لئے ہے

٥١ کانے - یعنی معرفت خداوندی کی کان۔ نقلم یعنی اِس دنیا سے منتقل ہونا۔ چوں قفص - یعنی جس طرح سے پرند کو پنجرہ چھوڑ کے اُڑ جانا شیریں ہوتا ہے۔ باغ در - یعنی در باغ۔

٥٢ قِصص - قصے کی جمع ہے۔ نے خورش - پرند کو پنجرے میں نہ دانہ اچھا لگتا ہے اور نہ اُس کو صبر و قرار ہوتا ہے۔ چوں - جب پرند کا یہ حال ہو تو پنجرے کا دروازہ ٹوٹنے سے اُس کو کس قدر خوشی ہوگی۔

٥٣ نے چناں - البتہ وہ پرند جو پنجرے کے چاروں طرف بلیاں دیکھے تو وہ ہشیار پنجرے ہی میں بند رہنا پسند کرے گا۔ حفص - فا سکون کے ساتھ زنبیل، بھولا فروزت شعری کی وجہ سے فا پر زبر دے دیا گیا ہے۔ جالینوس - یونان کا مشہور حکیم ہے چونکہ وہ محض علومِ عقلیہ سے واقف تھا اور آخرت کا اُس کو کوئی علم نہ تھا لہٰذا وہ دنیا میں جینے کا متمنی تھا۔

آنچناں کہ گفت جالینوسِ راد[1]
جیسا کہ حکیم جالینوس نے کہا
از ہوائے ایں جہان و از مُراد
اس دنیا کی محبت اور مُراد میں

راضیم کز من بماند نیم جاں
کہ میں راضی ہوں اگر آدھی جان (بھی) رہے
کہ ز کُونِ اَستَرے بینم جہاں
تاکہ خچر کی دُبر سے دُنیا کو دیکھوں

گربہ می بیند بگردِ خود قطار
قطار میں اپنے چاروں طرف بلیاں دیکھتا ہے
مُرغش آئس گشتہ بُودست از مطار
اُس کا پرند (روح) پرواز سے مایوس ہوگیا ہے

یا عدم دیدست غیرِ ایں جہاں
یا اُس نے اس جہان کے علاوہ کو معدوم سمجھا ہے
در عدم نادیدہ اُو حشرِ نہاں
اُس نے عدم میں چھپا ہوا حشر نہیں دیکھا ہے

چوں جنیں[2] کش میکشد بیروں کرم
جیسا کہ پیٹ کا بچہ کہ اُسکو کرم (خداوندی) باہر کو کھینچتا ہے
می گریزد اُو پسِ سُوئے شکم
وہ پیٹ کی جانب پیچھے کو بھاگتا ہے

لُطف رُویش سوئے مصدر میکند
مہربانی اُس کا رُخ نکلنے کی جگہ کی طرف کرتی ہے
اُو مَقر در پُشتِ مادر می کُند
وہ ماں کی کمر میں ٹھکانا بناتا ہے

کہ اگر بیروں نہم زیں شہر گام
کہ میں اگر اِس شہر سے قدم باہر رکھوں گا
اے عجب دیگر نہ بینم ایں مقام
ہائے عجب! پھر یہ جگہ نہ دیکھوں گا

یا درے بُودے دریں شہرِ وخم
یا اِس گندے شہر میں کھڑکی ہوتی
کہ نظارہ کردمے اندر رحم
کہ میں رحم میں سے نظارہ کرتا

یا چو چشمِ سوزنے راہم بُدے
یا سوئیں کے ٹکڑے کی برابر میرے لئے راستہ ہوتا
کہ ز بیرونِ رحم دیدہ شُدے
کہ رحم کے باہر کی چیز دیکھ لی جاتی

ایں جنیں ہم غافل ست از عالمے
وہ بھی دنیا سے اِسی طرح غافل ہے
ہمچو جالینوس اُو نامحرمے[3]
وہ جالینوس کی طرح ناواقف ہے

اُو نداند کُو رطوباتے کہ ہست
وہ نہیں سمجھتا، کہ وہ رطوبتیں جو ہیں
آں مدد از عالمِ بیرونی است
وہ بیرونی دنیا کی مدد سے ہیں

آنچناں کہ چار عنصر در جہاں
جس طرح سے دنیا میں چاروں عنصر
صد مدد دارد ز شہرِ لامکاں
لامکان کے شہر سے سینکڑوں مددیں پاتے ہیں

آب و دانہ در قفس گر یافتہ است
اگر پنجرے میں پانی اور دانہ موجود ہے
آں ز باغ و عرصہ در تافتہ است
وہ باغ اور میدان سے رونما ہوا ہے

[1] راد: عقلمند۔ ہوا۔ خواہش، محبت۔ کُونِ اَستَرے۔ یعنی ذلیل مقام۔ آئس۔ مایوس۔ مَطار۔ اڑنے کی جگہ، اڑان۔
[2] جنیں۔ ماں کے پیٹ کا بچہ۔ پسِ پس۔ واپس۔ مَصدر۔ نکلنے کی جگہ۔ مَقر۔ قیام گاہ۔ گام۔ قدم۔ وَخم۔ ناموافق مقام۔ چشمِ سوزن۔ سوئیں کا ٹکڑا۔
[3] نامحرم۔ ناواقفِ راز۔ رطوبات۔ یعنی پیٹ کے بچے کی غذا جو رطوبتیں ہیں وہ ماں کی اُن غذاؤں سے حاصل ہوئی ہیں جو باہر سے اُسے حاصل ہوتی ہیں۔ لامکاں۔ عالمِ اسمار، عالمِ ملکوت۔

جانہائے[۱] انبیاء بینند باغ — زیں قفص در وقتِ نقلان و فراغ
انبیاء کی جانیں باغ کو دیکھتی ہیں — اِس پنجرے سے، منتقل اور فارغ ہونے کے وقت

پس ز جالینوس و عالم فارغند — ہمچو ماہ اندر فلکہا بازغ اند
اِس لئے وہ جالینوس اور دنیا سے بے نیاز ہیں — وہ چاند کی طرح آسمانوں پر روشن ہیں

ور ز جالینوس ایں گفت افتریست — پس جوابم بہرِ جالینوس نیست
اگر یہ بات جالینوس پر بہتان ہے — تو میرا جواب جالینوس کے لئے نہیں ہے

ایں جواب آنکس آمد کایں بگفت — کہ نبودستش دلے با نور جفت
(پھر) یہ اُس کیلئے جواب ہے جس نے یہ کہا ہے — کیونکہ اُس کا دل نور کا ساتھی نہیں ہے

مرغِ[۲] جانش موش شد سوراخ جو — چوں شنید از گربگاں اُو عِرّجوا
اُس کی جان کا پرند سوراخ ڈھونڈنے والا چوہا بن گیا — جب اُس نے بلّیوں سے "گیرلو" سنا

زاں سبب جانش وطن دید و قرار — اندریں سوراخِ دنیا موش وار
اِسی لئے اُس کی جان نے وطن اور ٹھکانا دیکھا — چوہے کی طرح اِس دنیا کے سوراخ میں

ہمدریں سوراخ بنّائی گرفت — درخورِ سوراخ دانائی گرفت
اِسی سوراخ میں اُس نے تعمیر سازی کی — سوراخ کے مناسب عقل اختیار کی

پیشہائے کہ مرا اُورا درمزید — اندریں سوراخ کار آید گزید
وہ پیشے جو اُس کے لئے اضافے میں — اِس سوراخ میں کام آئیں، اُس نے اختیار کئے

زانکہ دل بر کند از بیروں شدن — بستہ شد راہِ رہیدن از بدن
کیونکہ اُس نے باہر نکلنے سے دل پھیر لیا — (اور) بدن سے نجات کا راستہ بند ہو گیا ہے

عنکبوت[۳] ار طبعِ عنقا داشتے — از لعابے خیمہ کے افراشتے
مکڑی، اگر عنقا کا مزاج رکھتی — لعاب سے خیمہ کب بلند کرتی؟

گربہ کردہ چنگِ خود اندر قفص — نامِ چنگش صرع و سرسام و مغص
بلّی نے اپنا پنجہ پنجرے میں ڈال دیا — اُس کے پنجہ کا نام مرگی، سرسام اور پیچش ہے

حصبہ و قولنج و مالیخولیا — سکتہ و سُدّہ و جذام و ماشرا
چیچک، اور قولنج، اور مالیخولیا — سکتہ اور سُدّہ، اور کوڑھ، اور مُنہ کا ورم ہے

آنتوں کا درد جو سُدّہ بیٹھ جانے سے ہوتا ہے۔ مالیخولیا۔ دیوانگی کی ایک قسم ہے۔ سکتہ۔ دماغی مرض ہے جس میں مریض بالکل مُردے کی طرح ہوجاتا ہے۔ سُدّہ۔ آنتوں میں کسی چیز کا جم جانا۔ جذام۔ کوڑھ۔ ماشرا۔ چہرے کا ورم جو خون کے جوش کی وجہ سے پیدا ہوجاتا ہے۔

۱ جانہائے۔ انبیاء اور اولیاء دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے باغات کی سیر کر لیتے ہیں تو وہ جالینوس کی خواہش اور عالم سے بے نیاز اور فارغ البال ہیں۔ افتری یعنی جو بات میں نے جالینوس کی نقل کی ہے اگر وہ جھوٹ ہے تو میرا یہ کلام جالینوس کے لئے نہیں ہے بلکہ اُس کے لئے ہو جو اِس عقیدے کا ہے اور اُس کا دل نور سے منوّر نہیں ہے۔

۲ مرغِ جانش۔ جس کے دل میں نور نہیں ہے وہ ایسا چوہا ہے جس نے بلّیوں کی آواز سُن لی ہو اور بھٹ کی جستجو کرے۔ زاں۔ اِسی لئے وہ اِس دنیا کو پسند کرتا ہے جو چوہے کے بھٹ کی طرح ہے۔ ہمدریں۔ وہ اِس دنیا میں دنیا کے ہُنر سیکھنے پر اور دنیا کو سنوارنے پر اکتفا کرتا ہے۔ پیشہائے۔ وہ وہی پیشے اختیار کرتا ہے جو اِس کی دنیا بنائیں۔ زانکہ۔ چونکہ اُس کو عالمِ آخرت کی طرف رغبت نہیں ہے۔

۳ عنکبوت۔ اُس کی مثال مکڑی کی سی ہے جو اپنے لئے ایک کمزور جالا تنتی ہے۔ گربہ۔ موت اپنے پنجے بصورتِ امراض اُس سے وابستہ کرتی ہے۔ صرع۔ مرگی۔ سرسام۔ وہ مرض ہے جس میں دماغ پر ورم آجاتا ہے اور مریض بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ مغص۔ پیچش۔ حصبہ۔ کھسرا۔ قولنج۔

گربہ[1] مرگ ست و مرض چنگالِ اُو — میزند بر مرغ و پرّ و بالِ اُو
موت بلی ہے، اور مرض اُس کا پنجہ ہے — جو وہ پرندہ اور اس کے بال و پر پر چلاتی ہے

گوشہ گوشہ می دَوَد سُوئے دَوَا — مرگ چوں قاضی و رنجوری گوا
وہ دوا کی جانب اِدھر اُدھر دوڑتا ہے — موت قاضی کی طرح ہے، اور مرض گواہ ہے

چوں پیادہ قاضی آمد ایں گوا — کہ ہمی خواند ترا تا حُکم گاہ
یہ گواہ قاضی کے پیادے کی طرح آیا ہے — کہ وہ تجھے عدالت میں بلاتا ہے

مُہلتے خواہی تو از وے در گریز — گر پذیرد شد و گرنہ گفت خیز
تو بچاؤ کے لئے اس سے مُہلت مانگتا ہے — اگر اُسنے مان لیا تو وہ مہلت ملی، ورنہ وہ کہیگا اُٹھ جا

جُستنِ مُہلت دَوَا و چارہا — کہ زنی بر خرقۂ تن پارہا
مُہلت طلب کرنا، دوا اور تدبیریں ہیں — تاکہ تو جسم کے چیتھڑوں کو پیوند لگا لے

عاقبت[2] آید صباحے خشم وار — چند باشد مُہلت آخر شرم دار
بالآخر وہ کسی صبح کو غضبناک ہو کر آتا ہے — آخر مُہلت کتنی ہوگی، شرم کر

عُذر خود از شہ بخواہ اے پُر حسد — پیش ازانکہ آنچناں روزے رسد
اے حاسد! بادشاہ سے عُذر خواہی کرلے — اُس سے قبل کہ ایسا دن آئے

وانکہ در ظلمت براند بارگی — بر کند زاں نُورِ دل یکبارگی
اور جو اندھیرے میں گھوڑا دوڑاتا ہے — اُس نُور سے یک لخت دل کو ہٹاتا ہے

میگریزد از گواہ و مقصدش — کاں گوا سُوئے قضا میخواندش
وہ گواہ اور اُس کے مقصد سے بھاگتا ہے — کیونکہ وہ گواہ اُس کو موت کی طرف بُلاتا ہے

ناگہاں[3] گیرند اُو را خوار و زار — کش کشاں تا پیشِ قاضی شرمسار
اُسکو ذلیل اور عاجز کر بنا کر، اچانک پکڑ لینگے — شرمندگی کی حالت میں اُسکو قاضی کے سامنے کھینچ لیجائینگے

زیں گذر کُن جانبِ آں شخص راں — کُو بمسجد آمد آں شب میہماں
اِس کو چھوڑ اُس شخص کی جانب چل — جو اُس رات کو مسجد میں مہمان بن کر آیا

ملامت کردنِ اہلِ مسجد مہمان را از شب خفتن دراں مسجد
مسجد والوں کا مہمان کو رات میں مسجد میں سونے پر ملامت کرنا

قوم گفتندش مکُن جلدی برو — تا نگردد جامہ و جانت گرو
لوگوں نے اُس سے کہا بہادری نہ دکھا، چلا جا — تاکہ تیری جان اور کپڑے گروی نہ ہو جائیں

---

[1] گربہ۔ موت بلی ہے اور یہ امراض اسکے پنجے ہیں۔ مرگ۔ موت فیصلہ کرتی ہے۔ رنجوری۔ بیماری کی نوعیت پر فیصلہ ہوتا ہے۔ پیادہ۔ موت امراض کے ذریعہ اپنی طرف بُلاتی ہے۔ حُکم گاہ۔ عدالت، محکمہ۔ مُہلتے۔ تو دوا کرنے کے لئے مُہلت چاہتا ہے اگر مرض نے مُہلت دیدی تو دوا کے ذریعہ بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر اُس نے مُہلت نہ دی تو وہ فوراً موت کے سُپرد کر دیتا ہے۔ خیز۔ یعنی اُٹھ اور موت کی جانب چل۔ کہ زنی۔ مرض کی وجہ سے جو تیرے بدن کو نقصان پہنچا ہے تو دوا کے ذریعہ اسکو درست کرنا چاہتا ہے۔

[2] عاقبت۔ انجام کار مرض کا پیادہ آئیگا اور پھر وہ مہلت نہ دیگا۔ عذر۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اُس دربار میں حاضری کے لئے قبل از وقت تیاری کرلی جائے۔ ظلمت۔ یعنی خواہشاتِ نفسانی کی ظلمت۔ بارگی۔ گھوڑا۔ بر کند۔ خواہشات کا انہماک نورِ خداوندی سے جُدا کر دیتا ہے۔ گواہ۔ یعنی مرض۔ مقصدش۔ مرض کا مقصود موت ہے۔

[3] ناگہاں۔ لیکن موت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ قاضی یعنی موت۔ زیں۔ اب دوبارہ اُس مسجد کے مہمان کا قصہ شروع کرتے ہیں۔ جلدی۔ بہادری۔ گرو۔ یعنی موت کے ہاتھوں گروی۔

آں ز دُور آساں نماید بہ نگر — کہ بآخر سخت باشد رہگذر

وہ دُور سے آسان نظر آتا ہے، اچھی طرح دیکھ لے — کہ انجامِ کار، راستہ دُشوار ہو گا

بس کساں کاو بخت خود را از نخست — وقتِ پیچا پیچ دستاویز جُست

بہت سے انسان ہیں جنہوں نے شروع میں اپنے آپ کو لٹکایا — پیچیدگی کے وقت سہارا ڈھونڈا

پیشتر از واقعہ آساں بُود — در دلِ مردم خیالِ نیک و بد

واقعہ سے پہلے آسان ہوتا ہے — انسانوں کے دل میں اچھے بُرے کا خیال

چوں در آید اندرونِ کار زار — آں زماں گردد بر آں کس کار زار

جب میدانِ جنگ میں آ جاتا ہے — اُس وقت اُس شخص پر کام دُشوار ہو جاتا ہے

چوں نۂ شیری ہیں منہ تو پائے پیش — کاں اجل گرگست و جانِ تُست میش

جبکہ تو شیر نہیں ہے خبردار! آگے قدم نہ رکھ — کیونکہ موت بھیڑیا ہے اور تیری جان بھیڑ ہے

ور ز ابدالی و میشت شیر شُد — ایمن آ کہ مرگِ تو سَر زیر شد

اگر تو ابدال میں سے ہے اور تیری بھیڑ شیر ہو گئی ہے — مطمئن ہو کر آ، کیونکہ تیری موت سرنگوں ہو گئی ہے

کیست ابدال آنکہ او مُبدل شود — خمرش از تبدیلِ یزداں خل شود

ابدال کون ہے؟ وہ جو تبدیل ہو جائے — اللہ (تعالےٰ) کے تبدیل کرنے سے اسکی شراب سرکہ ہو جائے

لیک مستِ شیر گیری وز گماں — شیر پنداری تو خود را ہیں مَراں

لیکن تو ہم مست ہے، اور گمان سے — اپنے آپ کو شیر سمجھتا ہے خبردار! آگے نہ بڑھ

گفت حق زاہلِ نفاقِ ناسدید — بأسُهم ما بینهم بأسٌ شدید

اللہ (تعالےٰ) نے گمراہ منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے — اُن کی بہادری آپس میں سخت بہادری ہے

درمیانِ ہمدگر مردانہ اند — در غزا چوں عورتانِ خانہ اند

ایک دوسرے کے لئے بہادر ہیں — جہاد میں گھر کی عورتوں کی طرح ہیں

گفت پیغمبر سپہدارِ غیوب — لا شجاعة یا فتی قبل الحروب

غیب کے سپہ سالار پیغمبر نے فرمایا — اے نوجوان! لڑائیوں سے پہلے بہادری کچھ نہیں ہے

وقتِ لافِ غزو مستاں کف زنند — وقتِ جوش و جنگ چوں کف می فنند

جہاد کی شیخی بگھارتے وقت مستوں کی طرح سینہ ٹھوکتے ہیں — جوش اور جنگ کے وقت جھاگ کی طرح گر پڑتے ہیں

وقتِ ذکرِ غزو شمشیرش دراز — وقتِ کرّ و فرّ تیغش چوں پیاز

جہاد کے ذکر کے وقت اُس کی تلوار دراز ہے — کرّ و فرّ کے وقت اُس کی تلوار پیاز کی طرح ہے

---

۵۱ آں۔ یعنی مسجد کا سونا۔ بس کساں۔ ناتجربہ کار مصیبت میں پھنس کر بچنے کی تدبیر کرتا ہے جو دشوار ہوتی ہے۔ چہ خبر۔ مصیبت کے آنے سے پہلے اچھا بُرا سوچا جاسکتا ہے۔ چوں۔ ناتجربہ کار مصیبت میں پھنس کر پریشان ہوتا ہے۔ چوں نۂ شیری۔ موت بھیڑیا ہے اگر تو شیر ہے تو اُس کا مقابلہ کرسکتا ہے اگر تو بھیڑ ہے تو وہ پھاڑ کھائیگا۔

۵۲ ورز ابدال۔ اولیاء اللہ موت سے خائف نہیں ہوتے ہیں۔ ابدال۔ وہ اولیاء اللہ ہیں جن کی بُری صفات اچھی صفات میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ خمر یعنی بُری صفات۔ خل۔ سرکہ یعنی اچھی صفات۔ مستِ شیر گیر۔ وہ مست جس کا نشہ ادھورا ہو۔ بأسهم۔ قرآن پاک میں منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے بأسهم بينهم شديد تحسبهم جميعا و قلوبهم شتى۔ آپس میں اُن میں بڑی دھاک ہے تو اُن کو اکٹھا سمجھتا ہے اور اُن کے دل متفرق ہیں۔ غزا۔ جنگ، جہاد۔

۵۳ گفت۔ یہ حدیث کتابوں میں منقول نہیں ہے ملاجلا: شجاعت کا پتہ میدانِ جنگ میں چلتا ہے۔ کف زنند یعنی سینہ ٹھونک کر بہادری جتاتے ہیں۔ کف۔ جھاگ دوسرے مصرعہ میں۔ کرّ۔ آگے بڑھ کر حملہ کرنا۔ فرّ۔ پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا۔ چوں پیاز۔ یعنی نرم۔

وقتِ اندیشہ دلِ اُو غزو جُو
خیال کے وقت اُس کا دل جنگجو ہے

پس[1] بیک سوزن تہی شد خیکِ اُو
پھر ایک سوئی سے اُس کی مشک خالی ہوگئی

من عجب دارم ز جویائے صفا
مجھے صفائی کے (اُس) طالب پر تعجب ہے

کو رمد در وقتِ صیقل از جفا
جو صیقل کے وقت تکلیف سے بھاگ جائے

عشق چوں دعویٰ جفا دیدن گواہ
عشق دعویٰ ہے، تکلیف برداشت کرنا گواہ ہے

چوں گواہت نیست شد دعویٰ تبا
جب تیرے پاس گواہ نہیں ہے تو دعویٰ برباد ہے

چوں گواہت خواہد ایں قاضی مرنج
جب یہ قاضی گواہ مانگے تو رنجیدہ نہ ہو

بوسہ دِہ بر مار تا یابی تو گنج
سانپ کو چوم لے، تاکہ تو خزانہ پائے

آں جفا با تو نباشد اے پسر
اے صاحبزادے! وہ سختی تجھ پر نہیں ہے

بلکہ با وصفِ بدی اندر تو در
بلکہ اُس بُری صفت پر ہے جو تیرے اندر ہے

بر نمد[2] چوبے کہ آں را مرد زد
اُس شخص نے نمدے پر جو لکڑی ماری

بر نمد آں را نزد بر گرد زد
وہ نمدے پر نہیں ماری، گرد پر ماری ہے

گر بزد مر اسپ را آں کینہ کش
اگر سزا دینے والے نے گھوڑے کو مارا

آں نزد بر اسپ زد بر سکسکش
اُسنے گھوڑے کو نہیں مارا اُسکی سُست رفتاری کو

تا ز سکسک وا رہد خوش پے شود
تاکہ وہ سُست رفتاری سے نجات پاجائے خوش رفتار ہوجائے

شیرہ را زنداں کنی تا مے شود
تو شیرہ کو قید کرتا ہے تاکہ شراب بنجائے

آں یکے میزد یتیمے را بقہر
ایک شخص غصہ سے ایک یتیم کو مارتا تھا

قند بود آں لیک بنمودہ چو زہر
وہ شکر تھا لیکن زہر جیسا نظر آتا تھا

دید مردے آنچناں نش زار زار
ایک شخص نے اُس کو ایسا زار زار (روتا) دیکھا

آمد و بگرفت زودش در کنار
کہ وہ آیا اور فوراً اُس کو بغل میں لے لیا

گفت[3] چنداں آں یتیمک را زدی
اُس نے کہا تونے اِس یتیم بچے کو اِتنا مارا

چوں نترسیدی ز قہرِ ایزدی
تو خدا کے قہر سے کیوں نہ ڈرا؟

گفت اُو را کے زدم اے جانِ دوست
اُسنے کہا اے پیارے! میں نے اُسکو کب مارا ہے؟

من بر آں دیوے زدم کو اندروست
میں نے اُس شیطان کو مارا ہے جو اُسکے اندر ہے

مادر ار گوید ترا مرگِ تو باد
اگر تجھے ماں کہے، خدا کرے تو مرے

مرگِ آں خو خواہد و مرگِ فساد
تو وہ عادت کی موت اور فساد کی موت چاہتی ہے

[1] پس۔ پھونک بھری ہوئی مشک میں ایک سوئی چبھو دی جائے تو ہوا خارج ہو جاتی ہے یعنی ادنیٰ تکلیف کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔ من عجب۔ جو شخص صفائے قلب چاہتا ہے اُس کیلئے مجاہدے ضروری ہیں۔ عشق۔ خدا سے عشق و محبت ایک دعویٰ ہے اور مجاہدہ اُس کا گواہ ہے، دعویٰ بغیر گواہ کے ناقابلِ اعتبار ہے۔ بوسہ۔ خزانہ پر سانپ ہوتا ہے اُس کو مانوس کرکے خزانہ تک پہنچا جاسکتا ہے۔ آں جفا۔ مجاہدے کی جفا دراصل اُس برائی پر ہے جس کے ازالہ کے لئے مجاہدہ کرایا جاتا ہے۔

[2] بر نمد۔ محسوسات میں اُس کی مثال یہ ہے کہ کمبل جھاڑنے کے لئے اُس پر لکڑی ماری جاتی ہے تو وہ دراصل کمبل پر نہیں بلکہ گرد پر ماری جاتی ہے۔ گر بزد۔ سست گھوڑے پر ہنٹر مارا جاتا ہے تو دراصل اُس کی سستی پر مارا جاتا ہے۔ سکسک۔ سست رفتاری۔ شیرہ۔ انگور کے شیرہ کو مٹکے میں اِسی لئے بند کیا جاتا ہے کہ اُس سے شراب بنے۔ آں یکے۔ اُستاد بچے کو مارتا ہے تو بظاہر ظلم ہے حقیقتاً اُس میں اُسکی اِصلاح اور خوبی ہے۔

[3] گفت۔ اُس شخص نے اُستاد کو ڈانٹا تو اُستاد نے یہی کہا کہ مقصد اِس بچے کو مارنا نہیں ہے بلکہ اُس شیطان کو مارنا ہے جو اِس میں گھسا بیٹھا ہے۔ مادر۔ ماں بچے کو کوستی ہو اور مرنے کی بد دعا دیتی ہے تو اس کا مقصد اسکی بری عادت کی موت ہوتی ہے۔

آں گروہے کز ادب بگریختند — آبِ مردی و آبِ مرداں ریختند
وہ لوگ جو ادب (حاصل کرنے) سے بھاگے — انھوں نے انسانیت اور انسانوں کی آبرو ریزی کی

عاذلاں شاں از وغا وا راندند — تا چنیں حیز و مخنث ماندند
ملامت کرنیوالوں نے انھیں جنگ سے باز رکھا — یہاں تک کہ وہ ایسے نامرد اور مخنث رہ گئے

لاف و غرّہ ژاژ خارا کم شنو — با چنیہا در صفِ ہیجا مرو
بکواس کرنیوالے کی شیخی اور گھمنڈ کو نہ سُن — ایسے لوگوں کے ساتھ جنگ کی صف میں نہ جا

زانکہ زادوکم خبالا گفت حق — کز رفاقِ سست برگرداں ورق
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے "وہ تم میں زیادہ خرابیاں ڈالیں گے" فرمایا ہے — تاکہ تو سست ساتھیوں سے ورق پلٹ دے

کہ گر ایشاں با شما ہمرہ شوند — غازیاں بے مغز ہمچوں کہ شوند
کیونکہ وہ اگر تمہارے ساتھ ہوں گے — غازی، تنکے کی طرح بیکار ہو جائیں گے

خویشتن را با شما ہم صف کنند — پس گریزند و دلِ صف بشکنند
وہ اپنے آپ کو تمہارے ساتھ ہم صف کریں گے — پھر بھاگیں گے، اور صف کا دل توڑ دینگے

پس سپاہے اندکے بے ایں نفر — بہ کہ با اہلِ نفاق آید حشر
تو تھوڑے سپاہی اس جماعت کے بغیر — بہتر ہیں بہ نسبت اسکے کہ منافقوں کیساتھ اجتماع ہو

ہست بادامِ کمِ خوش بیختہ — بہ ز بسیارے بتلخ آمیختہ
خوش (ذائقہ) تھوڑے بادام چھنے ہوئے — بہت سے کڑوے ملے ہوؤں سے بہتر ہیں

تلخ و شیریں گر بصورت یک تے اند — نقص ازاں افتاد کہ ہمدل نے اند
کڑوا اور میٹھا اگرچہ بظاہر ایک چیز ہیں — خرابی اس وجہ سے واقع ہوئی کہ وہ باطن میں یکساں نہیں ہیں

گبر ترساں دل بود کو از گماں — می زید در شک ز حالِ آنجہاں
کافر خوفزدہ دل والا ہوتا ہے، کیونکہ وہ گمان — میں جی رہا ہے اُس جہان کے حال کے شک میں

میرود در رہ نداند منزلے — گام ترساں می نہد اعمیٰ دلے
وہ راستہ چلتا ہے منزل کو نہیں جانتا ہے — اندھے دل والا ڈرتے ہوئے قدم رکھتا ہے

چوں نداند رہ مسافر چوں رود — با تردد ہا و دل پُر خوں رود
جب مسافر نہیں جانتا ہے وہ کیسے راستہ چلے — مشکوک اور پُر خون دل کے ساتھ چلتا ہے

۱؎ آں گروہے۔ جو لوگ مجاہدات کی سختی سے بھاگتے ہیں وہ انسانیت کو تباہ کرتے ہیں۔ عاذلاں۔ اِن منافقوں کو اُن کے دوستوں نے جہاد میں شریک ہونے سے روکا تو یہ لوگ نامرد بن کر رہ گئے آئندہ اشعار میں مولانا اُن لوگوں کی مصاحبت اور ہمراہی سے روکتے ہیں۔ غرّہ۔ گھمنڈ۔ زادوکم خبالا قرآن پاک میں اِن منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ لَوْ خَرَجُوْا فِیْکُمْ مَّا زَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالًا "اگر وہ تم میں مل کر نکلتے تو زیادہ خرابیاں ڈالتے"۔ رفاق۔ رفیق کی جمع ہے سفر کا ساتھی۔ گرداں ورق۔ یعنی اُن کی بات ہی نہ کرو اُن سے قطع نظر کرو۔ غازیاں۔ یعنی اُنکی بزدلی مجاہدوں کو بھی ناکارہ بنا دیگی۔

۲؎ خویشتن۔ منافق جب صفوں میں سے بھاگیں گے بہادروں کے دل ٹوٹیں گے۔ پس۔ تھوڑے بہادر، بزدلوں کے مجمع سے بہتر ہیں۔ ہست۔ اگر چھنے ہوئے تھوڑے سے میٹھے بادام ہوں تو وہ زیادہ باداموں سے جن میں تلخ بھی ہوں، بہتر ہیں۔ نقص۔ کڑوے اور شیریں بادام اگرچہ صورت میں یکساں ہیں لیکن اُن کے باطن میں بہت فرق ہے یہی حال مومنوں اور منافقوں کا ہے۔

۳؎ گبر۔ چونکہ کافروں کو اگلی زندگی کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں اسلئے اُن کے دل ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں۔ میرود۔ چونکہ یہ آخرت کے بارے میں اندھے ہیں لہٰذا آخرت کی راہ طے کرنے میں سست ہیں، اندھا ڈرتے ڈرتے قدم بڑھاتا ہے۔ چوں نداند۔ جو شخص راستہ سے ناواقف ہوتا ہے وہ تیزی سے منزل طے نہیں کر سکتا معمول سے اندیشہ سے ٹھہر جاتا ہے۔

ہر کہ گوید ہائے ایں سو راہ بست — او کند از بیم آنجا وقف والیت
جو کوئی کہہ دے ہکر ہائے اِس طرف راستہ نہیں ہے — وہ اسی جگہ خوف سے توقف اور ٹھکاؤ کر دیتا ہے

ور بداند[۵۱] رہ دلِ باہوشِ او — کے رَوَد ہر ہائے و ہو در گوشِ او
اگر اُس کا باہوش دل راستہ جانتا ہے — تو ہر ہائے و ہو اُس کے کان میں کہاں پہنچتی ہے؟

پس مَشو ہمراہ ایں اُشتر دلاں — زانکہ وقتِ ضیق و بیم اند آفلاں
تو ان اونٹ کے دل والوں کا ہمراہی نہ بن — کیونکہ وہ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہو جانے والے ہیں

پس گریزند و تُرا تنہا ہلند — گرچہ اندر لاف سحرِ بابل اند
وہ بھاگ جائیں گے، اور تجھے تنہا چھوڑ دینگے — اگرچہ وہ شیخی مارنے میں بابل کا جادو ہیں

تو ز رَعنایاں مجو ہیں کارزار — تو ز طاؤساں مجو صید و شکار
خبردار! تو نازنینوں سے جنگ کی توقع نہ رکھ — تو موروں سے صید و شکار کا طالب نہ بن

طبعِ طاؤسیت وسواست کُند — دم دہد از تا مقامت بر کَند
تیری مور والی طبیعت تیرے اندر وسوسے ڈالتی ہے — وہ فریب دیتی ہے تاکہ تجھے (بلند) مقام سے ہٹا دے

گفتنِ[۵۲] شیطان قریش را کہ بجنگ احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آئید

شیطان کا قریش کو احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنگ کرنے کیلئے کہنا کہ آؤ میں مدد کرونگا

من یاریہا کُنم و قبیلۂ خود را بیاری خوانم و گریختنِ او در ملاقاتِ صفین

اور اپنے کنبہ کو مدد کے لئے بُلاؤں گا اور دونوں صفوں کی مڈبھیڑ کے وقت اُس کا بھاگ جانا

ہمچو شیطاں کز وساوس بر قریش — دم دمید و گفت گرد آرید جیش
شیطان کی طرح جس نے قریش پر وسوسوں کے ذریعہ — منتر پھونکا، اور کہا لشکر جمع کرلو

تا کہ در احمد ہزیمت افگنیم — بیخ و بنیاد از زمینش بر کَنیم
تاکہ احمدؐ (کی صفوں) میں ہم شکست ڈال دیں — زمین سے اُس کی بیخ و بُنیاد اُکھاڑ دیں

چونکہ شیطاں در سپہ شد صد یکم — خواند افسوں کانّی جارٌ[۵۳] لکم
جب شیطان سپاہیوں میں ایک سو ایکواں بنگیا — اُس نے منتر پڑھا کہ میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں

چوں سپہ گرد آمدند از گفتِ او — کرد با ایشاں بحیلت گفتگو
جب اُس کی بات سے سپاہی جمع ہو گئے — تو اُن سے چالاکی سے گفتگو کی

پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے آئیں تو وہ اُلٹے پاؤں چلتا بنا اور کہا مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں۔ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

۵۱ ور بداند۔ راہ سے واقف کسی کے شبہ ڈالنے سے سُست نہیں پڑتا ہے۔ پس مشو۔ لہٰذا اُن منافقوں کو شریکِ سفر کرنا چاہیئے۔ اُشتر دلاں۔ اونٹ ڈرپوک ہوتا ہے۔ آفلاں۔ آفل کی جمع ہے، غائب ہو جانے والا۔ سحرِ بابل۔ بابل کے جادو کی تاثیر سخت مانی جاتی ہے۔ رعنا۔ نازک اندام۔ طبعِ طاؤسیت۔ انسان کی طبیعت کی رنگینی انسان میں شکوک و شبہات پیدا کرتی ہے اور اُس کو بلند مقام سے نیچے گرا دیتی ہے۔

۵۲ گفتن۔ جنگِ بدر کے موقع پر شیطان نے سُراقہ نجدی کی صورت میں ظاہر ہو کر ابو جہل وغیرہ کو ورغلایا تھا۔ جیش۔ یعنی جنگِ بدر کے لئے لشکر جمع کرلو۔ صد یکم یعنی سَو پر ایک کا اضافہ۔ افسوں۔ منتر۔

۵۳ جارٌ لکم۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ۔ اور جب شیطان نے اُن کی حرکتوں کو اُن کو اچھا کرکے دکھایا اور کہا آج لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں

کہ بیارم من قبیلہ خویش را
کہ میں اپنے خاندان کو لے آؤں گا
تا کہ در ہیجا[1] بود پشتِ شما
تاکہ جنگ میں تمہاری طاقت ہو

من شما را عون و یاریہا کنم
میں تمہاری مدد اور اعانتیں کروں گا
تا سپاہِ دشمناں تاں بشکنم
تاکہ تمہارے دشمنوں کے لشکر کو شکست دیدوں

چوں قریش از گفت او حاضر شدند
قریش جب اس کی باتوں کی وجہ سے جمع ہو گئے
ہر دو لشکر در ملاقات آمدند
(اور) دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی

دید شیطاں از ملائک اسپہے
شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر دیکھا
سوئے صفِ مومناں اندر رہے
مومنوں کی صف کی جانب (آتا ہوا)، راستہ میں

آں جنود لم تروہا صف زدہ
اس لشکر نے "جس کو تم نے نہ دیکھا" صف بنائی
گشت جانِ او ز بیم آتشکدہ
اس کی جان خوف سے بھٹی بن گئی

پائے خود واپس کشیدہ میگرفت
اپنے پاؤں، واپس کھینچنے کے رد کرتا تھا
کہ ہمی بینم سپاہے بس شگفت
کہ میں عجیب فوج دیکھ رہا ہوں

کہ اخاف اللہ ما لی منہ عون
میں اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتا ہوں میری اس کی جانب کوئی مدد نہیں ہے
اذہبوا انی اری ما لا ترون
بھاگ جاؤ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو

گفت حارث[2] اے سراقہ شکل ہیں
حارث نے کہا، اے سراقہ کی شکل والے، ہائیں!
دی چرا تو می نگفتی اینچنیں
کل تو نے اس طرح کیوں نہ کہا؟

گفت ایں دم من ہمی بینم حرب
اس (شیطان) نے کہا اب میں سختی دیکھ رہا ہوں
گفت می بینی جعاشیش عرب
اس (حارث) نے کہا تو عرب کے غریبوں کو دیکھ رہا ہے

می نبینی غیر ایں لیک اے تو شنگ
اس کے علاوہ تو کچھ نہیں دیکھ رہا ہے، لیکن اے شوخ!
آں زمانِ لاف بود ایں وقتِ جنگ
وہ شیخی کا وقت تھا، یہ جنگ کا وقت ہے

دی ہمی گفتے کہ پابنداں[3] شدم
کل تو کہتا تھا کہ میں ذمہ دار ہوں
کہ بود تاں فتح و نصرت دم بدم
کہ تمہیں دم بدم فتح اور نصرت ہو گی

دی زعیم الجیش بودی اے لعیں
اے ملعون! کل تو لشکر کا سردار تھا
ویں زماں نامرد و ناچیز و مہیں
اب نامرد، اور ناچیز، اور ذلیل ہے

تا بخوردیم آں دمِ تو و آمدیم
یہاں تک کہ ہم تیرا جھانسا کھا گئے اور ہم آگئے
تو بتوں رفتی و ما ہیزم شدیم
تو بھٹی میں گیا اور ہم ایندھن بن گئے

[1] ہیجا۔ جنگ۔ عراق۔ مدد۔ حملۂ قریش۔ جنگِ بدر میں جب دونوں صفیں بالمقابل ہوئی تھیں تو یہاں بھی مسلمانوں کی مدد کے لئے ملائکہ کی جماعت نازل ہوئی تھی "جنوداً لم تروہا" قرآن پاک میں ہے "وانزل جنوداً لم تروہا" "اور اتارے ایسے لشکر جن کو تم نے نہ دیکھا" یہ آیت اگرچہ غزوۂ خندق کے سلسلہ میں ہے مولانا نے بطور اقتباس غزوۂ بدر کے بارے میں استعمال فرمایا ہے۔

[2] گفت حارث۔ شیطان نے حارث بن ہشام کو سراقہ کی شکل میں آکر بہکایا تھا۔ حَرَب۔ راء کے فتحہ سے سختی۔ جعاشیش۔ جعشوش کی جمع ہے، گدا، فقیر۔ شنگ۔ بفتحِ شین۔ شوخ۔

[3] پابنداں شدم۔ میں ذمہ دار ہوں۔ زعیم الجیش۔ لشکر کا سردار۔ تا بخوردیم۔ ہم تیرے مکر میں پھنس کر میدانِ بدر میں آگئے۔ تُوں۔ بھٹی۔ حمام۔ ہیزم۔ ایندھن۔

چونکہ حارث با سراقہ گفت ایں — از عتابش خشمگیں شد آں لعیں[۱]
جب حارث نے سراقہ سے یہ بات کہی — وہ ملعون اُس کے غصّہ سے غضبناک ہو گیا

دستِ خود خشمیں ز دستِ او کشید — چوں ز گفتِ اُوش درد دل رسید
غصّہ میں اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ سے چھڑا لیا — چونکہ اُس کی گفتگو سے اُس کو دل کا درد ہوا

سینہ اش را کوفت شیطان و گریخت — خونِ آں بیچارگاں زیں مکر ریخت
شیطان نے اُسکے سینہ پر دوہتڑ مارا اور بھاگ گیا — اِس مکاری سے اُن بیچاروں کا خون بہا دیا

چونکہ ویراں کرد چندیں عالم او — پس بگفت اِنّی بَرِیٌٔ مِّنکُم
جب اُس نے اِتنی دُنیا ویران کر دی — تو بولا میں تم سے بیگانہ ہوں

کوفت اندر سینہ و اندا ختش — پس گریزاں شد چو ہیبت تاختش
اُس کی چھاتی پیٹی اور اُس کو گرا دیا — پھر بھاگ گیا، جبکہ اُس پر ہیبت طاری ہُوئی

نفس و شیطاں ہر دو یک تن بودہ اند — در دو صورت خویش را بنمودہ اند
نفس اور شیطان دونوں ایک تھے — اُنھوں نے دو صورتوں میں اپنے آپ کو دکھایا ہے

چوں[۲] فرشتہ و عقل کایشاں یک بُدند — بہرِ حکمتہاش دو صورت شدند
جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے — اُس اللہ کی حکمتوں کی وجہ سے دو صورت ہو گئے ہیں

دشمنے داری چنیں در سرِّ خویش — مانعِ عقل ست و خصمِ جان و کیش
تو اپنے اندر ایسا دشمن رکھتا ہے — جو عقل کیلئے مانع، اور جان اور مذہب کا دشمن ہے

یک نفس حملہ کند چوں سوسمار — پس بسوراخے گریزد در فرار
وہ گوہ کی طرح ایک دم حملہ کرتا ہے — پھر بھاگتا ہوا سوراخ میں گھس جاتا ہے

در دلِ او سوراخہا دارد کنوں — سر ز ہر سوراخ می آرد بروں
وہ اب اُس (انسان) کے دل میں بہت سے سوراخ بنائے ہوئے ہے — (اور) ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے

نامِ[۳] پنہاں گشتنِ دیو از نفوس — واندراں سوراخ رفتن شد خنوس
شیطان کا نام انسانوں سے چھپ جانے — اور سوراخوں میں گھس جانے سے خنوس ہو گیا ہے

کہ خنوسش چوں خنوسِ قنفذ ست — چوں سرِ قنفذ ورا آمد شد ست
اُس کا گھس جانا سیہی کے گھسنے کی طرح ہے — سیہی کے سر کی طرح اُس کی آمد و رفت ہے

کہ خدا آں دیو را خناس خواند — کو سرِ آں خارپشتک را بماند
اللہ تعالیٰ نے اُس شیطان کو خناس کہا ہے — کیونکہ وہ سیہی کے سر کی مانند ہے

۱؎ لعین۔ یعنی شیطان جو بصورت سراقہ تھا۔ خشمیں۔ خشمگیں۔ چونکہ۔ جب بدر میں اُن کو تباہ کر چکا تو پھر یہ کہنے لگا کہ میرا تمہارا کیا واسطہ ہے۔ نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ نفس اور شیطان ایک ہی طاقت کے نام ہیں تو نفس کا دھوکا دینا شیطان ہی کا دھوکا دینا ہے۔

۲؎ چوں۔ فرشتہ اور عقل بھی در اصل ایک چیز ہے۔ نام علیحدہ علیحدہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتوں کی وجہ سے اُن کو دو صورتوں میں نمودار فرمایا ہے۔ دشمنے جس طرح ہم نے شیطان کی دشمنی کا قصہ سُنایا ایسا ہی دشمن خود تیرے اندر تیرا نفس موجود ہے۔ یک نفس۔ وہ دشمن یکبارگی گوہ کی طرح حملہ کر کے بھٹ میں گھس جاتا ہے۔ در دل۔ انسان کے دل میں اُس کے رہنے کے بہت سے سوراخ ہیں۔

۳؎ نام پنہاں۔ چونکہ شیطان کا کام دھوکا دے کر گھس جانا اور چھپ جانا ہے، اِسی لئے قرآن میں اُس کو خناس کہا گیا ہے جس کے معنی بہت چھپنے والا ہیں۔ قنفذ سیہی جو بلی سے چھوٹا ایک جنگلی جانور ہے اُسکے بدن پر لمبے لمبے خار ہوتے ہیں خطرے کے وقت وہ اپنے خار کھڑے کر لیتا ہے اور اپنا مُنھ اندر کو گھسا لیتا ہے خارپشتک۔ اسی قنفذ کو کہا جاتا ہے۔

می نہاں گردد سرِ آں خارپُشت — **دمبدم از بیمِ صیّادِ[1] درشت**

اُس سیہی کا سر چھپ جاتا ہے — فوراً سخت شکاری کے ڈر سے

تا چو فرصت یافت سر آرد بروں — **زیں چنیں مکرے شود مارش زبوں**

جب اُس نے موقع پایا سر باہر نکالا — ایسے مکر سے اُس سے سانپ مغلوب ہوجاتا ہے

گر نہ نفس از اندروں راہت زدے — **رہزناں را بر تو دستے کے بُدے**

اگر نفس اندر سے تیری راہزنی نہ کرتا — راہزنوں کو تجھ پر کب قابو ہوتا؟

زاں عوانِ مقتضی کہ شہوت است — **دل اسیرِ حرص و آز و آفت است**

اُس تقاضہ کرنیوالے سپاہی کی وجہ سے جو کہ شہوت ہے — دل حرص، اور لالچ اور مصیبت کا قیدی ہے

زاں عوانِ سرّ شدی دُزد و تباہ — **تا عواناں را بقہر تست راہ**

اس پوشیدہ سپاہی کی وجہ سے تو چور اور تباہ بنا — یہاں تک کہ سپاہیوں کو تیرے اوپر ظلم کا موقع ملا

در خبر[2] بشنو تو ایں پندِ نکو — **بین جنبیکم لکم اعدا عدو**

حدیث میں تو اس نیک نصیحت کو سن لے — کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں کے بیچ ہے

طمطراقِ ایں عدو مشنو گریز — **کو چو ابلیس ست در لج و ستیز**

اس دشمن کی شان و شوکت (کی باتیں) نہ سن بھاگ جا — کیونکہ وہ جھگڑے اور لڑائی میں شیطان کی طرح ہے

بر تو او از بہرِ دنیا و نبرد — **آں عذابِ سرمدی را سہل کرد**

تجھ پر اس نے دنیا اور دشمنی کی خاطر — اُس دائمی عذاب کو آسان کردیا ہے

چہ عجب[3] گر مرگ را آساں کند — **او ز سحرِ خویش صد چنداں کند**

کیا تعجب ہے اگر وہ موت کو آسان کردے — وہ اپنے جادو سے اس سے سَو گنا کردیتا ہے

سحر کاہے را بصنعت کہ کند — **باز کوہے را چو کاہے می تند**

جادو، کاریگری سے تنکے کو پہاڑ بنا دیتا ہے — پھر پہاڑ کو تنکا جیسا کردیتا ہے

زشتہا را نغز گرداند بفن — **نغزہا را زشت گرداند بظن**

فریب سے برائیوں کو بھلا کردیتا ہے — بدگمانی سے بھلائیوں کو بُرا بنا دیتا ہے

آدمی را خر نماید ساعتے — **آدمی سازد خرے را و آیتے**

ایک گھڑی میں آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے — فن سے، گدھے کو آدمی بنا دیتا ہے

---

[1] صیّاد۔ شکاری۔ تا چو۔ سیہی موقع پاکر حملہ کرتا ہے۔ اور ایسا مکر کرتا ہے کہ سانپ بھی اُس سے عاجز آجاتا ہے۔ گرنہ۔ انسانی بُری نفسانی خواہش کی وجہ سے ہی غلط اور بُرے لوگ غالب آجاتے ہیں۔ زاں عوان۔ انسان کے اندر جو سپاہی ہے جسکو شہوت کہا جاتا ہے وہ انسان کو بُرائیوں پر مجبور کرتا ہے وہ چوری کرا سکتا ہے تب ہی دنیوی سپاہیوں کو اُس پر ظلم کرنے کا موقع ملتا ہے۔

[2] در خبر۔ حدیث شریف میں ہے، تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے۔ طمطراق۔ نفس اور شیطان ایک ہی چیز ہیں انکی شان و شوکت پر توجہ نہ کرو۔ دونوں بڑے جھگڑالو ہیں۔ بر تو۔ یہ دنیا کے لالچ میں پھنسا کر انسان کو ایسا گمراہ کرتے ہیں کہ وہ آخرت کے دائمی عذاب کو سہل سمجھنے لگتا ہے۔

[3] چہ عجب۔ اس نفس سے یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ انسان کے لئے اُس کی ابدی موت کو آسان کردے وہ اپنے جادو سے اس طرح کے سیکڑوں کام کرتا ہے۔ سحر۔ جادو تنکے کو پہاڑ اور پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اسی طرح شیطان تمہاری حماقت کو بہت زیادہ اور بہت سے گناہوں کو بہت تھوڑا کرکے دکھا دیتا ہے۔ زشتہا۔ شیطانی فریب میں انسان بھلائیوں کو بُرائی اور بُرائیوں کو بھلائی سمجھنے لگتا ہے۔ آدمی۔ شیطان نیکوں کو بد اور بدوں کو مغالطہ میں ڈال کر نیک ظاہر کرتا ہے۔

کارِ[۱] سحر اینست کو دم می زند
جادو کا یہ کام ہے کہ وہ پھونک مارتا ہے
ہر نفس قلبِ حقائق می کند
ہر وقت حقیقتوں کو تبدیل کردیتا ہے

اینچنیں ساحر درونِ تست سر
ایسا جادوگر تیرے اندر پوشیدہ ہے
اِنَّ فِی الْوَسْوَاسِ سِحْراً مُسْتَتِر
بیشک وسوسوں میں مستقل جادو ہے

اندراں عالم کہ ہست ایں سحرہا
جس دنیا میں یہ جادو ہیں
ساحراں ہستند جادوئے کشا
(وہاں) جادو کا توڑ کرنے والے جادوگر بھی ہیں

اندراں صحرا کہ رست ایں زہرِ تر
جس جنگل میں یہ تازہ زہر اگا ہے
نیز روئیدست تریاق اے پسر
اے صاحبزادے! (وہاں) تریاق بھی اگا ہے

گویدت[۲] تریاق از من جو سپر
تریاق تجھ سے کہتا ہے مجھ سے ڈھال لے لے
کہ ز زہرم من بتو نزدیک تر
کیونکہ میں تجھ سے زہر سے زیادہ نزدیک ہوں

گفت او سحرست و ویرانیِ تو
اس کی گفتگو جادو ہے اور تیری تباہی ہے
گفت من سحرست و دفعِ سحرِ او
میری باتیں جادو ہیں، اور اسکے جادو کا توڑ ہیں

گفت پیغمبر کہ اِنَّ فِی الْبَیَان
پیغمبر نے فرمایا بے شک بیان میں
سحراً حق گفت آں خوش پہلواں
جادو ہے، اس اچھے سردار نے صحیح فرمایا

لیک[۳] سحرے دفعِ سحرِ ساحراں
لیکن وہ جادو جو جادوگروں کے جادو کا توڑ ہے
مایۂ تریاک باشد در جہاں
(اور) دنیا میں تریاق کا سرمایہ ہوتا ہے

آں بیانِ اولیاء و اصفیاست
وہ اولیاء اللہ اور برگزیدہ لوگوں کا بیان ہے
کز ہمہ اغراضِ نفسانی جداست
جو تمام نفسانی غرضوں سے جدا ہے

حاصل آں کز زہرِ نفسِ دوں گریز
خلاصہ یہ ہے کہ کمینہ نفس کے زہر سے بھاگ
نوش کن تریاقِ مرشد چست و تیز
چستی اور تیزی سے مرشد کا تریاق پی لے

ایں طلسمِ سحرِ نفس اندر شکن
نفس کے جادو کے اس طلسم کو توڑ دے
سوئے گنجِ پیرِ کامل نقب زن
کامل شیخ کے خزانے کیطرف سوراخ کرے

بس دراز است ایں سوئے آغاز راں
یہ بہت لمبی بات ہے، شروع کیطرف چل
جانبِ مہمان و مسجد باز راں
مہمان، اور مسجد کی طرف پھر چل

زیں گذر کن باز تا مسجد بیا
اس کو چھوڑ، پھر مسجد کی طرف آ
قصۂ مہماں بگو و آں ماجرا
مہمان کا قصہ، اور وہ سرگذشت بیان کر

[۱] کار سحر۔ جس طرح جادو بظاہر تبدیلِ حقائق کرتا ہے اسی طرح شیطان حقائق کو نفس الامر میں بدل ڈالتا ہے۔ اینچنیں۔ نفسِ امارہ وسوسے ڈال کر انسان پر جادوگری کرتا ہے۔ اندراں۔ نفس کی اس جادوگری کا یہ علاج ہے کہ بزرگوں سے تعلق پیدا کرے۔ اندراں۔ اللہ تعالیٰ نے جو مرض پیدا فرمایا ہے اس کا تریاق بھی پیدا فرمایا ہے۔

[۲] گویدت۔ وہ اولیاء اللہ تجھے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ گفت۔ اور تجھ سے کہہ رہے ہیں کہ نفس کی باتیں جادو اور ویرانی ہیں ہماری باتیں نفس کے جادو کا توڑ ہیں۔ گفت۔ آنحضورؐ نے گفتگو کو جادو سے تعبیر فرمایا ہے۔

[۳] لیک۔ بیان بھی جادو ہے لیکن اصل جادو وہ ہے جو جادوگروں کے جادو کا توڑ کردیتا ہے اور وہی دراصل تریاق ہے۔ آں بیاں۔ یہ تریاق اولیاء اور بزرگانِ دین کا بیان ہے جو تمام نفسانی غرضوں سے پاک ہوتا ہے۔ گنج پیر یعنی مرشد کے باطنی علوم سے تعلق پیدا کرے۔

مُکرر کردنِ عاذلاں پندرا براں مہمانِ مسجدِ مہماں کُش

مہمان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کو ملامت گروں کا مکرر نصیحت کرنا

ہیں مکُن جلدی برو اے بوالکرم | مَسجد و مارا مکُن زیں مُتہم
خبردار اے بھلے آدمی! بہادری نہ دکھا | ہمیں اور مسجد کو مُتہم نہ بنا

گر بگوید دشمنے از دشمنی | آتشے در ما زند فردا دنی
اگر دشمنی سے کوئی دشمن کہدے گا | تو کمینہ کل کو ہمیں (آگ میں) پھونک دے گا

کہ بتاسانید اُورا ظالمے | بر بہانہ مسجد اُو بُد سالمے
کہ اس کا کسی ظالم نے گلا گھونٹا ہے | مسجد کے بہانے سے، وہ اچھا خاصہ تھا

تا بہانہ قتل بر مسجد نہد | چونکہ بدنام ست مسجد اُو جہد
تاکہ موت کا بہانہ مسجد پر رکھ دے | چونکہ مسجد بدنام ہے، وہ چھوٹ جائے گا

تہمتے بر ما منہ اے سخت جاں | کہ نہ ایم ایمن زمکرِ دشمناں
اے جفاکش! ہم پر تہمت نہ رکھ | کیونکہ ہم دشمنوں کے مکر سے مطمئن نہیں ہیں

ہیں برو جلدی مکُن سودا مپز | کہ نتاں[۲] پیمود گردوں را بگز
خبردار! بہادری نہ کر خیالی (پلاؤ) نہ پکا | کیونکہ آسمان کو گز سے نہیں ناپا جا سکتا

چوں تو بسیاراں بلافیدہ زبخت | ریش خود بر کندہ یک یک لخت لخت
تجھ جیسے بہت سوں نے نصیب دری کی شیخی ماری ہے | ہر ایک نے اپنی داڑھی کا ایک ایک بال نوچا ہے

ہیں برو کوتاہ کُن ایں قیل و قال | خویش و ما را در میفگن در وبال
خبردار! چلا جا اس بحث مباحثہ کو مختصر کر | اپنے آپ کو اور ہمیں مصیبت میں نہ پھنسا

جوابِ گفتنِ مہماں ایشاں را و مثل آوردن بدفعِ حارِس

مہمان کا اُن کو جواب دینا اور مثال دینا کھیتی کے رکھوالے کی

کِشت ببانگِ دُف از کِشت آں اُشترے را کہ کوس

ڈھول کی آواز سے اس اونٹ کو کھیتی سے بھگانے کی جس کی پُشت پر

محمُودی بر پشتِ اُو زندے

(رکھ کر) محمودی نقارے کو بجاتے تھے

گفت اے یاراں ازاں دیواں نیَم | کہ ز لاحولے ضعیف آید پیَم
اُس نے کہا اے دوستو! میں اُن بھوتوں میں سے نہیں ہوں | کہ ایک لاحول سے میرا قدم کمزور پڑے

لہ جلدی۔ بہادری۔ بگوید۔ یعنی قاضی کے یہاں شکایت کردے گا۔ دنی۔ کمینہ۔ بتاسانید۔ تاسانیدن، گلا گھونٹنا۔ یہ شعر اور اگلا شعر چغلخور کا مقولہ ہے۔

۲ کہ نتاں جس طرح آسمان کی گزوں سے پیمائش کرنا بیہودہ خیال ہے اسی طرح تیرا مسجد میں سونے کا خیال بیہودہ ہے۔ یہ حرف تو نصیحت کرنے والوں نے مہمان سے کہا کہ تجھ جیسے بہت سوں نے اپنی خوش نصیبی کی شیخی ماری ہے اور پھر شرمندہ ہوئے ہیں۔

۳ قیل و قال۔ بحث و مباحثہ۔ حارس۔ نگہبان، رکھوالا۔ کوس محمودی۔ یعنی سلطان محمود غزنوی کا نقارہ۔ پیَم۔ پائے ام۔

کودکے کو حارسِ کشتے بُدے[1]
ایک بچہ جو کھیتی کا رکھوالا تھا

طبلکے در دفعِ مرغاں می زدے
پرندوں کو اُڑانے کے لئے ایک ڈفلی بجاتا تھا

تا رمیدے مرغ ازاں طبلک ز کشت
حتیٰ کہ پرندے اس ڈفلی سے کھیتی سے اڑ جاتے

کشت از مرغانِ بد بے خوف گشت
کھیتی شریر پرندوں سے بے خوف ہو جاتی

چونکہ سلطاں شاہ محمودِ کریم
جب شاہ سلطان محمود کریم

بر گذر زد آں طرف خیمہ عظیم
گذرا، وہاں اُس نے بڑا خیمہ لگایا

با سپاہے ہمچو استارہ اثیر
ایسے لشکر کیساتھ جو آسمان کے ستاروں کیطرح تھا

انبہ و فیروز صفدر ملک گیر
گھنا اور کامیاب صفوں کو چاک کرنیوالا ملک کو فتح کرنیوالا

اُشترے بُد کو بُدے حمّالِ کوس
ایک اونٹ تھا جو نقارہ اُٹھانے والا تھا

بُختیِ بُد پیش رو ہمچوں خروس
آگے چلنے والا بختی (نسل کا)، تھا مرغ کی طرح

بانگِ کوس و طبل بر وے روز و شب
رات دن نقارہ، اور ڈھول اُس پر

می زدند اندر رجوع و در طلب
بجاتے تھے، روانگی اور واپسی پر

اندراں مزرع در آمد آں شتر
وہ اونٹ اس کھیت میں آ گیا

کودک آں طبلک بزد در حفظِ بُر
گیہوں کی حفاظت کیلئے بچے نے وہ ڈفلی بجائی

عاقلے[2] گفتش مزن طبلک کہ او
ایک عقلمند نے اُس سے کہا ڈفلی نہ بجا کیونکہ وہ

بُختیِ طبل ست و با آنست خو
نقارے کا اونٹ ہے اور اُس کو اُس کی عادت ہے

پیشِ او چہ بُود تبوراک تو طفل
اُس کے سامنے تجھ لڑکے کی ڈفلی کیا ہے

کہ کشد او طبلِ سلطاں بیست کِفل
کیونکہ وہ بادشاہ کا بیس گنا نقارہ اُٹھاتا ہے

عاشقم من کُشتۂ قربانِ لا
میں عاشق ہوں اور لا کا مقتول اور قربان ہوں

جانِ من نوبتگہِ طبلِ بلا
میری جان مصیبت کے نقارہ کی نقارخانہ ہے

خود[3] تبوراک ست ایں تہدیدہا
یہ ڈراوے ڈفلی ہیں

پیشِ آنچہ دیدہ است ایں دیدہا
اُس کے سامنے جو کچھ ان آنکھوں نے دیکھا ہے

اے حریفاں من ازانہا نیستم
اے دوستو! میں اُن میں سے نہیں ہوں

کز خیالاتے دریں رہ بیستم
کہ خیالات کی وجہ سے اِس راستے سے باز رہوں

من چو اسمٰعیلیانم بے حذر
میں اسماعیلیوں کی طرح نڈر ہوں

بل چو اسماعیلؑ آزادم ز سر
بلکہ حضرت اسماعیلؑ کی طرح سر سے بے نیاز ہوں

---

[1] کشت۔ کھیتی۔ طبلک۔ چھوٹا طبل۔ ڈفلی۔ اثیر۔ اجرامِ فلکیہ، آسمان۔ صفدر۔ صف شکن۔ بختی۔ اُس نسل کا اونٹ جو بخت نصر نے عربی اونٹنی اور عجمی اونٹ سے بنائی تھی یہ سرخ رنگ کا عظیم الجثہ اونٹ ہوتا ہے۔ حمّال۔ اُٹھانے والا۔ مزرع۔ کھیت۔ بُر۔ گیہوں۔

[2] عاقلے۔ ایک عقلمند نے بچے کو سمجھایا کہ اِس اونٹ کے بھگانے کے لئے ڈفلی بجانا بیکار ہے یہ نقارے کا اونٹ ہے اور نقارہ سننا اُس کی عادت ہے۔ تبوراک۔ جھنجھنا جو باغ میں چڑیوں کو اُڑانے کیلئے باندھا جاتا ہے ڈفلی۔ کِفل۔ حصہ۔ عاشقم۔ یہ عاشق کا مقولہ ہے۔ لا یعنی عدم۔ نوبتگہ۔ نقارخانہ۔

[3] خود۔ یعنی تمہاری یہ دھمکیاں جو مسجد میں سونے پر مجھے دے رہے ہو اُن مصائب کے مقابلہ میں جو میں جھیل چکا ہوں خاک ہی نقارہ کے مقابلہ میں ڈفلی جیسی ہیں۔ کز خیالاتے۔ مسجد کے سونے میں جو خیالات تم پیش کر رہے ہو۔ اسمٰعیلیاں یعنی وہ عاشقانِ خدا جو راہِ خدا میں حضرت اسماعیلؑ کی طرح جان دینے سے دریغ نہ کریں۔

فارغم از طمطراق[1] و از ریا — قل تعالوا گفت جانم را بیا
میں شان وشوکت اور دکھاوے سے خالی ہوں — اس نے قل تعالوا میری جان کیلئے کہا ہے کہ آجا

گفت پیغمبر کہ جادَ فی السلف — بالعطیۃ من تیقن بالخلف
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ اچھا کیا قرض — دینے میں جس نے اجر کا یقین کیا

ہر کہ بیند مر عطا را صد عوض — زود در بازد عطا را زیں غرض
جو دینے میں سو بدلے دیکھتا ہے — اس غرض سے دینے کی بازی جلد کھیلتا ہے

جملہ[2] در بازار زاں گشتند بند — تا چو سود افتاد مالِ خود دہند
تمام لوگ بازار میں اسی لئے پھنسے ہیں — تاکہ جب نفع ہو اپنا مال دیدیں

زر در انبانہا نشستہ منتظر — تا کہ سود آید ببذل آید مصر
(ہر شخص) روپیہ تھیلیوں میں لئے منتظر بیٹھا ہے — خرچ کر دینے پر مُصر ہے تاکہ نفع آئے

چوں بہ بیند کالہ در ربح بیش — سرد گردد عشقش از کالائے خویش
جب کسی سامان کو نفع میں بڑھا ہوا دیکھتا ہے — اپنے سامان سے اس کا عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

گرم زاں ماندست با آں کو ندید — کالہائے خویش را ربح و مزید
سرگرم اس لئے رہا ہے، کہ اس نے نہیں دیکھا — اپنے سامان کا نفع اور بڑھاؤ

ہمچنیں[3] علم و ہنرہائے و حرف — چوں ندید افزوں ازانہا در شرف
یہی حال علم اور ہنروں اور پیشوں کا ہے — جبکہ اس نے فضیلت میں اُنسے زیادہ کچھ نہ دیکھا

تا بہ از جاں نیست جاں باشد عزیز — چوں بہ آمد نام جاں شد چیز لیز
جبتک جان سے زیادہ پیارے نہیں جان پیاری ہوتی ہے — جب وہ بہتر ہوں، جان کا نام ناچیز ہو جاتا ہے

لعبتِ مردہ بود جاں طفل را — تا نگشت او در بزرگی طفل زا
مردہ گڑیا، بچے کی جان ہوتی ہے — جبتک کہ وہ بڑائی میں بچہ پیدا کر نیوالا نہ بن جائے

ایں تصور ویں تخیل لعبت ست — تا تو طفلی پس بدانت حاجت ست
یہ تصور، اور یہ تخیل گڑیا ہے — جب تک تو بچہ ہے اس کی تجھے ضرورت ہے

چوں ز طفلی رست جاں شد در وصال — فارغ از حس ست و تصویر و خیال
جب جان بچپن سے نجات پا گئی واصل ہو گئی — حس اور تصویر اور خیال سے فارغ ہو گئی

---

[1] طمطراق - شان و شوکت۔ قل تعالوا - آپ کہہ دیجئے آجاؤ۔ یہ آیت قرآن میں کئی جگہ آئی ہے اور ہر جگہ آجاؤ کا خطاب مختلف لوگوں کے لئے ہے لیکن اس عاشق نے اپنے لئے قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطاب میری جان کے لئے ہے کہ تو آجا۔ جاد - انسان جو کچھ کسی غریب کو دیتا ہے بسا اوقات اس کے دینے میں اس کے پیش نظر صرف اس غریب کی حاجت کو رفع کرنا ہوتا ہے اور بسا اوقات اس کے پیش نظر یہ بھی ہوتا ہے کہ خدا مجھے اس کا عوض اور بدلا آخرت میں عطا فرمائیگا یہ دوسری صورت پہلی صورت سے بہتر ہے حدیث شریف میں ہے جادَ بالسلف من تیقن بالخلف یعنی قرض دینے میں اس شخص نے جود و کرم کیا جسنے آخرت کے اجر کا یقین کرکے قرض دیا۔ ہر کہ۔ جس شخص کو اجر اخروی پر یقین ہوتا ہے وہ بہت جلد عطا و بخشش کرتا ہے۔

[2] جملہ - دنیاوی کاروبار میں بھی نفع کیخاطر لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ زر در۔ تاجر تھیلی میں روپیہ بھرے ہوئے نفع کی خاطر خرچ کرنیکا منتظر رہتا ہے۔ چوں بہ بیند کالا بازاری آدمی کو جب نفع نظر آتا ہے تو اپنا سرمایہ خرچ کرنے میں اس کو کوئی تامل نہیں رہتا ہے گرم۔ اپنا مال جمع کر نیمیں اسوقت تک سرگرم ہے جبتک کہ اس کو نفع کی امید نہیں ہے —

[3] ہمچنیں۔ علم و ہنر میں جب انسان کو فضیلت نظر آتی ہے تو انسان جان پر کھیل کر انکو حاصل کرتا ہے۔ لیز۔ تابع ہے معنی کچھ۔ لعبت۔ کھلونا، گڑیا۔ تا نگشت یعنی انسان جب اعلیٰ چیز سے بےخبر ہوتا ہے تو ادنیٰ چیز پر ہی اکتفا کر لیتا ہے۔ طفل زا۔ بچہ کو جننے والا۔ ایں تصور۔ یہ تصورات کی دنیا جبتک ہی پیاری ہی جبتک وصال حاصل نہیں ہو وصال کے بعد یہ چیزیں بے حقیقت ہیں۔

نیست[1] محرم تا بگویم بے نفاق — تن زدم واللہ اعلم بالوفاق

محرم نہیں ہے تاکہ بغیر تقنع کہہ دوں — میں خاموش ہو گیا اور خدا موافقت کرنے والوں کو زیادہ جانتا ہے

مال و تن برف اند ریزان فنا — حق خریدارش کہ اللہ اشتریٰ

مال اور جسم برف ہیں جو فنا سے پگھل رہے ہیں — اللہ (تعالیٰ) اُن کا خریدار ہے کیونکہ اللہ نے خرید لئے ہیں

برفہا زاں از ثمن اولیستت — کہ توئی در شک یقینے نیستت

تیرے لئے برف، عوض سے زیادہ بہتر ہے — کیونکہ تو شک میں ہے، تجھے یقین نہیں ہے

وین[2] عجب ظنے ست در تو اے مہین — کہ نمی پرّد بہ بُستانِ یقین

اے ذلیل! تجھ میں یہ عجب ظن ہے — جو یقین کے باغ کی طرف پرواز نہیں کرتا ہے

ہر گماں تشنۂ یقین ست اے پسر — می زند اندر تزاید بال و پر

اے بیٹا! ہر گمان یقین کا پیاسا ہے — جو بڑھاؤ کی طرف بال و پر پھڑپھڑاتا ہے

چوں رسد در علم پس پرپا شود — مر یقیں را علمِ اُو پویا شود

جب وہ علم (کے درجہ) میں پہنچتا ہے قائم ہوتا ہے — اُس کا علم یقین کی طرف دوڑتا ہے

زانکہ ہست اندر طریقِ مفتتن — علم کمتر از یقین و فوقِ ظن

چونکہ آزمائے ہوئے طریقے میں — علم یقین سے کم اور ظن سے اوپر ہے

علم جویائے یقیں باشد بداں — واں یقیں جویائے دید ست و عیاں

سمجھ لے، علم یقین کا طالب ہوتا ہے — اور یقین دید اور مشاہدے کا طالب ہے

اندر[3] الہٰکم بجو ایں را کنوں — از پس کلا پس لو تعلمون

(سورۂ) الہٰکم میں اِس کو تلاش کرلے — کلا کے پیچھے، لو تعلمون کے پیچھے

می کشد دانش بہ بینش اے علیم — گر یقیں بودے بدیدندے جحیم

اے علم والے! علم مشاہدے کی طرف لے جاتا ہے — اگر انہیں یقین ہوتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کرلیتے

دید زاید از یقیں بے امتہال — آنچناں کز ظن ہمی زاید خیال

مشاہدہ یقین سے بغیر توقف کے پیدا ہوتا ہے — جس طرح ظن سے، خیال پیدا ہوتا ہے

ــہ عیاں مشاہدے کو کہا جاتا ہے تو ابتدائی درجہ ظن کا ہے پھر علم کا مرتبہ ہے اور اُس کے بعد یقین کا مرتبہ ہے۔ اور یقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے۔ [3] اندر الہٰکم: سورۂ تکاثر میں فرمایا گیا ہے کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم ثم لترونہا عین الیقین۔ ترجمہ: عنقریب جان لوگے پھر تم ضرور جان لوگے اگر تم یقینی طور پر جان لوگے تو ضرور دوزخ کو دیکھ لوگے پھر تم عین الیقین سے اُس کو دیکھ لوگے۔ اِس آیت سے ثابت ہوا ہے کہ شک اور ظن کے بعد علم کا درجہ آتا ہے اور علم کے بعد یقین کا مرتبہ ہے اور علم الیقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے۔ از پس کلا یعنی کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون۔ پس لو تعلمون۔ یعنی کلا لو تعلمون علم الیقین۔

[1] نیست۔ یہ حقائق محرم راز ہی کی سمجھ میں آسکتے ہیں جس کا فقدان ہے۔ وفاق۔ یعنی وہ لوگ جو میرے اِس بیان کے موافق ہوں۔ مال و تن۔ یہ پھر اُس عاشق مہمان کا مقولہ شروع ہوا ہے۔ اشتریٰ۔ قرآنِ پاک میں ہے اِنَّ اللہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے اُن کی جانیں خرید لی ہیں۔ برفہا یعنی انسان کو اپنی جان اور مال اُسی وقت تک پیارا ہے جب تک اُس کو اُن کی اُس قیمت کا یقین نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائیگا۔

[2] وین عجب۔ حقیقی چیز کے بارے میں گمان ترقی کرکے یقین کا مرتبہ حاصل کرلیتا ہے لیکن بعض انسان صرف امور اُخروی کے بارے میں گمان کے درجہ پر رہتے ہیں اور اُن کو یقین کا درجہ حاصل نہیں ہوتا حالانکہ دنیاوی امور میں ہر گمان ترقی کرکے یقین تک پہنچ جاتا ہے۔ چوں رسد۔ مولانا کی تحقیق کے مطابق ابتداء کسی چیز کا ظن حاصل ہوتا ہے پھر وہ ترقی کرکے علم بنتا ہے پھر علم ترقی کرکے یقین کا مرتبہ حاصل کرتا ہے۔ مفتتن آزمودہ۔ علم کسی چیز کے وقوع اور لاوقوع میں سے کسی ایک جانب کو عقلاً ترجیح حاصل ہو جائے تو ظن کہا جاتا ہے۔ علم سے مراد وہ جازم اعتقاد ہے جو واقعہ کے مطابق ہو۔ یقین اُس علم ثابت کو کہیں گے جس کے انکار کی کوئی راہ باقی نہ

اندر اَلْهٰكُمْ بیانِ ایں ببیں
(سورۂ) اَلْهٰكُمْ میں اِس کا بیان دیکھ لے

کہ شود[1] علمُ الیقیں عینُ الیقیں
کہ علم الیقین، عین الیقین ہو جاتا ہے

از گماں واز یقیں بالاترم
میں گمان، اور یقین سے بالاتر ہوں

وز ملامت بر نمیگردد سرم
ملامت سے میرا سر نہیں چکراتا ہے

چوں دہانم خورد از حلوائے اُو
جبکہ میرا منہ اُس کا حلوا کھا چکا ہے

چشمِ روشن گشتم و بینائے اُو
میں روشن چشم اور اُسکو دیکھنے والا بن گیا ہوں

پا نہم گستاخ چوں خانہ رَوم
میں جب گھر کو جاتا ہوں تو بے پروائی سے قدم رکھتا ہوں

پا نہ لرزانم نہ کورانہ رَوم
نہ پاؤں کو لرزاتا ہوں، نہ اندھا دُھند چلتا ہوں

آنچہ گل راگفتِ حق خنداں کرد
جو کچھ اللہ نے پھول سے کہا اور اُسکو شگفتہ کر دیا

با دلِ من گفت صد چنداں کرد
میرے دل سے کہا اور اُس کو سو گنا کر دیا

آنچہ زد بر سرو[2] و قدش راست کرد
وہ جو سرو پر نازل کی اور اُس کا قد سیدھا کر دیا

وانچہ از وے نرگس و نسریں بخورد
اور وہ جو اُس سے نرگس اور نسرین نے حاصل کی

آنچہ نے را کرد شیریں جان و دل
وہ جس نے گنّے کی جان اور دل کو شیریں کر دیا

وانچہ خاکی یافت زو نقشِ چگل
اور وہ جس سے خاکی نے چگل کا نقش حاصل کر لیا

آنچہ ابرو را چناں طرّار ساخت
جس نے ابرو کو ایسا نوکیلا بنایا

چہرہ را گلگونہ و گلنار ساخت
چہرے کو سُرخ اور گلنار بنایا

مر زباں را داد صد افسونگری
جس نے زبان کو سو جادو سکھائے

وانکہ کاں را داد زرِ جعفری
جس نے کان کو جعفری سونا عطا کیا

چوں درِ زرّاد خانہ باز شُد
جب اسلحہ خانہ کا دروازہ کھلا

غمزہائے چشم تیر انداز شُد
آنکھ کے غمزے تیر انداز بنے

بر دلم[3] زد تیر و سودائیش کرد
اُس نے میرے دل پر تیر مارا اُسکو مجنون بنایا

عاشقِ شکّر و شکّر خائیش کرد
شکر اور شکر خوری کا عاشق کر دیا

عاشقِ آنم کہ ہر آن آنِ اوست
میں اُس کا عاشق ہوں کہ ہر ملکیت اُسکی ملکیت ہے

عقل و جاں جاندارِ یک جانِ اوست
عقل اور جان اُس کے لب سے جاندار ہے

من نلافم ور بلافم ہمچو آب
میں شیخی نہیں مارتا ہوں اور اگر مارتا ہوں تو پانی کی طرح

نیست در آتش کُشی اَم اضطراب
آگ بجھانے میں مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے

---

[1] کہ شود - یعنی لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ. بالاترم - یعنی مشاہدے کا درجہ حاصل ہے۔ وز ملامت - اب کسی شبہ و شک سے اُس کا ادار نہیں ہو سکے گا۔ چوں دہانم - جبکہ مجھے مشاہدہ حاصل ہو گیا ہے۔ پا نہم - جبکہ انسان کو اپنے مکان کے بارے میں علم مشاہدہ حاصل ہوتا ہے وہ کسی شک و شبہ کی بنیاد پر اُس میں داخل ہونے سے نہیں رُک سکتا۔ آنچہ - اللہ تعالیٰ کی جو تجلیات اِن چیزوں پر پڑی ہیں وہ مجھ پر پڑ چکی ہیں۔

[2] بر سرو - اب مجھ میں سرو کی سیدھائی اور نرگس کا سا مشاہدہ اور نسرین جیسی خوشبو پیدا ہو گئی ہے۔ نے - میرا دل گنّے کی طرح شیریں ہے۔ چگل - ترکستان کا مشہور شہر ہے جس کے باشندوں کا حسن اور تیر اندازی مشہور تھی۔ طرّار - تیز زبان، گرہ کٹ۔ زرِ جعفری - جعفر برمکی کے زمانے کا سونا خالص تھا۔ زرّاد خانہ - اسلحہ خانہ۔

[3] بر دلم - جبکہ اسقدر تجلیات مجھ پر ہیں تو اب میں اُس کا عاشق ہوں۔ کہ ہر آن - تمام ملکیتیں اللہ کی ہیں اور ہر جان و عقل اُس کے ہونٹ کا عطیہ ہے۔ مرجان بمعنی ہونٹ یہاں لب معشوق مراد ہے۔ ور بلافم - اگر میں شیخی بگھاروں تو وہ بھی واقعی ہے۔

چون[1] بدزدم چوں حفیظِ مخزن اوست
میں کیسے چُراسکتا ہوں، جبکہ وہ خزانہ کا محافظ ہے
چون نباشم سخت رُو پشتِ من اوست
میں تکڑا کیوں نہ بنوں، جبکہ وہ میری پُشت (پناہ) ہے

ہر کہ از خورشید باشد پشت گرم
جو سورج کی وجہ سے گرم کمر والا ہو
سخت رُو باشد نہ بیم او را نہ شرم
وہ ہیکڑ ہوگا، اُس کو نہ ڈر ہوگا نہ شرم

ہمچو رُوئے آفتابِ بیحذر
نڈر سورج کے چہرے کی طرح
گشت رُویش خصم سوز و پردہ در
اُسکا چہرہ دشمن کو جلانیوالا اور پردہ دری کرنیوالا ہوتا ہے

ہر پیمبر سخت رُو بُد در جہاں
دنیا میں ہر پیغمبر بہادر ہوا ہے
یک سوارہ کوفت بر جیشِ شہاں
اُس نے بادشاہوں کے لشکروں کو تنہا شکست دی ہے

رُو نگردانید از ترس و غمے
اُس نے کسی غم اور ڈر سے منہ نہیں موڑا ہے
یک تنہ تنہا بزد بر عالمے
تنہا ایک جہان پر ٹوٹ پڑا ہے

سنگ باشد سخت رُو و چشم شوخ
پتھر سخت رُو، اور نڈر ہوتا ہے
او نترسد از جہانِ پُر کلوخ
وہ ڈھیلوں بھرے جہان سے نہیں ڈرتا ہے

کاں کلوخ از خشت زن یک لخت شُد
ڈھیلا اینٹ پاتھنے والے سے مجتمع بنا ہے
سنگ از صنعِ خدائی سخت شُد
پتھر، خدائی کاریگری سے سخت ہوا ہے

گوسفنداں[2] گر برُوں اند از حساب
بکریاں، اگرچہ شمار سے باہر ہوں
زانبہے شاں کے بترسد آں قصاب
قصائی، اُن کی کثرت سے کب ڈرتا ہے؟

کُلُّکُم رَاعٍ نبی چوں راعی ست
تم سب ریوڑ ہو، نبی گلّہ بان کی طرح ہے
خلق مانندِ رمہ او ساعی ست
مخلوق ریوڑ اور وہ (اُنکی بھلائی کیلئے) کوشاں ہے

از رمہ چوپاں نترسد در نبرد
مقابلے میں گڈریہ، ریوڑ سے نہیں ڈرتا ہے
لیک شاں حافظ بُوَد از گرم و سرد
ہاں وہ اچھے بُرے سے اُن کا نگہبان ہوتا ہے

گر زند[3] بانگے ز قہر او بر رمہ
اگر وہ غصے سے ریوڑ پر چیختا ہے
داں ز مہرست آنکہ دارد بر ہمہ
وہ اُس محبت کیوجہ سے ہے جو اُسکی سب پر ہے

ہر زماں گوید بگوشم بختِ نو
نئی خوشی ہر وقت میرے کان میں کہتی ہے
گر ترا غمگیں کنم غمگیں مشو
اگر میں تجھے غمگین کروں، تو غمگین نہ بن

من ترا غمگین و گریاں زاں کنم
میں تجھے غمگین اور رونے والا اسلئے بناتی ہوں
تا کت از چشمِ بداں پنہاں کنم
تاکہ تجھے بُروں کی نگاہ سے پوشیدہ کردوں

[1] چون بدزدم۔ جبکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل ہے تو اب مجھ میں نہ خوف ہے نہ کسی کا ڈر ہے۔ ہر پیمبر۔ انبیاء کو چونکہ قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ نڈر ہو کر بادشاہوں کے لشکروں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ سنگ۔ انبیاء پتھر کی طرح ہیں اور مخالفین ڈھیلوں کی طرح ہیں۔ کلوخ۔ ڈھیلے کی سختی انسان کی... کاریگری ہے اور پتھر کی سختی خدا کی کاریگری ہے۔

[2] گوسفنداں۔ مخالفین... بکریاں ہیں اور انبیاء بمنزلہ قصاب کے۔ کلکم۔ نبی بمنزلہ چرواہے کے ہے جو بکریوں کی حفاظت کرتا ہے صرف سرکشی کے وقت وہ قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے یہی حال ہر وقت ولی کا ہے۔ از رمہ۔ اگر بکریاں سرکشی کریں تو قصائی اُنسے خوف نہیں کھاتا ہے۔

[3] گر زند۔ اگر نبی قوم پر ناراض بھی ہوتا ہے تو اُس کا سبب قوم کی محبت ہوتی ہے۔ ہر زماں۔ یہاں سے مولانا نے پھر عاشق کا مقولہ شروع کیا ہے کہ مجھے اللہ بشارت دیتا ہے کہ غم سے غمگین نہ ہونا اس میں تیرے مفاد مضمر ہیں۔ تاکت۔ تاکہ ترا۔

تلخ گردانم زِ غمہا خوئے تو — تا بگردد چشمِ بد از روئے تو

غموں کی وجہ سے میں تجھے بد مزاج بناتی ہوں — تا کہ نظرِ بد کو تیرے چہرے سے واپس کردوں

[۱]نے تو صیادی نہ جویائے منی — بندہ و افگندہ رائے منی

کیا تو میرا شکاری اور میرا طالب نہیں ہے؟ — تو میرا بندہ اور میری رائے کا تابع نہیں ہے؟

حیلہ اندیشی کہ در من در رسی — در فراق و جُستنِ من بیکسی

تو تدبیر سوچتا ہے، کہ مجھ تک پہنچے — تو میری جُدائی اور جستجو میں بیکس ہے

چارہ می جوید پئے من دردِ تو — می شنودم دوش آہِ سردِ تو

تیرا درد میرے وصل کی تدبیر تلاش کرتا ہے — میں کل رات تیری ٹھنڈی آہ سُن رہا تھا

من توانم ہم کہ بے ایں انتظار — رہ دہم بنمایمت راہِ گذار

میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ بغیر اِس انتظار کے — راستہ دیدوں، تجھے (آنے کا) راستہ دکھا دوں

تا ازیں گردابِ دوراں وارہی — بر سرِ گنجِ وصالم پا نہی

تاکہ تو زمانے کے اِس بھنور سے نکل جائے — میرے وصل کے خزانے پر قدم رکھدے

[۲]لیک شیرینی و لذاتِ مقر — ہست بر اندازۂ رنجِ سفر

لیکن منزل کی مٹھاس اور لذتیں — سفر کی تکلیف کے اندازے کے مطابق ہیں

ہر چہ آساں یافتی آساں دہی — دردِ مشکل یاب را بر جاں نہی

تو جو آسانی سے پاتا ہے، آسانی سے دیدیتا ہے — مشکل سے حاصل ہونیوالی چیز کا درد دل پر رکھتا ہے

آنگہ از شہر و ز خویشاں بر خوری — کز غریبی رنج و محنتہا بری

اپنوں اور شہر سے تو اس وقت فائدہ اٹھائیگا — جبکہ مسافرت کی تکلیف اور مشقتیں اٹھائیگا

وز بلاہا رُو مگرداں اے جواں — بشنو ایں تمثیل و قدرِ خود بداں

اے جوان! مصیبتوں سے منہ نہ موڑ — یہ مثال سُن لے اور اپنا مرتبہ پہچان لے

[۳]تمثیلِ گریختنِ مومن و تعجیل و بے صبری اُو در بلا با ضطراب

مصیبت میں مومن کے بھاگنے اور اُس کی عجلت اور بے صبری کی مثال دینا چنے

و بیقراریِ نخود و دیگر حوائج در جوشِ دیگ و بر دیگ بر دویدن

اور دوسری چیزوں کے دیگ کے جوش میں بے قراری کے ساتھ، اور دیگ کے اوپر کو بھاگنے

تا بیروں جہد و منع کردنِ کدبانو اُو را

کے ساتھ تاکہ وہ باہر کو نکل پڑے اور بی بی کے اسکو روکنے کیساتھ

---

۱ نے تو۔ عاشق کہتا ہے کہ خدا مجھ سے فرماتا ہے کہ جب تو میرا عاشق ہے تو تجھے میری مرضی پر راضی رہنا ہے حیلہ۔ تو میرے وصال کی تدبیریں کرتا ہے اور وصال کے لئے تکلیف میں مبتلا ہو کر ٹھنڈی آہیں بھرتا ہے۔ من توانم۔ میں یہ بھی کرسکتا ہوں کہ تکلیف اٹھائے بغیر تجھے اپنا وصال عطا کردوں۔

۲ لیک۔ تجھے جو تکالیف پہنچ رہی ہیں وہ تیرے نفع کے لئے ہیں۔ سفر میں انسان زیادہ تھکتا ہے تو اقامت کی لذت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہرچہ۔ جو مقصد بلا محنت حاصل ہوتا ہے اس کی انسان قدر نہیں کرتا۔ آنگہ۔ وطن اور عزیزوں کی لذت سفر کی تکلیفوں سے بڑھتی ہے۔ وز بلاہا۔ لہٰذا وصل کے حاصل کرنے میں جس قدر زیادہ مصائب برداشت کریگا اسی قدر وصل کی لذت میں اضافہ ہوگا۔

۳ تمثیل۔ اس مثال سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ مصائب اللہ مجاہدات سے ہی تکمیل ہوتی ہے۔ کدبانو۔ گھر کی مالک۔

درنخود بنگر کہ اندر دیگ چوں — می جہد بالا چو شد ز آتش زبوں[1]

چنے کو دیکھ کر، وہ دیگ میں کیسا — اوپر کو اُچھلتا ہے جب آگ سے عاجز آجاتا ہے

ہر زمانے می برآید وقتِ جوش — بر سرِ دیگ و برآرد صد خروش

جوش کے وقت ہر وقت باہر کو نکلتا ہے — دیگ پر، اور سینکڑوں چیخیں مارتا ہے

کہ چرا آتش بمن در می زنی — چوں خریدی چوں نگونم میکنی

کہ تو کیوں مجھ میں آگ لگاتی ہے؟ — جبکہ تونے مجھے خریدا ہے کیوں مجھے اوندھا کرتی ہے؟

می زند کفلیز کدبانو کہ نے — خوش بجوش و بر مجہ ز آتش کنے

بی بی کفگیر چلاتی ہے، کہ نہیں — خوب جوش کھا اور آگ جلانے والے سے نہ بھاگ

زاں نجوشانم کہ مکروہِ منی — بلکہ تا گیری تو ذوق و چاشنی

میں تجھے اسلئے جوش نہیں دے رہی ہوں کہ تو مجھے ناپسند ہے — بلکہ (اسلئے) کہ تجھ میں ذائقہ اور لذت پیدا ہوجائے

تا غذا گردی بیامیزی بجاں — بہر خواری نیستت ایں امتحاں

تاکہ تو غذا بنے، جان میں گھل مل جائے — یہ آزمائش تیرے ذلیل کرنے کے لئے نہیں ہے

آب[2] می خوردی بہ بستاں سبز و تر — بہر ایں آتش بدست آں آبخور

تو سبز و تر رہ کر باغ میں پانی پیتا تھا — وہ پانی پینا اسی آگ کے لئے تھا

رحمتش سابق بدست از قہر زاں — تا ز رحمت گردد اہلِ امتحاں

اُس کی رحمت، قہر سے اسی لئے پہلے ہے — تاکہ رحمت کے ذریعہ وہ آزمائش کے قابل بن جائے

رحمتش بر قہر زاں سابق شدست — تا کہ سرمایہ وجود آید بدست

اُس کی رحمت اُس کے قہر سے اسی لئے پہلے ہے — تاکہ وجود کا سرمایہ ہاتھ آجائے

زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست — چوں نروید چہ گدازد عشقِ دوست

کیونکہ گوشت و پوست بغیر لذت کے پیدا نہیں (ہوتے) — جب وہ نہ پیدا ہوا ہو تو دوست کا عشق کس چیز کو پگھلائیگا؟

زاں[3] تقاضہ گر بیاید قہرہا — تا کنی ایثار آں سرمایہ را

اگر اُس (عشق کے) تقاضے سے مصیبتیں آئیں — تاکہ تو اُس سرمایہ کو قربان کردے

باز لطف آید برائے عذرِ او — کہ بجر دی غسل و بر جستی ز جو

پھر اُس کی معذرت خواہی کے لئے مہربانی آتی ہے — کہ تونے غسل کرلیا ہے اور تو نہر کو کود گیا ہے

بانخود گوید چریدی در بہار — رنج مہمانِ تو شد نیکوش دار

وہ چنے سے کہتی ہے تونے (موسم) بہار میں (خوب) چرا ہے — رنج، تیرا مہمان بنا ہے اُس کی دیکھ بھال کر

[1] زبوں۔ یعنی آگ کی گرمی سے عاجز ہوکر اُچھلتا ہے۔ صد خروش۔ ہانڈی میں کھد بد کی آوازیں آتی ہیں۔ کہ چرا۔ گویا زبانِ حال سے مالکہ سے کہتا ہے کہ تو مجھے خرید کر لائی تھی اب تو مجھے ذلیل کررہی ہے۔ کفلیز۔ کفگیر۔ آتش کن۔ آگ جلانے والا۔ زاں۔ یعنی میں تیرے بھلے کے لئے تجھے جوش دے رہی ہوں۔ تا غذا۔ تجھے اس لئے جوش دے رہی ہوں کہ تو انسان کی غذا بنکر انسان کی جان بنجائے۔

[2] آب۔ یعنی تجھے اسی مقصد کے لئے اگایا گیا تھا۔ رحمتش۔ حدیثِ قدسی ہے۔ رحمتی سبقت غضبی یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے پہلے ہے تو رحمت غضب سے اسی لئے پہلے ہے کہ اُس رحمت کی وجہ سے اُس کی پرورش ہوکر وہ امتحان کے قابل بنجائے۔ تاکہ۔ رحمت ہی کے سبب انسان کے وجود کی تکمیل ہوتی ہے۔ زانکہ۔ رحمت کے ذریعہ جو گوشت و پوست بنا ہے اگر وہ نہ ہو تو عشق کس چیز کو گھلائیگا۔

[3] زاں۔ اگر عشق کی بنیاد پر انسان پر مصیبتیں آتی ہیں اور وہ اُن مصائب میں ثابت قدم اور امتحان میں پورا اُترتا ہے تو پھر خدا کی مہربانی اُس سے عذرخواہی کرتی ہے اور اُس کو قربِ وصال کی بشارت دیتی ہے۔ بانخود۔ گھر کی مالکہ چنے سے کہتی ہے کہ تونے رحمتِ خداوندی سے فیض حاصل کیا ہے تو رنج بھی بخوشی برداشت کر۔

تاکہ[1] مہماں باز گردد شکر ساز | پیشِ شہ گوید ز ایثارِ تو باز

تاکہ مہمان شکریہ ادا کرتا ہوا لوٹے | بادشاہ کے سامنے تیرے ایثار کو کھل کر بیان کرے

تا بجائے نعمتت منعم رسد | جملہ نعمتہا برد بر تو حسد

تاکہ تیرے پاس نعمت کی بجائے نعمت دینے والا آجائے | (اور) تمام نعمتیں تجھ پر حسد کرنے لگیں

من خلیلم تو پسر پیشِ بچک | سر بنہ اِنّی اَرَانی اَذبحک

میں خلیل (اللہ) ہوں تو فرزند ہے چھری کے سامنے | سر کو جھکا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں

سر بہ پیشِ قہر نہ دل برقرار | تا ببرم حلقت اسمٰعیل وار

اطمینانِ قلب کے ساتھ تکلیف کے سامنے سر رکھدے | تاکہ اسماعیلؑ کی طرح میں تیرا گلا کاٹ دوں

سر ببرم لیک ایں سر آں سریست | کز بریدہ گشتن و کشتن بریست

میں سر کاٹ رہا ہوں لیکن یہ سر وہ سر ہے | جو کٹنے ، اور مرنے سے بری ہے

لیک[2] مقصودم ازاں تعلیمِ تست | اے مسلماں بایدت تسلیم جست

لیکن اس سے میرا مقصد تیری تعلیم ہے | اے مسلمان! تجھے سر رکھ دینا چاہیئے

اے نخودمی جوش اندر ابتلا | تا نہ ہستی و نہ خود ماند ترا

اے چنے! آزمائش میں جوش کھا | تاکہ تجھ میں اپنی ہستی اور خودی (باقی) نہ رہے

اندراں بستاں اگر خندیدہٴ | تو گلِ بستانِ جان و دیدہٴ

اگر تو اس باغ میں مسکرایا ہے | (اب) تو جان اور آنکھ کے باغ کا پھول ہے

گر[3] جدا از باغِ آب و گل شدی | لقمہ گشتی و اندر احیا آمدی

اگر تو پانی اور مٹی کے باغ سے جدا ہو گیا ہے | تو لقمہ بن گیا ہے، اور زندوں کے اندر آگیا ہے

شو غذا و قوتِ اندیشہا | شیر بودی شیر شو در بیشہا

خیالات کی غذا اور روزی بن جا | تو دودھ تھا (اب) بھاڑوں کا شیر بن جا

از صفاتش رستہٴ واللہ نخست | در صفاتش باز رو چالاک و چست

خدا کی قسم تو پہلے اس کی صفات کے ذریعے آگاہ ہے | پھر تیزی اور چستی سے اسکی صفات کیطرف لوٹ جا

ز ابر و خورشید و ز گردوں آمدی | پس شدی اوصاف و گردوں شدی

ابر اور سورج اور آسمان کے ذریعہ تو آیا ہے | پھر تو اوصاف میں داخل ہو گیا اور آسمان کے بالا ہو گیا

[1] تاکہ۔ رنج بھی اللہ کا بھیجا ہوا مہمان ہے اگر اس کیساتھ ایثار و قربانی کی جائیگی تو وہ شاہ کے دربار میں جاکر تعریف کریگا۔ تا بجائے۔ رنج پر شکر گزاری سے نعمتوں ہی سے نہیں منعم سے وصال ہوگا اور یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دوسری نعمتیں اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ من خلیلم۔ بی بی کہتی ہے کہ جب تو میرا ہے تو میری طرح ہر حالت میں شکر گذاری کر جیسے حضرت اسماعیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت کی تھی۔ آنی۔ قرآن پاک میں حضرت ابراہیمؑ کا مقولہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا اے اسماعیلؑ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اس پر حضرت اسماعیلؑ نے فرمایا تھا کہ جو آپ کو حکم ہوا ہے اسکی تعمیل کیجئے اور وہ اپنے آپ کو ذبح کرانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ سر ببرم۔ میں تجھے فنا کر رہی ہوں۔ لیکن یہ بظاہر فنا ہے اندر در حقیقت بقا ہے۔

[2] لیک۔ یہ سر اگرچہ نفس الامر میں کٹ نہیں رہا ہے۔ با اینہمہ ظاہری طور پر سر کاٹنے سے رضا و تسلیم کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ اے نخود۔ اس ابتلا کے نتیجہ میں تیری اپنی ہستی اور وجود ختم ہو جائیگا پھر بقا باللہ حاصل ہوگا۔ اندراں۔ چنے کی پہلی حالت اگرچہ اس کے لئے خوشگن تھی لیکن ابتلا کے بعد کی حالت اس سے بدرجہا بہتر ہے غذا بنجانے کے بعد وہ انسانی جان و دل کے باغ کا گل ہو جائیگا

[3] گر جدا۔ اب چنا ترقی کر کے نباتات سے حیوانات میں داخل ہو گیا کیونکہ وہ جزوِ حیوان بن گیا ہے۔ شو۔ اب غذا بر انسانی بنکر انسانی افکار کی غذا بنجا۔ شو غذا۔ چنا یک کر انسانی افکار کی غذا بنتا ہے۔ انسانی جزو ہو جانے کیوجہ سے اپنے وجود سے اعلیٰ وجود حاصل کر لیتا ہے۔ از صفاتش۔ چنا انسان کی صفات کی پیداوار تھا غذا بنجانے کے بعد وہ پھر انسانی صفات اختیار کر لیتا ہے۔ ز ابر۔ نباتات کی پیداوار میں ان تمام چیزوں کے اثرات ہیں۔

آمدی در صورتِ باران و تاب
تو بارش، اور دھوپ کی صورت میں آیا
می روی اندر صفاتِ مُستطاب [۱]
(اب)، تو پاکیزہ صفات میں داخل ہو رہا ہے

جزوِ شمس و ابر و انجم بُدی
تو سورج، اور ابر، اور ستاروں کا جزو تھا
نفس و فعل و قول و فکرتہا شُدی
روح، اور فعل، اور قول، اور افکار بن گیا

ہستیِ حیواں شُد از مرگِ نبات
نباتات کی موت سے حیوانات وجود میں آئے
راست آمد اُقتلُونی یا ثِقات
سچ ثابت ہوا اے معتمد لوگو! "مجھے قتل کردو"

چوں چنیں بُردیست ما را بعدِ مات
جبکہ ہماری ہار کے بعد اس طرح کی جیت ہے
راست آمد اِنَّ فِی قتلی حَیات
سچ ثابت ہوا "بیشک میرے قتل میں زندگی ہے"

فعل و قولِ [۲] صدق شُد قُوتِ مَلَک
سچا قول و فعل، فرشتے کی روزی بنا
تا بدیں معراج شُد سُوئے فلک
یہاں تک کہ وہ آسمان کی جانب اس بلندی پر پہنچا

آنچناں کاں طُعمہ شُد قوتِ بشر
اسی طرح کہ وہ لقمہ جو انسان کی غذا بنا
از جمادی بر شُد و شُد جانور
جمادیت سے بلند ہو گیا اور جاندار بن گیا

ایں سخن را ترجمہ پہنا ورے
اس بات کا مفصّل بیان
گفتہ آید در مقامِ دیگرے
دوسرے مقام پر کیا جائے گا

کارواں دائم زگردوں می رسد
قافلہ ہمیشہ آسمان سے آتا ہے
تا تجارت میکند وا می رَوَد
تاکہ تجارت کرے (اور) واپس جائے

پس برو شیرین و خوش با اختیار
پس تو اپنے اختیار سے عمدگی اور خوشی سے جا
نے بتلخی و کراہت دُزد وار
نہ کہ چوروں کی طرح کڑواہٹ اور ناگواری سے

زاں [۳] حدیثِ تلخ میگویم تُرا
میں تجھے کڑوی بات اس لئے کہتی ہوں
تا ز تلخیہا فرو شُویم تُرا
تاکہ تجھ سے کڑواہٹیں دھو دوں

زآبِ سرد انگورِ افسردہ زہد
ٹھنڈے پانی سے ٹھٹھرا ہوا انگور جوش مارنے لگتا ہے
سردی و افسردگی بیروں نہد
(پھر) سردی اور ٹھٹھر کر باہر نکال ڈالتا ہے

تو ز تلخی چونکہ دل پُر خوں شوی
تو چونکہ کڑواہٹ سے پُرخون دل والا بنتا ہے
پس ز تلخیہا ہمہ بیروں شوی
پھر تلخیوں سے پوری طرح جدا ہو جائیگا

[۱] صفاتِ مُستطاب۔ عمدہ صفات یعنی انسانی صفات۔ ہستیِ حیواں۔ حیوان نباتات سے خوراک حاصل کرلیتا ہے لہٰذا نباتات کی موت اُن کی ترقی کا سبب بنتی ہے۔ اُقتلُونی۔ یہ منصورِ حلاج کا قول ہے انھوں نے فرمایا کہ اے یارو مجھے قتل کردو کہ میرے قتل ہونے میں ہی میری زندگی ہے جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ موت ترقی کا سبب ہے لہٰذا اُن کا قول صحیح ثابت ہوا۔ بُرد۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں مقابل کے سب مہرے پٹ جائیں صرف شاہ باقی رہ جائے یہ نصف مات ہے۔ مات۔ بازی میں شاہِ شطرنج کا اس طرح گھر جانا کہ وہ زچ ہو جائے یہ پوری ہار ہے۔ راست آمد جب یہ ثابت ہو گیا کہ موت کے بعد اعلیٰ زندگی ہے تو ثابت ہو گیا کہ قتل ہی میں زندگی مضمر ہے۔

[۲] فعل و قول۔ سچا فعل و قول فرشتے کی غذا بنکر بلندی حاصل کرلیتا ہے۔ آنچناں۔ اسی طرح نباتات انسان کا جزو بنکر بلندی حاصل کرلیتی ہے۔ ایں سخن یعنی یہ کہ نوعِ اولیٰ فنا کے بعد اعلیٰ مقام حاصل کرلیتی ہے۔ کارواں۔ انسانی روحوں کے قافلے عالمِ بالا سے دنیا میں کاروبار کے لئے آتے ہیں اور نفع نقصان کما کر واپس جاتے ہیں تو اصل مقام عالمِ بالا ہے۔ پس جب دنیا سے جانا ہی ہے تو خوشی سر خرو ہو کر جا۔

[۳] زاں۔ بی بی نے بچے سے یہ بھی کہا کہ میں تجھے تلخ باتیں اسلئے کہتی ہوں تاکہ تیری تلخی دور ہو جائے۔ زآب۔ جب انگور کا درخت افسردہ ہو جاتا ہے تو ٹھنڈا پانی انگور دیا جاتا ہے اس سے اس میں جوش آجاتا ہے اور اس کی افسردگی اور سردی ختم ہو جاتی ہے۔ تو ز تلخی۔ لہٰذا تیرے لئے تلخ باتیں تیری تلخیاں دور کردیں گی۔

ہر کہ او اندر بلا صابر نشد [۱] ۔ مقبلِ ایں درگہِ فاخر نشد
جو مصیبت میں صابر نہ بنا ۔ اس قابلِ فخر درگاہ میں مقبول نہ بنا

فارغ آئی گر بتو ریزند خل ۔ آں زماں شیریں شوی ہمچوں عسل
اگر تجھ پر سرکہ ڈالیں (اور) تو بے فکر رہے ۔ اُس وقت تو شہد کی طرح میٹھا ہوگا

سگ شکاری نیست او را طوق نیست ۔ خام و ناجوشیدہ جز بے ذوق نیست
جس کے گلے میں پٹہ نہیں ہے، وہ شکاری کتا نہیں ہے ۔ کچا اور جوش نہ دیا ہوا سوائے بے ذائقہ کے کچھ نہیں ہے

تمثیلِ صابر شدنِ مومن چوں او بر سرِّ بلا واقف شود

مومن کے صابر ہونے کی مثال جبکہ وہ مصیبت کے راز سے واقف ہو جائے

آں نخود [۲] گفت ار چنیں است اے ستی ۔ خوش بجوشم یاریم دہ راستی
اُس چنے نے کہا اے بی بی! اگر ایسا ہے ۔ مجھے خوب جوش دے، میری مدد کر ٹھیک کہتی ہے

تو دریں جوشش چو معمارِ منی ۔ کفچلیزم زن کہ بس خوش میزنی
وجہ یہ کہ تو اس جوش دینے میں میری تعمیر کرنیوالی ہے ۔ میرے کفگیر مار، کیونکہ تو اچھا مارتی ہے

ہمچو پیلم بر سرم زن زخم و داغ ۔ تا نہ بینم خوابِ ہندستان و باغ
میں ہاتھی کی طرح ہوں میرے سر پر زخم اور داغ لگا ۔ تاکہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب دیکھوں

تا کہ [۳] خود را در دہم در جوش من ۔ تا رہے یابم دریں آغوش من
تاکہ میں اپنے جوش دکھانے میں خودی کو دیدوں ۔ تاکہ میں اس آغوش میں راستہ پالوں

زانکہ انساں در غنا طاغی شود ۔ ہمچو پیلِ خواب بیں یاغی شود
کیونکہ انسان بے فکری میں سرکش بنجاتا ہے ۔ خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح باغی بنجاتا ہے

پیل چوں در خواب بیند ہند را ۔ پیلباں را نشنود آرد دغا
جب ہاتھی خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے ۔ فیلبان کی نہیں سنتا ہے، دغا بازی کرتا ہے

عذر گفتنِ کدبانو با نخود و حکمت در جوش داشتنِ کدبانو نخود را

بی بی کا چنے سے عذر کرنا اور بی بی کا چنے کو جوش دینے کی حکمت بیان کرنا

آں ستی گوید ورا کہ پیش ازیں ۔ من چو تو بودم ز اجزائے زمیں
وہ بی بی اس سے کہتی ہے کہ اس سے پہلے ۔ میں تیری طرح زمین کے اجزا میں سے تھی

چوں بپوشیدم جہازِ آذری ۔ پس پذیرا گشتم و اندر خوری
جب میں نے آتشی لباس پہنا ۔ تب میں مقبول اور لائق بنی

---

[۱] ہر کہ ۔ مصائب پر صبر مقبولیت کا سبب ہے۔ فائدہ۔ انسان میں جب یہ برداشت پیدا ہوجائے کہ تلخ باتوں سے اُس میں تلخی پیدا نہ ہو تو وہ شہد کی طرح شیریں بن جاتا ہے۔ سگ۔ کتا پٹے کی مصیبت جھیل کر شکاری بنتا ہے انسان مصائب کے ذریعہ پختہ ہو کر خوش ذائقہ بنتا ہے۔

[۲] آں نخود۔ جب چنے کو یہ احساس ہوگیا کہ مصائب تکمیل کا ذریعہ ہیں تو وہ مصائب برداشت کرنے پر خندہ پیشانی سے راضی ہوگیا۔ تو دریں۔ تیری تکلیف رسانی میری تکمیل کا سبب ہے تیری ایذا رسانی اسیر کیلئے راحت کا سبب ہے۔ ہمچو۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے دوسرے ملک میں پہنچ کر جب وہ خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو مست ہو کر سرکش ہو جاتا ہے پھر انکس اُس کو راہِ راست پر لاتا ہے۔

[۳] تاکہ یعنی ان مصائب اور مجاہدے کے ذریعہ سے میں آغوشِ رحمت میں راہیاب ہوجاؤں۔ آں ستی۔ اُس بی بی نے چنے سے کہا کہ میں بھی نباتی اعتبار سے بنی ہوں چون۔ میں نے تکالیف اور مصائب برداشت کئے تب کچھ بنی ہوں۔

مُدّتے جوشیدہ اَم اندر زمَن[1] — مُدّتے دیگر درونِ دیگِ تن
ایک مدت تک میں نے زمانے میں جوش کھایا ہے — پھر ایک مدت تک جسم کی دیگ میں (جوش کھایا ہے)

زیں دو جوشش قوّتِ حسّہا شدم — روح گشتم پس ترا اُستا شدم
ان دو جوشوں سے میں حسّوں کی طاقت بنی ہوں — میں روح بن گئی ہوں پھر میں تیری اُستاد بنی ہوں

در جمادی گفتمے زاں می روی — تا شوی علم و صفاتِ معنوی
میں جماد ہونے کی حالت میں کہتی تھی کہ تو اس لئے منتقل ہو رہی ہے — تاکہ تو معنوی کا علم، اور صفات بن جائے

چوں شدی تو روح پس بارِ دگر — جوششِ دیگر کُن ز حیوانی گذر
جب تو روح ہو گئی، پھر دوبارہ — دوسرا جوش کھا کر حیوانیت سے گذر جا

از خدا می خواہ[2] تا زیں نکتہا — در نہ لغزی و رسی در منتہا
خدا سے دعا کر، تاکہ ان نکتوں سے — لغزش نہ کھا جائے اور انجام تک پہنچے

زانکہ از قرآں بسے گمرہ شُدند — زاں رسن قومے درونِ چہ شُدند
اس لئے کہ بہت سے لوگ قرآن سے گمراہ ہوتے ہیں — اسی رسّی کے ذریعہ ایک قوم کنویں میں چلی گئی ہے

مر رسن را نیست جرمے اے عنُود — چوں ترا سودائے سر بالا نبُود
اے سرکش! رسّی کا کوئی قصور نہیں ہے — جبکہ تجھے ہی سر ابھارنے کا خیال نہیں ہے

جانبِ آں عاشقِ بیخویش راں — کہ دراں مسجد چہ کرد از امتحاں
اس بے خود عاشق کی جانب چلا — کہ اس نے اس مسجد میں آزمائش میں کیا کیا؟

باقی قصۂ مہمانِ آں مسجدِ مہمان کُش و ثباتِ و صدقِ عزمِ او

(اس مہمان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کا قصہ اور اس کے ارادہ کی سچائی اور جمائی کا قصہ)

آں غریبے شہر سر بالا طلب[3] — گفت می خسپم دریں مسجد بشب
اس شہر کے پردیسی (عالم) بالا کے طالب نے — کہا میں رات کو اسی مسجد میں سوؤں گا

مسجدا! گر کربلائے من شوی — کعبۂ حاجت روائے من شوی
اے مسجد! اگر تو میری کربلا بنے گی — تو میری حاجت کو پورا کرنے والا کعبہ بنے گی

ہیں مرا بگذار اے بگزیدہ یار — تا رسن بازی کُنم منصور وار
اے منتخب دوست! خبردار مجھے اجازت دے — تاکہ منصور (حلاج) کی طرح (دار و) رسن کا کھیل کھیلوں

گر شُدید اندر نصیحت جبرئیلؑ — می نخواہد غوث در آتش خلیلؑ
اگر تم نصیحت کرنے میں جبرئیلؑ ہو — (تو) آگ میں خلیلؑ (اللہ) مدد نہیں چاہتا ہے

1. مُدّتے۔ ایک مدت تک خارجی مصائب اٹھائے اور بدنی مجاہدے کئے ہیں۔ جن ان مصائب کے بعد میرے حواس باطنی بیدار ہوگئے ہیں اور میں صاحبِ روح بنکر تیری اُستاد بنی ہوں۔ در جمادی یعنی میں جب جمادیت سے ترقی کر رہی تھی تو کہتی تھی کہ یہ ترقی اس لئے ہے کہ میں انسان کا علم و صفت بنوں۔ معنوی یعنی انسان جو کہ متذکرہ ہیں۔ اب جبکہ روح بن چکی ہوں تو رتبۂ حیوانی سے بلند مرتبہ حاصل کرنا چاہئے۔

2. از خدا۔ ترقیوں کے اس ذکر سے یہ شبہ ہوا کہ ان کے ذکر سے اللہ کے ساتھ اتحادِ ذاتی تک ترقی نہ سمجھ لی جائے اس لئے فرماتے ہیں کہ خدا سے دعا کر تاکہ تو صحیح مطلب سمجھ سکے اور گمراہ نہ ہو جائے اللہ کے ساتھ اتحادِ ذاتی کا عقیدہ گمراہی ہے۔ زانکہ جس طرح قرآن سے کچھ کج فہم گمراہ ہوتے ہیں مثنوی سے بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر رسن اس میں قرآن کا قصور نہیں بلکہ اپنی کور باطنی کا قصور ہے۔

3. آں۔ وہ مہمان اس شہر میں مسافر تھا اور عالمِ آخرت کا طالب تھا کربلا حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کا مشہد ہے۔۔۔۔ حاجت روا۔ چونکہ اس کا اصل مقصد فنا فی الذات تھا منصور۔ حضرت حلاج کو سولی دی گئی۔ گر شُدید۔ ممکن ہے یہ جواب ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا تو حضرت جبرئیلؑ نے

مدد کی پیشکش کی تو آپ نے انکار کر دیا۔

جبرئیلا رو کہ من افروختہ — بہترم چوں عود و عنبر سوختہ[1]
اے جبرئیلؑ! جا کہ میں جلا ہوا — بہتر ہوں، جیسا کہ جلا ہوا عود اور عنبر

جبرئیلا گرچہ یاری میکنی — چوں برادر پاسداری میکنی
اے جبرئیلؑ! اگرچہ تو مدد کر رہا ہے — (اور) بھائی کی طرح میری حفاظت کر رہا ہے

اے برادر من بر آذر چابکم — من نہ آں جانم کہ گردد بیش و کم
اے بھائی! میں آگ پر تیز رَو ہوں — میں وہ جان نہیں ہوں جو گھٹ بڑھ سکے

جانِ حیوانی فزاید از علف — آتشے بود او چو ہیزم شد تلف
حیوانی جان، جو چارے سے بڑھتی ہے — آگ ہے، وہ ایندھن کی طرح ختم ہو جاتی ہے

گر نگشتے[2] ہیزم او مثمر بدے — تا ابد معمور و ہم عامر بدے
اگر وہ ایندھن نہ بنتی، تو پھلتی — ابد تک آباد اور آباد کرنے والی بھی ہوتی

بادِ سوزان ست ایں آتش بداں — پرتوِ آتش بود نے عینِ آں
سمجھ لے یہ آگ، مشتعل ہوا ہے — آگ کا پرتو ہے، نہ کہ بعینہٖ آگ

عینِ آتش در اثیر آمد یقیں — پرتو و سایہ ویست اندر زمیں
اصل آگ یقیناً کرۂ آتش میں ہے — زمین میں اس کا پرتو، اور سایہ ہے

لاجرم پرتو نپاید ز اضطراب — سوئے معدن باز میگردد شتاب
لامحالہ پرتو بے چینی کی وجہ سے ناپائدار ہے — جلد، معدن کی طرف لوٹ جاتا ہے

قامتِ[3] تو برقرار آمد بساز — سایہ ات کوتہ دمے یک دم دراز
تیرا قد سکون کی وجہ سے برقرار ہے — تیرا سایہ کبھی چھوٹا ہے، کبھی دراز ہے

زانکہ در پرتو نپاید کس ثبات — عکسہا واگشت سوئے امہات
اسلئے کہ سائے میں کوئی شخص ٹکاؤ نہیں پاتا ہے — عکس، اصلوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں

ہیں دہاں بر بند فتنہ لب گشاد — خشک آر اللہ اعلم بالرشاد
خبردار! منہ بند کر، فتنے نے لب کشائی کی ہے — تغافل برت، خدا راستی کو زیادہ جانتا ہے

فتنہ زاد و کرد عالم را خراب — شرق و غرب افتاد اندر اضطراب
فتنہ پیدا ہو گیا ہے اور اُسنے دنیا کو تباہ کر دیا ہے — مشرق اور مغرب بے چینی میں مبتلا ہو گئے ہیں

چوں مراتب گرد دلہا تنگ شد — ہر یکے با دیگرے در جنگ شد
جب حقیقتیں دلوں کے چاروں طرف تنگ ہو گئی ہیں — ہر ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی میں لگ گیا ہے

---

[1] چوں عود۔ اگر اور عنبر کے جلنے پر خوشبو مہکتی ہے۔ جبرئیلا۔ جبرئیلؑ سے اس مہمان کو نصیحت کرنے والے مراد ہیں اور خلیلؑ سے مراد خود وہ مہمان ہے اے برادر۔ مہمان نصیحت کرنیوالے سے کہتا ہے کہ میری روح حیوانی روح نہیں ہے جس میں گھٹاؤ اور بڑھاؤ ہوتا ہے۔ جانِ حیوانی۔ حیوانی روح غذا سے بڑھتی ہے اور صرف ایک شعلہ ہے جو ایندھن کی طرح ختم ہو جاتا ہے۔

[2] گر نگشتے۔ اگر انسانی جان آتشِ شہوت اور غضب کا ایندھن نہ بنے تو وہ خوب پھلے پھولے خود بھی منور بنے اور دوسروں کو بھی منور بنائے۔ باد۔ مولانا آتشِ غضب و شہوت کے فانی ہونے کو حسّی آتش کے فانی ہونے سے سمجھاتے ہیں کہ یہ دنیا کی آگ کرۂ آتشی کا پرتو ہے، پرتو اور سایہ ناپائیدار ہوتا ہے۔ معدن یعنی کرۂ آتشی۔

[3] قامتِ تو۔ اس دنیا کی آگ کا آتشی کرہ کا پرتو اور ناپائیدار ہونا اسی طرح سمجھ لو جیسا کہ انسان کا قد اور اس کا سایہ۔ عکسہا۔ پرتو اور سایے اصل کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ ہیں۔ مولانا کی مثنوی پر کچھ لوگوں نے اعتراضات کئے یہاں سے مولانا اس کی طرف رُخ کرتے ہیں۔ فتنہ۔ اعتراضات کا فتنہ۔ چوں مراتب۔ مثنوی کے عالی مضامین تک لوگوں کی رسائی نہیں ہے اسلئے جنگ و جدل کا باعث ہو گئے ہیں۔

گفتگو[۱] بسیار شد خامُش شدم / مسئلہ تسلیم کردم تن زدم

بیان بہت ہوگیا، میں چُپ ہوگیا / میں نے بات مان لی، میں خاموش ہوگیا

ور تو گوئی موجبِ فتنہ چہ بُود / باز گویم گوش کُن چُوں غم فزُود

اگر تو کہے کہ فتنے کا سبب کیا تھا؟ / چونکہ غم بڑھا ہوا ہے میں پھر بتاتا ہوں اُسُن

ذکرِ خیالِ بداندیشیِ قاصر فہماں

کم سمجھ لوگوں کی بداندیشی کے خیال کا ذکر

پیش ازاں کایں قصہ تا مخلص رسد / دُود و گندے آمد از اہلِ حسد

اس سے پہلے کہ یہ قصہ خاتمے تک پہنچے / حاسدوں کی جانب سے دُھواں اور بدبو پیدا ہوگئی

من[۲] نمی رنجم ازیں لیک ایں لگد / خاطرِ سادہ دِلے را پے کند

میں اس سے رنجیدہ نہیں ہوتا ہوں لیکن یہ دولتی / کسی سادہ دل کی طبیعت کا پیچھا کرے گی

خُوش بیاں کرد آں حکیمِ غزنوی / بہرِ محجوباں مثالِ معنوی

اُس غزنوی دانا نے بہت اچھی بات کہی ہے / منکروں کے لئے، ایک بامعنیٰ مثال

کہ ز قرآں گر نہ بیند غیرِ قال / ایں عجب نبُود ز اصحابِ ضلال

کہ اگر قرآن میں سوائے لفظوں کے کچھ نہ دیکھیں / تو گمراہوں سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے

کز شعاعِ آفتابِ پُر ز نُور / غیرِ گرمی می نیابد چشمِ کُور

کیونکہ نور سے بھرے ہوئے سورج کی شعاعوں سے / اندھی آنکھ گرمی کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتی

خربطے[۳] ناگاہ از خر خانہ / سر بروں آورد چوں طعانہ

گدھوں کے طویلے سے ایک احمق نے اچانک / طعنہ باز کی طرح سر اُبھارا

کایں سخن پست است یعنی مثنوی / قصۂ پیغمبر است و پیروی

یہ بات یعنی مثنوی گھٹیا بات ہے / پیغمبر اور (اُنکی) پیروی کا قصہ ہے

نیست ذکر و بحثِ اسرارِ بلند / کہ دوانند اولیا زاں سو سمند

بلند اسرار کی بحث اور ذکر نہیں ہے / کہ اولیاء اُس طرف گھوڑا دوڑائیں

از مقاماتِ تبتّل تا فنا / پایہ پایہ تا ملاقاتِ خدا

خلوت سے فنا تک کے مقامات / درجہ بدرجہ، اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک

شرح و حدِ ہر مقام و منزلے / کہ بہ پر زو بر پرد صاحبدلے

ہر مقام اور ہر منزل کی شرح، اور حد (ہوتی) / تاکہ پروں کے ذریعہ صاحبِ دل اُس سے پرواز کرتا

---

۱ گفتگو یعنی اعتراضات اور جوابات۔ غم فزود چونکہ مجھے طبعاً بہت افسوس ہے اِس لئے فتنہ کا سبب بیان کرنے پر مجبور ہوں ورنہ خاموشی اختیار کر لیتا۔ کایں قصہ یعنی مسجد کے مہمان کا قصہ۔

۲ من نمی رنجم مجھے معترضین پر عقلاً کوئی رنج نہیں ہے لہٰذا میں جواب نہ دیتا لیکن یہ خیال ہے کہ اگر جواب نہ دونگا تو معترضین کی دولتیاں سادہ دل لوگوں کو گمراہ کر دیں گی۔ حکیمِ غزنوی، حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ محجوباں۔ وہ لوگ جو نورِ معرفت سے محروم ہیں..... کز قرآں یعنی گمراہوں کی پہنچ محض قرآن کے لفظوں تک ہے۔ کز شعاع۔ اُن کی مثال چمگادڑ کی سی ہے جو سورج کے نور سے محروم ہے اور صرف گرمی کا احساس کرتی ہے۔

۳ خربطہ۔ بڑی بطخ، احمق۔ طعانہ یعنی طعن کرنے والا۔ کہ دوانند۔ اِس میں اصحابِ معرفت کی توجہ کی کوئی چیز نہیں ہے۔ از مقامات۔ یعنی مثنوی میں ابواب اور فصول قائم کرکے تصوف کے مراتب کا ذکر ہونا چاہیے تھا اور سالک کیلئے ہر منزل اور مقام کی نشاندہی ہونی چاہیے تھی۔ تبتّل۔ لوگوں سے انقطاع۔ خلوت۔

جملہ سرتا سر فسانہ است و فسوں
سب سراسر افسانہ اور گورکھ دھندا ہے
کودکانہ قصہ بیرون و درون
اندر، اور باہر سے بچکانہ قصہ

چوں کتاب اللہ بیامد ہم براں
جب اللہ کی کتاب آئی، اس پر بھی
ایں چنیں طعنہ زدند آں کافراں
اُن کافروں نے اس طرح کے طعنے دیئے

کہ اساطیرست و افسانہ نژند
کہ پُرانی کہانیاں اور افسانہ ہے
نیست تحقیقے و تعمیقے بلند
کوئی تحقیق، اور بلند گہرائی نہیں ہے

کودکانِ خرد فہمش می کنند
اُس کو چھوٹے بچے سمجھ لیتے ہیں
نیست جز امر پسند و ناپسند
(اس میں) پسندیدہ اور ناپسندیدہ احکام کے سوا کچھ نہیں ہے

ذکرِ آدم گندم و ابلیس و مار
آدم، گیہوں، شیطان اور سانپ کا ذکر ہے
ذکرِ ہود و باد و ابراہیم و نار
ہودؑ، اور ہوا اور ابراہیمؑ اور آگ کا ذکر ہے

ذکرِ نوح و کشتی و طوفانِ تن
نوحؑ، کشتی اور جسم کے طوفان کا ذکر ہے
ذکرِ کنعان و سر از خط تافتن
کنعان اور حکم سے منہ موڑنے کا ذکر ہے

ذکرِ اسمٰعیل و ذبح و جبرئیل
اسماعیلؑ، ذبح اور جبرئیلؑ کا ذکر ہے
ذکرِ قصدِ کعبہ و اصحابِ فیل
کعبہ کے ارادے، اور ہاتھی والوں کا ذکر ہے

ذکرِ یوسف ذکرِ زلفِ پرخمش
یوسفؑ کا ذکر ہے، اُن کی بَل کھائی ہوئی زلف کا ذکر ہے
ذکرِ یعقوب و زلیخا و غمش
یعقوبؑ اور زلیخا اور اس کے غم کا ذکر ہے

ذکرِ بلقیس و سلیمان و سبا
بلقیس، اور سلیمانؑ، اور سبا کا ذکر ہے
ذکرِ داؤد و زبور و اوریا
داؤدؑ، اور زبور، اور اوریاؑ کا ذکر ہے

ذکرِ طالوت و شعیب و صومِ او
طالوت اور شعیبؑ اور اُس کے روزے کا ذکر ہے
ذکرِ یونس ذکرِ لوط و قومِ او
یونسؑ کا ذکر ہے، لوطؑ اور اُن کی قوم کا ذکر ہے

ذکرِ حملِ مریم و نخل و مخاض
مریمؑ کے حمل، کھجور، اور دردِ زہ کا ذکر ہے
ذکرِ زکریا و یحییٰ و ریاض
زکریاؑ، اور یحییٰؑ اور باغوں کا ذکر ہے

ذکرِ صالح، ناقہ و تقسیمِ آب
صالحؑ (اُن کی) اونٹنی اور پانی کی تقسیم کا ذکر ہے
ذکرِ ادریس و مناجات و جواب
ادریسؑ اور اُن کی سرگوشی اور جواب کا ذکر ہے

ذکرِ الیاس و عزیر و موتِ او
الیاسؑ، اور عزیرؑ اور اُن کی موت کا ذکر ہے
ذکرِ قارون و زمیں رفتن فرو
قارون اور زمین میں دھنسنے کا ذکر ہے

لہ جملہ۔ معترضین نے کہا کہ اِس مثنوی میں تو صرف قصے اور کہانیاں ہیں اور یہ مثنوی ظاہری و باطنی اعتبار سے طفلانہ قصوں سے لبریز ہے۔ چوں کتاب اللہ بہ معترضین نے قرآن پر بھی اِسی طرح کے اِعتراضات کئے تھے کہ وہ محض پہلے قصے ہیں ایسی کوئی بلند پایہ مضمون نہیں ہے۔
ٹہ امرِ پسند۔ یعنی حلال وحرام۔ تافتن۔ یعنی اُن کی حکم عدولی کا بیان۔ ذکر۔ یعنی قرآن میں اُن چیزوں کا ذکر ہے جو آئندہ تیرہ شعروں میں مذکور ہیں۔

ذکرِ ایوبؑ و صبوری در بلا
ایوبؑ اور مصیبت میں (اُن کے) صبر کرنے کا ذکر ہے
ذکرِ اسرائیلیاں در تیہ لا
بنجر تیہ میں اسرائیلیوں کا ذکر ہے

ذکرِ موسیٰؑ و شجر طور و عصا
موسیٰؑ اور درخت، طور اور عصا کا ذکر ہے
خلعِ نعلین و خطابات و عطا
جوتے اُتارنے، اور خطابات اور بخشش کا ذکر ہے

ذکرِ عیسیٰؑ و عروجش بر سما
عیسیٰؑ، اور اُن کے آسمان پر چڑھنے کا ذکر ہے
ذکرِ ذوالقرنین و خضرؑ و اَرمیا
ذوالقرنین، اور خضر اور اَرمیا کا ذکر ہے

ذکرِ فضلِ احمدؐ و خُلقِ عظیم
احمدؐ کی فضیلت اور آپکے بلند اخلاق کا ذکر ہے
کہ قمر از معجزاتش شد دو نیم
کہ چاند اُن کے معجزے سے دو ٹکڑے ہو گیا

ظاہرست[1] و ہر کسے پے می برد
(یہ سب) ظاہر ہے، اور ہر شخص جانتا ہے
کو بیاں کہ گم شود دروے خرد
وہ بیان کہاں ہیں جن میں عقلیں گم ہو جائیں؟

گفت اگر آساں نماید ایں بتو
فرمایا، اگر تجھے یہ آسان نظر آتا ہے
اینچنیں یک سورہ گوائے سخت گو
اے بھاری بات کرنے والے ایسی ایک سورت کہہ دے

جنیاں و انسیان و اہلِ کار
جن، اور انسان، اور کام کے لوگ
گو یکے آیت ازیں آساں بیار
کہہ دے اس آسان کی ایک آیت لے آئیں

تفسیر حدیث اِنَّ لِلْقُراٰنِ ظَهْرًا وَّبَطْنًا وَلِبَطْنِهٖ
اِس حدیث کی تفسیر کہ قرآن کا ظاہر اور باطن ہے اور اُس کے باطن کا
بَطْنٌ اِلٰى سَبْعَةِ اَبْطُنٍ
باطن ہے، سات باطنوں تک

حرف قرآں را بداں کہ ظاہرست
سمجھ لے کہ قرآن کے لفظ (اُس کا) ظاہر ہیں
زیرِ ظاہر باطنے بس قاہرست
(اور) ظاہر کے نیچے ایک مضبوط باطن ہے

زیرِ آں باطن یکے بطنِ دگر
اُس باطن کے نیچے ایک دوسرا باطن ہے
خیرہ[3] گردد اندرو فکر و نظر
جس میں فکر و نظر حیران ہو جاتی ہے

زیرِ آں باطن یکے بطنِ سوم
اُس باطن کے نیچے ایک تیسرا باطن ہے
کہ درو گردد خردہا جملہ گم
کہ اُس میں تمام عقلیں گم ہو جاتی ہیں

بطنِ چارم از نبی خود کس ندید
قرآن کا چوتھا باطن کسی نے نہیں دیکھا
جز خدائے بے نظیر و بے ندید
لا مثیل اور لا شریک خدا کے سوا

---

[1] ظاہرست۔ یہ ساری باتیں سب کو معلوم ہیں قرآن میں وہ مضامین کہاں ہیں جن سے عقلیں دنگ ہو جائیں۔ گفت۔ معترضوں کے جواب میں قرآن نے کہا ہے کہ اگر قرآن تمہیں ایسا ہی آسان نظر آتا ہے تو تمام جن و انس اور دیگر مددگار ملکر ایک آیت قرآن جیسی بنا لاؤ۔

[2] اِنّ للقرآن۔ قرآن کا ایک تو لفظی ترجمہ اور معنیٰ ہیں پھر اُن معنیٰ میں معنیٰ ہیں اِسی طرح تہ در تہ سات معنیٰ تک یہ سلسلہ ہے اِن معانی کے کچھ مرتبوں تک فہم و فراست کے تفاوت کے اعتبار سے مجتہدین اور علماء کی پہنچ ہے اور کچھ مراتب سے صرف علم اللہ کا تعلق ہے واضح رہے کہ اَسرار و حِکَم کے بیان میں وہی معنیٰ معتبر ہونگے جو الفاظ قرآنی اور ظاہر کے خلاف نہ ہوں۔

[3] خیرہ گردد۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ایسے اَسرار تک پہنچ جاتے تھے کہ دوسرے صحابہ اُن میں حیران ہو جاتے تھے۔ بطنِ سوم۔ معانی کی اِس تہ میں سب کی عقلیں گم ہو جاتی ہیں۔ بطنِ چہارم۔ معانی کی چوتھی منزل تک عقل انسانی کی رسائی نہیں ہے۔

ہمچنیں تا ہفت بطن اے ذو الکرم
اے بھلے! اِسی طرح سات باطن تک
می شمر تو زیں حدیثِ[1] مُعتَصم
تو اِس محفوظ حدیث سے گِن لے

تو ز قرآں اے پسر ظاہر مبیں
اے بیٹا! تو قرآن کے (صرف) ظاہر کو نہ دیکھ
دیو آدمؑ را نہ بیند جز کہ طیں
شیطان نے آدمؑ کو سوائے مٹی کے کچھ نہ دیکھا

ظاہرِ قرآں چو شخصِ آدمی ست
قرآن کا ظاہر آدمی کے وجود کی طرح ہے
کہ نقوشش ظاہر و جانش خفی ست
کہ اُسکے نقش ظاہر ہیں اور اُس کی روح پوشیدہ ہے

مرد را صد سال عمّ و خالِ او
سَو سال تک انسان کے چچا، اور ماموں
یک سرِ موئے نہ بیند حالِ او
اُس کی حالت کا بال برابر نہیں دیکھ سکتے ہیں

بیان[2] آنکہ رفتنِ انبیاء و اولیاء علیہم السّلام بکوہہا و غارہا

اِس کا بیان کہ انبیاء اور اولیاء علیہم السّلام کا پہاڑوں اور غاروں میں جانا اپنے

جہتِ پنہاں کردنِ خویش نیست و جہتِ خوف و تشویشِ خلق نہ بلکہ

آپ کو پوشیدہ کرنے کیلئے ہے اور نہ مخلوق کے پریشان کرنے، اور ڈر کی وجہ ہے بلکہ دنیا سے

جہت ارشادِ خلق ست و راہ نمودن و تحریضِ انقطاع از دنیا بقدرِ ممکن

بقدرِ امکان منقطع رہنے کے بارے میں لوگوں کی ہدایت، اور راہنمائی، اور برانگیختہ کرنے کیلئے ہے

آنکہ گویند اولیا در کُہ[3] بوند
لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اولیا پہاڑوں میں ہوتے ہیں
تا ز چشمِ مردماں پنہاں شوند
تاکہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں

پیشِ خلق ایشاں فرازِ صد کُہ اند
مخلوق کے سامنے (رہتے ہوئے بھی) وہ سَو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں
گامِ خود بر چرخِ ہفتم می نہند
اپنا قدم ساتویں آسمان پر رکھتے ہیں

پس چرا پنہاں شود کہ جو بُوَد
تو کیوں چھپے، پہاڑوں کو کیوں تلاش کرے
کو ز صد دریا و کہ آں سو بُوَد
وہ جو سَو دریاؤں اور پہاڑوں سے اُدھر ہو

حاجتش نبوَد بسوئے کہ گریخت
اُسکو پہاڑوں کی جانب بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے
کز پئش کُرّہ فلک صد نعل ریخت
جسکے پیچھے (بھاگنے میں) آسمان کے گھوڑے نے سیکڑوں نعل توڑے ہیں

چرخ گردید و ندید او گردِ جاں
آسمان گھوما اور اُس نے روح کی گرد کو (بھی) نہ دیکھا
تعزیت جامہ بپوشید آں زماں
اُس وقت اُس نے ماتمی لباس پہن لیا

---

[1] حدیثِ مُعتَصم۔ یہی حدیث جو عنوان میں مذکور ہے اور جو غلطی سے محفوظ ہے۔ تو ز قرآں۔ قرآن محض الفاظ کو نہ سمجھو بلکہ قرآن اُن تہ بہ تہ معانی اور الفاظ کا مجموعہ ہے۔ دیو۔ محض ظاہر پر نظر کرنا شیطانی کام ہے۔ ظاہرِ قرآں۔ قرآن کے الفاظ اور اُن میں پوشیدہ معانی کی مثال انسان کی صورت اور اُس کے باطنی اور روحانی اوصاف کی سی سمجھو۔ مرد را۔ ایک انسان خواہ وہ تمہارا کتنا ہی قریبی عزیز ہو تم اُس کے باطنی اوصاف سے غافل رہتے ہو۔

[2] بیان۔ مولانا نے یہ سمجھایا کہ باوجود قرب کے انسان کے باطنی احوال عوام سے مخفی رہتے ہیں تو اب اِس خیال کی تغلیط کرتے ہیں کہ اولیاء اپنے آپ کو چھپانے کے لئے جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی خلوت نشینی اپنے آپ کو چھپانے کے لئے نہیں ہے اُن کے اوصاف تو بہر حال عوام پر چھپے رہتے ہیں بلکہ لوگوں کو ترکِ دُنیا کی تعلیم دینے کے لئے ہے۔

[3] کُہ۔ کوہ، پہاڑ۔ فرازِ صد کُہ۔ یعنی اولیاء عوام میں رہتے ہوئے بھی اُن سے سَو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں اُن کے اوصاف تک عوام کی پہنچ کہاں ہے۔ پس۔ جبکہ اُن میں اور عوام میں سیکڑوں پہاڑوں اور دریاؤں کی دُوری ہے تو اُن کو چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ کز پئش۔ اُن کے بلند مقام تک تو آسمان کی تگ و دو بھی نہیں ہے۔ تعزیت۔ شاعرانہ تخیل ہے کہ آسمان نے کالا، نیلا لباس اِسی غم میں پہنا ہے کہ وہ اولیاء کے مراتب تک نہ پہنچ سکا۔

گر بظاہر آں پری پنہاں بُود ¹ — آدمی پنہاں تر از پریاں بُود

اگرچہ بظاہر، پری پوشیدہ ہوتی ہے — آدمی پریوں سے زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے

نزدِ عاقل زاں پری کہ مضمرست — آدمی صد بار خود پنہاں ترست

عقلمند کے نزدیک اُس پری سے جو پوشیدہ ہے — آدمی سو گنا زیادہ پوشیدہ ہے

آدمی نزدیکِ عاقل چوں خفی ست — چوں بُود آدمؑ کہ در غیب او صفی ست

جبکہ عقلمند کے نزدیک آدمی پوشیدہ ہے — تو اُن آدمؑ کا کیا حال ہوگا جو عالمِ غیب کے برگزیدہ ہیں؟

تشبیہ ² صورتِ اولیاء و صورتِ کلامِ اولیاء بصورتِ عصائے موسیٰؑ و صورتِ فسونِ عیسیٰؑ

اولیاء کی صورت اور اولیاء کے کلام کی صورت کی تشبیہ حضرت موسیٰؑ کے عصا اور حضرت عیسیٰؑ کے دم کرنے کی صورت سے

آدمی ہمچو عصائے موسیٰؑ ست — آدمی ہمچوں فسونِ عیسیٰؑ ست

آدمی (حضرت) موسیٰؑ کے عصا کی طرح ہے — آدمی (حضرت) عیسیٰؑ کے دَم کرنے کی طرح ہے

در کفِ حق بہرِ داد و بہرِ زین — قلبِ مؤمن ہست بین الاصبعین

عطا اور زینت کیلئے اللہ (تعالیٰ) کے ہاتھ میں — مؤمن کا دل، دو انگلیوں کے درمیان ہے

ظاہرش چوبے و لیکن پیشِ او — کون یک لقمہ چو بکشاید گلو

اُس کا ظاہر لکڑی ہے، لیکن اُس کے سامنے — جب وہ منہ کھولے، عالم ایک لقمہ ہے

تو مبیں از افسونِ عیسیٰؑ حرف و صوت — آں ببیں کز وے گریزاں گشت موت ³

(حضرت) عیسیٰؑ کے دَم کرنے میں تو حرف اور آواز کو نہ دیکھ — یہ دیکھ کہ اُس سے موت بھاگ گئی ہے

تو مبیں از افسونش آں لہجاتِ پست — آں نگر کہ مُردہ بر جست و نشست

اُن کے دَم کرنے میں تو دھیمے لہجے کو نہ دیکھ — یہ دیکھ کہ مُردہ کُودا اور بیٹھ گیا

تو مبیں مر آں عصا را سہل یافت — آں ببیں کہ بحرِ اخضر را شگافت

تو اُس عصا کو آسانی سے حاصل ہو جانیوالا نہ دیکھ — یہ دیکھ کہ اُس نے بحرِ اخضر کو چیر دیا

تو ز دوری دیدۂ چترِ سیاہ — یک قدم پا پیش نہ بنگر سپاہ

تونے دُور سے سیاہ چھتر دیکھا ہے — ایک قدم آگے رکھ، لشکر کو دیکھ

تو ز دوری می نہ بینی جز کہ گرد — اندکے پیش آ ببیں در گرد مرد

تو دُوری سے سوائے گرد کے کچھ نہیں دیکھتا؟ — تھوڑا سا آگے آ، گرد میں مرد کو دیکھ

---

¹ گر بظاہر۔ پری تو ظاہر میں بھی انسانوں کی نظر سے پوشیدہ ہے تو اُسکے اوصاف کا پوشیدہ رہنا اِس قدر تعجب خیز نہیں ہے جسقدر انسانوں کے اوصاف کا پوشیدہ رہنا کیونکہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ بھی نہیں ہیں۔ آدمی۔ جب عام آدمیوں کے اوصاف تک پہنچنا دشوار ہے تو حضرت آدمؑ کے اوصاف تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے

² تشبیہ۔ اولیاء اور اولیاء کے کلام کو حضرت موسیٰؑ کا عصا اور حضرت عیسیٰؑ کا پھونک مارنا سمجھو جو بظاہر معمولی چیزیں تھیں لیکن اُنکے باطنی کمال و اوصاف حیرت انگیز تھے۔ در کفِ حق۔ حدیث شریف ہے اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ کُلَّھَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یُصَرِّفُہٗ کَیْفَ یَشَآءُ یقیناً تمام بنی آدم کے قلوب ایک قلب کیطرح اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اُنکو جس طرح چاہتا ہے پلٹتا ہے یعنی جس طرح عصائے موسیٰؑ اور دمِ عیسیٰؑ میں حضرت حق تعالیٰ کے خاص تصرفات ہیں ایسے ہی مؤمن کے دل پر بھی حضرت حق تعالیٰ کے خصوصی تصرفات ہیں۔

³ موت۔ حضرت عیسیٰؑ کے پھونکنے سے مُردہ زندہ ہو جاتا تھا۔ سہل یافت۔ یعنی یہ نہ سمجھ کر معمولی لکڑی ہے آسانی سے حاصل ہو جائیگی شگافت۔ حضرت موسیٰؑ کے عصا کی ضرب سے نیل دو ٹکڑوں میں بٹ گیا

تو ز دوری۔ تونے دُور سے صرف کالا چھتر دیکھا ہے، اندر گھس کر دیکھ کسقدر لشکر موجود ہے۔ گرد۔ تونے دُور سے صرف گرد دیکھی ہے قریب جا تو آئیں مرد کو دیکھے گا یعنی تیری نظر صرف اوصافِ ظاہری پر ہے باطنی اوصاف کو دیکھ۔

دیدہا را گردِ اُو روشن کند | کوہہا را مردیِ اُو بر کند
اُس کی گرد آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے | اُس کی بہادری پہاڑوں کو اُکھاڑ دیتی ہے

چوں برآمد موسیٰؑ از اقصائے دشت | کوہِ طور از مقدمش رقّاص گشت
جب (حضرت) موسیٰؑ جنگل کے آخر سے برآمد ہوئے | اُنکی تشریف آوری سے کوہِ طور رقص کرنے لگا

تفسیر قولہٖ تعالیٰ یاجبالُ اَوِّبی معہٗ والطّیر

اللہ تعالیٰ کے قول "اے پہاڑو اور پرندو اُس کے ساتھ جوابی بنو" کی تفسیر

رُوئے داؤدؑ از فرش تاباں شدہ | کوہہا اندر پیَش نالاں شدہ
(حضرت) داؤدؑ کا چہرہ اُس (اللہ) کی شان سے روشن ہوا | پہاڑ اُن کے پیچھے روئے

کوہ با داؤدؑ گشتہ ہمرہے | ہر دو مُطرب مست در عشقِ شہے
پہاڑ (حضرت) داؤدؑ کے ساتھی بنے | دونوں گانے والے شاہ کے عشق میں مست تھے

یاجبالُ اَوِّبی اَمر آمدہ | ہر دو[2] ہم آواز و ہم پردہ شدہ
اے پہاڑو! جوابی بنو، کا حکم آیا | دونوں ہم آواز اور ہم ساز ہو گئے

گفت داؤدا تو ہجرت دیدہ | بہرِ من از ہمدماں بریدہ
(اللہ نے) فرمایا اے داؤدؑ! تو نے ہجر دیکھا ہے | میرے لئے تو ساتھیوں سے کٹا ہوا ہے

اے غریبِ فردِ بے مُونس شُدہ | آتشِ شوق از دلت شعلہ زدہ
اے اکیلے مسافر! تو بے یار بنا ہے | تیرے دل سے شوق کی آگ بھڑکی ہے

مُطرباں[3] خواہی و قوّال و ندیم | کُوہہا پیشت آرد آں قدیم
تو گوّیے، اور قوّال، اور ہم مجلس چاہتا ہے | وہ قدیم (اللہ) تیرے سامنے پہاڑوں کو لاتا ہے

تاکہ قوّالی و سرنائی کُنند | جملہ پیشت بادبیائی کُنند
تاکہ وہ (تیرے لئے) قوّالی اور شہنائی بجائیں | سب تیرے سامنے نغمہ سرائی کریں

تا بدانی نالہ چوں کُہ را رواست | بے لب و دنداں ولی را نالہاست
تاکہ تو سمجھ لے کہ جب پہاڑ کا نالہ ہو سکتا ہے | تو ولی کے نالے، بغیر ہونٹ اور دانتوں کے ہیں

نغمہِ اجزائے آں صافی جسد | ہر شبے در گوشِ حسّش میرسد
اُس صاف جسم کے اجزاء کا نغمہ | ہر رات کو اُس کے حِس کے کان میں پہنچتا ہے

ہمنشیناں نشنوند اُو بشنود | اے خُنک جاں کو بغیبش بگرود
ہمنشین نہیں سُنتے، وہ سُنتا ہے | وہ جان قابلِ مبارکباد ہے جو انکی نادیدہ باتوں کی گرویدہ ہو

---

[1] دیدہا۔ اُن کے باطنی اوصاف ایسے ہیں کہ اُن کی گرد بھی آنکھوں کو روشن کرتی ہے اور اُنکی ہمّتِ مردانہ پہاڑوں کو ہلا دیتی ہے۔ برتبہ حضرت موسیٰؑ کے قدومِ میمنت لزوم سے کوہِ طور رقص کرنے لگا تھا۔ یاجبال۔ حضرت داؤدؑ کے بارے میں پہاڑوں اور پرندوں کو حکم ہوا تھا کہ وہ اُن کے ہم نغمہ بنیں۔

[2] ہر دو۔ حضرت داؤدؑ اور پہاڑ اللہ کے عشق میں ہم نغمہ بن گئے تھے۔ پردہ۔ راگ۔ گفت۔ حضرت حق تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے فرمایا تھا تو میرے فراق میں مبتلا ہے اور دوستوں سے جُدا ہے۔

[3] مُطرباں۔ فراق کا غم دور کرنے کے لئے محفل اور قوّالی کی ضرورت ہے لہٰذا میں پہاڑوں میں یہ کیفیت پیدا کئے دیتا ہوں۔ سرنائی۔ سورنائی یعنی خوشی کی نے، شہنائی۔ بادبیائی چونکہ مزامیر میں پھونک سے آواز پیدا ہوتی ہے لہٰذا اُس کے بجانے کو بادبیائی کہا جاتا ہے۔ تابدانی۔ پہاڑوں کو نالے میں مبتلا کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ تم یہ سمجھ لو کہ بے لب و دنداں بھی نالہ ہوتا ہے جو اولیاء کرتے ہیں۔ نغمہ۔ اولیاء کے دل کے نالوں کو اُنکے کان سنتے ہیں تم نہیں سُن سکتے لیکن اُن کی اِس کیفیت پر یقین کرنا

چاہیئے۔

بنگرد[1] در نفسِ خود صد گفتگو — ہمنشینِ اُو نبردہ ہیچ بُو

وہ اپنے نفس میں سیکڑوں گفتگوئیں دیکھتا ہے — (اور) اُس کے ہمنشین کو کچھ پتہ نہیں ہے

صد سوال و صد جواب اندر دلت — میرسد از لامکاں تا منزلت

تیرے دل میں سیکڑوں سوال اور سیکڑوں جواب — لامکان سے تیرے مقام تک پہنچتے ہیں

بشنوی تو نشنود زاں گوشہا — گر بنزدیکِ تو آرد گوش را

تو سنتا ہے، وہ اُن کانوں سے نہیں سنتا — اگرچہ وہ کانوں کو تیرے قریب لے آئے

گیرم اے کر خود تو آں را نشنوی — چوں مثالش دیدۂ چوں نگروی

اے بہرے! میں مانتا ہوں تو اُسکو نہیں سنتا ہو — جب تم نے اُسکی ایک مثال دیکھ لی گرویدہ کیوں نہیں ہوتا

جواب طعنہ زنندہ بر مثنوی از قصورِ فہمِ خود

اپنی سمجھ کی کوتاہی کی وجہ سے مثنوی پر اعتراض کرنے والوں کا جواب

اے سگِ طاعن تو عو عو[2] میکنی — طعنِ قرآں را بروں شومی کنی

اے طعنہ دینے والے کتے! تو بھوں بھوں کرتا ہے — قرآن پر طعنہ کے لئے راستہ بناتا ہے

ایں نہ آں شیر ست کز وے جاں بری — یا ز پنجہ قہرِ اُو ایماں بری

یہ وہ شیر نہیں ہے جس سے تو جان بچالے — یا اُس کے غضب کے پنجے سے ایمان کو بچالے

تا قیامت میزند قرآں ندا — اے گروہِ جہل را گشتہ فدا

قیامت تک کے لئے قرآن آواز دے رہا ہے — اے نادانی پر فدا، گروہ!

مر مرا افسانہ می پنداشتید — تخمِ طعن و کافری می کاشتید

تم نے مجھے ایک افسانہ سمجھا — طعنے اور کفر کا بیج بویا ہے

خود بدیدید آنکہ طعنہ می زدید — کہ شما فانی و افسانہ بُدید

تم جو طعنہ زنی کرتے تھے تم نے خود دیکھ لیا — کہ تم خود فنا ہونے والے اور افسانہ بن گئے

من[3] کلامِ حقم و قائم بذات — قوتِ جانِ جان و یاقوتِ زکات

میں اللہ کا کلام اور (اللہ کی) ذات سے قائم ہوں — روح کی روح کی غذا اور پاک یاقوت ہوں

نورِ خورشیدم فتادہ بر شُما — لیک از خورشید ناگشتہ جُدا

میں سورج کا نور ہوں جو تم پر پڑ رہا ہے — لیکن سورج سے جُدا نہیں ہوا ہے

نک منم ینبوعِ آں آبِ حیات — تا رہانم عاشقاں را زیں ممات

یہ میں، اُس آبِ حیات کا چشمہ ہوں — تاکہ عاشقوں کو اِس موت سے نجات دیدوں

[1] بنگرد - اولیاء کے روحانی مکالمات جاری رہتے ہیں۔ پاس بیٹھنے والے اُن سے بے خبر رہتے ہیں۔ لامکاں۔ عالمِ غیب۔ زاں گوشہا۔ روحانی مکالمہ حسّی کانوں سے نہیں سُنا جاسکتا۔ گیرم۔ عوام بہرے ہیں جو اُن کو نہیں سنتے ہیں لیکن جبکہ وہ مختلف کرامات دیکھ چکے ہیں تو اُن کو اُن کا مُعتقد ہو جانا چاہیئے۔

[2] عو عو۔ کُتے کے بھونکنے کی آواز۔ طعنِ قرآں۔ یعنی مثنوی جو کہ بزبانِ پہلوی قرآن ہے اُس پر اعتراض دراصل قرآن پر اعتراض ہے لیکن براہِ راست قرآن پر اعتراض کرنے کی ہمت نہیں اسلئے بجائے کی یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ مثنوی پر اعتراضات کئے جائیں۔ بر طرف شو۔ مخلص، گریزگاہ۔ الخ۔ لیکن قرآن پر اعتراض کرنا آسان بات نہیں ہے یہ صریحی کفر ہے۔ تا قیامت۔ قیامت تک یعنی قرآن کا اعلان ہے کہ قرآن کو افسانہ اور اساطیر کہنے والے خود تباہ و برباد ہونگے اور اُن کا وجود خود افسانہ بنکر رہ جائے گا۔

[3] من۔ کلام اللہ کی ذاتی صفت ہے جو ذاتِ باری کے ساتھ قائم ہے۔ نورِ خورشید۔ ذاتِ خداوندی بمنزلہ سورج کے اور صفات بمنزلہ نور کے ہیں جو سورج کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ ینبوع۔ چشمہ یعنی قرآن آبِ حیات کا ایسا سرچشمہ ہے کہ جو اُس سے سیراب ہو جائیگا

گر چنیناں[1] گند آز تاں نگیختے — جرعۂ بر گورتاں حق ریختے

اگر تمہاری حرص ایسی گندگی نہ اچھالتی — اللہ (تعالیٰ) تمہاری قبر پر ایک گھونٹ بہا دیتا

نے بگیرم گفت و پندِ آں حکیم — دل نگردانم بہر طعنِ سقیم

نہیں! میں اس دانا کا قول اور نصیحت اختیار کرتا ہوں — ہر کمزور طعنے کی وجہ سے دل نہیں پھیرتا ہوں

مثل زدن در رمیدنِ کرّہ[2] اسپ از خوردنِ آب بسبب شخولیدنِ سائیساں

سائیسوں کے سیٹی بجانے سے گھوڑے کے بچھیرے کے پانی سے بھڑک گئے کی مثال دینا

آنکہ فرمودست او اندر خطاب — کرّہ و مادر ہمی خوردند آب

جو گفتگو میں انھوں نے فرمایا — بچھیرا اور ماں پانی پی رہے تھے

می شخولیدند ہر دم آں نفر — بہر اسپاں کہ ہلا زیں آب خور

وہ جماعت ہر وقت سیٹی بجا رہی تھی — گھوڑوں کے لئے، کہ پانی کی طرف متوجہ رہو

آں شخولیدن بکرّہ می رسید — سر ہمی برداشت وز خود می رمید

وہ سیٹی بجانا بچھیرے کو پہنچتا تھا — (وہ) سر اٹھا لیتا تھا اور خود بخود بھاگتا تھا

مادرش پرسید کاے کرّہ چرا — می رمی ہر ساعتے زیں استقا

اس کی ماں نے دریافت کیا اے بچھیرے! کیوں — تو پانی پینے سے ہر وقت بھاگتا ہے؟

گفت کرّہ می شخولند ایں گروہ — زاتفاقِ بانگِ شاں دارم شکوہ

بچھیرے نے کہا، یہ لوگ سیٹی بجاتے ہیں — مجھے ان کی آواز کے اکٹھا ہونے سے ڈر لگتا ہے

پس دلم می لرزد از جا می رود — زاتفاقِ نعرہ خوفم می رسد

تو میرا دل لرزتا ہے، بے قابو ہو جاتا ہے — ان کے نعروں کے ملنے سے مجھے ڈر لگتا ہے

گفت مادر تا جہاں بودست ایں — کار افزایاں[3] بدند اندر زمیں

ماں نے کہا، جب سے یہ دنیا (بنی) ہے — فضول کام کرنے والے زمین میں رہے ہیں

ہیں تو کارِ خویش کن اے ارجمند — زود کایشاں ریشِ خود بر می کنند

اے اقبال مند! خبردار! تو اپنا کام کر — عنقریب وہ خود اپنی داڑھی نوچیں گے

وقت تنگ و میرود آبِ فراخ — پیش ازاں کز ہجر گردی شاخ شاخ

وقت تنگ ہے اور پانی تیزی سے جا رہا ہے — اس سے پہلے کہ فراق میں تیرا جوڑ جوڑ (جدا) ہو جائے

ف۱ گر چنیناں۔ اگر منکرین قرآن پر اعتراض نہ کرتے تو انکی قبروں پر بھی رحمت کا نزول ہوتا۔ کے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ معترضین کے اعتراضات سے میں مثنوی لکھنا بند نہ کروں گا اور اعتراضات کی طرف توجہ نہ دونگا بمثل۔ بچھیرے کو اسکی ماں نے سمجھایا تھا کہ سیٹیوں سے نہ بدک پانی پینے میں مشغول رہ اسی طرح میں اعتراضات سے قطع نظر کرکے اپنے کام میں لگا رہوں گا۔ آں۔ یعنی حکیم ثنائی غزنوی۔

ف۲ کرّہ۔ بچھیرا جس پر سواری نہ کی جاتی ہو۔ شخولیدن سیٹی بجانا۔ بہر اسپاں۔ سائیس گھوڑوں کو پانی پلاتے وقت سیٹی بجاتے ہیں تاکہ وہ پانی پینے میں مشغول رہیں۔ آں یعنی سیٹی بجانے سے۔ بچھیرا چونک کر پانی سے بھاگتا تھا۔ استقاء۔ سیرابی حاصل کرنا۔

ف۳ کار افزا۔ کام کو پھیلاوے میں ڈالنے والے، بیکار کام کرنے والے۔ ریش کندن۔ اپنا نقصان کرنا، شرمندہ ہونا۔ آب فراخ۔ یعنی زندگی کی نہر۔ ہجر۔ یعنی موت کی وجہ سے تیرا جوڑ جوڑ جدا ہو جائے۔

شُہرہ کاریزے ست پُر آبِ حیات — آب کش تا بَردہد از تو نبات
آبِ حیات سے بھری مشہور نہر ہے — پانی ڈال، تاکہ تیرے پودے پھل دیں

آبِ خضرؑ از جُوئے نُطقِ اولیا — می خوریم اے تشنۂ غافل بیا
اولیاء کی گفتگو کی نہر سے، خضرؑ والا پانی — ہم پیتے ہیں، اے غافل پیاسے! آجا

گر نہ بینی آب کورانہ بفن — سُوئے جُو آور سبُو در جُوئے زن
اگر تو اندھے پن سے پانی کو نہیں دیکھتا، تدبیر کیساتھ — ٹھلیا نہر کی جانب لا (اور) نہر میں ڈبو دے

چوں شنیدی کاندریں جو آب ہست — کور را تقلید باید کار بست
جب تونے سُن لیا، کہ اس نہر میں پانی ہے — اندھے کو تقلید کو کام میں لانا چاہئے

جُو فرو بَر مشک آب اندیش را — تا گراں بینی تو مشکِ خویش را
پانی میں شک کرنیوالی مشک کو نہر میں ڈبو دے — تاکہ تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے

چوں گراں دیدی شوی تو مستدل — رَست از تقلیدِ خشک آنگاہ دل
جب تو بھاری دیکھے گا تو صاحبِ دلیل بنجائیگا — اس وقت دل خشک تقلید سے نجات پا جائیگا

گر نہ بیند کور آبِ جُو عیاں[۲] — لیک داند چوں سبُو بیند گراں
اگرچہ اندھا نہر کے پانی کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے — لیکن سمجھ لیتا ہے، جب ٹھلیا کو بھاری دیکھتا ہے

کہ ز جُو اندر سبُو آبے برفت — کایں سبک بُود و گراں شُد ز آب زفت
کیونکہ نہر سے، ٹھلیا میں پانی پہنچ گیا — اس لئے کہ یہ ہلکی تھی، بھاری پانی سے بھاری ہوگئی

زانکہ ہر بادے مرا در می ربُود — باد می نَربایدم ثقلم فزود
کیونکہ ہر ہوا مجھے بہلا دیتی تھی — (اب) ہوا مجھے نہیں پھسلاتی ہے میرا بوجھ بڑھ گیا

مر سفیہاں را رُباید ہر ہوا — زانکہ نبوُد شاں گرانی و قوی
بیوقوفوں کو ہر ہوا پھسلا دیتی ہے — کیونکہ اُن میں بھاری پن اور قوتیں نہیں ہوتی ہیں

کشتیٔ[۳] بے لنگر آمد مردِ شر — کہ ز بادِ کژ نیابد او حذر
شریر آدمی، بے لنگر کی کشتی ہے — کہ مخالف ہوا سے اُس کا بچاؤ نہیں ہوتا ہے

لنگرِ عقل ست عاقل را اماں — لنگرے دریوزہ کُن از عاقلاں
عقلمند کے لئے عقل کا لنگر باعثِ امن ہے — عقلمندوں سے لنگر مانگ لے

اُو مددہائے خرد چوں در ربُود — از خزینۂ دُرِّ آں دریائے جُود
جب وہ عقل کی مدد حاصل کرلیتا ہے — اُس سخاوت کے دریا کے موتیوں کے خزانے

لہ کاریز۔ بوزن خالیز پانی کی نالی کو کہتے ہیں جو اس طرح بنائی جاتی تھی کہ زمین میں سے پانی اس کے ذریعے سے سطح زمین پر بہنے لگتا تھا اور باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرتا تھا یہاں کاریز سے شیخ اور بزرگ مراد ہے۔ آبِ خضرؑ یعنی آبِ حیات۔ گر نہ بینی۔ اگر تجھے اس ولی کی کوئی کرامت نظر نہیں آتی ہے تو بے دیکھے ہی تعلق پیدا کرلے پھر تجھے اسکی بزرگی کا یقین آجائیگا۔ اگر اندھے کو نہر کا پانی نظر نہ آئے تو اُس کو چاہئے کہ اُس نہر میں ٹھلیا ڈبو کر دیکھے پانی سے بھر جائے گی تو پانی کے ہونے کا یقین آجائیگا۔ از تقلید پہلے تو اس کا عمل محض دیکھا دیکھی تھا اب اس کے دل کو یقین حاصل ہو جائیگا۔

۲ گر نہ بیند۔ اندھے کو ٹھلیا بھر جانے سے پانی کا یقین ہو جائے گا۔ زانکہ۔ اس کو اپنا بھاری پن اور اپنی مشک کا بھرا ہوا ہونا اُس وقت معلوم ہو گا جب وہ دیکھے گا کہ نفسانی ہوا اُس کو نہیں اُڑا سکتی اور وہ بھاری بھرکم بنگیا۔ مر سفیہاں۔ جو لوگ بیوقوف ہیں اور بزرگوں سے فیضیاب نہیں ہیں اُنکی ٹھلیا ہلکی ہوتی ہے خواہش کی ہوا انکو اُڑائے پھرتی ہے۔

۳ کشتی۔ شیخ کا تعلق کشتی کے لنگر کی طرح ہے جو کشتی کو بادِ مخالف کیساتھ بہجانے سے روکتا ہے۔ از عاقلاں۔ چونکہ تجھ میں عقل کا لنگر نہیں ہے تو بزرگوں کی عقل

زیں چنیں[1] امدادِ دل پُر فن شود — بجهد از دل چشم هم روشن شود
اِس طرح کی مدد سے دل صاحبِ تدبیر ہو جاتا ہے — دل سے (آگے) بڑھتا ہے آنکھیں بھی روشن ہو جاتی ہیں

زانکه نُور از دل بریں دیده نشست — تا چو دل شُد دیده تو عاطل ست
کیونکہ نور دل سے اِن آنکھوں میں آتا ہے — جب دل ضائع ہو گیا، تیری آنکھ بیکار ہے

دل چو بر انوارِ عقلی بر زند — زاں نصیبے هم بدو دیده دهد
جب دل عقلی نوروں پر قابو پالیتا ہے — وہ دونوں آنکھوں کو بھی اُس سے حصہ دیتا ہے

پس بداں کآبِ مبارک ز آسماں — وحیِ دلها باشد و صدقِ بیاں
پھر جان لے کہ آسمان سے بابرکت پانی — دلوں کی وحی اور بیان کی سچائی بنتا ہے

ما چو آں کُرّه هم آبِ جُو خوریم — سُوئے آں وسواسِ طاعن ننگریم
ہم بھی اُس بچھڑے کی طرح نہر کا پانی پئیں گے — اِس طعنہ دینے والوں کے وسوسوں کی طرف نظر نہ کریں گے

پیرو[2] پیغمبرانی ره سپر — طعنهٔ خلقاں همه بادی شمر
تو پیغمبروں کا پیرو ہے، راستہ طے کر — لوگوں کے طعنہ کو بالکل ہوائی سمجھ

آں خداونداں که ره طے کرده اند — گوش با بانگِ سگاں کے کرده اند
جن آقاؤں نے راستہ طے کیا ہے — انھوں نے کتوں کے بھونکنے پر کب کان دھرا ہے؟

باز گوکاں پاکباز و شیر مرد — اندراں مسجد چه بنمودش چه کرد
پھر بتا اُس پاکباز اور شیر مرد کو — اس مسجد میں اس کو کیا نظر آیا؟ اُس نے کیا کیا؟

بقیهٔ قصهٔ مهمان و مسجدِ مهمان کُش

مہمان اور مہمان کو قتل کرنیوالی مسجد کے قصے کا بقیہ

خُفته[3] در مسجد خود اُو را خواب کو — مردِ غرقه گشته چوں خسپد بجُو
وہ مسجد میں لیٹ گیا، اُس کو نیند کہاں — ڈوبا ہوا انسان، نہر میں کیسے سوئے؟

خوابِ مُرغ و ماهیاں باشد همے — عاشقاں را زیرِ غرقابِ غمے
پرندوں اور مچھلیوں کی نیند ہوتی ہے — عاشقوں کے لئے غم کے ڈباؤ پانی میں

نیم شب آواز با هولے رسید — کایم آیم بر سرت اے مُستفید
آدھی رات کو خوفناک آواز آئی — اے فائدہ مند! میں آتا ہوں میں آتا ہوں تیرے (سر پر)

پنج کرت ایں چنیں آوازِ سخت — می رسید و دل همی شد لخت لخت
اِس طرح کی سخت آواز پانچ مرتبہ — آئی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا

---

[1] زیں چنیں۔ یہ مدد پہلے دل کو حاصل ہوتی ہے پھر اُس سے آنکھیں مُنور ہوتی ہیں۔ زانکہ۔ نورِ حسّی اور نورِ باطنی کا اصالۃً تعلق دل سے ہوتا ہے اُس سے آنکھ میں منتقل ہوتا ہے اِس لئے جب حرکتِ قلب بند ہو جاتی ہے تو آنکھوں کی روشنی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ پس بداں۔ تجلیاتِ رب کا نزول دل پر ہوتا ہے۔ ماچو۔ جبکہ آسمانی پانی کا نزول دل پر ہوتا ہے تو ہمیں اُس بچھڑے کی طرح پانی پینے میں لگا رہنا چاہیئے اور مُعترضین کی سیٹیوں سے نہ بدکنا چاہیئے۔

[2] پیرو۔ سالک پیغمبروں کا پیرو ہے تو جس طرح پیغمبروں نے طعنہ زنی کی وجہ سے اپنا کام نہیں چھوڑا سالک کو بھی نہ چھوڑنا چاہیئے۔ بانگِ سگاں۔ یعنی مخالفوں کے اعتراضات۔

[3] خفتہ۔ یعنی وہ عاشق مسجد میں لیٹ گیا لیکن اُس کو نیند نہ آئی اِس لئے کہ وہ عشق میں ڈوبا ہوا تھا اور ڈوبے ہوئے کو نیند سے کیا واسطہ۔ خواب۔ عاشق کی نیند تو اسی طرح کی ہے جیسے اُڑتے پرند کی یا تیرتی مچھلی کی۔ مُستفید۔ فائدہ اُٹھانے والا۔

تفسیرِ آیۂ وَاَجۡلِبۡ عَلَیۡہِمۡ بِخَیۡلِکَ وَرَجِلِکَ وَشَارِکۡہُمۡ فِی
اِس آیت کی تفسیر اور اُن پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا اور اُن کے ساتھ ساجھا لگا
الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ وَعِدۡہُمۡ وَمَا یَعِدُہُمُ الشَّیۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا
مالوں میں اور اولاد میں اور اُن سے وعدہ کر اور نہیں وعدہ کرتا ہے اُن سے شیطان مگر دھوکے کا

تو چو عزمِ دیں کُنی با اجتہاد — دیو بانگت بر زند اندر نہاد
جب تو کوشش سے دین کا قصد کرتا ہے — جسم کے اندر سے شیطان تجھے آواز دیتا ہے

کہ مَرَو زاں سُو بیندیش اے غوی — کہ اسیرِ رنج و درویشی شوی
کہ اے گمراہ! اِس طرف نہ جا، سوچ لے — کہ تو تکلیف اور افلاس کا قیدی بن جائیگا

بینوا گردی ز یاراں وا بُری — خوار گردی و پشیمانی خوری
تو مفلس بن جائے گا، یاروں سے چھوٹ جائیگا — ذلیل ہو جائے گا، اور پریشانی اُٹھائے گا

تو ز بیمِ بانگِ آں دیوِ لعیں — [۲] وا گریزی در ضلالت از یقیں
تو اُس ملعون شیطان کی آواز کے ڈر سے — یقین سے گمراہی میں لوٹ جاتا ہے

کہ ہلا فردا و پس فردا مراست — راہِ دیں پویم کہ مہلت پیشِ ماست
کہ ہاں کل، اور پرسوں میرے لئے ہے — دین کے راستہ پر دوڑ پڑونگا کیونکہ مہلت ہمارے سامنے ہے

مرگ را بینی کہ اُو از چپ و راست — می کشد ہمسایہ را تا بانگ خاست
تو موت کو دیکھتا ہے، کہ وہ بائیں دائیں سے — پڑوسی کو کھینچ رہی ہے حتیٰ کہ آواز بلند ہوئی

باز عزمِ دیں کُنی از بیمِ جاں — مُردہ سازی خویشتن را یک زماں
جان کے ڈر سے تو پھر دین کا ارادہ کرتا ہے — تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو مُردہ بنا لیتا ہے

پس سلاح از علم سازی و حِکَم — کہ من از خوفے نیارم پائے کم
پھر تو علم اور حکمتوں کے ہتھیار باندھتا ہے — کہ میں ڈر کی وجہ سے سست رفتار نہ رہوں گا

[۳] باز بانگے بر زند بر تو ز مکر — کہ بترس و باز گرد از تیغِ فقر
وہ پھر مکاری سے تجھے پکارتا ہے — کہ افلاس کی تلوار سے ڈر، اور باز آ جا

باز بگریزی ز راہِ روشنی — آں سلاحِ علم و فن را بفگنی
پھر تو نور کے راستہ سے واپس بھاگ پڑتا ہے — علم اور فن کے ہتھیار پھینک دیتا ہے

سالہا اُو را بہ بانگے بندۂ — در چنیں ظلمت نمد افگندۂ
تو آواز کی وجہ سے سالوں سے اُس کا غلام بنا ہوا ہے — ایسی ہی تاریکی میں تو مقیم ہے

۱ے تحیر۔ غیبی آواز نے اُس مہمان کو صرف ڈرایا اور اُس کا ڈرانا غیر واقعی تھا اسی طرح شیطان سالک کو ڈراتا ہے جو محض دھمکی ہوتی ہے آئندہ اشعار میں اِس کی تفصیل ہوگی۔ تو چو۔ جب انسان دینداری اختیار کرنے کا عزم کرتا ہے تو شیطان اُس کو فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے۔ بینوا۔ دین کے کاموں میں لگے گا تو کمائی سے محروم ہو کر مفلس بن جائیگا، مفلس کا نہ کوئی دوست ہوتا ہے اور نہ کوئی مددگار وہ پشیمان اور ذلیل بن جاتا ہے۔

۲ے واگریزی۔ دینداری کا ارادہ کرنے والا گمراہی کی طرف لوٹ پڑتا ہے اور دنیا میں لگ جاتا ہے۔ کہ ہلا۔ اور دل میں سوچنے لگتا ہے کہ نیکی کرنے کا بہت وقت ہے آئندہ نیکی کرونگا۔ مرگ۔ پڑوسی کی موت سے کچھ تنبیہ ہوتی ہے اور پھر دین کی طرف دوڑتا ہے اور علم و حکمت سے کام لیکر کہتا ہے کہ میں فقر کے خوف سے دین سے منھ نہ موڑوں گا۔

۳ے باز۔ شیطان پھر اُس کو دھوکے دیتا ہے۔ باز بگریزی۔ انسان پھر اُس کے دھوکے میں آکر دین سے منھ موڑتا ہے۔ سالہا۔ سالہا سال انسان اسی کشمکش میں گذار دیتا ہے اور معصیت کی تاریکی میں بسر کرتا ہے۔

هیبتِ[1] بانگِ شیاطیں خلق را | بند کردست و گرفتہ حلق را

شیطانوں کی آواز کے ڈرنے مخلوق کو | باندھ دیا ہے، اور گلا دبا دیا ہے

تا چُناں نومید شُد جانشاں ز نور | کہ روانِ کافراں ز اہلِ قبور

یہانتک کہ نورِ الٰہی سے انکی جان اِسطرح نا اُمید ہوگئی ہے | جس طرح کہ مُردہ کافروں کی جان

ایں شکوہِ بانگِ آں ملعوں بُوَد | ہیبتِ بانگِ خدائی چوں بُوَد

یہ اُس ملعون کی آواز کا دبدبہ ہے | تو خدائی آواز کی ہیبت کیا ہوگی؟

ہیبتِ باز ست بر کبکِ نجیب | مر مگس را نیست زاں ہیبت نصیب

باز کا خوف، شریف چکور کو ہے | اِس ہیبت میں مکھی کا حصہ نہیں ہے

زانکہ[2] نبوَد باز صیادِ مگس | عنکبوتاں می مگس گیرند و بس

کیونکہ باز، مکھی کا شکاری نہیں ہوتا | مکڑیاں صرف مکھی پکڑتی ہیں

عنکبوتِ دیو بر چوں تو ذُباب | کرّ و فر دارد نہ بر کبک و عقاب

شیطان کی مکڑی تجھ جیسی مکھی پر | دبدبہ رکھتی ہے نہ کہ چکور اور شاہین پر

بانگِ دیواں گلّہ بانِ اشقیاست | بانگِ سُلطاں پاسبانِ اولیاست

شیطانوں کی آواز، بدبختوں کی گلہ بان ہے | شاہ کی آواز، اولیاء کی محافظ ہے

تا نیامیزد بہم بینا و کور | قطرہ از بحرِ خوش با بحرِ شور

تاکہ بینا اور نابینا آپس میں نہ مل جائیں | میٹھے سمندر کا قطرہ کھارے سمندر سے

رسیدنِ[3] بانگِ طلسم نیم شب مہمانِ مسجد را

مسجد کے مہمان کو آدھی رات میں جادو کی آواز کا پہنچنا

بشنو اکنوں قصۂ آں بانگِ سخت | کہ نرفت از جا بداں آں نیک بخت

اب اُس سخت آواز کا قصہ سُن | اُس سے وہ نیک بخت جگہ سے نہ ہلا

گفت چوں ترسم چو ہست ایں طبلِ عید | تا دہل ترسد کہ زخم او را رسید

اُسنے کہا میں کیوں ڈروں جبکہ یہ عید کا نقارہ ہے | ڈھول ڈرے، کیونکہ چوٹ اُس پر پڑتی ہے

اے دُہلہائے تہیِ بے قلوب | قسمتاں از عیدِ جاں شد زخمِ چوب

اے خالی ڈھولو، بے دِلو! | جان کی عید میں سے تمہارا حصہ لکڑی کی چوٹ ہے

---

[1] ہیبت۔ شیطانی آواز نہ دین کی راہ پر چلنے دیتی ہے نہ غذاء روحانی کھانے دیتی ہے۔ تا چناں۔ اُن کی روحوں پر ایسی ہی مایوسی طاری ہے جیسی کہ کافروں کی روحوں پر مرنے کے بعد طاری ہوگی۔ ایں۔ شیطانی آواز کے جب یہ اثرات ہیں تو خدائی آواز کے اثرات اِس سے بہت بڑھے ہوئے ہونگے۔ ہیبت۔ خدائی آواز اگرچہ شیطانی آواز سے بڑھی ہوئی ہے لیکن تم پر اُس کے اثرات اِس لئے مرتب نہیں ہوتے کہ تم اُس کے اہل نہیں ہو جس طرح کہ باز کی آواز کی ہیبت لامحالہ مکڑی کی آواز کی ہیبت سے بڑھی ہوئی ہے لیکن اُس سے مکھی متاثر نہیں ہے

[2] زانکہ۔ اگر تم خدائی آواز کے اہل ہوتے تو لامحالہ اُس سے متاثر ہوتے جس طرح کہ کبک اُس کی آواز سے متاثر ہوتی ہے مکھی چونکہ باز کا شکار نہیں ہے لہٰذا وہ متاثر نہیں ہوتی ہے۔ عنکبوت۔ تم خود بمنزلہ مکھی کے ہو اِس لئے مکڑی (شیطان) کی آواز تم پر اثر انداز ہے۔ بانگِ شیطان۔ خدائی آواز کے اہل اولیاء اللہ ہیں لہٰذا اُن پر وہ اثر انداز ہے، مکڑی (شیطان) کی آواز کا اُن پر کوئی اثر نہیں ہے اِسی لئے قرآن میں شیطان کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ "بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی دبدبہ نہیں ہے"

تا نیامیزد۔ یہ امتیاز اِسی لئے رکھا گیا ہے کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ باہمی ممتاز رہیں —— [3] رسیدن۔ خدائی اور شیطانی آواز کے اثرات کے بعد اب اُس آواز کا ذکر کرتے ہیں جو مہمان نے مسجد میں سُنی اُس آواز نے اُس کو خوفزدہ نہ کیا۔ طبلِ عید۔ موت کی علامات اہل اللہ کیلئے خوشی کا سبب ہیں۔ دہل۔ ڈھول یعنی اہلِ دنیا جو نورِ باطنی سے خالی ہیں۔ عیدِ جاں۔ یعنی موت جو اہل اللہ کی خوشی کا باعث ہے وہ اہلِ دنیا کیلئے تکلیف کا سبب ہے۔

شُد قیامت عیدِ و بے دیناں دُہل
قیامت عید ہے، اور بے دین ڈھول ہیں
ماچو اہلِ[۵۱] عید خنداں ہمچو گُل
ہم چونکہ عید والے ہیں پھول کی طرح مسکرا رہے ہیں

بشنو اکنوں ایں دُہل چوں بانگ زَد
اب سُن! اس ڈھول نے جب آواز دی
دیگِ دولت با چگونہ می پزد
دولت کے شوربے کی دیگ کس طرح پکتی ہے۔

چونکہ بشنود آں دُہل آں مَردِ دید
جب اس ڈھول کو اس دیدہ ور نے سُنا
گفت چوں ترسد دلم از طبلِ عید
اُس نے کہا میرا دل عید کے نقارے سے کیوں ڈرے

گفت با خود ہیں ملرزاں دل کزیں
اس نے اپنے آپ سے کہا خبردار! دل کو نہ لرزا کیونکہ اس سے
مُرد جانِ بددلانِ بے یقیں
بے یقین، بددلوں کی جان مری ہے

وقت آں آمد کہ حیدرؓ وار من
وہ وقت آگیا ہے، کہ میں حیدرؓ کی طرح
مُلک گیرم یا بپردازم بَدَن
ملک فتح کروں، یا جسم کو خالی کردوں

بر جہید و بانگ بر زد کاے کیا
وہ کودا اور چیخا، اے پہلوان!
حاضرم اینک اگر مَردی بیا
میں حاضر ہوں، اگر تو بہادر ہے آجا

در زماں[۵۲] بشکست زِ آواز آں طلسم
وہ طلسم، آواز سے فوراً ٹوٹ گیا
زَر ہمی ریزید ہر سُو قِسم قِسم
طرح طرح کا سونا ہر طرف بکھرنے لگا

ریخت چنداں زَر کہ ترسید آں سپر
اس قدر سونا بہا، کہ وہ لڑکا ڈرا
تا نگیرد زر زِ پُری راہِ دَر
کہ سونا کثرت کی وجہ سے دروازے کا راستہ بند کردے

پُر شُد آں مسجد زِ زَر ہر جائگاہ
ہر جگہ سے وہ مسجد سونے سے بھر گئی
مَرد حیراں شد زِ تقدیرِ اِلٰہ
اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے مَرد حیران ہو گیا

بعد ازاں برخاست آں شیرِ عنید
اس کے بعد وہ بہادر شیر اُٹھا
تا سحر گہ زر بہ بیروں می کشید
(اور) صبح تک سونا باہر نکالتا رہا

دفن میکرد و ہمی آمد بزَر
دفن کرتا اور سونا نکالتا
با جوال[۵۳] و توبرہ بارِ دگر
تھیلے، اور توبرے سے دوبارہ

گنجہا بنہاد آں جانباز ازاں
اُس سے اُس بہادر نے خزانے بھرے
کوری و ترسانی و اپس خزاں
واپس بھاگنے والوں کے اندھے پن اور خوف کے لئے

ایں زَرِ ظاہر بخاطر آمد ست
یہ ظاہری سونا دل میں آیا ہے
در دلِ ہر کوردونِ زَرپرست
ہر کمینے، زرپرست، اندھے کے دل میں

[۵۱] اہلِ عید۔ عید کا نقارہ بجتا ہے تو عید منانے والے خوش ہوتے ہیں۔ بشنو۔ اِس طلسم کے ڈھول نے جب خوفناک آواز دی تو اُس ولی کو کس قدر فائدہ پہنچا۔ دیگِ دولت با۔ یعنی دیگِ دولتِ شوربا۔ چگونہ۔ یعنی اہلِ عید کے لئے کس قسم کے کھانے تیار کرتی ہے۔ حیدر۔ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ حیدروار یعنی بہادرانہ۔ کیا۔ پہلوان۔

[۵۲] درزماں۔ اُسی دم اُس کی آواز سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور زرپاشی شروع ہو گئی۔ ریخت۔ اِتنا سونا برسا کہ اُس کو دروازے کا راستہ بند ہو جانے کا خیال پیدا ہو گیا۔ عنید۔ اگر تاء سے ہے تو معنیٰ حاضر اور مہیا کے ہے اور اگر نون سے عنید ہے تو سرکش اور بہادر کے معنیٰ میں ہے۔

[۵۳] جوال۔ بورا جس میں سامان بھر کر اونٹ پر لادا جاتا ہے۔ توبرہ۔ وہ تھیلا جس میں دانہ بھر کر گھوڑے کے منہ پر باندھ دیا جاتا ہے۔ کوری۔ یعنی بہری کوری رات۔ اِس قصہ میں جو سونا برسنے کی بات آئی ہے اُس سے اہلِ ظاہر اور دنیادار زرپرست دنیاوی سونا سمجھے گا۔ حالانکہ اس سے مراد انوار و برکاتِ خداوندی ہیں۔

کودکاں اسفالہارا بشکنند ۱؎ — نام زر بنہند و در دامن کنند
بچے، ٹھیکروں کو توڑتے ہیں — سونا کہتے ہیں، اور دامن میں کر لیتے ہیں

اندراں بازی چو گوئی نامِ زر — آں کُنند در خاطرِ کودک گذر
اُس کھیل کود میں جب تو سونے کا نام لے گا — بچے کے خیال میں وہی آئے گا

بَل زرِ مضروبِ ضربِ ایزدی — کو نگردد کاسِد آمد سرمدی
بلکہ خدائی ٹکسال کا ڈھلا ہوا سکہ — جو کھوٹا نہیں ہوتا ہے، دائمی ہے

آں زرے کیں زرازاں زرتاب یافت — گوہر و تابندگی و آب یافت
وہ سونا کہ اِس سونے نے اُس سے رونق حاصل — جوہر، اور چمک، اور رونق پائی ہے

آں زرے کہ دل ازو گردد غنی — غالب آید بر قمر در روشنی
وہ سونا کہ دل اُس کی وجہ سے غنی ہے — روشنی میں، چاند پر غالب آجائے

شمع ۲؎ بود آں مسجد و پروانہ او — خویشتن در باخت آں پروانہ خو
وہ مسجد شمع تھی، اور وہ پروانہ تھا — وہ پروانہ مزاج اپنی جان پر کھیل گیا

سوخت پرش را ولیکن ساختش — بس مبارک آمد آں انداختش
اُس نے اُس کے پَر جلائے لیکن اُسکو بنا دیا — اُس کا جان پر کھیلنا بہت مبارک ہوا

ہمچو موسیٰ ؑ بود آں مسعود بخت — کاتشے دید او بسوئے آں درخت
وہ نیک بخت حضرت موسیٰ ؑ کی طرح تھا — کہ اُنھوں نے اُس درخت کی جانب آگ دیکھی

چوں ۳؎ عنایتہا برو موفور بود — نار می پنداشت آں خود نور بود
چونکہ اُن پر (خداوندی) عنایتیں بھرپور تھیں — وہ آگ سمجھ رہے تھے (حالانکہ) وہ خود نور تھا

مردِ حق را چوں بہ بینی اے پسر — تو گماں داری برو نارِ بشر
اے بیٹا! جب تو مَردِ خدا کو دیکھتا ہے — تو اُس پر انسانی آگ کا گمان کرتا ہے

تو ز خود می آئی و آں در تو است — نار و خار و ظن و باطل ایں سو است
تو اپنے اوپر جاتا ہے، اور وہ تجھ میں ہے — آگ اور کانٹا اور گمان اور باطل اسی جانب ہے

او درختِ موسیٰ ؑ ست و پُر ضیا — نور خواں نارش مخواں بار بیا
وہ (حضرت) موسیٰ ؑ کا درخت ہے اور پُر نور ہے — نور کہہ اُس کو نار نہ کہہ، اب آجا

۱؎ کودکاں۔ جس طرح بچے ٹھیکروں کو سونا سمجھتے ہیں اِسی طرح اہلِ دنیا اِس سونے کو جو حقیقتاً ٹھیکرا ہے سونا سمجھتے ہیں۔ آندراں۔ بچوں کے سامنے جب سونے کا ذکر کروگے تو وہ ٹھیکرے مُراد لینگے اِسی طرح دنیا داروں کے سامنے سونے کا ذکر کروگے تو وہ دنیاوی سونا سمجھیں گے۔ بل زَر۔ اِس سونے سے مُراد تجلیاتِ رَب ہیں۔ مضروب۔ ٹھپّہ لگا ہوا۔ ضرب۔ ٹکسال۔ دل۔ دل اِس چاندی سونے سے اور حریص بنتا ہے جب اُس پر رَب کی تجلّی پڑتی ہے تب اُس کو غِنا حاصل ہوتی ہو۔
۲؎ شمع بُود۔ اُس مہمان کے لئے مسجد بمنزلہ شمع کے ہوئی اور یہ اُس کا پروانہ تھا۔ سوخت پرش۔ ابتداءً اُس طلسم کی آواز سے دہشت ہوئی تھی۔ انداختش۔ لیکن جب اُس نے جاں نثاری سے کام لیا تو اُس پر تجلیات کا نزول ہوا۔ ہمچو موسیٰ ؑ۔ اُس مہمان کے لئے یہ آواز ایسی ہی ثابت ہوئی جیسی کہ حضرت موسیٰ ؑ کے لئے وہ آگ تھی جو درخت کے پاس اُنھیں نظر آئی تھی وہ آگ نہ تھی نور تھا۔
۳؎ چوں۔ حضرت موسیٰ ؑ پر اللہ تعالیٰ کی بھرپور عنایتیں تھیں اُن کو آگ کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے نور بشکل نار نمودار فرمایا کہ رغبت سے ادھر متوجہ ہوں۔ مردِ حق جب کوئی عام انسان کسی ولی کو دیکھتا ہے تو اُسکو اُس میں صرف بشری اوصاف نظر آتے ہیں۔ تو زِ خود۔ اُس ولی میں اوصافِ بشری کا نظر آنا خود اُسکی طبیعت کا عکس ہے چونکہ وہ خود صرف اِنہی اوصاف سے متصف ہے لہٰذا اُسکو صرف وہی نظر آتے ہیں حالانکہ وہ ولی اُنسے پاک و صاف ہوتا ہے۔ او درختِ موسیٰ ؑ۔ ولی کو حضرت موسیٰ ؑ والا درخت سمجھو جس پر بظاہر آگ تھی لیکن وہ درحقیقت نور تھا۔ بار بیا۔ اُس ولی سے اِتصال پیدا کر تب تجھ پر اُسکی حقیقت کھلے گی۔

نے فطام این جہاں ناری نمود — سالکاں رفتند آں خود نور بود
کیا اِس دنیا کا چھوڑنا نار نظر نہیں آتا! — سالک چل پڑے وہ نور تھا

پس بدانکہ شمع دیں برمی شود — ایں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بود
بس تو جان لے کہ دین کی شمع بلند ہوتی ہے — یہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہوتی ہے

ایں نماید نور و سوزد یار را — واں بصورت نار و گل زوار را
یہ (دنیاوی شمع) نور نظر آتی ہے اور یار کو جلاتی ہے — وہ بظاہر نار ہے اور زیارت کرنیوالوں کیلئے پھول ہے

ایں چو سازندہ ولے سوزندۂ — واں گہ وصلت دل افروزندۂ
یہ (بظاہر) سازگار جیسی ہے لیکن جلانیوالی ہے — اور وہ مِل جانے پر دل کو روشن کرنیوالی ہے

شکلِ شعلہ نورِ پاک سازوار — حاضراں را نور و دوراں را چو نار
شعلہ کی شکل ہے، ساز کرنے والی پاک نور ہے — پاس والوں کیلئے نور ہے اور دور والوں کیلئے آگ

ایں سخن را نیست پایانے پدید — گو حدیثِ عاشق و صدرِ مجید
اِس بات کا خاتمہ نظر نہیں آتا ہے — عاشق اور بزرگ صدر کی بات کر

ملاقاتِ آں عاشق بصدرِ جہاں
اُس عاشق کا صدرِ جہاں سے مِلنا

آں بخاری نیز خود بر شمع زد — گشتہ بود از عشق آساں آں کبد
اُس بخاری نے بھی اپنے آپ کو شمع سے جلا دیا — وہ مشقت عشق کی وجہ سے آسان ہو گئی تھی

آہِ سوزانش سوئے گردوں شدہ — در دلِ صدرِ جہاں مہر آمدہ
اُس کی گرم آہ آسمان پر پہنچ گئی تھی — صدرِ جہاں کے دل میں محبت آ گئی تھی

گفت با خود در سحر گہ کاے احد — حالِ آں آوارۂ ما چوں بود
اُس نے صبح کے وقت اپنے آپ سے کہا اے خدا! — اُس ہمارے آوارہ کا کیا حال ہوگا!

او گناہے کرد و ما دیدیم لیک — رحمتِ ما را نمیداند است نیک
اُس نے قصور کیا اور ہم نے دیکھ لیا، لیکن — وہ اچھی طرح، ہماری رحمت کو نہ جانا

خاطرِ مجرم ز ما ترساں شود — لیک صد امید در ترسش بود
خطا وار کا دل ہم سے خوف کھاتا ہے — لیکن اُس کے خوف میں سینکڑوں امیدیں ہوتی ہیں

من بترسانم وقیح و یاوہ را — آنکہ ترسد من چہ ترسانم ورا
میں بے شرم اور لغو آدمی کو ڈراتا ہوں — جو خود ڈر رہے میں اُس کو کیا ڈراؤں؟

لہ نے فطام - ایک چیز کا بظاہر نار اور حقیقتاً نور ہونا اس بات سے بھی سمجھو کہ سالک کو ترکِ دنیا نار معلوم ہوتی ہے لیکن جب وہ راہِ سلوک پر چل پڑتا ہے تو اُسکو معلوم ہوتا ہے کہ ترکِ دنیا دراصل نور ہے۔ پس بدانکہ۔ شمعِ دین یعنی عشق روشن ہوتا ہے لیکن وہ دوسری آگوں کیطرح نہیں ہے دوسری آگیں بظاہر نور ہیں لیکن قریب ہوں تو جلا ڈالتی ہیں اور عشق کی آگ دور سے آگ ہے لیکن عاشقوں کے لئے پھول ہے۔

لہ ایں چو سازندہ۔ دنیا کی آگ بظاہر بھلی ہے لیکن جلانے والی ہے وہ آگ جب حاصل ہو جاتی ہے تو دل روشن ہو جاتا ہے قبشکل شعلہ عشق کی آگ بظاہر شعلہ ہے لیکن طبیعت کے موافق پاک نور ہے۔ جو قریب آتا ہے اُس پر حقیقت کھلتی ہے۔

سلہ آں بخاری۔ جس طرح سے مسجد کے مہمان نے اپنے آپکو شمعِ عشق پر قربان کر دی تھی جان لی تھی اسیطرح صدرِ جہاں کے اُس عاشق نے بھی اپنے آپ کو شمعِ عشق کا پروانہ بنا دیا تھا۔ کبد محنت مشقت۔ آہ۔ صدرِ جہاں کے عشق میں جو وہ جلی ہوئی آہیں بھرتا تھا وہ صدرِ جہاں کے دل میں محبت کا سبب بن گئیں۔ گفت بصدرِ جہاں نے اپنے دل میں خدا سے کہا او گناہ۔ اُسنے اپنی خطا کیطرف دھیان کیا ہماری رحمت اور محبت پر غور نہ کیا اور ڈر کر بھاگ گیا۔

خاطر مجرم۔ خطاوار اپنے دل کے چور کی وجہ سے ہم سے ڈرتا ہے لیکن اسکے خوف میں بھی سینکڑوں امیدیں پوشیدہ ہوتی ہیں من بترسانم۔ ہم نڈروں کو ڈراتے ہیں جو خود ڈر رہا ہے اُسے کیا ڈرائیں۔ وقیح۔ بے شرم۔ یاوہ۔ بیہودہ۔

بہرِ دیگِ سرد آذر می رَوَد — نے بداں کہ جوشش از سر میرود
ٹھنڈی دیگ کے لئے آگ جلتی ہے — نہ کہ اُس کے لئے جس کا اُبال اوپر سے نکلے

ایمناں را من بترسانم بخِلم — خائفاں را ترس بردارم زحِلم
میں نڈر لوگوں کو غصّہ سے ڈراتا ہوں — ڈرنیوالوں کا بُردباری کے ذریعہ خوف دُور کرتا ہوں

پارہ دوزم پارہ در موضع نہم — ہر کسے را شربت اندر خوردِ ہم
پیوند، سیتا ہوں، پیوند جگہ پر لگاتا ہوں — ہر کسی کے لئے مناسب شربت دیتا ہوں

ہست سرِ مرد چوں بیخِ درخت — زاں بروید برگہاش از چوب سخت
انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے — اُس سے اُسکے پتّے اُگتے ہیں جسطرح سخت لکڑی سے

در خورِ آں بیخ رُستہ برگہا — در درخت و در نفوس و در نُہا
اُس جڑ کے مناسب پتّے اُگے ہیں — درختوں میں اور نفسوں میں اور عقلوں میں

بر فلک برہاست ز اشجارِ وفا — اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهُ فِي السَّمَا
وفا کے درختوں کے آسمان پر پھل ہیں — اُن کی جڑ قائم ہے اور اُسکی شاخیں آسمان پر ہیں

چوں بر رُست از عشق بر بر آسماں — چوں نروید در دلِ صدرِ جہاں
جبکہ آسمان پر عشق کا پھل اُگا ہے — تو صدرِ جہاں کے دل میں کیوں نہ اُگے گا؟

موج می زد در دلش عفوِ گنہ — زانکہ از دل تا دل آمد روزنہ
خطا کی معافی اُس کے دل میں موجیں مارتی تھی — کیونکہ دل سے دل تک سوراخ ہے

کز دل تا دل یقیں روزن بُوَد — نے جدا و دُور چوں دو تن بُوَد
دل سے دل تک یقیناً راہ ہوتی ہے — نہ کہ دو جسموں کی طرح دور اور جدا ہوتے ہیں

متّصل نبُود سفالِ دو چراغ — نورِ شاں ممزوج باشد در مساغ
دو چراغوں کے دیوے ملے ہوئے نہیں ہوتے ہیں — اُن کی روشنی پھیلاؤ میں ملی ہوئی ہوتی ہے

ہیچ عاشق خود نباشد وصل جو — کہ نہ معشوقش بُوَد جویائے اُو
کوئی عاشق خود بخود وصل کا طالب نہیں ہوتا ہے — جب تک کہ اُس کا معشوق اُس کا طالب نہ ہو

لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کُند — عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کُند
لیکن عاشقوں کا عشق جسم کو لاغر بناتا ہے — معشوقوں کا عشق اُنکو موٹا تازہ بناتا ہے

۱ بہرِ دیگِ سرد۔ ٹھنڈی ہانڈی کے نیچے آگ جلائی جاتی ہے جو ہانڈی خود جوش مار رہی ہو اسکے نیچے سے تو آگ کھینچ لی جاتی ہے بخِلم۔ غصّہ حِلم۔ بردباری۔ پارہ دوزم۔ جہاں جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی عمل کرتا ہوں۔ سرِ مرد۔ انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے جس طرح کی جڑ ہوتی ہے ویسے ہی پتّے نکلتے ہیں۔ درختوں اور نفسوں اور عقلوں کی یہی صورت ہے جیسی جڑیں ہونگی ویسے ہی پتّے نکلیں گے۔ نُہا۔ نُہیہ کی جمع ہے۔ عقل۔

۲ بر فلک۔ جن دلوں میں وفا کے درخت کی جڑ ہے اُن کے پھل آسمان پر ہیں اسلئے کہ وہ اُن درختوں میں سے ہیں جن کی جڑ تو زمین پر قائم ہے اور شاخیں آسمان پر پہنچی ہوئی ہیں۔ چوں۔ جبکہ عشق کا پھل آسمان پر پیدا ہوتا ہے تو صدرِ جہاں کے دل میں کیوں نہ پیدا ہوگا۔ زانکہ۔ دل سے دل تک راہ ہوتی ہے۔ نے جدا۔ دو دل دو جسموں کی طرح بالکل جدا نہیں ہوتے ہیں، اُن میں باہمی اتصال ہوتا ہے۔ متّصل۔ جسموں کی جدائی اور نوروں کے اتصال کی مثال یہ ہے کہ دو چراغوں کے دیوے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں لیکن اُن کے نور میں باہمی اتصال ہے۔

۳ ہیچ عاشق۔ ہم نے یہ بتایا تھا کہ صدرِ جہاں کے دل کی محبت

اس ذلیل کے دل کی محبت کا اثر تھا یہ تو سرسری بات تھی غور کیا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ عاشق کے دل کی محبت معشوق کے دل کی محبت کا اثر اور ثمرہ ہے عاشق کے دل میں محبت جب ہی پیدا ہوتی ہے جبکہ پہلے معشوق کے دل میں محبت پیدا ہو چکی ہو۔ لیکن۔ بہرحال عشق کا اثر دونوں کے دلوں میں ہوتا ہے لیکن عشق کے اثرات جُداگانہ ہوتے ہیں عشق عاشق کو کمان بنا دیتا ہے اور معشوق کو تر و تازہ بناتا ہے تو اس سے شبہ ہو جاتا ہے کہ معشوق کے دل میں عشق نہیں ہے۔

چوں دریں دل برقِ مہرِ دوست جَست
اندراں دل دوستی میداں کہ ہست

جب اُس دل میں دوست کی محبت کی بجلی کوندی
سمجھ لے کہ اُس دل میں بھی محبت ہے

درِ دلِ[1] تو مہرِ حق چوں شد دوتو
ہست حق را بے گماں مہرے بتو

جب تیرے دل میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت دوگنی ہو گئی
یقیناً اللہ (تعالیٰ) کو تجھ سے محبت ہے

ہیچ بانگِ کف زدن آید بدر
از یکے دستِ تو بے دستِ دگر

ہتھیلی بجانے کی آواز کبھی باہر آتی ہے
تیرے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے بغیر

تشنہ می نالد کہ اے آبِ گوار
آب ہم نالد کہ کو آں آبخوار

پیاسا روتا ہے، کہ ہائے خوشگوار پانی
پانی بھی روتا ہے، کہ پینے والا کہاں ہے!

جذبِ آب[2] ست ایں عطش در جانِ ما
ما ازآنِ او و او ہم زانِ ما

ہماری جان میں یہ پیاس پانی کی کشش ہے
ہم اُس کے ہیں، اور وہ بھی ہمارا ہے

حق بحکمت در قضا و در قدر
کردہ مارا عاشقانِ ہمدگر

قضا و قدر میں اللہ (تعالیٰ) نے حکمت سے
ہمیں ایک دوسرے کا عاشق بنا دیا ہے

جملہ اجزائے جہاں زاں حکمِ پیش
جُفت جُفت و عاشقانِ جُفتِ خویش

اُس ازلی حکم کی وجہ سے دنیا کے تمام اجزاء
جوڑ جوڑ ہیں، اور اپنے جوڑے کے عاشق ہیں

ہست ہر جزوے بعالم جُفت خواہ
راست ہمچوں کہربا و برگِ کاہ

دنیا میں ہر چیز جوڑے کی خواہشمند ہے
بالکل اسی طرح جیسے کہربا اور گھاس کا تنکا

آسماں[3] گوید زمیں را مرحبا
با توام چوں آہن و آہن رُبا

آسمان، زمین کو کہتا ہے، خوش آمدید
میں تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسے لوہا اور مقناطیس

آسماں مرد و زمیں زن در خرد
ہر چہ او انداخت ایں می پرورد

عقلاً، آسمان شوہر اور زمین بیوی ہے
جو وہ ڈالتا ہے، یہ پالتی ہے

چوں نماند گرمیش بفرستد او
چوں نماند تری و نم بدہد او

جب اُس میں گرمی نہیں رہتی وہ بھیجتا ہے
جب تری اور نمی نہیں رہتی وہ عطا کرتا ہے

بُرجِ خاکی خاکِ ارضی را مدد
بُرجِ آبی تریش اندر دہد

خاکی برج، زمین کی خاک کے لئے مدد ہے
آبی برج، اُس میں تری پیدا کرتا ہے

بُرجِ بادی ابر سوئے او برد
تا بخاراتِ وخم را بر کشد

بادی برج، اُس کے جانب ابر لے جاتا ہے
یہاں تک کہ ناموافق بخارات کو کھینچ لیتا ہے

[1] درِ دلِ تو - اب یہ بھی سمجھ لو کہ بندے کے دل میں عشقِ الٰہی کا ظہور اُس محبت کا اثر ہے جو اُس بندے کی خدا تعالیٰ میں ہے۔ ہیچ - تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تشنہ - پیاسا اگر پانی کا طالب ہے تو پانی بھی پینے والے کا طالب ہے۔

[2] جذب - پیاسے کی پیاس پانی کے دل کے جذبہ کا اثر ہے۔ حق بحکمت - جس طرح خالق و مخلوق میں باہمی محبت و عشق کا رشتہ ہے اسی طرح کائنات میں آپس میں بھی جذب و عشق ہے۔ جملہ اجزاء - دنیا کی اشیاء جوڑا جوڑا ہیں اور ہر ایک اپنے جوڑے کا عاشق ہے۔ کہربا - ایک پتھر ہے جو گھاس کے تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ آسماں - اسی طرح آسمان اور زمین میں باہمی عشق و محبت ہے۔ آہن - مقناطیس اور لوہے میں باہمی کشش ہے۔

[3] آسماں - آسمان اور زمین میں زن و شوہر کا سا عشق و جذب ہے۔ آسمان بمنزلہ شوہر اور زمین بمنزلہ بیوی کے ہے آسمان جو کچھ زمین کے سپرد کرتا ہے زمین اُس کی جان کی طرح پرورش کرتی ہے آسمان ہی زمین کو گرمی، تری اور نمی پہنچاتا ہے۔ برجِ خاکی - آسمان کے مختلف حصے زمین کو مختلف قسم کے فائدے پہنچاتے ہیں آسمان کا خاکی برج زمین کو خاک عنایت کرتا ہے آبی برج پانی عطا کرتا ہے ہوائی برج ابر کو بھیجتا ہے ناری برج سورج کے ذریعہ زمین کو گرماتا ہے۔

بُرجِ آتش گرمی خورشید ازو
آتشی برج کہ سورج کی گرمی اُس سے ہے
ہمچو تابہ سُرخ زآتش پشت و رُو
توے کیطرح آگ سے (اُلکی) رُو اور پشت سُرخ ہو

ہست[1] سرگرداں فلک اندر زمن
زمانے میں آسمان سرگرداں ہے
ہمچوں مرداں گردِ مکسب بہرِ زن
شوہروں کی طرح بیوی کے لئے کمائی کے گرد

ویں زمین کدبانوئیہا می کند
اور یہ زمین بیگم پن کرتی ہے
بر وِلادات و رِضاعش می تند
جننے اور اُس کو دودھ پلانے میں لگی ہے

پس زمین و چرخ را داں ہوشمند
پس زمین اور آسمان کو ہوشمند سمجھ
چونکہ کارِ ہوشمنداں می کنند
کیونکہ وہ ہوشمندوں سے کام کرتے ہیں

گرنہ[2] از ہم ایں دو دلبر می مزند
اگر یہ دونوں دلبر ایک دوسرے سے مزا نہیں اڑاتے
پس چرا چوں جفت در ہم می خزند
تو جوڑے کی طرح ایک دوسرے میں کیوں گھُستے ہیں؟

بے زمیں کے گل بروید و ارغواں
زمین کے بغیر گل اور ارغوان کب اُگتا ہے؟
پس چہ زاید آب و تابِ آسماں
آسمان کی آب و تاب سے کیا اُگتا ہے؟

بہرِ آں میل ست در مادہ زنر
اسی لئے مادہ میں نر کی جانب جھکاؤ ہے
تا بود تکمیلِ کارِ ہمدگر
تاکہ ایک کا کام دوسرے سے مکمل ہو سکے

میل اندر مرد و زن حق زاں نہاد
مرد اور عورت میں اللہ (تعالیٰ) نے اسلئے میلان رکھا ہے
تا بقا یابد جہاں زیں اتحاد
تاکہ اس اتحاد سے دنیا بقا حاصل کرے

میلِ[3] ہر جزوے بجزوے ہم نہد
ہر جزو میں دوسرے جزو کی طرف میلان رکھا ہے
زاتحادِ ہر دو تولیدے جہد
دونوں کے اکٹھا ہونے سے تولید ہوتی ہے

شب چنیں با روز اندر اعتناق
گلے لگانے میں رات، دن کیساتھ اسیطرح ہے
مختلف در صورت اما اتفاق
بظاہر مختلف ہیں لیکن (باہمی) اتفاق ہے

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمن اند
بظاہر رات اور دن دو مخالف اور دشمن ہیں
لیک ہر دو یک حقیقت می تنند
لیکن دونوں ایک حقیقت پر عمل کرتے ہیں

ہر یکے خواہاں دگر را ہمچو خویش
ہر ایک دوسرے کو اپنی (جان کی) طرح چاہتا ہے
از پئے تکمیلِ فعل و کارِ خویش
اپنے فعل اور کام کے مکمل کرنے کے لئے

زانکہ بے شب دخل نبود طبع را
کیونکہ رات کے بغیر طبیعت کو آمدنی نہیں ہوتی ہے
پس چہ اندر خرج آرد روزہا
تو دن میں کیا خرچ کریں گے؟

---

[1] ہست سرگرداں۔ جس طرح شوہر بیوی کے لئے کمائی میں سرگرداں رہتا ہے اسی طرح آسمان زمین کے لئے سرگرداں ہے۔ ویں زمیں۔ یہ زمین آسمان کے لئے وہی کام کرتی ہے جو بیوی شوہر کیلئے کرتی ہے، بچہ جنتی ہے اُسکو دودھ پلاتی ہے۔ پس زمیں۔ زمین اور آسمان چونکہ ذی حس چیزوں کی طرح عمل کرتے ہیں اُن کو بھی حساس سمجھو۔

[2] گرنہ۔ ایک دوسرے لطف اندوز نہیں ہے تو آپس میں کیوں گھُسے رہتے ہیں۔ بے زمیں۔ جیسا کہ بیوی کے بغیر شوہر لاولد ہوتا ہے اسی طرح اگر زمین نہ ہوتی تو آسمان پیداوار سے محروم ہوتا۔ بہرِ آں۔ نر و مادہ میں ایک دوسرے کی طرف میلان اور جھکاؤ اسی لئے ہے کہ ہر ایک کے کام کی تکمیل دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اتحاد۔ بقاء عالم، عورت اور مرد کے اتحاد سے ہے۔

[3] میلِ ہر جزوے۔ عالم کے اجزا میں باہمی میلان توالد کا سبب ہے۔ شب۔ رات اور دن بظاہر دو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں لیکن انمیں باہمی اتحاد ہے۔ کارِ خویش۔ رات اپنے کاموں کی تکمیل میں دن کی محتاج اور دن اپنے کاموں کی تکمیل میں رات کا محتاج ہے۔ زانکہ انسان رات کو سوتا ہے تو اسکے قویٰ مجتمع ہوتے ہیں جن کو وہ دن میں صرف کرتا ہے اگر رات کی

آمدنی نہ ہو تو دن کہاں سے خرچ کرے۔

جذبِ[1] ہر عنصرے جنسِ خود را کہ در ترکیبِ آدمی محتبس شدہ بغیر جنس

ہر عنصر کا اپنی اُس جنس کو کھینچنا جو دوسری جنس کے ساتھ آدمی کے بناؤ میں پھنسی ہوئی ہے

خاک گوید خاکِ تن را باز گرد
جسم کی مٹی کو مٹی کہتی ہے، واپس آجا

ترکِ جاں گو سُوئے ما آ ہمچو گرد
جان کو چھوڑ دے، گرد کی طرح ہماری جانب آجا

جنسِ مائی پیشِ ما اَولیٰ تری
تو ہماری جنس ہے، تیرا ہمارے سامنے رہنا بہتر ہے

بہ کہ زاں تن وارہی زیں سو پری
بہتر ہے کہ اِس جسم کو چھوڑ دے اُس جانب اُڑ آ

گوید[2] آرے لیک من پا بستہ اَم
وہ کہتی ہے، ہاں لیکن میں پابند ہوں

گرچہ ہمچوں تو زہجراں خستہ اَم
اگرچہ تیری طرح فراق سے غمگین ہوں

تریِ تن را بجویند آبہا
پانی، جسم کی تری کو تلاش کرتے ہیں

کاے تری باز آ ز غربت سوئے ما
کہ اے تری مسافرت سے ہماری جانب لوٹ آ

گرمیِ تن را ہمی خواند اثیر
کرۂ نار بھی جسم کی گرمی کو پکارتا ہے

کہ ز ناری راہِ اصلِ خویش گیر
کہ تو آگ سے ہے، اپنی اصل کا راستہ اختیار کر

ہست ہفتاد و دو علت در بدن
بدن میں بہتر[2] بیماریاں ہیں

از کششہائے عناصر بے رسن
عنصروں کی بغیر رسّی کی کھینچ تان کی وجہ سے

علت آید تا بدن را بگسلد
بیماری آتی ہے تاکہ جسم کو متفرق کر دے

تا عناصر ہمدگر را واہلد
تاکہ عنصر ایک دوسرے کو چھوڑ دے

چار مرغ[3] اند ایں عناصر بستہ پا
یہ عناصر چار پاؤں بندھے پرندے ہیں

مرگ و رنجوری و علت پا گشا
موت اور بیماری اور تکلیف پاؤں کھولنے والی ہے

پائے شاں از ہمدگر چوں باز کرد
جب اُس نے ایک دوسرے کے پاؤں کو کھولدیا

مرغ ہر عنصر یقیں پرواز کرد
ہر عنصر کا پرند یقیناً اُڑ جائے گا

جذبۂ ایں اصلہا و فرعہا
اِن اصلوں اور فرعوں کی کشش

ہر دمے رنجے نہد در جسمِ ما
ہر وقت ہمارے جسم میں مرض پیدا کرتی ہے

تا کہ ایں ترکیبہا را بر درد
تاکہ اِن بندھنوں کو توڑ دے

مرغِ ہر جزوے با صلِ خود پرد
ہر جزو کا پرند اصل کی جانب اُڑ جائے

حکمتِ حق مانع آید زیں عمل
اللہ تعالیٰ کی حکمت اِس عمل سے مانع رہتی ہے

جمع شاں دارد بصحت تا اجل
موت تک اُن کو صحت کے ساتھ جمع رکھتی ہے

---

[1] جذب۔ حیوانی جسم چار عنصر (خاک، آب، باد، آتش) سے مرکب مانا جاتا ہے ان عنصروں میں سے ہر ایک کا کرہ ہے جہاں کا مخزن اور معدن ہے۔ انسان کے جسم کے چاروں عنصر ہر وقت اپنے اپنے کرہ کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں ان عناصر کا متفرق ہو جانا موت ہے۔
زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا
(چکبست)
خاک گوید۔ کرۂ خاکی انسان کے خاکی اجزا کو اپنی طرف آجانے کی دعوت دیتا ہے۔

[2] گوید۔ انسانی بدن کا خاکی عنصر اُس خاکی کرہ کو جواب دیتا ہے کہ اگرچہ مجھ پر مرکز سے جدا رہنا دوبھر ہو رہا ہے لیکن میں مجبور ہوں ابھی اسی جسم کا پابند ہوں۔ اثیر۔ یعنی کرۂ نار۔ ز کششہا۔ یعنی ان چاروں عنصروں کی باہمی کشمکش۔ رسن۔ رسّی۔ علت۔ بیماری عناصر کی جدائی کا سبب بنتی ہے جس سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

[3] چار مرغ۔ یہ چاروں عنصر زندگی میں پابستہ پرندوں کی طرح ہیں موت اور بیماری اُن کے پاؤں کھولدیتی ہے اور یہ عناصر اپنے مرکز کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔ اصلہا۔ یعنی چاروں کرے۔ فرعہا۔ بدن کے چاروں عنصر۔ حکمت۔ ان عناصر کی پرواز کیلئے حکمتِ خداوندی موت کے وقت تک۔

گوید[1] اے اجزا اجل مشہود نیست — پر زدن پیش از اجل تاں سود نیست

(وہ حکمت) کہتی ہے، اے اجزا موت معلوم نہیں ہے — موت سے پہلے تمہارا پھڑپھڑانا مفید نہیں ہے

چونکہ ہر جزوے بجوید ارتفاق — چوں بود جانِ غریب اندر فراق

جبکہ ہر جزو رفاقت چاہتا ہے — تو مسافر جان کا فراق میں کیا حال ہوگا!

منجذب شدنِ جاں نیز بعالمِ ارواح

جان کا بھی عالمِ ارواح کی جانب کھنچنا

گوید اے اجزائے پستِ فرشیم — غربتِ من تلخ تر من عرشیم

وہ کہتی ہے، کہ اے میرے زمینی پست اجزاء — میری مسافرت زیادہ کردی ہے میں عرشی ہوں

میلِ تن در سبزہ و آبِ رواں — زاں بود کہ اصلِ او آمد ازاں

جسم کا میلان سبزے اور بہتے پانی کی جانب — اسی لئے ہے کہ اُس کی اصل وہاں سے آئی ہے

میلِ[2] جاں اندر حیات و در حی ست — زانکہ جانِ لامکاں اصلِ وے ست

جان کا میلان زندگی، اور حی (وقیوم) کی جانب ہے — کیونکہ اُس کی اصل لامکانی جان ہے

میلِ جاں در حکمت ست و در علوم — میلِ تن در باغ و راغ ست و کروم

جان کا میلان حکمت اور علوم کی جانب ہے — جسم کا میلان باغ چمن اور انگور کی بیلوں کی جانب ہے

میلِ جاں اندر ترقی و شرف — میلِ تن در کسبِ اسبابِ علف

جان کا میلان، ترقی اور شرافت کی طرف ہے — جسم کا میلان چارے کے اسباب حاصل کرنے کی طرف ہے

میل و عشقِ آں شرف ہم سوئے جاں — زیں یحبّ را و یحبّون را بداں

شرافت کا میلان اور عشق بھی جان کی جانب ہے — اسکو "وہ محبت کرتا ہے اور وہ محبت کرتے ہیں" سے

گر[3] بگویم شرحِ ایں بیحد شود — مثنوی ہشتاد من کاغذ شود

اگر میں اس کی شرح کردوں لامحدود ہو جائیگی — مثنوی اَسّی سیر کاغذ ہو جائے گی

حاصل آنکہ ہر کہ او طالب بود — جانِ مطلوبش برو راغب بود

خلاصہ یہ ہے، کہ جو طالب ہوگا — مطلوب کی جان اُسی کی طرف راغب ہوگی

آدمی حیواں نباتی و جماد — ہر مرادے عاشقِ ہر بے مراد

آدمی، حیوان، نباتات اور جماد — ہر معشوق ہر نامراد (عاشق) کا عاشق ہے

بے مراداں بر مرادے می تنند — واں مراداں جذبِ ایشاں میکنند

نامراد، عاشق، محبوب کا چکر کاٹتے ہیں — وہ محبوب، اُن کو کھینچتے ہیں

---

[1] گوید۔ اللہ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے مخصوص فرما دیا ہے۔ ارتفاق۔ یعنی ہر عنصر اپنے گروہ کی رفاقت چاہتا ہے۔ چوں بود جبکہ عناصر اپنی اصل کیلئے بے چین ہیں تو روح جو حساس بھی ہے اپنی اصل سے علیحدہ رہنے میں کس قدر بے چین ہوگی۔ گوید۔ روح جسم کے اجزاء عنصری سے کہتی ہے کہ میں عرشی ہوں اور تم فرشی ہو مجھے اپنے وطن سے جدا رہنا سخت ناگوار ہے میلِ تن۔ چونکہ جسم فرشی اجزاء سے بنا ہے لہٰذا اُس کا میلان فرشی چیزوں کی طرف ہوتا ہے۔

[2] میلِ جاں۔ روحِ انسانی کی اصل روحِ اعظم ہے لہٰذا روح کا میلان ابدی زندگی اور حی وقیوم کیطرف ہے روح کا میلان ترقی اور شرف کیطرف ہے اور جسم کا میلان صرف کھانے پینے کی طرف ہے۔ میل۔ جس طرح روح شرف کی طرف مائل ہے اسی طرح شرف روح کی طرف مائل ہے۔ یحبّ۔ قرآن پاک میں مومنوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے یُحِبُّھُم وَیُحِبُّوْنَہٗ یعنی خدا اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ جس طرح روح، روحِ اعظم کیطرف مائل ہے اسیطرح روحِ اعظم بھی روح کی طرف مائل ہے۔

[3] گر بگویم۔ یعنی اگر میں روح اور روحِ اعظم کے اتحاد کی بات کرونگا تو یہ مثنوی بہت ضخیم ہو جائے گی۔

لیک[1] میلِ عاشقاں لاغر کُند — میلِ معشوقاں خوش و با فر کُند
لیکن عاشقوں کا عشق (انکو) لاغر کرتا ہے — معشوقوں کا عشق اُن کو حسین اور باشوکت بناتا ہے

عشقِ معشوقاں دو رُخ افروختہ — عشقِ عاشق جانِ اُو را سوختہ
معشوقوں کے عشق نے دونوں رخسارے روشن کردیئے ہیں — عاشق کے عشق نے اُس کی جان جلا ڈالی ہے

کہربا عاشق بشکلِ بے نیاز — کاہ می کوشد دراں راہِ دراز
کہربا، لاپروائی کے ساتھ عاشق ہے — تنکا اُس (عشق) میں دراز راستہ طے کرتا ہے

این[2] رہا کُن عشقِ آں تشنہ دہاں — تافت اندر سینۂ صدرِ جہاں
اِس کو چھوڑ، اُس پیاسے کا عشق — صدرِ جہاں کے سینے میں چمک اُٹھا

دُودِ آں عشق و غمِ آتشکدہ — رفتہ در مخدوم اُو مشفق شُدہ
اُس عشق کا دھواں، اور بھٹّی کا غم — مخدوم کو پہنچا، وہ مہربان ہوگیا

لیک از ناموس و بُوش و آبرو — شرم می آید کہ وا جُوید ازو
لیکن عزت، اور فخر، اور آبرو کی وجہ سے — اُس کو شرم آئی تھی کہ وہ اُس کی جستجو کرے

رحمتش مُشتاقِ آں مسکیں شُدہ — سلطنت زیں لُطف مانع آمدہ
اُس کی رحمت اُس مسکین کی مشتاق ہوگئی — سلطنت اُس مہربانی سے مانع بنی

عقل[3] حیراں کایں عجب اُو را کشید — یا کششِ زاں سُو بدیں جانب رسید
عقل حیران ہے، تعجب ہے کہ یہ اُسکو کھینچ رہا ہے — یا کشش اِس جانب سے اُس جانب پہنچی ہے

ترکِ جلدی کُن کزیں ناواقفی — لب بہ بند واللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْخَفِی
بہادری چھوڑ، کیونکہ تو اِس سے ناواقف ہے — ہونٹ بند کرلے اور اللہ راز کو زیادہ جانتا ہے

لب بہ بندم ہر دمے زینساں سخن — توبہ آرم ہر زماں صد بار من
میں اِس طرح کی باتوں سے ہر وقت ہونٹ بند کرتا ہوں — ہر وقت، سو بار توبہ کرتا ہوں

کایں سُخن را بعد ازیں مدفوں کُنم — واں کشندہ میکشد من چوں کُنم
کہ اِس بات کو میں اِس کے بعد دفن کردونگا — وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے، میں کیا کروں؟

کیست آں کِت میکشد اے مُقتنی — آنکہ می نگذاردت کہ دم زنی
اے ذخیرہ اندوز! وہ کون ہے جو تجھے کھینچتا ہے؟ — وہ وہ ہے جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو دم مارے

ایسی تقریر ہے کہ عوام اسی سے اللہ تعالیٰ کی احتیاج اور ضرورت کا نتیجہ نکال لیں گے لہٰذا اِس کا بیان مناسب نہیں ہے۔ واں کشندہ۔ حضرت حق تعالیٰ اجازت نہیں دیتا ہے کہ اِس امر کی وضاحت کی جائے۔ کیست۔ مجھے اِس ارادے سے روکنے والی وہی ذات ہے جو انسانوں کے تجّۃ عوام کو رد کرتی ہے۔

۱ لیک۔ دونوں عشقوں کا اثر جدا گانہ ہے عاشق کا عشق اُس کو لاغر اور کمزور بناتا ہے معشوق کا عشق اُس میں حُسن کا اضافہ کرتا ہے معشوق کا عشق اُس کے رُخساروں کو گلنار بناتا ہے عاشق کا عشق اُس کو جلاتا ہے۔ کہربا۔ کہربا میں بھی عشق ہے لیکن بے نیازی کے ساتھ لہٰذا وہ اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے تنکے میں بھی عشق ہے جو اُس کو کہربا کی طرف کھینچ کر لاتا ہے۔

۲ ایں۔ یعنی کائنات کے باہمی عشق کے ذکر کو چھوڑ کر صدرِ جہاں کے عاشق کا ذکر کرو اُس کے عشق کا اثر صدرِ جہاں پر پڑا۔ دود۔ اُس عاشق کی آہوں کا اثر صدرِ جہاں پر ہوا اور وہ اُس پر مہربان ہوگیا۔ لیک۔ لیکن صدرِ جہاں کے عشق کے لئے اُسکی عزت و آبرو معشوق کی تلاش میں مانع تھی۔ رحمتش۔ صدرِ جہاں کی رحمت تو اُس کی مشتاق تھی لیکن اُس کی سلطنت عشق کے لئے مانع بن رہی تھی۔

۳ عقل حیراں۔ کشش دونوں میں تھی لیکن کس کی کشش دوسرے کی کشش کا اثر تھی اِس میں عقل حیران ہے۔ جلدی۔ بہادری۔ ناواقفی۔ یعنی ناواقف ہستی، تو ناواقف ہے۔ لب بہ بندم۔ حضرت حق تعالیٰ اپنی محبوبیت کے اظہار کے لئے عاشقوں میں جذبۂ عشق پیدا کرتا ہے لیکن یہ

صد[1] عزیمت میکنی بہرِ سفر
تو سفر کے لئے سَو پختہ ارادے کرتا ہے

می کَشاند مر ترُا جَائے دِگر
وہ تجھے دوسری جگہ کھینچ لے جاتا ہے

زاں بگرداند بہر سُو آں لگام
وہ لگام کو ہر جانب اِس لئے موڑ دیتا ہے

تا خبر یابد ز فارِس اسپِ خام
تاکہ ناتجربہ کار گھوڑا، سوار کو جان جائے

اسپِ زیرک سارز زاں نیکو پے ست
سمجھدار گھوڑا اِس لئے عمدہ رفتار ہے

کو ہمی داند کہ فارِس بر وے ست
کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اُس پر سوار موجود ہے

اُو دِلت را بر دو صد سودا ببست
اُس نے تیرے دل کو دو سو خیالات سے وابستہ کر دیا

بے مرادت کرد پس دل را شکست
تجھے نامراد کیا، اور پھر دل کو توڑ دیا

چوں[2] شکست اُو بالِ آں رائے نخست
جب اُس نے پہلی رائے کا بازو توڑ دیا

چوں نشد ہستی بال اشکن درست
تو بازو توڑنے والے کی ذات کیسے ثابت نہ ہوئی؟

چوں قضایش حبلِ تدبیرت شکست
جب اُس کے فیصلے نے تیری تدبیر کی رسی توڑ دی

چوں نشد بر تو قضائے اُو درست
تو اُس کا فیصلہ تیرے لئے کیسے ثابت نہ ہوا؟

فسخِ عزائم و نقضہا جہتِ باخبر کردنِ آدمی را ازانکہ مالک و
ارادوں کا فسخ کرنا اور اُن کو منسوخ کرنا انسان کو باخبر کرنے کیلئے ہے کہ مالک اور

قاہر اُوست و گاہ گاہ عزمِ اُو را فسخ ناکردن و نافذ داشتن تا
قاہر موجود ہے، اور کبھی کبھی اُس کے ارادے کو نہ توڑنا اور جاری رکھنا اسلئے ہے کہ

طمعِ اُو را بر عزم کردن دارد تا باز عزمش بشکند تا تنبیہ بر تنبیہ بُوَد
اُس کی طبیعت کو ارادہ کرنے کا عادی بنائے تاکہ پھر اُسکے ارادے کو توڑے اور تنبیہ پر تنبیہ ہو جائے

عزمہا[3] و قصدہا در ماجرا
معاملے میں ارادے، اور قصد

گاہ گاہے راست می آید ترا
کبھی کبھی تیرے لئے ٹھیک ہوتے ہیں

تا بطمعِ آں دِلت نیّت کُند
تاکہ اُس کے لالچ میں تیرا دل ارادہ کرے

بارِ دیگر نیّتت را بشکند
دوبارہ وہ تیرے ارادے کو توڑ دیتا ہے

ور بکُلّی بے مُرادت داشتے
اگر وہ تجھے بالکلیہ نامراد رکھتا

دِل شُدے نومید اَمَل کے کاشتے
دل نااُمید ہو جاتا، امید کا بیج کب ہوتا؟

ور نکاریدے اَمَل از عُورِیش
اگر وہ اپنے اندھے پن سے اُمید کا بیج نہ بوتا

کے شُدے پیدا بروُ مقہوریش
تو اُس پر اپنا عاجز ہونا کب ظاہر ہوتا؟

---

[1] صد عزیمت۔ انسان سینکڑوں پختہ ارادے کرتا ہے لیکن پھر اُس ارادے کو پورا نہیں کرتا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ روکنے والی کوئی خاص ذات ہے۔ زاں۔ اللہ تعالیٰ اِن عزائم کو اِس لئے فسخ کرتا ہے کہ لوگوں کو اُس کی معرفت حاصل ہو جائے۔ مشہور مقولہ ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزَائِم میں نے اپنے خدا کو ارادوں کے فسخ ہونے سے سمجھا ہے۔ اُو۔ اللہ تعالیٰ دل میں سو ارادے پیدا فرماتا ہے پھر انھیں ناکام بھی بنا دیتا ہے۔

[2] چوں شکست۔ جب پہلا ارادہ فسخ ہوتا ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ کوئی ذات فسخ کرنے والی ہے۔ چوں قضا۔ جب انسان کی تدابیر ناکام ہوتی ہیں تو اُس کو قضاءِ خداوندی اور خدا کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے۔ عزائم۔ عزیمۃ کی جمع ہے پختہ ارادہ۔

[3] عزمہا۔ یعنی کبھی ارادے کی تکمیل ہو جاتی ہے وہ اِس لئے کہ انسان بالکل مایوس نہ ہو جائے اور ارادے اور نیّت کو بالکل نہ چھوڑ بیٹھے۔ ور نکاریدے۔ اگر بالکل ارادہ کرنا چھوڑ دیگا تو ارادے کے فسخ ہونے سے جو معرفتِ خداوندی حاصل ہوتی ہے وہ نہ ہوگی۔

عاقلاں[۱] از بے مرادیہائے خویش — باخبر گشتند از مولائے خویش

سمجھدار لوگ اپنی نامرادی کی وجہ سے — اپنے مولا سے باخبر ہوئے ہیں

بے مرادی شد قلاؤوزِ بہشت — حُفَّتِ الْجَنَّۃُ شنو اے خوش سرشت

نامرادی، بہشت کا پیشرو بنی ہے — اے خوش مزاج! "جنت کو گھیرا گیا ہے" سن لے

چوں مراداتت ہمہ اشکستہ پاست — پس کسے باشد کہ کامِ او رواست

جبکہ سب (انسانوں) کے مقاصد شکستہ پا ہیں — تو کوئی تو ہوگا جس کا مقصود پورا ہوتا ہوگا

پس شدند اشکستہ پاش ایں صادقاں — لیک کو خود آں شکستِ عاشقاں

پس یہ سچے انسان اسکی وجہ سے شکستہ پا ہوئے ہیں — لیکن عاشقوں کی (سی) شکستگی کہاں ہے؟

عاقلاں اشکستہ اش از اضطرار — عاشقاں اشکستہ با صد اختیار

اہلِ عقل، مجبوری سے اُسکے شکستہ (پا) ہیں — عاشق سو اختیاروں کے باوجود شکستہ (پا) ہیں

عاقلانش[۲] بندگانِ بندی اند — عاشقانش شکّری و قندی اند

عقلمند اُس کے قیدی غلام ہیں — اُس کے عاشق شکر اور قند کھانے والے ہیں

اِیتِیَا کَرْھًا مہارِ عاقلاں — اِیتِیَا طَوْعًا مہارِ بیدلاں

"تم دونوں جبراً آؤ" اہلِ عقل کی مُہار ہے — عاشقوں کی مُہار "دونوں خوشی سے آؤ" ہے

نظر کردن[۳] پیغمبر علیہ السّلام باسیراں و تبسّم کردن و گفتن کہ

آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا قیدیوں کو دیکھنا، اور مُسکرانا، اور فرمانا کہ مجھے اُس قوم پر

عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ یُجَرُّوْنَ اِلَی الْجَنَّۃِ بِالسَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ

تعجب آتا ہے جو جنت کی جانب بیڑیوں اور طوقوں کے ذریعہ کھینچی جاتی ہے

دید پیغمبر یکے جوقِ اسیر — کہ ہمی بردند و ایشاں در نفیر

پیغمبرؐ نے قیدیوں کی ایک جماعت دیکھی — کہ وہ اُنکو لے جارہے ہیں اور وہ رو رہے ہیں

دیدشاں در بند آں آگاہ شیر — می نظر کردند در وے زیر زیر

اُس بیدار شیر نے اُن کو قید میں دیکھا — وہ (قیدی)، نیچی نظروں سے اُن (آنحضورؐ) کو دیکھ رہے تھے

تا ہمی خائید ہر یک از غضب — بر رسولِ صدق دنداں ہا و لب

حتی کہ ہر ایک غصے سے چبا رہا تھا — سچے رسولؐ پر دانت اور ہونٹ

---

[۱] عاقلاں۔ اہلِ عقل باوجود ارادے کی پختگی کے پھر محرومی سے ذاتِ خداوندی کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ بے مرادی۔ مقصد سے محرومی بہشت کی راہبر بنتی ہے اسی لئے حدیث شریف میں ہے حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ "جنت کو ناپسندیدگیوں سے گھیر دیا گیا ہے" یعنی جنت میں جانے کے وہ اسباب ہیں جو انسان کو ناگوار گذرتے ہیں۔ پس۔ اپنی محرومی سے انسان اُس ذات کو پہچانتا ہے جس کے ارادے سے مراد لامحالہ حاصل ہوتی ہے یعنی ذاتِ خداوندی۔ پس۔ اہلِ عقل کی نامرادی جبری اور اضطراری ہے۔ عاشقانِ حق کی کسرِ نفسی اور نامرادی اختیاری ہے۔

[۲] عاقلانش۔ اہلِ عقل مجبوری کے بندے ہیں عاشقانِ خدا اس محرومی میں وصلِ حق کی نعمتیں حاصل کرتے ہیں۔ ایتیا۔ قرآن پاک میں ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا یعنی پھر حضرت حق تعالیٰ آسمان پر متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا پھر اُس سے اور زمین سے کہا تم دونوں فرمانبرداری کرو خوشی سے یا جبراً۔ یعنی اہلِ عقل کی اطاعت کرھًا کی مصداق ہے اور عاشقوں کی اطاعت طوعًا کی مصداق ہے۔

[۳] نظر کردن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کچھ لوگ اطاعت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جیسے کہ کفار جو جنگ میں قید ہو کر آئے اور پھر اسلام لاکر اطاعتِ خداوندی میں لگے۔ جوق۔ جماعت۔ نفیر۔ آہ و بکا۔ آگاہ شیر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ زیر زیر یعنی وہ قیدی آنحضورؐ کو دُزدیدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ تا ہمی۔ وہ لوگ آنحضورؐ پر غضبناک تھے۔

زَہرہ نے با آں غضب کے دم زنند
باوجود اس غصہ کے کسی کی طاقت نہ تھی کہ دم مارے

زانکہ در زنجیرِ قہرِ دہ من اَند
کیونکہ وہ قہر کی دس سیر (وزنی) زنجیر میں تھے

می کشاندشاں مؤکّل۱؎ سُوئے شہر
سپاہی ان کو شہر کی جانب لے جا رہا تھا

می بَرَد از کافرستاں شاں بقہر
اُن کو کفرستان سے جبراً لے جا رہا تھا

نے فدائے می ستاند نے زرے
نہ وہ فدیہ لیتا ہے نہ روپیہ

نے شفاعت میرسد از سَرورے
نہ کسی سردار کی سفارش آتی ہے

رَحمتِ عالم ہمی گویند و اُو
اُس کو رَحمتِ عالم کہتے ہیں، اور وہ

عالَمے را می بُرَد حلق و گلو
ایک جہان کا گلا اور حلق کاٹتا ہے

با ہزار انکار می رفتند راہ
وہ ہزار انکار کے ساتھ راستہ طے کر رہے تھے

زیرِلَب طعنہ زناں بر کارِ شاہ
شاہ کے کام پر چپکے چپکے طعنہ زنی کرتے ہوئے

چار۲؎ ہا کردیم و اینجا چارہ نیست
ہم نے بہت تدبیریں کیں اور یہاں کوئی تدبیر (کارگر) نہیں ہے

خود دلِ ایں مَرد کم از خارہ نیست
خود اس شخص کا دل، پتھر سے کم نہیں ہے

ما ہزاراں مَرد کارِ الپ ارسلاں
ہم ہزاروں بہادر شیر

با دو سہ عُریاں و سُست و نیم جاں
دو تین ننگوں سُست، اور کمزوروں کے ساتھ ہیں

اینچنیں درماندہ ایم از کجروِیست
ہم ایسے عاجز ہیں یہ (ہمارا) ٹیڑھا پن ہے

یا ز اختر ہاست یا خود جادوئی ست
یا ستاروں کی وجہ سے یا جادوگری ہے

بَختِ ما را بَر درید آں بَختِ اُو
ہمارے نصیبے کو اُس کے نصیبے نے چاک کر دیا

تختِ ما شد سَرنگوں از تختِ اُو
ہمارا تخت اُس کے تخت سے اوندھا ہو گیا

کارِ۳؎ اُو از جادوئی گر گشت زَفت
اگر اُس کا معاملہ جادوگری کی وجہ سے بھاری پڑ گیا ہے

جادوئی کردیم ما ہم چوں نہ رفت
ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا؟!

تفسیر ایں آیہ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ طاعناں میگفتند
اِس آیت کی تفسیر اگر تم فتح طلب کرتے تھے تو بیشک فتح ہو گی، معترضین کہتے تھے

کہ از ما و محمدؐ آنکہ بر حق ست فتح و نصرتش بدہ و ایں سخن بداں میگفتند کہ
کہ ہم میں اور محمدؐ میں جو حق پر ہے اُس کی فتح اور مدد کر، اور وہ یہ بات اِس لیے کہتے تھے

گمان داشتند خود بر حق اند و طالبِ حق بے غرض اکنوں محمد منصور شد
کہ اُن کو گمان تھا کہ وہ خود حق پر ہیں اور اب حق کو بے غرض طلبگار محمدؐ فاتح بن گیا

۱؎ مؤکّل۔ سپاہی۔ کافرستان یعنی انکا وطن۔ نے فدا۔ آنحضورؐ اُن قیدیوں کا نہ فدیہ قبول کر رہے تھے اور نہ روپیہ پیسہ اور نہ آنحضورؐ کے پاس کوئی سفارش پہنچ سک رہی تھی۔ رحمتِ عالم۔ وہ قیدی دل میں یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ان کو لوگ رحمتِ عالم کہتے ہیں حالانکہ یہ لوگوں کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ باہزار انکار۔ وہ دل دل میں آنحضورؐ پر طعنہ زنی کر رہے تھے۔

۲؎ چارہا۔ ہم نے اپنی کامیابی کی بہت تدبیریں کیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ خارہ۔ ایک قسم کا پتھر ہے جو بہت سخت ہوتا ہے۔ مرد کار۔ بہادر۔ الپ ارسلاں۔ الپ بہادر اور ارسلان درندہ شیر۔ با دو سہ۔ یعنی چند بے سر و سامان کمزور لوگوں سے شکست کھا کر قیدی بنے ہوئے جا رہے ہیں۔ اینچنیں۔ اس کی وجہ ہماری غلط روی ہے یا ہم پر ستاروں کی نحوست ہے یا جادو ہوا ہے۔

۳؎ کارِ او۔ پھر دل میں کہتے تھے کہ اگر اُن کا جادو چلا ہے تو ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی اے مکہ والو! تم فتح مانگتے تھے (کہتے تھے کہ جو حق پر ہو اسکو فتح ہو) تو فتح آگئی اب اگر تم باز رہو گے تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پلٹے تو ہم بھی پلٹیں گے اور تمہارا جتھا تمہیں فائدہ نہ پہنچا سکیگا خواہ وہ کتنا ہی زیادہ ہو اور بیشک اللہ مومنوں کیساتھ ہے۔"

از بُتان[۵۱] و از خدا درخواستیم
ہم نے بتوں اور خدا سے درخواست کی
کہ بکُن ما را اگر ناراستیم
کہ اگر ہم غلط ہیں تو ہمیں (جڑ سے) اُکھاڑ دے

وانکہ حق و راست ست از ما و او
ہم ہیں اور انہیں سے جو حق اور سچائی پر ہے
نصرتش دہ نصرتِ او را بجو
اُس کی مدد کر، اُس کا مددگار بن

این دعا بسیار کردیم و صلات
ہم نے یہ دعا و درود بہت کئے
پیشِ لات و پیشِ عزّیٰ و منات
لات کے آگے، عزّیٰ اور مَنات کے آگے

کہ اگر حق ست او پیداش کُن
کہ اگر وہ برحق ہے اُس کو نمایاں کر دے
گر نباشد حق زبونِ ماش کُن
(اور) اگر وہ حق پر نہیں ہیں ہم سے مغلوب کر دے

چونکہ وا دیدیم او منصور بُود
جبکہ ہم نے کھلا دیکھ لیا، کہ وہ فاتح رہا
ما ہمہ ظلمت بُدیم او نور بُود
(اور) ہم سب تاریکی تھے، وہ نور تھا

این[۵۲] جوابِ ماست کانچہ خواستید
یہ ہمارے لئے جواب ہے، کہ جو تم نے چاہا!
گشت پیدا کہ شُما ناراستید
واضح ہو گیا کہ تم غلط ہو

باز این اندیشہ را از فکرِ خویش
وہ پھر اس خیال کو اپنے فکر سے
کور می کردند و دفع از ذکرِ خویش
بے فروغ بناتے تھے اور اپنی یاد سے دفع کرتے تھے

کاین تفکر ما ہم از ادبار رُست
کہ ہمارا یہ خیال بھی بد بختی سے پیدا ہوا ہے
کہ صوابِ او شود در دل دُرُست
تاکہ اُن کی حقانیت دل میں بیٹھ جائے

خود چہ شُد گر غالب آمد چند بار
اگر وہ چند مرتبہ غالب ہو گیا تو کیا ہوا؟
ہر کسے را غالب آرد روزگار
زمانہ کسی کو بھی غالب کر دیتا ہے

ما ہم از ایّام بخت آور شُدیم
ہم بھی زمانے سے نصیبہ ور ہوئے ہیں
بارہا بر روے مظفر آمدیم
کئی بار اُس پر فتح مند ہوئے ہیں

باز[۵۳] می گفتند اگر چہ او شکست
وہ پھر کہتے کہ اگر اُس نے شکست (کھائی ہے)
چون شکستِ ما نبُود او زشت و پست
وہ ہماری شکست کی طرح بُری اور ذلیل نہ تھی

زانکہ بختِ نیک او را در شکست
کیونکہ نیک نصیبے نے اُس کو شکست میں
داد صد شادیِ پنہان زیر دست
سو پوشیدہ خوشیاں قبضے میں دیدیں

کو باشکستہ نمی مانست ہیچ
وہ کبھی شکست خوردہ کی طرح نہیں بن
کہ نہ غم بُودش دران نی پیچ پیچ
کیونکہ اُس کو اُس میں نہ کوئی غم ہوا نہ پریشانی

---

۵۱ از بُتاں۔ کفار کہتے تھے کہ ہم نے بتوں اور خدا سے دعائیں مانگی تھیں کہ جو حق پر ہو اس کو فتح دے دے۔ پیش۔ لات اور منات اور عزّیٰ بتوں کے نام ہیں۔ چونکہ۔ اب جبکہ مسلمانوں کو فتح ہو رہی ہے تو یقیناً یہ لوگ حق پر ہیں۔

۵۲ این۔ مسلمانوں کی فتح مندی ہماری دعاؤں کی قبولیت ہے۔ باز۔ پھر اس خیال کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرتے کہ اگر غلبہ حقانیت کی دلیل ہے تو ہم بھی کئی بار غالب آ چکے ہیں۔

۵۳ باز می گفتند۔ پھر اپنے اس خیال کی تردید کرتے اور سوچتے کہ ہماری شکست اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے ہم شکست سے پست ہوتے ہیں اور مسلمان شکست کھا کر اور ابھرتے ہیں۔ زانکہ مسلمان شکست سے پست ہمت نہیں بنتے ہیں بلکہ اُن میں قوتِ ایمانی اور بڑھ جاتی ہے۔ کو۔ آنحضورؐ شکست سے کبھی شکستہ خاطر نہیں ہوئے۔

چوں[1] نشانِ مومناں مغلوبی ست — لیک در اشکستِ مومن خوبی ست
چونکہ مومنوں کی پہچان مغلوب ہونا ہے — لیکن مومن کی شکست میں بھلائی ہے

گر تو مشک و عنبرے را بشکنی — عالَمے از فیحِ ریحاں پُر کُنی
اگر تو مشک، اور عنبر کو توڑے گا — ایک جہان کو خوشبو کی مہک سے بھر دیگا

ور شکستی ناگہاں سرگینِ خر — خانہا پُر گند گردد سربسر
اگر تو اچانک گدھے کی لید کو توڑے گا — سارے مکانات بدبو سے بھر جائیں گے

کے کُند خود مشک با سرگیں قیاس — آب را با بول و اطلس با پلاس
مُشک کو لید پر کوئی قیاس کرے گا؟ — پانی کو پیشاب پر اور اطلس کو ٹاٹ پر کوئی قیاس کریگا؟

سِرّ آنکہ بے مُراد باز گشتن رسول علیہ السّلام از حُدیبیہ حق تعالیٰ

اِس کا راز کہ بغیر مقصد پورا کئے ہوئے آنحضورؐ کے حدیبیہ سے واپس آنے کو اللہ تعالیٰ

لقب آں فتح کرد کہ اِنَّا فَتَحْنَا[2] لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا بصورت غلق بود

نے فتح کا لقب دیا کہ "بیشک ہم نے آپ کو کھلی فتح دی" بظاہر بندش تھی اور

و بمعنیٰ فتح چنانچہ شکستنِ مشک بظاہر شکستن ست و بمعنیٰ

حقیقتاً فتح جیسے کہ مُشک کی شکستگی بظاہر شکستگی ہے اور حقیقتاً اُس کے

درست کردن ست مُشکی اُو را و تکمیلِ فوائد اُوست

مُشک پن کو ٹھیک کرنا ہے اور اُس کے فائدوں کو مکمل کرنا ہے

وقتِ برگشتِ حُدیبیہ رسولؐ — در تفکر بُود و غمگین و مَلول
حدیبیہ سے واپسی پر رسولؐ — فکر میں تھے اور غمگین اور ملول تھے

ناگہاں[3] اندر حقِ شمعِ رُسُل — دولتِ اِنَّا فَتَحْنَا زد دُہُل
رسولوں کی شمع کے حق میں اچانک — دولت نے اِنَّا فَتَحْنَا کا ڈھول بجا دیا

آمدش پیغام از دولت کہ رو — تو ز منعِ ایں ظفر غمگیں مشو
دولت کی جانب سے اُنکو پیغام آیا کہ چلے جایئے — آپ اِس فتح کے رُکنے سے غمگین نہ ہوں

کاندریں خواری بنقدت فتحہاست — نک فلاں قلعہ فلاں بقعہ تراست
اِس ذلت میں آپ کی فوری فتوحات ہیں — یہ فلاں قلعہ، فلاں علاقہ آپ کا ہے

---

[1] چوں نشاں۔ مسلمان کی بے سروسامانی اُس کے ایمان کی علامت ہے اور مومن کی شکست اُس کے اعمال و اخلاق کی اِصلاح کر دیتی ہے۔ گر تو۔ مولانا مسلمانوں کی شکست میں مضمر خوبی کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ مُشک و عنبر کی ڈلی کو اگر توڑ دیا جائے تو اُس کی خوشبو زیادہ مہکنے لگتی ہے۔ فیح۔ مہک، لپٹ۔ سرگینِ خر۔ کافروں کی شکست کی مثال یہ ہے کہ گدھے کی لید کو اگر کُرید دیا جائے تو اس کی بدبو اور پھیل جاتی ہے۔ کے کند۔ مسلمانوں کی شکست اور کافروں کی شکست کو ایک سمجھنا ایسا ہے جیسے کہ کوئی لید اور مُشک کو یا پانی اور پیشاب کو یا اطلس اور ٹاٹ کو ایک سمجھے۔

[2] اِنَّا فَتَحْنَا۔ مسلمانوں کی شکست چونکہ مزید تقویت کا باعث ہے اِسی لئے قرآن نے حدیبیہ کی ناکامی کو فتح قرار دیا تھا۔ حدیبیہ۔ آنحضورؐ اور صحابہؓ کی جماعت مدینہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئی۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ مکہ کے کفار مکہ میں داخلہ سے مانع آئے تو حضورؐ صلح کر کے بغیر عمرہ کے واپس آ گئے تھے یہ صلح بظاہر مسلمانوں کی شکست تھی لیکن حقیقتاً یہ فتح تھی جیسے کہ آئندہ کے واقعات نے ثابت کر دیا تھا ——

[3] ناگہاں۔ حدیبیہ سے ناکام واپسی کو قرآن نے فتح مبین سے تعبیر کیا ہے۔ آمدش۔ حضورؐ کو حکم ہوا کہ عمرہ کے بغیر واپس ہو جاؤ اور اِس ناکامی سے رنجیدہ نہ ہو۔ کاندریں۔ یہ ناکامی بہت سی فتوحات کا سبب بنے گی۔ بُقعہ۔ یعنی زمین کا علاقہ۔

بنگر[1] آخر چونکہ وا گردید تفت — بر قریظہ، بر نضیر از وے چہ رفت

دیکھ جب وہ جلدی سے واپس آ گئے — اُن کی جانب سے قریظہ اور نضیر پر کیا گزری

قلعہا ہم گردِ آں دو بقعہا — شد مُسلّم وز غنائم نفعہا

اِن دونوں کے علاقوں کے آس پاس کے قلعے بھی — فتح ہو گئے اور غنیمتوں کے سبب نفعے (ہوئے)

ور[2] نباشد آں تو بنگر کایں فریق — بر غم و رنج اند مفتون و عشیق

اگر یہ بھی نہ ہو تو دیکھ لے یہ لوگ — رنج و غم کے شیدا، اور فریفتہ ہیں

زہرِ خواری را چو شکر می خورند — خارِ غمہا را چو اشتر می چرند

وہ ذلّت کے زہر کو شکر کی طرح کھاتے ہیں — غموں کے کانٹے کو اونٹ کی طرح چرتے ہیں

بہرِ عینِ غم نہ از بہرِ فرج — ایں تسافل پیشِ ایشاں چوں درج

صرف غم کے لئے، نہ کہ خوشی کے لئے — یہ تنزّل اُن کے لئے مراتب کی طرح ہے

آنچناں شاداند در قعرِ چاہ — کہ ہمی ترسند از تخت و کلاہ

وہ کنویں کی گہرائی میں ایسے خوش ہیں — کہ تخت و تاج (کے حاصل ہونے) سے ڈرتے ہیں

در فقیری ہر یکے صد شہریار — در خزانِ فاقہ صد ہمچوں بہار

ہر ایک فقیری میں سیکڑوں شاہوں کی طرح ہے — فاقے کی خزاں میں سیکڑوں بہاروں کی طرح ہے

ہر کجا دلبر بُوَد خود ہم نشیں — فوقِ گردون ست نے زیرِ زمیں

جہاں کہیں محبوب خود ساتھی ہو — وہ آسمان پر ہے، نہ کہ زمین کے نیچے

تفسیرِ حدیثِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ لا تفضّلونی علیٰ یونس بن متّیٰ[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تفسیر کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو

گفت پیغمبرؐ کہ معراجِ مرا — نیست بر معراجِ یونسؑ اجتبا

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میری معراج — یونسؑ کی معراج سے پسندیدہ نہیں ہے

آنِ من بر چرخ و آنِ او نشیب — زانکہ قربِ حق برونست از حسیب

(حالانکہ) میرا مقام آسمان پر اور اُن کا مقام پستی میں ہے — کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب (اس) حساب سے بالاتر ہے

قرب نے بالا نہ پستی رفتن ست — قربِ حق از حبسِ ہستی رستن ست

قرب نہ اوپر جانا ہے نہ نیچے جانا ہے — اللہ کا قرب، وجود کی قید سے چھوٹنا ہے

---

[1] بنگر - بنی قریظہ اور بنی النضیر یہود کے دو قبیلے تھے جو مدینے کے اطراف میں آباد تھے اُن کی معاہدہ شکنی کی وجہ سے آنحضورؐ اُن کو حدیبیہ کے واقعہ سے پہلے ہی جلاوطن کر چکے تھے بنی النضیر ۴ھ میں اور بنی قریظہ ۵ھ میں غزوۂ خندق کے فوراً بعد جلاوطن کر دیے گئے تھے۔ حدیبیہ کا واقعہ ۶ھ کا ہے البتہ اِن میں سے کچھ لوگ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے تھے اور خیبر ۷ھ میں فتح ہوا۔ اب اگر مولانا کی مراد فتح خیبر ہے تو مولانا کا فرمانا سیرت کی کتب کے مطابق ہے ورنہ مخالف ہے۔

[2] ور نباشد - اگر فتوحات اور غنیمتیں نہ بھی ہوں تب بھی یہ جماعت وہ ہے جس کو رضا کا وہ مقام حاصل ہے کہ جس میں غم بھی اسی طرح خوشگوار ہوتا ہے جس طرح خوشی۔ حضرت رابعہ بصریہؒ نے فرمایا کہ سالک کو رضا کا مقام اُس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ غم بھی اسکے لئے ایسا ہی خوشگوار ہو جیسا کہ خوشی۔ بہرِ غم - یعنی غم ان کو اس لئے خوشگوار نہیں ہے کہ وہ کسی خوشی کا پیش خیمہ ہے۔ قعرِ چاہ - ذلت انکو اسقدر پیاری ہوتی ہے کہ اُسکے زوال اور تختِ شاہی حاصل ہو جانے سے ڈرتے ہیں۔ در فقیری - یہ لوگ فقر میں شاہی اور خزاں میں بہار کے لطف اُٹھاتے ہیں۔ ہر کجا - جگہ کنویں کی گہرائی میں انکو معیتِ حق حاصل ہے تو وہ اسمان کی بلندی سے بہتر ہے ——

[3] تفسیر - اِس حدیث کی تفسیر مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اصل معیتِ حق ہے اونچائی نیچائی میں خود کوئی فضیلت اور بڑائی نہیں ہے معراجِ یونسؑ - حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں سمندر کی گہرائی میں معراج حاصل ہوئی۔ آنِ من - حضورؐ کو معراج آسمانوں کی بلندی پر حاصل ہوئی۔ قربِ حق - قربِ حق حاصل ہوتے ہوئے اونچائی نیچائی کوئی چیز نہیں۔ قرب - اللہ کا قرب بلندی اور پستی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ترکِ ہستی سے ہوتا ہے۔

نیست را چہ جائے بالا ایست و زیر | نیست را نے زود و نے دور ست و دیر
فنائیت کے لئے کیا اونچائی کیا نیچائی | فنائیت کے لئے نہ جلدی ہے نہ دور اور دیر ہے

کارگاہِ گنجِ حق در نیستی ست | غرّۂ ہستی چہ دانی نیست چیست
اللہ کے خزانہ کا کارخانہ، فنائیت میں ہے | تو ہستی کے دھوکے میں ہے تو کیا سمجھے کہ فنائیت کیا ہے؟

حاصل ایں اشکستِ ایشاں اے کیا | می نماند ہیچ با اشکستِ ما
خلاصہ یہ ہے، اے بزرگ! اُن کی شکست | ہماری شکست سے کسی طرح مشابہ نہیں ہے

آنچناں شاد اند در ذُل و تلف | ہمچو ما در وقتِ اقبال و شرف
وہ ذلت اور تباہی میں اس طرح خوش ہیں | جس طرح ہم اقبالمندی اور بڑائی میں

برگِ بے برگی ہمہ اقطاعِ اُوست | فقر و خواری افتخارست و علوست
پوری بے سروسامانی کا سامان اُس کی جاگیر ہے | فقر اور ذلت، فخر اور بڑائی ہے

آں[۲] یکے گفت ار چناں ست آں فرید | چون نخندید او چو ما را بستہ دید
ایک نے کہا، اگر وہ یکتا ایسا ہے | تو وہ کیوں ہنسا جبکہ اُس نے ہمیں بندھا ہوا دیکھا؟

چونکہ او مبدل شدست و شادیش | نیست زیں زندان و زیں آزادیش
جبکہ اُس میں تبدیلی ہوچکی ہے اور اس کی خوشی | اِس قید اور اپنی آزادی سے (متعلق) نہیں ہے

پس بقہرِ دشمناں چوں شاد شُد | چوں ازیں فتح و ظفر پُر باد شُد
تو وہ دشمنوں کے مغلوب ہونے سے کیوں خوش ہوا ہے؟ | اس فتح اور کامیابی سے کیوں مغرور بنا ہے؟

شاد[۳] شُد جانش کہ بر شیرانِ نر | یافت آساں نصرت و دست و ظفر
اُس کی جان خوش ہوئی کیونکہ بہادر شیروں پر | آسانی سے فتح اور قابو، اور ظفر پالی

پس بدانستیم کو آزاد نیست | جز بدنیا دلخوش و دلشاد نیست
تو ہم جان گئے کہ وہ آزاد نہیں ہے | دنیا کے سوا کسی چیز سے خوش دل اور مسرور نہیں ہے

ورنہ چوں خندد کہ اہلِ آں جہاں | بر بد و نیک اند مشفق مہرباں
ورنہ کیوں ہنستا، جبکہ اُس جہان والے | اچھے اور برے پر مشفق، اور مہربان ہیں

ایں ہمی گفتند در زیرِ زباں | آں اسیراں باہم اندر بحثِ آں
وہ آہستہ سے یہ کہہ رہے تھے | وہ قیدی آپس میں اس کی بحث میں

تا مؤکل نشنود در ما جہد | ایں سخن در گوشِ آں سلطاں نہد
تاکہ سپاہی نہ سُن لے (اور) ہم پر کود پڑے | یہ بات اُس بادشاہ کے کان میں رکھ دے

---

۱ نیست۔ جب مقامِ فنا حاصل ہوجائے تو زمان و مکان کی اونچ نیچ سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ کارگاہ فنائیت کے بعد اسرارِ خداوندی ظاہر ہوتے ہیں جو شخص ہستی میں پھنسا ہے وہ فنائیت کو نہیں سمجھ سکتا۔ حاصل۔ یہاں سے پھر اُن قیدیوں کا مقولہ شروع ہوتا ہے اُنھوں نے کہا ہماری اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے۔ آنچناں۔ وہ شکست میں بھی اس قدر خوش ہوتے ہیں جس طرح کہ ہم فتح میں۔ برگ بے سرسامانی اُن کا سامان ہے فقر اور ذلت میں فخر سمجھتے ہیں۔

۲ آں یکے۔ آنحضورؐ کی فنائیت پر اُس شخص نے اعتراض کیا کہ اگر ان کو مقامِ فنائیت حاصل ہے اور وہ اللہ کے مقرب ہیں تو ہماری تباہی پر کیوں خوش ہو رہے ہیں۔ اگر اُن میں بالکل تبدیلی آگئی ہے اور اُنکی خوشی ہماری قید اور اپنی آزادی سے متعلق نہیں ہے تو پھر ہمیں قید میں دیکھ کر کیوں ہنسے اور اپنی کامیابی پر کیوں مغرور ہیں۔

۳ شاد شُد۔ یقیناً اُنکی خوشی اِسی بنا پر ہے کہ ہم جیسے شیروں پر اُنھوں نے فتح پائی ہے۔ پس۔ اِس بات سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہستی سے آزاد نہیں ہیں اور وہ ایک دنیا دار ہیں۔ اہلِ آں جہاں۔ اللہ والے تو سب انسانوں پر مہربان ہوتے ہیں خواہ انسان بھلے ہوں یا بُرے ہوں۔ ایں۔ یہ باتیں وہ قیدی آہستہ آہستہ آپس میں کررہے تھے تاکہ سپاہی نہ سُن پائے۔

آگاہ[1] شدنِ پیغمبر علیہ السّلام از طعنِ ایشاں بر شماتتِ او
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا واقف ہو جانا ان کی طعنہ زنی سے خوشی پر

گرچہ نشنید آں موکّل ایں سخن
اگرچہ اُس سپاہی نے یہ بات نہ سنی

رفت در گوشے کہ بُد آں من لدن
اُس کان میں پہنچ گئی جو کہ اللہ کی جانب سے تھا

بوئے پیراہانِ یوسفؑ را ندید
(حضرت) یوسفؑ کے لباس کی خوشبو نہ محسوس کی

آنکہ حافظ بُو دیعقوبش شنید
اُس نے جو محافظ تھا، اُس کو یعقوبؑ نے محسوس کیا

آں شیاطیں بر عنانِ آسماں
وہ شیاطین، آسمان کی بلندی پر

نشنوند آں سرِّ لوحِ غیب داں
غیب کے جاننے والے کی لوح کے راز کو نہیں سنتے ہیں

آں محمدؐ خفتہ و تکیہ زدہ
محمدؐ سوئے ہوئے، اور تکیہ لگائے ہوئے ہیں

آمدہ سرّ گردِ اُو گرداں شدہ
راز آیا (اور) اُس نے اُن کے گرد چکر لگائے

آں[2] خورد حلوا کہ روزیش ست باز
حلوا وہ کھاتا ہے، جس کی روزی کشادہ ہو

آں نہ کانگشتانِ اُو باشد دراز
نہ کہ وہ جس کی انگلیاں لمبی ہوں

نجمِ ثاقب گشتہ حارسِ دیواں
ٹوٹنے والا ستارہ نگہبان اور شیطان کو بھگانے والا بن گیا

کہ بہل دزدی زِ احمدؐ سرّ ستاں
کہ چوری چھوڑ، احمدؐ سے راز حاصل کر

اے دویدہ سوئے دُکّاں از پگاہ
اے صبح سے دکان کی جانب دوڑتے ہوئے!

ہیں بمسجد رو بجو رزقِ از اِلٰہ
خبردار! مسجد میں جا، اللہ سے روزی مانگ

فہم[3] کردنِ رسول علیہ السّلام ضمیرِ آں اسیراں را
آنحضور علیہ السّلام کا اُن قیدیوں کے دل کی بات سمجھ جانا

پس رسولؐ آں گفتِ شاں را فہم کرد
پس رسولؐ اُن کی وہ گفتگو سمجھ گئے

گفت آں خندہ نبودم از نبرد
فرمایا وہ میرا ہنسنا، جنگ کے معاملہ میں نہ تھا

مُردہ اند ایشاں و پوسیدہ فنا
وہ مُردہ ہیں، اور فنا سے گلے ہوئے ہیں

مُردہ کُشتن نیست مردی پیشِ ما
مُردے کو مارنا ہمارے نزدیک بہادری نہیں ہے

خود کیند ایشاں کہ مہ گردد شگاف
وہ کیا ہیں، بلکہ چاند پھٹ جاتا ہے

چونکہ من پا بفشرم اندر مصاف
جب میں میدانِ جنگ میں قدم جمالوں

اَنگہے کازاد بُودید و مکیں
جس وقت کہ تم آزاد اور مقیم تھے

من شما را بستہ می دیدم چنیں
میں تمہیں ایسا ہی بندھا ہوا دیکھ رہا تھا

---

[1] آگاہ۔ آنحضورؐ نے اُن کی یہ خفیہ باتیں سُن لیں اس لئے کہ آپ کے کان اِس جہان کے کان نہ تھے بلکہ وہ خدائی کان تھے جن کے لئے آہستہ بات اور بلند آواز کی بات یکساں ہے۔ بوئے۔ جن لوگوں کو قربِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے وہ صفاتِ حق سے متصف ہو جاتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو اُس محافظ کو نہ پہنچی جو قمیص لئے جا رہا تھا باوجود دور ہونے کے حضرت یعقوبؑ کو پہنچ گئی۔ آں شیاطین۔ لوحِ محفوظ کے اَسرار شیاطین آسمانوں پر پہنچکر بھی نہیں سُن پاتے ہیں آنحضورؐ اپنی جگہ رہتے ہوئے سُن لیتے تھے۔

[2] آں خورد۔ یعنی حلاوت درازی سے نہیں ملتا ہے تعلق سے ملتا ہے یہی حال اَسرارِ خداوندی کا ہے۔ نجمِ ثاقب۔ جب شیاطین آسمانی راز معلوم کرنے کیلئے آسمان پر چڑھتے ہیں تو ستارے اُن پر ٹوٹتے ہیں اور وہ اُن کو بھگا دیتے ہیں۔ زِ احمدؐ۔ اسرارِ خداوندی حضورؐ سے حاصل کرو۔ اے دویدہ۔ روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے دُکان نہیں ہے لہٰذا اُس سے روزی مانگو۔

[3] فہم کرد۔ یعنی آنحضورؐ کو بطور وحی کے اُنکی گفتگو کا علم ہو گیا۔ نبرد۔ یعنی میں جنگ کے معاملہ میں نہیں مُسکرا رہا تھا۔ مُردہ۔ یعنی یہ کفار درحقیقت مُردہ ہیں اور مُردے کو مارنا کونسی بہادری ہے۔

اے بنازیده بملک و خانداں
اے وہ جو سلطنت اور خاندان پر نازاں ہیں

نزدِ عاقل اُشترے بر نردباں
(یہ) عقلمند کے نزدیک سیڑھی پر اونٹ ہے

نقشِ تن را تا فتاد از بام طشت
جب سے جسم کا طشت بام سے گرا ہے

پیشِ چشمم کلِ آتِ آت گشت
ہر آنے والی بات میری آنکھ کے سامنے آگئی ہے

بنگرم در غورہ می بینم عیاں
میں انگور کا کچا خوشہ دیکھتا ہوں تو شراب دیکھ لیتا ہوں

بنگرم در نیست شی بینم عیاں
میں عدم میں نظر کرتا ہوں تو وجود دیکھ لیتا ہوں

بنگرم سرِ عالمے بینم نہاں
میں عالمِ غیب کو دیکھتا ہوں تو ایک پوشیدہ جہان دیکھ لیتا ہوں

آدم و حوا نرستہ از جہاں
جبکہ آدم اور حوا دنیا میں نہ پیدا ہوئے تھے

من شمارا وقتِ ذراتِ الست
میں نے تمہیں، الست کی چیونٹیوں کے وقت

دیدہ ام پابستہ و منکوس و پست
پابزنجیر، اور اوندھا، اور ذلیل دیکھا ہے

از حدوثِ آسمانِ بے عمد
بے ستون کے آسمان کے پیدا ہونے کے بارے میں

آنچہ دانستہ بدم افزوں نشد
جو کچھ میں جان چکا تھا اس سے نہ بڑھا

من شمارا سرنگوں می دیدہ ام
میں نے تمہیں، اوندھا دیکھا ہے

پیش ازاں کز آب و گل بالیدہ ام
اس سے پہلے کہ میں نے آب و گل سے پرورش پائی ہے

نو ندیدم تا کنم شادی بداں
میں نے نئی بات نہیں دیکھی کہ اس پر خوشی مناؤں

ایں ہمی دیدم دراں اقبالِ تاں
یہ تو میں تمہارے مقدر میں دیکھ رہا تھا

بستۂ قہرِ خفی وانگہ چہ قہر
مخفی قہر میں بندھے ہوئے پھر قہر بھی کیسا؟

قند می خوردید و در وے درج زہر
تم شکر کھا رہے تھے اور اس میں زہر داخل تھا

ایں چنیں قندے پر از زہر ار عدو
اگر دشمن، زہر سے بھری ہوئی ایسی شکر

خوش بنوشد چیست حسد آید برو
خوشی سے کھائے تو اس پر کیا حسد ہو سکتا ہے؟

بانشاط آں زہر می کردید نوش
تم خوشی سے وہ زہر پی رہے تھے

مرگِ تاں خفیہ گرفتہ ہر دو گوش
تمہاری موت نے مخفی طور پر دونوں کان بند کر دیئے تھے

من نمی کردم غزا از بہرِ آں
میں اس لئے جہاد نہیں کرتا ہوں

تا ظفر یابم فرو گیرم جہاں
کہ فتحمند ہوں دنیا پر قبضہ کروں

کایں جہاں جیفہ است و مردارِ رخیص
یہ دنیا مردار ہے، اور سستا مردار

بر چنیں مردار چوں باشم حریص
ایسے مردار پر میں کیسے لالچی بن سکتا ہوں!

لہ اے۔ خاندان اور سلطنت پر ناز کرنا ایسا ہی ناپائیداری جس طرح کہ اونٹ کا سیڑھی پر ٹکاؤ۔ نقشِ تن۔ جب کہ میں جسم کی مادیت سے آزاد ہو گیا ہوں ہر آنیوالے واقعہ کو اسطرح دیکھ لیتا ہوں جیسے کہ وہ میرے سامنے ہے۔ بنگرم۔ انگور سے بننے والی شراب کو اس کے کچے خوشہ میں دیکھ لیتا ہوں۔ کسی چیز کے معدوم ہونے کی حالت میں اسکے وجود کو دیکھ لیتا ہوں۔

۲ بنگرم۔ پہلے اشعار میں ہونے والی باتوں کے بارے میں علم کی وسعت کا بیان تھا اس شعر میں گذشتہ واقعات پر علم کی وسعت کا بیان ہے یعنی ازلی واقعات پر بھی میرا علم محیط ہے۔ من شمارا۔ ازل میں جبکہ حضرت آدم کی پشت سے انکی اولاد کو چیونٹیوں کی شکل میں نکالکر انسے عہدِ الست لیا گیا تھا میں نے اسوقت تمہیں اوندھا دیکھ لیا تھا۔ از حدوث۔ کائنات کے بارے میں جو علم مجھے ازل میں حاصل ہوا تھا کائنات کے وجود کے بعد اسمیں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ من شما۔ میں نے اپنے عالمِ ناسوت میں آنے سے قبل ہی تمہیں اوندھا دیکھا تھا۔ نو ندیدم۔ تمہاری شکست میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہو جس پر میں خوش ہوں۔

۳ بستہ۔ میں نے ازل ہی میں تمہیں قہرِ الٰہی میں مبتلا دیکھا تھا اور قہر بھی ایسا جسکو تم مہر سمجھتے ہو۔ ایں چنیں۔ اگر کسی کا دشمن وہ شکر کھائے جسمیں زہر ہو تو پھر حسد کا کوئی موقع نہیں ہے۔ مرگ۔ تمہاری روحانی موت نے تمہارے کان بہرے کر دیئے ہیں۔ من نمی کردم۔ میرا جہاد ملک گیری کیلئے

سگ[1] نیم تا پُر کنم چشم مردہ کُنم — عیسیئم آیم کہ تا زندش کُنم
میں کُتّا نہیں ہوں کہ مُردار کی دُم کے بال نوچوں — میں عیسیٰؑ ہوں (اِسلئے) آیا ہوں تاکہ اُسکو زندہ کروں

زاں ہمی کردم صفوفِ جنگ چاک — تا رہانم مر شمارا از ہلاک
میں نے جنگ کی صفوں کو اِس لئے چاک کیا ہے — تاکہ تمھیں ہلاکت سے رہائی دوں

زاں نمی بُرّم گلوہائے بشر — تا مرا باشد کرّ و فرّ و حشر
میں انسانوں کے گلے، اِس لئے نہیں کاٹتا ہوں — کہ میرے لئے شان و شوکت اور اجتماع ہو

زاں ہمی بُرّم گلوئے چند تا — زاں گلوہا عالمے یابد رہا
میں چند انسانوں کا گلا اِس لئے کاٹتا ہوں تاکہ — اِن گلوں سے دنیا نجات پا جائے

گر شما[2] پروانہ وار از جہلِ خویش — پیشِ آتش می کُنید ایں حملہ کیش
اگر تم نے اپنی نادانی سے پروانوں کی طرح — آگ پر اِس حملے کو مذہب بنا لیا ہے

من ہمی رانم شمارا ہمچو مست — از در افتادن در آتش با دو دست
میں مست کی طرح تمھیں ہٹاتا ہوں — دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے

آنکہ خود را فتحہا پنداشتید — تخمِ منحوسیِ خود می کاشتید
جس کو تم نے اپنی فتوحات سمجھا — تم نے اپنی نحوست کا بیج بویا ہے

یکدگر را جدِّ جد می خواندید — سوئے اژدرہا فرس می راندید
تم ایک دوسرے کو بڑے اصرار سے بُلاتے تھے — اژدھوں کی جانب گھوڑا دوڑاتے تھے

قہر[3] می کردید و اندر عینِ قہر — خود شما مقہورِ قہرِ شیرِ دہر
تم ظلم کرتے تھے، اور عینِ ظلم میں — تم خود زمانے کے شیر کے غلبے سے مغلوب ہوگئے

بیان آنکہ طاغی در عینِ قاہری مقہور ست و در عینِ منصوری ماسور

اِس کا بیان کہ سرکش عین غلبہ میں مغلوب ہے، اور عین فتحمندی میں قیدی ہے

دزد قہرِ خواجہ کرد و زر کشید — او دراں مشغول خود والی رسید
چور نے خواجہ کو مغلوب کیا اور سونا اکٹھا کیا — وہ اُس میں مشغول تھا کہ خود حاکم آگیا

گر ز خواجہ آں زماں بگریختے — کے بر او والی حشر انگیختے
اگر وہ اُس وقت، خواجہ کے پاس سے بھاگ جاتا — تو حاکم، اُس پر کب قیامت برپا کرتا؟

ظلم خود اپنے اوپر ظلم تھا اور تم خود اُس سے مغلوب ہو۔ بیان۔ اِس مثال سے یہ سمجھایا ہے کہ چور خواجہ کو مغلوب کر رہا تھا اور اُس میں خود اُس کی مغلوبیت تھی۔ ماسور۔ قیدی۔ والی۔ یعنی حاکم اُس سے ملنے آگیا۔ بگریختے۔ اگر وہ چور خواجہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتا تو حاکم کی سزا سے بچ جاتا اور مغلوب نہ ہوتا۔

[1] سگ نیم۔ کُتّا مُردار کھاتا ہے۔ پُر کنم۔ دُم کے بال۔ عیسیٰ ہوں۔ میرا کام لوگوں کو حیاتِ ابدی عطا کرنا ہے۔ زاں میرا جنگ کرنا بھی عالم سے فساد کو رفع کرنے کیلئے ہے۔ تامرا۔ میں اپنی شان و شوکت کے لئے جہاد نہیں کرتا ہوں۔ گلوئے چند مفسدین کو ختم کرکے عالم میں امن پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

[2] گر شما۔ حدیث شریف ہے۔ مَثَلِی کَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِی تَقَعُ فِی النَّارِ یَقَعْنَ فِیْهَا وَجَعَلَ یَحْجُزُهُنَّ وَیَغْلِبْنَهٗ فَیَتَقَحَّمْنَ فِیْهَا فَاَنَا آخِذٌ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقْتَحِمُوْنَ فِیْهَا یعنی میری مثال اُس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی پس جب آگ نے اپنا ماحول روشن کر دیا تو پروانوں اور اُن جانوروں نے جو آگ میں گرتے ہیں اُسمیں گرنا شروع کر دیا اور آگ روشن کرنیوالے نے اُن کو روکنا شروع کر دیا اور وہ اُس پر غالب آتے ہیں پھر آگ میں جا گرتے ہیں پس میں تمہاری کمر پکڑتا ہوں کہ تم کو آگ سے بچاؤں اور تم اُس میں گھسے پڑتے ہو۔ آنکہ۔ جس کو تم اپنی فتح سمجھتے ہو یہی تمہاری نحوست ہے تم ایک دوسرے کو اژدھے کے مُنھ میں جانے کی دعوت دیتے ہو۔

[3] قہر می کردید۔ یعنی تمہارا

مقدمہ

قونیہ کا سفر

۱۴ر دسمبر ۷۶ء سے مولانائے رومؒ پر ایک ۳ روزہ سیمنار ترکی حکومت قونیہ میں منعقد کر رہی تھی اُس کا دعوت نامہ حکومت ہند کی معرفت مجھے موصول ہوا۔ میں نے اس دعوت نامہ کو منظور کیا اور حکومتِ ہند نے آمد و رفت کے مصارف کی ذمہ داری قبول کی۔

میں نے یہ بھی طے کیا کہ میرا یہ سفر صرف قونیہ تک کا نہ ہو بلکہ اس سفر میں دیگر مقدس مقامات کی زیارت بھی کروں اور اس کے مصارف میں خود برداشت کروں۔ چنانچہ دہلی، بمبئی، تہران، استنبول، قونیہ، مصر، سعودیہ عربیہ اور عراق کا ہوائی جہاز کا ٹکٹ بن کر میرے پاس آگیا۔

میں ۹ر کی صبح کو دہلی سے بمبئی کے لئے روانہ ہوا اور ۱۰ر کا پورا دن بمبئی میں گذار کر ۹ بجے شب کے جہاز سے تہران کے لئے روانہ ہوا۔ یہ جہاز کراچی ہوائی اڈے پر ٹھہرتا ہوا تقریباً ۱۲ بجے شب تہران ہوائی اڈے پر جا اُترا۔ ۱۱ر کا سارا دن تہران اور اس کے اطراف شوس، رے، شاہ عبدالعظیم اور مشہور مقامات کے دیکھنے میں گذرا۔ شب ایک انٹرکونٹیننٹل ہوٹل میں گذار کر ۱۲ر کی صبح کو ۴ بجے کے جہاز سے استنبول کے لئے روانہ ہوگیا۔ ۱۲ر کو استنبول کے مقدس مقامات کی

کی زیارت کی۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہوا اور دیگر جامعات اور آثارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ۱۳ ر کی صبح کو بھی بعض مقامات دیکھے اور بعد ظہر استنبول سے قونیہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ پرواز کے بعد جہاز قونیہ کے ہوائی اڈے پر جا اُترا۔ قونیہ پہنچ کر میں سیمنار کے دفتر استقبالیہ میں پہنچ گیا۔ میزبانوں نے میرا قیام درگاہ ہوٹل میں کرادیا۔ یہ ہوٹل بہت ہی آرام دہ تھا اُس کے سامنے وسیع سڑکیں اور چمن زار تھے اور اُن کے دوسری جانب حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ اقدس تھا اور مزارِ اقدس کے قریب ہی نہایت شاندار شاہ سلیم کی مسجد تھی۔

میں ۱۳ ر کو قونیہ پہنچ گیا جبکہ سیمنار ۱۵ ر کی صبح سے شروع ہو رہا تھا۔ میں نے ۱۴ ر کو آرام لیا اور ۱۵ ر سے سیمنار میں شرکت شروع کردی۔ یہ سیمنار تین روز مسلسل چلا اُس میں زیادہ تر مستشرقین شریک تھے اور اُس کی تمام کارروائی ترکی زبان میں ہو رہی تھی۔ مقالات زیادہ تر ترکی اور انگریزی میں تھے۔

میں نے ۱۶ ر کو اپنا مقالہ پڑھا یہ فارسی میں تھا اور اُس کا موضوع روح اور بقائے عالم تھا اور اُس کے آخر میں میں نے علامہ اقبال کے وہ اشعار ذکر کئے تھے جن میں علامہ نے مولانا روم اور اُن کے بعض خیالات کا ذکر کیا ہے۔ قونیہ کے قیام میں سیمنار کی شرکت کے علاوہ میرا معمول مولانا روم کے مزار پر حاضری اور قونیہ کے مشہور مقامات کی سیر رہی۔ مولانا صدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضری دی۔ شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضر ہوا۔ مشہور مفسر علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی فاتحہ پڑھی اور شب کے اوقات میں مثنوی کے ترجمہ اور تحشیہ میں مصروف رہتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ دفتر پنجم کا بیشتر حصہ میں نے اسی ہوٹل میں مکمل کرلیا۔ حضرت مولانا کے مزار پر حاضری کے وقت میں نے اُن تمام اشخاص کی قبروں پر بھی فاتحہ پڑھی جن کا ذکر مولانا اپنی

مثنوی میں کرتے ہیں۔ سلطان ولد، مولانا حسام الدین چلپیؒ
زرکوب رحمہم اللہ ان سب بزرگوں کی قبریں مولانا کے مزار
مبارک کے قریب ہی ایک گنبد کے نیچے ہیں۔

میں نے مولاناؒ کے میوزیم میں مثنوی کا ایک قدیم نسخہ بھی دیکھا جو سلطان ولد کی طرف منسوب ہے۔ مثنوی کے مشہور نسخوں اور اس نسخہ میں اختلاف ہے۔ مثنوی کا پہلا شعر عام نسخوں میں اس طرح ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند　　　وز جدائیہا شکایت می کند

اس نسخہ میں یہ شعر اس طور پر ہے۔

بشنو ایں نے چوں شکایت میکند　　　از جدائیہا حکایت می کند

اسی طرح مثنوی کے مروج نسخوں اور اس نسخہ میں ابتدائی ۱۶ شعروں میں جو اختلافات ہیں میں نے اُن کو نوٹ کیا۔ اس موضوع پر انشاءاللہ عنقریب رسالہ جامعہ میں ایک مفصل مضمون شائع ہو جائے گا۔

یہ موقع نہیں ہے کہ میں قونیہ کے دوران قیام کے واقعات تفصیل سے لکھوں۔ خصوصاً مولویہ فرقہ کے رقص کی روداد تفصیل طلب ہے۔ قونیہ کے آٹھ روزہ قیام کے بعد میں استنبول کے لئے روانہ ہوگیا اور وہاں سے ۲۳ر دسمبر کو سہ پہر کے وقت میں مصر پہنچ گیا۔

قاہرہ میں تقریباً ایک ہفتہ مقیم رہا۔ قدیم اور جدید قاہرہ کو دیکھا۔ جامع الازہر دیکھی اور اس کے شیخ علامہ عبدالحلیم محمود سے ملا دیگر اساتذہ سے ملاقاتیں کیں۔ حسینؓ دیکھا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ امام شافعیؒ، امام لیث بن سعدؒ، رابعہ بصریہ، حضرت زینبؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت نفیسہؒ کے مزاروں اور مساجد میں حاضری دی۔ جامع محمد علی اور قلعہ دیکھا۔ اہرام اور ابوالہول دیکھا۔ قاہرہ کا مشہور میوزیم دیکھا اور ۳۰ر دسمبر کو مصر سے

روانہ ہوکر جدہ جا اُترا۔ جناب محمد انعام الرحمان صاحب تمیوائی

فرسٹ سکریٹری انڈین امبیسی میرے منتظر تھے۔ شب میں

اُن کے یہاں قیام کرکے ۳۱ر دسمبر روز جمعہ صبح سویرے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ عمرہ سے فارغ ہوا اور جمعہ کی نماز مسجدِ حرام ہی میں ادا کی۔ سارے دن طواف اور بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ شام کو جناب انعام الرحمان مجھے جدہ واپس لے آئے۔ شب میں قیام کرنے کے بعد میں نے یکم جنوری ۱۹۷۷ء کو مدینہ طیبہ کیلئے روانگی شروع کردی ظہر کے بعد روانہ ہوا۔ عصر اور مغرب کی نمازیں راستہ میں ادا کیں اور عشار کی نماز کے وقت میں مقامِ بدر میں پہنچ گیا۔ مسجدِ عریش میں عشار کی نماز باجماعت ادا کی اور شہدارِ بدر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ تھوڑے وقفہ کے بعد مدینہ طیبہ کا گنبدِ خضرار جو آقائے نامدار تاجدارِ مدینہ کی آخری آرامگاہ ہے، نظر آنے لگا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر محبِ مکرم مولانا انعام کریم صاحب مہاجر مدنی کی قیامگاہ پر پہنچا۔ موصوف میری آمد کے منتظر تھے۔ کافی رات گذر چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے لئے آرام کیا اور شب کے آخری حصہ میں روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ فجر کی نماز سے فارغ ہوکر قیام گاہ پر آگیا۔

مدینہ طیبہ کے دس روزہ قیام میں اکثر وقت مسجد اور روضۂ اطہر پر گذرتا۔ احباب اور بزرگوں سے بھی ملاقاتیں کرتا رہا۔ عصر کے بعد مخدومی حضرت مولانا زکریا صاحب قبلہ کی مجلس میں حاضر ہوجاتا تھا۔ بالآخر زندگی کے یہ دس روز انہی سعادتوں میں گذار کر جدہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ میں نے طے کیا تھا کہ میں جدہ میں قیام نہ کروں گا بلکہ سیدھا مکہ معظمہ پہونچونگا۔

۱۰ر جنوری ۷۷ء کی شام کو مدینہ ایرپورٹ سے روانہ ہوکر جدہ پہنچا اور جدہ سے سیدھا مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ بیت اللہ شریف

میں حاضری دی۔ عمرہ سے فراغت ہوئی اور پھر شب کا

اکثر حصّہ طواف اور نوافل میں گذار کر ۱۱ ر کی شام کو جدّہ واپس آگیا۔ ۱۲ ر کی شام کو جدّہ سے عراق کے لئے روانہ ہوگیا۔

عراق کے ہوائی اڈّے پر جناب شفاعت احمد صاحب سیکنڈ سکریٹری انڈین ایمبیسی اور ایمبیسی کے ایک دوسرے کارکن ہوائی اڈّے پر پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے میرا قیام بغداد میں کسی ہوٹل کی بجائے فیض حسینی میں کرانا مناسب سمجھا۔ میں نے بھی اس کو پسند کرلیا۔ دجلہ کے کنارے اچھی جگہ تھی۔ اب میں بغداد شریف کے مشہور مقامات کی زیارتوں میں مصروف ہوگیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسفؒ کے مزارات پر حاضر ہوا۔ شیخ جنید بغدادیؒ، شیخ معروف کرخیؒ، شیخ سہروردیؒ، امام غزالی رحمہم اللہ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر کوفہ پہنچ کر مسجد کوفہ میں نماز پڑھی۔ حضرت عقیل ابن ابی طالب کے مزار پر حاضری دی۔ مختار ثقفی کی قبر بھی دیکھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقامِ شہادت بھی دیکھا۔

وہاں سے رخصت ہوکر مدائن کسریٰ پہنچا اور کسریٰ کے قلعہ کی اس محراب کو بھی دیکھا جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت شگاف پڑ گیا تھا۔

مدائن کسریٰ سے میں نجفِ اشرف پہنچا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی۔ چند گھنٹے وہاں گذار کر کربلاءِ معلیٰ پہنچا۔

حضرت امام حسینؓ شہیدِ کربلا کے مزار پر حاضر ہوا۔ حضرت عباس علمدارؓ، حضرت علی اصغرؓ، حضرت علی اکبرؓ اور حضرت قاسمؓ اور کربلا کے دوسرے ۷۲ شہداء پر فاتحہ کی سعادت حاصل کی۔

۱۸ ر کی شام کو بغداد سے روانہ ہوکر کراچی پہنچا اور ۵ روز عزیز مکرم جناب حکیم محمد سعید صاحب کے پاس

گزار کر دہلی واپس آ گیا۔
اس سفر کے تفصیلی واقعات انشاء اللہ سفر نامہ
کی صورت میں پیش کروں گا۔

دفترِ سوم کے بارے میں

خدا کے فضل و کرم سے دفترِ سوم میرے سفر سے پہلے ہی اس مرحلہ پر آ چکا تھا کہ اگر سفر نہ ہوتا تو میں اُس کا دسمبر ہی میں اجراء کرا دیتا لیکن یہی طے کیا کہ سفر سے واپسی پر ۲۸ مارچ کو ہی حسبِ سابق یومِ رومی کے موقع پر اِس کا اجراء کرایا جائے۔ میرے سفر کے دوران ہی ہندوستان میں پارلیمنٹ کے انتخابات کا اعلان ہو گیا۔ واپسی پر انتخابات کی ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی اور اُن انتخابات کے نتیجہ میں ہندوستان میں ایک عظیم انقلاب رونما ہو گیا۔ کانگریس جس کی کوششوں سے ہندوستان آزاد ہوا تھا اور وہی تیس ۳۰ سال سے ہندوستان پر حکومت کر رہی تھی اُس کی ناعاقبت اندیشیوں کی وجہ سے اُس کو مکمل شکست ہو گئی۔ اور نظامِ حکومت یکسر بدل گیا۔ ایسے حالات میں یہ ممکن نہ ہو سکا کہ ۲۸ مارچ ۷۷ء کو یومِ رومی منایا جا سکے اور دفترِ سوم کا اجراء عمل میں آ سکے۔ مجبوراً اُس کی فروختگی شروع کر دی گئی۔

اب جبکہ میں دفترِ چہارم کے مقدمہ کی یہ چند سطور لکھ رہا ہوں دفترِ چہارم کتابت کے مرحلہ سے گذر کر طباعت کے مراحل طے کر رہا ہے خدا سے توقع ہے کہ چند ماہ بعد اجراء عمل میں آ جائے گا۔

میں بفضلہ تعالیٰ دفترِ پنجم کا اکثر حصہ لکھ چکا ہوں اور اب اُس کی کتابت شروع کرا رہا ہوں۔

دفترِ چہارم سے متعلق

طیّ الارض۔ زمین کا لپٹ جانا۔ اولیاء اللہ کے لئے بسا اوقات زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ مہینوں کا سفر سیکنڈوں میں طے کر لیتے ہیں اُن کا جسم اُن کے دل کی خاصیت قبول کر لیتا ہے جس طرح دل

ایک سیکنڈ میں لاکھوں میل پہنچ جاتا ہے۔ ایک مومن کا دل لاکھوں میل دور ہوتے ہوئے ایک سیکنڈ میں کعبۃ اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اِسی طرح اولیاء کا جسم بسا اوقات بطور کرامت بڑی سے بڑی مسافت کو ایک لمحہ میں طے کر لیتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحابۂ کرام بیان کرتے ہیں کہ آنحضورؐ کی رفتار کی یہ حالت ہوتی تھی گویا کہ آپ کے لئے زمین سِمٹتی چلی جا رہی ہے۔ مولانا نے ایک شعر میں فرمایا ہے ؎

دل بکعبہ می رَوَد در ہر زماں — جسم طبع دل بگیرد ز امتنان

دل ہر لمحہ کعبہ میں پہنچ جاتا ہے — اللہ کے کرم سے جسم دل کی خاصیت حاصل کر لیتا ہے

لطائفِ عشرہ دسؔ لطیفے، صوفیاء کے نزدیک انسان کی ترکیب دسؔ جزوں سے ہے جن کو وہ لطائفِ عشرہ کہتے ہیں۔ اِن دس لطیفوں میں سے پانچ کا تعلق عالمِ ملکوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ قلبؔ، روحؔ، سِرؔ، خفیؔ، اخفیٰؔ۔ اور پانچ کا تعلق عالمِ ناسوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ نفسؔ، آگؔ، پانیؔ، مٹیؔ، ہواؔ۔ مکمل مومن وہ ہے جس کے یہ دسوں اجزاء ذکرِ الٰہی میں مُنہمک رہیں۔

تجددِ امثال ہر چیز کا اُسی جیسا ہر آن نیا ہو جانا، حکماء صوفیہ ہر چیز کا منبع و مخرج اور مرجع ذاتِ واحد کو مانتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز ہر آن اسی ذاتِ واحد سے کسبِ فیض کر رہی ہے، ہر چیز کے تمام قویٰ اور وجود کا منبع ذاتِ واحد ہے۔ چونکہ کائنات کی ہر چیز فانی ہے اُس کے قویٰ اور وجود ہر آن فنا ہو رہا ہے اور جدید قوت اور وجود اُس ذاتِ واحد سے حاصل کر رہی ہے تو گویا کائنات کی ہر چیز ہر آن اپنے موجودہ وجود اور قوت کو فنا کر دیتی ہے اور اُسی جیسا ایک جدید وجود اور قوت حاصل کر لیتی ہے۔ محسوسات میں اس کی مثال اِس طور پر سمجھ لی جائے کہ بجلی کے ایک منبع سے وابستہ تمام قمقمے ہر آن ایک نیا کرنٹ منبع سے حاصل کرتے ہیں اور اُن میں ہر آن

پہلا کرنٹ ختم ہو کر نیا کرنٹ مرکز سے پہنچ جاتا ہے اور آیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ : ہم سب خدا ہی کے ہیں اور اُسی کی جانب لوٹنے والے ہیں ؔ سے اسی کی طرف اشارہ ہے ؎

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگرست

مولانائے رومؒ نے فرمایا ؎

حاصل اندر یک زماں از آسماں
می رود و می آید اندر کارواں

مسئلہ سماع

یعنی مزامیر اور آلات کے ساتھ گانا سُننا۔ یہ مسئلہ بزرگوں میں ہمیشہ سے زیرِ بحث رہا ہے۔ مولانا بحر العلوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے :-

نغمات کا سماع دل میں رقت اور نرمی پیدا کرتا ہے اور اُس جذبہ کو اُبھارتا ہے جو دل میں پیوست ہوتا ہے۔ اگر کسی کو تعلق مع اللہ ہے اور اُس کے دل میں عشقِ خداوندی جاگزیں ہے تو سماع سے اُس کا جذبہ مزید قوت حاصل کر لیتا ہے اور آتشِ عشق تیز ہو جاتی ہے لیکن اگر دل میں شہوانی جذبات ہیں تو سماع فسق و فجور کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لئے چشتیہ سلسلہ کے بزرگ اہل کے لئے سماع کو جائز اور نا اہل کے لئے حرام قرار دیتے ہیں۔ شیخ اکبر قدس سرہٗ نے فتوحاتِ مکیہ میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی شخص نے سماع کے بارے میں شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تو انھوں نے فرمایا۔ مبتدی سالک کے لئے حرام ہے اور منتہی کو اُس کی ضرورت نہیں ہے۔ اُس شخص نے پھر دریافت کیا کہ پھر کس کے لئے سماع جائز ہے تو فرمایا متوسط صاحبِ دل کے لئے جائز ہے۔ شیخ اکبرؒ نے ایک دوسرے مقام پر ذکر فرمایا ہے کہ سماع اگرچہ جائز ہے لیکن بزرگوں کے

نزدیک اُس سے بچا رہنا بہتر ہے اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سماع کے قائل نہ تھے اور اُس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ بہر حال موجودہ زمانے میں عرسوں کے موقع پر عوام کے مجمع میں مزامیر کے ساتھ قوالی سُننا کسی اعتبار سے بھی دُرست نہیں ہے۔

مسجدِ اقصیٰ

یہ مسجد بیت المقدس میں واقع ہے۔ آنحضورؐ کی معراج یہاں سے ہی شروع ہوئی تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضورؐ نے ۱۶، ۱۷ مہینے اِسی کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھیں۔ اِس اعتبار سے اُس کو مسلمانوں کا قبلۂ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کا ہمیشہ یہی قبلہ رہا۔ حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ نے اسی جگہ ہیکل کی تعمیر کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المقدس کا علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا۔

مسجدِ حرام

مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے چاروں طرف کا ایک خاص علاقہ مسجدِ حرام کہلاتا ہے۔ آنحضورؐ کے زمانے میں اِس کی کوئی خاص چہار دیواری نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دَور میں اُس کے اندر کی آبادی کو منتقل کر کے اُس کی چہار دیواری بنوائی۔ پھر مختلف دَوروں میں اِس مسجد کی توسیع ہوتی رہی ہے۔

حلیمہ سعدیہ

یہ بنو سعد قبیلہ کی خاتون ہیں۔ آنحضورؐ کے بچپن میں انھوں نے آنحضورؐ کو دودھ پلایا ہے۔ لہٰذا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ آنحضورؐ آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ یہ تشریف لائیں تو آنحضورؐ نے اپنی چادر اُن کے لئے بطور فرش کے بچھا دی۔

بایزید بسطامیؒ

بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں اُن کا اصل نام طیفور تھا۔ اِسی لئے اُن کا تصوف کا سلسلہ طیفوریہ کہلاتا ہے۔ طریقت اور

تصوف کے دیگر سلسلے بھی اُن تک پہنچتے ہیں۔ ریاضتوں اور مجاہدوں اور کرامات میں یکتا اور فرد تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ میں آپ کا وہی مقام ہے جو فرشتوں میں، حضرت جبرئیلؑ کا۔ شہر بسطام میں ۱۴ شعبان ۲۳۲ھ کو وفات پائی۔

ابوالحسن خرقانیؒ

اُن کی اگرچہ بایزید بسطامیؒ سے ملاقات نہیں ہوئی اُن کے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں لیکن بطور اویسیت اُن کو فیض اُنہیں سے حاصل ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاءؑ کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ آپ کا زمانہ سلطان محمود غزنوی کا زمانہ ہے۔ سلطان آپ کا بہت معتقد تھا۔ اُن کی وفات ۱۰ محرم الحرام ۴۲۴ھ کو خرقان میں ہوئی۔

شقِ صدر

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کو چاک کیا جانا۔ یہ واقعہ آنحضورؐ کی زندگی میں کئی بار پیش آیا ہے۔ مولانا نے اُس واقعہ کا ذکر کیا ہے جو حضرت حلیمہ کے یہاں پیش آیا تھا۔ حضرت حلیمہ دودھ چھڑانے کے بعد بھی آنحضورؐ کی برکات کی وجہ سے آپ کو اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں۔ اسی زمانہ میں ایک روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کو زمین پر لِٹا کر آپ کا مبارک سینہ چاک کیا، قلب کو نکالا اور اُس کو چیر کر اُس میں سے منجمد خون کا ایک ٹکڑا نکالا اور پھر قلب مبارک کو ایک سنہرے طشت میں رکھ کر دھویا اور اُس کو سینۂ مبارک میں رکھ کر پھر سینہ کو سی دیا۔ ساتھ کھیلنے والے بچوں نے جب یہ سارا قصہ دیکھا تو وہ دوڑ کر حضرت حلیمہؓ کے پاس آئے اور سارا قصہ سنایا۔ حضرت حلیمہ دوڑتی ہوئی آنحضورؐ کے پاس پہنچیں اور آنحضورؐ کو گود میں اُٹھا لیا۔ پھر حضرت حلیمہ آپ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے لگیں اور ڈر کر بہت جلد آپ کو لے جا کر آپ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کر دیں۔

اِس واقعہ کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار سال کی تھی۔

دوسری بار شق صدر کا واقعہ جب پیش آیا تو آنحضورؐ کی عمر مبارک دس سال کی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اِس کے راوی ہیں اور محدثین نے اِس روایت کی تصیح کی ہے۔

تیسری بار یہ واقعہ آنحضورؐ کی بعثت کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اِس کی راویہ ہیں۔

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی بعثت ہو چکی تھی۔ اِس واقعہ کے سلسلہ میں احادیث کی کتابوں میں مشہور اور متواتر روایات موجود ہیں۔

حطیم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ایک بار مکہ معظمہ میں بہت زیادہ بارش ہوئی۔ چاروں طرف کے پہاڑوں کے پانی کے بہاؤ نے بیت اللہ کی تعمیر کو برباد کر دیا تب قریش میں مشورہ ہوا کہ بیت اللہ کی از سرِ نو تعمیر کی جائے۔ لیکن یہ بھی طے ہوا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں صرف پاک کمائی صَرف کی جائیگی اس بنا پر چندہ ناکافی ہوا تو طے ہوا کہ بیت اللہ کی اصل ابراہیمی بنیادوں کو چھوڑ کر تعمیر کو چھوٹا کر لیا جائے۔ چنانچہ بیت اللہ کی تینوں دیواریں تو اصل بنیادوں اُٹھائی گئیں اور ایک دیوار اصل بنیاد سے ہٹا کر اندر کی جانب تعمیر کی گئی۔ بنارِ ابراہیمی کا یہ حصہ جو تعمیر سے باقی رہ گیا اُس کو حطیم کہا جاتا ہے۔ آنحضورؐ کی تمنا تھی کہ اپنے زمانہ میں بیت اللہ کو از سرِ نو حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر تعمیر کرائیں لیکن دینی مصلحتوں کی بنا پر آپ نے اپنے اِس ارادہ کی تکمیل نہ فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں آنحضورؐ کی یہ تمنا پوری کی اور حطیم کے حصہ کو بھی بیت اللہ کے اندر شامل کر لیا۔ لیکن جب وہ عبدالملک ابن مروان کے ہاتھوں شکست کھا کر شہید ہو گئے تو حجاج ابن یوسف ثقفی نے اُن کی تعمیر کردہ عمارت کو گروا دیا اور پھر بیت اللہ کو اُسی حالت

میں کر دیا جس حالت میں آنحضورؐ کے زمانہ میں تھا۔ چنانچہ آج بھی حطیم کا حصہ بیت اللہ کی عمارت سے باہر ہے۔

ہابیل وقابیل

یہ دونوں حضرت آدمؑ کے لڑکے ہیں۔ قابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام اقلیما تھا۔ ہابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام لبودا تھا۔ اُس زمانہ کی شریعت کے اعتبار سے قابیل کی شادی لبودا کے ساتھ ہونی چاہیئے تھی جو اتفاقاً بدصورت تھی۔ اور ہابیل کی شادی اقلیما سے ہونی چاہیئے تھی جو حسین تھی۔ اِس رشک و جلن میں قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تاکہ اُس کی منسوبہ سے اُس کی شادی ہو جائے۔ قرآنِ پاک نے اِس واقعہ کو مجملاً ذکر کیا ہے۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ہابیل نے کہا میں تیرے قتل کے ارادہ سے ہاتھ بھی نہ اُٹھاؤں گا۔ چنانچہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اب دنیا میں جو بھی ناجائز قتل ہوتا ہے اُس کا گناہ قاتل کے علاوہ قابیل کو بھی ہوتا ہے چونکہ قتل کی یہ رسم اِس دنیا میں سب سے پہلے اُس نے جاری کی ہے۔

سجّاد حسینؔ

۱۰ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ —— م —— ۲۹ اپریل ۱۹۷۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے ضیاء الحق حسام الدیں توئی
اے ضیاء الحق حسام الدین! تو ہی ہے
کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی
کہ تیرے نور سے مثنوی چاند سے بڑھ گئی ہے

ہمتِ عالیِ تو اے مُرتجیٰ
اے امید گاہ! تیری بلند ہمت
می کشد ایں را خدا داند کجا
خدا جانے اِس کو کہاں لے جائے گی!

گردنِ ایں مثنوی را بستۂ
تونے اِس مثنوی کی گردن باندھ رکھی ہے
می کشی آں سُو کہ تو دانستۂ
اس کو، اُس جانب کھینچ رہا ہے جس کو تو جانتا ہے

مثنوی پویاں کشندہ ناپدید
مثنوی دوڑ رہی ہے، کھینچنے والا پوشیدہ ہے
ناپدید از جاہلے کش نیست دید
پوشیدہ اُس ناواقف کے لئے ہے جسکی نظر نہیں ہے

مثنوی را چوں تو مبدا بودۂ
جبکہ مثنوی کی ابتدا تو ہے
گر فزوں گردد تواش افزودۂ
اگر وہ بڑھتی ہے تو تونے اُس کو بڑھایا ہے

چوں چنیں خواہی خدا خواہد چنیں
تو جیسا چاہتا ہے خدا ویسا چاہتا ہے
می دہد حق آرزوئے مُتقیں
اللہ (تعالیٰ)، پرہیزگاروں کی تمنا پوری کرتا ہے

کَانَ لِلّٰہ بودۂ در ما مضیٰ
تو پہلے "کَانَ لِلّٰہ" بنا
تا کہ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ آمد جزا
یہاں تک کہ "کان اللہ لہٗ" بدلہ آیا

لہ اے آنکہ ضیاء الحق حسام الدین چلپی، مولانا کے دوسرے خلیفہ ہیں جو مثنوی کی تحریر کا سبب بنے ہیں۔ گذشت: چاند کا نور انجام پر پہنچتا ہے مثنوی کا نور اُمڈ کر پڑ رہا ہے جس طرح مرید کی توجہ شیخ کے معارف کی کشش کا باعث ہوتی ہے تو مرید کی کشش جس سے امید وابستہ ہو۔ گردن: مثنوی کے معارف کا رخ تو جدھر چاہتا ہے اُدھر کو موڑ دیتا ہے۔

لہ کشش حق: بظاہر مولانا حسام الدین مثنوی کی کشش کا سبب ہیں لیکن حقیقتاً اُس کی کشش منجانب اللہ ہے۔ کشندہ یعنی حضرتِ حق۔ ناپدید: جو اصحاب بصیرت ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ مثنوی کے بیانات منجانب اللہ ہیں۔ مبتدا: ظاہری سبب چونکہ مولانا حسام الدین ہیں لہٰذا مثنوی کی طوالت انہی کی جانب سے سمجھی جائیگی۔

لہ چوں چنیں: جبکہ فنا کے بعد بقا باللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو بندہ کی مرضیات بعینہٖ خدا کی مرضیات بن جاتی ہیں۔ کان للہ یعنی مقام فنا۔ کان اللہ: بقا باللہ کے بعد انسانی فعل خدائی فعل متصور ہوتا ہے۔

مثنوی از تو ہزاراں شکر داشت　　در دعا و شکر کفہا بر فراشت

مثنوی، تیرے ہزاروں شکریے ادا کرتی تھی　　دعا اور شکریے میں ہاتھ اٹھاتی تھی

در لب و کفش خدا شکرِ تو دید　　فضل کرد و لطف فرمود و مزید

خدا نے اس کے ہاتھ اور منہ میں تیرا شکریہ دیکھا　　اس نے فضل فرمایا مہربانی کی اور اضافہ کر دیا

زانکہ شاکر را زیادت وعدہ است　　آنچناں کہ قرب مزدِ سجدہ است

کیونکہ شکر کرنے والے کیلئے زیادتی کے وعدے ہیں　　جیسا کہ سجدوں کی اجرت (اللہ سے) نزدیکی ہے

گفت وَاسجُد وَاقتَرِب یزدانِ ما　　قربِ جاں شد سجدۂ ابدانِ ما

ہمارے خدا نے فرمایا ہے "اور سجدہ کر اور قریب ہو جا"　　ہمارے جسموں کا سجدہ روح کے قرب کا سبب بنا

گر زیادت می شود زیں رو بود　　نز برائے بوش و ہای و ہو بود

اگر (مثنوی میں) اضافہ ہو رہا ہے تو اس وجہ سے ہے　　نہ کہ شان و شوکت کی اور واہ واہ کی وجہ سے

با تو ما چوں رز بتابستاں خوشیم　　حکم داری ہیں بکش ما می کشیم

ہم تجھ سے اس طرح خوش ہیں جیسا کہ انگور کی بیل موسم گرما میں　　تو نے حکم دیا کہ ہاں کھینچ ہم کھینچتے ہیں

خوش بکش ایں کارواں را تا بحج　　اے امیرِ صبر و مفتاح الفرج

اس قافلہ کو حج تک عمدگی سے لے جا　　اے صبر کے امیر اور کشادگی کی کنجی!

حج زیارت کردنِ خانہ بود　　حجِ ربُّ البیت مردانہ بود

حج خانہ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے　　بیت (اللہ) کے مالک کا حج مردوں کا ہوتا ہے

زاں ضیا گفتم حسام الدیں ترا　　کہ تو خورشیدی و ایں دو وصفہا

اے دین کی تلوار میں نے تجھے روشنی اسلئے کہا ہے　　کہ تو سورج ہے اور یہ دونوں اس کی صفتیں ہیں

کایں حسام و ایں ضیا یکست ہیں　　تیغِ خورشید از ضیا باشد یقیں

کیونکہ یہ تلوار اور یہ روشنی یقیناً ایک ہے　　سورج کی تلوار یقیناً روشنی کی ہوتی ہے

نور از آنِ ماہ باشد وایں ضیا　　آنِ خورشید ایں فرو خواں از نبا

نور چاند کی ملکیت ہے اور یہ ضیا　　سورج کی ملکیت ہے اس کو قرآن میں پڑھ لے

۲۵ مثنوی۔ مثنوی چونکہ حسام الدین سے فیض حاصل کر رہی ہے تو گویا اس کے اوراق اس کے ہاتھ ہیں جو شکر گزاری میں اٹھے ہوئے ہیں۔ مزید۔ شکر پر مزید احسان کا وعدہ ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ لَئِن شَکَرتُم لَاَزِیدَنَّکُم اور اگر تم شکر کرو گے ہم زیادہ دیں گے۔ وَاسجُد وَاقتَرِب۔ لہ سجدہ کر اور قربت حاصل کر یعنی سجدہ قرب خداوندی کا سبب ہے۔ قربِ جاں۔ جسمانی سجدہ روحانی تقرب کا سبب ہے۔

۲۶ گر زیادت۔ مثنوی کی طوالت کا سبب مولانا حسام الدین کا جذب ہے نہ کہ عوام میں اس کی پسندیدگی۔ بوش۔ با کے زبر کے ساتھ شان و شوکت۔ با تو۔ تابستان یعنی موسم بہار میں انگور کی بیلیں خوب پھیلتی ہیں اسی طرح مثنوی کے نشو و نما کا سبب مولانا حسام الدین ہیں۔ خوش بکش۔ جس طرح کاروان حج کے لئے چلتا ہے اس کے لئے ایک امیر حج ہوتا ہے جو اس کی رہنمائی کرتا ہے اسی طرح [illegible] کا کاروان بیت اللہ کعبہ کی زیارت کے لئے رواں ہے اور مولانا حسام الدینؒ اس کے سالار ہیں۔ ۲۷ حج۔ جو قافلہ حج کو جاتا ہے اس کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے لیکن اس قافلہ کا مقصود رب کعبہ کی زیارت ہے۔

۲۷ زاں ضیا۔ ضیا، روشنی کو کہتے ہیں، اور حسام، قاطع تلوار کو کہتے ہیں تمہاری ذات سورج ہے اور یہ دونوں اس کی صفتیں ہیں۔ سورج کی تلوار، روشنی کی ہوتی ہے جس سے وہ اندھیرے کو کاٹتا ہے۔ لہٰذا تم جس طرح حسام ہو اسی طرح ضیا ہو۔ نور۔ قرآن پاک میں ہے هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمسَ ضِیَاءً وَّالقَمَرَ نُورًا۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کی روشنی کو نور اور سورج کی روشنی کو ضیا سے تعبیر فرمایا ہے۔ نبا۔ نبأ، قرآن پاک۔

شمس[1] را قرآں ضیا خواند اے پدر — واں قمر را نور خواند ایں را نگر

اے بابا! سورج کو قرآن نے ضیا فرمایا ہے — اور اُس چاند کو نور فرمایا ہے، اِس پر غور کر

شمس چوں عالی تر آمد خود زماہ — پس ضیا از نور افزوں داں بجاہ

چونکہ سورج خود چاند سے اونچا ہے — پس مرتبہ میں ضیا کو نور سے بڑھا ہوا سمجھ

بس کس اندر نورِ مہ منہج ندید — چوں بر آمد آفتاب آں شد پدید

بہت سے لوگ ہیں جو چاند کے نور میں راستہ نہیں دیکھتے ہیں — جب سورج نکل آتا ہے وہ (راستہ) نظر آجاتا ہے

آفتاب اعراض را کامل نمود — لاجرم بازارہا در روز بود

سورج، سامان کو مکمل دکھاتا ہے — لامحالہ بازار، دن میں لگتے ہیں

تاکہ[2] قلب و نقد نیک آید پدید — تا بود از غبن و از حیلہ بعید

تاکہ کھوٹا اور کھرا خوب ظاہر ہو جائے — تاکہ ٹوٹے اور مکر سے بچاؤ ہو

تاکہ نورش کامل آید در زمیں — تاجراں را رحمۃ للعالمیں

یہاں تک کہ اُس کی مکمل روشنی زمین پر آتی ہے — تاجروں کے لئے رحمۃ للعالمین بن کر

لیک بر قلاب مبغوض ست سخت — زانکہ زو شد کاسد او را نقد و رخت

لیکن وہ دھوکے باز کو سخت ناپسند ہے — کیونکہ اُس کی وجہ سے اُس کا نقد اور سامان کھوٹا بنا ہے

پس[3] عدوِ جانِ صراف ست قلب — دشمنِ درویش کہ بود غیرِ کلب

تو کھوٹا، صراف کی جان کا دشمن ہوتا ہے — کتے کے سوا درویش کی جان کا دشمن کون ہوتا ہے؟

انبیا با دشمناں بر می تنند — پس ملائک ربِّ سلّم می زنند

انبیا دشمنوں کے ساتھ بھڑتے ہیں — تو فرشتے "خدا سلامت رکھے" کا نعرہ لگاتے ہیں

کایں چراغے را کہ ہست او نور دار — از پف و دمہائے دزداں دور دار

کہ اِس چراغ کو جو روشن ہے — چوروں کی پھونک اور سانس سے دور رکھ

دزد و قلاب ست خصمِ نور و بس — زیں دو اے فریاد رس فریاد رس

چور اور ملمع ساز روشنی کا دشمن ہے — اے فریاد کو پہنچنے والے اِن دونوں سے فریاد کو پہنچ

روشنی بر دفترِ چارم بریز — کافتاب از چرخِ چارم کرد خیز

چوتھے دفتر پر روشنی ڈال — کیونکہ سورج چوتھے آسمان سے طلوع کرتا ہے

روشنی۔ مولانا دعا فرماتے ہیں کہ اب جبکہ جوشِ بیان کا آفتاب چرخِ چہارم سے طلوع کر رہا ہے تو اے خدا اِس چہارم دفتر پر انوارِ معرفت کی روشنی ڈال دے۔

[1] شمس۔ جس طرح سورج افاضہ میں بڑھا ہوا ہے تو تم چونکہ ضیا ہو لہٰذا تم بھی افاضہ میں بڑھے ہوئے ہو۔ بس کس۔ چاند کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو راستہ نظر نہیں آتا سورج کی روشنی میں نظر آجاتا ہے۔ منہج۔ راستہ۔ آفتاب۔ سورج ہر مال کے کھوٹے اور کھرے پن کو واضح کر دیتا ہے اسی لئے بازار دن میں لگتے ہیں۔

[2] تاکہ۔ سورج کی روشنی میں کھوٹا کھرا نظر آجاتا ہے اور خریدار دھوکے سے بچا رہتا ہے۔ رحمۃ۔ تاجروں کے لئے سورج کی روشنی رحمت کا حق ہے اسی طرح مولانا حسام الدین چونکہ ضیا ہیں لہٰذا وہ بھی سالکوں کے لئے رحمت ہیں۔ لیک۔ جس طرح دھوکے باز سورج کی روشنی سے نفرت کرتے ہیں اسی طرح بناوٹی شیوخ مولانا حسام الدین سے نفرت کرتے ہیں۔

[3] پس۔ کھوٹا مال پرکھنے والے کی جان کا دشمن ہوتا ہے۔ دشمن۔ اسی طرح جو دنیا کے کتے ہیں وہ بزرگوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ انبیا۔ انبیاء کا مقابلہ دنیا داروں سے ہوتا ہے جو اُن کے دشمن ہوتے ہیں فرشتے اُن اخیار کی سلامتی کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ کایں۔ یعنی فرشتے دعا کرتے ہیں کہ جو چراغِ ہدایت جلایا گیا ہے اس کو غیر بجھا سکے۔

هین ز چارم[1] نور ده خورشید وار | تا بتابد بر بلاد و بر دیار
ہاں چوتھے (دفتر) سے سورج کی طرح روشنی عطا کر | تاکہ وہ ملکوں اور شہروں پر چمک اٹھے

هر کش افسانہ بخواند افسانہ است | وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است
جس نے اس کو قصہ سمجھا وہ (خود) قصہ ہے | اور جس نے اس کو اپنی دولت سمجھا وہ مرد ہے

آب نیل ست و بقبطی خوں نمود | قوم موسیٰؑ را نہ خوں بود آب بود
(دریائے) نیل پانی ہے اور قبطی کو خون نظر آیا | (حضرت) موسیٰؑ کی قوم کے لئے پانی تھا نہ کہ خون

دشمن این حرف[2] این دم در نظر | شد ممثل سرنگوں اندر سقر
اس وقت اس مثنوی کا دشمن (ہماری) نظر میں | دوزخ میں سرنگوں بنا ہوا ہے

اے ضیاء الحق تو دیدی حال او | حق نمودت پاسخ افعال او
اے ضیاء الحق تم نے اس کی حالت دیکھی ہے | اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں اس کے کاموں کا جواب دکھا دیا

دیدۂ غیبت چو غیب ست اوستاد | کم مبادا زیں جہاں ایں دید و داد
تمہاری غیب کو دیکھنے والی آنکھ غیب کی طرح ماہر ہے | خدا کرے یہ مشاہدہ اور عطا اس دنیا سے ناپید نہ ہو

ایں حکایت[3] را کہ نقد وقت ماست | گر تمامش می کنی اینجا رواست
یہ حکایت جو ہمارا ماحضر ہے | اگر تم اس کو اس جگہ پورا کر دو تو مناسب ہے

ناکساں[4] را ترک کن بہر کساں | قصہ را پایاں بر و مخلص رساں
نالائقوں سے، لائقوں کی خاطر قطع نظر کر لو | قصہ کو پورا کر دو اور انجام کو پہنچا دو

ایں حکایت گر نہ شد آنجا تمام | چارمیں جلد ست آرش در نظام
یہ قصہ اگر اس جگہ (دفتر سوم) میں مکمل نہیں ہوا ہے | (یہ) جو چوتھا دفتر ہے اس کو لڑی میں پرو دو

تمامی[5] حکایت آں عاشق کہ از عسس بگریخت در باغے مجہول

اس عاشق کی حکایت کا باقی قصہ جو انجان باغ میں کوتوال سے بھاگا اور

و معشوق را در آں باغ یافت و عسس را از شادی دعائے خیر میکرد

اس نے معشوق کو اس باغ میں پایا اور خوشی کی وجہ سے کوتوال کیلئے دعائے خیر کرتا تھا

و می گفت کہ عسیٰ اَن تکرھوا شیئاً و ھو خیر لکم

اور کہتا تھا کہ بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہے"

اندریں بودیم کاں شخص از عسس | راند اندر باغ از خوف او فرس
ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے کوتوال کی وجہ سے | ڈر کے مارے گھوڑا باغ میں گھسا دیا

[1] ز چارم۔ یعنی دفتر چہارم۔ سورج کو بھی چوتھے آسمان پر مانا جاتا ہے۔ ہر کش۔ جو اس مثنوی کو افسانہ سمجھے وہ خود افسانہ اور مہمل ہے۔ آب نیل۔ ایک چیز دو شخصوں کے اعتبار سے دو جداگانہ حکم رکھتی ہے دریائے نیل حضرت موسیٰؑ کے لئے پانی تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔ اسی طرح یہ مثنوی بعض لوگوں کے لئے افسانہ ہے اور بعض لوگوں کے لئے گنجینۂ معرفت ہے

[2] ایں حرف۔ یعنی مثنوی۔ سقر جہنم۔ اے ضیاء الحق۔ مولانا حسام الدین کا کشف تھا کہ مثنوی کے منکر ایمان سے محروم ہیں پاسخ جواب۔ دیدہ۔ مولانا حسام الدین کے کشف کی طرف اشارہ ہے

[3] ایں۔ یعنی اس عاشق کا قصہ جو دفتر سوم میں ادھورا چھوڑا تھا

[4] ناکساں یعنی مثنوی پر اعتراض کرنے والے۔ چارمیں جلد۔ یعنی مثنوی کا چوتھا دفتر۔

[5] تمامی۔ یہ عاشق رات کو معشوقہ کے فراق میں گھوم رہا تھا راستہ میں اس نے کوتوال کو دیکھا تو اس سے ڈر کر وہ ایک باغ میں گھس گیا وہاں دیکھا کہ اس کی معشوقہ موجود ہے تو وہ اس کوتوال کو دعائیں دینے لگا تھا۔ انسان کسی چیز کو بعض دفعہ ناپسند کرتا ہے اور اسی میں اس کی بہتری ہوتی ہے۔

بُود اندر باغ آں صاحب جمال — کز غمش ایں در عنا بُد ہشت سال

وہ حسینہ باغ میں تھی — جس کے غم میں یہ آٹھ سال سے مصیبت میں تھا

سایۂ اُو را نبُود امکانِ دید — ہمچو عنقا وصفِ اُو را می شنید

اُس کے سایہ کو بھی دیکھنے کا امکان نہ تھا — عنقا کی طرح اُس کی خوبیاں سنتا تھا

جُز یکے لُقیہ کہ اوّل از قضا — بر وے افتاد و شُد اُو را دلرُبا

سوائے ایک ملاقات کے جو شروع میں اتفاق سے — اُس سے ہو گئی تھی اور وہ اُس کی دلرُبا ہو گئی تھی

بعد[2] ازاں چندانکہ می کوشید اُو — خود مجالش می نداد آں تُند خُو

اُس کے بعد اُس نے جتنی بھی کوشش کی — اُس کو اُس بد مزاج نے موقع نہ دیا

نے بہ لابہ چارہ بُودش نے بمال — سیر چشم و بے طمع بُود آں نہال

نہ خوشامد سے اُس کی کوئی تدبیر تھی نہ مال سے — وہ بُوٹا، سیر چشم اور بے طمع تھا

عاشقِ ہر پیشۂ و ہر مطلبے — حق بیالود اوّلِ کارش لبے

ہر مقصد اور ہر پیشہ کے عاشق کے — ابتداء کار میں اللہ (تعالیٰ) اُس کے ہونٹ آلودہ کر دیتے ہیں

چوں بداں آسیب در جست آمدند — پیشِ پاشاں می نہد ہر روز بند

جب اُس معاملہ میں وہ بڑھنے لگتے ہیں — اُن کے پاؤں میں ہر روز بیڑی ڈال دیتے ہیں

چوں در افتادند اندر جُستجُو — بعد ازاں در بست کاہیں جُست و جُو

وہ جب جُستجو میں لگ جاتے ہیں — اُس کے بعد دروازہ بند کر دیتا ہے اور مہر کا مطالبہ کرتا ہے

چوں در افگندش بجُست و جُوئے کار — بعد ازاں در بست کہ کابین بیار

جب اُس کو معاملہ کی جُستجو میں مبتلا کر دیا — اُس کے بعد دروازہ بند کر دیا کہ مہر لا

ہم[3] براں بُو می تنند و می روند — ہر دمے راجی و آئس می شوند

وہ اُسی خوشبو کے درپے ہوتے ہیں اور چلتے ہیں — ہر سانس میں امیدوار اور نا اُمید ہوتے ہیں

ہر کسے راہست اُمیدے برے — کہ کشادندش دراں روزے درے

ہر شخص کے لئے امید کا پھل ہوتا ہے — حتیٰ کہ اُس معاملہ میں ایک روز اُسکے لئے دروازہ کھولتے ہیں

باز در بستندش و آں در پرست — بر ہماں اُمید آتش پا شُد است

پھر اُس کا دروازہ بند کر دیتے ہیں وہ در کا پجاری — اُسی امید پر بے چین ہوتا ہے

چوں در آمد خوش دراں باغ آں جواں — خود فروشُد پا بگنجش ناگہاں

جب وہ نوجوان خوشی سے اُس باغ میں آیا — اچانک اُس کا پاؤں خزانے میں دھنس گیا

---

۱ عنقا۔ حقیقت۔ سایہ۔ محبوبہ کا وجود تو درکنار یہ اُس کا سایہ بھی نہ دیکھ سکا تھا۔ عنقا۔ لوگوں نے عنقا کی صرف خوبیاں سُنی ہیں کسی نے اُس کو دیکھا نہیں ہے۔ لُقیہ۔ ملاقات

۲ بعد ازاں۔ پہلی ملاقات کے بعد آٹھ سال تک ملاقات کا کوئی موقع نہ ملا۔ تند خو یعنی محبوبہ۔ لابہ۔ خوشامد۔ نہال۔ یعنی معشوقہ۔ عاشق۔ عشق کا یہی معاملہ ہوتا ہے وہ ابتداءً پھنساتا ہے پھر تڑپاتا ہے۔ در بست۔ یعنی وصال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے کابین جستہ یعنی عشق کے مصائب جھیلو

۳ ہم براں۔ ابتداءً جو لطف کو جو چسکا لگتا ہے اُس کی وجہ سے امید و بیم میں مبتلا رہتے ہیں۔ راجی۔ امیدوار۔ آئس۔ مایوس۔ ہر کسے۔ ہر شخص مقصود حاصل کرنے کی فکر میں آتش زیر پا رہتا ہے۔ چوں۔ جب وہ عاشق، کوتوال کے ڈر سے بھاگ کر باغ میں گھسا تو اُس کو محبوبہ کا دیدار ہو گیا فروشد۔ یعنی محبوبہ کا دیدار حاصل ہو گیا۔

مر عَسَس را ساختہ یزداں سبب
اللہ (تعالیٰ) نے کوتوال کو سبب بنا دیا
تا زِ بیمِ اُو دَوَد در باغ شب
تاکہ اس کے ڈر سے رات کو باغ میں دوڑ جائے

بیند آں معشوقہ را اُو با چراغ
وہ اس معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے
طالبِ انگشتری در جُوئے باغ
باغ کی نہر میں انگوٹھی تلاش کر رہی ہے

پس قریں میکرد از ذوق آں نفس
اس وقت وہ ذوق (شوق) سے ملاتا تھا
با ثنائے حق دعائے آں عَسَس
اللہ (تعالیٰ) کی تعریف کے ساتھ کوتوال کیلئے دعا کو

گر زیاں کردم عَسَس را از گریز
اگر میں نے بھاگ کر کوتوال کا نقصان کیا ہے
بیست چنداں سیم و زر بر وے بریز
بیس گنا سونا اور چاندی اس پر بہا دے

از عوانی مر وُرا آزاد کُن
اس کو سپاہی پن سے آزاد کر دے
آنچناں کہ شادم اُو را شاد کُن
جیسا میں خوش ہوں اس کو خوش کر دے

سعد دارش ایں جہان و آں جہاں
اس جہان اور اُس جہان میں اس کو نیک بخت بنا دے
از عوانی و سگی اَش وا رَہاں
سپاہی پن اور کتے پن سے اس کو نجات دیدے

گرچہ خُوئے آں عواں ہست اے خدا
اے خدا! اگرچہ اس کوتوال کی عادت ہے
کہ ہمارہ خلق را خواہد بلا
کہ ہمیشہ مخلوق کی مصیبت کی تمنا کرتا ہے

گر خبر آید کہ شہ جُرمے نہاد
اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے جرم قائم کیا
بر مسلماناں شود اُو زفت و شاد
مسلمانوں پر وہ پھولتا اور خوش ہوتا ہے

ور خبر آید کہ شہ رحمت نمُود
اور اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے رحم کیا
از مسلماناں فگند اُو را بجُود
مسلمانوں میں سے کسی پر بخشش و عطا کی

ماتمے در جانِ اُو افتد ازاں
اس سے اس کی جان غم میں مبتلا ہو جاتی ہے
گیر دش قولنج زیں غم در زماں
فوراً اس غم سے اس کے درد قولنج ہو جاتا ہے

صد چنیں ادبارہا دارد عواں
سپاہی اس طرح کی سیکڑوں خرابیاں رکھتا ہے
زیں بلا فریاد رس اے مستعاں
اے مددگار، اس مصیبت سے فریاد رسی کر

اُو عواں را در دُعا درمی کشید
وہ کوتوال کو دعا میں شامل کر رہا تھا
کز عواں اُو را چناں راحت رسید
کیونکہ کوتوال سے اس کو ایسی راحت ملی تھی

بر ہمہ زہر و بر اُو تریاق بود
(وہ کوتوال) سب پر زہر اسکے لئے تریاق تھا
آں عواں پیوندِ آں مشتاق بود
وہ کوتوال اس عاشق کا دوست تھا

---

۱ بیند۔ وہ اپنی معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے نہر میں اپنی انگوٹھی تلاش کر رہی ہے۔ قریں۔ ساتھ۔ یعنی اللہ کی تعریف کے ساتھ کوتوال کو دعا میں دینے لگا۔ گر۔ کوتوال اس کو گرفتار کرتا تو شہوت میں کچھ حاصل کیا۔ عوانی۔ پولیس کے محکمہ میں ملازمت کا معنی ہوتا ہے۔ سگی۔ سپاہیوں سے کتوں کی سی درندگی ہوتی ہے۔ ہمارہ پولیس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ جرائم میں مبتلا ہوں تاکہ ان سے منافع حاصل کریں۔

۲ گر خبر آید۔ اگر پولیس کو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے کسی قوم کو مجرم قرار دیا ہے تو اس کو خوشی ہوتی ہے اور بادشاہ کے معاف کر دینے پر پولیس رنجیدہ ہوتی ہے۔ جُود۔ یعنی وہ جرم معاف کر دیا ہے۔

۳ ادبار۔ بدحالی سے روگردانی اور نحوست۔ چونکہ کوتوال کی وجہ سے اس کو محبوبہ کا دیدار میسر آیا تھا اس لئے اس کو دعائیں دے رہا تھا۔ بر ہمہ۔ کوتوال دوسروں کے لئے باعثِ مصیبت تھا لیکن اس کے لئے باعثِ راحت بنا۔ پیوند۔ عزیز، قریب، دوست۔

پس بدِ مطلق نباشد در جہاں
پس دنیا میں بالکلیہ کوئی بُرا نہیں ہے
بد بہ نسبت باشد ایں را ہم بدان[1]
بُرا، نسبت سے ہوتا ہے اسکو بھی سمجھ لے

در زمانہ ہیچ زہر و قند نیست
زمانے میں کوئی زہر اور شکر نہیں ہے
کہ یکے را پا دگر را بند نیست
کہ ایک کے پاؤں اور دوسرے کے لئے قید نہیں ہے

مر یکے را پا دگر را پائے بند
ایک کے لئے پاؤں ہے دوسرے کیلئے پاؤں کی بیڑی
مر یکے را زہر و دیگر را چو قند
ایک کے لئے زہر ہے اور دوسرے کیلئے شکر ہے

زہرِ مار[2] آں مار را باشد حیات
سانپ کا زہر سانپ کی زندگی ہے
نسبتش با آدمی باشد ممات
اس کی آدمی کے ساتھ نسبت موت ہے

خلقِ آبی را بود دریا چو باغ
دریائی مخلوق کے لئے، دریا باغ جیسا ہے
خلقِ خاکی را بود آں مرگ و داغ
خشکی کی مخلوق کے لئے وہ موت اور داغ ہے

ہمچنیں برمی شمر اے مردِ کار
اے کام کے آدمی! اسی طرح شمار کرلے
نسبتِ ایں را زیک تا صد ہزار
اس کی نسبت ایک سے لاکھ تک

زید اندر حقِ آں شیطاں بود
زید اُس کے حق میں شیطان ہے
در حقِ شخصِ دگر سلطاں بود
دوسرے کے حق میں بادشاہ ہے

آں بگوید زید صدیق و سنی ست
وہ کہتا ہے زید بہت سچا اور بھلا ہے
ویں بگوید زید گبر و کشتنی ست
اور یہ کہتا ہے کہ زید کافر اور گردن زدنی ہے

زید یک ذات است بر آں یک جناں
زید ایک ذات ہے جو ایک پر بہشت ہے
او بریں دیگر ہمہ رنج و زیاں
اور وہ دوسرے کے لئے مجسم رنج اور بربادی ہے

گر[3] تو خواہی کو ترا باشد شکر
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے لئے شکر ہو
پس ورا از چشمِ عشاقش نگر
تو اُس کو اُس کے عاشقوں کی نظر سے دیکھ

منگر از چشمِ خودت آں خوب را
اُس محبوب کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ
بیں بچشمِ طالباں مطلوب را
معشوق کو، عاشقوں کی آنکھ سے دیکھ

چشمِ خود بر بند زاں خوش چشم تو
اُس اچھی آنکھ والے سے اپنی آنکھ بند کرلے
عاریت کن چشم از عشاقِ او
اُس کے عاشقوں سے آنکھ مانگ لے

بلکہ زو کن عاریت چشم و نظر
بلکہ آنکھ اور نگاہ اُس سے مانگ لے
پس ز چشمِ او بروئے او نگر
پھر اُس کی آنکھ سے اُس کے چہرے کو دیکھ

---

[1] یعنی: مولانا فرماتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بُری چیز بہمہ وجوہ بُری نہیں ہے کسی خاص نسبت سے اُس میں بُرائی ہوتی ہے زہر و قند۔ یہ دونوں چیزیں بھی مفید اور مضر خاص خاص نسبت سے ہیں۔

[2] زہرِ مار۔ سانپ کا زہر سانپ کے لئے باعثِ زندگی ہے انسان کی موت کا سبب ہے۔ خلقِ آبی، آبی جانور کی زندگی ہے خشکی کے لئے موت ہے۔ ہمچنیں۔ کسی چیز کو نسبت کے اعتبار سے مفید اور مضر ہونا ہی نہیں ہے بلکہ نسبت کے اعتبار سے اُس کے مفید اور مضر ہونے کے ہزاروں مدارج ہیں۔ زید کسی کے اعتبار سے شیطان ہے اور کسی کے اعتبار سے سلطان ہے۔ آں۔ جس کے لئے زید سلطان ہے وہ زید کی تعریفیں کریگا جس کے لئے وہ شیطان ہے وہ اُس کو کافر اور گردن زدنی کہیگا۔

[3] گر۔ اگر تو زید کو اپنے لئے شکر بنانا چاہتا ہے تو اُس کے عاشقوں کی نظر سے اُس کو دیکھ پھر تجھے اُس سے کوئی شکوہ نہ رہے گا۔ منگر۔ یعنی لیلیٰ را بچشمِ مجنوں باید دید۔ چشمِ خود۔ محبوب کو اپنی نگاہ سے نہ دیکھ اُس کے عاشقوں کی نگاہ سے دیکھ۔ بلکہ محبوب کو عاشقوں کی نگاہ سے بھی نہیں بلکہ خود اُس کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔

تا شوی ایمن ز سیری و ملال
تاکہ تو نفرت اور انقباض سے محفوظ ہو جائے

گفت کان اللہ لہ زین ذوالجلال[۱]
اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اللہ اس کا ہو گیا"

چشمِ او من باشم و دست و دلش
میں اس کی آنکھ اور ہاتھ اور اس کا دل بن جاتا ہوں

تا رہد از مدبریہا مقبلش
تاکہ اس کی خوش نصیبی بدنصیبیوں سے نجات پا جائے

ہر چہ مکروہ است چوں او شد دلیل
جو ناپسندیدہ ہے جب وہ راہنما ہوتا ہے

سوی محبوب ست حبیب و خلیل
محبوب کی جانب (وہ) محبوب اور دوست ہے

حکایت آں واعظ[۲] کہ در آغاز ہر وعظے و تذکیرے دعائے خیر بر ظالماں و سخت دلاں و خبیثاں و مفسداں و بے اعتقاداں کردے

اُس واعظ کی حکایت جو ہر وعظ اور نصیحت کے شروع میں ظالموں اور سخت دلوں اور خبیثوں اور مفسدوں اور بداعتقادوں کے لئے دعائے خیر کرتا تھا

آں یکے واعظ چو بر تخت آمدے
ایک واعظ جب تخت پر آتا

قاطعانِ راہ را داعی شدے
ڈاکوؤں کا دعا گو ہوتا

دست بر می داشت یارب رحم راں
ہاتھ اٹھاتا تھا اے خدا! رحم فرما

بر بدان و مفسدان و طاغیاں
بُروں اور مفسدوں اور سرکشوں پر

بر ہمہ تسخر کناں و اہلِ ضیر
سب مذاق اُڑانے والوں اور نقصان پہنچانے والوں

بر ہمہ کافر دلان و اہلِ دیر
سب کافردلوں اور بُت خانہ والوں پر

می نکردے او دعا بر اصفیا
وہ برگزیدہ لوگوں کے لئے دعا نہ کرتا

می نکردے جز خبیثاں را دعا
خبیثوں کے علاوہ کسی کے لئے دعا نہ کرتا

مر ورا گفتند کایں معہود نیست
لوگوں نے اس سے کہا یہ معمول نہیں ہے

دعوتِ اہلِ ضلالت جود نیست
گمراہوں کو دعا دینا سخاوت نہیں ہے

گفت نیکوئی ازیں ہا دیدہ ام[۳]
اس نے کہا میں نے ان سے بھلائی دیکھی ہے

من دعاشاں زیں سبب بگزیدہ ام
اسی لئے میں نے ان کو دعا دینا اختیار کیا ہے

---

۱ تا شوی۔ جب انسان محبوب کو محبوب کی نگاہ سے دیکھے گا اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جائے گا اور اپنے احساس کو فنا کر دے گا تو اس کو کان اللہ لہٗ کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اس میں بقا باللہ کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ چشم او۔ حدیث قدسی ہے۔ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ یعنی جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ ترجمہ ناپسندیدہ چیز جب کسی مرغوب چیز کا ذریعہ بن جاتی ہے تو وہ بھی مرغوب ہو جاتی ہے کوتوال معشوق کے وصال کا ذریعہ تھا لہٰذا وہ محبوب ہو گیا

۲ واعظ منقول ہے کہ یہ واعظ ایک تاجر تھا ڈاکوؤں نے اس کا مال لوٹا تو اس نے خدا سے دعائیں اور گریہ وزاری شروع کر دی اس پر اس کو ہاتف غیبی نے کہا مال کے لٹ جانے پر تو اس قدر گریہ وزاری کرتا ہے اور [illegible] کے برباد ہونے کا کوئی خیال نہیں۔ اس تنبیہ سے یہ تاجر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا قاطعانِ راہ [illegible] چونکہ یہ ڈاکو اس [illegible] کا سبب بنے تو وہ اُس کو محبوب ہو گئے تھے اور وہ اُن کا دعا گو ہو گیا تھا

۳ ترجمہ۔ یعنی دنیا کے بُرے انسانوں کیلئے دعا خیر کرتا تھا اور نیکوں کیلئے دعا نہ کرتا تھا۔ مر ورا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ جب یہ لوگ دعا کے مستحق نہیں ہیں تم ان کے لئے دعا کیوں کرتے ہو۔ گفت۔ اس نے جواب دیا کہ ان لوگوں کا مجھ پر بہت احسان ہے میں ان کے مظالم سے پریشان ہو کر راہ یاب ہوا ہوں اور ان کے مظالم نے مجھے نیکی میں لگا دیا ہے۔

خبث و ظلم و جور چنداں ساختند — کہ مرا از شر بخیر انداختند

انھوں نے ایسا ظلم اور خباثت کی — کہ مجھے بُرائی سے بھلائی میں ڈال دیا

[1] ہر گہے کہ رُو بدنیا کردمے — من ز ایشاں زخم و ضربت خوردمے

جب کبھی میں دنیا کا رُخ کرتا — میں اُن سے تکلیف اُٹھاتا اور مار کھاتا

کردمے از زخم آں جانب پناہ — باز آوردندمے گرگاں براہ

تکلیف سے میں اُس جانب پناہ پکڑتا — بھیڑیئے مجھے راہ پر لگا دیتے

چوں سبب ساز صلاح من شدند — پس دعاشاں بر من ست اے ہوشمند

جب وہ میری نیکی کا سبب بنانے والے ہوئے — تو اے ہوشمند! اُن کو دعا دینا میرا فرض ہے

بندہ می نالد بحق از درد و نیش — صد شکایت می کند از درد خویش

بندہ خدا کے سامنے درد اور زخم سے آہ و زاری کرتا ہے — اپنی تکلیف کی سو شکایتیں کرتا ہے

حق ہمی گوید کہ آخر رنج و درد — مر ترا لابہ کناں و راست کرد

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ آخر تکلیف اور درد نے — تجھے خوشامد کرنے والا اور سیدھا کر دیا ہے

[2] ایں گلہ زاں نعمتے کن کت زند — از در ما دور و مطرودت کند

یہ شکوہ اُس نعمت کا کر جو تجھے مارے و بھگائے — تجھے ہمارے دروازے سے دُور اور مردود کرے

در حقیقت ہر عدو داروئے تست — کیمیائے نافع و دلجوئے تست

حقیقتاً ہر دشمن تیری دوا ہے — تیرے لئے مفید کیمیا اور پسندیدہ ہے

کہ ازو اندر گریزی در خلا — استعانت جوئی از لطف خدا

کیونکہ تو اُس کی وجہ سے تنہائی کی طرف بھاگتا ہے — اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے مدد چاہتا ہے

در حقیقت دوستانت دشمنند — کہ ز حضرت دور و مشغولت کنند

حقیقتاً تیرے دوست، دشمن ہیں — کیونکہ تجھے (خدا کے) دربار سے دور اور بے نیاز کرتے ہیں

[3] ہست حیوانے کہ نامش اُسغر ست — کو بزخم چوب زفت و لمتر ست

ایک جانور ہے جس کا نام اُسغر ہے — جو لکڑی کی مار سے موٹا اور قوی ہوتا ہے

تا کہ چوبش میزنی بہ می شود — اُو ز زخم چوب فربہ می شود

تو اُس کے لکڑی لگاتا ہے تو وہ بہتر ہوگا — وہ لکڑی کی چوٹ سے موٹا ہوگا

نفس مومن اُسغرے آمد یقیں — کو بزخم و رنج زفت ست و سمیں

مومن کا نفس یقیناً اُسغر ہے — جو چوٹ اور رنج سے قوی اور موٹا ہوتا ہے

---

[1] ہر گہے۔ جب میں اُن کے ساتھ دنیا میں گھستا تھا تو وہ اس قدر ظلم کرتے تھے کہ میں خدا کی طرف رجوع کرتا تھا۔ باز۔ ان کا ظلم مجھے دنیا سے ہٹا کر اللہ کی راہ کی طرف لگا دیتا تھا۔ بندہ می نالد۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب انسان کسی رنج اور مصیبت کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ اس مصیبت کا شکوہ بیجا ہے یہ مصیبت تو تجھے میری طرف متوجہ کر رہی ہے

[2] ایں شکوہ تو میری جس نعمت سے ہونا چاہیے جو تجھ مجھ سے بے نیاز بناتی ہے۔ در حقیقت۔ چونکہ دشمن اللہ کی طرف رجوع کا سبب بنتا ہے تو وہ دراصل تیرے لئے نافع اکسیر ہے۔ دوستانت۔ دنیا کے دوست اس کے حقیقی دشمن ہیں کیونکہ وہ خدا سے غافل بناتے ہیں۔

[3] اُسغر۔ بالضم وغین معجمہ مفتوح، خارپشت۔ اسی کو اردو میں سیہ کہا جاتا ہے اس پر اگر لاٹھی ماری جاتی ہے تو وہ جیسی کہ زیادہ مضبوط اور موٹا کر دیتا ہے اگرچہ قوی نفس مومن کی روح مصائب جیسی کہ زیادہ قوی ہوتی ہے جیسی موٹا۔

زین[۱] سبب بر انبیا رنج و شکست ۔۔۔ از ہمہ خلقِ جہاں افزوں ترست
اسی وجہ سے انبیا پر رنج اور تکلیف ۔۔۔ دنیا کی تمام مخلوق سے زیادہ ہوتی ہے

تا ز جانہا جانِ شاں شد زفت تر ۔۔۔ کہ ندیدند آں بلا قومے دگر
حتیٰ کہ ان کی روح تمام روحوں سے زیادہ قوی ہو گئی ۔۔۔ کیونکہ وہ مصیبت کسی دوسری قوم نے نہیں دیکھی ہے

پوست از دارو بلا کش می شود ۔۔۔ چوں ادیمِ طائفی خوش می شود
چمڑا دوا سے مصیبت جھیلنے والا بن جاتا ہے ۔۔۔ طائف کی نری کی طرح عمدہ ہو جاتا ہے

ورنہ تلخ و تیز مالیدی درو ۔۔۔ گندہ گشتے ناخوش و ناپاک بو
اگر تو تلخ اور تیز (مسالے) اس پر نہ ملتا ۔۔۔ گندہ اور برا اور بدبودار ہو جاتا

آدمی را پوستِ نامدبوغ داں ۔۔۔ از رطوبت ہا شدہ زشت و گراں
آدمی کو بغیر دباغت کی کھال سمجھ ۔۔۔ جو رطوبتوں سے بھدا اور بھاری ہو رہا ہے

تلخ[۲] و تیز و مالشِ بسیار دہ ۔۔۔ تا شود پاک و لطیف و بامزہ
اس کو تلخ اور تیز (دوا) دے اور بہت مل ۔۔۔ تاکہ پاک اور پاکیزہ اور شاندار بن جائے

ور نمی تانی رضا دہ اے عیار ۔۔۔ کہ خدا رنجت دہد بے اختیار
اے کھرے! اگر تو نہیں کر سکتا ہے تو راضی ہو جا ۔۔۔ کہ خدا تجھے بمجبوراً تکلیف میں مبتلا کرے

کہ بلائے دوست تطہیرِ شماست ۔۔۔ علمِ او بالائے تدبیرِ شماست
کیونکہ دوست کی مصیبت تمہاری پاکیزگی ہے ۔۔۔ اس کا علم تمہاری تدبیر سے بڑھا ہوا ہے

چوں صفا بیند بلا شیریں شود ۔۔۔ خوش شود دارو چو صحت بیں شود
جب صفائی دیکھتا ہے مصیبت شیریں ہو جاتی ہے ۔۔۔ جب صحت کو دیکھتا ہے تو دوا اچھی لگتی ہے

بُرد بیند خویش را در عینِ مات ۔۔۔ پس بگوید اُقتلونی یا ثقات
وہ عین ہار میں اپنی جیت سمجھتا ہے ۔۔۔ تو کہتا ہے اے بھروسہ والو! مجھے قتل کر دو

ایں[۳] عواں در حقِ غیرے سود شد ۔۔۔ لیک اندر حقِ خود مردود شد
یہ سپاہی دوسرے کے لئے مفید بنا ۔۔۔ لیکن اپنے حق میں مردود ہو گیا

رحمِ ایمانی ازو بریدہ شد ۔۔۔ کینِ شیطانی برو پیچیدہ شد
ایمانی رحم اس سے منقطع ہو گیا ۔۔۔ شیطانی کینہ اس پر لپٹ گیا

کارگاہِ خشم گشت و کین وری ۔۔۔ کینہ داں اصلِ ضلال و کافری
وہ غصہ اور کینہ وری کا کارخانہ بن گیا ۔۔۔ کینہ کو گمراہی اور کافری کی جڑ سمجھ

[۱] زیں سبب- چونکہ انبیاء کی روح کو زیادہ مضبوط بنانا ہوتا ہے لہٰذا ان کو زیادہ مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ پوست- کچے چمڑے پر دوائیں لگا کر جب اس کو ادیم کیا جاتا ہے تو وہ نرم ہو کر بہت مضبوط ہو جاتا ہے اور طائف کی بنی ہوئی نری مشہور تھی۔ اگر کچے چمڑے پر تیز دوائیں نہ لگائی جائیں تو وہ سڑ جائے۔ آدمی- انسان کو بھی کچے چمڑے کی طرح سمجھو جو فاسد رطوبتوں کی وجہ سے بدصورت اور بوجھل ہے۔

[۲] تلخ و تیز- انسان کی صفائی کیلئے بھی تلخ و تیز دوا اور مجاہدات کی مالش کی ضرورت ہے تب وہ پاک اور صاف بنے گا۔ ور نمی تانی- اگر انسان اپنے اختیار سے مجاہدے نہیں کر سکتا ہے تو اسے آسمانی مصائب پر صبر کرنا چاہیے وہ مصائب اس کیلئے مجاہدے کے قائم مقام بن جائیں گے کیونکہ انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ خدا کی طرف سے اس کا دوست اس کی تطہیر کی تدبیر ہے۔ چوں صفا- جب آسمانی مصائب سے انسان اپنی باطنی صفائی محسوس کرتا ہے تو مصیبت اس کیلئے شیریں بن جاتی ہے جیسے کڑوی دوا اصلاح سے۔ برد بیند- ہر ایک تخریب میں اپنی تعمیر سمجھتا ہے اور دوستوں سے قتل ہونے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

[۳] ایں عواں- یہ حکایت خوارزم کے کوتوال کی ہے جو ... کی پاداش

[illegible]

سوال کردنِ شخصے از عیسیٰؑ کہ یا روح اللہ در وجود از ہمہ صعبہا صعب تر چیست وجواب گفتنِ عیسیٰ علیہ السلام

ایک شخص کا حضرت عیسیٰؑ سے دریافت کرنا کہ اے روح اللہ! وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟ اور حضرت عیسیٰؑ کا جواب دینا

گفت عیسیٰؑ را یکے ہشیار سر[1]
ایک بیدار مغز نے (حضرت) عیسیٰؑ سے کہا
چیست در ہستی ز جملہ صعب تر
وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟

گفتش اے جاں صعب تر خشمِ خدا
انھوں نے اُس سے فرمایا "اے جان! خدا کا غصہ سب سے سخت ہے
کہ ازاں دوزخ ہمی لرزد چو ما
کہ اُس سے دوزخ (بھی) ہماری طرح لرزتی ہے

گفت زیں خشمِ خدا چہ بود اماں
اُس نے کہا خدا کے غصہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟
گفت ترکِ خشمِ خویش اندر زماں
فرمایا دنیا میں اپنے غصہ کو ترک کر دینا

کظمِ غیظ[2] است اے پسر خطِ اماں
اے بیٹا! غصہ کو پی جانا اُس کا فرمان ہے
خشمِ حق یاد آور و در کش عناں
اللہ تعالیٰ کا غصہ یاد کرلے اور باگ کھینچ لے

پس عواں کہ معدنِ ایں خشم گشت
تو سپاہی جو اس غصہ کی کان بن گیا ہے
خشمِ زشتش از سبع ہم در گذشت
اُس کا بُرا غصہ درندے سے بھی بڑھ گیا ہے

چہ امیدستش برحمت جز مگر
اُس کو رحم کی کیا امید ہے؟ سوائے اس کے
باز گردد زاں صفت آں بے ہنر
کہ وہ بے ہنر اس عادت سے باز آجائے

گرچہ[3] عالم را ازیشاں چارہ نیست
اگرچہ دنیا کو ان سے بے نیازی نہیں ہے
ایں سخن اندر ضلال افگند نیست
یہ بات گمراہی میں مبتلا کرتا ہے

چارہ نبود ہم جہاں را از چمیں
دنیا کو پیشاب سے بھی بے نیازی نہیں ہے
لیک نبود آں چمیں مارِ معیں
لیکن وہ پیشاب، جاری پانی نہیں ہوتا ہے

بازگو احوال آں خستہ جگر
اُس خستہ جگر کے احوال پھر بیان کر
درمیانِ باغ با رشکِ قمر
باغ میں رشکِ قمر (محبوبہ) کے ساتھ

قصدِ خیانت کردنِ عاشق و بانگ زدنِ معشوق

عاشق کا خیانت کرنے کا ارادہ کرنا اور معشوق کا چیخ پڑنا

چونکہ تنہایش بدید آں سادہ مرد
چونکہ اُس سادہ لوح انسان نے اُس کو اکیلا دیکھا
زود او قصدِ کنار و بوسہ کرد
جلد اُس سے جپٹنے اور اُس کا بوسہ لینے کا ارادہ کیا

---

[1] ہشیار سر۔ عقلمند۔ ہستی۔ وجود۔ صعب تر۔ زیادہ سخت کہ ازاں الخ۔ غضب خداوندی سے دوزخ بھی کانپتی ہے۔ گفت۔ خدا کے غضب سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی قوتِ غضبیہ پر قابو پالے۔

[2] کظمِ غیظ۔ غصہ کو پی جانا خطِ اماں۔ اس کا حکمنامہ۔ دو بخش قرآن پاک میں مومنوں کی صفت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ۔ اور جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔ سبع۔ درندہ۔ چہ امید۔ حدیث شریف ہے مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ ۔ جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

[3] گرچہ۔ انتظام قائم کرنے کے لیے سپاہیوں کا وجود ضروری اور یہی بات اُن کے لئے اور گمراہی کا سبب ہے کہ اپنے وجود کو ضروری سمجھ کر ظلم پر جرأت کرتے ہیں لیکن اُن کی یہ ضرورت اُن کے لئے تعریف کا سبب نہیں ہو سکتی ہے بہت سی گندی چیزیں ایسی ہیں جن کی بھی دنیا کو ضرورت ہے لیکن اس ضرورت کی وجہ سے اُن کو پاک قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چمیں۔ پیشاب۔ مارِ معیں۔ جاری پانی قصدِ خیانت یعنی اُس عاشق کا اُس محبوبہ سے بوس و کنار کا ارادہ کرنا۔ سادہ مرد یعنی بھولا عاشق۔

بانگ[1] بر وے زد بہیبت آں نگار ۔ کہ مرو گستاخ ادب را ہوش دار
وہ معشوقہ کڑک کر اُس پر چیخی | گستاخی سے (آگے) نہ بڑھ، ادب کا خیال کر

گفت آخر خلوت ست و خلق نے | آب حاضر تشنہ ہمچوں منے
اُس نے کہا آخر تنہائی ہے اور کوئی نہیں ہے | پانی موجود ہے، پیاسا مجھ جیسا ہے

کس نمی جُنبد درینجا جُز کہ باد | کیست حاضر چیست مانع زیں گشاد
یہاں ہوا کے سوا کوئی نہیں چلتا ہے | کون موجود ہے؟ اس بے تکلفی سے کون مانع ہے؟

گفت اے شیدا کہ اَبلہ بودہٗ | اَبلہی وز عاقلاں نشنودہٗ
اُس نے کہا اے دیوانے! تو بیوقوف ہوا ہے | تو احمق ہے اور تو نے عقلمندوں سے (کچھ) نہیں سنا ہے

باد را دیدی کہ می جُنبد بداں | باد جُنبانیست اینجا باد راں[2]
تو نے ہوا کو دیکھا ہے کہ وہ حرکت کرتی ہے، سمجھ لے | یہاں کوئی ہوا کو چلانیوالا ہوا کو حرکت دینے والا ہے

مِروحہ تصریفِ صُنعِ ایزدش | زد بریں باد و ہمی جُنباندش
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کے تصرف کا پنکھا | اس ہوا پر لگتا ہے اور اس کو حرکت دیتا ہے

جزوِ بادے کہ بحکمِ ما درست | بادبیزن تا نجنبانی نجست
تھوڑی سی ہوا جو ہمارے ماتحت ہے | جب تک تو پنکھا نہ ہلائے وہ حرکت نہیں کرتی ہے

جُنبشِ ایں جزوِ بادے سادہ مرد | بے تو و بے بادبیزن سَر نکرد
اے سادہ (مزاج) انسان! ہوا کے اس جزو کی حرکت | تیرے بغیر اور پنکھے کے بغیر نہ ہوئی

جُنبشِ بادِ نفس کاندر لب است | تابعِ تصریفِ جان و قالب است
سانس کی ہوا کی حرکت جو ہونٹ میں ہے | (وہ) روح اور جسم کے تصرف کے تابع ہے

گاہ[3] دم را مدح و پیغامے کُند | گاہ دم را ہجو و دشنامے کُند
کبھی وہ (روح و جسم) سانس کو مدح اور پیغام بناتا ہے | کبھی سانس کو ہجو اور گالی بنا دیتا ہے

پس بداں اَحوالِ دیگر بادہا | کہ ز جزوے کُل ہمی بینند نُہا
تو دوسری ہواؤں کے احوال سمجھ لے | کیونکہ عقلمند جزو سے کُل سمجھ لیتے ہیں

باد را حق گہ بہاری می کُند | در دَیش زیں لطف عاری می کُند
اللہ (تعالیٰ) کبھی ہوا کو بہاری بنا دیتا ہے | جاڑے کے مہینہ میں اُس کو اس لطف سے خالی کر دیتا ہے

بنا دیتے ہیں۔ نُہا۔ عقلمند۔ باد۔ عالم کی ہوا میں بھی اللہ کے تصرفات ہیں کبھی اُس کو بادِ بہاری بنا دیتا ہے کبھی بادِ سموم۔ عاری۔ ننگا، خالی۔

[1] بانگ۔ یعنی معشوقہ نے اُس عاشق کو اس بیباکی پر ڈانٹا ڈپٹا۔ عاشق نے کہا تنہائی ہے اور میں وصل کا پیاسا ہوں، صبر کی طاقت کہاں ہے۔ گشاد۔ خوشی، کامیابی۔ اے شیدا۔ معشوقہ نے کہا باد را دیدی۔ جب تو ہوا کو چلتا دیکھ رہا ہے تو سمجھ لے کہ ہوا کو چلانیوالا موجود ہے۔

[2] راں۔ یعنی اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ وَھُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ یعنی وہی قادر مطلق ہے جو باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی آمد کی خوشخبری دیدیں۔ مروحہ۔ پنکھا۔ جزو۔ انسانوں کے پاس جو تھوڑی ہوا ہے وہ بغیر جھلنے والے اور پنکھے کے حرکت نہیں کرتی ہے تو اسی طرح کُل ہوا کو سمجھو وہ قدرت کے پنکھے کے بغیر کب حرکت کرے گی۔ بادِ نفس۔ یہ اس بات کی دوسری مثال ہے کہ ہوا بغیر چلانے والے کے نہیں چلتی ہے۔ سانس کی ہوا کو بھی روح اور جسم حرکت میں لاتے ہیں۔

[3] گاہ۔ یعنی روح اور جسم سانس کی ہوا میں اچھائی اور بُرائی کا تصرف کرتے ہیں کبھی جس کو گالی بنا دیتے ہیں کبھی تعریف کے الفاظ

بر گروہِ عاد[1] صرصر می کند — باز بر ہودش معطر می کند
قومِ عاد پر آندھی بنا دیتا ہے — پھر ہودؑ کے لئے اس کو خوشبودار بنا دیتا ہے

می کند یک باد را زہر و سموم — مر صبا را می کند خرم قدوم
ایک ہوا کو وہ زہر اور لُو بنا دیتا ہے — پُروا کو بابرکت آمد بنا دیتا ہے

بادِ دم را بر تو بنہاد او اساس — تا کنی ہر باد را بر وے قیاس
سانس کی ہوا کو اس نے تیری بنیاد بنا دیا — تاکہ تو ہر ہوا کو اس پر قیاس کرے

دم نمی گردد سخن بے لطف و قہر — بر گروہے شہد و بر قومے ست زہر
سانس مہربانی اور قہر کے بغیر کلام نہیں بنتا ہے — وہ ایک قوم پر شہد اور ایک قوم پر زہر ہے

مروحه[2] جنباں پے انعام کس — وز برائے قہر بر پشه و مگس
پنکھا کسی کی نعمت رسانی کیلئے ہلتا ہے — مچھر اور مکھی پر قہر کے لئے (ہلتا ہے)

مروحه تقدیرِ ربانی چرا — پُر نباشد زامتحان وز ابتلا
خدائی تقدیر کا پنکھا کیوں — امتحان اور آزمائش سے پُر نہ ہوگا!

چونکہ جزوِ بادِ دم یا مروحه — نیست الا مفسده یا مصلحه
چونکہ سانس یا پنکھے کی جزوی ہوا — نہیں ہے، مگر خراب کرنے والی یا ٹھیک کرنے والی

ایں شمال و ایں صبا و ایں دبور — کے بود از لطف و از انعام دور
یہ شمال ہوا اور یہ پُروا اور یہ پچھوا — مہربانی اور انعام سے دور کب ہوگی؟

یک کفِ گندم ز انبارے ببیں — فہم کن کاں جمله باشد ہمچنیں
ڈھیر میں سے ایک مٹھی گیہوں دیکھ لے — سمجھ لے کہ سب ایسے ہی ہوں گے

کلِ باد از برجِ بادِ آسماں — کے جہد بے مروحه آں بادراں
آسمان کے ہوائی برج سے کُل ہوا — اس ہوا چلانے والے کے پنکھے کے بغیر کب چلتی ہے؟

بر سرِ خرمن بوقتِ انتقاد[3] — نے کہ فلاحاں زحق جویند باد
گہانے کے وقت کھلیان پر — کیا کاشتکار خدا سے ہوا نہیں مانگتے ہیں؟

تا جدا گردد زگندم کاہہا — تا بانبارے رود یا چاہہا
تاکہ گیہوں سے بھوسا جدا ہو جائے — تاکہ گیہوں، ڈھیر میں جائے یا کھتیوں میں

چوں بماند دیر آں بادِ وزاں — جمله را بینی بحق لابہ کناں
جب چلنے والی ہوا میں دیر ہوتی ہے — تو سب کو خوشامد کرتے ہوئے دیکھتا ہے

[1] عاد. قومِ عاد کے لئے وہ آندھی بنی اور اس نے ان کو ہلاک کیا۔ حضرت ہودؑ کے لئے وہ خوشگوار بنی۔ خرم قدوم. خرم: مبارک. بادِ دم: سانس کی ہوا ہے تم دوسری ہوا کی باتیں سمجھ لو۔ دم۔ انسان کے سانس کی ہوا میں بھی دو موثر ہے کہ کسی کے لئے اُسکو شہد بنا دیتا ہے اور کسی کے لئے زہر، اسی طرح عام ہوا کو سمجھ لو کہ اس کو کسی کے لئے انعام بنا دیتا ہے کسی کے لئے اس کو قہر بنا دیتا ہے۔

[2] مروحه۔ قدرت کا پنکھا جو اس ہوا کو حرکت دیتا ہے اس میں بھی قوموں کا ابتلا اور امتحان ہے۔ چونکہ۔ جبکہ سانس اور پنکھے کی ہوا میں راحت رسانی، یا ایذا رسانی ہے تو لامحالہ کل ہوا میں بھی یہ تاثیر ہوگی اور سانس کی یہ تاثیریں اللہ کے پنکھے کی پیدا کردہ ہیں۔

[3] انتقاد یعنی دانوں کو بھوسے سے جدا کرنا۔ فلاحاں کاشتکاراں۔ کاہہا۔ بھوسہ۔ چاہہا۔ یعنی غلہ کی کھتیاں۔

ہمچنیں در طلقؔ آں بادِ ولاد
اسی طرح دردِ زہ میں وہ پیدائش کی ہوا
گر نیاید بانگِ درد آید کہ داد
اگر نہ آئے، درد کی آواز آئے کہ فریاد ہے

گر نمی دانند کش رانندہ اوست
اگر لوگ نہیں جانتے (کہ کوئی اس کا) چلانیوالا ہے
باد را پس کردنِ زاری چہ خوست
تو ہوا کے سامنے عاجزی کا کیا مطلب!

اہلِ کشتی ہمچناں جویائے باد
اسی طرح کشتی والے ہوا کے طالب ہیں
جملہ خواہانش ازاں ربّ العباد
اس ربّ العباد سے اس کے خواہاں ہیں

ہمچنیں بر دردِ دنداں ہا زباد
اسی طرح دانتوں کی چیس میں دم کے ذریعہ
دفع میخواہی بسوز و اعتقاد
سوز اور اعتقاد کے ساتھ تو مدافعت چاہتا ہے

از خدا لابہ کناں آں جندیاں
خدا سے لشکری خوشامد کرتے ہیں
کہ بدہ بادِ ظفر اے کامراں
کہ اے کارساز! کامیابی کی ہوا چلا دے

رقعۂ تعویذ می خواہند نیز
نیز تعویذ کا کاغذ مانگتے ہیں
در شکنجۂ طلقِ زن از ہر عزیز
عورت کے دردِ زہ کی تکلیف کے وقت ہر عزیز سے

پسؔ ہمہ دانستہ اند ایں را یقیں
تو اس کو یقین کے ساتھ سب جانتے ہیں
کہ فرستد باد ربّ العالمیں
کہ دونوں جہان کا ربّ ہوا کو بھیجتا ہے

پس یقیں در عقلِ ہر دانندہ ہست
پس ہر جانکار کی عقل کو یقین ہے
اینکہ با جنبندہ جنبانندہ ہست
کہ چلنے والی ہوا کا کوئی چلانے والا ہے

گر تو او را می نہ بینی در نظر
اگر تو اس کو نظر سے نہیں دیکھتا ہے
فہم کن آں را باظہارِ اثر
اثر کے ظاہر کرنے سے تو اس کو سمجھ لے

تن بجاں جنبد نمی بینی تو جاں
جسم، روح کے ذریعہ حرکت کرتا ہے تو روح کو نہیں دیکھتا ہے
لیک از جنبیدنِ تن جاں بداں
لیکن جسم کے ہلنے سے روح کو سمجھ لے

گفتؔ او گر ابلہم من در ادب
اس نے کہا اگر میں ادب کے سلسلے میں بیوقوف ہوں
زیرکم اندر وفا و در طلب
تو جستجو اور وفاداری میں عقلمند ہوں

گفت ادب ایں بود خود دیدہ شد
اس نے کہا ادب تو یہ تھا جو دیکھ لیا گیا
آں دگر را خود ہمیدانی تو لُد
دوسرے کو تو جھگڑالو خود جانتا ہے

لہ طلق - دردِ زہ - ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ رحم اور کو ہوا سے بگھلا دیتا ہے تب بآسانی ولادت ہوتی ہے۔ گر نمی دانند - جبکہ یہ تصور ہوتا ہے کہ اس ہوا کا چلانے والا خدا ہے تو اس کے سامنے گریہ و زاری کی جاتی ہے، ورنہ محض ہوا کے سامنے کون گریہ و زاری کرے۔ اہلِ کشتی - کشتی والے بھی باموافق کے لئے خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ دردِ دنداں - دانتوں میں درد کے وقت لوگ بزرگوں سے دم کراتے ہیں۔ جندیاں - فوج کامیابی کی ہوا کی دعا کرتی ہے۔

ٹہ پس ہمہ - ان تمام مثالوں سے معلوم ہوا کہ سب لوگ ہوا کا چلانے والا خدا کو مانتے ہیں۔ پس یقیں - سب عقلمندوں کو یقین ہے کہ ہر حرکت کرنے والے کے لئے کوئی ذات حرکت میں لانے والی ہے۔ گر تو - اگر تو حرکت دینے والے کو نہیں دیکھ سکتا ہے تو اس کے حرکت دینے سے اس کے موجود ہونے کو سمجھ لے۔ تن بجاں - انسان کے جسم کو روح حرکت دیتی ہے لیکن انسان اس روح کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔

ٹہ گفت او - عاشق نے کہا کہ اگر ادب کے سلسلہ میں مجھ سے حماقت ہوئی ہے تو آپ اس سے درگذر کیجئے اور میری وفاداری اور جستجو کی قدر کر کے مجھے مقرب بنا لیجئے۔ ادب ایں بود - محبوب نے کہا کہ تیرے ادب کی حالت تو یہ تھی جو دیکھ لی گئی اب رہا تیرا وفا اور جستجو کا دعویٰ تو اس کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ لُد - اَلَدّ کی جمع ہے، جھگڑالو۔

خود ادب ایں بود و آں دیگر نہیں ... زیں بتر باشد کہ دیدیمش یقیں
خود ادب تو یہ تھا دوسری پوشیدہ (باتیں) ... اس سے بدتر ہوگی کیونکہ ہم نے یقین کیساتھ دیکھ لیا ہے

ہر چہ زیں کوزہ تراود بعد ازیں ... یک نمط خواہد بدن جملہ چنیں
اس پیالے سے جو ٹپکتا ہے اس کے بعد ... سب اسی طرح کا ہوگا

قصۂ صوفی[1] کہ بخانہ آمد و زن را با بیگانہ دید

اس صوفی کا قصہ جو گھر پر آیا اور اس نے بیوی کو ایک اجنبی کے ساتھ دیکھا

صوفیے آمد بسوئے خانہ روز ... خانہ یک در بود و زن با کفش دوز
دن میں ایک صوفی گھر میں آیا ... گھر کا ایک دروازہ تھا اور بیوی موچی کیساتھ تھی

جفت گشتہ با حریفِ خویش زن ... اندراں یک حجرہ از وسواسِ تن
بیوی اپنے یار کے ساتھ ہمبستر تھی ... اس ایک حجرے میں بدن کی خواہش کی وجہ سے

چوں بزد صوفی بجِد در چاشتگاہ ... ہر دو درماندند نے حیلت نہ راہ
جبکہ چاشت کے وقت صوفی نے کوشش سے دروازہ کھٹکھٹایا ... دونوں عاجز ہوگئے نہ تدبیر تھی نہ راستہ

ہیچ معہودش نہ بد کو آں زماں ... سوئے خانہ باز گردد از دکاں
اس کا یہ کبھی معمول نہ تھا کہ وہ اس وقت ... دکان سے گھر کو لوٹ آئے

قاصداً[2] آں روز بے وقت آں مروع ... از خیالے کرد با خانہ رجوع
اس روز اس خوفزدہ نے قصداً بے وقت ... کسی خیال سے گھر واپسی کردی

اعتمادِ زن براں کو ہیچ بار ... ایں زماں تا خانہ نامد او ز کار
بیوی کو اس پر بھروسہ تھا کہ وہ کبھی بھی ... اس وقت کام سے (فارغ ہوکر) گھر نہیں لوٹا ہے

آں قیاسش راست نامد از قضا ... گرچہ ستار است ہم بدہد سزا
تقدیر سے اس کا وہ قیاس درست نہ ہوا ... اگرچہ وہ (خدا) پردہ پوش ہے سزا بھی دیدیتا ہے

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش ... زانکہ تخم است و برویاند خداش
جبکہ تو نے بدی کی تو ڈر، مطمئن نہ ہو ... کیونکہ وہ بیج ہے اور خدا اس کو اُگا دیتا ہے

چند گاہے[3] او بپوشاند کہ تا ... آید آخر زاں پشیمانی حیا
بہت سی مرتبہ وہ پردہ پوشی کرتا ہے تاکہ ... بالآخر اس شرمندگی سے حیا پیدا ہو جائے

حکایت بر سبیل تمثیل

مثالی حکایت

---

[1] قصۂ صوفی۔ اس عاشق نے جس طرح اپنے جرم کے اچھے ذرخشانی کا ثبوت دیا اسی طرح صوفی کی اس بیوی کی حالت ہے۔ خانہ یک در یعنی گھر کا ایک دروازہ تھا کہ موچی کو وہ دوسرے دروازے سے نکال دیتی۔ کفش دوز۔ موچی۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن۔ وسواس تن یعنی جسمانی شہوت۔ معہود یعنی صوفی کا اس وقت گھر واپس آنے کا دستور نہ تھا۔

[2] قاصداً۔ صوفی جان بوجھ کر بے وقت گھر پر آیا۔ مروع۔ خوف زدہ یعنی اس کو بیوی کی بدچلنی کا اندیشہ تھا۔ اعتماد۔ بیوی کو اطمینان تھا کہ صوفی دکان سے شام کو ہی لوٹتا ہے۔ گرچہ۔ حضرت حق تعالیٰ پردہ پوشی کرتا ہے لیکن کبھی سزا کے طور پر رسوا بھی کر دیتا ہے۔

[3] چند گاہے۔ خدا کی ستاری اس لئے ہوتی ہے کہ شاید بندہ شرما کر خود برائی کو چھوڑ دے۔ بکنایت۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرصہ تک مسلسل خطا پر پردہ پوشی کرتا ہے اور گناہ کے بار بار کرنے پر گرفت کرتا ہے۔

چوں عمرؓ آں شاہ و میرِ مومناں — دادِ دزدے را بجلاد[1] و عواں

جبکہ مومنوں کے شاہ اور امیر عمرؓ نے — ایک چور کو جلاد اور سپاہی کے سپرد کیا

بانگ زد آں دزد کاے میرِ دیار — اولیں بارست جرمم زینہار

وہ چور چیخا، کہ اے ملک کے حاکم! — میری خطا پہلی بار ہے، معاف کیجئے

گفت امیرش حاش للہ کہ خدا — بارِ اول قہر راند در جزا

اس سے امیر نے فرمایا، خدا بچائے کہ خدا — پہلی مرتبہ بدلے میں قہر فرمائے

بارہا پوشد پئے اظہارِ فضل — باز گیرد از پئے اظہارِ عدل

وہ فضل کے اظہار کے لئے بارہا پردہ پوشی کرتا ہے — پھر عدل ظاہر کرنے کیلئے گرفت کرتا ہے

تاکہ[2] ایں ہر دو صفت ظاہر شود — آں مبشر گردد ایں منذر شود

تاکہ یہ دونوں صفتیں ظاہر ہو جائیں — وہ خوشخبری دینے والی اور یہ ڈرانیوالی بنجائے

بارہا زن نیز آں بد کردہ بود — سہل بگذشت آں و سہلش می نمود

صوفی کی بیوی نے بھی بارہا وہ بدکاری کی تھی — جو آسانی سے گذر گئی اور اس کو آسان نظر آئی

آں نمی دانست عقلِ پائے سست — کہ سبو دائم ز جو ناید درست

وہ کمزور عقل والی یہ نہ جانتی تھی — کہ ٹھلیا نہر سے ہمیشہ سالم نہیں لوٹتی ہے

آنچنانش[3] تنگ آورد آں قضا — کہ منافق را کند مرگِ فجا

اس کو قضا نے ایسا تنگ کیا — جسطرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے

نے طریق و نے رفیق و نے اماں — دست کردہ آں فرشتہ سوئے جاں

نہ راستہ اور نہ ساتھی اور نہ امان — فرشتے نے جان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا

آنچناں کہ زن دراں حجرہ خفا — خشک شد او و حریفش زابتلا

جیسا کہ عورت اس خلوت کے حجرے میں — وہ اور اس کا یار مصیبت میں مبتلا ہونیسے خشک ہو گئے

گفت صوفی با دلِ خود کاے دو گبر — از شما کینہ کشم لیکن بصبر

صوفی نے اپنے دل میں کہا کہ اے دو کافرو! — میں تم سے بدلہ لوں گا لیکن صبر کے ساتھ

لیک نادانستہ آرم ایں نفس — تا نگردد مطلع زیں حال کس

لیکن اس وقت ناواقف بن جاؤں گا — تاکہ اس حالت سے کوئی واقف نہ ہو

از شما کینہ کشد پنہاں محق — اندک اندک ہمچو بیماریِ دق

حقدار تم سے خفیہ بدلہ لے گا — آہستہ آہستہ جیسا کہ دق کی بیماری

[1] جلاد۔ وہ شخص جو مجرموں کو سزا دیتا ہے۔ دیار۔ یعنی ملک۔ اولیں۔ یہ میں نے پہلی بار چوری کی ہے معاف کر دیجئے۔ بارہا۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفت فضل کے اظہار کے لئے پردہ پوشی کرتا ہے اور پھر اظہارِ عدل کے لئے گرفت کرتا ہے۔

[2] تاکہ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ اپنی دونوں صفتوں کے اظہار کے لئے ہے اللہ کا فضل انسان کو خوشخبری دینے والا ہے اور اسکا عدل مجرم کو ڈرانے والا ہے۔ بارہا۔ بیوی اس سے پہلے بھی یہ گناہ کر چکی تھی اور اللہ کی ستاری نے اس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن وہ یہ نہ سمجھی کہ غلطی ہر بار معاف نہیں کی جاتی ہے۔

[3] آنچنانش۔ اس بیوی کو قضاء خداوندی نے اسطرح لاچار کر دیا جسطرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے اور اسکو توبہ کا موقع بھی نہیں دیتی ہے۔ فجا۔ فجاءۃ، اچانک۔ نے طریق۔ موت کے منافق کو لاچار کرنیکا بیان ہے۔ حجرہ خفا۔ وہی حجرہ جسمیں وہ چھپے ہوئے تھے۔ کینہ کشم۔ یعنی تم دونوں سے بدلہ لونگا لیکن صبر کے ساتھ لونگا۔ نادانستہ۔ یعنی تمہارے اس فعل کو ان دیکھا بنا دونگا تاکہ شور و شر نہ ہو اور محلہ والوں کو اس کا پتہ نہ چلے۔ از شما۔ دق کی بیماری مریض کو گھلا دیتی ہے اور مریض کو اس کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

مردِ دق باشد چو یخ ہر لحظہ کم — لیک پندارد بہر دم بہترم
مدقوق برف کی طرح ہر لحظہ گھٹتا ہے — لیکن ہر وقت سمجھتا ہے کہ میں اچھا ہوں

ہمچو کفتارے کہ می گیرندش اُو — غرۂ آں گفت کایں کفتار کُو
بجّو کی طرح جس کو گرفتار کرتے ہیں ، وہ — وہ اس بات سے دھوکے میں ہے کہ بجّو کہاں ہے؟

نیست در سُوراخ کفتار اے عمو — گشتہ اُو مغرور تر زیں گفتگو
اے چچا! بھٹ میں بجّو نہیں ہے — وہ اس گفتگو سے (اور) زیادہ دھوکے میں پڑ گیا

ایں ہمی گویند و بندش می نہند — اُو خوش و آسودہ کز من غافل اند
وہ یہ کہتے ہیں اور اُس کو پکڑ لیتے ہیں — وہ خوش اور مطمئن ہے کہ مجھ سے غافل ہیں

ہیچ پنہاں خانہ آں زن را نبُود — سَمجِ و دہلیز و رہِ بالا نبُود
اُس عورت کے چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی — نہ خانہ اور ڈیوڑھی اور اوپر کا راستہ نہ تھا

نے تنورے کہ درو پنہاں شود — نے جوالے کہ حجابِ آں شود
نہ کوئی تنور کہ اُس میں چھپ جائے — نہ کوئی بورا کہ اُس کا پردہ بن جائے

ہمچو عرصۂ پہن روزِ رستخیز — نے گو و نے پشتہ نے جائے گریز
حشر کے دن میدان کی طرح سپاٹ — نہ گڑھا اور نہ دیوار نہ بھاگنے کی جگہ

گفت یزداں وصفِ آں جا حرج — بہرِ محشر لا تَرٰی فِیہَا عِوَج
اُس تنگی میں کی جگہ کے لئے خدا نے فرمایا — محشر کے لئے، تو اُس میں کجی نہ دیکھے گا۔

معشوق را زیرِ چادر پنہاں کردن جہتِ تلبیس و بہانہ
تلبیس اور بہانہ اور مکر کے لئے معشوق کو چادر کے

و مکر کہ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ
نیچے چھپانا کیونکہ بیشک تمہارا مکر بڑا ہے۔

چادرِ خود را برو افگند زُود — مرد را زن کرد و در را بر کشُود
اُس نے جلدی سے اُس پر چادر ڈال دی — مرد کو عورت بنایا اور دروازہ کھول دیا

زیرِ چادر مرد رسوا و عیاں — سخت پیدا چوں شتر بر نردباں
چادر میں مرد رُسوا اور کُھلا ہوا — پورا ظاہر، جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ

از تعجب گفت صوفی چیست ایں — ہرگز ایں را من ندیدم کیست ایں
صوفی نے تعجب سے کہا یہ کیا ہے؟ — میں نے اِس کو کبھی نہیں دیکھا یہ کون ہے؟

لہ یخ: برف آہستہ آہستہ گھل کر ختم ہو جاتی ہے۔ کفتار: بجّو کے شکاری بجّو کے بھٹ کے پاس آپس میں زور زور سے کہنے لگتے ہیں کہ بجّو بھٹ میں نہیں ہے، بجّو اُن کی باتوں سے مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ ہیچ۔ اُس گھر میں بیوی کے چھپنے کیلئے کوئی جگہ نہ تھی۔

لہ سمج: پہاڑ کی کھوہ، خانہ۔ رہ بالا۔ زینہ۔ جوال۔ بورا۔ گو۔ گڑھا۔ پشتہ یعنی دیوار۔ گریز۔ قرآن پاک میں ہے وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا۔ اور اے پیغمبر تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہدو میرا پروردگار اُنکو اُڑا دیگا اور زمین کو ہموار میدان کر دے گا کہ جس میں تو نہ تو موڑ دیکھے گا اور نہ اونچ نیچ۔

سہ حرج۔ تنگی، گناہ۔ عوج۔ ٹیڑھ۔ چادر یعنی بیوی نے اُس موچی کو چادر اڑھا دی تاکہ صوفی اُسکو مرد کی بجائے عورت سمجھے اور دروازہ کھول کر اُنکو نکالدیا مگر چونکہ چادر میں وہ مرد نہ چھپ سکا اور اسطرح اُسکا مرد ہونا ظاہر تھا جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ پوشیدہ نہیں بلکہ ظاہر ہوتا ہے۔ از تعجب چونکہ صوفی نے طے کر لیا تھا کہ اس واقعہ کو اَن دیکھا بنا دیگا تو تعجب سے بیوی سے دریافت

گفت خاتونیست از اعیانِ شہر
اُس نے کہا شہر کے بڑے لوگوں میں سے ایک بی بی ہے
مرورا از مال و اقبال ست بہر
جس کا مال اور خوش نصیبی میں حصہ ہے

در ببستم تا کسے بیگانۂ
میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ کوئی غیر
در نیاید زود نادانانۂ
نادانستگی میں جلدی سے اندر نہ آجائے

گفت صوفی چیستش ہیں خدمتے
صوفی نے کہا ہاں اس کا کام کیا ہے؟
تا بر آرم بے سپاس و منتے
تاکہ میں بغیر شکر گذاری اور احسان کے کر دوں

گفت میلش خویشی و پیوستگی ست
اُس نے کہا اُس کی خواہش اپنائیت اور رشتہ ہے
نیک خاتونے ست حق داند کہ کیست
بھلی بی بی ہے، خدا جانے کون ہے!

یک پسر دارد کہ اندر شہر نیست
اُس کے ایک لڑکا ہے، جو شہر میں نہیں ہے
خوب و زیرک چابک و مکسب کنیست
خوبصورت اور عقلمند اور چست اور کماؤ ہے

خواست دختر را ببیند زیرِ دست
اُس نے چاہا کہ لڑکی کو چھپ کر دیکھ لے
اتفاقاً دختر اندر مکتب ست
اتفاقاً لڑکی مکتب میں ہے

باز گفت ار آرد باشد یا سبوس
پھر اُس نے کہا، وہ آٹا ہے یا بھوسی
می کنم او را بجان و دل عروس
میں اُس کو جان و دل سے دُلہن بنا لوں گی

گفت صوفی ما فقیر و زاد کم
صوفی نے کہا ہم فقیر ہیں اور مال کم ہے
قوم خاتوں مالدار و محتشم
بی بی کی قوم مالدار اور باعزت ہے

کے بُود ایں کفوِ ایشاں در زواج
یہ لڑکی، نکاح میں اُن کا جوڑ کہاں ہے؟
یک در از چوب و درِ دیگر ز عاج
ایک پٹ لکڑی کا اور دوسرا پٹ ہاتھی دانت کا

کفو باید ہر دو جفت اندر نکاح
نکاح میں دونوں کا جوڑ ہونا چاہیے
ورنہ تنگ آید نماند ارتیاح
ورنہ خرم آئے گی، آسودگی نہ ہوگی

کے بُود ہمرنگ فقر و احتشام
دولتمندی اور فقر ہمرنگ کب ہوتے ہیں!
چوں شود ہمجنس یاقوت و رخام
یاقوت اور سنگ مرمر ہم جنس کہاں ہیں!

جامہ نیمے اطلس و نیمے پلاس
آدھا کپڑا اطلس اور آدھا ٹاٹ
عیب باشد نزدِ اصحابِ شناس
پہچان والوں کے نزدیک عیب ہوتا ہے

با کبوتر باز کے شُد ہم نفس
باز، کبوتر کا ساتھی کب ہوا ہے!
کے شود ہمراز عنقا با مگس
عنقا، مکھی کا ہمراز کب ہوا ہے!

اعیان شہر: شہر کے بڑے لوگ۔ مرکز ۱- یعنی بہت مالدار اور باعزت عورت ہے۔ ق۲۔ میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ اچانک کوئی گھر میں نہ آجائے اور اُنکی بے پردگی اور بے عزتی ہو۔ گفت صوفی نے کہا ایسی معزز عورت ہے تو وہ کس کام کو آئی تھی مجھے بتا تاکہ جلد اُس کا کام کر دوں۔ ۲ میلش۔ بیوی نے کہا وہ رشتہ لیکر آئی تھی۔ خواست۔ اُسکے آنیکا مقصد ہماری لڑکی کو دیکھنا تھا۔ باز گفت چونکہ لڑکی مدرسہ گئی تھی اور وہ لڑکی کو نہ دیکھ سکی تو کہنے لگی خواہ بچی کی صورت کیسی ہی ہو میں تو اسکو اپنی دلہن بنا لونگی۔ گفت صوفی صوفی نے بیوی سے کہا لڑکی بہت غریب گھرانے کی اور لڑکا رئیس گھرانے کا یہ بے جوڑ بات ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ دروازے کا ایک کواڑ لکڑی کا اور ایک کواڑ ہاتھی دانت کا ہو۔
۳ ورنہ۔ اگر میاں، بیوی یکساں نہ ہوں تو اختلاف رہتا ہے۔ ارتیاح۔ راحت پانا۔ کے بود۔ یہ جوڑ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ فقر اور دولت مندی کا جوڑ یا یاقوت اور سنگ مرمر کا جوڑ۔ جامہ اطلس میں ٹاٹ کا پیوند عقلمندوں کے نزدیک بُرا ہے۔ با کبوتر۔ کبوتر اور باز کا عنقا اور مکھی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

گفتنِ[۱] زن که او در بندِ جهاز نیست مرادِ او ستر و صلاح ست

بیوی کا کہنا کہ وہ جہیز کے فکر میں نہیں ہے اس کا مقصد پردہ پوشی اور نیکی ہے

و جواب گفتنِ صوفی آں سرِ پوشیدہ را

اور صوفی کا اُس پوشیدہ راز کا جواب دینا

گفت گفتم من چنیں عذرے و او / گفت نے من نیستم اسباب جو

اُس (بیوی) نے کہا، میں نے اس طرح کا عذر کیا اور اُس نے / کہا، نہیں، میں سامان کی جستجو میں نہیں ہوں

ما ملولیم از قماش و زر و سیم / فارغیم و تخمه از مالِ عظیم

ہم تو کپڑے اور سونے اور چاندی سے اُکتا گئے ہیں / ہم بے نیاز ہیں اور زیادہ دولت سے پیٹ بھرے ہیں

ما ز مال و زر ملول و تخمه ایم / ما بحرص و جمع نے چوں عامه ایم

ہم مال اور سونے سے اُکتائے ہوئے اور پیٹ بھرے ہیں / ہم عوام کی طرح لالچ اور جوڑنے میں نہیں ہیں

قصدِ[۲] ما ستر ست و پاکی و صلاح / در دو عالم خود بداں باشد فلاح

ہمارا مقصد پردہ پوشی اور پاکی اور نیکی ہے / دونوں جہان میں اسی سے نجات ہے

باز صوفی عذرِ درویشی بگفت / واں مکرر کرد تا نه بود نهفت

صوفی نے پھر افلاس کا عذر کیا / اور اس کو دہرایا، تاکہ چھپا نہ رہے

گفت زن من هم مکرر کرده ام / بے جهازی را مقرر کرده ام

بیوی نے کہا میں بھی دُہرا چکی ہوں / بے سروسامانی کو واضح کر چکی ہوں

اعتقادِ اوست راسخ تر ز کوه / کز صد فقرش نمی آید شکوه

اُس کا ارادہ پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہے / سو افلاس سے بھی اُس کو ڈر نہیں ہے

او همی گوید مرادم عفت است / از شما مقصود صدق و همت است

وہ بھی کہتی ہے کہ میرا مقصد پاکدامنی ہے / تم سے (میرا) مقصود سچائی اور باطنی توجہ ہے

گفت[۳] صوفی خود جهاز و مالِ ما / دید و می بیند هویدا بے خفا

صوفی نے کہا اس نے ہمارا سامان اور مال / دیکھ لیا ہے اور صاف بغیر کسی پوشیدگی کے دیکھتی ہے

خانهٔ تنگے مقامِ یک تنے / که درو پنهاں نماند سوزنے

تنگ گھر، ایک شخص کی جگہ / کہ جس میں ایک سوئی بھی نہ چھپ سکے

۱ گفتنِ زن۔ عورت نے کہا کہ وہ لوگ جہیز کے طالب نہیں ہیں وہ تو پردہ پوشی اور نیکی کے طلبگار ہیں۔ اور صوفی نے اُسکو طنزاً جواب دیا۔ ما ملولیم۔ بیوی نے کہا وہ عورت کہتی تھی کہ ہم تو دولت سے عاجز آگئے ہیں ہمارے یہاں جو دولت ہے وہی بھاری پڑ رہی ہے۔ ما ز مال۔ بیوی نے کہا وہ عورت یہ بھی کہہ رہی تھی کہ ہم عوام کی طرح مال کے لالچی اور حریص نہیں ہیں۔ ۲ قصدِ ما۔ ہم تو ایسی لڑکی چاہتے ہیں جو پردہ نشین اور نیک ہو دونوں جہانوں میں انہی چیزوں سے بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ باز صوفی۔ صوفی نے پھر اپنی تنگدستی کا اظہار کیا تاکہ بات چھپی نہ رہے۔ گفت زن۔ بیوی نے صوفی سے کہا میں اپنی غربت خوب بیان کر چکی ہوں لیکن وہ اپنی بات پر جمی ہوئی ہے۔ اور ہماری غربت سے نہیں گھبرائی ہے۔ او همی گوید۔ وہ برابر یہی کہتی ہے کہ ہم تمہارے مال کے پیشِ نظر رشتہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ تمہاری سچائی اور دعاؤں کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ ۳ گفت صوفی۔ صوفی نے اب تک تو ایسا طرزِ کلام اختیار کر رکھا تھا جس سے بیوی یہ نہ سمجھے کہ وہ اُس کی خباثت سے باخبر ہو گیا ہے اب انداز گفتگو میں اس نے ایسے طنزیہ فقرے استعمال کئے جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ بیوی کی بدچلنی سے واقف ہو گیا ہے۔ خانه۔ یعنی اُس نے یہ تو دیکھ ہی لیا ہے کہ ہمارا گھر ایسا مختصر ہے کہ اس میں سوئی بھی نہیں چھپ سکتی ہے۔

بازِ ستر و پاکی و زہد و صلاح — او ز ما بہ داند اندر انتصاح
پھر پردہ پوشی اور پاکی اور زہد اور نیکی — نصیحت پکڑنے میں وہ ہم سے بہتر جانتی ہے

بہ ز ما می داند او احوالِ ستر — وز لبس و پیش و سر و دنبالِ ستر
پردہ پوشی کے احوال وہ ہم سے بہتر جانتی ہے — اور پردہ پوشی کا آگا پیچھا اور سر اور پیر

بے جہازی خود عیاں ہمچوں خورست — وز صلاح و ستر او واقف ترست
بے سروسامانی سورج کی طرح خود ظاہر ہے — نیکی اور پردہ پوشی سے وہ زیادہ واقف ہے

ظاہر آ او بے جہاز و خادم ست — وز صلاح و ستر او خود عالم ست
ظاہر ہے کہ وہ (لڑکی) بغیر جہیز اور خادم کے ہے — اور اسکی نیکی اور پردہ پوشی کو وہ (بی بی) خود جانتی ہے

شرحِ[2] مستوری ز بابا شرط نیست — چوں بر او پیدا چو روزِ روشن ست
(اس لڑکی کی) پردہ پوشی کی تشریح باپ کیجانب سے ضروری نہیں ہو — چونکہ اس (بی بی) پر روز روشن کی طرح واضح ہے

ایں حکایت را بداں گفتم کہ تا — لافِ کم بافی چو رسوا شد خطا
یہ قصہ میں نے اس لئے کہہ دیا ہے، تاکہ — جب غلط کاری رسوا ہو گئی ہو تو شیخی نہ بگھارے

مر ترا ہم اے بدعویٰ مستزاد — ایں بدست اجتہاد و اعتقاد
اے بلند بانگ دعوے والے! تیرا بھی — یہی اجتہاد اور اعتقاد تیرے پاس ہے

چوں زنِ صوفی تو خائن بودہ — دامِ مکر اندر دغا بکشودہ
صوفی کی بیوی کی طرح تو بھی خائن ہے — تو نے دغا بازی میں مکر کا جال پھیلایا ہے

کز ہر ناشستہ روئی گپ زنی — شرم داری وز خدائے خویش نی
کہ ہر برائی کے بارے میں تو گپیں مارتا ہے — تو شرم کرتا ہے اور اپنے خدا سے نہیں کرتا

بیانِ[3] آنکہ غرض از بصیر و سمیع و علیم گفتن حق را چیست
اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کو بصیر اور سمیع اور علیم کہنے کا مقصد کیا ہے

از پئے آں گفت حق خود را بصیر — کہ بود دیدِ ویت ہر دم نذیر
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو بصیر اسی لئے فرمایا ہو — تاکہ اس کا تجھے دیکھنا ہر وقت ڈرانے والا ہے

از پئے آں گفت حق خود را سمیع — تا بہ بندی لب ز گفتارِ شنیع
(اللہ) تعالیٰ نے اپنے آپ کو سننے والا اسلئے فرمایا ہے — تاکہ تو بری گفتگو سے ہونٹ بند کر لے

نہیں رہ سکتا، وہ بصیر ہے اسکی بصارت سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کی بحث شروع کرکے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسماء صفاتی جن صفات کے بنے ہیں وہ صفت حضرتِ حق تعالیٰ میں بدرجۂ اتم موجود ہو۔ سمیع - اللہ تعالیٰ سمیع ہو وہ سب کچھ سنتا ہے تو اسکا تقاضہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے کوئی بری بات نکالے اور یہ سمجھ کر کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو سنتا ہے۔

[1] باد۔ اب رہی پاکی اور نیکی کی بات تو اگر اس کو نصیحت حاصل کرنی ہے تو وہ ہم سے بھی زیادہ جانتی ہے۔ جہاں تک اسکو ہمارے پردے کا حال تو بہت اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے۔ بے جہازی۔ ہماری بے سروسامانی نیکی اور پردے سے اچھی طرح واقف ہو چکی ہے ظاہر ہے لڑکی کا بے جہیز اور بغیر خادم کے ہونا تو ظاہر تھا ہی اب وہ نیکی اور پردہ پوشی سے بھی واقف ہو گئی ہے۔

[2] شرح مستوری۔ لڑکی کی پردہ پوشی کو باپ کیا بیان کرے اس سے وہ خود واقف ہو چکی ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح اس پر کھل گئی ہے۔ ایں حکایت باغ والی معشوقہ نے عاشق کو یہ قصہ سنا کر کہا کہ یہ قصہ میں نے تجھے اسلئے سنایا ہے کہ جب تیری بے ادبی کھل گئی ہے تو وفاداری وغیرہ کے دعوے نہ کر۔ مر ترا۔ اس معشوقہ نے اس عاشق سے کہا کہ تیری حالت اسی صوفی کی بیوی کی سی ہے اور صوفی کی بیوی کیطرح تو بھی خائن ہوتے ہوئے مکر اور دغا کا جال پھیلا رہا ہے اور ہر بات پر اپنے آپ کو بری ظاہر کر رہا ہے تو لوگوں سے تو شرماتا ہے اور خدا سے نہیں شرماتا۔

[3] بیانِ۔ چونکہ عاشق نے معشوقہ کو تنہا دیکھ پایا اور اسکو یہ محسوس نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور وہ علیم ہے کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں ہے ...

از پئے آں گفت حق خود را علیم ۔۔۔ تا نیندیشی فسادے تو ز بیم
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو جاننے والا اسی لئے فرمایا ۔۔۔ تاکہ ڈر کر تو کوئی بُری بات نہ سوچے

نیست اینہا بر خدا اسمِ عَلَم ۔۔۔ کہ سیہ کافور دارد نام ہم
یہ نام خدا کی (محض) شناخت کے لئے نہیں ہیں ۔۔۔ کیونکہ حبشی کا نام کافور بھی ہوتا ہے

اسمِ مشتق ست از اوصافِ قدیم ۔۔۔ نے مثالِ علتِ اُولیٰ سقیم
یہ نام قدیم صفات سے بنے ہیں ۔۔۔ (اللہ تعالیٰ) علتِ اولیٰ کی طرح ناقص نہیں ہے

ورنہ تسخر باشد و طنز و دِہا ۔۔۔ کر را سامع ضریراں را ضیا
ورنہ مذاق اور طنز اور مکر ہو گا ۔۔۔ بہرے کو سننے والا اور اندھوں کو روشنی (والا کہنا)

یا عَلَم باشد حیی نامِ وقیح ۔۔۔ یا سیاہ و زِشت را نامِ صبیح
یا کسی بے شرم کا نام، حیادار ہو ۔۔۔ یا کالے اور بدصورت کا نام حسین (ہو)

طفلکِ نوزادہ را حاجی لقب ۔۔۔ یا لقب غازی نہی بہر نسب
نئے پیدا ہوئے ننھے بچے کا حاجی لقب ۔۔۔ یا غازی لقب نسب کی وجہ سے تو رکھ دے (مناسب ہے)

گر بگویند ایں لقبہا در مدیح ۔۔۔ چوں ندارد آں صفت نبود صحیح
(لیکن) اگر تعریف کے موقع پر یہ القاب بیان کئے گئیں ۔۔۔ جبکہ اُس میں وہ خوبی نہیں ہے تو درست نہیں ہے

تسخر و طنزے بود آں یا جنوں ۔۔۔ پاک حق عما یقول الظالمون
مذاق اور طنز یا پاگل پن ہو گا ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) اُس سے پاک ہے جو ظالم کہتے ہیں

من ہمی دانستمت پیش از وصال ۔۔۔ کہ نکو روئی و لیکن بدخصال
میں ملنے سے پہلے ہی تجھے سمجھ گئی تھی ۔۔۔ کہ تو اچھی صورت والا ہے لیکن بدعادت ہے

۵۳ من ہمی دانستمت پیش از لقا ۔۔۔ کز ستیزہ راسخی اندر شقا
میں تیرے بارے میں ملاقات سے پہلے جان گئی تھی ۔۔۔ کہ تو جھگڑالو ہونے کی وجہ سے بدبختی میں پختہ ہے

چونکہ چشمم سُرخ باشد در عمش ۔۔۔ دانمش زاں درد گر کم بینمش
جب آنکھیں دُکھنے میں میری آنکھیں سُرخ ہوں ۔۔۔ میں اُسکو اُس درد سے جان جاتی ہوں اگرچہ اُسکو نہیں دیکھتی ہوں

۵۱ اسمِ عَلَم۔ وہ نام ہوتا ہے جو محض مُسمّیٰ کی شناخت کیلئے رکھ دیا جاتا ہے قطعِ نظر اس سے کہ اُس مُسمّیٰ میں وہ صفت موجود ہے یا نہیں جس سے وہ اسم بنا ہے۔ جیسے حبشی کے رہنے والے کا نام کافور رکھ دیا جاتا ہے حالانکہ اُس حبشی میں نہ کافور کی سی سفیدی ہے نہ خوشبو۔ اسمِ مشتق است۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اُس کی قدیم صفات سے بنے ہیں جن میں اُن صفات کے معانی موجود ہیں سمیع صفتِ سمع سے بنا ہے اور اُس میں قوتِ سماع موجود ہے اسی طرح علیم صفتِ علم سے بنا ہے۔ اللہ تعالیٰ صفتِ علم سے متصف ہے۔ نے مثال۔ فلاسفہ حضرت حق سبحانہٗ کو علتِ اولیٰ قرار دیتے ہیں اور اُس سے صرف معلولِ اوّل کا ثبوت بطریقِ وجوب مانتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرتِ حق علتِ اولیٰ کی طرح نہیں ہے کہ اُس سے صرف معلولِ اوّل کا تعلق ہو اور وہ بھی بر سبیلِ وجوب بلکہ تمام اشیاء کا صرف وہی خالق ہے اور اپنی تمام صفات سے متصف ہے اور وہ تمام کائنات کی علت ہے اور اسکی صفات کا تعلق بھی تمام کائنات سے ہے۔

۵۲ ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے متصف نہ مانا جائے جس سے اسم وصفی بنا ہے تو یہ محض تمسخر ہو گا بہرے کو سمیع کہنا، اندھے کو ضیاء کہنا مذاق ہے۔ حیی۔ حیادار۔ وقیح۔ بے حیا۔ صبیح۔ حسین۔ طفلک۔ باپ کے حاجی یا غازی ہونے کی وجہ سے کسی بچہ کا نام حاجی یا غازی محض پہچان کے لئے رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ گر بگویند۔ اگر یہی الفاظ اُس بچہ کی تعریف میں بولے جائیں جس میں وہ صفت نہیں ہے تو یہ محض ایک مذاق ہو گا ۔۔۔ ۵۳ من ہمی۔ معشوقہ نے اُس عاشق سے کہا میں ملاقات سے پہلے سمجھ گئی تھی کہ تو بدبخت ہے۔ چونکہ کسی چیز کا مشاہدہ ہی علم کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اُس چیز کے آثار سے بھی علم حاصل ہو جاتا ہے، آنکھیں دُکھنے میں جب سُرخ ہو جاتی ہیں اگرچہ سرخی کو انسان نہیں دیکھتا ہے لیکن درد سے سمجھ جاتا ہے کہ آنکھیں سُرخ ہیں۔

تو مرا[۱] چوں برّہ دیدی بے شُباں
تو نے مجھے بلا گڈریے والی بکری کا بچہ سمجھا
تو گماں بُردی ندارم پاسباں
تو نے خیال کیا کہ میرا کوئی نگہبان نہیں ہے

عاشقاں از درد زاں نالیدہ اند
عاشق درد میں اسی وجہ سے روتے ہیں
کہ نظر نا جایگہ مالیدہ اند
کہ بے موقع نظر بازی کرتے ہیں

بے شُباں دانستہ اند آں ظبی را
انھوں نے اُس ہرنی کو بے محافظ سمجھا
رائگاں دانستہ اند آں سُبی را
انھوں نے اُس قیدی کو مفت جانا

تا ز غیرت تیر آمد بر جگر
یہاں تک کہ غیرتِ خداوندی سے جگر پر تیر لگا
کہ منم حارس گزافہ کم نگر
کہ میں نگہبان ہوں، بیہودہ نگاہ نہ ڈال

کے کم از برّہ کم از بز غالہ ام
میں بکری اور بھیڑ کے بچے سے کم کب ہوں
کہ نباشد حارِسے از دُنبالہ ام
کہ میرے پیچھے نگہبان نہ ہوگا

حارِسے[۲] دارم کہ مُلکش می سزد
میں وہ نگہبان رکھتی ہوں جس کو حکومت سزاوار ہے
داند آں بادے کہ بر من می وزد
وہ اُس ہوا کو بھی، جانتا ہے جو مجھ پر چلتی ہے

سرد بُود آں باد یا گرم آں علیم
وہ جانتا ہے، کہ وہ ہوا ٹھنڈی تھی یا گرم
نیست غافل نیست غائب اے سقیم
اے بیمار! وہ نہ غافل ہے، نہ غائب ہے

نفسِ شہوانی ندارد نورِ جاں
شہوت والا نفس رُوح کا نور نہیں رکھتا ہے۔
من بدل کوریت می دیدم عیاں
میں دل کے ذریعہ تیرے اندھے پن کا مشاہدہ کر رہی تھی

نفسِ شہوانی ز حق کر ست و کور
شہوت والا نفس اللہ (تعالیٰ) سے بہرا اور اندھا ہے
من بدل کوریت می دیدم ز دور
میں نے دل کے ذریعہ دور سے تیرے اندھے پن کو دیکھ لیا تھا

ہشت[۳] سالت زاں نپرسیدم بہیچ
اسی وجہ سے آٹھ سال سے میں نے تجھے نہیں پوچھا
کہ پُرت دیدم ز جہل و پیچ پیچ
کیونکہ میں نے تجھے نادانی اور ڈانواں ڈول سے پُر دیکھ لیا تھا

خود چہ پُرسم زانکہ او باشد تبوں
جو بھٹی میں ہو اُس کے بارے میں کیا پوچھوں
کہ تو چونی چوں بُود او سرنگوں
کہ تو کیسا ہے؟ جبکہ وہ اوندھا ہے

مثل آنکہ گلخن و تقویٰ حمّام و توانگراں سرگیں کشانند
اس کی مثال کہ دنیا بھٹی اور تقویٰ حمام اور مالدار اُپلے ڈالنے والے ہیں

۱ تو مرا۔ معشوق نے اُس عاشق سے کہا کہ تُو نے مجھے بے رکھوالا…… بکری کا بچہ سمجھا اور مجھے بغیر نگہبان کے جانا کہ نظر۔ نظر بازوں کا رونا دھونا اُنکے گناہ کی سزا ہے۔ ظبی۔ یعنی معشوقہ ہرنی۔ قیدی عورت۔ غیرت۔ یعنی غیرتِ خداوندی۔ حارس۔ نگہبان۔ برّہ۔ بکری کا بچہ۔ بز غالہ۔ پہاڑی بکری۔

۲ حارسے۔ یعنی میرا محافظ وہ خدا ہے جو علیم و خبیر ہے وہ اُس ہوا کو بھی جان لیتا ہے جو میرے اوپر سے گزرتی ہے۔ نفسِ شہوانی۔ تیرا نفس شہوت پرست ہے جس میں روح کا کوئی نور نہیں ہوتا ہے اور وہ اللہ کے معاملہ میں اندھا بہرا ہوتا ہے۔

۳ ہشت۔ تُو آٹھ سال سے میرے فراق میں ہے چونکہ میں سمجھتی تھی کہ تو جہل اور نادانی سے پُر ہے لہٰذا میں نے تیری کوئی پروا نہیں کی۔ خود۔ جو شخص خود تباہی کی بھٹی میں گرا ہوا اُس کے احوال معلوم کرنا بے وقوفی ہے۔ تون۔ بھٹی کا دھندلکا۔

مثل۔ حمام میں پانی گرم کرنے کے لئے بھٹی بنائی جاتی ہے جس میں گوبر اور کوڑا کرکٹ جلایا جاتا ہے حمام کے خدمتگار اُس بھٹی میں گوبر وغیرہ لا کر ڈالتے ہیں اور گندے رہتے ہیں حمام میں نہانے والے اپنے بدن کو میل کچیل صاف کر کے نکلتے ہیں تو دنیا کا مال بھٹی کے ایندھن کی طرح ہے اور دنیا دار بھٹی روشن کرنے والوں کی طرح ہیں اور متقی حمام میں نہانے والوں کی طرح ہیں۔

شہوتِ دنیا مثالِ گُلخن ست
دنیا کی شہوت بھٹی جیسی ہے

کہ ازو حمامِ تقویٰ روشن ست
جس سے پرہیزگاری کا حمام روشن ہے

لیک قسمِ متقی زیں تُوں صفاست
لیکن اِس بھٹی سے متقی کا حصّہ صفائی ہے

زانکہ در گرمابہ است و در نقاست
کیونکہ وہ حمام میں ہے اور پرہیزگاری میں ہے

اغنیا ماندہ سرگیں کشاں
مالداروں کو، اُپلے لانے والوں کی طرح

بہرِ آتش کردنِ گرمابہ داں
حمام کو گرمانے کے لئے، سمجھ

اندر ایشاں حرص بنہادہ خدا
اللہ (تعالےٰ) نے ان میں حرص رکھدی ہے

تا بُوَد گرمابہ گرم و با نوا
تاکہ حمام گرم اور پُر رونق ہو

ترکِ ایں تُوں گیر و در گرمابہ آں
اِس بھٹی کو چھوڑ اور حمام میں جا

ترکِ تُوں را عینِ آں گرمابہ داں
بھٹی کو چھوڑنا، بعینہ حمام سمجھ

ہر کہ در تُون ست اُو چوں خادم ست
جو بھٹی میں ہے وہ خادم جیسا ہے

مر وُرا کہ صابر ست و حازم ست
اُس شخص کے لئے جو صابر اور محتاط ہے

ہر کہ در حمام شد سیمائے اُو
جو شخص حمام میں چلا گیا، اُس کی علامت

ہست پیدا بر رُخِ زیبائے اُو
اُس کے حسین چہرے پر ظاہر ہے

تونیاں را نیز سیما آشکار
بھٹی والوں کی علامت بھی ظاہر ہے

از لباس و از دُخان و از غبار
کپڑوں اور دھوئیں اور غبار سے

ور نہ بینی رُوش بُوئش را بگیر
اگر تو اُس کا چہرہ نہیں دیکھتا ہے اُس کی بُو لے

بُو عصا آمد برائے ہر ضریر
بُو، ہر اندھے کی لاٹھی ہے

گر نداری بُو در آرش در سخن
اگر تجھے سونگھنا نہیں آتا، اُس سے بات کرا

از حدیثِ نو بداں رازِ کہن
نئی بات سے پُرانا راز سمجھ لے

پس بگوید تونیِ صاحب ذہب
سونے کا مالک، بھٹی والا کہتا ہے

بست سلہ چرک بُردم تا بشب
بیس ٹوکرے گوبر کے میں ڈھو کر شام تک لے گیا ہوں

حرصِ تو چوں آتش ست اندر جہاں
دنیا میں تیری حرص آگ کی طرح ہے

باز کردہ ہر زبانہ صد دہاں
ہر شعلہ نے سَو مُنہ پھیلا رکھے ہیں

پیشِ عقل ایں زر چو سرگیں ناخوش ست
عقل کے نزدیک یہ سونا گوبر کی طرح بُرا ہے

گرچہ چوں سرگیں فروغِ آتش ست
اگرچہ وہ گوبر کی طرح آگ کی چمک والا ہے

---

۱ نیک۔ متقی اس دنیا کے حمام سے پاک و صاف بنکر نکلتا ہے گرمابہ۔ حمام۔ اغنیا۔ دنیاداروں میں دولت کی حرص نہ ہوتی تو یہ بھٹی گرم نہ ہوتی ترک۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ بھٹی کا رُخ نہ کرے حمام میں داخل ہو۔

۲ ہر کہ۔ دنیاداروں نے اہلِ تقویٰ کو دنیا کے کاموں سے بے فکر کر دیا ہے ورنہ اُن کو خود مصروف ہونا پڑتا تو گویا دنیادار متقیوں کے خدمت گذار اور غلام ہیں۔ در حمام شد۔ تقوے کے آثار چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ تونیاں۔ دنیا والوں کے احوال اُن کی علامتوں سے پہچان لئے جاتے ہیں۔ ور نہ۔ اگر تم میں یہ استعداد نہیں ہے کہ دنیادار کے چہرے سے اُن کے احوال پڑھ لو تو بوئش۔ یعنی اُن کی عادتوں سے اُن کے احوال سمجھ لو۔ بُو۔ اندھا چونکہ نہیں دیکھ سکتا ہے وہ خوشبو سے چیز کی حقیقت سمجھ لیتا ہے۔

۳ گر نداری بُو۔ اگر تم اُن کی عادتوں سے اُنکے احوال سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے ہو تو اُنکی گفتگو سے اُنکے احوال سمجھ لو۔ پس بگوید۔ مالدار، دنیادار کہے گا کہ آج میں نے بیس ٹوکرے گوبر کمایا۔ حرص تو۔ حرص سے بھی ایسے ہی شعلے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ گوبر کے اُپلوں سے۔ پیش عقل۔ عقلمند گوبر اور سونے کو برابر سمجھتا ہے کیونکہ وہ بھی آتشِ حرص کو اسی طرح فروغ دیتا ہے جس طرح گوبر آگ کو فروغ دیتا

آفتابے کہ دم از آتش زند — **چرکِ تر را لائقِ آتش کند**
سورج جو آگ کا دم بھرتا ہے — تر گوبر کو آگ کے قابل بناتا ہے

آفتاب[۱] آں سنگ را ہم کرد زر — **تا بتونِ حرص افتد صد شرر**
سورج نے پتھر کو بھی سونا بنایا ہے — تاکہ لالچ کی بھٹی میں سو چنگاریاں پیدا ہوں

آنکہ گوید مال گرد آوردہ ام — **چیست یعنی چرک چندیں کردہ ام**
جو یہ کہتا ہے کہ میں نے مال جمع کیا ہے — کیا ہے؟ یعنی اتنا گوبر جمع کیا ہے

ایں سخن گرچہ رسوائی فزاست — **در میانِ تونیاں زیں فخرہاست**
یہ بات اگرچہ رسوائی میں اضافہ کرنے والی ہے — بھٹی والوں میں اس پر بڑا فخر کیا جاتا ہے

کہ تو شش سلہ کشیدی تا بشب — **من کشیدم بست سلہ بے کرب**
کہ تو نے رات تک چھ ٹوکرے حاصل کئے — میں نے آسانی سے بیس ٹوکرے کمائے

آنکہ[۲] در توں زاد و پاکی را ندید — **بوئے مشک آرد برو رنجے پدید**
جو بھٹی میں پیدا ہوا اور اس نے پاکی نہیں دیکھی — مشک کی خوشبو اس میں مرض پیدا کردے گی

گر بتوں انباز خواہی بود تو — **زیں زیاں ہرگز نہ بینی سود تو**
اگر تو بھٹی کا شریک بنے گا — اس نقصان کی بجائے تو کبھی نفع نہ حاصل کرے گا

قصہ[۳] آں دبّاغ کہ در بازارِ عطّاراں از بوئے عطر بیہوش شد
اس کھال رنگنے والے کا قصہ جو عطر فروشوں کے بازار میں عطر کی خوشبو سے بیہوش ہو گیا

آں یکے دبّاغ در بازار شد — **تا خرد آنچہ ورا در کار بد**
ایک چمڑا رنگنے والا بازار گیا — تاکہ جو اسے درکار تھا وہ خریدے

ناگہاں افتاد بیہوش و خمید — **چونکہ در بازارِ عطّاراں رسید**
اچانک بے ہوش ہو کر گر گیا اور جھک گیا — جیسے ہی وہ عطر فروشوں کے بازار میں پہنچا

بوئے عطرش زد ز عطّارانِ راد — **تا بگردید سرش و بر جا فتاد**
سخی عطاروں کی طرف سے اسکو عطر کی خوشبو لگی — یہاں تک کہ اس کا سر چکرایا اور وہیں گر گیا

ہمچو مردار او فتاد و بے خبر — **نیم روز اندر میانِ راہگذر**
مُردے کی طرح گر گیا اور بیہوش — دوپہر میں سڑک کے درمیان

[۱] آفتاب۔ سورج کی گرمی ہی تر گوبر کو خشک کرکے آگ سے جلنے کے قابل بناتی ہے۔ سورج ہی پتھر کو گرما کر اس کی رگوں میں سونا پیدا کرتا ہے تاکہ وہ سونا حرص کی بھٹی میں پہنچ کر حرص کی چنگاریوں کو فروغ دے۔ آنکہ جو دنیا دار یہ کہ رہا ہے کہ اس نے مال جمع کیا ہے تو اس نے دراصل آتشِ حرص کے لئے گوبر جمع کیا ہے۔ ایں سخن۔ گوبر جمع کرنا اگرچہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے لیکن بھٹی والوں میں یہ فخر ہے۔ وہ فخریہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ تو نے چھ ٹوکرے گوبر جمع کیا ہے تو میں نے بیس ٹوکرے جمع کئے ہیں، یہی دنیا داروں کی حالت ہے۔

[۲] آنکہ جس شخص کا نشوونما بھٹی کے ماحول میں ہوا ہے اس کیلئے گوبر کی بدبو خوشگوار ہوگی اگر تم اس کو مشک سونگھاؤ گے تو اس سے اسے تکلیف پہنچے گی گر تو۔ اگر تم بھی اس کے اس بھٹی کے کاروبار میں شریک ہو جاؤ گے تو سوائے نقصان کے کچھ فائدہ حاصل نہ کرسکو گے، دنیا داروں کی صحبت میں تمہاری بھی وہی حالت ہو جائے گی جو ان دنیا داروں کی ہے۔

[۳] قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جیسی صحبت ہوتی ہے اسی طرح کی عادتیں پڑجاتی ہیں۔ دبّاغ۔ کچا چمڑا رنگنے والے۔ عطّار۔ عطر فروش۔ راد۔ حکیم۔ سخی۔ عقلمند۔ نیم روز۔ دوپہر۔

جمع آمد خلق بروے آں زماں — جملگاں لاحول خواں درماں[1] کناں
اُس وقت لوگ اُس کے پاس جمع ہو گئے — سب لاحول پڑھتے ہوئے، علاج کرتے ہوئے

آں یکے کف بر دلِ اُو می براند — وز گلاب آں دیگرے بروے فشاند
ایک اُس کے دل پر ہاتھ پھیرتا تھا — دوسرا اُس پر گلاب چھڑکتا تھا

اُو نمی دانست کاندر مرتعہ — از گلاب آمد وُرا آں واقعہ
وہ یہ نہ جانتا تھا کہ چراگاہ میں — یہ حادثہ اُس کو گلاب سے پیش آیا ہے

آں یکے دستش ہمی مالید و سر — واں دگر کہگل ہمی آورد تر
ایک اُس کا ہاتھ اور سر ملتا تھا — دوسرا مٹی تر کر کے لاتا تھا

آں بخور عود و شکر زد بہم — واں دگر از پوششش می کرد کم
ایک دھونی اور اگر اور شکر ملاتا تھا — دوسرا اُس کے کپڑے کم کرتا تھا

واں شدہ خم تا نفس چوں می کشد — واں دگر بُو از دہانش می شمد
دوسرا جھکا ہوا تھا کہ وہ سانس کیسے لے رہا ہے — دوسرا اُس کے منہ کی خوشبو سونگھتا تھا

واں[2] دگر نبضش گرفتہ از خرد — منتظر تا نبضِ اُو چوں می جہد
دوسرا عقلمندی سے اُس کی نبض پکڑے ہوئے — منتظر تھا کہ اُس کی نبض کیسی چل رہی ہے

تا کہ مے خوردست یا بنگ و حشیش — خلق درماندند اندر بیہشیش
تاکہ (معلوم کرے)، اُس نے شراب پی ہے یا بھنگ و حشیش — لوگ اُس کی بیہوشی (کے سبب) میں عاجز آ گئے

پس خبر بُردند خویشاں را شتاب — کہ فلاں اُفتادہ است آنجا خراب
تو اُنھوں نے فوراً رشتہ داروں کو خبر دی — کہ فلانہ اُس جگہ بے ہوش پڑا ہے

کس نمی داند کہ چوں مصروع گشت — یا چہ شد کُو را فتاد از بام طشت
کوئی نہیں سمجھ رہا ہے، کہ کیوں بیہوش ہوا ہے — یا کیا ہوا ہے، کہ اُس کا راز فاش ہو گیا ہے

یک برادر داشت آں دباغ زفت — گربز و دانا بیامد زود تفت
اُس چمڑا رنگنے والے کا ایک موٹا بھائی تھا — چالاک اور سمجھدار، وہ جلد سرگرمی سے آیا

اندکے سرگینِ[3] سگ در آستیں — خلق را بشگافت و آمد با حنیں
تھوڑا سا کتے کا پاخانہ آستین میں — لوگوں کو چیرا، روتا ہوا آیا

گفت من رنجش ہمی دانم ز چیست — چوں سبب دانی دوا کردن جلی ست
بولا میں اُس کا مرض جانتا ہوں کس وجہ سے ہے! — جب تو سبب جان لے دوا کرنا آسان ہے

ل1 درماں۔ علاج۔ مرتعہ۔ چراگاہ، یہاں عطاروں کا بازار مُراد ہے۔ واقعہ۔ یعنی بے ہوشی۔ کہگل۔ کاہ اور گِل سے مرکب ہے وہ مٹی جس میں بھوسہ یا کوئی گھاس ملا کر اُس سے دیواروں کو لیپا جاتا ہے۔ تر۔ تر مٹی... سونگھانے سے بیہوش کو افاقہ ہو جاتا ہے۔ بخور دھونی۔ پوشش۔ کپڑے کم کر دینے فرحت کے سبب بیہوش ہوش میں آجاتا ہے۔ دہانش۔ تاکہ منہ کو سونگھ کر سمجھ لے کہ بیہوشی کسی نشہ آور چیز کی وجہ سے تو نہیں ہے۔

ل2 واں دگر۔ نبض کے ذریعہ سے بیہوشی کے سبب کا علم ہو سکتا ہے۔ بنگ۔ بھنگ۔ حشیش۔ گھاس، بھنگ۔ خویشاں۔ یعنی دباغ کے رشتہ دار۔ مصروع۔ مرگی کا بیہوش، بے ہوش۔

ل3 سرگینِ سگ۔ کتے کا پاخانہ۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ جلی۔ واضح، یعنی مرض کا سبب معلوم ہو جانے پر دوا آسان ہو جاتی ہے اور اگر مرض کی تشخیص نہ ہو تو علاج بہت مشکل ہوتا ہے۔

چوں سبب معلوم نبود مشکل ست
جب سبب معلوم نہ ہو، مشکل ہے

داروی رنج و در و صد محمل ست
مرض کی دوا اور اس میں سو احتمال ہیں

چوں بدانستی سبب را سہل شد
جب تو نے سب جان لیا، آسان ہو گیا

دانش اسباب دفع جہل شد
اسباب کا جاننا، ناواقفیت کا دفیعہ ہو گیا

گفت[۱] با خود ہستش اندر مغز و رگ
اس نے دل میں کہا اس کے دماغ اور رگ میں ہے

توی بر توی بوی آں سرگین سگ
کتے کے پاخانے کی بو تہ بہ تہ

تا میاں اندر حدث او تا بشب
یہاں تک کہ وہ بدبو میں رات تک

غرق دباغی ست او روزی طلب
چمڑے رنگنے میں ڈوبا ہوا ہے، روزی کمانے والا

با حدث کردست عادت سال و ماہ
اس نے سالوں اور مہینوں بدبو کی عادت ڈالی ہے

بوئے عطرش لاجرم سازد تباہ
اس کو عطر کی خوشبو لامحالہ تباہ کر دے گی

پس چنیں گفت ست جالینوس مہ
تو ہی نے جالینوس اعظم نے کہا ہے

آنچہ عادت داشت بیمار آنش دہ
جس چیز کی بیمار کو عادت تھی وہ دے

کز[۲] خلاف عادت ست آں رنج او
کیونکہ اس کا مرض عادت کے خلاف ہونے سے ہوا ہے

پس دوائے رنجش از معتاد جو
تو اس کے مرض کی دوا اس کی عادی چیز سے تلاش کر

چوں جعل گشت ست از سرگیں کشی
وہ گوبر جمع کرنے سے گبرونڈے کی طرح ہو گیا ہے

از گلاب آید جعل را بیہشی
تو گبرونڈے کو گلاب سے بے ہوشی ہوگی

ہم از آں سرگین سگ داروی او ست
کتے کے پاخانے سے ہی اس کی دوا ہے

کہ بداں او را ہمی معتاد و خو ست
کہ اسی کی اس کو عادت اور خو ہے

الخبیثات[۳] الخبیثین را بخواں
الخبیثات (اور) الخبیثین کو پڑھ

رو و پشت ایں سخن را باز داں
اس بات کے ظاہر اور باطن کو خوب سمجھ لے

ناصحاں او را بعنبر یا گلاب
نصیحت کرنے والے عنبر یا گلاب سے اس کا

می دوا سازند بہر فتح باب
علاج کرتے ہیں (ہدایت کے) دروازے کی کشادگی کے لئے

---

[۱] گفت۔ اس دباغ کے بھائی نے سوچا کہ دراصل اس کا دماغ بدبو کا عادی ہے چونکہ یہ رات دن سڑے ہوئے چمڑے رنگتا ہے۔ باحدث جبکہ اس کو بدبو کی عادت ہے تو خوشبو اس کو لامحالہ تباہ کرے گی۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور طبیب ہے اس نے کہا کہ مریض کے مزاج کے موافق دوا تجویز کرو۔

[۲] کز۔ عموماً خلاف عادت حادثے سے مرض پیدا ہوتا ہے تو مزاج کے مطابق دوا دینے سے زائل ہو جائیگا۔ معتاد۔ جس چیز کی عادت ہو۔ جعل۔ گبرونڈا۔ گبرونڈے کو اگر گلاب سنگھاؤ گے وہ بیہوش ہو جائے گا..... داروی او ست۔ گبرونڈے کا علاج گوبر سے ہی کیا جاسکتا ہے۔

[۳] الخبیثات۔ قرآن میں ہے۔ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات عام طور پر مفسرین نے فرمایا ہے کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے۔ مولانا نے الخبیثات سے بری عادتیں اور الطیبات سے پاکیزہ اخلاق مراد لئے ہیں۔ ناصحاں۔ بدطینت لوگوں کی نصیحت میں تاصح جو باتیں سناتے ہیں جو ان کی عادت کے مطابق نہیں ہیں لہٰذا ان کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی ہے۔

مُرِ خیشاں را نساز د طیبات[1]
بھلی باتیں خیشوں کے موافق نہیں پڑتی ہیں

در خور و لائق نباشد اے ثقات
اے معتمدو! یہ باتیں انکے مناسب اور لائق نہیں ہوتی ہیں

چوں زعطرِ وحی کژ گشتند و گم
وہ جب وحی کے عطر سے ٹیڑھے اور مبہوت ہوگئے

بُد فغاں شاں کہ تطیّرنا بکم
اُن کا نعرہ تھا "ہم تم سے بدفالی پکڑتے ہیں"

رنج و بیماریست مارا ایں مقال
ہمارے لئے یہ گفتگو مرض اور بیماری ہے

نیست نیکو وعظِ تاں مارا بفال
تمہارا وعظ ہمارے لئے اچھی فال نہیں ہے

گر بیاغازید نصحے آشکار
اگر تم نے علی الاعلان نصیحت شروع کی

ما کنیم آں دم شمارا سنگسار
تب ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے

ما بہ لہو و لعب فربہ گشتہ ایم[2]
ہم کھیل کود سے موٹے ہوئے ہیں

در نصیحت خویش را نسرشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو نصیحت سے وابستہ نہیں کیا ہے

ہست قوتِ ما دروغ و لاف و لاغ
ہمارا غذا جھوٹ اور شیخی اور مذاق ہے

شورشِ معدہ ست مارا زیں بلاغ
ہمیں اِس تبلیغ سے متلی ہوتی ہے

رنج را صد تو و افزوں می کنند
مرض سو گنا اور زیادہ کرتے ہیں

عقل را دارو بافیوں می کنند
عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں

گندِ کفر و شرکِ ایشاں بے حدست
اُن کے شرک اور کفر کی گندگی بے حد ہے

ہیں کہ دبّاغ اوفتادہ بیخودست
خبردار! وہ چمڑا رنگنے والا بے ہوش ہے

معالجہ کردنِ برادرِ دبّاغ، دبّاغ را بخفیہ بوئے سرگیں
دُکتر کے پاخانہ کی بُو سے پوشیدہ طور پر چمڑا رنگنے والے کے بھائی کا چمڑا رنگنے والے کا علاج کرنا

خلق را می راند از وے آنجواں[3]
اُس نوجوان نے لوگوں کو اس سے بھگا دیا

تا علاجش را نبینند آں کساں
تاکہ وہ لوگ اُس کا علاج نہ دیکھ سکیں

سر بگوشش برد ہمچوں راز گو
اُسنے راز کہنے والے کی طرح سر اسکے کان کے قریب کیا

پس نہاد آں چیز بر بینیِ او
پھر اُس نے وہی چیز اُس کی ناک پر رکھ دی

کو بکف سرگینِ سگ سائیدہ بود
اسلئے کہ اُس نے ہتھیلی پر کتے کا پاخانہ ملا تھا

دارویِ مغزِ پلید آں دیدہ بود
ناپاک دماغ کا علاج اُس کو سمجھا تھا

چونکہ بوی آں حدث را وا کشید
جب اُس نے اِس ناپاکی کی بو سونگھی

مغزِ زشتش بوئ ناخوش را سزید
اُس کا گندا دماغ بدبو کے لائق تھا

---

[1] مُرِ خیشاں۔ عمدہ نصیحتیں خیشوں کے مزاج کے مطابق نہیں ہیں۔ چونکہ جبکہ وحی کا عطر انکے دماغ کے موافق نہیں ہے تو وہ "اُف" کرتے ہیں اور انکو وعظ و نصیحت گراں گذرتی ہے۔ گر بیاغازید۔ انبیاء کو دھمکیاں دینی شروع کر دیتے ہیں۔

[2] ما۔ کفار نے انبیاء سے کہا کہ ہماری پرورش کھیل کود میں ہوئی ہے ہمارا مزاج نصیحت سے میل نہیں کھاتا ہے۔ لاغ۔ ہنسی مذاق۔ شورش۔ یعنی اس نصیحت سے ہمارا جی متلاتا ہے۔ رنج۔ اِن کفار پر افسوس ہے یہ اپنے مرض میں اور اضافے کرتے ہیں عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں جو خود عقل کو خراب کرتی ہے۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں اِن کفار کی حالت کو چھوڑو دباغ بیہوش پڑا ہے اسکے قصہ کی تکمیل کرو۔

[3] خلق را۔ دباغ کے بھائی نے لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا تاکہ کوئی اسکے معالجے سے واقف نہ ہو سکے۔ سر بگوشش۔ اُسنے اپنا سر کان کی طرف کیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ کان میں کوئی دعا پڑھ رہا ہے اور چپکے سے اس کی ناک پر کتے کا پاخانہ مل دیا۔

ساعتے[1] شد مُردہ جُنبیدن گرفت
تھوڑی دیر گذری کہ مُردے نے حرکت کرنی شروع کر دی

خلق گفتند ایں فسونے بُد شگفت
لوگوں نے کہا یہ منتر بھی عجیب تھا

کایں بخواند افسوں بگوشِ او دمید
کہ اُس نے منتر پڑھا اور اُس کے کان میں پھونکا

مُردہ بود افسوں بفریادش رسید
وہ مُردہ تھا، منتر اُس کی مدد کو آگیا

جُنبشِ اہلِ فساد آں سُو بُوَد
مُفسدوں کی حرکت اُس جانب کو ہوتی ہے

کہ زنا و غمزہ و ابرو بُوَد
جہاں زنا اور ناز وادا اور ابرو (کا اشارہ) ہو

ہر کرا مُشکِ نصیحت سُود نیست
جس کو نصیحت کے مُشک سے فائدہ نہیں ہے

لاجرم با بُوئے بد خُو کرد نیست
لامحالہ بدبو کی عادت ہے

مُشرکاں[2] را زاں نجس خواندست حق
اللہ (تعالیٰ) نے مشرکوں کو اسی لئے نجس کہا ہے

کاندرون پُشک زادند از سَبَق
کیونکہ وہ ازل سے مینگنیوں میں پیدا ہوگئے ہیں

کِرم کو زادست از سرگیں اَبد
وہ کیڑا جو گوبر سے پیدا ہوا ہے، کبھی

می نگرداند بعنبر خُوئے خُود
اپنی عادت عنبر کی نہیں ڈال سکتا

چوں نزد بر وَے نثارِ رشِّ نور
کیونکہ اس پر نور کے چھڑکاؤ کا چھینٹا نہیں لگا ہے

اُو ہمہ جسم ست نے دل چوں قشور
وہ چھلکوں کی طرح مجسّم جسم ہے نہ کہ دل

ور زرشِ نورِ حق قسمیش داد
اگر اللہ (تعالیٰ) نے اسکو نور کے چھڑکاؤ میں حصہ دیا

ہمچو رسمِ مصر[3] سرگیں مُرغ زاد
تو مصریوں کے رواج کے مطابق گوبر نے مرغ پیدا کیا

لیک نے مُرغِ خسیس خانگی
لیکن گھریلو، کمینہ مُرغ نہیں

بلکہ مُرغِ دانش و فرزانگی
بلکہ عقل و دانش کا مُرغ

تو بداں مانی کزاں نُور تہی
تو بھی اُس زدبلغ، کیطرح ہو کہ اُس نور سے خالی ہے

زانکہ بینی بر پلیدی می نہی
کیونکہ تو نجاست پر ناک رکھتا ہے

از فراقت زرد شد رُخسار و رُو
فراق میں تیرا رخسار اور چہرہ زرد ہوگیا ہے

برگِ زردی میوۂ ناپختہ تُو
تو پیلا پتہ ہے، تو کچا پھل ہے

انڈے کو گوبر میں دبا کر اُس سے بچہ نکال لیتے تھے یہ اُن کا ایک تعجب انگیز طریقہ تھا تو گندے ماحول میں کسی بھلے کا پیدا ہونا بھی ایسا ہی تعجب خیز ہے۔ لیک۔ گندے ماحول میں پیدا شدہ نیک انسان بڑا راسخ العمل ہوتا ہے۔ تو بداں۔ معشوق نے عاشق سے کہا تو بھی اُس زدباغ کی طرح ہے اسی لئے گندے اخلاق کا عادی ہے۔ از فراقت۔ فراق کی گرمی سے تو زرد پتہ بن گیا لیکن پختہ پھل نہ بنا۔

[1] ساعتے۔ جب اُس دباغ نے بدبو سونگھی تو اُسکو ہوش آنا شروع ہوگیا لوگ حیران ہوگئے کہ عجب منتر تھا کان میں پھونکتے ہی اُس کو ہوش آنے لگا۔ جنبش۔ بدکاروں کو بزرگوں کے قصے سناؤ تو اُن کو مزا نہیں آتا ہے ہاں زنا اور عشق و محبت کی داستان سے خوش ہوتے ہیں۔ ہر کرا۔ بھلی باتیں جس کے مزاج کے موافق نہ ہوں تو یقیناً اُس نے بُری باتوں کی عادت ڈال رکھی ہے۔

[2] مشرکاں۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ مشرک نجس ہیں چونکہ اُن لوگوں کی نشو و نما گندے ماحول میں ہوتی ہے اسی لئے قرآن نے اُن کو نجس کہا ہے۔ کرم۔ جو کیڑا گوبر میں پیدا ہوا ہے عنبر سونگھانے سے اُس کا مزاج نہ بدلے گا چونکہ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْہِمْ مِنْ نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ النُّوْرِ فَقَدِ اھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَأَ فَقَدْ غَوٰی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا ہے پھر اُن پر اپنا نور چھڑکا تو جس پر وہ نور پڑا اُس نے ہدایت پائی اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہوگیا۔

[3] رسمِ مصر۔ مصری لوگ

دیگ ز آتش شد سیاہ و دود فام ¹
دیگ آگ سے کالی اور دھویں کی طرح ہوگئی
گوشت از سختی چنیں ماندست خام
گوشت سختی کی وجہ سے اسی طرح کچا ہے

ہشت سالت جوش دادم در فراق
میں نے آٹھ سال فراق میں تجھے جوش دیا
کم نشد یک ذرہ خامیت از نفاق
نفاق کی وجہ سے تیری خامی ایک ذرہ کم نہ ہوئی

خامی و ہرگز نخواہی پخت تو
تو کچا ہے اور ہرگز نہ پکے گا
گر ہزاراں بار جوشی اے عتو
اے سرکش! خواہ ہزاروں بار جوش کھائے

غورۂ تو سنگ بستہ از سقام
بیماری سے تیرا انگوروں کا گچھا پتھرا گیا ہے
غورہا اکنوں مویز ند و تو خام
خوشے منقیٰ بن گئے اور تو کچا ہے

² عذر خواستنِ عاشق گناہِ خود را بتلبیس و روپوش و فہم کردنِ معشوق آں را نیز

مکاری اور تلبیس سے عاشق کا خطا کی عذر خواہی کرنا اور معشوقہ کا اس کو بھی سمجھ جانا

گفت عاشق امتحان کردم مگیر
عاشق نے کہا معاف کر، میں آزما رہا تھا
تا بہ بینم تو حریفی یا ستیر
تاکہ سمجھ لوں کہ تو یارِ مجلس ہے یا پردہ نشین

من ³ ہمی دانستمت بے امتحاں
میں تجھے بغیر امتحان کے بھی جانتا تھا
لیک باشد کے خبر ہمچو عیاں
لیکن خبر، مشاہدہ کی طرح کب ہوتی ہے؟

آفتابی نامِ تو مشہور و فاش
تو سورج ہے، تیرا نام مشہور اور ظاہر ہے
چہ زیانست ار بکردم ابتلاش
کیا نقصان ہوا اگر میں نے اس کو آزما لیا؟

تو منی من خویشتن را امتحاں
تو میں ہوں، میں اپنا امتحان
می کنم ہر روز در سود و زیاں
نفع اور نقصان میں روز کرتا ہوں

انبیا را امتحاں کردہ عدات
دشمنوں نے انبیاء کا امتحان لیا ہے
تا شدہ ظاہر از ایشاں معجزات
حتیٰ کہ ان سے معجزے ظاہر ہوئے

امتحانِ چشمِ خود کردم بہ نور
میں نے روشنی کے ذریعہ اپنی آنکھ کا امتحان کیا
ایکہ چشمِ بد ز چشمانِ تو دور
اے وہ (محبوبہ)! کہ تیری آنکھوں سے چشم بد دور ہے

---

¹ دیگ - تیری مثال تو یہ ہے کہ دھویں سے دیگ تو کالی پڑ گئی لیکن گوشت کچا رہا۔ ہشت - میں نے تجھے آٹھ سال تک فراق سے جوش دیا لیکن تیری خامی میں کوئی پختگی نہ پیدا ہوئی۔ خامی - اگر ہزار مرتبہ بھی تجھے جوش دیا جائے گا پھر بھی تیری خامی دور نہ ہوگی۔ غورہ - انگور کا جو خوشہ پتھرا جائے پھر گرمی سے بھی نہیں پکتا ہے۔ مویز - انگور پختہ ہو جانے کے بعد منقیٰ بنتا ہے۔

² عذر - اب عاشق نے مکاری سے عذر خواہی کی اور اپنے فعل کی غلط توجیہ شروع کر دی۔ گفت عاشق - عاشق نے کہا میں نے بوسہ لینے کا ارادہ اس لئے کیا تھا کہ تجھے آزماؤں کہ تو برائی پر راضی ہوتی ہے یا پاک دامن ہے۔ حریف - یار۔ ستیر - مستور، پردہ نشین۔

³ من - اگرچہ میں تجھے نیک ہی سمجھتا تھا لیکن مزید اطمینان کے لئے ایسا کر رہا تھا۔ آفتابی - تیری نیکی روز روشن کی طرح ظاہر ہے، آزمانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ انبیاء - دشمنوں نے انبیاء کو آزمایا اور ان سے معجزے طلب کئے تو ان کی نبوت اور پختہ ہوگئی۔ تو منی - تجھ اور مجھ میں اتحاد ہے، تیرا امتحان دراصل میرا امتحان ہے اس میں تیرے بگڑنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ امتحان - میں نے دراصل اپنی آنکھ کو آزمایا اس میں تیری ناراضی بے موقع ہے۔

این[1] جہاں ہمچو خرابہ است و تو گنج
یہ دنیا کھنڈر کی طرح ہے اور تو خزانہ ہے
گر تفحص کردم از گنجت مرنج
اگر میں نے تیرے خزانہ کی تلاش کرلی تو رنجیدہ نہ ہو

زاں چناں بے خردگی کردم گزاف
میں نے اِس لئے ایسی لغو بے عقلی کی
تا زنم با دشمناں ہر بار لاف
تاکہ دشمنوں کے مقابلہ میں بڑھ کر بات کہہ سکوں

تا زبانم چوں ترا نامے نہد
تاکہ میری زبان جب تیرا نام لے
چشم ازیں دیدہ گواہی ہا دہد
آنکھ، اِس چشم دید کی گواہیاں دے

گر[2] شدم در راہِ حرمت راہزن
اگر میں تیری حرمت کا ڈاکو بنا ہوں
آمدم اے مہ بہ شمشیر و کفن
اے چاند! میں تلوار اور کفن لے کر آگیا ہوں

جز بہ شمشیر خود اے شاہم مکش
اے میرے شاہ! مجھے اپنی تلوار کے علاوہ کسی چیز سے قتل نہ کر
بیش ازیں از دوری اے ماہم مکش
اے میرے چاند! اس سے زیادہ فراق سے مجھے نہ مار

جز بدستِ خود مبرّم پا و سر
میرے پاؤں اور سر اپنے ہاتھ ہی سے کاٹنا
کہ ازیں دستم نہ از دستِ دگر
کیونکہ میں اس ہاتھ کا ہوں نہ کہ دوسرے کے ہاتھ کا

از جدائی باز می رانی سخن
تو پھر فراق کی بات کر رہی ہے
ہر چہ خواہی کُن ولیکن ایں مکُن
تو (اور) جو چاہے کر لیکن یہ نہ کر

در سخن آبادم ایندم راہ شُد
بات کرنے کا اب راستہ نکل آیا
گفت امکاں نیست خیں بیگاہ شد
(لیکن) بات کا موقع نہیں ہے کیونکہ بے وقت ہو گیا ہے

پوستہا[3] گفتیم و مغز آمد دفیں
ہم نے چھلکے بیان کردئے اور مغز چھپا رہ گیا
گر بمانیم ایں بماند ہمچنیں
اگر ہم اِس طرح رہے تو وہ بھی اِسی طرح رہ جائیگا

گر خطائے آمد از ما در وجود
اگر ہم سے کوئی غلطی وجود میں آئی ہے
چشم می داریم در عفوائے وُدود
اے محبوب! ہم معافی کی توقع رکھتے ہیں

امتحاں کردم مرا معذور دار
میں نے امتحان لیا، مجھے معذور سمجھ
چوں ز فعلِ خویش گشتم شرمسار
جبکہ میں اپنے فعل پر شرمندہ ہوں

رد کردنِ معشوق عذرِ عاشق را و تلبیس اُو را

معشوق کا عاشق کے عذر اور مکر کو رد کردینا

در جوابش بر گشاد آں ماہ لب
اُس کے جواب میں اُس چاند نے لب کشائی کی
کہ سوئے ما روز و سوئے تست شب
کہ ہماری جانب دن اور تیری جانب رات ہے

[1] این جہاں۔ اِس عالمِ خراب میں تو خزانہ ہے اگر خزانہ کی جستجو کی جائے تو اِس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ زاں۔ یہ میری بیہودگی اِس لئے تھی کہ امتحان کے بعد دشمنوں کے سامنے تیری نیکی کا اظہار کرسکوں۔ تا زبانم۔ یعنی جب میں زبان سے تیری تعریف کروں تو آنکھ چشم دید گواہی دے۔

[2] گر شدم۔ اگر میں نے آپکی آبروریزی کی ہے تو تلوار حاضر ہے اور کفن پہنے ہوئے ہوں مجھے قتل کر دیجئے۔ جز۔ تلوار سے قتل کر دیجئے جدائی کے ذریعہ قتل نہ کیجئے۔ بدست۔ خود اور اپنے ہاتھ سے قتل کرنا دوسرے سے قتل نہ کرانا کیونکہ میں تمہارے ہاتھ کا مملوک ہوں دوسرے کے ہاتھ کا مملوک نہیں ہوں۔ از جدائی۔ خدا کے لئے جدائی کی بات نہ کر اور جو چاہے کر۔ در سخن۔ یعنی میں اپنے اور معذرت بھی بیان کر سکتا ہوں لیکن وقت تنگ ہے۔

[3] پوستہا۔ عاشق کہتا ہے کہ معذرت میں کچھ ظاہری باتیں میں نے کہہ دی ہیں، لیکن ابھی حقیقت کا پورا اظہار نہیں کر سکا ہوں۔ گر خطائے۔ اگر یہ میری غلطی بھی ہے تو اب اُس کو معاف کر دے۔ چوں۔ اب میں اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرتا ہوں مجھے معاف کر دے۔ کہ سوئے یعنی یکجائی میرے ساتھ

حیلہ[1] ہائے تیرہ اندر داوری
غلط حیلے انصاف کے موقع پر
پیشِ بینایاں چرا می آوری
عقلمندوں کے سامنے تو کیوں پیش کرتا ہے؟

ہر چہ در دل داری از مکر و رموز
تو جو کچھ مکر اور اشارے دل میں رکھتا ہے
پیشِ ما رسوا و پیدا ہمچو روز
ہمارے سامنے دن کی طرح کھلے اور ظاہر ہیں

گر بپوشیمش ز بندہ پروری
اگر ہم انکو بندہ پروری کی وجہ سے چھپاتے ہیں
تو چرا بے روئی از حد می بری
تو کیوں حد سے زیادہ بے لحاظی کر رہا ہے؟

از پدر آموز کادمؑ در گناہ
باپ سے سیکھ لے کیونکہ (حضرت) آدمؑ گناہ کے بارے میں
خوش فرود آمد بسوئے پائگاہ
خوشی سے جوتوں کی جگہ اتر آئے

چوں[2] بدید آں عالم الاسرار را
جب انہوں نے اس رازوں کے جاننے والے کو دیکھا
بر دو پا استاد استغفار را
تو معافی کے لئے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو گئے

بر سرِ خاکسترِ اندہ نشست
وہ غم کی راکھ پر بیٹھ گئے
وز بہانہ شاخ تا شاخے نجست
اور بہانہ کیلئے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چھلانگ نہ لگائی

ربنا انا ظلمنا گفت و بس
بس انھوں نے "اے خدا ہم نے ظلم کیا" کہا
چونکہ جانداراں بدید از پیش و پس
جبکہ فرشتوں کو آگے پیچھے دیکھا

دیدہ جانداران پنہاں ہمچو جاں
انھوں نے روح کیطرح پوشیدہ فرشتوں کو دیکھا
دور باشِ ہر یکے تا آسماں
ہر ایک کا دوشاخہ نیزہ آسمان تک تھا

کہ[3] ہلا پیشِ سلیمانؑ مور باش
کہ خبردار! سلیمانؑ کے سامنے چیونٹی بن جا
تا نہ بشگافد ترا ایں دور باش
تاکہ تجھے یہ دوشاخہ نیزہ نہ پھاڑ دے

جز مقامِ راستی یکدم مایست
سچائی کے مقام کے علاوہ بالکل نہ ٹھہر
ہیچ لالا مر ترا چوں چشم نیست
انسان کا کوئی خادم آنکھ جیسا نہیں ہے

کور اگر از پند پالودہ شود
اندھا، اگر نصیحت سے پاک صاف بنجائے
ہر دمے او باز آلودہ شود
وہ پھر ہر وقت گندہ ہو جائے گا

آدما تو نیستی کور از نظر
اے آدم! تم نظر کے اندھے نہیں ہو
لیک اذا جاء القضا عمی البصر
لیکن جب قضا آتی ہے نظر اندھی ہوجاتی ہے

عمرہا باید بنادر گاہ گاہ
عمریں چاہئیں بہت کم ہوتا ہے (اور) کبھی کبھی
تا کہ بینا از قضا افتد بچاہ
کہ آنکھوں والا قضا سے کنویں میں گرے

---

[1] حیلہ۔ عقلمندوں کے سامنے عقلی دلائل پیش کرنا بیوقوفی ہے۔ ہر چہ۔ تیرے ہر مکر سے ہم واقف ہیں۔ گر۔ اگر ہم بندہ نوازی کی وجہ سے چشم پوشی کر رہے ہیں تو تجھے بے حیائی سے کام نہ لینا چاہیئے۔ از پدر۔ انسان کو اپنے باپ حضرت آدمؑ سے معافی کا طریقہ سیکھنا چاہیے۔

[2] چوں۔ حضرت آدمؑ سے جیسے ہی غلطی کا ارتکاب ہوا تو حیلہ بہانہ کرنے کی بجائے فوراً معافی کے لئے کھڑے ہو گئے اور غم کے خاکستر پر بیٹھ گئے۔ وز بہانہ۔ بہانہ بازی میں ایک بہانے سے دوسرے بہانہ کی طرف منتقل نہ ہوئے۔ جانداراں یعنی ملائکہ۔ دورباش دوشاخہ نیزہ جو دورباش ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے آگے آگے چلتا تھا۔

[3] کہ ہلا۔ فرشتے کہتے تھے کہ سلیمان یعنی خدا کے سامنے چیونٹی یعنی حقیر بن جاؤ ورنہ یہ نیزہ ہلاک کر دے گا۔ لالا۔ غلام چوں چشم۔ جو گناہ انجام پر نظر کر کے معافی کے لئے آمادہ کر دے۔ کور یعنی جسے چشمِ بصیرت حاصل نہیں ہے اگر وہ توبہ بھی کرتا ہے تو اس پر قائم نہیں رہتا ہے۔ آدما۔ حضرت آدمؑ کو چشمِ بصیرت حاصل تھی لیکن قضاء خداوندی کے سامنے مجبور ہو گئے اور گناہ کر بیٹھے۔ عمرہا۔ چشمِ بصیرت والا گناہ میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے۔

کور[1] را خود ایں قضا ہمراہِ اوست
اندھے کی یہ قضا خود اُس کے ساتھ ہے
کہ مرا اُو را اُفتادن طبع و خوست
کیونکہ گرنا اُس کا مزاج اور عادت ہے

در حدث افتد نداند بوی چیست
وہ ناپاکی میں گرتا ہے، نہیں سمجھتا کہ بدبو کس چیز کی ہے
از منست ایں بوی یا ز آلودگیست
یہ بدبو مجھ میں سے ہے یا سننے کی وجہ سے ہے

ور کسے بروے کند مشکے نثار
اگر کوئی اُس پر مُشک بکھیرے
ہم ز خود داند نہ از احسانِ یار
وہ اپنی جانب سے سمجھے گا نہ کہ دوست کے احسان سے

پس[2] دو چشمِ روشن اے صاحب نظر
اے صاحب نظر! دو روشن آنکھیں
بہتر از صد مادر ست و صد پدر
سینکڑوں ماؤں اور سینکڑوں باپوں سے بہتر ہیں

خاصہ چشمِ دل کہ آں ہفتاد توست
خصوصاً دل کی آنکھ جس کی ستر تہیں ہیں
ویں دو چشمِ حس خوشہ چینِ اوست
اور حس کی یہ دونوں آنکھیں اُسکی خوشہ چین ہیں

اے دریغا رہزناں بنشستہ اند
ہائے افسوس! ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں
صد گرہ زیرِ زبانم بستہ اند
جنھوں نے میری زبان کے نیچے سینکڑوں گرہیں لگا دی ہیں

پای بستہ چوں رود خوش راہوار
عمدہ گھوڑا پاؤں بندھا ہوا کیسے اچھا چل سکتا ہے؟
بس گراں بندیست ایں معذور دار
معذور رکھو! یہ بہت بھاری بیڑی ہے

ایں سخن اشکستہ می آید دلا
اے دل! یہ بات ٹوٹی پھوٹی ہو رہی ہے
کایں سخن دُر ست و غیرت آسیا
کیونکہ یہ بات موتی ہے اور (اللہ کی) غیرت چکّی ہے

دُر[3] اگرچہ خُرد و اشکستہ شود
موتی، خواہ ریزہ ریزہ اور ٹوٹا ہوا ہو
توتیای دیدۂ خستہ شود
بیمار آنکھ کا توتیا ہوتا ہے

اے دُر از اشکستِ خود بر سر مزن
اے موتی! اپنے ٹوٹنے پر سر نہ پیٹ
کز شکستن روشنی خواہی شدن
اس لئے کہ تو ٹوٹنے سے روشنی بنے گا

ہمچنیں اشکستہ بستہ گفتنی ست
اسی طرح ٹوٹا ہوا، جوڑ کر کہنا ہے
حق کند آخر درستش کو غنی ست
بالآخر اللہ (تعالیٰ) اُسکو درست کردیگا جو بے نیاز ہے

---

[3] دُر۔ موتی اگر ٹوٹ بھی جائے اور پس جائے تو بھی اُس کا سُرمہ آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے اسی طرح اسرار و حکم اگر پورے طور پر بیان نہ ہو سکیں تو بھی فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ اے دُر۔ موتیوں کا ٹوٹ جانا زیادہ قابلِ افسوس نہیں ہے کیونکہ بہر حال وہ مُفید رہتے ہیں۔ ہمچنیں۔ مجھے ٹوٹے ہوئے اسرار و حِکَم کو جوڑ کر کہنا ہی ہے خدا اُن کو صحیح حالت میں کر دے گا۔

[1] کور۔ اگر چشمِ بصیرت نہیں ہے تو پھر اُس کا اندھا پن ہر وقت اُس کو معصیت میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ در حدث۔ پھر اُس کی یہ حالت ہوتی ہے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اس معصیت کا سبب اندرونی ہے یا بیرونی۔ ور کسے۔ اندھے پر مُشک بکھادو کہ وہ تو بھی یہی سمجھے گا کہ وہ میرے بدن کی خوشبو ہے کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔

[2] پس۔ خدا کسی کو بصیرت عطا فرما دے تو وہ اُس کی تربیت کرنے میں سینکڑوں ماں باپ سے بھی بہتر ہیں ہر ضرر اور بُرائی سے اُس کو بچا سکتی ہیں۔ خاصہ دل کی آنکھیں جسمانی آنکھوں سے بدرجہا افضل ہیں۔ اے دریغا۔ یہاں پہنچ کر مولانا پر ایک کیفیت طاری ہو گئی ہے اور باوجود اسرار کے بیان کے اُس کو ناکافی سمجھتے ہیں فرماتے ہیں کہ افسوس اسرار کے بیان کے لیے بہت سے موانع پیش آ گئے ہیں۔ پای بستہ۔ تیز رَو گھوڑے کے اگر پاؤں باندھ دیئے جائیں تو اُس کی خوش رفتاری ختم ہو جاتی ہے۔ ایں سخن۔ اسرار و حکم بمنزلہ موتی کے ہیں اور اللہ کی غیرت اُن کے لئے بمنزلہ چکّی کے ہے، غیرتِ خداوندی اُن کو پیس ڈالتی ہے۔

گندم[51] ار بشکست و زہم درشکست — بر دکاں آمد کہ نک نانِ دُرست

گیہوں اگر ٹوٹا اور ریزہ ریزہ ہو گیا — دکان پر آیا کہ یہ اب نرم روٹی ہے

تو ہم اے عاشق چو جُرمت گشت فاش — آب و روغن ترک کُن اِشکستہ باش

اے عاشق! تو بھی جبکہ تیری خطا واضح ہو گئی — چکنی چپڑی (بات) چھوڑ، شکستہ بن

آنکہ فرزندانِ خاصِ آدمند — نفخۂ اِنّا ظَلَمنا می دمند

جو (حضرت) آدمؑ کی مخصوص اولاد ہیں — وہ "بیشک ہم نے ظلم کیا" کا دم بھرتے ہیں

حاجتِ خود عرضہ کُن حجّت مجُو — ہمچو ابلیسِ لعینِ سخت رُو

اپنی ضرورت پیش کر، دلیل نہ تلاش کر — ڈھیٹ، ملعون، شیطان کی طرح

سخت روئی گر ورا شُد عیب پوش — در ستیز و سخت رُوئی تو بکوش

اگر ڈھٹائی اُس کی عیب پوشی بنی ہے — تو جھگڑے اور ڈھٹائی میں کوشش کر

آں[52] بوجہل از پیمبر معجزے — خواست ہمچوں کینہ ورِ ترکِ غُزے

اُس ابوجہل نے پیغمبرؐ سے معجزہ — کینہ ور، تُرک غُزّ کی طرح مانگا

از ستیزہ خواست بوجہلِ لعیں — معجزات از مصطفیٰؐ شاہِ مہیں

ملعون ابوجہل نے جھگڑے سے چاہے — معجزے شاہِ اعظم مصطفیٰؐ سے

معجزہ جُست از نبیؐ بوجہل سگ — دید و نفزودش ازاں اِلّا بہ شک

ابوجہل کُتّے نے نبیؐ سے معجزہ طلب کیا — اُسنے دیکھا اور اُسنے اُس میں بجز شک کے کچھ اضافہ نہ کیا

لیک آں صدّیق خود معجز نخواست — گفت ایں رُو خود نہ گوید جز کہ راست

لیکن صدیقؓ نے کوئی معجزہ نہ مانگا — اُسنے کہا، یہ چہرہ بجز سچ کے کچھ نہیں کہتا ہے

کے[53] رسد ہمچوں توئی را کز منی — امتحاں ہمچو منِ یارے کُنی

تجھ جیسے کو کب حق پہنچتا ہے؟ — کہ مجھ جیسے دوست کا امتحان کرے

گفتنِ جہودے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ راکہ اگر اعتماد در حفظ اللہ داری از سرِ ایں کوشک خود را بینداز و جواب آں حضرت علی رضی اللہ عنہ اورا

ایک یہودی کا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ اگر آپ کو اللہ کی حفاظت پر بھروسہ ہے تو اِس اونچے قلعہ پر سے اپنے آپ کو گرا دیجئے اور اُس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا

۵۱ گندم۔ گیہوں پس جانے کے بعد بھی قیمتی ہے آٹا بن کر روٹی پکانے کے کام میں آجاتا ہے۔ تو ہم۔ عاشق کا فرض ہے کہ وہ اپنی خطا پر ندامت کا اظہار کرے اور چکنی چپڑی باتیں نہ بنائے۔ آنکہ۔ صحیح اولاد کا فرض ہے کہ وہ باپ کی بہترین سیرت اختیار کرے۔ حضرت آدمؑ نے اپنی خطا پر اِنّا ظَلَمنا کہنا شروع کر دیا تھا یہی بنی آدم کے لئے بھی مناسب ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے اپنی غلطی پر اصرار شروع کر دیا تھا۔ سخت روئی۔ یعنی شیطان کا یہ کہنا خَلَقْتَنِی مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُس کو مٹی سے۔ اگر تیرے نزدیک اس شیطان کا عیب چھپانے والا بنا ہے تو بھی ایسا کر پھر دیکھ لینا تیرا انجام بھی وہی ہوگا جو اُس کا ہوا ہے۔

۵۲ آں بوجہل۔ ابوجہل نے آنحضورؐ سے معجزہ طلب کیا تھا اُس پر آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ رونما ہوا تھا۔ غز۔ ترکوں کی ایک خونریز قوم ہے۔ دید۔ ابوجہل کو معجزہ دیکھنا بھی مفید نہ ہوا لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کبھی معجزہ طلب نہ کیا اور کہا کہ یہ منہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے اور تصدیق کر دی۔

۵۳ کے رسد۔ غرضیکہ امتحان لینا عاشقوں کا کام نہیں ہے۔ تو مخالفت کی دلیل ہے۔ گفتن۔ اُس یہودی کی بات کا منشا یہی تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ کو آزمائیں تو انھوں نے یہی جواب دیا کہ ہمیں اللہ کو آزمانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

مرتضیٰؓ را گفت روزے یک عَنُود[۱]
ایک سرکش نے ایک روز مرتضیٰؓ سے کہا
کو ز تعظیمِ خُدا آگہ نبُود
جو خدا کی تعظیم سے واقف نہ تھا

بر سرِ بامے و قصرے بس بُلند
بالا خانہ اور بہت بُلند قلعہ پر
حفظِ حق را واقفی اے ہوشمند
اے ہوشمند! آپ اللہ کی نگہبانی سے واقف ہیں

گفت آرے اُو حفیظ ست و غنی
فرمایا، ہاں وہ نگہبان ہے اور بے نیاز ہو
ہستیِ ما را ز طفلی و مَنی
بچپن اور نُطفہ (کی حالت) سے ہمارے وجود کا

گفت خود را ہیں در اَفگن تو ز بام
اُس نے کہا، ہاں اپنے آپ کو بالاخانہ سے گرادیجئے
اِعتمادے کُن بحفظِ حق تمام
اللہ (تعالےٰ) کی نگہبانی پر مکمل بھروسہ کیجئے

تا یقیں گردد مرا ایقانِ تو
تاکہ مجھے آپ کے یقین کا یقین ہو جائے
و اعتقادِ خوب با برہانِ تو
اور دلیل کے ساتھ آپ کے اچھے اعتقاد کا

پس[۲] امیرش گفت خامش کُن برو
تو امیرؓ نے اُس سے کہا خاموش ہو جا، چلا جا
تا نگردد جانت زیں جرأت گرو
تاکہ تیری جان اِس جرأت سے نہ پھنس جائے

کے رسد مر بندہ را کو با خدا
بندے کو کیا حق ہے کہ وہ اللہ (تعالےٰ) کی
آزمایش پیش آرد ز ابتلا
امتحان کے ذریعہ آزمایش کرے؟

بندہ را کے زہرہ باشد کز فضول
بندہ کی کیا مجال ہے کہ وہ بیہودگی سے
امتحانِ حق کُند اے گیج گول
اے احمق بے وقوف! اللہ کا امتحان کرے

آں[۳] خدا را می رسد کو امتحاں
یہ خدا کو حق ہے کہ وہ آزمائے
پیش آرد ہر دمے با بندگاں
ہر وقت بندوں کو

تا بما ما را نماید آشکار
تاکہ ہمیں اپنے آپ کو نمایاں کرکے دکھائے
کہ چہ داریم از عقیدہ در سِرار
کہ ہم مخفی کیا عقیدہ رکھتے ہیں

ہیچ آدمؑ گفت حق را کہ تُرا
(حضرت) آدمؑ نے کبھی اللہ (تعالےٰ) سے کہا کہ تیرا
امتحاں کردم دریں جُرم و خطا
اِس غلطی اور خطا میں مَیں نے امتحان لیا ہے

تا بہ بینم غایتِ حِلمت شہا
اے شاہ! تاکہ میں تیری بُردباری کی انتہا دیکھوں گا
وہ کرا باشد مجالِ ایں کرا
ہاں، یہ مجال کس کو ہے؟

عقلِ تو از بس کہ آمد خیرہ سَر
چونکہ تیری عقل گُستاخ ہے
ہست عذرت از گناہِ تو بتر
تیرا عذر گناہ سے (بھی) بدتر ہے

۱؎ عَنُود۔ سرکش۔ برسرِ بامے۔ یعنی حضرت علی رضؓ سے کہا کہ اگر تمھیں یہ یقین ہے کہ اللہ تمھاری حفاظت کرتا ہے تو کسی بلند قلعہ یا مکان سے اپنے آپ کو گرا کر دیکھو۔ گفت۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا ہاں، مجھے یقین ہے کہ وہ میرا محافظ ہے۔ طفلی۔ بچپن۔ مَنی یعنی نُطفہ۔ خود را۔ یہودی نے کہا کہ اپنے آپ کو بلند جگہ سے گراؤ تاکہ مجھے بھی اِس کا یقین آجائے کہ تمھیں اپنے اعتقاد پر بھروسہ ہے۔

۲؎ پس۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو آزمانا اللہ تعالےٰ کی جناب میں گستاخی ہے جو تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔ ابتلا۔ آزمانا۔ گیج۔ کوڑ مغز۔ گول۔ احمق۔

۳؎ آں خدا را۔ آزمانے کا حق خدا کو ہے تاکہ وہ بندوں کو یہ دکھادے کہ تمہارا عقیدہ دراصل کیا ہے۔ حضرت آدمؑ نے جب غلطی کی تو یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تو اے خدا تیرے حلم کو آزمانے کیلئے غلطی کی ہے۔ تا بہ بینم۔ حضرت آدمؑ نے غلطی کرکے یہ نہیں کہا کہ میں نے تو غلطی اِس لئے کی ہے کہ تیری بُردباری کو آزماؤں۔ خیرہ سَر۔ بیہودہ۔

آنکہ[1] اُو افراشت سقفِ آسماں
وہ ذات جس نے آسمان کی چھت بلند کی ہے

تو چہ دانی کردن اُو را امتحاں
تو اُس کا امتحان لینا کب جانے؟

اے ندانستہ تو شرّ و خیر را
اے وہ کہ تو شر اور خیر کو نہیں جانتا ہے

امتحاں خود را کُن آنگہ غیر را
(پہلے) اپنا امتحان کر پھر دوسرے کا (کرنا)

امتحانِ خود چو کردی اے فلاں
اے فلاں! جب تو نے اپنا امتحان کر لیا

فارغ آئی ز امتحانِ دیگراں
تو دوسرے کے امتحان سے بے نیاز ہو جائیگا

چوں[2] بدانستی کہ شکّر دانۂ
جب تو جان لے گا کہ تو شکر کا دانہ ہے

پس بدانی کاہلِ شکّر خانۂ
تو تو جان لے گا کہ تو شکر خانہ (جنت) کا اہل ہے

پس بداں بے امتحانے کہ آلہ
پس جان لے کہ امتحان لئے بغیر، خدا

شکّرے نفرستدت ناجایگاہ
بے موقع تیرے لئے شکر نہیں بھیجے گا

ایں بداں بے امتحان از علمِ شاہ
یہ جان لے کہ بغیر امتحان کے، جبکہ تو اللہ کے علم میں

چوں سری نفرستدت در پایگاہ
سردار ہے، تجھے جوتیوں کی جگہ نہ بھیجے گا

ہیچ[3] عاقل افگند دُرِّ ثمیں
کیا کوئی عقلمند قیمتی موتی پھینکتا ہے

در میانِ مُستراحِ پُر چمیں
نجاست سے بھرے ہوئے بیت الخلاء میں؟

زانکہ گندم را حکیمے آگہے
کیونکہ کوئی باخبر دانا گیہوں کو

ہیچ نفرستد بانبارِ کہے
کبھی بھوسے کے انبار میں نہیں ڈالتا ہے

شیخ را کہ پیشوا و رہبر ست
وہ شیخ جو پیشوا اور رہبر ہے

گر مُریدے امتحاں کرد اُو خر ست
اگر مُرید اس کو آزمائے تو وہ (مُرید) گدھا ہے

امتحانش گر کُنی در راہِ دیں
اگر تو دین کے راستہ میں اُس کا امتحان کریگا

ہم تو گردی ممتحن اے بے یقیں
اے شکّی! تو خود امتحان میں پڑ جائے گا

جرأت و جہلت شود عریان و فاش
تیری بیباکی اور جہالت ننگی اور ظاہر ہو جائیگی

اُو برہنہ کے شود زیں افتقاش
وہ اِس تفتیش سے ننگا کب ہوگا؟

گر بیاید ذرّہ سنجد کوہ را
اگر ذرہ، پہاڑ کو تولے

بر دَرَد زاں کہ ترازوش اے فتیٰ
اے نوجوان! اُس پہاڑ سے اُسکی ترازو ٹوٹ جائیگی

کز قیاسے خود ترازو می تنَد
کیونکہ وہ اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے

مردِ حق را در ترازو می کُند
اللہ (تعالیٰ) کے ولی کو ترازو میں رکھتا ہے

---

[1] آنکہ۔ ایک عاجز بندہ اللہ کا کیا امتحان لے سکتا ہے۔ اے ندانستہ۔ انسان کو خود اپنے بارے میں کچھ معلوم نہیں پہلے خود اُس کو اپنا امتحان لینا چاہیئے۔ امتحانِ خود۔ جب انسان خود اپنا امتحان لے گا تو اُس کو دوسروں کے امتحان لینے کی فرصت نہ ملے گی۔

[2] چوں بدانستی۔ جب تو جان لیگا کہ تو جنت کے قابل ہے تو سمجھ جائیگا کہ تو جنتی ہے۔ پس بداں۔ اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد انعام کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ایں بداں۔ اللہ تعالیٰ بغیر امتحان کے کسی باعزت کو ذلیل نہیں کرتا ہے۔

[3] ہیچ عاقل۔ قیمتی موتی کو کوئی عقلمند بھی پاخانہ میں نہیں پھینکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نیکوں کو دوزخ میں کیسے بھیجے گا۔ مُستراح۔ بیت الخلاء۔ زانکہ۔ گیہوں کو کوئی عقلمند بھوسے میں نہیں ڈالتا ہے۔ شیخ جبکہ بڑوں کا امتحان لینا بُری بات ہے تو مرید کا شیخ کا امتحان لینا گدھا پن ہے۔ امتحانش۔ شیخ کا امتحان لیگا تو مُرید خود ذلیل ہو جائیگا۔ افتقاش۔ تفتیش کرنا۔ گر بیاید۔ مُرید شیخ کے سامنے ایک ذرہ ہے۔ کز قیاسے۔ مُرید اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے شیخ اِس ترازو میں کیسے سما سکتا ہے لامحالہ وہ ترازو ٹوٹ جائیگی۔

چوں نگنجد اُو بمیزانِ خرد
پس ترازوئے خرد را بر دَرَد

جبکہ وہ عقل کی ترازو میں نہیں سماتا ہے
تو عقل کی ترازو کو توڑ ڈالتا ہے

اِمتحاں ہمچوں تصرّف داں درو
رَو تصرّف بر چناں شاہے مجو

امتحان لینا، اُس میں تصرّف کرنے کی طرح سمجھ
جا، ایسے شاہ پر تصرّف نہ کر

چہ تصرّف کرد خواہد نقشہا
بر چُناں نقّاش بہرِ ابتلا

نقوش، کیا تصرّف کرسکیں گے
ایسے نقّاش پر آزمانے کے لئے

امتحانے گر بدانست و بدید
نے کہ ہم نقّاش آں بر وے کشید

اگر (ان نقوش نے) امتحان لینا جانا اور سمجھا ہے
کیا نقّاش ہی نے ان کو اس پر نقش نہیں کیا ہے؟

چہ قدر باشد خود ایں صورت کہ بَست
پیشِ صورتہا کہ در علمِ ویست

یہ صورت جو اُس نے قائم کی ہے خود کیسی ہوگی
ان صورتوں کے بالمقابل جو اُسکے علم میں ہیں

وسوسہ ایں امتحاں چوں آمدت
بختِ بد داں کامد و گردن زدت

جبکہ اِس امتحان کا تجھے وسوسہ آیا
تو سمجھ کہ بدنصیبی آئی اور اُس نے تیری گردن اڑادی ہے

چوں چنیں وسواس دیدی زود زود
با خُدا گرد و در آ اندر سجود

جب تو ایسے وسوسے محسوس کرے بہت جلد
خدا سے رجوع کر اور سجدے میں گر

سجدہ گہ را تر کُن از اشکِ رواں
کہ خدایا وارہانم زیں گماں

سجدہ کی جگہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کردے
کہ اے خدا مجھے اِس گمان سے نجات دیدے

آں زماں کت امتحاں مطلوب شد
مسجدِ دینِ تو پُر خرّوب شد

جس وقت امتحان کرنا تیرا مقصود بنا
تیرے دین کی مسجد خرّوب (گھاس) سے بھر گئی

ہیں چو وسواس آمدت در امتحاں
باز گرد و رُو بحق آر آں زماں

خبردار! جب آزمانے کے سلسلہ میں تجھے وسوسے آئیں
پلٹ جا اور فوراً اللہ (تعالیٰ) کیطرف رُخ کرے

تانگہ دارد ترا آں ممتحِن
از گمان و امتحانِ انس و جن

تاکہ وہ امتحان لینے والا تجھے محفوظ رکھے
انس و جن کے گمان اور امتحان سے

اے ضیاء الحق حُسام الدّیں بیا
قصّۂ داوٗد بر گو و بِنا

اے ضیاء الحق حسام الدین آجا
(حضرت) داوٗدؑ اور تعمیر کا قصہ سُنا

ذہن مسجدِ اقصیٰ کی طرف منتقل ہوگیا جس میں خرّوب گھاس اُگ آئی تھی۔ بِنا۔ یعنی حضرت داؤدؑ کا مسجدِ اقصیٰ تعمیر کرنے کا قصہ۔

له اِمتحان۔ شیخ کا امتحان لینا گویا شیخ پر تصرّف کرنا ہے، شیخ نے ہی اِس کو کشف و تصرّف سکھایا ہے اور اس میں قوتِ تصرّف اور کشف شیخ کے نقوش ہیں نقوش، نقّاش کا کیا امتحان لے سکتے ہیں۔ امتحانے۔ اگر کشف کے ذریعہ اس کے مقام کو آزماتا ہے تو یہ کشف بھی شیخ ہی کا عطا کردہ ہے۔

له چہ قدر۔ یہ کشف شیخ کے کشف کے بالمقابل ہیچ ہے۔ وسوسہ۔ شیخ کو آزمانے کا وسوسہ بھی دل میں آنا مرید کی تباہی کا سبب ہے۔ چوں چنیں۔ جب مرید کے دل میں اِس قسم کے وساوس پیدا ہوں تو مرید کو فوراً توبہ کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی اِس گستاخی کی معافی مانگنی چاہیئے۔

له آں زماں۔ جب مرید میں ایسے وساوس آئیں تو وہ سمجھ لے کہ اُس کے دین پر تباہی کے آثار نمودار ہوگئے ہیں۔ خرّوب۔ ایک گھاس ہے جس کا مکان پر اُگنا مکان کی بربادی کی علامت ہے۔ اے ضیاء الحق۔ چونکہ پہلے اشعار میں مولانا نے فرمایا تھا کہ تیرے دین کی مسجد میں خرّوب گھاس اُگ آئی ہے تو اب مولانا کا

قصۂ مسجدِ اقصیٰ و خروبِ رُستن و عزم کردنِ داؤد علیہ السلام
مسجدِ اقصیٰ اور خروب اُگنے کا بیان اور حضرت داؤد علیہ السلام کا حضرت سلیمانؑ

پیش از سلیمانؑ بر بنائے آں مسجد و موقوف شُدنِ آں
سے پہلے اُس مسجد کو تعمیر کرنے کا قصد اور اُس کا رُک جانا

چوں ^۱^ در آمد عزمِ داؤدی بہ تنگ
جب داؤدی ارادہ سخت ہو گیا
کہ بسازد مسجدِ اقصیٰ بسنگ
کہ مسجدِ اقصیٰ کی پتھر سے تعمیر کریں

وحی کردش حق کہ ترکِ ایں بخواں
اللہ نے اُن کو وحی بھیجی کہ یہ چھوڑ
کہ ز دستت بر نیاید ایں مکاں
کیونکہ تیرے ہاتھ سے یہ مکان تعمیر نہ ہوگا

نیست در تقدیرِ ما آنکہ تو ایں
ہماری تقدیر میں یہ نہیں ہے کہ تو اس
مسجدِ اقصیٰ بر آری اے گزیں
مسجدِ اقصیٰ کو اے منتخب! بلند کرے

گفت ^۲^ جرمم چیست اے دانائے راز
اُنھوں نے کہا اے رازوں کے جاننے والے! میری
کہ مرا گوئی کہ مسجد را مساز
کہ آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ مسجد نہ بنا

گفت بے جرمے تو خونہا کردہٴ
فرمایا تو نے بغیر کسی جرم کے بہت خون کئے ہیں
خونِ مظلوماں بگردن بُردہٴ
مظلوموں کے خون گردن پر لئے ہیں

کہ ز آوازِ تو خلقے بے شمار
کیونکہ بے شمار لوگوں نے تیری آواز سے
جاں بدادند و شُدند آنرا شکار
جان دیدی اور وہ اُس کے شکار بنگئے

خوں بسے رفت ست بر آوازِ تو
تیری آواز پر بہت خون ہوئے ہیں
بر صدائے خوب جاں پردازِ تو
تیری حسین جان کو مشغول کرنیوالی آواز کی وجہ سے

گفت ^۳^ مغلوبِ تو بودم مستِ تو
اُنھوں نے عرض کیا میں تجھ سے مغلوب اور تیرا مست تھا
دستِ من بر بستہ بُود از دستِ تو
میرا ہاتھ تیرے ہاتھ سے بندھا ہوا تھا

نے کہ ہر مغلوبِ شہ مرحوم بُود
کیا ایسا نہیں ہے کہ شاہ کا مغلوب قابلِ رحم ہوتا ہے؟
نے کہ المغلوبُ کالمعدوم بُود
کیا ایسا نہیں ہر کہ مغلوب معدوم کیطرح ہوتا ہے؟

گفت اے مغلوب معدومیست کو
(اللہ نے) فرمایا اے مغلوب! تیرا معدوم ہونا کہاں ہے؟
جز بہ نسبت نیست معدومِ اَنصتُوا
معدوم ہونا محض نسبتی ہوتا ہے، سنو

اینچنیں معدوم کو از خویش رفت
ایسا معدوم جو اپنے آپ سے جدا ہو گیا ہو
بہترینِ ہستہا افتاد و زفت
وہ تو فربہ اور بہترین موجودات میں سے ہے

۱؎ چوں. حضرت سلیمانؑ سے پہلے حضرت داؤدؑ نے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ وحی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر سے روکدیا اور فرمایا کہ ہماری تقدیر میں تم اُس کو تعمیر نہ کر سکو گے۔

۲؎ گفت۔ حضرت داؤدؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا میری کیا خطا ہے کہ مجھے مسجد کی تعمیر سے روکا جا رہا ہے۔ بے جرمے۔ حضرت داؤدؑ جب خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے تو بہت سے سننے والے جاں بحق ہو جاتے تھے۔

۳؎ گفت مغلوب۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ میں زبور پڑھتے وقت جوش اور عشقِ خداوندی میں مغلوب ہوتا ہوں اور دستِ قدرت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ نے۔ جو شاہ کا مجنون ہوتا ہے وہ قابلِ رحم اور فانی ہوتا ہے اُس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مغلوب تم بالکلیہ معدوم نہیں ہے صرف اپنے اوصاف کو اللہ کے اوصاف میں گم کر دینے کے اعتبار سے معدوم ہے۔ اَنصِتُوا۔ یہ سُن لے۔ اینچنیں۔ جو اس طرح معدوم ہو وہ تو افخر الموجودات ہے۔

اُو بہ نسبت با صفاتِ حق فناست[1] — در حقیقت در فنا اُو را بقاست
اُس کو خدا کی صفات کی نسبت سے فنا حاصل ہے — حقیقتاً فنا میں اُس کی بقا ہے

جملہ اَرواح در تدبیرِ اُوست — جملہ اَشباح ہم در تیرِ اُوست
تمام روحیں اُس کے انتظام میں ہیں — تمام اجسام بھی اُس کی قدرت میں ہیں

آنکہ اُو مغلوب اندر لطفِ ماست — نیست مُضطر بلکہ مختارِ وِلاست
جو ہماری مہربانی میں مغلوب ہے — وہ مجبور نہیں ہے بلکہ دوستی کی وجہ سے با اختیار ہے

مُنتہای اختیار آنست خود[2] — کاختیارش گردد اینجا مُفتقد
خود اختیار کا اخیر یہ ہے — کہ اُس کا اختیار اُس جگہ گم ہو جائے

اختیارش گر نبودے چاشنی — کے بگشتے آخر اُو محو از منی
اگر اُس کا اختیار لذیذ نہ ہوتا — تو وہ خودی سے محو کیوں ہوتا!

در جہاں گر لقمہ و گر شربت ست — لذّت اُو فرعِ محوِ لذّت است
دنیا میں خواہ کوئی لقمہ یا کوئی گھونٹ ہے — اُس کی لذت محو کی لذت کی شاخ ہے

گرچہ از لذّات بے تاثیر شد — لذّتے بود اُو و لذّت گیر شُد
اگرچہ وہ لذتوں سے بیگانہ ہو گیا ہے — وہ (بھی) ایک لذت تھی جس لذت کو اُس نے حاصل کر لیا

ہر کہ اُو مغلوب شُد مرحوم گشت[3] — در بحارِ رحمتش معدوم گشت
جو مغلوب ہوا وہ مرحوم ہو گیا — وہ اُسکی رحمت کے سمندروں میں معدوم ہو گیا

نے چُناں معدوم کز اہلِ وجود — ہیچ بر وے چیر بد اندر گاہِ جُود
ایسا معدوم نہیں کہ موجود میں سے — کوئی سخاوت کے وقت اُس پر غالب آسکے

بلکہ والی گشت موجودات را — بے گمان و بے نفاق و بے ریا
بلکہ وہ موجودات کا والی بن گیا ہے — بغیر گمان اور بغیر نفاق اور بغیر ریاکاری کے

بے مثال و بے مکان و بے نشاں — بے زمان و بے چنین و بے چناں
بے مثال کے اور بے مکان اور بے نشان کے — بغیر زمانہ اور بغیر ایسے اور ویسے کے

بے شکال و بے سوال و بے جواب — دم مزن وَاللہُ اَعلَمُ بِالصَّواب
بغیر اشکال اور بغیر سوال اور بغیر جواب کے — دم نہ مار، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

بے مثال۔ اب نہ اُسکی کوئی مثال ہے نہ اُس کا مکان ہے اور نہ شان وہ لازمانی ہے اور کم وکیف سے بھی جدا ہے۔ اس معاملہ میں نہ کوئی اشکال اور نہ سوال و جواب کا موقع ہے بس خاموشی اختیار کرے۔

[1] آو۔ اُس نے اپنے آپکو اللہ کی صفات میں فنا کر دیا ہے تو اُس کی فنا تو دراصل بقا ہے۔ جملہ۔ اب اِس فانی فی اللہ اور باقی باللہ کو وہ مقام حاصل ہے کہ تمام روحیں اُس کے زیرِ تصرف ہیں اور تمام اَجسام اُس کے زیرِ نگیں ہیں۔ اَشباح۔ یعنی اَجسام۔ آنکہ۔ جو ہم میں فنا ہو گیا وہ مُضطر نہیں ہے بلکہ وہ محبوب ہونے کی وجہ سے با اختیار ہے۔ وِلا۔ دوستی۔

[2] مُنتہائے۔ بندہ کا اعلیٰ درجہ کا اختیار تو یہی ہے کہ وہ ہماری مرضیات میں گم ہو جائے۔ اِختیارش۔ اُس کو اگر اس اختیار میں لطف نہ آتا تو اپنے آپ کو کیوں فنا کرتا تھی۔ خودی۔ در جہاں۔ دنیا کی تمام تر لذتیں خواہ کھانے کی ہوں یا پینے کی وہ اِس پر ہی مبنی ہیں کہ اُس چیز کی لذت کو مٹا دیا جائے۔ گرچہ۔ فانی فی اللہ اگرچہ دنیاوی لذتوں کو مٹا دیتا ہے لیکن یہ ترکِ لذات اسکے لئے لذت بن جاتی ہے۔

[3] ہر کہ اُو۔ جو صفاتِ باری سے مغلوب ہو گیا وہ اللہ کی رحمتوں کے سمندر میں غرق ہو کر رحمتوں کا مستحق ہو گیا ہے۔ نے چناں معدوم لیکن وہ ایسا معدوم نہیں ہے کہ کوئی بھی موجود اُس پر غالب آسکے۔ بلکہ۔ ایسا فانی فی اللہ ذات پر حکمراں بنجاتا ہے۔

شرح اِنَّمَا[1] الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ وَّالْعُلَمَاءُ کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ خصوصًا

اس کی شرح کہ مومنین، بھائی بھائی ہیں اور علماء ایک جان کی طرح ہیں

اتحادِ داؤد و سلیمان و سائرِ انبیاء علیہم السلام کہ اگر یکے

خصوصًا حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ اور بقیہ انبیاء کا اتحاد ان پر سلام ہو کہ اگر تو انہیں سے ایک کا منکر ہو

ازیشاں را منکر شوی ایمانِ تو بہیچ نبی درست نباشد و

تو تیرا کسی نبی پر ایمان درست نہ ہوگا اور یہ اتحاد کی علامت

ایں علامتِ اتحاد ست کہ اگر یکے خانہ ازاں ہزار خانہ ویران کنی

ہے کہ اگر ہزار گھروں میں سے تو ایک کو ویران کرے گا تو سب ویران

ہمہ ویران شود و یک دیوار قائم نماند کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ

ہو جائیں گے اور ایک دیوار بھی قائم نہ رہیگی کیونکہ "ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں

مِّنْ رُّسُلِہٖ وَالْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ وایں خود از اشارت گذشت

تفریق نہیں کرتے ہیں" عقلمند کیلئے اشارہ کافی ہے اور یہ تو اشارہ سے بڑھ گیا ہے

پس خطاب آمد بداؤدؑ از خدا — کاے گزیں پیغمبرِ نیکو لقا

تو خدا کی جانب سے (حضرت) داؤدؑ کو خطاب ہوا — کہ اے منتخب پیغمبر نیک صورت!

دل مدار اندر تفکر زیں[2] خبر — رہ مدہ در خود ملال و غم مخور

اس بات سے دل کو فکر میں مبتلا نہ کر — رنج کو اپنے اندر راستہ نہ دے اور غم نہ کر

گرچہ بر ناید بجہد و زورِ تو — لیک مسجد را بر آرد پورِ تو

اگر (وہ مسجد) تیری کوشش اور طاقت سے نہ بنے گی — لیکن تیرا لڑکا اُس کو بنائے گا

گرچہ بر ناید بجہدت ایں مقام — لیک پورِ تو کند آں را تمام

اگرچہ تیری کوشش سے یہ جگہ نہ بنے گی — لیکن تیرا لڑکا اُس کو مکمل کرے گا

کردۂ او کردۂ تست اے حکیم — مومناں را اتصالے داں قدیم

اے دانا! اُس کا کیا ہوا تیرا کیا ہوا ہے — مومنوں کا باہمی قدیم اتحاد سمجھ

مومناں معدود لیک ایماں یکے — جسمِ شاں معدود لیکن جاں یکے

مومنین متعدد ہیں لیکن ایمان ایک ہے — اُنکے جسم چند ہیں لیکن جان ایک ہے

غیرِ فہم[3] و جاں کہ در گاو و خر ست — آدمی را عقل و جانِ دیگر ست

بلکہ عقل اور جان جو بیل اور گدھے میں ہے اُسکے علاوہ — انسان کی عقل اور جان دوسری ہے

---

[1] اِنَّمَا۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ یعنی مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں اور مشہور مقولہ ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ یعنی علماء ایک جان ہیں، یہ اُخوۃ اور اتحاد ایمان کی وحدت کی بنیاد پر ہے، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں۔ اسی بنا پر یہ حکم ہے کہ ایک نبی کا کفر تمام انبیاء کا کفر ہے۔

[2] زیں خبر۔ یعنی اس خبر سے کہ تم مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر نہ کرسکو گے۔ پورا حضرت سلیمانؑ۔ مومناں۔ یعنی مومنین اگرچہ گنتی میں متعدد ہیں لیکن اُن میں وحدتِ ایمانی ہے۔ جاں یکے۔ روحِ انسانی جو ایک لطیفۂ ربانی ہے اور وہ روحِ حیوانی کے علاوہ ہے۔

[3] غیرِ فہم۔ حیوانات میں صرف روحِ حیوانی ہے جو اطباء کے نزدیک ایک جسم لطیف بخاری ہے جو غذاؤں سے پیدا ہوتی ہے چونکہ یہ بخار ہے اسی لئے مولانا نے اُس کو روحِ باد کہا ہے۔

باز غیرِ عقل و جانِ آدمی ‏ ‏ ‏ ہست جانے در ولیؔ و در نبیؐ
پھر انسان کی عقل اور جان کے علاوہ ‏ ‏ ‏ ولی اور نبی میں اور جان ہے

جانِ حیوانی ندارد اتحاد ‏ ‏ ‏ تو مجو ایں اتحاد از روحِ باد
حیوانی جان، اتحاد نہیں رکھتی ہے ‏ ‏ ‏ تو یہ اتحاد ہوائی روح میں نہ تلاش کر

گر خورد ایں ناں نگردد سیر آں ‏ ‏ ‏ ور کشد بار ایں نگردد آں گراں
اگر یہ روٹی کھائے اُس دوسری کا پیٹ نہیں بھرتا ‏ ‏ ‏ اگر یہ بوجھ اُٹھائے تو وہ بوجھل نہیں ہوتی

بلکہ ایں شادی کند از مرگِ او ‏ ‏ ‏ از حسد میرد چو بیند برگِ او
بلکہ یہ اُس کے مرنے سے خوشی مناتی ہے ‏ ‏ ‏ اگر اُس کا ساز و سامان دیکھتی ہے تو حسد سے مرتی ہے

جانِ گرگان و سگاں ہر یک جداست ‏ ‏ ‏ متحد جانہائے شیرانِ خداست
بھیڑیوں اور کتوں کی جان ہر ایک جداگانہ ہے ‏ ‏ ‏ خدا کے شیروں کی جان متحد ہے

جمع گفتم جانہاشاں من باسم ‏ ‏ ‏ کاں یکے جاں صد بود نسبت بجسم
میں نے اُن کی جانوں کیلئے اسمِ جمع (کا لفظ) بولا ‏ ‏ ‏ کیونکہ جسم کی نسبت سے وہ ایک سو بن جاتی ہے

ہمچو آں یک نورِ خورشیدِ سما ‏ ‏ ‏ صد بود نسبت بصحنِ خانہا
جیسا کہ آسمان کے سورج کا ایک نور ‏ ‏ ‏ گھروں کے صحن کے اعتبار سے سو بن جاتا ہے

لیک یک باشد ہمہ انوارِ شاں ‏ ‏ ‏ چونکہ برگیری تو دیوار از میاں
لیکن اُن سب کا نور ایک بن جاتا ہے ‏ ‏ ‏ جبکہ تو درمیان سے دیوار اُٹھا دے

چوں نماند جانہا را قاعدہ ‏ ‏ ‏ مومناں باشند نفسِ واحدہ
جبکہ جانوں کی بنیاد نہ رہے گی ‏ ‏ ‏ مومن ایک جان بن جائیں گے

فرق و اشکالات آید زیں مقال ‏ ‏ ‏ زانکہ نبود مثلؔ باشد ایں مثال
اُس گفتگو سے اختلاف اور اشکال پیدا ہوتے ہیں ‏ ‏ ‏ کیونکہ یہ مثل نہیں ہے مثال ہے

فرقہا بیحد بود از شخص شیر ‏ ‏ ‏ تا بہ شخصِ آدمی زادِ دلیر
شیر کے وجود میں بہت فرق ہیں ‏ ‏ ‏ بہادر آدمی کے وجود کے اعتبار سے

لیک در وقتِ مثال اے خوش نظر ‏ ‏ ‏ اتحاد از روی جانبازی نگر
لیکن اے خوش نظر! مثال کے وقت ‏ ‏ ‏ بہادری کے اعتبار سے اتحاد سمجھ

ٹ۱ در نبی۔ انبیاء اور اولیاء کی روحِ انسانی ایک قوی تر لطیفۂ ربانی ہے۔ جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی ہر حیوان میں جداگانہ ہے یہی وجہ ہے کہ ایک روحِ حیوانی اگر غذا حاصل کرتی ہے تو دوسری روح کو وہ غذا نہیں پہنچتی ہے اُن میں سے اگر ایک گراں بار ہوتی ہے تو دوسری کو اس سے گرانی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ ایک روحِ حیوانی کی خوشی دوسری کے رنج کا سبب ہے۔ شیرانِ خدا یعنی اولیاء اور انبیاء۔

ٹ۲ جمع گفتم۔ ہم نے انبیاء اور اولیاء کی روح کے لئے جمع کا صیغہ بولا ہے حالانکہ وہ ایک ہے اُس کا تعدد محض جسموں کے تعدد کی نسبت سے ہے۔ جیسے سورج کی دھوپ جبکہ مختلف صحنوں اور مکانوں پر پڑتی ہے تو اُس میں تعدد ہے ورنہ وہ ایک چیز ہے۔ قاعدہ۔ بنیاد یعنی جسم۔ زیں مقال یعنی روحِ انسانی کو سورج کے نور سے تشبیہ دینے سے بہت سے اشکالات پیدا ہوجائیں گے۔

ٹ۳ مثل۔ مثل اور مثال میں یہ فرق ہے کہ مثلِ شئ وہ کہلاتی ہے جو اس شے سے ہر بات میں متحد ہو اور مثال کا ہر صفت میں یکساں ہونا ضروری نہیں ہے اگر ایک وصف میں بھی اتحاد ہے تو اُس کو اس شئ کی مثال کہہ سکتے ہیں۔ فرقہا۔ بہادر شخص کی شیر مثال ہے حالانکہ دونوں میں بہت سی باتوں میں فرق ہے صرف بہادری میں یکسانیت ہے۔

کاں دلیر آخر مثالِ شیر بُود | نیستؑ مثلِ شیر در جملہ حُدود
کہ وہ بہادر شیر کی مثال ہے | تمام باتوں میں شیر کی مثل نہیں ہے

مُتّحد نقشے ندارد ایں سرا | تا کہ مثلے وا نمائم مر ترا
یہ دنیا، کوئی چیز (روح کیساتھ) متحد نہیں رکھتی ہو | تاکہ تجھے مثل دکھا دوں

ہم مثالِ ناقصے دست آورم | تاز حیرانی خرد را وا خرم
نیز ایک ناقص مثال بیان کرتا ہوں | تاکہ عقل کو پریشانی سے نجات دوں

شب بہر خانہ چراغے می نہند | تا بنورِ آں ز ظلمت می رہند
رات کو ہر گھر میں چراغ رکھتے ہیں | تاکہ اُسکی روشنی کی وجہ سے اندھیرے سے نجات حاصل کریں

آں چراغ ایں تن بُود نورش چو جاں | نیست محتاجِ فتیل و این و آں
وہ چراغ یہ جسم ہے اُس کی روشنی جان کیطرح ہو | جو بتی اور اِس اور اُس کا محتاج نہیں ہے

واں فتیلہ پنج دارد از حواس | جملگی بر خواب و خور دارد اساس
وہ بتی پانچ حواس رکھتی ہے | ان سب کی کھانے اور سونے پر بنیاد ہے

بےؔ خور و بے خواب نزید نیم دم | با خور و با خواب نزید نیز ہم
بغیر کھائے اور سوئے آدھا پل بھی نہیں جی سکتا | کھانے اور سونے کے ساتھ بھی نہیں جیتا ہے

بے فتیل و روغنش نبود بقا | با فتیل و روغن اُو ہم بیوفا
اُس کی بغیر بتی اور تیل کے بقا نہیں ہو | بتی اور تیل کے ہوتے ہوئے بھی بے وفا ہے

زانکہ نورِ علتی اش مرگ جو ست | چوں زید کہ روزِ روشن مرگِ او ست
کیونکہ اُس کی بیمار روشنی موت کی متقضی ہے | کیسے جیئے کیونکہ روشن دن اُسکی موت ہے

جملہؔ حسہائے بشر ہم بے بقا ست | زانکہ پیشِ نورِ روزِ حشر لا ست
انسان کے تمام حواس فانی ہیں | کیونکہ حشر کے دن کے نور کے سامنے معدوم ہیں

نورِ حس و جانِ ناپایانِ ما | نیست کلی فانی و لا چوں گیا
ہمارے فانی حس اور جان کا نور | گھاس کی طرح بالکلیہ فانی اور معدوم نہیں ہے

لیک مانندِ ستارہ و ماہتاب | جملہ محو اند از شعاعِ آفتاب
لیکن ستاروں اور چاند کی طرح | سورج کی شعاع سے سب محو ہیں

اِسی طرح روحِ انسانی کا بھی بقا نہیں ہے حشر میں تجلی رب کے سامنے اِس کا بھی بقا نہ رہیگا۔ لا یعنی معدوم۔ چوں گیا۔ اِس روحِ انسانی کی فنا گھاس پھونس کی فنا کی طرح کی نہیں ہے۔ لیک۔ روحِ انسانی کی فنا ایسی ہے جیسی کہ ستارہ کی فنا سورج کی موجودگی میں ہوتی ہے۔

١ نیست مثل۔ بہادر شیر کی مثل نہیں ہے مثال ہے۔ متحد۔ اِس دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو روح کی مثل ہو تاکہ اُس کے ذریعہ روح کو سمجھایا جاسکے۔ ہم مثال۔ اگرچہ کوئی چیز روح کی مثل نہیں ہے جس کے ذریعہ اُس کو سمجھایا جائے لیکن ایک ناقص مثال پیش کی جاتی ہو۔ آں چراغ۔ جسم کو بمنزلہ چراغ کے اور روح کو اُس کی روشنی جیسا سمجھو، روشنی جب ہو سکے گی جبکہ چراغ میں بتی ہو تیل ہو، اِسی طرح جسم غذا وغیرہ کا محتاج ہے۔ فتیلہ۔ چراغ کی بتی۔ حواس۔ یعنی حواسِ خمسہ۔ اساس بنیاد یعنی حواسِ خمسہ جب کام کرتے ہیں جبکہ حوائج ضروری پورے ہوتے رہیں۔

٢ بے خور۔ حواس کا بقا حوائج ضروری کے پورے ہونے پر بھی موقوف ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ حوائج بھی پورے ہوتے رہیں تب بھی وہ فنا ہوجاتے ہیں۔ زانکہ۔ جس طرح چراغ باوجود بتی اور روغن کے سورج نکلنے پر اپنے وجود کو گویا معدوم کر دیتا ہے اِسی طرح جب موت کا وقت آتا ہے تو یہ روحِ حیوانی اور حواس معدوم ہو جاتے ہیں اُن کیلئے موت کا وقت ایسا ہی ہے جیسا کہ چراغ کے لئے دن کا نکلنا۔

٣ جملہ حسہائے۔ جس طرح روحِ حیوانی کا بقا نہیں ہے

آنچنانکہ سوز و دردِ زخمِ کیک [1]
جیساکہ پتو کے زخم کی سوزش اور درد

محو گردد چوں درآید مار الیک
محو ہو جاتا ہے جب سانپ تیری جانب بڑھے

آنچنانکہ عور اندر آب جست
جیساکہ ننگا پانی میں گھس جائے

تا درآب از زخمِ زنبوراں برست
تاکہ پانی میں شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے بچ جائے

میکنند زنبور بر بالا طواف
شہد کی مکھیاں اوپر چکر کاٹتی ہیں

چوں برآرد سر ندارندش معاف
وہ جب سر ابھارتا ہے اس کو معاف نہیں کرتی ہیں

آب [2] ذکرِ حق و زنبور ایں زماں
اللہ کی یاد پانی ہے اور شہد کی مکھی اس وقت

ہست یادِ ایں فلان و آں فلاں
اس فلاں اور اس فلاں کی یاد ہے

دم بخور در آبِ ذکر و صبر کن
ذکرِ (حق) کے پانی میں سانس گھونٹ لے اور صبر کر

تا رہی از فکر و وسواسِ کہن
تاکہ تو فکر اور پرانے خیالات سے نجات پالے

بعد ازاں تو طبعِ آں آبِ صفا
اس کے بعد اس صاف پانی کی طبیعت

خود بگیری جملگی سر تا بپا
سر سے پاؤں تک تو خود اختیار کرلے گا

آنچناں کز آب آں زنبورِ شر
جس طرح وہ شریر شہد کی مکھی پانی سے

میگریزد از تو ہم گیرد حذر
بھاگتی ہے تجھ سے بھی ڈرے گی

بعد ازاں خواہی تو دور از آب باش
اس کے بعد اگر تو چاہے پانی سے جدا ہو جا۔

کہ بسر ہم طبعِ آبی خواجہ تاش
کیونکہ باطن کے اعتبار سے تو پانی کی طبیعت کا خوگر ہے

بس [3] کسانے کز جہاں بگذشتہ اند
بہت سے وہ لوگ جو دنیا سے چلے گئے ہیں

لا نیند و در صفات آغشتہ اند
معدوم نہیں ہیں اور وہ (اللہ کی) صفات میں غرق ہیں

در صفاتِ حق صفاتِ جملہ شاں
ان سب کی صفات اللہ (تعالیٰ) کی صفات میں

ہمچو اختر پیشِ آں خور بے نشاں
ایسی ہی بے نشان ہیں جیساکہ ستارے سورج کے سامنے

گر ز قرآں نقل خواہی اے حروں
اے سرکش! اگر تو قرآن سے ثبوت چاہتا ہے

خواں جَمِیْعٌ هُمْ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ
پڑھ لے وہ سب ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہیں

محضروں معدوم نبود نیک بیں
اچھی طرح سمجھ لے حاضر کئے ہوئے معدوم نہیں ہوتے

تا بقائے روحہا دانی یقیں
تاکہ تو روحوں کے باقی رہنے کو یقینی طور پر جان لے

---

[1] آنچنانکہ۔ روحِ انسانی کی فنا کی دوسری مثال ہے کہ پتو کے کاٹنے کا درد سانپ کے حملہ کے وقت محو ہو جاتا ہے۔ الیک۔ تیری جانب۔ محو۔ تیسری مثال یہ ہے کہ روحِ انسانی کی محویت ایسی ہے جیساکہ ننگا شہد کی مکھیوں کے ڈر سے پانی میں محو ہو جاتا ہے۔ میکنند۔ شہد کے محال کی بڑی مکھیاں اس قدر تعاقب کرتی ہیں کہ پانی میں اگر غوطہ لگایا جائے تو وہ انتظار کرتی ہیں کہ باہر نکلے تو پھر کاٹیں۔

[2] آب۔ اب مولانا ارشاد کی بات کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ وساوس کا حال شہد کی مکھیوں کا سا ہے اور ان سے بچاؤ ذکر اللہ کے پانی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں۔ جب انسان ترقی کرتا ہے تو خود اس کی طبیعت ذکر اللہ کی صفائی حاصل کر لیتی ہے اور طبیعت وساوس کو دور کرنے لگتی ہے اور اس کو حبسِ دم اور ذکرِ خفی وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ کہ بسر۔ اب خود سالک کی طبیعت میں وہ خواص پیدا ہو جاتے ہیں جو اذکار میں تھے۔

[3] بس کسانے۔ جس طرح روحِ انسانی بالکل فانی نہیں ہے اسی طرح بہت سے بزرگ وہ ہیں جن کی موت فنائے محض نہیں ہے بلکہ ان کیلئے موت کے معنی یہ ہیں کہ وہ صفاتِ باری میں مستغرق ہیں۔ در صفات۔ اللہ کی صفات میں وہ اسی طرح معدوم ہیں جس طرح ستارہ سورج کے سامنے معدوم ہوتا ہے۔ گر ز قرآں۔ قرآن پاک میں ہے اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ بس ایک سخت کی آواز ہوگی تو ایکدم سے سب لوگ ہمارے حضور میں حاضر

رُوحِ محجوب[۱] از بقایش در عذاب — رُوحِ واصل در بقا پاک از حجاب

اُس کی بقا سے رُکی ہوئی روح عذاب میں ہے — جو روح بقا (باللہ) میں واصل (بحق) ہے وہ پردے سے پاک ہے

زیں چراغِ حِسِّ حیواں المراد — گفتمت ہاں تا نجوئی اتحاد

خلاصہ یہ ہے کہ اِس حیوانی حِس کے چراغ سے — میں نے تجھے بتا دیا خبردار اتحاد کا طالب نہ بننا

رُوحِ خود را متصل کُن اے فلاں — زود با ارواحِ قدسِ سالکاں

اے فلاں! اپنی روح کو وابستہ کر دے — بہت جلد سالکوں کی پاک روحوں کے ساتھ

صد چراغت ار مُرند ار بیستند — بس جدا اند و یگانہ نیستند

تیرے سَو چراغ خواہ وہ مَریں یا قائم رہیں — (آپس میں) بہت جدا ہیں اور ایک نہیں ہیں

زاں[۲] ہمہ جنگند ایں اصحابِ ما — جنگ کس نشنید اندر انبیا

اسی لئے ہمارے یہ سب ساتھی لڑتے ہیں — کسی نے انبیا میں لڑائی (کی بات) نہیں سُنی

زانکہ نورِ انبیا خورشید بُود — نورِ حسِّ ما چراغ و شمع و دُود

کیونکہ انبیا کا نور سورج (سے) تھا — ہمارے حواس کا نور چراغ اور شمع اور دُھواں ہے

یک بمیرد یک بماند تا بروز — یک بُود پژمُردہ دیگر با فروز

ایک بجھ جاتا ہے، ایک دن تک رہتا ہے — ایک ٹمٹماتا ہے، دوسرا روشن ہے

جانِ[۳] حیوانی بُود حی از غذے — ہم بمیرد او بہر نیک و بدے

حیوانی روح غذا سے زندہ رہتی ہے — وہ اچھائی اور بُرائی کے ساتھ مر بھی جاتی ہے

گر بمیرد ایں چراغ و طے شود — خانۂ ہمسایہ مظلم کے شود

اگر یہ چراغ بجھ جائے اور لپٹ جائے — پڑوسی کا گھر تاریک کب ہوگا؟

نورِ آں خانہ چو بے ایں ہم بپاست — پس چراغِ حِسِّ ہر خانہ جُداست

جب اِس گھر کی روشنی اسکے بغیر بھی قائم ہے — تو حِس کا چراغ ہر گھر کا جُدا ہے

ایں مثالِ جانِ حیوانی بُود — نے مثالِ جانِ ربّانی بُود

یہ رُوحِ حیوانی کی مثال ہے — نہ کہ ربّانی روح کی مثال

باز از ہندوی شب چوں ماہ زاد — در سرِ ہر روزنے نورے فتاد

پھر رات کی تاریکی سے جب چاند نکلا — ہر سوراخ پر روشنی پڑی

۱۔ روحِ محجوب۔ روحِ حیوانی کو بقا باللہ حاصل نہیں ہے لہٰذا وہ عذاب میں ہوگی۔ جو روحِ انسانی بقا باللہ حاصل کریگی اُس کو رویتِ باری حاصل ہوگی۔ زیں چراغِ حِس۔ روحِ حیوانی سے اِتصال اور اتحاد، عذاب کا سبب ہے۔ روحِ خود۔ اپنی رُوح کو سالکوں کی روح سے وابستہ کرلو تو دیدارِ رب حاصل ہوگا۔ صد چراغت۔ ارواحِ حیوانی سے قطع نظر کر دان روحوں میں کوئی یگانگت نہیں ہوتی ہے۔

۲۔ زاں۔ چونکہ عوام روحِ انسانی سے محروم ہیں اُن میں صرف روحِ حیوانی ہے جس میں یگانگت نہیں ہے اسی لئے باہمی مختلف اور جنگ و جدل میں رہتے ہیں انبیاء کی روح، روحِ انسانی ہے جس میں وحدت ہے۔ زانکہ۔ انبیاء کی روحیں خورشیدِ وحدت کا نور ہیں جو باہمی متحد ہیں۔ نورِ حسِ ما۔ روحِ حیوانی وہی چراغ والی روشنی ہے۔ یک بمیرد۔ چونکہ ان میں اتحاد نہیں ہے اِس لئے کوئی انسان دوسرے انسان کے احوال سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔

۳۔ جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی غذاؤں سے زندہ ہے اور پھر اُس کے لئے فنا ہے۔ گر بمیرد۔ روحِ حیوانی کی مثال چراغ کی روشنی کی سی ہے اگر ایک چراغ بجھ جائے تو دوسرے گھر کا چراغ جلتا رہتا ہے۔ نورِ آں خانہ۔ جب ایک گھر کے چراغ کے بجھنے سے دوسرے گھر پر اندھیرا نہیں ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ دونوں جداگانہ ہیں۔ ایں۔ یعنی چراغ کی مثال۔ باز۔ روحِ انسانی کی مثال چاند کی روشنی کی سی ہے جب چاند طلوع کرتا ہے تو سب گھروں میں نور پھیلتا ہے تو اُن سب گھروں کے نور میں وحدت ہے۔

نورِ آں صد خانہ را تو یک شمر
اُن سَو گھروں کی روشنی کو تو ایک سمجھ

کہ نمانَد نورِ ایں بے آں دگر
کیونکہ اِسکا نور اُس دوسرے کے بغیر نہیں رہتا ہے

تا بُوَد[1] خورشیدِ تاباں بر اُفق
جب تک سورج افق پر روشن ہے

ہَست در ہر خانہ نورِ اُو قنق
ہر گھر میں اس کا نور مہمان ہے

باز[2] چوں خورشیدِ جاں آفِل شود
پھر جب روح کا سورج غروب کرجاتا ہے

نورِ جملہ جانہَا زایل شود
تمام جانوں کا نور زایل ہوجاتا ہے

ایں مثالِ[3] نور آمد مثل نے
یہ نور کی مثال ہے مثل نہیں ہے

مر ترا ہادی عَدُو را رہزنے
تیرے لئے رہادی ہے، دشمن کیلئے رہزن ہے

بر مثالِ عنکبوتِ آں زشت خُو
وہ بدخو، مکڑی کی طرح

پَردہائے گندہ را بر بافد اُو
گندے پردے بنتا ہے

از لعابِ[4] خویش پَردہ نور کرد
اپنے لعاب سے اُس نے نور پر پردہ ڈالدیا

دیدۂ اِدراکِ خود را کور کرد
اپنے احساس کی آنکھ کو اندھا بنالیا

گردنِ اسپ ار بگیرد بر خورَد
اگر گھوڑے کی گردن پکڑیگا فائدہ اٹھائیگا

ور بگیرد پاش بستاند لگد
اور اگر اُس کے پاؤں پکڑیگا لاتیں کھائے گا

کم نشیں بر اسپِ[5] توسن بے لگام
سرکش گھوڑے پر بے لگام نہ چڑھ

عقل و دیں را پیشوا کُن والسلام
عقل اور دین کو پیشرو بنالے والسلام

اندریں آہنگ منگر سُست و پَست
اِس راستہ کو سست اور پست نہ سمجھ

کاندریں رہ صبرِ شقِّ انفُس ست
کیونکہ اِس راستہ میں صبر کرنا جانوں کیلئے شاق ہے

باز گرد و قصۂ مسجد بگو
واپس چل اور مسجد کا قصہ کہہ

با سلیمانِ نبیِ نیک خُو
نیک خصلت سلیمان نبی کے ساتھ (جو ہوا)

بقیۂ قصۂ بنائے مسجدِ اقصیٰ از دستِ سلیمان علیہ السّلام

حضرت سلیمان علیہ السّلام کے ہاتھ سے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کے قصہ کا بقیہ

چوں سلیمانؑ کرد آغازِ بِنا
جب (حضرت) سلیمانؑ نے تعمیر ابتدا کی

پاک چوں کعبہ ہمایوں چوں مِنیٰ
جو کعبہ کی طرح پاک اور منیٰ کی طرح بابرکت ہے

اور معترضانہ نگاہ ڈالوگے تو تباہی ہوگی۔ [5] اسپِ توسن۔ سرکش گھوڑا یعنی نفس آہنگ۔ راہِ حق۔ راہِ سلوک کو آسان اور حقیر نہ سمجھ اس راستہ میں بہت صبر و استقلال کی ضرورت ہے، جو نفس پر بہت شاق ہے گراں ہے۔ بنا یعنی مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر شروع کی۔ وہ مقام پاک ہے جہاں حاجی رمیِ جمار کرتے ہیں۔

[1] تا بوَد۔ روحِ انسانی میں چونکہ وحدت ہے اس لئے شیخِ کامل اپنی زندگی میں چاند کی طرح ہر مُرید کو روشنی عطا کرتا رہتا ہے۔ [2] باز۔ جب وہ شیخ اپنی توجہ ہٹالیتا ہے تو مُریدوں میں استفاضہ کی وہ پہلی سی کیفیت نہیں رہتی ہے۔ [3] ایں مثال۔ میں نے ذاتِ مقدس اور اس کے نور کی مثال سورج اور اسکی روشنی سے دی ہے یہ مثال ہے جو تمام حیثیتوں سے مثل اس کی طرح نہیں ہوتی ہے تیرے لئے یہ مثال ہدایت کا کام کریگی اور دشمن یعنی فلسفی کے لئے جو اسرارِ معرفت میں قیاس کو دخیل بناتا ہے رہزن بنے گی اور اُس کو مزید گمراہ کردے گی۔ عنکبوت۔ فلسفی کی مثال مکڑی کی سی ہے جو خود اپنے اوپر اپنے لعاب سے نور کو مخفی کرلیتی ہے۔ [4] از لعاب۔ مکڑی اپنے لعاب سے اپنے اوپر جالا تن کر اپنے آپ کو روشنی سے محروم کرتی ہے اسیطرح منکر اور معترض اپنے اعتراضات کے ذریعہ اپنے اِدراک کو نور سے محروم کردیتا ہے۔ گردنِ اسپ۔ گھوڑے پر قاعدہ سے سوار ہوگا تو فائدہ اُٹھائیگا ورنا گر اسکے پاؤں پکڑنے کی کوشش کریگا تو لات کھائے گا۔ یہی مثال کلامِ حق اور اسرارِ معرفت کی ہے کہ اسے صحیح طریقہ سے غور کروگے تو فائدہ اٹھاؤگے

در بنایش دیدہ می شد کرّ و فر — نے فسردہ چوں بناہائے دگر
اُس کی تعمیر میں شان و شوکت نظر آتی تھی — دوسری عمارتوں کی طرح ٹھٹھری ہوئی نہ تھی

در بنا ہر سنگ کز کُہ می شکست — فاش سِیرُوا بِی ہمی گفت از نخست[۱]
تعمیر میں جو پتھر پہاڑ سے ٹوٹتا تھا — وہ پہلے ہی سے مجھے لے چلو علی الاعلان کہتا تھا

ہمچو از آب و گلِ آدمؑ کدہ — نور زاں کہ پارہا تاباں شدہ
آدمؑ کے مجسمہ کے پانی اور مٹی کی طرح — پہاڑ کے اُن ٹکڑوں سے نور چمکتا تھا

سنگ[۲] بے حمّال آئندہ شدہ — واں در و دیوارہا زندہ شدہ
پتھر اٹھانے والوں کے بغیر آنے لگے — وہ در اور دیواریں زندہ ہو گئیں

حق ہمی گوید کہ دیوارِ بہشت — نیست چوں دیوارہا بیجان و زشت
(اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے کہ بہشت کی دیواریں — (اور) دیواروں کی طرح بے جان اور بھدی نہیں ہیں

چوں در و دیوارِ تن با آگہی ست — زندہ باشد خانہ چوں شاہنشہی ست
جیسے کہ جسم کے در و دیوار حساس ہیں — چونکہ وہ شاہنشاہی گھر ہے زندہ رہے گا

ہم درخت[۳] و میوہ ہم آبِ زلال — با بہشتی در حدیث و در مقال
درخت بھی اور پھل بھی، صاف پانی بھی — بہشتی کے ساتھ بات چیت اور گفتگو میں ہونگے

زانکہ جنت را نہ زآلت بستہ اند — بلکہ از اعمال و نیت بستہ اند
کیونکہ جنت کو اوزاروں سے تعمیر نہیں کیا ہے — بلکہ تیرے بے دین کے اعمال سے بنایا ہے

ایں بنا ز آب و گلِ مُردہ بُدست — آں بنا از طاعتِ زندہ شدست
یہ عمارت مُردہ پانی اور مٹی سے بنی ہے — وہ عمارت زندہ عبادت سے بنی ہے

ایں باصلِ خویش ماند پُر خلل — واں باصلِ خود کہ علم ست و عمل
یہ اپنی اصل کی طرح پُر خلل ہے — وہ اپنی اصل کے ساتھ (مشابہ ہے) جو علم اور عمل ہے

ہم سریر و قصر و ہم تاج و ثیاب — با بہشتی در سوال و در جواب
تخت اور قلعہ بھی اور تاج اور کپڑے بھی — بہشتی کے ساتھ سوال و جواب میں ہونگے

فرش بے فرّاش بیچیدہ شدہ — خانہ بے کنّاس روبیدہ شدہ
فرش بغیر فرّاش کے لپٹا ہوا ہوگا — گھر بغیر جھاڑو دینے والے کے جھڑا ہوا ہوگا

۱ سِیرُوا بِی۔ مجھے لے چلو یعنی وہ پہاڑ کا پتھر خود بول پڑتا تھا کہ مجھے لے جا کر تعمیر میں لگا دو۔ ہمچو۔ جس طرح آدمؑ کے مجسمہ کی مٹی اور پانی پُر نور تھا اسی طرح اُس مسجدِ اقصیٰ کے پتھر پانی اور مٹی پُر نور تھے۔

۲ سنگ۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے وہ پتھر خود بخود تعمیر میں لگنے کے لئے آنے لگے اور اُس مسجد کے در و دیوار میں زندگی پیدا ہو گئی۔ بہشت۔ بہشتی در و دیوار میں بھی زندگی ہوگی قرآن پاک میں ہے۔۔۔ اِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ بے شک آخرت کا گھر زندہ ہے۔ جیسے انسان کا جسم پانی مٹی سے بنا ہے اور اُس میں زندگی ہے تو جنت کے در و دیوار میں زندگی کیوں نہ ہوگی۔

۳ ہم درخت۔ جنت کی ہر چیز میں حیات اور زندگی ہوگی اور وہ جنتیوں سے گفتگو کرے گی۔ زآلت۔ جنت کی تعمیر انسانوں کے نیک عملوں سے ہوگی۔ ایں بنا۔ دنیاوی مکانات مُردہ مٹی پانی سے بنتے ہیں لہٰذا وہ مُردہ ہوتے ہیں۔ جنت زندہ عبادتوں سے تعمیر ہوگی تو اُس میں زندگی ہوگی۔ ہم سریر۔ جنت کے تخت و قلعے اور لباس اور تاج سب زندہ ہوں گے۔ فرش۔ چونکہ وہاں کے فرش میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود بچھے گا اور لپٹ جائے گا۔ خانہ۔ چونکہ گھر میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود اپنے آپ کو صاف کرے گا۔

تختِ او سیار بے حمال شُد — حلقہ و در مُطرب و قوّال شُد

اُس کا تخت بغیر کسی اُٹھانیوالے کے چلنے والا ہو گیا — حلقہ اور در، مُطرب اور قوّال ہو گیے

خانۂ دل بیں زغم ژولیدہ شُد — بے کناس از توبہ روبیدہ شُد

دل کے گھر کو دیکھو جو (گناہ کے) غم سے اُلجھا ہوا ہے — بغیر جھاڑو کے توبہ سے صاف ہو جاتا ہے

ہست در دل زندگی دار الخلود — در زبانم چوں نمی آید چہ سُود

دل میں جنّت کی زندگی ہے — جبکہ میری زبان سے ادا نہیں ہو سکتی تو کیا فائدہ؟

چونکہ گشت آں مسجدِ اقصیٰ تمام — زاہتمامات سلیمانؑ والسّلام

جب مسجدِ اقصیٰ مکمّل ہو گئی — (حضرت) سلیمانؑ کے اہتمام سے اور سلام ہو

چوں سلیمانؑ در شُدے ہر بامداد — مسجد اندر بہرِ ارشادِ عباد

جب (حضرت) سلیمانؑ ہر صبح کو آتے — مسجد کے اندر بندوں کی ہدایت کے لئے

پند دادے گہ بگفت و لحن و ساز — گہ بفعل اعنی رکوع پُر نیاز

کبھی گفتگو اور لہجہ اور بناؤ سے نصیحت کرتے — کبھی فعل، یعنی پُر نیاز رکوع کے ذریعہ

پندِ فعلی خلق را جذّاب تر — کہ رسد در جانِ ہر باگوش و کر

عملی نصیحت لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے — کیونکہ وہ ہر کان والے اور بہرے کے دل میں پہنچتی ہے

و اندراں وہم امیری کم بُود — در حشم تاثیر آں محکم بُود

اور اُس میں حکومت کا وہم نہیں ہوتا ہے — ماتحتوں میں اُس کی تاثیر مضبوط ہوتی ہے

قصۂ آغازِ خلافتِ عثمانؓ و خطبۂ وے در بیان آنکہ ناصحِ فعّال بفعل بہ از ناصحِ قوّال بقول

حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کی ابتداء کا قصہ اور اُن کا خطبہ اس بیان میں کہ عامل اپنے عمل سے نصیحت کرنے والا، زبانی بات کے ذریعہ نصیحت کرنیوالے سے بہتر ہے

قصۂ عثمانؓ کہ بر منبر برفت — چوں خلافت یافت بشتابید تفت

(حضرت) عثمان رضؓ کا قصہ کہ منبر پر پہنچے — جب خلافت پائی تیزی سے عمل کیا

منبرِ مہتر کہ سہ پایہ بُدست — رفت بوبکرؓ و دُوم پایہ نشست

سردار کا منبر جو تین درجوں کا تھا — ابوبکر رضؓ چلے اور دوسرے درجہ پر بیٹھ گئے

بر سُوم پایہ عمرؓ در دورِ خویش — از برائے حُرمتِ اسلام و کیش

(حضرت) عمر رضؓ اپنے دور میں تیسرے درجہ پر — اسلام اور مذہب کی حُرمت کے لئے بیٹھے

لہ تخت۔ جنّت کا تخت خود بخود چلے گا۔ حلقہ۔ جنّتی کی خواہش کے مطابق دروازے کی زنجیریں اور دروازہ خود مُطرب اور قوّال کا کام کرنے لگیں گے۔ خانۂ دل۔ جھاڑو دینے والے کے بغیر جنّتی گھر کے صاف ہو جانے پر تعجب نہ کرو خود اپنے دل کو دیکھو گناہوں سے آلودہ ہوتا ہے اور توبہ سے خود بخود صاف ہو جاتا ہے۔ در زبانم۔ دل کی زندگی کی پوری کیفیت سمجھانے سے زبان قاصر ہے۔

لہ چوں سلیمانؑ۔ مسجد اقصیٰ کے مکمّل ہو جانے پر حضرت سلیمانؑ روزانہ صبح کو مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو راہِ حق کی ہدایت کرتے۔ پند دادے۔ حضرت سلیمانؑ لوگوں کو کبھی زبان سے نصیحت فرماتے اور کبھی عملی طور پر عبادت کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کرتے۔ پندِ فعلی۔ عملی نصیحت زیادہ کارگر ہوتی ہے۔

لہ و اندراں۔ عملی نصیحت میں لہجہ کا تحکم بھی نہیں ہوتا ہے لہٰذا وہ ماتحتوں پر زیادہ اثر کرتی ہے۔ ناصحِ فعّال۔ وہ ناصح جس کا عمل دوسروں کی نصیحت کا سبب بنے۔ قوّال۔ جو شخص زبانی نصیحت کرے۔ مہتر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے تین درجے تھے۔ بوبکرؓ۔ خطبہ کے درمیان میں آنحضور سب سے اوپر کے درجے پر بیٹھتے تھے حضرت ابوبکر رضؓ نے دوسرے درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔ بر سوم حضرت عمر رضؓ نے اپنے دور میں اسی منبر کے تیسرے آخری درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔

دورِ عثمانؓ آمد و بالائے تخت — بر شُد و بنشست آں محمود بخت

(حضرت) عثمانؓ کا زمانہ آیا وہ تخت کے اوپر — چڑھے، اور وہ خوش نصیب بیٹھ گئے

پس سُوالش کرد شخصے بُوالفضول — کاں دو ننشستند برجایِ رسولؐ

اُن سے ایک بیہودہ شخص نے دریافت کیا — کہ وہ دونوں رسولؐ کی جگہ پر نہ بیٹھے

پس تو چوں جُستی ازیشاں برتری — چوں برُتبت تو ازیشاں کمتری

تو آپ نے اُن سے برتری کیوں چاہی؟ — جبکہ آپ رتبے میں اُن سے کم ہیں

گفت اگر پایۂ سُوم را بسپرم — وہم آید کہ مثالِ عمرؓ م

اُنھوں نے فرمایا اگر میں تیسرے درجہ پر ٹھہروں — شبہ ہوگا کہ میں عمرؓ جیسا ہوں

ور دُوُم پایہ شوم من جائے جُو — گوئیم مثلِ ابوبکرؓ ست اُو

اور اگر میں دوسرے درجہ پر جگہ تلاش کروں — لوگ مجھے کہیں گے کہ وہ ابوبکرؓ جیسا ہے

ہست[2] ایں بالا مقامِ مصطفےٰؐ — وہم مثلی نیست با آں شہ مرا

یہ اونچا درجہ مصطفےٰؐ کی جگہ ہے — میرے متعلق اُن شاہ جیسا ہونے کا وہم نہیں ہوسکتا

بعد ازاں برجائے خطبہ آں وُدُود — تا بقربِ عصر لبِ خاموش بُود

اس کے بعد وہ مہربان خطبہ (پڑھنے) کی جگہ — عصر کے قریب تک خاموش تھے

زَہرہ نے کس را کہ گوید ہیں بخواں — یا بروں آید ز مسجد آں زماں

کسی کی ہمت نہ تھی کہ کہے پڑھئے — یا اُس وقت مسجد سے باہر نکل آئے

ہیبتے[3] بنشستہ بُد بر خاص و عام — پُر شُدہ از نُورِ خدا آں صحن و بام

ہر خاص و عام پر ہیبت بیٹھی ہوئی تھی — اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صحن اور بالاخانہ پُر تھا

ہر کہ بینا ناظرِ نورش بُدے — کور زاں خورشید ہم گرم آمدے

جو بینا تھا وہ اُس کے نور کو دیکھنے والا تھا — اندھا بھی اُس نور سے گرم ہو رہا تھا

پس ز گرمی فہم کردے چشمِ کور — کہ بر آمد آفتابے بے فتور

گرمی کی وجہ سے اندھا بھی سمجھ رہا تھا — کہ مکمل سورج نکل آیا ہے

لیک ایں گرمی کشاید دیدہ را — تا ببیند عین ہر بشنیدہ را

لیکن یہ گرمی آنکھ کو کھول دیتی ہے — تاکہ آنکھ، ہر سُنی ہوئی بات کو دیکھ لے

گرمیش را ضجرتے و حالتے — زاں تپش دل را کشادے فسحتے

اُس کی گرمی میں ایک تنگدلی اور ایک حالت ہے — اُس گرمی سے دل میں ایک کشادگی اور وسعت ہے

---

[1] دور عثمانؓ۔ حضرت عثمانؓ نے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم والے درجہ پر بیٹھنا شروع کیا۔ دو۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کتری۔ صحابہ کے مراتب میں حضرت عثمانؓ کا تیسرا مرتبہ ہے۔ گفت۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر تیسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ سمجھیں گے کہ میں عمرؓ جیسا ہوں۔ ور دوم۔ دوسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ حضرت ابوبکرؓ جیسا سمجھیں گے۔

[2] ہست۔ اب میں نے آنحضورؐ کے درجہ پر اس لئے بیٹھنا شروع کردیا کہ مجھے اُن جیسا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ وددو۔ یعنی حضرت عثمانؓ۔ خاموش۔ حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے رہے اور پھر یہ کہہ کر نیچے اتر آئے تھے کہ تمہارا امیر فعّال ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قوّال ہو۔

[3] ہیبتے۔ حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ انسے خطبہ دینے کو کہے یا اٹھ کر چلا جاتا اور اس وقت وہ مظہرِ نورِ خداوندی بنے ہوئے تھے۔ ہر کہ بینا۔ وہ لوگ جنہیں اس نور کے مشاہدہ کی صلاحیت تھی وہ اس کا مشاہدہ کر رہے تھے بقیہ لوگ بھی اسکے اثرات محسوس کر رہے تھے۔ پس۔ اندھا سورج کی گرمی سے سورج کے طلوع کو سمجھتا ہے ٹھیک۔ لیکن اس نور کی گرمی انسان کو بینا بنا دیتی ہے۔ گرمیش۔ اس نور کی گرمی سے ایک طرف ضجرت یعنی تنگی اور ایک طرف دل میں کشادگی اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔

کور[1] چوں شُد گرم از نورِ قدم ... از فرح گوید کہ من بینا شُدم

جب قدیم نور سے اندھا گرم ہو جاتا ہے ... وہ خوشی سے کہتا ہے کہ میں بینا ہو گیا ہوں

سخت خوش مستی ولے اے بُوالحسن ... پارۂ راہ است تا بینا شُدن

تو بہت اچھا مست ہے لیکن اے بھلے مانس! ... بینا ہونے تک تھوڑا سا راستہ ہے

ایں نصیبِ کور باشد ز آفتاب ... صد چنیں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

سورج سے نابینا کا یہ حصہ ہے ... اِس سے سَو گنا اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

وانکہ[2] اُو آں نُور را بینا بُود ... شرحِ اُو کے کارِ بُو سینا بُود

وہ شخص جو اُس نور کو دیکھنے والا ہے ... اُس کی تشریح کرنا (شیخ) بو علی سینا کا کام کہاں ہے؟

گر شوَد صد تو کہ باشد ایں زباں ... کہ بجنباند بکف پردہ عیاں

اگر زبان سَو گنا ہو جائے تو یہ کون ہوتی ہے؟ ... کہ ہاتھ سے مشاہدے کے پردے کو ہٹا دے

وائے بر وَے گر بساید پردہ را ... تیغ اللّٰہی کُند دستش جُدا

اُس پر افسوس ہے اگر وہ پردے کو ہٹائے ... خدائی تلوار اُس کے ہاتھ کو جُدا کر دیگی

دست چہ بُوَد خود سَرش را بر کند ... آں سَرے کز جہل شرہا می کُند

ہاتھ کیا ہوتا ہے، خود اُسکے سَر کو کاٹ دیگی ... اُس سَر کو جو جہالت سے شرارتیں کرتا ہے

ایں بتقدیرِ سخن گفتم تُرا ... ورنہ خود دستش کجا واں کجا

یہ میں نے تجھ سے فرضی بات کہہ دی ... ورنہ اُس کا ہاتھ کہاں اور وہ (پردہ) کہاں

خالہ[3] را خایہ بُدے خالو بُدے ... ایں بتقدیر ست یعنی گر بُدے

خالہ کے اگر خصیہ ہوتا، وہ خالو ہوتی ... یہ فرضی بات ہے، یعنی اگر ہوتا

از زباں تا چشم کُو پاک از شک ست ... صد ہزاراں سال گویم اندک ست

زبان (کے ذکر) سے آنکھ (کے مشاہدہ) تک جو شک سے پاک ہے ... اگر میں لاکھوں سال (کی مسافت) کہوں تو کم ہے

ہیں مشو نومید نور از آسماں ... حق چو خواہد می رسد دریک زماں

خبردار! مایوس نہ ہو آسمان سے نور ... جب خدا چاہتا ہے فوراً پہنچ جاتا ہے

صد اثر در کانہا از اختراں ... می رساند قدرتش در ہر زماں

ستاروں کے سینکڑوں اثرات، کانوں میں ... اُس کی قدرت ہر وقت پہنچاتی ہے

فاصلہ بتاؤں تو وہ بھی کم ہے۔ ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی دوری سے گھبرا کر اسکی کوشش نہ چھوڑ بیٹھنا جب اللہ تعالیٰ اِس فاصلہ کو کم کرنا چاہیں گے تو فوراً کر ہو جائیگا۔ چاند ستاروں کا زمین سے فاصلہ کروڑوں سال کی مسافت کا ہے لیکن قدرت انکی روشنی فوراً زمین تک پہنچا دیتی ہے۔ صد اثر۔ سورج اور چاند کی شعاعیں کانوں میں ہیرے جواہر بناتی ہیں اور وہ اثرات اُن سے کانوں تک فوراً پہنچ جاتے ہیں۔

---

[1] کور۔ جس میں مشاہدہ کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ بھی جس وقت اُس نور سے متاثر ہوتا ہے تو اپنے آپ کو بینا سمجھنے لگتا ہے۔ سخت۔ جس کو مشاہدہ حاصل نہیں ہے وہ خوشی میں مست ہو کر سمجھتا ہے کہ مشاہدہ حاصل ہو گیا۔ اُس کو خطاب ہے کہ تھوڑی سعی اور محنت کرلے تب اِس مقام پر پہنچے گا۔ ایں نصیب۔ یہ تو اُس شخص کی حالت تھی جس کو مشاہدہ حاصل نہیں، جس کو حاصل ہوتا ہے اُس کی حالت اِس سے سَو گنی ہوگی۔

[2] وانکہ۔ اُس نور کے مشاہدے سے جو کیفیت حاصل ہوگی اُس کی تشریح شیخ بو علی سینا بھی اپنی عقل اور فلسفہ کے زور سے نہیں کر سکتا۔ گر شود۔ مقامِ مشاہدہ مجاہدہ سے حاصل ہوگا مشاہدہ کا پردہ دلائل سے نہ ہٹے گا۔ وائے۔ جو شخص نبوت کے واسطے کے بغیر محض عقلی دلائل سے وصول الی اللہ کی کوشش کریگا اُس کیلئے ہلاکت ہے۔ ایں۔ یہ بات کہ اگر کوئی محض عقل کے ہاتھ سے پردے کو ہٹانے کی کوشش کریگا تو خدائی تلوار اسکا ہاتھ کاٹ دیگی یہ بات میں نے بطور فرض کے کہہ دی ہو ورنہ یہ ہاتھ سے پردہ ہٹانے کی کوشش ممکن ہی نہیں ہے۔

[3] خالہ۔ یہ اسی طرح کی فرضی بات ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ اگر خالہ کے خصیہ ہوتا تو وہ خالو بنجاتی۔ از زبان۔ زبانی دلائل سے مشاہدہ تک پہنچنے میں اگر میں لاکھوں سال کا

اخترِ گردوں ظُلَم را ناسخ ست [1] | اخترِ حق در صفاتش راسخ ست
آسمان کا ستارہ تاریکیوں کو دُور کرتا ہے | اللہ (تعالیٰ) کا ستارہ اپنی صفات میں مضبوط ہے

چرخِ پانصد سالہ راہ اے مُستعیں | در اثر نزدیک آمد با زمیں
اے مدد کے طالب! آسمان پانچسو سال کی مسافت پر | اثر کرنے میں، زمین کے نزدیک ہے

سہ ہزاراں سال و پانصد تا زحل | دمبدم خاصیتش آرد عمل
زحل (ستارے) تک ساڑھے تین ہزار سال کا راستہ ہے، | اُس کی خاصیت ہر وقت عمل کر رہی ہے

درہمش آرد چو سایہ در ایاب | طول سایہ چیست پیشِ آفتاب
آنے میں اُس کو سایہ کی طرح درہم (برہم) کردے | سورج کے سامنے سایہ کی درازی کیا چیز ہے؟

وز نفوسِ پاک اختر وشں مدد [2] | سوئے اخترہائے گردوں می رسد
پاک نفوس کی جانب سے مدد ستاروں کی طرح | آسمان کے ستاروں کی جانب پہنچتی ہے

ظاہراً آں اختراں قوامِ ما | باطنِ ما گشتہ قوامِ سما
بظاہر وہ ستارے ہمارے وجود کا باعث ہیں | ہمارا باطن آسمان کی ماہیت بنانیوالا ہے

دربیان آنکہ حُکمائے طبیعی گویند آدمی عالمِ صغیرست و
اس بیان میں کہ حکماءِ فلسفہ کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ صغیر ہے اور خدائی حکماء

حُکمائے الٰہی گویند آدمی عالمِ کبیرست زیراکہ علمِ آں حُکما بر
کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ کبیر ہے کیونکہ اُن حکماء کا علم آدمی کی صورت

صورتِ آدمی مقصور بُود و علمِ اینہا بر باطنِ آدمی موصول
پر منحصر تھا اور اِن کا علم آدمی کے باطن سے وابستہ ہے

پس بصورت عالمِ صُغریٰ توئی [3] | پس بمعنیٰ عالمِ کُبریٰ توئی
صورت کے اعتبار سے تو چھوٹا جہان ہے | باطن کے اعتبار سے تو بڑا جہان ہے

ظاہراً آں شاخ اصلِ میوہ ست | باطناً بہرِ ثمر شد شاخ ہست
بظاہر ٹہنی پھل کی جڑ ہے | حقیقتاً ٹہنی پھل کے لئے وجود میں آئی ہے

گر نبودے میل و اُمیدِ ثمر | کے نشاندے باغباں بیخِ شجر
اگر پھل کی خواہش اور امید نہ ہوتی | تو باغبان درخت کی جڑ کب بوتا

البتہ اور حقائق کونیہ کا جامع ہے۔ شاخ یعنی عالم۔ ثمر یعنی انسان۔ گر نبودے۔ اگر انسان کی تخلیق، قدرت کا منشا نہ ہوتی تو عالم کو نہ پیدا کیا جاتا۔

---

[1] اختر گردوں جب چاند سورج وغیرہ اپنی روشنی سے زمین کی تاریکیوں کو مٹاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں اُن سے بہت زیادہ مضبوط ہے۔ چرخ۔ آسمان کا زمین سے پانچسو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن زمین پر اثر انداز ہونے میں وہ فاصلہ کچھ بھی نہیں ہے۔ سہ ہزاراں۔ زحل ستارہ جو کہ ساتویں آسمان پر ہے اُس میں اور زمین میں ساڑھے تین ہزار سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن ہر وقت زمین پر اثر انداز ہے۔ درہمش۔ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ اُس زحل کے اثرات کو جبکہ وہ زمین کی طرف لوٹ رہے ہوں درہم برہم کردے، آفتابِ حق کے سامنے اِن اثرات کی جو سایہ کی طرح ہیں کیا حقیقت ہے۔

[2] وز نفوس پہلے یہ کہا تھا کہ آسمان کے ستارے ہم پر اثر ڈال رہے ہیں اب فرماتے ہیں کہ جس طرح ستارے اثر انداز ہیں اسیطرح انبیاء اور اولیاء کا وجود ستاروں پر اثر انداز ہے۔ قوام۔ وہ چیز جو کسی چیز کی ہیئت بنائے۔ دربیان۔ حکماءِ فلاسفہ انسان کو چھوٹا جہان اور دنیا کو بڑا جہان مانتے ہیں اور صوفیاء انسان کو بڑا عالم اور دنیا کو چھوٹا عالم مانتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ فلسفہ کی نظر انسان کے ظاہر پر ہے۔

[3] پس بصورت یعنی انسان تمام کائنات عالم کے نمونوں کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے۔ عالمِ کبریٰ۔ چونکہ حقیقتِ اسماء

پس بمعنیٰ آں شجر[١] از میوہ زاد ... گر بصورت از شجر بودش ولاد

پس درخت حقیقتاً پھل سے پیدا ہوا ہے ... اگرچہ بظاہر درخت سے اُس کی پیدائش ہے

مصطفیٰ زیں گفت کادمؑ وانبیا ... خلفِ من باشند در زیرِ لوا

مصطفیٰ ؐ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ حضرت آدمؑ اور انبیا ... میرے پیچھے جھنڈے کے نیچے ہوں گے

بہرِ[٢] ایں فرمودہ است آں ذوفنون ... رمزِ نحن الاٰخرون السابقون

اسی لئے اُن جامعِ کمالات نے فرمایا ہے ... "ہم آخریں ہیں اور پہلے ہیں" کا اشارہ

گر بصورت من ز آدمؑ زادہ ام ... من بمعنیٰ جدِّ جد افتادہ ام

اگرچہ بظاہر میں آدمؑ سے پیدا ہوا ہوں ... میں حقیقتاً پردادا واقع ہوا ہوں

کز برائے من بُدش سجدہ مَلک ... وز پئے من رفت بر ہفتم فلک

کیونکہ فرشتوں کا اُنکو سجدہ میرے لئے تھا ... اور میرے لئے ہی وہ ساتویں آسمان پر گئے

پس ز من زائید در معنیٰ پدر ... پس ز میوہ زاد در معنیٰ شجر

پس حقیقتاً باپ مجھ سے پیدا ہوا ... اور اصلاً درخت پھل سے پیدا ہوا

اوّلِ[٣] فکر آخر آمد در عمل ... خاصہ فکرے کو بُود وصفِ ازل

ابتدائی فکر عمل (وجود) میں آخر میں آتا ہے ... خصوصاً وہ ارادہ جو ازل کی صفت ہو

حاصل اندر یک زماں از آسماں ... میرود می آید ایدر کارواں

خلاصہ یہ ہے کہ آسمان سے تھوڑے وقفہ میں ... اب قافلہ آتا جاتا ہے

نیست بر ایں کارواں ایں رہ دراز ... کے مفازہ زفت آید با مفاز

اِس قافلہ پر یہ راستہ دراز نہیں ہے ... کامیابی کے ہوتے ہوئے جنگل کب بھاری ہوتا ہے

دل بکعبہ میرود در ہر زماں ... جسم طبعِ دل بگیرد ز امتناں

ہر وقفہ میں، دل کعبہ کو جاتا ہے ... جسم احسانِ (خداوندی) سے دل کی طبیعت اختیار کر لیتا ہے

ایں درازو کوتہی مر جسم راست ... چہ درازو کوتہ آنجا کہ خداست

یہ درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے ... جہاں خدا ہے وہاں دراز و کوتاہ کیا ہوتا ہے

رجوع کیا ہے کہ ذکر اور مشاہدہ کے فاصلے سے سالک کو گھبرانا نہ چاہیئے، قدرت اِن فاصلوں کو کم کردیتی ہے ایدر۔ اب۔ کے مفازہ۔ اگر کامیابی ہوتی ہے تو راہ کا فاصلہ اور دشواری معدوم ہوجاتی ہے۔ دل بکعبہ کا دل ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرکے کعبہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جسم۔ اللہ کا کرم ہو تو جسم بھی دل کی رفتار اختیار کرلیتا ہے اور بزرگوں سے طیّ الارض کی کرامت ظاہر ہوجاتی ہے۔ ایں دراز۔ راستہ کی درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے روح کے لئے نہیں ہے۔

١ آں شجر۔ تو گویا عالم اُن سے پیدا ہوا ہے۔ مصطفیٰ ؐ۔ حدیث شریف۔ اَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَحْتَہٗ اٰدَمُ وَ مَنْ دُوْنَہٗ وَلَا فَخْرَ یعنی میں قیامت کے روز لوائے حمد اُٹھانیوالا ہوں جس کے نیچے حضرت آدمؑ اور اُنکے علاوہ تمام انبیاء ہونگے اور اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔ یہ اسی لئے فرمایا ہے کہ آدمؑ اور اُنکی اولاد کی تخلیق سے مقصود آنحضورؐ کی ذات ہے۔ لوا۔ جھنڈا۔

٢ بہر ایں۔ چونکہ مقصود آنحضورؐ کی تخلیق تھی اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اگرچہ آخر میں بھیجا گیا ہوں لیکن چونکہ مقصود اصلی میں ہوں لہٰذا میں پہلے ہوا۔ کسی چیز کی علتِ غائی وجودِ خارجی میں اگرچہ مؤخر ہوتی ہے لیکن وجودِ ذہنی میں وہ اس چیز سے پہلے موجود ہوتی ہے۔ جدِّ جد۔ چونکہ حقیقتِ آدمؑ کا ظہور حقیقتِ محمدیہ سے ہوا ہے۔ کز برائے۔ حضرت آدمؑ مسجودِ ملائکہ اسی لئے بنے کہ اُن کی پشت میں نورِ محمدیؐ تھا۔ رفت۔ اُن کو معراج اسی لئے کرائی گئی تاکہ وہ نورِ محمدیؐ سے فیض حاصل کرسکیں۔ پدر۔ حضرت آدمؑ۔

٣ اوّلِ فکر۔ ہونیوالی ہر چیز کا فکر اور تصوّر اُس کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتا ہے گھر بنے کیلئے اور درخت پھل کیلئے وجود میں آتا ہے تو اُنکے تصوّرات اُن کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتے ہیں۔ حاصل۔ یہاں سے مولانا نے پھر اصل مضمون کیطرف

چوں[1] خدا مر جسم را تبدیل کرد | رفتنش بے فرسخ و بے میل کرد

جب خدا نے جسم کو بدل دیا | اُس کا چلنا بے فرسخ اور بے میل کر دیا

صد امید ست ایں زماں بردار گام | عاشقانہ اے فتیٰ خلِّ الکلام

اب تو اُمیدیں ہی ہیں، قدم بڑھا | عاشقوں کی طرح اے نوجوان! باتیں بنانا چھوڑ دے

گرچہ پیلہ چشم برہم می زنی | در سفینہ خفتہ رہ میکنی

اگرچہ تو پلکیں جھپکا رہا ہے | تو کشتی میں سوتا ہوا سفر کر رہا ہے

تفسیر ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمّتی کمثلِ سفینۃِ نوحٍ مَن تمسّکَ بِھا نجا و مَن تخلّفَ عنھا غرِق

اِس حدیث کی تفسیر کہ میری امت کی مثال (حضرت) نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو اُس سے وابستہ ہوا وہ بچا اور جو اُس سے بچھڑا وہ ڈوبا

بہر[2] ایں فرمود پیغمبر کہ من | ہمچو کشتی ام بطوفانِ زمن

اسی لئے پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ میں | زمانہ کے طوفان میں کشتی کی طرح ہوں

ما و اصحابیم چوں کشتیِ نوحؑ | ہر کہ دست اندر زند یابد فتوح

ہم اور ہمارے ساتھی حضرت نوحؑ کی کشتی کی طرح ہیں | جو سہارا پکڑے گا، نجات پا جائے گا

چونکہ باشیخی تو دور از زشتی | روز و شب سیاری و در کشتی

جبکہ تو شیخ کے ساتھ ہے، بُرائی سے دور ہے | تو دن رات چل رہا ہے، اور تو کشتی میں ہے

در پناہِ جانِ جاں بخشے توئی | کشتی اندر خفتہ رہ میروی

تو جان بخشنے والے کی جان کی پناہ میں ہے | تو کشتی میں سویا ہوا ہے، راستہ طے کر رہا ہے

مگسل از پیغمبرِ ایامِ خویش | تکیہ کم کن بر فن و بر گامِ خویش

اپنے زمانے کے پیغمبر سے جُدا نہ ہو | اپنی تدبیر اور اپنے قدم پر بھروسہ نہ کر

گرچہ[3] شیری چوں روی رہ بے دلیل | ہمچو روبہ در ضلالی و ذلیل

اگرچہ تو شیر ہے، جب تو بغیر رہنما کے راستہ طے کریگا | تو لومڑی کی طرح گمراہی میں ہے، اور ذلیل ہے

ہیں مپر الا کہ با پرہائے شیخ | تا بہ بینی عونِ لشکرہائے شیخ

خبردار! شیخ کے پَروں کے بغیر پرواز نہ کر | تاکہ تو شیخ کے لشکروں کی مدد دیکھے

یک زمانے موجِ لطفش بالِ تست | آتشِ قہرش دمے حمّالِ تست

ایک وقت اُس کی مہربانی کی موج تیرا بازو ہے | کسی وقت اُس کے قہر کی آگ تیری بار بردار ہے

[1] چوں خدا: معراج میں انبیاء کے لئے یہی صورت پیش آتی ہے۔ فرسخ: تین میل کا فاصلہ۔ صد امید ست: مجاہدہ کرنے والے کو قیل وقال کو ترک کر کے عمل میں لگ جانا چاہیے خدا سے اُمید ہے کہ وہ مشاہدہ کی منزل تک پہنچا دیگا۔ گرچہ: سالک بھی آنکھیں بند کر کے عمل کرے تو منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ پیلہ چشم: پلکیں۔ سفینہ: کشتی، انسان کشتی میں بیٹھا ہوا ہو تو اگر وہ سو بھی جائے تب بھی منزل تک پہنچ جائیگا۔

[2] بہر ایں: آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ کی سیرت پر عمل کر کے ایک انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ فتوح: کامیابی۔ چونکہ: سالک کیلئے شیخ کی صحبت حضرت نوحؑ کی کشتی کا کام کرتی ہے۔ سیار: چلنے والا۔ جان بخشے: یعنی شیخ۔ پیغمبر: یعنی اُس زمانہ کا شیخ۔

[3] گرچہ: سالک خواہ کیسا ہی ہو سلوک بغیر شیخ کے مشکل ہے۔ پرہائے شیخ: یعنی شیخ کی توجہ۔ عون: شیخ کی توجہات سے منزل طے ہوگی۔ یک زمانے: شیخ کبھی اپنی صفتِ جمال کے ساتھ تربیت کرتا ہے کبھی صفتِ جلال کے ساتھ، تو شیخ کی نرمی اور سختی دونوں مدارج کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔

قہر[1] او را ضدِ لطفش کم شمر
اُس کے قہر کو، اُس کی مہر کی ضد نہ سمجھ

اتحادِ ہر دو بیں اندر اثر
اثر میں دونوں کی یکسانیت دیکھ

یک زماں چوں خاک سبزت می کند
ایک وقت میں وہ تجھے مٹی کی طرح سرسبز کر دیتا ہے

یک زماں پُر باد و گبزت می کند
ایک وقت میں پُرشوکت اور عالیقدر بنا دیتا ہے

جسمِ عارف را دہد وصفِ جماد
سالک کے جسم کو مٹی کی خاصیت عطا کر دیتا ہے

تا بروید گل و نسرینِ شاد
تاکہ اس پر پھول اور عمدہ گلِ سیوتی اُگے

لیک او بیند نہ بیند غیرِ او
لیکن وہی اُس کو دیکھتا ہے اُس کا غیر نہیں دیکھتا ہے

جز بمغزِ پاک ندہد خلد بو
بہشت، پاک مغز (والے) کے علاوہ کسی کو خوشبو نہیں دیتی ہے

مغز را خالی کُن از انکارِ یار
دوست کے انکار سے دماغ کو خالی کر لے

تا کہ ریحاں یابی از گلزارِ یار
تاکہ تو دوست کے چمن سے خوشبو سونگھے

تا بیابی بوی خلد از یارِ من
تاکہ تو میرے دوست کے ذریعہ بہشت کی خوشبو حاصل کرے

چوں[2] محمد بوی رحماں از یمن
جیسا کہ آنحضورؐ نے یمن سے خدا کی خوشبو حاصل کی،

در صفِ معراجیاں گر بیستی
اگر تو معراج والوں کی صف میں کھڑا ہو گیا

چوں براقت بر کشاید نیستی
فنا تیرے لئے براق کی طرح پر پھیلا دے گی

نے چو معراجِ زمینے تا قمر
گرد کی قمر تک کی معراج کی طرح نہیں

بلکہ چوں معراجِ کلکے تا شکر
بلکہ نے کے شکر بننے تک کی معراج کی طرح

نے چو معراج بخارے تا سما
دھوئیں کی آسمان تک کی معراج کی طرح نہیں

بل چو معراجِ جنینے تا نہٰی
بلکہ پیٹ کے بچہ کی عقل تک معراج کی طرح

خوش[3] براقے گشت خنگِ نیستی
فنا کا گھوڑا، بہت اچھا براق بنا

سوئے ہستی آردت گر نیستی
اگر تو فانی ہے، تجھے بقا کی جانب لے آتا ہے

کوہ و دریاہا سمش مس می کند
اُس کے سُم پہاڑ اور دریاؤں کو چھوتے ہیں

تا جہانِ حس را پس می کند
یہانتک کہ وہ محسوس دنیا کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے

پا بکش در کشتی و می رو رواں
کشتی میں قدم رکھ، اور چلا چل

چوں سوئے معشوق جانِ جانِ رواں
جیسا کہ جانِ معشوق کیطرف جاتی ہے جو روح کی روح ہے

ایسا ہے کہ اگر تم فنا کا مقام حاصل کر چکو گے تو تمہیں بقا کی طرف لے آئے گا یعنی سیر عروجی کے بعد سیر نزولی ہوگی اور تم پھر اپنی ہستی میں آ جاؤ گے۔ کوہ۔ فنا کا مقام حاصل ہو جانے پر سالک دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پابکش۔ شیخ کی صحبت میں جو سیر ہوتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہے جس طرح جان معشوق کیطرف کھنچتی ہے۔

[1] قہر او۔ شیخ کی محبت اور غصہ دونوں کے اثرات مُرید کے لئے مفید ہیں لہٰذا اثر کے اعتبار سے ایک دوسری کی ضد نہیں ہے۔ چوں خاک۔ یعنی شیخ اپنے قہر سے مُرید کو متواضع بناتا ہے اور اُس میں اخلاقِ حسنہ کا سبزہ اُگاتا ہے۔ پُر باد۔ یعنی شان و شوکت والا۔ گبز۔ موٹا، فربہ۔ وصفِ جماد۔ یعنی خاکساری۔ لیک۔ مُرید کی اس روحانی شادابی کو شیخ دیکھتا ہے۔ منکرِ شیخ کے ساتھ بے اعتقادی کمین سے مانع ہے۔

[2] چوں۔ یہ حضرت اویسؓ قرنی کے قصہ کی طرف اشارہ ہے حضرت اویسؓ یمن میں رہتے تھے اور بڑے عاشقِ رسول تھے لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے تھے آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ میں یمن کی جانب سے خدا کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ یہ آنحضورؐ کا فرمان حضرت اویسؓ کی خوشبو کے بارے میں تھا۔ نیستی۔ یعنی مقامِ فنا۔ نے چو معراج۔ بزرگوں کی صحبت میں جو معراج ہوگی وہ ایسی معراج نہ ہوگی جیسی کہ دھوئیں یا غبار کی معراج آسمان تک ہے بلکہ ایسی بامعنی معراج ہوگی جیسی کرنے کو معراج حاصل ہو کر اُس میں شکر پیدا ہو جاتی ہے۔

[3] خوش۔ یعنی یہ فنا کا براق

دستؔ نے وپائے نے رَو تا قدم | آنچناں کہ تاخت جانہا از عدم
بغیر ہاتھ اور بغیر پاؤں کے قدیم کی طرف چل | جس طرح کہ روحیں عدم سے دوڑ آئیں

بَردریدے در سخن پردہ قیاس | گر نبودے سمعِ سامع رانعاس
(یہ تقریر) بات میں قیاس کا پردہ چاک کردیتی | اگر سننے والے کی سماعت پر اونگھ نہ طاری ہوتی

اے فلک بر گفتِ اُو گوہر ببار | از جہانِ اُو جہانا شرم دار
اے آسمان! اُس کی گفتگو پر موتی برسا | اے دنیا! تو اُس کے جہان سے شرم کر

گر ببارَیؔ گوہرت ششؔ تا شود | جامدت گوئندہؔ و بینا شود
اگر تو موتی برسائے وہ چھ گُنا ہوجائینگے | تیرا بے جان بولنے والا اور دیکھنے والا ہوجائیگا

پس نثارے کردہ باشی بہرِ خود | چونکہ ہر سرمایہ تو صد شود
تو تیرا بکھاور خود تیرے لئے ہوگا | جبکہ تیرا ہر سرمایہ سَو گُنا ہوجائے گا

ہمچو آں ہدیہ کہ بلقیس از سَبا | بر سلیماںؑ می فرستاد اے کیا
اُس ہدیہ کی طرح جو بلقیس نے سبا سے | (حضرت) سلیمانؑ کے پاس بھیجا اے عقلمند!

قصّۂ ہدیہ فرستادنِ بلقیسؔ از شہرِ سبا بسُوئے سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السّلام

بلقیس کا شہر سبا سے سلیمانؑ کو ہدیہ بھیجنے کا قصّہ ان پر اور ہمارے نبی پر سلام ہو

ہدیۂ بلقیس چِل اُشتر بُدست | بارِ آنہا جُملہ خشت زر بُدست
بلقیس کا ہدیہ چالیسؔ اونٹ تھے | جن کا بوجھ سب سونے کی اینٹیں تھا

چوں بصحرائے سلیمانی رسید | فرشِ آں را جُملہ زرِ پُختہ دید
جب وہ (قافلہ حضرت) سلیمانؑ کے علاقہ میں پہنچا | اُس کا تمام فرش خالص سونے کا دیکھا

بر سرِ زر تا چہل منزل براند | تا کہ زر را در نظر آبے نماند
چالیس منزل تک سونے پر چلتا رہا | یہاں تک کہ (اُس کی) نظر میں سونے کی وقعت نہ رہی

بارہا گفتند زر را وا بریم | سُوئے مخزن، ما چہ بیکار اندریم
انھوں نے بارہا کہا سونے کو واپس لیجائیں | خزانے میں، ہم کس بیکار کام میں لگے ہیں؟

عرصہ کش خاک زرِ دہ دہی ست | زر بہدیہ بُردن آنجا ابلہی ست
وہ علاقہ جس کی زمین خالص سونا ہے | وہاں تحفہ میں سونا لے جانا بیوقوفی ہے

لہ دست نے۔ اِس سیر میں ہاتھ پاؤں کام میں نہیں آتے اور یہ سیر ایسی ہے جیسے روح کی سیر عدم سے وجود کی طرف ہوتی ہے۔ بردریدے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ عروج و نزول اور فنا و بقا کی تقریر اس درجہ کی ہے کہ اس کے بعد کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہ ہو اگر سننے والا ہوش و حواس سے اُس کو سُنے۔ نُعاس۔ اُونگھ۔ اے فلک۔ یہ اسقدر پُر حقائق تقریر ہے کہ اس پر آسمان کو موتی برسانے چاہئیں اور عالمِ ظاہر کو اس عالمِ معنیٰ سے شرم آنی چاہیے۔

۲ گر بباری۔ گوہر نثاری میں خود آسمان کا فائدہ ہے اُس کے موتی چھ گُنا ہوجائینگے اور اُس کی بے جان مخلوق گویا اور بینا بن جائیگی۔ یہ بس مُرید جس قدر بھی اعتقاد کے موتی برسائے گا اُس میں خود اُس کا فائدہ ہے اب اسی مناسبت سے مولانا بلقیس کا قصّہ نقل کرتے ہیں۔

۳ بلقیس۔ یہ یمن میں شہر سَبا کی ملکہ تھیں حضرت سلیمانؑ کو انھوں نے ہدیہ بھیجا تھا۔ چِل۔ چالیس۔ خشتِ زر۔ سونے کی اینٹیں۔ زرِ پختہ۔ خالص سونا۔ بر سرِ زر۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے ایسا ہوا تھا۔ آب۔ رونق۔ گفتند۔ یعنی ہدیہ لانیوالوں نے کہا۔ مخزن۔ یعنی حضرت بلقیس کا خزانہ۔ زرِ دہ دہی زرِ خالص سونا۔ ابلہی بیوقوفی۔

اے برُدہ عقل[1] ہدیہ تا اِلٰہ
اے عقل کا ہدیہ اللہ کی جانب لیجانے والے

عقل آنجا کمترست از خاکِ راہ
وہاں عقل راستہ کی مٹی سے (بھی) کم ہے

چوں کسادِ ہدیہ آنجا شُد پدید
جب تحفہ کا گھٹیا پن وہاں کھُل گیا

شرمساری شاں ہمی واپس کشید
شرمندگی نے اُن کو واپس لَوٹایا

باز گفتند از کساد و از رَوا
پھر انھوں نے کہا گھٹیا پن اور بڑھیا پن سے

چیست بر ما بندہ فرمانیم ما
ہمیں کیا ہم تو حکم کے غلام ہیں

گر زر و گر خاک مارا بُردنی ست
خواہ سونا ہے خواہ مٹی ہمیں لے جانا ہے

اَمرِ فرمانندہ بجا آوردنیست
حاکم کا حکم بجا لانا ہے

گر بفرمایند کیں واپس برُید
اگر وہ حکم دیں کہ اِس کو واپس لے جاؤ

ہم بفرماں تحفہ را باز آورید
حکم ہی سے تحفہ واپس لے آؤ

اَمر و فرماں راہمی باید شُنید
حکم اور فرمان کو سُننا چاہیئے

تا بدانجا ہدیہ را باید کشید
وہاں تک ہدیہ کو لے جانا چاہیئے

خوش رَواں گشتند با ہدیہ رَوا
ہدیہ کے ساتھ تیزی سے روانہ ہو گئے

تا بتختِ آں سلیمانِ جہاں
اُس شاہِ جہاں کے تخت کی جانب

خندہ[2] اش آمد چوں سلیمانؑ آں بدید
جب (حضرت) سلیمانؑ نے وہ دیکھا انکو ہنسی آئی

کز شما من کے طلب کردم مزید
میں نے تم سے مزید (ایمان کے علاوہ) کب طلب کیا تھا؟

من نمی گویم مرا ہدیہ دہید
میں نے نہیں کہا کہ مجھے ہدیہ دو

بلکہ گفتم لائقِ ہدیہ شوید
بلکہ میں نے کہا کہ ہدیہ کے لائق بنو

کہ مرا از غیب نادر ہدیہاست
کیونکہ میرے لئے غیب سے انوکھے ہدیے ہیں

کہ بشر آں را نیارد نیز خواست
کہ انسان اُن کی تمنا بھی نہیں کر سکتا

می[3] پرستید اخترے کو زر کُند
تم ستارے کو پوجتے ہو کیونکہ وہ سونا بناتا ہے

رُو باُو آرید کو اختر کُند
تم اُس کی طرف رُخ کرو جو ستارہ بناتا ہے

می پرستید آفتابِ چرخ را
تم آسمان کے سورج کو پوجتے ہو

خوار کردہ جانِ عالی نرخ را
تم نے گرانقدر جان کو ذلیل کر دیا

[1] عقل ہدیہ۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں عقلی باتیں ایسی ہی بیکار ہیں جیسا کہ حضرت بلقیس کا ہدیہ۔ واپس کشید۔ یعنی ہدیہ لانے والے شرمندہ ہوئے اور انھوں نے ہدیہ واپس لے جانا چاہا۔ باز گفتند۔ یعنی پھر انھوں نے آپس میں کہا کہ ہمیں ہدیہ کے اچھے اور بُرے ہونے سے کوئی بحث نہ ہونی چاہیئے ہم تو حکم کے تابع ہیں فرمانندہ۔ حاکم۔ گر بفرمایند یعنی اگر حضرت سلیمانؑ قبول نہ کریں گے۔ رَوَاں۔ دوسرا لفظ پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ سلیمانِ جہاں۔ یعنی شاہِ جہاں۔

[2] خندہ حضرت سلیمانؑ اُس مال کو دیکھ کر ہنسے اور فرمایا میں نے صرف ایمان طلب کیا ہے مال طلب نہیں کیا ہے۔ مزید۔ یعنی مال۔ من نمی گویم۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اَتُونِی مُسْلِمِیْن میرے پاس مسلمان ہو کر آجاؤ۔ لائقِ ہدیہ۔ یعنی مسلمان ہو جاؤ گے تو ہدیہ دینے کے قابل بن جاؤ گے۔ کہ۔ میں دنیا کی دولت کے ہدیوں سے بے نیاز ہوں خدا نے مجھے ایسی دولتیں عنایت کر دی ہیں کہ کوئی انسان حاصل کرنا تو درکنار اُن کی آرزو بھی نہیں کر سکتا۔

[3] می پرستید۔ چونکہ سورج کی شعاعوں سے کانوں میں سونا بنتا ہے اسلئے تم سورج کی پرستش کرتے ہو، تمہیں تو اُس خدا کو پوجنا چاہیئے جس نے سورج کو بنایا ہے۔ خوار کردہ۔ تمام کائنات اللہ تعالٰے نے انسان کے لئے بنائی ہے تو وہ انسان کی خادم ہے نہ کہ معبود ایسی چیزوں کو پوجنا انسان کا اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے۔

آفتاب از امرِ حق طبّاخِ[1] ماست
سورج خدا کے حکم سے ہمارا باورچی ہے
ابلہی باشد کہ گویم اُو خداست
میں اُس کو خدا کہوں تو حماقت ہو گی

آفتابت گر بگیرد چوں کُنی
تیرا سورج گہن میں آ گیا تو تو کیا کریگا؟
آں سیاہی زو تو چوں بیروں کُنی
تو اُس کالک کو اُس سے کیسے ہٹائے گا؟

نے بدرگاہِ خدا آری صُداع
کیا خدا کے دربار میں (اِس) دردِ سر کو پیش کریگا؟
ایں سیاہی را ببر وادِہ شعاع
(کہ) اِس کالک کو دور کر دے شعاع واپس کر دے

گر کُشندت[2] نیم شب خورشید کُو
اگر تجھے آدھی رات میں قتل کریں سورج کہاں ہے؟
تا بنالی یا اماں خواہی ازو
تاکہ تو اُس سے فریاد کرے یا امان چاہے

حادثات اغلب بشب واقع شود
حادثے عموماً رات میں ہوتے ہیں
واں زماں معبودِ تو غائب بُود
اُس وقت تیرا خدا غائب ہوتا ہے

سُوئے حق گر راستانہ خم شوی
تو اگر سچائی سے اللہ (تعالیٰ) کی جانب جُھکے
وا رہی از اختراں محرم شوی
تو ستاروں سے نجات پا جائے، محرمِ راز بن جائے

چوں شوی محرم کشایم با تو لب
جب تو محرم بن جائے میں تیرے سامنے لب کشائی کرونگا
تا ببینی آفتابے نیم شب
تاکہ تو آدھی رات میں سورج دیکھ لے

جز روانِ پاک اُو را شرق نے
پاک روح کے سوا اُس کا مشرق نہیں ہے
در طلوعش روز و شب را فرق نے
اُس کے طلوع کے لئے دن، رات کا فرق نہیں ہے

روز[3] آں باشد کہ اُو شارق شود
دن وہ ہوتا ہے جب وہ طلوع کر آئے
شب نماند شب چو اُو بارِق شود
جب وہ چمکتا ہے رات، رات نہیں رہتی ہے

چوں نماید ذرّہ پیشِ آفتاب
جس طرح ذرّہ سورج کے سامنے نظر آتا ہے
خور چُناں باشد دراں انوارِ پاک
اُن پاک تجلیوں میں سورج ایسا ہی ہوتا ہے

آفتابے را کہ رخشاں می شود
وہ سورج کہ جب وہ چمکتا ہے
دیدہ پیشش کند و حیراں می شود
آنکھیں اُس کے سامنے خیرہ اور حیران ہو جاتی ہیں

ہمچو ذرّہ بینیش در نورِ عرش
تو عرش کے نور میں اُس کو ذرّہ جیسا دیکھے گا
پیشِ نورِ بیحدِ موفورِ عرش
عرش کے بے حد اور گھنے نور کے مقابلہ میں

آفتابے۔ یہ دنیاوی سورج جو نگاہوں کو خیرہ کرتا ہے نورِ عرش کے مقابلہ میں ذرّہ اور خوار و مسکین اور ناپائیدار ہے۔

١ طبّاخ۔ پکانے والا، سورج کی شعاعوں سے کھیتیاں اور تمام پھل پکتے ہیں۔ گر بگیرد۔ سورج گرہن میں آ جاتا ہے تو ایسی ناقص اور مجبور چیز کو پوجنا کیا عقلمندی ہے۔ نے بدرگاہ۔ گرہن کے دور کرنے کیلئے تو خدا سے دعا کرتا ہے تو ایسی بے بس مخلوق کو پوجنے سے کیا فائدہ۔

٢ گر کشندت۔ رات کو سورج غائب ہوتا ہے تو رات میں اگر مصیبت آئی تو کس کو پکارے گا، رات ہی میں عموماً حوادث پیش آتے ہیں۔ سوئے حق۔ مخلوق کو چھوڑ کر اگر تو خالق کے سامنے سجدہ ریز ہوگا تو مصائب سے نجات پالیگا اور کائنات کا محرمِ راز بن جائیگا۔ چوں شوی۔ جب تو محرمِ راز بن جائیگا تو میں تجھے اسرار بتاؤں گا پھر تجھے اُس سورج کا مشاہدہ ہوگا جو آدھی رات میں بھی موجود ہے۔ جز۔ اُس کا مظہر صرف پاک روح ہے اور وہ ہر وقت موجود ہے۔

٣ روز۔ دنیاوی دن کوئی چیز نہیں دن تو وہ ہے جب وہ آفتابِ حقیقت طلوع کرے اگر وہ رات میں بھی تجلی ڈال دے تو رات، رات نہیں رہتی ہے۔ چوں۔ جس طرح دنیاوی سورج کے مقابلہ میں ذرّہ بے حقیقت ہے اِسی طرح آفتابِ حقیقت کے مقابلہ میں یہ سورج بے حقیقت ہے۔

خوار و مسکیں بینی اُو را بے قرار — دیدۂ [١] را قوت شدہ از کردگار

تو اُس کو ذلیل اور مسکین اور نہ ٹھہرنے والا دیکھے گا — آنکھ کو اللہ (تعالےٰ) کی جانب سے قوت حاصل ہوگئی ہو

کیمیائے کہ از وے یک ماثرے — بر دُخاں افتاد و گشت آں اختری

وہ کیمیا جس کا ایک اثر ہے کہ — دھوئیں پر پڑی اور وہ ستارہ بن گیا

نادر اکسیرے کہ از وے نیم تاب — بر ظلامے زد بگردش آفتاب

وہ عجیب اکسیر کہ اُس کی آدھی چمک — تاریکی پر پڑی اُس کو سورج بنا دیا

بوالعجب میناگرے کز یک عمل — بست چندیں خاصیت را بر زُحل

وہ کیمیاگر عجیب ہے کہ ایک عمل سے — زُحل (ستارے) میں اِس قدر خاصیتیں پیدا کر دیں

[٢] باقی اختر ہائے و گوہر ہائے جاں — ہم بریں مقیاس اے طالب بداں

بقیہ ستاروں اور جان کے جواہر کو — اے طالب! اِسی پیمانے سے سمجھ لے

دیدۂ حسی زبونِ آفتاب — دیدۂ ربانی جوی و بیاب

حسی آنکھ سورج سے مغلوب ہے — خدائی آنکھ تلاش کر اور حاصل کرلے

تا زبوں گردد بہ پیشِ آں نظر — شعشعاتِ آفتاب با شرر

تاکہ اُس نظر کے سامنے مغلوب ہو جائیں — چنگاریوں بھرے سورج کی شعاعیں

کاں نظر نوری و ایں ناری بود — نار پیشِ نور بس تاری بود

کیونکہ وہ نظر نوری اور یہ ناری ہوتی ہے — آگ، نور کے سامنے بہت تاریک ہو جاتی ہے

[٣] کرامات و نورِ شیخ عبداللہ مغربی قدس سرہٗ

شیخ عبداللہ مغربی قدس سرہٗ کا نور اور کرامات

گفت عبداللہ شیخِ مغربی — شصت سال از شب ندیدم من شبی

شیخ عبداللہ مغربی نے فرمایا — ساٹھ سال سے میں نے رات کی تاریکی نہیں دیکھی

من ندیدم ظلمتے در شصت سال — نے بروز و نے بہ شب از اعتدال

میں نے ساٹھ سال میں کوئی تاریکی نہیں دیکھی — اعتدال کی بدولت نہ دن میں نہ رات میں

صوفیاں گفتند صدقِ قالِ اُو — شب ہمی رفتیم در دنبالِ اُو

صوفیوں نے کہا ہے کہ اُن کی بات کی تصدیق کیلئے — ہم رات کو اُن کے پیچھے چلے

---

[١] دیدہ۔ اِس قدر شدید نور کو دیکھنے کی خدا طاقت عطا فرما دیتا ہے اور انسان اُس کا مشاہدہ کرلیتا ہے۔ کیمیائے۔ وہ آفتابِ حقیقت ایسی کیمیا ہے کہ اُس کے اثر سے دھواں سورج بن گیا قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ایک مادہ دھوئیں کی شکل میں تھا جس سے آسمان بنایا گیا ہے تو ظاہر ہے اسی سے آسمانی کائنات بھی بنی ہے۔ نادر۔ یہ خدا کی کیمیاگری ہے کہ اُس نے دھوئیں سے سورج بنا دیا۔ میناگر۔ کانچ بنانے والا چونکہ آسمان کانچ کی طرح صاف و شفاف ہے اِس لئے یہاں لفظ میناگر سے اللہ تعالےٰ کا استعارہ کیا ہے۔ زحل۔ یہ ستارہ سب ستاروں سے بلند ساتویں آسمان پر ہے۔

[٢] باقی۔ جس طرح آسمان اور سورج اللہ تعالیٰ کی کاریگری سے بنے ہیں اِسی طرح روح کے موتیوں کو بھی سمجھ لو۔ دیدۂ حسی۔ جسمانی آنکھ تو اِس سورج کو بھی نہیں دیکھ پاتی ہے، مشاہدۂ حق کے لئے ربانی آنکھ کی ضرورت ہے۔ تا زبوں۔ جسمانی آنکھ سورج سے مغلوب ہے ربانی آنکھ سے سورج مغلوب ہو جاتا ہے۔ شعشعات۔ شعاعیں۔ کاں نظر۔ ربانی آنکھ نورانی ہے اور جسمانی آنکھ ناری ہے، نار، نور کے بالمقابل تاریک ہو جاتی ہے۔

[٣] کرامات۔ شیخ عبداللہ مغربی کی اِس کرامت سے ربانی آنکھ کے حالات بیان کئے ہیں۔ شبی۔ یعنی رات پنا اور اندھیرا۔ اِعتدال یعنی روحانی اعتدال۔ صوفیاں۔ صوفیوں نے بیان کیا ہے کہ اُن کو آزمانے کے لئے ہم آدھی رات میں اُن کے پیچھے چل پڑے۔ دنبال۔ پیچھے

در بیابانہائے پُر از خار و گو[1] — اُو چو ماہِ بدر مارا پیش رو

گڑھوں اور کانٹوں سے بھرے جنگلوں میں — وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہم سے آگے تھے

رُوئے پس ناکردہ میگفتے بشب — ہیں گو آمد میل کُن رسُوئے چپ

رات میں، مُنھ موڑے بغیر کہتے تھے — خبردار! گڑھا آگیا بائیں جانب مُڑ جا

باز گفتے بعد یک دم سُوئے است — میل کُن زیرا کہ خارے پیش پاست

پھر تھوڑی دیر کے بعد کہتے دائیں جانب — مُڑ جا، کیونکہ پاؤں کے نیچے کانٹا ہے

روز گشتہ پائے بوسش گشتہ ما — زانکہ بُودش پاک از گِل ہر دو پا[2]

دن نکلے ہم اُن کے پاؤں چومنے والے ہوگئے — کیونکہ اُن کے دونوں پاؤں مٹی سے صاف تھے

روز گشتہ پائش را با پائے بوس — گشتہ پاہائش چو پاہائے عرُوس

دن نکلے اُن کے پاؤں چومنے کی وجہ سے — اُن کے پاؤں دُلہن کے پاؤں کی طرح تھے

نے زخاک و نے زگِل بر وے اثر — نے زخراشِ خار و آسیبِ حجر

اُن پر نہ خاک کا نشان تھا نہ مٹی کا نشان — نہ کانٹے کی خراش کا (نشان تھا) اور نہ پتھر کی چوٹ کا

مغربی را مشرقی کردہ خدای — کردہ مغرب را چو مشرق نور زای

اللہ تعالیٰ نے مغربی کو مشرقی بنا دیا تھا — مغرب کو مشرق کی طرح نور پیدا کرنیوالا بنایا تھا

نورِ ایں شمسِ شموس فارِس ست — روزِ خاص و عام را اُو حارِس ست

ستاروں کے اِس سورج کا نور تیز رَو ہے — عوام و خواص کے دن کا وہ نگہبان ہے

چوں نباشد حارِس آں نورِ مجید — کہ ہزاراں آفتاب آرد پدید

وہ نورِ اعظم کیوں نگہبان نہ ہوگا؟ — جو ہزاروں سورج پیدا کردے

تو بنورِ اُو ہمی رَو در اماں — در میانِ اژدہا و کژدُماں

تو اطمینان سے اُس کے نور کیساتھ چلا جا — اژدھوں اور بچھوؤں میں

پیش پیشت می رَود آں نورِ پاک[3] — می کُند ہر رہزنے را چاک چاک

وہ پاک نور تیرے آگے آگے چلے گا — وہ ہر رہزن کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتا ہے

یَوْمَ لَا یُخْزِی النَّبِیَّ را راست دان — نُورُ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ بخواں

یَوْمَ لَا یُخْزِی النَّبِیَّ کو سچ سمجھ — نُورُ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ پڑھ لے

---

[1] گو۔ گڑھا۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ رُوی۔ یعنی وہ تاریک رات میں آگے آگے چل رہے تھے۔ اور بغیر منھ موڑے پیچھے چلنے والوں کو گڑھے اور کانٹے سے بچنے کی ہدایت کررہے تھے یعنی اُن کو نیچے کی چیزیں بھی اندھیرے میں نظر آرہی تھیں۔ روز گشتہ۔ یعنی دن نکلنے پر ہم نے اُن کی مزید کرامت یہ دیکھی کہ اُن کے پاؤں پر مٹی بھی نہ لگی تھی تو ہم نے ازراہِ عقیدت اُنکے پاؤں چومے۔

[2] نے زخاک۔ اُنکے پاؤں پر کانٹے اور پتھر کا کوئی نشان نہ تھا حالانکہ وہ کانٹوں اور پتھروں پر چلے تھے۔ مغربی۔ یعنی مغرب کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی نہیں ہے مشرقی یعنی مشرق کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ مغرب۔ غروب آفتاب کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے مشرق۔ طلوعِ آفتاب کے بعد روشنی پھیل جاتی ہے۔ شموس۔ یعنی ستارے۔ فارِس۔ تیز رو۔ حارِس۔ نگہبان۔ نورِ مجید۔ ذاتِ حق۔ بنورِ او۔ یعنی نورِ حق۔

[3] پیش۔ خدائی نور سالک کے آگے آگے چلتا ہے اور اُس کو مہلکات سے بچاتا ہے۔ یوم۔ قرآن پاک میں ہے یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا یہ وہ دن ہوگا جبکہ اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رُسوا نہ کرے گا اُن کے ایمان کی روشنی اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں جانب چل رہی ہوگی، دعائیں کرتے جاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری اس روشنی کو ہمارے لئے آخر دم تک قائم رکھ۔

گرچہ[۱] گردد در قیامت آں فزوں	از خدا اینجا بخواہید آزموں
وہ نور اگرچہ قیامت میں بڑھ جائے گا	آزمانے کے لئے یہاں بھی خدا سے مانگ لو
کو بہ بخشد ہم بمیغ و ہم بماغ	نورِ جاں واللّٰہُ اَعلَمُ بالبلاغ
کیونکہ وہ ابر کو بھی اور کہر کو بھی بخشتا ہے	جان کا نور، اور خدا پہنچانے کو زیادہ جانتا ہے

بازگردانیدنِ سلیمان علیہ السلام رسولانِ بلقیس را باآں
حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے قاصدوں کو مع اُن ہدیوں کے جو وہ

ہدیہا کہ آوردہ بودند سوئے بلقیس و دعوتِ سلیمان بلقیس
لائے تھے واپس کر دینا بلقیس کی جانب، اور حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان اور

را باایمان و ترکِ آفتاب پرستی
اور سورج پرستی کے چھوڑنے کی دعوت دینا

بازگردید اے رسولانِ خجل	زرِ شما را، دل بما آرید دل
اے شرمندہ قاصدو! واپس ہو جاؤ	سونا تمہارا ہے، ہمارے لئے دل لاؤ دل
ایں[۲] زرِ من برسرِ آں زر نہید	کوریِ تن فرجِ اَستر را دہید
میرے اس سونے کو اُس سونے پر رکھ دو	جسم کے اندھے پن کو خچری کی شرمگاہ کے حوالے کر دو
فرجِ اَستر لائقِ حلقہ زرست	زرِ عاشق رُوی زردِ اصفرست
خچری کی شرمگاہ سونے کے کڑے کے لائق ہے	عاشق کا سونا، زرد اور پیلا چہرہ ہے
کہ نظرگاہِ خداوندست آں	کہ نظر اندازِ خورشیدست کاں
کیونکہ وہ خدا کی نظرگاہ ہے	کان، سورج کی نظرگاہ ہے
کو نظرگاہِ شعاعِ آفتاب	کو نظرگاہِ خداوندِ لُباب
کجا سورج کی شعاع کی نظرگاہ؟	کجا عقلوں کے آقا کی نظرگاہ؟
از گرفتِ[۳] من زجاں اسپر کنید	گرچہ اکنوں ہم گرفتارِ منید
میری گرفت سے جان کی ڈھال بنا لو	اگرچہ اب بھی تم میری گرفت میں ہو
مرغِ فتنہ دانہ بربام ست او	پر گشادہ بستۂ دام ست او
دانہ کا عاشق پرند، بالاخانہ پر ہے	پر کھولے ہوئے، وہ جال میں پھنسا ہوا ہے

معنیٰ کے اعتبار سے شعر کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ فتنۂ دانہ۔ دانہ کا دیوانہ، یعنی وہ پرند جو دانہ کے لالچ میں ہے اگرچہ وہ بالاخانہ پر پَر کھولے بیٹھا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے وہ جال میں پھنسا ہوا ہے۔ یہ شعر پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی تشریح ہے۔

[۱] گرچہ۔ اگرچہ اُس نور میں قیامت میں اضافہ ہوگا لیکن یہاں بھی اس کے اضافہ کی دعا کر کے دیکھو۔ کو۔ کیونکہ جب وہ غیر جاندار چیزوں کو نور عنایت کر دیتا ہے تو اشرفُ المخلوقات کو کیوں عطا نہ کریگا۔ خجل۔ شرمندہ، ہدیہ لانیوالے حضرت سلیمانؑ کے یہاں سونے کی ارزانی کو دیکھکر سونے کا ہدیہ دینے پر شرمندہ ہو رہے تھے۔ دل۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سونے اور چاندی سے کام نہ چلے گا دل کی سلامتی کام آئے گی۔

[۲] ایں زرِ من۔ یعنی یہاں سے اور سونا لے جاؤ تاکہ تمہاری حرص کو تسکین ہو۔ کوریِ تن۔ جسم کی بے بصیرتی کو اپنے آپ سے دور کر کے کسی گندی جگہ پھینک دو۔ فرجِ استر۔ خچری اگر حاملہ ہو جائے تو بچہ کی پیدائش میں عموماً مر جاتی ہے لہٰذا اس کی شرمگاہ پر سونے کا حلقہ ڈال دیا جاتا تھا تاکہ وہ حاملہ نہ ہو سکے۔ عاشق۔ عاشق کی کمزوری اور چہرے کی زردی اس کی زینت ہے۔ کہ۔ عاشق کے چہرے کی زردی خدا کی نظرگاہ ہے اور سونے کی کان سورج کی نظرگاہ ہے جس کی وجہ سے کان میں سونا تیار ہوتا ہے لہٰذا عاشق کے چہرے کی زردی بدرجہا افضل ہے۔

[۳] گرفتِ من۔ ایمان کی پابندی۔ جہاد کا حملہ ان دونوں

چوں بدانہ داد اُو دل را بجاں
چونکہ اُس نے دل کو جان سے دانہ کو دیدیا ہے

ناگرفتہ مرُورا بگرفتہ داں
بغیر گرفتاری اُس کو گرفتار سمجھ

آں[1] نظر کہ سُوئے دانہ می کُند
وہ نگاہ جو وہ دانہ پر ڈالتا ہے

آں گرہ داں کو بپا برمیزند
اُس کو وہ گرہ سمجھ جو وہ پاؤں پر لگاتا ہے

دانہ گوید گر تو می دُزدی نظر
دانہ کہتا ہے اگرچہ تو نظریں چُراتا ہے

من ہمی دُزدم زتو صبر و مُقر
میں تجھ سے صبر و قرار چُرا رہا ہوں

چوں کشانید آں نظر ایں سُو ترا
جب تجھے اُس نظر نے اس جانب کھینچ لیا

پس مداں از خویشتن غافل مرا
تو مجھے تو اپنے سے غافل نہ سمجھ

چوں کشیدت آں نظر اندر پیَم
جب تجھے وہ نظر میرے پیچھے لگا رہی ہے

پس بدانی کز تو من غافل نیَم
تو یہ سمجھ لے کہ میں تجھ سے غافل نہیں ہوں

قصہ[2] عطّارے کہ سنگِ ترازوئے اُو از گل سرشوی بُود و

اُس عطار کا قصہ کہ جس کی ترازو کا باٹ ملتانی مٹی کا تھا اور

دُزدیدنِ مشتری گل خوار از آں گل ہنگامِ سنجیدنِ شکر و

شکر تولنے کے وقت مٹی کھانے والے خریدار کا اُس مٹی میں سے چوری کرنا

دیدنِ عطار آں را و نادیدہ کردن

اور عطار کا اُس کو دیکھنا اور اَن دیکھا کر دینا

پیشِ عطّارے یکے گلخوار رفت
ایک عطار کے پاس ایک مٹی خور گیا

تا خرد ابلوج و قندِ خاص و زفت
تاکہ سفید، خاص قند، عمدہ خریدے

پس بر عطارِ طرّارِ[3] دودل
اُس منافق چالاک عطار کے پاس

موضعِ سنگِ ترازو بُود گل
باٹ کی بجائے مٹی تھی

گفت عطّار اے جواں ابلوج من
عطار نے کہا اے جوان! میری شکر

ہست نیکو لے تکلف بے سخن
بلا مبالغہ، لا کلام عمدہ ہے

لیک گل سنگِ ترازوئے منست
لیکن میری ترازو کے باٹ مٹی کے ہیں

گر ترا میلِ شکر بخریدن ست
اگر تجھے خریدنے کی خواہش ہے

گفت ہستم در مُہمے قند جو
اُس نے کہا میں ایک ضرورت میں شکر کی جستجو میں ہوں

سنگِ میزاں ہر چہ خواہی باش گو
ترازو کے باٹ جو بھی ہوں

---

[1] آں نظر۔ اُس کی للچائی ہوئی نظر دراصل اُس کے پاؤں کی گرہ ہے۔ دانہ۔ وہ دانہ کو دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہا ہے اور وہ دانہ اُس کے صبر و قرار کو چرا رہا ہے۔ چوں۔ جب لالچی نظر پرندکو دانہ کی جانب کھینچ لائی ہے تو پرندکو سمجھنا چاہیے کہ شکاری اُس سے غافل نہیں ہے وہ اُس کو پھانس لے گا۔

[2] قصہ۔ پرند جس طرح یہ سمجھتا ہے کہ وہ شکاری کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر دانہ کھا جائے گا اور خود پھنس جاتا ہے اسی طرح اِس قصہ میں خریدار یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ دُکاندار کی غفلت سے فائدہ اُٹھا رہا ہے حالانکہ وہ خود اپنا نقصان کر رہا ہے۔ گل سرشوی۔ وہ مٹی جس سے مل کر سر دھویا جاتا ہے جیسا کہ ہندوستان میں ملتانی مٹی ہے۔ گل خوارہ۔ مٹی کھانے والا۔ اَبلوج۔ سفید شکر۔

[3] طرّار۔ زبان دراز، جیب تراش، نٹکھٹ۔ دودل۔ منافق چونکہ وہ مٹی کے باٹوں کے ذریعہ کم تولتا تھا۔ گفت عطار نے کہا ترازو کے باٹ پتھر کی بجائے مٹی کے ہیں۔ در مہمے۔ خریدار نے کہا مجھے قند کی ضرورت ہے مجھے باٹوں سے کیا بحث ہے جیسے بھی ہوں۔

گفت باخود پیش آنکہ گل خورست[1]
(پھر) اُس نے اپنے دل میں کہا مٹی کھانیوالے کے آگے
سنگ چہ بود گل ز شکر بہترست
پتھر کیا ہوتا ہے! مٹی شکر سے (بھی) بہتر ہے

ہمچو آں دلالہ کو گفت اے پسر
اُس دلاّل کی طرح جس نے کہا اے بیٹا!
نو عروسے یافتم بس خوب فر
میں نے ایک نئی دلہن بہت شاندار ڈھونڈا ہے

سخت زیبا لیک ہم یک چیز ہست
بہت خوبصورت ہے لیکن ایک بات بھی ہے
کاں ستیرہ دختر حلوا گرست
کہ وہ پردہ نشین حلوائی کی بیٹی ہے

گفت بہتر اینچنیں خود گر بود
اُس نے کہا اگر ایسا ہے تو بہت بہتر ہے
دختر او چرب و شیریں تر بود
اُس کی لڑکی خوب چکنی اور میٹھی ہوگی

گر نداری سنگ و سنگت از گل ست
اگر تیرے پاس پتھر نہیں ہے اور تیرا باٹ مٹی کا ہے
ایں بہ و بہ گل مرا میوہ دل ست
یہ بہتر اور خوب ہے مٹی میرے دل کا میوہ ہے

اندراں کفہ[2] ترازو ز اعتداد
ترازو کے پلڑے میں اعتماد کے ساتھ
او بجائے سنگ آں گل را نہاد
اُس نے پتھر کے بجائے وہ مٹی رکھ دی

پس برائے کفۂ دیگر بدست
پھر دوسرے پلڑے کے لئے ہاتھ سے
ہم بقدر آں شکر را می شکست
اُس مٹی کی بقدر شکر توڑنے لگا

چوں نبودش تیشہ او دیر ماند
چونکہ اس کے پاس کھرپا نہ تھا وہ دیر تک ٹھہر ارہا
مشتری را منتظر آنجا نشاند
اُس نے خریدار کو اُس جگہ انتظار میں بٹھا دیا

رویش آں سو بود گل خور نشگفت
اُس کا رخ اس طرف تھا، بے صبر مٹی خور نے
گل ازو پوشیدہ دزدیدن گرفت
اُس سے چھپ کر مٹی چرانی شروع کردی

ترس ترساں[3] کہ نیاید ناگہاں
ڈرتے ڈرتے، کہ وہ اچانک نہ آجائے
چشم او بر من فتد از امتحاں
اور اُس کی نظر بطور آزمائش مجھ پر پڑ جائے

دید عطار آن و خود مشغول کرد
عطار نے اُس کو دیکھا اور اپنے آپ کو مشغول کرلیا
کہ فزوں تر دزد ہیں اے روی زرد
کہ اے زردرو! اور زیادہ چرائے

گر بدزدی از گل من می بری
اگر تو چرا کر میری مٹی میں سے لے جارہا ہے
رو کہ ہم از پہلوی خود می خوری
جا کر تو اپنا ہی نقصان کررہا ہے

تو ہمی ترسی ز من لیک از خری
تو مجھ سے ڈر رہا ہے لیکن گدھے پن سے
من ہمی ترسم کہ تو کمتر خوری
میں ڈر رہا ہوں کہ تو بہت کم کھارہا ہے

[1] گل خور۔ مٹی کھانیوالے کے لئے تو مٹی شکر سے بھی زیادہ مزیدار ہوتی ہے۔ ہمچو۔ عطار کا مٹی کی خرابی کو ظاہر کرنا ایسا ہی تھا جیسا کہ دلاّل نے لڑکی میں خرابی ظاہر کی جو اس نوجوان کے لئے اور زیادہ دلچسپی کا باعث بنی۔ حلوا گر۔ حلوائی۔ چرب۔ چونکہ حلوائی کے یہاں گھی اور شکر کی کثرت ہوتی ہے میوہ۔ مٹی کھانے والے کے لئے مٹی دلپسند چیز ہے۔

[2] کفہ۔ ترازو کا پلڑا۔ اعتداد۔ تیاری کرنا۔ بقدر آں۔ یعنی مٹی کے وزن کی۔ تیشہ۔ شکر جم گئی ہوگی جس کے توڑنے کے لئے تیشہ کی ضرورت ہوئی۔ آنجا۔ یعنی دکان کے اگلے حصہ میں۔ رویش یعنی دکاندار کا رخ۔

[3] ترس ترساں۔ یعنی مٹی خور دکاندار سے ڈرتا ہوا مٹی چرا رہا تھا۔ دید۔ دکان دار نے اس کو دیکھ لیا لیکن خود کو اور زیادہ مشغول کردیا تاکہ وہ مٹی زیادہ چرا سکے کیونکہ وہ جس قدر مٹی چرائے گا اسی قدر شکر کم چڑھے گی۔ از پہلوئے خود۔ یعنی اپنا ہی نقصان کررہا ہے اس کو شکر کم ملے گی۔

گرچہ[1] مشغولم چناں احمق نیم — کہ شکر افزوں کشی تو از بیم

اگرچہ میں مصروف ہوں، ایسا بیوقوف نہیں ہوں — کہ تو مجھ سے بڑھتی شکر لے جائے

چوں بہ بینی مر شکر را آزمود — پس بدانی احمق و غافل کہ بود

جب تو آزما کر شکر کو دیکھے گا — تو سمجھ لے گا احمق اور غافل کون تھا؟

مرغ ازاں دانہ نظر خوش می کند — دانہ ہم از دور راہش می زند

پرند اُس دانے سے نظر کو خوش کر رہا ہے — دانہ بھی دور سے اُس پر ڈاکہ ڈال رہا ہے

گر زنای چشم حظے می بری — نے کباب از پہلوی خود میخوری

اگرچہ تو آنکھ کے گلے سے مزا اُٹھا رہا ہے — کیا اپنے پہلو کے کباب نہیں کھا رہا ہے؟

ایں[2] نظر از دور چوں تیر ست و سم — عشقت افزوں می شود صبر تو کم

یہ نظر بازی دور سے ہی تیر اور زہر ہے — تیرا عشق بڑھتا ہے، صبر کم ہوتا ہے

مالِ دنیا دامِ مرغانِ ضعیف — مُلکِ عقبیٰ دامِ مرغانِ شریف

دنیا کا مال، کمزور پرندوں کا جال ہے — آخرت کی سلطنت شریف پرندوں کا جال ہے

تا بدیں مُلکے کہ اُو دامے ست ژرف — در شکار آیند مرغانِ شگرف

یہاں تک کہ اِس سلطنت میں جو کہ ایک گہرا جال ہے — عجیب پرند شکار میں آتے ہیں

من[3] سلیمانؑ می نخواہم مُلکِ تاں — بلکہ من برہانم از ہر ہُلک تاں

میں سلیمانؑ تمہارا مُلک نہیں چاہتا ہوں — بلکہ میں تمہیں ہر ہلاکت سے چھڑاتا ہوں

کایں زماں ہستید خود مملوکِ مُلک — مالکُ المُلک آنکہ او بجہد زہُلک

کیونکہ تم اِس وقت خود مُلک کے غلام ہو — مُلک کا مالک وہ ہے جو تباہی سے نجات پا جائے

باز گونہ اے اسیرِ ایں جہاں — نام خود کردی امیرِ ایں جہاں

اے اِس دنیا کے قیدی! اُلٹا — تو نے اپنا نام شاہِ جہاں رکھ لیا ہے

اے تو بندہ ایں جہاں محبوسِ جاں — چند گوئی خویش را خواجہ جہاں

اے تو اِس جہان کا غلام، جان کا قیدی ہے — تو اپنے آپ کو جہان کا آقا کب تک کہیگا؟

دلداری کردن و نواختن سلیمانؑ مر آں رسولاں را و دفعِ وحشت و آزار از دلِ ایشاں و عُذر قبول ناکردنِ ہدیہ و شرح کردن با ایشاں

حضرت سلیمانؑ کا اُن قاصدوں کی دلداری کرنا اور نوازنا اور اُنکے دل سے تکلیف اور دہشت کو دور کرنا ہدیہ قبول نہ کرنے کا عذر اور اُس کی اُن سے تشریح کرنا

[1] گرچہ۔ یعنی میرا دربر کرنا میری بیوقوفی نہیں ہے بلکہ فائدہ مند ہے۔ چوں۔ جب تو گھر جا کر شکر تولے گا تو پتہ چلے گا کہ بیوقوف کون تھا۔ مرغ۔ پرندہ دانہ چگنے میں اپنا فائدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ وہی اُس کی ہلاکت ہے۔ نای۔ گلا۔ چونکہ دوسرے مصرع میں کباب کا ذکر ہے اِس لئے اِس مصرع میں آنکھ کے لئے گلے کا استعمال کیا ہے یعنی ایک شخص کسی حسین کے ساتھ نظر بازی کرتا ہے تو بظاہر لطف اندوز ہے لیکن ہمیشہ کے لئے اپنے لئے پریشانی مول لے لیتا ہے۔

[2] ایں نظر۔ نظر بازی کا تیر خود نظر باز کے لئے تیر تم ہے اور وہ بھی زہریلا۔ حدیث ہے اَلنَّظَرُ سَہْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِہَامِ اِبْلِیْسَ۔ نظر بازی شیطان کے تیروں میں سے زہریلا تیر ہے۔ مالِ دنیا۔ دنیا کی زیب و زینت ضعیف الایمان لوگوں کا جال ہے مومنین آخرت کے دلدادہ ہوتے ہیں مرغانِ شگرف۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔

[3] من سلیمانؑ۔ یہ حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو خطاب ہے۔ از ہر ہُلک۔ چونکہ تمہارا چیز ہی میں ہلاکت ہے۔ کایں زماں۔ دنیادار اپنی دولت کا غلام ہوتا ہے، شاہ تو وہ ہے جو اُس کی ہلاکت سے بچ نکلے۔ باز گونہ۔ دنیادار اپنے آپ کو حاکم اور شاہ کہتا ہو یہ ایسا ہے جیسا کہ برعکس نہند نام زنگی کافور۔

اے رسولاں می فرستم تاں[۱] رسول
اے قاصدو! میں تمھیں قاصد بنا کر بھیجتا ہوں
ردِّ من بہتر شمارا از قبول
میرا رد کرنا تمہارے لئے قبول کرنے سے اچھا ہے

پیشِ بلقیس آنچہ دیدید از عجب
بلقیس کے سامنے جو تم نے عجب بات دیکھی
باز گوئید از بیابانِ ذہب
سونے کے جنگل کی بابت کہو

کہ چہل منزل بروی زر بدید
کہ چالیس منزل تک تم سونے پر تھے
وز چنیں ہدیہ خجل چوں می شدید
اور ایسے ہدیہ سے تم کس طرح شرمندہ ہوئے

تا بداند کہ بزر طامع نہ ایم
تاکہ وہ سمجھ جائے کہ ہم سونے کے لالچی نہیں ہیں
ما زر از زر آفریں آوردہ ایم
ہم سونا پیدا کرنے والے سے سونا لے آئے ہیں

آنکہ گر خواہد ہمہ خاکِ زمیں
وہ کہ اگر وہ چاہے زمین کی تمام مٹی
سر بسر زر گردد و دُرِّ ثمیں
پوری سونا اور قیمتی موتی بن جائے

حق[۲] برائے آں کند اے زر گزیں
اے سونے کو پسند کرنیوالے، اللہ (تعالیٰ) اسی لئے
روزِ محشر ایں زمیں را نقرہ گیں
اس زمین کو محشر کے دن چاندی جیسی کر دیگا

فارغیم از زر کہ ما بس پُر فنیم
ہم سونے سے بے نیاز ہیں کیونکہ ہم ماہرِ فن ہیں
خاکیاں را سر بسر زریں کنیم
ہم مٹی والوں کو مجسم سونے کا بنا دیتے ہیں

از شما کے کدیۂ زر می کنیم
ہم تم سے سونے کی بھیک کب مانگتے ہیں؟
ما شما را کیمیا گر می کنیم
ہم تمھیں کیمیا گر بناتے ہیں

ترک آں گیرید گر ملکِ سبا ست
اس کو چھوڑ دو خواہ سبا کا ملک ہو
کہ برونِ آب و گل بس ملکہاست
کیونکہ دنیا سے باہر بہت سے ملک ہیں

تختہ[۳] بند ست آنکہ تختش خواندہٗ
جس کو تو نے تخت کہا ہے وہ کاٹھ ہے
صدر پنداری و بر در ماندہٗ
تو نے صدر (مقام) سمجھا ہے اور تو دروازہ پر پڑا ہے

پادشاہی نیستت بر ریشِ خود
تیری اپنی داڑھی پر (بھی) حکومت نہیں ہے
پادشاہی چوں کُنی بر نیک و بد
برے اچھے اور برے پر تو بادشاہی کا دعویٰ کیوں کرتا ہے؟

بے مرادِ تو شود ریشت سفید
تیری مرضی کے خلاف تیری داڑھی سفید ہو جاتی ہے
شرم دار از ریشِ خود اے کژ امید
اے ٹیڑھی تمنا والے! اپنی داڑھی سے شرما

مالک الملک ست ہر کش سر نہد
جو اُس (خدا) کے سامنے سر رکھدے وہ بادشاہ ہو
بے جہانِ خاک صد ملکش دہد
خاکی دنیا کے علاوہ وہ اسکو سینکڑوں سلطنتیں عطا کر دیتا ہے

[۱] تاں رسول: یعنی اب تم میری جانب سے قاصد بنکر جاؤ۔ ردِّ من: یعنی میرا ہدیہ کو واپس کرنا تمہارے لئے مفید ہے تم ایمان لے آؤ گے۔ پیشِ بلقیس۔ تم اپنے واقعات جا کر بلقیس کو سناؤ اور بتاؤ کہ چالیس منزل تک تم سونے کی زمین پر چل کر میرے پاس پہنچے تھے۔ وز چنیں۔ اور یہ بھی کہو کہ ہمیں سونے کا ہدیہ پیش کرنے میں شرمندگی ہوئی تھی۔ تا بداند: تاکہ بلقیس یہ سمجھ جائے کہ ہم اسکی دولت کے طالب نہیں ہیں۔

[۲] حق۔ محشر کے دن زمین چاندی جیسی کر دی جائیگی اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرمائینگے کہ ان کے یہاں سونے چاندی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ فارغیم: ہم سونے سے بے نیاز ہیں ہم تو انسانوں کو ایمان عطا کر کے زریں بنا دیتے ہیں۔ کیمیا گر: مومن مخلص بن جاؤ گے تو کیمیا گر بن جاؤ گے۔ شعر
کیمیا و سیمیا و ریمیا
کس نداند جز بذاتِ اولیا
ترک۔ آخرت کے ملکوں کی خاطر دنیا کی سلطنت کو خیرباد کہدو۔

[۳] تختہ بند۔ قیدخانہ، لکڑی کا وہ کندا جس میں پاؤں پھنسا کر قید کر دیتے تھے۔ صدر: جس مقام کو تو صدر مقام سمجھا ہے وہ دربان کی جگہ ہے۔ ریش۔ تیرا حکم تو خود تیری داڑھی پر نہیں چلتا ہے ورنہ وہ تیری خشا کے خلاف سفید نہ ہوتی۔ مالک الملک: اصل بادشاہت اسکی ہے جو اللہ کے دربار میں سرِ نیاز جھکادے وہ اسکو اس دنیا کی حکومت کے علاوہ اور حکومتیں عطا فرما دیتا ہے

لیک[1] ذوقِ سجدۂ پیشِ خدا — خوشتر آید[2] از دو صد دولت ترا
لیکن خدا کے سامنے ایک سجدہ کا ذوق — تجھے دو سو سلطنتوں سے بھلا معلوم ہوگا

پس بنالی کہ نخواہم ملکہا — ملکِ آں سجدہ مسلّم کن مرا
پھر تو روئے گا کہ میں سلطنتیں نہیں چاہتا ہوں — اس سجدہ کی سلطنت میرے لئے مقرر فرما دے

بادشاہانِ جہاں از بدرگی — بو نبردند از شرابِ بندگی
دنیا کے بادشاہوں نے بدطینتی کی وجہ سے — بندگی کی شراب کی خوشبو نہیں سونگھی

ورنہ ادہمؒ وار سرگردان و دنگ — ملک را برہم زدندے بے درنگ
ورنہ (حضرت) ادہمؒ کی طرح حیران اور پریشان ہو کر — فوراً سلطنت کو چھوڑ دیتے

لیک حق بہرِ ثباتِ ایں جہاں — مُہر شاں بنہاد بر چشم و دہاں
لیکن اللہ (تعالیٰ) نے اس جہان کے بقا کے لئے — اُن کی آنکھ اور منہ پر مہر لگا دی ہے

تا شود شیریں بر ایشاں تخت و تاج — کہ ستانیم از جہانداراں خراج
تاکہ اُن کے لئے تخت و تاج شیریں بن جائے — کہ ہم دنیا داروں سے خراج لے رہے ہیں

از خراج ار جمع آری زر چو ریگ — آخر آں از تو بماند مُردہ ریگ
اگر تو خراج سے ریت کی طرح سونا جمع کریگا — بالآخر وہ تجھ سے وراثت میں رہ جائے گا

ہمرہِ[2] جانت نگردد ملک و زر — زر بدہ سُرمہ ستاں بہرِ نظر
سلطنت اور سونا تیری روح کا ساتھی نہ بنے گا — سونا دیدے، نگاہ کے لئے سُرمہ لے لے

تا ببینی کایں جہاں چاہیست تنگ — یوسفانہ آں رسن آری بچنگ
تاکہ تو دیکھ لے کہ یہ دنیا تنگ کنواں ہے — یوسف وار وہ رَسّی ہاتھ میں پکڑ لے

تا بگوید[3] چوں زچاہ آئی ببام — جان کہ یا بُشرای لِی ھٰذا غلام
تاکہ جب تو کنوئیں سے بالاخانہ پر آئے کہے — روح، میرے لئے بشارت ہے، یہ لڑکا ہے

ہست در چہ انعکاساتِ نظر — کمترین آنکہ نماید سنگ زر
کنوئیں میں نظر کے عکس ہیں — سب سے کم یہ ہے کہ پتھر سونا نظر آتا ہے

وقتِ بازی کودکاں را ز اختلال — می نماید آں خزفہا زر و مال
خلل (دماغی) سے کھیل کود کے وقت بچوں کو — وہ ٹھیکریاں سونا اور مال نظر آتی ہیں

دے گی۔ در چہ۔ دنیا میں نظر کا فریب ہے کہ دنیا کی بے حقیقت دولت کو قیمتی دکھا دیتی ہے۔ وقتِ بازی۔ بچے کھیل کود میں ٹھیکریوں کو روپیہ پیسہ تصور کر لیتے ہیں۔

[1] لیک۔ لیکن جب سجدہ کا ذوق پیدا ہو جائیگا تو... سلطنتوں سے بیزار ہو جائیگا اور خدا سے دعا کرے گا کہ بس یہی دولت کافی ہے۔ بادشاہان۔ دنیاوی بادشاہ چونکہ بندگی کی مستی سے ناواقف ہیں اس لئے وہ سلطنت کے شوق میں مبتلا ہیں اگر وہ واقف ہو جائیں تو حضرت ادہمؒ کی طرح سلطنت پر لات مار دیں۔ لیک حق۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کا نظام چلانا ہے اس لئے ان کو اس لذت سے محروم کر دیا ہے اور وہ مگن ہیں کہ ہم دنیا سے خراج وصول کرتے ہیں خراج۔ ٹیکس۔ مردہ ریگ۔ وہ مال جو ورثہ میں ملے۔

[2] ہمرہ۔ دنیا کی دولت دنیا میں رہ جاتی ہے روح پرواز کر جاتی ہے۔ جو سرمہ حاصل کرے جس سے یہ چیزیں بے حقیقت نظر آئیں۔ یوسفانہ۔ حضرت یوسفؑ رسّی کے ذریعہ کنوئیں سے باہر آئے تھے، تو بھی عبادات کی رسّی کے ذریعہ سے دنیا کے اس کنوئیں سے باہر نکل آ۔

[3] تا بگوید۔ جس وقت حضرت یوسفؑ کنوئیں سے برآمد ہوئے تھے تو ڈول ڈالنے والا چیخ اٹھا تھا کہ خوشخبری ہے یہ تو لڑکا ہے اسی طرح تیری روح تیرے کنوئیں سے نکل آنے پر خوش خبری

عارفانش[1] کیمیاگر گشتہ اند — تاکہ شد کانہا بر ایشاں ترّہ
اُس (خدا) کو پہچان جانیوالے کیمیاگر بن گئے ہیں — حتیٰ کہ اُن کے لئے کانیں حقیر ہو گئی ہیں

دیدنِ درویشے جماعتِ مشایخ را در خواب و درخواست کردنِ روزیِ حلال از ایشاں بے مشغول شدن بکسب کہ از عبادت می مانم وارشاد کردنِ ایشاں اُورا بمیوہائے تلخ و ترش کوہی و بروے شیریں شدنِ آں میوہا بدلالتِ آں مشایخ

ایک درویش کا بزرگوں کے گروہ کو خواب میں دیکھنا اور ان سے بغیر کمائی کی مشغولیت کے حلال روزی کی درخواست کرنا کہ میں عبادت کرنے سے رہ جاتا ہوں اور اُنکی اُس کو کڑوے اور کھٹے پہاڑی پھلوں کی جانب رہنمائی کرنا اور اُن بزرگوں کی رہنمائی سے اُس کے لئے اُن پھلوں کا شیریں بن جانا

آں یکے درویش گفت اندر سمر — خضریاں[۱] را من بدیدم خواب در
ایک درویش نے قصہ میں بتایا — کہ میں نے خواب میں خضریوں کو دیکھا

گفتم ایشاں را کہ روزیِ حلال — از کجا نوشم کہ نبود آں وبال
میں نے اُن سے کہا کہ حلال روزی — جو وبال نہ بنے میں کہاں سے کھاؤں؟

مر مرا[۲] سوئے کہستاں راندند — میوہا زاں بیشہ می افشاندند
وہ مجھے پہاڑ کی جانب لے گئے — اُس جنگل سے انھوں نے پھل جھاڑے

کہ خدا شیریں بکرد آں میوہ را — در دہانِ تو بہمتہائے ما
کہ خدا نے وہ پھل میٹھے کر دیئے ہیں — تیرے مُنھ میں ہماری توجہات سے

ہیں بخور پاک و حلال و بے حسیب — بے صُداع و نقلِ بالا و نشیب
ہاں، پاک اور حلال اور بے حساب کھا — بغیر دردِ سر کے اور اوپر اور نیچے منتقل ہونے کے

پس مرا زاں رزق نطقے رُو نمود — ذوقِ گفتِ من خردہا می رُبود
پھر اُس رزق سے مجھ میں ایسی قوتِ گویائی کا ظہور ہوا — کہ میری گفتگو کا ذوق عقلوں کو حیران کر دیتا تھا

گفتم[۳] ایں فتنہ است اے ربِّ جہاں — بخششے دہ از ہمہ خلقاں نہاں
میں نے کہا، اے دنیا کے پالن ہار! یہ فتنہ ہے — وہ انعام عطا فرما جو سب سے پوشیدہ ہو

شد سخن از من، دلِ خوش یافتم — چوں انار از ذوق می بشگافتم
میری قوتِ گویائی جاتی رہی، میں نے مطمئن دل پا لیا — ذوقِ لطف سے میں انار کی طرح کھلتا تھا

[1] عارفانش۔ جو عارف باللہ ہیں وہ خود کیمیاگر ہیں اُنکی نگاہ میں سونے کی کوئی وقعت نہیں ہے۔
آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند
دیدن۔ اِس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اہل اللہ کی نظر میں دنیا کا مال ہیچ ہے اور اُن کی ہمت کیمیا کا کام کرتی ہے۔ خضریاں۔ وہ اَبدال جو حضرت خضرؑ کی طرح نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ گفتم۔ میں نے اُن اَبدال سے کہا کہ کمانا کھانا تو وبال ہے ایسی تدبیر بتا دیجئے کہ مجھے بلا کمائے حلال روزی حاصل ہو جائے۔

[2] مر مرا۔ وہ لوگ مجھے جنگل میں لے گئے اور انھوں نے جنگلی پھل جھاڑے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ میرے لئے وہ کڑوے کسیلے پھل میٹھے ہو جائیں۔ صُداع۔ دردِ سر یعنی۔ اُن پھلوں کے کھانے سے میرے کلام میں وہ شیرینی پیدا ہو گئی کہ لوگ اُس پر فریفتہ ہونے لگے۔

[3] گفتم۔ اولیاء اللہ کو اپنی شہرت اور عوام میں مقبولیت ناگوار ہوتی ہے۔ شد سخن۔ یعنی وہ لطفِ کلام کی کیفیت زائل ہو گئی جو عوام کی گرویدگی کا سبب تھی الحمد دل میں ایک جذبۂ مسرت پیدا ہو گیا۔

گفتم ار چیزے نباشد در بہشت[1] — غیر ایں شادی کہ دارم در سرشت
میں نے کہا اگر جنت میں اور کوئی چیز نہ ہوگی — اِس مسرت کے علاوہ جو طبیعت میں آگئی ہے

ہیچ نعمت آرزو نآید دِگر — زیں نپردازم بجوز و نیشکر
مجھے کسی دوسری نعمت کی تمنا نہ ہوگی — اسکو چھوڑ کر میں اخروٹ اور گنے کیطرف توجہ نہ کرونگا

ماندہ بُود از کسب یک دو حبّہ ام — دوختہ در آستینِ جُبّہ ام
کمائی میں سے میری ایک دو رتّی بچ گئی تھی — جس کو میں نے جُبّہ کی آستین میں سی لیا تھا

نیّت کردنِ اُو کہ ایں زر بدیں ہیزم کش دہم چوں من روزیِ حلال یافتم بکراماتِ مشائخ و رنجیدنِ آں ولی ہیزم کش از ضمیر و نیّت او

اُس کا سوچنا کہ یہ سونا میں اِس لکڑہارے کو دیدوں جبکہ میں نے بزرگوں کی کرامات سے حلال روزی پالی ہے اور اُس لکڑہارے ولی کا اُس کے دل کی بات اور نیت سے رنجیدہ ہونا

آں یکے درویش ہیزم[2] می کشید — خستہ و ماندہ زبیشہ دررسید
ایک درویش لکڑیاں لارہا تھا — تھکا ہارا جنگل سے آیا

پس بگفتم من ز روزی فارغم — زیں سپس از بہرِ رزقم نیست غم
میں نے سوچا کہ میں روزی سے بے نیاز ہوا — اِس کے بعد مجھے روزی کی فکر نہیں ہے

میوۂ مکروہ برمن خوش شدست — رزقِ خاصہ جسم را آمد بدست
ناگوار پھل میرے لئے عمدہ ہوگئے ہیں — خاص رزق جسم کو حاصل ہوگیا ہے

چونکہ من فارغ شدستم از گلو — حبّہ چندست ایں بدہم بدو
چونکہ میں حلق (کے معاملہ) سے فارغ ہوگیا ہوں — چند رتّیاں ہیں یہ میں اُس کو دیدوں

بدہم ایں زر را بدیں تکلیف کش — تا دو سہ روزک[3] شود از قوت خوش
اِس مصیبت بھرنے والے کو یہ سونا دیدوں — تاکہ دو تین دن (کیلئے) وہ خوراک سے مطمئن ہو جائے

خود ضمیرم را ہمی دانست او — زانکہ شمعش داشت نور از شمعِ ہُو
اُس نے خود میرے دل کی بات جان لی — کیونکہ اُسکی شمع میں اللہ (تعالیٰ) کی شمع کا نور تھا

بُود پیشش سرِّ ہر اندیشہ — چوں چراغے در درونِ شیشہ
اُس کے لئے ہر خیال کا راز — آئینہ کے اندر کے چراغ کی طرح تھا

---

[1] در بہشت۔ وہ قلبی کیفیت اِس قدر پُر مسرت تھی کہ اگر جنت میں صرف وہی حاصل ہو تو اور کسی چیز کی تمنا کی ضرورت نہیں ہے۔ در آستین جیب آستین میں بنائی جاتی تھی۔

[2] ہیزم۔ سوختہ۔ جلانے کی لکڑیاں۔ بیشہ جنگل۔ فارغم۔ میں تو جنگلی پھلوں پر گذارہ کرلیتا ہوں لہٰذا مجھے اب کھانے پینے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ رزقِ خاصہ۔ شاہی دسترخوان کی خوراک چونکہ۔ اب مجھے اپنے حلق اور کھانے کی فکر نہیں ہے۔ حبّہ۔ ایک رتّی کا وزن۔ تکلیف کش یعنی لکڑہارا۔

[3] تا دو سہ روزک۔ وہ دو تین دن میرے اِس عطیہ سے اپنا کام چلائے گا۔ ضمیر۔ دل کی پوشیدہ بات۔ تاکہ اُس کے قلب کو اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی حاصل تھی۔ تو وہ لکڑہارا روشن ضمیر تھا دل کی بات اُس پر اِس طرح ظاہر ہوجاتی تھی جس طرح چراغ شیشہ کے لیمپ میں سے نظر آجاتا ہے۔

ہیچ پنہاں می نشد از وے ضمیر — بُود بر مضمونِ دلہا اُو خبیر

دل کی کوئی بات اُس سے نہ چھپتی تھی — وہ دلوں کے مضمون سے واقف تھا

پس ہمی مَنکید[1] با خود زیرِ لب — در جوابِ فکرتم آں بُوالعجب

تو وہ خود بخود آہستہ بڑبڑایا — وہ عجب اَحوال والا میرے خیال کے جواب

کہ چنیں اندیشی از بہرِ ملوک — کَیفَ تَلقَی الرِّزقَ اِن لَم یَرزُقُوكَ

تو شاہوں کے بارے میں ایسا سوچتا ہے — اگر وہ تجھے رزق نہ دیں تجھے رزق کیسے ملے؟

من نمی کردم سخن را فہم لیک — بر دلم میزد عتابش نیک نیک

میں بات اچھی طرح نہ سمجھا — (لیکن) اُس کے غصہ کا اثر میرے دل پر بہت زیادہ پڑا

سُوئے من[2] آمد بہیبت ہمچو شیر — تنگِ ہیزم را نہاد از پشت زیر

وہ شیر کی طرح ہیبت سے میری جانب آیا — ایندھن کا گٹھر کمر سے نیچے رکھ دیا

پرتوِ حالے کہ اُو ہیزم نہاد — لرزہ بر ہفت عضوِ من فتاد

اِس حالت کے اثر سے کہ اُسنے ایندھن کا گٹھر رکھا — میرے ساتوں اعضاء پر لرزہ طاری ہوگیا

گفت یارب گر ترا خاصاں ہی اند — کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند

اُسنے کہا اے خدا! اگر تیرے مخصوص بندے زندہ ہیں — جو بابرکت دعا والے اور مبارک قدم ہیں

لُطفِ تو خواہم کہ میناگر شود — ایں زماں ایں تنگِ ہیزم زر شود

تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جو کیمیاگر بنجائے — اِسی وقت یہ ایندھن کا گٹھر سونا بن جائے

در زماں[3] دیدم کہ زر شد ہیزمش — ہمچو آتش بر زمیں می تافت خوش

میں نے اسی وقت دیکھا کہ ایندھن سونا ہوگیا — عمدگی سے زمین پر آگ کی طرح چمک رہا تھا

من دراں بیخود شدم تا دیر گہ — چونکہ با خویش آمدم من از وَلہ

میں اس اثناء میں دیر تک بیہوش رہا — جب میں حیرانی کے بعد ہوش میں آیا

بعد ازاں گفت اے خدا گر آں کبار — بس غیور اند و گریزاں ز اشتہار

اُسکے بعد اُسنے کہا اے خدا! اگر وہ بڑے لوگ — بہت غیرت مند اور شہرت سے بھاگنے والے ہیں

باز ایں را بندِ ہیزم ساز زود — بے توقف ہم براں حالے کہ بود

اس کو پھر جلد ایندھن کا گٹھر بنادے — بلا تاخیر اسی حالت پر جیسا کہ تھا

در زماں ہیزم شد آں اغصانِ زر — مست شد در کارِ او عقل و نظر

اُسی وقت وہ سونے کی شاخیں ایندھن کا گٹھر بنگئیں — اُس کے معاملہ میں عقل ونظر مست ہوگئی

[1] منکید۔ وہ بڑبڑایا… بوالعجب۔ چونکہ اُس سے کرامات ظاہر ہورہی تھیں۔ ملوک یعنی اولیاء اللہ۔ کیف۔ رزقوں کا انتظام اَبدال کے سپرد ہوتا ہے۔ من۔ میں اُنکی بات تو نہ سمجھا لیکن اُن کے غصہ کا اثر میرے قلب پر ظاہر ہوا۔

[2] سوئے من۔ وہ لکڑہارا بزرگ لکڑیوں کا گٹھر زمین پر ڈال کر شیر کی طرح میری طرف آیا تو میں اُس کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ ہفت عضو ہفت اندام، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، سینہ، پشت، سر۔ گفت۔ اُس لکڑہارے نے کہا اے خدا اگر تیرے مقربانِ بارگاہ زندہ ہیں جن کی دعا مقبول ہوتی ہے تو میں تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جس سے یہ سب لکڑیاں سونے کی بن جائیں۔

[3] در زماں۔ اُس کی دعا سے وہ لکڑیاں سونے کی ہوگئیں۔ وَلہ۔ حیرانی۔ بعد ازاں۔ لکڑیوں کا سونا بن جانے کے بعد اُس نے دعا شروع کردی کہ تیرے مقبول بندے چونکہ شہرت سے بھاگتے ہیں اور میری کرامت شہرت کا باعث بنجائیگی لہٰذا تو اُن لکڑیوں کو اصل حالت پر کردے تاکہ میری شہرت نہ ہو چنانچہ وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر ہوگئیں۔ در زماں۔ اُنکی دعا سے وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر آگئیں۔ اغصان غصن کی جمع، ٹہنی، شاخ۔

بعد ازاں[1] برداشت ہیزم را و رفت | سوی شہر از پیش من او تیز و تفت

اُس کے بعد اُس نے ایندھن کا گٹھر اٹھایا اور چلدیا | شہر کی جانب میرے سامنے سے تیز اور گرم

خواستم تا در پئے آں شہ روم | پرسم ازوے مشکلات و بشنوم

میں نے چاہا کہ اُس شاہ کے پیچھے جاؤں | اُس سے مشکل باتیں پوچھوں اور سنوں

بستہ کرد آں ہیبتِ او مر مرا | پیش خاصاں رہ نباشد عامہ را

اُس کی اِس ہیبت نے مجھے باندھ دیا | عوام کیلئے خواص کے سامنے کوئی راستہ نہیں رہتا ہے

ور کسے را رہ شود گو سر فشاں | کاں بود از رحمت و از جذب شاں

اور اگر کسی کیلئے راستہ ہو کہدو وہ سر قربان کرے | کیونکہ وہ اُن کی رحمت اور کشش سے ہوتا ہے

پس غنیمت دار آں توفیق را | چوں بیابی صحبتِ صدیق را

اُس توفیق کو بہت غنیمت سمجھ | جب تو کسی صدیق کی صحبت حاصل کرے

نے چو آں ابلہ کہ یابد قرب شاہ | سہل و آساں در فتد آں دم ز راہ

نہ کہ اُس بیوقوف کی طرح جس کو شاہ کا قرب حاصل ہو | اُسی وقت آہستگی اور آسانی سے راہ سے بھٹک جائے

چوں ز قربانی دہندش بیشتر | پس[2] بگوید ران گاوست ایں مگر

جب وہ اُس کو قربانی کا زیادہ حصہ عطا کریں | تو وہ کہنے لگے کہ شاید گائے کی ران ہے

نیست ایں از رانِ گاو اے مفتری | رانِ گاوت می نماید از خری

اے جھوٹے! یہ گائے کی ران نہیں ہے | تجھے گدھے پن سے گائے کی ران دکھائی دے رہی ہے

بذلِ شاہان ست ایں بے رشوتے | بخشش محض ست ایں از رحمتے

یہ بغیر رشوت کے شاہوں کا تحفہ ہے | یہ شفقت سے خالص بخشش ہے

تحریض[3] کردنِ سلیمانؑ رسولاں را بر تعجیل کردن بہجرتِ بلقیس بہر ایماں

حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو ایمان لانے کے لئے بلقیس کی ہجرت میں جلدی کرنے کی ترغیب دینا

ہمچناں کہ شہ سلیمانؑ در نبرد | جذبِ خیل و لشکرِ بلقیس کرد

جیسا کہ شاہ سلیمانؑ نے جنگ میں | بلقیس کی جماعت اور لشکر کو کھینچ لیا

کہ بیائید اے عزیزاں زود زود | کہ برآمد موجہا از بحرِ جود

کہ اے عزیزو! جلد جلد آجاؤ | کیونکہ سخاوت کے سمندر میں موجیں اٹھنے لگی ہیں

---

[1] بعد ازاں۔ جب لکڑیاں اصلی حالت پر ہو گئیں تو وہ اُن کو لیکر چل دیا۔ مشکلات۔ یعنی سلوک کے مشکل مسائل۔ بستہ۔ میں اسقدر مرعوب ہوا کہ میرے پاؤں نہ اٹھے جو اللہ تعالےٰ کے مخصوص بندے ہوتے ہیں عوام کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی ہے اگر ہوتی بھی ہو تو یہ اُن بزرگوں کی کشش ہوتی ہے لہٰذا اُس پر قربان ہو جانا چاہیئے۔ صدیق۔ وہ شخص جو ولایت کے آخری مراتب پر ہو۔ نے۔ یہ نہ ہونا چاہیئے کہ قرب حاصل ہوتے ہی گمراہی اختیار کرلے۔

[2] پس بگوید۔ مشہور ہے کہ کسی بادشاہ نے اعلیٰ درجے کے دُنبوں کی قربانی کی اور فقراء میں تقسیم کی ایک فقیر کو ایک ران ملی اُس نے دُنبہ کی ران اسقدر فربہ کبھی نہ دیکھی تھی تو بولا یہ گائے کی ران ہے یعنی ہمانے انعام کو نہ پہچانا اور قدر نہ کی۔ نیست۔ وہ فقیر جھوٹا تھا وہ ران اعلیٰ قسم کے دُنبہ کی تھی یعنی اُس صحبت کی قدر و قیمت کو سمجھنا چاہیئے اور اُس کی ناقدری نہ کرنی چاہیئے۔ خری۔ گدھا پن۔

[3] تحریض۔ پہلے بتایا تھا کہ بزرگوں کی صحبت انکی کشش سے وصل ہوتی ہے اب حضرت سلیمانؑ کے واقعہ سے سمجھاتے ہیں کہ بلقیس اور اُس کی قوم کو حضرت سلیمانؑ تک پہنچنا یہ حضرت سلیمانؑ کی کشش سے تھا۔ جذب۔ کشش۔ کہ برآمد۔ اسوقت رحمت خداوندی کا سمندر جوش میں ہے

سوی[1] ساحل می فشاند بے خطر — جوشِ موجش ہر زمانے صد گہر

بغیر کسی خطرے کے ساحل کی جانب پھینک رہا ہے — ہر وقت اس کی موج کا جوش سینکڑوں موتی

الصلا گفتیم اے اہلِ رشاد — کایں زماں رضواں درِ جنت گشاد

اے ہدایت پانے والو! ہم نے دعوت دیدی — کیونکہ اس وقت رضوان نے جنت کا دروازہ کھولا

پس سلیمانؑ گفت اے پیکاں روید — سوی بلقیس و بدیں دیں بگروید

پھر سلیمانؑ نے کہا اے قاصدو! جاؤ — بلقیس کی جانب اور اس دین کے گرویدہ ہو جاؤ

پس[2] بگوئیدش بیا اینجا تمام — زود کان اللہ یدعوا بالسلام

پھر اس سے کہو مکمل طور پر یہاں آجائے — جلد، کیونکہ اللہ تعالٰی سلامتی کی طرف بلاتا ہے

ہیں بیا اے طالبِ دولت شتاب — کہ فتوحست ایں زمان و فتحِ باب

ہاں اے دولت کے طالب جلد آجا — کیونکہ اسوقت انعامات اور دروازے کی کشادگی ہے

اے کہ تو طالب نۂ تو ہم بیا — تا طلب یابی ازاں یارِ وفا

اے وہ کہ جو طالب نہیں ہے! تو بھی آجا — تاکہ تو اس باوفا دوست سے طلب حاصل کرے

ملک برہم زن تو ادہمؒ وار زود — تا بیابی ہمچو او ملکِ خلود

تو ادہمؒ کی طرح جلد ملک کو خیرباد کہدے — تاکہ تو اس کی طرح ہمیشگی کی سلطنت حاصل کرے

سببِ ہجرتِ سلطان ابراہیم ادہمؒ و ترکِ کردنِ ملکِ خراسان

حضرت ابراہیم ادہمؒ کی ہجرت کا سبب اور خراسان کی سلطنت کو چھوڑ دینا

خفتہ بود آں شہ شبانہ بر سریر[3] — حارساں بر بام اندر دارو گیر

وہ شاہ، رات کو تخت پر سوئے ہوئے تھے — محافظ بالاخانہ پر نگرانی میں تھے

قصدِ شہ از حارساں آنہم نبود — کہ کنند زاں دفعِ دزداں و رنود

شاہ کا مقصد، محافظوں سے یہ بھی نہ تھا — کہ ان کے ذریعہ رندوں اور چوروں کو دفع کریں

او ہمی دانست کاں کو عادلست — فارغ ست از واقعہ آمن دلست

وہ جانتا تھا کہ وہ منصف ہے — حادثہ سے بے نیاز ہے، مطمئن دل ہے

عدل باشد پاسبانِ کامہا — نے بشب چوبک زناں بر بامہا

مقاصد کا محافظ انصاف ہوتا ہے — نہ کہ رات کو بالاخانہ پر ڈنکا پیٹنے والے

لیک بُد مقصودش از بانگِ رباب — ہمچو مشتاقاں خیالِ آں خطاب

لیکن رباب کی آواز سے اُن کا مقصد (وہ تھا) — جو اُس خطاب کے خیال کے مشتاق کا ہوتا ہے

---

[1] سوی ساحل۔ وہ سمندر جوش میں ہے اور کنارے پر سینکڑوں موتی پھینک رہا ہے جلد آکر ان کو حاصل کرلو۔ الصلا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اس وقت جنت کے دروازے کھل گئے ہیں اور دعوتِ عام ہے۔ رضوان۔ داروغۂ جنت۔ دیں بگروید یعنی میرا پیش کردہ دین اختیار کرلو اور ستارہ پرستی چھوڑ دو۔

[2] پس۔ حضرت سلیمانؑ نے قاصدوں سے کہا کہ تم بلقیس سے جاکر کہو کہ سب یہاں آجائیں اور سلامتی اختیار کرلیں۔ دولت یعنی آخرت۔ فتوح یعنی انعامات۔ فتحِ باب یعنی رحمت کے دروازے کی کشادگی۔ اے کہ۔ جو اب طالب بھی نہیں ہے وہ بھی آجائے یہاں آکر طلب صادق پیدا ہو جائیگی۔ ادہم وار۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے خراسان کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کرلی تھی۔

[3] سریر۔ تخت۔ حارساں۔ حارس کی جمع ہے، نگہبان۔ دارو گیر یعنی خوائف۔ رنود۔ رند کی جمع ہے، بدمعاش۔ عادلست۔ عادل بادشاہ کو پہرہ داروں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ کامہا یعنی مقاصد۔ چوبک زن۔ نقارچی، کوتوال۔ ہمچو۔ صوفیاء کو رباب کی آواز اس عہد کی یاد دلاتی ہے جو ازل میں بنی آدم سے لیا گیا تھا جس کو عہدِ الست کہا جاتا ہے۔

نالۂ سرنا و تہدیدِ دُہل
نفیری کی فریاد اور ڈھول کی دھمک

چیزکے مانَد بداں ناقورِ کُل
اُس بڑے صور سے کچھ مشابہت رکھتی ہے

پس حکیماں گفتہ انداین لحنہا
حکماء نے کہا ہے کہ یہ راگ

از دُوارِ چرخ بگرفتیم ما
ہم نے آسمان کی گردش سے لئے ہیں

بانگِ گردشہائے چرخ ست اینکہ خلق
یہ آسمان کی گردشوں کی آواز ہے جسکو لوگ

می سرایندش بطنبور وبحلق
طنبورے اور گلے سے گاتے ہیں

مؤمناں گویند کاثارِ بہشت
مومن کہتے ہیں کہ بہشت کے آثار نے

نغز گردانید ہر آوازِ زشت
ہر بھدی آواز کو حسین بنا دیا ہے

ماہمہ اجزائے آدمؑ بودہ ایم
ہم سب (حضرت) آدمؑ کے اجزاء تھے

در بہشت آں لحنہا بشنودہ ایم
ہم نے وہ راگ بہشت میں سُنے ہیں

گرچہ برما ریخت آب و گِل شکے
اگرچہ پانی اور مٹی نے ہمیں شک میں ڈال دیا ہے

یادِ ماں آید ازآنہا اندکے
ان سے ہمیں اُن کی کچھ یاد آجاتی ہے

لیک چوں آمیخت باخاکِ کرب
لیکن چونکہ وہ (نغمے) مصیبتوں کی مٹی میں ملگئے ہیں

کے دہد ایں زیر وایں بم آنطرب
تو یہ نیچے اونچے سُر وہ مزا کہاں دیتے ہیں؟

آب چوں آمیخت بابول وکمیز
جب پانی پیشاب اور گندگی سے مل گیا

گشت زامیزش مزاجش تلخ وتیز
مِلاوٹ سے اُس کا مزاج تلخ و تیز ہوگیا

چیزکے از آب ہستش در جسد
اُس کے وجود میں کچھ پانی ہے

بول ازاں رُو آتشے رامی کُشد
پیشاب اسی وجہ سے آگ کو بجھا دیتا ہے

گر نجس شد آب ایں طبعش بماند
پانی اگرچہ ناپاک ہوگیا اُس کا مزاج باقی رہگیا

کاتشِ غم را بطبع خود نشاند
کہ وہ غم کی آگ کو اپنے مزاج سے بجھا دیتا ہے

پس غذائے عاشقاں آمد سماع
سماع، عاشقوں کی غذا بن گئی

کہ درو باشد خیالِ اجتماع
کیونکہ اُس میں وصل کا خیال ہوتا ہے

۱ے نالہ یعنی نفیری اور ڈھول کی آواز حضرت اسرافیلؑ کے نفخِ صور کی آواز سے مشابہ ہے۔ سُرنا۔ نفیری۔ دُہل۔ ڈھول ناقورِ کُل۔ صور جو قیامت میں پھونکا جائیگا۔ حکیماں۔ حکیم فیثا غورث نے کہا ہے کہ موسیقی کے بارہ مقام آسمان کے بارہ برجوں سے، سات آوازیں سات سیاروں سے، چوبیس شعبے دن رات کے چوبیس گھنٹوں سے، اور اڑتالیس ترکیبیں سال کے اڑتالیس ہفتوں سے بنائے گئے ہیں۔ بانگ۔ ان حکماء کے نزدیک آسمانوں کی دھیان ہوا ہے اور اُس سے آوازیں پیدا ہوتی ہیں اسی کی نقل طنبورے اور گلے کے ذریعہ کی گئی ہے۔ مؤمناں۔ مومن کہتے ہیں کہ یہ سارے الاپ اور نغمے حورانِ بہشتی کے گانے اور جنت کی نہروں کے چلنے کی آوازوں اور جنت کے درختوں کے ہلنے کی آوازوں سے بنے ہیں۔ ماہمہ۔ ہم اگرچہ براہِ راست جنت میں نہ تھے کہ وہاں سے اُن کو سُنتے لیکن چونکہ ہمارے باوا آدمؑ وہاں تھے اور ہم انہیں کے اجزاء ہیں لہٰذا ہم نے بھی وہاں سُنے۔ ۲ے گرچہ۔ اس آب و گِل کی دنیا نے ہمیں جنت کی پوری باتیں بھلا دی ہیں پھر بھی کچھ یاد باقی ہے لیکن چونکہ اب وہ نغمے ہمارے جسم سے پیدا ہورہے ہیں جو آب وگل سے بنا ہے اس لئے اب اس زیروبم سے وہ مستی پیدا نہیں ہوتی جو جنت میں طاری ہوتی تھی۔ کرب۔ کربۃ کی جمع ہے، مصیبت۔ طرب۔ مستی۔ آب۔ جنت کے لحن جب انسان ادا کرتا ہے تو اُن کی مثال یہ ہے کہ پاک پانی پیشاب میں مل جائے تو ظاہر ہے کہ اُس کی پاکیزگی اور لطافت ختم ہوجائیگی۔ کمیز۔ پیشاب ——— ۳ے چیزکے۔ پیشاب میں ملے ہوئے پانی میں بھی پانی کے خواص کچھ نہ کچھ باقی رہ جاتے ہیں اُس کو آگ پر ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھادے گا اسی طرح اِن لحنوں میں کچھ نہ کچھ اثرات باقی ہیں اور یہ لحن آتشِ غم کو بجھا دیتے ہیں۔ پس۔ اُن نغموں کا سماع چونکہ وصلِ محبوب کا تصور پیدا کرتا ہے اس لئے یہ عاشقوں کی غذا ہے۔

قوتے[1] گیرد خیالاتِ ضمیر | بلکہ صورت گردد از بانگ و صفیر
دل کے خیالات قوت حاصل کرتے ہیں | بلکہ آواز اور نغمہ سے مجسم بن جاتے ہیں

آتشِ عشق از نواہا گشت تیز | آنچنانکہ آتشِ آں جوز ریز
عشق کی آگ نغموں سے تیز ہو جاتی ہے | جس طرح سے اُس اخروٹ گرانے کی آگ

حکایتِ[2] آں مردِ تشنہ کہ از سرِ جوزبُن جوز در آب می ریخت کہ
اُس پیاسے کی حکایت جو اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گراتا تھا جو پانی

در گو بُود و در آب نمی رسید تا بافتادنِ جوز بانگِ آب بشنود
گڑھے میں تھا اور وہ پانی تک نہ پہنچ سکتا تھا تاکہ اخروٹ کے گرنے سے پانی کی آواز سُن لے

و اُو را چوں سماعِ بانگِ آب در طرب می آورد
اور اُس کو پانی کی آواز کا سُننا مستی میں لاتا تھا

در تغولے بُود آب آں تشنہ راند | در درختِ جوز جوزے می فشاند
پانی گہرے گڑھے میں تھا، وہ تشنہ چڑھ گیا | اخروٹ کے درخت پر، اخروٹ گراتا تھا

می فتاد از جوزبُن جوز اندر آب | بانگ می آمد ہمی دید اُو حباب
اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گرتا تھا | آواز آتی تھی، وہ بلبلے دیکھتا تھا

عاقلے گفتش کہ بگذار اے فتا | جوزہا خود تشنگی آرد ترا
ایک عقلمند نے کہا اے نوجوان رہنے دے | خود اخروٹ تجھے پیاسا کر دیں گے

بیشتر در آب می افتد ثمر[3] | آب در پستی ست از تو دور تر
اکثر پھل پانی میں گرتے ہیں | پانی گہرائی میں تجھ سے دور ہے

بیشتر در آب می افتد ببیں | می برد آبش ترا چہ سُود زیں
دیکھ! اکثر پانی میں گرتے ہیں | ان کو پانی لے جاتا ہے، تجھے اس کیا فائدہ!

تا تو از بالا فرود آئی بزیر | آب جوزت بُردہ باشد اے دلیر
جب تک تو اوپر سے نیچے اُترے گا | اے بہادر! پانی تیرے اخروٹ غائب کر چکا ہوگا

گفت قصدم زیں فشاندن جوز نیست | تیز تر بنگر بریں ظاہر مایست
اُس نے کہا اس جھاڑنے سے میرا مقصود اخروٹ نہیں ہے | غور سے دیکھ، اس ظاہر پر نہ ٹھہر

اُس عقلمند سے کہا کہ میرا مقصد اخروٹ توڑنا نہیں ہے، غور کر مقصد دوسرا ہی ہے۔

---

[1] قوتے۔ اگر سامع میں عالی جذبات ہوتے ہیں تو اُن میں اُبھار پیدا ہوتا ہے اور خیال مجسم اختیار کر لیتا ہے۔ آتشِ عشق۔ عشق کی آگ ان نغموں سے تیزی پکڑ لیتی ہے جس طرح اس پیاسے شخص کی پیاس اُن اخروٹوں کے گرنے سے تیز ہو رہی تھی جو پانی میں گر کر آواز پیدا کر رہے تھے۔ آئندہ حکایت میں مولانا اس کی تفصیل کرتے ہیں۔

[2] حکایت۔ یہ شخص پیاسا تھا پانی گہرے گڑھے میں تھا یہ پانی تک پہنچ نہ سکتا تھا تو اس نے اخروٹ کے درخت پر چڑھ کر اخروٹ توڑ کر پانی میں پھینکنے شروع کر دیئے اخروٹ کے پانی میں گرنے سے جو آواز پیدا ہو رہی تھی پیاسا اس سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ تغول۔ گڑھا۔ جوز۔ اخروٹ۔ حباب۔ بلبلہ۔ جوزہا۔ عاقل اس پیاسے کا منشا نہ سمجھا اور اس نے دیکھ کر اخروٹ پانی میں ضائع ہو رہے ہیں تو کہنے لگا کہ اخروٹوں کا ضائع ہونا تیری خواہش کو بڑھا دے گا۔

[3] ثمر۔ یعنی اخروٹ۔ می برد۔ پانی اُن اخروٹوں کو اپنے اندر لے لیتا ہے۔ آب۔ تیرے اخروٹ پانی کے اندر ڈوب کر غائب ہو جائیں گے۔ گفت۔ اخروٹ پھینکنے والے پیاسے نے

قصدِ من آنست کاید بانگِ آب[1]
میرا مقصد یہ ہے کہ پانی کی آواز آئے
ہم ببینم بر سرِ آب ایں حباب
میں یہ بلبلے بھی پانی پر دیکھوں

تشنہ را خود شغل چہ بُود در جہاں
دنیا میں پیاسے کا خود کیا کام ہوتا ہے!
گرد پائے حوض گشتن جاوداں
ہمیشہ حوض کے چاروں طرف چکر کاٹنا

گردِ جُوی و گردِ آب و بانگِ آب
نہر کے گرد اور پانی کے گرد اور پانی کی آواز کے گرد
ہمچو حاجی طائفِ کعبہ صواب
اُس حاجی کی طرح جو صحیح کعبہ کا طواف کرنے والا ہے

ہمچناں مقصودِ من زیں مثنوی
اسی طرح اِس مثنوی سے میرا مقصد
اے ضیاء الحق حُسام الدیں توئی
اے ضیاء الحق حُسام الدین تو ہی ہے

مثنوی[2] اندر اُصول و ابتدا
مثنوی بنیادوں میں اور ابتدا میں
جُملہ بہرِ تست و بر تُست انتہا
سب تیرے لئے ہے اور تجھ پر ہی (اگلی) انتہا ہے

التجا بر تُست و بر امدادِ تو
تجھ سے اور تیری امداد سے درخواست ہے
تکیہ بر اشفاق و بر اسعادِ تو
تیری مہربانیوں اور مدد پر بھروسہ ہے

مثنوی اندر اُصول و در فروع
مثنوی اصول اور فروع میں
میکند زیرِ لوای تو رُجوع
تیرے جھنڈے کی طرف رجوع کرتی ہے

مثنوی در استواء و در اُفول
مثنوی عروج اور غروب میں
جُملہ آنِ تُست و کردستی قبول
پوری تیری ملکیت ہے اور تو نے قبول کر لیا ہے

در قبولِ تُست عزّ و مُقبِلی
تیرے قبول کر لینے میں عزت اور نصیبہ وری ہے
زانکہ شاہِ جان و سلطانِ دلی
کیونکہ تو جان کا حاکم اور دل کا شاہ ہے

در قبول آرند شاہاں نیک و بد
بادشاہ اچھے اور بُرے کو قبول کر لیتے ہیں
چوں قبول آرند نبُوَد ہیچ رد
جب قبول کر لیتے ہیں پھر کبھی رد نہیں ہوتا

چوں[3] نہالے کاشتی آبش بدہ
جب تو نے پودا لگایا ہے اُس کو پانی دے
چوں کشادش دادہ بکشا گرہ
جب تو نے کشادگی دی ہے، گرہ کھول دے

قصدم از الفاظِ اُو رازِ تو است
میرا مقصد اُس کے الفاظ سے تیرا راز ہے
قصدم از انشاش آوازِ تو است
میرا مقصد اُس کے لکھانے سے تیری آواز ہے

[3] چوں۔ اے حسام الدین جب تم نے مثنوی کا پودا لگایا ہے تو اب اُس کی آبیاری کرتے رہو۔ قصدم۔ میں مثنوی کے الفاظ میں تمہارے راز اور احوال بیان کر رہا ہوں اور اُس کے بولنے میں میری آواز نہیں بلکہ تمہاری آواز کام کر رہی ہے۔

[1] قصدِ من۔ اخروٹ توڑ کر اس لئے پھینک رہا ہوں کہ اس کے گرنے سے پانی کی آواز سُن سکوں اور پانی کے بُلبلوں کو دیکھ سکوں۔ حباب۔ پانی کا بُلبلہ۔ تشنہ۔ پیاسے کا یہی شغل ہوتا ہے کہ وہ حوض کے چکر کاٹے پانی اور نہر کے چکر لگائے اور پانی کی آواز سُنے اور یہ اُس کا گھومنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حاجی کعبہ کا یا مُرید شیخ کا طواف کرتا رہتا ہے۔ ہمچناں جس طرح پیاسے کا مقصود پانی کا طواف اور حاجی کا مقصود کعبہ کا طواف ہے اسی طرح مثنوی سے میرا مقصود اے حُسام الدین تم ہو۔

[2] مثنوی۔ میری یہ مثنوی کی ابتدا اور انتہا اور سب کچھ تمہارے لئے ہے۔ التجا۔ اس میں تمہاری مدد شاملِ حال ہے اور مجھے اس کی تکمیل میں تمہاری مہربانیوں اور امداد پر بھروسہ ہے۔ اصول۔ اصل کی جمع ہے۔ فروع۔ فرع کی جمع ہے، شاخ۔ لوا۔ جھنڈا۔ استوا۔ یعنی سورج کی سی بلندی۔ افول۔ غروب۔ آن۔ ملکیت۔ در قبول۔ اگر تم نے یہ مثنوی پسند کر لی تو میری نصیبہ وری اور عزت افزائی ہوگی کیونکہ تم میرے دل و جان کے سلطان اور شاہ ہو۔ در قبول۔ بڑے لوگ ہر اچھی بری چیز قبول کر لیتے ہیں اور پھر کبھی اس کو رد نہیں کرتے ہیں۔

پیشِ[1] من آوازت آوازِ خداست
میرے نزدیک تیری آواز، خدا کی آواز ہے

عاشق از معشوق حاشا کے جداست
توبہ توبہ، عاشق معشوق سے کب جدا ہے؟

اِتّصالے بے تکیّف بے قیاس
ناقابلِ بیان، عقل میں نہ آنے والا اتّصال ہے

ہست ربُّ النّاس را با جانِ ناس
لوگوں کے ربّ کا لوگوں کی جان سے

لیک گفتم ناس من نسناس نے
لیکن میں نے انسان کہا ہے، بَن مانس نہیں کہا،

ناس غیرِ جانِ جاں اِشناس نے
انسان، جان کی جان کو پہچاننے والے کے علاوہ نہیں ہے،

ناس[2] مردم باشد و کو مردمے
انسان، انسان ہوتا ہے لیکن انسان کہاں ہے؟

تو سرِ مردم ندیدستی دمے
تو نے تھوڑی دیر کیلئے بھی انسان کا راز نہیں دیکھا ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ خواندۂ
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" تو نے پڑھا ہے

لیک جسمی در تجزّی ماندۂ
لیکن تو ایک مجسّمہ ہے، اُلجھن میں پھنسا رہگیا ہے

مُلکِ جسمت را چو بلقیس اے غبی
اے بیوقوف اپنے جسم کے مُلک کو بلقیس کی طرح

ترک کُن بہرِ سلیمانِ نبی
سلیمانؑ نبی کے لئے چھوڑ دے

میکنم لاحول نے از گفتِ خویش
میں لاحول پڑھتا ہوں (لیکن)، اپنی گفتگو پر نہیں

بلکہ از وسواسِ آں اندیشہ کیش
بلکہ شبہ کرنے والے کے وسوسہ پر

کو خیالے می کُند در گفتِ من
کیونکہ وہ میری گفتگو پر خیالات لارہا ہے

در دل از وسواس و اِنکارات و ظن
دل میں، وسوسوں اور انکاریوں اور بدگمانی کے

می کُنم لاحول یعنی چارہ[3] نیست
میں لاحول پڑھتا ہوں یعنی کوئی علاج نہیں ہے

چوں ترا در دل بضدّم گفتنی ست
جبکہ تیرے دل میں میرے خلاف باتیں ہیں

چونکہ گفتِ من گرفتت در گلو
چونکہ میری گفتگو تیرے گلے میں پھنس گئی ہے

من خمُش کردم تو آں را خود بگو
میں چُپ ہو گیا تو اسکو خود کہہ

دربیانِ نائی کہ از مقعدش بادے بجست نے را بر زمیں نہاد
اُس نے نواز کے بیان میں جس کی مقعد سے گوز نکلا اُس نے بانسری زمین

کہ اگر تو از من بہتر می زنی بگیر
پر رکھ دی کہ اگر تو مجھ سے بہتر بجانا جانتی ہے تو لے

---

[1] پیشِ من۔ یہ آواز اگرچہ تمہارے حلقوم سے نکل رہی ہے لیکن یہ دراصل خدائی آواز ہے تم عاشقِ خدا ہو لہٰذا خدا سے کب جُدا ہو۔ اِتّصالے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں سے وہ اِتّصال ہے جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے اور وہ اِتّصال کسی قیاس میں نہیں آسکتا ہے۔ لیک۔ یہ خدائی اِتّصال انسانوں کے ساتھ ہے بَن مانسوں کے ساتھ نہیں اور انسان وہی ہے جو اپنے خالق کو پہچان لے۔

[2] ناس۔ بہت سے انسان بشکلِ انسان ہیں لیکن اُن میں انسانیت نہیں ہے۔ مَا رَمَیْتَ۔ جنگ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مُٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ مبہوت ہو گئے قرآن پاک نے اُس کے بارے میں فرمایا وہ خاک تم نے نہیں پھینکی ہم نے پھینکی یہ وہ اِتّصال ہے جو میں سمجھا رہا ہوں لیک جسمی۔ لیکن تو صرف جسم بلا روح ہے اور مرتبۂ یقین کو نہیں پہنچ سکا ہے۔ مُلک۔ تو اپنے جسم کی سلطنت کو اسی طرح خیرباد کہہ دے جس طرح بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کی خاطر سلطنت کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ میکنم۔ یہاں آکر مولانا کو مثنوی کے معترضین کا خیال آگیا فرماتے ہیں میں اپنی گفتگو پر لاحول نہیں پڑھتا ہوں بلکہ اُن لوگوں پر پڑھتا ہوں جن کے دلوں میں مثنوی کا انکار اور اُسکے متعلق بدگمانیاں ہیں ـــــ

[3] چارہ نیست جبکہ مخالفت کی ٹھان لی ہے تو بجز لاحول کے اور کوئی تدبیر نہیں ہے چونکہ۔ اچھا اگر میری گفتگو تم لوگوں کے گلے سے نہیں اُترتی ہے تو تم ہی جیسی مثنوی کہو۔ پھر ایک قصّہ سناتے ہیں کہ ایک نے نواز کا نے بجاتے ہوئے گوز خارج ہو گیا تو اُسنے بانسری اپنی مقعد کے حوالہ کر دی اور کہا کہ اگر

آں یکے نائی کہ خوش نے میزدست — ناگہاں از مقعدش بادے بجست
ایک بانسری بجانے والا جو اچھی بانسری بجاتا تھا — اچانک اُس کی مقعد سے گوز خارج ہوگیا

نائے رابر کون نہاد اُو کہ زمن — گر تو بہتر می زنی بستاں بزن
اُس نے بانسری مقعد پر رکھدی کہ مجھ سے — اگر تو بہتر بجاتی ہے لے لے (اور) بجا

دربیانِ تحمّل کردن از ہر بے ادبے و طریقِ رفق و مدارات سپردن

ہر بے ادب کی برداشت اور نرمی اور خاطر تواضع کی راہ اختیار کرنے کا بیان

اے مسلماں خود ادب اندر طلب — نیست اِلّا حمل از ہر بے ادب
اے مسلمان! راہِ طلب میں خود ادب — نہیں ہے، ہر بے ادب کو برداشت کرنیکے علاوہ

ہر کرا بینی شکایت می کند — کاں فلاں کس راست طبع و خوی بد
ہر جسے دیکھے کہ وہ شکایت کرتا ہے — کہ فلاں شخص کی طبیعت اور عادت بُری ہے

ایں شکایت گو بداں کہ بد خو یست — کہ مر آں بد خوی رااُو بد گو یست
یہ شکایت والا سمجھ لے کہ خود بد عادت ہے — کیونکہ وہ اُس بد خو کی بدگوئی کرتا ہے

زانکہ خوشخو آں بُود کو در خمول[2] — باشد از بد خوی و بد طبعاں حمول
کیونکہ اچھی عادت والا وہ ہے جو گوشۂ تنہائی میں — بد عادت اور بد طبیعت والوں کی برداشت کرنیوالا ہو

لیک در شیخ آں گلہ زامرِ خداست — نے پئے خشم و ممارات و ہواست
لیکن شیخ کا یہ شکوہ خدا کے حکم سے ہے — نہ کہ غصہ اور لڑائی اور خواہشِ نفسانی کی وجہ سے

آں شکایت نیست ہست اصلاحِ جاں — چوں شکایت کردنِ پیغمبراں
یہ شکوہ نہیں ہے، روح کی اصلاح ہے — جیساکہ پیغمبروں کا شکوہ کرنا

ناحمولی[3] انبیا از امر داں — ورنہ حمّال ست بدرا حلم شاں
نبیوں کی عدم برداشت حکم سے سمجھ — ورنہ اُن کی بُردباری بُرے کو برداشت کرنیوالی ہے

طبع را کُشتند در حملِ بدی — ناحمولی گر بُود ہست ایزدی
انھوں نے بُرائی کے برداشت کرنے میں طبیعت کو مار ڈالا ہے — اگر عدم برداشت ہے تو خدائی ہے

اے سلیمانؑ درمیانِ زاغ و باز — حلمِ حق شو باہمہ مُرغاں بساز
اے سلیمانؑ! کوے اور باز میں — اللہ (تعالیٰ) کا حلم بنجا، تمام پرندوں سے نبھا

بُلبلِ بسیار گورا پر مکن — باز را و کبک رابرہم مزن
بہت بولنے والی بُلبل کے پَر نہ نوچ — باز اور چکور کو نہ پٹخ

---

۱ نائی۔ بانسری بجانے والا۔ باد یعنی گوز۔ کون۔ مبرز۔ تحمّل۔ برداشت۔ مدارات خاطر تواضع۔ اے مسلماں۔ چونکہ مثنوی کے شعر نمبر نے راہِ بے ادبی اختیار کی ہے یہ برداشت کا مضمون شروع کیا ہے۔ طلب یعنی ایک طالب اور سالک کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر بدگوئی کو برداشت کرے۔ ہر کرا جسکو تو دیکھے کہ وہ دوسرے کی بُرائی اور شکایت کر رہا ہے تو سمجھ لے کہ وہ خود بد عادت ہے کیونکہ بدگوئی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ خوشخو۔ جس کی عادت تو اس شخص کی ہے جو بُروں کو برداشت کرلے۔

۲ خمول۔ گمنامی۔ حمول۔ برداشت کرنیوالا۔ لیک۔ شیخ بھی مُرید کا شکوہ کرتا ہے لیکن اُس کا شکوہ لڑائی دنگے اور نفس کے تقاضے کی بنیاد پر نہیں ہوتا ہے بلکہ خداوندی حکم سے مُرید کی اصلاح کیلئے ہوتا ہے اور شیخ کا شکوہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انبیاء نے قوموں کا شکوہ کیا ہے۔

۳ ناحمولی۔ انبیاء کا غصہ اور شکوہ خداوندی حکم سے ہوتا ہے۔ طبع را۔ وہ تو نفسِ امّارہ کو مار چکے ہیں لہٰذا اُن کا غصہ نفس کی وجہ سے نہیں ہے حکمِ ایزدی سے ہوتا ہے۔ سلیماں۔ یعنی شیخ حضرت سلیمانؑ چونکہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے اسلئے اُس مناسبت سے اچھے اور بُرے انسانوں کو پرندوں کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔ زاغ و باز یعنی اچھے اور بُرے انسان۔ بلبل۔ پُر گو

انسان کو ہمیشہ

اے دو صد[1] بلقیس حلمت را زبوں — کاھد قومی انھم لا یعلمون

اے وہ کہ دو سو بلقیس تیری بُردباری کے مقابلہ میں ہیچ ہیں — کیونکہ میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ نہیں سمجھتی ہے

تہدید فرستادن سلیمانؑ پیش بلقیس کہ اصرار میندیش بر شرک و تاخیر مکن در ہجرت بہر ایمان

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کی جانب دھمکی بھیجنا کہ شرک پر اصرار نہ کر اور ایمان لانے کے لئے وطن چھوڑنے میں تاخیر نہ کر

ہیں بیا بلقیس ورنہ بد شود — لشکرت خصمت شود مرتد شود

خبردار! بلقیس آجا، ورنہ بُرا ہوگا — تیرا لشکر تیرا دشمن ہو جائیگا، باغی ہو جائے گا

پردہ دار تو درت را برکند — جان تو با تو بجان خصمی کند

تیرا پہرے دار تیرا دروازہ اُکھاڑ دے گا — تیری جان، جان (و دل) سے تجھ سے دشمنی کریگی

جملہ ذرات زمین و آسماں — لشکر حق اند گاہِ امتحاں

زمین اور آسمان کے سارے ذرّے — آزمائش کے وقت اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں

باد[2] را دیدی کہ با عاد آں چہ کرد — آب را دیدی کہ در طوفاں چہ کرد

تونے ہوا کو دیکھا اُس نے (قوم) عاد کیساتھ کیا کیا؟ — تونے پانی کو دیکھا اُس نے طوفان نوح میں کیا کیا؟

آنچہ بر فرعون زد آں بحر کیں — وانچہ با قاروں نمودست ایں زمیں

جو اُس غضب کے دریا نے فرعون پر جو حملہ کیا — اور وہ جو اس زمین نے قارون کو دکھایا

وانچہ آں بابیل با آں پیل کرد — وانچہ پشہ کلّہ نمرود خورد

اور وہ جو ابابیل نے اُس ہاتھی کے ساتھ کیا — اور وہ جو مچھر نے نمرود کی کھوپڑی کھائی

وانکہ سنگ انداخت داؤدؑ بدست — گشت سہ صد پارہ و لشکر شکست

اور وہ کہ (حضرت) داؤدؑ نے ہاتھ سے پتھر پھینکا — تین سو ٹکڑے ہو گیا اور لشکر کو شکست دیدی

سنگ[3] می بارید بر اعدائے لوطؑ — تا کہ در آب سیاہ خوردند غوط

(حضرت) لوطؑ کے دشمنوں پر پتھر برستے تھے — حتیٰ کہ انھوں نے کالے پانی میں غوطہ کھایا

ما بگویم از جمادات جہاں — عاقلانہ یاریٔ پیغمبراں

(اگر) میں دنیا کی بے جان چیزوں کے بارے میں بتا دُوں — سمجھداری کے ساتھ پیغمبروں کی مدد

---

[1] دو صد بلقیس۔ یعنی وہ مریدین جو ابھی راہِ سلوک پر نہیں لگے ہیں۔ اِہْدِ۔ جس وقت جنگِ اُحد میں آنحضورؐ کو مشرکین نے زخمی کر دیا تو آپؐ نے یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ میرے مرتبہ کو نہیں جانتے ہیں۔ تہدید۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو پیغام بھیجا کہ جلد آ کر مسلمان ہو جا ورنہ خرابی پیدا ہو جائیگی۔ لشکرت۔ یعنی تیرا لشکر خود تیرا دشمن ہو جائیگا۔ مرتد۔ یعنی اطاعت سے پھر جائیگا۔ پردہ دار۔ چوکیدار خود دروازہ توڑ دیگا۔ جانِ تو۔ تیری جان خود تیری دشمن ہو جائیگی۔ جملہ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کا دشمن ہو جاتا ہے۔

[2] باد۔ قرآن میں ہے۔ اَمَّا عَادٌ فَاُھْلِکُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ قومِ عاد آندھی سے ہلاک کر دی گئی۔ آب۔ قرآن میں ہے۔ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اُنکو ہم نے پانی میں ڈبو دیا۔ فرعون۔ قرآن میں ہے فَغَشِیَھُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَھُمْ پس اُن کو سمندر نے ڈھانپ لیا۔ قارون۔ قرآن میں ہے فَخَسَفْنَا بِہٖ وَبِدَارِہِ الْاَرْضَ ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ بابیل۔ قرآن پاک میں ہے فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ۔ داؤد۔ حضرت داؤدؑ نے تین پتھر دشمنوں کی طرف پھینکے تو اُنکے صد ہا ٹکڑے ہو کر دشمنوں کے لگے اور وہ ہلاک ہو گئے

[3] سنگ۔ قوم لوطؑ سنگسار کی گئی قرآن پاک میں ہے لِنُرْسِلَ عَلَیْھِمْ حِجَارَۃً مِّنْ طِیْنٍ تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں۔ ما بگویم۔ اگر تشریح کیجائے کہ جمادات نے انبیاء کی کیا کیا مدد کی ہو تو مثنوی کی ضخامت پالیس اونٹوں کے بوجھ کی ہو جائیگی۔

مثنوی چنداں شود کہ چل شتر ۔۔۔ گر کشد عاجز شود از بار پُر
مثنوی اس قدر ہو جائے گی کہ چالیس اونٹ ۔۔۔ اگر اٹھائیں پورے بوجھ سے عاجز ہو جائیں گے

دستِ[1] بر کافر گواہی می دہد ۔۔۔ لشکرِ حق می شود سر می نہد
ہاتھ، کافر کے خلاف گواہی دے دیتا ہے ۔۔۔ اللہ کا لشکر بن جاتا ہے، اطاعت کرتا ہے

اے نمودہ ضدِّ حق در فعل و درس ۔۔۔ در میانِ لشکرِ اُوئی بترس
اے قول و فعل میں اللہ کی مخالفت کرنے والے ۔۔۔ تو اُس کے لشکر کے درمیان ہے، خوف کھا

جزوِ[2] جزوت لشکرِ حق در وفاق ۔۔۔ مر ترا اکنوں مطیع اند از نفاق
تیرا جوڑ جوڑ بالاتفاق اللہ کا لشکر ہے ۔۔۔ اب نفاق سے تیرے فرمانبردار ہیں

گر بگوید چشم را کو را فشار ۔۔۔ دردِ چشم از تو برآرد صد دمار
اگر وہ آنکھ کو کہہ دے کہ اُس کو تنگ کر ۔۔۔ آنکھ کا درد تیری سو ہلاکتیں پیدا کر دے گا

ور بدنداں گوید اُو بنما وبال ۔۔۔ پس بہ بینی تو ز دنداں گوشمال
اگر وہ دانتوں کو کہہ دے کہ تکلیف پہنچاؤ ۔۔۔ تو تُو دانتوں سے سزا پائے گا

باز کُن طب را بخواں بابُ العلل ۔۔۔ تا بہ بینی لشکرِ تن را عمل
طب کو کھول بیماریوں کا باب پڑھ لے ۔۔۔ تاکہ تو جسم کے لشکر کا عمل دیکھ لے

چونکہ جانِ جانِ ہر چیزے وَ لیست ۔۔۔ دشمنی با جانِ جاں آساں کی ست
چونکہ ہر چیز کی جان کی جان وہی ہے ۔۔۔ جان کی جان کے ساتھ دشمنی کب آسان ہے؟

خود رہا کُن لشکرِ دیو و پری ۔۔۔ کز میانِ جاں کُنندم صفدری
دیو اور پری کے لشکر کو جانے دے ۔۔۔ کیونکہ جان کے اندر سے میری جانب سے صف شکنی کر دیتے ہیں

مُلک[3] را بگذار بلقیس از نخست ۔۔۔ چوں مرا یابی ہمہ مُلک آنِ تست
اے بلقیس! پہلے سلطنت کو چھوڑ دے ۔۔۔ جب تو مجھے حاصل کرے گی سب مُلک تیری ملکیت ہیں

خود بدانی چوں برِ من آمدی ۔۔۔ کہ تو بے من نقشِ گرمابہ بُدی
جب تو میرے پاس آ جائے گی خود جان لیگی ۔۔۔ کہ تو میرے بغیر حمام کی تصویر تھی

نقش اگر خود نقشِ سلطاں یا غنی ست ۔۔۔ صورتست از جانِ خود بے چاشنی ست
تصویر خواہ بادشاہ کی ہے یا مالدار کی ۔۔۔ تصویر ہے، اپنی جان سے بے لذت ہے

زینتِ اُو از برائے دیگراں ۔۔۔ باز کردہ بیہدہ چشم و دہاں
اُس کی رونق دوسروں کے لئے ہے ۔۔۔ خواہ مخواہ اُس نے آنکھ اور منہ کھول رکھا ہے

---

[1] دست۔ قرآن میں ہے وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ "اور اُنکے ہاتھ ہم سے کلام کرینگے اور اُنکے پاؤں گواہی دینگے اُن کاموں کی جو انھوں نے کیے۔" اے نمودہ۔ اللہ تعالٰے کے مخالف کو ڈرنا چاہیے وہ اُسکی کائنات کے لشکروں میں گھرا ہوا ہے۔ درس یعنی قول۔

[2] جزو۔ انسان کا ہر ہر جزو اللہ کا لشکر ہے فی الحال نفاق سے منکروں کا ساتھ دے رہا ہے۔ دمار۔ ہلاکت۔ دنداں۔ دانتوں کا درد انسان کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ باب العلل۔ طب کی کتابوں کا وہ باب جس میں بیماریوں کا ذکر ہے اُس سے معلوم ہو جائیگا کہ انسان کے بدن میں کسقدر امراض چھپے ہوئے ہیں۔ دشمنی۔ جان کی جان سے دشمنی آسان نہیں ہے۔ خود۔ اللہ کے بیرونی لشکروں کے ذکر کو چھوڑ دو خود انسان کے اندر ایسے امراض ہیں جو مخالفوں کے صف شکن ہیں۔

[3] مُلک را۔ بلقیس کو خطاب ہے کہ ظاہری سلطنت کو چھوڑ کر آ جا جب تو ایمان لے آئے گی تمام کائنات تیری محکوم ہو گی۔ نقشِ گرمابہ۔ حماموں میں تصویریں بنانے کا رواج تھا جو بے جان ہوتی ہیں۔ نقش۔ تصویر خواہ شاہ کی ہو یا مالدار کی، بہرحال بے جان چیز ہے۔

۱اے تو در پیکار خود را باختہ — دیگراں را تو ز خود نشناختہ

خبردار! تو نے اپنے آپ کو جنگ و جدل میں مصروف کر رکھا ہے — تو دوسروں کو اپنے آپ سے (جدا کر کے) نہیں پہچانتا ہے

تو بہر صورت کہ آئی بیستی — کہ منم ایں واللہ آں تو نیستی

تو جس صورت میں ہوتا ہے، جم جاتا ہے — کہ میں یہ ہوں، خدا کی قسم تو وہ نہیں ہے

یک زماں تنہا بمانی تو ز خلق — در غم و اندیشہ مانی تا بحلق

(اگر) تو مخلوق سے تھوڑی دیر کے لئے اکیلا رہ جائے — غم اور فکر میں گلے تک رہ جائے

ایں تو کے باشی کہ تو آں اوحدی — کہ خوش و زیبا و سرمست خودی

تو یہ کب ہے؟ کیونکہ تو وہ (مظہر) وحدت ہے — جو اچھا اور حسین اور اپنے آپ کا عاشق ہے

۲مرغ خویشی صید خویشی دام خویش — صدر خویشی فرش خویشی بام خویش

تو اپنا پرندہ ہے، تو اپنا شکار ہے، تو اپنا جال ہے — تو اپنا صدر ہے تو اپنا فرش ہے تو اپنا بالاخانہ ہے

جوہر آں باشد کہ قائم با خودست — واں عرض باشد کہ فرع او شدست

جوہر تو وہی ہے جو خود قائم ہو — جو اس کی فرع ہے، وہ عرض ہوتا ہے

گر تو آدم زادۂ چوں او نشیں — جملہ ذرات را در خود ببیں

اگر تو آدمؑ کی اولاد ہے، اس کی طرح بیٹھ — تمام ذروں کو اپنے اندر دیکھ

۳چیست اندر خم کہ اندر نہر نیست — چیست اندر خانہ کاندر شہر نیست

مٹکے میں کیا ہے جو نہر میں نہیں ہے؟ — گھر میں کیا ہے جو شہر میں نہیں ہے؟

ایں جہاں خم ست و دل چوں جوئے آب — ایں جہاں حجرہ است و دل شہر عجاب

یہ دنیا مٹکا ہے اور دل پانی کی نہر کی طرح ہے — یہ دنیا حجرہ ہے اور دل عجائب کا شہر ہے

پیدا کردنِ سلیمانؑ بلقیس را کہ خالصاً لامر اللہ ست جہد در

(حضرت) سلیمانؑ کا بلقیس پر واضح کرنا کہ تیرے ایمان کے بارے میں کوشش خالصۃً اللہ کے

ایمانِ تو یکذرہ غرضے نیست مرا نہ در نقش تو و نہ در حسن تو و نہ در

حکم سے ہے میری ایک ذرہ غرض نہیں ہے نہ تیرے نقش و نگار میں نہ تیرے حسن میں اور نہ تیری

ملک تو خود بینی چوں چشم جانت باز شود بنور اللہ تعالیٰ کہ بے غرضی ست

سلطنت میں، جب تیری روح کی آنکھ اللہ کے نور سے کھلے گی تو خود جان لے گی کہ بے غرضی سے ہے

کچھ عالم میں ہے وہ قلبِ انسانی میں اس کی وسعت کی وجہ سے بدرجۂ اولیٰ ہے انسان عالمِ کبیر ہے اور دنیا عالمِ صغیر ہے۔ پیدا کردن۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس پر واضح کیا کہ اس کو طلب کرنے میں ان کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے محض لوجہ اللہ اس کو طلب کر رہے ہیں۔

۱ اے تو۔ انسان اپنے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا رہتا ہے اور دوسروں سے اپنے آپ کو ممتاز سمجھنے لگتا ہے حالانکہ اس کے وہ تصورات بالکل خلاف واقعہ ہوتے ہیں۔ یک زماں۔ انسان اپنے آپ کو مقرب بارگاہ اور مخلوق کو دور سمجھتا ہے لیکن ذرا تھوڑی دیر کیلئے مخلوق سے علیحدہ ہو کر دیکھے پھر اسکو معلوم ہو جائیگا کہ مخلوق سے اس کو کیسا انس ہے۔ ایں تو یعنی تو نے یہ سمجھا ہے کہ تو عابد اور وہ معبود ہے اور دونوں جدا گانہ چیزیں ہیں یہ غلط خیال ہے۔ اوحدی۔ تو ذاتِ باری کا مظہر ہے اور حق تعالیٰ اپنی وحدت کے ساتھ تجھ میں ظاہر ہے اور ان مظاہر اور تعینات کی کثرت اس کی وحدت کے منافی نہیں ہے۔

۲ مرغ خویشی۔ ؎
خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ
خود بر سر آں کوزہ خریدار برآمد

جوہر۔ حضرت حق تعالیٰ قائم بنفسہٖ ہے وہی عین موجود ہے باقی موجودات اس کی شئون ہیں جو اس کے ساتھ قائم ہیں۔ آدمؑ۔ حضرت آدمؑ تمام ذراتِ عالم کو اپنی ذات میں مشاہدہ کرتے تھے کیونکہ ان کی حقیقت تمام حقائقِ الٰہیہ اور کونیہ کی جامع تھی ان کی اولاد کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

۳ چیست۔ اس شعر میں عالم کو خم اور خانہ سے تعبیر کیا ہے اور قلبِ انسانی کو نہر اور شہر سے تعبیر کیا ہے یعنی جو

ہیں بیا کہ من رسولم دعوتی[1]
چوں اجل شہوت کُشم نے شہوتی

خبردار! آجا کیونکہ میں دعوت دینے والا رسول ہوں
موت کیطرح میں شہوت کو مار ڈالتا ہوں شہوت والا نہیں ہوں

ور بُود شہوت امیرِ شہوتم
نے اسیرِ شہوت و رُوی بُتم

اور اگر شہوت ہو تو میں شہوت پر حکمراں ہوں
نہ کہ شہوت اور بُت کے چہرے کا قیدی

بت شکن بُود است اصلِ اصلِ ما
چوں خلیلِ حق و جملہ انبیا

ہماری اصل کی اصل بُت شکن تھی
مثلاً خلیل اللہ اور تمام نبی

گر در آیم از رہے در بتکدہ
بُت سجود آرد مرا در معبدہ

اگر میں کسی راستے بُتخانہ میں جاؤں
عبادت خانہ میں بُت مجھے سجدہ کریں

احمدؐ و بُوجہل در بُتخانہ رفت
زیں شدن تا آں شدن فرقیست زفت

محمدؐ اور ابوجہل بُت خانہ میں گئے
اِس جانے میں اور اُس جانے میں بھاری فرق ہے

ایں در آمد سر نہند اُورا بُتاں
آں در آید سر نہد چوں اُمتاں

یہ اندر آئے، بُتوں نے اُن کے سامنے سر رکھ دیا
وہ آتا ہے تو اُمتیوں کی طرح سر رکھ دیتا ہے

ایں جہانِ[2] شہوتی بُتخانہ ایست
انبیا و کافراں را لانہ ایست

یہ شہوت کی دنیا ایک بُت خانہ ہے
نبیوں اور کافروں کا گھونسلا ہے

لیک شہوت بندۂ پاکاں بُود
زر نسوزد زانکہ نقدِ کاں بُود

لیکن شہوت پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے
سونا نہیں جلتا کیونکہ وہ کان کا خالص ہوتا ہے

کافراں قلب اند و پاکاں ہمچو زر
اندریں بُوتہ درند ایں دو نفر

کافر کھوٹے ہیں اور پاک لوگ سونے کی طرح ہیں
دونوں شخص اِس بھٹی میں ہیں

قلب[3] چوں آمد سیہ شد در زماں
زر در آمد شد زریِ اُو عیاں

کھوٹا جب داخل ہوا فوراً کالا ہوگیا
سونا داخل ہوا اُس کا سونا پن واضح ہوگیا

دست و پا انداخت اندر بُوتہ زر
در رُخِ آتش ہمی خندد چو خور

سونے نے ہاتھ پاؤں کٹھالی میں ڈالے
وہ سورج کی طرح آگ کے سامنے ہنستا ہے

جسمِ ما روپوش باشد در جہاں
ما چو دریا زیرِ ایں کہ در نہاں

دنیا میں ہمارا جسم پردہ ہے
ہم اِس گھاس کے نیچے دریا کی طرح پوشیدہ ہیں

شاہِ دیں را منگر اے نادان بطیں
کیں نظر کردہ است ابلیسِ لعیں

اے بیوقوف! دین کے شاہ کو مٹی کا نہ سمجھ
کیونکہ یہ نظر ملعون شیطان نے کی ہے

---

[1] دعوتی۔ یعنی میں ایسا رسول ہوں جو لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دے۔ اجل تر قاطعِ شہوت ہے۔ نے شہوتی۔ میں شہوت کی بنیاد پر تجھے آنے کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ ور بُود۔ رسول میں اگرچہ بوجہ بشریت کی شہوت ہوتی ہے لیکن وہ شہوت سے مغلوب نہیں ہوتا ہے بلکہ شہوت پر غالب رہتا ہے۔ روی بتم یعنی میں کسی حسین کی محبت کا قیدی نہیں ہوں۔ بت شکن حضرت خلیلؑ اور دوسرے نبیوں کا کام بُت شکنی تھا۔ گر در آیم۔ رسول اگر بُت کدہ میں جاتا ہے تو بُت سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ احمد۔ آنحضورؐ خانہ کعبہ میں گئے تو بُت سرنگوں ہوگئے ابوجہل جاتا تھا تو خود اُن کے سامنے سرنگوں ہوتا تھا۔

[2] ایں جہاں۔ دنیا شہوت کا گھر ہے اور نبی اور کافر دونوں اُس میں مقیم ہیں۔ لیک۔ شہوت، پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے ان کی مثال سونے کی سی ہے سونا بھٹی میں جاکر اور کھرا بنجاتا ہے۔ کافراں۔ کافروں کی مثال ملمع شدہ چیز کی سی ہے جو بھٹی میں جاکر کالی اور رسوا ہو جاتی ہے۔

[3] قلب۔ کھرا امتحان میں پڑ کر اور کھرا بنجاتا ہے کھوٹے کا کھوٹ پن نمایاں ہو جاتا ہے۔ بُوتہ۔ سنار کی کٹھالی۔ خور۔ خورشید۔ جسم۔ نبیوں کو مادی جسم اُن کا حجاب بن جاتا ہے۔ شاہِ دیں۔ مومن کا کام نبیوں کی روحانی طاقت کو دیکھنا ہے۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے مٹی کے جسم کو دیکھا تو ان کا منکر بن گیا۔

گے تواں اندود ایں خورشید را — با کفے گِل تو بگو آخر مرا

اِس سورج کو کہاں لیپا جا سکتا ہے؟ — ایک مُٹھی مٹی سے، آخر تو مجھے بتا

گر بریزی خاک و صد خاکسترش — بر سرِ نورِ اُو برآید سر ِ ش

اگر تو اُس پر مٹی اور سَو را کھیں ڈالے — اُس کے نور پر وہ نور اُس خاک کے اوپر آ جائیگا

کہ کہ باشد کو بپوشد روی آب — طین کہ باشد کو بپوشد آفتاب

تنکا کیا ہوتا ہے کہ پانی کا چہرہ چھپائے؟ — مٹی کیا ہوتی ہے کہ سورج کو چھپائے؟

خیز بلقیسا چو ادہمؒ شاہ وار — دُود ازیں مُلکِ دو سہ روزہ بر آر

اے بلقیس! شاہ ادہمؒ کی طرح اُٹھ کھڑی ہو — اس دو تین روز کی حکومت میں سے دھواں اُٹھادے

باز گو احوالِ ابراہیمؒ زود — ترکِ مُلکش را بگو مُوجب چہ بود

ابراہیمؒ کے احوال پھر جلد کہہ — بتا اُن کے سلطنت چھوڑنے کا کیا سبب تھا؟

بقیہ قصہ سُلطان ابراہیم ادہم روّح اللہ رُوحہ

حضرت شاہ ابراہیم ادہمؒ کے قصہ کا بقیہ خدا اُن کی روح کو تازہ کرے

برسرِ تختے شنید آں نیک نام — طقطقے و ہای ہُوئی شب ز بام

اُس نیک نام نے تخت پر سے سُنا — رات کو بالاخانہ پر کھٹکا اور شور و غل

گامہائے تُند بر بامِ سرا — گفت با خود اینچنیں زُہرہ کرا

محل کی چھت پر بھاری قدم — دل میں کہا، ایسا پتہ کس کا ہے؟

بانگ زد بر روزنِ قصر او کہ کیست — ایں نباشد آدمی مانا پری ست

انھوں نے محل کی کھڑکی پر پکارا کون ہے؟ — یہ یقیناً کوئی انسان نہیں ہے بھوت ہے

سر فرو کردند قومے بوالعجب — ما ہمی گردیم شب بہرِ طلب

کچھ عجیب لوگوں نے سر نیچے کر کے (کہا) — ہم رات میں تلاش میں پھر رہے ہیں

ہیں چہ می جُوئید؟ گفتند اشتراں — گفت اُشتر بام بر کہ جُست ہاں

ہیں کیا تلاش کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا اونٹ — اُن (ابراہیم ادہمؒ) نے کہا ہیں اونٹ کو چھت پر کس ڈھونڈا؟

پس بگفتندش کہ تو بر تخت و جاہ — چوں ہمی جوئی ملاقاتِ اِلٰہ

پھر انھوں نے اُنسے کہا آپ تخت اور رتبہ میں — اللہ تعالیٰ کی ملاقات کیوں تلاش کر رہے ہیں؟

خود ہماں بُد دیگر اُو را کس ندید — چوں پری از آدمی شد ناپدید

یہ واقعہ ہوا، پھر آپ کو کسی نے نہ دیکھا — پری کی طرح انسانوں سے غائب ہو گئے

---

۱ گے تواں ـ انبیاء کی روحانی طاقت اور اوصاف خاکی جسم میں نہیں چھپ سکتے ہیں ـ گر بریزی ـ سورج پر خاک ڈالنے سے وہ نہیں چھپ سکتا ـ کہ ـ دریا کی سطح پر اگر گھاس آجائے تو دریا کب چھپ سکتا ہے ـ خیز بلقیسا ـ مولانا کا بلقیس کو خطاب ہے کہ ابراہیم ادہمؒ کی طرح تو بھی مُلک اور سلطنت کو خیر باد کہہ دے ـ دُود ـ یعنی اِس دنیاوی سلطنت کو پھونک ڈال ـ

۲ بر سرِ ـ حضرت ابراہیم ادہمؒ رات کے وقت اپنے تختِ شاہی پر سو رہے تھے کہ چھت پر سے چلنے پھرنے کی آوازیں آئیں ـ طقطق ـ کھٹ کھٹ ـ بامِ سرا ـ قلعہ کا بالاخانہ ـ زُہرہ ـ پِتّہ، ہمت ـ روزنِ قصر ـ کھڑکی ـ مانا پری ست ـ انسان کی تو یہ مجال نہیں کہ شاہی بالاخانہ پر رات میں چڑھ آئے یقیناً کوئی بھوت پریت ہے ـ

۳ سر فرو ـ اوپر سے اُن لوگوں نے جھانک کر کہا ہم تلاش میں پھر رہے ہیں ـ ہیں ـ حضرت ابراہیمؒ نے کہا کیا ڈھونڈ رہے ہو انھوں نے کہا اونٹ ڈھونڈ رہے ہیں ـ کہ جُست ـ یعنی اونٹ کو بالاخانہ پر آج تک کسی نے نہیں تلاش کیا ہے ـ پس ـ اُن لوگوں نے حضرت ابراہیمؒ سے کہا کہ اگر اونٹ چھت پر تلاش کرنا غلط ہے تو خدا کو تخت و تاج پر تلاش کرنا کونسی دُرست بات ہے ـ خود ہماں ـ بس اس واقعہ کے بعد انکے حالات بدل گئے اور دوسروں کی نظروں سے غائب ہوگئے

۱ مَغنیش پنہاں و اُو در پیشِ خَلق — خَلق کے بینند غیرِ ریش و دَلق
اُن کا باطن پوشیدہ تھا اور وہ لوگوں کے سامنے تھے — لوگ داڑھی اور گدڑی کے سوا کب دیکھتے ہیں؟

چوں زِ چشمِ خویش و خَلقاں دُور شُد — ہمچو عنقا در جہاں مشہور شُد
جب وہ اپنی اور لوگوں کی نگاہ سے دُور ہو گئے — عنقا کی طرح دنیا میں مشہور ہو گئے

جانِ سیمرغے کہ آمد سُوئے قاف — جُملۂ عالم ازو لافند لاف
سیمرغ کی جان جو (کوہ) قاف کی طرف چلی آئی — تمام لوگ اناپ شناپ اُسکی باتیں کرتے ہیں

چوں رسید اندر سبا ایں نورِ شرق — غُلغلے افتاد در بلقیس و خَلق
یہ مشرق کی روشنی جب سبا میں پہنچی — لوگوں اور بلقیس میں شور مچ گیا

رُوحہائے مُردہ جُملہ پَر زدند — مُردگاں از گورِ تن سَر بر زدند
سب مُردہ روحیں اُڑنے لگیں — مُردوں نے جسم کی قبر سے سر اُبھارا

۲ یکدِگر را مُژدہ می دادند ہاں — نک ندائے می رسد از آسماں
ایک دوسرے کو خوشخبری دیتا تھا کہ ہاں — یہ آواز آسمان سے آ رہی ہے

زاں ندا دینہا ہمی گردند گبز — شاخ و برگِ دل ہمی گردند سبز
اِس آواز سے سب دین قوی ہوتے ہیں — دل کی شاخ اور پتّے سبز ہو جاتے ہیں

از سلیمانؑ آں نفس چوں نفخِ صُور — مُردگاں را وا رہانید از قبور
حضرت سلیمانؑ کے اُس سانس نے صور پھونکنے کی طرح — مُردوں کو قبروں سے رہائی دے دی

مر تُرا بادا سعادت بعد ازیں — ایں گذشت وَاللہُ اَعلَمُ بِالیَقِیں
اِس کے بعد تیرے لئے نیک بختی ہو — یہ گذر گیا، یقیناً اللہ زیادہ جانتا ہے

۳ بقیۂ قصۂ اہلِ سبا و نصیحت و ارشادِ سلیمان علیہ السّلام مر

سبا والوں کے قصّہ کا بقیّہ اور حضرت سلیمانؑ کی نصیحت اور راہنمائی بلقیس کی رعایا کو

آلِ بلقیس را ہر یکے اندر خورِ خود و مُشکلاتِ دین و دلِ اُو
ہر ایک کو اُس کے اور اُس کے دل اور دین کی مشکلات کے مناسب اور ہر شخص کے

و صید کردنِ ہر جنسِ مُرغِ ضمیر بصفیرِ آں جنسِ مُرغ و طعمۂ اُو
دل کے پرندکی جنس کو اُس کی جنس کے پرندوں کی آواز اور خوراک سے شکار کرنا

کے مطابق راہنمائی کی۔ صید کردن۔ شکاری جس قسم کے پرندوں کا شکار کرتا ہے اُسی قسم کی سیٹی بجا کر اُن کو جمع کرتا ہے اور اُن کے مناسب دانہ ڈالتا ہے۔

---

۱ مغنیش۔ حضرت ابراہیمؒ کا لوگوں کی نظروں سے غائب ہونا یہ ہے کہ اُن کے اوصاف باطنی اور مدارج کو لوگ نہ سمجھ سکے اگرچہ وہ اُنکے سامنے تھے اِس لئے کہ ظاہر بینوں کی نگاہ تو محض ظاہر پر ہوتی ہے۔ چوں زچشم۔ اپنی آنکھوں سے اِستغراق کی وجہ سے دور ہو گئے اور دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے بھی دور ہو گئے تو عنقا کی طرح اُنکی شہرت ہو گئی سیمرغ۔ یہ جانور بھی لوگوں کی نگاہوں سے دُور ہے لہٰذا اُس کا بھی بہت چرچا ہے۔ نورِ شرق یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت۔ خلق یعنی بلقیس کی رعایا۔ روحہائے۔ مُردہ روحیں زندہ ہو گئیں جسم میں دبی ہوئی رُوح نے سر اُبھارا۔
۲ یکدِگر۔ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آسمانی دعوت ہے۔ زاں۔ اِس دعوت کا تو خاصّہ یہی ہے کہ اِس سے لوگوں کے ایمان بڑھتے اور ترو تازہ ہو جاتے ہیں۔ نفس یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت۔ مُردگاں۔ یعنی مردہ دل۔ قبور یعنی دُنیاوی زندگی۔ ایں گذشت۔ حضرت سلیمانؑ کا واقعہ جو ہم نے بیان کیا ہے اُسکی یقینی باتیں خدا کو معلوم ہیں جو کچھ مشہور تھا وہ کہہ دیا گیا ہے بہرحال اِس قصّہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔
۳ بقیہ۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو اُسکے مناسب اور اُس کے ملک والوں کو ہر ایک کی استعداد

قصہ گویم از سبا مشتاق وار — چوں صبا[۱] آمد بسوئے لالہ زار

میں مشتاقانہ، سبا کا قصہ سناتا ہوں — جب لالہ زار کی جانب (باد) صبا پہنچی

لَاقَتِ الْاَشْبَاحُ یَوْمَ وَصْلِهَا — عَادَتِ الْاَوْلَادُ صَوْبَ اَصْلِهَا

جسم اپنے وصل کے دن سے وابستہ ہو گئے — اولاد اپنی اصل کی جانب لوٹ گئی

اُمَّةُ الْعِشْقِ خَفِیٌّ فِی الْاُمَمْ — مِثْلَ جُوْدٍ حَوْلَ یَوْمِ السَّقَمْ

عشق کی امت امتوں میں پوشیدہ ہے — اس سخاوت کیطرح جس کے چاروں طرف بیماری کا دن ہے

ذِلَّةُ[۲] الْاَرْوَاحِ مِنْ اَشْبَاحِهَا — عِزَّةُ الْاَشْبَاحِ مِنْ اَرْوَاحِهَا

روحوں کی ذلت ان کے جسموں سے ہے — جسموں کی عزت ان کی روحوں سے ہے

اَیُّهَا الْعُشَّاقُ السُّقْیَا لَکُمْ — اَنْتُمُ الْبَاقُوْنَ وَالْبُقْیَا لَکُمْ

اے عاشقو! سیرابی تمہارے لئے ہے — تم باقی رہنے والے ہو اور بقا تمہارے لئے ہے

اَیُّهَا السَّالُوْنَ قُوْمُوْا وَاعْشِقُوْا — ذَاکَ رِیْحُ یُوْسُفَ فَاسْتَنْشِقُوْا

اے بے فکرو! کھڑے ہو جاؤ اور عشق کرو — یہ (حضرت) یوسف کی خوشبو ہے سونگھ لو

مَنْطِقُ الطَّیْرِ سلیمانی بیا — بانگِ ہر مرغے کہ می آید سرا

اے سلیمانی منطق الطیر! آجا — جو مرغ آئے اس کی بولی بول

چوں بمرغانت فرستاد ست حق — لحنِ ہر مرغے بداد ستت سبق

جبکہ تجھے اللہ تعالیٰ نے پرندوں کیجانب بھیجا ہے — تجھے ہر پرند کے لہجے کا سبق پڑھا دیا ہے

مرغ جبری را زبانِ جبر گو — مرغ پر اشکستہ[۳] را از صبر گو

جبری پرند کو جبر (کا نقصان) سمجھا — پر ٹوٹے ہوئے پرند کو صبر کی تعلیم دے

مرغِ صابر را تو خوش دار و معاف — مرغِ عنقا را بخواں اوصافِ قاف

صابر پرند کو تو اچھا رکھ اور معاف کر — عنقا پرند کو قاف کے اوصاف پڑھا

مر کبوتر را حذر فرما ز باز — باز را از حلم گوی و احتراز

کبوتر کو باز سے بچنے کا حکم دے — باز کو بردباری اور پرہیزگاری سکھا

واں خفاشے را کہ ماند او بینوا — می کنش با نور جفت و آشنا

اس چمگادڑ کو جو بے سازوسامان ہے — اس کو نور کا ساتھی اور آشنا بنا

کبکِ جنگی را بیاموزاں تو صلح — مر خروساں را نما اشراطِ صبح

لڑاکا چکور کو تو صلح سکھا — مرغوں کو صبح کی علامات بتا

۱ صبا۔ یعنی دعوت سلیمانی۔ لالہ زار ملک سبا۔ لاقت۔ یعنی جو اجسام روحوں سے محروم تھے وہ ان سے مل گئے۔ عادت۔ یعنی اجسام روحانیت کے غلبے ارواح بن گئے۔ امۃ۔ عاشق عوام میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ جود۔ لوگ سخی کو فضول خرچ کہتے ہیں اور اس کی سخاوت سے اس کو طرح طرح سے ڈراتے ہیں اس طرح ان کی نظروں سے اس کی سخاوت پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ السقم۔ یعنی سخاوت پر ملامت اور افلاس وغیرہ کا خوف دلانا۔

۲ ذلۃ۔ جب تک روح جسم میں دبی ہوئی ہے وہ ذلیل ہے جب روح کا غلبہ ہو جاتا ہے تو جسم میں بھی شرافت پیدا ہو جاتی ہے۔ العشاق۔ ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ السالون۔ جو عشق سے خالی ہیں۔ ذلک۔ یہ پیغام سلیمانی۔ منطق الطیر۔ حضرت سلیمان تمام پرندوں کی زبان جانتے تھے۔ بانگ۔ یعنی ہر ایک کو اس کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تعلیم دے۔ مرغ جبری۔ جو لوگ جبر کے قائل ہیں اور ترک عمل کر بیٹھے ہیں ان کو اس عقیدہ کا نقصان سمجھا دے۔

۳ پر اشکستہ۔ وہ لوگ جو ناقص اختیار کے قائل ہیں ان کو صبر عن المعاصی کی تعلیم دے۔ مرغ صابر۔ جو لوگ معصیت سے رکے ہوئے ہیں۔ مرغ عنقا۔ جو لوگ عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں انکو عالم غیب کی باتیں بتا۔ کبوتر۔ یعنی مظلوم۔ باز۔ یعنی ظالم۔ واں خفاشے۔ جو لوگ نور سے محجوب ہیں انکو نور عطا کر۔ کبک۔ لڑنے والوں کو صلح پر آمادہ کر۔ خروساں یعنی اہل حق اگر غلط بحثوں میں ہیں انکو راہ حق کی علامات دکھادے۔

ہمچنیں میرو ز ہُدہُد تا عُقاب — رہ نما و اللہُ اَعلَمُ بِالصَّواب

اسی طرح چلا چل، ہُدہُد سے عقاب تک — راہنمائی کر اور اللہ صواب کو زیادہ جانتا ہے

آزاد شدنِ بلقیس از مُلک و مست شدنِ اُو از شوقِ ایمان و التفاتِ

بلقیس کا مُلک سے آزاد ہوجانا اور ایمان کے شوق سے اُس کا مست ہوجانا اور

ہمتِ اُو از ہمہ مُلک مُنقطع شُدن بوقتِ ہجرت اِلّا از تخت

ہجرت کے وقت تمام مُلک سے بجز تخت کے اُس کی باطنی توجہ کا مُنقطع ہوجانا

چوں سلیمانؑ سوئے مُرغانِ سبا — یک صفیرے کرد بست آں جملہ را

جب سلیمانؑ نے سبا کے پرندوں کے لئے — ایک سیٹی بجائی اور سب کو باندھ لیا

جز مگر مرغے کہ بُد بے جان و پر — یا چو ماہی گنگ بُود از اصل و کر

سوائے اُس پرندے کے جو بے جان اور بے پر تھا — یا جو مچھلی کی طرح پیدائشی گونگا اور بہرا تھا

نے[۲] غلط گفتم کہ کر گر سر نہد — پیشِ وحیِ کبریا سمعش دہد

نہیں میں نے غلط کہہ دیا، اگر بہرا سر رکھدے — خدا کی وحی کے سامنے، وہ اُسکو سننے کی طاقت دیدے

چونکہ بلقیس از دل و جاں عزم کرد — بر زمانِ رفتہ ہم افسوس خورد

چونکہ بلقیس نے دل و جان سے پختہ ارادہ کیا — گذشتہ دنوں پر بھی اُس نے افسوس کیا

ترکِ مال و مُلک کرد او آنچناں — کہ بترکِ نام و ننگ آں عاشقاں

اُس نے مال اور مُلک کو اس طرح چھوڑ دیا — جو عاشقوں کے نام و ننگ کو چھوڑنے کی طرح تھا

آں[۳] غلامان و کنیزانِ بناز — پیشِ چشمش ہمچو پوسیدہ پیاز

وہ نازپروردہ غلام اور باندیاں — اُسکی آنکھوں کے سامنے سڑی ہوئی پیاز کی طرح تھے

باغہا و قصرہا و آبِ رُود — پیشِ چشم از عشق گلخن می نمود

باغات اور قلعے اور نہر کا پانی — عشق کی وجہ سے نگاہوں کو بھٹی نظر آتے تھے

عشق در ہنگامِ استیلا و خشم — زشت گرداند لطیفاں را بچشم

عشق اور غصہ غلبہ کے وقت — عمدہ چیزوں کو آنکھ کے سامنے بُرا بنا دیتا ہے

مر زمرد را نماید گندنا — غیرتِ عشق ایں بُود معنیِ لَا

زمرد کو گندنا دکھا دیتی ہے — عشق کی غیرت، یہی لَا کے معنیٰ ہیں

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو اینست اے پناہ — کہ نماید مہ ترا دیگِ سیاہ

اے پناہ (کے طالب) "نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ" — کہ تجھے چاند کالی دیگ نظر آئے

[۱] ہمچنیں۔ غرضیکہ ہر آدمی کی اُس کے مناسب حال اصلاح کردے۔ اِلّا از تخت یعنی دعوتِ سلیمانی پر بلقیس ایمان کے شوق سے مست ہوگئی اور اپنے مُلک و سلطنت کی ہر چیز کی محبت دل سے نکالدی البتہ اسکو اپنے تختِ شاہی سے جو بہت قیمتی تھا تعلقِ خاطر رہا۔ صفیر یعنی پیغامِ حق۔ بجز یعنی سب لوگ حضرت سلیمانؑ پر ایمان لائے البتہ وہ لوگ جنمیں استعداد اور قابلیت ہی نہ تھی وہ محروم رہے۔

[۲] نے غلط یعنی میرے کلام سے یہ شبہ نہ ہو کہ وحی میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ بد فطرت کو متاثر کرسکے بلکہ وہ بھی اگر توجہ کرے اور طلب پیدا کرے تو خدا اسکی مدد کردیتا ہے اور اسمیں صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ بر زمانِ رفتہ۔ جو وقت ستارہ پرستی میں گزرا تھا۔ ترک۔ بلقیس مال و دولت سے ایسی بے نیاز ہوئی جسطرح عاشق نام و ننگ سے بے نیاز ہوتا ہے۔

[۳] آں غلاماں جن غلاموں اور کنیزوں کو ناز سے پالا تھا اُس کیلئے سڑی ہوئی پیاز بن گئے۔ باغہا یعنی تفریح کے اسباب اُس کیلئے باعثِ تکلیف بنگئے۔ عشق۔ عشق اور غصہ کی خاصیت یہی ہے کہ جو چیزیں محبوب ہوتی ہیں اُس حالت میں وہ مردود بنجاتی ہیں بعینہٖ لاالٰہ یعنی جب انسان لاالٰہ کا قائل ہوجاتا ہے تو اُس کیلئے غیر اللہ ہیچ ہو جاتا ہے۔ لاالٰہ کلمہ طیبہ کا حقیقی

اور یہی جب کامل ہوجائے تو انسان میں لیاقت حاصل ہو جاتا ہے

هیچ(۱) مال و هیچ مخزن هیچ رخت
کسی مال اور کسی خزانہ اور کسی سامان پر
می دریغش نامد الا جز که تخت
بجز تخت کے اس کو افسوس نہ ہوا

پس سلیمانؑ از دلش آگاه شد
سلیمانؑ اُس کے دل کے خیال سے واقف ہو گئے
کز دلِ او تا دلِ او راه بُد
کیونکہ اُن کے دل سے اُسکے دل تک راستہ تھا

آں کسے کو بانگ موراں بشنود
جو شخص چیونٹی کی آواز سُن لے
هم ز دوراں سرِّ دوراں بشنود
دُور سے دُور رہنے والوں کا راز سُن لے

آنکه گوید رازِ قالت نملةٌ
جو "چیونٹی نے کہا" کا راز بتا دے
هم بداند رازِ ایں طاقِ کهن
اس پُرانی محراب کا راز بھی جان لے

دید از دُورش که آں تسلیم کیش(۲)
اُس نے دُور سے دیکھ لیا کہ اُس تسلیم (ورضا) والی کو
تلخش آمد فرقتِ آں تختِ خویش
اپنے تخت کی جدائی گراں ہوئی ہے

گر بگویم آں سبب گردد دراز
اگر میں اُس کا سبب بتاؤں لمبا ہو جائے گا
که چرا بودش بتخت آں عشق و ناز
کہ اُس کو تخت سے عشق اور محبت کیوں تھی؟

گرچه ایں کلک و قلم خود بیحس است
اگرچہ یہ پورا اور قلم خود بے حس ہے
نیست جنسِ کاتب او را مونس است
وہ کاتب کا (ہم) جنس نہیں ہے اُس کیلئے مونس ہے

همچنیں(۳) هر آلتِ پیشه ورے
اسی طرح ہر پیشہ ور کا ہر اوزار
هست بیجاں مونس هر جانورے
بے جان ہے (اور) جاندار کے لئے مونس ہے

آلتِ هر پیشه کارے همچناں
اسی طرح سے ہر پیشہ ور کا اوزار
هست بیجاں لیک مونس شد بجاں
بے جان ہے، لیکن جاندار کے لئے مونس ہے

ایں سبب را من معیّن گفتمے
اُس سبب کو میں معین کر کے بتا دیتا
گر نبودے چشمِ فهمت را نمے
اگر تیری سمجھ کی آنکھ میں نمی نہ ہوتی

از بزرگی تخت کز حد می فزود
تخت کی بڑائی کی وجہ سے جو حد سے زیادہ تھی
نقل کردن هیچ نوع امکاں نبود
اُس کا منتقل کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا

خرده کاری بود تفریقش خطر
باریک کام تھا، اُس کے ٹکڑے کرنا خطرناک تھا
همچو اوصالِ بدن باهم دگر
جیسا کہ آپس میں بدن کے جوڑ

۱ہیچ۔ بلقیس کو سلطنت کی کسی چیز کے چھوڑنے پر افسوس نہ تھا البتہ تخت کے چھوڑنے کا افسوس تھا۔ پس۔ حضرت سلیمانؑ بلقیس کی اس قلبی کیفیت سے باخبر ہو گئے چونکہ دل سے دل تک راہ پیدا ہو چکی تھی اور باہمی تعلق استوار ہو چکا تھا۔ آں کسے۔ حضرت سلیمانؑ چیونٹی کی بات سُن لیتے تھے اور دور کے انسانوں کے دلی راز سمجھ لیتے تھے۔ قالت۔ قرآن پاک میں ہے کہ جب سلیمانؑ چیونٹیوں کے جنگل میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیوں اپنے بلوں میں گھس جاؤ تمہیں سلیمانؑ اور اُس کا لشکر پامال نہ کر دے تو حضرت سلیمانؑ اس کی بات سُن کر ہنس پڑے۔ طاقِ کہن آسمان۔

۲تسلیم کیش۔ وہ جس نے تسلیم و رضا کا راستہ اختیار کر لیا ہے یعنی بلقیس۔ گر بگویم۔ اگر میں اِس کی تفصیل کروں کہ بلقیس کو تخت سے کیوں محبت تھی تو گفتگو دراز ہو جائے گی پھر بھی مجملاً بیان کرتا ہوں۔ گرچہ۔ قلم کاتب کا آلہ اور وہ اُس کیلئے باعثِ محبت ہوتا ہے۔

۳ہمچنیں۔ غرضیکہ ہر کاریگر کا آلہ اس کے لئے مونس ہوتا ہے۔ مونس۔ محبت پیدا کرنے والا۔ نمے۔ یعنی آنکھیں دیکھنے کی نمی۔ از بزرگی۔ محبت کا تقاضہ تو تھا کہ بلقیس تخت کو ساتھ لے آتی لیکن چونکہ اُس کی لمبائی چوڑائی بہت تھی اُس کو منتقل کرنا ممکن نہ تھا۔ خردہ کاری۔ اُس کو توڑ کر اس وجہ سے نہ لا سکتی تھی کہ اُس پر بہت نازک اور باریک کام تھا وہ خراب ہو جاتا۔ اوصال۔ وصل کی جمع، جوڑ۔

۵۱ پس سلیمانؑ گفت گرچہ فی الاخیر — سرد خواہد شد بر وتاج و سریر
(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا اگرچہ اخیر میں — اس کے لئے تاج وتخت بے وقعت ہو جائیگا

چوں ز وحدت جاں برون آرد سرے — جسم را با فرِّ او نبود فرے
جب وحدت سے جان برآمد ہوگی — اس کی شان کے مقابلہ میں جسم کی شان نہ رہیگی

چوں برآید گوہر از قعرِ بحار — ننگری اندر خس و خاشاک و خار
جب موتی سمندروں کی گہرائی سے باہر آئیگا — تو کوڑے کرکٹ اور کانٹے کی طرف نظر نہ کریگا

سر برآرد آفتابِ باشرر — دُمّ عقرب را کہ سازد مستقر
جب شعلہ بار سورج نکلتا ہے — دُمِ عقرب (ستارے) کو کون ٹھکانا بناتا ہے

لیک خود با ایں ہمہ بر نقدِ حال — جست باید تختِ او را انتقال
لیکن با ایں ہمہ اس وقت — اس کے تخت کو منتقل کرانا چاہیے

تا نگردد خستہ ہنگامِ لقا — ۵۲ کودکانہ حاجتش گردد روا
تاکہ ملاقات کے وقت خستہ (دل) نہ ہو — اس کی بچکانہ خواہش پوری ہوجائے

ہست بر ما سہل و او را بس عزیز — تا بود بر خوانِ حوراں دیو نیز
ہمارے لئے آسان اور اس کو بہت پیارا ہے — تاکہ پریوں کے دسترخوان پر دیو بھی ہو

عبرتِ جانش شود آں تخت باز — ہمچو دلق و چارقے پیشِ ایاز
پھر وہ تخت اس کی جان کیلئے باعثِ عبرت بنے — جیساکہ ایاز کے لئے، گدڑی اور چپل

تا بداند در چہ بود آں مبتلا — از کجا ہا در رسید او تا کجا
تاکہ اسے پتہ چل جائے وہ کس چیز میں پھنسی تھی؟ — وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے

۵۳ خاک را و نطفہ را و مضغہ را — پیشِ چشمِ ما ہمی دارد خدا
خاک اور نطفہ کو اور مضغہ کو — خدا ہماری نظروں کے سامنے رکھتا ہے

از کجا آوردمت اے بدنیّت — کہ ازاں آید ہمی خفریقیت
اے بدنیت! میں تجھے کہاں سے لایا ہوں؟ — کہ اس سے تجھے شرم آتی ہے

تو بداں عاشق بدی در دورِ آں — منکرِ ایں فضل بودی آں زماں
تو اس کے زمانہ میں اس کا عاشق تھا — اس وقت اس فضیلت کا منکر تھا

---

۵۱ پس سلیمانؑ - جب حضرت سلیمانؑ پر بلقیس کے قلب کی حالت واضح ہوگئی تو انھوں نے سوچا کہ روحانی عروج کے بعد اگرچہ تخت وغیرہ کی محبت ہٹ جائیگی لیکن فی الحال چونکہ اس کو تخت کے رہ جانے کا رنج ہے لہٰذا اس کو منگوانا چاہیئے۔ چوں ز وحدت - فنا کے بعد جب بقا حاصل ہوجاتی ہے تو تمام مادیات بے وقعت ہوجاتی ہیں۔ چوں - جب سمندر سے موتی حاصل ہوجاتا ہے تو پھر انسان اسکے خس و خاشاک کی طرف نظر نہیں کرتا ہے۔ سر برآرد - جب سورج طلوع کرتا ہے تو وہ ستارے جو برج عقرب میں دمِ عقرب کی طرح جمع ہوجاتے ہیں انکی طرف کوئی نگاہ نہیں کرتا ہے۔ مستقر ٹھکانا۔ انتقال یعنی اپنے یہاں اس کو منتقل کرالینا چاہیئے۔

۵۲ کودکانہ - بلقیس کی تخت سے محبت بچکانہ فعل تھا۔ سہل جنوں کے ذریعہ اسکو بآسانی منتقل کیا جاسکتا ہے یا وہ ہمارے نزدیک بے وقعت ہے۔ تا بود - اخروی نعمتوں کے ساتھ یہ دنیاوی نعمت بھی موجود ہے۔ عبرت - مشہور ہے کہ ایاز نے اپنی اصلی گدڑی اور جنگلی چپل خزانہ میں محفوظ کر رکھے تھے اور انکو جاکر دیکھ کر وہ اپنی اصلی حالت یاد کرتا تھا اسی طرح تخت بلقیس کے لئے باعث عبرت ہوگا کہ اسکی پہلی حالت کسقدر خراب تھی کہ وہ تخت جیسی چیزوں سے محبت کرتی تھی۔ تا کجا - پہلے دنیا کی زخرفات میں پھنسی ہوئی تھی اب روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔

۵۳ خاک را - اللہ تعالیٰ نے انسانی خلقت کے مراتب بیان فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ انسان کو اس نے اپنے فضل سے کہاں سے کہاں پہنچا دیا اسکی ابتداء ان چیزوں سے ہے جنکے ذکر سے بھی اسکو شرم آتی ہو قرآن میں ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے بنایا پھر اسکو نطفہ کیا پھر ہمنے نطفے سے علقہ پھر علقے سے مضغہ بنایا پھر ہمنے اسکو ایک نئی صورت عطا کردی۔ مضغہ - گوشت کا لوتھڑا۔ تو بداں - انسان زبانِ حال سے اپنی ابتدائی حالت ترقی کرنیکا منکر تھا۔

ایںؔ کرم چوں دفعِ آں انکارِ تست — کہ میانِ خاک می کردی نخست

یہ کرم گویا اُس انکار کا رَد ہے — جو تُو نے خاک ہوتے ہوئے پہلے کیا تھا

حجتِ انکار شد انشارِ تو — از دوا بدتر شد ایں بیمارِ تو

تیری پیدائش تیرے انکار کے خلاف دلیل ہوگئی — تیرا یہ بیمار دوا سے اور بگڑ گیا

خاک را تصویرِ ایں کار از کجا — نطفہ را خصمی و انکار از کجا

مٹی سے اِس کام کا تصور کہاں؟ — نطفہ میں جھگڑالوپن اور انکار کہاں؟

چوں دراں دم بیدل و بے سر بدی — فکرت و انکار را منکر بدی

چونکہ تو اس وقت بغیر دل اور سر کے تھا — تو فکر اور انکار کا منکر تھا

از جمادیؔ چونکہ انکارت برست — ہم ازیں انکار حشرت شد درست

مٹی ہونے کی حالت میں جبکہ تو نے انکار کیا — تیرے اسی انکار سے تیرا حشر ثابت ہوگیا

پس مثالِ تو چو آں حلقہ زنےست — کز درونش خواجہ گوید خواجہ نیست

پس تیری مثال اُس زنجیر کھٹکھٹانے والے کی سی ہے — کہ اس کے اندر سے مالک کہے کہ مالک نہیں ہے

حلقہ زن زیں نیست دریابد کہ ہست — پس ز حلقہ بر ندارد ہیچ دست

زنجیر کھٹکھٹانے والا اِس انکار سے سمجھ لیگا کہ وہ ہے — تو حلقہ سے کبھی دست بردار نہ ہوگا

پس ہم انکارت مبیّن می کند — کز جماد او حشرِ صد فن می کند

تو تیرا انکار ہی واضح کرتا ہے — کہ وہ مٹی سے سَو طرح حشر کرے گا

چندؔ صنعت رفت اے انکار تا — آب و گِل انکار زاد از ہَل اَتیٰ

چند کاریگریاں ہو چکیں اے! کب تک انکار؟ — مٹی اور پانی سے "ہل اتیٰ" کا انکار سرزد ہوا

آب و گِل می گفت خود انکار نیست — بانگ می زد بے خبر کاخبار نیست

پانی اور مٹی کہتے ہیں کہ انکار نہیں ہے — بے خبر پکارتا ہے کہ خبر دینا نہیں ہے

من بگویم شرحِ ایں از صد طریق — لیک خاطر لغزد از گفتِ دقیق

میں اِس کی سَو طرح سے تشریح کر دیتا — لیکن باریک بات سے طبیعت لغزش کھا جاتی ہے

---

۱ ایں کرم - انسان کو اس قدر فضیلت دینا اس انکار کا دفعیہ ہے جو اُس کی نطرت کر رہی تھی - حجتِ انکار یعنی انکار کے خلاف دلیل - انشار - نشر کرنا، پیدا کرنا - از دوا - جس انکار کو تو اپنے مدعیٰ کی تائید سمجھتا تھا وہی انکار تیرے مدعیٰ کی تردید بنگیا یعنی جس چیز کو تو اپنے موافق سمجھے ہوئے تھا وہی مخالف پڑی - خاک - مٹی میں یہ حیات اور استعداد فقط اللہ کی قدرت سے آئی ہے - نطفہ - یہ انسان نُطفہ تھا آج وہ اِس حالت میں ہے کہ حشر ونشر کا انکار کر دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے تو دوبارہ اس کا حشر ونشر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیسے خارج ہو سکتا ہے - دراں دم - یعنی نُطفہ ہونے کی حالت میں تجھ میں اِس انکار کی صلاحیت نہ تھی -

۲ از جمادی - جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ تو جمادیت سے اِس مرتبہ پر پہنچا ہے کہ تجھ میں انکار کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے تو تیری یہ انکار کی صلاحیت اس بات کی دلیل ہوگئی کہ تیرا دوبارہ حشر ہو سکتا ہے - حلقہ زن - تیرا یہ انکار خود حشر کا اقرار اسی طور پر ہے کہ جیسا کوئی زید کو بلانے اُس کے گھر پر جائے اور خود زید اندر سے یہ کہے کہ زید یہاں نہیں ہے تو اس کا یہ اپنے ہونے کا انکار خود ہونے کا اقرار ہے - پس انکار - جمادیت سے ترقی کر کے اس مرتبہ تک پہنچا کہ حشر کا انکار کرتا ہے خود حشر کو تو دلائل سے ثابت کر رہا ہے

۳ چند - انسان بننے تک مختلف مراتب میں اللہ کی کسقدر کاریگریاں ہیں انکے ہوتے ہوئے حشر کا انکار کب تک ہو سکیگا - مٹی اور پانی میں یہ استعداد آگئی کہ اُسنے سورۂ ہل اتیٰ کے مضمون کا جو کہ حشر ونشر سے متعلق ہے انکار کیا تو آب و گل کا مرتبۂ انکار تک ترقی کرنا خود حشر کے انکار کی نفی کرتا ہے گھر کے اندر سے خود اپنے نہ ہونے کی خبر دینے کو خبر دینا نہیں سمجھ رہا ہے - من بگویم - میں اس مضمون کو کہ انکار خود اقرار ہو جاتا ہے مختلف طریقوں سے سمجھا سکتا ہوں لیکن دقائق کو سمجھانا بعض کم فہموں کیلئے لغزش کا سبب بنجاتا ہے لہٰذا میں خاموشی اختیار کرتا ہوں اور بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کی بات شروع کرتا ہوں -

شرحِ آں را لب بہ بستم اے یبا | بہرِ نقلِ تختِ بلقیس از سبا

اے بزرگ! میں نے اس کی تشریح سے خاموشی اختیار کر لی | ہمارے بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کے قصہ کیلئے

چارہ کردنِ سلیمانؑ در احضارِ تختِ بلقیس از سبا پیش از قدومِ بلقیس

حضرت سلیمانؑ کا تدبیر کرنا بلقیس کے تخت کو حاضر کرنے کیلئے بلقیس کے آنے سے پہلے

پس سلیمانؑ گفت با شکرِ عیاں | تخت اُورا حاضر آرید ایں زماں

پھر (حضرت) سلیمانؑ نے صاف طور پر شکر سے کہا | اُس کے تخت کو فوراً حاضر کرو

گفت عفریتے[1] کہ تختش را بفن | حاضر آرم تا تو زیں مجلس شدن

ایک جن نے کہا کہ اُس کے تخت کو ہنر سے | آپ کے اس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے حاضر کر دونگا

گفت آصف من باسمِ اعظمش | حاضر آرم پیشِ تو در یک دمش

آصف نے کہا میں اُس کو اسمِ اعظم کے ذریعہ | اُس کو آپ کے سامنے ایکدم حاضر کردونگا

گرچہ عفریت اُستادِ سحر بود | لیک آں از نفخِ آصف رُو نمود

اگرچہ جن جادو کا اُستاد تھا | لیکن وہ آصف کے دَم کرنے سے آیا

حاضر آمد تختِ بلقیس آں زماں | لیک آصف نز فنِ عفریتیاں

بلقیس کا تخت فوراً آگیا | لیکن آصف کی وجہ سے نہ جنوں کے ہنر سے

گفت[2] حمد اللہ برین و صد چنیں | کہ بدیدستم ز ربُّ العالمیں

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اس پر اور اس جیسی سینکڑوں نعمتوں پر اللہ کی تعریف ہے | جو میں نے ربّ العالمین کی جانب سے دیکھی ہیں

پس نظر کرد آں سلیمانؑ سوئے تخت | گفت آرے گول گیری اے درخت

پھر (حضرت) سلیمانؑ نے تخت کی جانب دیکھا | فرمایا اے درخت! تو احمق کو پھنسانے والا ہے

پیشِ چوب و پیشِ سنگِ نقش کند | اے بسا گولاں کہ سرہا می نہند

لکڑی اور تراشے ہوئے پتھر کے سامنے | بہت سے احمق ہیں جو سجدے کرتے ہیں

ساجد[3] و مسجود از جاں بے خبر | دیدہ از جاں جُنبشے و اندک اثر

سجدہ کرنے والا اور مسجود جان سے بے خبر ہیں | انہوں نے جان کی تھوڑی سی حرکت اور تھوڑا سا اثر دیکھا ہے

دیدہ در وقتیکہ شُد حیران و دنگ | کہ سخن گفت و اشارت کرد سنگ

جس وقت وہ حیران اور دنگ ہوا تو اُس نے دیکھا | کہ پتھر نے بات کی اور اشارہ کیا

نردِ خدمت چوں بنا موضع بباخت | شیرِ سنگی را شقی شیرے شناخت

چونکہ اُس نے خدمت کی نرد بے موقع کھیلی | پتھر کے شیر کو بدبخت، شیر سمجھا

---

[1] عفریتے۔ جنوں میں سے ایک بہت سرکش جن نے کہا کہ مجلس ختم ہونے سے پہلے حاضر کر دونگا۔ آصف۔ ابن برخیا جو حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے انھوں نے کہا میں اسم اعظم کی برکت سے فوراً حاضر کر دونگا۔ اگرچہ۔ اگرچہ وہ جن بھی جادو کا اُستاد تھا لیکن تخت کی آمد حضرت آصف کے دَم کرنے کی برکت سے ہوئی۔

[2] گفت۔ حضرت سلیمانؑ نے اُس نعمت اور دوسری نعمتوں کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اے درخت۔ چونکہ تخت لکڑی کا بنا ہوا تھا اُس کو درخت کے لفظ سے خطاب کر کے فرمایا کہ تو احمقوں کو اپنی محبت میں پھنساتا ہے۔ پیشِ چوب۔ احمق لوگ تراشیدہ لکڑی اور پتھر کے بتوں کو سجدے کرتے ہیں۔

[3] ساجد۔ یہ بُت کے پجاری اور بُت دونوں روح سے بے خبر ہیں۔ اِن بتوں میں روح کا تھوڑا سا اثر آجاتا ہے جس کی وجہ سے کبھی اُنسے حرکت یا بات کا صدور ہو جاتا ہے۔ نردِ خدمت۔ یہ لوگ عبادت کی بازی بے موقع کھیلتے ہیں پتھر کے بُت کو حقیقی خیر سمجھ بیٹھتے ہیں۔

ازکرم شیرِ حقیقی کرد جُود ... اُستخوانے سُوی سگ انداخت زُود
حقیقی شیر نے کرم سے سخاوت کر دی ... فوراً کُتے کے سامنے ہڈی ڈال دی

گفت گرچہ نیست آں سگ بر قوام ... لیک مارا استخواں لطفیست عام
کہا اگرچہ وہ کُتا راہِ راست پر نہیں ہے ... لیکن ہمارا ہڈی ڈالنا عام مہربانی ہے

قصۂ یاری خواستنِ حلیمہ رضی اللہ عنہا از بُتاں چوں عقیبِ فطامِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را گم کردہ بود و لرزیدن و سجدۂ بُتاں و گواہی دادنِ ایشاں بر عظمتِ کارِ محمّد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بُتوں سے مدد چاہنے کا قصہ جبکہ دودھ چھڑانے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گم کر دیا تھا اور لرزنا اور بتوں کا سجدہ کرنا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی بڑائی پر گواہی دینا

قصۂ رازِ حلیمہؓ گویمت ... تا زداید داستانِ اُو غمت
میں تجھ سے حلیمہ کے راز کا قصہ کہتا ہوں ... تاکہ اس کی داستان تیرے غم کو دور کر دے

مُصطفیٰ را چوں زشیر اُو باز کرد ... برکفش برداشت چوں ریحان و ورد
(حضرت) مصطفیٰ کا جب انھوں نے دودھ چھڑایا ... اُن کو ریحان اور گلاب کی طرح ہتھیلی پر رکھا

می گریزانید ش از ہر نیک و بد ... تا سپارد آں شہنشہ را بجَد
وہ اُن کو ہر اچھے بُرے سے بچاتی تھی ... تاکہ اُن شہنشاہ کو دادا کے سُپرد کر دے

چوں ہمی آورد امانت را زبیم ... شُد بکعبہ و آمد اُو اندر حطیم
جب وہ خوف کی وجہ سے امانت کو لائی ... کعبہ میں پہنچی اور وہ حطیم میں آئی

از ہوا بشنید بانگے کاے حطیم ... تافت بر تو آفتابے بس عظیم
ہوا کی جانب سے آواز سُنی کہ اے حطیم! ... تجھ پر بہت بڑا سورج چمکا ہے

اے حطیم امروز آید بر تو زُود ... صد ہزاراں نور از خورشیدِ جُود
اے حطیم! آج تجھ پر بہت جلد آئینگے ... لاکھوں نور سخاوت کے سورج سے

اے حطیم امروز آرد در تو رخت ... محتشم شاہے کہ پیکِ اُوست بخت
اے حطیم! آج تجھ میں سامان لا رہا ہے ... وہ باحشمت شاہ، نصیبہ جس کا قاصد ہے

اے حطیم امروز بیشک از نوی ... منزلِ جانہائے بالائی شوی
اے حطیم! بے شک آج از سرِ نو ... تو بالائی روحوں کی منزل بنے گا

لہ ازکرم۔ شیرِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے امتحان کے لئے بتوں سے اس طرح کی کرامات ظاہر کرا دیتا ہے یعنی کُتے کو ہڈی ڈال دیتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ ربُّ العالمین ہے لہٰذا کُتے جیسے بدنظر کو بھی غذا مہیا فرما دیتا ہے۔ قصہ۔ چونکہ اس قصہ میں بھی بتوں کی گفتگو کا ذکر ہے اس لئے اس قصہ کو ذکر کیا ہے۔ فطام۔ دودھ چھڑانا۔

لہ حلیمہ۔ سعدیہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ راز۔ یعنی بتوں کی زبانی آنحضورؐ کے فضائل سننا۔ برکفش۔ چونکہ اس سے پہلے شقِ صدر کا واقعہ ہوچکا تھا اُس سے خائف تھیں اور آنحضورؐ کی بہت زیادہ نگرانی کرتی تھیں۔

لہ می گریزانیدش۔ آنحضورؐ کی بہت حفاظت کرتی تھیں تاکہ آنحضورؐ کو صحیح حالت پر ان کے دادا کے سپرد کرائیں۔ جَد۔ دادا یعنی خواجہ عبدالمطلب۔ حطیم۔ بیت اللہ کی زمین کا وہ حصہ جو تعمیر سے باہر ہے۔ ازہوا۔ حضرت حلیمہؓ نے غیب سے یہ آواز سنی۔ نور۔ یعنی آسمانی برکتیں۔ رخت۔ سامان۔ محتشم۔ ذی شان۔ از نوی۔ فترت کے زمانہ میں حضرت جبرئیلؑ وغیرہ کے نزول کا سلسلہ ختم ہوگیا تھا اب از سرِ نو شروع ہوگا۔

جانِ پاکاں طُلَّب[1] و جُوق جُوق
پاک رُوحوں کی روحیں جماعت جماعت گروہ گروہ

آیدت از ہر نواحی مستِ شوق
شوق سے مست ہو کر ہر جانب سے تیرے اندر پہنچیں

گشتہ حیراں آں حلیمہ زاں صدا
حلیمہ اُس آواز سے حیران ہو گئی

نے کسے در پیش نے سوی قفا
نہ کوئی سامنے تھا نہ گُدی کی جانب

شش جہت خالی ز صورت وین ندا
چھوؤں جانب انسان سے خالی اور یہ آواز

شد پیاپے آں ندا را جاں فدا
پے در پے آئی، اُس آواز پر جان قربان ہے

مصطفیٰؐ را بر زمیں بنہاد او
اُس نے (حضرت) مصطفیٰؐ کو زمین پر بٹھا دیا

تا کند آں بانگِ خوش را جستجو
تاکہ وہ اُس اچھی آواز کی جستجو کرے

چشم می انداخت آں دم سُو بسُو
وہ اُس وقت ہر جانب نظر ڈال رہی تھی

کہ کجا است آں شہِ اسرار گو
کہ وہ رازوں کو بتانے والا شاہ کہاں ہے؟

کانچنیں بانگِ بلند از چپ و راست
کہ ایسی بلند آواز دائیں اور بائیں سے

می رسد یارب رسانندہ[2] کجاست
آرہی ہے اے خدا! پہنچانے والا کہاں ہے؟

چوں ندید او خیرہ و نومید شد
جب انھوں نے نہ دیکھا حیران اور نا امید ہو گئیں

جسم لرزاں ہمچو شاخِ بید شد
بدن بید کی شاخ کی طرح لرزنے والا ہو گیا

باز آمد سوئے آں طفلِ رشید
وہ اُس بھلے بچے کی طرف لوٹ آئیں

مصطفیٰؐ را بر مکانِ خود نہ دید
مصطفیٰؐ کو اپنی جگہ نہ دیکھا

حیرت اندر حیرت آمد بر دلش
اُس کے دل پر حیرانی در حیرانی آگئی

گشت بس تاریک از غم منزلش
غم سے اُس کی جگہ بہت تاریک ہو گئی

سوی منزلہا[3] دوید و بانگ داشت
مکانات کی جانب دوڑیں اور چیخیں

کہ کہ بر دُردانہ ام غارت گماشت
کہ میرے موتی کی کس نے لوٹ مچائی ہے؟

مکّیاں گفتند مارا علم نیست
مکہ والوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے

ماندانستیم کانجا کودکے ست
ہمیں یہ (بھی) معلوم نہ تھا کہ وہاں کوئی بچہ ہے

ریخت چنداں اشک و کرد او بس فغاں
اُس نے اِس قدر آنسو بہائے اور فریاد کی

کہ ازو گریاں شدند آں دیگراں
کہ اُس سے دوسرے رونے لگے

سینہ کوباں آنچناں بگریست خوش
چھاتی پیٹتے ہوئے اتنا زیادہ روئی

کاں خراں گریاں شدند از گریہ اش
کہ اُس کے رونے سے دوسرے رونے لگے

[1] طُلَّب۔ طلب جماعت۔ جوق۔ گروہ۔ نواحی۔ اطراف۔ صدا یعنی غیبی آواز مصطفیٰ۔ آواز کی جستجو میں حضرت حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گود سے اتار کر زمین پر بٹھا دیا۔ آں شہ جس کی آواز آرہی ہے جس سے آنحضورؐ کی بعثت کے اسرار کھل رہے ہیں۔

[2] رسانندہ۔ یعنی آواز دینے والا۔ خیرہ حیران۔ شاخ بید۔ بید کے درخت کی شاخ لچک میں مشہور ہے۔ طفل رشید۔ یعنی آنحضورؐ۔ از غم یعنی آنحضورؐ کے گم کرنے سے۔

[3] منزلہا۔ یعنی مکہ کے مکانات۔ دُردانہ۔ موتی۔ گفتند۔ ہمیں تو اس بچہ کے ہونے کا بھی علم نہیں چہ جائیکہ یہ معلوم ہو کہ اس کو کون لے گیا۔ ریخت۔ حضرت حلیمہ اس رنج میں اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ سب کو رُلا دیا۔

حکایتِ آں پیرِ عرب کہ دلالت کرد حلیمہؓ را باستعانت از بُتاں[1]

اُس بوڑھے عرب کی حکایت جس نے حلیمہؓ کی بتوں سے مدد مانگنے کی طرف راہنمائی کی

پیر مردے پیش آمد با عصا
ایک بوڑھا شخص لاٹھی تھامے سامنے آیا
کاے حلیمہؓ چہ فتاد آخر ترا
کہ اے حلیمہ! آخر تجھے کیا ہوا ہے؟

کہ چنیں آتش ز دل افروختی
کہ تونے دل سے ایسی آگ بھڑکائی ہے
وِیں جگرہا را ز ماتم سوختی
اور ماتم سے جگروں کو جلا دیا ہے

گفت احمدؐ را ضبیعم معتمد[2]
اُس نے کہا میں احمدؐ کی معتمد دایہ ہوں
پس بیاوردم کہ بسپارم بجد
میں اُن کو لائی تھی کہ دادا کے سپرد کر دوں

چوں رسیدم در حطیم آوازہا
جب میں حطیم میں پہنچی بہت سی آوازیں
می رسید و می شنیدم از ہوا
آئیں اور میں نے ہوا میں سے سنیں

من چو آں الحاں شنیدم از ہوا
جب میں نے ہوا میں سے وہ آوازیں سنیں
طفل را بنہادم آنجا زاں صدا
اُس آواز کی وجہ سے میں نے بچہ کو زمین پر رکھ دیا

تا ببینم ایں ندا آوازِ کیست
تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کس کی آواز ہے؟
کہ ندائے بس لطیف و بس شہی ست
کیونکہ بڑی لطیف اور بہت پسندیدہ آواز ہے

نز کسے[3] دیدم بگردِ خود نشاں
نہ میں نے اپنے چاروں طرف کسی کا نشان پایا
نہ ندای منقطع شُد یک زماں
نہ ایک لمحہ کے لئے آواز بند ہوئی

چونکہ وا گشتم ز حیرتہائے دل
جب میں دلی حیرانیوں کے ساتھ واپس لوٹی
طفل را آنجا ندیدم وائے دل
میں نے بچہ کو وہاں نہ دیکھا، ہائے دل

گفتش اے فرزند تو اندُہ مدار
اُس نے اُس سے کہا اے بیٹیا! غم نہ کر
کہ نمایم مر ترا یک شہریار
میں تجھے ایک شاہ کا پتہ بتاتا ہوں

کہ بگوید گر بخواہد حالِ طفل
اگر وہ چاہے گا تو بچہ کا حال بتا دے گا
اُو بداند منزل و ترحالِ طفل
کیونکہ وہ بچہ کی منزل اور سفر کو جانتا ہے

پس حلیمہؓ گفت اے جانم فدا
تو حلیمہ نے کہا، میری جان قربان ہو
مر ترا اے شیخ خوب خوش ندا
تجھ پر، اے بہتر اور اچھی آواز والے بزرگ

ہیں مرا بنمای آں شاہِ نظر
ہاں اُس شاہِ نظر کو مجھے دکھا دے
کِش بود از حالِ طفلِ من خبر
جس کو میرے بچے کے حال کی خبر ہو

---

[1] استعانت - مدد . باعصا - بوڑھا لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا - کہ چنیں - تیرے اس غم سے دوسروں کے جگر کباب ہو رہے ہیں - ماتم - سوگ - ضبیع یعنی مُرضعہ، دودھ پلانے والی، انّا .

[2] معتمد - افسوس ہے کہ آج اس اعتماد کو ٹھیس لگ رہی ہے - الحان - نغمہ . طفل - یعنی آنحضورؐ - آنجا - یعنی حطیم - کہ ندا - کیونکہ وہ پُر لطف اور دلکش آواز تھی -

[3] نز کسے - چونکہ وہ غیبی آواز تھی لہذا پکارنے والا نظروں سے غائب تھا . گفتش - اُس بوڑھے نے حضرت حلیمہ سے کہا . شہریار - شاہ . ترحال - سفر .

بُرد اُو را پیشِ عُزّیٰ[1] کایں صنم ــ ہست در اَخبارِ غیبی مُغتنم
وہ اُس کو عُزّیٰ کے سامنے لے گیا کہ یہ بُت ــ غیبی خبریں دینے میں غنیمت ہے

ما ہزاراں گُم شُدہ زو یافتیم ــ چوں بخدمت سُوئے اُو بشتافتیم
ہم نے ہزاروں گمشدہ اُس کی وجہ سے پائے ہیں ــ جب ہم عقیدت سے اُس کی طرف دوڑے ہیں

پیر کرد اُو را سجُود و گفت زُود ــ اے خداوندِ عرب وے بحرِ جُود
بوڑھے نے اُس کو سجدہ کیا اور فوراً کہا ــ اے عرب کے خدا، اے سخاوت کے دریا!

گفت اے عُزّیٰ تو بس اکرامہا ــ کردۂ تا رَستہ ایم از دامہا
اُس نے کہا اے عُزّیٰ! تو نے بہت سے کرم ــ کئے ہیں، حتیٰ کہ ہم نے جالوں سے رہائی پائی ہے

بر عرب حق ست از اکرامِ تو ــ فرض گشتہ تا عرب شُد رامِ تو
تیری مہربانی کا عرب پر حق ہے ــ جو فرض بن گیا ہے حتیٰ کہ عرب تیرا فرمانبردار ہو گیا ہے

ایں حلیمہ سعدی از اُمیدِ تو ــ آمد اندر ظلِ شاخِ بیدِ تو
یہ حلیمہ سعدیہ تیری امید پر ــ تیرے بید کی شاخ کے سایہ میں آئی ہے

کہ ازو فرزند طفلے گم شُدہ ست ــ نامِ آں کودک محمدؐ آمدہ ست
کہ اُس کا ایک چھوٹا بچہ گم ہو گیا ہے ــ اُس بچے کا نام محمدؐ ہے

چوں[2] محمدؐ گفت آں جملہ بُتاں ــ سرنگوں گشتند و ساجد آں زماں
جب اُس نے "محمدؐ" کہا وہ سب بُت ــ فوراً اوندھے منہ اور سجدہ کرنے والے ہو گئے

کہ برو اے پیر ایں چہ جستجو ست ــ آں محمدؐ را کہ عزلِ ما ازو ست
کہ اے بوڑھے! جا یہ کیا تلاش ہے؟ ــ اُس محمدؐ کی کہ اُس کی وجہ سے ہماری معزولی ہے

ما نگون و سنگسار ایم ازو ــ ما کساد و بے عیار ایم ازو
ہم اُس کی وجہ سے اوندھے اور سنگسار ہیں ــ ہم اُس کی وجہ سے کھوٹے اور بے رونق ہیں

آں[3] خیالاتے کہ دیدندے زما ــ وقتِ فترت گاہ گاہ اہلِ ہوا
وہ خیالی باتیں کہ جو ہم سے دیکھی ہیں ــ اہلِ ہوا نے فترت کے زمانہ میں کبھی کبھی

گم شود چوں بارگاہِ اُو رسید ــ آب آمد مر تیمم را درید
گم ہو جائیں گی کیونکہ اُن کا دربار (کا وقت) آگیا ہے ــ پانی آگیا، اُس نے تیمم کو توڑ دیا ہے

دور شو اے پیر فتنہ کم فروز ــ ہیں ز رشکِ احمدیؐ ما را مسوز
او بوڑھے! دور ہو جا فتنہ نہ بھڑکا ــ خبردار! احمدیؐ رشک سے ہمیں نہ جلا

---

[1] عُزّیٰ۔ مکہ کا مشہور بُت تھا۔ اخبار غیبی۔ غیبی باتیں۔ ما ہزاراں۔ ہم نے اُسکے بتانے سے بہت سی گمشدہ چیزیں پائی ہیں۔ اے۔ یعنی عُزّیٰ تار ستہ تیرے بتانے سے بہت سی ہلاکتوں سے نجات پائی ہے۔ فرض گشتہ۔ تیرا حق ادا کرنا عرب پر فرض ہو گیا ہے اسی لئے تمام عرب تیرا مطیع ہے۔

[2] چوں۔ یعنی بوڑھے کی زبان پر لفظ محمدؐ آیا۔ جملہ بتاں۔ عُزّیٰ اور اُس کے ماحول میں جو بُت تھے۔ کہ برو۔ اُن بتوں نے کہا کہ اِس بچہ کی تلاش کیوں کرتا ہے جس کی بعثت ہماری معزولی کا سبب ہے۔ ما نگوں۔ اُس کے ظہور کے بعد ہماری کوئی عزت اور وقعت نہ رہے گی۔

[3] آں خیالاتے۔ بُت پرستوں نے جو کچھ ہمارے حیرت انگیز واقعات دیکھے ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گے۔ فترت۔ وہ زمانہ جو حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اُٹھانے کے بعد سے آنحضورؐ کی بعثت تک کا ہے۔ آب۔ آب آمد تیمم برخاست۔ دور شو۔ اُس عُزّیٰ بت نے بوڑھے سے کہا۔ ز رشک۔ آنحضورؐ کی بعثت سے اُن کی شان و شوکت ختم ہو گئی تھی۔

دور شو بہرِ خدا اے پیر تو
اُو بوڑھے! خدا کے لئے تو دفع ہو
تا[١] نسوزی ز آتشِ تقدیرِ تو
تاکہ تو تقدیر کی آگ سے نہ جل جائے

اینچہ دُمِّ اژدہا افشردن است
یہ کیا اژدھے کی دُم دبانا ہے؟
ہیچ دانی چہ خبر آوردن است
تو جانتا ہے کہ کیسی خبر لانا ہے؟

زیں خبر خوں شد دلِ دریا وکاں
اس خبر سے دریا اور کان کا دل خون ہو گیا ہے
زیں خبر لرزاں شود ہفت آسماں
اس خبر سے ساتوں آسمان لرز جائیں گے

چوں[٢] شنید از سنگہا پیر ایں سخن
جب بوڑھے نے پتھروں سے یہ باتیں سنیں
پس عصا انداخت آں پیرِ کہن
اس بُرانے بوڑھے نے لاٹھی پھینک دی

پس ز لرزہ و خوف و بیم آں ندے
اس آواز کے لرزے اور خوف اور ڈر سے
پیر دندانہا بہم برمی زدے
بوڑھے کے دانت بجنے لگے

آنچناں کاندر زمستاں مردِ عور
جس طرح کہ جاڑوں میں ننگا انسان
اُو ہمی لرزید و می گفت اے ثبور
وہ کانپ رہا تھا اور کہتا تھا ہائے ہلاکت!

چوں دراں حالت بدیداں پیر را
جب اس (حلیمہ) نے بوڑھے کو اس حالت میں دیکھا
زاں عجب گم کرد زن تدبیر را
اس عجب (بات) سے عورت نے تدبیر کو گم کر دیا

گفت پیرا گرچہ من در محنتم
بولی اے بوڑھے! اگرچہ میں مصیبت میں ہوں
حیرت اندر حیرت اندر حیرتم
(لیکن) حیرت در حیرت در حیرت میں ہوں

ساعتے بادم خطیبی می کند
کسی وقت ہوا مجھ سے باتیں کرتی ہے
ساعتے سنگم ادیبی می کند
کسی وقت پتھر مجھے ادب سکھاتے ہیں

باد با حرفم سخنہا می دہد
ہوا، حروف کے ذریعہ مجھ سے باتیں کرتی ہے
سنگ و کوہم فہمِ اشیا می دہد
مجھے پتھر اور پہاڑ چیزیں سمجھاتے ہیں

گاہ[٣] طفلم را ربودہ غیبیاں
کبھی میرے بچے کو غیبی لے جاتے ہیں
غیبیانِ سبز پوشِ آسماں
آسمان کے سبز پوش غیبی

از کہ نالم با کہ گویم ایں گلہ
کس سے فریاد کروں، کس سے شکوہ کروں؟
من شدم سودائی اکنوں صد دلہ
میں اب دیوانی اور پریشان ہو گئی ہوں

غیرتش از شرحِ غیبم لب ببست
اس کی غیرت نے غیب کی تشریح کرنے سے میرے ہونٹ بند کر دئے ہیں
ایں قدر گویم کہ طفلم گم شدست
بس، اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے

[١] تا نسوزی۔ ہم تو جل گئے ہیں۔ تو بھی نہ جل جائے۔ ... دمِ اژدہا۔ کوئی انسان اژدہے کی دُم کو مسلے تو یہ انتہائی خطرناک کام ہے۔ دریا وکاں۔ چونکہ اب آنحضورؐ کی آب و تاب کے سامنے اُن کی آب و تاب ماند پڑ جائیگی۔ ہفت۔ چونکہ مہر و ماہ ماند پڑ جائیں گے۔

[٢] چوں شنید۔ بوڑھے نے بت کی یہ باتیں سن کر گھبرا کر اپنی لاٹھی پھینک دی۔ ندے۔ آواز۔ دندانہا۔ خوف میں دانت بجنے لگتے ہیں۔ عور۔ ننگا۔ زاں عجب یعنی عجیب کی باتیں سنگفت حضرت حلیمہؓ نے فرمایا اے بوڑھے اگرچہ آنحضورؐ کے معاملہ میں پریشان ہوں لیکن عجائب کے ظہور سے حیرت میں ہوں۔ بادم۔ حضرت حلیمہؓ نے ہوا سے باتیں سنی تھیں۔

[٣] گاہ۔ بچپن میں شقِ صدر کے واقعہ میں آنحضورؐ کو فرشتے اٹھا کر لے گئے تھے۔ صد دلہ۔ پریشان۔ غیرتش۔ یعنی غیبی حالات اور اشارات کو میں راز میں رکھنا چاہتی ہوں۔

گر بگویم چیزِ دیگر من کنوں
اب اگر میں کوئی دوسری بات کہوں
خلق بندندم بزنجیرِ جنوں
لوگ مجھے پاگل پن کی زنجیر میں باندھ دینگے

گفت پیرش اے حلیمہ شاد باش
بوڑھے نے اُن سے کہا اے حلیمہ! خوش ہوجا
سجدۂ شکر آر و رو را کم خراش
شکر کا سجدہ کر اور چہرے کو نہ نوچ

تو مخور غم کہ نگردد یاوہ او
تو فکر نہ کر، کیونکہ وہ گم نہ ہوگا
بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو
بلکہ عالم اُس میں گم ہو جائے گا

ہر زماں از رشک و غیرت پیش و پس
ہر وقت رشک اور غیرت کی وجہ سے اُسکے آگے اور پیچھے
صد ہزاراں پاسبانست و حرس
لاکھوں نگہبان اور محافظ ہیں

آں ندیدی کاں بتانِ ذو فنوں
تونے یہ نہیں دیکھا وہ ہنرمند بُت
چوں نگوں شد از نامِ طفلت سرنگوں
تیرے بچے کے نام سے کس طرح سرنگوں ہوگئے

ایں عجب قرنے ست بر روئے زمیں
یہ روئے زمین پر عجب زمانہ ہے
پیر گشتم من ندیدم جنسِ ایں
میں بوڑھا ہوگیا میں نے ایسا نہ دیکھا تھا

زیں رسالت سنگہا چوں نالہ داشت
اِس رسالت سے جبکہ پتھر فریاد کرنے لگے
تا چہ خواہد بر گنہگاراں گماشت
گنہگاروں پر کیا چیز مسلط کرے گی!

سنگ بے جرم ست در معبودیش
اپنے معبود ہونے میں پتھر بے قصور ہیں
تو نہ مضطر کہ بندہ بودیش
تو مجبور نہیں ہے کہ اُس کا بندہ ہے

آنکہ مضطر ایں چنیں ترساں شد ست
جو مجبور ہے وہ ایسا خوفزدہ ہے
تا کہ بر مجرم چہا خواہند بست
تو مجرم پر کس قدر بندشیں ہونگی!

خبر یافتنِ جدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عبد المطلب از گم
آنحضورؐ کے دادا عبد المطلب کو حلیمہؓ سعدیہ کے آنحضورؐ کو گم کردینے کی
کردنِ حلیمہ رضؓ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را و طالب شدنِ او گردِ
خبر ملنا اور اُن کا شہر کے چاروں طرف ڈھونڈنا اور کعبہ کے
شہر و نالیدنِ او بر درِ کعبہ و از حق درخواست کردن و آواز از
دروازہ پر رونا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اور کعبہ کے اندر
درونِ کعبہ شنودن و یافتنِ او محمد صلی اللہ علیہ وسلم را
سے آواز کا سننا اور اُن کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پا لینا

۱؎ گر بگویم۔ اگر دوسری باتیں لوگوں سے کہوں گی وہ مجھے دیوانہ سمجھیں گے۔ رو۔ عورتیں ماتم میں چہرے کو پیٹتی ہیں۔ تو مخور۔ آنحضورؐ کی طرف سے فکر نہ کرو گم نہ ہونگے بلکہ عالم اُن کی عظمت میں گم ہوجائیگا۔

۲؎ صد ہزاراں۔ فرشتے آنحضورؐ کی حفاظت کرتے تھے۔ آنؐ ہیلہ عُزیٰ بُت سرنگوں ہوگیا تھا۔ زیں رسالت۔ رسالت کو تسلیم نہ کرنے والوں کا انجام بُرا ہوگا۔

۳؎ سنگ۔ بُت غیر اختیاری طور پر معبود بنے ہیں جب اُن کا یہ حال ہے تو اُن کے پجاری جو با اختیار ہیں اور پوجنے میں مضطر نہیں اُن کا انجام تو بہت ہی بُرا ہوگا۔ مضطر۔ یعنی بُت۔ جدِ مصطفیٰ۔ جناب عبد المطلب۔

چوں خبر یابید جَدِّ مُصطفیٰؐ ... از حلیمہؓ وز فغانش بر ملا

جب مُصطفیٰؐ کے دادا نے خبر پائی ... حلیمہؓ اور اُن کے برملا رونے کی

وزچُناں[1] بانگِ بُلند و نعرہا ... کہ بہ میلے می رسید از وے صدا

اور ایسے زور کی آواز اور نعروں سے ... کہ جن کی آواز ایک میل تک پہنچ رہی تھی

زود عبدالمطلب دانست چیست ... دست بر سینہ ہمی زد می گریست

فوراً عبدالمطلب سمجھ گئے کیا ہوا ہے ... سینہ کوبی کرتے تھے اور روتے تھے

آمد از غم بر درِ کعبہ بسوز ... کاے خبیر از سِرّ شب وَ ز راز روز

رنج سے کعبے کے دروازہ پر سوزش کیساتھ آئے ... کہ اے رات کے راز اور دن کے بھید کے جاننے والے

خویشتن را من نمی بینم فنے ... تا بُوَد ہمرازِ تو ہمچوں منے

میں اپنے لئے کوئی ایسا ہُنر نہیں دیکھتا ہوں ... کہ (جس میں) مجھ جیسا تیرا ہمراز بنے

خویشتن را من نمی بینم ہُنر ... تا شوم مقبولِ ایں مسعود در

میں اپنے آپ میں کوئی ہُنر نہیں دیکھتا ہوں ... تاکہ اس مبارک دروازہ پر میں مقبول بنوں

یا سَر و سجدہ مرا قدرے بُوَد ... یا بأشکم دولتے خنداں شَوَد

یا میرے سَر اور سجدے کی کوئی قدر ہو ... یا میرے آنسوؤں سے قسمت جاگ اُٹھے

لیک[2] در سیمائے آں دُرِّ یتیم ... دیدہ اَم آثارِ لطفت اے کریم

لیکن اُس دُرِّ یتیم کی پیشانی میں ... اے کریم! میں نے تیری مہربانی کے بڑے آثار دیکھے ہیں

کہ نمی مانَد بما گرچہ زماست ... ما ہمہ مسیم و احمدؐ کیمیاست

کہ جو ہم جیسا نہیں ہے اگرچہ ہم میں سے ہے ... ہم سب تانبہ ہیں اور احمدؐ کیمیا ہیں

آں عجائبہا کہ من دیدم دَرُو ... من ندیدم بر ولی و بر عدو

وہ عجائب جو میں نے اُس میں دیکھے ہیں ... میں نے کسی دوست اور دشمن میں نہیں دیکھے ہیں

آنچہ[3] فضلِ تو دریں طفلیش داد ... کس نشاں ندہد بصد سالہ جہاد

تیری مہربانی نے جو اُس کو بچپن میں عطا کیا ہے ... کسی نے سو سالہ مجاہدے کے بعد بھی اُس کی نشاندہی نہیں کی

چوں یقیں دیدم عنایتہائے تو ... بر وَے اُو دُرّیست از دریائے تو

جب میں نے یقینی طور پر تیری عنایتیں دیکھ لی ہیں ... اُس پر تو وہ تیرے دریا کا ایک موتی ہے

من ہموُرا می شفیع آرم بتو ... حالِ اُو اے حال داں با ما بگو

میں اُسی کو تیرے پاس سفارشی لایا ہوں ... اے حال کے جاننے والے اُس کا حال ہمیں بتا دے

[1] وزچناں۔ حضرت حلیمہؓ کے رونے کی آواز ایک میل تک جاری تھی۔ زود عبدالمطلب فوراً سمجھ گئے کہ حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گم کر دیا ہے۔۔۔ خویشتن۔ عبدالمطلب نے کہا کہ مجھ میں کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس کی وجہ سے تیرا ہمراز بنوں۔ مسعود در یعنی در کعبہ۔

[2] لیک۔ میں نے آنحضورؐ کے چہرے پر تیری مہربانی کے آثار دیکھے ہیں۔ کہ نمی ماند اگرچہ وہ ہم میں سے ہیں لیکن یہ آثار ہم میں سے کسی کے اندر نہیں ہیں۔

[3] آنچہ۔ اُن کے بچپن میں جو فضیلت تو نے اُن کو عطا کر دی ہے سو سال کے مجاہدے سے بھی کسی کو حاصل نہیں ہو سکی۔ من ہموُرا۔ میں اُن کو سفارشی بناتا ہوں اُن کے طفیل اُن کا حال ہمیں بتا دے وہ کہاں ہیں۔

از درونِ کعبہ آمد بانگ زود[1]
فوراً کعبہ کے اندر سے آواز آئی
کہ ہم اکنوں رُخ بتو خواہد نمود
کہ وہ ابھی اپنا چہرہ تجھے دکھا دیگا

با دو صد اقبال اُو محظوظِ ماست
وہ دو سو اقبالمندیوں کیساتھ ہماری جانب سے نصیبہ ور ہے
با دو صد طُلب مَلَک محفوظِ ماست
دو سو فرشتوں کی جماعت کے ذریعہ وہ ہمارے پاس محفوظ ہے

ظاہرش را شہرۂ گیہاں کنیم
ہم اس کے ظاہر کو عالم میں مشہور کریں گے
باطنش را از ہمہ پنہاں کنیم
اُس کے باطن کو سب سے پوشیدہ رکھیں گے

زر[2] کاں بُود آب و گِل ما زرگریم
پانی اور مٹی سونے کی کان تھی ہم زرگر ہیں
گہ کنش خلخال و گہ خاتم بُریم
ہم کبھی اُسکو پازیب اور کبھی انگوٹھی تراشتے ہیں

گہ حمائلہائے شمشیرش کنیم
کبھی ہم اُس کو تلواروں کے پرتلے بناتے ہیں
گاہ بندِ گردنِ شیرش کنیم
کبھی اُس کو شیر کی گردن کا پٹا بناتے ہیں

گہ تُرنج تخت بر سازیم ازو
ہم کبھی اُس سے تخت کے پھول بناتے ہیں
گاہ تاج فرقہائے مُلک جُو
کبھی کشور کشا سروں کے تاج

عشقہا داریم با ایں خاک ما
ہم اس مٹی سے بہت محبت کرتے ہیں
زانکہ اُفتاد ست در قعدہ رضا
کیونکہ وہ (تسلیم و) رضا کی نشست پر واقع ہوئی ہے

گہ چنیں شاہے ازو پیدا کنیم
کبھی ہم اُس سے ایسا شاہ پیدا کر دیتے ہیں
گہ ہم اُورا پیشِ شہ شیدا کنیم
کبھی ہم اُس کو شاہ کے سامنے عاشق بنا دیتے ہیں

صد[3] ہزاراں عاشق و معشوق ازو
اُس سے لاکھوں عاشق اور معشوق
در فغان و در نفیر و جستجو
نالہ و فریاد اور جستجو میں ہیں

کارِ ما اینست بر کوریِ آں
ہمارا یہ کام ہے اُس شخص کے اندھے پن کیخلاف
کو بکارِ ما ندارد میلِ جاں
جو ہمارے کام کے ساتھ جان کا میلان نہیں رکھتا ہے

ایں فضیلت خاک را زاں رُو دہیم
یہ بزرگی ہم مٹی کو اِس لئے دیتے ہیں
زانکہ نعمت پیشِ بے برگاں نہیم
کیونکہ ہم بے سروسامان لوگوں کے سامنے نعمت پیش کرتے ہیں

زانکہ دارد خاک شکلِ اغبری
کیونکہ مٹی غبار آلود شکل رکھتی ہے
وز دروں دارد صفاتِ انوری
اور باطن میں نورانی صفات رکھتی ہے

ظاہرش با باطنش گشتہ بجنگ
اُسکا ظاہر اُسکے باطن کیساتھ جنگ میں مصروف ہے
باطنش چوں گوہر و ظاہر چو سنگ
اُسکا باطن موتی کیطرح ہے اور ظاہر پتھر کیطرح ہو

---

[1] از درونِ کعبہ۔ خواجہ عبدالمطلب کو کعبہ کے اندر سے جواب ملا کہ عنقریب تم حضورؐ کو دیکھ لوگے۔ محظوظ۔ نصیبہ ور۔ طُلب۔ جماعت۔ ظاہرش۔ حضورؐ کے ظاہری احوال عالم پر کھلے۔ باطنی احوال کہ اللہ سے اُن کو کونسا قرب حاصل ہے اُس تک رسائی نہیں ہو سکی۔ گیہاں۔ جہان۔

[2] زر۔ پانی اور مٹی سے اللہ نے جو مخلوق بنائی ہے اُسکے مختلف مراتب ہیں۔ خلخال۔ پازیب۔ ترنج۔ لیموں، مصر میں کپڑوں کی چھپائی اور کڑھائی میں لیموں کی شکل بنائی جاتی تھی۔ در قعدہ۔ سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ہیئت۔ چنیں شاہے یعنی آنحضورؐ۔ گہ ہم۔ یعنی کبھی اُس جیسے شاہ کو خدا کا عاشق بنا دیتے ہیں۔

[3] صد ہزاراں۔ اِسی خاک سے لاکھوں عاشق و معشوق پیدا ہوتے ہیں جو عشق کی وجہ سے نالہ و فریاد میں مصروف ہیں۔ کارِ ما۔ ہمارے یہ کام منکروں کے اِنکار کے باوجود جاری ہیں۔ ایں فضیلت۔ مٹی کو فروتنی کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے کہ اُس سے اِس طرح لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ زانکہ۔ زمین کا ظاہر غبار آلود ہے لیکن اُس کا باطن پُر انوار ہے جس سے اولیاء رونما ہوتے ہیں۔ باطنش۔ زمین کا باطن موتی اور ظاہر پتھر ہے۔

ظاہرش[1] گوید کہ ما اینیم و بس
اس کا ظاہر کہتا ہے کہ ہم صرف یہی ہیں
باطنش گوید نکو بیں پیش و پس
اس کا باطن کہتا ہے آگے اور پیچھے اچھی طرح دیکھو

ظاہرش منکر کہ باطن ہیچ نیست
اس کا ظاہر منکر ہے کہ باطن کچھ نہیں ہے
باطنش گوید کہ بنمائیم بایست
اس کا باطن کہتا ہے کہ میں دکھاتا ہوں، ٹھہر

ظاہرش با باطنش در چالش اند
اس کا ظاہر اس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے
لاجرم زیں صبر نصرت می کنند
لامحالہ اس صبر سے وہ فتح پاتے ہیں

زیں ترش رو خاک صورتہا کنیم
اس ترش رو خاک سے ہم صورتیں بناتے ہیں
خندۂ پنہانش را پیدا ایم
ہم اس کی چھپی مسکراہٹ کو ظاہر کرتے ہیں

زانکہ[2] ظاہر خاک اندوہ و بکاست
کیونکہ مٹی کا ظاہر غم اور رونا ہے
در درونش صد ہزاراں خندہاست
اس کے اندر لاکھوں مسکراہٹیں ہیں

کاشف السریم و کار ما ہمیں
ہم رازوں کو کھولنے والے ہیں، ہمارا یہی کام ہے
کایں نہانہا را برآریم از کمیں
کہ ان رازوں کو پوشیدگی سے باہر لائیں

گرچہ دزد از منکری تن میزند
چور اگرچہ انکاری ہونے کی وجہ سے خاموش ہو
شحنہ آں از عصر پیدا می کند
کوتوال دبا کر، ظاہر کر دیتا ہے

فضلہا دزدیدہ اند ایں خاکہا
ان مٹیوں نے بہت سی فضیلتیں چرا رکھی ہیں
مامقر آریم شاں از ابتلا
ہم آزمائش کے ذریعہ انکو اقرار کرنیوالا کردیتے ہیں

بس[3] عجب فرزند کو را بودہ است
اس کے بہت سے عجیب فرزند ہوئے ہیں
لیک احمدؐ بر ہمہ افزودہ است
لیکن احمدؐ سب سے بڑھے ہوئے ہیں

شد زمین و آسماں خندان و شاد
زمین اور آسمان شاداں و فرحاں ہوئے
کاینچنیں شاہے زما دو جفت زاد
کہ ایسا شاہ ہمارے جوڑے سے پیدا ہوا

شد زمیں چوں آسماں از شادیش
ان کی خوشی سے زمین آسمان کیطرح ہو گئی
خاک چوں سوسن شدہ ز آزادیش
ان کی پیدائش سے مٹی سوسن کی طرح ہو گئی

ظاہرت با باطنت اے خاک خوش
اے بہترین مٹی تیرا ظاہر، باطن کے ساتھ
چونکہ در جنگ ست و اندر کشمکش
چونکہ جنگ اور کشمکش میں ہے

ہر کہ با خود بہر حق باشد بجنگ
جو اپنے ساتھ اللہ کے لئے لڑائی میں مصروف ہو
تا شود معنیش خصم بو و رنگ
حتی کہ اس کا باطن بو اور رنگ کا مخالف ہو

---

[1] ظاہرش۔ اگلی ظاہری صورت کمالات باطنی کو چھپائے ہوئے ہے۔ منکر ہے باطن پر کمالات ہے۔ ظاہرش۔ ظاہر اور باطن کی یہ جنگ جاری ہے کبھی ظاہر کا غلبہ ہوتا ہے کبھی باطن کو فتح حاصل ہو جاتی ہے۔ زیں ترش رو۔ بد صورت مٹی سے حسین و جمیل مخلوق کا پیدا کرنا اسکے باطنی حسن کا اظہار ہے۔

[2] زانکہ۔ زمین بظاہر روتی صورت ہے لیکن اس کے باطن میں مسرتیں موجزن ہیں۔ کاشف السریم۔ اللہ تعالیٰ چھپے رازوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور زمین کی چھپی ہوئی خوبیاں ظاہر کر دیتا ہے۔ گرچہ۔ چور چرا کر چرانے کا منکر ہو جاتا ہے اور خاموشی اختیار کرتا ہے کوتوال اس کو دبا کر اقرار کرا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی آزمائش میں ڈال کر انسانوں کی باطنی خوبیاں واضح کر دیتا ہے۔

[3] بس عجب۔ زمین نے بہت باکمال فرزند جنے لیکن سید الانبیاءؐ جیسا کوئی نہ جنا۔ شد۔ زمین اور آسمان کے ملاپ سے جب سید الکونین کا ظہور ہوا تو دونوں نے مسرت کا اظہار کیا۔ شد زمین۔ آنحضورؐ کی پیدائش سے زمین کو عروج حاصل ہوا۔ خاک۔ زمین نے آنحضورؐ کو جنا تو سوسن کی طرح نشو زبان بنکر اظہار مسرت کیا۔ آزادیش یعنی آنحضورؐ کی پیدائش۔ ظاہرت جس کا ظاہر اور باطن خدا کیلئے باہمی جنگ میں ہو اسکی روح پُرنور ہوتی ہے اور اسکا نور ناقابل زوال ہوتا ہے۔

ظلمتش با نورِ او شد در قتال ۔۔۔ آفتابِ جانش را نبود زوال
اُس کی تاریکی اُس کے نور کے ساتھ جنگ میں لگی ۔۔۔ اُس کے جان کے سورج کیلئے زوال نہیں ہے

ہر کہ[۱] کوشد بہرِ ما در امتحاں ۔۔۔ پُشت زیرِ پاش آرد آسماں
جو شخص ہمارے لئے امتحان دینے میں کوشش کرے ۔۔۔ آسمان کمر اُس کے پاؤں کے نیچے لے آتا ہے

ظاہرت از تیرگی افغاں کناں ۔۔۔ باطنِ تو گلستاں در گلستاں
تیرا ظاہر تاریکی کی وجہ سے فریادی ہے ۔۔۔ تیرا باطن باغ باغ ہے

قاصدا[۲] چوں صوفیاں رُو ترش ۔۔۔ تا نیامیزند با ہر نور کُش
وہ صوفیوں کی طرح بالارادہ تُرشرو ہے ۔۔۔ تاکہ وہ کسی نور بُجھانے والے سے میل جول نہ کرے

عارفانِ رُو ترش چوں خارِ پُشت ۔۔۔ عیش پنہاں کردہ در خارِ دُرُشت
تُرشرو عارف سیہی کی طرح ہیں ۔۔۔ سخت خاروں میں عیش کو چُھپائے ہوئے ہیں

باغ پنہاں کرد و در آں خار فاش ۔۔۔ کاے عدوِ دُزد ازیں دَر دُور باش
باغ نے پھول کو چھپایا ہے، کانٹا کُھلا ہوا ہے ۔۔۔ کہ اے چور دشمن! اِس دروازہ سے دُور رہ

خارپُشتا خار حارس کردۂ ۔۔۔ سر چو صوفی در گریباں بُردۂ
اے سیہی! تونے کانٹوں کو نگہبان بنایا ہے ۔۔۔ صوفی کی طرح سر کو گریبان میں ڈال لیا ہے

تا کسے در چار دانگِ عیشِ تو ۔۔۔ گُم شود زیں گلرخانِ خار خُو
تاکہ کوئی تیرے وسیع عیش میں ۔۔۔ داخل نہ ہو اِن پھول جیسے چہرے والوں کانٹے کی طبیعت والوں میں سے

طفلِ[۳] تو گرچہ کہ کودک خُو بُدست ۔۔۔ ہر دو عالم خود طفیلِ او بُدست
تیرا بچہ اگرچہ بچپن کی عادت والا ہے ۔۔۔ دو جہان اُس کے طفیل پیدا ہوئے ہیں

ما جہانے را بدو زندہ کنیم ۔۔۔ چرخ را در خدمتش بندہ کنیم
ہم دنیا کو اُس کے ذریعہ حیات بخشیں گے ۔۔۔ آسمان کو اُس کی خدمت میں غلام بنا دیں گے

نشان خواستنِ عبد المطّلب از موضعِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خواجہ عبد المطلب کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کے بارے میں پتہ معلوم کرنا

کہ کجایش یابم و جواب آمدن از درونِ کعبہ و نشان یافتن

کہ اُن کو میں کہاں پاؤں گا؟ اور کعبہ کے اندر سے جواب آنا اور پتہ معلوم ہونا

گفت عبد المطّلب کایں دم کجاست ۔۔۔ اے علیم السّر نشاں دہ راہِ راست
(خواجہ) عبد المطلب نے کہا اس وقت کہاں ہے؟ ۔۔۔ اے راز کو جاننے والے! سیدھے راستہ کا پتہ بتائیے

---

۱ ہر کہ۔ جو شخص بارگاہِ خداوندی میں امتحان دینے کے معاملے میں کوشاں ہے اُس کا مرتبہ آسمان سے بُلند ہے۔ ظاہرت۔ بظاہر پراگندگی ہو لیکن باطن باغ باغ ہے۔

۲ قاصدا۔ یہ شخص اپنے ظاہر کو اس لئے پراگندہ رکھتا ہے کہ دنیادار اُس سے میل جول نہ پیدا کریں۔ عارفاں۔ بزرگوں کی ترشروئی اس لئے ہوتی ہے کہ عوام سے اپنی روحانی لذت کو بچائے رکھیں۔ باغ۔ اُن کی مثال اُس باغ کی ہے جس نے پھولوں کو چھپالیا ہو اور کانٹوں کو ظاہر کر رکھا ہو تاکہ پھول دشمن کی دست بُرد سے محفوظ رہیں۔ گلرخاں۔ یعنی دنیادار۔

۳ طفلِ تو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وجہ تخلیق عالم ہیں۔ زندہ کنیم۔ یعنی ہم روحانی زندگی عطا کریں گے۔ کجاست۔ یعنی آنحضورؐ اس وقت کہاں ہیں اُن کا پتہ اور راستہ بتادے۔

از درونِ کعبہ آوازِ[1]ش رسید — گفت اے جویندۂ طفلِ رشید

کعبہ کے اندر سے اُن کو آواز آئی — اُس نے کہا اے رہ یاب بچّے کے تلاش کرنے والے

ہاتفش گفتا مخور غم کایں زماں — با تو زاں شاہِ جہاں بدہم نشاں

غیبی آواز نے اُن سے کہا غم نہ کر ابھی — میں تجھے اُس شاہجہاں کا پتہ بتاتا ہوں

در فلاں وادیست زیرِ آں درخت — پس رواں شد زود پیرِ نیکبخت

فلاں میدان میں، درخت کے نیچے ہے — تو وہ نیک نصیب بڑے میاں فوراً روانہ ہوگئے

در رکابِ او امیرانِ قریش — زانکہ جدّش بود ز اعیانِ قریش

قریش کے سردار اُن کی ہمراہی میں تھے — کیونکہ اُن کے دادا قریش کے سرداروں میں تھے

تا بہ پشتِ آدمؑ اسلافش ہمہ — مہترانِ رزم و بزم و ملحمہ

اُن کے تمام بزرگ (حضرت) آدمؑ کی پشت تک — رزم و بزم اور میدانِ جنگ کے سردار ہوئے ہیں

ایں نسب[2] خود پوست او را بودہ است — کز شہنشاہانِ مہ پالودہ است

یہ نسب بھی اُن کے لئے چھلکا ہے — کیونکہ (وہ) عظیم بادشاہوں سے بھی برگزیدہ ہیں

مغزِ او خود از نسب دور است و پاک — نیست جنسش از سمک کس تا سماک

اُن کا جوہر خود نسب سے دور اور پاک ہے — سمک سے سماک تک کوئی اُن جیسا نہیں ہے

نورِ حق را کس نجوید زاد و بود — خلعتِ حق را چہ حاجت تار و پود

اللہ کے نور کیلئے کوئی پیدائش اور وجود کو نہیں ڈھونڈتا ہے — اللہ کی خلعت کو تانے بانے کی کیا ضرورت ہے؟

کمتریں[3] خلعت کہ بدہد در ثواب — بر فزاید بر طرازِ آفتاب

وہ جو ادنیٰ درجہ کی خلعت ثواب میں دیتا ہے — وہ سورج کے نقش و نگار سے بڑھ جاتی ہے

بقیۂ قصۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را بایمان

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان کی دعوت دینے کے قصہ کا بقیہ

خیز بلقیسا بیا و ملک بیں — بر لبِ دریای یزداں دُر بچیں

اے بلقیس! اُٹھ، آجا سلطنت کو دیکھ — اللہ کے دریا کے کنارے سے موتی چُن لے

خواہرانت ساکنِ چرخِ سَنی — تو بمردارے چہ سلطانی کنی

تیری بہنیں، بلند آسمان پر مقیم ہیں — تو مردار پر کیا سلطنت کر رہی ہے!

خیز بلقیسا بیا دولت نگر — جاوداں از دولتِ ما بر بخور

اے بلقیس! اُٹھ، آجا اس بادشاہی کو دیکھ — ہمیشہ ہماری دولت کے پھل کھا

---

[1] آوازش یعنی عبدالمطلب کو آواز آئی۔ پیرِ نیکبخت یعنی عبدالمطلب۔ در رکاب یعنی عبدالمطلب کے ساتھ قریش کے دوسرے سردار بھی آنحضورؐ کو تلاش کرنے چلے۔ اَعیان۔ عین کی جمع، سردار۔ رزم میدانِ جنگ۔ بزم محفلِ نشاط۔ ملحمہ۔ میدانِ قتال۔

[2] ایں نسب۔ آنحضورؐ کے ذاتی فضائل کے مقابلہ میں نسبی فضیلت ہیچ ہے۔ مغز یعنی آنحضورؐ کا اصلی جوہر نسب سے بے نیاز ہے آنحضورؐ خیر الخلائق ہیں۔ سمک۔ مچھلی یعنی تحت الثریٰ، عوام کا خیال ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے۔ سماک۔ یعنی آسمان کی انتہائی بلندی، سماک اعزل اور سماک رامح دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں۔ زاد یعنی نسب۔ خلعت۔ لباس کا شاہی جوڑا جو کسی کو انعام میں دیا جائے۔ تار و پود۔ تانا، بانا۔

[3] کمتریں۔ اللہ کی جانب سے جو معمولی جوڑا ثواب میں ملتا ہے وہ نقش و نگار میں سورج سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ طراز۔ نقش و نگار، ملک۔ یعنی روحانی سلطنت۔ خواہرات۔ وہ عورتیں جو مقربات بارگاہِ خداوندی ہیں جیسے حضرت آسیا فرعون کی بیوی وغیرہ۔ سَنی۔ بلند۔ مردار۔ حدیث میں ہے الدُّنیا جِیفَۃٌ۔ دنیا مُردار ہے۔

خواہرانت راز بخششہای راد … ہیچ میدانی کہ آں سلطان چہ داد
تیری بہنوں کو سخاوت کی بخششوں میں سے … تو کچھ جانتی ہے کہ اس شاہ نے دیا کیا دیا ہے

خیز بلقیسا بیا در بحرِ جود … ہر دمے بردار بے سرمایہ سود
اے بلقیس! اُٹھ سخاوت کے سمندر میں آ جا … ہر وقت بغیر سرمایہ کے نفع کما

خواہرانت جملہ در عیش و طرب … بر تو چوں خوش گشت ایں[1] رنج و تعب
تیری بہنیں سب عیش اور مستی میں ہیں … یہ رنج اور مشقت تیرے لئے کیسے بھلی بن گئی

خیز بلقیسا سعادت یار شو … وز ہمہ مُلکِ سبا بیزار شو
اے بلقیس! اُٹھ نیک بختی کی یار بن جا … اور سبا کی پوری سلطنت سے بیزار ہو جا

تو ز شادی چوں گدائے طبل زن … کہ منم شاہ و رئیسِ گولخن
تو خوشی میں اُس فقیر کی طرح ہے جو نقارہ پیٹ رہا ہے … کہ میں بھٹی کا شاہ اور رئیس ہوں

مثلِ قانع شدنِ آدمی بدنیا و حرصِ اُو در طلبِ دنیا و
انسان کے دنیا میں قانع ہونے اور دنیا کی طلب میں اس کی حرص اور روحانیوں

غفلتِ اُو از دولتِ رُوحانیاں کہ ابنائے جنسِ وے اند
کی دولت سے اس کی غفلت کی مثال جو روحانی اسی جیسے ہیں اور

و نعرہ زناں کہ یَا لَیْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ
نعرہ لگاتا ہے ہیں کہ کاش میری قوم جان لیتی

آں[2] سگے در کو گدائے کور دید … حملہ می آورد و دلقش می درید
ایک کتے نے گلی میں ایک اندھے فقیر کو دیکھا … اُس پر حملہ کر دیا اور اُس کی گدڑی پھاڑ دی

گفتہ ایم ایں را و لے بارِ دگر … شد مکرر بہرِ تاکیدِ خبر
ہم یہ (قصہ) کہہ چکے ہیں لیکن دوبارہ … بات کی تاکید کے لئے مکرر ہوا ہے

کور[3] گفتش آخر آں یارانِ تو … بر کُہ اندایندم شکار و صید جُو
اندھے نے اس سے کہا آخر تیرے دوست … اس وقت صید و شکار کی جستجو میں پہاڑ پر ہیں

قومِ تو در کوہ می گیرند گور … درمیان کوی می گیری تو کور
تیری قوم پہاڑ میں گورخر پکڑ رہی ہے … تو کوچے میں اندھے کو پکڑتا ہے

ترکِ ایں تزویر کن شیخِ نفور … آبِ شوری جمع کردہ چند کور
اے متنفر شیخ! اس مکر کو چھوڑ دے … تو کھاری پانی ہے تو نے چند اندھے جمع کرلے ہیں

---

[1] ایں رنج۔ یہ دنیاوی سلطنت۔ چوں نُرنی چونکہ تیری یہ سلطنت بے حقیقت ہے لہٰذا تو شاہ نہیں گدا ہے اور اس خس و خاشاک کی بھٹی کو سلطنت سمجھ کر اُس پر اپنی شاہی کا اعلان کرتی ہے۔ یَا لَیْتَ قَوْمِي۔ جنتی خوش ہو کر کہے گا کاش میری قوم جان لیتی کہ مجھ پر کیا کرم ہو رہا ہے۔

[2] آں سگے۔ دنیا دار کی مثال گلی کے اس کتے کی سی ہے جو اچھے شکاروں کو چھوڑ کر گدا اور فقیر پر لپکتا ہے۔ گفتہ ایم۔ اندھے اور کتے کے قصے کا قصہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، لیکن بات کو مضبوط کرنے کیلئے مکرر کہہ رہے ہیں۔

[3] کور۔ اندھے نے کتے سے کہا دوسرے کتے تو پہاڑ پر گورخر کا شکار کر رہے ہیں تو اندھے کو چمٹ رہا ہے۔ ترک۔ کتے کے قصے سے مولانا نے بناوٹی پیروں کو خطاب فرمایا ہے۔ آبِ شوری۔ تو کھاری پانی ہے تو نے اپنے اندھے مریدوں کو اپنے چاروں طرف جمع کر لیا ہے۔

کایں مریدانِ منؔ و من آبِ شور — می خورند از من ہمی گردند کور

کہ یہ میرے مُرید ہیں اور میں کھاری پانی ہوں — وہ مجھ میں سے پیتے ہیں اور اندھے ہوئے جاتے ہیں

آبِ[1] خود شیریں کُن از بحرِ لدُن — آبِ بد را دامِ ایں کورانِ مکن

لدُن کے دریا سے اپنے پانی کو شیریں بنالے — بُرے پانی کو اِن اندھوں کے لئے جال نہ بنا

خیز، شیرانِ خدا بیں گور گیر — تو چو سگ چونی بزرقی کور گیر

اُٹھ، خدا کے شیروں کو، گورخر پکڑنے والا دیکھ — تو کُتّے کی طرح مکّاری سے اندھے کو پکڑنے والا کیوں ہے

گور چہ از صیدِ غیرِ دوست دُور — جُملہ شیر و شیر گیر و مستِ نُور

گورخر کیا ہوتا ہے، وہ دوست کے علاوہ کے شکار سے دور ہیں — مجسّم شیر ہیں اور شیر پکڑنے والے ہیں اور نور سے مست ہیں

در نظارہ صید و صیادیِ شہ — کردہ ترکِ صید و مُردہ در وَلَہ

شکار اور شاہ کو شکار کرنے کے نظارے میں — شکار کرنا چھوڑ دیا ہے اور عشق میں فنا ہیں

ہمچو[2] مُرغِ مُردہ شاں بگرفتہ یار — تا کُند اُو جنسِ ایشاں را شکار

اُن کو دوست نے مُردہ پرند کی طرح پکڑ رکھا ہے — تاکہ وہ (دوست) اُن کے ہم جنسوں کو شکار کرے

مُرغِ مُردہ مضطر اندر وصل و بین — خواندہٖ اَلْقَلْبُ بَیْنَ الْاِصْبَعَیْن

مُردہ پرند وصل اور جدائی میں مجبور ہے — تو نے پڑھا ہے کہ دل دو انگلیوں کے درمیان ہے

مُرغِ مُردہ اش اہر آں کو شُد شکار — چوں بہ بیند شُد شکارِ شہریار

اُس کے مُردہ پرند کو جو شکار ہوا — جب وہ غور کرے گا تو شاہ کا شکار ہوا ہے

ہر کہ اُو زیں مُرغِ مُردہ سر بتافت — دستِ آں صیاد را ہرگز نیافت

جس نے اُس مُردہ پرند سے رُوگردانی کی — اُس نے شکاری کے ہاتھ کو کبھی نہ پایا

گوید[3] اُو منگر بمُرداریِ من — عشقِ شہ بیں در نگہداریِ من

وہ کہتا ہے میری مُرداری پر نظر نہ کر — میری حفاظت کے بارے میں اللہ کے عشق کو دیکھ

من نہ مُردارم مرا شہ کُشتہ است — صورتِ من شبہِ مُردہ گشتہ است

میں مردار نہیں ہوں، مجھے شاہ نے مارا ہے — میری صورت مُردے کے مشابہ ہوگئی ہے

جنبشم زیں پیش بُود از بال و پر — جنبشم اکنوں ز دستِ دادگر

اس سے پہلے میری حرکت بال اور پر کے ذریعہ تھی — اب میری حرکت منصف کے ہاتھ سے ہے

[1] آبِ خود۔ باطنی کمال حاصل کر اور اُس کے ذریعہ مُریدوں کو فیض پہنچا۔ بحرِ لدُن یعنی خدائی فیض۔ خیز۔ مردانِ حق غیبی فیوض سے بہرہ مند ہیں تو صرف مُریدوں کو لُوٹنے پر لگا ہے۔ گور چہ۔ مردانِ حق کو گورگیر کہا تھا اب کہتے ہیں کہ حقیقی مشائخ تو صرف طالبِ خدا ہیں وہ مجسّم شیر ہیں اور صرف شیر کا شکار کرتے ہیں۔ در نظارہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں اور اُن کو عشق میں فنا کا درجہ حاصل ہے۔

[2] ہمچو مُرغ۔ شکاری جس طرح کا شکار کھیلتے ہیں اُس قسم کے مُردہ جانور کو بھُس وغیرہ بھر کر اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ اُسکے ذریعہ اُس کے ہم جنسوں کا شکار کریں۔ اسی طرح یہ بزرگ گویا کہ وہ مُردہ جانور ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعہ اُن کے ہم جنسوں کا شکار کرتا ہے۔ مرغِ مُردہ۔ ظاہر ہے کہ وہ مُردہ جانور بالکل شکاری کے اختیار میں ہوتا ہے شکاری سے وصل اور جدائی میں مجبور محض ہوتا ہے یہی حال اِن بزرگوں کا ہوتا ہے۔ یہی معنی اِس حدیث کے ہیں جس میں فرمایا گیا کہ دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اللہ جس طرف چاہتا ہے اُس کو پلٹ دیتا ہے۔ مرغِ مُردہ۔ اس مُردہ جانور کے ذریعہ جو شکار ہوا وہ درحقیقت شکاری کا شکار بنا ہے۔ ہر کہ اُو۔ جو جانور اُس مردہ جانور سے کنارہ کشی کریگا وہ صیاد کے ہاتھ سے دور رہیگا۔

[3] گوید اُو۔ فانی فی اللہ کہتا ہے بظاہر میرے مردار ہونے کو نہ دیکھ خدائی عشق مجھے نجس ہونے سے بچائے ہوئے ہے بصورت فقر و فنا کیوجہ سے میں مردے کی صورت میں ہوں۔ جنبشم۔ حرکت جو کہ زندگی کا اثر ہے وہ پہلے میرے ذاتی ارادہ سے تھی اب دستِ قدرت کے ذریعہ ہے۔

جنبشِ فانیم بیروں شد ز پوست
میری فنا ہونے والی حرکت کھال سے باہر ہو گئی ہے

جنبشِ باقیست اکنوں چوں از دوست
اب باقی رہنے والی حرکت ہے کیونکہ وہ اُسکی جانب سے ہے

ہر کہ کج جنبد بہ پیشِ جنبشم
جو کوئی میری حرکت کے سامنے ٹیڑھی حرکت کرتا ہے

گرچہ سیمرغ است زارش می کشم
خواہ وہ سیمرغ ہو میں اُس کو بری طرح مارتا ہوں

ہیں مرا مُردہ مبیں گر زندۂ
خبردار! اگر تو زندہ ہے مجھے مُردہ نہ سمجھ

در کفِ شاہم نگر گر بندۂ
اگر تو بندۂ (خدا) ہے تو مجھے شاہ کے ہاتھ میں سمجھ

مُردہ زندہ کرد عیسیٰؑ از کرم
(حضرت) عیسیٰؑ نے کرم سے مردہ کو زندہ کر دیا

من بکفِ خالقِ عیسیٰ دَرم
میں (حضرت) عیسیٰؑ کے خالق کے ہاتھ میں ہوں

کے ۲ بمانم مُردہ در قبضہ خدا
میں خدا کے قبضہ میں رہ کر مُردہ کب رہ سکتا ہوں

بر کفِ عیسیٰؑ مدار ایں ہم روا
(حضرت) عیسیٰؑ کے ہاتھ پر بھی یہ روا نہ رکھ

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں
میں عیسیٰ ہوں لیکن جس نے جان حاصل کر لی

از دمِ من او بماند جاوداں
میرے دم سے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا

شد ز عیسیٰؑ زندہ لیکن باز مُرد
(حضرت) عیسیٰؑ سے زندہ ہوا لیکن پھر مر گیا

شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰ سپرد
وہ قابلِ مبارکباد ہے جسنے اِس عیسیٰ کو جان سپرد کر دی

من ۳ عصائیم در کفِ موسیٰ خویش
میں اپنے موسیٰ کے ہاتھ میں لاٹھی ہوں

موسیم پنہان و من پیدا بہ پیش
میرا موسیٰ پوشیدہ ہے اور میں سامنے ظاہر ہوں

بر مسلماناں پلِ دریا شوم
میں مسلمانوں کے لئے دریا کا پُل ہو جاتا ہوں

باز بر فرعون اژدرہا شوم
پھر فرعون پر اژدہا بن جاتا ہوں

ایں عصا را اے پسر تنہا مبیں
اے بیٹا: اِس لاٹھی کو اکیلا نہ سمجھ

کہ عصا بے کفِ حق نبود چنیں
کیونکہ بغیر خدا کے ہاتھ کے لاٹھی ایسی نہیں ہوتی ہے

موجِ طوفاں ہم عصا بُد کو ز دَرد
طوفان کی موج بھی لاٹھی تھی جس نے دَرد کیساتھ

طنطنہ جادو پرستاں را بخورد
جادو پرستوں کے دبدبہ کو نگل لیا

ہم عصا بُد باد بر اعدائے ہودؑ
(حضرت) ہودؑ کے دشمنوں پر ہوا بھی لاٹھی تھی

کہ بر آورد از بقیہ عاد دود
جس نے عاد کے بقیہ (لوگوں) کے دھوئیں اڑا دیئے

ہم عصای بود پشہ در نبرد
مچھر بھی مقابلے میں لاٹھی تھا

کو بر آورد از سرِ نمرود گرد
جس نے نمرود کے سر سے دھول اُڑا دی

---

۱ جنبشِ فانیم۔ جب بندہ فرائض اور نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر لیتا ہے تو اُس کے تمام افعال اللہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں جیسا کہ قرار کا انتقرب سے بڑے انسان کو عدم میں ملا دیتا ہے۔ ہیچ مند فنی فی اللہ صرف اپنے افعال کے اعتبار سے بے حس و حرکت ہوتا ہے، دستِ قدرت اُس سے افعال کا صدور کرتا ہے۔ مُردہ۔ حضرت عیسیٰؑ مُردے کو زندہ کر دیتے تھے تو حضرت عیسیٰؑ کا خالق مُردے کو کیسے زندہ نہ کر دے گا۔

۲ کے بمانم حضرت عیسیٰؑ کی حیات بخشی کا اِنکار بھی بےجا ہے۔ چہ جائیکہ خدا کی حیات بخشی۔ عیسیم۔ میں خود بھی زندہ ہوں بلکہ دوسروں کو بھی ابدی زندگی عطا کرتا ہوں۔ شد ز عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰؑ کے جس معجزے کا ذکر ہے اُس سے عارضی زندگی حاصل ہوتی تھی۔ بدیں عیسیٰ۔ اگر اِس سے مُراد اللہ تعالیٰ ہے تو کوئی اِشکال نہیں اگر خود فانی فی اللہ مُراد ہے تو مُراد یہ ہے کہ اُن کے معجزے کا تعلق دنیاوی زندگی سے تھا اگرچہ وہ بھی روحانی زندگی عطا کرتے تھے اُس کا ذکر نہیں ہے۔

۳ من عصائیم یعنی اب میں اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہوں، جیسے عصا۔ یعنی میں اہلِ حق کیلئے باعثِ نجات اور کفار کیلئے باعثِ عذاب ہوں۔ دریا یعنی مصر کا دریائے نیل۔ منہ

حضرت نوحؑ کی بددعا سے اُن کی قوم پانی کے طوفان سے ہلاک ہوئی۔ جادو پرستاں یعنی فرعون کی قوم۔ عاد۔ یہ حضرت ہودؑ کی قوم تھی۔

گر عصاہائے[1] خدا را بشمرم ‏ ‏ زرق ایں فرعونیاں را بردرم
اگر میں خدا کی دھمکیوں کا شمار کروں ‏ ‏ ان فرعونیوں کی مکاری، مکاپردہ، چاک کردوں

لیک زیں شیریں گیاہ زہرمند ‏ ‏ ترک کن تا چند روزے می چرند
لیکن اس زہریلی شیریں گھاس کو ‏ ‏ رہنے دے، تاکہ چند روز چریں

گر نباشد جاہِ فرعون و گرے ‏ ‏ از کجا یابد جہنم پرورے
اگر فرعون کا رتبہ اور سرداری نہ ہو ‏ ‏ (تو) جہنم کہاں سے پرورش پائے؟

فربہش کن آنگہش کُش اے قصاب ‏ ‏ زانکہ بے برگند در دوزخ کلاب
اے قصاب! اس کو موٹا کر پھر ذبح کر ‏ ‏ کیونکہ دوزخ میں کتے بے سروسامان ہیں

گر نبودے خصم و دشمن در جہاں ‏ ‏ پس بمردے خشم اندر مرداں
اگر دنیا میں مخالف اور دشمن نہ ہوتے ‏ ‏ تو انسانوں میں غصہ مُردہ ہو جاتا

دوزخ[2] آں خشم ست بے خصمے فلاں ‏ ‏ کے زید میرد ز نورِ مومناں
اے فلاں! دوزخ وہ غصہ ہے بغیر مخالف کے ‏ ‏ کب زندہ رہے، مومنوں کے نور سے بجھ جائے

دوزخ آں خشم است و خصمے بایدش ‏ ‏ تا زید ورنہ رحیمی بکشدش
دوزخ وہ غصہ ہے اور اس کو مخالف چاہیے ‏ ‏ تاکہ زندہ رہے، ورنہ رحیمی اس کو بجھادے

گر بماندے لطف بے قہر و بدے ‏ ‏ پس کمالِ بادشاہی کے شدے
اگر مہربانی بغیر قہر اور بدی کے رہ جاتی ‏ ‏ تو بادشاہی کا کمال کب ہوتا؟

ریشخندے کردہ اند آں منکراں ‏ ‏ بر مثلہا و بیانِ ذاکراں
ان منکروں نے مذاق اڑائی ہے ‏ ‏ اہلِ ذکر کی مثالوں اور بیان کی

تو اگر خواہی بکن ہم ریشخند ‏ ‏ چند خواہی زیست اے مردار چند
اگر چاہے تو بھی مذاق اڑا ‏ ‏ اے مُردار! تو کب تک زندہ رہے گا!

شاد[3] باشید اے محباں در نیاز ‏ ‏ بر ہمیں در کہ شود امروز باز
اے دوستو: نیازمندی میں خوش رہو ‏ ‏ اس دروازے پر جو آج کھلا ہوا ہے

ہر حویجی باشدش کُردے دگر ‏ ‏ در میانِ باغ از سیر و کبر
ہر ضرورت کی ایک دوسری کیاری ہوتی ہے ‏ ‏ باغ میں لہسن اور گبر کی

[1] عصہا۔ یعنی میں اگر خدائی عذاب کی تفصیل بیان کروں تو فرعون طبع انسانوں کے مکر کا پردہ چاک کردوں۔ لیک۔ ان فرعونیوں کو دنیاوی لذتوں میں جو کہ حقیقتاً زہر ہیں مبتلا رہنے دو۔ گر نباشد۔ نظامِ قدرت کی بقا کیلئے گنہگاروں کی بھی ضرورت ہے۔ از کجا۔ یہ لوگ جہنم کی خوراک ہیں جس سے اسکی پرورش ہوتی ہے۔ فربہش۔ قرآن پاک میں ہے ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ "اے نبی اُن کو چھوڑے رکھو وہ کھاتے اور نفع اٹھاتے رہیں اور ان کو تمنا غفلت میں ڈالے رکھے پھر عنقریب وہ جان لیں گے"۔ کلاب۔ دوزخ کے کتے اُن کے گوشت کے منتظر ہیں۔ گر نبودے۔ غصہ کی بقا کیلئے مخالفت اور دشمنی کا وجود ضروری ہے ورنہ غصہ مرجائے۔

[2] دوزخ۔ دوزخ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا مظہر ہے اُس کیلئے اِن دشمنوں کی ضرورت ہے۔ رحیمی۔ اگر صفتِ غضب نہ ہے تو دوزخ ٹھنڈی ہوجائے۔ گر بماندے۔ اگر صرف صفتِ رحمت ہو اور صفتِ غضب نہ ہو تو بادشاہی کا کمال نہیں ہے لہٰذا الوہیت کیلئے دونوں صفتیں ضروری ہیں۔ ریشخندے۔ منکر، اہلِ ذکر کا مذاق اُڑاتے ہیں تو بھی اگر چاہے مذاق اُڑالے پھر دیکھ انجام کیا ہوتا ہے۔

[3] شاد۔ جو لوگ آیاتِ الٰہیہ کے ذکر سے محبت رکھتے ہیں اور اس در کی نیازمندی اختیار کئے ہوئے ہیں وہ قابلِ مبارکباد ہیں۔ حویج۔ مولانا نے اس لفظ کو ضروریاتِ زندگی کے معنی میں بولا ہے۔ کُرد۔ کاف کے ضمہ سے، کیاری۔ سیر۔ لہسن۔ گبر۔ ایک پھل کا نام ہے جو خراسان میں پیدا ہوتا ہے اسکا اچار ڈالا جاتا ہے مولانا مخلص اور منافق کے مسلک کو جدا جدا کرکے سمجھا رہے ہیں۔

هر یکے¹ با جنسِ خود در کُردِ خود — از برائے پختگی نم می خورد

ہر ایک چیز ہم جنس کے ساتھ اپنی کیاری میں — پختگی کے لئے سیرابی حاصل کرتی ہے

تو کہ کُردِ زعفرانی زعفراں — باش و آمیزش مکُن با دیگراں

تو جو کہ زعفران کی کیاری ہے زعفران — رہ، اور دوسروں کے ساتھ نہ مل

آب می خور زعفرانا تا رسی — زعفرانی اندریں حلوا رسی

اے زعفران! سیرابی حاصل کر تاکہ تو پک جائے — تو زعفران ہے اس حلوے میں ملے گا

تو مکُن در کُردِ شلغم پوزِ خویش — کہ نگردد با تو او ہم طبع و کیش

تو شلجم کی کیاری میں اپنا منہ نہ ڈال — تاکہ وہ تیرا ہم مزاج اور ہم مذہب نہ ہو جائے

تو بکُردے او بکُردے مودَعہ — زانکہ ارضُ اللہ آمد واسعہ

تو ایک کیاری میں اور وہ دوسری کیاری میں رکھا ہوا ہے — کیونکہ اللہ کی سرزمین وسیع ہے

خاصہ آں ارضے کہ از پہناوری — در سفر گم می شود دیو و پری

خصوصاً وہ زمین جیسی، وسعت کی وجہ سے — دیو اور پری سفر میں گم ہو جاتے ہیں

اندراں² بحر و بیابان و جبال — منقطع می گردد اوہام و خیال

ان سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں میں — اوہام اور خیالات ختم ہو جاتے ہیں

ایں بیاباں در بیاباہائے او — ہمچو اندر بحر و بر یک تارِ مو

یہ جنگل اس کے جنگلوں میں — اس طرح ہیں، جیسے سمندر اور خشکی میں ایک بال

آبِ استادہ کہ سیرستش نہاں — تازہ تر خوشتر ز جوہائے رواں

پانی ٹھہرا ہوا ہے کیونکہ اس کی رفتار پوشیدہ ہے — جاری نہروں سے، تازہ تر اور اچھا ہے

³کو درونِ خویش چوں جان و رواں — سیرِ پنہاں دارد و پائے رواں

کیونکہ وہ اپنے اندر جان اور روح کی طرح — پوشیدہ سیر اور رواں پاؤں رکھتا ہے

مستمع خفتہ است کوتہ کُن خطاب — اے خطیب ایں نقش کم زن بر آب

سننے والا سو گیا ہے تقریر مختصر کر — اے مقرر! اس نقش کو پانی پر نہ کھینچ

بقیۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را کہ فرصت غنیمت است

حضرت سلیمانؑ کی بلقیس کو دعوت کا بقیہ کہ فرصت غنیمت ہے

خیز بلقیسا کہ بازاریست تیز — زیں خسیسانِ کساد افگن گریز

اے بلقیس! اٹھ کیونکہ بازار تیزی پر ہے — ان ٹوٹے میں مبتلا کرنے والے کمینوں سے بھاگ

---

¹ ہر یکے۔ ہر ترکاری اپنی کیاری میں پرورش پاتی ہے اور سیرابی حاصل کر کے پختہ ہوتی ہے۔ تو کہ۔ مخلص کو منافق کے ساتھ میل جول نہ چاہیے۔ آب می خور۔ اپنے مسلک پر قائم رہ کر پختگی پیدا کر تاکہ اعلیٰ مقام حاصل ہو جائے۔ تو مکُن۔ زعفران کو اپنی کیاری میں رہنا چاہیے شلغم کی کیاری کا رُخ کریگا تو اُس میں اُس کی خاصیت آجائیگی۔ تو بکُردے۔ اللہ نے مومن کا ایک مقام اور منافق کا دوسرا مقام بنایا ہے خدا کی زمین وسیع ہے خلط ملط کی ضرورت نہیں ہے۔ خاصہ۔ عالمِ غیب کی سرزمین تو اسقدر وسیع ہے کہ اُس میں دیو اور پری بھی راستہ گم کر... بیٹھتے ہیں

² اندراں۔ عالمِ غیب کے سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں کی وُسعت تک وہم اور خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ایں بیاباں۔ دنیا کی زمین کی کائنات اُس غیب کی زمین کے اعتبار سے ایسی ہے جیسا کہ بحر و بر کے مقابلہ میں ایک بال۔ آبِ استادہ۔ سالک کے باطن کا رکا ہوا پانی جس کا بہاؤ پوشیدہ ہے جاری پانی سے بدرجہا بہتر ہے

³ کو۔ سالک کی سیر جان اور روح کی سیر کی طرح مخفی اور پوشیدہ ہوتی ہے۔ مستمع۔ چونکہ سامعین کی توجہ نہیں ہے لہٰذا فنا کے مقام کی باتیں بند کر دو ورنہ نقش بر آب ہونگی۔ خیز۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو عمل کی دعوت دی اور فرمایا بدکرداروں کی صحبت

خیز بلقیسا کنوں با اختیار[۵۱] — پیش ازاں کہ مرگ آرد گیر و دار

اے بلقیس! اب اُٹھ (جبکہ) با اختیار ہے — اس سے قبل کہ موت پکڑ دھکڑ شروع کرے

خیز بلقیسا بیا پیش از اجل — در نگر شاہی و مُلکِ بے دغل

اے بلقیس! اُٹھ، موت سے پہلے آجا — بادشاہی اور بغیر فساد کی سلطنت دیکھ لے

خیز بلقیسا بجاہِ خود مناز — اندریں درگہ نیاز آور نہ ناز

اے بلقیس! اُٹھ، اپنے مرتبہ پر ناز نہ کر — اس بارگاہ میں نیاز پیش کر نہ کر ناز

خیز بلقیسا و مستہ با قضا — ورنہ مرگ آید کشد گوشِ ترا

اے بلقیس! اُٹھ اور قضا (خداوندی) سے نہ جھگڑ — ورنہ موت آئے گی تیرے کان کھینچے گی

بعد ازاں گوشت کشد مرگ آنچناں — کہ چو دزد آئی بشحنہ جاں کناں

اس کے بعد موت تیرے ایسے کان کھینچے گی — کہ تو چور کی طرح کوتوال کے پاس جانکنی کی حالت میں آئے گی

زیں خراں تا چند باشی نعل دزد — گر ہمی دزدی بیا و لعل دزد

تو ان گدھوں کے نعل کب تک چرائے گی؟ — اگر چوری ہی کرنی ہے تو آ اور لعل چرا

خواہرانت یافتہ مُلکِ خلود — تو گرفتہ مملکتِ کور و کبود

تیری بہنوں نے ہمیشگی کی سلطنت حاصل کر لی — تو بے نور اور تاریک سلطنت کو پکڑے ہوئے ہے

اے خنک[۵۲] آنجاں کزیں ملکت بجست — کہ اجل ایں ملک را ویراں گرست

وہ جان قابلِ مبارکباد ہے جس نے اس سلطنت کو چھوڑ دیا — کیونکہ موت اس سلطنت کو ویران کر دینے والی ہے

خیز بلقیسا بیا بارے ببیں — مملکتِ شاہان و سلطانانِ دیں

اے بلقیس! اُٹھ، آجا اب دیکھ — دین کے امراء اور شاہوں کی سلطنت

شستہ در باطن میانِ گلستاں — ظاہرا خارے میانِ دوستاں

وہ حقیقت باغ میں بیٹھا ہوا ہے — بظاہر دوستوں کے درمیان ایک کانٹا ہے

بوستاں[۵۳] با او رواں ہر جا رود — لیک آں از خلق پنہاں می شود

جہاں وہ جاتا ہے باغ اس کے ساتھ جاتا ہے — لیکن وہ (باغ) مخلوق سے پوشیدہ ہوتا ہے

میوہا لابہ کناں کز من بخور — آبِ حیواں آمدہ کز من بخور

پھل خوشامد کرتے ہیں کہ ہمیں کھا — آبِ حیات آیا ہوا ہے کہ مجھے پی

طوف می کن بر فلک بے پر و بال — ہمچو خورشید و چو بدر و چوں ہلال

بغیر بال و پر کے آسمان کا طواف کر — سورج اور چودھویں اور پہلی کے چاند کی طرح

---

[۵۱] با اختیار۔ انسان جب تک زندہ ہے با اختیار ہے۔ در نگر یعنی عالمِ آخرت کی شاہی جو لازوال ہے۔ درگہ۔ یعنی درگاہِ خداوندی میں صرف نیاز کام آتا ہے۔ مستہ۔ مستیز کا مخفف ہے، جھگڑا نہ کر۔ بعد ازاں۔ مرنے کے بعد مجرم کی سی اضطراری حاضری ہوگی۔ شحنہ۔ کوتوال۔ خراں۔ دولت کے لئے دنیاداروں کی پابوسی نہ کر۔ نعل۔ حکمت کے لعل و گوہر۔ خواہرانت۔ یعنی دنیا کی نیک عورتیں۔

[۵۲] اے خنک۔ جو شخص ناپائیدار حکومت سے دستبردار ہو کر ابدی سلطنت حاصل کرے وہ مبارکبادی کے قابل ہے۔ شستہ۔ نشستہ کا مخفف ہے یعنی جس نے اُخروی سلطنت حاصل کر لی وہ باطنی کمالات کے باغ میں بیٹھا ہوا ہے لیکن بظاہر وہ اپنے ملنے والوں کو ایک کانٹا نظر آ رہا ہے۔

[۵۳] بوستاں۔ اسکے کمالات کا باغ اس کے ساتھ رہتا ہے لیکن عوام کی نظر سے مخفی ہے۔ میوہ۔ وہ اس باغ کے پھلوں سے نفع اندوز ہے اور اس باغ کی نہروں سے آبِ حیات پی رہا ہے۔ طوف۔ عالمِ ملکوت کی سیر کر۔

چون[1] رَواں باشی رَوان وے پائے نہ
تو روح کی طرح چلے گی اور پاؤں نہیں ہے

می خوری صد لوت و لقمہ خائے نہ
تو سو غذائیں کھائیگی اور لقمہ چبوائی نہیں ہے

نے نہنگِ غم زند بر کشتیت
نہ تیری کشتی پر غم کا مگرمچھ حملہ کرے گا

نے پدید آید ز مُردن زشتیت
نہ مرنے کی وجہ سے تیرے اوپر بدنمائی آئیگی

ہم[2] تو شاہ و ہم تو لشکر ہم تو تخت
تو ہی شاہ ہوگی تو ہی لشکر ہوگی تو ہی تخت ہوگی

ہم تو نیکو بخت باشی ہم تو بخت
تو ہی نیک بخت ہوگی تو ہی نصیب ہوگی

گر تو نیکو بختی و سُلطانِ زَفت
اگر تو نیک بخت ہے اور سلطانِ اعظم

بخت غیرِ تُست روزے بخت رفت
نصیب تیرا غیر ہے ایک دن نصیب روانہ ہوجائیگا

تو بماندی چوں گدایاں بے نوا
تو فقیروں کی طرح بے سروسامان رہ جائیگی

دولتِ خود ہم تو باش اے مجتبیٰ
اے برگزیدہ! خود تو دولت بن جا

چوں تو باشی بختِ خود اے معنوی
اے معنوی! جب تو خود اپنا نصیب ہو گی

پس تو کہ بختی زخود کے گم شوی
تو پھر جبکہ تو خود نصیب ہے اپنے آپ کب گم ہوگی؟

تو زخود کے گم شوی اے خوشخصال
اے خوشخصال! تو اپنے آپ سے کب گم ہو گی؟

چونکہ عینِ تو ترا شد مُلک و مال
جبکہ تیرا وجود خود تیرا ملک ومال بن گیا

بقیہ[3] قصۂ عمارت کردنِ سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ را بہ تعلیم و وحیِ خدا جہت حکمتہا و معاونتِ ملائکہ و دیو و پری

حضرت سلیمانؑ کا مسجد اقصیٰ کو حکمتوں کی وجہ سے خدا کی تعلیم اور وحی کے ذریعہ تعمیر کرنے کا بقیہ قصہ اور فرشتوں اور جنوں اور پریوں کی مدد

بعد ازاں آمد ندا از پیشِ تخت
اس کے بعد تخت کے سامنے سے آواز آئی

بر سلیمانؑ آں نبیِ نیک بخت
اُن نیک بخت، نبی، سلیمانؑ کے پاس

اے سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ بساز
اے سلیمانؑ! مسجدِ اقصیٰ بنا

لشکرِ بلقیس آمد در نماز
بلقیس کا لشکر نماز کا عادی ہوگیا ہے

چونکہ او بنیادِ آں مسجد نہاد
جب انھوں نے اس مسجد کی نیو رکھی

جن و انس آمد بدن در کار داد
جن وانس آگئے (اور) کام میں لگ گئے

آواز آئی۔ لشکرِ بلقیس۔ یعنی بلقیس کا لشکر عبادت کرنے لگا ہے اب ایک وسیع مسجد کی ضرورت ہے۔ چونکہ او۔ یعنی حضرت سلیمانؑ۔ آں مسجد یعنی مسجدِ اقصیٰ۔ جن و انس۔ حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہر جن اور انس پر تھی۔

۱ہ چوں۔ یہ سیر روحانی ہو گی جس میں پاؤں اور بال و پر کی ضرورت نہیں ہے می خوری۔ معارفِ خداوندی سے لذتیں حاصل ہوں گی اس خوراک کے لئے لقمے چبانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نے نہنگ۔ تیری اس کشتی کو غم کا مگرمچھ نقصان نہیں پہنچاسکتا

۲ہ ہم تو شاہ۔ عالمِ ملکوت میں تو خود ملکہ ہوگی خود لشکر اور تختِ شاہی ہوگی تو خود نصیب ہوگی اور خود ہی نیک بخت ہوگی۔ گر تو۔ اس عالم میں اگر تو نصیب ور بھی ہے تو بخت "دوسری چیز ہے اور تو اور چیز مغایرت کی وجہ سے کسی وقت تجھ سے تیرا بخت جدا ہوجائیگا اور تو فقیر بن جائیگی۔ چوں تو باشی۔ جب تجھ میں اور نصیب میں اتحاد ہوجائیگا تو یہ بخت کو تو گم نہ کرے گی کیونکہ کوئی اپنے آپ کو گم نہیں کرتا ہے۔

۳ہ بقیۂ قصہ۔ حضرت سلیمانؑ کا ذکر چل رہا تھا درمیان میں بلقیس کا قصہ آگیا تھا بہرحال وہ حضرت سلیمانؑ کے پاس آکر ان پر ایمان لے آئی تھی اب حضرت سلیمانؑ کے قصہ کو پورا کرتے ہیں اور مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر اور سلیمانؑ کا ذکر شروع کرتے ہیں۔ بعد ازاں۔ یعنی جب بلقیس کی دعوت کی تکمیل ہوگئی۔ تخت۔ یعنی تختِ سلیمانؑ کے سامنے سے ہاتفِ غیبی کی

یکؔ گروہ از عشق و قومے بے مُراد
ایک گروہ عشق کے ساتھ اور کچھ لوگ بادلِ ناخواستہ
ہمچناں کہ در رہِ طاعت عباد
جس طرح کہ لوگ راہِ عبادت میں

خلق دیوانند و شہوت سلسلہ
لوگ دیو ہیں اور خواہشِ نفسانی زنجیر ہے
می کَشد شاں سوی دُکان و غلہ
وہ اُن کو دُکان اور آمدنی کی طرف کھینچتی ہے

ہست ایں زنجیر از خوف و وَلہ
یہ زنجیر ڈر اور عشق کی ہے
تو مبیں ایں خلق را بے سلسلہ
تو ان لوگوں کو بلا زنجیر نہ سمجھ

ہست ایں بند و کمند آں خوفِ شاں
یہ پھندہ اور کمند اُن کا وہ خوف ہے
نیستند ایں خلق بے بندِ نہاں
یہ لوگ پوشیدہ بندھ کے بغیر نہیں ہیں

می کشاند شاں سوئے کسب و شکار
وہ اُن کو کمائی اور شکار کی جانب کھینچتا ہے
می کشاند شاں سُوئے کان و بحار
وہ اُن کو کانوں اور سمندروں کی جانب کھینچتا ہے

میؔ کشاند شاں بسُوئے نیک و بد
وہ اُن کو نیک و بد کی طرف کھینچتا ہے
گفت حق فِی جِیدِھَا حَبلُ المَسَد
اللہ نے فرمایا ہے اسکے گلے میں سرخ کی رسّی ہے

قَد جَعَلنَا الحَبلَ فِی اَعنَاقِھِم
بیشک ہم نے ان کی گردنوں میں رسّی ڈالدی ہے
وَاتَّخَذنَا الحَبلَ مِن اَخلَاقِھِم
اور ہم نے رسّی اُن کے اخلاق سے بنائی ہے

لَیسَ مِن مُستَقذِرٍ وَّ مُستَنقِہٖ
نہیں ہے کوئی بھی گنہگار (یا) پاک
قَطُّ اِلَّا طَائِرُہٗ فِی عُنُقِہٖ
ہرگز، مگر اُس کا اعمالنامہ اُس کی گردن میں ہے

حرصِ تو در کارِ بد چوں آتش ست
بُرے کام میں تیری حرص آگ جیسی ہے
اخگر از رنگِ خوشِ آتش خوش ست
انگارا آگ کے خوشنما رنگ کی وجہ سے حسین ہے

آںؔ سیاہی فحم در آتش نہاں
کوئلے کی کالک آگ میں پوشیدہ ہے
چونکہ آتش شد سیاہی شد عیاں
جب آگ ختم ہوئی کالک کھل گئی

اخگر از حرصِ تو شد فحمِ سیاہ
کالا کوئلہ تیری حرص کی وجہ سے انگارا تھا
حرص چوں شد ماند آں فحمِ تباہ
حرص جب ختم ہوئی وہ تباہ کوئلہ رہ گیا

آں زماں آں فحمِ اخگر می نمود
اُس وقت وہ کوئلہ انگارا نظر آیا
آں ز حُسنِ کارِ نارِ حرص بود
وہ حرص کی آگ کے کارنامہ حسن کی وجہ سے تھا

حرص کارت را بیاراید بُود
لالچ نے تیرے کام کو آراستہ کیا تھا
حرص رفت و ماند کارِ تو کبود
حرص ختم ہوگئی اور تیرا کام بدنما ہوگیا

۱؎ یک گروہ۔ کچھ لوگ دل و جان سے کام کر رہے تھے کچھ بددلی سے جیسا کہ عبادات میں انسانوں کا حال ہے۔ خلق جس طرح مسجد کے کام میں جن لگے ہوئے تھے اسی طرح ہر انسان کو دیو سمجھو اور اُن کو تیبی رجحان اُن کے لئے بمنزلہ زنجیر کے ہے وہ اُس زنجیر کے ذریعہ اپنے مناسب کام میں لگا ہوا ہے۔ غلہ آمدنی، پیداوار خوف وولہ۔ زنجیریں دو قسم کی ہیں ایک ڈر کی، ایک عشق اور محبت کی۔ جیسے سلسلہ قرآنِ پاک میں ہے مَا مِن دَابَّۃٍ اِلَّا ھُوَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا نہیں کوئی زمین پر چلنے والا مگر اللہ تعالیٰ اُس کی پیشانی کے بال پکڑے ہوئے ہے:

۲؎ می کشاند۔ وہ مخفی زنجیر اُس کو مختلف کاموں کیطرف کھینچتی ہے۔ فِی جِیدِھَا۔ قرآن میں ابولہب کی بیوی کے بارے میں فرمایا گیا ہے اسکے گلے میں سُونج کی رسّی ہے۔ مولانا نے یہاں رسّی سے وہی خواہشِ نفسانی جس کو زنجیر سے تعبیر کر رہے ہیں مُراد لی ہے۔ مُستقذر۔ پلید، گنہگار۔ مُستنقہ۔ اصل میں مُستنقی تھا، پاک صاف۔ طائرہ پرندہ یعنی اعمالنامہ حرص۔ انسان کی حرص اسکے بُرے عمل کو خوشنما کر کے پیش کر دیتی ہے جس طرح آگ کالے کوئلے کو حسین انگارا بنا دیتی ہے۔

۳؎ آں سیاہی۔ کوئلہ کالا ہوتا ہے آگ اسکو سُرخ بنا دیتی ہے جب آگ بُجھ جاتی ہے کوئلہ کا کالا پن نمودار ہو جاتا ہے۔

مغورہؔ را کہ بیارا ید غول | پختہ پندارد کسے کو ہست گول
جس کچے خوشے کو بھوت نے آراستہ کیا ہے | وہ شخص اُس کو پختہ سمجھے گا جو احمق ہے

آزمایش چوں نماید جانِ او | کُند گردد ز آزموں دندانِ او
جب اُس کی جان آزمائش کرتی ہو | آزمائش سے اُس کے دانت کھٹے ہو جاتے ہیں

از ہوس آں دام دانہ می نمود | عکسِ غولِ حرص و آں خود دام بود
ہوس کی وجہ سے اُس جال کو دانہ دکھا دیا | حرص کے بھوت کے عکس نے اور وہ خود جال تھا

حرص اندر کارِ دین و خیر جو | چوں نماند حرص ماند نغز او
خیر اور دین کے کام میں حرص کو دیکھ | جب حرص نہیں رہتی، وہ خوبصورت بنا ہے

خیرہا نغز ند نہ از عکسِ غیر | تاب حرص ار رفت ماند تابِ خیر
نیک کام (خود) خوبصورت ہیں نہ کہ غیر کے عکس سے | حرص کی چمک اگر چلی جائے نیکی کی چمک رہتی ہے

تابِ۲ حرص از کارِ دنیا چوں برفت | فحم باشد ماندہ از اخگر بہ تفت
دنیا کے کام کی جب حرص کی چمک چلی جائے | ہر حرارت انگارے کی بجائے کوئلہ رہ جاتی ہے

کودکاں را حرص می آرد غرار | تا شوند از ذوقِ دل دامن سوار
بچوں کو حرص دھوکا دیتی ہے | یہاں تک کہ وہ دل کے ذوق سے دامن کے سوار بنتے ہیں

چوں ز کودک رفت آں حرصِ بدش | بر دگر اطفال خندہ آیدش
جب بچے میں سے اُسکی وہ بُری حرص جاتی رہی | دوسرے بچوں پر اُس کو ہنسی آتی ہے

کہ چہ می کردم چہ می دیدم دریں | خل۳ ز عکسِ حرص بنمود انگبیں
کہ میں نے کیا کیا تھا اِسمیں کیا سمجھا تھا؟ | حرص کے پرتو سے سرکہ شہد نظر آیا تھا

آں بنائے انبیا بے حرص بود | زانچناں پیوستہ رونقہا فزود
انبیا کی تعمیر بغیر لالچ کے تھی | اسی وجہ سے ہمیشہ ایسی رونقیں بڑھیں

اے بسا مسجد برآوردہ کرام | لیک نبود مسجدِ اقصاش نام
شرفا نے بہت سی مسجدیں بنائیں | لیکن اُن کا مسجدِ اقصیٰ نام نہ ہوا

کعبہ را کش ہر دمے عزّے فزود | آں ز اخلاصاتِ ابراہیمؑ بود
کعبہ جس کی عزت ہر وقت بڑھتی ہے | یہ (حضرت) ابراہیمؑ کے خلوص کی وجہ سے ہے

فضلِ آں مسجد ز خاک و سنگ نیست | لیک در بناش حرص و جنگ نیست
اُس مسجد کی فضیلت مٹی اور پتھر کی وجہ سے نہیں ہے | لیکن اُس کے بنانے والے میں حرص اور مقابلہ نہیں ہے

۱ے مغورہ۔ کچا خوشہ غول۔ چھلاوا، بھوت۔ گول۔ بیوقوف۔ آزمائش۔ جب کچے پھل کو کھانے لگے تو پتہ چلے گا وہ دانت کھٹے ہو جائیں گے۔ از ہوس۔ انسان کی حرص جال کو دانہ دکھا دیتی ہے۔ حرص۔ کارِ خیر میں اگر حرص ہو اور وہ حرص جاتی رہے تب بھی وہ عمل بہتر دکھائی دیگا۔ تاب۔ چمک۔

۲ے تابِ حرص۔ دنیا کے کاموں میں لالچ کی چمک ہٹ جانے کے بعد اُن کاموں کی بدنمائی واضح ہو جاتی ہے۔ کودکاں۔ بچے گھوڑے کی حرص میں اپنے دامن کو گھوڑا بنا کر سوار ہوتے ہیں۔ بچہ جب بڑا ہو جانے پر وہ حرص ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہی بچہ دوسرے بچوں کی اس حرکت پر ہنستا ہے۔

۳ے خل۔ غرضکہ انسان کی حرص اور لالچ بُرے کو بھلا دکھاتی ہے سرکہ شہد نظر آتا ہے۔ آں بنائے۔ جو تعمیر انبیا کرتے ہیں اُس میں چونکہ کوئی لالچ اور طمع شامل نہیں ہوتی ہے لہٰذا اُن کی تعمیروں کی رونق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اے بسا۔ دوسرے بھلے لوگوں نے بھی مسجدیں بنائیں لیکن اُنکو وہ مرتبہ حاصل نہ ہوا جو مسجدِ اقصیٰ کا ہے۔ کعبہ۔ کعبہ کی روزافزوں عزت حضرت ابراہیمؑ کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ فضل آں مسجد یعنی مسجد حرام۔ حرص و جنگ۔ حضرت ابراہیمؑ نے خلوص سے مسجد حرام کی تعمیر کی تھی کسی کی حرص اور مقابلہ میں نہیں کی تھی

۱؎ نے کُتبِ شاں چوں کتابِ دیگراں	نے مساجد شاں نہ کسب و خانماں
نہ اُن کی کتابیں، دوسروں کی کتاب کی طرح ہیں	نہ اُن کی مسجدیں، نہ کاروبار اور گھر
نے ادبِ شاں نے غضبِ شاں نے نکال	نے نُعاس و نے قیاس و نے مقال
نہ اُن کا ادب نہ اُن کا غصہ نہ عذاب	نہ اُونگھ اور نہ قیاس اور نہ مقال
ہر یکے را دادہ حق در مرتبت	صد ہزاراں حشمت و ہم مکرمت
(انمیں سے) ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں رتبہ میں	لاکھوں شوکتیں اور عزتیں
ہر یکے شاں را یکے فرِّ دگر	مُرغِ جانِ شاں طائر از پرِّ دگر
اُن میں سے ہر ایک کیلئے ایک دوسری شان ہے	اُنکی جان کا پرند دوسرے قسم کے پر سے پرواز کرتا ہے
دل ہمی لرزد ز ذکرِ حالِ شاں	قبلۂ افعالِ ما افعالِ شاں
اُن کے حال کے ذکر سے دل لرزتا ہے	اُن کے افعال ہمارے افعال کا قبلہ ہیں
مُرغِ شاں را بیضہا زرّیں بُدست	نیم شب جانِ شاں سحر گہ بیں شدست
اُن کے مُرغ کے سونے کے انڈے ہوتے ہیں	اُن کی جان آدھی رات میں صبح کو دیکھتی ہے
ہر چہ گویم من بجاں نیکوئے قوم	نقص گفتم گشتہ ناقص گوئی قوم
میں (دل و) جان سے (اُس) قوم کی جو کچھ بھلائی بیان کرتا ہوں	(گویا اُس) قوم کا نقص، کیونکہ اُنکی بُرائی بیان کرتا ہوں
۲؎ مسجدِ اقصیٰ بسازید اے کِرام	کہ سلیمانؑ باز آمد والسّلام
اے شریفو! مسجدِ اقصیٰ بناؤ	کیونکہ سلیمانؑ آ گیا ہے والسّلام
ور ازیں دیوان و پریاں سر کشند	جملہ را اَملاک در چنبر کشند
اگر اس سے دیو اور پری سرکشی کریں گے	فرشتے سب کو شکنجے میں کس دینگے
دیو یک دم کژ رود از مکر و زرق	تازیانہ آیدش بر سر چو برق
اگر مکاری اور فریب سے دیو کچھ کج رفتاری اختیار کرتا ہے	اُس کے سر پر بجلی کی طرح کوڑا پڑتا ہے
چوں سلیمانؑ شو کہ تا دیوانِ تو	سنگ بُرند از پئے ایوانِ تو
تو سلیمانؑ بن جا تاکہ تیرے دیو	تیرے محل کے پتھر (ڈھو کر) لائیں
چوں سلیمانؑ باش بے وسواس و ریو	تا ترا فرماں برد جنّی و دیو
تو بے شک و شبہ سلیمانؑ کی طرح بنجا	تاکہ جن اور دیو تیری فرمانبرداری کریں
۳؎ خاتمِ تو ایں دِلست و ہوش دار	تا نگردد دیو را خاتم شکار
تیری انگوٹھی یہ دل ہے اور ہوش رکھ	تاکہ انگوٹھی، دیو کا شکار نہ بنے

۱؎ نے کُتب۔ انبیاء کی ہر چیز الگ ہی ہوتی ہے۔ ہر یکے را۔ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے جس میں لاکھوں حشمتیں اور عزتیں پنہاں ہیں۔ فرِ دگر۔ ہر نبی کسی خاص صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ دل۔ اُن کے فضائل بیان کرنے سے بھی دل اس خوف سے لرزتا ہے کہ اُس میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ بیضہا یعنی اچھے نتیجے۔ نیم شب۔ یعنی چشمِ باطن سے اندھیری رات میں نور کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہر چہ گویم۔ چونکہ میں کما حقہٗ تعریف نہیں کر سکتا ہوں لہٰذا میرا تعریف کرنا ناقص ہے۔

۲؎ مسجدِ اقصیٰ۔ یعنی درمیان میں اور باتیں شروع ہو گئی تھیں اب پھر مسجدِ اقصیٰ اور حضرت سلیمانؑ کا ذکر شروع کرو۔ ور۔ مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر میں دیو اور پری مصروفِ کار ہیں اگر وہ سرکشی کرتے ہیں تو فرشتے اُنکو سزا دیتے ہیں۔ دیو۔ جو دیو کجروی اختیار کرتا ہے اُس پر برق کا تازیانہ آ لگتا ہے۔۔۔ چوں سلیمانؑ۔ یہ ارشادی مضمون ہے کہ مخاطب تو بھی حضرت سلیمانؑ کی طرح بن جائے تو جن اور پریاں تیرے بھی خدمتگار بن جائیں گے۔

۳؎ خاتمِ تو۔ حضرت سلیمانؑ جنوں پر ایک انگوٹھی کی تاثیر سے حکومت کرتے تھے صخر نامی ایک جن نے وہ انگوٹھی چرالی تھی اور اُسکے ذریعہ حکومت کرنے لگا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں تیری انگوٹھی تیرا دل ہے تُو اُسکی حفاظت کر کہ شیطان اُس کو نہ چرالے اور وہ تجھ پر حکومت کرنے لگے۔

پس سلیمانی کند بر تو مدام — دیو با خاتم حذر کن والسلام
پھر تجھ پر ہمیشہ حکومت کرے — دیو، انگوٹھی کے ذریعہ، بچ والسلام

آں سلیمانی دلا منسوخ نیست — در سر و سرت سلیمانی[1] کنی ست
اے دل! وہ سلیمانی ختم نہیں ہوئی ہے — تیرے باطن اور سر میں سلیمانی کرنیوالا ہے

دیو ہم وقتے سلیمانی کند — لیک ہر جولاہہ اطلس کے تند
دیو بھی ایک وقت سلیمانی کرتا ہے — لیکن ہر جولاہہ اطلس کب بن سکتا ہے؟

دست[2] جنباند چو دست او ولیک — در میان ہر دو شاں فرقے ست نیک
وہ اُس کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن — اُن دونوں میں بہت فرق ہے

در بیان ایں حدیث معنوی — یک حکایت بشنو اندر مثنوی
اس بامعنیٰ بات کے بیان میں — مثنوی میں ایک حکایت سُن لے

قصۂ شاعر و صلہ دادن شاہ و مضاعف کردن آں صلہ را وزیر حسن نام

شاعر کا قصہ اور شاہ کا اُس کو عطیہ دینا اور وزیر، حسن نامی کا اس کو دوگنا کردینا

شاعرے آورد شعرے پیش شاہ — بر امید خلعت و اکرام و جاہ
ایک شاعر نے شاہ کے سامنے اشعار پیش کئے — خلعت اور اعزاز اور مرتبہ کی امید پر

شاہ مکرم بود فرمودش ہزار — از زر سرخ و کرامات و نثار
شاہ صاحب کرم تھا اُس کیلئے حکم دیا ایک ہزار — اشرفیوں اور عطیات اور انعام کا

پس وزیرش گفت کایں اندک بود — دہ ہزارش ہدیہ دہ تا وا رود
وزیر نے اُس سے کہا کہ یہ تھوڑا ہے — دس ہزار کا ہدیہ دے دیجئے تاکہ واپس ہو

از چو[3] او شاعر از تو بحر دست — دہ ہزارے کہ بگفتم اندک ست
اُس جیسے شاعر کیلئے آپ جیسے سخی سے — میں نے جو دس ہزار کہے تھوڑے ہیں

قصہ گفت آں شاہ را و فلسفہ — تا بر آمد عشر خرمن از کفہ
اُس نے بادشاہ کو قصہ اور فلسفہ سُنایا — یہاں تک کہ بچے کھچے مال سے خرمن کا دسواں حصہ نکالا

دہ ہزارش داد و خلعت در خورش — خانۂ شکر و ثنا گشت آں سرش
اسکو دس ہزار اور اُس کے مناسب خلعت دی — اُس کا دماغ شکر و ثنا کا گھر بن گیا

پس تفحص کرد کایں سعی کہ بود — شاہ را اہلیت من کہ نمود
پس اُس نے جستجو کی کہ یہ کس کی کوشش تھی — بادشاہ کو میری قابلیت کس نے دکھائی

---

[1] سلیمانی کنی۔ یعنی تیری روح تیرے اندر ہے اگر تو اُس کی اصلاح کرے گا وہ سلیمانی کریگی۔ دیو۔ مزدور شیخ کی مثال اُس دیو کی سی ہے جس نے حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی چرا کر اُس کے ذریعہ حکومت شروع کردی تھی۔

[2] دست جنباند۔ معمولی جولاہہ اطلس بننے والے کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن دونوں کے کام میں بہت فرق ہے۔ یہی حال صحیح شیخ اور مزدور شیخ کا ہے۔ یک حکایت۔ اس حکایت میں دو وزیروں کا ذکر ہے جن دونوں کا نام حسن تھا لیکن کام میں بہت فرق تھا۔ شاعر۔ شاعر نے جب قصیدہ سُنایا تو بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا اُس کے حسن نامی وزیر نے سفارش کرکے دس ہزار اشرفیاں دلوائیں۔ مکرم۔ بخشش کرنے والا۔

[3] از چو او۔ ایسے عمدہ شاعر اور تجھ جیسے انعام دینے والے کی نسبت سے دس ہزار بھی کم ہیں۔ قصہ یعنی شاعر کی ضرورت کا قصہ یا دوسرے سخنوروں کا قصہ۔ فلسفہ یعنی بخشش و عطا کا فلسفہ۔ تا بر آمد۔ یعنی بادشاہ کے خزانے اسقدر تھے کہ یہ دس ہزار اُس کے بچے کھچے مال کا دسواں حصہ تھا۔ خانہ۔ یعنی شاعر کا سر بادشاہ کے شکر و ثنا سے بھر گیا۔ تفحص۔ جستجو یعنی شاعر نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ بادشاہ کو اس بڑے عطیہ

پس بگفتندش فلان الدین وزیر | آں حسن نام و حسن خلق و ضمیر
لوگوں نے اُس سے کہا فلان الدین وزیر نے | جس کا نام حسن ہے اور جس کا اخلاق اور دل اچھا ہے

در ثنائے اُو یکے شعرِ دراز | بر نوشت و سُوئے خانہ رفت باز
اُس نے اُس کی تعریف میں ایک لمبا قصیدہ | لکھا اور گھر کو واپس ہو گیا

بے زبان و لب ہماں نعمائے شاہ | مدح شہ می کرد و خلعتہائے شاہ
بادشاہ کی وہی نعمتیں بغیر زبان اور ہونٹ کے | بادشاہ اور اُسکی خلعتوں کی تعریف کر رہی تھیں

باز آمدنِ شاعر بعد چند سال بامید ہماں صلہ و ہزار دینار
چند سال کے بعد شاعر کا واپس آنا اُسی عطیہ کی امید پر اور بادشاہ کا

فرمودنِ شاہ بر قاعدۂ خویش و گفتنِ وزیرِ دیگر کہ بعد از وفات
اپنی عادت کے مطابق ایک ہزار اشرفیوں کا حکم دینا اور دوسرے وزیر کا

وزیرے نصب کردہ بُودند ہم حسن نام شاہ را کہ اینقدر صلہ
بادشاہ سے کہنا جو پہلے وزیر کے مرنے کے بعد مقرر کیا گیا تھا اور اُس کا نام بھی حسن

سخت بسیار ست و ما را خرجہاست و خزینہ خالیست
تھا کہ یہ عطیہ بہت زیادہ ہے اور ہمیں بہت خرچ درپیش ہیں اور خزانہ خالی ہے اور

و من اُو را بدہ[2] یک ایں راضی کنم
میں اُس کو دسویں حصہ پر راضی کروں گا

بعد سالے چند بہرِ رزق و گشت | شاعر از فقر و عوز محتاج گشت
چند سال کے بعد رزق اور سفر کے لئے | شاعر فقر اور تنگدستی کی وجہ سے محتاج ہوگا

گفت وقتِ فقر و تنگیِ دو دست | جستجوئے آزمودہ بہتر ست
اُس نے سوچا دونوں ہاتھ کی تنگی اور فقر کے وقت | آزمائے ہوئے کی تلاش مناسب ہے

درگہے را کازمودم از کرم | حاجتِ نو را ہماں جانب برم
جس دربار کو کرم میں میں آزما چکا ہوں | نئی ضرورت کو وہیں لے جاؤں

معنیِ اللہ[3] گفت آں سیبویہ | یُوَلِّهُونَ فِی الْحَوَائِجِ هُمْ لَدَیْهِ
سیبویہ نے اللہ کے معنی بتائے ہیں | وہ ضرورتوں میں اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں

گفت اَلِہْنَا فِی حَوَائِجِنَا اِلَیْکَ | وَالْتَمَسْنَاهَا وَجَدْنَاهَا لَدَیْکَ
اُس نے کہا ہم ضروریات میں تیری طرف رجوع ہوئے | اُن کو ہم نے تلاش کیا اُن کو تیرے پاس پایا

---

[1] بگفتند۔ لوگوں نے شاعر کو بتایا کہ فلاں وزیر ... م بھی حسن ہے اور وہ دل ... ن ہے اُس نے عطیہ دلوایا ہے۔ شعرِ دراز یعنی بڑا قصیدہ۔ بے زبان۔ شاہ کی عطایا زبانِ حال سے شاہ کی تعریفیں کر رہی تھیں۔ بر قاعدۂ خویش۔ اِس مرتبہ بھی شاہ نے ایکہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا تھا۔

[2] بدہ یک۔ یعنی دسواں حصہ۔ بعد سالے۔ اِس شعر کے مصرع اول میں گشت بمعنی گشتن اور دوسرے مصرع کے اخیر میں گشت بمعنی شد سمجھ کر ہم نے ترجمہ کیا ہے۔ عوز۔ ناداری۔ گفت۔ اُس شاعر نے سوچا کہ جس دربار سے پہلے عطا حاصل ہوئی ہو وہاں ہی چلنا چاہیئے۔

[3] معنیِ اللہ۔ یہاں سے مولانا نے ایک اِرشادی مضمون شروع کر دیا ہے۔ سیبویہ نے لفظ اللہ کی جو تحقیق کی ہے اُس میں کہا ہے کہ یہ اسم مشتق ہے اور اَلَہَ سے بنا ہے جو دراصل وَلَہَ تھا جس کے معنی سرگشتہ ہونا اور گھبراہٹ ظاہر کرنا ہیں تو اللہ سیبویہ کے نزدیک اَلْاِلٰہ تھا پہلی ہا اور دوسرے ہمزہ کو حذف کر کے لام کو لام میں مدغم کر دیا ہے اور یار کو الف سے بدل دیا ہے تو اللہ کو اللہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مخلوق اپنی ضروریات میں اسکے سامنے تضرع و زاری کرتی ہے دوسرا مصرع سیبویہ کا مقولہ ہے

اس لئے کل مخلوق ... یعنی سیبویہ نے کہا کہ ہم ضروریات میں تیرے سامنے تضرع و زاری کرتے ہیں اور ہم نے اپنی ضرورتوں کو تیرے ہی پاس پایا ہے

صد[1] ہزاراں عاقل اندر وقتِ درد — جملہ نالاں پیشِ آں دیّانِ فرد

لاکھوں عقلمند درد کے وقت — سب اس یکتا حاکم کے سامنے روتے ہیں

ہیچ دیوانہ فلیوے ایں کند — بر بخیلے عاجزے کدیہ تند

کوئی احمق، دیوانہ یہ کرتا ہے — کہ عاجز بخیل سے بھیک مانگے

گر ندیدندے ہزاراں بار پیش — عاقلاں جاں کے کشیدندیش پیش

اگر ہزاروں بار پہلے نہ دیکھتے — عقلمند کب اس کے سامنے جان کو پیش کرتے؟

بلکہ جملہ ماہیاں در موجہا — جملۂ پرّندگاں بر اوجہا

بلکہ موجوں میں عام مچھلیاں — بلندیوں پر تمام پرندے

بلکہ جملہ موجہا[2] بازی کناں — ذوق و شوقش اعیاں اندر عیاں

بلکہ کھیلتی ہوئی تمام موجیں — اسکے ذوق اور شوق کو پوری طرح ظاہر کر رہی ہیں

پیل و گرگ و حیدر و اشکار نیز — اژدہائے زفت و مور و مار نیز

ہاتھی اور بھیڑیا اور شیر اور شکار بھی — موٹا اژدھا چیونٹی اور سانپ بھی

بلکہ خاک و باد و آب و ہم شرار — مایہ زو یابند ہم دے ہم بہار

بلکہ مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریاں بھی — اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں خزاں بھی بہار بھی

ہر دمش لابہ کند ایں آسماں — کہ فرو مگذارم اے حق یک زماں

یہ آسمان ہر وقت اس کی خوشامد کرتا ہے — کہ اے خدا! مجھے ایک لمحہ کیلئے بھی نہ چھوڑ

اُستنِ من عصمت و حفظِ تو است — جملہ مطویِ یمینِ آں دو دست

میرا استون، تیرا بچاؤ اور حفاظت ہے — سب چیزیں اُن دونوں داہنے ہاتھوں میں لپٹی ہوئی ہیں

وین[3] زمیں گوید کہ دارم برقرار — اے کہ بر آبم تو کردستی سوار

یہ زمین کہتی ہے کہ مجھے برقرار رکھ — اے وہ ذات! کہ تو نے مجھے پانی پر سوار کیا ہے

جملگاں کیسہ ازو بر دوختند — دادنِ حاجت ازو آموختند

سب نے تھیلی اسی سے سی ہے — ضرورت پوری کرنا اُس سے سیکھا ہے

ہر نبی ازوے برآوردہ برات — اِستَعِینُوا مِنہُ صَبْرًا وَالصَّلٰوۃ

ہر نبی نے اُسی سے حکم نامہ حاصل کیا ہے — کہ اُس سے صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو

[1] صد ہزاراں۔ لاکھوں مخلوق مصیبت میں اُس اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ دیّان۔ بدلہ دینے والا فقیر۔ احمق مجنوں۔ کدیہ۔ بھیک۔ گر ندیدندے۔ اگر عقلمندوں کی ضروریات وہاں سے پوری نہ ہوا کرتیں تو کیوں کسی کی طرف رجوع کرتے۔ بلکہ صرف عقلمند انسان ہی نہیں بلکہ تمام کائنات اپنی ضروریات اسی اللہ سے پوری کرتی ہے۔

[2] جملہ موجہا۔ عقلمند انسانوں کے علاوہ صرف جاندار ہی نہیں بلکہ بے جان کائنات بھی یہی اللہ سے سرمایہ حاصل کرتی ہے۔ حیدر۔ شیر۔ مایہ زو یابند۔ جملہ کائنات اسی سے بہرہ اندوز ہے۔ آسمان۔ آسمان اپنے وجود میں اسی سے مستفید ہے۔ مطوی۔ قرآن پاک میں ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اُس اللہ کے داہنے ہاتھ میں۔ دو دست۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء جلالیہ اور جمالیہ جو کہ اِن آسمانوں کی ترتیب کرتے ہیں۔ یمین۔ حدیث میں آیا ہے کِلْتَا یَدَیْ رَبِّیْ یَمِیْنٌ۔ میرے رب کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں انسان کا بایاں ہاتھ کمزور ہوتا ہے

[3] وین زمیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر قائم کیا ہے۔ جملگاں۔ دوسرے جو بخشش کرتے ہیں وہ بھی خدا کے عطا کردہ مال میں سے بخشتے ہیں تو ان کا دینا بھی درحقیقت

اللہ کا دینا ہے۔ دادن۔ یہ صفت بندوں میں خدا کی صفت کا مظہر ہے۔ برات۔ شاہی حکمنامہ، دستاویز۔ اِسْتَعِیْنُوْا۔ ضروریات میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو یعنی صبر کے ساتھ نمازوں میں اس سے دعا کرو تو مدعا پورا ہو جائے گا۔

ہیں از و خواہید نے از غیرِ اُو
خبردار! اُسی سے چاہو نہ کہ اُس کے غیر سے

آبؔ[1] در یَم جو مجو در خشک جُو
پانی سمندر میں تلاش کر خشک نہر میں تلاش نہ کر

وَر بخواہی از دِگر ہم اُو دہد
اگر تو دوسرے سے چاہے گا وہی دے گا

بر کفِ مَیلش سَخا ہم اُو نہد
اُس کے میلان کی ہتھیلی پر سخاوت وہی رکھے گا

آنکہ مُعرِض را از زر قاروں کُند
جو اعراض کرنے والے کو سونے سے قارون بنا دیتا ہے

رُو بدو آری بطاعت چوں کُنَد
اُسی کی طرف رُخ کر وہ فرمانبرداری کیساتھ کیا کرے گا؟

بارِ دیگر شاعر از سودایِ داد
شاعر نے دوبارہ عطیہ کے خیال سے

رُو بسُوئے آں شہِ مُحسن نہاد
اُس محسن بادشاہ کی جانب رُخ کیا

ہدیۂ شاعر چہ باشد شعرِ نَو
شاعر کا ہدیہ کیا ہوتا ہے؟ نیا شعر

پیشِ مُحسن آرد و بنہد گرِو
محسن کو پیش کرتا ہے اور گروی رکھ دیتا ہے

مُحسناں باصد عطا و جُود و بِر
محسن سیکڑوں عطاؤں اور سخاوت اور احسان سے

زر نہادہ شاعراں را منتظِر
سونا رکھے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں

پیشِ[2] شاں شعرے بہ از صد تنگ شعر
اُنکے نزدیک ایک شعر اُون کے سو گٹھروں سے بہتر ہوتا ہے

خاصہ شاعر کو گُہر آرد ز قعر
خصوصاً وہ شاعر جو گہرائی سے موتی نکال کر لاتا ہے

آدمی اوّل حریصِ ناں بُوَد
انسان پہلے روٹی کا حریص ہوتا ہے

زانکہ قُوتِ ناں ستونِ جاں بُود
کیونکہ روٹی کی روزی جان کا ستون ہے

سوئے کسب و سُوئے غصب و صد حِیَل
کمائی کی جانب، چھیننے اور سینکڑوں تدبیروں کی جانب

جاں نہادہ بر کف از حرص و اَمل
لالچ اور امید سے ہتھیلی پر جان رکھے ہوئے ہے

چوں بنادر گشت مُستغنی ز ناں
جب اتفاقاً روٹی سے بے نیاز ہو گیا

عاشقِ نام ست و مدحِ شاعراں
تو نام (آوری) اور شاعروں کی تعریف کا عاشق ہے

تا[3] کہ اصل و نسل اُو را بَر دہند
تاکہ اس کی اصل و نسل کو وہ پھلدار کریں

در بیانِ فضلِ اُو منبر نہند
اُس کی فضیلتوں کے بیان میں منبر رکھیں

تا کرّ و فرّ و زر بخشیِ اُو
تاکہ اُس کی شان و شوکت اور سخاوت

ہمچو عنبر بُو دہد در گفتگو
بات چیت میں عنبر کی طرح خوشبو مہکائے

خَلق ما بر صورتِ خود کرد حق
اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق اپنی صورت پر کی ہے

وصفِ ما از وصفِ اُو گیرد سبق
ہمارے اوصاف اُس کے اوصاف سے سبق لیتے ہیں

---

[1] آب۔ اللہ تعالیٰ عطا کا سمندر ہے دوسرے خشک نہر ہیں۔ ور بخواہی۔ دوسروں کی عطا بھی دراصل اللہ کی عطا ہے اس لئے کہ اُن میں سخاوت کا مادہ اسی نے رکھا ہے۔ معرض۔ جب وہ منکروں کو بھی نوازتا ہے تو عبادتگذاروں کو کیوں نہ نوازے گا۔ سودا۔ خیال۔ بنہد گرو۔ شاعر شعر پیش کر کے انعام چاہتا ہے۔ محسناں۔ سخی داد و دہش کے لئے روپے لئے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ آئیں تو اُن کو انعام دیں۔

[2] پیش شاں۔ جو لوگ شاعروں کے قدردان ہیں اُن کے نزدیک ایک شعر ریشمین کپڑے کے سیکڑوں گٹھروں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ خاصہ۔ خصوصاً اُس شاعر کے اشعار جو نئے عمدہ مضامین شعر میں کہے۔ آدمی۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ روٹی کی فکر کرتا ہے جب اُس سے مستغنی ہوتا ہے تو مدح و ثنا کا طالب بنتا ہے۔ سوی۔ پیٹ کے لئے جائز و ناجائز سو دھندے کرتا ہے۔

[3] تاکہ۔ اب اُسکی خواہش ہے کہ شعراء اُس کے حسب و نسب کی مدح و ثنا کریں اور منبروں پر بیٹھ کر مدحیہ اشعار پڑھیں۔ ہمچو عنبر۔ تاکہ اُس کی شان و شوکت کی خوشبو میں پھیل جائیں۔ خلق۔ اللہ نے انسان کو اپنی صورت اور صفات پر پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ شکر حمد کا طالب ہے کہ انسان میں بھی یہ صفت ہے

چونکہ آں خلاق شکر و حمد جوست — آدمی را مدح جوئی نیز خوست

چونکہ وہ خلاق شکر اور حمد کا طالب ہے — تعریف کی تلاش انسان کی بھی عادت ہے

خاصہ[1] مردِ حق کہ در فضل ست چست — پُر شود زاں باد چوں خیکِ درست

خصوصاً مردِ حق جو بزرگی میں چست ہے — صحیح مشکیزہ کی طرح اس ہوا سے پُر ہو جاتا ہے

ور نباشد اہل زاں بادِ دروغ — خیک بدرید ست کے گیرد فروغ

اور اگر اہل نہ ہو، اُس جھوٹی ہوا سے — پھٹا ہوا مشکیزہ ہے (وہ) کب اُبھار حاصل کریگا؟

ایں مثل از خود نگفتم اے رفیق — سرسری مشنو چو اہلی و مُفیق

اے دوست! یہ مثال میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی ہے — اگر تو ہوشمند اور اہل ہے (اُسکو) سرسری نہ سُن

ایں پیمبر گفت چوں بشنید قدح — کہ چرا فربہ شود احمدؐ بمدح

یہ بات پیغمبرؐ نے فرمائی جبکہ اُنھوں نے اعتراض سُنا — کہ احمدؐ تعریف سے موٹے کیوں ہوئے ہیں؟

رفت شاعر سوئے آں شاہ و ببرد — شعر اندر شکرِ احساں کاں نمرد

شاعر اُس بادشاہ کی جانب چلا اور لے گیا — احسان کے شکریہ میں شعر کیونکہ وہ (احسان) نہ مرا تھا

محسناں[2] مردند و احسانہا بماند — اے خنک آنرا کہ ایں مرکب براند

احسان کرنیوالے مرجاتے ہیں اور احسان زندہ رہتے ہیں — قابلِ مبارکباد ہے وہ جس نے یہ سواری چلائی

ظالماں مردند و ماند آں ظلمہا — وائے جانے کو کُند مکر و دغا

ظالم مرگئے اور وہ ظلم باقی رہ گئے — اُس جان پر افسوس ہے جو مکر اور دغا کرے

گفت پیغمبر خنک آں را کہ او — شُد ز دنیا ماند ازو فعلِ نکو

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے — جو دنیا سے گیا (اور) اُس کا نیک کام باقی رہا

مردِ محسن لیک احسانش نمرد — نزدِ یزداں دین و احساں نیست خرد

احسان کرنے والا مرا، لیکن اُس کا احسان نہ مرا — اللہ کے نزدیک دین اور احسان معمولی چیز نہیں ہے

نامِ[3] نیکِ او ز فعلِ نیک داں — پس نمُردست او یقیں بنگر میاں

اُس کی نیکنامی، نیک کام سے سمجھ — وہ یقیناً نہیں مرا ہے، اچھی طرح غور کرے

وائے آنکو مُرد و عصیانش نمُرد — تا نہ پنداری بمرگ او جاں ببرد

اُس پر افسوس ہے جو مرگیا اور اُسکا گناہ نہ مرا — تو ہرگز یہ خیال نہ کر کہ مرکر وہ جان بچا لے گیا

ایں رہا کُن زانکہ شاعر برگذر — وام دارست و قوی محتاجِ زر

اُس کو چھوڑ کیونکہ شاعر راستہ پر — مقروض ہے اور سونے کا بہت محتاج ہے

[1] خاصہ۔ یعنی اہلِ فخر جب اپنی تعریف سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ لوگ اُن کے مداح بنکر سیدھے راستہ پر لگ رہے ہیں تو اُن کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ خیکِ درست۔ اگر درست مشک میں پھونک بھرو تو وہ پھول جائیگی۔ بادِ دروغ۔ اگر غیر واقعی تعریف ہو تو اُس کی مثال یہ ہے کہ پھٹی ہوئی مشک میں پھونک بھری جائے۔ مُفیق۔ ہوشمند۔ ایں پیغمبر گفت۔ اِس مفہوم کی کوئی حدیث کتابوں میں دستیاب نہیں ہوسکی۔ نمرد۔ احسان اور عملِ خیر مُردہ نہیں ہوتا ہے۔

[2] محسناں۔ محسن مرجاتا ہے لیکن اُس کا احسان زندہ رہتا ہے۔ ظالماں۔ اسی طرح ظلم زندہ رہتا ہے اور ظالم مرجاتا ہے۔ گفت۔ اِن الفاظ کی کوئی حدیث کتبِ حدیث میں نہیں ہے البتہ ایک حدیث ہے۔ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اُس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں، صدقۂ جاریہ، علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اُس کے لئے دعا کرے۔

[3] نیک نام۔ نیک نامی بھی ایک نہ مرنے والا عمل ہے۔ وائے۔ وہ انسان بدبخت ہے جو مرگیا اور اپنے پیچھے ایسے بدعمل چھوڑ گیا جو نہ مرنے والے ہیں اُس شخص کے مرنے سے اُس کی جان نہ چھوٹے گی بلکہ اُس بدعمل کی وجہ سے اُس کے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہیگا۔ ایں رہا کن۔ اب اِس ذکر کو ختم کرکے شاعر کی بات کی تکمیل کرو۔

بُرد شاعر شعر سُوئے شہریار
شاعر، شعر بادشاہ کے پاس لے گیا

بر اُمیدِ بخشش و احسانِ پار[۱]
گزشتہ سال کی بخشش اور احسان کی اُمید پر

نازنیں شعرے پُراز دُرِّ دُرست
نازک اشعار عمدہ موتیوں سے پُر

بر اُمید و بُوئے اکرامِ نخُست
پہلے جیسے اکرام کی اُمید اور آرزو پر

شاہ ہم بر خوئے خود گفتش ہزار
بادشاہ نے بھی اپنی عادت کے مطابق اس کیلئے ایکہزار کا حکم دیا

چوں چُنیں بُد عادتِ آں شہریار
کیونکہ اُس بادشاہ کی یہی عادت تھی

لیک ایں بار آں وزیرِ پُر ز جُود
لیکن اس بار وہ سخاوت سے پُر وزیر

بر بُراقِ عز ز دُنیا رفتہ بُود
عزت کے بُراق پر دنیا سے روانہ ہوچکا تھا

بر مقامِ اُو وزیرِ نو رئیس
اُس کی جگہ پر نیا وزیر حاکم

گشتہ، لیکن سخت بے رحم و خسیس
بن گیا تھا، لیکن بہت بے رحم اور کمینہ تھا

گفت اے شہ خرجہا داریم ما
کہا اے بادشاہ! ہمیں بہت سے اخراجات درپیش ہیں

شاعرے را نبُود ایں بخشش سزا
ایک شاعر کے لئے یہ بخشش مناسب نہیں ہے

مَن[۲] بہ رُبعِ عُشرِ ایں اے مغتنم
اے مغتنم! میں اس کے چالیسویں (حصہ) پر

مردِ شاعر را خوش و راضی کنم
شاعر کو خوش اور راضی کرلوں گا

خلق گفتندش کہ اُو از پیش دست
لوگوں نے اُس سے کہا کہ وہ پہلے

دہ ہزارے زیں دلاور بُردہ است
اس دلاور (بادشاہ) سے دس ہزار لے گیا ہے

بعدِ شکر کلک خائی چوں کند
شکر کے بعد نرکل چبانا کیسے (گوارا) کرے گا

بعدِ سُلطانی گدائی چوں کند
شاہی کے بعد فقیری کیسے کرے گا؟

گفت بفشارم اُورا اندر فشار
اُس نے کہا میں اُس کو تنگی میں دباؤں گا

تا شود زار و نزار از انتظار
تاکہ وہ انتظار سے رونے لگے اور لاغر ہوجائے

آنگہ[۳] ار خاکش دہم از راہِ من
تب اگر میں اُس کو راستہ کی خاک بھی دوں گا

در رُباید ہمچو گلبرگ از چمن
چمن سے پھول کی پتیوں کی طرح لے جائیگا

ایں بمن بگذار کاُستادم دریں
یہ مجھ پر چھوڑ دے کہ میں اس معاملہ میں اُستاد ہوں

گر تقاضا گر بُود ہم آتشیں
خواہ تقاضا کرنے والا گرم مزاج بھی ہو

از ثریا گر بپرّد تا ثریٰ
اگر وہ ثریا سے ثریٰ تک پرواز کرے

نرم گردد چوں بہ بیند اُو مرا
جب مجھے دیکھے گا نرم پڑجائے گا

---

۱ پار۔ گزشتہ۔ نازنیں یعنی جو قصیدہ شاعر نے پیش کیا وہ بہت عمدہ تھا اُسکے موتی جیسے الفاظ تھے۔ ہزار۔ شاہ کی عادت تھی کہ وہ عموماً شاعروں کو ایکہزار اشرفیاں انعام میں دیتا تھا۔ ایں بار۔ اِس بار جب شاعر آیا تو پُرانا وزیر دنیا سے باعزت رخصت ہوچکا تھا۔ بر مقامِ او۔ اُس کے قائم مقام جو نیا وزیر بنا تھا وہ بے رحم اور کمینہ تھا۔ گفت۔ اِس دوسرے وزیر نے بادشاہ سے کہا ہمیں خود اخراجات درپیش ہیں ایک شاعر کو اِس قدر زیادہ دینا مناسب نہیں ہے۔

۲ من بہ ربعِ عشر۔ اس وزیر نے کہا کہ میں ایک ہزار کے چالیسویں حصہ پر شاعر کو راضی کرلوں گا۔ خلق۔ لوگوں نے اُس وزیر سے کہا۔ بعد شکر یعنی شکر کھانے کے بعد نرکل کو کیسے چبائے گا۔ گفت۔ وزیر نے لوگوں سے کہا میں اُس کو اتنا انتظار کراؤں گا کہ وہ عاجز اور پریشان ہوجائے گا۔

۳ آنگہ۔ جب وہ انتظار میں پریشان ہوگا تو معمولی انعام کو بھی غنیمت سمجھے گا۔ ایں بمن۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں ایسے کاموں میں اُستاد ہوں تقاضہ کرنیوالا خواہ گرم مزاج ہو میں اُس کو ٹھنڈا کردیتا ہوں۔ از ثریا خواہ اُسکی دوڑ دھوپ کچھ ہی ہو مجھے دیکھ کر نرم پڑ جائیگا اور راضی ہو جائیگا۔

گفت[۱] سلطانش برو فرماں ترا است — لیک شادش کن کہ نیکو گوئے ماست

بادشاہ نے اُس سے کہا جا تجھے اختیار ہے — لیکن اسکو خوش کر دینا کیونکہ وہ ہماری بھلائی بیان کرنے والا ہے

گفت او را و[۲] دو صد چوں او گدا — تو بمن بگذار و فارغ شو شہا

اُس نے کہا اُسکو اور اُس جیسے دو سو فقیروں کو — تو اے شاہ! میرے اوپر چھوڑ دے اور مطمئن ہو جا

پس فگندش صاحب اندر انتظار — شد زمستان و دے و آمد بہار

پھر اُس کو وزیر نے انتظار میں مبتلا کر دیا — جاڑا اور موسم خزاں ختم ہوا اور موسم بہار آگیا

شاعرش چندانکہ حاجت می نمود — صاحبش در وعدہ حیلہ می فزود

شاعر، جتنی بھی اُس کے سامنے ضرورت پیش کرتا — وزیر اپنے وعدہ میں حیلوں کا اضافہ کر دیتا

شاعر[۲] اندر انتظارش پیر شد — بس زبون ایں غم و تدبیر شد

اُس کے انتظار میں شاعر بوڑھا ہو گیا — اِس غم اور تدبیر سے بہت عاجز آگیا

گفت اگر زر نہ کہ دشنامم دہی — تا رہد جانم، ترا باشم رہی

اُس نے کہا اگر سونا نہیں تو مجھے گالی ہی دیدے — تاکہ میری جان چھوٹے، میں تیرا غلام بن جاؤنگا

انتظارم کشت بارے گو برو — تا رہد ایں جان مسکیں از گرو

مجھے انتظار نے مار ڈالا اب کہدے کہ چلا جا — تاکہ یہ مسکین جان قید سے نجات پالے

بعد ازانش داد ربع عشر آں — ماند شاعر اندر اندیشہ گراں

اِس کے بعد اُس نے اُس کا چالیسواں حصہ دیا — شاعر بھاری فکر میں پڑ گیا

کانچناں[۳] نقد و چناں بسیار بود — ایں کہ دیر اشگفت دستہ خار بود

کہ وہ ایسا نقد اور اتنا زیادہ تھا — یہ جو دیر میں کِھلا کانٹوں کا مُٹھا تھا

پس بگفتندش کہ آں دستور راد — رفت از دنیا خدا مزدش دہاد

لوگوں نے اُس سے کہا وہ عقلمند وزیر — دنیا سے چلا گیا خدا اُس کو اجر دے

کہ مضاعف زو ہمی شد آں عطا — کم ہمی افتاد در بخشش خطا

کہ اُس کی وجہ سے عطا دوگنی ہو جاتی تھی — عطا کے معاملہ میں اُس سے غلطی نہ ہوتی تھی

ایں زماں او رفت و احساں را ببرد — او بمرد الحق ولے احساں نمرد

اب وہ چلا گیا اور احسان کو بھی لے گیا — وہ یقیناً مر گیا لیکن احسان نہیں مرا

رفت از ما صاحب راد و رشید — صاحب سلاخ درویشاں رسید

ہم سے دانا اور نکوکار وزیر رخصت ہو گیا — فقیروں کی کھال کھینچنے والا وزیر آگیا

---

۵۱ گفت سلطانش۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر لیکن اُس کو خوش کر دینا۔ گفت او را۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا میں اُس جیسے لاکھوں سے نمٹ لوں گا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔ پس فگندش۔ وزیر نے انعام دینے میں ٹال مٹول شروع کر دی اور موسم پر موسم گذرنے لگے، شاعر جس قدر بھی اپنی ضروریات ظاہر کرتا وزیر حیلہ بازی میں اضافہ کر دیتا۔

۵۲ شاعر۔ شاعر وعدہ کے ایفاء کے انتظار میں بوڑھا ہو گیا اور وزیر کی مکاری سے عاجز آگیا۔ گفت۔ شاعر نے وزیر سے کہا کہ اگر تو انعام نہیں دیتا ہے تو مجھے گالی ہی دیدے تاکہ یہ انتظار تو ختم ہو میں تیرا شکر گذار ہونگا۔ انتظارم۔ شاعر نے وزیر سے کہا۔ ربع عشر چالیسواں یعنی پچیس اشرفیاں۔

۵۳ کانچناں۔ یعنی پہلے فوراً اور بہت ملا۔ دستہ خار۔ کانٹوں کا مُٹھا۔ آں دستور۔ پہلا حسن نامی وزیر۔ مضاعف دوگنا۔ ایں زماں یعنی پہلا وزیر حسن اگرچہ مر گیا لیکن اُس کے احسانات زندہ ہیں۔ سلاخ۔ کھال کھینچنے والا۔

رو بگیر ایں را و زینجا شب گریز | **تا[1] نگیرد با تو ایں صاحب ستیز**

جا یہ لے لے اور یہاں سے رات میں نکل جا | تاکہ یہ جھگڑالو، تجھے گرفت میں نہ لے لے

ما بصد حیلت از و ایں ہدیہ را | **بستدیم اے بے خبر از جہدہا**

ہم نے سینکڑوں تدبیروں سے یہ بخشش | حاصل کی ہے، اے کوششوں سے بے خبر!

رو بدیشاں کرد و گفت اے مشفقاں | **از کجا آمد بگوئید ایں عواں**

اُس نے اُن کی طرف رُخ کیا اور کہا اے مشفقو! | بتاؤ، یہ سپاہی کہاں سے آیا ہے؟

چیست نامِ ایں وزیرِ جامہ کن | **قوم گفتندش کہ نامش ہم حسن**

اِس کپڑے اُتارنے والے وزیر کا نام کیا ہے؟ | لوگوں نے کہا اُس کا نام بھی حسن ہے

گفت یا رب نامِ آں و نامِ ایں | **چوں یکے آمد دریغ اے ربِ دیں**

اُس نے کہا اے خدا! اُس کا نام اور اِس کا نام | ایک کیسے ہوا؟ اے دین کے رب! افسوس ہے

آں[2] حسن نامی کہ از یک کلکِ او | **صد وزیر و صاحب آمد جود جو**

وہ حسن نام والا کہ اُسکے ایک قلم کی جنبش سے | سو وزیر اور صاحب، طالبِ بخشش تھے

ایں حسن کز ریشِ زشتِ ایں حسن | **می تواں بافید اے جاں صد رسن**

یہ حسن کہ اِس حسن کی بدنما داڑھی سے | اے جان! سو رسیاں بٹی جائیں

بر چنیں صاحب چو شہ اصغا کند | **شاہ و ملکش را ابد رسوا کند**

ایسے وزیر کی بات، پر جب بادشاہ کان دھرتا ہے | وہ ہمیشہ شاہ اور اُس کی سلطنت کو رسوا کرتا ہے

ماستنِ بد رای ایں وزیرِ دوں در افسادِ مروتِ شاہ بوزیرِ فرعون یعنی ہامان در افسادِ قابلیت فرعون پندِ موسیٰ را علیہ السلام

اِس کمینہ وزیر کی شاہ کی انسانیت کو برباد کرنے میں فرعون کے وزیر یعنی ہامان کیساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو قبول کرنے کے اِفساد میں مشابہت.

چند[3] آں فرعون می شد نرم و رام | **چو شنیدے او ز موسیٰ آں کلام**

بہت سی مرتبہ فرعون، نرم اور مطیع بنا | جب وہ موسیٰؑ سے وہ کلام سُنتا تھا

آں کلامے کہ بدادے سنگ شیر | **از خوشیِ آں کلامِ بے نظیر**

وہ کلام کہ پتھر دودھ دے دیتا | اُس بے نظیر کلام کی خوبی سے

چوں بہاماں کہ وزیرش بود او | **مشورت کردے کہ کینش بود خو**

جب ہامان سے جو کہ اُس کا وزیر تھا | وہ مشورہ کرتا جس کی خصلت کینہ بن تھی

[1] تا نگیرد یعنی یہ عطا لیکر چلا جاؤ ورنہ کوئی الزام رکھ کر یہ بھی چھین لیگا۔ ما۔ وزیر سے متعلق لوگوں نے یہ بھی کہا کہ تجھے تو خبر نہیں ہم نے اتنا بھی تجھے بہت کوششوں سے دلوایا ہے۔ رو یعنی شاعر نے اُن لوگوں سے کہا کہ یہ وزیر نہیں بلکہ ظلم پیشہ سپاہی ہے یہ کہاں سے آیا ہے۔ جامہ کن۔ کپڑے اُتار لینے والا۔ گفت۔ شاعر نے جب یہ سُنا کہ اِس وزیر کا نام بھی حسن ہے تو اُس نے افسوس کا اظہار کیا کہ ایسے بھلے وزیر اور ایسے بُرے وزیر کا نام یکساں حسن ہو۔

[2] آں حسن۔ پہلا وزیر جس کا نام حسن تھا اُس کے قلم سے تو سخاوت ہوتی تھی اور یہ حسن اِس قابل ہے کہ اِس کی داڑھی سے رسیاں بنائی جائیں۔ بر چنیں۔ ایسا بدفطرت وزیر شاہ اور سلطنت کیلئے رسوائی کا باعث ہے۔ ماستن شاہ کا یہ دوسرا وزیر ایسا ہی تھا جیسا کہ فرعون کا وزیر ہامان۔

[3] چند فرعون کئی بار حضرت موسیٰ کی گفتگو سے نرم ہو گیا تھا لیکن اُس کا وزیر پھر اُسکو حضرت موسیٰ کے مدِمقابل کر دیتا تھا۔ سنگ شیر یعنی حضرت موسیٰ کا کلام ایسا پُرتاثیر تھا کہ اُسکو سُن کر پتھر سے بھی دودھ ٹپک جاتا۔ کینش۔ ہامان کی طبیعت بہت کینہ جو تھی۔

چون[1] بہاماں مشورت کردے دراں ... تا نعش گشتے مُدام آں سخت جاں
جب وہ اُس میں ہامان سے مشورہ کرتا ... وہ سخت جان ہمیشہ اُس کے لئے مانع بنا

پس بگفتے تاکنوں بودی خدیو ... بندہ گردی ژندہ پوشے را بریو
وہ کہتا کہ آپ اب تک شاہِ مصر تھے ... مکر سے ایک گدڑی پوش کے غلام بن گئے

ہمچو سنگِ منجنیقے آمدے ... آں سخن بر شیشہ خانۂ او زدے
گوپھن کے پتھر کی طرح آتی ... یہ بات، اور اُس کے شیشہ محل پر لگتی

ہر چہ صد روز آں کلیمِ خوش خطاب ... ساختے در یک دم اُو کردے خراب
وہ خوش کلام کلیم اللہ، جو سَو دن میں ... بناتے، وہ ایک دَم میں اُس کو برباد کر دیتا

عقلِ[2] تو مغلوبِ دستورِ ہواست ... در وجودت رہزنِ راہِ خداست
تیری عقل خواہشِ نفسانی کے وزیر سے مغلوب ہے ... تیرے وجود میں راہِ خدا کا ڈاکو ہے

ناصحے ربانیے پندت دہد ... آں سخن را اُو بفن طرحے نہد
کوئی اللہ والا نصیحت کرنے والا تجھے نصیحت کرتا ہے ... وہ اُس بات کو چالاکی سے ٹال دیتی ہے

کایں نہ بر جا لیست ہیں از جا مشو ... نیست چنداں با خود آ شیدا مشو
کہ یہ بات بامرقع نہیں ہے خبردار! جگہ سے ہل ... یہ بات ایسی نہیں ہے ہوش میں آ، دیوانہ نہ بن

وائے آں شہ کہ وزیرش ایں بود ... جائے ہر دو دوزخِ پُر کیں بود
اُس بادشاہ پر افسوس ہے جس کا ایسا وزیر ہو ... دونوں کا مقام غضبناک دوزخ ہے

شاد آں شاہے کہ اُو را دستگیر ... باشد اندر کار چوں آصف وزیر
وہ بادشاہ قابلِ مبارکباد ہے کہ اُس کا مددگار ... ہر معاملہ میں آصف جیسا وزیر

شاہِ[3] عادل چوں قرینِ اُو شود ... نامِ اُو نورٌ علیٰ نور ایں بود
منصف بادشاہ جب اُس کا ساتھی ہو ... تو اُس کا نام نورٌ علیٰ نور ہو

چوں سلیمان شاہ و چوں آصف وزیر ... نور بر نور ست عنبر بر عبیر
سلیمانؑ جیسا بادشاہ اور آصف جیسا وزیر ... نور بالائے نور، عبیر پر عنبر ہے

شاہ فرعون و چو ہامانش وزیر ... ہر دو را نہ بود ز بد بختی گزیر
شاہ، فرعون ہو اور ہامان جیسا اُس کا وزیر ... (تو)، دونوں کے لئے بدبختی کے سوا چارہ نہیں ہے

پس بود ظلمات بعضے فوق بعض ... نے خرد یار و نہ دولت روزِ عرض
تاریکیاں ہوں گی تہ بہ تہ ... قیامت کے روز نہ عقل یار ہوگی نہ دولت

---

[1] چوں۔ فرعون جب ہامان سے مشورہ کرتا تو وہ فرعون کو حضرت موسیٰؑ کی پیروی سے روک دیتا۔ پس بگفتے۔ ہامان فرعون کو بھڑکانے کیلئے کہتا کہ اب تک تو آپ شاہِ مصر ہیں حضرت موسیٰؑ کی پیروی کے بعد آپ غلام بن جائیں گے۔ خدیو۔ مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ ژندہ پوشے۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ کلیم حضرت موسیٰؑ۔

[2] عقلِ تو۔ اب مولانا نے نصیحت شروع کی ہے کہ اے مخاطب تیری عقل تیری خواہش سے مغلوب ہے جس طرح فرعون ہامان سے مغلوب تھا۔ اُو بفن۔ یعنی خواہشِ نفسانی مکاری سے اس نصیحت کو ٹال دیتی ہے۔ کایں۔ ہوائے نفسانی عقل سے کہتی ہے کہ یہ بات بامحل نہیں ہے اس پر فریفتہ نہ ہو۔ وائے۔ اُس شاہ پر افسوس ہے کہ جس کا وزیر ہامان جیسا ہو اُن دونوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ شاد۔ وہ شاہ قابلِ مبارکباد ہے جس کا آصف جیسا وزیر مشیر کار ہو۔

[3] شاہِ عادل۔ جب بادشاہ بھی منصف ہو اور وزیر بھی بھلا ہو تو نور بالائے نور ہے۔ چوں سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ اور اُن کا وزیر آصف نور بالائے نور کا مصداق تھے۔ شاہ فرعون۔ شاہ فرعون ہو اور وزیر ہامان تو بدبختی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پس۔ ایسے شاہ کیلئے قیامت میں تاریکی بالائے تاریکی ہوگی

من ندیدم جز شقاوت در لئام
میں نے کمینوں میں سوائے بدبختی کے کچھ نہ دیکھا
گر تو دیدستی[1] رساں از من سلام
اگر تونے دیکھا ہے تو اُن کو میرا سلام پہنچا دے

ہمچو جاں باشد شہ و صاحب چو عقل
شاہ بمنزلہ جان کے اور وزیر عقل جیسا ہوتا ہے
عقلِ فاسد روح را آرد بہ نقل
خراب عقل، روح کو نکال دیتی ہے

آں فرشتہ عقل چوں ہاروت شد
عقل کا فرشتہ جب ہاروت بن جاتا ہے
سحر آموزِ دو صد طاغوت شد
دو سو شیطانوں کو جادو سکھانے والا ہوجاتا ہے

عقلِ جزوی را وزیرِ خود مگیر
ناقص عقل کو اپنا وزیر نہ بنا
عقلِ کُل را ساز اے سُلطاں وزیر
اے شاہ! عقلِ کُل کو اپنا وزیر بنا

مر ہوا را تو وزیرِ خود مساز
تو ہوا (و ہوس) کو اپنا وزیر نہ بنا
کہ برآید جانِ پاکت از نماز
کیونکہ تیری پاک جان عبادت سے خارج ہوجائیگی

کایں ہوا پُر حرص و حالی بیں بود
کیونکہ یہ خواہش حرص بھری اور موجود کو دیکھنے والی ہوتی ہے
عقل را اندیشہ یوم الدیں بود
عقل کو قیامت کی فکر ہوتی ہے

عقل[2] را دو دیدہ در پایانِ کار
عقل کی دونوں آنکھیں انجامِ کار پر ہوتی ہیں
بہرِ آں گُل می کشد اُو رنجِ خار
وہ اُس پھول کے لئے کانٹے کی تکلیف برداشت کرتی ہے

کہ نہ فرساید نہ ریزد در خزاں
کیونکہ وہ خزاں میں نہ شکستہ ہوتا ہے نہ جھڑتا ہے
باد ہر خرطومِ اخشم دور ازاں
خدا کرے نہ سونگھ سکنے والے کی ناک اُس سے دور رہے

ور چہ عقلت ہست با عقلِ دگر
اگرچہ تیری (بھی) عقل ہے لیکن، دوسری عقل کا
یار باش و مشورت کُن اے پدر
دوست بن جا، اے باوا! مشورہ کرے

با دو عقل از بس بلاہا وا رہی
تو دو عقلوں کے ذریعہ بہت سی بلاؤں سے نجات پالیگا
پائے خود بر اوجِ گردونہا نہی
اپنا پاؤں آسمانوں کی بلندی پر رکھے گا

نشستن[3] دیو بر مقامِ سلیمانؑ و تشبہ کردنِ او بکارہائے سلیمانؑ و فرق ظاہر

حضرت سلیمانؑ کی جگہ پر دیو کا بیٹھنا اور اُس کا حضرت سلیمانؑ کے کاموں کی نقل اُتارنا

شدن میانِ دیو و سلیمانؑ و دیو خود را سلیمان بن داؤد نام کردن

اور دیو اور حضرت سلیمانؑ میں فرق ظاہر ہوجانا اور دیو کا اپنا نام سلیمان بن داؤد مقرر کرنا

[1] گر تو۔ اگر کمینوں میں تجھے کوئی سعادت نظر آئے تو اُس سے میرا سلام کہہ دے۔ ہمچو جاں۔ شاہ بمنزلہ جان اور وزیر بمنزلہ عقل کے ہے اگر عقل خراب ہوجائے تو روح باقی نہیں رہتی ہے۔ عقل۔ عقل جو بمنزلہ فرشتہ ہے اگر وہ ہاروتی فطرت اختیار کرے تو اسکے کارنامے خراب ہوتے ہیں۔ طاغوت۔ ہر وہ طاقت جو اللہ سے سرکشی کرے۔ عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقلِ کُل۔ وہ عقل جو ہوا و ہوس سے آزاد ہو۔ ہوا۔ خواہشِ نفسانی کو وزیر نہ بنا۔ کہ برآید۔ ورنہ تیری روح عبادت چھوڑ دے گی۔ کایں ہوا۔ انسان کی خواہشِ نفسانی حریص ہوتی ہے اور حالی یعنی دنیاوی معاملات کی فکر کرتی ہے، عقل آخرت کے معاملہ کو سوچتی ہے۔

[2] عقل را۔ عقل کی دو آنکھیں انجام پر نظر رکھتی ہیں۔ گُل۔ یعنی آخرت۔ خار یعنی دنیاوی مصائب۔ کہ۔ وہ پھول نہ بکھرتا ہے نہ جھڑتا ہے۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سوجھنے کی قوت نہ ہو۔ ورچہ۔ خواہ انسان میں خود بھی عقل ہو لیکن عقلِ کامل کو ضرور شریکِ مشورہ کرے۔ با دو عقل۔ خود انسان کی عقل اور عقلِ کامل دونوں مل کر مصائب سے نجات دلائینگی۔

[3] نشستن۔ یہ قصہ کہ صخر نامی دیو نے حضرت سلیمانؑ کی انگشتری چرالی تھی اور خود حضرت سلیمانؑ کی جگہ بیٹھ گیا تھا محققین کے نزدیک محض افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں مولانا نے محض تمثیلاً اُس کو بیان فرمادیا ہے بہرحال مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کا دل بمنزلہ سلیمانؑ کی انگوٹھی کے ہے شیطان سے اُسکی حفاظت ضروری ہے۔

۵۱ دیو گر خود را سلیمانی نام کرد — ملک برد و مملکت را رام کرد
دیو نے اپنا نام سلیمانؑ رکھ لیا — ملک لے اڑا اور سلطنت کو مسخر کر لیا

صورت کار سلیماں دیده بود — صورت اندر سر دیوی می نمود
اس نے حضرت سلیمانؑ کے کام کا ظاہر دیکھا تھا — شیطانی باطن میں صورت رونما تھی

خلق گفتند این سلیماں بے صفاست — از سلیماں تا سلیماں فرقہاست
لوگوں نے کہا یہ سلیمان، بے نور ہے — سلیمان سے سلیمان تک بہت فرق ہیں

او چو بیداریست این ہمچو وسن — ہمچناں کہ آں حسن تا ایں حسن
وہ بیداری کی طرح، یہ نیند کی طرح ہے — جیسا کہ اُس حسن اور اِس حسن میں

۵۲ دیو میگفتے کہ حق بر شکل من — صورتے کردست خوش بر اہرمن
دیو کہتا تھا کہ اللہ (تعالیٰ) نے میری صورت پر — شیطان کی خوبصورت صورت بنادی ہے

دیو را حق صورتے من دادہ ست — تا بیند از د شما را او بشست
اللہ (تعالیٰ) نے دیو کو میری صورت دیدی ہے — تاکہ وہ تمہیں کمند میں پھنسائے

گر پدید آید بدعوی زینہار — صورت او را مدارید اعتبار
اگر وہ دعوے کے ساتھ نمودار ہو، ہرگز — اُس کی صورت کا اعتبار نہ کرنا

دیوشاں از مکر می گفتے ولیک — می نمود آں عکس در دلہائے نیک
دیو مکاری سے اُن سے کہتا تھا، لیکن — اُس کا نیک دلوں پر عکس ظاہر ہوتا تھا

نیست بازی با ممیز خاصہ او — کہ بود تمیز و عقلش غیب گو
دھوکا تمیز کرلینے والے کیساتھ ممکن نہیں خصوصاً — کہ جس کی تمیز اور عقل غیب کو بتادے

ہیچ سحر و ہیچ تلبیس و دغل — می نہ بندد پردہ بر اہل دول
کوئی جادو اور کوئی مکاری اور کوئی فریب — پردہ نہیں ڈال سکتا دولت والوں پر

۵۳ پس ہمی گفتند با خود در جواب — باژگونہ می روی اے کج خطاب
پھر وہ جواب میں اپنے دل میں کہتے — اے ٹیڑھی بات کرنیوالے! تو الٹی چال چل رہا ہے

باژگونہ رفت خواہی ہمچنیں — سوئے دوزخ اسفل اندر سافلین
تو اسی طرح الٹا جائے گا — دوزخ کی جانب نیچے طبقوں میں سے نچلے میں

او اگر معزول گشتہ است و فقیر — ہست در پیشانیش بدر منیر
وہ (سلیمان) اگرچہ معزول اور فقیر ہو گئے ہیں — اُن کی پیشانی میں چودھویں کا چاند ہے

---

۵۱ دیو۔ صخر۔ رام۔ فرمانبردار۔ صورت۔ وہ دیو حضرت سلیمانؑ کے ظاہر کار سے واقف تھا حقیقت سے واقف نہ تھا تو اس نے ظاہر کار کی نقل اتارنی شروع کردی لیکن اُن کاموں کا باطن شیطانی تھا۔ خلق۔ جب صخر نے سلیمانؑ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنا نام بھی سلیمان ظاہر کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ سلیمان تو بے نور ہے اور اُس سلیمان اور اُن سلیمان میں بہت فرق ہے اور اُن دونوں میں ایسا ہی فرق بتایا جیسا کہ پہلے وزیر حسن اور دوسرے وزیر حسن میں فرق تھا۔ ۵۲ دیو میگفتے۔ صخر کو جب شبہ ہوا کہ لوگ مجھ سے بدظن ہو کر اصل سلیمانؑ کی تلاش میں نہ لگ جائیں تو ان کو بہکانے کے لئے کہنے لگا کہ اللہ نے ایک شیطان بھی میری صورت پر پیدا کیا ہے کبھی وہ آکر کچھ کام کر دیتا ہے تو اس کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی نہ کرنا۔ دیو۔ وہ صخر اُنسے یہ باتیں کرتا تھا لیکن نیک لوگوں پر اسکی اصلیت کا عکس پڑ رہا تھا۔ نیست۔ نیک لوگوں کیساتھ مکر کرنا آسان نہیں ہے۔ ہیچ۔ جو لوگ آخرت کی دولت کے مالک ہیں اُنکی عقلوں پر کوئی جادو، مکاری اور فریب پردہ نہیں ڈال سکتا۔ ۵۳ پس۔ اُس صخر کی تقریر پر وہ توجہ نہیں کرتے اور کہتے کہ تیری سب باتیں غلط ہیں اور تیری چال اُلٹی ہے۔ باژگونہ۔ تو دوزخ کے نچلے طبقہ میں جائے گا۔ او۔ اگرچہ حضرت سلیمانؑ سلطنت سے معزول ہو گئے لیکن اُن کی پیشانی میں نور نبوت ہے۔

تو اگر انگشتری را بُردہ ؎۱ | دوزخی چوں زمہریر افسُردہ
تو نے اگر انگوٹھی اڑا لی ہے | تو دوزخ ہے، زمہریر کی طرح ٹھٹھرا ہوا ہے

ما ببُوش و عارض و طاق و طرُنب | سر کجا کہ خود ہمی نہ نہیم سُنب
ہم کروفر اور لشکر اور شان و شوکت کی وجہ سے | سر کجا ہم پاؤں بھی نہ رکھیں گے

ور بغفلت ما نہیم اُو را جبیں | پنجۂ مانع بر آید از زمیں
اگر ہم غفلت سے اُسکے سامنے پیشانی رکھدیں | روکنے والا پنجہ زمین سے برآمد ہوگا

کہ منہ آں سر مر ایں سر زیر را | ہیں مکُن سجدہ مر ایں اَدبیر را
کہ اِس اوندھے کے لئے سر نہ جھکا | خبردار! اِس بدبخت کے لئے سجدہ نہ کر

کردمے من شرح ؎۲ ایں بس جانفزا | گر نبودے غیرت و رشکِ خدا
میں اِس کی پُرلطف تشریح کرتا | اگر خدا کی غیرت اور رشک (مانع) نہ ہوتی

ہم قناعت کُن تو بپذیر ایں قدر | تا بگویم شرح ایں وقتِ دگر
تو بھی قناعت کر اور اِس مقدار کو قبول کرلے | جب تک کہ میں اسکی دوسرے وقت شرح کروں

نامِ خود کردہ سُلیمانِ نبی | رُوی پوشی می کُند بر ہر صبی
اپنا نام سلیمان نبی رکھ کر | ہر بچے کے لئے (دانہ) روپوشی کرلیتا ہے

در گذر از صورت و از نام خیز | از لقب وز نام در معنیٰ گریز
صورت سے آگے بڑھ اور محض نام سے دستبردار ہوجا | لقب اور نام کی بجائے باطن کیطرف جا

پس ؎۳ بپرس از خُلق و ز افعالِ اُو | در میانِ خُلق و فعل اُو را بجُو
اُس کے اخلاق اور افعال دریافت کر | اخلاق اور افعال کے درمیان اُسکو تلاش کر

کارِ ہر کس نیست ہیں درکش لگام | مسجدِ اقصیٰ بسازو کُن تمام
خبردار! (یہ) ہر شخص کا کام نہیں ہے لگام کھینچ لے | مسجدِ اقصیٰ تعمیر کر اور مکمل کر

شد تمام القصہ مسجد بے فتور | بد سلیمانؑ زائر و مسجد مزور
قصہ مختصر بے عیب مسجد مکمل ہوگئی | (حضرت) سلیمان زیارت کرنیوالے اور مسجد زیارتگاہ تھی

در آمدنِ ہر روز سلیمان علیہ السّلام در مسجدِ اقصیٰ بعد از تمام شدن بجہت عبادت و ارشادِ عابداں و معتکفاں و رُستنِ عقاقیر در مسجد و با آنحضرت علیہ السّلام سخن در آمدن

مکمل ہوجانیکے بعد ہر روز حضرت سلیمان کا مسجد میں آنا عبادت کیلئے اور عبادت گذاروں اور اعتکاف کرنیوالوں کی رہنمائی کے لئے اور بوٹیوں کا مسجد میں اُگنا اور آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ باتیں کرنا

ؔ۱ تو اگر۔ اُن لوگوں نے دل میں یہ بھی کہا کہ اگرچہ تو نے انگوٹھی چرا کر حضرت سلیمانؑ کے تخت پر قبضہ کرلیا ہے لیکن تو دوزخ کا زمہریری حصہ ہے۔ بوش۔ کروفر۔ عارض۔ لشکر، رخسار۔ طاق و طرب۔ طاق و طرم ہی کی بدلی ہوئی صورت ہے، شان و شوکت۔ سُنب۔ سُم، پاؤں۔ ور بغفلت۔ اگر بھولے سے تعظیم بھی کریں تو غیبی پنجہ ہمارے لئے مانع آتا ہے۔ سر زیر۔ اوندھا۔ اَدبیر۔ اِدبار کا امالہ ہے۔

ؔ۲ شرح ایں۔ یعنی اِس کی تشریح کہ اللہ تعالیٰ ... شیاطین کو کیوں مواقع عنایت کرتا ہے اور اُنکو ڈھیل دینے میں کیا اسرار ہیں، غیرتِ خداوندی اِس تشریح کے لئے مانع ہے۔ نامِ خود۔ شیطان، اپنا اچھا نام رکھ کر لوگوں کو دھوکے دیتا ہے۔ صبی۔ یعنی ناتجربہ کار۔ درگذر۔ انسان کو چاہیئے کہ محض صورت اور بڑے القاب سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ باطنی اوصاف کو دیکھے۔

ؔ۳ پس۔ انسان کو اُسکے اخلاق اور اُسکے کارناموں سے پہچان محض صورت اور نام سے دھوکہ نہ کھا۔ کار ہر کس نیست۔ اِس طرح مردم شناسی ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ درکش لگام۔ یعنی اب یہ بات ختم کر اور مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کی بات کر۔ فتور۔ خرابی۔ مزور۔ جسکی زیارت کیجائے۔ عقاقیر۔ عقار کی جمع ہے دواؤں کی جڑی بوٹیاں۔

چوں سلیمانِ نبی شاہِ انام[1] | ساخت مسجد را و فارغ شد تمام

جب شاہِ عالم سلیمانؑ نبی نے | مسجد بنائی اور بالکل فارغ ہو گئے

ہر صباح او را وظیفہ ایں بُدے | کامدے در مسجدِ اقصٰی شُدے

ہر صبح کو اُن کا یہ معمول تھا | کہ آتے، مسجدِ اقصٰی میں جاتے

نو گیاہے رستہ دیدے اندرو | پس بگفتے نام و نفعِ خود بگو

اُس میں نیا بوٹا اُگا ہوا دیکھتے | تو فرماتے اپنا نام اور فائدہ بتا

تو چہ داروئی چہ نامت چیست | تو زیاں بر کہ و نفعت بر کہ است

تو کس (مرض) کی کیا دوا ہے تیرا کیا نام ہے؟ | تو کس کے لئے مضر اور کس کیلئے نفع رساں ہے؟

پس بگفتے ہر گیاہے فعل و نام | کہ من آنرا جانم و ایں را حمام

تو ہر بوٹی کام اور نام بتاتی | کہ میں اُس کے لئے جان اور اِس کیلئے موت ہوں

من مر ایں را زہرم و آں را شکر | نامِ من ایں است بر لوحِ قدر

میں اِسکے لئے زہر اور اُس کے لئے شکر ہوں | لوحِ محفوظ میں میرا یہ نام ہے

پس سلیمانؑ با حکیماں زاں گیا | شرح کردے نفع و ضرش اے کیا

پھر حضرت سلیمانؑ طبیبوں سے اس بوٹی کے | نفع اور نقصان کی شرح کرتے اے بڑے!

پس[2] طبیباں از سلیمانؑ زاں گیا | عالم و دانا شدند و مقتدا

تو طبیب حضرت سلیمانؑ کی وجہ سے اُس بوٹی کے بارے میں | عالم اور دانا اور مقتدا بنے

تا کتبہائے طبیبی ساختند | جسم را از رنج می پرداختند

یہاں تک کہ انھوں نے طب کی کتابیں تصنیف کیں | بدن کو مرض سے نجات دلائی

ایں نجوم و طب وحیِ انبیاست | عقل و حس را سوئے بے سو رہ کجاست

یہ نجوم اور طب نبیوں کی وحی ہے | عقل وحس کیلئے لامکان کی جانب راستہ کہاں ہے؟

عقلِ[3] جزوی عقلِ استخراج نیست | جز پذیرائے فن و محتاج نیست

ناقص عقل ایجاد کرنیوالی عقل نہیں ہے | ضرورتمند اور فن کو قبول کرنے والی کے علاوہ کچھ نہیں

قابلِ تعلیم و فہم ست ایں خرد | لیک صاحب وحیِ تعلیمش دہد

یہ عقل تعلیم اور سمجھ کے قابل ہے | لیکن اُس کو صاحبِ وحی تعلیم دیتا ہے

جملہ حرفتہا یقیں از وحی بود | اولِ او لیک عقل آں را فزود

یقیناً تمام پیشے وحی کے ذریعہ ہوتے ہیں | اُن کی ابتداء، لیکن عقل نے ان کو بڑھایا ہے

[1] انام۔ مخلوق۔ وظیفہ۔ معمول۔ نو گیاہ۔ یعنی حضرت سلیمانؑ کوئی نئی بوٹی اُگی ہوئی دیکھتے تو اُس سے اُس کا نام اور نفع و نقصان دریافت کرتے۔ پس بگفتے۔ وہ جڑی بوٹی اپنا نام اور اپنے افعال وخواص حضرت سلیمانؑ کو بتا دیتی۔ لوح۔ تختی۔ قدر۔ قضا وقدر۔ گیا۔ بوٹی۔

[2] پس۔ طبیب حضرت سلیمانؑ سے اس بوٹی کے افعال و خواص سیکھ لیتے تھے۔ تا کتبہائے۔ اسکے بعد طبی کتابیں تصنیف ہوئیں جسم را جسمانی بیماریوں کے علاج کرنے لگے۔ ایں نجوم۔ غرضکہ سب علوم کی ابتداء وحی کے ذریعہ ہوئی ہے حدیث شریف ہے اِنَّ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ یَخُطُّ خَطًّا فَمَنْ وَافَقَ خَطَّہٗ... صَدَقَ وَمَنْ لَمْ یُوَافِقْ کَذَبَ یعنی ایک نبی لکیر کھینچتے تھے (جس سے آئندہ کے واقعات معلوم ہو جاتے تھے) پس جس (رمال اور جفار اور منجم) کی لکیر اُن کی لکیر کے مطابق ہوتی ہے وہ درست ہے اور جس کی مخالف ہوتی ہو وہ غلط ہے۔

[3] عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ استخراج۔ یعنی علم کا ایجاد کرنا۔ قابلِ تعلیم۔ یعنی عام عقلِ انسانی میں سیکھنے کی صلاحیت ہے اور صاحبِ وحی اُس کو سکھا دیتا ہے۔ لیک عقل حکماء اور فلاسفہ نے اُن علوم پر اضافے کئے ہیں۔

هیچ حرفت را ببین کاین عقلِ ما ۔۔۔ تاند او آموختن بے اوستا
دیکھ! ہماری یہ عقل کوئی پیشہ ۔۔۔ کیا وہ بغیر اُستاد کے سیکھ سکتی ہے؟

گرچہ اندر مکر موی اشگاف بُد ۔۔۔ هیچ پیشہ رام بے اُستا نشد
اگرچہ (وہ عقل) تدبیر میں بال کو چیرنے والی تھی ۔۔۔ کوئی پیشہ اُستاد کے بغیر قابو میں نہ آیا

دانشِ پیشہ ازین عقل ار بُدے ۔۔۔ پیشۂ بے اوستا حاصل شُدے
پیشہ کا علم اگر عقل سے ہوتا ۔۔۔ (تو) پیشہ بغیر اُستاد کے حاصل ہو جاتا

آموختن پیشۂ گورکنی قابیل از زاغ پیش از آنکہ در عالم علمِ گورکنی بود

قابیل کا قبر کھودنے کا پیشہ کوّے سے سیکھنا، اس سے پہلے کہ دنیا میں قبر کھودنے کا علم ہوا

کندنِ گورے کہ کمتر پیشہ بود ۔۔۔ کے ز فکر و حیلہ و اندیشہ بود
قبر کھودنا، جو معمولی پیشہ ہے ۔۔۔ کب غور اور تدبیر اور خیال سے ہوا!

گر بُدے این فہم مر قابیل را ۔۔۔ کے نہادے بر سرِ او ہابیل را
اگر یہ سمجھ قابیل میں ہوتی ۔۔۔ (تو) وہ ہابیل (کی نعش کو) سر پر کب رکھتا!

کہ کجا غائب کنم این کُشتہ را ۔۔۔ این بخون و خاک در آغشتہ را
کہ میں اس مقتول کو کہاں چھپاؤں؟ ۔۔۔ اس خون اور مٹی میں لتھڑے ہوئے کو

دید زاغے زاغِ مُردہ در دہاں ۔۔۔ بر گرفتہ تیز می آمد پراں
اس نے دیکھا کہ ایک کوّا مُردہ کوّے کو منہ میں ۔۔۔ لئے تیزی سے اُڑا آ رہا ہے

از ہوا زیر آمد و شد او بفن ۔۔۔ در پئے تعلیم اُو را گور کن
وہ ہوا سے نیچے اُترا اور ہنرمندی سے بنا ۔۔۔ قبر کھودنے والا اُس کو سکھانے کیلئے

پس بچنگال از زمیں انگیخت گرد ۔۔۔ زود زاغِ مُردہ را در گور کرد
پھر اس نے زمین سے پنجے کے ذریعہ مٹی کھودی ۔۔۔ جلدی سے مرے ہوئے کوّے کو قبر میں رکھا!

دفن کردش پس بپوشیدش بخاک ۔۔۔ زاغ از الہامِ حق بُد علمناک
اس کو دفن کر دیا پھر اس کو مٹی سے چھپا دیا ۔۔۔ کوّا اللہ (تعالیٰ) کے الہام سے عالم تھا

گفت قابیل آہ شہ بر عقلِ من ۔۔۔ کہ بود زاغے ز من افزون بفن
قابیل نے کہا آہ، میری عقل پر افسوس ہے ۔۔۔ کہ کوّا ہنر میں مجھ سے بڑھا ہوا ہو

لہ هیچ حرفت۔ کوئی دستکاری بغیر اُستاد کے نہیں سیکھی جا سکتی۔ گرچہ۔ عقل اگرچہ موشگافیاں کرتی ہے لیکن بغیر اُستاد کے کوئی پیشہ نہیں سیکھ سکتی۔ دانش پیشہ۔ کسی پیشہ کا جاننا اگر محض عقل کی وجہ سے ہوا کرتا تو وہ بغیر اُستاد کے حاصل ہو جایا کرتا۔

ٹہ آموختن۔ قابیل نے قبر کھودنے کا پیشہ کوّے سے سیکھا۔ گورکنی۔ قبر کھودنا۔ کے زفکر۔ خود قابیل کے غور و فکر سے اُسکو حاصل نہ ہو سکا تھا۔ قابیل۔ حضرت آدم کا لڑکا جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ کے نہادے۔ قتل کے بعد اس کی نعش سر پر لئے پھر رہا تھا۔ این کشتہ۔ یعنی ہابیل۔

سہ دید۔ اس قابیل نے دیکھا کہ کوّا ایک مُردہ کوّے کو لایا اور اس نے زمین کھود کر اس کو دفن کیا تو اس کوّے سے قابیل کو قبر کھودنے کا ہنر آیا۔ گورکن۔ قبر کھودنے والا۔ چنگال۔ پنجہ۔ علمناک۔ علم والا، عالم۔ شہ۔ تُف۔

عقلِ کُل را گفت مازاغ البصر
عقلِ جزوی می کُند ہر سو نظر
عقلِ کُل کیلئے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا "نگاہ بھٹکی نہیں"
جزوی عقل ہر جانب نظر دوڑاتی ہے

عقلِ مازاغ ست نورِ خاصگاں
عقلِ زاغ اُستادِ گورِ مُردگاں
مازاغ والی عقل خاصانِ (خدا) کا نور ہے
کوّے کی عقل مُردوں کی قبر کی اُستاد ہے

جاں کہ اُو دُنبالۂ زاغاں پرد
زاغ اُو را سُوئے گورستاں برد
وہ جان جو کوّوں کے پیچھے اُڑے
کوّا اُس کو قبرستان کی جانب لے جائیگا

ہین[٢] مَرو اندر پئے نفسِ چو زاغ
کو بگورستاں بَرد نے سُوئے باغ
خبردار! کوّے جیسے نفس کے پیچھے نہ لگ
جو قبرستان کی طرف لیجاتا ہے نہ کہ باغ کیجانب

گر روی رَو در پئے عَنقائے دل
سُوئے قاف و مسجدِ اقصائے دل
اگر لگتا ہے تو دل کے عنقا کے پیچھے لگ
دل کی مسجدِ اقصیٰ اور (کوہِ) قاف کیجانب (جا)

نوگیاہے ہر دم از سودائے تو
می دمد در مسجدِ اقصائے تو
تیرے خیال کی نئی گھاس ہر وقت
تیری مسجدِ اقصیٰ میں اُگتی ہے

تو سُلیمانؑ وار دادِ اُو بدہ
پے بَرا زوے پائے رَد بر وے مَنہ
تو (حضرت) سلیمانؑ کی طرح اُس کی قدر کر
اُس سے پتہ لگا اِنکار کا پاؤں اُس پر نہ رکھ

زانکہ حالِ ایں زمینِ باثبات
باز گوید با تو انواعِ نبات
کیونکہ اس پائدار زمین کی مٹی کا حال
بوٹیوں کی قسمیں تجھ سے پھر کہدیں گی

در زمیں[٣] گر نیشکر ور خود نیست
ترجمانِ ہر زمیں نبتِ ویست
زمین میں خواہ گنّا ہو خواہ نرکل
ہر زمین کی پیداوار اُس کی ترجمان ہے

پس زمینِ دل کہ نبتش فکر بُود
فکرہا اسرارِ دلہا را نمود
تو دل کی زمین جس کا بوٹا خیال تھا
خیالات نے دل کے راز ظاہر کر دیئے

گر سخن کَش بینم اندر انجمن
صد ہزاراں گُل برویم در چمن
اگر میں مجلس میں سخن فہم دیکھوں
چمن میں لاکھوں پھول اُگا دوں

ور سخن کُش یابم آں دم زن بمزد
میگریزد نکتہا از دل چو دزد
اگر میں اُس وقت بگڑوے کو بات نہ سمجھنے والا پاؤں
(تو) چور کی طرح نکتے دل سے بھاگتے ہیں

---

[١] عقلِ کُل۔ آنحضورؐ کی عقل کامل تھی قرآن میں آپ کے بارے میں فرمایا گیا ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی آنحضورؐ کی نگاہ نہ کج ہوئی نہ اُس نے سرکشی کی۔ عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقلِ مازاغ۔ جو عقل صحیح کام کرتی ہے وہ خاصانِ خدا کا نور ہے جو اُن کو عطا کر دیا گیا ہے۔ عقلِ زاغ۔ کوّے کی عقل تو اتنی ہی ہے کہ وہ قابیل کو گورکنی سکھا سکی۔ زاغاں بناوٹی شیوخ۔

[٢] ہین مرو۔ تیرا نفس بھی چالاکی میں کوّا ہے اُسکے پیچھے نہ لگ ورنہ تجھے گورستان میں پہنچا دیگا۔ عنقائے دل۔ دل چونکہ اسرار کا مرکز ہے اُس کے پیچھے چل۔ قاف۔ پہاڑ کا نام ہے جو عنقا کا مقام مانا گیا ہے۔ نوگیاہے۔ تیرا دل مسجدِ اقصیٰ ہے اُس کے خیالات وہ بوٹیاں ہیں جو مسجدِ اقصیٰ میں اُگتی تھیں۔ تو سلیماں وار۔ جس طرح حضرت سلیمانؑ اُن بوٹیوں سے علم حاصل کرتے تھے تو بھی اپنے خیالات سے دل کا علم حاصل کر۔ زانکہ۔ جس طرح کے خیالات پیدا ہونگے اُس سے قلب کی حالت کا اندازہ لگالے۔

[٣] در زمیں۔ زمین کی اچھائی اور بُرائی کا معیار اُسکی پیداوار ہے جو زمین گنّا اُگائے وہ بہتر ہے اور جو زمین نرکل اُگائے وہ خراب ہے۔ زمینِ دل۔ خیالات دل کی زمین کی پیداوار ہیں اُن سے دل کی اچھائی بُرائی معلوم ہو جائیگی۔ گر سخن کَش۔ اگر مجلس میں سخن فہم ہوتے ہیں تو کہنے والے کا دل کھلتا ہے۔ ور سخن کُش۔ اگر سامعین نافہم ہوں تو نکتے فرار اختیار کر لیتے ہیں۔

مستمع[1] چوں نیست خاموشی بہ است
جب سننے والا نہیں ہے، چپ رہنا بہتر ہے
نکتہ از نا اہل گر پوشی بہ است
اگر نکتہ کو تو نا اہل سے چھپائے تو بہتر ہے

جنبش ہر کس بسوی جاذب است
ہر شخص کی حرکت کھینچنے والے کی طرف ہے
جذب صادق نے چو جذب کاذب است
سچی کشش جھوٹی کشش کی طرح نہیں ہے

می روی گہ گمرہ وگہ در رشد
تو کبھی گمراہ ہو کر چلتا ہے اور کبھی راہِ راست پر
رشتہ پیدا نے وآں کت می کشد
نہ ڈور ظاہر ہے اور نہ وہ جو تجھے کھینچتا ہے

اشترے کوری مہارِ تو رہیں
تو اندھا اونٹ ہے، تیری مہار گروی ہے
تو کشش می بیں مہارت را مبیں
تو کشش کو دیکھ، اپنی مہار کو نہ دیکھ

گر شدے[2] محسوس جذابِ مہار
اگر مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جاتا
پس نماندے ایں جہاں دار الغرار
تو یہ دنیا دھوکے کا گھر نہ رہتی

گبر دیدے کو پے سگ می رود
کافر دیکھ لیتا کہ وہ کتے کے پیچھے جا رہا ہے
سخرۂ دیوِ سیہ رو می شود
سیاہ رو شیطان کا فرمانبردار بن رہا ہے

در پے او کے شدے ہمچوں اسیر
قیدی کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟
پائے خود را واکشیدے طفلِ پیر
یہ بوڑھا لڑکا اپنا پاؤں کھینچ لیتا

در پے او کے شدے مانندِ حیز
ہیجڑے کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟
پائے خود را واکشیدے گبر نیز
کافر بھی اپنا پاؤں کھینچ لیتا

گاو[3] اگر واقف ز قصاباں بُدے
اگر گائے قصائیوں سے واقف ہوتی
کے پے ایشاں بداں دکاں شدے
(تو) کب ان کے پیچھے اس دکان تک جاتی

یا بخوردے از کفِ ایشاں سبوس
یا کب ان کے ہاتھ سے بھوسی کھاتی؟
یا بدادے شیرشاں از چاپلوس
یا پیار سے، کب ان کو دودھ دیتی؟

ور بخوردے کے علف ہضمش شدے
اور اگر کھاتی تو چارہ اس کو کب ہضم ہوتا؟
گر ز مقصودے علف واقف بُدے
اگر چارے کے مقصد سے وہ واقف ہوتی؟

پس ستونِ ایں جہاں خود غفلت است
تو اس دنیا کا ستون خود غفلت ہے
چیست دولت کایں دوا دو بالت است
دولت کیا ہے، یہ بھاگ دوڑ ہے، مار پیٹ کے ساتھ

اولش دو دو بآخر لت بخور
اس کی ابتدا بھاگ دوڑ آخر مار کھا ہے
جز دریں ویرانہ نبود مرگِ خر
اس ویرانہ میں گدھے کی موت کے سوا نہیں ہے

[1] مستمع۔ جب سننے والوں میں اہلیت نہ ہو تو خاموشی بہتر ہے اسرار و حِکم نا اہلوں کو نہ سنانے چاہئیں۔ جنبش۔ سننے والے کا جذبہ مضامین کی کشش کا سبب ہے، اور جذبہ بھی صادق ہونا ضروری ہے۔ می روی جسطرح ظاہری کشش ہے اسیطرح ایک پوشیدہ کشش ہے جو کبھی سیدھا چلاتی ہے کبھی ٹیڑھا اور انسان بندھا ہوا ہے لیکن نہ بندش نظر آتی ہے اور نہ کھینچنے والا۔ اشتر۔ انسان کی مثال اندھے اونٹ کی سی ہے جس کی مہار دوسرے کے قبضہ میں ہوتی ہے انسان کو کھینچنے والے کی طرف دھیان دینا چاہئے۔

[2] گر شدے۔ اگر انسان کا غیر محسوس مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جائے تو دنیا دھوکے کا گھر نہ رہے۔ جذاب۔ کھینچنے والا۔ دار الغرار۔ دار الغرور دھوکے کا گھر۔ گبر۔ کافر کو گمراہی کی طرف کھینچنے والا رو سیاہ کتا شیطان ہے۔ در پے۔ پھر وہ کافر کبھی اس کا اتباع نہ کرتا۔ حیز۔ نامرد۔ گبر۔ یعنی کافر۔

[3] گاو۔ گائے اگر قصائی کی حقیقت سے واقف ہو جائے تو کبھی بھی اسکے پیچھے اسکی دکان تک نہ جائے نہ اسکے ہاتھ سے چارہ کھائے نہ اسکو دودھ پلائے۔ ور بخوردے۔ اگر مجبوری میں قصائی کے ہاتھ کی گھاس کھاتی تو کبھی ہضم نہ ہوتی۔ علف۔ چارہ۔ پس۔ دنیا کا بقا اور کاروبار بھی غفلت سے چل رہا ہے ورنہ دنیا کی دولت کا خلاصہ بھاگ دوڑ اور مار پیٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دو دو بھاگ دوڑ۔ آخرلت۔ آخر یعنی دنیا۔

تو بجِدّ کارے کہ بگرفتی بدست
تو نے جس کام کو کوشش سے ہاتھ میں پکڑا ہے
عیبش ایں دم بر تو پوشیدہ شدست
اس وقت تجھ پر اُس کا عیب پوشیدہ ہے

زاں ہمی تانی بدادن تن بکار
اسی وجہ سے تو اُس میں مصروف ہو سکا ہے
کہ بپوشید از تو عیبش کردگار
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے تجھ سے اُسکا عیب پوشیدہ کما ہے

ہمچنیں ہر فکر کہ گرمی دراں
اسی طرح ہر وہ خیال جس میں تو سَرگرم ہے
عیب آں فکرت شُدست از تو نہاں
تیرے اُس فکر کا عیب تجھ سے پوشیدہ ہے

بر تو گر پیدا شدے زاں عیب و شین
اگر اُس کا عیب اور نقصان تجھ پر عیاں ہو جاتا
زو رمیدے جانت بُعدُ المشرقین
تیری جان اُس سے مشرق و مغرب کی دوری پر بھاگتی

حال کاخر زو پشیماں می شوی
وہ حال جس سے تو آخر میں شرمندہ ہوتا ہے
گر شود ایں حالت اوّل کے دوی
اگر تیری یہ حالت شروع میں ہو جاتی تو کب دوڑتا؟

پس بپوشید اوّل آں بر جانِ ما
(اللہ نے) شروع میں اُس کو ہم پر پوشیدہ کر دیا ہے
تا کنیم آں کار بر وفقِ قضا
تاکہ ہم قضا کے مطابق وہ کام کریں

چوں قضا آورد حکمِ خود پدید
جب قضا نے اپنا حکم ظاہر کر دیا
چشم وا گشت و پشیمانی رسید
آنکھ کھل اور شرمندگی ہوئی

ایں پشیمانی قضائے دیگر ست
یہ شرمندگی ایک دوسری قضا ہے
ایں پشیمانی بہل حق را پرست
اس شرمندگی کو رہنے دے اللہ کی عبادت کر

ور کنی عادت پشیماں خور شوی
اگر تو عادت ڈال لے گا شرمندگی خور بنجائیگا
زیں پشیمانی پشیماں تر شوی
اس شرمندگی سے (اور) زیادہ شرمندہ ہوگا

نیمِ عمرت در پریشانی شود
تیری آدھی عمر پریشانی میں (صرف) ہو جائیگی
نیمِ دیگر در پشیمانی رود
باقی آدھی شرمندگی میں چل جائے گی

ترکِ ایں فکر و پشیمانی بگو
اس فکر اور شرمندگی کو چھوڑ
حال و یار و کارِ نیکو تر بجو
اچھا حال اور یار اور کام تلاش کر

ور نہ داری کارِ نیکو تر بدست
اگر تیرے پاس کوئی اچھا کام نہیں ہے
پس پشیمانیت بر فوتِ چہ است
تو تیری شرمندگی کس چیز کے کھو جانے پر ہے؟

انسان کو اچھے عمل اچھی صحبت اختیار کرنی چاہیئے۔ ور نہ داری۔ اگر یہ ہے کہ تیرے پاس کوئی نیک کام موجود نہیں ہے اس لئے تو بُرے کام کی شرمندگی میں وقت گذار رہا ہے تو پھر یہ بتا کہ تو شرمندہ کس کام کے چھوٹنے پر ہو رہا ہے۔

لے تو بجِد۔ آدمی جس کام میں محنت اور کوشش سے لگا ہے خدا اُس کام کے عیب اُس سے مخفی رکھتا ہے تب ہی وہ لگا رہتا ہے۔ ہمچنیں۔ یہ بات صرف کام میں ہی نہیں ہے فکر و خیال میں بھی ہے بر تو۔ اگر اُس خیال کا عیب ظاہر ہو جائے تو آدمی اُس سے کوسوں بھاگے۔ بُعد المشرقین۔ وہ دوری جو مشرق اور مغرب میں ہے۔

لے حال۔ جس حالت اور کیفیت سے انسان آخر میں شرمندہ ہوگا اگر ابتداء اُس کی کیفیت معلوم ہو جائے تو اُس میں کبھی نہ لگے۔ قضا۔ قضاء خداوندی کا تقاضا یہی ہے کہ کام اور خیال کی بُرائی انسان پر ظاہر نہ ہو ورنہ قضا کے مطابق کام نہ کر سکے گا۔ ایں پشیمانی۔ ایک تو وہ کام تقدیر میں تھا پھر یہ پریشانی ایک دوسری قضاء خداوندی ہے۔ ور کنی پشیمانی۔ گناہ پر شرمندہ ہونا زیادہ مفید نہیں ہے بلکہ اعمالِ صالحہ میں لگنا زیادہ مفید ہے۔ ور کنی۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی میں پھنس کر رہ گیا تو انجام کار اس شرمندگی سے اُس کو اور شرمندگی ہوگی۔

سے نیمِ عمرت۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی ہی اپنا شیوہ بنائے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ آدھی عمر تو کاموں کی پریشانی میں گذری اور آدھی شرمندگی میں گذری کوئی نیک عمل اُس کے ہاتھ نہ آیا۔ ترک۔ پشیمانی کی عادت چھوڑ کر

گر ہمی دانی رہِ نیکو پرست[1] — وَر ندانی چوں بدانی کایں بدست
اگر تو اچھا راستہ جانتا ہے عبادت کر — اور اگر نہیں جانتا ہے تو کیسے جانے گا کہ یہ بُرا ہے؟

بدندانی چوں ندانی نیک را — ضد را از ضد تواں دیدائے فتیٰ
جبتک تو نیکی کو نہیں سمجھے گا بُدی کو نہ سمجھیگا — اے نوجوان! ضد کو ضد سے پہچانا جاسکتا ہے

چوں ز ترکِ فکر ایں عاجز شُدی — از گنہ آنگاہ ہم عاجز بُدی
جبکہ تو اِس فکر کے چھوڑنے سے عاجز ہوگیا ہو — اُس وقت گناہ (چھوڑنے) سے عاجز تھا

چوں بُدی عاجز پشیمانی ز چیست — عاجزی را باز جُو کز جذبِ کیست
جب تو عاجز تھا تو شرمندگی کا ہے کی ہے؛ — عاجزی کی جستجو کر کہ وہ کس کی کشش سے ہے

عاجزی بے قادری اندر جہاں — کس ندیدست و نباشد ایں بداں
عاجزی بغیر قدرت کے دنیا میں — یہ سمجھ لے کسی نے نہیں دیکھی اور نہ ہوگی

ہمچنیں[2] ہر آرزو کہ می بری — تو ز عیبِ آں حجابے اندری
اسی طرح جو آرزو تو کرتا ہے — تو اُس کے عیب سے پردہ میں ہے

ور نمودے علتِ آں آرزو — خود رمیدے جانِ تو از جستجو
اگر اللہ (تعالیٰ) اُس آرزو کا عیب نمودار کردیتا — تو تیری جان جستجو سے خود بھاگتی

گر نمودے عیبِ آں کار او ترا — کس نبردے کش کشاں آنسو ترا
اگر اُس کام کا عیب وہ (خدا) ظاہر کردیتا — کوئی کھینچ تان سے تجھے اُدھر نہ لے جاسکتا

واں دِگر کارے کزاں ہستی نفور — زاں بُود کہ عیبش آمد در ظہور
وہ دوسرا کام جس سے تو متنفر ہے — اِس وجہ سے ہے کہ اُس کا عیب ظاہر ہوگیا ہو

اے[3] خدائے رازدانِ خوش سخن — عیبِ کارِ بد ز ما پنہاں مکن
اے رازداں، شیریں کلام خدا! — بُرے کام کا عیب ہم سے پوشیدہ نہ رکھ

عیبِ کارِ نیک را منما بما — تا نگردیم از روش سرد و ہبا
ہمیں اچھے کام میں عیب نہ دکھا — تاکہ ہم رفتار میں ٹھنڈے اور ناچیز نہ بنیں

ہم بر آں عادت سُلیمانِ سَنی — رفت در مسجد میانِ روشنی
بزرگ سلیمانؑ اسی عادت کے مطابق — (صبح کی) روشنی میں مسجد میں گئے

نیک کام میں کوئی عیب رونما نہ کرتا۔ ہبا۔ ذرہ، یعنی ناچیز۔ ہم برآں۔ حضرت سلیمانؑ اپنی عادت کے مطابق صبح صادق کے بعد مسجدِ اقصیٰ جاتے تھے اور نئی بوٹی تلاش کرتے تھے تاکہ اُس سے اُس کے خواص اور نقصانات معلوم کریں۔

[1] گر ہمی دانی۔ اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہے تو اُسپر چل اور اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہی نہیں ہے تو تو نے یہ کیسے سمجھا کہ تو غلط راستہ پر تھا۔ بدندانی۔ جو شخص بدی کو نہیں سمجھتا ہے وہ نیکی کو نہیں سمجھ سکیگا اس لئے کہ ایک چیز کو اُس کی ضد سے جانا جاسکتا ہے۔ چوں ز ترک۔ ہماری نصیحت ہے کہ شرمندگی ختم کر کے عمل شروع کر۔ اگر تو یہ کہے کہ شرمندگی ختم کرنے میں عاجز ہوں تو ایسا عجز تو گناہ چھوڑنے پر بھی تھا لہٰذا تیرا گناہ اضطراری ہوا، اور اضطراری فعل پر شرمندگی نضبات ہے۔ عاجزی۔ تیری عاجزی قضائے خداوندی سے اختیار کے سلب ہوجانے کی وجہ سے نہیں ہے۔ عاجزی۔ انسان کا عجز قدرت سلب ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔

[2] ہمچنیں۔ مولانا پھر پہلے مضمون کو بیان کرتے ہیں کہ انسان کی ہر تمنا اس بنا پر ہے کہ اُس کا عیب اُس سے پوشیدہ ہے۔ علت۔ عیب۔ کس نبردے۔ اگر اُس آرزو کا عیب واضح ہوجائے تو پھر انسان کھینچنے سے بھی اُدھر نہ جائے۔ واں دگر۔ جس کام سے انسان کو نفرت ہوتی ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ اُس کا عیب انسان پر ظاہر ہوجاتا ہے۔

[3] اے خدا۔ مولانا نے یہاں سے مناجات شروع کردی ہے کہ اے اللہ بُرے کاموں کے عیب کو ہم سے مخفی نہ رکھو اور

قاعدہ ہر روز را می جُست شاہ — کہ بہ بیند مسجد اندر نو گیا

روزانہ کا قاعدہ تھا کہ شاہ تلاش کرتے — تاکہ مسجد میں (کوئی) نئی بوٹی دیکھیں

دلؔ بہ بیند سِرّ بداں چشمِ صفی — آں حشایش کہ شُد از عامہ خفی

مصفّیٰ آنکھ سے دل دیکھ لیتا ہے راز — اُن بوٹیوں کا جو عوام سے پوشیدہ ہیں

قصّہ صُوفی کہ درمیانِ گلستاں سر بزانو نہادہ مُراقب بُود یارانش

اُس صوفی کا قصہ جو باغ میں زانو پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں تھا، اُس کے دوستوں

گفتند سر برآر و تفرّج کُن گلستان و رَیاحین و مُرغان را کہ

نے کہا کہ سر اُٹھا باغ اور پھولوں اور پرندوں کی سیر کر کیونکہ (حکم ہے) اللہ کی

فَانظُرُوا اِلیٰ آثارِ رحمتِ اللہِ و جواب گفتنِ صُوفی یاراں را

رحمت کی نشانیوں پر نظر کرو اور صوفی کا دوستوں کو جواب دینا

صوفیئے در باغ از بہرِ کشاد — صوفیانہ رُوی بر زانو نہاد

ایک صوفی نے باغ میں مشاہدہ کے لئے — صوفیوں کے طریقہ پر منہ زانو پر رکھ دیا

پس فرو رفت او بخود اندر نغول — شد مَلول از صورتِ خوابش فضول

وہ گہرائی میں اُتر گیا — ایک فضول انسان اُسکی نیند کی اِس صورت سے پریشان ہوگیا

کہ چہ خُسپی آخر اندر رز نگر — ایں درختاں بیں و آثارِ خضر

کہ کیوں سوتا ہے؟ انگوروں کو دیکھ — ان درختوں اور سبزے کے آثار کو دیکھ

اَمرِ حق بشنو کہ گفت ست اُنظُرُوا — سُوئے ایں آثارِ رحمت آر رُو

اللہ (تعالیٰ) کا حکم سُن اُسنے فرمایا ہے اس کو دیکھ — رحمت کے اِن آثار کی جانب رُخ کر

گفت آثارش دل ست اے بوالہوس — آں بروں آثارِ آثارست و بس

اُس نے کہا اے بوالہوس اُسکے آثار دل ہے — وہ باہر فقط آثار کے آثار ہیں

باغہا و سبزہا در عینِ جاں — بر بروں عکسش چو در آبِ رواں

باغات اور سبزے جان میں ہیں — باہر اُس کا عکس ہے جیسا کہ رواں پانی میں

آں خیالِ باغ باشد اندر آب — کہ کُند از لُطفِ آب آں اضطراب

پانی میں باغ کا عکس ہوتا ہے — جو پانی کی لطافت کی وجہ سے ہلتا رہتا ہے

باغہا و میوہا اندر دل ست — عکسِ لُطفِ آں بریں آب و گل ست

باغات اور پھل دل کے اندر ہیں — اُسکی لطافت کا عکس اِس پانی اور مٹی پر ہے

لہ دل بہ بیند۔ جس طرح حضرت سلیمانؑ بوٹیوں سے انکے حالات معلوم کر لیتے تھے ایسے صوفی اپنے دل کی مصفّیٰ آنکھوں سے معارف کا راز دیکھ لیتا ہے۔ خشائش حشیش کی جمع ہے، گھاس۔ تفرّج۔ تفریح۔ ریاحین۔ ریحان کی جمع ہے، ہر خوشبودار پودا۔ کشاد۔ کشادگی، تفریح طبع۔ نغول۔ گہرائی۔

ٹہ چہ خُسپی۔ اِس شخص نے مراقبہ کو سونے سے تعبیر کیا۔ رَز۔ انگور۔ خضر۔ سبزہ۔ امرِ حق۔ قرآن پاک میں ہے۔ فَانظُرُوا اِلیٰ آثارِ رَحمَتِ اللہِ کَیفَ یُحیِی الاَرضَ بَعدَ مَوتِھَا۔ پس تم دیکھو اللہ کی رحمت (بارش) کے آثار (نباتات) کو وہ کس طرح زمین کو زندہ کر دیتا ہے اُسکے مُردہ ہو جانیکے بعد۔ گفت اُن صوفی نے کہا کہ دراصل رحمت کے آثار دل کے آثار ہیں جن کا مراقبہ میں مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ دنیا کے باغ و بہار دل کی نشانیوں کے نشانات ہیں اور جس طرح یہاں باغ و بہار کا عکس اِس نہر میں نظر آتا ہے جو باغ میں رواں ہے اسی طرح یہ باغ و بہار دل کے آثار کا عکس ہیں۔

سؔہ آں خیال۔ جو پانی میں نظر آتا ہے وہ اصل نہیں ہوتا بلکہ عکس ہوتا ہے۔ آفاق۔ کائنات میں ہر چیز کسی صفتِ خداوندی کا مظہر ہے اور قلبِ انسانی تمام صفات کا مظہر ہے لہٰذا اصل آثار ہیں جو دل میں نمایاں ہوتے ہیں اور یہ کائنات اس سے وجہ

[illegible]

گر نبودے عکسِ آں سَرو سُرور ¹ — پس نخواندے ایزدش دارُ الغرور
اگر (یہ) اُس سُرور کے سَرو کا عکس نہ ہوتا — تو اُس کو اللہ تعالیٰ، دھوکے کا گھر نہ فرماتا

ایں غرور آنست یعنی آں خیال — ہست از عکسِ دل و جانِ رجال
یہ دھوکہ وہی ہے یعنی وہ عکس — انسانوں کے دل اور جاں کا عکس ہے

جملہ مغروراں بریں عکس آمدہ — بر گمانے کایں بُود جنت کدہ
سب دھوکے میں پڑے ہوئے اِس عکس پر جمع ہیں — اِس گمان سے کہ یہ جنت کدہ ہوگا

می گریزند از اصولِ باغہا — بر خیالے می کُنند ایں لاغہا
وہ باغوں کی اصلوں سے بھاگتے ہیں — یہ بکواس عکس پر کرتے ہیں

چونکہ خوابِ غفلت آید شاں بسر — راست بینند و چہ سُود ست آں نظر
جب اِن کی غفلت کی نیند ختم ہوگی — ٹھیک دیکھ لیں گے (لیکن)، وہ دیکھنا کیا مفید ہے

پس بگورستاں غریو افتادہ و آہ — تا قیامت زیں غلط وا حسرتاہ
قبرستان میں بہت شور اور آہ ہے — قیامت تک اِس غلطی سے، افسوس

اے خنک ² آنکس کہ پیشِ مرگ مُرد — یعنی او از اصلِ ایں رز بوئے بُرد
وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے، جو مرنے سے پہلے مرگیا — یعنی اُس کو اِس انگورستان کی اصل کا پتہ چل گیا

قصہ رُستنِ خرّوب در گوشہ مسجدِ اقصیٰ و غمگین شُدنِ سلیمان علیہ السلام ازاں چوں بہ سخن در آمد و نام و خاصیتِ خود گفت

مسجدِ اقصیٰ کے کنارے پر خرّوب اُگنے کا قصہ اور اُس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا رنجیدہ ہونا جبکہ اُس نے بات کی اور اپنا نام اور خاصیت بتائی

ہمچنیں روزے سلیمانؑ از قضا — شد بعادت مسجد اندر اے فتیٰ
تقدیر سے ایک روز (حضرت) سلیمانؑ — اے نوجوان! عادت کے مطابق مسجد کے اندر گئے

نو گیاہے دید اندر گوشہ — رُستہ بر وے دانہ ہمچوں خوشہ
ایک گوشہ میں ایک نئی بوٹی دیکھی — خوشہ کی طرح اُس پر دانے اُگے ہوئے تھے

دید ³ بس نادر گیاہے سبز و تر — می ربود آں سبزیش نور از بصر
انھوں نے ایک بہت گیاہ سبز اور تر بوٹی دیکھی — اُس کی سبزی آنکھ کی روشنی کو اُچک رہی تھی

پس سلامش کرد در حال آں حشیش — او جوابش گفت و بشگفت از خوشیش
اُس بوٹی نے فوراً اُن کو سلام کیا — انھوں نے جواب دیا اور اسکی خوشنمائی سے کھل گئے

---

¹ دارُالغرور۔ دھوکے کا گھر۔ ایں غرور۔ اِس دنیا کو دھوکہ کا گھر اسی بنیاد پر فرمایا گیا ہے کہ یہ کائنات دل کے آثار کا عکس ہے۔ مغروراں۔ جو لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اِسی کائنات کو اصل اور جنت کدہ سمجھے ہوئے ہیں۔ می گریزند۔ جو اِن باغوں کی اصل ہے یعنی دل کی باغ و بہار اُس سے بھاگتے ہیں اور اُس عکس کے حصول پر فخر بگھارتے ہیں۔ چونکہ جب اِس خوابِ غفلت سے بیدار ہونگے اصلی حقیقت نظر آئیگی لیکن اُس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بگورستان۔ اُس وقت یہ لوگ قبرستان میں ہونگے۔ اور دارالعمل سے جا چکے ہونگے تو سوائے آہیں بھرنے اور وا حسرتا کہنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

² اے خنک۔ جس شخص نے موت سے پہلے فنا حاصل کر لی اور اِس باطنوں کا رتبہ پالیا وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ قصہ۔ یہاں سے پھر حضرت سلیمان کا بوٹیوں سے ہمکلام ہونا بیان کیا ہے۔ خرّوب۔ برباد کرنیوالا، ایک گھاس کا نام ہے جس کا اُگنا مکان کی بربادی کی نشانی ہے۔ مسجد۔ یعنی مسجد اقصیٰ۔ خوشہ۔ یعنی اُسکے اوپر خوشہ کی طرح کچھ دانے تھے۔

³ دید۔ حضرت سلیمانؑ نے یہ نئی بوٹی دیکھی جو بہت ہی سرسبز و شاداب تھی۔ کرد۔ یعنی بوٹی نے حضرت سلیمانؑ کو سلام کیا۔ بشگفت۔ یعنی اُس بوٹی کی خوشنمائی سے حضرت سلیمانؑ کی طبیعت شگفتہ ہوئی۔

گفت نامت چیست برگوئید ہاں

اُنھوں نے فرمایا ہاں بتا تیرا کیا نام ہے؟

گفت خرّوبست اے شاہِ جہاں

اُس نے کہا اے شاہ جہاں! (میرا نام) خرّوب ہے

گفت اندر تو چہ خاصیت بُوَد

فرمایا تیرے اندر کیا خاصیت ہے

گفت من ؎۱ رُستم مکاں ویراں شود

اُس نے کہا میں اُگوں تو مکان ویران ہوجائے

من کہ خرّوبم خرابِ منزلم

میں چونکہ خرّوب ہوں مکان کی خرابی ہوں

ہادمِ بُنیادِ ایں آب و گِلم

میں اس پانی اور مٹی کو ڈھانے والی ہوں

پس سلیمانؑ آں زماں دانست زود

تو سلیمان اُس وقت جلد سمجھ گئے

کہ اَجل آمد سَفر خواہد نمُود

کہ موت (قریب) آگئی، وہ سفرِ آخرت کرینگے

گفت تا من ہستم ایں مسجد یقیں

اُنھوں نے (دل میں) کہا جبتک میں (زندہ) ہوں یہ مسجد یقیناً

درخَلَل ناید ز آفاتِ زمیں

زمین کی آفتوں سے خلل میں نہ آئے گی

تا کہ من باشم وجودِ من بُوَد

جب تک میں ہوں (اور) میرا وجود ہے

مسجدِ اقصیٰ مُخلّل کے شوَد

مسجدِ اقصیٰ کب تباہ ہوسکتی ہے؟

پس خرابی مسجدِ ما بے گماں

تو یقیناً ہماری مسجد کی تباہی

نبُود الّا بعدِ مرگِ ما بدَاں

ہمارے مرنے کے بعد ہی ہوگی، سمجھ لے

مسجد ؎۲ ست آں دل کہ جسمش ساجد ست

وہ دل مسجد ہے، جس کا جسم نمازی ہے

یارِ بد خرّوب ہر جا مسجد ست

جس جگہ مسجد ہے، بُرا دوست خرّوب ہے

یارِ بد چوں رُست در تو مہرِ اُو

تیرے اندر جب بُرے دوست کی محبت اُگی

ہیں ازو بگریز و کم کُن گفتگو

خبردار! اُس سے بھاگ، بات نہ کر

برکُن از بیخش کہ گر سَر برزنَد

اُسکو جڑ سے اُکھاڑدے اس لئے کہ اگر اُبھرے گی

مر ترا و مسجدت را برکَند

تجھے اور تیری مسجد کو اُکھاڑ دے گی

عاشقا خرّوبِ تو آمد کژی

اے عاشق! کجی تیری خرّوب ہے

ہمچو طفلاں سُوی کژ چوں می غژی

تو کجی کی طرف گھٹنوں کے بل بچوں کیطرح کیوں جارہا ہے؟

خویش ؎۳ را نادان و مُجرم گو مترس

اپنے آپ کو نادان اور مجرم کہہ، ڈر

تا نہ دُزدد از تو آں اُستادِ درس

تاکہ درس کا اُستاد تجھ سے (آنکھ) نہ چرائے

چوں بگوئی جاہلم تعلیم دِہ

جب تو کہے گا میں جاہل ہوں، سکھا دے

اینچنیں انصاف از ناموس بہ

ایسا انصاف، بڑائی سے بہتر ہے

؎۱ من رُستم۔ اُس بوٹی نے کہا جہاں میں اُگتی ہوں وہ جگہ ویران ہوجاتی ہے۔ خرّوب۔ چونکہ میرا نام ہی خراب کنندہ ہے لہٰذا میں مکان کی بربادی کی علامت ہوں۔ آب وگِل یعنی مکان۔ پس سلیمانؑ مسجد کی تباہی سے حضرت سلیمانؑ سمجھ گئے کہ اُن کی وفات کا وقت آگیا ہے کیونکہ اُن کی زندگی میں اِس مسجد کی بربادی نہ ہوسکتی تھی۔ مُخلّل۔ خلل یافتہ۔ پس خرابی۔ مسجد کی بربادی تو میرے مرنے کے بعد ہوسکے گی۔

؎۲ مسجدست۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع فرمایا ہے کہ جس دل کا جسم نمازی ہو وہ دل مسجد ہے اور بُری صحبت اُس کیلئے خرّوب بوٹی ہے۔ یارِ بد جب بُرے دوست کی محبت دل میں اُگے گی تو مسجدِ دل برباد ہوجائیگی اور تو تباہ ہوجائیگا۔ عاشقا۔ سالک کے دل کی خرّوب اُس کے دل کی کجی ہے جو اُسکو مرشد سے دور کرتی ہے۔ غژی۔ غژیدن گھٹنوں کے بل چلنا۔

؎۳ خویش را۔ شیخ کے سامنے اپنے آپ کو نادان اور مجرم سمجھ تاکہ وہ تعلیم دینے میں دریغ نہ کرے۔ چوں بگوئی۔ جب تو اپنے جہل اور خطا کا اقرار کریگا تو شیخ تجھے تعلیم دیگا۔ انصاف۔ یہ جہالت کے اقرار کی ذلت جو واقعی ہے جہالت کے فخر سے بہت بہتر ہے۔

از پدر[۱] آموز اے روشن جبیں
اے روشن جبین! باپ سے سیکھ لے
ربنا گفت و ظلمنا پیش ازیں
اُس نے اس سے پہلے ربنا اور ظلمنا کہا ہے

نے بہانہ کرد و نے تزویر ساخت
نہ بہانہ کیا، نہ مکر کیا
نے لوائے مکر و حیلت بر فراخت
نہ مکر اور حیلہ کا جھنڈا بلند کیا

باز آں ابلیس بحث آغاز کرد
پھر اُس شیطان نے بحث شروع کر دی
کہ بُدم من سرخ رو کردیم زرد
کہ میں سُرخرو تھا تو نے مجھے شرمندہ کیا

رنگ رنگِ تست صباغم توئی
رنگ تیرا ہی رنگ ہے، تو ہی مجھے رنگنے والا ہو
اصلِ جرم و آفت و داغم توئی
میرے جرم اور آفت اور داغ کی جڑ تو ہے

ہیں بخواں رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِی
خبردار! ربِّ بما اغویتنی کو پڑھ لے
تا نگردی جبری و کژ کم تنی
تاکہ تو جبری نہ بنے اور ٹیڑھا نہ چلے

بر درختِ[۲] جبر تا کے بر جہی
جبر کے درخت پر کب تک کودتا پھرے گا؟
اختیارِ خویش را یک سو نہی
اپنے اختیار کو ایک طرف رکھے گا

ہمچو آں ابلیس و ذریاتِ او
شیطان اور اُس کی اولاد کی طرح
با خدا در جنگ و اندر گفتگو
اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ لڑائی اور گفتگو میں ہے

چوں بود اکراہ با چندیں خوشی
اتنی خوشی کے ساتھ جبر کیسے ہو سکتا ہے؟
کہ تو در عصیاں ہمی دامن کشی
کہ تو گناہوں میں دامن گھسیٹتا ہے

آنچناں خوش کش دَوَد در مکرہی
جبر کی حالت میں اس طرح خوشی سے کون دوڑتا ہے؟
کس چناں رقصاں رَوَد در گمرہی
کون ہے جو اس طرح گمراہی میں ناچتا ہوا جائے؟

بیست مردہ جنگ می کردی درا
تو نے اس معاملہ میں بیس انسانوں کی طرح جنگ کی
کت ہمی دادند پند آں دیگراں
وہ دوسرے جبکہ تجھے نصیحت کرتے تھے

کہ صواب[۳] اینست و راہ اینست و بس
کہ صحیح یہی ہے اور بس راستہ یہی ہے
کہ زند طعنہ مرا جز ہیچ کس
مجھے نالائق کے سوا کون طعنہ دے سکتا ہے؟

کے چنیں گوید کسے کو مکرہ ست
جو مجبور ہے وہ کب اس طرح کہتا ہے؟
چوں چنیں جنگد کسے کو بے رہ ست
ایسی لڑائی کب لڑ سکتا ہے وہ جو کہ جبر بے راہ ہے

ہرچہ نفست خواست داری اختیار
جس چیز کو تیرا جی چاہے تو اُس میں اختیار رکھتا ہے
ہرچہ عقلت خواست آری اضطرار
جو چیز عقل چاہتی ہو اُس پر مجبوری کو پیش کرتا ہے

---

۱ از پدر۔ حضرت آدمؑ نے فوراً اعتراف کر لیا تھا شیطان کی طرح عذر اور بہانے نہ بنائے تھے۔ لوا۔ جھنڈا۔ باز شیطان نے اپنی خطا کے سلسلہ میں خدا سے بحث شروع کر دی اور طرح طرح کے عذر تراشے۔ کردیم۔ کردی ام۔ رنگ۔ یہ بدبختی کا رنگ تیرا چڑھایا ہوا ہے۔ رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِی۔ اے خدا تو نے کس وجہ سے مجھے گمراہ کیا، یہ شیطان نے کہا تھا جبری یعنی شیطان نے اپنے آپ کو مجبورِ محض بنا کر پیش کیا تھا۔

۲ بر درخت۔ گناہ پر اپنے جبر کو بہانہ بناتا ہے اور اپنے اختیار سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ ہمچو۔ شیطان نے بجائے عذر کے اللہ تعالیٰ سے بحث و مباحثہ شروع کر دیا چوں۔ جب انسان گناہ خوشی خوشی کرتا ہے تو اُس خوشی کے ہوتے ہوئے جبر کا عذر غلط ہے۔ آنچناں۔ گناہوں کی طرف رقص کرتے ہوئے جانے کے ساتھ جبر اور اکراہ کہاں جمع ہو سکتا ہے۔ بیست مردہ۔ نصیحت کرنے والوں کے ساتھ تو بیس انسانوں کی سی لڑائی لڑتا ہے تو گناہوں میں تو مجبور کیسے ہے؟

۳ کہ صواب۔ تو نصیحت کرنے والوں سے کہتا ہے کہ جو راستہ میں نے اختیار کیا وہی صحیح ہے اور مجھے کوئی حقیر ہی طعنہ دے سکتا ہے تو مجبور ایسی باتیں کب کرتا ہے اور ایسی لڑائی کب لڑتا ہے ہرچہ نفست۔ غرض کہ نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں تو با اختیار رہتا ہے اور بتقاضائے عقل نیک کام کرنے میں اپنی مجبوری ظاہر کرتا ہے

دانَد[۱] آں کو نیکبخت و محرم ست
جو نیک بخت اور دانائے راز ہے وہ جانتا ہے
زیرکی ز ابلیس و عشق از آدمؑ ست
چالاکی شیطان کا اور عشق حضرت آدمؑ کا کام ہے

زیرکی آمد سباحت در بحار
چالاکی، سمندروں میں تیرنا ہے
کم رہد غرق ست او پایانِ کار
وہ نجات نہیں پاتا آخر کار ڈوبتا ہے

ہِل[۲] سباحت را رہا کن کبر و کیں
تیرنا چھوڑ، تکبر اور کینہ ترک کر دے
نیست جیحوں نیست جو دریاست ایں
جیحوں نہیں ہے، نہر نہیں ہے، یہ سمندر ہے

وانگہاں دریائے ژرفِ بے پناہ
اور پھر گہرا اور بے پناہ سمندر
در رُباید ہفت دریا را چُو کاہ
جو ساتوں سمندروں کو تنکے کی طرح بہا لیجائے

عشق چوں کشتی بُوَد بہرِ خواص
خاصانِ (خدا) کیلئے عشق بمنزلہ کشتی کے ہے
کم بُوَد آفت بُوَد اغلب خلاص
(جس میں) آفت کم ہوتی ہے عموماً نجات ہوتی ہے

زیرکی بفروش و حیرانی بخر
چالاکی فروخت کر دے اور حیرانی خرید لے
زیرکی ظن ست و حیرانی نظر
چالاکی، گمان ہے اور حیرانی مشاہدہ ہے

عقل قرباں کُن بہ پیشِ مصطفےٰ
عقل کو حضرت مصطفےٰ پر قربان کر دے
حسبیَ اللہ گو کہ اللہ اَم کفیٰ
حسبیَ اللہ کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے

ہمچو[۳] کنعاں سر ز کشتی وا مکش
کنعان کی طرح کشتی سے سرتابی نہ کر
کہ غرورش داد نفسِ زیرکش
کیونکہ چالاک نفس نے اس کو دھوکا دیا

کہ برآیم بر سرِ کوہِ مَشید
کہ میں مضبوط پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا
منتِ نوحم چرا باید کشید
میں (حضرت) نوحؑ کا احسان کیوں اٹھاؤں؟

چوں رہی از منتش اے بے رشد
اے گمراہ! تو اس کے احسان سے کیسے بچ سکتا ہے؟
کہ خدا ہم منتِ او می کشد
جبکہ خدا بھی اس کی نازبرداری کرتا ہے

چوں نباشد منتش بر جانِ ما
اس کا احسان ہماری جان پر کیوں نہ ہو؟
چونکہ شکر و منتش گوید خدا
جبکہ اللہ (تعالےٰ) اس کا شکریہ اور احسان مانتا ہو

تو چہ دانی اے غرارۂ پُر حسد
اے حاسدِ مغرور! تو کیا جانتا ہے؟
منتِ او را خدا ہم می کشد
اس کا احسان خدا بھی مانتا ہے

---

۱ دانَد۔ نیک بخت خوب سمجھتا ہے کہ گناہ کر کے چالاکی سے اس کے عذر پیش کرنا شیطانی کام ہے اور عشق و محبت جس کا تقاضا اطاعت ہے یہ حضرت آدمؑ کا کام ہے۔ زیرکی۔ اس طرح کی چالاکی سمندر کو تیر کر پار کرنا ہے جس کا انجام ہلاکت ہے۔

۲ ہِل سباحت۔ آخرت کے معاملہ میں چالاکی سے کامیابی ناممکن ہے۔ کبر و کیں۔ اس معاملہ میں شیطان نے کبر و کینہ اختیار کیا۔ جیحوں۔ بلخ کے قریب ایک دریا کا نام ہے۔ عشق اس ناپیدا کنار دریا کو عبور کرنے کیلئے بمنزلہ کشتی ہے۔ زیرکی۔ انسان کو چالاکی چھوڑ کر عشق کی حیرانی اختیار کرنی چاہیئے تب مشاہدہ حاصل ہوگا۔ عقل قرباں کن۔ آنحضورؐ کی تعلیمات پر عقل کو قربان کر دے اور اُن کے بتائے ہوئے راستہ پر خدا کے بھروسہ پر چل پڑے۔

۳ ہمچو۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان لڑکے کنعان نے طوفان کے وقت حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے سے انکار کر دیا تو عشق کی کشتی سے انکار کنعانی کام ہے۔ کہ برآیم۔ قرآن پاک میں کنعان کا قول منقول ہے۔ سَآوِی اِلیٰ جَبَلٍ یَّعصِمُنِی۔ میں عنقریب پہاڑ پر ٹھکانا بنا لوں گا جو مجھے بچا لے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں حضرت نوحؑ کا احسان نہ لوں گا۔ چوں رہی۔ کنعان کو خطاب ہے کہ خدا جس ذات کی مدح و ثنا کرتا ہے تو اس کا احسان لینے سے کیوں گریز کرتا ہے۔ چوں۔ جبکہ وہ خدا کے محبوب ہیں تو احسان ہماری جانوں کو برداشت کرنا چاہیئے۔ غرّارہ۔ دھوکہ میں مبتلا۔

کاشکے اُو آشنا ناموختے ۔ تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے
کاش کہ وہ تیرنا نہ سیکھتا ۔ تاکہ نوحؑ اور کشتی سے تمنا وابستہ کرتا

کاش چوں طفل از حِیَل جاہل بُدے ۔ تا چو طفلاں چنگ در مادر زدے
کاش وہ بچوں کی طرح حیلوں سے جاہل ہوتا ۔ تاکہ بچوں کی طرح ماں کا سہارا پکڑتا

یا بعلمِ نقل کم بودے مَلی ۔ علمِ وحیِ دل ربودے از وَلی
یا وہ رسمی علم سے پُر نہ ہوتا ۔ کسی ولی سے دل کی وحی کا علم حاصل کرتا

با چنیں نورے چو پیش آری کتاب ۔ جانِ وحی آسای تو آرد عتاب
ایسے نور کے ہوتے ہوئے جب تو کتاب سامنے لائیگا ۔ تیری وحی سے مانوس جان ناراض ہوگی

چوں[۲] تیمم با وجودِ آب داں ۔ علمِ نقلی با دمِ قطبِ زماں
پانی ہوتے ہوئے تیمم کی طرح سمجھ ۔ قطبِ زماں کے قول کے سامنے رسمی علم کو

خویش ابلہ کُن تبع میرو سپس ۔ رستگی زیں ابلہی یابی و بس
اپنے آپکو نادان بنالے، تابع بنکر اس کے پیچھے چل ۔ اِس حماقت سے بس نجات پالے گا

اکثرُ اہلِ الجنۃ البُلہُ اے پدر ۔ بہرِ ایں گفت ست سلطانِ بشر
اے بابا! جنتی اکثر بھولے ہونگے ۔ سرورِ عالمؐ نے اسی لئے فرمایا ہے

زیرکی چوں کبر باد انگیزِ تُست ۔ ابلہے شو تا بماند دیں درست
چالاکی تکبّر کی طرح تجھ میں ہوا بھرنے والی ہے ۔ نادان بن، تاکہ ایمان سلامت رہے

ابلہے[۳] نے کو بمسخرگی دو توست ۔ ابلہے نے کز شقاوت مال جوست
ایسا نادان نہیں جو مسخرہ پن سے وابستہ ہے ۔ ایسا نادان نہیں جو بدبختی سے مال کی جستجو میں ہے

ابلہے کو والہ و حیرانِ ہُوست ۔ باشد اندر گردنِ اُو طوقِ دوست
ایسا نادان جو اس کا عاشق اور حیران ہے ۔ اس کی گردن میں دوست کا طوق ہے

ابلہانند آں زنانِ دست بُر ۔ از کفِ ابلہ وز رُخِ یوسف نذر
ہاتھ کاٹ لینے والی وہ عورتیں نادان ہیں ۔ جو ہاتھ سے بے خبر اور حضرت یوسفؑ کے رخ کی خبر رکھنے والی تھیں

عقل را قرباں کُن اندر عشقِ دوست ۔ عقلہا بارے ازاں سُوئیست کوست
دوست کے عشق میں عقل کو قربان کر دے ۔ بہرحال عقلیں بھی اُسی جانب کی ہیں جہاں کہ وہ ہے

کہ مصری عورتیں حضرت یوسفؑ کے عشق میں محو ہو گئی تھیں اور انھوں نے اِس محویت میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور ان کو صرف رُخِ یوسفؑ کا ہوش تھا۔ نذر۔ نذیر کی جمع ہے، اخبر دہندہ۔ ازاں سُو۔ عقلیں، اللہ کا عطیہ ہیں تو اس کی راہ میں ہی صرف ہونی چاہئیں۔

[۱] کاشکے۔ کاش اُس بدبخت کنعان کو تیرنا نہ آتا تو وہ حضرت نوحؑ کے ذریعہ نجات کا طالب بن جاتا۔ کاش۔ بچے کو چونکہ حیلے اور تدبیریں نہیں آتیں وہ ہر مصیبت کے وقت ماں کی پناہ پکڑتا ہے۔ یا بعلم۔ وہ کنعان رسمی علوم سے محروم ہوتا تو عقلی تدبیریں چھوڑ کر کسی با خدا سے الہامی علوم سیکھ لیتا۔ با چنیں۔ وہبی علوم کے مقابلہ میں رسمی علوم ہیچ ہیں۔

[۲] چوں تیمم۔ وہبی علوم اور رسمی علوم میں وہی نسبت ہے جو تیمم اور وضو میں، وضو پر اگر قدرت ہے تو تیمم بیکار ہے۔ خویش۔ شیخ اور ولی کے سامنے اپنے آپ کو نادان بنالے تب رسمی علوم کی حماقت سے نجات ملے گی۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اَہلُ الجنۃِ بُلہٌ جنتی بھولے بھالے ہیں۔ ابلہے شو۔ ابلہ سے مراد وہ شخص ہے جو عشقِ خداوندی میں غرق اور دنیا سے بے خبر ہو۔

[۳] ابلہے۔ نادان سے وہ نادان مراد نہیں ہے جسمیں مسخرہ پن ہو نہ وہ مراد ہے جو اپنی نادانی سے دنیا کی دولت جمع کرنے کا شوقین ہو۔ ابلہے کو۔ وہ نادان مراد ہے جو عشقِ خداوندی میں مقامِ حیرت میں ہو اور خدا کے عشق کا اس کے گلے میں طوق ہو۔ ابلہانند۔ ابلہ سے وہ مراد ہے جو عشقِ خداوندی میں اس طرح مدہوش ہو جس طرح

عقلہا[۱] آنسو فرستادہ عقول
بڑے عقلمندوں نے عقلیں اُس جانب روانہ کر دیں

ماندہ ایں سو آنکہ گولست و فضول
اِس جانب اُس نے باقی رکھیں جو احمق اور بیہودہ ہیں

زیں سر از حیرت گر ایں عقلت رود
اگر تیری عقل اِس جانب سے حیرت کیوجہ سے جاتی رہے

ہر سر مویت سر و عقلے شود
تیرا ہر بال سر اور عقل بن جائے

نیست آں سو رنجِ فکرے دماغ
اُس جانب دماغ پر فکر کی تکلیف نہیں ہے

کز دماغ و عقل روید دشت و باغ
کیونکہ دماغ اور عقل سے جنگل اور باغ اُگتے ہیں

سوی دشت از دشت نکتہ بشنوی
تو جنگل کی جانب (آئے) تو جنگل سے نکتہ سُنے

سوی باغ آئی شود نخلت لوی
باغ کی جانب آئے تو تیرا نخل سیر اب ہو جائے

اندریں رہ[۲] ترک کن طاق و طرب
اس راستہ میں شان و شوکت کو چھوڑ دے

تا قلاوزت نجنبد تو مجنب
جب تک تیرا راہنما حرکت نہ کرے حرکت نہ کر

ہر کہ او بے سر بجنبد دم بود
جو بے سر کے حرکت کرے وہ دم ہے

جنبشش چوں جنبشِ کژدم بود
اُس کی حرکت بچھّو کی سی حرکت ہوتی ہے

کژ رو و شب کور و زشت و زہرناک
ٹیڑھا چلنے والا ہے اور اندھا اور بُرا اور زہریلا ہے

پیشۂ او خستنِ اجسام پاک
اُس کا پیشہ پاک جسموں کو خستہ کرنا ہے

سر بکوب آنرا کہ سرّش ایں بود
جس کی یہ طبیعت ہو اس کا سر کچل دے

خلق و خوی مستمرّش ایں بود
جس کی عادت اور اخلاق ہمیشہ یہ ہوں

خود صلاحِ اوست ایں سر کوفتن
یہ سر کچلنا اُس کی بھلائی ہے

تا رہد جانِ ریزہ اش زیں شوم تن
تاکہ اس کی حقیر جان منحوس جسم سے چھٹکارا پالے

واستاں[۳] از دستِ دیوانہ سلاح
دیوانہ کے ہاتھ سے ہتھیار لے لے

تا ز تو راضی شود عدل و صلاح
تاکہ تجھ سے انصاف اور نیکی خوش ہو

چوں سلاحش ہست و عقلش نے ببند
جبکہ اُس کے پاس ہتھیار ہے اور عقل نہیں ہے باندھ دے

دستِ او را ورنہ آرد صد گزند
اُس کا ہاتھ ورنہ وہ سَو نقصان پہنچائے گا

بیانِ آنکہ حصولِ علم و مال وجاہ مر بدگوہر را فضیحت اوست و

اِس کا بیان کہ علم اور مال اور مرتبہ کا بداصل کو حاصل ہو جانا اُسکی رسوائی ہے

چوں شمشیرست فتادہ بدستِ راہزناں

اور اُس تلوار کی طرح ہے۔ جو ڈاکوؤں کے ہاتھ آ گئی ہو

---

۱ عقلہا۔ جو عقلمند ہیں وہ عقلوں کو اللہ کی ذات و صفات کے سمجھنے میں صرف کرتے ہیں جو بیوقوف ہیں وہ دنیا کے کاموں میں عقل کا استعمال کرتے ہیں۔ زیں سر۔ اگر حیرت کی بنا پر عقل نہ رہے تو پھر انسان کا ہر ہر رونگٹا عقل اور سر بنجاتا ہے۔ نیست۔ دنیاوی امور میں عقل سوزی ہے آخرت کے معاملہ میں غور کرنے سے عقل باغ و بہار بنتی ہے۔ سوئے دشت۔ جب عقل کی پیداوار کے باغ و جنگل کی طرف متوجہ ہو گے تو اُس جنگل سے دین کے نکتے سنو گے اور تمہاری عقل ترو تازہ ہوگی۔

۲ اندریں۔ اس راہ عشق میں اپنی شان و شوکت کو ترک کر کے شیخ کے تابع بنجاؤ۔ قلاوز یعنی شیخ۔ کژدم۔ بچھو کا ڈنک دُم میں ہوتا ہے۔ کژرو۔ جو شیخ کا اتباع نہ کریگا اُسمیں عیب ہی عیب ہوں گے اور وہ پاک روحوں کو زخمی کریگا۔ سر بکوب۔ ایسے شخص کی زندگی سے موت بہتر ہے تاکہ روح کو اُس ناپاک جسم سے نجات ملے۔

۳ واستاں۔ دیوانہ سے ہتھیار چھین لینا عدل اور نیکی ہے۔ چوں۔ اگر دیوانہ کے ہاتھ میں تلوار رہیگی تو بہت نقصان پہنچا دیگا۔ بیان۔ نااہل کے ہاتھ میں علم اور مال اور مرتبہ ایسا ہی تباہ کن ہے جس طرح ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار۔

بدگہر[1] را علم و فن آموختن — دادنِ تیغے بدستِ راہزن
بداصل کو علم و فن سکھانا — ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے

تیغ دادن در کفِ زنگیِ مست — بہ کہ آید علم ناکس را بدست
مست حبشی کے ہاتھ میں تلوار دیدینا — اس سے بہتر ہے کہ علم نااہل کے ہاتھ آئے

علم و مال و منصب و جاہ و قراں — فتنہ آمد در کفِ بدگوہراں
علم اور مال اور عہدہ اور رتبہ اور (اُنسے) وابستگی — بداصلوں کے ہاتھ میں فتنہ ثابت ہوئی ہے

پس غزا زیں فرض شد بر مؤمناں — تا ستانند از کفِ مجنوں سناں
مومنوں پر جہاد اسی لئے فرض ہوا ہے — تاکہ وہ پاگل کے ہاتھ سے بھالا چھین لیں

جانِ او مجنوں تنش شمشیرِ او — وا ستاں شمشیر را زیں زشت خو
اس کی جان پاگل ہے اس کا جسم اسکی تلوار ہے — اُس بدعادت سے تلوار چھین لے

آنچہ منصب می کند با جاہلاں — از فضیحت کے کند صد ارسلاں
جاہلوں کے ساتھ عہدہ جو کچھ کرتا ہے — رسوائی میں سو شیر نہیں کرتے ہیں

عیبِ[2] او مخفی ست چوں آلت بیافت — مارش از سوراخ بر صحرا شتافت
اس کا عیب پوشیدہ ہے جب اسنے ذریعہ حاصل کرلیا — اس کا سانپ سوراخ سے جنگل میں دوڑ پڑا

جملہ صحرا مار و کژدم پُر شود — چونکہ جاہل شاہِ حکمِ مُر شود
تمام جنگل سانپ اور بچھو سے بھر جاتا ہے — جب جاہل، کڑوے حکم کا شاہ بن جاتا ہے

مال و منصب ناکسے کارد بدست — طالبِ رسوائیِ خویشِ او شدست
نااہل جو مال اور عہدہ حاصل کرتا ہے — وہ اپنی رسوائی کا طالب بنتا ہے

یاکند[3] بخل و عطاہا کم دہد — یا سخا آرد بنا موضع نہد
یا وہ بخل کرے گا اور عطیات نہ دیگا — یا سخاوت کریگا تو بے موقع کرے گا

شاہ را در خانۂ بیذق نہد — اینچنیں باشد عطا کاحمق دہد
شاہ کو پیدل کے خانہ میں رکھدے گا — احمق جو عطا دیتا ہے وہ ایسی ہوتی ہے

حکم چوں در دستِ گمراہے فتاد — جاہ می پنداشت در چاہے فتاد
جب حکومت کسی گمراہ کے ہاتھ میں آگئی — اس نے اس کو رتبہ سمجھا اور وہ کنوئیں میں گرا

رہ نمیداند قلاوزی کند — جانِ زشتِ او جہاں سوزی کند
راستہ نہیں جانتا، رہنمائی کرتا ہے — اس کی بری جان دنیا کو پھونکتی ہے

---

[1] بدگہر۔ بدباطن۔ زنگی۔ حبشی عموماً کم عقل ہوتے ہیں پھر جب وہ نشہ میں ہو تو کوئی عقل کی بات نہ کریگا۔ علم و مال۔ بداصل انسان ہر چیز کا غلط استعمال کریگا۔ قراں۔ قران السعدین، خوش نصیبی۔ پس۔ جہاد کی مشروعیت اسی لئے ہوئی ہے کہ ان دنیا کے بیوقوفوں کی طاقت ختم کردی جائے تاکہ یہ لوگوں کو تباہ و گمراہ نہ کرسکیں۔ سِناں۔ بھالا۔ جان۔ جانی اور تن کو جدا کرنا گویا اُن کے ہاتھ سے تلوار چھین لینا ہے۔ منصب۔ عہدہ۔ ارسلاں۔ شیر۔

[2] عیبِ او۔ جبتک اس کے پاس ذرائع نہ تھے اسکے عیب چھپے ہوئے تھے وسائل ہاتھ آجاتا گویا کہ سانپ کا سوراخ سے نکل پڑنا ہے۔ جملہ صحرا۔ جب جاہل اور نادان شاہ بن جائے تو اسکے کارندے سانپ اور بچھو کی طرح لوگوں کو کاٹتے ہیں۔ مال و منصب۔ خود بھی تباہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی تباہ و رسوا کرتا ہے۔

[3] یاکند۔ جاہل بادشاہ یا بخل کریگا اور کسی کو کچھ نہ دیگا اگر دیگا تو نااہلوں اور غیر مستحقوں کو دیگا۔ شاہ را۔ ذلیلوں کو باعزت بنائیگا اور عزت والوں کو ذلیل کریگا۔ جاہ۔ وہ اس کو رتبہ اور منصب سمجھ رہا ہے حالانکہ وہ اس کیلئے کنواں ہے۔ اگر اس مصرع میں می پنداشت کے بجائے پندارد پڑھا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا، جاہ سمجھ کر وہ کنوئیں میں گر گیا۔

تو نیا نہیں کرے گا کہ خود سلیقہ نہیں اور دوسروں کو سلیقہ سکھلائے گا۔

طفلِ راہِ فقر چوں پیری گرفت — پیرواں را غولِ اُدبیری گرفت
راہِ فقر کے بچہ نے جب پیری اختیار کر لی — پیر دکاروں کو نحوست کے بھوت نے پکڑ لیا

کہ بیا تا ماہ بنمایم ترا — ماہ را ہرگز ندید آں بے ضیا
کہ آ تاکہ تجھے چاند دکھاؤں — (خود) اُس بے نور نے چاند کو بھی نہیں دیکھا ہے

چوں نمائی چوں ندیدستی بعمر — عکسِ مہ در آب ہم اے خامِ غمر
تُو کیسے دکھائیگا جبکہ تو نے تمام عمر نہیں دیکھا ہے؟ — اے کچّے ناداں! پانی میں بھی چاند کا عکس

احمقاں سرور شدستند و زبیم — عاقلاں سرہا کشیدہ در گلیم
بیوقوف سردار ہوتے ہیں اور خوف سے — عقلمندوں نے گدڑی میں مُنھ چھپالیا ہے

بیان تفسیر آیۂ شریفہ یا ایّھا المزّمّل
یا ایّھا المزّمّل آیت شریف کی تفسیر کا بیان

خواند مزمّل نبیؐ را ایں سبب — کہ بروں آ از گلیم اے بوالہرب
اسی سبب سے نبیؐ کو کملی اوڑھنے والا کہکر پکارا — کہ اے صاحبِ فرار! کملی سے نکل

سر مکش اندر گلیم و رو مپوش — کہ جہاں جسمے ست سرگرداں تو ہوش
کملی کے اندر سر نہ کر اور مُنھ نہ چھپا — کیونکہ دنیا ایک پریشان جسم ہے (اور) تو ہوش ہے

ہیں مشو پنہاں ز ننگِ مدعی — کہ تو داری شمعِ وحیِ شعشعی
مدعی کی عار سے نہ چھپ — کیونکہ تیرے پاس منور وحی کی شمع ہے

ہیں قم اللیل کہ شمعی اے ہمام — شمع دائم شب بُوَد اندر قیام
اے سردار! تو رات کو کھڑا رہ کیونکہ تو شمع ہے — شمع، رات میں ہمیشہ کھڑی رہتی ہے

بے فروغت روزِ روشن ہم شب ست — بے پناہت شیر اسیرِ ارنب ست
تیری روشنی کے بغیر روشن دن بھی رات ہے — تیری پناہ کے بغیر شیر خرگوش کا قیدی ہے

باش کشتیباں دریں بحرِ صفا — کہ تو نوحِ ثانیی اے مصطفیٰ
اِس بحرِ صفا میں ملاح بن — اے مصطفیٰ! کیونکہ تو دوسرا نوحؑ ہے

رہ شناسے می بباید با لُباب — ہر رہے را خاصہ اندر راہِ آب
عقلمند، راہ شناس درکار ہے — ہر راستہ کیلئے خصوصًا پانی کے راستہ کیلئے

ل طفل۔ جس طرح جاہل بادشاہ کے ہاتھوں ملک تباہ ہوتا ہے اسی طرح مزور شیخ کے ہاتھوں دین برباد ہوتا ہے، وہ خود راہِ طریقت سے ناواقف ہے تو اسکے مرید برباد ہی ہونگے۔ کہ بیا۔ وہ دعوے کرتا ہے اور مریدوں سے کہتا ہے کہ آؤ تمہیں مشاہدۂ حق کرادوں حالانکہ اس نے خود بھی مشاہدہ تو درکنار پرچھائیں بھی نہیں دیکھی۔ غمر۔ ناتجربہ کار، نادان۔ احمقاں۔ سعدیؒ نے فرمایا ہے۔

نا سزائے را چو بینی بختیار
عاقلاں تسلیم کردند اختیار

۲ خواند۔ اکثر روایتیں یہ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضورؐ پر غارِ حرا میں پہلی وحی آئی تو آپ کانپ گئے اور گھبرا کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قریش کی نافرمانی سے رنجیدہ ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تھے مولانا کا کلام اس دوسری روایت پر مبنی ہے کہ آنحضورؐ نے چونکہ... نااہلوں کی وجہ سے روپوشی اختیار کر لی تھی اسی لئے آپکو مزمل کملی اوڑھنے والا کہا گیا ہے... بوالہرب۔ قریش سے علیحدگی کو بھاگنے سے تعبیر کیا ہے اسی لئے آنحضورؐ کو بوالہرب یعنی قریش سے فرار اختیار کرنیوالا کہا ہے۔ تو ہوش۔ اگر تم روپوشی اختیار کروگے تو دنیا دیوانگی میں مبتلا ہوگی۔ قم اللیل۔ اسی آیت میں یہ حکم بھی آیا ہے کہ رات کو نماز میں قیام کیا کرو۔ یہ خطاب اس لئے ہوا کہ آپ شمع ہیں اور شمع کا کام رات کو کھڑا رہنا ہے —— ۳ بے فروغت۔ آپ ہی کے نورِ ہدایت سے عالم روشن ہوگا ورنہ روح جو شیر ہے وہ نفس سے جو کہ خرگوش ہے مغلوب رہیگی۔ باش۔ آپ امت کیلئے بمنزلہ کشتیبان کے ہیں۔ رہ شناسے۔ راہنمائی وہ کر سکتا ہے جو صاحبِ عقل ہو خصوصًا دریائی راستہ کی۔

خیز و بنگر کاروانِ رہ زدہ — ہر طرف غولِ ست کشتیبان شدہ

اٹھ! اور لٹے ہوئے قافلہ کو دیکھ — ہر طرف شیطان ملاح بنا ہوا ہے

خضرِ وقتی غوث ہر کشتی توئی — ہمچو روح اللہ مکن تنہا روی

تو خضرِ زمانہ ہے، ہر کشتی کی تو مدد ہے — (حضرت) عیسیٰ کی طرح تنہا روی اختیار نہ کر

پیشِ ایں جمعے چو شمعِ آسماں — انقطاع و خلوت آری را بماں

اس مجمع کے آگے تو آسمانی شمع کی طرح ہے — انقطاع اور خلوت نشینی کو ترک کر

وقتِ خلوت نیست اندر جمع آئی — اے ہُدیٰ چوں کوہِ قاف و تو ہمای

خلوت کا وقت نہیں ہے، مجمع میں آ — اے وہ ذات! کہ ہدایت کوہِ قاف ہے اور تو ہما ہے

بدر بر صدرِ فلک شد شب رواں — سیر را نگذارد از بانگِ سگاں

چودھویں کا چاند آسمان کے سینہ پر رات کو چلتا ہے — کتوں کے بھونکنے سے چلنا نہیں چھوڑتا ہے

طاعناں ہمچوں سگاں بر بدرِ تو — بانگ می دارند سوئے صدرِ تو

تیرے بدر پر طعنہ زنی کرنے والے کتوں کی طرح ہیں — جو تیرے رتبہ پر بھونکتے ہیں

ایں سگاں کرند از امرِ انصتوا — از سفہ وعوع کناں بر بدرِ تو

یہ کتے "خاموش رہو" کے حکم سے بہرے ہیں — تیرے بدر پر بیوقوفی سے بھوں بھوں کرتے ہیں

ہیں بمگذار اے شفا رنجور را — تو ز خشمِ کر عصائے کور را

خبردار، اے شفا! بیمار کو نہ چھوڑ — بہرے پر غصہ سے اندھے کی لاٹھی نہ چھوڑ

نے تو گفتی قائدِ اعمیٰ براہ — صد ثواب و اجر یابد از الٰہ

کیا تو نے خود نہیں کہا ہے اندھے کو راستہ پر لیجانے والا؟ — اللہ کی جانب سے سو ثواب اور اجر پاتا ہے

ہر کہ او چل گام کورے را کشد — گشت آمرزیدہ و یابد رشد

جو اندھے کو چالیس قدم لے جائے — وہ بخشا جاتا ہے اور ہدایت پاتا ہے

پس بکش تو زیں جہانِ بے قرار — جوقِ کوراں را قطار اندر قطار

پس تو اس زوال پذیر دنیا سے لے جا — اندھوں کے مجمع کو قطار در قطار

کارِ ہادی ایں بود تو ہادئی — ماتمِ آخر زماں را شادئی

ہدایت دینے والے کا یہی کام ہے تو ہدایت دینے والا ہے — تو آخری زمانے کے سوگ کے لئے خوشی ہے

لہ خیز۔ آپ اُٹھئے ہر طرف شیطانی دَور دورہ ہے خضرِ وقتی یعنی اس وقت علوم لدنیہ کا فیضان پہنچانیوالے صرف آپ ہیں۔ روح اللہ۔ حضرت عیسیٰ قوم سے رُوپوش ہو کر آسمانوں پر پہنچ گئے۔ پیش ایں جمعے۔ مخلوقِ خدا کے لئے آپ آفتابِ ہدایت ہیں آپ کے لئے خلوت اور لوگوں سے جدائی مناسب نہیں ہے آپ ہدایت کے کوہِ قاف کے عنقا ہیں۔ بدر۔ چاند آسمان پر اپنی سیر جاری رکھتا ہے اور کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار نہیں چھوڑتا ہے۔

سلہ طاعناں۔ آپکے مخالف کتے ہیں اُن کے بھونکنے سے آپ اپنا طرزِ عمل نہ بدلیں۔ انصتوا۔ تم خاموش رہو جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو خاموشی سے سننے کا حکم ہے لیکن یہ کتے اُس حکم سے بے بہرہ ہیں اور برابر بھونک رہے ہیں۔ بمگذار۔ عالم بیمار ہے آپ اس کی شفا ہیں مخلوق اندھی ہے آپ اُس کے راہنما ہیں مخالفوں کی وجہ سے اس کو نہ چھوڑیئے۔

سلہ نے تو گفتی۔ حدیث شریف ہے۔ مَنْ قَادَ مَكْفُوفًا اَرْبَعِيْنَ خُطْوَةً غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ جس نے اندھے کی چالیس قدم تک راہنمائی کی اُس کے اگلے پچھلے گناہ بخشے گئے۔ پس۔ آپ اِس اندھی مخلوق کی قیادت

کھینچئے اُن کو قطار در قطار کھینچ کر لے جائیے۔ ماتم۔ آپ نبی آخر الزماں ہیں اُن کے سوگ کو خوشی میں تبدیل کر دیجئے۔

ہیں رواں کُن اے امامُ المتّقیں
ہاں اے متقیوں کے امام! پہنچا دے

ایں[1] خیالاں اندیشگاں را تا یقیں
اِن شک کرنے والوں کو یقین تک

ہر کہ در مکرِ تو دارد دل گرو
جو تیرے مکر میں دل لگائے ہوئے ہے

گردنش را من زنم تو شاد رو
میں اُس کی گردن ماردوں گا، تو خوشی سے چل

بر سرِ کوریش کوریہا نہم
میں اُسکے اندھے پن پر بہت سا اندھاپن رکھدونگا

اُو شکر پندارد و زہرش دِہم
وہ شکر سمجھے گا، میں اُس کو زہر دونگا

عقلہا[2] از نورِ من افروختند
(اُنھوں نے) عقلیں میرے نور سے روشن کی ہیں

مکرہا از مکرِ من آموختند
اُنھوں نے مکر میرے مکر سے سیکھے ہیں

چیست خود الاچقِ آں ترکماں
اِس صحرا نشین کی جھونپڑی خود کیا ہے؟

پیشِ پائے نرہ پیلانِ جہاں
دُنیا کے نر ہاتھیوں کے پاؤں کے آگے

آں چراغِ اُو بہ پیشِ صرصرم
میری آندھی کے سامنے اُس کا چراغ

خود چہ باشد اے مہیں پیغمبرم
اے میرے بزرگ پیغمبر! خود کیا ہے؟

خیز در دم تو بصورِ سہمناک
اُٹھ! خوفناک صور میں پھونک مار دے

تا ہزاراں مُردہ بر روید ز خاک
تاکہ ہزاروں مُردے مٹی سے نکل پڑیں

چوں تو اسرافیلِ وقتی راست خیز
چونکہ تو وقت کا اسرافیل ہے، اُٹھ کھڑا ہو

رستخیزی ساز پیش از رستخیز[3]
قیامت سے پہلے، قیامت برپا کردے

ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم
جو یہ کہے کہ قیامت کہاں ہے، اے محبوب!

خویش بنما کہ قیامت نک منم
اپنے آپ کو دکھادے، کہ یہ قیامت میں ہوں

در نگر اے سائلِ محنت زدہ
اے مصیبت اُٹھانے والے سائل! دیکھ لے

زیں قیامت صد جہاں قائم شدہ
اس قیامت سے سینکڑوں جہان برپا ہوگئے

ور نباشد اہلِ ایں ذکر و قنوت
اور اگر وہ اس ذکر اور قبولیت کا اہل نہ ہو

پس جواب الاحمق اے سلطاں سکوت
تو اے سُلطان! احمق کا جواب خاموشی ہے

زآسمانِ حق سکوت آمد جواب
اللہ کے آسمان سے خاموشی جواب ہوتی ہے

چوں بود جاناں دعا نامستجاب
اے جاں! جب دعا نامنظور ہوتی ہے

---

[1] ایں خیال۔ یعنی جو لوگ شکوک و شبہات میں مُبتلا ہیں اُن کو اس سے نکال کر یقین کی منزل میں پہنچا دیجئے۔ ہر کہ۔ جو لوگ تمہارے خلاف مکر اور تدبیر کر رہے ہیں اُن کو میں ہلاک کردوں گا۔ کوریش۔ جو اندھے ہیں اُن کو اور اندھا بنادوں گا اور ایسی تدبیر کروں گا کہ وہ زہر کو شکر سمجھ کر کھا جائیں۔

[2] عقلہا۔ اِن مخالفوں کی عقلیں اور تدبیریں میری عقل اور تدبیر سے بڑھی ہوئی نہیں ہیں۔ الاچق۔ کمبل کا خیمہ۔ ترکمان۔ صحرائی رہزن قوم تھی۔ پیش۔ یعنی اُن کا وجود میرے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسے نر ہاتھیوں کے مقابلہ میں کمبل کا جھونپڑا۔ صرصر۔ آندھی۔ مہین۔ بزرگ۔ مقصود۔ قیامت میں جب اسرافیل صُور پھونکیں گے مُردے اُٹھ کھڑے ہونگے تو آپ اپنا صُور پھونکئے اور اعلانِ نبوّت کرو مُردہ دل حیاتِ ابدی حاصل کریں گے۔

[3] رستخیز۔ قیامت۔ حشر۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اور قیامت ملے جُلے بھیجے گئے ہیں یعنی جس طرح قیامت حق و باطل کی تفریق کرتی ہے میں بھی حق و باطل کی تفریق کرتا ہوں۔ زیں قیامت۔ جس طرح قیامت میں مُردے زندہ ہونگے اِسی طرح آنحضورؐ کی بعثت سے مُردہ دلوں کو زندگی حاصل ہوئی۔ ور نباشد۔ اگر اِن معارف کے سننے کی اہلیت نہیں ہے تو پھر اُن کے بیان سے خاموشی بہتر ہے۔ جواب الاحمق۔ جوابِ جاہلاں باشد خموشی۔ زآسمان۔ اگر کوئی نادانی سے دُعا کرتا ہے اور اُس کی دعا نا قابلِ قبول ہوتی ہے تو سکوت اختیار کر لیا جاتا ہے۔

اےۘ[1] دریغا وقتِ خرمن گاہ شُد — لیک روز از بختِ ما بیگاہ شُد
ہائے افسوس! کھلیان کا وقت آگیا — لیکن ہماری قسمت سے دن بے وقت ہوگیا

وقت تنگست و فضایِ ایں کلام — تنگ می آید بر و عُمرِ دوام
وقت تنگ ہے اور اس بات کی ادائیگی کیلئے — ابدی زندگی کم ہے

نیزہ بازی اندریں گوہایِ تنگ — نیزہ بازاں راہمی آرد بہ ننگ
اِن تنگ گڑھوں میں نیزہ بازی — نیزہ بازوں کو شرمندہ کرتی ہے

وقتِ تنگ و خاطر و فہمِ عوام — تنگ تر صد رہ ز وقت ست اے غلام
وقت تنگ ہے اور عوام کا مزاج اور سمجھ — اے لڑکے! وقت سے سو گنا تنگ ہے

چوں[2] جوابِ احمق آمد خامُشی — ایں درازی در سخن چوں میکشی
جبکہ احمق کا جواب خاموشی ہے — بات میں تو یہ طول کیوں دے رہا ہے؟

از کمالِ رحمت و موجِ کرم — میدہد ہر شورہ را باران و نَم
رحمت کے کمال اور کرم کی موج سے — ہر شور زمین کو بارش اور نمی پہنچاتا ہے

دَر بیانِ آنکہ ترکُ الجواب جواب مقرر ایں سخن کہ جوابُ الاحمق سکوت و شرحِ ایں ہر دُو سخن دریں قصہ است کہ گفتہ می آید

اس کا بیان کہ جواب نہ دینا جواب ہے، اِس بات کی تائید کرتا ہے کہ احمق کا جواب خاموشی ہے اور اِن دونوں قولوں کی شرح اِس قصہ میں ہے جو بیان کیا جارہا ہے

بادشاہے[3] بُود اُو را بندہ — مُردہ عقلے بُود و شہوت زندہ
ایک بادشاہ کا ایک غلام تھا — جس کی عقل مُردہ اور شہوت زندہ تھی

خُردہائے خدمتش نگذاشتے — بدسگالیدے نکو پنداشتے
اُس کی چھوٹی خدمت (بھی) نہ کرتا — بدخواہی کرتا (اُس کو) اچھا سمجھتا

گفت شاہنشہ جرایش کم کنید — ور بجنگد نامش از خط بر زنید
بادشاہ نے کہا اُس کی تنخواہ کم کردو — اگر لڑے تو اُس کا نام فہرست سے کاٹ دو

عقلِ اُو کم بُود حرصِ اُو فزوں — چوں جرا کم دید شُد تند و حرُوں
اُس کی عقل کم اور لالچ بڑھا ہوا تھا — جب تنخواہ کم دیکھی بدمزاج اور سرکش بن گیا

عقل بُودے گردِ خود کردے طواف — تا بدیدے جُرمِ خود گشتے معاف
اگر عقل ہوتی اپنے گرد چکر کاٹتا — تاکہ اپنا قصور دیکھ لیتا (اور) وہ معاف ہوجاتا

[1] اے دریغا۔ مقام کا تقاضا تھا کہ آپ کے کارناموں کی تفصیل بیان کی جائے کہ کملی سے اُٹھ کر آپ نے کیا کیا! لیکن وقت میں گنجائش نہیں ہے آپ کے اُن کارناموں کی تفصیل کرنے کیلئے تو عمرِ جاوداں بھی ناکافی ہے۔ نیزہ بازی۔ بہترین نیزہ باز سے بھی اگر کہا جائے کہ وہ گڑھے میں گھس کر نیزہ بازی کرے تو وہ بھی ذلیل ہوجائیگا اور صحیح بازی نہ کرسکے گا کیونکہ اس کام کے لئے وسیع میدان درکار ہے تو معارف کا بیان تنگ وقت میں، اور وہ بھی عوام کے سامنے، اس کی بھی یہی صورت ہے۔

[2] چوں جواب۔ پہلے کہا تھا کہ احمقوں کا جواب خاموشی ہے تو اعتراض ہوا کہ پھر اِن معارف کے بیان میں اِس قدر طویل تقریریں کیوں ہورہی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کی رحمت سے مجبور ہوں کیونکہ اُس کی رحمت عام اُس کی موجِ کرم اچھی زمین اور شور زمین سب کو پہنچتی ہے۔

[3] بادشاہے۔ بادشاہ کا یہ غلام بیوقوف اور شہوت پرست تھا۔ خُردہائے۔ آقا کی معمولی معمولی خدمت بھی انجام نہ دیتا تھا اور آقا کا بدخواہ تھا اور اُسی کو اچھا سمجھتا تھا۔ جرا۔ تنخواہ۔ خط۔ یعنی ملازمین کا رجسٹر۔ حروں۔ سرکش۔ عقل۔ یعنی اگر عقلمند ہوتا تو اپنا جائزہ لیتا اور خطا کی معافی چاہتا تو خطا معاف ہوجاتی۔

چوں خرے پابستہ تُندد از خری [1] | ہر دو پایش بستہ گردد بر سری [2]
ایک پاؤں بندھا ہوا گدھا جب شرارت کرتا ہے | تو پھر اُس کے دونوں پاؤں مزید باندھ دیئے جاتے ہیں

پس بگوید خر کہ یک بندم بس است | خود بداں کاں دو ز فعلِ آن خس است
پھر گدھا کہتا ہے کہ میرے لئے ایک بند ہی کافی ہے | تو سمجھ لے کہ وہ دو بند اسی کمینے کے کام کی وجہ سے ہیں

گر بدیدے سرِّ بند آں چشمِ کور | بند بر دستش نہ بستندے بزور
اگر وہ اندھا بند کا راز دیکھ لیتا | تو جبراً اُس کے ہاتھ نہ باندھتے

ور ز جُرمِ بندِ پا آگہ بُدے | خود ز بندِ دست و پا ایمن شُدے
اگر وہ پاؤں کے بند کے جرم سے آگاہ ہوتا | تو ہاتھ اور پاؤں کے بند سے محفوظ ہو جاتا

ور نہ تُندیدے ز بندِ آں بوالفضول | اُو نہ خر بودے شدے شیرِ فحول
اگر وہ بیہودہ، بند کی وجہ سے شرارت نہ دکھاتا | (تو) وہ گدھا نہ ہوتا، نر شیر ہوتا

در تفسیرِ ایں حدیثِ نبوی [3] کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْمَلٰئِکَۃَ

اِس حدیثِ نبویؐ کی تفسیر کہ اللہ تعالٰی نے فرشتے پیدا فرمائے

وَرَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَخَلَقَ الْبَھَائِمَ وَرَکَّبَ فِیْھَا الشَّھْوَۃَ وَخَلَقَ

اور اُن میں عقل رکھی اور چوپایوں کو پیدا فرمایا اور اُن میں شہوت رکھی اور

بَنِیْ اٰدَمَ وَرَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَالشَّھْوَۃَ فَمَنْ غَلَبَ عَقْلُہٗ

بنی آدم کو پیدا فرمایا اور اُن میں عقل اور شہوت (دونوں) رکھی تو جس کی عقل

عَلٰی شَھْوَتِہٖ فَھُوَ اَعْلٰی مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ وَمَنْ غَلَبَتْ شَھْوَتُہٗ عَلٰی

شہوت پر غالب آگئی وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس کی شہوت عقل پر

عَقْلِہٖ فَھُوَ اَدْنٰی مِنَ الْبَھَائِمِ صَدَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

غالب آگئی وہ چوپایوں سے کمتر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

در حدیث آمد کہ یزدانِ مجید | خلقِ عالم را سہ [3] گونہ آفرید
حدیث میں آیا ہے کہ اللہ بزرگ نے | عالم کی مخلوق تین قسم کی پیدا فرمائی ہے

یک گُرُہ را جملہ علم و عقل و جُود | آں فرشتہ ست و نداند جز سجود
ایک گروہ میں علم اور عقل اور سخاوت مکمل ہے | وہ فرشتہ ہے اور سوائے سجدہ کے کچھ نہیں جانتا

نیست اندر عنصرش حرص و ہوا | نورِ مطلق زندہ از عشقِ خدا
اِس کی ماہیت میں حرص و ہوا نہیں ہے | وہ نورِ مطلق ہے، خدا کے عشق سے زندہ ہے

---

[1] چوں۔ اِس غلام کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جو ایک پاؤں بندھنے پر شرارت کرے تو دوسرا پاؤں بھی باندھ دیا جاتا ہے۔ بر سری۔ مزید برآں۔ بس۔ دونوں پاؤں بندھنے پر کہتا ہے کہ میرے لئے ایک بند کافی تھا۔ یہ نہیں سمجھتا کہ دونوں پاؤں بندھنا خود اُس کے کمینہ پن کی وجہ سے ہوا ہے۔

[2] سرِّ بند۔ یعنی اگر وہ سمجھتا کہ ایک پاؤں میری شرارت کی وجہ سے بندھا ہے اور شرارت کو ترک کر دیتا تو وہ پاؤں بھی کھل جاتا۔

[3] حدیث۔ اللہ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی جس کا تقاضا اطاعت اور بندگی ہے لہٰذا فرشتوں سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا ہے حیوانات میں صرف شہوت رکھی ہے جنسی ہو یا کھانے پینے کی، انسان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی ہیں۔ زندہ۔ ملائکہ کی غذا صرف عشقِ خداوندی ہے۔

یک گروہِ دیگر از دانش تہی — ہمچو حیواں از علف[۱] در فربہی
ایک دوسرا گروہ جو عقل سے خالی ہے — مثل حیوان، چارے سے موٹاپے میں ہے

اُو نہ بیند جز کہ اصطبل و علف — از شقاوت غافل ست و از شرف
وہ سوائے طویلہ اور گھاس کے کچھ نہیں دیکھتا ہے — وہ بدبختی اور شرافت سے غافل ہے

آں سوم ہست آدمی زادہ و بشر — از فرشتہ نیمے و نیمش ز خر
تیسرا آدمؑ کی اولاد اور انسان ہے — اُس کا آدھا فرشتہ سے اور آدھا گدھے سے ہے

نیمِ خر خود مائلِ سفلی بود — نیمِ دیگر مائلِ علوی بود
گدھے والا آدھا (عالمِ) سفلی کی طرف مائل ہوتا ہے — دوسرا آدھا (عالمِ) علوی کی طرف مائل ہوتا ہے

تا کدامیں غالب آید در نبرد — زیں دوگانہ تا کدامیں بُرد نرد
دیکھو معرکہ میں کونسا غالب ہوتا ہے! — اِن دونوں میں سے کون سا بازی جیتتا ہے

عقل گر غالب شود پس شد فزوں — از ملائک ایں بشر در آزموں
اگر عقل غالب ہو جائے تو زیادہ بڑھ گیا — امتحان میں یہ انسان فرشتوں سے

شہوت[۲] ار غالب شود پس کمترست — از بہائم ایں بشر زاں کابترست
اگر شہوت غالب ہو گئی، تو کم تر ہے — یہ انسان چوپایوں سے کیونکہ بُری حالت میں ہے

آں دو قوم آسودہ از جنگ و حراب — ویں بشر با دو مخالف در عذاب
وہ دونوں قومیں جنگ اور لڑائی سے راحت میں ہیں — اور یہ انسان دو مخالفوں کی وجہ سے عذاب میں ہے

ویں بشر ہم ز امتحاں قسمت شدند — آدمی شکل اند و سہ اُمت شدند
اور یہ انسان بھی آزمانے سے تقسیم ہو گئے — آدمی کی صورت میں ہیں اور تین گروہ ہو گئے

یک گروہ مستغرقِ مطلق شدہ — ہمچو عیسیٰؑ با ملک ملحق شدہ
ایک گروہ پورا ڈوب چکا — (حضرت) عیسیٰؑ کی طرح فرشتوں سے جا ملا

نقش آدم لیک معنیٰ جبرئیل — رستہ از خشم و ہوا و قال و قیل
صورت انسان کی ہے لیکن باطن جبرئیل کا ہے — وہ غصہ اور خواہش اور قال و قیل سے نجات پا گیا

از ریاضت[۳] رستہ و ز زہد و جہاد — گوئیا از آدمی اُو خود نزاد
وہ ریاضت اور زہد اور جہاد سے چھوٹ گیا — گویا کہ وہ آدمی سے پیدا نہیں ہوا

قسمِ دیگر با خراں ملحق شدند — خشمِ محض و شہوتِ مطلق شدند
دوسری قسم گدھوں سے جا ملی — خالص غصہ اور مجسّم شہوت بن گئے

۱ے علف۔ چارہ۔ جو حیوانات کو صرف خواب و خور کی فکر ہی وہ شقاوت اور سعادت سے غافل ہیں۔ نیمے و نیمش۔ انسان روح انسانی اور جسم سے مرکب ہے روح میں ملکیت ہے اور جسم میں حیوانیت ہے۔ سفلی۔ جسم کا تعلق عالمِ سفلی ناسوت ہے۔ علوی۔ روح کی پرواز عالمِ بالا کی طرف ہے۔ تاکدامیں۔ انسان کی اِن دونوں قوتوں میں تصادم رہتا ہے۔ فزوں۔ انسان روح کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے چونکہ اُس نے جسمانی خواہش کو مغلوب کیا ہے۔

۲ے شہوت۔ اگر انسان شہوت سے مغلوب ہو جاتا ہے تو حیوانات سے بدتر ہوتا ہے کیونکہ حیوانات میں تو عقل نہیں۔ دو قوم۔ فرشتوں اور حیوانات میں اِن متضاد طاقتوں کی کشمکش نہیں ہے انسان اُن کی کشمکش سے عذاب میں ہے۔ ویں بشر۔ اب انسانوں میں بھی تین قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ جس نے خالص ملکیت اختیار کر لی جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ ہیں کہ فرشتوں ہی میں جا شامل ہوئے۔ خشم و ہوا۔ یہ سب چیزیں بتقاضائے جسم ہوتی ہیں۔

۳ے از ریاضت۔ مجاہدوں کی ریاضت اخلاقِ ذمیمہ کو ختم کرنے کیلئے ہے جب وہ نہ رہے تو مجاہدوں کی ضرورت نہیں ہے۔ قسمِ دیگر۔ انسانوں کی ایک قسم وہ ہے جو بالکل حیوانات اور گدھوں کی طرح ہیں انہیں ملکیت

وَصفِ جبریلی در ایشاں بود رفت — تنگ بود آنخانہ واں وَصفِ زَفت
جبرئیلؑ والی صفت اُن میں تھی ، چلی گئی — وہ گھر تنگ تھا اور وہ صفت موٹی تھی

مُردہ[1] گردد شخص کو بیجاں شود — خر شود چوں جانِ اُو بے آں شود
جو شخص بے جان ہو جاتا ہے مُردہ ہو جاتا ہے — جب اُسکی جان اُس (جبرئیلی صفت) کے بغیر ہو جاتی ہے گدھا

زاغ گردد چوں پئے زاغاں رَوَد — جسم گردد جاں چوں اُو بے جاں شود
(انسان) کوا بن جاتا ہے جب کوّوں کا اتباع کرتا ہے — جان جسم بن جاتی ہے جبکہ وہ بے جان ہو جاتی ہے

زانکہ جانے کاں ندارد ہست پست — ایں سخن حق ست و صوفی گفتہ است
چونکہ وہ جان جو وہ (صفت) نہیں رکھتی پست ہے — یہ بات سچی ہے اور صوفی نے کہی ہے

اُو زِ حیوانہا فزوں تر جاں کَنَد — در جہاں باریک کاریہا کُند
وہ حیوانات سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہے — دنیا میں بہت سے نازک کام کرتا ہے

مکر[2] و تلبیسے کہ اُو تاند تنید — آں زِ حیوانے دِگر ناید پدید
جو مکر اور فریب وہ کر سکتا ہے — وہ دوسرے حیوان سے رونما نہیں ہوتے ہیں

جامہائے زرکشی را بافتن — دُرّہا از قعرِ دریا یافتن
زر دوزی کے کپڑے بُننا — موتیوں کو دریا کی گہرائی سے پانا

خُردہ کاریہائے عِلمِ ہندسہ — یا نجوم و عِلمِ طبّ و فلسفہ
علمِ ہندسہ کی باریک صنعتیں — یا نجوم اور علمِ طب اور فلسفہ

کہ تعلق باہمیں دنیستش — رُو بہفتم آسماں بر نیستش
کیونکہ اُن کا تعلق اسی دنیا سے ہے — اُن کا رُخ ساتویں آسمان کی طرف نہیں ہے

ایں[3] ہمہ عِلمِ بنای آخرُ ست — کہ عمادِ بودِ گاوٗ و اُشتر ست
یہ سب اصطبل کی تعمیر کا علم ہے — جو گائے اور اونٹ کی رہائش کا ستون ہے

بہرِ استبقای حیواں چند روز — نام آں کردند ایں گیجاں رموز
چند دن حیوان کو زندہ رکھنے کی وجہ سے — اِن احمقوں نے اُن کا نام رموز رکھ لیا

عِلمِ راہِ حق و عِلمِ منزلش — صاحبِ دل داند آنرا یا دلش
راہِ حق کا علم اور اُس کی منازل کا علم — اُس کو صاحبِ دل یا اُس کا دل جانتا ہے

---

[1] مُردہ گردد جس طرح رُوح نکل جانے سے جسم مُردہ ہو جاتا ہے اِسی طرح جان کی جان نکل جانے سے جان مُردہ ہو جاتی ہے یعنی جب رُوح کے اوصاف باقی نہ رہیں تو رُوح مُردہ ہو جاتی ہے۔ زاغ گردد۔ مزید برآں اُنھوں نے زاغ صفت انسانوں کی پیروی شروع کر دی تو یہ کتے کی طرح مکر، حرص، مُردار خوری کے عادی ہو گئے۔ جسم گردد جب روح اپنے خواص کھو بیٹھے تو وہ جسم ہے۔ آنکہ جس روح میں روح کے خواص نہ رہیں وہ بہت پست اور ذلیل ہے، صوفیا بھی اِسی کے قائل ہیں۔ او زحیوانہا۔ عالمِ ناسوت میں اُس کی مشغولیت حیوانوں سے بھی بڑھ جاتی ہے اور یہ عالمِ ناسوت کے مشاغل میں حیوانوں سے زیادہ مشقت اُٹھاتا ہے۔

[2] مکر۔ اب یہ وہ مکاریاں کرتا ہے جو حیوانات سے متصوّر نہیں ہیں۔ جامہائے۔ عالمِ ناسوت کے مشاغل کی حیوانات تکلیف نہیں اُٹھاتے ہیں۔ کہ تعلق۔ اِن تمام دستکاریوں کا تعلق عالمِ ناسوت سے ہے اور یہ صرف دنیاداری ہے اُس کا رُخ ملاءِ اعلیٰ کی طرف بالکل نہیں ہوتا ہے۔

[3] ایں ہمہ۔ یہ جس قدر علوم ہیں صرف عالمِ ناسوت کی تعمیر اور ترقی کے لئے ہیں جو حیوانات کی آخری منزل ہے۔ بہر۔ یہ علوم چند روزہ زندگی کے لئے ہیں اُن کو یہ احمق فلاسفہ رموز سے تعبیر کرتے ہیں۔ گیجاں۔ احمق لوگ۔ علم راہ حق۔ طریقت اور اُس کے منازل دل اور صاحبِ دل جانتا ہے دراصل وہ رموز کہلانے کے مستحق ہیں۔

پس دریں ترکیب[1] حیوانِ لطیف — آفرید و کرد با دانش الیف
پس اِس (سبعی اور بہیمی) ترکیب سے پاکیزہ حیوان — پیدا کیا اور اُس کو عقل سے مانوس کیا

نامِ کالانعام کرد آں قوم را — زانکہ نسبت کو بیقظہ نوم را
اِس (روح سے محروم) قوم کا نام جانوروں جیسے کر دیا — کیونکہ بیداری کو نیند سے کیا نسبت ہے؟

روحِ حیوانی ندارد غیرِ نوم — حسہائے منعکس دارند قوم
حیوانی روح سونے کے علاوہ کچھ نہیں رکھتی ہے — (یہ) لوگ اُلٹے حواس رکھتے ہیں

یقظہ آمد نومِ حیوانی نماند — انعکاسِ حسِ خود از لوح خواند
بیداری آئی، تو حیوانی نیند نہ رہی — تو اُس نے تختی سے اپنے حس کا اُلٹا ہونا پڑھ لیا

ہمچو حسِ[2] آنکہ خواب آں را رُبود — چوں شد او بیدار عکسش رو نمود
اُس حس کی طرح جس کو نیند نے مغلوب کر دیا — جب وہ بیدار ہوا اُسکو اُسکا اُلٹا پن واضح ہو گیا

لاجرم اسفل بود از سافلین — ترک او کن لا اُحبُّ الآفلین
لامحالہ وہ نچلوں میں نچلا ہوگا — اُسکو چھوڑ، میں غروب ہونیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

زانکہ استعدادِ تبدیل و نبرد — بودش از پستی و آں را فوت کرد
کیونکہ بدلنے اور مقابلہ کی طاقت — پستی سے اُس کو تھی اور اُس نے اُسکو ختم کر دیا

باز حیواں را چو استعداد نیست — عذرِ او اندر بہیمی روشنیست
پھر حیوان میں چونکہ طاقت ہی نہیں ہے — حیوانیت میں (رہنے کا) اُس کا عذر واضح ہے

زو[3] چو استعداد شد کاں رہبر است — ہر غذائے کو خورد مغزِ خر است
جبکہ اُس کی وہ استعداد ختم ہو گئی جو راہنما ہے — جو غذا وہ کھائے گا گدھے کا مغز ہے

گر بلادر خورد او افیوں شود — سکتہ و بے عقلیش افزوں شود
اگر بھلاواں کھائے گا وہ افیون بن جائے گا — اُس کی بے ہوشی اور بے عقلی بڑھ جائے گی

ماند یک قسمِ دگر اندر جہاد — نیم حیواں نیم حیِّ با رشاد
ایک دوسری قسم رہ گئی کوشش کرنے میں — جو آدھی حیوان، آدھی باہدایت زندہ ہے

---

[1] ترکیب۔ یعنی عقل و شہوت کا اجتماع۔ حیوانِ لطیف۔ یعنی انسان۔ نام۔ جب انسان روحِ حیوانی کھو بیٹھے تو وہ حیوان ہے اسی لئے قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ وہ چوپایوں کی طرح ہیں۔ یقظہ۔ روحِ انسانی بیدار ہے اور اُن کی روح سوئی ہوئی ہے۔ روحِ حیوانی۔ یہ رُوح عقل اور مقتضیات سے اسی طرح غافل ہے جیسے کہ کوئی سویا ہوا ہو اور اپنے حواس کو عقل کے مقتضیات کے برعکس کام میں لائے۔ یقظہ۔ جب انہیں بیداری آئے گی تو انکو حواس کے اُلٹا ہو جانے کا احساس ہوگا۔

[2] ہمچو حس۔ نیند سے بیدار ہو کر انسان سمجھتا ہے کہ نیند کی حالت میں اُس کے حواس صحیح کام نہیں کر رہے تھے۔ اَسفل۔ قرآن پاک میں ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ "ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم اُس کو کم تر سے کم تر مخلوق میں لوٹا لائے"۔ ترکِ او۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیئے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے چاند سورج کی الوہیت سے جدائی اختیار کر لی تھی کہ میں غروب ہو جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ زانکہ۔ ایسا انسان بد ترین مخلوق ہے اِس لئے کہ اُنہیں بھلائی کی استعداد تھی اُس نے اُسکو تباہ کیا دیگر حیوانات میں استعداد ہی نہیں ہے لہٰذا وہ بہیمیت میں معذور ہیں۔

[3] زو۔ جب انسان نے استعداد کو ختم کر دیا تو جو غذا استعمال کریگا مزید خرابی کا سبب بنے گی۔ گر بلادر۔ بھلانواں سکتہ اور بیہوشی کے ازالہ میں مفید ہے لیکن وہ اُلٹا اثر کریگا۔ ماند یک قسم۔ بیان مومنین کی قسم ہے جن کا نفس نفسِ لوّامہ ہے اِن انسانوں کی عقل و نفس، رُوح و تن کی کشمکش میں رہتی ہے پہلا گروہ جس کا بیان یک گروہ مستغرق مطلق شدہ میں تھا انکا نفس نفسِ مطمئنہ ہے دوسرا گروہ جس کا بیان قسمِ دیگر با خراں ملحق شدہ میں تھا انکا نفس نفسِ امّارہ ہے اس تیسرے گروہ کی کشمکش کو مجنوں اور لیلیٰ کے قصّے سے واضح کیا ہے۔

روز و شب در جنگ و اندر کشمکش
کردہ چالش اولش با آخرش

وہ دن، رات جنگ اور کشمکش میں ہے
اسکا ایک اس کے دوسرے سے مقابلہ میں ہے

چالشِ عقل با نفس ہمچوں تنازع مجنون با ناقہ و میلِ مجنوں سوی حرّہ[1] و میلِ ناقہ سوی کرّہ چنانچہ مجنوں گفتہ ھویٰ

عقل کا نفس سے مقابلہ ایسا ہی ہے جیساکہ مجنوں کا اونٹنی کے ساتھ جھگڑا اور مجنوں کا میلان شریف زادی کی طرف اور اونٹنی کا میلان بچہ کی جانب چنانچہ مجنوں نے کہا میری

نَاقَتِی خَلْفِی وَقُدَّامِی الْھَوٰی وَاِنِّی وَاِیَّاھَا لَمُخْتَلِفَانِ

اونٹنی کا میلان میرے پیچھے اور میرا میلان آگے، میں اور وہ دونوں مختلف ہیں

ہمچو مجنوں در تنازع با شتر
گہ شتر چربید و گہ مجنونِ حُر

جیساکہ مجنوں اونٹنی کے ساتھ مقابلہ میں تھا
کبھی اونٹنی غالب آگئی اور کبھی آزاد مجنوں

ہمچو مجنوں اند و چوں ناقہ اش یقیں
می کشد آں پیش و ویں واپس بکیں

وہ لوگ یقیناً مجنوں اور اس کی اونٹنی کی طرح ہیں
وہ آگے کو کھینچتا ہے اور یہ ضد سے پیچھے کو

میلِ مجنوں[2] پیشِ آں لیلیٰ رواں
میلِ ناقہ پس پئے کرّہ اش دواں

مجنوں کی خواہش لیلیٰ کی جانب رواں ہے
اونٹنی کی خواہش پیچھے کو بچہ کے لئے دوڑاتی ہے

یک دم ار مجنوں ز خود غافل بُدے
ناقہ گردیدے و واپس آمدے

اگر مجنوں تھوڑی دیر کے لئے اپنے سے غافل ہوجاتا
اونٹنی لوٹ جاتی اور واپس آجاتی

عشق و سودا چونکہ پُر بودش بدن
می نبودش چارہ از بیخود شدن

چونکہ اس کا بدن عشق اور دیوانگی سے پُر تھا
اس کے لئے بے ہوش ہوجانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا

آنکہ او باشد مراقب عقل بود
عقل را سودائے لیلیٰ در ربود

جو نگراں ہوتی وہ عقل تھی
عقل کو لیلیٰ کا عشق لے اُڑا تھا

لیک[3] ناقہ بس مراقب بود و چست
چوں بدیدے او مہارِ خویش سست

لیکن اونٹنی بہت نگراں اور چست تھی
جب وہ اپنی مہار کو ڈھیلا دیکھتی

فہم کردے زو کہ غافل گشت و دنگ
رو سپس کردے بکرّہ بے درنگ

وہ اس سے سمجھ جاتی کہ وہ غافل اور حیران ہوگیا ہے
بغیر تاخیر کے بچہ کی طرف رخ کر دیتی

چوں بخود باز آمدے دیدے ز جا
کو سپس رفتہ است بس فرسنگہا

جب وہ ہوش میں آتا تو دیکھتا کہ جگہ سے
وہ میلوں پیچھے لوٹ گئی ہے

[1] حرّہ۔ شریف عورت یعنی لیلیٰ۔ کرّہ۔ گھوڑے کا بچہ۔ مولانا نے یہاں اونٹ کا بچہ مراد لیا ہے۔ ہمچو مجنوں۔ مشہور ہے کہ مجنوں کو معلوم ہوا کہ لیلیٰ آرہی ہے تو وہ اسکے استقبال کے لئے چلا جس اونٹنی پر سوار ہوا اس کے بچہ کو گھر پر چھوڑ گیا راستہ میں اس کی اور اونٹنی کی کشمکش شروع ہوئی۔ حر۔ آزاد۔

[2] قیس۔ مجنوں چاہتا تھا کہ اونٹنی آگے بڑھے تاکہ لیلیٰ کا وصال حاصل ہو۔ میل ناقہ۔ اونٹنی گھر کی طرف لوٹنا چاہتی تھی تاکہ بچے کے پاس پہنچے۔ یکدم۔ مجنوں کی ذرا سی غفلت ہوتی تو وہ اونٹنی پیچھے کو پلٹ جاتی۔ عشق۔ چونکہ مجنوں کا جسم عشق سے پُر تھا اس لئے وہ اونٹنی کی اس حرکت سے بیہوش ہوجاتا تھا۔ مراقب۔ انسان کی عقل اسکے کام کی نگہبانی کرتی ہے مجنوں عشق میں بے عقل ہو چکا تھا۔

[3] لیک۔ ناقہ کو ہوش تھا وہ جب دیکھتی کہ مہار ڈھیلی ہے فوراً سمجھ جاتی کہ مجنوں غافل ہے اور پیچھے کی طرف چل پڑتی۔ چوں بخود۔ جب مجنوں کو ہوش آتا تو دیکھتا کہ اونٹنی میلوں پیچھے واپس ہوگئی ہے۔

درسه روزه ره بدیں احوالہا
تین روزہ کے راستہ پر ان احوال میں
ماند مجنوں در تردد سالہا (۱)
مجنوں سالوں آنے جانے میں لگا رہا

گفت اے ناقہ چو ہر دو عاشقیم
بولا اے اونٹنی! جب کہ ہم دونوں عاشق ہیں
ما دو ضد بس ہمرہِ نالائقیم
ہم دو مخالف بہت نامناسب ساتھی ہیں

نیستت بر وفقِ من مہر و مہار
تیری محبت اور مہار میرے موافق نہیں ہے
کرد باید از تو دوری اختیار
تجھ سے دوری اختیار کرنی چاہئے

ایں دو ہمرہ یکدگر را راہزن
یہ دو راستہ کے ساتھی ایک دوسرے کے رہزن ہیں
گمرہ آں جاں کو فرو ناید ز تن
وہ جان گمراہ ہے جو جسم سے باہر نہ آئے

جاں (۲) ز ہجرِ عرش اندر فاقہ
جان، عرش کی جدائی میں فاقہ میں ہے
تن ز عشقِ خاربُن چوں ناقہ
جسم جھاڑ کے عشق میں اونٹنی کی طرح ہے

جاں گشاید سوی بالا بالہا
جان، اوپر کی جانب بازو کھولتی ہے
در زدہ تن در زمیں چنگالہا
جسم نے زمین میں پنجے گاڑھ دیئے ہیں

تا تو باشی با من اے مردہ وطن
اے وطن کی عاشق! جب تک تو میرے ساتھ ہوگی
پس ز لیلیٰ دور ماند جانِ من
تو میری جان لیلیٰ سے دور رہیگی

روزگارم (۳) رفت زیں گوں حالہا
اس قسم کے احوال میں میری عمر گذر گئی
ہمچو تیہ و قومِ موسیٰ سالہا
جیساکہ برسوں تک تیہ اور حضرت موسیٰ کی قوم رہی

خطوتینے بود ایں رہ تا وصال
وصال تک یہ راستہ دو قدم کا تھا
ماندہ ام در رہ ز شستت شصت سال
میں ساٹھ سال تک تیرے مکر کی وجہ سے راستہ میں رہا

راہ نزدیک و بماندم سخت دیر
راستہ نزدیک تھا اور مجھے بہت دیر ہو گئی
سیر گشتم زیں سواری سیر سیر
اس سواری سے میں بھر پایا، بھر پایا

سرنگوں خود را ز اشتر درفگند
اس نے اپنے آپ کو اوندھا اونٹنی سے گرا دیا
گفت سوزیدم ز غم تا چند چند
کہا میں غم سے کتنا کتنا جل رہا ہوں

تنگ شد بر وے بیابانِ فراخ
اس پر وسیع جنگل تنگ ہو گیا
خویشتن افگند اندر سنگلاخ
اس نے اپنے آپ کو پتھریلی زمین میں گرا دیا

آنچناں افگند خود را سوی پست
نیچے کی جانب اس نے اپنے آپ کو ایسا گرایا
از قضا آں لحظہ پایش ہم شکست
تقدیر سے اس وقت اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا

---

(۱) سالہا۔ مجنوں اس تین روزہ مسافت میں اسی حالت میں کئی سال رہا۔ گفت۔ پھر اس نے سوچا کہ دو متضاد دھنوں کے عاشقوں کا باہمی سفر طے نہ ہو سکے گا۔ ایں دو ہمراہ۔ اونٹنی مجنوں کا راستہ کھوٹا کر رہی ہے اور مجنوں اونٹنی کا راستہ خراب کر رہا ہے بالآخر مجنوں نے اونٹنی کو چھوڑا اور چل پڑا۔ گمراہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص جسم کا ساتھ نہ چھوڑے وہ بھی گمراہ ہوتا ہے۔

(۲) جاں۔ جان اور جسم کی بھی خواہشات جدا جدا ہیں ان دونوں کا ساتھ نہیں نبھ سکتا۔ خاربن۔ کانٹوں کا جھاڑ۔ جاں۔ جان کی پرواز عالم بالا کی جانب ہے جسم کی خواہش زمین پر رہنے کی ہے۔ تا تو۔ جب تک انسان کی روح جسم کے ساتھ رہیگی مقصد حاصل نہ ہوگا۔ مردہ وطن۔ عاشق وطن۔

(۳) روزگارم۔ مجنوں نے کہا اس کشمکش میں میرا وقت ضائع ہوا۔ تیہ۔ وہ میدان جس میں چالیس سال تک بنی اسرائیل چکر کاٹتے رہے تھے اور شام کو اسی جگہ پر ہوتے تھے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔ خطوتین۔ دو قدم۔ شستت۔ مکر و حیلہ۔ سرنگوں۔ مجنوں نے پھر اپنے آپ کو اونٹنی پر سے سر کے بل گرا دیا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔

پای را بر بست و گفتا گو شوم
اُس نے پاؤں کو باندھا اور بولا گیند بنجاؤں گا

در خمِ چوگانش غلطاں میروم
اُس کے بَلّے کے موڑ میں لڑھکتا ہوا جاؤں گا

زیں کُند نفریں حکیمِ خوش دہن
خوش کلام حکیم اسی لئے نفرت بھیجتا ہے

بر سوارے کو فرو ناید ز تن
اُس سوار پر جو جسم سے نیچے نہ اترے

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بُود
اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے؟

گوی گشتن بہرِ او اولیٰ بُود
اُس کے لئے گیند بن جانا زیادہ بہتر ہے

گوی شو می گرد بر پہلوی صدق
گیند بن جا، سچائی کے پہلو پر لڑھک

غلط غلطاں در خمِ چوگانِ عشق
لڑھکتا لڑھکتا عشق کے بَلّے کے موڑ میں

کایں سفر زیں پس بُود جذبِ خدا
کیونکہ یہ سفر بعد میں خدا کی کشش سے ہو گا

واں سفر بر ناقہ باشد سیرِ ما
اور اونٹنی پر سفر ہماری رفتار ہو گی

اینچنیں سیریست مستثنیٰ ز جنس
اس طرح کا سفر اپنی جنس سے جدا گانہ ہے

کاں فزود از اجتہادِ جنّ و انس
کیونکہ وہ جنّ وانس کی کوشش سے بڑھا ہوا ہے

اینچنیں جذبیست نے جذبِ عام
عام کشش اس طرح کی کشش نہیں ہے

کہ نہادش فضلِ احمدؐ والسّلام
جس کو احمدؐ کے فضل نے قائم کیا ہے والسّلام

قصّہ کوتہ کن برائے آں غلام
اُس غلام کی وجہ سے قصّہ مختصر کر دے

کہ سوی شہ بر نبشت است او پیام
جس نے بادشاہ کو پیغام لکھا

نبشتنِ آں غلام قصّۂ شکایتِ نقصانِ اجرے سوی بادشاہ
تنخواہ گھٹنے پر بادشاہ کو اُس غلام کی شکایت لکھنے کا قصّہ

رقعۂ پُر جنگ و پُر ہستی و کیں
ایک رقعہ جنگ اور خود بینی اور کینے سے بھرا ہوا

می فرستد پیشِ شاہِ نازنیں
نازک مزاج شاہ کی پیشی میں روانہ کرتا ہے

کالبد نامہ است اندر وے نگر
جسم رقعہ ہے اُس کو دیکھ لے

ہست لائق شاہ را آنگہ ببر
کہ بادشاہ کے مناسب ہے پھر لیجا

گوشہ رَو نامہ را بکشا، بخواں
گوشہ میں جا خط کو کھول، پڑھ

بیں کہ حرفش ہست در خوردِ شہاں
دیکھ لے کہ اُس کی عبارت شاہوں کے مناسب ہے

گر نباشد در خور آں را پارہ کُن
اگر مناسب نہ ہو اُس کو پھاڑ دے

نامۂ دیگر نویس و چارہ کُن
دوسرا خط لکھ اور تدبیر کر

لہ گو۔ گیند۔ حکیم۔ سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ عشقِ مولیٰ۔ اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کم نہیں ہے جب مجنوں لیلیٰ کے عشق میں اونٹنی کو خیرباد کہہ سکتا ہے تو خدا کے عشق میں جسم کی سواری کو یقیناً خیرباد کہہ دینا چاہیے۔ گوی شو۔ اللہ کے راستہ میں گیند بن جا اور لڑھکتا ہوا اُس کے دربار تک پہنچ جا۔

لہ کایں سفر۔ اس سفر میں ابتدا میں تو کوشش کرنی ہوگی پھر اللہ کی جانب سے کشش شروع ہو جائے گی۔ اینچنیں۔ جذبِ خداوندی سے جو رفتار ہوگی وہ محض عطائے خداوندی ہے۔ اینچنیں۔ یہ خدائی جذب، عام جذب نہیں ہے جو ہر راستے میں حاصل ہو جائے۔ یہ وہ جذب ہے جس کو حضور کی مہربانی نے قائم کیا ہے اور اُن کے جانشینوں کو حاصل ہے۔

لہ نبشتن۔ غلام کی انتہائی حماقت تھی کہ اُس نے غصے سے بھرا ہوا خط لکھا اور وہ بھی نازک مزاج بادشاہ کو پُر ہستی۔ جس میں اپنی بڑائی جتلائی۔ کالبد۔ مولانا نے یہاں سے ارشادی مضمون شروع کر دیا کہ تیرا جسم بمنزلہ اس غلام کے خط کے ہے اس میں دیکھ لے کہ شاہ کے لائق اوصاف ہیں یا نہیں۔

لیک فتحِ نامہ[1] تن زب مداں
لیکن جسم کے خط کو کھولنا آسان نہ سمجھ
ورنہ ہر کس سرِ دل دیدے عیاں
ورنہ ہر آدمی دل کا راز کھلم کھلا دیکھ لیتا

نامہ بکشادن چہ دشوارست و صعب
خط کو کھولنا بہت دشوار اور سخت ہے
کارِ مردان ست نے طفلانِ لعب
بہادروں کا کام ہے، نہ کہ کھلنڈرے بچوں کا

جملہ بر فہرست قانع گشتہ ایم
ہم سب فہرست پر قانع ہو گئے ہیں
زانکہ در حرص و ہوا آغشتہ ایم
کیونکہ حرص و خواہش سے آلودہ ہیں

باشد آں فہرست دامے عامہ را
وہ فہرست عوام کے لئے جال ہے
تا چناں دانند متنِ نامہ را
حتیٰ کہ خط کے مضمون کو ایسا ہی سمجھتے ہیں

باز کن[2] سر نامہ را گردن متاب
خط کے عنوان کو کھول، منھ کو نہ موڑ
زیں سخن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اس بات سے اور خدا صواب کو زیادہ جانتا ہے

ہست آں عنواں چو اقرارِ زباں
وہ عنوان مثلاً زبانی اقرار ہے
متنِ نامہ سینہ را کن امتحاں
سینہ کے خط کے مضمون کو آزمالے

کہ موافق ہست با اقرارِ تو
کہ وہ تیرے اقرار کے مطابق ہے
تا منافق وار نبود کارِ تو
تاکہ تیرا کام منافقانہ نہ ہو

چوں جوالے بس گرانے می بری
جب کہ تو بہت بھاری بورا لے جا رہا ہے
زاں نباید کم کہ در وے بنگری
کم از کم یہ ہو کہ اُس کو دیکھ لے

کہ چہ داری در جوال از تلخ و خوش
کہ تو اپنے بورے میں کیا چیز کڑوی اور کیا میٹھی رکھتا ہے
گر ہمی ارزد کشیدن را بکش
اگر لے جانے کے قابل ہے، لے جا

ورنہ[3] خالی کن جوالت را ز سنگ
ورنہ پتھر سے اپنے بورے کو خالی کرلے
باز خر خود را ازیں پیکار و ننگ
اس جھگڑے اور ذلت سے اپنے آپ کو بچالے

در جوال آں کن کہ می باید کشید
بورے میں وہ بھر لے جو لے جانا چاہیئے
سوی سلطانان و شاہانِ رشید
بھلے ملوک اور شاہوں کی جانب

زشت نبود کایں جوال پر ریگ
کیا یہ بُرا نہیں ہے کہ یہ ریت سے بھرا بورا
می کشی و باشد آں ہم مردہ ریگ
تو لے جائے اور وہ بھی حقیر و ناچیز ہو

چوں نمی تانی کہ پر لعلش کنی
اگر تو اس کو لعل سے نہیں بھر سکتا ہے
ہم تہی بہتر کہ ہم جنسِ تنی
خالی ہونا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ تیرے جسم کی ہم جنس ہو

[1] نامہ تن۔ جسم کے اس خط کو کھولنا اور پڑھنا آسان نہیں ہے۔ زب۔ آسان۔ کار مرداں۔ اپنے جسم کے خط کو مخصوص لوگ ہی پڑھ سکتے ہیں عوام کو اپنے دلوں کے رازوں کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ جملہ یعنی ہم نیک کاموں کی فہرست پر اکتفا کر بیٹھے ہیں جس میں صرف عنوانات ہوتے ہیں یعنی صرف ظاہر کا اعتبار کر لیتے ہیں۔ باشد۔ یہ عنوان عوام کو پھنسانے کا جال ہے وہ خط کے مضمون کو بھی عنوان جیسا سمجھ بیٹھتے ہیں یعنی باطن کو ظاہر جیسا جان لیتے ہیں۔

[2] باز کن۔ خط کے مضمون کو پڑھنا چاہیے۔ ہست۔ ایمان کا زبانی اقرار عنوان ہے اصل ایمان دل میں ہے۔ کہ موافق۔ اگر صرف زبانی اقرار ہے اور قلبی تصدیق نہیں ہے تو یہ نفاق ہے۔ چوں۔ جب تو بادشاہ کے سامنے تحفہ میں کوئی بورا بھرا ہوا لے جا رہا ہو تو کم از کم یہ دیکھ لے کہ اس میں کیا چیز ہے۔

[3] ورنہ۔ اگر بادشاہ کے مناسب نہیں ہے تو بورا خالی کرلے اور اس میں وہ بھر لے جو بادشاہ کے مناسب ہو۔ زشت۔ یہ بری بات ہوگی کہ تو معمولی ریت کا بورا بھر کر لے جائے۔ چوں نمی تانی۔ اگر انسان اپنے جسم کو اخلاق حسنہ سے نہیں بھر سکتا تو کم از کم اتنا ہو کہ اخلاق رذیلہ سے وہ خالی ہو۔

حکایتِ[1] آں فقیہ بادستار بزرگ وآنکہ دستارش بُربود وبانگ ونعرۂ فقیہ کہ بازش کن وببیں کہ چہ می بری آنگاہ ببر

اُس فقیہ کی حکایت جو بڑی پگڑی والا تھا اور اُس کی جو پگڑی اُچک لے گیا اور فقیہ کا پکارنا اور للکارنا کہ اِس کو کھول اور دیکھ کہ کیا لے جارہا ہے، تب لے جا

یک فقیہے ژندہا[2] برچیدہ بود ۔۔۔ در عمامہ خویش درپیچیدہ بود
ایک فقیہ نے چیتھڑے چنے تھے ۔۔۔ (اور) اپنی پگڑی میں لپیٹ لئے تھے

تا شود زفت ونماید آں عظیم ۔۔۔ چوں درآید سوئے محفل در حطیم
تاکہ وہ موٹی ہوجائے اور بڑی نظر آئے ۔۔۔ جب وہ حطیم میں مجلس میں آئے

ژندہا از جامہا پیراستہ ۔۔۔ ظاہرِ دستار ازاں آراستہ
مختلف کپڑوں کے چیتھڑے جوڑے تھے ۔۔۔ اُن سے بظاہر پگڑی کو سجایا تھا

ظاہرِ دستار چوں حلۂ بہشت ۔۔۔ چوں منافق اندروں رُسوا وزشت
پگڑی کا ظاہر، بہشت کے جوڑے کی طرح تھا ۔۔۔ باطن، منافق کی طرح رُسوا اور بھدّا

پارہ پارہ دلق[3] وپنبہ وپوستیں ۔۔۔ در درونِ آں عمامہ بُد دفیں
ٹکڑے ٹکڑے گدڑی اور روئی اور پوستین ۔۔۔ اُس پگڑی کے اندر دفن تھے

رُوئے سوئے مدرسہ کردہ صبوح ۔۔۔ تا بدیں ناموس یابد اُو فتوح
اُس نے صبح صبح مدرسہ کا رُخ کیا ۔۔۔ تاکہ اِس شان وشوکت کی وجہ سے نذرانے حاصل کرے

در رہِ تاریک مردے جامہ کَن ۔۔۔ منتظرِ استادہ بُد از بہرِ فن
اندھیرے راستہ میں ایک کپڑے اتارنیوالا شخص ۔۔۔ فن دکھانے کے لئے منتظر کھڑا تھا

در رُبود اُو از سرش دستار را ۔۔۔ پس دواں شد تا بسازد کار را
وہ اُس کے سر سے پگڑی لے اُڑا ۔۔۔ پھر بھاگا، تاکہ اپنا کام بنالے

پس فقیہش بانگ برزد کائے پسر ۔۔۔ باز کُن دستار را آنگہ ببر
فقیہ نے اُس کو آواز دی اے بیٹا! ۔۔۔ پگڑی کو کھول، پھر لے جا

اینچنیں کہ چار پرّہ می پری ۔۔۔ باز کُن آں ہدیہ را کہ می بری
تو جو اس طرح چار پروں سے اُڑ رہا ہے ۔۔۔ اُس تحفہ کو کھول جو تو لے جارہا ہے

باز کُن آں را بدستِ خود بمال ۔۔۔ آنگہاں خواہی ببر کردم حلال
اُس کو کھول اپنے ہاتھ سے ٹٹول ۔۔۔ پھر چاہے لے جانا، میں نے معاف کردیا

---

[1] حکایت۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اُس فقیہ کا دستار کو غلط چیزوں سے بڑا کس قدر بُرا تھا۔ بازش کُن۔ یعنی اِس پگڑی کو کھول کر دیکھ اُس میں کیا ہے۔

[2] ژندہا۔ پرانے چیتھڑے۔ حطیم۔ خانہ کعبہ کا وہ حصّہ جس پر عمارت نہیں ہے۔ حلّہ۔ کپڑوں کا جوڑا۔

[3] دلق۔ گدڑی۔ دفین۔ مدفون۔ صبوح۔ صبح۔ فتوح۔ نذرانہ۔ جامہ کَن۔ کپڑے چھیننے والا۔ بہرِ فن۔ یعنی اپنا ہنر دکھانے کے لئے۔ کار را۔ یعنی اپنی غرض پوری کرے۔ چار پرّہ۔ چار پروں سے اُڑنا یعنی بہت تیز بھاگنا۔ آں ہدیہ۔ یعنی دستار۔ کردم حلال یعنی میں نے تجھے وہ دستار بخشدی۔

چونکہ بازش کرد آں کو می گریخت — صد ہزاراں ژندہ اندر رہ بریخت

جو بھاگ رہا تھا جب اس نے اس کو کھولا — لاکھوں چیتھڑے راستہ میں بکھر گئے

زاں عمامہ زفتِ ناپایستِ[۱] او — ماند یک گز کہنہ در دستِ او

اُس کی اِس موٹی نابکار پگڑی سے — ایک گز پرانا (کپڑا) اُس کے ہاتھ میں رہ گیا

بر زمیں زد خرقہ را کاے بے عیار — زیں دغل ما را بر آوردی ز کار

چیتھڑے کو زمین پر پٹخا کہ اے نالائق! — اس فریب سے تو نے ہمیں کام سے روک دیا!

ایں چہ مکرست و چہ تزویرست و شید — کہ فگندی مر مرا در قیدِ صید

یہ کیا مکر ہے اور کیا فریب ہے اور دغا ہے؟ — کہ تو نے مجھے شکار کے پھندے میں پھنسایا!

شرم نامد مر ترا زیں ژندہا — از دغل بفگندیم اے پر دغا

اِن چیتھڑوں سے تجھے شرم نہ آئی — فریب سے تو نے مجھے پھنسایا اے دغاباز!

گفت بنمودم دغل لیکن ترا — از نصیحت[۲] باز گفتم ماجرا

اُس نے کہا میں نے فریب کیا لیکن تجھے — خلوص سے میں نے قصہ بتا دیا

نصیحتِ دنیا مر اہلِ دنیا را بزبانِ حال و بیوفائیِ خود را وا نمودن بو فا جویندگاں

زبانِ حال سے دنیا داروں کو دنیا کی نصیحت اور وفا کی جستجو کرنے والوں کو اپنی بے وفائی دکھانا

ہمچنیں دنیا اگرچہ خوش شگفت — عیبِ خود را بانگ زد با جملہ گفت

اسی طرح اگرچہ دنیا بہترین شگفتہ ہے — بلند آواز سے اُس نے سب کو اپنا عیب بتا دیا

اندریں کون و فساد اے اوستاد — آں دغل کون و نصیحت آں فساد

اے استاد! اِس بناؤ اور بگاڑ میں — بناؤ فریب ہے اور بگاڑ نصیحت سمجھ

کون[۳] می گوید بیا من خوش پیم — واں فسادش گفت رو من لاشیم

بناؤ کہتا ہے آجا میں مبارک قدم ہوں — اور بگاڑ نے اس سے کہا چلا جا میں کچھ نہیں ہوں

اے ز خوبیِ بہاراں لب گزاں — بنگر آں سردی و زردیِ خزاں

اے بہاروں کی رونق سے ہونٹ کاٹنے والے! — خزاں کی سردی اور زردی کو دیکھ لے

روز دیدی طلعتِ خورشیدِ خوب — مرگِ او را یاد کن وقتِ غروب

تو نے دن میں سورج کا حسین چہرہ دیکھ لیا — غروب کے وقت اُس کی موت کو یاد کرلے

۱ ناپایست۔ یعنی بیکار۔ ماند۔ یعنی اندر کے چیتھڑے بکھر گئے اور ایک گز پرانا کپڑا ہاتھ میں رہ گیا۔ بر زمیں۔ اُس چور نے اُس کپڑے کو زمین پر پھینک دیا اور فقیہ پر ناراض ہوا۔ ز کار۔ یعنی اگر میں اس پگڑی کی فکر میں نہ پڑتا تو اور کوئی مفید چوری کر لیتا۔ قید صید۔ شکار کا پھندا۔ بفگندیم۔ فگندی مرا۔

۲ از نصیحت۔ یعنی تجھے ابتداءً دھوکا لگا لیکن آخر میں تو میں نے تجھے سب سمجھا دیا نصیحت۔ دنیا بھی ابتداءً مکر کرتی ہے، لیکن آخر میں اپنے عیوب ظاہر کر دیتی ہے۔ اندریں۔ دنیا عالمِ کون و فساد ہے یعنی اس کے کاموں میں بناؤ بھی ہے اور بگاڑ بھی، بناؤ فریب دیتا ہے تو بگاڑ دنیا کا عیب ظاہر کر دیتا ہے۔

۳ کون۔ دنیا کا بناؤ اپنی طرف کھینچتا ہے اور بگاڑ دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتا ہے۔ لاشیم۔ میں کچھ نہیں ہوں۔ لب گزاں۔ انسان موسم بہار کی رنگینیوں پر تعجب کرتا ہے، اس کی خزاں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔ روز۔ دن میں سورج کا چہرہ حسین ہوتا ہے غروب کے وقت اُس کے چہرے پر مُردنی چھا جاتی ہے۔

بدر را دیدی برین خوش چارطاق[۱] — حسرتش را ہم ببیں اندر محاق
تونے حسین خیمہ پر چودھویں کے چاند کو دیکھ لیا — گھٹاؤ میں اس کی حسرت کو بھی دیکھ لے

کودکے از حسن شد مولائے خلق — بعد پیری شد خرف رسوائے خلق
ایک لڑکا حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنا — بڑھاپے کے بعد بڈھا بے عقل لوگوں میں ذلیل ہو گیا

گر تنِ سیمیں بتاں کردت شکار — بعد پیری بین تنے چوں پنبہ زار
اگر چاندی جیسے بتوں کے جسم نے تیرا شکار کر لیا ہے — بڑھاپے کے بعد جسم کو دیکھ لے جو روئی کا کھیت ہے

اے[۲] بدیدہ لوتہائے چرب خیز — فضلۂ آں را ببیں در آبریز
اے روغنی غذاؤں کے دیکھنے والے — پاخانہ میں اُن کا فضلہ دیکھ لے

مر خبث را گو کہ آں خوبیت کو — آں فریب و حسن و مرغوبیت کو
اُٹھ نجاست سے دریافت کر کہ وہ تیری خوبی کہاں ہے؟ — وہ تیرا فریب اور حسن اور پسندیدگی کہاں ہے؟

بر طبق گو عشوہ و نرمی و خوت — بر سبد گو جلوہ و نغزی و لوت
طشت پر تیرا ناز و انداز و نرمی اور عادت کہاں ہے؟ — چنگیری پر تیرا جلوہ اور انوکھا پن اور خوشبو کہاں ہے؟

گوید او آں دانہ بد من دام آں — چوں شدی تو صید شد دانہ نہاں
وہ کہتی ہے وہ دانہ تھا میں اس کا جال ہوں — جب تو شکار بن گیا، دانہ چھپ گیا

بس انامل رشکِ استاداں شدہ — در صناعت عاقبت لرزاں شدہ
بہت سی انگلیاں اُستادوں کیلئے باعث رشک تھیں — دستکاری میں (لیکن) انجام کار وہ کانپتی ہیں

نرگسِ[۳] چشمِ خماری ہمچو جاں — آخر اعمش بین و آب از وے چکاں
جان جیسی مست آنکھ کی نرگس — بالآخر چندھی دیکھ لے اور اُن میں سے پانی بہتا ہوا

حیدرے کاندر صفِ شیراں رود — آخر او مغلوبِ موشے می شود
وہ بہادر جو شیروں کی صفوں میں جاتا ہے — آخر میں وہ چوہے سے عاجز ہو جاتا ہے

طبعِ تیزِ دوربینِ محترف — چوں خرِ پیرش ببیں آخر خرف
پیشہ ور کی دوربین تیز طبیعت کو — بوڑھے گدھے کی طرح، بے عقل دیکھ لے

زلف و جعدِ مشکبارِ عقل بر — آخرِ او دمِ زشتِ پیرِ خر
مشکبار زلف اور ہوش رُبا گھونگر والے بال — انجام میں بوڑھے گدھے کی بھدی دُم ہیں

خوش ببیں کونش ز اول با گشاد — وآخر آں رسوائیش بین و فساد
اُس کے بناؤ کو شروع میں پر لطف حسین دیکھ لے — اور اُس کے آخر میں اُس کی رسوائی اور فساد کو دیکھ لے

---

[۱] چارطاق۔ چوگوشہ خیمہ، رادوئی زبان آسمان مراد ہے۔ محاق۔ چاند کا گھٹاؤ۔ کودکے۔ وہی لڑکا جو اپنے حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنتا ہے، بڑھاپے میں بڈھا بے عقل ہو کر رسوا ہوتا ہے۔ پنبہ زار۔ روئی کا کھیت یعنی بڑھاپے میں تمام بدن پر سفید بال آجاتے ہیں۔

[۲] لوتہائے بدیدہ۔ وہی روغنی غذائیں جو انتہائی مرغوب ہوتی ہیں جب فضلہ بن کر بیت الخلا پہنچتی ہیں تو ناقابل دید ہوتی ہیں۔ خبث۔ یعنی فضلہ۔ سبد۔ ٹوکری۔ نغزی۔ نادر۔ گوید۔ وہ فضلہ زبان حال سے کہتا ہے وہ میری پہلی حالت جال کا دانہ تھی جب تو پھنس گیا تو اب دانہ غائب ہو گیا ہے۔ بس انامل۔ دستکار کی وہی انگلیاں جو کبھی فن کے اُستادوں کے لئے باعث رشک تھیں بڑھاپے میں کانپنے لگتی ہیں۔

[۳] نرگس۔ جوانی کی مست نرگسی آنکھیں بڑھاپے میں چندھی ہو جاتی ہیں جن سے ہر وقت پانی بہتا ہے۔ حیدر۔ بڑے سے بڑا بہادر بڑھاپے میں بالکل ناکارہ ہو جاتا ہے۔ محترف۔ پیشہ ور۔ خرف۔ بڈھا بے عقل۔ جعد۔ گھونگر والے بال۔ خوش۔ غرضکہ دنیا کے بناؤ کے بعد بگاڑ ہے انسان کو اسے پیش نظر رکھنا چاہئے۔

زانکہ اُو بنمود پیدا دامؔ[1] را
کیونکہ اُس نے جال کو ظاہر کر کے دکھا دیا

پیشِ تو بر کند سبلت خام را
تیرے سامنے کچوں کی مونچھ نوچ دی

پس مگو دنیا بتزویرم فریفت
پس تو نہ کہہ کہ دنیا نے مکر سے مجھے لبھایا

ورنہ عقلِ من زدامش می شگیفت
ورنہ میری عقل اُس کے جال سے آرام پاتی!

طوقِ زرّین و حمائل بین ہلہ
خبردار! سونے کے گردن بند اور پرتلوں کو دیکھ

غُلّ و زنجیرے شُدست و سِلسلہ
طوق اور زنجیر اور بیڑی بن گیا

ہمچنیں ہر جُزوِ عالَم می شُمر
اِسی طرح دنیا کے ہر جزو کو گن لے

اوّل و آخر در آرش در نظر
اُس کے اوّل اور آخر کو نظر میں لے آ

ہر کہ آخر بیں تر اُو مسعود تر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے، وہ زیادہ نیک بخت ہے

ہر کہ آخُر بیں تر اُو مطرود تر
جو چرنی کو زیادہ دیکھنے والا ہے، زیادہ مردود ہے

رُوی ہر یک چوں مہِ فاخر بَبیں
فخر بھرے چاند کی طرح ہر ایک کا چہرہ دیکھ لے

چونکہ اوّل دیدہ شُد آخر بَبیں
جبکہ آغاز دیکھ لیا ہے تو انجام (بھی) دیکھ لے

تانباشی[2] ہمچو ابلیس اَعورے
تاکہ تو شیطان کی طرح کانا نہ بنے

نیم بیند نیم نے چوں اَبترے
وہ آدھا دیکھتا ہے آدھا نہیں، ناقص کی طرح

دید طین آدمؑ و دینش ندید
اُس نے آدم کی مٹی کو دیکھا اُن کے دین کو نہ دیکھا

اینجہاں دید آنجہاں بینش ندید
اِس جہان کو دیکھا اُس جہان کا دیکھنے والا نہ بنا

فضلِ[3] مرداں بر زناں اے بوشجاع
اے بڑے بہادر! مردوں کی عورتوں پر فضیلت

نیست بہرِ قوّت و کسب و ضیاع
طاقت اور کمائی اور جائداد کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ شیر و پیل را بر آدمی
ورنہ شیر اور ہاتھی کو آدمی پر

فضل بودے بہرِ قوت اے عمی
فضیلت ہوتی اے میرے چچا! طاقت کی وجہ سے

فضلِ مرداں بر زناں حالی پرست
اے موقع پرست! مردوں کی عورتوں پر فضیلت

زاں بود کہ مرد پایاں بیں تر است
اسلئے ہے کہ مرد انجام بیں زیادہ ہے

مرد کاندر عاقبت بینی خم ست
جو مرد انجام پر نظر رکھنے میں ٹیڑھا ہے

اُو ز اہلِ عاقبت چوں زن کم ست
وہ انجام پر نظر رکھنے والوں سے عورت کی طرح کم ہے

از جہاں دو بانگ می آید بضد
دنیا سے دو مختلف آوازیں آتی ہیں

تا کدامیں را تو باشی مستعد
دیکھنا ہے کہ تو کونسی کے لئے مستعد ہوتا ہے؟

---

[1] دام۔ دنیا کا بگاڑ ظاہر کر دیتا ہے کہ اُسکا بناؤ انسان کیلئے جال ہے۔ ..... خام یعنی ناتجربہ کار بھی۔ مگو۔ انسان کا یہ عذر بیکار ہے کہ دنیا نے فریب دیا۔ طوق۔ وہی چیزیں جو رونق کا باعث ہیں ان کا انجام تباہی ہے۔ ہمچنیں۔ تمام اجزاء عالم کا یہی حال ہے ان کی ابتداء بناؤ سے اور انجام بگاڑ پر ہے۔ ہر کہ۔ دنیا کی چیزوں کے انجام پر جو نظر رکھے گا وہ نیک بخت ہے۔ آخر۔ چرنی جس میں جانور کو گھاس دانہ کھلایا جاتا ہے۔ مطرود۔ مردود۔ روی۔ ابتدا پُر رونق ہوتی ہے۔

[2] تانباشی یعنی ہر چیز کے آغاز و انجام کو دیکھ لے شیطان کی طرح یہ نہ کر کہ کچھ دیکھے کچھ نہ دیکھے شیطان نے حضرت آدمؑ کا ایک جزو دیکھا دوسرے جزو پر نظر نہ کی جسم کو دیکھا روح کو نہ دیکھا۔

[3] فضلِ مرداں۔ مردوں کو عورتوں پر فضیلت مردوں کی عاقبت بینی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ۔ طاقت کی بنیاد پر فضیلت ہو تو پھر انسان سے شیر اور ہاتھی افضل ہونا چاہیئے۔ عمی۔ میرے چچا۔ حالی پرست یعنی موجودہ حال کو دیکھنے والا مآل پر نظر نہ کرنے والا۔ خم۔ ٹیڑھا۔ از جہاں۔ دنیا کے عروج اور زوال سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت شروع کی ہے۔ بضد یعنی دونوں متضاد آوازیں ہیں۔

آں[1] یکے بانگش نشورِ اَتقیا — واں دگر بانگش فریبِ اَشقیا
اُس کی ایک آواز متقیوں کو جگانے والی ہے — اُس کی دوسری آواز بدبختوں کے لئے فریب ہے

بانگِ خار و بانگِ اشگوفہ شنو — بعد ازاں شو بانگِ خارش را گرو
کانٹے کی آواز اور غنچہ کی آواز سُن — اُسکے بعد اُسکے کانٹے کی آواز کا گرویدہ ہوجا

من شگوفہ خارم اے فخرِ کبار — گُل بریزد من بمانم شاخِ خار
اے بڑوں کے فخر! میں غنچہ کا کانٹا ہوں — پھول جھڑجاتا ہے، میں کانٹوں کی شاخ رہجاتی ہوں

بانگِ[2] اشگوفش کہ اینک گلفروش — بانگِ خارِ اُو کہ سوئے ما مکوش
اُس کے غنچہ کی آواز ہے، کہ یہ گلفروش ہے — اُسکے کانٹے کی آواز ہے کہ ہماری جانب (آنیکی) کوشش نکر

ایں پذیرفتی بماندی زاں دگر — کہ مُحبّ از ضدِ محبوب ست کَر
تونے اُس کو قبول کرلیا، دوسری سے رہ گیا — کیونکہ عاشق، معشوق کے مخالف سے بہرہ ہے

آں یکے بانگ اینکہ اینک حاضرم — بانگِ دیگر بنگر اندر آخرم
ایک آواز یہ ہے کہ یہ میرا فی الحال ہے — دوسری آواز ہے، میرے انجام کو دیکھ

حاضری[3] ام ہست چوں مکر و کمیں — نقشِ آخر ز آئینہ اوّل بہ بیں
میری موجودہ حالت مکر اور کمین جیسی ہے — آغاز کے آئینہ میں انجام کا نقش دیکھ لے

چوں یکے زیں دو جوال اندر شدی — آں دگر را ضد و نادر خور شدی
جب تونے ان دونوں میں سے ایک کو پسند کرلیا — دوسری کا مخالف اور ناقابل بن گیا

اے خنک آں کو ز اوّل آں شنید — کِش عقول و مسمعِ مرداں شنید
مبارک ہے وہ کہ جس نے پہلے وہ سُن لی — جس کو مَردوں کی عقلیں اور کان سُن چکے ہیں

خانہ خالی یافت جا را اُو گرفت — غیرِ آنش کژ نماید یا شگفت
اُس نے خالی گھر پایا جگہ پر قبضہ کرلیا — اُس کے علاوہ اُس کو ٹیڑھی نظر آئیگی یا عجیب

کوزۂ نو کو بخود بولے کشید — آں خبث را آب نتواند بُرید
وہ کورا پیالہ جس نے پیشاب جذب کرلیا — اُس نجاست کو پانی ختم نہیں کرسکتا

درجہاں ہر چیز چیزے می کشد — کُفر کافر را و مُرشِد را رَشَد
دنیا میں ہر چیز ایک چیز کو کھینچتی ہے — کفر، کافر کو، ہدایت، ہدایت یافتہ کو

---

[1] آں یکے۔ دنیا کی بیداری کی آواز سے متقی خوابِ غفلت سے بیدار ہوتے ہیں۔ واں دگر۔ دنیا کے جاہ واقبال کی آواز پر بدبخت فریفتہ ہوتے ہیں۔ بانگِ خار۔ دنیا کے زوال اور عروج کی آواز سن اور پھر زوال کی آواز پر عمل کر۔ من شگوفہ۔ زوال کی آواز کہتی ہے کہ دنیا کی رونق ختم ہونے والی ہے۔

[2] بانگِ اشگوفہ۔ دنیا کی رونق اپنی طرف بلاتی ہے دنیا کا زوال کہتا ہے کہ میرے قریب نہ آ۔ ایں۔ اگر انسان دنیا کی ایک آواز قبول کرلیتا ہے تو پھر دوسری آواز سے وہ بے تعلق ہو جاتا ہے۔ حاضرم۔ یعنی دنیا کہتی ہے میں اپنی رونق کے ساتھ موجود ہوں۔ آخرم۔ دوسری آواز کہتی ہے کہ دنیا کے انجام کو دیکھ لے

[3] حاضری۔ میری موجودہ صورت مکر اور فریب ہے آغاز کے آئینہ میں انجام دیکھ لے۔ جوال اندر شدن کسی کام کو اختیار کرلینا۔ نادر خور۔ نالائق، ناقابل۔ اے خنک۔ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جو آغاز میں انجام کو دیکھ لے۔ خانہ خالی۔ اگر انسان نے صرف آغاز کی پکار سُنی تو وہ اُس کے دل میں گھر کرلے گی پھر وہ انجام کی آواز سننا پسند نہ کرے گا۔ کوزۂ نو۔ انسان جب آغاز پر فریفتہ ہوجاتا ہے تو انجام سے آنکھیں بند کرلیتا ہے اُس کی مثال یہ ہے کہ کورا برتن اگر پیشاب جذب کرلے تو پھر پانی اس کو پاک نہیں کرسکتا۔ درجہاں۔ نظامِ عالم جذب اور انجذاب پر قائم ہے ہر چیز کسی دوسری چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے کفر۔ کفر کافر کو اپنی طرف کھینچتا ہے نیکی نیکوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو یہ معنوی کشش ہے۔

کہرُبا ہم ہست و مقناطیس ہست — تا تو آہن یا کہی آئی بشست

کہربا بھی ہے اور مقناطیس بھی — تاکہ تو لوہا ہو یا گھاس جال میں آجائے

بُرد مقناطیس ار تو آہنی — ور کہی بر کہرُبا بر می تنی

اگر تو لوہا ہے تو مقناطیس لے گیا — اگر تو گھاس ہے تو کہربا پر چکر کاٹتا ہے

آں یکے چوں نیست با اخیار یار — لاجرم شد پہلوئے فجار جار

جو شخص نیکوں کا دوست نہیں ہے — لامحالہ بدکاروں کے پہلو کا پڑوسی بنا

آں یکے را صحبتِ خار اختیار — لاجرم شد پہلوئے ہر خار خوار

ایک کو کانٹے کی صحبت پسند ہے — وہ لامحالہ ہر کانٹے کے پہلو میں ذلیل ہوا

ہست موسیٰؑ پیش قبطی بس ذمیم — ہست ہاماں پیش سبطی بس رجیم

(حضرت) موسیٰؑ قبطی کے نزدیک بُرے ہیں — ہامان سبطی کے نزدیک سخت ملعون ہے

جانِ ہاماں جاذبِ قبطی شدہ — جانِ موسیٰؑ جاذبِ سبطی شدہ

ہامان کی جان قبطی کو کھینچنے والی بنی — (حضرت) موسیٰؑ کی جان سبطی کو کھینچنے والی بنی

معدۂ خر کہ کشد در اجتذاب — معدۂ آدم جذوبِ گندم آب

گدھے کا معدہ ہضم کرنے میں گھاس کو کھینچتا ہے — آدم کا معدہ گیہوں، پانی کو کھینچنے والا ہے

گر تو نشناسی کسے را از ظلام — بنگر او را کوش سازید ست امام

اگر اندھیرے کی وجہ سے تو کسی کو نہ پہچانے — اس کو دیکھ لے جس کو اس نے پیشوا بنایا ہے

زاں کہ ہر کرّہ پئے مادر رود — تا بداں جنسیتش پیدا شود

کیونکہ جانور کا ہر بچہ ماں کے پیچھے چلتا ہے — حتیٰ کہ اس سے اس کی جنسیت ظاہر ہوجاتی ہے

آدمی را شیر از سینہ رسد — شیرِ خر از نیم زیرینہ رسد

آدمی کو سینہ سے دودھ ملتا ہے — گدھے کا دودھ نچلے آدھے حصہ سے پہنچتا ہے

بیان آنکہ عارف را غذائیست از نورِ حق کہ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ

اس کا بیان کہ خدا کو پہچاننے والے کی غذا اللہ کا نور ہے کیونکہ (حدیث ہے) میں اپنے

یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ وَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُحْیِیْ بِہٖ

خدا کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے

اَبْدَانَ الصِّدِّیْقِیْنَ اَیْ فِی الْجُوْعِ یَصِلُ طَعَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ

بھوک خدائی غذا ہے اس سے زندگی پاتے ہیں صدیقین کے بدن یعنی اللہ کا کھانا بھوک میں پہنچتا ہے

---

۵۱ کہرُبا۔ ظاہری کشش بھی دیکھو کہ کہربا تنکے کو کھینچتی ہے اور مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ بَرد۔ تم میں جیسی صلاحیت ہوگی اُس طرف تمہاری کشش ہوگی۔ آں یکے۔ اگر نیکوں کی طرف کشش نہیں ہے تو بروں کی طرف کشش ہوگی۔ خار یعنی بُرائی۔

۵۲ ہست موسیٰ۔ قبطی یعنی فرعون کی قوم کے شخص کو حضرت موسیٰ کی طرف کشش نہیں ہے وہ اُس کو بُرے معلوم ہوتے ہیں سبطی یعنی (اسرائیلی) حضرت یعقوب کی نسل کی کشش ہامان یعنی فرعون کے وزیر کی طرف نہیں ہے وہ اُسکو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ معدہ خر۔ گدھے کے معدہ میں گھاس کی کشش ہے۔ گر تو۔ اچھوں کی صحبت اختیار کرنے کیلئے اُن کی کشش کو دیکھ لو کہ کس طرف ہے اگر اُن کی کشش کا تمہیں پتہ نہ چلے تو اُن کے شیخ کی کشش کو دیکھ کر اچھائی بُرائی کا فیصلہ کرلو۔

۵۳ زاں۔ ے
کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز
آدمی۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اُس کی غذا تن کے اشرف حصہ سے حاصل ہوتی ہے گدھے کو اسفل حصہ سے غذا ملتی ہے۔ عارف۔ چونکہ عارف با خدا اشرف المخلوقات میں فردِ اعلیٰ ہے اسکو غذا اللہ کیجانب سے ملتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقین کو اللہ سے

بدن کی پرورش

عدلِ[1] قسّام ست و قسمت کردنیست — ایں عجب کہ جبر نے و ظلم نیست

تقسیم کرنے والے کا انصاف ہے اور اسکی تقسیم — یہ عجیب بات ہے کہ نہ کوئی جبر ہے نہ کوئی ظلم ہے

جبر بودے کے پشیمانی بُدے — ظلم بودے کے نگہبانی بُدے

جبر ہوتا تو شرمندگی کب ہوتی؟ — ظلم ہوتا تو حفاظت کہاں ہوتی؟

روز آخر شد سبق فردا بُود — رازِ ما را روز کے گنجا بُود

شام ہوگئی، سبق کل ہوگا — ہمارے راز کی دن میں گنجائش کہاں ہے؟

حاصل آنکہ در دُخول و دَر ایاب — در نگر واللہُ اعلمُ بالصّواب

خلاصہ یہ ہے کہ جانے اور آنے میں — غور کرلے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خطاب[2] با مغرورانِ دنیا و گرفتارانِ نفس

دنیا سے دھوکہ کھانے والوں اور نفس کے قیدیوں سے خطاب

اے بکردہ اعتمادِ واثقے — بر دم و بر چاپلوسِ فاسقے

اے مضبوط بھروسہ کئے ہوئے — ایک فاسق کے فریب اور چاپلوسی پر

قبّہ بر ساختی از حَباب — آخر آں خیمہ است بس واہی طناب

تونے بلبلے کا قبہ بنایا ہے — یقیناً وہ خیمہ کمزور رسیوں والا ہے

زرق چوں برق ست اندر نورِ آں — راہ نتوانند دیدن رہروان

مکر، برق کی طرح ہے اس کی روشنی میں — راستہ چلنے والے راستہ نہیں دیکھ سکتے ہیں

ایں جہان و اہلِ اُو بیحاصل اند — ہر دو اندر بے وفائی یک دل اند

یہ دنیا اور دنیا دار بے نتیجہ ہیں — بے وفائی میں دونوں ہم رائے ہیں

زادۂ[3] دنیا چو دنیا بے وفاست — گرچہ رُو آرد بتو آں رُو قفاست

دنیا کی پیداوار دنیا کی طرح بے وفا ہے — اگرچہ وہ تیری طرف رُخ کرے وہ چہرہ گُدّی ہے

اہلِ آں عالم چو آں عالم زِبر — تا ابد در عہد و پیماں مستمر

اُس جہان والے، اُس جہان کی طرح نیکی کی وجہ سے — ہمیشہ کے لئے عہد اور پیمان پر قائم ہیں

خود دو پیغمبر بہم کے ضد شدند — معجزات از ہمدگر کے بستدند

دو پیغمبر آپس میں کب مخالف ہوتے ہیں؟ — آپس میں ایک دوسرے کے معجزے کب چھینتے ہیں؟

کے شود پژمردہ میوہ آنجہاں — شادیِ عقبیٰ نگردد اندُہاں

اس عالم کا پھل کب خراب ہوتا ہے؟ — آخرت کی خوشی غم نہیں بنتی ہے

---

[1] عدل۔ شعر:
قسمت کیا ہر چیز کو قسمت بانٹنے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل تھا۔
ایں عجب۔ اس تقسیم میں کسی پر
جبر بھی نہ ہوا اور نہ کسی پر ظلم
ہوا۔ پشیمانی۔ اپنی سرحیت
کے اعتبار سے جب انسان
بُرا کام کرتا ہے تو اسکو شرمندگی
ہوتی ہے، اگر جبر ہو تو پھر
کس بات پر شرمندگی نہونی چاہیئے
نگہبانی۔ ظالم، مظلوم کا نگہبان
نہیں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر
بندے کا نگہبان ہے رزق
دیتا ہے صحت دیتا ہے۔ روز:
اب اس مضمون کو ختم کر دینا
چاہیئے بہت وقت گذر گیا
اور مضمون ناتمام رہا۔ حاصل
خلاصہ یہ ہے کہ جب دربارِ
خداوندی میں آنا جانا ہو تو اپنی
حالت کو مدِنظر رکھو۔

[2] خطاب۔ جن لوگوں کو
من جانب اللہ فیض حاصل ہوتی
ہے اُن کے بالمقابل گروہ کا
تذکرہ شروع کیا ہے۔ اعتمادِ
واثقے۔ مضبوط بھروسہ۔ فاسقے۔
یعنی بناوٹی شیخ۔ حَبَب۔ پانی
کا بُلبلہ۔ طناب۔ خیمہ کا رستہ۔
زرق۔ مکاری۔ یعنی مکار شیخ کی
مکاری بجلی کی کوند ہے جس کے ذریعہ
راستہ طے نہیں کیا جاسکتا۔
بے حاصل۔ بے نتیجہ، بیکار۔

[3] زادۂ دنیا۔ یعنی دنیادار۔
رُو۔ اسکا رخ بھی گُدّی کی طرح
ہے۔ زِبر۔ نیکی۔ مستمر۔ دائم۔ دو
پیغمبر۔ اہل اللہ میں کبھی باہمی
مخالفت نہیں ہوتی ہے وہ ایک
دوسرے کا مال یعنی معجزے نہیں
چھینتے ہیں۔ کے شود۔ عالم آخرت
کی خوشی کبھی غم سے تبدیل نہیں ہوتی ہے

نفسؔ[1] بے عہد ست زاں رو کُشتنی ست — اُو دَنی و قبلہ گاہِ اُو دَنی ست
نفس بے وفا ہے، اِس لئے گردن زدنی ہے — وہ کمینہ ہے اور اس کا قبلہ گاہ بھی کمینہ ہے

نفسہا را لائق ست ایں انجمن — مُردہ را در خور بُود گور و کفن
نفسوں کے لئے یہ انجمن مناسب ہے — گور و کفن مُردے کے لئے مناسب ہوتا ہے

نفس اگرچہ زیرک ست و خُردہ داں — قبلہ اَش دنیاست اُو را مُردہ داں
نفس اگرچہ ذہین اور نکتہ داں ہے — اُس کا قبلہ دنیا ہے اُس کو مُردہ سمجھ

آبِ وحیِ حق بدیں مُردہ رسید — شُد ز خاکِ مُردہ زندہ پدید
اللہ کے اِلہام کا پانی اُس مُردے کو پہنچا — مُردہ خاک سے زندہ پیدا ہو گیا

تا[2] نیاید وحی زُو غرّہ مباش — تو بداں گلگونۂ طالَ بقاش
جب تک اللہ (تعالیٰ) کا الہام نہ آئے اُس کے دھوکہ کو نہ کھا — اُس کی عمر دراز ہو، کے غازے سے

بانگ و صیتے جو کہ آں خامل نشُد — تابِ خورشیدے کہ آں آفل نشُد
وہ آواز اور شہرہ چاہ جو کبھی گمنام نہ ہو — اُس سورج کی چمک چاہ، جو کبھی غروب نہیں ہوتا ہے

آں ہنر ہائے دقیق و قال و قیل — قومِ فرعون اند اَجل چوں آبِ نیل
نازک ہنر اور قیل و قال — فرعون کی قوم ہیں، موت دریائے نیل کی طرح ہے

رونق و طاق و طرنب و سحر شاں — گرچہ خلقاں را کشد گردن کشاں
اُن کی رونق اور شان و شوکت اور جادو — اگرچہ لوگوں کو زبردستی کھینچتے ہیں

سحر ہائے ساحراں داں جملہ را — مرگ چوبے داں کہ آں شد اژدہا
سب کو جادوگروں کے جادو سمجھ — موت کو وہ عصا سمجھ جو اژدہا بنا

جادُوئیہا[3] را ہمہ یک لقمہ کرد — یک جہاں پُر شب بُد آں را صبح خورد
ڈنسے اُن، سب جادوؤں کو ایک لقمہ بنا لیا — ایک دنیا رات سے بھری تھی جسکو صبح نے نگل لیا

نور ازاں خوردن نشُد افزوں و بیش — بل ہماں سان ست کو بودہ ست پیش
اُس کھانے سے نور افزوں اور زیادہ نہ ہوا — بلکہ اُسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا

در اثر افزوں شدہ در ذات نے — ذات را افزونی و آفات نے
اثر میں اضافہ ہوا، ذات میں نہیں — ذات کے لئے بڑھاؤ اور گھٹاؤ نہیں ہے

خدا کے اِس نورِ مطلق میں اُس تاریکی کو نگل جانے سے کوئی اضافہ نہ ہوا وہ پہلے ہی کامل و مکمل تھا، تمام دنیا کا ایمان لانا خدا کی خدائی میں اضافہ نہیں کر سکتا۔

[1] نفس۔ دنیا دار نفس کے تابع ہیں اور وہ بے وفا ہے لہٰذا دنیا دار بھی بے وفا ہیں۔ قبلہ گاہ۔ نفس کا قبلہ گاہ فسق و فجور ہے۔ دَنی۔ کمینہ۔ گور و کفن۔ دنیا کا وہ حلقہ جس میں ذکر و فکر نہ ہو قبر ہے۔ نفس۔ دنیا دار خواہ کتنا ہی ذہین ہو جب وہ آخرت سے غافل ہے مُردہ ہے۔ آبِ وحی۔ دنیادار کو جب کبھی ہدایت میسر آتی ہو تو یہ سمجھو کہ مُردہ زندہ ہو گیا ہے۔

[2] تا نیاید۔ نفس انسان کو دھوکہ میں مبتلا کرتا ہے اور یقین دلاتا رہتا ہے کہ عمر دراز ہے آئندہ نیکی کرنے کا موقع ہے فی الحال دنیا کے مزے اڑاؤ۔ گلگونہ۔ غازہ۔ بانگ۔ وہ آواز تلاش کر جو کبھی گمنام نہ ہو اور وہ نور حاصل کر جس کے لئے غروب ہونا نہیں ہے اور وہ اہلِ حق کے پاس ہے۔ آں ہنر ہائے۔ دنیا کے تمام ہنر اور بحث و مباحثہ بمنزلہ فرعونی قوم کے ہیں اور اُن کیلئے موت بمنزلہ دریائے نیل کے ہے۔ رونق۔ اس دنیا کی رونق اور شان و شوکت اگرچہ انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن موت اُن کے لئے حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی سمجھو جس نے جادوگروں کی جادوگری کو نگل لیا تھا۔

[3] جادوئیہا۔ اسی طرح موت اُن تمام ہنر مندیوں کو نگل جائیگی۔ یک جہاں۔ حضرت موسیٰؑ کے اُس معجزے سے دنیا کی تاریکی چھٹ گئی تھی اور نورِ خداوندی اُس تاریکی کو نگل گیا تھا۔ قدر۔

حق ز ایجادِ جہاں افزوں نشد
دنیا کے پیدا کرنے سے اللہ (تعالیٰ) میں اضافہ نہیں ہوا

انچہ اول آں نبود اکنوں نشد
جو کچھ پہلے نہ تھا اب (بھی) نہ ہوا

لیک[۱] افزوں شد اثر ز ایجادِ خلق
دنیا کو پیدا کرنے سے نشان میں اضافہ ہوا

درمیانِ ایں دو افزونیست فرق
ان دونوں اضافوں میں فرق ہے

شد فزونیِ اثر اظہارِ او
نشان کی زیادتی اُس (ذات) کا اظہار ہوئی

تا پدید آید صفات و کارِ او
تاکہ اُس کی صفت اور صنعت کا ظہور ہو

ہست افزونیِ ہر ذاتے دلیل
ہر ذات میں زیادتی دلیل ہے

کو بود حادث بعلتہا علیل
کہ وہ حادث ہے (اور) علتوں کی وجہ سے ناقص ہے

نکتہ شد باریک اینجا اے رفیق
اے دوست! اس مقام پر نکتہ باریک ہو گیا

لیک بشنو تو مقالاتِ دقیق
لیکن تو باریک باتیں سنتا رہ

تفسیرِ آیۂ[۲] فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی

پس موسیٰؑ اپنے دل میں ڈرے، ہم نے کہا تو نہ ڈر یقیناً تو اعلیٰ ہے" آیت کی تفسیر

گفت موسیٰ سحر ہم حیراں کنیست
(حضرت) موسیٰؑ نے کہا جادو بھی حیران کن ہے

چہ کنم کایں خلق را تمییز نیست
میں کیا کروں اُن میں تمیز نہیں ہے؟

گفت حق تمییز را پیدا کنم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں تمیز پیدا کردونگا

عقلِ بے تمییز را بینا کنم
بے تمیز عقل کو بصارت دے دوں گا

چونکہ معجزہات را ظاہر کنم
جب تمہارے معجزوں کو ظاہر کرونگا

عقل را در دیدنش فاخر کنم
عقل کو اُن کے دیکھنے میں قابلِ فخر بنادونگا

دیدہ[۳] بخشم عقلِ بے تمییز را
بے تمیز عقل کو بینائی بخش دونگا

کور سازم جاہلِ ناچیز را
ناچیز، جاہل کو اندھا بنادونگا

گرچہ چوں دریا برآوردند کف
اگرچہ وہ دریا کی طرح جھاگ نکال رہے ہیں

موسیا تو غالب آئی لاتخف
اے موسیٰ! تم غالب آؤ گے خوف نہ کرو

بود اندر عہدِ خود سحر افتخار
جادو اپنے زمانہ میں باعثِ فخر تھا

چوں عصا شد مار آنہا گشت عار
جب لاٹھی سانپ بنی وہ ذلت بن گیا

---

[۱] لیک۔ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے اِسلئے پیدا فرمایا ہے تاکہ اس کے پہچاننے کی نشانیوں میں اضافہ ہو جائے۔ کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ "میں ایک چھپا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تب میں نے مخلوق پیدا کی" ہے ج۔ ذات اور نشانیوں کے اضافہ میں فرق ہے۔ ہست۔ کسی ذات میں اضافہ اس کی دلیل ہے کہ پہلے وہ ناقص تھی ذاتِ قدیم حدوث اور نقصان سے بالا ہے۔ نکتہ۔ اگرچہ مضمون دقیق ہے لیکن تو سنتا رہ اللہ سمجھنے کی توفیق دیدیگا۔

[۲] تفسیر۔ اس سے یہ سمجھایا ہے کہ معارف اور حقائق کے نکتے اللہ کی توفیق سے ہی سمجھ میں آتے ہیں۔ گفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کے ڈرنے کی وجہ جادوگروں یا سانپوں کا خوف نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ لوگ معجزے اور جادو میں فرق نہ کرسکیں گے۔ گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مشکل حل فرمادی اسی طرح اللہ تعالیٰ معارف سمجھنے کی مشکلات کو حل فرمادیتا ہے۔ معجزہات۔ عصا اور یدِ بیضا کے معجزے اور جادو میں فرق سمجھا دونگا۔

[۳] دیدہ بخشم۔ مومنین کے ایمان میں اضافہ کردونگا مخالفین ایمان سے محروم رہینگے۔ گرچہ۔ ان ساحروں کا جوش و خروش سب کا نور ہو جائیگا اور غلبہ تمہارا ہوگا۔ بود۔ مولانا فرماتے ہیں اس دور میں جادوگری بہت زیادہ

اہمیت رکھتی تھی لیکن عصا کے معجزے کے سبب جادو اور جادوگر ذلیل ہو گئے۔

ہر کسے[۱] را دعویٔ حُسن و نمک — سنگِ مرگ آمد نمکہا را محک

ہر شخص کو حسن اور ملاحت کا دعویٰ ہے — موت کا پتھر ملاحتوں کی کسوٹی ہے

سِحر رفت و مُعجزِ موسیٰ گذشت — ہر دو را از بامِ بُود افتاد طشت

جادو چلا گیا اور حضرت موسیٰؑ کا معجزہ بھی گذر گیا — دونوں وجود میں مشہور ہو گئے

بانگِ طشتِ سحر جز لعنت نماند — بانگِ طشتِ دیں بجز رفعت نماند

جادو کے طشت کی آواز لعنت کے سوا نہ رہی — دین کے طشت کی آواز بلندی کے سوا نہ رہی

چوں محک پنہاں شد از مردودِ زن — در صف آ اے قلب اکنوں لاف زن

جب مردود سے کسوٹی چھپ گئی ہے — اے کھوٹے! میدان میں آ جا، اب شیخی بگھار

وقتِ لافستت محک چوں غائب است — می برندت از عزیزی دست دست

تیرے لئے شیخی بگھارنے کا وقت ہے جبکہ کسوٹی غائب ہے — تجھے لوگ عزت سے ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں

ہر دمت[۲] عزّے و نازے در فزود — چوں محک آمد چرا گشتی کبود

ہر وقت تیری عزت اور ناز میں اضافہ ہوا — جب کسوٹی آگئی تو کالا کیوں ہوگیا؟

قلب می گوید ز نخوت ہر دمم — اے زرِ خالص من از تو کے کمم

کھوٹا تکبر سے ہر وقت مجھ سے کہتا ہے — اے خالص سونے! میں تجھ سے گھٹیا کب ہوں؟

زر ہمی گوید بلے اے خواجہ تاش — لیک می آید محک آمادہ باش

سونا کہتا ہے ہاں، اے دوست! — لیکن کسوٹی آرہی ہے تیار ہو جا

مرگِ[۳] تن ہدیہ است بر اصحابِ راز — زرِّ خالص را چہ نقصان ست گاز

جسم کی موت راز دانوں کا تحفہ ہے — خالص سونے کو گانتی سے کیا نقصان؟

قلب اگر در خویش آخر بیں بُدے — آں سیہ کاخر شد اُو اوّل شُدے

کھوٹا، اگر اپنا انجام بیں ہوتا — جو سیاہ (رسوائی) آخر میں ہوئی شروع میں ہو جاتی

چوں شُدے اوّل سیہ اندر لقا — دُور بُودے از نفاق و از شقا

اگر شروع میں سیاہ رُو ہو جاتا، ملاقات کے وقت — نفاق اور بدبختی سے دُور ہو جاتا

کیمیائے فضل را طالب بُدے — عقلِ اُو بر زرقِ اُو غالب بُدے

بزرگی کی کیمیا کا طالب ہوتا — اس کی عقل اس کے مکر پر غالب ہوتی

---

[۱] ہر کسے۔ ہر زمانہ میں ایک ہنر باعثِ فخر رہا ہے لیکن معجزے کے سامنے وہ ماند پڑ گیا ہے۔ حضرت مسیحؑ کے دَور میں طب جو اُن کے دم کرنے کے معجزے سے ماند پڑی، حضورؐ کے دَور میں فصاحت و بلاغت جو قرآن سے ماند پڑ گئی۔ بُود۔ وجود۔ طشت۔ طشت از بام افتادن مشہور ہو جانا۔ بانگ۔ جادو گری کی شہرت بصورت لعنت اور معجزے کی شہرت بصورت رفعت و بلندی باقی ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ قلب۔ کھوٹا۔

[۲] ہر دمت۔ کھوٹے کی رونق اسی وقت تک رہتی ہے جب تک کسوٹی نہ ہو، کسوٹی کے بعد وہ بے رونق ہو جاتا ہے۔ یہی حال معجزوں کے مقابلہ میں اُن ہنرمندوں کا ہوا۔ قلب۔ جب کسوٹی نہ ہو تو کھوٹا کھرے کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام باہم خواجہ تاش کہلاتے ہیں۔

[۳] مرگِ تن۔ انبیاء اور اولیاء کی موت اُن کے لئے اللہ کے قرب کا سبب ہے۔ گاز۔ گانتی، سُنار کی سونا کترنے کی قینچی۔ قلب۔ بدکار جو آخرت میں ندامت اُٹھائے گا اگر وہ عاقبت بیں ہوتا تو زندگی میں گناہوں پر ندامت کا اظہار کر دیتا۔ چوں شُدے۔ اگر گناہگار اپنے گناہوں پر زندگی میں نادم ہو جاتا تو آخرت میں نفاق اور بدبختی سے نجات پا جاتا۔ فضل۔ یعنی توبہ کرکے اللہ کی رحمت کا امیدوار بن جاتا

چوں شکستہ دل شدے از حالِ خویش — جابرِ اشکستگاں دیدے بہ پیش
جب ... اپنی حالت پر رنجیدہ ہوتا — (دل) ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے والا سامنے دیکھ لیتا

عاقبت را دید او اشکستہ شُد — از شکستہ بند در دم بستہ شُد
اُس نے انجام کو دیکھا اور شکستہ (دل) ہوا — ٹوٹے کو جوڑنے والے کی طرف فوراً جڑ گیا

فضلِ مسہا را سوئے اکسیر راند — آں زر اندود از کرم محروم ماند
(اللہ کے) فضل نے تانبے کو کیمیا کی جانب روانہ کر دیا — وہ ملمع شدہ، کرم سے محروم ہو گیا

اے[2] زر اندودہ مکن دعویٰ ببیں — کہ نماند مشتریت اعمیٰ چنیں
اے ملمع شدہ! دعویٰ نہ کر، دیکھ — کہ تیرا خریدار ہمیشہ ایسا اندھا نہ رہے گا

نورِ محشر چشمِ شاں بینا کند — چشم بندیِ ترا رسوا کند
قیامت کا نور اُن کی آنکھوں کو بینا کر دیگا — تیری نظر بندی کو رسوا کر دے گا

بنگر آنہارا کہ آخر دیدہ اند — حسرتِ جانہا و رشکِ دیدہ اند
اُن کو دیکھ لے جنھوں نے آخرت کو مدِّ نظر رکھا ہے — وہ جانوں کیلئے (باعثِ) حسرت اور آنکھوں کیلئے (باعثِ) رشک ہیں

منگر آنہارا کہ حالی دیدہ اند — سرِّ فاسد ز اصلِ سرّ ببریدہ اند
اُنکو نہ دیکھ کہ جنھوں نے موجود کو دیکھا ہے — فاسد راز، اصل راز سے کتر لیا ہے

پیشِ[3] حالی بیں کہ در جہل ست و شک — صبحِ صادق صبحِ کاذب ہر دو یک
موجود کو دیکھنے والے کیلئے جو نادانی اور شک میں ہے — صبح صادق اور صبح کاذب دونوں ایک ہیں

صبحِ کاذب صد ہزاراں کارواں — داد بر بادِ ہلاکت اے جواں
صبح کاذب نے لاکھوں قافلوں کو — اے جوان! ہلاکت سے برباد کیا ہے

صبحِ صادق را طلب کن اے عزیز — تا ز صدقِ او شوی صاحب تمیز
اے پیارے! صبح صادق کو طلب کر — تاکہ تو اُس کی سچائی کے ذریعہ تمیزدار بنجائے

نیست نقدے کش غلط انداز نیست — وائے آں جاں کش محک و گاز نیست
کوئی کھرا ایسا نہیں ہے جس کیلئے غلطی میں مبتلا کرنیوالا (کھوٹا) نہ ہو — اُس جان پر مصیبت ہے جسکے پاس کسوٹی اور مگانتی نہیں ہے

باز رَو سوئے غلام و کتبتش — کو سوئے شہ می نویسد نامہ خوش
غلام اور اُسکے (رقعہ) لکھنے کی طرف واپس چل — کہ وہ عجیب رقعہ شاہ کو لکھتا ہے

زجر کردنِ مدعی را از دعویٰ و امر کردنِ او را بمتابعتِ انبیاء و اولیاء

جھوٹے مدعی کو دعوے سے باز رکھنا اور انبیاء اور اولیاء کی پیروی کا حکم دینا

[1] چوں شکستہ۔ جب انسان اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے تو رحمتِ خداوندی اُس کی دل شکستگی کو رفع کر دیتی ہے۔ عاقبت۔ جس نے آخرت کو پیشِ نظر کر لیا رحمتِ خداوندی اُس کی دستگیری کرتی ہے۔ مسہا۔ وہ لوگ جو گنہگار ہیں۔ اکسیر یعنی مغفرت۔ زر اندود۔ منافق، بناوٹی شیخ۔

[2] اے زر اندودہ۔ بناوٹی شیخ کو خطاب ہے کہ تیرے مرید ہمیشہ ایسے ہی اندھے نہ رہیں گے کہ تیری حقیقت کو نہ سمجھ سکیں۔ چشم بندی۔ نظر بندی۔ بنگر۔ تو اُن لوگوں کے رتبے جنھوں نے آخرت کا دھیان رکھا عوام کی جان اور آنکھ کے لئے باعثِ رشک ہیں۔ منگر۔ ان بناوٹی پیروں کی طرف نہ دیکھو اُنھوں نے اصلی معارف میں سے کچھ چیزیں کتر لی ہیں جن سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔

[3] پیشِ حالی بیں۔ دنیادار کو جھوٹے شیخ اور سچے شیخ میں فرق نظر نہیں آتا ہے۔ صبحِ کاذب۔ قافلہ اگر صبح کاذب کو صبحِ صادق سمجھ کر چل پڑتا ہے تو لُٹ جاتا ہے اسی طرح جھوٹے شیخ کی پیروی سے انسان تباہ ہوتا ہے۔ صبحِ صادق سچے شیخ کے اتباع سے صحیح نظر حاصل ہوتی ہے۔ نیست۔ دنیا میں ہر کھری چیز کی صورت میں ایک کھوٹی چیز ہوتی ہے جسمیں امتیاز کی صلاحیت نہ ہو اُسکی تباہی ہے۔ زجر کردن۔ جھوٹے شیخ کیلئے تنبیہ کردہ انبیاء اور اولیاء کی پیروی کرتی۔

بُو مُسیلم گفت من خود احمدم
مُسیلمہ (کذّاب) بولا میں خود پیغمبر ہوں

دینِ احمدؐ را بفن برہم زدم
میں نے احمدؐ کے دین کو تدبیر کے ذریعہ تباہ کر دیا

بُو مُسیلم را بگو کم کُن بطَر
مُسیلمہ (کذّاب) سے کہدے کہ اکڑو نہیں!

غرّۂ اوّل مشو آخر نگر
ابتدا سے دھوکہ نہ کھا انجام کو دیکھ

ایں قلاوزی مکُن از حرصِ جمع
(دولت) جمع کرنے کے لالچ سے رہنمائی اختیار نہ کر

پس رَوی کُن تا رَوی درپیشِ شمع
اتباع کر تا کہ تو شمع کے آگے چلے

شمعِ[2] مقصد را نماید ہمچو ماہ
شمع مقصد کو چاند کی طرح روشن کر دیتی ہے

کایں طرف دانہ است یا خود دامگاہ
کہ اس جانب دانہ ہے یا جال کی جگہ

گر بخواہی یا نخواہی با چراغ
خواہ تو چاہے یا نہ چاہے چراغ کے ہوتے ہوئے

دیدہ گردد نقشِ باز و نقشِ زاغ
باز کی صورت اور کوّے کی صورت نظر آجاتی ہے

گرچہ ایں زاغاں دَغَل اَفروختند
اگرچہ اِن کوّوں نے مکر (کا چراغ) روشن کیا ہو

بانگِ بازانِ سفید آموختند
سفید بازوں کی بولی سیکھ لی ہے

بانگِ ہُدہُد گر بیاموزد قطا
کرنج اگر ہُدہُد کی بولی سیکھ لے

رازِ ہُدہُد کُو و پیغامِ سَبا
ہُدہُد کا راز اور سبا کا پیغام کہاں ہے!

بانگِ[3] پر رَستہ زِ پر بستہ بداں
کھلے ہوئے پروں کی آواز کو بندھے ہوئے پروں کی آواز سے پہچان

تاجِ شاہاں را ز تاجِ ہُدہُداں
شاہوں کے تاج کو ہُدہُد کے تاج سے (امتیاز کر لے)

حرفِ درویشاں و نکتہ عارفاں
فقیروں کے لفظ اور عارفوں کے نکتے

بستہ اند ایں بے حیایاں بر زباں
اِن بے حیاؤں نے زبان پر باندھ لئے ہیں

ہر ہلاکِ اُمّتِ پیشیں کہ بُود
پہلی امتوں کی جو تباہی ہوئی

زانکہ جندل را گماں بُردند عُود
اسلئے ہوئی کہ جندل (پتھر) کو انھوں نے اگر سمجھا

بُود شاں تمییز کاں مظہر کُند
اُن میں (قوتِ) تمییز تھی جو ظاہر کر دیتی ہے

لیک حرص و آز کور و کر کُند
لیکن حرص اور لالچ اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

کوریِ کوراں ز رحمت دور نیست
اندھوں کا اندھا پن رحمت (خداوندی) سے دور نہیں ہے

کوریِ حرص ست کاں معذور نیست
لالچ کا اندھا پن ہے جو باعثِ عذر نہیں ہے

---

[1] بُو مُسیلم یعنی مسیلمہ کذّاب جس نے یمامہ میں نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کچھ لوگ اُس کے پیرو بن گئے جو حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں حضرت وحشیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اوّل یعنی ابتدائی زمانہ میں چند آدمیوں کا گرویدہ ہو جانا۔ آخر۔ ذلّت کے ساتھ مارا گیا۔ ایں قلاوزی۔ نبوّت اور رہنمائی کا دعویٰ چھوڑ کر کسی بھلے کی پیروی کر اور اُس شمع کو پیش رو بنا لے۔ حرصِ جمع یعنی دنیا کا مال جمع کرنے کا لالچ۔

[2] شمع۔ وہ سچا آدمی رہنمائی کرے گا اور تجھے بتائیگا کہ اِس طرف تباہی ہے اور اُس طرف نجات ہے۔ گر بخواہی بھلوں کی صحبت لامحالہ مفید ہے اور بھلے بُرے میں امتیاز پیدا کر دیتی ہے۔ گرچہ ان جھوٹے شیوخ نے سچے شیوخ کی باتیں رَٹ لی ہیں لیکن حقیقت سے محروم ہیں اگر کرنج ہُدہُد کی بولی سیکھ بھی لے تو اسکے پاس وہ رازِ سلیمانی کہاں ہے اور وہ پیغام کہاں ہے جو ہُدہُد نے بلقیس کو سبا میں جا کر دیا تھا۔ قطا ایک خوش آواز پرندہ جو قطا قطا بولا کرتا ہے اور آواز بدلتا نہیں۔ یہ جانور کنکر کھاتا ہے اسلئے اسکو سنگ خوارہ کہتے ہیں۔

[3] بانگ۔ حقیقی پروں سے اڑنے والے اور فرضی پر لگانیوالے میں امتیاز کرنا چاہیئے شاہی تاج اور ہُدہُد کے تاج میں فرق ضروری ہے بے حیایاں۔ ان جھوٹے شیوخ نے بزرگوں کی کچھ باتیں سیکھ لی ہیں جنکے ذریعہ عوام کو پھنسلاتے ہیں۔ ہر ہلاکت پہلی امتوں پر ہلاکت اسی وجہ سے آئی کہ انھوں نے صحیح رہنما اور غلط رہنما میں امتیاز نہ کیا۔ بُود۔ اللہ نے اُن کو امتیاز کرنے کی قوت دی تھی لیکن اُنکی حرص اور طمع نے اُنکو اندھا اور بہرا بنا دیا تھا۔ کوری۔ اگر حقیقی اندھا ہو تو اللہ کی رحمت اسکی دستگیری کرتی ہے اور اگر لالچ کا اندھا ہو تو اسکی

[۱] چار میخِ شہ ز رحمت دور نے
بادشاہ کی سزا شفقت سے دُور نہیں ہے
چار میخِ حاسدی مغفور نے
حسد کی سزا معافی کے قابل نہیں ہے

ماہیا آخر نِکو بنگر بہ شست
اے مچھلی! کانٹے کو اچھی طرح دیکھ لے
بد گلوئی چشمِ آخر بینت بست
خلق کی بُرائی نے تیری انجام کو دیکھنے والی آنکھ بند کر دی ہے

با دو دیدہ اوّل و آخر بہ بیں
دونوں آنکھوں سے اوّل اور آخر کو دیکھ لے
ہیں مباش اعور چو ابلیسِ لعیں
خبردار! ملعون شیطان کی طرح کانا نہ بن

اعور آں باشد کہ حالی دید و بس
کانا وہ ہے جو صرف موجود کو دیکھے
چوں بہائم بیخبر از پیش و پس
جانوروں کی طرح آگے اور پیچھے سے بے خبر ہو

[۲] چوں دو چشمِ گاو در جرمِ تلف
بیل کی دونوں آنکھیں پھوڑ دینے کی سزا میں
ہمچو یک چشم ست کش نبود شرف
(انسان کی) ایک آنکھ کی طرح ہیں کیونکہ انہیں شرافت نہیں ہے

نصف قیمت ارزد آں دو چشمِ او
اُس کی وہ دونوں آنکھیں آدھی قیمت کے لائق ہیں
کہ دو چشمش راست مسند چشمِ تو
کیونکہ اسکی دونوں آنکھوں کا سہارا تیری آنکھ ہے

[۳] ور کنی یک چشمِ آدم زادہ
اگر تو انسان کی ایک آنکھ نکال دے
نصف قیمت لازم ست از جادہ
مذہب کی رُو سے آدھی قیمت لازم ہے

زانکہ چشمِ آدمی تنہا بخود
کیونکہ انسان کی آنکھ اکیلی خود
بے دو چشمِ یار کارے می کند
یار کی دو آنکھوں کے بغیر کام کرتی ہے

چشمِ خر چوں اولش بے آخر ست
گدھے کی آنکھ کا آغاز چونکہ بغیر انجام (کے دیکھنے کے) ہے
گر دو چشمش ہست حکمش اعور ست
اگرچہ اسکی دونوں آنکھیں ہیں (لیکن) کانے کے حکم میں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں خفیف
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ بے عقل
می نویسد رقعہ در طمعِ رغیف
روٹی کے لالچ میں رقعہ لکھ رہا ہے

بقیہ قصہ آں نوشتنِ غلام رقعہ را بطلب اجرے
روزی کی طلب میں غلام کے رقعہ لکھنے کے قصہ کا بقیہ

رفت پیش از نامہ پیشِ مطبخی
وہ رقعہ لکھنے سے پہلے داروغہ مطبخ کے پاس گیا
کائے بخیل از مطبخِ شاہِ سخی
کہ اے سخی بادشاہ کے مطبخ سے بخل کرنے والے!

---

[۱] چار میخ۔ جس کو سزا دی جاتی تھی اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے جکڑ دیئے جاتے تھے۔ حاسدی۔ انسان خود اپنے حسد کی وجہ سے مستقل تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کی معافی نہیں ہوتی ہے۔ بدگلوئی۔ یعنی خلق کی بُری عادتیں۔ بادو دیدہ۔ اللہ نے دو آنکھیں اِس لئے دی ہیں کہ انسان آغاز اور انجام دونوں کو دیکھے جو صرف دنیا پر نظر رکھے وہ گویا ایک آنکھ والا ہے۔ چوں بہائم۔ جانور اپنے انجام سے بے خبر ہے تو گویا وہ ایک آنکھ والا ہے۔

[۲] چوں دو چشم۔ ان اشعار میں یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان کی آنکھ کو حیوانات کی آنکھ پر فضیلت ہے اور اُس کی وجہ انسان کی انجام بینی ہے۔ آنکھوں کو ہلاک کرنے کی صورت میں حیوان کی دونوں آنکھوں کا تاوان وہ ہے جو انسان کی ایک آنکھ کا تاوان ہے یعنی نصف قیمت۔ اگر جانور کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اُس جانور کی نصف قیمت کا تاوان دینا ہوگا کیونکہ حیوان کی دو آنکھیں اپنا کام کرنے میں انسان کی آنکھ کی محتاج ہیں لہٰذا آنکھ کو پورا نفع اسکو چار آنکھوں سے پہنچتا ہے یعنی خود اسکی دو آنکھوں اور انسان کی دو آنکھوں سے تو اسکی دو آنکھیں پھوڑنے میں گویا آنکھوں کی منفعت کا نصف حصہ ضائع کیا ہے۔

[۳] ور کنی۔ انسان جو آنکھ سے پورا نفع حاصل کرتا ہے اور اُس کی ایک آنکھ پھوڑنا گویا آنکھ کا نصف نفع ضائع کرنا ہے لہٰذا اسکو نصف دیت دینی ہوگی۔ جادہ یعنی راہِ شریعت۔ چشمِ خر۔ گدھا چونکہ انجام بیں نہیں ہے لہٰذا اسکی دونوں آنکھیں بمنزلہ ایک آنکھ کے ہیں اور وہ گویا کانا ہے۔ خفیف۔ یعنی خفیف العقل۔ رغیف۔ روٹی۔ مطبخی۔ داروغہ مطبخ۔

دور از و وز ہمّتِ او کایں[۱] قدر
اُسکی اور اُسکی شان سے دور ہے کہ اس قدر
از جری ام آیدش اندر نظر
میری روزی پر اُس کو دھیان ہو

گفت بہرِ مصلحت فرمودہ است
اُس نے کہا مصلحت کی بنا پر حکم فرمایا ہو
نے برائے بخل و نے تنگیِ دست
نہ کہ بخل اور تنگدستی کی وجہ سے

گفت دہلیزیست واللہ ایں سخن
اُس نے کہا خدا کی قسم یہ بات باہری ہے
پیشِ شہ خاک ست ہم زرِ کہن
بادشاہ کے سامنے تو پرانا سونا بھی مٹی ہے

مطبخی دہ گونہ حجت بر فراشت
مطبخ کے داروغہ نے دس دلیلیں اُٹھائیں
او ہمہ رد کرد از حرصے کہ داشت
اُسنے اُس حرص کی وجہ سے جو اُس میں تھی سب کو رد کردیا

چون جری کم آمدش در وقتِ چاشت
ناشتہ کے وقت جب اُس کو کم خوراک ملی
زد بسے تشنیع و او سودے نداشت
اُس نے بہت لعن طعن کی، کوئی فائدہ نہ ہوا

گفت قاصد[۲] می کنید اینہا شما
اُس نے کہا یہ سب کچھ تم قصداً کرتے ہو
گفت نے کہ بندہ فرمانیم ما
اُس نے کہا نہیں ہم حکم کے غلام ہیں

ایں مگیر از فرع ایں از اصل گیر
یہ شاخ کی جانب سے نہ سمجھ جڑ کی جانب سے سمجھ
بر کماں کم زن کہ از بازوست تیر
کمان پر طعنہ زنی نہ کر، تیر بازو سے چلا ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ ابتلاست
جبکہ تو نے پھینکا تو نے نہیں پھینکا آزمائش ہے
بر نبی کم نہ گنہ کاں از خداست
نبی پر الزام نہ دھر وہ خدا کی جانب سے ہے

آب از سر تیرہ است اے خیرہ چشم
اے اندھے! پانی اصل سے گدلا ہے
پیشتر بنگر یکے بگشای چشم
آگے کو دیکھ، ذرا آنکھ کھول

شُد[۳] ز خشم و غم درونِ بقعہ
غم و غصہ سے وہ گھر میں گیا
سوئے شہ بنوشت خشمیں رقعہ
غصہ سے بھرا خط بادشاہ کو لکھا

اندراں رقعہ ثنای شاہ گفت
اُس نے اُس رقعہ میں بادشاہ کی تعریف کی
گوہرِ جود و سخائے شاہ سُفت
بادشاہ کی بخشش اور سخاوت کے موتی پروئے

کائے ز بحر و ابر افزوں کفِ تو
اے وہ کہ تیری ہتھیلی سمندر اور ابر سے بڑھی ہوئی ہے
در قضائے حاجتِ حاجات جو
ضرورت پورا کرنے میں ضرورتوں کی جستجو کرنیوالا ہے

زانکہ ابر انچہ دہد گریاں دہد
اِس لئے کہ ابر جو کچھ دیتا ہے روتے ہوئے دیتا ہو
کفِ تو خنداں پیاپے خواں نہد
تیری ہتھیلی مسکراتی ہوئی پے در پے خوان دیتی ہے

---

۱ کایں قدر۔ یہ کہ میری معمولی روزی کی طرف اُسکو دھیان ہو اور وہ اِس کے بارے میں کمی کرنے کا حکم دے۔ دہلیزی۔ یعنی یہ بات باہر کے لوگوں کی جانب سے ہے زرِ کہن۔ پرانا سونا بہت خالص ہوجاتا ہے۔ دہ گونہ۔ یعنی داروغۂ مطبخ نے ہر چند سمجھایا کہ تیری روزی شاہی حکم سے کم کی گئی ہے لیکن اُس نے ایک دلیل نہ مانی۔ تشنیع۔ لعنت ملامت۔

۲ قاصد یعنی یہ تو نے اپنے ارادہ سے کیا ہے۔ فرع۔ یعنی بادشاہ کا عملہ۔ اصل۔ یعنی بادشاہ۔ بر کماں۔ تیر اور کمان خود کام نہیں کرتے ہیں چلانے والے کا بازو کام کرتا ہے۔۔ مارمیت۔ جنگ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی ریتی پھینکی جس سے مخالف سراسیمہ ہوگئے قرآن پاک نے اِس کے پھینکنے کی نسبت آپ کی طرف کی اور پھر اُس کی نفی بھی کردی اسلئے کہ اُس وقت آنحضورؐ کو انتہائی قرب حاصل تھا۔ ابتلاست۔ جو لوگ قربِ فرائض سے ناواقف ہیں وہ حقیقت و مجاز کی بحث شروع کر دیتے ہیں۔ سر یعنی چشمہ۔

۳ شُد۔ مطبخ کے داروغہ سے جھگڑنے کے بعد وہ غلام گھر میں گیا اور بادشاہ کو پُر عتاب خط لکھا۔ بقعہ۔ یعنی مکان۔ کائے کہ اے۔ در قضائے حاجت۔ یعنی لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے اُنکی ضروریات کی جستجو کرتا ہے۔ زانکہ۔ ابر باطل ناخواستہ روتا ہوا فیض پہنچاتا ہے۔

ظاہر رقعہ اگرچہ مدح بود
اگرچہ رقعہ بظاہر تعریف تھا

بوئ خشم[1] از مدح اثرہا می نمود
غصہ کی بُو تعریف میں سے آثار ظاہر کر رہی تھی

زاں ہمہ کارِ توبے نور ست و زشت
اس لئے تیرے تمام کام بے رونق اور بھدے ہیں

کہ تو دوری دُور از نور سرشت
کیونکہ تو فطری نور سے بہت دُور ہے

رونقِ کارِ خساں کاسد شود
کمینوں کے کام کی رونق کھوٹی ہوتی ہے

ہمچو میوہ تازہ زُو فاسد شود
جس طرح تازہ پھل جلد بگڑ جاتا ہے

رونقِ دنیا برآرد زُو کساد
دنیا کی رونق جلد کھوٹ ظاہر کر دیتی ہے

زانکہ ہست از عالمِ کون و فساد
کیونکہ وہ بننے اور بگڑنے والے جہان کی ہے

خوش[2] نگردد از مدیحی سینہا
سینے تعریف سے خوش نہیں ہوتے ہیں

چونکہ در مدّاح باشد کینہا
جبکہ تعریف کرنے والے میں کینے ہوں

اے دل از کین و کراہت پاک شو
اے دل! کینہ اور نفرت سے پاک ہو جا

وانگہاں الحمد خواں چالاک شو
پھر تعریف کر اور تیز ہو جا

بر زباں الحمد و اکراہ درُوں
زبان پر تعریف اور اندر نفرت

از زباں تلبیس باشد یا فسوں
زبان کا فریب ہوگا، یا سحر

وانگہاں گفتہ خدا کہ ننگرم
تب ہی خدا نے فرمایا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں

من بظاہر، من بباطن ناظرم
ظاہر کو، میں باطن کو دیکھنے والا ہوں

حکایت[3] آں مدّاح کہ از جہتِ ناموس شکرِ ممدوح می کرد و
اس تعریف کرنیوالے کی حکایت جو آبرو کی خاطر ممدوح کا شکریہ ادا کرتا تھا اور اس

بوئے اندوہ و غمِ اندرون اُو از خلاقتِ دلقِ اُو ظاہر می
کے باطنی رنج و غم کی بُو اس کی گدڑی کے پُرانے ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو رہی تھی

نمود کہ آں شکرہا ہمہ لافست و دروغ
کہ وہ تمام شکریئے شیخی اور جھوٹ ہیں

آں یکے با دلق آمد از عراق
ایک شخص عراق سے گدڑی پہنے ہوئے آیا

باز پرسیدند یاراں از فراق
دوستوں نے جدائی کے دور کا حال دریافت کیا

گفت آرے بد فراق الّا سفر
اس نے کہا ہاں جدائی تو تھی، لیکن سفر

بود بر من بس مبارک مژدہ ور
میرے لئے بہت مبارک اور خوشخبری دینے والا تھا

---

[1] بُوئ خشم۔ یعنی اس خط میں الفاظ تو تعریف کے تھے لیکن اُن میں سے غصّہ کی بُو آتی تھی۔ زاں۔ انسان کے اعمال اگر حسنِ نیت سے خالی ہوں تو بے رونق ہیں جیسے کہ اس غلام کی تعریف تھی۔ سرشت۔ خلقت، طینت۔ میوۂ تازہ۔ تازہ پھل کو طوطے جلد خراب کر دیتے ہیں۔ زو۔ زود کا مخفف ہے۔

[2] خوش۔ اگر دل میں عداوت ہو اور زبان پر تعریف ہو تو ایسی تعریف سے ممدوح خوش نہیں ہوتا ہے۔ اے دل۔ انسان دل کی صفائی کے ساتھ الحمد پڑھے اور تعریف کرے تو تیزی سے عالی مراتب حاصل کر سکتا ہے۔ تلبیس۔ جہل، فریب، دھوکا دینا۔

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر
گفتہ خدا۔ حدیث شریف ہے إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَىٰ صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ خدا تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

[3] حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ اس تعریف کرنیوالے کی زبان پر تعریفی کلمات تھے دل شکر گذاری سے خالی تھا۔ خلاقت۔ کہنگی۔ فراق۔ اس زمانہ میں جو ملفوظ تھا فراق۔ یعنی وطن سے جدائی۔ مژدہ ور۔ خوشخبری۔

که خلیفه داده ده خلعت مرا
کیونکہ خلیفہ نے دس شاہی جوڑے مجھے عطا کئے
که قرینش[1] باد صد مدح و ثنا
خدا کرے سیکڑوں مدح و ثنا اُسکی ساتھی بنیں

شکرها و حمدها بر می شمرد
شکریے اور تعریفیں شمار کرتا تھا
تا که شکر از حد و اندازه برد
حتیٰ کہ شکر حد اور اندازے سے بڑھا دیا

پس بگفتندش که احوالِ تژند
تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ تیرے خراب احوال
بر دروغِ تو گواهی می دهند
تیرے جھوٹ پر گواہی دے رہے ہیں

تن برهنه سر برهنه سوخته
بدن ننگا، سر ننگا، جلا بھنا
شکر را دزدیده یا آموخته
تو نے شکر کو چرایا ہے، یا سیکھا ہے

کو نشانِ شکر و حمدِ میرِ تو
تیرے امیر کے شکر اور تعریف کا نشان کہاں ہے؟
بر سر و بر پایِ بی توقیرِ تو
تیرے بے توقیر سر اور پاؤں پر

گر زبانت[2] مدحِ آن شه می تند
اگر تیری زبان اُس بادشاہ کی تعریف کرتی ہے
هفت اندامت شکایت میکند
تیرے ساتوں اعضاء شکایت کر رہے ہیں

در سخایِ آن شه و سلطانِ جود
اُس سخاوت کے بادشاہ اور سلطان کی بخشش میں
مر ترا کفشی و شلواری نبود
تیرے لئے جوتا اور شلوار نہ تھی

گفت من ایثار کردم آنچه داد
اُس نے کہا جو کچھ اُس نے دیا میں نے خیرات کر دیا
میر تقصیری نکرد از افتقاد
بادشاہ نے دلجوئی میں کوئی کمی نہیں کی

بستدم جمله عطاها از امیر
میں نے بادشاہ سے سب عطیات لے لئے
بخش کردم بر یتیم و بر فقیر
میں نے یتیم اور فقیر کو بخش دیئے

مال دادم بستدم عمرِ دراز
میں نے مال دے کر دراز عمر خرید لی
در جزا زیرا که بودم پاکباز
بدلے میں کیونکہ میں پاکباز ہوں

پس[3] بگفتندش مبارک مال رفت
تو انہوں نے کہا مبارک ہو مال چلا گیا
چیست اندر باطنت این دود و تفت
یہ دھواں اور شورش تیرے اندر کیسی ہے؟

صد کراهت در درونِ تو چو خار
تیرے اندر سیکڑوں ناگواریاں کانٹے کیطرح ہیں
کی بود اندُه نشانِ ابتشار
غم، بشارت حاصل کرنے کی نشانی کب ہوتا ہے؟

کو نشانِ عشق و ایثار و رضا
عشق اور ایثار اور رضا کا نشان کہاں ہے؟
گر درست است آنچه گفتی ما مضیٰ
اگر وہ قصہ سچا ہے جو تو نے سنایا ہے

---

[1] کہ قرینش۔ خلیفہ کیلئے دُعا ہے۔ شکرہا۔ اُس نے خلیفہ کا بے حد شکریہ اور تعریف کی۔ گفتندش۔ لوگوں نے اُس سے کہا تیری خراب حالت اِس بات کی گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تن برہنہ۔ تیرا ننگا بدن گواہی دے رہا ہے کہ بادشاہ نے تجھے کوئی خلعت نہیں دی ہے۔ سوختہ یعنی دھوپ سے۔ میر یعنی خلیفہ۔ بے توقیر۔ بے عزت۔

[2] گر زبانت۔ یعنی اگرچہ تیری زبان خلیفہ کی تعریف کر رہی ہے لیکن تیرے ساتوں اعضا اُس خلیفہ کی شکایت کر رہے ہیں۔ مر ترا۔ تو ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہے اُس عطا میں جوتا اور شلوار نہ تھی۔ ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا۔ افتقاد۔ دلجوئی۔ عمر دراز۔ فقراء عمر کی درازی کی دعا دیتے ہیں۔

[3] پس۔ لوگوں نے اُس سے کہا کہ مبارک ہو کر دنیا کا فانی مال دے کر عمر دراز حاصل کر لی لیکن تیرے دل میں دھواں کیوں اُٹھ رہا ہے اور شورش کیوں ہے۔ صد کراہت۔ جبکہ دل میں ناگواریوں کی خلش ہو اور غم تو کسی خوشی کی نشانی کہاں ہوتی ہے۔ کو نشانِ عشق۔ اگر تو نے اللہ کی رضامندی اور عشق میں تمام مال خیرات کیا ہے تو اس کی کوئی علامت تجھ میں اوپر ظاہر ہونی چاہئے۔

خود گرفتم مال گم شُد میلؔ کُو　　سَیل اگر بگذشت جایِ سَیل کُو
میں نے مانا مال چلا گیا (خیرات کرنیکا) میلان کہاں ہے؟　　سیلاب اگر گزر گیا ہے، سیلاب کی جگہ کہاں ہے؟

چشمِ تو گر بُد سیاہ و جاں فزا　　گر نماند اُو جانفزا ازرق چرا
اگر تیری آنکھ کالی اور جانفزا تھی　　اگر وہ جانفزا نہیں رہی تو نیلی کیوں ہے؟

کُو نشانِ پاکبازی اے تُرش　　بُویِ لافِ کژ ہمی آید خمُش
اے ترش رو! پاکبازی کا نشان کہاں ہے؟　　بیہودہ شیخی کی بُو آ رہی ہے، چپ رہ

صد نشاں باشد دروں ایثار را　　صد علامت ہست نیکوکار را
باطن میں ایثار کے سیکڑوں نشان ہوتے ہیں　　نیکوکار کی سیکڑوں علامتیں ہیں

مال در ایثار اگر گردد تلف　　در دروں صد زندگی آید خلف
ایثار کرنے میں اگر مال ختم ہو جائے　　(بدلہ میں) باطن میں سیکڑوں زندگیاں آجاتی ہیں

در زمینِ حق زراعت کردنی　　تخمہائے پاک وانگہ دخل نی
اللہ (تعالےٰ) کی زمین میں کھیتی کرنا　　بیج پاک، اور پھر پیداوار نہ ہو!

گر نگردد زرعِ جاں یک دانہ صد　　صحنِ ارضُ اللہ واسع کے بُود
اگر جان کی کھیتی میں ایک دانہ سَو نہ بنیں　　(تو) اللہ (تعالےٰ) کی زمین کی فضا وسیع کب ہے؟

اصلِ ارضُ اللہ قلبِ عارفست　　لامکان ست و ندارد فوق و پست
اللہ (تعالےٰ) کی زمین کی اصل عارف کا دل ہے　　جو لامکان ہے اور بلندی و پستی نہیں رکھتا ہے

گر نہ رُوید خوشہ از روضاتِ ہُو　　پس چہ واسع باشد ارضُ اللہ بگو
اگر اللہ (تعالےٰ) کے باغوں سے کوئی خوشہ نہ پیدا ہو　　تو بتا اللہ (تعالےٰ) کی زمین کیا وسیع ہوئی؟

چونکہ ایں ارضِ فنا بے ریع نیست　　چوں بُوَد ارضُ اللہ آں مُستوسعے
جبکہ یہ فانی زمین بغیر پیداوار کے نہیں ہے　　تو اللہ (تعالےٰ) کی زمین کا کیا حال ہوگا وہ بہت وسیع ہے

ریعِ آں را نے حدو نے عد بُود　　کمتریں دانہ دِہد ہفصد بُود
اُس کی پیداوار کی حد و شمار نہیں ہے　　معمولی دانہ ڈالے تو سات سو ہو جائیں

حمد گفتی کُو نشانِ حامدوں　　نے بُرونت ہست اثر نے اندروں
تو نے تعریف کی، تعریف کرنیوالوں کی علامت کہاں ہے؟　　نہ تیرے اندر اثر ہے نہ باہر

حمدِ عارف مر خدا را راست است　　کہ گواہِ حمدِ اُو شد پا و دست
عارف کی حمد اللہ (تعالےٰ) کیلئے درست ہے　　کیونکہ ہاتھ پاؤں اُسکی تعریف کے گواہ بنجاتے ہیں

[1] سَیل۔ یعنی نیکی اور خیرات کرنیکا رجحان اور خواہش سیل۔ پانی بہہ کر نکلتا ہے تو کچھ نشان تو چھوڑ جاتا ہے چشم۔ اگر کوئی کہے کہ میری آنکھیں سُرمگیں اور بہت حسین تھیں تو اسکی آنکھوں میں نیلاہٹ تو نہونی چاہئے۔ کو نشاں۔ چہرے کی ترشی بتا رہی ہے کہ پاکبازی کا دعویٰ گپ ہے۔ صد نشاں۔ اگر طبیعت میں ایثار کا مادہ ہے اور انسان کا کردار صحیح ہوتا ہے تو اس کے سیکڑوں آثار ظاہر ہوتے ہیں خلف۔ ایثار اگر چہ تلف ہے تو دل میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ در زمین۔ اللہ کے راستے میں انسان ایثار کرے اور نیک نیت ہو تو نتائج اور آثار یقیناً نمایاں ہونگے۔ دخل۔ آمدنی، پیداوار۔

[2] گر نگردد۔ اگر اللہ کی زمین میں ایک دانہ کے سَو نہ اُگیں تو پھر اللہ کی زمین کو وسیع کس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے قلب۔ مومن کا دل اللہ کی سرزمین ہے شعر۔ اللہ تعالیٰ چونکہ دنیا کی فانی زمین جب پیداوار دیتی ہے تو اللہ کی زمین کیسے پیداوار نہ دے گی اور دل میں نیکی کا بیج بونے سے اس کے ثمرات کیسے ظاہر نہ ہونگے

[3] ریع۔ پیداوار قرآن پاک میں ہے۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ۔ جو لوگ خدا کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اُنکی خیرات کی مثال اُس دانہ کی سی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوں اور ہر بال میں سو دانے۔ حمدِ عارف۔ عارف باللہ جب اللہ کی تعریف کرتا ہے تو اسکے اعضا اسکی گواہی دیتے ہیں۔

از[۱] چہ تاریک جسمش بر کشید — وز تنگِ زندانِ دنیااش خرید
اندھیرے کنوئیں سے اس کے جسم کو نکال لیا — اور دنیا کے قیدخانہ کی گہرائی سے اسکو نجات دیدی

اطلسِ تقویٰ و نورِ مؤتلف — آیتِ حمد است او را بر کتف
تقوے کا اطلس اور مانوس نور — اس کے کندھے پر تعریف کرنے کی نشانی ہے

وارہیدہ از جہانِ عاریہ — ساکنِ گلزار و عینِ جاریہ
چند روزہ دنیا سے وہ نجات پاگیا — وہ باغیچہ اور جاری چشمہ کا ساکن ہے

بر[۲] سریرِ سرِّ عالی ہمتش — مجلس و جاہ و مقام و رتبتش
اس کی ہمت بلند راز کے تخت پر ہے — وہ اس کی مجلس اور درجہ اور مقام اور مرتبہ ہے

مقعدِ صدقیکہ صدیقاں درو — جملہ سرسبزند و شاد و تازہ رو
وہ سچائی کی ایسی نشستگاہ ہے کہ صدیق اس میں — سب خوشحال اور خوش اور تازہ رو ہیں

حمدِ شاں چوں حمدِ گلشن از بہار — صد نشانے دارد و صد گیر و دار
رونق کی وجہ سے انکی حمد گلشن کی حمد جیسی ہے — سیکڑوں نشان اور سیکڑوں شان و شوکت رکھتی ہے

بر بہارش چشمہ و نخل و گیاہ — واں گلستان و نگارستاں گواہ
اس کی رونق پر چشمہ اور کھجور اور گھاس — اور وہ باغ اور نگار خانہ گواہ ہے

شاہد[۳] شاہد ہزاراں ہر طرف — در گواہی ہمچو گوہر در صدف
ہر جانب ہزاروں گواہ موجود ہیں — گواہی میں ایسے ہیں جیسے کہ صدف میں موتی

بوی سیرِ بد بیاید از دمت — وز سر و رو تابد اے لافی غمت
تیرے سانس میں سے لہسن کی بدبو آتی ہے — اے شیخی خورے! سر اور چہرے سے تیرا غم جھلک رہا ہے؟

بو شناسانند حاذق در مصاف — تو بجلدی ہاے و ہو کم کن گزاف
میدانِ جنگ میں ماہر، بو سونگھنے والے ہیں — تو بہادری کے نعروں سے شیخی نہ مار

تو ملاف از مشک کاں بوی پیاز — از دمِ تو می کند مکشوف راز
تو مشک کی گپ نہ مار کیونکہ پیاز کی بدبو — تیرے سانس سے راز ظاہر کر رہی ہے

گلشکر خوردم ہمی گوئی و بوی — می زند از سیر کہ یاوہ مگوی
تو کہتا ہے میں نے گلقند کھایا ہے اور بو — لہسن کی پھیلی ہے، بکواس نہ کر

ہست دل مانندۂ خانہ کلاں — خانۂ دل را نہاں ہمسایگاں
دل، بڑے گھر کے مشابہ ہے — دل کے گھر کے چھپے ہوئے پڑوسی ہیں

---

۱ از چہ۔ اس عارف کو اللہ کی تعریف اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتی ہے۔ اطلس۔ اس کے اعضا پر انوار و برکات رونما ہو جاتے ہیں۔ وارہیدہ۔ حمد اس عارف کو دنیا سے نجات دے کر جنتی بنا دیتی ہے۔ عینِ جاریہ۔ جنت میں جاری چشمے ہیں۔

۲ بر سریر۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَھَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ۔ پرہیزگار ہیں وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سچائی کی جگہ بادشاہ قادر کے مقرب ہوں گے۔ حمدِ گلشن۔ باغ کی حمد اسکی بہار ہے اور اس بہار کے گواہ اس کی پیداوار اور چشمے وغیرہ ہیں۔

۳ شاہد۔ پہلا شاہد بمعنی گواہ اور دوسرا شاہد بمعنی حاضر ہے۔ بوی سیر۔ ان لوگوں نے عراق سے واپس آنے والے سے کہا۔ حاذق۔ ماہر۔ مصاف۔ میدانِ جنگ۔ جلدی۔ بہادری۔ ہاے و ہو۔ شور و غل۔ تو ملاف جب منہ سے پیاز کی بو آ رہی ہو تو مشک کھانے کی شیخی نہ بگھارنی چاہیے۔ گلشکر۔ گلاب ملا ہوا شکر۔ گلقند۔ سیر۔ لہسن۔

ازشگافِ روزن و دیوارہا[۱] — مُطّلع گردند بر اسرارہا
روشن دان اور دیواروں کے شگاف سے — رازوں سے واقف ہوجاتے ہیں

از شگافے کہ ندارد ہیچ وہم — صاحب خانہ ندارد ہیچ سہم
اُس شگاف سے جسکو کوئی وہم بھی نہیں جانتا ہے — (جس سے) گھر والے کو کوئی خطرہ نہیں ہے

از نُبی برخواں کہ دیو و قومِ او — می برند از حالِ انسی خفیہ بُو
قرآن میں پڑھ لے کہ شیطان اور اُس کی ذرّیت — انسان کی حالت کو پوشیدہ طور پر سونگھ لیتی ہے

از رہے کہ انس ازاں آگاہ نیست — زانکہ زیں محسوس و زیں اشباہ نیست
اُس راستہ سے جس سے انسان واقف نہیں ہے — کیونکہ اُن محسوسات اور اُن صورتوں میں نہیں ہے

درمیانِ ناقداں زرقے متن — با محک اے قلبِ دُوں لافے مزن
پرکھنے والوں میں مکاری نہ کر — اے کمینے کھوٹے! کسوٹی سے گپ نہ مار

مر محک را رہ بُوَد در نقد و قلب[۲] — کہ خدایش کرد امیرِ جسم و قلب
کسوٹی کے لئے کھرے اور کھوٹے میں راہ ہوتی ہے — کیونکہ خدا نے اسکو جسم اور دل کا حاکم بنایا ہے

چوں شیاطیں با غلیظیہاے خویش — واقف اند از سِرِّ ما و فکر و کیش
جبکہ شیاطین اپنی گندگیوں کے باوجود — ہمارے راز اور فکر اور مذہب سے واقف ہیں

مسلکے دارند دزدیدہ دروں — ما ز دزدیہاے ایشاں سرنگوں
وہ باطن میں پوشیدہ راستہ رکھتے ہیں — ہم اُن کی چوریوں کی وجہ سے اوندھے ہیں

دمبدم خبط و زیاں شاں میرسد — رنج می بیند ازاں جان و جسد
ہر گھڑی خبط اور نقصان پہنچتا ہے — اُس سے روح اور جسم تکلیف پاتا ہے

دمبدم خبط و زیانے می کنند — صاحب نقب و شگافِ روزنند
ہر گھڑی خبط اور نقصان کرتے ہیں — وہ کھڑکی کے سوراخ اور شگاف کے مالک ہیں

پس چرا جانہاے روشن در جہاں[۳] — بے خبر باشند از حالِ نہاں
تو پھر روشن جانیں دنیا میں کیوں — پوشیدہ حال سے بے خبر ہوں گی؟

در سرایت کم تراز دیواں شدند — روحہا کہ خیمہ برگردوں زدند
سرایت کرنے میں شیطانوں سے کم ہو گئیں — وہ روحیں جنھوں نے آسمان پر خیمہ لگایا ہے؟

دیو چو دزدانہ سوی گردوں رود — از شہاب محرق او مطعوں شود
شیطان چوروں کی طرح آسمان کی جانب جاتا ہے — جلانے والے شہاب سے اُس پر نیزہ لگتا ہے

---

۱ از شگاف۔ دل کی کھڑکی کے شگاف سے وہ دل کے راز دیکھ لیتے ہیں۔ از نبی۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ اِنَّہٗ یَرٰکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ بیشک وہ شیطان اور اس کی ذرّیات تم کو دیکھتے رہتے ہیں جدھر سے تم اُن کو نہیں دیکھتے ہم نے شیطانوں کو اُن کا یار بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔ رہے۔ وہ راستہ انسان کو غیر محسوس ہے۔ اشباہ۔ امثال۔ دوں۔ کمینہ۔

۲ مر محک۔ یعنی اولیاء اللہ اپنے کشف کے ذریعہ دل کے احوال معلوم کر لیتے ہیں۔ چوں شیاطین۔ اولیاء کے کشف کی دلیل ہے۔ یہ شعر شرط ہے پانچویں شعر میں پس چرا اس کی جزا ہے۔ کیش۔ مذہب۔ مسلک۔ راستہ۔

۳ پس چرا۔ جب شیاطین دل کی بات جان لیتے ہیں تو اولیاء کیوں نہ جان لیں گے۔ روحہا۔ یعنی اولیاء کی روحیں۔ شہاب۔ ٹوٹنے والا ستارہ۔ محرق۔ جلانے والا۔ مطعون۔ نیزہ زدہ۔

سرنگوں از چرخ زیر افتد چناں — کہ شقی در جنگ از زخم سناں

آسمان سے ایسا اوندھا ہو کر نیچے گرتا ہے — جس طرح بدبخت جنگ میں نیزے کے زخم سے

آں ز رشکِ روحہای دل پسند — از فلک شاں سرنگوں می افگنند

محبوب روحوں کے رشک کی وجہ سے — اُن کو آسمان سے اوندھا پھینک دیتے ہیں

تو اگر[1] شلّی و لنگی کور و کر — ایں گماں بر روحہای مہ مبر

اگر تو لنجا اور لنگڑا اور اندھا اور بہرا ہے — تو بزرگ روحوں پر ایسا گمان نہ کر

شرم دار و لاف کم زن جاں مکن — کہ بسے جاسوس ہست آں سوی تن

شرم کر اور شیخی نہ مار، ہلاک نہ ہو — کیونکہ جسم کے اُدھر بہت سے جاسوس ہیں

دریافتنِ طبیبانِ الٰہی امراضِ دل و دین را در سیمائے مرید و بیگانہ

خدائی طبیبوں کا معلوم کر لینا دل اور دین کی بیماریوں کو مرید اور اجنبی کے چہرے سے

از لحن گفتارِ او و رنگِ چشمِ او و بے اینہمہ نیز از راہِ دل کہ اِنّہم

اُس کی بات کے لہجے اور آنکھوں کی رنگت سے اور اِنکے بغیر بھی دل کے راستہ سے کیونکہ وہ دل

جَوَاسِیْسُ الْقُلُوْبِ فَجَالِسُوْهُمْ بِالصِّدْقِ

کے جاسوس ہیں اُن کی ہم نشینی سچائی سے کرو

ایں طبیبانِ بدن دانشور اند — بر سقامِ[2] تو ز تو واقف تر اند

یہ بدن کے طبیب دانش مند ہیں — تیری بیماری پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں

تا ز قارورہ ہمی بینند حال — کہ ندانی تو ازاں رو اعتلال

حتیٰ کہ وہ قارورہ سے حال معلوم کر لیتے ہیں — کہ تو اُس طریقہ سے بیماری کو نہیں سمجھ سکتا

ہم ز نبض و ہم ز رنگ و ہم ز دم — بو برند از تو بہر گونہ سقم

نبض سے بھی اور رنگ سے بھی اور سانس سے بھی — تیری ہر قسم کی بیماری کا پتہ لگا لیتے ہیں

پس طبیبانِ الٰہی در جہاں — چوں نداننداز تو بے گفتِ دہاں

تو دنیا میں خدائی طبیب — منہ کی گفتگو کے بغیر تیری بیماری کو کیسے نہ جانیں؟

ہم ز نبضت[3] ہم ز چشمت ہم ز رنگ — صد سقم بینند در تو بے درنگ

(وہ)، تیری نبض سے بھی تیری آنکھ سے بھی رنگ سے بھی — بلا توقف سیکڑوں بیماریاں دیکھ لیتے ہیں

ایں طبیبانِ نوآموزند خود — کہ بدیں آیات شاں حاجت بود

یہ طبیب خود نوآموز ہیں — کیونکہ اُن کو اِن علامتوں کی ضرورت ہوتی ہے

---

[1] تو اگر۔ اگر انسان خود ان کمالات سے محروم ہے تو اولیاً کو محروم نہ سمجھے۔ دریافتن جبکہ بدنی اطبّا، علامتوں کے ذریعہ امراض کو پہچان جاتے ہیں تو روحانی اطبّا علامات کے ذریعہ روحانی امراض کو کیوں نہ جان سکیں گے بلکہ اُن کو تو ظاہری علامات کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[2] سقام۔ بیماری۔ قارورہ۔ اطبّا پیشاب کو دیکھ کر امراض کو پہچان لیتے ہیں۔ اعتلال۔ بیمار ہو جانا۔ ہم ز نبض۔ اطبّا نبض، رنگت اور سانس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کر لیتے ہیں۔ پس طبیباں۔ لہٰذا روحانی طبیب بھی بغیر بتائے امراض کو پہچان جاتے ہیں۔

[3] ہم ز نبضت۔ یہ بدنی اطبّا نوآموز ہیں اس لئے اُنکو اِن علامات کی ضرورت پیش آتی ہے روحانی اطبّا دور سے ہی نام سن کر تمام اندرونی حالات معلوم کر لیتے ہیں۔

۱۲

کاملاں از دُور نامت بشنوند — تا بقعرِ تار و پُودت در روَند
کامل لوگ دور سے تیرا نام سنتے ہیں — تیرے تانے بانے کی گہرائی میں اُتر جاتے ہیں

بلکہ[1] پیش از زادنِ تو سالہا — دیدہ باشندت ترا با حالہا
بلکہ تیری پیدائش سے سالوں پہلے — تجھے حالات میں دیکھتے رہے ہیں

حالِ تو دانند یک یک مُو بمُو — زانکہ پُر بُودند از اسرارِ ہُو
وہ تیرا حال ایک ایک بال بال جانتے ہیں — کیونکہ ذاتِ حق کے رازوں سے پُر ہیں

مژدہ دادنِ بایزید قدس سرّہٗ از زادنِ ابوالحسن خرقانیؒ

(حضرت) بایزید قدس سرہٗ کا (حضرتِ) ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بارے

پیش از سالہا و نشان دادنِ صورت و سیرتِ اُو یک بیک

میں سالوں قبل خوشخبری دے دینا اور اُن کی صورت اور سیرت کا پوری طرح نشان دیدینا

و نوشتن تاریخ نویساں آں را جہتِ صدقِ اُو

اور اُن کی تصدیق کے لئے تاریخ نویسوں کا اُس کو لکھ لینا

آں شنیدی داستانِ بایزیدؒ — کوز حالِ بوالحسن پیشیں چہ دید
تو نے (حضرت) بایزیدؒ کا وہ قصہ سُنا ہے — کہ انھوں نے (حضرت) ابوالحسن کا حال پہلے ہی کیا دیکھ لیا تھا؟

روزے آں سلطانِ تقویٰ می گذشت — با مُریداں جانبِ صحرا و دشت
ایک دن وہ شاہِ تقویٰ جا رہے تھے — جنگل اور بیابان کی طرف مُریدوں کے ساتھ

بُوئے خوش آمد مر اُو را ناگہاں — در سوادِ[3] رَے زسُوئے خارقاں
اچانک اُن کو ایک خوشبو آئی — رے کے اطراف میں خارقان کی جانب سے

ہم بدانجا نالۂ مُشتاق کرد — بُوی را از بادِ استنشاق کرد
اسی جگہ انھوں نے مشتاقانہ نالہ کیا — ہوا سے خوشبو کو سُونگھا

بوئے خوش را عاشقانہ می کشید — جانِ اُو از باد بادہ می چشید
خوشبو کو عاشقوں کی طرح سُونگھتے تھے — اُن کی جان ہوا میں سے شراب پی رہی تھی

کوزہ کو از یخ آبہ پُر بُود — چوں عرق بر ظاہرش پیدا شود
وہ پیالہ جو برف کے پانی سے بھرا ہو — جب بوندیں اُس کے باہر نظر آتی ہیں

آں زسردی باد آبے گشتہ است — از درونِ کوزہ نم بیروں نجست
تو ہوا ٹھنڈک سے پانی بن گئی ہے — پیالہ کے اندر سے نمی باہر نہیں آتی ہے

[1] بلکہ۔ یہ روحانی طبیب تو انسان کی پیدائش سے قبل ہی اُس کی اندرونی کیفیت معلوم کرلیتے ہیں۔ ہُو۔ ذاتِ حق۔ مژدہ۔ اِس قصہ سے یہ سمجھایا ہے کہ حضرت بایزیدؒ نے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی پیدائش سے قبل ہی اُن کے احوال معلوم کرلئے تھے اور لوگوں کو بتادیئے تھے۔

[2] بایزیدؒ نام طیفور ہے اسی لئے اُنکے سلسلے کے لوگ طیفوری کہلاتے ہیں حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بایزیدؒ کو ہم میں وہی نسبت ہے جو حضرت جبرئیلؑ کو فرشتوں میں۔ بہتّر سال کی عمر میں بسطام میں ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ ابوالحسن خرقانیؒ سلطان محمود غزنوی کے دَور کے بزرگ ہیں روحانیت اور اُویسیت کے طور پر انکو بایزیدؒ سے نسبت ہے آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے ۴۲۵ھ میں خرقان میں وفات پائی۔

[3] سواد۔ اطراف شہر رے۔ ایک علاقہ کا نام ہے علامہ رازی اسی رے کی طرف منسوب ہیں۔ خارقان۔ خرقان، رے کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے استنشاق۔ سونگھنا۔ کوزہ۔ پہلے شعر میں کہا تھا کہ ہوا سے شراب پی۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ ہوا سے پانی بنجاتا ہے اہل اللہ کا ہوا سے شراب پینا درست ہے آب۔ برف کے پانی سے بھرے ہوئے پیالے پر جو بوندیں باہر جم جاتی ہیں

بادِ بُوی آور مَراُورا آب گشت [1]
خوشبو لانے والی ہوا اُن کے لئے پانی بن گئی
آب ہم اُورا شرابِ ناب گشت
پانی اُن کے لئے خالص شراب بن گیا

چوں درو آثارِ مستی شُد پدید
جب اُن میں مستی کے آثار ظاہر ہوئے
یک مُرید اُورا ازاں دم بَر رسید
اُن کا ایک مُرید اُسی وقت پہنچا

پس بپرسیدش کہ ایں احوالِ خوش
تو اس نے دریافت کیا کہ یہ بہترین احوال
کہ بروُنست از حسابِ پنج و شش
جو پانچ (حواس) اور چھ (جہات) کے حساب سے باہر ہیں

گاہ سُرخ و گاہ زرد و گہ سپید
کبھی سُرخ اور کبھی زرد اور کبھی سفید
می شود رُویت چہ حالست و نوید
آپ کا چہرہ ہو رہا ہے کیا حال اور کیا خوشخبری ہے؟!

می کشی بُوی و بظاہر نیست گُل
آپ خوشبو سونگھ رہے ہیں اور بظاہر پھول نہیں ہے
بیشک از غیبست و از گلزارِ کُل
بیشک وہ غیب ہے اور (ذات) کُل کے گلزار سے ہے

اے تو کامِ جانِ ہر خود کامۂ
اے وہ کہ آپ ہر حاجتمند کی جان کا مقصود ہیں
ہر دم از غیبت پیام و نامۂ
آپ کے لئے ہر وقت غیب سے نامہ اور پیام ہے

ہر دمے یعقوبؑ وار از یوسفے [2]
(حضرت) یعقوبؑ کی طرح ہر وقت ایک یوسف سے
می رسَد اندر مشامِ تو شفے
آپ کے دماغ میں راحت پہنچتی ہے

قطرۂ برریز بر ما زاں سبُو
اُس ٹھلیا سے ایک قطرہ ہم پر گرا دیجئے
شمۂ زاں گُلستاں با ما بگو
اس گلستان کا تھوڑا سا حال ہم سے کہہ دیجئے

خُو نداریم اے جمالِ مہتری
اے بزرگی کے حُسن! ہماری عادت نہیں ہے
کہ لبِ ما خشک و تو تنہا خوری
کہ ہمارے لب خشک ہوں اور آپ تنہا پئیں

اے فلک پیمای چُست چُست خیز
اے آسمان کو ناپنے والے چالاک اور تیز پرواز!
زاں چہ خوردی جرعۂ بر ما بریز
جو آپنے پیا ہے (اُس کا) ایک گھونٹ ہمیں دیجئے

میرِ مجلس نیست در دوراں دگر [3]
زمانہ میں کوئی دوسرا صدرِ محفل نہیں ہے
جُز تو اے شہ در حریفاں در نگر
اے شاہ! آپ کے سوا، دوستوں پر نظر فرمایئے

کے تواں نوشید ایں مے زیرِ دست
یہ شراب چھپا کر کب پی جاسکتی ہے؟
مے یقیں مَر مرد را رسوا گرست
شراب یقیناً انسان کو رُسوا کرنے والی ہے

بُوی را پوشیدہ و مکنوں کند
اپنی بُو کو پوشیدہ اور مخفی کر لیتا ہے
چشمِ مست خویشتن را چوں کند
اپنی مست آنکھ کا کیا کرے؟!

[1] آد۔ حضرت بایزیدؒ کے لئے وہ ہوا جو خوشبو لاتی تھی پانی بن گئی اور پانی میں وہ کیفیت پیدا ہو گئی جو شراب میں ہوتی ہے۔ یعنی۔ اُس مرید نے حضرت بایزیدؒ سے دریافت کیا کہ آپ کیا سونگھ رہے ہیں بظاہر کوئی پھول بھی نہیں ہے اور آپ پر یہ عجیب وغریب کیفیات کیوں طاری ہو رہی ہیں۔ پنج۔ حواسِ خمسہ۔ شش۔ چھ جہتیں۔ نوید۔ خوشخبری۔ کل۔ ذاتِ حق۔ کام۔ مقصود۔ خودکامہ۔ ضرورتمند۔

[2] ہر دمے۔ حضرت یعقوبؑ نے دُور سے ہی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سونگھ لی تھی۔ قطرہ۔ جو احوال آپ پر طاری ہیں اُن کے بارے میں ہمیں کچھ بتا دیجئے۔ خو۔ آپ نے ہمیں اس کا عادی نہیں بنایا ہے کہ آپ تنہا مستفید ہوں اور ہم محروم رہیں۔

[3] میرِ مجلس۔ صدرِ مجلس ہی دوسروں کو شراب پلاتا ہے۔ حریفان۔ یعنی مجلس کے شریک کے ساتھی۔ حضرت بایزیدؒ سے اُن کے مرید نے کہا شراب چھپا کر نہیں پی جاسکتی اُس کا یقیناً اظہار ہو جاتا ہے انسان اگر منہ کی بو بھی چھپائے تو آنکھوں کی مستی کیسے چھپائے گا۔

خود نہ آں بو نیست ایں کاندر جہاں[1] | صد ہزاراں پردہ اش دارد نہاں
یہ وہ خوشبو بھی نہیں ہے کہ دنیا میں | لاکھوں پردے اُس کو چھپا سکیں

پر شد از تیزی او صحرا و دشت | دشت چہ کز نہ فلک ہم درگذشت
اُسکی تیزی سے صحرا اور جنگل بھر گئے ہیں | جنگل کیا، وہ تو نو آسمانوں سے گذر گئی ہے

ایں سرِ خم را بہ کہگل در مگیر | کایں برہنہ نیست خود پوشش پذیر
اس مٹکے کے سر کو کہگل سے بند نہ کیجئے | یہ ننگا، ڈھکے جانے کے قابل نہیں ہے

لطف کن اے رازدار راز گو | آنچہ بازت صید کردش باز گو
اے راز کو جاننے والے راز کو بتانیوالے مہربانی کیجئے | جو آپ کے باز نے شکار کیا ہے بتا دیجئے

گفت[2] بوئی بو العجب آمد بمن | ہمچناں کہ مر نبیؐ را از یمن
(اُنھوں نے) فرمایا مجھے ایک عجیب خوشبو محسوس ہوئی ہے | جیسے کہ نبیؐ کو یمن سے (محسوس ہوئی تھی)

کہ محمدؐ گفت بر دستِ صبا | از یمن می آیدم بوی خدا
کہ محمدؐ نے فرمایا صبا کے ذریعہ | مجھے یمن سے خدا کی خوشبو آرہی ہے

بوی رامیں می رسد از جانِ ویس | بوئے رحماں می رسد ہم از اویسؓ
ویس کی جان سے رامین کی خوشبو آرہی ہے | اویسؓ سے بھی خدا کی خوشبو آرہی ہے

از اویسؓ و از قرن بوی عجب | آں نبیؐ را مست کرد و پر طرب
اویسؓ اور قرن کی عجیب خوشبو نے | نبیؐ کو مست اور مسرور کر دیا

چوں اویسؓ از خویش فانی[3] گشتہ بود | آں زمینے آسمانے گشتہ بود
چونکہ اویسؓ اپنے آپ سے فانی ہو گئے تھے | وہ زمین آسمان بن گئی تھی

آں ہلیلہ پروریدہ در شکر | چاشنیِ تلخیش نبود دگر
ہڑ شکر میں مربّہ بنائی ہوئی | اُس میں پھر تلخی کا مزا نہیں ہوتا ہے

آں ہلیلہ رستہ از ما و منی | نقش دارد از ہلیلہ طعم نے
کیونکہ وہ ہڑ خودی اور انانیت سے نجات پا گئی ہے | صورت ہڑ کی، مزا (ہڑ کا) نہیں ہے

آں کسے کز خود بکلی در گذشت | ایں منی و مائیِ خود در نوشت
وہ شخص جو خودی سے پوری طرح گذر گیا | اُس نے خودی اور انانیت کو لپیٹ دیا ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد | تا چہ گفت از وحیِ غیب آں شیر مرد
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ | (بتا) اُس شیر مرد نے غیبی وحی کے بارے میں کیا کہا!

[1] خود۔ شرابِ معرفت کی خوشبو تو لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپ سکتی۔ پر شد۔ اُس شراب کی خوشبو سے جنگل اور صحرا تو بھرا ہوا ہے ہی اُسکی خوشبو تو آسمانوں سے بھی گذر گئی ہے۔ ایں سرِ خم۔ شرابِ معرفت کے مٹکے کے منھ کو مٹی سے بند نہیں کیا جاسکتا یہ پردہ پوشی کے قابل نہیں ہے۔ لطف۔ آپ کی باطنی ترقی نے معرفت کا جو راز حاصل کیا ہے وہ ہمیں بھی بتا دیجئے۔

[2] گفت۔ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا۔ محمدؐ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ إِنِّي لَأَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ۔ میں خدا کے سانس کو یمن کی جانب سے محسوس کر رہا ہوں۔ رامین۔ رامین مشہور عاشق اور ویسہ اُسکی معشوقہ تھی اُسکے بعد ویسہ پر عشق کا غلبہ اسقدر ہوا کہ وہ رامین کی عاشق بنگئی تھی یعنی عاشق جب اپنے آپکو فنا کر دیتا ہے تو اُس میں معشوق کی خوشبو آنے لگتی ہے اسی طرح حضرت اویسؓ قرنی میں سے اللہ کی خوشبو آتی تھی۔ قرن حضرت اویسؓ کا وطن ہے۔

[3] فانی گشتہ بود۔ فنا کے بعد انسان اللہ کے اخلاق والا ہو جاتا ہے اور زمین سے آسمان بنجاتا ہے۔ ہلیلہ۔ ہڑ کا جب مربّہ بن جاتا ہے تو وہ اپنی خوشبو اور مزہ سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ ما و منی۔ خودی اور انانیت۔ آں کسے۔ جو شخص فنا کا درجہ حاصل کر لیتا ہے

[illegible]

جوابِ سلطان بایزید قدس سرہٗ در معنیٔ قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اِنّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحمٰنِ مِن قِبَلِ الیَمَن

شاہ بایزید قدس سرہٗ کا جواب آنحضورؐ کے قول کے ہم معنی کہ میں یمن کی جانب سے خدائی سانس محسوس کر رہا ہوں

گفت زیں سوی بوی یارے می رسد — کاندریں دہ[1] شہریارے می رسد
فرمایا اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے — کیونکہ اس گاؤں میں ایک شاہ آئے گا

بعد چندیں سال می زاید شہے — می زند بر آسمانہا خرگہے
کچھ سال کے بعد ایک شاہ پیدا ہوگا — جو آسمانوں پر خیمہ زن ہوگا

رویش از گلزارِ حق گلگوں بود — از من او اندر مقام افزوں بود
اُس کا چہرہ اللہ کے چمن کے پھول کی طرح ہوگا — وہ مرتبہ میں مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا

چیست نامش گفت نامش بوالحسن — حلیہ اش وا گفت ز ابرو تا ذقن
اُس کا نام کیا ہے؟ فرمایا اس کا نام ابوالحسن ہے — ان کا حلیہ ابرو سے ٹھوڑی تک صاف بتایا

قدِ او و رنگِ او و شکلِ او — یک بیک وا گفت از گیسو و رو
ان کا رخسار اور رنگ اور شکل — ایک ایک کر کے گیسو اور چہرے کے بارے میں بتا دیا

حلیہائے[2] روحِ او را ہم نمود — از صفات و از طریق و جا و بود
انھوں نے روح کے حالات بھی بتا دیئے۔ — صفتوں اور راستہ اور جگہ اور رہائش کے اعتبار سے

حلیۂ تن ہمچو تن عاریت است — دل براں کم نہ کہ آں یک ساعت است
جسم کا حلیہ جسم کی طرح عارضی ہے — اس سے دل نہ لگا کیونکہ وہ تھوڑی دیر کا ہے

حلیۂ روحِ طبیعی ہم فناست — حلیۂ آں جاں طلب کاں بر سماست
طبیعی روح کا حلیہ بھی فانی ہے — اس جان کا حلیہ طلب کر جو آسمان پر ہے

جسمِ[3] او ہمچوں چراغے بر زمیں — نورِ او بالائے سقفِ ہفتمیں
اس کا وجود چراغ کی طرح زمین پر ہے — اس کی روشنی ساتویں چھت سے اوپر ہے

آں شعاعِ آفتاب اندر وثاق — قرصِ او اندر جہانِ چار طاق
سورج کی شعاع گھر میں ہے — اس کی ٹکیہ آسمان کے جہان میں ہے

نقشِ گل در زیرِ بینی بہرِ لاغ — بوی گل بر سقف و ایوانِ دماغ
پھول کا جسم تفریح کے لئے ناک کے نیچے ہے — پھول کی خوشبو دماغ کے محل اور چھت پر ہے

لہ دہ۔ یعنی خرقان گاؤں۔ بعد چندیں۔ یعنی اتنے سال کے بعد یہاں ایک بزرگ پیدا ہوگا جس کا مرتبہ بہت بلند ہوگا۔ از من۔ حضرت بایزیدؒ نے بطور انکساری کے فرمایا کہ اس کا رتبہ مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا۔ گفت۔ بایزیدؒ نے پیدا ہونے والے بزرگ کا نام اور پورا حلیہ بتا دیا۔ خد۔ رخسار۔ بعض نسخوں میں لفظ قد ہے۔

ﷺ حلیہا۔ یعنی روح کی صفات اور اس کا مسلک سب بتا دیا۔ حلیۂ تن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان تین چیزوں سے مرکب ہے۔ جسم، روحِ حیوانی، روحِ انسانی۔ پہلی دونوں چیزیں فانی ہیں اور ان کا حلیہ بھی فانی ہے لہٰذا ان سے دل نہ لگانا چاہیئے۔ روحِ انسانی جس کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہے اس سے وابستگی ہونی چاہیئے۔

ﷺ جسمِ او۔ بایزیدؒ نے فرمایا اس بزرگ کا جسم چراغ کی طرح زمین پر ہوگا لیکن اس کا نور آسمانوں تک ہوگا۔ آں شعاع۔ اس بات کو کہ اس شاہ کا جسم زمین پر ہوگا اور نور آسمان تک ہوگا شاہوں سے سمجھاتے ہیں سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور ہر گھر میں ہے۔ نقشِ گل۔ پھول ناک کے نیچے ہوتا ہے اور اس کی خوشبو دماغ کے اندر ہوتی ہے۔

مردِ خفتہ در عدن دیدہ فرق | عکسِ آں بر جسم افتادہ عرق

(گھر میں) سویا ہوا عدن میں خوف دیکھتا ہے | اُس (خوف) کے پرتو سے جسم کو پسینہ آتا ہے

پیرہن در مصر رہنِ یک حریص | پُر شُدہ کنعاں ز بُوی آں قمیص

لباس مصر میں ایک لالچی کے قبضہ میں ہے | اُس قمیص کی خوشبو سے کنعان بھر گیا ہے

بر نبشتند آں زماں تاریخ را | از کباب آراستند آں سیخ را

اُس وقت اُنھوں نے تاریخ لکھ لی | اُس سیخ کو کباب سے آراستہ کر لیا

چوں رسید آں وقت و آں تاریخ راست | زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت و خاست

جب ٹھیک وہ وقت اور تاریخ آئی | اُس زمین سے وہ شاہ پیدا ہو گئے اور اُٹھے

زادنِ شیخ ابوالحسن قدس سرہٗ خرقانی بعد از وفاتِ شیخ بایزید رَوَّحَ اللّٰہ روحہ بہماں تاریخ

حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کا شیخ بایزیدؒ کی وفات کے بعد اُسی تاریخ کو پیدا ہونا اللہ تعالیٰ اُن کی روح کو راحت پہنچائے

زادہ شُد آں شاہ و نردِ مُلک باخت | از عدم پیدا شُد و مرکب بتاخت

وہ شاہ پیدا ہو گئے اور سلطنت کی بازی کھیلی | عدم سے پیدا ہوئے اور سواری دوڑا دی

از پسِ آں سالہا آمد پدید | بُوالحسنؒ بعد از وفاتِ بایزید

اُس کے سالوں بعد پیدا ہوئے | ابو الحسنؒ، بایزیدؒ کی وفات کے بعد

جملہ خُو ہای اُو ز امساک و جُود | آنچناں آمد کہ آں شہ گفتہ بُود

اُن کی تمام عادتیں نہ دینے اور دینے میں | اُسی طرح ثابت ہوئیں جیسا کہ اُن شاہ نے فرمایا تھا

لوحِ محفوظ ست اُو را پیشوا | از چہ محفوظ ست محفوظ از خطا

لوحِ محفوظ اُن کی پیشوا ہے | کس چیز سے محفوظ ہے؟ غلطی سے محفوظ ہے

نے نجوم ست و نے رمل ست و نہ خواب | وحیِ حق وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّواب

نہ نجوم ہے، نہ رمل ہے اور نہ خواب ہے | اللہ کا الہام ہے اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

از پئے روپوش عامہ در بیاں | وحیِ دل گویند آں را صوفیاں

عوام سے روپوشی کے لئے بیان میں | اُس کو صوفی دل کی وحی کہدیتے ہیں

وحیِ دل گیرش کہ منظر گاہِ اُوست | چوں خطا باشد کہ دل آگاہِ اُوست

اُس کو دل کی وحی تسلیم کرے کیونکہ وہ (اُس خدا) کی نظرگاہ ہے | غلطی کیسے ہوگی کیونکہ دل اُس سے باخبر ہے

---

۱ مردِ خفتہ۔ ایک شخص اپنے گھر میں سویا ہوا ہوتا ہے اور اُس کی روح عدن میں کسی خوفناک خبر کو دیکھتی ہے اُس کے جسم پر پسینہ آجاتا ہے۔ پیرہن۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص مصر میں تھی اور اُس کی خوشبو کنعان میں پہنچ رہی تھی۔ بر نبشتند۔ لوگوں نے حضرت بایزیدؒ کے کہنے کے مطابق حضرت ابوالحسنؒ کی پیدائش کی تاریخ لکھ لی۔ از کباب۔ یعنی کام کو مکمل کر لیا۔ آں تاریخ۔ چنانچہ لکھی ہوئی تاریخ کے مطابق اُن کی پیدائش ہوئی۔

۲ نردِ ملک۔ یعنی شاہی شروع کر دی۔ مرکب۔ سواری۔ از پس۔ حضرت بایزیدؒ کی وفات کے تقریباً دو سو سال بعد حضرت ابوالحسنؒ پیدا ہوئے۔ جملہ خوہا۔ حضرت ابوالحسنؒ میں وہ صفات و اوصاف تھے جو حضرت بایزیدؒ نے بتائے تھے۔

۳ لوحِ محفوظ۔ حضرت بایزیدؒ کے بتائے ہوئے اوصاف صحیح کیوں نہ ہوتے انھوں نے لوحِ محفوظ سے پڑھ کر بتائے تھے اور اُس لوح کو لوحِ محفوظ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں لکھا ہوا غلطی سے محفوظ ہے۔ نے نجوم۔ نجوم اور رمل وغیرہ کی باتیں غلط ہو جاتی ہیں۔ وحیِ حق۔ حضرت بایزیدؒ کو اُن احوال کی خبر وحیِ الٰہی کے ذریعہ ہوئی تھی صوفیاء اُسکو وحیِ دل کہتے ہیں۔ وحیِ دل گیر۔ ہم اُسکو وحیِ دل ہی تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ دل جو خدا کا

مُومِنا ینظرُ بنورِ اللہ شُدی ¹ — **از خطاو سہو ایمن آمدی**

اے مومن! تو وہ دیکھتا ہے اللہ کے نور سے بن گیا ہے — تو غلطی اور بھول سے محفوظ ہو گیا ہے

رجوع بحکایتِ کمی اجرائے آں غلام و در بیانِ اجرائے

اُس غلام کی روزی کی کمی کی حکایت کی طرف رجوع اور اس کا بیان کہ صوفی

دل و جانِ صوفی از طعام اللہ تعالیٰ

کے دل و جان کی روزی خدائی کھانے سے ہوتی ہے

صوفیے از فقر چوں در غم شود — **عینِ فقرش دایہ و مُطعم بود**

کوئی صوفی جب فقر سے رنجیدہ ہوتا ہے — اُس کیلئے خود فقر دایہ اور کھانا کھلانیوالا بنجاتا ہے

زانکہ جنّت از مکارہ رُستہ است — **رحم قسمِ عاجزو شکستہ است**

کیونکہ بہشت تکالیف سے بنی ہے — رحم عاجز اور شکستہ (دل) کا حصہ ہے

آنکہ سرہا بشکند اُو از عُلو — **رحمِ حق و خلق نایدسُوی او**

وہ شخص جو تکبر سے سروں کو کچلتا ہے — اللہ اور مخلوق کا رحم اُس کی جانب نہیں آتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد واں جواں — **از کمِ اجرای ناں شد ناتواں**

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اور وہ جوان — روزی کے کم ہوجانے سے کمزور ہو گیا ہے

شاد ² آں صوفی کہ رزقش کم شود — **آں شبہ دُر گردد و اُو یم شود**

وہ صوفی خوش نصیب ہے جس کا رزق کم ہو جائے — وہ پوتھ موتی بن جائے اور وہ دریا ہو جائے

زاں جرای خاص ہر کہ آگاہ شد — **اُو سزای قرب و اجرے گاہ شد**

جو شخص اُس خاص روزی سے واقف ہو گیا — وہ قرب کا مستحق اور روزی کا مقام بن گیا

زاں جرای روح چوں نقصاں شود — **جانش از نقصانِ آں لرزاں شود**

جب روح کی روزی میں کمی آئے — اُس کی کمی سے اس کی جان لرزنے لگے

پس ³ بداند کہ خطائے رفتہ است — **کہ سمن زارِ رضا ناشگفتہ است**

وہ جانتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے — جس کی وجہ سے رضا کا باغیچہ نہیں کھلا ہے

ہمچناں کاں شخص از نقصانِ کشت — **رقعہ سُوی صاحبِ خرمن نوشت**

جیسے کہ اُس شخص نے کھیتی کی کمی کی وجہ سے — کھلیان کے مالک کو رُقعہ لکھا

رقعہ اش بردند پیشِ میرِ داد — **خواند او رقعہ جوابے وا نداد**

(اُنا) حاکم کے پاس رقعہ لے گئے — اُس نے رقعہ پڑھا کوئی جواب نہ دیا

ا مُومِنا. مومن کو جب وہ مرتبہ حاصل ہو جائے کہ وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھنے لگے تو اُس کی صوابدید غلطی سے محفوظ ہوتی ہے. صوفی. جب صوفی فقر کے غم میں مبتلا ہوتا ہے تو خود رزق اُس کو حاصل ہونے لگتا ہے. زانکہ. جنت انہی چیزوں سے حاصل ہوتی ہے جو نفس کو ناگوار گذرتی ہیں خدا کی رحمت عاجز اور شکستہ دل پر نازل ہوتی ہے. مکارہ. مکروہات یعنی نفس کی ناگوار چیزیں. آنکہ. متکبر اور مغرور پر خدا اور خلق غدا رحم نہیں کرتی ہے.

۲ شاد. جس صوفی پر رزق کی تنگی ہو وہ قابلِ مبارکباد ہے. آں شبہ. وہ صوفی اگر پوتھ تھا تو اب وہ موتی اور سمندر بن جائیگا جس میں سے موتی نکلینگے. زاں جرای. فقر کے بعد جو خدائی رزق حاصل ہوتا ہے جب صوفی اسکی حقیقت سمجھ جاتا ہے تو اسکو قربِ خداوندی حاصل ہو جاتا ہے. نقصاں شود. اب جسمانی رزق کی فراخی سے وہ خدائی رزق گھٹتا ہے تو وہ خوفزدہ ہو کر لرزنے لگتا ہے.

۳ پس بداند. وہ سمجھتا ہے کہ اُس رزقِ خداوندی کی کمی کسی خطا اور قصور کی بناء پر ہوئی ہے. سمن زار. گلستاں. ہمچناں. وہ اُس غلام کی طرح پریشان ہوتا ہے جس نے جسمانی روزی گھٹنے پر رُقعہ لکھا. رقعہ اش. اُس غلام نے شاہ کو رقعہ لکھا شاہ نے اُس کا کوئی جواب نہ دیا اور کہا کہ اُس بیوقوف کو صرف منشی گھٹنے کا احساس ہے [illegible] سے اور زیادہ [illegible] ہے.

گفت اُو را نیست اِلّا دردِ قوت — کہا اُس کو محض روزی کا رنج ہے
پس جوابِ احمق اولیٰ تر سکوت — تو خاموشی بیوقوف کے جواب میں زیادہ بہتر ہے

نیستش دردِ فراق و وصل ہیچ — اُس کو فراق اور وصل کا درد بالکل نہیں ہے
بندِ[1] فرع ست اُو نجوید اصل ہیچ — وہ شاخ کا پابند ہے، جڑ کی تلاش بالکل نہیں کرتا ہے

احمق ست و مُردہ مَا و مَنی — بیوقوف ہے اور خودی اور انانیت کا مُردہ ہے
کز غمِ فرعش فراغِ اصل نے — کہ اُس کو شاخ کے غم کی وجہ سے جڑ کی فرصت نہیں ہے

آسمانہا و زمیں یک سیب داں — آسمانوں اور زمین کو ایک سیب سمجھ
کز درختِ قدرتِ حق شُد عیاں — جو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت کے درخت سے پیدا ہوا ہے

تو چو کرمے درمیانِ سیب در — تو کیڑے کی طرح سیب کے اندر ہے
وز درخت و باغبانے بے خبر — درخت اور باغبان سے لاعلم ہے

آں یکے کرمے دگر در سیب ہم — دوسرا کیڑا بھی سیب ہی میں ہے
لیک جانش از بروں صاحب عَلَم — لیکن اُس کی جان باہر کی علم بردار ہے

جنبشِ[2] اُو وا شگافد سیب را — اُس کی حرکت سیب کو پھاڑ دیتی ہے
بر نتابد سیب آں آسیب را — سیب اُس صدمہ کو برداشت نہیں کر سکتا

بر دریدہ جنبشِ اُو پردہا — اُس کی حرکت نے پردوں کو پھاڑ دیا
صورتش کرم ست و معنی اژدہا — اُس کی صورت کیڑے کی ہے اور باطن اژدہا ہے

آتشے[3] کاوّل ز آہن می جہد — وہ چنگاری جو شروع میں لوہے سے نکلتی ہے
اُو قدم بس سُست بیروں می نہد — وہ باہر کو بہت سُست قدم رکھتی ہے

دایہ اَش پنبہ ست اوّل لیک اخیر — اُس کی دایہ شروع میں روئی ہے لیکن آخر میں
می رساند شعلہا را تا اثیر — وہ اپنے شعلے آسمان تک پہنچا دیتی ہے

مرد اوّل بستۂ خواب و خورست — انسان شروع میں سونے اور کھانے کا پابند ہے
آخر الامر از ملائک برترست — آخر میں وہ ملائکہ سے برتر ہے

در پناہِ پنبہ و کبریتہا — روئی اور گندھک کی پناہ میں
شعلہ و نورش بر آید تا سُہا — اُس کا شعلہ اور نور سُہا تک پہنچتا ہے

عالمِ تاریک روشن می کند — تاریک جہان کو روشن کر دیتا ہے
کُندۂ آہن بسوزن می کند — لوہے کے گاڈر کو سوئی سے اکھاڑ دیتا ہے

---

[1] بندِ فرع یعنی روزی کے بارے میں تھا اور روزی دینے والے سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ مَا و مَنی یعنی یہ خودی اور انانیت میں مبتلا ہو روزی کی فکر میں لگا ہے روزی دینے والے سے غافل ہے۔ آسمانہا پہلے شعر کا مضمون تھا کہ اُس غلام کو فرع کی فکر تھی اصل سے غافل تھا اِس مناسبت سے اب فرماتے ہیں کہ عالم کو ایک سیب سمجھو اور انسان کو اُسکے اندر کا کیڑا اور کیڑوں کی دو قسمیں ہیں ایک کیڑا تو وہ ہے جو فرع اور سیب میں مشغول ہے اور اصل درخت اور باغبان سے غافل ہے دوسرا وہ ہے جو اگرچہ سیب کے اندر ہے لیکن وہ درخت اور باغبان سے اچھی طرح واقف ہے۔

[2] جنبشِ اُو۔ اِس کیڑے میں اسقدر طاقت ہوتی ہے کہ وہ سیب کو پھاڑ کر باہر نکل جاتا ہے اور حجابات اُسکی نظر میں ہیچ ہوتے ہیں۔ یہ بظاہر کیڑا ہے لیکن حقیقتاً اژدہا ہے یہ دوسری قسم باخدا لوگوں کی ہے جو دنیا سے گذر کر آخرت تک پہنچتے ہیں۔

[3] آتشے۔ مولانا سمجھاتے ہیں کہ اِس انسان میں ابتداءً یہ طاقت نہیں ہوتی بلکہ شیخ کی مدد اور محبت سے یہ طاقت پیدا ہوتی ہے جیسے کہ وہ چنگاری جو لوہے سے نکلتی ہے ابتداءً کمزور ہوتی ہے لیکن جب روئی اور گندھک کی مدد اُسکو حاصل ہوجاتی ہے تو اُسکے شعلے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ مرد انسان بھی ابتداءً دنیاوی مشاغل میں لگتا ہے لیکن اولیاء کی مدد سے

گرچہ[1] آتش نیز ہم جسمانی ست　　نے ز روح ست و نہ از روحانی ست
اگرچہ آگ بھی جسمانی ہے　　وہ نہ روح ہے اور نہ روحانی ہے

جسم را نبود ازاں عز بہرۂ　　جسم پیشِ بحرِ جاں چوں قطرۂ
جسم کے لئے اُس عزت میں کوئی حصہ نہیں ہے　　جسم، روح کے سمندر کے آگے قطرہ جیسا ہے

جسم از جاں روز افزوں می شود　　چوں رود جاں جسم بیں چوں می شود
جسم، جان سے روزانہ بڑھوتری پاتا ہے　　جب جان نکل جاتی ہے، دیکھ جسم کیسا ہو جاتا ہے!

حدِّ[2] جسمت یک دو گز خود بیش نیست　　جانِ تو تا آسماں جولاں کنیست
تیرے جسم کی حد ایک دو گز سے زیادہ نہیں ہے　　تیری جان آسمان تک چکر لگاتی ہے

تا بہ بغداد و سمرقند اے ہُمام　　روح را اندر تصور نیم گام
اے بزرگ! بغداد اور سمرقند تک　　روح کے لئے تصور میں آدھا قدم ہے

دو درم سنگ ست پیہ چشمِ تاں　　نورِ روحش تا عنانِ آسماں
تمہاری آنکھ کی چربی سات ماشے وزن کی ہے　　اُس کی روح کا نور آسمان کی فضا تک ہے

نور بے ایں چشم می بیند بخواب　　چشم بے ایں نور چہ بود جز خراب
نور، اُس آنکھ کے بغیر، خواب دیکھتا ہے　　آنکھ، اُس نور کے بغیر سوائے خراب کے کچھ نہیں ہے

جاں ز ریش و سبلتِ تن فارغ ست　　لیک تن بے جاں بود مُردار و پست
جان، جسم کی داڑھی اور مونچھ سے بے نیاز ہے　　لیکن جسم، جان کے بغیر مُردار اور ذلیل ہوتا ہے

باز نامہ[3] روحِ حیوانی ست ایں　　پیشتر رَو روحِ انسانی بہ بیں
یہ روحِ حیوانی کی شان و شوکت ہے　　آگے بڑھ، روحِ انسانی کو دیکھ

بگذر از انساں و ہم از قال و قیل　　تا لبِ دریائے جانِ جبرئیل
انسان سے اور قال و قیل سے بھی آگے بڑھ　　جبرئیلؑ کی جان کے دریا کے کنارے تک

بعد ازانت جانِ احمدؐ لب گزد　　جبرئیلؑ از بیم تو واپس خزد
اُس کے بعد احمدؐ کی روح تجھ پر تعجب کرے گی　　جبرئیلؑ تیری ہیبت سے پیچھے ہٹیں گے

گوید ار آیم بقدرِ یک کماں　　من بسوئے تو بسوزم در زماں
(جبرئیلؑ) کہیں گے اگر میں ایک کمان کی بقدر (آگے) آؤں　　تیری جانب تو فوراً جل جاؤں

(آنحضورؐ اپنے امتی کی ترقی پر خوشی سے تعجب کریں گے اور جبرئیلؑ تمہارے مقام سے فروتر ہوں گے۔

گوید۔ حضرت جبرئیلؑ یہ کہیں گے۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم　　فروغِ تجلی بسوزد پرم

[1] گرچہ۔ یہ آگ جس کے شعلے آسمان تک پہنچے نہ روح ہے نہ روحانی پھر بھی اُس کی پہنچ آسمان تک ہو گئی تو پھر روح اور روحانی کی طاقت کا اندازہ لگا لو۔ جسم۔ جسم پر روح کی شرافت کو اس سے سمجھ لو کہ جسم کی پرورش روح کرتی ہے بغیر روح کے جسم کس قدر ذلیل شئی ہے کہ اُس کو مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے۔

[2] حدِ جسمت۔ جسم کی وسعت دو گز سے زیادہ نہیں ہے لیکن روح کی پہنچ آسمانوں تک ہے، تم اپنی جگہ پر ہو روح کے لئے بغداد اور سمرقند تک پہنچ جانے کیلئے نصف قدم کی ضرورت ہے۔ دو درم۔ آنکھ کی چربی کو دیکھو کہ خود تو وہ سات ماشہ سے زیادہ نہیں لیکن اُس کا نور آسمان تک جاتا ہے۔ نور بے ایں چشم۔ نور چشم کا محتاج نہیں ہے آنکھ نور کی محتاج ہے۔ جاں۔ روح کو جسمانی خواص کی ضرورت نہیں جسم روح کا محتاج ہے۔

[3] باز نامہ۔ یہ شان و شوکت تو ہم نے روحِ حیوانی کی دکھائی ہے، روحِ انسانی جو اس سے زیادہ قوی ہے اُس کو اس پر قیاس کر لو۔ بگذر۔ اس روحِ حیوانی اور بحث و مباحثہ سے گذر کر روح کے طالب بنو اور اُس روح تک پہنچو جو جبرئیلؑ کی جان ہے، جب یہ مرتبہ حاصل ہو جائیگا

این[1] بیاباں خود ندارد پا و سر
اِس جنگل کا سر اور پاؤں نہیں ہے
بے جواب نامہ خستہ است آں پسر
وہ لڑکا بغیر جواب کے رنجیدہ ہے

آشفتنِ آں غلام از نارسیدنِ جواب نامہ از قِبَلِ شاہ
بادشاہ کی جانب سے رقعہ کا جواب نہ آنے سے اس غلام کا پریشان ہونا

چوں جوابِ نامہ نامد خیرہ گشت
چونکہ رقعہ کا جواب نہ آیا وہ حیران ہو گیا
وز غمِ اُو آبِ صافی تیرہ گشت
غم سے اُس کا صاف پانی گدلا ہو گیا

نے قرارش ماند و نے خوابِ رجنوں
پاگل پن سے نہ اُس کیلئے سکون رہا اور نہ نیند
روز و شب بُد در تفکر سرنگوں
دن، رات فکر میں اوندھا تھا

کاے عجب چوں مُم نداد آں شہ جواب
کہ تعجب ہے، شاہ نے مجھے جواب کیوں نہیں دیا
یا خیانت کرد رُقعہ بر ز تاب
یا غصہ کی وجہ سے رقعہ لیجانے والے نے خیانت کی ہے

رُقعہ[2] پنہاں کرد و ننمود اُو بشاہ
اُس نے رقعہ چھپایا اور شاہ کو نہ دکھایا
کُو منافق بُود و آبِ زیرِ کاہ
کیونکہ وہ منافق تھا اور گھاس کے تلے کا پانی

رُقعہ دیگر نویسم ز آزموں
آزمائش کے لئے دوسرا رقعہ لکھتا ہوں
دیگرے جویم رسولِ ذو فنوں
دوسرا ہنرمند قاصد تلاش کرتا ہوں

بر امیر و مَطبخی و نامہ بر
بادشاہ پر اور داروغہ مطبخ پر اور رقعہ لیجانے والے پر
عیب بنہادہ ز جہل آں بے خبر
اُس جاہل نے، نادانی سے عیب دھرے

ہیچ گِردِ خود نمی گردد کہ من
اپنی کچھ خبر نہیں لیتا کہ میں نے
کژ روی کردم چو اندر دیں شمن
ٹیڑھی چال چلی ہے، جیسے کہ بُت پرست دین میں

کژ[3] وزیدنِ باد بر تختِ سلیمان علیہ السلام بسببِ زَلّتِ او
حضرت سلیمانؑ کے تخت پر اُن کی لغزش کی وجہ سے ہوا کا ٹیڑھا چلنا

باد بر تختِ سلیمانؑ رفت کژ
(حضرت) سلیمانؑ کے تخت پر ہوا ٹیڑھی چلی
پس سلیمانؑ گفت بادا کژ مغژ
(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا اے ہوا ٹیڑھی نہ چل

باد ہم گفت اے سلیمانؑ کژ مرو
ہوا نے بھی کہا اے سلیمانؑ! آپ ٹیڑھا نہ چلیں
ور روی کژ از کژم خشمیں مشو
اگر ٹیڑھا چلتے ہیں تو میرے ٹیڑھے پن پر غصہ نہ کریں

ایں ترازو بہرِ ایں بنہاد حق
اللہ (تعالیٰ) نے یہ ترازو اسی لئے پیدا کی ہے
تا رَوَد انصاف مارا در سبق
تاکہ ہمارا انصاف جاری رہے

---

[1] ایں بیاباں۔ معرفت اور رازِ اسرارِ معرفت کا بیان غیر محدود ہے۔ قِبَل۔ جانب۔ خیرہ۔ حیران۔ تیرہ۔ سیاہ، مکدر۔ رُقعہ بر۔ نامہ بر۔ تَب۔ غصہ۔

[2] رُقعہ۔ یعنی اس نامہ بر نے وہ رُقعہ بادشاہ کو نہیں دیا وہ منافق تھا۔ آبِ زیرِ کاہ۔ جس پانی پر گھاس ہو اُس سے دھوکہ لگتا ہے۔ ذو فنون۔ ماہر۔ ہیچ گِردِ خود۔ یعنی اپنی خبر نہیں لیتا ہے دوسروں پر الزام دھر رہا ہے۔ شمن۔ بُت کا پجاری دین میں کجرو ہے۔

[3] کژ وزیدن۔ حضرت سلیمانؑ کے اس قصہ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ غلام اپنی غلطی محسوس کر کے اس کی تلافی کر لیتا تو سب کچھ ٹھیک ہو جاتا جیسا کہ حضرت سلیمانؑ نے کیا۔ زَلّت۔ اُن کے دل میں کوئی نامناسب خیال آیا تھا۔ تخت۔ وہی تخت جسکو ہوا دوش پر لئے پھرتی تھی۔ کژ۔ ٹیڑھا، خمیدن۔ سرنگوں کے بل چلنا۔ ایں ترازو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو برابری کے لئے پیدا فرمائی ہے۔

از[1] ترازو کم کُنی من کم کُنم — تا تو با من روشنی من روشنم
تو ترازو سے کم کرے گا میں (بھی) کم کردوں گا — جب تک تو میرے ساتھ روشن ہے میں (بھی) روشن ہوں

ہمچنیں تاجِ سلیمانؑ میل کرد — روزِ روشن را بروچوں لیل کرد
اسی طرح حضرت سلیمانؑ کا تاج ٹیڑھا ہو گیا — اس نے روشن دن کو ان پر رات بنا دیا

گفت تاجا کژ مشو بر فرقِ من — آفتابا گم مشو از شرقِ من
انھوں نے کہا اے تاج! میرے سر پر ٹیڑھا نہ ہو — اے آفتاب! میرے مشرق سے گم نہ ہو

راست می کرد اُو بدست آں تاج را — باز کج می شُد بر و تاج اے فتیٰ
وہ ہاتھ سے اُس تاج کو سیدھا کرتے تھے — اے نوجوان! تاج اُن پر پھر ٹیڑھا ہو جاتا تھا

ہشت بارش راست کرد و گشت کژ — گفت تاجا چیست آخر کژ مغژ
انھوں نے آٹھ مرتبہ سیدھا کیا وہ ٹیڑھا ہو گیا — انھوں نے کہا اے تاج! آخر کیا ہوا ہے کجروی نہ کر

گفت[2] اگر صد رہ کُنی تو راست من — کژ شوم چوں کژ رَوی اے مؤتمن
اس نے کہا کہ آپ مجھے سو بار سیدھا کرینگے — میں ٹیڑھا ہو جاؤنگا اے امانتدار! جب آپ کجروی کرینگے

پس سلیمانؑ اندرونہ راست کرد — دل براں شہوت کہ بودش گشت سَرد
تو حضرت سلیمانؑ نے باطن کو ٹھیک کر لیا — دل میں جو خواہش تھی دل اُس سے سُست پڑ گیا

بعد ازاں تاجش ہماں دم راست شد — آنچناں کہ تاج را می خواست شد
اِس کے بعد اُن کا تاج فوراً سیدھا ہو گیا — وہ جس طرح تاج چاہتے تھے ویسا ہو گیا

بعد[3] از انش کژ ہمی کرد اُو بقصد — تاجِ اُو می گشت تارکِ جُو بقصد
اس کے بعد اُنھوں نے اسکو قصداً ٹیڑھا کیا — اُن کا تاج قصداً سَر کو تلاش کر لینے والا بن گیا

ہشت کَرَّت کژ نہاد آں مہترش — راست می شد تاج بر فرقِ سرش
اُن سردار نے اس کو آٹھ مرتبہ ٹیڑھا کیا — اُن کے سَر کی مانگ پر تاج سیدھا ہو جاتا تھا

شاہ گفت اے تاج چونست ایں زماں — کژ کُنم تو راست گردی ز امتحاں
شاہ نے فرمایا اے تاج! اِس وقت کیا بات ہے؟ — میں آزمائش کیلئے تجھے ٹیڑھا کرتا ہوں تو سیدھا ہو جاتا ہے

تاج ناطق گشت کے آشہ ناز کُن — چوں فشاندی پَر ز گِل پرواز کُن
تاج نے کہا اے شاہ! ناز کیجئے — جبکہ آپ نے پَروں کو مٹی سے صاف کر لیا ہے پرواز کیجئے

نیست دستوری کزیں من بگذرم — پَردہائے غیب ایں برہم دَرم
اجازت نہیں ہے میں اِس سے آگے بڑھوں — اس کے غیب کے پَردوں کو چاک کردوں

[1] از ترازو۔ قرآن پاک میں ہے۔ جزآؤ سیئۃٍ سیئۃٌ مثلہا ”برائی کا بدلہ اُس جیسی برائی ہے“۔ ترازو پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ہمچنیں۔ یعنی جس طرح ہوا نے کجروی اختیار کی تھی تاج بھی ٹیڑھا ہو گیا جس پر حضرت سلیمانؑ رنجیدہ ہوئے۔ فرق۔ سَر کی مانگ۔ آفتابا یعنی اے تاج تو تجانی کا آفتاب ہے۔

[2] گفت۔ تاج نے حضرت سلیمانؑ سے کہا اے امانتدار جب آپ کے دل میں مناسب خیال نہیں ہے تو میری راست روی کی اُمید نہ کیجئے۔ اندرونہ۔ یعنی دل میں جو خیال تھا اُس کی اصلاح کرلی۔ شہوت یعنی جو نامناسب خیال اُن کے دل میں آیا تھا۔

[3] بعد از انش۔ یعنی اپنے دل کی اصلاح کرنے کے بعد تاج کو قصداً ٹیڑھا کرتے تھے وہ خود بخود سیدھا ہو جاتا تھا۔ ز امتحاں یعنی میں آزمائش کیلئے تجھے قصداً ٹیڑھا رکھتا تھا۔ چوں فشاندی یعنی جب آپ نے اپنے دل کو اس نامناسب خیال سے صاف کر لیا ہے۔ نیست۔ مولانا فرماتے ہیں کسی عمل اور جبار کے راز کو زیادہ واضح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

بر دہانم[1] نہ تو دستِ خود بہ بند — مر دہانم را زگفتِ ناپسند

میرے مُنھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیجئے، بند کر دیجئے — میرے منھ کو ناپسندیدہ بات سے

پس ترا ہر غم کہ پیش آید ز درد — بر کسے تہمت منہ بر خویش گرد

لہٰذا تجھے تکلیف سے جو بھی غم پیش آئے — کسی پر تہمت نہ رکھ، اپنی پڑتال کر

ظن مبر بر دیگرے اے دوست کام — آں مکن کہ می سگالید آں غلام

اے دوستوں کے ہمنوا! دوسرے پر بدگمانی نہ کر — وہ بدگمانی نہ کر جو اُس غلام نے کی

گاہ جنگش با رسول و مطبخی — گاہ خشمش با شہنشاہِ سخی

کبھی اُس کی قاصد اور داروغۂ مطبخ سے لڑائی ہوتی، — کبھی سخی بادشاہ پر اُس کا غصہ ہوتا،

ہمچو فرعونے[2] کہ موسیٰؑ ہشتہ بود — طفلگانِ خلق را سر می رُبود

فرعون کی طرح کہ حضرت، موسیٰؑ کو چھوڑ رکھا تھا — (اور) لوگوں کے بچوں کے سر کاٹتا تھا

آں عدو در خانہ آں کور دل — اُو شدہ اطفال را گردن گسل

دشمن، اُس دل کے اندھے کے گھر میں ہے — وہ بچوں کی گردن کاٹنے والا بنا

تو ہم از بیروں بدی با دیگراں — و اندروں خوش گشتہ با نفسِ گراں

تو بھی باہر سے دوسروں کے ساتھ بد بنا ہوا ہے — اور اندر مکروہ نفس سے خوش ہے

خود عدوت اُوست قندش می دہی — و ز بروں تہمت بہر کس می نہی

تیرا دشمن وہی ہے تو اس کو شکر کھلا رہا ہے — اور باہر ہر شخص پر تہمت رکھتا ہے

ہمچو فرعونے تو کور و کور دل — با عدو خوش بیگناہاں را مذل

تو فرعون کی طرح اندھا اور اندھے دل والا ہے — دشمن سے خوش، بے قصوروں کو ذلیل کرنیوالا ہے

چند فرعونا[3] کُشتی بے جرم را — می نوازی مر تنِ پُر غرم را

اے فرعون! بے قصوروں کو کب تک قتل کریگا؟ — تاوانوں بھرے جسم کو نوازتا رہے گا

عقلِ اُو بر عقلِ شاہاں می فزود — حکمِ حق بے عقل و کورش کردہ بود

اُسکی عقل بادشاہوں کی عقل سے بڑھی ہوئی تھی — خدا کے حکم نے اُسکو بے عقل اور اندھا کر دیا تھا

مُہرِ حق بر چشم و بر گوش و خرد — گر فلاطون ست حیوانش کُند

اللہ (تعالیٰ) کی مُہر آنکھ پر اور کان پر اور عقل پر — خواہ افلاطون ہو اُس کو جانور بنا دیتی ہے

تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ عقلِ اُو۔ مولانا فرماتے ہیں فرعون عقل میں دوسرے شہنشاہوں سے بڑھا ہوا تھا لیکن قضاءِ خداوندی نے اُس کو بے عقل اور اندھا بنا دیا تھا اللہ کی مُہر بڑے سے بڑے عقلمند کو بے عقل جانور بنا دیتی ہے۔

[1] بر دہانم۔ مولانا دعا کرتے ہیں کہ اے خدا اگر میرے منھ سے تیری مرضی کے خلاف باتیں نکلیں اور غیب کے راز ظاہر کرنے لگوں تو میرا منھ بند کر دے۔ پس ترا۔ انسان کو جو تکلیف پہنچتی ہے دراصل وہ اُس کے کسی عمل کی سزا ہوتی ہے لہٰذا دوسروں پر الزام نہ رکھنا چاہئیے اور اُس غلام کی طرح نہ کرنا چاہئیے۔ بلکہ اپنے آپ کو ہی قصور وار سمجھنا چاہئیے۔ گاہ جنگش۔ اُس غلام کی بیوقوفی تھی خود اُس کی خطا پر رعنوی کم ہوئی اور وہ دوسروں سے لڑا۔

[2] ہمچو فرعونے۔ فرعون نے بھی یہی غلطی کی اُس کی سلطنت کی بربادی کا اصل سبب حضرت موسیٰؑ تھے جو اُس کے گھر میں پرورش پا رہے تھے اور وہ دوسرے بچوں کو قتل کرا رہا تھا۔ نفسِ گراں۔ خطا تیرے نفس کی ہوتی ہے تو اُس سے خوش رہتا ہے دوسروں پر ناخوشی کا اظہار کرتا ہے تو بھی فرعون کی طرح ہے جو دشمن سے خوش تھا اور دوسروں کو ذلیل و خوار کر رہا تھا۔

[3] چند فرعونا۔ انسان کی یہ فرعونیت ہے کہ اصل دشمن یعنی اپنے آپ کو بے قصور رکھتا ہے اور دوسروں سے دشمنی کرتا ہے۔ غرم۔ تاوان قرآن پاک میں ہے مَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ یعنی جو مصیبت

حُکمِ[1] حق بر لوح می آید پدید — آنچناں کہ حُکمِ غیب از بایزیدؒ

اللہ (تعالیٰ) کا حکم لوح پر ظاہر ہوجاتا ہے — جس طرح کہ غیب کا حکم بایزیدؒ پر ظاہر ہوا

شُنیدنِ شیخ ابوالحسنؒ خرقانی خبر دادنِ بایزیدؒ را از بُودنِ اُو و احوالِ اُو پیش از زادنِ اُو

حضرت شیخ ابوالحسنؒ خرقانی کا حضرت بایزیدؒ کے اُن کے پیدا ہونے کی اور احوال کی پیدا ہونے سے قبل خبر دینے کو سُننا

ہمچناں آمد کہ اُو فرمودہ بُود — بُوالحسنؒ از مردماں آں را شنود

ایسا ہی ہوا جیسا کہ اُنھوں نے فرمایا تھا — ابوالحسنؒ نے لوگوں سے یہ سُنا

کہ حسن باشد مُرید و اُمّتم — درس گیرد ہر صباح از تربتم

کہ ابوالحسنؒ میرا مُرید و میرا اُمّتی ہوگا — ہر صبح کو میری قبر سے تعلیم حاصل کریگا

ہر صباحے آید و خواند سبق — بر سرِ خاکم شود پیرے بحق

وہ ہر صبح کو آئے گا اور سبق حاصل کریگا — میری قبر پر، باخدا شیخ بن جائے گا

گفت[2] من ہم نیز خوابے دیدہ ام — وز روانِ شیخ ایں بشنیدہ ام

اُنھوں نے فرمایا میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے — اور شیخ کی روح سے یہ سُنا ہے

ہر صباحے تیز رفتے بے فتور — بر سرِ گورش نشستے باحضور

بلاناغہ ہر صبح کو تیزی سے جاتے — دل جمعی کے ساتھ اُن کی قبر کے سرہانے بیٹھتے

ہر صباحے رُو نہادے سُوی گور — ایستادے تا ضُحیٰ اندر حضور

ہر صبح قبر کی جانب روانہ ہوتے — حاضری میں چاشت تک کھڑے رہتے

تا مثالِ شیخ پیشش آمدے — یا کہ بے گفتے شکالش حل شُدے

حتیٰ کہ شیخ کی مثالی (صورت) اُنکے سامنے آجاتی — یا بغیر بات کئے اُن کا اشکال حل ہوجاتا

تا[3] یکے روزے بیامد باسُعُود — گور ہا را برفِ نو پوشیدہ بود

یہاں تک کہ ایک روز وہ سعادتمندی سے آئے — قبروں کو نئے برف نے چھپا رکھا تھا

توے بر تو برفہا ہمچوں عَلَم — قُبّہ قُبّہ دید و شُد جانش بہ غم

تہ بہ تہ پہاڑ جیسے برف کے — تودے دیکھے اور غم سے اُنکی جان غمگین ہوگئی

بانگش آمد از حظیرہ شیخِ حَیّ — ھَا اَنَا اَدْعُوکَ کَیْ تَسْعیٰ اِلَیَّ

اُن کو زندہ شیخ کے حظیرے سے آواز آئی — ہاں میں تجھے پکار رہا ہوں تاکہ دوڑ کر میرے پاس آئے

---

[1] حُکمِ حق۔ اللہ کا فیصلہ لامحالہ ظاہر ہو کر رہتا ہے جیسا کہ بایزیدؒ کا بھی حکم ظاہر ہو کر رہا۔ شنیدن۔ حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے پیدائش کے بعد حضرت بایزیدؒ کی پیش گوئی سُنی۔ کہ حسن۔ حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے یہ بھی سُنا کہ بایزیدؒ نے فرمایا کہ ابوالحسن میری قبر سے فیض حاصل کریگا اور میرا مُرید ہوگا میرے حلقہ میں اہل ہوگا۔ ہر صباحے۔ اُنھوں نے یہ بھی سُنا کہ یہ فرمایا تھا کہ وہ ہر صبح کو آکر میری قبر سے فیض حاصل کرے گا اور باخدا شیخ بنے گا۔

[2] گفت۔ جب یہ باتیں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے سُنیں تو فرمایا کہ شیخ بایزیدؒ کی رُوح نے مجھ سے بھی خواب میں یہ باتیں فرمائی ہیں۔ ہر صباحے۔ چنانچہ شیخ ابوالحسنؒ خرقانی روز صبح کو حضرت بایزیدؒ کی قبر پر جاتے تھے حضور یعنی حضورِ قلب کے ساتھ۔ تا مثال۔ کبھی حضرت بایزیدؒ صورتِ مثالی میں سامنے آکر اُن کے اِشکالات حل کرتے اور کبھی صورتِ مثال کے واسطہ کے بغیر فیض حاصل ہوجاتا۔

[3] تا یکے روزے۔ ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانیؒ قبر پر پہنچے تو قبر نظر نہ آئی اس پر تہ بہ تہ برف کے ٹیلے جمے نظر آئے تو بہت رنجیدہ ہوئے۔ بانگش۔ شیخ بایزیدؒ جو روحانی حیات سے زندہ تھے اُنکی آواز آئی کہ بڑھ کے۔ یہاں میری طرف آجا تاکہ تو اپنی مراد کو پہنچ جائے

ہیں بیا ایں سو بر آوازم شتاب — عالم ار برفست روی از من متاب
ہاں، میری آواز پر جلد ادھر آجا — دنیا اگرچہ برف ہے، مجھ سے منہ نہ موڑ

حالِ اُو زاں روز شد خوب و بدید[1] — آں عجائب را کہ اول می شنید
اُس رونے سے اُن کی حالت خوب ہوگئی اور اُنھوں — وہ عجائب، جو پہلے سنتے تھے

باز باید[1] گشت سوی آں غلام — کرد باید آں حکایت را تمام
اُس غلام کی طرف لوٹنا چاہیئے — اُس حکایت کو پورا کرنا چاہیئے

رُقعۂ دیگر نوشتنِ آں غلام پیشِ شاہ چوں
جبکہ پہلے رُقعہ کا جواب نہ آیا اُس غلام کا بادشاہ کو پیش کرنے

جوابِ رُقعۂ اوّل نیامد
کے لئے دوسرا رقعہ لکھنا

نامۂ دیگر نوشت آں بدگماں[2] — پُر ز تشنیع و نفیر و پُر فغاں
اُس بدگمان نے دوسرا رُقعہ لکھا — ملامت اور فریاد اور شور سے بھرا ہوا

کہ یکے رُقعہ نوشتم پیشِ شاہ — اے عجب آنجا رسید و یافت راہ
کہ میں نے بادشاہ کے حضور میں ایک رُقعہ لکھا — تعجب ہے کہ وہ وہاں پہنچا اور باریاب ہوا

آں دِگر را خواند ہم آں خوب خَد — ہم نداد اُو را جواب و تن بزد
اُس حَسین چہرے والے نے دوسرا بھی پڑھا — اُس کا بھی جواب نہ دیا اور چُپ رہا

خشک می آورد اُو را شہریار — اُو مکرر کرد رقعہ پنج بار
اُس کے ساتھ شاہ نے خشکی برتی — اُس نے پانچ مرتبہ رقعے مکرر کئے

گفت حاجب[3] آخر اُو بندہ شماست — گر جوابش بر نویسی ہم رواست
حاجب نے کہا آخر وہ آپ کا غلام ہے — اگر اُس کو جواب لکھ دیں تو بھی مناسب ہے

از شہیِ تو چہ کم گردد اگر — بر غلام و بندہ اندازی نظر
آپ کی بادشاہی میں کیا کمی آجائیگی اگر — غلام اور بندہ پر آپ نظر (کرم) کریں

گفت ایں سہل است امّا احمق ست — مردِ احمق زشت و مردودِ حق ست
اُس نے کہا یہ آسان ہے، لیکن وہ احمق ہے — احمق انسان بُرا اور خدا کا مردود ہے

گرچہ آمرزم گناہ و زَلّتش — ہم کند در من سرایت علّتش
اگر میں اُس کی خطا اور لغزش معاف کردونگا — مجھ میں بھی اُس کی بیماری سرایت کرجائیگی

---

[1] حال۔ اب حضرت ابوالحسن خرقانی کی تکیں ہو چکی تھی اور اُن پر رشاہت کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ باز باید۔ اب مولانا پھر غلام کا قصہ شروع کرتے ہیں۔

[2] بدگماں۔ یعنی وہی غلام تشنیع۔ بُرا بھلا کہنا۔ اے عجب۔ یعنی اس پر تعجب ہے کہ وہ رُقعہ بادشاہ تک پہنچ گیا اور پھر بھی مجھے جواب نہ ملا۔ خوب خد۔ حسین رُخ یعنی شاہ۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ خشک۔ یعنی شاہ نے اُس سے خشکی برتی۔

[3] گفت حاجب۔ پیشکار نے کہا کہ وہ غلام بہر حال آپ کا ہے اگر اُس کو جواب لکھ دیں تو مناسب ہوگا۔ حاجب۔ دربان، پیشکار۔ اندازی نظر۔ یعنی نظر کرم کرکے جواب لکھ دیں۔ ایں۔ جواب لکھانا۔ احمق بیوقوف انسان مردودِ بارگاہِ خداوندی ہے۔ آمرزم۔ یعنی معاف کرکے پھر قریب کرونگا۔ علتش۔ یعنی اُس کی حماقت کی بیماری۔

صد کس از گرگیں[1] ہمہ گرگیں شوند — خاصہ ایں گرِ خبیثِ عقل بند

خارشتی سے سَو شخص سب خارشی ہو جاتے ہیں — خصوصاً بے عقل خبیث کی خارش

گرِ کم عقلی مبادا گبر را — شومیش بے آب دارد ابر را

بے عقل کی خارش خدا کرے کافر کو بھی، نہ ہو — اُس کی نحوست ابر کو بے پانی کا بنا دیتی ہے

نم نبارد ابر از شومیِ او — شہر شد ویرانہ از بومیِ او

اُس کی بدبختی سے ابر بارش نہیں برساتا ہے — اُس کے اُلّو پن سے شہر ویرانہ ہو جاتا ہے

از گرِ آں احمقاں طوفانِ نوحؑ — کرد ویراں عالمے را در فضوح

اُن احمقوں کی خارش کی وجہ سے (حضرت) نوحؑ کے طوفان نے — رُسوائی میں ایک جہان کو ویران کر دیا

ستودنِ پیغمبر علیہ السلام عاقل را و نکوہیدن احمق را

پیغمبر علیہ السلام کا عقلمند کی تعریف کرنا اور احمق کی مذمت کرنا

گفت پیغمبرؐ کہ احمق ہر کہ ہست — او عدوِّ ما و غولِ رہزن ست

پیغمبرؐ نے فرمایا احمق جو بھی ہے — وہ ہمارا دشمن اور بھٹکانے والا بھلاوا ہے

ہر کہ او عاقل بُوَد او جانِ ماست — روحِ او و ریحِ او ریحانِ ماست

جو بھی عقلمند ہے وہ ہماری جان ہے — اُس کی روح اور اُس کی ہوا ہماری خوشبو ہے

عقل[2] دشنامم دہد من راضیم — زانکہ فیضے دارد از فیاضیم

عقل مجھے گالی دے، میں خوش ہوں — کیونکہ میری فیاضی سے فیض پا چکی ہے

نبود آں دشنامِ او بے فائدہ — نبود آں مہمانیش بے مائدہ

اُس کی وہ گالی بے فائدہ نہ ہو گی — اس کی وہ مہمانی بغیر دسترخوان کے نہ ہو گی

احمق ار حلوا نہد اندر لبم — من ازاں حلوایِ او اندر تبم

احمق اگر میرے ہونٹوں پر حلوہ رکھے — میں اُس کے حلوے سے بخار میں ہوں

ایں یقیں داں گر لطیف و روشنی — نیست[3] بوسِ کونِ خر را چاشنی

اگر تو پاکیزہ اور روشن ہے تو یقین کر — گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے میں کوئی لطف نہیں ہے

سبلتت گندہ کند بے فائدہ — جامہ از دیگش سیہ بے مائدہ

بے فائدہ تیری مونچھوں کو گندہ کر دیگا — بغیر دسترخوان کے اُس کی دیگ سے تیرے کپڑے سیاہ ہو جائیں گے

مائدۂ عقل ست نے نان و کباب — نورِ عقل ست اے پسر جاں را شراب

دسترخوان عقل ہے نہ روٹی اور کباب — اے بیٹا! جان کی شراب عقل کا نور ہے

---

[1] گرگیں۔ گیں فاعل کی علامت ہے۔ گر کاف فارسی کے فتح کے ساتھ خارش کی بیماری۔ گرِ بے عقل کی خارش خدا کرے کافر کو بھی نہ لگے۔ شومیش۔ بد عقل کی بدبختی سے ابر بھی بے باراں ہو جاتا ہے۔ بومیِ او۔ مشہور ہے کہ جہاں اُلّو بیٹھنے لگے وہ مقام ویران ہو جاتا ہے۔ از گر۔ قوم نوحؑ کی حماقت سے طوفان آیا اور دنیا برباد ہو گئی تھی۔ گفت پیغمبر۔ بعض احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ بیوقوف ہمارا دشمن ہے اور عقلمند ہمارا دوست ہے۔

[2] عقل دشنامم۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مولانا کا مقولہ ہو اور مولانا اپنے بارے میں فرما رہے ہوں یا حدیث کا جزو ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عقلمند اگر بُرا بھی کہتا ہو تو اُس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ احمق۔ بیوقوف کی بھلائی میں بھی بُرائی ہے۔

[3] نیست۔ بیوقوف سے محبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی گدھے کی مقعد کو بوسہ دے۔ سبلتت۔ اس بوسے سے تمہیں نقصان پہنچے گا اور بیکار کپڑے کالے ہوں گے۔ مائدۂ عقلست۔ اصل دسترخوان عقل ہے جس سے انسان غذا حاصل کرتا ہے نان و کباب اگر احمق پیش بھی کرے تو دسترخوان نہیں ہے بلکہ مضرت رساں ہے اُس کا نان و نمک بے عقل بنا دے گا۔

لہ نیست غیرِ نورٔ آدم را خورش
از جزِ آں جاں نیابد پرورش

انسان کی خوراک نور کے سوا نہیں ہے
اس کے سوا سے جان پرورش نہیں پاتی ہے

زیں خورشہا اندک اندک باز بُر
کایں غذای خر بود نے آنِ حُر

اِن کھانوں سے آہستہ آہستہ جدا ہوجا
کیونکہ یہ گدھے کی خوراک ہیں نہ کہ شریف کی ملکیت

تا غذای اصل را قابل شوی
لقمہای نور را آکل شوی

تاکہ تو اصلی غذا کے قابل ہوجائے
نور کے لقمے کھانے والا بن جائے

عکسِ آں نورست کایں ناں ناں شدہ است
فیضِ آں جانست کایں جاں جاں شدہ است

اِسی نور کا پرتو ہے، کہ یہ روٹی روٹی بنی ہے
اِسی جان کا فیض ہے کہ یہ جان، جان بنی ہے

چوں لہ خوری یکبار از ماکولِ نور
خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور

اگر تو ایک بار نور کی غذا کھالے گا
تنور کی روٹی پر خاک ڈالدے گا

عقل شیدا شد چہ خوانی تُرّہات
راہ پیدا شد چہ پائے بے ثبات

(تو کہے گا) عقل عاشق ہوگئی ہے تو کیا بکواس کرتا ہے؟
راستہ پیدا ہوگیا تو کمزور پاؤں کیا ہے؟

عقل دو عقل است اول مکسبی
کہ در آموزی چو در مکتب صبی

عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی
جو کہ مکتب میں بچوں کی طرح تو سیکھتا ہے

از کتاب و اوستا و فکر و ذکر
از معانی وز علومِ خوب و بکر

کتاب اور اُستاد اور غور اور یاد سے
معانی سے اور عمدہ اور تازہ علوم سے

عقلِ تو افزوں شود بر دیگراں
لیک تو باشی ز حفظِ آں گراں

تیری عقل دوسروں سے بڑھ جاتی ہے
لیکن تو اُن کو یاد کرنے سے بوجھل ہوجاتا ہے

لوحِ حافظ باشی اندر دور و گشت
لوحِ محفوظ اوست کو زیں در گذشت

دور اور گشت میں تو حفاظت کرنیوالی تختی ہوگا
لوحِ محفوظ وہ ہے جو اس سے گذر گیا

عقلِ ۳ دیگر بخششِ یزداں بود
چشمۂ آں در میانِ جاں بود

دوسری عقل اللہ (تعالیٰ) کی بخشش ہوتی ہے
اُس کا سرچشمہ جان کے اندر ہوتا ہے

چوں ز سینہ آبِ دانش جوش کرد
نے شود گندہ نہ دیرینہ نہ زرد

جب سینہ سے عقل کا پانی جوش مارتا ہے
نہ گندہ ہوتا ہے، نہ پُرانا نہ زرد

ور رہِ نبعش بود بستہ چہ غم
کو ہمی جوشد ز خانہ دمبدم

اگر اس کے اُبلنے کا راستہ بند ہوجائے تو کیا فکر ہے؟
کیونکہ وہ گھر (دل) میں سے ہر وقت جوش مارتا ہو

لہ نیست۔ اگر احمق کو سرخوانی پر پینے کی چیزیں ملیں تو وہ انسان کی شراب نہیں ہے شراب تو روح عقل ہے روح کی پرورش الٰہی سے ہوتی ہے۔ خورشہا۔ جسمی غذائیں۔ خر۔ یعنی خریف انسان۔ تا غذای اصل شعر۔ اندرون از طعام خالی دار تا دراں نورِ معرفت بینی عکس۔ جسمانی غذاؤں میں اسی نورانی غذا کا پرتو آگیا تھا اس لئے جسمانی جان اسی نورانی جان سے جان بنی ہے۔

لہ چوں خوری۔ نور کی روحانی غذا کا ایک لقمہ کھالو گے تو یہ غذائے جسمانی ہیچ ہوجائیگی۔ عقل شیدا شد۔ جب تم وہ غذا کھالوگے تو جسمانی غذا کو کہوگے کہ مجھ پر عاشق ہوگئی ہے اب تو مجھے چیزیں پیش کیوں کرتی ہے مجھے راستہ مل گیا ہے مجھے تجھ سے کمزور پاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ عقل عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی عقل ہے جو درسگاہوں سے حاصل ہوتی ہے، یہ عقل اگر حاصل ہوجائے تو دوسروں کی عقل سے بڑھ جاتی ہے یہ کتاب اور استاد اور علوم سے حاصل ہوتی ہے اس عقل کے حاصل ہونے پر انسان حفاظت کرنے والی تختی بن جاتا ہے لیکن لوح محفوظ جس کی حق تعالیٰ ہر قسم کی غلطی سے حفاظت کرتا ہے وہ اس کے علاوہ چیز ہے۔

۳ عقل دیگر۔ عقل کی دوسری قسم وہ ہے جو خدا کی عطا ہے اور اس کا سرچشمہ درسگاہ اور استاد نہیں ہے بلکہ خود روح کے اندر اس کا چشمہ ہے اس چشمے سے جو پانی آتا ہے وہ نہ گندہ ہوتا ہے نہ اس کا

[illegible]

عقلِ[1] تحصیلی مثالِ جُوئہا — کاں رَوَد در خانۂ از کُوئہا
تحصیلی عقل نہروں کی طرح ہے — جو گھر (دل)، میں نالیوں میں سے پہنچتی ہے

راہِ آبش بَستہ شُد شُد بینوا — از درونِ چشمہ کے بند دُرا
اگر اسکے پانی کا راستہ بند ہو جائے تو وہ مفلس بنجاتا ہو — چشمہ کے اندر سے اُس کو کون بند کر سکتا ہے؟

از درونِ خویشتن جُو چشمہ را — تا رَہی از مِنّت ہر نا سزا
اپنے اندر چشمہ کی تلاش کر — تاکہ تو ہر نالائق کے احسان سے نجات پالے

قصۂ شخصیکہ با شخصے مَشورت می کرد اُو گفت مَشورت
اُس شخص کا قصہ جو ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا اُس نے کہا کہ کسی دوسرے سے

با دیگرے کُن کہ مَن عَدُوِّ تو اَم
مشورہ کر کیونکہ میں تیرا دشمن ہوں

مَشورت می کرد شخصے با کسے — کز تردُّد[2] وارَہد وَز مَحبسے
ایک شخص ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا — تاکہ تردّد اور بندش سے چھوٹ جائے

گفت اے خوش نام غیرِ من بجو — ماجرائے مَشورت با اُو بگو
اُس نے کہا اے نیک نام میرے غیر کو تلاش کر — مشورے کا معاملہ اُس سے کہہ

من عَدُوّم مر تُرا با من مپیچ — نبُوَد از رای عَدُوّ پیروز ہیچ
میں تیرا دشمن ہوں مجھ سے نہ اُلجھ — دشمن کی رائے سے کوئی کامیاب نہیں ہوا ہے

رَو[3] کسے جُو کہ تُرا اُو ہست دوست — دوست بہرِ دوست لا شک خیر جوست
جا کسی ایسے کو تلاش کر جو تیرا دوست ہو — بے شبہ دوست، دوست کا خیر خواہ ہے

من عَدُوّم چارہ نبُوَد کز مَنی — کژ رَوَم با تو نمایم دشمنی
میں دشمن ہوں لامحالہ میں خودی کی وجہ سے — ٹیڑھا چلوں گا، تجھ سے دشمنی کروں گا

حارسی از گرگ جُستن شرط نیست — جُستن از غیرِ محل نا جُستنی ست
بھیڑیئے سے رکھوالی چاہنا مناسب نہیں ہے — بے موقع تلاش کرنا، تلاش نہ کرنا ہے

من تُرا بے ہیچ شکّے دشمنم — من تُرا کے رَہ نمایم رہزنم
میں بلا شبہ تیرا دشمن ہوں — میں کب تیری راہنمائی کروں گا، میں راہزن ہوں!

ہر کہ باشد ہمنشینِ دوستاں — ہست در گلخن میانِ بوستاں
جو دوستوں کا ہم نشین ہو — بھٹی میں (بھی) باغ میں ہے

[1] عقلِ تحصیلی یعنی کسبی عقل جو دوسروں سے حاصل کیجاتی ہے۔ جُو یہا۔ گڑھے۔ راہِ آبش۔ اگر کسبی عقل کے حصول کے ذریعہ مفقود ہو جاتے ہیں تو انسان بے سروسامان رہجاتا ہے لیکن اندرونی چشمہ اُس آفت سے محفوظ ہے اور وہ اس عقل کے روحانی چشمہ کی جستجو کرنی چاہیئے تاکہ دوسروں کا احسان نہ اٹھانا پڑے۔ قصہ۔ اس قصّہ سے عقل کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔

[2] کز تردّد۔ انسان تردد میں کسی طرف پیشقدمی نہیں کرتا ہے۔ گفت۔ اُس شخص نے کہا کسی اور سے مشورہ کرے۔ من عدوم۔ میں تیرا دشمن ہوں دشمن کے مشورے سے کوئی کامیابی نہیں ہوتی ہو۔

[3] رو کسے۔ تجھے کوئی دوست تلاش کر کے اُس سے مشورہ کرنا چاہیئے، دوست دوست کا خیر خواہ ہوتا ہے بُنی جوی۔ حارسی۔ بھیڑیا، بھیڑوں کا رکھوالا نہیں بن سکتا۔ جُستن بے محل تلاش اور جستجو سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہر کہ... دوستوں کی صحبت میں بھٹی بھی باغ بن جاتی ہے اور دشمنوں کی صحبت باغ کو بھی بھٹی بنا دیتی ہے۔

ہر کہ با دشمن نشیند در زمن — ہست او در بوستاں در گولخن ۱۳

جو زمانہ میں دشمن کا ہم نشین ہو — وہ باغ میں (بھی) بھٹی میں ہے

دوستؔ را ما زار از ما و منت — تا نگردد دوست خصم و دشمنت

دوست کو تو تو میں میں سے نہ ستا — تاکہ دوست تیرا مخالف اور دشمن نہ بنے

خیر کن با خلق از بہر ایزدت — یا برائے راحت جانِ خودت

اپنے خدا کے لئے لوگوں سے بھلائی کر — یا خود اپنی جان کے آرام کے لئے

تا ہمہ را دوست بینی در نظر — در دلت ناید زکیں ناخوش صور

تاکہ تو نگاہ سے سب کو دوست دیکھے — تاکہ تیرے دل میں کینے سے برے خیالات نہ آئیں

چونکہ کردی دشمنی پرہیز کن — مشورت با یارِ مہر انگیز کن

جب تونے دشمنی کی تو احتیاط برت — مشورہ، محبت بھرے دوست سے کر

گفت من دانم ترا اے بوالحسن — کہ توئی دیرینہ دشمن دارِ من

اس نے کہا اے ابوالحسن میں تجھے جانتا ہوں — کہ تو میرا پرانا دشمن ہے

لیک مردِ عاقلی و معنوی — عقلِ تو نگذاردت کہ کجروی

لیکن تو عقلمند آدمی ہے اور با معنی ہے — تیری عقل تجھے اجازت نہ دیگی کہ تو ٹیڑھا چلے

طبعؔ خواہد تا کشد از خصم کیں — عقل بر نفس ست بندِ آہنیں

طبیعت کا تقاضہ ہے کہ دشمن سے بدلے — لیکن، عقل، نفس پر لوہے کی زنجیر ہے

آید و منعش کند وا داردش — عقل چوں شحنہ است در نیک و بد

وہ عقل آتی ہے اور اس کو منع کرتی ہے اسکو روکتی ہے — عقل اس کیلئے اچھے اور برے میں کوتوال کیطرح ہے

عقلِؔ ایمانی چو شحنہ عادل ست — پاسبان و حاکمِ شہرِ دل ست

ایمانی عقل، منصف کوتوال کی طرح ہے — دل کے شہر کی محافظ اور حاکم ہے

ہمچو گربہ باشد او بیدار ہوش — دزد در سوراخ ماند ہمچو موش

وہ بلی کی طرح ہوشیار رہتی ہے — چور سوراخ میں چوہے کی طرح گھسا رہتا ہے

در ہر آنجا کہ بر آرد موش دست — نیست گربہ ور بود او مردہ است

جس جگہ چوہا پنجہ نکالے — (وہاں) بلی نہیں ہے، اگر ہو تو وہ مردہ ہے

گربہ چہ شیر و شیر افگن بود — عقلِ ایمانی کہ اندر تن بود

بلی کیسی، شیر اور شیر کو پچھاڑنے والی ہوتی ہے — وہ ایمانی عقل جو جسم میں ہوتی ہے

---

۱ دوست۔ خود غرضی کر کے دوستوں کو دشمن نہ بنانا چاہیے۔ خیر کن۔ لوگوں کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر بھلائی کرو اگر یہ مقصد بھی نہ ہو تو اپنی راحت کی خاطر دوسروں کے ساتھ بھلائی کرو۔ تا ہمہ۔ جب لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو گے تو وہ تمہارے دوست بنجائیں گے اور تمہارے دل میں تکلیف دہ خیالات نہ آسکیں گے چونکہ۔ اگر تو سب کو دوست نہیں بنا سکتا ہے تو پھر مشورہ کسی مخلص دوست سے کر۔ گفت۔ مشورہ لینے والے نے کہا میں جانتا ہوں تو میرا دشمن ہے لیکن تو انسان ہے اور عقلمند ہے اور بھی نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ تیری عقل تجھے بے ساختہ کجروی نہ کرنے دیگی۔

۲ طبع خواہد۔ عقلمند کا طبعی تقاضا اگرچہ دشمن سے بدلہ لینے کا ہوتا ہے لیکن اس کی عقل اس کی طبیعت اور نفس پر غالب آجاتی ہے۔ عقل۔ عقل، عقلمند کی ہر اچھے برے موقع پر حفاظت کرتی ہے۔

۳ عقل۔ عقل منصف کوتوال ہے اور دل کے خیالات پر حاکم ہے۔ ہمچو گربہ۔ عقل کی مثال بلی کی سی ہے اور نفس ایک چوہا ہے۔ در ہر آنجا۔ اگر نفس کا غلبہ ہے تو سمجھو کہ وہاں عقل نہیں ہے اور اگر ہے تو مردہ ہے۔ گربہ۔ ہم نے عقل کو بلی قرار دیا یہ غلطی تھی عقل تو شیر اور شیر افگن ہے۔

غُرّۂ اُو حاکمِ درّندگاں[۱]
اُس کی غراہٹ درندوں کی حاکم ہے
نعرۂ اُو مانعِ چرّندگاں
اُس کا نعرہ چرندوں کے لئے مانع ہے

شہر پُر دُزداست و پُر جامہ کنے
شہر چوروں اور کپڑے اُتارنے والوں بھرا ہے
خواہ شحنہ باش گو و خواہ نے
کہہ دو خواہ کوتوال ہو یا نہ ہو

عقل در تن حاکمِ ایماں بُوَد
عقل بدن میں ایمان کا حکم دینے والی ہے
کہ زبیمش نفس در زنداں بُوَد
جس کے ڈر سے نفس قیدخانہ میں ہوتا ہے

عقلِ عقل[۲] و جانِ جاں اے جاں توئی
اے جان! عقل کی عقل اور جان کی جان تو ہے
عقل و جانِ خلق را سلطاں توئی
تو ہی مخلوق کی عقل اور جان کا بادشاہ ہے

عقلِ کُل سرگشتہ و حیرانِ تُست
عقلِ کُل تیرے بارے میں حیران اور پریشان ہے
کُلِّ موجودات در فرمانِ تُست
تمام موجودات تیرے حکم میں ہیں

امیر گردانیدن رسول علیہ السلام جوانِ ہذیلی را بر سَرِیَّہ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی ہذیل کے ایک نوجوان کو اُس لشکر کا سردار بنانا

کہ دراں پیراں و جنگ آموزدگان بُودند
جس میں بوڑھے اور جنگ آزمودہ تھے

یک سریّہ می فرستادے رسولؐ
آنحضورؐ ایک لشکر بھیج رہے تھے
بہرِ جنگِ کافر و دفعِ فضول
کافر (لوگوں) کو جنگ اور فضول (لوگوں) کو دفع کرنے

یک جوانے[۳] را گزیدا اُو از ہذیل
آپ نے (بنی) ہذیل کے ایک جوان کو منتخب فرمایا
میرِ لشکر کردش و سالارِ خیل
اُس کو لشکر کا امیر اور لشکر کا سپہ سالار بنا دیا

اصلِ لشکر بیگماں سرور بُوَد
یقیناً، سردار لشکر کی بُنیاد ہوتا ہے
قوم بے سرور تنِ بے سر بُوَد
بغیر سردار کی قوم، بے سر کا جسم ہوتی ہے

ایں ہمہ کہ مُردہ و پژمُردہ
یہ جو تو بالکل مُردہ اور پژمُردہ ہے
زاں بُوَد کہ ترکِ سرور کردہ
اس لئے ہے کہ تو نے سردار کو چھوڑ دیا ہے

از کسل وز بُخل وز ما و منی
سُستی اور بُخل اور خودی و انانیت کی وجہ سے
می کشی سر خویش را سر میکنی
تو سرکشی کرتا ہے اپنے آپ کو سردار بناتا ہے

ہمچو اُستورے کہ بگریزد ز بار
اُس گدھے کی طرح جو بوجھ سے بھاگے
اُو سرِ خود گیرد اندر کوہسار
اور پہاڑ کا راستہ لے لے

۱ درّندگان۔ یعنی انسان کی قوتِ غضبیہ۔ چرّندگان۔ یعنی انسان کی قوتِ شہویہ۔ شہر پُر دُزداست۔ انسان میں لامحالہ نفسانی قوتیں ہوتی ہیں عقل کے بھروسہ پر اُن سے غفلت نہ برتنی چاہیئے بس اِس قدر ہے کہ اگر عقل ہوتی ہے تو وہ قوتیں مضمحل ہوجاتی ہیں لیکن بالکل فنا نہیں ہوتی ہیں۔

۲ عقلِ عقل۔ کامل انسان کو خطاب ہے کہ تو ہی عقل کی عقل اور جان کی جان ہے اور تمام کائنات پر تیری سلطنت ہے۔ عقلِ کُل۔ جبرئیلؑ معراج میں آنحضورؐ کے عروج پر حیران تھے۔ امیر گردانیدن۔ اِس قصہ کو نقل کرنے سے یہ مقصود ہے کہ "بزرگی بہ عقلست نہ بسال"۔ سَرِیّہ۔ جہاد کا وہ لشکر جس میں آنحضورؐ خود شریک نہ ہوں۔

۳ یک جوانے۔ آنحضورؐ نے اِس لشکر کا ایک ہذیلی نوجوان کو سردار بنا دیا۔ ہذیل۔ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ خیل۔ گروہ۔ اصل۔ فوج کا سردار بمنزلہ سر کے ہے۔ بغیر سردار کی فوج بغیر سر کا دھڑ ہے۔ ایں ہمہ۔ مولانا نے لشکر کے سردار سے گریز فرما کر شیخ کی ضرورت کا مضمون شروع فرما دیا ہے یعنی انسان کی اعمالِ خیر میں پژمردگی اسی لئے ہوتی ہے کہ اُس نے کسی شیخ کو اپنا سردار نہیں بنایا۔ از کسل۔ کسی کو شیخ اور پیر بنانے میں انسان کی عمل سے سستی اور خودی مانع بنتی ہے۔ ہمچو۔ شیخ سے گریز کرنیوالے کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جو بوجھ سے گھبرا کر پہاڑ کی طرف بھاگ پڑے۔

صاحبش دَر پے دَواں کائے خیرہ سَر ؎۱
اُس کا مالک پیچھے دوڑے کہ اے سرکش!
ہر طرف گرگے ست اندر قصدِ خر
ہر طرف گدھے کی تلاش میں بیٹھے ہیں

گر ز چشمم ایں زماں غائب شوی
اگر تو اس وقت میری نظر سے غائب ہوگا
پیشت آید ہر طرف گرگِ قوی
ہر جانب قوی بھیڑیا تیرے سامنے آئیگا

استخوانت را بخاید چوں شکر
شکر کی طرح تیری ہڈیاں چبالے گا
کہ نہ بینی زندگانی را دگر
حتّٰی کہ تو دوبارہ زندگی نہ دیکھے گا

آں مکُن آخر بمانی از عَلَف
وہ نہ کر، بالآخر تو گھاس سے (محروم) رہ جائیگا
آتش از بے ہیزمی گردد تلف
بغیر ایندھن کے آگ تباہ ہوجاتی ہے

ہیں بمگریز از تصرّف کردنم
خبردار! میرے کام میں لگانے سے بھاگ
وز گراں باری کہ جانِ تو منم
اور بوجھ لادنے سے، کیونکہ میں تیری جان ہوں

تو ستوری ہم کہ نفست غالب ست ؎۲
تو بھی گدھا ہے کیونکہ تیرا نفس غالب ہے
حُکم غالب را بُود اے خود پرست
اے نفس پرست! حکم غالب پر لگتا ہے

خر نخواندت اسپ خواندت ذوالجلال
اللہ تعالیٰ نے تجھے گھوڑا کہا ہے، گدھا نہیں کہا
اسپ تازی را عرب گوید تعال
عربی گھوڑے کو عرب "تعال" کہتے ہیں

میر آخُر بُود حق را مصطفیٰ ؎۳
آنحضورؐ (اللہ تعالیٰ) کے میرِ اصطبل ہیں
بہر استورانِ نفسِ پُر جفا
ظالم نفس کے گھوڑوں کے لیے

قُل تعالَوا گفت از جذبِ کرم
کرم کے جذبہ سے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہہ دے کہ "آؤ"
تا ریاضت تاں دہم من رائضم
تاکہ میں تم سے ریاضت کراؤں میں ریاضت کرانیوالا ہوں

نفسہا را تا مُرَوَّض کردہ ام
میں نے جب سے نفسوں کو مرتاض بنایا ہے
زیں ستوراں بس لگدہا خوردہ ام
اِن گھوڑوں کی بہت سی دولتیاں کھائی ہیں

ہر کجا باشد ریاضت بارہ
جہاں کہیں ریاضت کرانے والا ہوا ہے
از لگدہاش نباشد چارہ
اُس کے لئے دولتیوں سے مفر نہیں ہے

لاجرم اَغلب بلا بر انبیاست
لامحالہ کڑی آزمائش نبیوں کی ہے
کہ ریاضت دادنِ خاماں بلاست
کیونکہ اناڑیوں کو ریاضت کرانا ہی مصیبت ہے

سکسکانید از دمم یرغا روید
تم سست رفتار گھوڑے ہو میری تعلیم سے تیز چلو
تا یُوکش مرکبِ سلطاں شوید
تاکہ نرم رفتار، اور شاہ کی سواری بن جاؤ

؎۱ صاحبش۔ اُس گدھے کا مالک کہہ رہا ہے کہ پہاڑ میں سینکڑوں بھیڑیئے ہیں جو تجھے ہلاک کردیں گے اور تیری ہڈیاں شکر کی طرح چباڈالیں گے۔ آں مکُن۔ شیخ بھی بھاگنے والوں کو سمجھاتا ہے کہ بھاگنے میں ہلاکت ہے اور اگر ہلاکت بھی نہ ہو تو کم از کم نعمتوں سے محرومی ہے۔ تصرّف کردنم۔ شیخ کی تعلیمات سے نہ گھبرانا چاہیئے بلکہ کالمیّتِ فی یدِ الغسّال "نہلانے والے کے ہاتھ میں مُردہ" بنجانا چاہیئے۔

؎۲ تو ستوری۔ انسان کا نفس گدھا ہے جب وہ انسان پر غالب ہو تو چونکہ حکم غالب پر لگتا ہے لہٰذا انسان کو گدھا کہا جائیگا خر نخواندت۔ جن لوگوں پر نفس کا غلبہ ہے اُن کو اللہ تعالیٰ نے ازراہِ کرم گدھا نہیں کہا ہے بلکہ گھوڑا قرار دیا ہے۔ جب عربی نسل کے گھوڑے کو پکارتے ہیں تو لفظ "تعال" آجا، بولتے ہیں اسی طرح قرآن نے آنحضورؐ کو کہا ہے کہ اُن لوگوں کو "تعالَوا" کہو۔

؎۳ میر آخُر۔ داروغۂ اصطبل۔ پُر جفا۔ ظالم۔ رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ مُروّض۔ سدھا ہوا گھوڑا۔ لگدہا۔ دولتیاں۔ ریاضت بارہ۔ ریاضت کرانے والا۔ لاجرم۔ نبی چونکہ قوم کی تربیت کرتا ہے لہٰذا اُس کو زیادہ مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ سکسکانید۔ سکسک سست رفتار گھوڑا۔ دم۔ کلام۔ یرغا۔ تیز رو گھوڑا۔ یُوکش۔ ترکی لفظ ہے بمعنی تازی گھوڑا۔

قُل تَعَالَوا قُل تَعَالَوا گفت حق
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ

قُل تَعَالَوا قُل تَعَالَوا گفت رب
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ

قُل تَعَالَوا قُل تَعَالَوا گفت حے
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ

گر نیایند اے نبی غمگیں مشو
اے نبیؐ! اگر وہ نہ آئیں تو غم زدہ نہ ہو

گوشِ بعضے زیں تَعَالَوا ہا کر است
بعض لوگ اِن آجاؤ (کی آوازوں) سے بہرے ہیں

منہزم[۵۲] گردند بعضے زیں ندا
بعض لوگ اِس آواز سے پیچھے ہٹ گئے

منقبض گردند بعضے زیں قِصص
بعض لوگ اِن قصوں سے تنگدل ہوئے

خود ملائک نیز ناہمتا بُدند
ملائک بھی (درجہ میں) یکساں نہیں تھے

کودکاں گرچہ بیک مکتب در اند
بچے اگرچہ ایک ہی مکتب میں ہیں

مشرقی و مغربی[۵۳] را حِسّہا ست
مشرق اور مغرب والوں کی (مختلف) حِسیں ہیں

صد ہزاراں گوشہا گر صف زنند
اگر لاکھوں کان صف باندھیں

باز صفِ گوشہا را منصبے
پھر کانوں کی صف کا ایک مقام ہو

صد ہزاراں چشم را آں راہ نیست
لاکھوں آنکھوں کو وہ راستہ (حاصل) نہیں ہے

اے ستورانِ مَلول اندر سَبَق
اے گھڑ دوڑ میں عاجز گھوڑو!

اے ستورانِ رمیدہ از ادب
اے ادب سے بھاگے ہوئے گھوڑو!

اے ستورانِ فسردہ رگ و پے
اے سست رگ اور پٹھوں والے گھوڑو!

زاں دو بے تمکیں تو پُراز کیں مشو
اُن دو (چار) بے وقعت کی وجہ سے غصہ میں بھر

ہر ستورے را صطبلے دیگر است
ہر گھوڑے کا دوسرا اصطبل ہے

ہست ہر اسپے طویلہ او جدا
ہر گھوڑے کا اصطبل جُدا ہے

زانکہ ہر مُرغے جُدا دارد قفص
کیونکہ ہر پرند کا پنجرہ علیحدہ ہے

زیں سبب بر آسماں صف صف شدند
اسی وجہ سے آسمان پر صف صف ہوگئے

در سبق ہر یک زیک بالاتر اند
مقابلہ میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں

منصبِ دیدار حسِ چشم راست
دیکھنے کی حِس کا مقام آنکھ کا ہے

جملہ محتاجانِ چشمِ روشن اند
سب روشن آنکھ کے محتاج ہیں

در سماعِ جان و اخبار نبے
قرآن کی روح اور قصوں کے سُننے کیلئے

ہیچ چشمے از سماع آگاہ نیست
کوئی آنکھ، سُننے سے واقف نہیں ہے

۵۱ ستورن گھوڑ دوڑ۔ قل تعالوا یعنی اے نبی لوگوں سے کہدے کہ آجاؤ۔ حق۔ اللہ تعالیٰ۔ گر نیایند۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ اور جو شخص کفر کرے تو اس کا کفر کرنا تجھے غمگین نہ کرے۔ گوش۔ ہر گھوڑا اپنے اصطبل کی طرف جاتا ہے تو جاہلِ شقاوت ہیں اُن کا اصطبل وہ نہیں ہے جس کی طرف نبی دعوت دیتا ہے۔

۵۲ منہزم۔ پسپا۔ طویلہ۔ اصطبل۔ قفص۔ قفس۔ خود ملائک۔ جس طرح انسانوں میں استعداد کا اختلاف ہے اِسی طرح ملائکہ میں بھی ہے اسی لئے اُن کو مختلف صفوں میں رکھا گیا۔ کودکاں۔ ملائکہ اور انسانوں کی صلاحیت کے اختلاف کو اِس مثال سے سمجھو کہ سب بچے ایک ہی مکتب میں پڑھتے ہیں لیکن صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے۔

۵۳ مشرقی و مغربی۔ یہ صلاحیت کا اختلاف حواس میں بھی ہے، کان میں سُننے کی صلاحیت ہے جو آنکھ میں نہیں ہے آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہے جو کان میں نہیں ہے صد ہزاراں۔ اگر لاکھوں آنکھیں بھی مل جائیں تو ایک کان کی برابر نہیں سُن سکتیں۔

ہمچنیں[1] ہر حس یک یک می شمر — ہر یکے معزول ازاں کارِ دگر

اِسی طرح ایک ایک حِس کو گِن لے — ہر ایک دوسرے کے کام سے جُدا ہے

پنج حسِ ظاہر و پنج اندرون — در صف اند اندر مقام الصّافون

پانچ ظاہری حواس اور پانچ باطنی — صف باندھنے والوں (فرشتوں) کے قیام میں صف بستہ ہیں

ہر کسے کو از صفِ دیں سرکش ست — میرود سوئے صفے کاں ناخوش ست

جو شخص دین کی صف سے سرکشی کرتا ہے — وہ بُری صف کی جانب چلا جاتا ہے

تو ز[2] گفتارِ تعالوا کم مکن — کیمیائی بس شگرف ست ایں سخن

آپ "آجاؤ" کہنے میں کمی نہ کریں — یہ کلمہ بہت عجیب کیمیا ہے

گر مسے گردد ز گفتارت نفیر — کیمیا را ہیچ از وے وا مگیر

اگر کوئی تانبا آپ کے قول سے متنفر ہو — کیمیا، کو اُس سے نہ ہٹائیے

ایں زماں کر ست نفسِ ساحرش — گفتِ تو سودش کند در آخرش

اس وقت اُس کا جادوگر نفس بہرا ہے — اُسکے آخر میں آپ کی گفتگو اُس کو فائدہ دیگی

قُل تعالوا قُل تعالوا اے غلام — ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ یَدْعُوا اِلَی السَّلَامِ

آپ آجاؤ، آجاؤ کہیئے، اے لڑکے! — آگاہ کہ بیشک اللہ تعالیٰ، سلامتی کیطرف بلاتا ہے

خواجہ[3] باز آ از منی و از سری — سروَرے جو کم طلب کن سروری

اے صاحب! خودی اور سرداری سے باز آجا — کوئی سردار تلاش کرلے، سرداری کا طالب بن

اعتراض کردنِ معترضے بر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بر امیر گردانیدنِ آں ہذیلی را بر سریّہ

ایک معترض کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اُن ہذیلی کو لشکر کا سردار بنانے پر اعتراض کرنا

چوں پیمبر سرورے کرد از ہذیل — از برائے لشکرِ منصور خیل

جب پیغمبرؐ نے ہذیل میں کا سردار بنایا — فتحمند گروہ کے لشکر کے لئے

بوالفضولے از حسد طاقت نداشت — اعتراض و لانُسَلِّم بر فراشت

ایک بیہودہ حسد کی وجہ سے برداشت کرسکا — اعتراض اور ہم نہیں مانتے کا اعلان کیا

خلق را بنگر کہ چوں ظلمانی اند — در متاعِ فانیے چوں فانی اند

لوگوں کو دیکھو، کس قدر اندھیرے میں ہیں — فانی اسباب پر کس قدر مرمٹنے والے ہیں

---

[1] ہمچنیں۔ تمام حواس کا یہی حال ہے جو جس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے وہ دوسرے میں نہیں ہے۔ پنج حِس۔ حواس ظاہری اور حواس باطنی سب اپنی اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اپنے اپنے کام میں لگے ہیں جیسا کہ ملائکہ کی مختلف صفیں اپنے اپنے کام میں لگی ہیں الصافون۔ یعنی صف بصف ملائکہ ہر کسے اگر کسی میں دین کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو وہ بددینوں کی صف میں شامل ہوگا۔

[2] تو ز گفتار۔ نبی کا کام دعوت دینا ہے وہ منکرین سے تنگ دل ہو کر دعوت کو نہیں چھوڑتا ہے۔ گر مسے اگر کوئی منکر ایک وقت انکار کرے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے آخر میں دعوت کو قبول کرلے۔ انّ اللہ قرآن پاک میں ہے وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی دعوت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی رہنمائی کردیتا ہے۔

[3] خواجہ۔ مولانا پھر نصیحت کرتے ہیں کہ کسی شیخ کے دامن سے وابستہ ہو جانا چاہیئے سرور۔ سردار خیل۔ جماعت، گروہ۔ لانسلم معترض اعتراض میں یہ کہا کرتا ہے کہ مجھے آپ کا دعویٰ تسلیم نہیں ہے ظلمانی۔ تاریک باطن، چونکہ دنیاداری کا غلبہ تھا اسلئے اعتراض کی نوبت آئی۔

۱ از تکبر جملہ اندر تفرقہ ۔۔۔ مُردہ از جاں زندہ اندر مُحرقہ

تکبر کی وجہ سے سب تفرقہ میں ہیں ۔۔۔ رُوح کے اعتبار سے مُردہ ہیں جلانے والی (چیز) کے بارے میں زندہ ہیں

ایں عجب کہ جاں بزنداں اندر ست ۔۔۔ وانگہے مفتاح زندانش بدست

یہ تعجب ہے کہ جان قید خانہ میں ہے ۔۔۔ جبکہ قید خانہ کی کُنجی اُس کے ہاتھ میں ہے

پایِ تا سر غرقِ سرگیں آنجواں ۔۔۔ می زند بردامنش جُویِ رواں

وہ جوان سر سے پاؤں تک گوبر میں غرق ہے ۔۔۔ (حالانکہ) جاری نہر اس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے

دائماً پہلو بہ پہلو بے قرار ۔۔۔ پہلوی آرامگاہ و پشت وار

ہمیشہ ہر کروٹ پر بیقرار ہے ۔۔۔ (حالانکہ) آرام کی جگہ اور سہارے کے پہلو میں ہے

۲ نور پنہان ست و جُست و جُو گواہ ۔۔۔ کز گزافہ دِل نمی جُوید پناہ

نور پوشیدہ ہے اور جستجو گواہ ہے ۔۔۔ کیونکہ دل خواہ مخواہ پناہ کا جویاں نہیں ہے

گر نبُودے حبسِ دنیا را مناص ۔۔۔ نے بُدے وحشت نہ دل جُستے خلاص

اگر دنیا کی قید سے بچاؤ کا راستہ نہ ہوتا ۔۔۔ نہ (دنیا سے) وحشت ہوتی نہ دل نجات چاہتا

وحشتت ہمچوں مُوکّل می کشد ۔۔۔ کہ بجُو اے ضال منہاجِ رَشَد

وحشت تجھے سپاہی کی طرح کھینچتی ہے ۔۔۔ کہ اے گمراہ! ہدایت کا راستہ تلاش کر لے

ہست منہاج و نہاں در مکمن ست ۔۔۔ یافتش رہنِ گزافہ جُستن ست

راستہ موجود ہے اور چھپنے کی جگہ میں پوشیدہ ہے ۔۔۔ اُس کا حصول اٹکل پچو تلاش پر موقوف ہے

۳ تفرقہ جُویایِ جمع اندر کمیں ۔۔۔ تو دریں طالب رُخِ مطلوب بیں

پھوٹ مخفی طور پر اتحاد کی جویاں ہے ۔۔۔ تو اس طالب میں مطلوب کا چہرہ دیکھ لے

مُردگانِ باغ بر جستہ زبُن ۔۔۔ کاں دہندہ زندگی را فہم کُن

باغ کے مُردہ (بیج) جڑ سے اُگ پڑتے ہیں ۔۔۔ کہ اُس زندگی بخشنے والے کو سمجھ لے

چشمِ ایں زندانیاں ہر دم بدر ۔۔۔ کے بُدے گر نیستے کس مژدہ ور

ان قیدیوں کی نگاہ ہر وقت دروازے پر ۔۔۔ کیوں ہوتی، اگر کوئی خوشخبری دینے والا نہ ہوتا؟

۱ از تکبر۔ باہمی اختلاف کا سبب تکبر اور غرور ہوتا ہے۔ محرقہ۔ جلانے والی یعنی دنیا طلبی۔ ایں عجب۔ دنیا سے نجات کی کُنجی خود اس کے ہاتھ میں ہے، مجاہدہ کرکے نکل سکتا ہے لیکن تعجب ہے کہ اُس کو قیدخانہ میں پڑا رہنا منظور ہے۔ پایِ تا سر۔ انسان معصیتوں میں آلودہ ہو حالانکہ روحانیت کی نہر اُس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے اُس سے آلودگی کو دُور کر سکتا ہے۔ دائماً۔ روحانیت کی آرام گاہ اُس کے پہلو میں ہے اُس کے ہوتے ہوئے بیقراری سے پہلو بدل رہا ہے لیکن اُس آرام گاہ میں داخل نہیں ہوتا ہے۔ ۲ نور۔ خدا کا نور مخفی ہے اور عابدوں کی جستجو اُس کے وجود کی گواہ ہے۔ (شعر)

دل گواہ است کہ در پردہ دلارام ہست
ہستیٔ قطرہ دلیل است کہ دریائے ہست

مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ نے بُدے۔ دنیا سے دل کی وحشت اور عالم آخرت کی جستجو راہ نجات کا پتہ دیتی ہے۔ وحشتت۔ دنیا سے وحشت انسان کو راہ ہدایت کی جستجو کے لئے مجبور کرتی ہے۔ مؤکل۔ سپاہی۔ منہاج۔ راستہ۔ ہست منہاج۔ (شعر)

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید
خیرہ یوسف وار می باید دوید

۳ تفرقہ۔ یعنی کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرو۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ وہ خدا تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ مُردگان۔ فَانْظُرْ اِلٰی آثَارِ رَحْمَتِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا۔ زمین کی مُردنی کے بعد اُس کی تروتازگی وجود باری کی دلیل ہے۔ چشم ایں۔ رہائی کی توقع رہائی کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر رہائی کا وجود ہی نہ ہوتا اور رہائی کی خوشخبری دینے والے کی آمد کی اُمید نہ ہوتی تو رہائی کے لئے دروازہ پر نگاہ کیوں لگی رہتی تو ہدایت کی توقع اس کے وجود کی دلیل ہے۔

صدؔ ہزار آلودگانِ آب جُو — کے بُدندے گر نبُودے آبِ جُو

لاکھوں آلودہ ، پانی تلاش کرنے والے — کب ہوتے ، اگر نہر کا پانی نہ ہوتا

بر زمیں پہلوت را آرام نیست — زانکہ در خانہ لحاف و بستریست

زمین پر تیرے پہلو کو آرام نہیں ہے — کیونکہ گھر میں لحاف اور بستر ہے

بیمقر گاہے نباشد بے قرار — بے خمار اشکن نباشد ایں خمار

سکون کی جگہ کے بغیر کوئی بے قرار نہیں ہوتا ہے — یہ خمار، بغیر خمار اُتارنے والی چیزوں کے نہیں ہوتا ہے

گفت نے نے یا رسول اللہ مکُن — سرورِ لشکر مگر شیخِ کہُن

اُس نے کہا نہیں، نہیں اے اللہ کے رسول نہ بنائیے — لشکر کا سردار سوائے پرانے بوڑھے کے

یا رسولَ اللہ جواں ار شیر زاد — غیر مردِ پیر سر لشکر مباد

اے رسول اللہ! جوان خواہ شیر کا بچہ ہو — بوڑھے شخص کے سوا لشکر کا سردار نہ ہونا چاہیے

ہمؔ تو گفتستی و گفتِ تو گوا — پیر باید پیر باید پیشوا

آپ ہی نے یہ کہا ہے اور آپ کا فرمانا گواہ ہے — (کہ) پیشوا ، بوڑھا چاہیے ، بوڑھا

یا رسولَ اللہ دریں لشکر نگر — ہست چندیں پیر وازوے پیشتر

اے رسول اللہ! اس لشکر کو دیکھئے — بہت سے بوڑھے ہیں اور اس سے بڑھ کر (ہیں)

زیں درخت آں برگِ زردش را مبیں — سیبہائے پختہ او را بچیں

اس درخت کو اس کے زرد پتوں سے نہ دیکھئے — اس کے پختہ سیب چن لیجئے

برگہائؔی زرد اُو خود کے تہی ست — ایں نشانِ پختگی و کاہلی ست

اُس کے زرد پتے بھی کب بیکار ہیں؟ — یہ پختگی اور کمال کی علامت ہیں

برگِ زردِ ریش و آں مُوی سپید — بہرِ عقلِ پختہ می آرد نوید

داڑھی کے پیلے پتے اور وہ سفید بال — عقل کے پختہ ہونے کی بشارت دیتے ہیں

برگہائے نو رسیدہ سبز خام — شُد نشانِ آنکہ آں میوہ است خام

نئے اُگے ہوئے سبز پتے — اس کی نشانی ہیں کہ پھل کچا ہے

برگِ بے برگی نشانِ عارفی ست — زردیِ زر سُرخروئی صیرفی ست

بے سروسامانی کا سامان شناسائی کی نشانی ہے — سونے کی زردی صراف کی سُرخروئی ہے

برگ۔ نوجوانی کے ساز و سامان سے بے سامانی اُن کی جانکاری کی دلیل ہے۔ زردی۔ سونے کی زردی صراف کی سُرخروئی کا سبب بنتی ہے۔

لے صد ہزار۔ سیکڑوں گنہگار آبِ رحمت کی جستجو میں ہیں جو آبِ رحمت کے وجود کی دلیل ہے۔ بر زمیں۔ راحت کی توقع پر بے راحتی میں بے چینی ہوتی ہے اگر توقع نہ ہو تو قرار آجائے دنیا کی بے چینی آخرت کے آرام کی توقع کی وجہ سے ہے۔ بیمقر گاہ۔ بے قراری جب ہی ہوتی ہے جب کوئی متوقع آرامگاہ ہو خمار جب ہی ہوتا ہے جب خمار شکن چیز کی توقع ہو۔ شراب کا وجود ہی نہ ہو تو اُس کی طلب میں اعضا شکنی نہیں ہو سکتی۔ گفت۔ اس ارشادی مضمون کے بعد پھر اُس معترض کا قصہ شروع کیا ہے۔

ﷺ ہم تو گفتستی۔ معترض نے کہا آپ نے بھی تو یہی فرمایا ہو کہ پیشوا بوڑھا ہونا چاہیئے۔ اَلشَّیۡخُ فِیۡ اَھۡلِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیۡ اُمَّتِہٖ بوڑھا اپنے اہل میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں۔ یہ آنحضورؐ کا فرمان ہے۔ یا رسولَ اللہ۔ اس اعتراض کرنے والے نے آنحضورؐ سے کہا دیکھئے لشکر میں بہت سے بوڑھے ہیں جو اس نوجوان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ زیں درخت۔ ان بوڑھوں کے بڑھاپے کو نہ دیکھئے اُن کی عقل کی پختگی کو دیکھئے۔

ﷺ برگہای۔ بڑھاپے کے آثار عقل کی پختگی کی دلیل ہیں۔ برگہا۔ جوانی کے آثار عقل کی خامی کی دلیل ہیں۔

آنکہ[1] او گل عارض ست و نو خط ست — او بمکتب گاہ مخبر نوخط ست

وہ شخص جو پھول کے سے رُخسار والا اور سبزہ آغاز ہے — وہ درسگاہ میں نوآموز ہونے کی خبر دینے والا ہے

حرفہای خطِ او کژ مژ بود — مُز منِ عقل ست اگر تن می دود

اُس کی تحریر کے حروف ٹیڑھے میڑھے ہونگے — عقل کا اپاہج ہے، اگرچہ جسم دوڑ رہا ہے

پای پیر از سرعت ارچہ باز ماند — یافت عقلِ او دو پر بر اوج راند

بوڑھے کے پاؤں اگرچہ تیزروی سے عاجز ہیں — انکو عقل کے دو پر حاصل ہوگئے ہیں، بلندی پر اڑتا ہے

گر مثل[2] خواہی بجعفرؓ در نگر — داد حق برجای دست و پاش پر

اگر تو مثال چاہتا ہے، جعفرؓ کو دیکھ لے — اللہ تعالیٰ نے انکو ہاتھ پاؤں کی بجائے پَر دیئے ہیں

گر ز اسرارِ سخن بوئے بری — من سخن گویم چو زرِ جعفری

اگر تو کلام کے راز سمجھ سکے — (تو) میں جعفری سونے کی سی بات کروں

بگذر از زر کایں سخن شد محتجب — ہمچو سیماب ایں دلم شد مضطرب

سونے کی بات چھوڑ کیونکہ یہ بات چھپ گئی — میرا یہ دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا

ز اندرونم صد خموشی خوش نفس — دست بر لب می زند یعنی کہ بس

میرے اندر سے سو خاموشیاں، خوشبودار — ہونٹ پر ہاتھ رکھتی ہیں یعنی کہ بس

خامشی[3] بحر ست و گفتن ہمچو جو — بحر می جوید ترا جو را مجو

خاموشی سمندر ہے اور گفتگو نہر کی طرح ہے — تجھے سمندر تلاش کر رہا ہے، تو نہر کی تلاش نہ کر

از اشارتہای دریا سر متاب — ختم کن واللہ اعلم بالصواب

دریا کے اشاروں سے منہ نہ موڑ — ختم کر دے اور خدا بہتر جانتا ہے

ہمچنیں پیوستہ کرد آں بے ادب — پیشِ پیغمبر سخن زاں سرد لب

اسی طرح مسلسل وہ بے ادب کرتا رہا — بات پیغمبر کے سامنے ٹھنڈے ہونٹوں سے

دست می دادش سخن او بے خبر — کہ خبر ہرزہ بود پیشِ نظر

باتیں اس کے ہاتھ آتی رہیں وہ بے خبر تھا — کہ مشاہدہ کے سامنے خبر بیکار ہوتی ہے

ایں خبرہا از نظر نائب ست — بہر حاضر نیست بہرِ غائب ست

یہ خبریں مشاہدوں کے بعد ہیں — یہ مشاہد کے لئے نہیں ہیں، غائب کیلئے ہیں

---

[1] آنکہ۔ جو نوجوان کہ اس کے رخسار گلاب کی طرح ہیں اور سبزۂ خط نورستہ ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خطاطی میں نوآموز ہے اور اس کے حروف قاعدے کے مطابق نہ ہونگے۔ ایسا نوجوان بدن کا اگرچہ چست ہوتا ہے لیکن عقل کا اپاہج ہوتا ہے۔ پائی پیر۔ بوڑھے کے ہاتھ پاؤں اگرچہ سُست پڑ جاتے ہیں لیکن اس کی عقل کو پر پرواز حاصل ہو جاتے ہیں۔

[2] گر مثل۔ اگر ہاتھ پاؤں بیکار ہو جانے پر پَر حاصل ہو جانے کی کوئی مثال چاہیے تو وہ حضرت جعفر طیارؓ ہیں غزوۂ موتہ میں جب ان کے ہاتھ کٹ گئے تھے تو اللہ نے ان کو جنت میں پر عنایت فرما دیئے ہیں۔ زرِ جعفری۔ جعفر برمکی کے دور کا سونا خالص ہونے میں مشہور ہے دزر۔ دنیاوی سونے کی بات سے اسرار پوشیدہ ہونے لگے جس کی وجہ سے میرا دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا۔ دست۔ ہونٹوں پر ہاتھ رکھنا خاموش رہنے کا اشارہ ہوتا ہے۔

[3] خامشی۔ انسان خاموشی میں خیالات کو جمع کرتا ہے تب گفتگو شروع کرتا ہے تو خاموشی سمندر ہے جس سے گفتگو کی نہر جاری ہوتی ہے جب سمندر خود انسان کا طالب ہو تو اس کو نہر کی خواہش نہ کرنی چاہیے۔ از اشارتہا۔ خاموشی اشارے کر رہی ہو کہ اب ان اسرار کی گفتگو ختم کرو۔ ہمچنیں۔ پھر مولانا نے مُعترض کا ذکر شروع کیا ہے۔ دست۔ جب کسی چیز کا مشاہدہ حاصل ہو تو مشاہدہ کرنیوالوں کو اُس چیز کی خبر دینا بیکار بات ہے۔ ایں خبرہا۔ کسی چیز کے بارے میں خبریں دیکھنے کے قائم مقام ہیں اور خبروں کا تعلق اُس شخص سے ہے جو اُس چیز سے غائب ہو۔

ہر کہ اُو اندر نظر موصول شُد (۱) — ایں خبرہا پیشِ اُو معزول شُد

جو شخص مشاہدہ میں پہنچ گیا — یہ خبریں اُس کے لئے بیکار ہوگئیں

چونکہ با معشوق گشتی ہم نشیں — دفع کُن دَلاّلگاں را بعد ازیں

جب تو معشوق کا ہم نشین بن گیا — اِس کے بعد دلاّل (عورتوں)، کو دفع کر

ہر کہ از طِفلی گذشت و مَرد شُد — نامہ و دَلاّلہ بَروے سَرد شُد

جو شخص بچپنے سے نکل گیا اور جوان ہوگیا — خط اور دلاّلہ اُس کیلئے بے ضرورت بن گئے

نامہ خواند (۲) از پے تعلیم رَا — حرف گوید از پے تفہیم رَا

خط پڑھتا ہے، سکھانے کے لئے — بات کرتا ہے، سمجھانے کے لئے

پیشِ بینایاں خبر گُفتن خطاست — کاں دلیلِ غفلت و نُقصانِ ماست

دیکھنے والوں کو خبر سُنانا غلطی ہے — کیونکہ وہ ہماری جہالت اور کمی کی دلیل ہے

پیشِ بینا شُد خموشی نفعِ تو — بہرِ ایں آمد خطابِ اَنصِتُوا

صاحبِ بصیرت کے سامنے چُپ رہنا تیرے لئے مفید ہے — اسی لئے حکم ہوا ہے، خاموش رہو

گر بفرماید بگو برگوئی خوش — لیک اندک گو دراز اَندر مَکش

اگر وہ حکم دے کہ بول (تو)، اچھی بات کر — لیکن بات کو طول نہ دے

ور بفرماید کہ اندر کش دراز — ہمچُناں شیریں بگُو با اَمر ساز

اگر وہ حکم دے کہ تفصیل کر — اِسی طرح عمدہ بات کر، حکم مان

ہمچُناں (۳) کہ من دریں زیبا فسُوں — با ضیاءُ الحق حُسام الدّیں کنُوں

جیسا کہ میں اِس حَسین کلام کے معاملہ میں — اب ضیاءُ الحق حُسام الدّین کے ساتھ ہوں

چونکہ کوتہ می کُنم من از رَشَد — اُو بصد نوعم بگفتن می کَشَد

جب میں بھلائی کے ساتھ مختصر کرتا ہوں — وہ سینکڑوں طرح سے بولنے پر مجبور کرتے ہیں

اے حُسام الدّیں ضیاءِ ذُوالجلال — چونکہ می بینی چہ می جوئی مَقال

اے حسام الدّین آپ اللہ (تعالےٰ)، کا نور ہیں — جبکہ آپ مشاہدہ کرتے ہیں بات کی جستجو کیوں کرتے ہیں؟

ایں مگر باشد زحُبِّ مُشتہیٰ — اَسقِنِی خَمراً وَ قُل لِی اِنَّہَا

یہ شاید محبوب کی محبت کی وجہ سے ہے — مجھے شراب پلا اور مجھ سے کہہ کہ یہ ہے

چونکہ حسام الدین کا شوقِ سماع مجھے مثنوی کہنے پر مجبور کردیتا ہو۔ اے حسام الدین، آپکو جب مشاہدہ حاصل ہو تو محبوب کی باتیں سننے کا اسقدر شوق کیوں ہے۔ ایں مگر۔ یہ جواب ہے عشق کا تقاضہ ہو کہ عاشق کے تمام حواس معشوق سے بہرہ ور ہوں آنکھ اگر دیکھتی ہو تو کان باتیں سننے کا مشتاق ہوتا ہو۔ اَسقِنِی۔ مست چاہتا ہو کہ ساقی کی شراب کا صرف منہ کی لذت حاصل نہ کرے بلکہ کان بھی اس کا نام سنیں۔

۱ـ ہر کہ۔ جو شخص مشاہدہ کررہا ہو اس کو خبریں سنانا لغو کام ہے۔ چونکہ۔ مقصود حاصل ہوجانے کے بعد وسائل اور ذرائع بیکار ہوجاتے ہیں۔ دلاّلگاں۔ وہ عورتیں جو عاشق و معشوق میں نامہ و پیام کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ہر کہ۔ عاشق کی جوانی خود معشوق کو دعوت دیتی ہے پھر نامہ و پیام کی حاجت نہیں رہتی ہے یعنی جبتک کہ سالک کا بچپن ہے اس کو ذرائع کی ضرورت ہے جب وہ بلوغ پر پہنچ کر مشاہدہ کرتا ہے تو وسائل سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔

۲ـ نامہ خواند۔ معلمین جو ابتدائی ذرائع اختیار کرتے ہیں وہ دوسروں کی تعلیم اور تفہیم کے لئے ہوتے ہیں۔ پیشِ بینایاں۔ جن کو مشاہدہ حاصل ہے اُن کو خبریں دینا اُن کے مقام سے اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ اَنصِتُوا۔ قرآن پاک میں ہے: اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگاؤ، خاموش رہو۔ گر بفرماید۔ اگر صاحبِ مشاہدہ تم سے اُس چیز کے بارے میں دریافت کرے تو اچھے پیرایہ میں مختصر بات کہہ دو۔ اگر وہ تفصیل کا مطالبہ کرے تو عمدہ طریقہ پر تفصیل کردو۔

۳ـ ہمچُناں۔ میرا اور ضیاءُالحق کا بھی یہی معاملہ ہے میں اس صاحبِ مشاہدہ کے سامنے کچھ مختصر کہتا ہوں لیکن اُنکی جانب سے تفصیل کا مطالبہ ہوتا ہے۔

برِ دہانِ تُست ایں دم جامِ او | گوش می گوید کہ قِسمِ گوش کو

اِس وقت آپ کے منھ سے اُس کا جام لگا ہے | کان کہتا ہے کہ کان کا حصہ کہاں ہے؟

قِسمِ تو گرمی ست نک گرمیست ہست | گفت حرصِ من ازیں افزوں تر ست

تیرا حصہ گرمی ہے یہ تجھ میں گرمی ہے | اُسنے کہا میری حرص اِس سے بڑھی ہوئی ہے

جوابِ گفتنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں اعتراض کنندہ را

اُس اعتراض کرنے والے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا

در حضورِ مصطفای قند خو | چوں زحد برد آں عرب آں گفتگو

شیریں مزاج مصطفیٰؐ کے دربار میں | جب اُس عرب نے وہ گفتگو حد سے بڑھادی

آں شہِ والنجم و سلطانِ عبس | لب گزید آں سردم را گفت بس

والنجم کے شاہ اور عبس کے سلطان نے | ہونٹ دبایا، اُس سرد لب سے کہا کہ بس

دست می زد بہرِ منعش بر دہاں | چند گوئی پیشِ دانای نہاں

اُس کو روکنے کے لئے منھ پر ہاتھ رکھا | واقفِ اسرار کے سامنے کتنا بولے گا؟

پیشِ[2] بینا بردہ سرگینِ خشک | کہ بخر ایں را بجای نافِ مشک

تو خشک گوبر صاحبِ بصیرت کے سامنے لیجاتا ہے | کہ اِس کو مشک کے نافہ کی جگہ خریدلے

بعر را اے گندہ مغز گندہ مخ | زیرِ بینی بنہی و گوئی کہ اخ

اے بددماغ گندہ مغز، مینگنی کو | ناک کے نیچے رکھتا ہے اور کہتا ہے آخاخا

اخ اخے بر داشتی اے گیج و کاج | تا کہ کالای بدت یابد رواج

اے احمق بھینگے! تو آخاخا کرتا ہے | تاکہ تیرا خراب مال چالو ہو جائے

اخ اخے بر داشتی اے خشک مغز | تا نمائی پشک را در مشکِ نغز

اے خشک دماغ تو آخاخا کرتا ہے | تاکہ تو کمتر مینگنی کو عمدہ مشک ظاہر کرے

تا فریبی[3] آں مشامِ پاک را | آں چرندہ گلشنِ افلاک را

تو پاک دماغ کو کب تک دھوکا دیگا؟ | آسمانوں کے گلشن کے چرنے والے کو

حلمِ او خود را اگرچہ گول ساخت | خویشتن را اندکے باید شناخت

اُس کی بردباری نے اگرچہ اپنے آپکو بھولا بنالیا ہے | (مگر) تھوڑا اپنے آپ کو پہچاننا چاہیے

دیگ سر اگر باز ماند امشب دہن | گربہ را ہم شرم باید داشتن

اگر آج کی رات دیگ کا منھ کھلا رہ گیا ہے | بلی کو بھی شرم کرنی چاہیے

[1] برِ دہان. منھ سے اگر جام لگا ہے تو کان اپنا حصہ مانگتا ہے۔ قِسمِ تو. کان کو جواب ملتا ہے کہ تیرا حصہ وہ حرارتِ عشق ہے جو تجھ میں دیکھنے سے سرایت کر رہی ہو وہ کہتا ہے نہیں میں اس کی زیادہ لذت چاہتا ہوں اور وہ محبوب کا کلام سننے سے حاصل ہوگی۔ در حضور. اس معترض نے ہذیلی نوجوان کے سردار بنائے جانے پر جب بہت زیادہ اعتراض کیا تو آنحضورؐ نے اُس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ والنجم اس سورۃ میں آپ کے برحق ہونے کا ذکر ہے۔ سورۃ عبس میں آپ کی ناگواری کا ذکر ہے۔ یہ دونوں باتیں صورتِ حال کے مناسب تھیں اسلئے اُن کا ذکر کیا گیا ہے۔ دانای نہاں آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی۔

[2] پیشِ بینا. معترض نے آپ اچھے انداز سے کہی تھی لیکن اس کا منشا حسد اور بدباطنی تھی اسلئے مولانا نے اُس کی یہ تشبیہات ذکر کی ہیں۔ بعر را. مینگنی کو سونگھ کر آہا کرتا ہے۔ تاکہ دوسرے خوشبودار مشک سمجھ لیں۔ گیج۔ احمق۔ کاج۔ بھینگا۔ کالا۔ سامان۔ پشک۔ مینگنی۔

[3] تا فریبی. تو خوشبوؤں کے ماہر کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ حلم. بڑوں کی بردباری انکو سادہ بنائے رکھتی ہے لیکن دھوکا دینے والے کو اپنی طرف دیکھنا چاہیے کہ وہ کس کو دھوکا دے رہا ہے۔ دیگ۔ اگر ہنڈیا کھلی رہ جائے تو بلی کو تو کچھ شرم کرنی چاہیے اور اس میں منھ نہ ڈالنا چاہیے۔

خویشتن[1] گر خفتہ کرد آں خوب فر — سخت بیدار است دستارش مبر
اگر اُس عالیشان نے اپنے آپ کو سویا ہوا بنا لیا ہے؟ — وہ خوب بیدار ہے اُس کی پگڑی نہ اُتار

چند گوئی اے لُجُوجِ بے صفا — ایں فسونِ دیو پیشِ مصطفیٰؐ
اے بد باطن جھگڑالو! تو کب تک پڑھے گا؟ — یہ شیطانی منتر مصطفیٰؐ کے روبرو

صد ہزاراں حِلم دارند ایں گروہ — ہر یکے حِلمے ازانہا صد چو کوہ
یہ لوگ لاکھوں بُردباریاں رکھتے ہیں — اُن میں سے ہر بُردباری سَو پہاڑوں جیسی ہے

حِلمِ شاں بیدار را ابلہ کُند — زیرکِ صد چشم را اکمہ کند
اُن کی بُردباری بیدار (مغز) کو بیوقوف بنا دیتی ہے — سَو آنکھوں والے ہوشیار کو اندھا کر دیتی ہے

حِلمِ شاں ہمچوں شرابِ خوب و نغز — نغز نغزک بر رود بالائے مغز
اُن کی بُردباری عمدہ اور بہتر شراب کی طرح ہے — جو عمدگی عمدگی میں دماغ پر چڑھ جاتی ہے

مست[2] را بیں زاں شرابِ پُر شگفت — ہمچو فرزیں مست کژ رفتن گرفت
اِس عجیب شراب سے مست کو دیکھ — فرزین کی طرح مست اور ٹیڑھا چلنا شروع کر دیا

مردِ برنا زاں شرابِ زود گیر — در میانِ راہ می اُفتد چو پیر
اِس زود اثر شراب سے جوان انسان — بوڑھے کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے

خاصہ ایں بادہ کہ از خُمِ نبی ست — نے مئی کہ مستیِ اُو یک شبی ست
خصوصاً یہ شراب جو کہ نبیؐ کے خُم کی ہے — نہ کہ وہ شراب جس کا نشہ ایک رات کا ہے

آنکہ اصحابِ کہف از نقل و نُقل — سہ[3] صد و نہ سال گم کردند عقل
وہ (شراب)، کہ اصحابِ کہف نُقل اور سفر سے — تین سَو نو سال تک اپنی عقل کھو بیٹھے

زاں[4] زنانِ مصر جامے خوردہ اند — دستہا را شرحہ شرحہ کردہ اند
اسی (شراب) سے مصری عورتوں نے ایک جام پیا ہے — انھوں نے ہاتھوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے

ساحراں ہم سُکرِ موسیٰؑ داشتند — دار را دِلدار می پنداشتند
جادوگر بھی (حضرت) موسیٰؑ کا نشہ رکھتے تھے — انھوں نے سولی کو پیارا سمجھا

جعفرِ طیار زاں مے بود مست — زاں گرو می کرد بیخود پا و دست
(حضرت) جعفر طیارؓ اسی شراب سے مست تھے — اسی لئے بیخودی سے ہاتھ پاؤں قربان کرتے تھے

اِس شراب سے ایسے مست ہو گئے کہ سولی پر چڑھنا اُن کو پیارا لگا۔ جعفر۔ حضرت جعفرؓ غزوۂ موتہ میں اسی شراب سے ایسے مست تھے کہ ہاتھوں کے کٹنے کی اُن کو کوئی پروا نہ ہوئی ———

[1] خویشتن۔ بڑے لوگ حِلم سے اپنے آپ کو غافل بنا لیتے ہیں لیکن وہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ لجوج۔ جھگڑالو بے صفا۔ بدباطن۔ فسونِ دیو۔ مشہور ہے کہ منتر پڑھ کر جن کو بوتل میں بند کر لیا جاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ انبیاء کی بُردباری کا معمولی حصّہ سَو پہاڑوں سے زیادہ مُتحمّل ہوتا ہے۔ چشم۔ آں۔ اُن میں اِس قدر بُردباری ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑا ہوشیار بھی بینا دھوکا کھا جاتا ہے۔ حِلمِ شاں۔ اُن کی بُردباری میں شراب کی تاثیر ہے جو انسان کو مدہوش کر دیتی ہے۔

[2] مست۔ شرابی مستانہ کج رفتار ہو جاتا ہے۔ فرزین۔ یہ شطرنج کا مہرہ ہے جس کی چال ٹیڑھی ہوتی ہے۔ مردِ برنا۔ جوان آدمی شراب کے نشے سے بوڑھوں کی طرح راستے میں گر پڑتا ہے۔ خاصہ۔ جب اِس معمولی شراب کے یہ اثرات ہیں تو عشقِ الٰہی کی شراب کے کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔ اصحاب۔ اصحابِ کہف عشقِ الٰہی کی شراب سے ایسے مست ہو گئے کہ کھانا پینا اور راہ سفر کرنا اور ایک غار میں تین سَو نو سال سوتے رہے۔

[3] زاں۔ حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر مصری عورتیں عشقِ الٰہی کی شراب سے ایسی مست ہو گئیں کہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ ساحراں۔ جن جادوگروں کو فرعون حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ پر لایا تھا وہ

قصۂ[1] سُبحانی مَا اعظمُ شانی گفتنِ بایزید قدّس سرّہٗ واعتراضِ مُریدان و جوابِ اُو مرایشاں را نہ بطریق گفتِ زباں بلکہ از راہِ عیاں

حضرت بایزید قدس سرہٗ کے سُبحانی مَا اعظم شانی کہنے کا قصہ اور مُریدوں کا اعتراض اور اُن کو اُن کا جواب زبانی گفتگو سے نہیں بلکہ مشاہدہ کے راستہ سے

با مُریداں آں فقیرِ مُحتشم ❊ بایزیدؒ آمد کہ نک یزداں منم

وہ معزز درویش مُریدوں کے سامنے ❊ بایزیدؒ آئے کہ یہ میں خدا ہوں

گفت مستانہ عیاں آں ذوفنوں ❊ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا ھَا فَاعْبُدُوْنِ

اُس صاحبِ کمالات نے مستی کی حالت میں کُھلم کُھلا کہا ❊ کوئی معبود نہیں مگر میں خبردار، پس میری عبادت کیجئے

چوں[2] گذشت آنحال گفتندش صباح ❊ تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح

جب وہ حالت گذر گئی، صبح کو انھوں نے اُن سے کہا ❊ آپ نے ایسا کہا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے

گفت ایں بار ار کنم ایں مشغلہ ❊ کاردہا در من زنید آں دم ہلہ

فرمایا اب کی بار اگر میں یہ کام کروں ❊ خبردار! فوراً میرے چھریاں گھونپ دینا

حق منزہ از تن و من با تنم ❊ چوں چنیں گویم بباید کشتنم

اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں مجسم ہوں ❊ جب میں ایسا کہوں مجھے قتل کر دینا چاہئے

چوں وصیت کرد آں آزاد مرد ❊ ہر مُریدے کاردے آمادہ کرد

جب اُس آزاد مرد نے (یہ) وصیت کی ❊ ہر مرید نے ایک چھری تیار کر لی

مست گشت اُو باز زاں استغراق زفت ❊ آں وصیتہاش از خاطر برفت

وہ پھر بھاری استغراق سے مست ہوگئے ❊ وہ وصیتیں دل سے نکل گئیں

عشق آمد عقلِ اُو آوارہ شد ❊ صبح آمد شمعِ اُو بیچارہ شد

عشق آیا تو اُن کی عقل بھاگ گئی ❊ صبح ہوگئی تو اُن کی شمع بے کار ہوگئی

عقل چوں شحنہ ست چوں سُلطاں رسید ❊ شحنۂ بے چارہ در کُنجے خزید

عقل کوتوال ہے، جب شاہ آیا ❊ بے چارہ کوتوال کونے میں جا گھسا

عقل[3] سایۂ حق بود حق آفتاب ❊ سایہ را با آفتاب اُو چہ تاب

عقل اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے اللہ سورج ہے ❊ سایہ کی اُس کے سورج کے سامنے کیا مجال ہے

---

[1] قصہ۔ حضرت بایزیدؒ کے اس قصے سے بھی شرابِ معرفت کے نشہ اور سُکر کی کیفیت کو ظاہر کرنا ہے۔ سُبحانی مَا اعظم شانی۔ میں ذات پاک ہوں میری شان کس قدر بڑی ہے۔ باتکلیں۔ استغراقِ وحدت اور کمالِ مستی میں بایزیدؒ نے اپنے آپکو خدا کہدیا۔ ذوفنون۔ بایزیدؒ۔

[2] گفتندش۔ جب سُکر ختم ہوا اور اُن کی صحو کی حالت ہوئی تو مُریدوں نے اُن سے کہا آپ کے وہ کلمات بہت غیر مناسب تھے۔ گفت بایزیدؒ نے مریدوں سے کہا کہ اگر اس طرح کے کلمات میری زبان سے پھر نکلیں تو مجھے قتل کر دینا میں خدا کیسے ہو سکتا ہوں میں مجسم ہوں اور خدا جسم سے پاک ہے۔

چوں۔ مُریدوں نے اُن کی وصیت پر چھریاں تیار کر لیں۔ مست گشت۔ پھر ایک بار اُن پر سُکر کی کیفیت طاری ہوگئی تو وہ اپنی پہلی ساری گفتگو بھول گئے۔ عشق۔ بایزیدؒ کے کلمات عشق کی مستی کی وجہ سے مولانا عشق کی تاثیر بیان کرتے ہیں عقل بمنزلہ شمع کے ہے اور عشق سورج ہے سورج نکلنے پر شمع بیکار ہو جاتی ہے اسی طرح عقل عشق کے سامنے لاچار ہے۔ سلطان۔ عشق بادشاہ ہے اور عقل کوتوال۔

[3] عقل سایہ۔ عقل کا بقا اللہ کے حجابِ نور کی وجہ سے ہے اگر وہ نور کا پردہ ہٹ جائے تو مخلوق اور عقل تاب نہ لائے اور فنا ہو جائے اسی طرح سایہ کا وجود سورج کے پردہ پوش ہونے کی وجہ سے ہے اگر پردہ ہٹ جائے تو سایہ باقی نہ رہے

چوں پری غالب شود بر آدمی ۔۔۔ گم شود از مرد وصفِ مردمی
جب جن کسی آدمی پر چڑھ جاتا ہے ۔۔۔ آدمی سے آدمیت کی صفت گم ہو جاتی ہے

ہر چہ گوید آں پری گفتہ بود ۔۔۔ زیں سری ورزاں سری گفتہ بود
وہ جو کچھ کہتا ہے، جن کی گفتگو ہوتی ہے ۔۔۔ اس جانب کی، اگرچہ اس جانب سے کہا گیا ہو

چوں پری را ایں دم و قانوں بود ۔۔۔ کردگارِ آں پری خود چوں بود
جب پری کو یہ طاقت اور قاعدہ حاصل ہے ۔۔۔ (تو)، اس جن کا خدا خود کیسا ہو گا؟

آدمی او رفتہ پری خود او شدہ ۔۔۔ ترکِ بے الہام تازی گو شدہ
اس کی ماہیت چلی گئی وہ خود جن بن گیا ۔۔۔ ترک بغیر الہام کے عربی بولنے والا بن گیا

چوں بخود آید نداند یک لغت ۔۔۔ چوں پری را ہست ایں ذات و صفت
جب وہ ہوش میں آتا ہے ایک لغت نہیں جانتا ۔۔۔ جبکہ یہ ذات اور صفت جن کی تھی

ق

پس خداوندِ پری و آدمی ۔۔۔ از پری کے باشدش آخر کمی
تو جن و انس کا خدا ۔۔۔ آخر وہ جن سے کب کم ہو گا؟

شیر گیر از شیر کے ترسد بگو ۔۔۔ شرحِ راہ از کور کے پرسد بگو
بتا، نیم مست شیر سے کب ڈرتا ہے؟ ۔۔۔ بتا راستہ کی تفصیل اندھے سے کون پوچھتا ہے؟

شیر گیر ار خونِ نرِ شیر خورد ۔۔۔ تو بگوئی او نکرد آں بادہ کرد
نیم مست اگر نر شیر کا خون پی جائے ۔۔۔ تو کہیگا (یہ کام) اس نے نہیں کیا شراب نے کیا ہے

ور سخن پردازد از رازِ کہن ۔۔۔ تو بگوئی بادہ گفتہ است ایں سخن
اگر وہ پرانے راز کی بات کہے ۔۔۔ تو کہے گا یہ بات شراب نے کہی ہے

بادہ را می بود گر ایں شر و شور ۔۔۔ نورِ حق را نیست آں فرہنگ و زور
اگر شراب میں یہ شور و شر ہوتا ہے ۔۔۔ تو کیا اللہ (تعالیٰ) کے نور میں یہ لیاقت اور طاقت نہ ہوگی

ق

کہ ترا از تو بکل خالی کند ۔۔۔ تو شوی پست او سخن عالی کند
کہ وہ تجھے، تجھ سے بالکل خالی کردے ۔۔۔ تو مغلوب ہو جائے (اور) وہ بلند بات کرے

---

[1] چوں پری- پہلے تو مولانا نے بایزیدؒ کے اس کلام پر عذر پیش کئے اب کہتے ہیں کہ وہ کہنا دراصل اُن کا کہنا ہی نہ تھا بلکہ وہ خود ذات حق کا کہنا تھا جو اپنی جگہ اصل صحیح تھا انسان پر اگر جن چڑھ جاتا ہے تو اُس میں سے انسانیت کے اوصاف ختم ہو جاتے ہیں اور وہ جو کچھ بولتا ہے وہ نہیں بولتا بلکہ جن بولتا ہے- چوں جب جن کے یہ اثرات ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے وقت ایک انسان اپنی حالت پر کب رہ سکتا ہے تو کلام او
گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

[2] آدمی او- یعنی اُسکی ہستی- ترک- جن کے غالب آ جانے پر جاہل ترک عربی بولنے لگتا ہے حالانکہ اُس ترک نے کبھی عربی نہ سیکھی تھی- چوں- جب اُس ترک پر سے جن اتر جاتا ہے وہ عربی کا ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا- چوں پری- یہ مصرع شرط ہے اس کی جزاء اگلا شعر ہے یعنی جب جن کے یہ اثرات ہیں تو خدا کی تجلیات میں کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے- شیر گیر- شراب سے نیم مست شیر سے نہیں ڈرتا تو یہ اس کی فطرت نہیں ہے بلکہ شراب کا اثر ہے- شرح راہ- اندھے کو کوئی راستہ معلوم نہیں کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ احکام کا تعلق ذات سے نہیں ہے بلکہ صفات سے ہے تو جب صفت انسانیت ختم ہو جائے تو کام اور بات محض ذات کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی

[3] شیر گیر- نیم مست جب شیر کو بے دھڑک مار ڈالتا ہے تو یہ عمل اُس کی ذات کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ اُس اثر کی طرف منسوب ہوتا ہے جو شراب نے پیدا کیا ہے- ور سخن- اگر نیم مست پرانے راز ظاہر کرنے لگتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ نہیں بول رہا ہے شراب بول رہی ہے، جب شراب کے یہ کرشمے ہیں تو خود حق اور تجلی رب جب انسان پر نازل ہو تو پھر اُس کی بات اُس تجلی کی طرف کیوں نہ منسوب کی جائے گی-

گرچہ[1] قرآں از لبِ پیغمبر است
قرآن اگرچہ پیغمبر کے لبوں سے ہے
ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است
(لیکن) جو یہ کہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے نہیں فرمایا وہ کافر ہے

چوں ہمایِ بےخودی پرواز کرد
جب بیخودی کے ہما نے پرواز کی
آں سخن را بایزیدؒ آغاز کرد
وہ بات بایزیدؒ نے شروع کر دی

عقل را سیلِ تحیّر در ربود
عقل کو تحیر کا سیلاب بہالے گیا
زاں قوی تر گفت کاوّل گفتہ بود
اُس سے زیادہ سخت بات کہی جو پہلے کہی تھی

نیست اندر جُبّہ ام اِلّا خدا
(کہا)، میرے جبّہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے
چند جوئی بر زمین و بر سما
تو آسمان اور زمین میں کب تک تلاش کریگا!

آں[2] مریداں جملہ دیوانہ شدند
وہ سب مرید پاگل بن گئے
کاردہا بر جسمِ پاکش می زدند
اُن کے پاک جسم میں چھریاں گھونپ رہے تھے

ہر یکے چوں ملحدانِ گردکوہ
گردکوہ کے بے دینوں کی طرح ہر ایک
کارد می زد پیرِ خود را بے ستوہ
اپنے پیر کے بے دھڑک چھری گھونپتا تھا

ہر کہ اندر شیخ تیغے می خلید
جو شخص شیخ کے اندر تلوار گھساتا تھا
باز گونہ از تنِ خود می درید
وہ اُلٹا اپنے جسم کو پھاڑتا تھا

یک اثر نے بر تنِ آں ذوفنوں
اُس ہنرمند کے جسم پر ایک نشان نہ تھا
واں مریداں خستہ غرقابِ خوں
اور وہ مرید زخمی اور خون میں غرق تھے

ہر کہ[3] او سوئے گلویش زخم برد
جس نے اُن کے گلے پر زخم لگایا
حلقِ خود ببریدہ دید و زار مُرد
اُس نے اپنا گلا کٹا ہوا پایا اور بُری طرح مَرا

وانکہ او را زخم اندر سینہ زد
اور جس نے اُن کے سینہ پر زخم لگایا
سینہ اش بشگافت و شد مُردہ ابد
اُس کا سینہ چرا اور ہمیشہ کے لئے مُردہ ہوگیا

وانکہ آگہ بود زاں صاحبقِراں
اور جو شخص اُس اِقبال مند سے واقف تھا
دل ندادش کہ زند زخمِ گراں
اُسکے دل نے اُسکو اجازت نہ دی کہ کاری زخم لگائے

نیم دانش دست او را بستہ کرد
تھوڑی سی عقل اُس کے ہاتھ باندھ دیئے
جاں ببُرد اِلّا کہ خود را خستہ کرد
اُس نے جان بچالی مگر اپنے آپ کو زخمی کر لیا

[1] گرچہ۔ قرآن کے الفاظ اگرچہ آنحضورؐ کے دہنِ مبارک سے ادا ہوتے تھے لیکن اُس کو آنحضورؐ کا کلام کہنے والا کافر ہے اور اُس کو خدا کا کلام قرار دیا جاتا ہے اسی طرح وہ الفاظ اگرچہ بایزیدؒ کے مُنہ سے ادا ہوئے لیکن وہ خدا کا کلام تھا۔ چوں ہمای حضرت بایزیدؒ پر جب تجلیات سے پھر بیخودی طاری ہوئی تو اس بار اُنھوں نے پہلے سے بھی زیادہ سخت جملہ کہا اور کہنے لگے کہ میرے جبّہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے اُس کو میرے جبّہ میں تلاش کرو آسمان اور زمین پر کیوں تلاش کرتے پھرتے ہو۔

[2] آں مریداں۔ اس جملہ پر تمام مرید دیوانہ وار ان پر چھریاں لے کر ٹوٹ پڑے اور اُن کے پاک جسم پر چھریاں چلادیں۔ ہر یکے۔ گردکوہ، رَے کے علاقہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ امام رازی کے زمانہ میں وہاں کافروں کی ایک جماعت تھی جو مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرتی تھی۔ ستوہ۔ بفتحتین، سنگدل ہونا۔ ہر کہ۔ جو مرید شیخ کے چھری مارتا تھا اُس کا زخم خود اُس کے لگتا تھا۔ یک اثر نے۔ بایزیدؒ کے بدن پر کسی کی چھری کا زخم نہ لگا اور مرید خون میں نہا گئے۔

[3] ہر کہ۔ جس مرید نے اُن کا گلا کاٹنے کے لئے حملہ کیا اُس کا خود گلا کٹ گیا اور مر گیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے بایزیدؒ کے سینہ کو چاک کرنا چاہا اُس کا خود سینہ چاک ہوگیا اور ابدی نیند سوگیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے حضرت بایزیدؒ کی شخصیت کو سمجھا اور اُس نے تھوڑی سی عقل سے کام لیا تو معمولی زخم لگا یا پھر بھی وہ زخم خود اُس کے لگا۔

روزگشت[1] وآں مُریداں کاستہ — نوحہا از جانِ شاں برخاستہ
دن نکل آیا اور وہ نیم مُردہ مُرید — اُن کی جان سے نوحے بلند ہوئے

پیشِ اُو آمد ہزاراں مرد و زن — کاے دو عالم دَرج دَر یک پیرہن
ہزاروں مرد و زن اُن (شیخ) کے پاس آئے — کہ اے (وہ شیخ) کہ دونوں جہان ایک لباس میں ہیں

ایں تنِ تو گر تنِ مردم بُدے — چوں تنِ مردم زخنجر گم شُدے
اگر یہ آپ کا جسم انسان کا جسم ہوتا — انسانوں کے جسم کی طرح خنجر سے فنا ہو جاتا

باخودے[2] با بے خودے دوچار زد — باخود اندر دیدۂ خود خار زد
خودی والے نے جب فانی کا مقابلہ کیا — تو اُس نے خود اپنی آنکھ میں کانٹا چبھویا

اے زدہ بر بے خوداں تو ذُوالفقار — بر تنِ خود می زنی آں ہوشدار
اے وہ کہ تو نے فانیوں پر تلوار چلائی — سمجھ لے تو اپنے جسم پر مار رہا ہے

زانکہ بے خود فانی ست و ایمن ست — تا اَبد در ایمنی اُو ساکن ست
کیونکہ بے خود فانی ہے اور محفوظ ہے — وہ ہمیشہ کے لئے امن میں مقیم ہے

نقشِ اُو فانی و اُو شد آئینہ — غیر نقشِ رُوی غیر آنجایِ نہ
اُس کی صورت فنا ہو گئی ہے اور وہ آئینہ بن گیا ہے — سوائے غیر کی صورت کے اُس میں کچھ نہیں ہے

گر کُنی تُف سُوی رُوی خود کُنی — ور زنی بر آئینہ بر خود زنی
اگر تو تھوکے گا تو اپنے مُنہ پر تھوکے گا — اگر آئینہ پر حملہ کرے گا اپنے اوپر کریگا

ور[3] بہ بینی رُویِ زشت آں ہم توئی — ور بہ بینی عیسیٰؑ مریم توئی
اگر تو نے بھدا چہرہ دیکھے گا وہ بھی تو ہی ہے — اگر تو عیسیٰ ابن مریمؑ کو دیکھے گا، تو ہی ہے

اُو نہ اینست و نہ آں اُو سادہ است — نقشِ تو در پیشِ تو بنہادہ است
وہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے وہ صاف ہے — اُس نے تیری صورت تیرے سامنے کر دی ہے

چوں رسید اینجا سخن لب در بہ بست — چوں رسید اینجا قلم درہم شکست
جب بات یہاں پہنچی ہونٹوں نے دروازہ بند کر لیا — جب قلم یہاں پہنچا، ٹوٹ گیا

لب بہ بند ارچہ فصاحت دست داد — دم مزن واللہ اعلم بالرشاد
ہونٹ بند کر لے، اگرچہ فصاحت حاصل ہو — دم نہ مار اور اللہ بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

---

[1] روزگشت۔ رات میں یہ سب کچھ ہوا صبح کو جب نیم مُردہ مُریدوں پر حقیقت کھل گئی تو وہ اور سینکڑوں لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کے لباس میں کسی ایک شخص کا جسم نہیں ہے دونوں جہان ہیں اگر اِس لباس میں انسانی جسم ہوتا تو وہ خنجروں سے زخمی ہو جاتا۔

[2] باخودے۔ جب کوئی دنیادار کسی بزرگ سے بھڑتا ہے تو وہ خود اپنا نقصان کرتا ہے۔ ذُوالفقار۔ آنحضورؐ کی تلوار کا نام ہے جو آنحضورؐ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے پاس رہی تھی اُس کے بعد ہر اچھی تلوار کو ذُوالفقار کہہ دیا جاتا ہے۔ زانکہ۔ مقامِ فنا پر پہنچنے کے بعد اُس کا اپنا کچھ نہیں رہتا لہٰذا اُس کے اپنے نقصان کا کوئی امکان نہیں ہے۔ نقشِ اُو۔ فانی کی خود اپنی صورت فنا ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کی صورتوں کا آئینہ بنجاتا ہے اب اُس میں خود اُس کی اپنی صورت نظر نہیں آتی جو غیر بالمقابل ہوتا ہے اُس کی صورت نظر آتی ہے۔ گر کُنی۔ آئینہ پر تھوکنا اپنے مُنہ پر تھوکنا ہے۔

[3] ور بہ بینی۔ اُسمیں جو کچھ اچھائی یا بُرائی تجھے نظر آ رہی ہے وہ خود تیری اچھائی بُرائی ہے۔ چوں رسید۔ مولانا فرماتے ہیں جب بُرائیاں اس مقام تک پہنچیں تو ہونٹوں نے بولنے کا راستہ بند کر دیا اور لکھنے سے قلم عاجز آ گیا۔ لب بہ بند۔ مولانا اپنے آپ کو خطاب کرتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی فصاحت حاصل ہو اِن رازوں کو سربستہ رکھنا چاہیئے۔

لہ بر کنارِ بامی اے مستِ مدام
اے شراب سے مست: تو بالاخانہ کے کنارے پر ہے

پست بنشیں یا فرود آ والسّلام
نیچے ہو کر بیٹھ یا نیچے اُتر آ والسلام

ہر زمانیکہ شُدی تو کامراں
جس وقت تو کامیاب ہو

آں دمِ خوش را کنارِ بام داں
اُس اچھے وقت کو بالاخانہ کا کنارہ سمجھ

بر زمانِ خوش ہراساں باش تو
تو اچھے وقت پر خوفزدہ رہ

ہمچو گنجش خفیہ کُن نے فاش تو
اُس کو خزانہ کی طرح چھپا، ظاہر نہ کر

تا نیاید بر وِلا ناگہ بلا
تاکہ دوستی پر اچانک کوئی بلا نازل نہ ہو جائے

ترس ترساں رَو دراں مکمن ہلا
خبردار! اُس مخفی مقام پر ڈرتا ڈرتا چل

ہے ترسِ جاں در وقتِ شادی از زوال
خوشی کے وقت زوال کی وجہ سے جان کا خوف

زاں کنارِ بامِ غیب ست ارتحال
اُس غیب کے بالاخانہ کے کنارے سے ہٹ جانا ہے

گر نمی بینی کنارِ بامِ راز
اگر تو اسرار کے بالاخانہ کا کنارہ نہیں دیکھ رہا ہے

روح می بیند کہ ہستش اہتزاز
روح دیکھتی ہے، کیونکہ اسی کو خوشی ہے

ہر نکالے ناگہاں کاں آمدہ ست
جو عذاب اچانک آیا ہے

بر کنارِ کنگرہ شادی بُدست
وہ خوشی کے کنگرے کے کنارے سے آیا ہے

جز کنارِ بام خود نبود سقوط
گرنا، بالاخانہ کے کنارے سے ہی ہوتا ہے

اِعتبار از قومِ نوحؑ و قومِ لوطؑ
قومِ نوحؑ اور قومِ لوطؑ سے عبرت حاصل کرے

اِعتبارے گیر تا یابی صفا
تاکہ تجھے (باطن) کی صفائی حاصل ہو عبرت حاصل کر لے

از درونِ انبیا و اولیا
انبیاء اور اولیاء کے باطن

سببِ فصاحت و بسیار گفتنِ آں فضول نزدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس بیہودہ کے بہت بولنے اور زبان درازی کا سبب

سہ پرتوِ مستیِ بیحدِ نبیؐ
نبی کی لامحدود مستی کا عکس

چوں بزد ہم مست و خوش گشت آں غبی
جب پڑا، وہ غبی بھی مست اور خوش دگفتار بنگیا

لاجرم بسیار گو شُد از نشاط
لامحالہ وہ سرور کی وجہ سے بہت بولنے والا بنگیا

مست ادب بگذاشت و آمد در خُباط
مست نے ادب (کا دامن) چھوڑا دیوانگی میں مبتلا ہو گیا

نے ہمہ جا بے خودی شر می کُند
مستی ہر جگہ شر (پیدا) نہیں کرتی ہے

بے ادب را بے ادب تر می کُند
بے ادب کو زیادہ بے ادب بنا دیتی ہے

لہ بر کنار۔ بس اِس قدر اور بتائے دیتا ہوں کہ عشقِ الٰہی کا مست بالاخانہ کی منڈیر پر بیٹھا ہوا ہے جہاں سے ہر وقت گرنے کا خطرہ ہے یا تو وہ منڈیر سے نیچے اُتر کر بیٹھے یا بالاخانہ سے ہی اُتر آئے ورنہ ہر وقت خطرے میں ہے۔ بر زمانِ خوش۔ قربِ الٰہی سے جو خوش وقتی حاصل ہو اُس کے بارے میں ہر وقت خوفزدہ رہنا چاہیئے۔ کہ کہیں وہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے اور اُس خزانۂ غیب کے راز کو لوگوں سے مخفی رکھنا ضروری ہے۔ وِلا۔ یعنی خدا کی دوستی۔ مکمن۔ پوشیدہ مقام۔

لہ ترس۔ مقامِ قربِ حاصل ہونے پر جو خوشی ہے اُس کے بارے میں خوف یہ ہے کہ یہ مقام زائل نہ ہو جائے۔ گر نمی بینی۔ بسا اوقات سالک کو اِس مقام کا احساس نہیں ہوتا لیکن اُس کی روح اُس کو محسوس کرتی ہے۔ ہر نکالے۔ اقوامِ سابقہ قومِ نوحؑ اور قومِ لوطؑ پر جو عذاب آیا وہ اُن کے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد آیا۔ سقوط۔ نزول و سقوط عروج کے بعد ہی متصوّر ہوتا ہے۔ اِعتبارے۔ انبیاء کے نقشِ قدم پر چلوگے تو اُن کی طرح آئینہ بنجاؤ گے۔

سہ پرتو۔ آنحضورؐ کو جو قربِ الٰہی کا نشاط اور مستی حاصل تھی اُس معترض پر اُس کا پرتو پڑ گیا جس کی وجہ سے وہ خوشی میں پاگل ہو گیا اور غلط اعتراضات شروع کر دیئے۔ نے ہمہ جا۔ اُس شخص میں مستی نے جو بڑا کمال ہے سمجھنا چاہیئے کہ مستی کی برعکس بڑا زائل کمال ہے۔

14

گر بُوَد عاقل نکوفر می شود ؎۱ — وَر بُوَد بدخوی بدتر می شود
اگر وہ سمجھدار ہو تو اچھی شان شوکت والا بنجاتا ہے — اگر وہ بدعادت ہوتا ہے تو اور زیادہ بُرا بنجاتا ہے

بر لبیب آید لُباب کاسِ اُو — وَز غبی کم گردد استیناسِ اُو
اُس کا جام سمجھدار کے لئے مغز ہے — اگر غبی ہے تو اُس کی محبت کم ہوجاتی ہے

بے خود از مے با ادب گردد تمام — با خود از مے بے ادب گردد مدام
فانی، شراب سے مکمل با ادب بن جاتا ہے — خودی والا شراب سے ہمیشہ بے ادب بنتا ہے

لیک ؎۲ اَغلب چوں بدند و ناپسند — بر ہمہ مے را مُحرّم کردہ اَند
لیکن اکثر لوگ بُرے اور ناپسند ہیں — (واسطے) سب پر ہی شراب کو حرام کردیا ہے

حُکمِ غالب راست چوں اَغلب بدند — تیغ را از دستِ رہزن بستدند
حکم اکثریت پر لگتا ہے چونکہ اکثر بد ہیں — انھوں نے تلوار، ڈاکو کے ہاتھ سے لی ہے

بیان کردنِ رسول علیہ السّلام سببِ تفضیل و اختیار کردنِ اُو آں ہذیلی را بامیری و سرلشکری بر پیرانِ کاردیدہ و کار آزمودہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس ہذیلی کو امیری اور سرداری کے لئے ماہر اور تجربہ کار بوڑھوں پر فضیلت دینے اور چن لینے کے سبب کا بیان کرنا

گفت ؎۳ پیغمبر کہ اے ظاہر نگر — تو مبیں اُو را جوان و بے ہنر
پیغمبرؐ نے فرمایا اے ظاہر بیں! — تو اُس کو جوان اور بے ہنر نہ سمجھ

اے بسا ریشِ سیاہ و مرد پیر — وَے بسا ریشِ سفید و دل چو قیر
بہت سے کالی داڑھی والے ہیں اور بوڑھے ہیں — بہت سے سفید داڑھی والے ہیں اور سیاہ دل ہیں

عقلِ اُو را آموزدم بارہا — کرد پیری آں جواں در کارہا
میں نے بارہا اُس کی عقل آزمائی ہے — کاموں میں اُس جوان نے بوڑھاپن دکھایا ہے

پیر پیرِ عقل باشد اے پسر — نے سُفیدی مُوی اندر ریش و سر
اے بیٹا! بوڑھا عقل کا بوڑھا ہوتا ہے — نہ کہ سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی

از بلیس اُو پیرتر خود کے بُوَد — چونکہ عقلش نیست او لاشیٔ بُوَد
وہ (نوجوان) شیطان سے زیادہ بوڑھا کب ہوسکتا تھا؟ — چونکہ اُس میں عقل نہیں ہے وہ لاشیٔ ہے

طفل گیرش چوں بُوَد صاحب کمال — پیر باشد در ہنر آں خوشخصال
اُس کو بچہ سمجھ، جب وہ صاحبِ کمال ہو — وہ خوش خصلت ہنر میں بوڑھا ہوگا

؎۱ گر بُوَد۔ جس طرح کے جذبات انسان کے دل میں ہوتے ہیں مستی اُن کو اُبھار دیتی ہے۔ بر لبیب۔ شراب کے اثر سے ذہین کی ذہانت بڑھ جاتی ہے اور بے عقل مزید بے عقلی کرنے لگتا ہے۔ استیناس۔ مانوس ہونا۔ بے خود۔ اگر انسان خود غرض نہیں ہے اور اُس میں عالی جذبات ہیں تو وہ جذبات اور اُبھر جاتے ہیں۔ مدام۔ ہمیشہ۔

؎۲ لیک۔ چونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے اور اکثر لوگ اچھے جذبات کے حامل نہیں ہوتے لہٰذا شراب سب ہی کے لئے حرام کردی گئی۔ تیغ۔ عوام کے لئے شراب کی اجازت ایسی ہوئی جیسا کہ ڈاکوؤں کے ہاتھ میں تلوار دے دینا۔

؎۳ گفت پیغمبرؐ۔ ہذیلی کے سردار بنانے پر جو اعتراض تھا اُس کا جواب دیا۔ اے بسا یعنی بزرگی بہ عقلست نہ بسال۔ قیر۔ ایک کالا مادّہ ہے۔ از بلیس۔ محض عمر کے اعتبار سے اگر عقلمندی کا حکم لگتا تو شیطان سے زیادہ عمر والا کون ہوگا۔ وہ عقلمند کہلاتا۔ طفل۔ بچہ اگر صاحبِ کمال ہے تو وہ عقلمند ہے۔

طفل گیرش چوں بود عیسیٰ نفس — پاک باشد از غرور و از ہوس

اسکو بچہ سمجھ جب وہ حضرت عیسیٰؑ والی باتوں والا ہو — تو وہ غرور اور ہوس سے پاک ہوگا

آں[1] سفیدی مو دلیل پختگی ست — پیشِ چشمِ بستہ کش کوتہ تگی ست

بالوں کی سفیدی پختگی کی دلیل ہے — بند آنکھ کے لئے جو کوتاہ رفتار ہے

آں مقلد چوں ندانِد جز دلیل — در علامت جوید او دائم سبیل

وہ مقلد چونکہ دلیل کے علاوہ کچھ نہیں جانتا — تو وہ ہمیشہ علامتوں میں راستہ تلاش کرتا ہے

بہرِ او گفتیم کایں تدبیر را — چونکہ خواہی کرد بگزیں پیر را

اس کے لئے ہم نے کہا ہے کہ اس تدبیر کو — جب تو اختیار کرے، بوڑھے کو منتخب کر

لیک پیرِ عقل نے پیرِ سن — می نداند ممتحن از ممتحن

لیکن عقل کا بوڑھا، نہ کہ عمر کا بوڑھا — جو امتحان دینے والے اور امتحان لینے والے میں امتیاز نہ کرے

آنکہ[2] او از پردہ تقلید جست — او بنورِ حق بہ بیند ہر چہ ہست

وہ شخص جو تقلید کے پردے سے نکل گیا — وہ ہر موجود کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

نورِ پاکش بے دلیل و بے بیاں — پوست بشگافد در آید در میاں

اس کا پاک نور بغیر دلیل اور بغیر بیان کے — کھال پھاڑتا ہے اندر گھس جاتا ہے

پیشِ ظاہر بیں چہ قلب و چہ سرہ — او چہ داند چیست اندر قوصرہ

ظاہر بیں کے سامنے کیا کھوٹا اور کیا کھرا — وہ کیا جانے ٹوکری میں کیا ہے؟

اے بسا زرِ سیہ کردہ بدود — تا رہد از دستِ ہر دزدِ حسود

بعض اوقات سونا دھوئیں سے سیاہ کیا ہوا ہوتا ہے — تاکہ ہر حاسد چور کے ہاتھ سے محفوظ رہے

اے بسا مسہائے[3] اندودہ بزر — تا فروشد آں بعقلِ مختصر

بہت سے سونے کا ملمع کئے ہوئے تانبے ہیں — تاکہ اُن کو کوتاہ عقل کے ہاتھ فروخت کرے

ما کہ باطن بینِ جملہ کشوریم — دل بہ بینیم و بظاہر ننگریم

ہم جو کہ تمام عالم کے باطن کے دیکھنے والے ہیں — ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر کو نہیں دیکھتے ہیں

قاضیانے کہ بظاہر می تنند — حکم بر اشکالِ ظاہر می کنند

وہ قاضی جو ظاہر پر نظر رکھتے ہیں — وہ ظاہری شکلوں پر حکم لگاتے ہیں

چوں شہادت گفت و ایمانش نبود — حکمِ او مومن کنند ایں قوم زود

جب (کلمۂ) شہادت پڑھ لیا اور اس میں ایمان نہ تھا — یہ لوگ بہت جلد اُس پر مومن (ہونیکا) حکم لگا دیتے ہیں

---

[1] آں سفیدی - بالوں کی سفیدی بھی عقل کی پختگی کی دلیل ہے لیکن یہ ظاہر بیں... لوگوں کے لئے ہے۔ آں مقلد - جس کو نورِ بصیرت حاصل نہیں ہے وہ، ہمیشہ دلیل کا طالب ہوتا ہے اور علامتوں کا راستہ تلاش کرتا ہے۔ بہرِ او - مقلد کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ کسی بوڑھے سے مشورہ کرے۔ لیک - لیکن اِس بوڑھے سے عمر کا بوڑھا مراد نہیں ہے بلکہ صاحبِ بصیرت مراد ہے۔

[2] آنکہ - وہ شخص مراد ہے جو تقلید سے نجات پا گیا ہو اور اللہ کے نور سے چیزوں کو دیکھتا ہو اُس کی نگاہ کھال سے گذر کر باطن کو دیکھ لیتی ہے۔ پیش - ظاہر بیں، کھوٹے کھرے میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ قوصرہ - ٹوکری۔ اے بسا - بہت سے صحیح سکے کالے کر دیئے جاتے ہیں تاکہ چور دست درازی نہ کرے۔

[3] مسہائے اندودہ - بہت سے سکے تانبے کے ہوتے ہیں جن پر سونے کی ملمع کاری ہوتی ہے۔ ما کہ - حضورؐ نے فرمایا ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر پر نظر نہیں رکھتے ہیں۔ قاضیانے - قاضی ظاہر پر حکم لگاتا ہے جب کوئی شخص اُس کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھے خواہ اُس کے دل میں تصدیق نہ ہو تو وہ اُس کو مومن قرار دے گا۔

بس[1] منافق کاندریں ظاہر گریخت
بہت سے منافق ہیں جنھوں نے اِس ظاہر میں پناہ پکڑلی

خونِ صد مومن بہ پنہانی بریخت
در پردہ انھوں نے سینکڑوں مسلمانوں کی خونریزی کی

جہد کُن تا پیرِ عَقل و دیں شوی
کوشش کر تاکہ عقل اور دین کا بوڑھا بنے

تا چو عَقلِ کُل تو باطن بیں شوی
تاکہ تو عقلِ کُل کی طرح باطن بیں بن جائے

از عدم چوں عَقلِ زیبا رُو کُشاد
جب حسین عقل، عدم سے رُونما ہوئی

خَلعتش داد و ہزاراں نام داد
(قدرت نے) اُس کو خلعت بخشی اور ہزاروں نام دیئے

کمتریں زاں نامہائے خُوش نفس
اُن بہترین ناموں میں سے کمترین نام

اینکہ نبُود ہیچ اُو محتاجِ کَس
یہ ہے کہ وہ کسی کی محتاج نہ ہوگی

گر[2] بصُورت وانماید عَقل رُو
اگر عقل مجسّم ہوکر رُونما ہوجائے

تیرہ باشد روز پیشِ نُورِ اُو
دن اُس کے سامنے کالا پڑجائے

ور مثالِ احمقی پیدا شوُد
اگر حماقت کی تصویر پیدا ہوجائے

ظلمتِ شب پیشِ اُو رُوشن بُود
رات کی تاریکی اُس کے مقابلہ میں روشن ہوگی

کُو زشب مُظلم تر و تاری تر ست
کیونکہ وہ رات سے زیادہ تاریک اور کالی ہے

لیک خُفاشِ شقی ظُلمت خورست
لیکن بدبخت چمگادڑ تاریکی خور ہے

اندک[3] اندک خُوی کُن با نورِ روز
دن کے نور کی آہستہ آہستہ عادت ڈال

ورنہ خُفاشے بمانی بے فروز
ورنہ تو نور سے محروم چمگادڑ بنا رہے گا

عاشقِ ہر جا شکال و مُشکلے ست
وہ ہر ایسی جگہ کی عاشق ہے جہاں اشکال اور مشکل ہے

دشمنِ ہر جا چراغِ مُقبلے ست
اُس جگہ کی دشمن ہے جہاں کسی بختاور کا چراغ ہے

ظُلمتِ اشکال ازاں جُویدِ دِلش
اُسکا دل اندھیرے کے اشکال کی جستجو میں اسلئے ہے

تاکہ افزوں تر نماید حاصلش
تاکہ اُس کی آمدنی زیادہ رونما ہو

تا تُرا مشغولِ آں مُشکل کُند
تاکہ تجھے اُس مشکل میں مشغول کردے

وز نہادِ زشتِ خود غافل کُند
اور اپنی بُری فطرت سے غافل کردے

علامتِ عاقلِ تمام و نیم عاقل و مردِ تمام و نیم مرد و علامتِ شقیِ مغرُورِ لاشیٔ

مکمل عاقل اور آدھے عقلمند اور مکمل انسان اور آدھے انسان کی علامت اور بے وجود مغرور بدبخت کی علامت

[1] بس منافق۔ بہت سے منافقوں نے اسی طرح اپنا ایمان ظاہر کرکے سازشیں کی ہیں اور مسلمانوں کی خونریزی کی ہے۔ عقلِ کُل۔ عقلِ کامل، جبرئیلؑ۔ از عدم۔ جب عقل پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اُسکی بہت عزت افزائی فرمائی۔ کمترین۔ اُس کو ایک یہ خوبی عنایت کی کہ وہ کسی کی محتاج نہیں ہے

[2] گر بصورت۔ اگر عقل مجسّم ہوکر دنیا میں رونما ہو تو سورج کی روشنی اُس کے سامنے ماند پڑجائے۔ ور اگر حماقت مجسّم ہوکر رونما ہو تو رات کی تاریکی اُس سے شرما جائے۔ لیک۔ احمق کی غذا تاریکی خور چمگادڑ کی سی ہے لہٰذا اُس کو حماقت ہی پسند آتی ہے۔

[3] اندک۔ انسان کو نورِ ہدایت سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے ورنہ بُری حالت میں موت آجائے گی۔ عاشق۔ کورباطن تاریکی کو پسند کرتا ہے، اور ہدایت سے بھاگتا ہے چمگادڑ صفت انسان دنیاوی ظلمت کا طالب ہے اور چراغِ ہدایت سے گریزاں ہے اور دنیاوی ظلمت کا طالب اسلئے ہے کہ دنیا کی دولتیں کمائے۔ تا ترا۔ ایسے دولتمند انسان کو دیکھ کر دوسرے بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ علامت۔ اس بیان سے مولانا کا یہ مقصد ہے کہ کامل عقلمند وہ ہے جو نورِ باطن حاصل کرے۔ لاشیٔ۔

عاقل آں باشد کہ با او مشعلہ است[۱]
عقلمند وہ ہے جس کے پاس مشعل ہے
او دلیل و پیشوای قافلہ است
وہ قافلہ کا راہنما اور پیشوا ہے

پیروِ نورِ خود ست آں پیش رو
وہ پیشوا، اپنے نور کا پیرو ہے
تابعِ خویش ست آں بیخویش رو
وہ بے اختیار چلنے والا اپنے نور کا تابع ہے

مؤمنِ خویش ست و ایماں آورید
وہ اپنے اوپر ایمان رکھتا ہے اور ایمان لایا ہے
ہم بداں نورے کہ جانش زاں چرید
اُس نور پر جس سے اُسکی روح نے غذا حاصل کی

دیگرے[۲] کہ نیم عاقل آمد او
دوسرا وہ جو آدھا عقلمند ہے
عاقلے را دیدہ، خود داند او
(اور) کسی عقلمند کو اپنی آنکھ سمجھتا ہے

دست در وے زد چو کور اندر دلیل
اُسنے اُسپر اِس طرح ہاتھ رکھ دیا ہے جیسا کہ اندھا راہبر پر
تا بدو بینا شد و جست و جلیل
حتیٰ کہ وہ اُس کے ذریعہ بینا اور چست اور بڑا بنگیا ہے

واں خرے کز عقل جو سنگے نداشت
وہ گدھا جو ایک جَو برابر عقل نہیں رکھتا
خود نبودش عقل و عاقل را گذاشت
اُسمیں خود عقل نہ تھی اور عقلمند کو بھی چھوڑ دیا

رہ نداند نے قلیل و نے کثیر
وہ راستہ نہیں جانتا ہے نہ تھوڑا نہ بہت
می نجوید ہم نذیر و ہم بشیر
نذیر اور بشیر کو بھی نہیں تلاش کرتا ہے

غرقہ اندر غفلت و در قال و قیل
غفلت اور بحث و مباحثہ میں غرق ہے
ننگش آید آمدن خلفِ دلیل
اُس کو راہنما کے پیچھے چلنے میں شرم آتی ہے

می رود[۳] اندر بیابانِ دراز
وہ لمبے جنگل میں چلا جا رہا ہے
گاہ لنگاں آئس و گاہے بتاز
کبھی مایوس لنگڑاتا ہوا اور کبھی دوڑتا ہوا

شمع نے تا پیشوای خود کند
شمع نہیں ہے کہ اُس کو اپنا پیشوا بنالے
نیم شمعے نے کہ نورے گد کند
آدھی شمع (بھی) نہیں ہے کہ نور مانگ لے

نیست عقلش تا دمِ زندہ زند
اُس میں عقل نہیں ہے کہ زندہ ہونے کا دم بھرے
نیم عقلے نے کہ خود مردہ کند
آدھی عقل (بھی) نہیں ہو کہ اپنے آپکو مُردہ بنالے

مردۂ آں عاقل آید او تمام
وہ بالکلیہ اُس عقلمند کا مُردہ بن جائے
تا بر آید از نشیبِ خود ببام
تاکہ اپنی پستی سے بالاخانہ پر پہنچ جائے

عقلِ کامل نیست خود را مردہ کن
پوری عقل نہیں ہے (تو) اپنے آپکو مُردہ بنا
در پناہِ عاقلِ زندہ سخن
زندہ دَم عقلمند کی پناہ میں

[۱] مشعلہ یعنی نور کی مشعل۔ او۔ وہ دوسروں کا بھی رہنما ہے۔ پیرو۔ وہ خود اپنے نور کا تابع اور پیرو ہوتا ہے۔ مؤمنِ خویش۔ یہ مرتبہ انبیاء کا ہے انبیاء کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے اوپر ایمان لائیں اور اپنی نبوّت کی تصدیق کریں۔

[۲] دیگرے۔ نیم عقل وہ ہے جو کسی صاحب نور کو اپنی آنکھ بنالے اور ہر چیز کو اُس کی آنکھ سے دیکھے۔ دست۔ ہر معاملہ میں اُسپر ایسا اعتماد کرے جس طرح اندھا اپنے رہنما پر کرتا ہے۔ واں خرے۔ تیسرا جو بڑا اندھا ہے وہ ہے جس کو نہ خود نور حاصل ہو نہ کسی کو رہنما بنائے۔ نذیر و بشیر یعنی رہنما۔ غرقہ۔ خود غفلت میں غرق ہے اور دوسرے کو رہنما بنانے سے ذلت محسوس کرتا ہے۔

[۳] می رود۔ یہ تیسرا شخص اوہام اور خیالات کی وادیوں میں سرگرداں رہتا ہے۔ شمع۔ اُس کو خود تو نورِ باطن حاصل نہیں ہے اور اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ کسی دوسرے سے نور حاصل کرلے۔ نیست عقلش۔ اسکو خود نور حاصل نہیں ہے اور اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اپنے آپکو کالمیّتِ فی یدِ الغسّال کردے۔ مردہ۔ اگر مُردہ بنکر اپنے آپکو کسی عقلمند کے سپرد کردوگے تو بام عروج پر پہنچ جاؤ گے۔ عقلِ کامل۔ اگر تمہیں عقل نہیں تو اپنے آپکو

زندہ نے تا ہمدمِ عیسیٰ بُوَد
نہ وہ زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا ہم مشرب ہو

مُردہ نے تا دَمگہِ عیسیٰ شوَد
مُردہ بھی نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی پھونک کا اہل ہو

زندہ نے و مُردہ نے لاشئ بُوَد
نہ زندہ ہے نہ مُردہ، وہ کچھ نہیں ہے

غورہ باشد نے عِنب نے مے بُوَد
کچا انگور ہے، نہ انگور ہے نہ شراب

غورہ کز غورگی دَر نگذرد
کچا انگور جو کچے پن سے آگے نہ بڑھے

سنگ بست و خام و تُرش و رَد بُوَد
وہ پتھرا گیا ہے اور کچا اور کھٹا اور مردود ہوتا ہے

جانِ کورش گام ہر سُو می نہد
اُس کی اندھی روح ہر جانب قدم بڑھاتی ہے

عاقبت نجہد و لے بر می جہد
عاقبت کی کوشش نہیں کرتی ہے لیکن تڑپتی رہتی ہے

سُود ندہد بر جہیدن آں زماں
اُس وقت اُچھلنا کودنا فائدہ نہیں دیتا ہے

زانکہ نازِل شُد بلا از آسماں
کیونکہ آسمان سے بلا اُتر چکی ہے

قصہ آبگیر و صیادان و آں سہ ماہی یکے عاقل و یکے نیم عاقل و آں دیگر مغرور ابلہ، مُغفل، لاشئ و عاقبتِ ایشان

تالاب اور شکاریوں کی اور تین مچھلیوں کا قصہ جو ایک عقلمند اور ایک ناقص العقل اور ایک دوسری مغرور، بے وقوف غافل لاشئ تھی اور اُن کا انجام

قصہ آں آبگیر ست اے عنُود
اے سرکش! اس تالاب کا قصہ ہے

کہ در و سہ ماہیِ اشگرف بُود
جس میں تین بڑی مچھلیاں تھیں

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں
تو نے کلیلہ میں پڑھا ہوگا لیکن وہ

قشرِ افسانہ بُوَد ویں مغزِ جاں
قصہ کا چھلکا تھا اور یہ رُوح کا مغز ہے

چند صیادے سُوئے آں آبگیر
اُس تالاب کی جانب چند شکاری

بر گذشتند و بدیدند آں ضمیر
گذرے اور اُس راز کو سمجھ گئے

پس شتابیدند تا دام آورند
وہ دوڑے تاکہ جال لائیں

ماہیاں واقف شُدند و ہوشمند
مچھلیاں باخبر اور آگاہ ہو گئیں

آنکہ عاقل بُود عزمِ راہ کرد
جو سمجھدار تھی اس نے سفر کی ٹھانی

عزمِ راہِ مُشکلِ ناخواہ کرد
ناپسند مشکل راستہ کا ارادہ کر لیا

گفت با اینہا ندارم مشورت
کہنے لگی میں اِن سے مشورہ نہ کروں گی

کہ یقیں سستم کنند از مقدرت
کیونکہ وہ یقیناً طاقت میں مجھے سست کر دیں گی

لہ زندہ۔ احمق انسان زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح اس کے دَم میں اثر ہو اور نہ مُردہ ہے کہ کسی عیسیٰ نفس کے دم کر زندہ ہو جائے۔ غورہ۔ کچا انگور نہ کھانے کے قابل ہے نہ اس سے شراب بنتی ہے۔ کز غورگی۔ جو انگور پک نہ پائے ٹھٹھر کر کچا رہ جاتا ہے اور ناقابلِ قبول ہوتا ہے۔

۲ جاں۔ احمق انسان اوہام میں پھنسا رہتا ہے۔ عاقبت کی فکر نہیں کرتا ہے پھر ایسے وقت فکر کرتا ہے جبکہ کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ سود۔ بے وقت ندامت مفید نہیں ہے۔ آبگیر۔ تالاب جھیل۔ قصہ۔ اِس قصہ سے انہی تین قسم کے آدمیوں کے انجام کو سمجھانا مقصود ہے۔

۳ قصہ۔ ایک جھیل میں تین نادر اور موٹی مچھلیاں رہتی تھیں۔ کلیلہ۔ اور دمنہ مشہور کتاب ہے۔ ضمیر۔ پوشیدہ چیز یعنی مچھلیوں کی اس تالاب میں سکونت۔ آنکہ۔ اِن تینوں مچھلیوں میں سے جو عقلمند تھی اس نے شکاریوں کے ارادے کو بھانپ کر سفر کر جانے کا ارادہ کر لیا اور وہاں سے چل دی۔

مِہرِ زاد و بُودِ شاں بر جاں زَند	کاہلی و جہلِ شاں بر من تَند
(۱) پیدائش اور قیام کی محبت اُن کی جان پر اثر کرے گی	اُن کی سُستی اور نادانی مجھ پر اثر کرے گی

مَشورت با زندہ باید نکو	کہ ترا زندہ کُند آں زندہ کو
مشورے کے لئے نیک اور زندہ (دل) چاہئیے	کہ تجھے زندہ کر دے، وہ زندہ کہاں ہے؟

اے مسافر با مسافر رائے زن	زانکہ پایت لنگ دارد رائے زن
اے مسافر! مسافر سے مشورہ کر	عورت کی رائے تیرا پاؤں لنگڑا کر دے گی

(۲) ازدمِ حُبُّ الوطن بگذر مایست	کہ وطن آنسوست جاں ایں سُوی نیست
وطن کی محبت کے دھوکے سے نکل جا، ٹھہر	اے جان! وطن اُدھر ہے، اِدھر نہیں ہے

گر وطن خواہی گذر آں سُوی شط	ایں حدیث است راکم خواں غلط
اگر تو وطن چاہتا ہے (نہر کے) اُس کنارے پر چلا جا	اِس صحیح حدیث کو غلط نہ پڑھ

سِرِّ حدیث حُبُّ الوُطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ و کژ خواندن شخصے
اِس حدیث کا راز کہ وطن کی محبت ایمان سے ہے اور ایک شخص کا ناک میں
دُعای اِستنشاق راکہ اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِی رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ بجای
پانی دینے کے وقت کی دعا کو بے موقع پڑھنا جو کہ اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سونگھا دے
وِردِ استنجاکہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِی
استنجے کی دعا کی جگہ جو کہ "اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کر دے اور مجھے پاکی حاصل کرنے
مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ و شنیدنِ عزیزے و طاقت نیاوردن و بازنمودن
والوں میں سے کر دے" ہے۔ اور ایک دوست کا سننا اور صبر نہ کر سکنا اور بتانا

(۳) در وضو ہر عضو را وِردے جُدا	آمدہ است اندر خبر بہرِ دُعا
وضو کرنے میں، ہر عضو کا جدا وظیفہ	حدیث میں دعا کے لئے آیا ہے

چونکہ استنشاقِ بینی می کُنی	بُوی جنت خواہ از ربِّ غنی
جب تُو ناک میں پانی دے	بے نیاز رب سے، جنت کی خوشبو چاہ

تا ترا آں بُو کشد سُوی جناں	بُوی گُل باشد دلیلِ گلستاں
تاکہ وہ خوشبو تجھے جنتوں کی طرف کھینچے	پھول کی خوشبو، چمن کی رہنما ہوتی ہے

چونکہ استنجا کُنی وِردِ سُخن	ایں بُود یارب تو زینم پاک کُن
جب تو استنجا کرے، وظیفہ اور کلام	یہ ہوگا کہ اے خدا تو مجھے اِس سے پاک کر

---

(۱) مہر۔ اِن دونوں جھیلوں پر وطن کی محبت غالب آجائے گی۔ اور وہ میرے ارادے میں مجھے سُست کر دیں گی۔ اے مسافر مسافر کو مسافر سے مشورہ کرنا چاہیئے خانہ نشین عورت سفر سے روک دے گی۔

(۲) ازدم۔ اِس حدیث میں وطن سے آخرت مُراد ہے دنیا کا وطن مراد نہیں ہے۔ اِس حدیث کا غلط مطلب سمجھ کر دھوکا نہ کھانا۔ بستر۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ ہر دعا کا ایک محل ہے اُس کو غلط مقام پر استعمال نہ کرنا چاہیئے اِسی طرح حُبُّ الوطن کو غلط مقام پر استعمال کرنا غلطی ہے۔

(۳) در وضو۔ بزرگانِ دین وضو میں ہر عضو کو دھوتے وقت ایک خاص دُعا پڑھتے ہیں۔ چونکہ جب ناک میں پانی ڈالتے ہیں تو دعا کرتے ہیں۔ خدا مجھے جنت کی خوشبو سونگھا دے۔ تا ترا۔ پھول کی خوشبو چمن کے لئے رہنما ہے اِسی طرح سے جنت کی خوشبو جنت کی رہنما ہے چونکہ استنجا۔ یہ دُعا استنجے کے بعد پاخانہ سے نکل کر پڑھنی چاہیئے۔

دستِ من اینجا رسید ایں را بشُست[1]
میرا ہاتھ یہاں پہنچا، اِس کو دھو دیا

دستم اندر شُستنِ جاں سُست است
روح کے دھونے میں میرا ہاتھ کوتاہ ہے

اے ز تو کس گشتہ جانِ ناکساں
اے (خدا)، تجھ سے نالائقوں کی جان لائق بنگئی ہے

دستِ فضلِ تُست در جانہا رساں
تیرے کرم کا ہاتھ روحوں تک پہنچنے والا ہے

حدِّ من ایں بُود کردم من لئیم
مجھ کمینے کی یہی حد تھی جو کرلی

زاں سُوئے حد را نقی کن اے کریم
حد کی اُس جانب کو اے کریم! تو پاک کردے

از حدث شُستم خدایا پوست را
اے خدا! میں نے ناپاکی سے کھال کو دھو لیا

از حوادث تو بشُو ایں دُوست را
تو اس دوست کو حوادثِ (زمانہ) سے دھودے

آں یکے[2] در وقتِ استنجا بگفت
ایک شخص نے استنجے کے وقت کہا

کہ مرا با بُوئے جنّت دار جُفت
مجھے جنّت کی خوشبو کا جوڑی دار بنادے

گفت شخصے خوب وِرد آوردۂ
ایک شخص نے کہا تو نے بہت اچھا وظیفہ پڑھا

لیک سُوراخِ دُعا گم کردۂ
لیکن تو نے دعا کے سوراخ کو گم کردیا ہے

ایں دُعا چوں وِردِ بینی بُود چوں
یہ دعا جبکہ ناک کا وظیفہ تھا، کیوں

وِردِ بینی را تو آوردی بکوں
تو ناک کے وظیفہ کو مقعد میں لے آیا؟

رائحہ جنّت ز بینی یافت حُر
آزاد آدمی جنّت کی خوشبو، ناک کے ذریعہ پاتا ہے

رائحہ جنّت کے آید از دُبُر
مقعد سے جنّت کی خوشبو کب آتی ہے؟

اے[3] تواضع بُردہ پیشِ ابلہاں
اے بےوقوفوں کے سامنے تواضع کرنے والے!

وے تکبّر کردہ تو پیشِ شہاں
اے شاہوں کے سامنے تکبّر کرنے والے!

آں تکبّر بر خساں خوب ست و چُست
تکبّر کمینوں کے ساتھ اچھا اور بھلا ہے

ہیں مرو معکوس عکسش بندِ تُست
خبردار! اُلٹا نہ چل، اُس کا اُلٹا تیری بیڑی ہو

از پئے سُوراخِ بینی رُست گل
پھول، ناک کے سوراخ کے لئے اُگا ہے

بُو وظیفہ بینی آمد اے عُتُل
اے بدخو! سونگھنا ناک کا کام ہے

بُوئے گُل بہرِ مشام ست اے دلیر
اے دلیر! پھول کی خوشبو دماغ کے لئے ہے

جائے آں بُو نیست ایں سوراخِ زیر
یہ نچلا سوراخ اُس خوشبو کی جگہ نہیں ہے

کے ازینجا بُوئے خُلد آید تُرا
تجھے جنّت کی خوشبو اِس جگہ سے کب آئے گی؟

بُو ز موضع جُو اگر باید تُرا
اگر تجھے (خوشبو) چاہیئے تو اُس کو جگہ سے تلاش کر

[1] دستِ من۔ اِس دعا کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والا کہتا ہے کہ نجاستِ ظاہری کا ازالہ تو مجھ سے ممکن تھا وہ میں نے کرلیا باطنی نجاست سے خدا ہی پاک کرسکتا ہے۔ اے ز تو۔ یہ خدا کی قدرت ہی کرسکتی ہے کہ وہ روح کو پاک کردے۔ حدِّ من۔ انسان کا مقدور یہی ہے کہ وہ نجاستِ ظاہری سے پاکی حاصل کرلے، نجاستِ ظاہری کی حد سے آگے کی پاکی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ حدث۔ وہ چیزیں جن سے وضو یا غسل ٹوٹ جاتا ہے۔ حوادث یعنی دنیوی معاملات۔

[2] آں یکے۔ ایک آدمی نے استنجے کے وقت وہ دُعا پڑھی جو ناک میں پانی دینے کے وقت کی ہے۔ سوراخ۔ یعنی ناک کا سوراخ اور پاخانہ کے مقام کا سوراخ۔ کون۔ پاخانہ کا سوراخ جو بُر۔ پاخانہ کا سوراخ۔

[3] اے تواضع۔ جس طرح یہ بے محل دعا ہے اسی طرح یہ بھی بے محل بات ہے کہ انسان احمقوں کے سامنے تواضع برتے اور شاہوں سے اکڑے۔ ابلہاں۔ دنیادار۔ شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ بند۔ انسان کی اُلٹی چالیں اسکی رفعت اور بلندی کیلئے مانع ہیں۔ رُست گل۔ پھول سونگھنے کیلئے ہے اور سونگھنا ناک کا کام ہے۔ عُتُل۔ بدمزاج۔ مشام۔ دماغ۔ سوراخِ زیر۔ پاخانہ کا سوراخ۔ کے ازینجا۔ یعنی پاخانہ کے سوراخ سے جنت کی خوشبو نہیں آسکتی۔

ہمچنیں حُبُّ الوطن باشد درستؔ
اسی طرح سے وطن کی محبت درست ہے
تو وطن بشناس اے خواجہ نخست
اے خواجہ! تو پہلے وطن کو پہچان

واقف شُدنِ آں ماہیِ عاقل و سفر پیش گرفتن بے مشورت با دیگراں از حکمت

عقلمند مچھلی کا واقف ہوجانا اور دانائی سے دوسروں کے مشورے بغیر روانہ ہوجانا

گفت آں ماہیِ زیرک رہ کُنم
اُس عقلمند مچھلی نے کہا میں سفر کر جاؤں
دل زِرائ و مشورت شاں بر کَنم
اُن کے مشورے اور رائے پر دل نہ جماؤں

نیست وقتِ مشورت ہیں راہ کُن
خبردار! مشورے کا وقت نہیں ہے سفر کر جا
چوں علیؓ تو آہ اندر چاہ کُن
(حضرت) علیؓ کی طرح تو کنویں میں آہ کر

محرمِ ۲ آں راہ کمیاب ست و بس
اس راستہ کا محرم بالکل نایاب ہے
شب رَوی و پنہاں رَوی کُن چوں عسس
رات کو چلنا اور پوشیدہ چلنا کوتوال کی طرح اختیار کر

سُوئے دریا عزم کُن زیں آبگیر
اس تالاب سے دریا کی جانب ارادہ کر
بحر جُو و ترکِ ایں گرداب گیر
سمندر کی تلاش کر اور اس بھنور کو چھوڑ دے

سینہ را پا ساخت و می رفت آں حذور
وہ محتاط سینہ کو پاؤں بنا کر جا رہی تھی
از مقامِ با خطر تا بحرِ نور
پُرخطر مقام سے، نور کے سمندر کی جانب

ہمچو آہو کز پئے اُو سگ بُود
اس ہرن کی طرح کہ جس کے درپے کتا ہو
می دَوَد تا در تنش یک رگ بُود
وہ دوڑتا ہے جب تک اسکے بدن میں ایک رگ ہو

خوابِ خرگوش و سگ اندر پئے خطاست
خرگوش کی نیند اور کتا درپے، غلط ہے
خواب چوں در چشمِ ترسندہ بجاست
ڈرنے والے کی آنکھ میں نیند کہاں ہوتی ہے!

رفت ۳ آں ماہی رہِ دریا گرفت
وہ مچھلی چلی گئی، دریا کی راہ لی
راہِ دُور و پہنۂ پہنا گرفت
دراز اور چوڑے سے چوڑا راستہ اختیار کیا

رنجہا بسیار دید و عاقبت
وہ بہت سی تکلیفوں سے دوچار ہوئی انجام کار
رفت آخر سُوئے امن و عافیت
امن اور عافیت کی جانب چلی گئی

خویشتن افگند در دریائے ژرف
اُس نے اپنے آپ کو گہرے دریا میں ڈال دیا
کہ نیابد حدِّ آں را ہیچ طرف
جس کے کنارے کو کوئی آنکھ نہیں پاتی ہے

۱؎ درست۔ یعنی وطن کی محبت کا جزوِ ایمان ہونا تو درست ہے لیکن اسکو سمجھ لے وہ کونسا وطن ہے۔ ظاہر ہے مومن کا اصلی وطن عقبیٰ ہے۔ دل۔ یعنی میں دوسری مچھلیوں سے مشورہ نہ کروں گی۔ چوں علیؓ۔ ایک غلط روایت مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے جذبات سے مجبور ہوکر آہ کرنا چاہی تو کوئی اس آہ کا محرم نہ پایا اور کنویں میں منھ ڈال کر آہ کی تھی۔

۲؎ محرم۔ مچھلی نے یہ بھی کہا اس راستہ کے محرم نایاب ہیں لہٰذا خاموشی سے رات کو نکل جانا چاہیئے سالک کو بھی یہی سوچنا پڑتا ہے اور سلوک کی مشکلات کو خود ہی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ سُوئے دریا۔ تالاب کو چھوڑ کر دریا کا رُخ کرنا چاہیئے یعنی محدود دنیا کو چھوڑ کر لامحدود عُقبیٰ اختیار کرنی چاہیئے۔ سینہ۔ سینہ کے بل وہ محفوظ مقام پر پہنچ گئی۔ ہمچو۔ وہ اس طرح دوڑ کر پُرخطر مقام سے بھاگی جس طرح وہ ہرن بھاگتا ہے جس کا پیچھا شکاری کتا کر رہا ہو۔ خواب۔ کتا درپے ہو اور پھر غفلت کی نیند سونا بڑی غلطی ہے۔

۳؎ رفت۔ وہ عقلمند مچھلی روانہ ہوگئی اور اس نے لمبا چوڑا راستہ اختیار کرلیا۔ رنجہا۔ راستہ کی تکالیف برداشت کیں اور امن کی جگہ پہنچ گئی۔ خویشتن۔ اُسنے اپنے آپکو دریائے ناپیدا

پسؔ چو صیاداں بیاوردند دام
پھر جب شکاری جال لے آئے

نیم عاقل را ازاں شد تلخ کام
اس سے نیم عاقل کو ناگواری ہوئی

گفت آہ من فوت کردم فرصت را
بولی، ہائے میں نے وقت گنوا دیا

چوں نگشتم ہمرہ آں رہنما
میں اس رہنما کی ساتھی کیوں نہ بنی!

ناگہاں رفت او ولیکن چوں برفت
وہ اچانک چلی گئی، لیکن چونکہ وہ چلی گئی ہے

می ببایستم شدن در پے بتفت
مجھ (بھی)، جلد اس کے پیچھے جانا چاہیے تھا

ایں زماں سودے ندارد حسرتم
اب میری حسرت مفید نہیں ہے

چوں کنم چوں فوت شد آں فرصتم
کیا کروں، جب کہ وہ موقع جاتا رہا!

برگذشتہ حسرت آوردن خطاست
گذشتہ پر حسرت کرنا غلطی ہے

باز ناید رفتہ یاد آں ہباست
گیا وقت، نہیں لوٹتا ہے اس کی یاد بیکار ہے

۲ قصہ آں مرغ گرفتہ کہ وصیت کرد کہ بر گذشتہ پشیمانی مخور
اس پھنسے ہوئے پرندہ کا قصہ جس نے وصیت کی کہ گذشتہ پر پشیمان نہ ہو

و سخن محال باور مکن و در تدارک وقت اندیش و
اور ناممکن بات کا یقین نہ کر اور موجود وقت کی اصلاح کر اور پشیمانی میں

روزگار مبر در پشیمانی
وقت ضائع نہ کر

آں یکے مرغے گرفت از مکر و دام
ایک شخص نے ایک پرندہ مکر اور جال سے پکڑ لیا

مرغ اورا گفت کاے خواجہ ہمام
اس سے پرندے نے کہا کہ اے خواجہ بزرگ!

۳ تو یکے مرغے ضعیفے ہمچو من
تو نے مجھ جیسے ایک کمزور پرندہ کو

صید کردہ خوردہ گیر اے نیک ظن
شکار کرلیا، فرض کر کھا لیا، اے نیک گمان!

تو بسے گاواں و میشاں خوردہ
تو نے بہت سی گائیں اور بھیڑیں کھائی ہیں

تو بسے اشتر بقرباں کردہ
تو نے بہت سے اونٹ قربان کئے ہیں

تو نگشتی سیر زانہا در زمن
تو زمانہ میں ان سے پیٹ بھرا نہ بنا

ہم نگردی سیر از اجزاے من
میرے اجزاء سے بھی تیرا پیٹ نہ بھرے گا

مر مرا آزاد گرداں از کرم
کرم کرکے مجھے آزاد کردے

اے جواں مرد کریم محتشم
اے شریف! معزز جوان شخص!

۱ پس۔ شکاری جب جال لے آئے تو نیم عاقل مچھلی کو فکر ہوئی۔ گفت۔ اس نیم عاقل مچھلی نے کہا افسوس میں نے وقت ضائع کیا میں اس عقلمند مچھلی کے پیچھے کیوں نہ چلدی۔ ناگہاں۔ وہ اچانک چلدی تھی لیکن اب بھی مجھے جلد اس کے پیچھے چل دینا چاہیئے۔ ایں زماں۔ گذشتہ بات پر افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں گذرا وقت دوبارہ واپس نہیں آسکتا اس پر افسوس کرنے کی بجائے فوراً کام شروع کردینا چاہیئے تاکہ پہلی غلطی کی تلافی ہوسکے۔

۲ قصہ۔ اس قصے سے بتانا مقصود ہے کہ گذشتہ بات پر افسوس میں وقت ضائع کرنا لغو بات ہے۔ آں یکے۔ ایک شکاری نے ایک پرندہ پھانس لیا تو اس پرندے نے کہا کہ اگر تو مجھے ذبح کرکے کھا بھی لے گا تو کیا فائدہ ہوگا۔

۳ تو بے۔ پرندے نے شکاری سے کہا کہ تو بہت سے بڑے بڑے جانور کھا چکا ہے اور ان سے تیرا پیٹ نہ بھرا تو مجھے کھا کر تیرا کیا بھلا ہوگا۔ مرمرا۔ مجھے مہربانی کرکے آزاد کردے تو میں تجھے تین نصیحتیں کروں۔

ہل مرا تا کہ سہ پندت بر دہم | تا بدانی زیرکم یا ابلہم

مجھے چھوڑ دے تاکہ تجھے تین نصیحتیں کر دوں | حتیٰ کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں عقلمند ہوں یا بیوقوف ہوں

اوّل[1] آں پندے دہم بر دستِ تو | بدہمت اے جان و دل سرمستِ تو

ان میں کی پہلی نصیحت میں تیرے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے) | تجھے کر دوں گا، اے وہ کہ دل و جان تیرے شیدائی ہیں

بر سرِ دیوار بدہم ثانیش | تا شوی زاں پند شاد و خوب و گش

ان میں سے دوسری دیوار پر (بیٹھ کر) کروں گا | تاکہ تو اس نصیحت سے خوش اور بھلا اور نازاں ہو

واں سوم پندت دہم من بر درخت | کہ ازیں سہ پند گردی نیک بخت

میں تیسری نصیحت تجھے درخت پر بیٹھ کر کرونگا | تاکہ تو ان تینوں نصیحتوں سے نیک بخت بنجائے

انچہ بر دست است ایں آں سخن | کہ محالے را ز کس باور مکن

جو ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے کرنی ہے) وہ یہ بات ہے | کہ ناممکن (بات) پر کسی کا یقین نہ کر

بر کفش چوں گفت اوّل بند رفت | گشت آزاد و بر آں دیوار رفت

اسکے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے) جب پہلی (نصیحت) کہدی اڑ گیا | آزاد ہو گیا اور دیوار پر جا بیٹھا

گفت[2] دیگر بر گذشتہ غم مخور | چوں ز تو بگذشت زاں حسرت مبر

دوسری نصیحت کی کہ گذری ہوئی (بات) پر غم نہ کر | جب تجھ سے گذر گئی، اس پر حسرت نہ کر

بعد ازاں گفتش کہ در جسمم کتیم | دہ درم سنگ ست یک درِّ یتیم

اسکے بعد اس نے اس سے کہا کہ میرے جسم میں چھپا ہوا | دس درہم کے وزن کا ایک نادر موتی ہے

دولتِ تو بختِ فرزندانِ تو | بود آں گوہر بحقِ جانِ تو

تیری دولت تیری اولاد کا نصیبہ | تھا وہ موتی تیری جان کی قسم!

فوت کردی در کہ روزیت نبود | کہ نباشد مثلِ آں در در وجود

تو نے وہ موتی کھو دیا چونکہ تیرے مقدر میں نہ تھا | کہ جس موتی کی مثال وجود میں نہ ہو گی

آنچناں[3] کہ وقتِ زادن حاملہ | نالہ دارد خواجہ شد در غلغلہ

جس طرح حاملہ (عورت)، جننے کے وقت | فریاد کرتی ہے، (وہ شکاری) خواجہ شور کرنے لگا

گشت غمناک و ہمیگفت آہ آہ | ایں چرا کردم کہ شد کارم تباہ

غمگین ہو گیا اور کہتا تھا، ہائے ہائے | یہ میں نے کیوں کیا؟ کہ میرا کام برباد ہو گیا

من چرا آزاد کردم مر ترا | زیں حیل از راہ بردی مر مرا

میں نے تجھے کیوں آزاد کیا؟ | تو نے اِن حیلوں سے مجھے گمراہ کر دیا

---

[1] اوّل۔ میں پہلی نصیحت تو اُس وقت کروں گا جب تو مجھے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہو گا دوسری جب کرونگا کہ تو مجھے چھوڑ دیگا اور میں دیوار پر جا بیٹھوں گا اور تیسری جب کرونگا کہ میں درخت پر جا بیٹھوں گا۔ آنچہ بر دست۔ تیرے ہاتھ میں رہتے ہوئے جو نصیحت کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی تجھ سے ناممکن اور محال بات کہے اس پر یقین نہ کرنا۔ بر کفش۔ جب پرند نے یہ نصیحت کر دی تو شکاری نے اس کو چھوڑ دیا اور پرند دیوار پر جا بیٹھا۔

[2] گفت۔ دیوار پر بیٹھ کر پرند نے دوسری نصیحت یہ کی کہ گذشتہ واقعہ پر کبھی حسرت اور افسوس نہ کرنا اور اس کے بعد پرند نے کہا کہ میرے پوٹے میں ایک نادر موتی ہے جس کا وزن دس درہم بھر یعنی تین تولے ہے۔ کتیم۔ چھپا ہوا۔ درِ یتیم۔ دریکتا۔ دولت۔ اگر تو مجھے ذبح کرتا تو وہ موتی تیری دولت ہوتا۔ بحق یعنی تیری جان کی قسم۔ فوت کردی۔ چونکہ تیرا مقدر نہ تھا اسی لئے وہ موتی تیرے ہاتھ نہ آیا۔

[3] آنچناں۔ پرند کی اس بات کو سُن کر وہ شکاری اس طرح نالہ و فریاد کرنے لگا جس طرح حاملہ عورت بچہ جنتے وقت کرتی ہے۔ گشت۔ وہ شکاری پرند کی اس گفتگو پر غمگین ہو کر آہ آہ کرنے لگا اور اس سے بولا کہ تو نے حیلہ بازی کر کے مجھے [illegible]

مرغ[1] گفتش نے نصیحت کردمت
پرندے نے اُس سے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت نہیں کی؟

کہ مبادا بر گذشتہ دی غمت
کہ کل کی گذشتہ (بات) پر تو غمگین نہ ہو

چوں گذشت و رفت غم چوں میخوری
جبکہ رفت وگذشت ہوگئی تو کیوں غم کرتا ہے؟

یا نکردی فہم پندم یا کری
یا تو میری نصیحت نہیں سمجھا ہے، یا تو بہرا ہے

واں دُوم پندت بگفتم کز ضلال
میں نے دوسری نصیحت تجھے کی کہ گمراہی سے

ہیچ تو باور مکن قولِ مُحال
تو کبھی ناممکن (بات) کا یقین نہ کرنا

من نیم خود سہ درم سنگ اے اسد
میں خود تین درہم بھر نہیں ہوں، اے شیر!

دہ درم سنگ اندرونم چوں بُود
دس درہم کا وزن میرے اندر کیسے ہوگا؟

خواجہ[2] باز آمد بخود گفتا کہ ہیں
خواجہ ہوش میں آیا، بولا کہ ہاں

باز گو پندِ سوم اے نازنیں
اے نازنین! تیسری نصیحت کر

گفت آرے خوش عمل کردی بداں
اُس نے کہا ہاں تو نے اِن (دو) پر اچھا عمل کیا

تا بگویم پندِ ثالث رایگاں
تاکہ میں فضول تیسری نصیحت کروں

ایں بگفت و بر پرید و شاد رفت
اُس نے یہ کہا اور اُڑ گیا اور خوش (ہوکر) چل دیا

سوی صحرا سرخوش و آزاد رفت
مست اور آزاد جنگل کی جانب چلا گیا

پند[3] گفتن با جہولِ خوابناک
نادان، جاہل کو نصیحت کرنا

تخم افگندن بُود در شورہ خاک
شوریلی زمین میں بیج بونا ہوتا ہے

چاکِ حمق و جہل نہ پذیرد رفو
حماقت اور نادانی کا چاک رفو کے قابل نہیں ہے

تخمِ حکمت کم دہش اے پندگو
اے نصیحت کرنے والے! اُس میں دانائی کا بیج نہ بو

زانکہ جاہل جہل را بندہ بُود
کیونکہ جاہل، جہل کا غلام ہوتا ہے

چونکہ تو پندش دہی اُو نشنود
جب تو اُسے نصیحت کریگا وہ نہ سُنے گا

چارہ اندیشیدنِ آں ماہیِ نیم عاقل و خود را مُردہ کردن

اُس ناقص عقل والی مچھلی کا تدبیر سوچنا اور خود کو مُردہ بنالینا

نیم عاقل گفت در وقتِ بلا
مصیبت کے وقت نیم عاقل نے کہا

چونکہ ماند از سایۂ عاقل جُدا
چونکہ وہ عقلمند کے سایہ سے جُدا ہوگئی تھی

کو سوی دریا شُد و از غم عتیق
کہ وہ دریا کی جانب چلی گئی اور غم سے آزاد ہوگئی

فوت شُد از من چُناں نیکو رفیق
مجھ سے ایسا اچھا ساتھی چھوٹ گیا

---

[1] مرغ۔ پرندے نے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت کی تھی کہ گذری ہوئی بات پر افسوس نہ کرنا۔ اب تو اُس گذری ہوئی بات پر کیوں افسوس کر رہا ہے یا تو تو میری نصیحت نہ سمجھا تھا یا بہرا ہے۔ واں دُوم۔ میں نے تجھے دوسری نصیحت یہ کی تھی کہ کسی کی ناممکن بات پر یقین نہ کرنا اور تو نے میری ناممکن بات پر یقین کرلیا اور یہ نہ سوچا کہ وہ پرندہ جس کا کُل وزن سارا دس ماشے بھی نہ ہو اُسکے پوٹے میں تین تولے کا موتی کیسے ہو سکتا ہے۔

[2] خواجہ۔ جب شکاری کو ذرا سکون ہوا تو اُس نے کہا تیسری نصیحت بھی سُنادے۔ گفت۔ پرندے نے طنزاً کہا تو نے دو نصیحتوں پر خوب عمل کیا ہے جو تجھے تیسری نصیحت سُنا کر ضائع کروں اِس طنز میں تیسری نصیحت بھی مضمر ہے کہ جو نصیحت قبول نہ کرے اُسکو نصیحت نہ کر۔ ایں بگفت۔ اُس پرندے نے طنزاً وہ جملہ کہہ دیا جس میں تیسری نصیحت بھی تھی اور اُڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔

[3] پند گفتن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جاہل کو نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے شور زمین میں تخم ریزی کرنا۔ چاک۔ حماقت اور جہل ناقابلِ اصلاح ہے۔ نشنود۔ قبول کرنے کے ارادہ سے سنیگا۔ چارہ اندیشیدن۔ بکمال عقلمندی تو یہی ہے کہ قبل از مصیبت دفعیہ کی تدبیر کرے نیم عقلمندی یہ ہے کہ مصیبت کے وقت ہی نجات کی صحیح تدبیر کرے۔ سایۂ عاقل یعنی وہ مچھلی جو چلی گئی تھی۔ عتیق۔ آزاد۔

لیک زاں نندیشم و بر خود زنم[1] — خویشتن را ایں زماں مُردہ کنم
لیکن میں اُس سوچ میں نہیں پڑتی ہوں اور خود تکلیف برداشت کرتی ہوں — اِس وقت اپنے آپ کو مُردہ بناتی ہوں

پس برآرم اِشکمِ خود بر زبر — پُشت زیر و می رَوم بر آب بر
پس میں اپنا پیٹ اوپر کو کرتی ہوں — پُشت نیچے کو اور پانی کے اوپر آجاتی ہوں

می رَوم بر وے چنانکہ خس رَوَد — نے بستاحی چنانکہ کس رَوَد
اُس پر اِس طرح چلوں جیسے کہ تنکا چلتا ہے — نہ کہ تیراکی سے، جیسے کہ انسان چلتا ہے

مُردہ گردم خویش بسپارم بآب — مرگ پیش از مرگ اَمن ست از عذاب
میں اپنے آپ کو مُردہ بناتی ہوں اور پانی کے سپرد کرتی ہوں — مرنے سے پہلے مر جانا، عذاب سے امن ہے

مرگ پیش از مرگ اَمن ست اے فتی — اینچنیں فرمودہ ما را مُصطفیٰ صلعم
اے نوجوان! مرنے سے پہلے مر جانا امن ہے — مُصطفیٰ ﷺ نے ہم سے ایسا ہی فرمایا ہے

گفت مُوتُوا کُلُّکُم مِن قَبلِ اَن — یَاْتِیَ المَوتُ تَمُوتُوا بِالفِتَن[2]
فرمایا تم سب مر جاؤ اِس سے پہلے کہ — موت آئے (اور) فتنوں سے مرو

ہمچناں مُرد و شکم بالا فگند — آب گہ بُردش نشیب و گہ بلند
اِسی طرح مُردہ ہو گئی اور پیٹ اوپر کر لیا — پانی کبھی اُس کو نیچے لے جاتا، کبھی اوپر

ہر یکے زاں قاصداں بس غُصّہ خورد — کہ دریغا ماہی مہتر بمُرد
اُن ارادہ کرنے والوں میں سے ہر ایک بہت رنج کرتا تھا — کہ افسوس بڑی مچھلی مر گئی

شاد می شد او ازاں گفتِ دریغ — پیش رفت ایں بازیم رَستم زِ تیغ
اُس افسوس کی گفتگو سے وہ خوش ہوتی تھی — میری یہ چال چل گئی، میں تلوار سے بچ گئی

پس گرفتش یک صیادِ ارجمند — پس برو تف کرد و بر خاکش فگند
پھر اُس کو ایک بھلے شکاری نے پکڑ لیا — پھر اُس پر تھوکا اور زمین پر پھینک دیا

غلط غلطاں[3] رفت پنہاں اندر آب — ماند آں احمق ہمی کرد اِضطراب
وہ لوٹتی پوٹتی چُپکے سے پانی میں چلی گئی — وہ احمق رہ گئی جو تڑپتی تھی

از چپ و از راست می جست آں سلیم — تا کہ بجہدِ خویش برہاند گلیم
وہ بیوقوف دائیں اور بائیں سے کودتی تھی — تاکہ (دریا میں) کود پڑے اپنی گدڑی چھڑا لے

دام افگندند و اندر دام ماند — احمقی اُو را دراں آتش نشاند
اُنھوں نے جال پھینکا اور وہ جال میں رہ گئی — بیوقوفی نے اُس کو اِس آگ میں بٹھا دیا

---

[1] لیک۔ اب گذشتہ پر افسوس کرنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے میں یہ تدبیر کرتی ہوں کہ اپنے آپ کو مُردہ بنالوں گی۔ برآرم۔ مچھل مَر کر اُلٹی ہو کر سطحِ آب پر آجاتی ہے۔ می رَوَم۔ پانی کے ساتھ اِس طرح چلوں کہ جس طرح تنکا خود بخود بہہ کر چلا جاتا ہے۔ بستاحی۔ تیراکی۔ مرگ۔ حدیث شریف ہے۔ مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا یعنی نجات اسی میں ہے کہ مرنے سے قبل ہی فنا کا درجہ اختیار کر لو۔

[2] تموتوا بالفتن۔ مقامِ فنا نہ اختیار کروگے تو فتنوں میں مبتلا ہو کر مروگے۔ ہمچناں۔ جیسا اُس مچھلی نے سوچا تھا ویسا ہی کیا۔ قاصداں۔ یعنی مچھلی کے شکاری۔ تیغ۔ یعنی ہلاکت۔

[3] غلط غلطاں۔ یعنی جب شکاری نے اُس کو زمین پر پھینک دیا تو وہ کسی طرح لوٹتی پوٹتی دریا میں گھس گئی۔ ماند۔ تیسری بے عقل مچھلی اُچھل کود کرتی رہی تاکہ اپنی بے وقت کوشش کے ذریعہ نجات حاصل کرے۔ سلیم۔ سادہ مزاج بیوقوف۔ دام افگندند۔ شکاری نے اُس کو جال سے پکڑ لیا اور اُس کے کباب بنا کر توے پر سینکے۔

بر سرِ آتش بہ پشتِ تابہ ‏ ‏ ‏ با حماقت گشت اُو ہمخوابہ

آگ پر، توے کی پشت پر ‏ ‏ ‏ وہ حماقت سے ہمخواب ہو گئی

اُو ہمی جوشید از تفِ سعیر ‏ ‏ ‏ عقل[۱] می گفتش الم یاتک نذیر

وہ آگ کی گرمی سے اُبل رہی تھی ‏ ‏ ‏ عقل اُس سے کہتی تھی کیا تیرے پاس کوئی ڈرانے والا نہ آیا تھا

اُو ہمی گفت از شکنجہ وز بلا ‏ ‏ ‏ ہمچو جانِ کافراں قالوا بلیٰ

وہ شکنجہ اور بلا میں سے کہتی تھی ‏ ‏ ‏ کافروں کی روح کی طرح کیوں نہیں

باز می گفت اُو کہ گر ایں بار من ‏ ‏ ‏ وا رہم از محنتِ گردن شکن

پھر وہ کہتی تھی کہ اگر اب کی بار میں ‏ ‏ ‏ گردن توڑ مصیبت سے چھوٹ جاؤں

من نسازم جز بدریائی وطن ‏ ‏ ‏ آبگیرے را نسازم من سکن

میں دریا کے سوا وطن نہ بناؤں گی ‏ ‏ ‏ میں کسی تالاب کو آرام گاہ نہ بناؤں گی

آبِ بیحد جویم و ایمن شوم ‏ ‏ ‏ تا ابد در امن و در صحت روم

و محدود پانی تلاش کروں گی امن سے ہو جاؤں گی ‏ ‏ ‏ ہمیشہ کے لئے امن اور صحت میں چلی جاؤں گی

ہمچنیں[۲] می کرد با خود عہدہا ‏ ‏ ‏ کز چنیں ورطہ اگر گردم رہا

وہ اپنے آپ سے ایسے عہد کرتی تھی ‏ ‏ ‏ کہ اگر اس ہلاکت سے میں رہا ہو جاؤں

دامنِ عاقل بگیرم روز و شب ‏ ‏ ‏ تا نیفتم در چنیں رنج و تعب

دن رات عقلمند کا دامن پکڑے رہوں گی ‏ ‏ ‏ تاکہ ایسی تکلیف اور مصیبت میں نہ پھنسوں

بیان[۳] آنکہ عہد کردنِ احمق وقتِ گرفتار و ندم ہیچ سُود ندارد کہ ولو رُدّوا لعادوا لما نُہوا عنہ وانّہم لکاذبون۔ ہیچ کاذب وفا ندارد

اس کا بیان کہ احمق کا گرفتاری کے وقت عہد کرنا اور نادم ہونا کچھ مفید نہیں ہوتا کیونکہ وہ اگر واپس بھیج دیئے جائیں تو وہ ممنوعات کو دوبارہ عمل میں لائیں گے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں" کوئی جھوٹا وفا نہیں کرتا ہے۔

عقل می گفتش حماقت با تو است ‏ ‏ ‏ با حماقت عہد را آید شکست

عقل اُس سے کہتی تھی حماقت تیرے ساتھ ہے ‏ ‏ ‏ حماقت کے ہوتے ہوئے عہد ٹوٹ جاتا ہے

عقل را باشد وفای عہدہا ‏ ‏ ‏ تو نداری عقل رو اے خر بہا

عہدوں کی وفا عقل کے لئے ہے ‏ ‏ ‏ تجھ میں عقل نہیں ہے اے گدھے کی قیمت بھر! تو جا

۱ے تحمق۔ عقل اُس پر طنز کر رہی تھی کہ کیا تیرے پاس تجھے عذاب سے ڈرانے والے نہ آئے تھے۔ آری۔ وہ مچھلی کہہ رہی تھی کہ بیشک ڈرانے والے تو آئے تھے لیکن میں نے ان کا کہنا نہ مانا تھا۔ باز می گفت۔ پھر بھی کہتی تھی کہ اگر اس بار بچ جاؤں تو پھر میں تالاب سے محبت نہ کروں گی اور دریا کا رُخ کروں گی۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہوگا جو دنیا میں بے عقلی کریں گے اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت نہ سنیں گے۔

۲ے ہمچنیں۔ اپنے دل میں اس طرح عہد کر رہی تھی کہ اب اگر زندگی حاصل ہو جائے تو میں کسی عقلمند کا دامن پکڑ لوں گی۔

۳ے بیان۔ اب مولانا بتاتے ہیں کہ ایسے احمقوں کے اُن عہدوں اور دعووں کا بھی اعتبار نہیں ہے قرآن پاک نے انہی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر اُن کو دوبارہ زندگی دے بھی دی جائے تو یہ بدعہدی کریں گے یہ جھوٹے ہیں۔ تحمق می گفتش۔ دوبارہ زندگی کی تمنا کرنے والے سے عقل کہتی ہے۔ خر بہا۔ گدھے کی قیمت والا۔

چونکہ عقلت نیست نسیاں[1] میرِ تست
چونکہ تجھے عقل نہیں ہے، بھول تیرے اوپر حکمراں ہو
دشمن و باطل کنِ تدبیرِ تست
وہ تیری تدبیر کو باطل کرنیوالی اور دشمن ہے

از کمیِ عقل پروانہ خسیس
کمینہ پروانہ، عقل کی کمی کی وجہ سے
یاد نارد ز آتش و سوز و حسیس
آگ اور سوزش اور آگ بھڑکنے کی آواز کو یاد نہیں کرتا ہے

چونکہ پرش سوخت توبہ می کند
جب اُس کے پر جلے توبہ کرتا ہے
آز و نسیانش بر آتش می زند
حرص اور اُس کی بھول آگ میں جھونک دیتی ہے

ضبط[2] و درک و حافظی و یادداشت
ضبط اور سمجھ اور نگہداشت اور یادداشت
عقل را باشد کہ عقل آنرا فراشت
عقل میں ہوتی ہے کیونکہ عقل نے انکو بلند کیا ہے

چونکہ گوہر نیست تابش چوں بود
جب جوہر نہیں ہے تو چمک کیسے ہو؟
چوں مذکر نے ایابش چوں بود
جبکہ یاد دلانیوالا نہیں ہے اسکی واپسی کیسے ہو؟

ایں تمنا ہم ز بے عقلیِ اوست
یہ تمنا بھی اُس کی بے عقلی سے ہے
کہ نہ بیند کاں حماقت را چہ خوست
کیونکہ وہ نہیں دیکھتا کہ حماقت کی خصلت کیا ہے؟

آں ندامت از نتیجہ رنج بود
وہ ندامت تکلیف کا نتیجہ تھی
نے ز عقلِ روشن چوں گنج بود
نہ کہ روشن عقل کی وجہ سے جو خزانہ ہوتی ہے

چونکہ[3] شد رنج آں ندامت شد عدم
جب تکلیف ختم ہوئی، وہ ندامت ختم ہوگئی
می نیرزد خاک آں توبہ و ندم
وہ توبہ اور ندامت خاک کے برابر بھی نہیں ہے

آں ندم از ظلمتِ غم بست بار
اُس ندامت نے غم کی تاریکی کی وجہ سے بوجھ باندھا ہے
پس کلام اللیلِ یمحوہ النہار
تو رات کی بات کو دن ہٹا دیتا ہے

چوں برفت آں ظلمت و غم گشت خوش
جب وہ تاریکی ختم ہوئی اور غم خوشی بن گیا
ہم رود از دل نتیجہ و زادہ اش
دل سے اُس کا نتیجہ اور پیداوار بھی چلی جاتی ہے

می کند او توبہ و پیرِ خرد
وہ توبہ کرتا ہے اور بوڑھی عقل
بانگ لو ردوا لعادوا می زند
پکارتی ہے "اگر وہ لوٹائے گئے تو پھر وہی کریں گے"

در بیانِ آنکہ وہم قلبِ عقل ست و ستیزۂ اوست
اس کا بیان کہ وہم عقل کا کھوٹا سکہ ہے اور اُس کا مخالف ہے

و با او ماند و او نیست
اور اُسکے مشابہ ہے اور وہ نہیں ہے

۱ نسیان یعنی عہد کے بارے میں بھول۔ از کمی پروانہ میں عقل کی کمی ہے جس کی وجہ سے شمع کی آگ کی سوزش اُس کو یاد نہیں آتی۔ حسیس۔ ہلکی آواز۔ آز۔ پروانہ کی حرص اور بھول اُس کو جلا دیتی ہے۔

۲ ضبط۔ یعنی عہد کی حفاظت اور اُس کو سمجھنا اور یاد رکھنا یہ عقل کے کام ہیں عقل ہی نے یہ صفتیں پیدا کی ہیں۔ گوہر یعنی عقل۔ تابش یعنی عقل کے آثار۔ مذکر۔ انسان کی عقل اُس کو اُس کا عہد یاد دلاتی ہے۔ ایاب۔ رجوع یعنی عہد کی طرف رجوع۔ ایں تمنا یعنی دوبارہ زندہ ہوکر نیکی کرنے کی تمنا۔ کہ نہ بیند۔ اُس کی بے عقلی یہ ہے کہ وہ اپنی حماقت کے آثار کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ آں ندامت۔ عذاب کے وقت ندامت عذاب کا نتیجہ ہے۔

۳ چونکہ۔ جبکہ وہ ندامت، عذاب کا نتیجہ ہے تو جب عذاب ختم ہو جائیگا ندامت بھی ختم ہو جائیگی اسی لئے اس توبہ اور ندامت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ آں ندم۔ وہ ندامت غم کی تاریکی میں پیدا ہوتی ہے رات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے تو جب تاریکی ختم ہو جائیگی ندامت بھی باقی نہ رہیگی۔ نتیجہ یعنی ندامت۔ پیرِ خرد۔ تجربہ کار عقل۔ در بیان۔ وہم اور عقل میں بہت فرق ہے۔

عقل[1] ضدِ شہوت ست اے پہلواں | آنکہ شہوت می تند عقلش مخواں

اے بہادر! عقل، شہوت کی ضد ہے | جو شہوت کا جگر کاٹے، اُس کو عقل نہ کہہ

وہم خوانش آنکہ شہوت را گداست | وہم قلب و نقدِ زرِ عقلہاست

اُس کو وہم کہہ جو شہوت کا بھکاری ہے | وہم کھوٹا ہے اور عقلیں خالص سونا ہیں

بے مَحک پیدا نگردد وہم و عقل | ہر دو را سوئے مَحک کن زود نقل

وہم اور عقل میں بغیر کسوٹی کے امتیاز نہیں ہوتا ہے | دونوں کو بہت جلد کسوٹی کی طرف منتقل کر

ایں محک قرآن و حالِ انبیا | چوں محک مر قلب را گوید بیا

یہ کسوٹی قرآن اور انبیا کی سیرت ہے | کیونکہ کسوٹی کھوٹے کو کہتی ہے، آ جا

تا بہ بینی[2] خویش را ز آسیبِ من | کہ نہ اہلِ فراز و شیبِ من

تاکہ میری ضرب سے تو اپنے آپ کو دیکھ لے | کہ تو میرے نشیب و فراز کا اہل نہیں ہے

عقل را گر ارہ سازد دو نیم | ہمچو زر باشد در آتش اُو بسیم

اگر آرہ عقل کے دو ٹکڑے کردے | وہ سونے کی طرح آگ میں مسکرانے والی ہوگی

مجاوباتِ موسیٰؑ کہ صاحب عقل بود با فرعون کہ صاحب وہم بود

(حضرت) موسیٰؑ کے جو عقلمند تھے، فرعون کے ساتھ سوال و جواب جو وہمی تھا

وہم مر فرعونِ عالم سوز را | عقل مر موسیٰؑ جاں افروز را

عالم سوز، فرعون کے لئے، وہم ہے | جان کو منور کرنے والے موسیٰؑ کے لئے عقل ہے

رفت[3] موسیٰؑ بر طریقِ نیستی | گفت فرعونش بگو تو کیستی

(حضرت) موسیٰؑ فنا کے مقام کے طریقہ پر روانہ ہوئے | فرعون نے ان سے کہا، بتا تو کون ہے؟

گفت من عقلم رسولِ ذوالجلال | حجۃ اللہ ام اَمانم از ضلال

انہوں نے کہا میں عقل ہوں، ذوالجلال کا رسول ہوں | میں اللہ کی حجت ہوں گمراہی سے امن دلانیوالا ہوں

گفت نے خامش رہا کن ہاؤ ہوئی | نسبت و نامِ قدیمت را بگوی

اُس نے کہا چپ، ہائے و ہُو ختم کر | اپنا پہلا نام اور نسب بتا

گفت کہ نسبت مرا از خاکدانش | نامِ اصلم کمترین بندگانش

فرمایا میری نسبت اُس کے خاکداں سے ہے | میرا اصلی نام "اُس کا کمترین بندہ" ہے

بندہ زادہ آں خداوندِ وحید | زادہ از پشتِ جواری و عبید

اُس خدائے واحد کا غلام زادہ ہوں | لونڈیوں اور غلاموں کی پشت سے پیدا ہوا ہوں

---

[1] عقل. شہوتِ نفسانی عقل کی ضد ہے عقل اُس کی طرف مائل نہیں ہو سکتی وہم. جو نفسانی خواہش کی طرف مائل ہو وہ وہم ہے، وہم بھی سکہ ہے لیکن کھوٹا اور عقل بھی سکہ ہے لیکن کھرا ہے. بے مَحک. عقل اور وہم کے مقتضیات کو قرآن اور سیرت کی کسوٹی پر پرکھنے سے دونوں میں امتیاز ہو جائے گا.

[2] تا بہ بینی. قرآن اور سیرت واضح کر دیتے ہیں کہ وہم کے مقتضیات اُن کے مطابق نہیں ہیں. عقل. عقل کا جس قدر بھی تجربہ کیا جائیگا اُس کا خالص ہونا واضح ہوگا. بسیم مسکرانے والا. فرعون. فرعون وہمی تھا اور حضرت موسیٰؑ صاحب عقل تھے.

[3] رفت. حضرت موسیٰؑ فرعون کے پاس پہنچے اور اس وقت وہ مقامِ فنا میں تھے. گفت. حضرت موسیٰؑ نے فرمایا میں عقلِ مجسم ہوں، خدا رسول اور اللہ کی دلیل، لوگوں کو گمراہی سے بچانے والا ہوں. گفت نے. فرعون نے کہا یہ باتیں میں سننا نہیں چاہتا تو اپنا قدیم نام اور نسب بتا. گفت. حضرت موسیٰؑ نے کہا میرا نسب تو یہ ہے کہ میں خاکزادہ ہوں اور میرا نام اللہ کا کمترین غلام ہے اور میں اللہ کے غلاموں اور لونڈیوں کی پشت و بطن سے پیدا ہوا ہوں.

نسبتِ اصلم ز خاک و آب و گل
میری اصل کی نسبت خاک اور پانی اور مٹی سے ہے
آب و گل را داد یزداں جان و دل
پانی اور مٹی کو خدا نے جان و دل عطا فرما دیا ہے

مرجعِ ایں جسمِ خاکم ہم بخاک
میرے اس خاکی جسم کا مرجع خاک ہے
مرجعِ تو ہم بخاک اے سہمناک
اے ظالم! تیرا مرجع بھی خاک ہے

اصلِ ما و اصلِ جملہ سرکشاں
ہماری اصل اور سب متکبروں کی اصل
ہست از خاکے و آں را صد نشاں
خاک سے ہے اور اس کی سو نشانیاں ہیں

نے مدد از خاک می گیرد تنت
کیا تیرا جسم خاک سے مدد حاصل نہیں کرتا ہے؟
از غذای خاک فربہ گردنت
خاکی غذا سے تیری گردن موٹی ہے

چوں رود جاں می شود او باز خاک
جب روح نکل جائے گی وہ پھر خاک ہو جائیگا
اندراں گورِ مخوف سہمناک
خوفناک، ڈراؤنی قبر میں

ہم تو و ہم ما و ہم اشباہِ تو
تو بھی اور ہم بھی اور تجھ جیسے بھی
خاک گردند و نماند جاہِ تو
خاک ہو جائیں گے اور تیرا رتبہ نہ رہے گا

گفت غیرِ ایں نسب نامیت ہست
اس نے کہا اس نسب کے علاوہ تیرا ایک اور نام ہے
مر ترا آں نام خود اولیٰ ترست
وہ نام تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

بندۂ فرعون و بندۂ بندگانش
فرعون کا غلام اور اس کے غلاموں کا غلام
کا زو پرورد اول جسم و جانش
جس سے شروع میں اس کے جسم و جان نے پرورش پائی

بندۂ باغی و طاغی و ظلوم
تو ظالم اور سرکش، باغی غلام ہے
زیں وطن بگریختہ از فعلِ شوم
برے کام کی وجہ سے تو اس وطن سے بھاگا ہے

خونی و غداری و حق ناشناس
تو خونی ہے اور غدار ہے اور حق کو نہ پہچاننے والا ہے
ہم بریں اوصاف خود می کن قیاس
اسی پر اپنے اوصاف کو قیاس کر لے

در غریبی خوار و درویش و خلق
تو پردیس میں ذلیل اور محتاج اور خستہ حال تھا
کہ ندانستی سپاسِ ما و حق
کیونکہ تو حق اور ہماری شکر گذاری کو نہ سمجھا

گفت حاشا کہ بود با آں ملیک
انھوں نے فرمایا خدا بچائے کہ اس مالک کے ساتھ ہو
در خداوندی کسِ دیگر شریک
کوئی دوسرا شریک خدائی میں

واحد اندر ملک او را یار نے
وہ سلطنت میں یکتا ہے اور اس کا کوئی مددگار نہیں ہے
بندگانش را جز او سالار نے
اس کے بندوں کا اس کے علاوہ کوئی سردار نہیں ہے

لہ نسبت۔ میں آدم کی اولاد ہوں۔ آدم کو خدا نے آب و گل سے پیدا فرمایا پھر اس کو جان و دل عطا فرما دیا۔ مرجع میرا خاکی جسم پھر خاک بن جائیگا اور تجھ ظالم کے جسم کو بھی خاک میں ملنا ہوگا۔ اصلِ ما۔ تمام انسانوں کی اصل آب و گل ہے اور اس کی سو علامتیں ہیں۔ نے مدد۔ پہلی نشانی یہ ہے کہ انسان زمین کی پیداوار سے خوراک حاصل کرتا ہے اور اسی سے پرورش پاتا ہے۔ لہ چوں۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ سب کو مر کر خاک میں مل جاتا ہے اور تجھے بھی خاک میں جانا ہے اور یہ تیرا اقبال فانی ہے۔ گفت۔ فرعون نے غصہ سے کہا کہ تیرا ایک اور نام ہے اور وہ زیادہ مناسب ہے اور وہ یہ ہے۔ فرعون کا غلام۔ فرعون کے غلاموں کا غلام۔ کا زو۔ یعنی اس غلام کی جان اور جسم کو فرعون نے ہی پرورش کیا ہے۔ لہ بندہ۔ تو غلام تو ہے لیکن باغی اور سرکش غلام ہے اور تو وہی ہے جو ایک جرم کر کے مصر سے بھاگا تھا۔ فعلِ شوم۔ یعنی ایک قبطی کا قتل۔ ہم بریں۔ یعنی اسی طرح کے اپنے اوصاف سمجھ لے۔ در غریبی۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا چونکہ تو نے میرے حقوق ادا نہ کئے اس لئے پردیس میں مارا مارا پھرا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ واحد۔ وہ خدا

واحد ملک میں سلطنت میں شرکت نہیں جو اپنے بندوں کا انتہا ہے۔

نیست خلقش را دگر کس مالکے ‫—‬ شرکتش[۱] دعویٰ کند جز ہالکے
اس کی مخلوق کا کوئی دوسرا شخص مالک نہیں ہے ‫—‬ اس کی شرکت کا (کون) دعویٰ کرے سوائے برباد ہونیوالے کے

نقش او کردست و نقاش من اوست ‫—‬ غیر اگر دعویٰ کند او ظلم جوست
اس نے صورت بنائی ہے اور میرا صورتگر وہی ہے ‫—‬ غیر اگر دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے

تو نتانی ابروئے من ساختن ‫—‬ چوں توانی جانِ من بشناختن
تو میری ابرو (بھی) نہیں بنا سکتا ‫—‬ تو میری جان کو کیسے پہچان سکتا ہے؟

بلکہ آں غدار و آں طاغی توئی ‫—‬ کہ کنی با حق تو دعویٔ دوئی
[۲]بلکہ تو وہ غدار اور سرکش ہے ‫—‬ جو خدا کے ساتھ دوئی کا دعویٰ کرتا ہے

گر بکشتم من عوانے را بسہو ‫—‬ نے برای نفس کشتم نے بلہو
اگر میں نے ایک ظالم کو بھولے سے مار ڈالا ‫—‬ تو نفس کے لئے نہیں مارا، نہ کھیل سے

من زدم مشتے و ناگہ او فتاد ‫—‬ آنکہ جانش خود نہ بُد جانے بداد
میں نے ایک مکا مارا اچانک گر پڑا ‫—‬ جس میں خود جان نہ تھی اس نے جان دیدی

من سگے کشتم تو مرسل زادگاں ‫—‬ صد ہزاراں طفلِ بے جرم و زیاں
میں نے ایک کتے کو مارا، تو نے رسول کی اولاد ‫—‬ لاکھوں، بے خطا اور بے قصور بچے

کشتۂ[۳] و خونِ شاں در گردنت ‫—‬ تا چہ آید بر تو زیں خوں خوردنت
قتل کئے ہیں اور ان کا خون تیری گردن پر ہے ‫—‬ دیکھ تیری خون آشامی کا کیا وبال تجھ پر آئے گا!

کشتۂ ذریتِ یعقوبؑ را ‫—‬ بر امیدِ قتلِ من مطلوب را
تو نے (حضرت) یعقوبؑ کی اولاد کو قتل کیا ہے ‫—‬ میرے قتل کی امید پر جو (تیرا) مقصود تھا

کوریِ تو حق مرا خود برگزید ‫—‬ سرنگوں شد آنچہ نفست می پزید
تیرے اندھے پن کے لئے خدا نے مجھے چن لیا ‫—‬ تیرا نفس جو خیال پکا رہا تھا وہ اوندھا ہو گیا

گفت اینہا را بہل بے ہیچ شک ‫—‬ ایں بُود حقِ من و نان و نمک
اس (فرعون) نے کہا ان (باتوں) کو چھوڑ، بلاشک ‫—‬ میرا اور نان و نمک کا یہی حق تھا

کہ مرا پیشِ حشر خواری کنی ‫—‬ روزِ روشن بر دلم تاری کنی
کہ تو مجمع کے سامنے میری توہین کرے ‫—‬ اور روشن دن کو میرے دل پر تاریک کر دے

گفت خواریِ قیامت صعب تر ‫—‬ گر نداری پاسِ من در خیر و شر
(موسیٰؑ نے) فرمایا کہ قیامت کی ذلت بہت سخت ہے ‫—‬ اگر تو اچھائی اور برائی میں میرا لحاظ نہ کریگا

[۱] شرکتش۔ جو اس کی شرکت کا دعویٰ کرے گا وہ تباہ ہوگا۔ نقش۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہی میرا صورتگر ہے اگر کوئی دوسرا دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے۔ تو نتانی۔ تو میرا خدا کیسے ہو سکتا ہے تو میری ایک ابرو بھی نہیں بنا سکتا ہے چہ جائیکہ پورا وجود۔ بلکہ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا غدار میں نہیں ہوں تو خدا کا غدار ہے۔

[۲] گر بکشتم۔ مجھ سے قبطی کا قتل بلا ارادہ ہوا تھا۔ خود نہ بُد۔ وہ کافر تھا اس کی جان جان ہی نہ تھی۔ مرسل۔ یعنی حضرت یعقوبؑ۔ کشتۂ۔ یعنی تو نے ہزاروں بے قصور اولادِ یعقوبؑ کو قتل کیا اس کی سزا میں تو طرح طرح کے عذاب بھگتے گا۔

[۳] کشتۂ۔ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر رہا تھا اور اس کا مقصد حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنا تھا۔ کوریِ تو۔ خدا نے تیری مرضی کے برخلاف مجھے اپنی رسالت کے لئے منتخب کر لیا۔ سرنگوں۔ یعنی تو میرے قتل پر قادر نہ ہوا۔ گفت۔ فرعون کہنے لگا کہ ان باتوں کو چھوڑ کیا میرے حقوق کا یہی تقاضہ ہے کہ تو مجھے بر سرِ مجمع ذلیل کرتا ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اگر تو خیر و شر میں میرا اتباع نہ کرے گا تو قیامت میں ذلیل ہوگا اور وہ ذلت اس دنیا کی ذلت سے بہت سخت ہے۔

زخمِ کیکے[1] رانمی تانی کشید — زہرِ مارے راتو چوں خواہی چشید
جب تو ایک مچھر کا زخم برداشت نہیں کر سکتا — سانپ کے زہر کو کیسے چکھے گا؟

ظاہراً کارِ تو ویراں می کنم — لیک خارے راگلستاں می کنم
میں بظاہر تیرا کام تباہ کر رہا ہوں — لیکن میں کانٹے کو گلستان بنا رہا ہوں

بیان آنکہ عمارت در ویرانی است و جمعیت در پریشانی و درستی در شکستگی و مراد در بے مرادی و وجود در عدم و علیٰ ھٰذا بقیۃ الاضداد والازواج

اِس کا بیان کہ تعمیر تخریب میں اور دل جمعی پریشانی میں اور درستی شکستگی میں اور مراد بے مرادی میں اور وجود عدم میں ہے اِسی پر بقیہ ضدوں اور جوڑوں کو قیاس کر

آں یکے[2] آمد زمیں را می شگافت — ابلہے فریاد کرد و بر نتافت
ایک شخص آیا، زمین کھودنے لگا — ایک احمق نے شور کیا اور برداشت نہ کر سکا

کایں زمیں را از چہ ویراں می کنی — می شگافی و پریشاں می کنی
کہ تو اِس زمین کو کیوں ویران کرتا ہے؟ — کھود رہا ہے اور بکھیر رہا ہے

گفت اے ابلہ برو بر من مراں — تو عمارت از خرابی باز داں
اُس نے کہا، اے احمق! جا مجھ پر حکم، نہ چلا — (پہلے) تعمیر اور تخریب کے فرق کو سمجھ لے

کے شود[3] گلزار و گندم زار ایں — تا نگردد زشت و ویراں ایں زمیں
یہ چمن اور گیہوں کا کھیت کب بن سکتی ہے؟ — جب تک یہ زمین بدنما اور ویران نہ ہو

کے شود بستان و کشت و برگ و بر — تا نگردد نظمِ او زیر و زبر
باغ اور کھیتی اور پتّے اور پھل کیونکر ہوں — جب تک اُس کی ترتیب زیر و زبر نہ ہو

تا نہ بشگافی بہ نشتر ریشِ غر — کے شود نیکو و کے گردید نغز
جب تک تو نشتر سے بند زخم کو نہ چیرے — وہ اچھا اور شفایاب کب ہو سکتا ہے؟

تا نسوزد خلطہایت از دوا — کے رود شود شش کجا یابد شفا
جب تک دوا سے تیری رطوبتیں نہ جلیں — اُس کو فائدہ کب ہو سکتا ہے اور شفایاب کب ہو سکتا ہے؟

پارہ پارہ کردہ درزی جامہ را — کس زند آں درزیِ علامہ را
درزی نے کپڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا — اُس ماہر درزی کو کون مارتا ہے؟

---

[1] زخم کیکے۔ یہاں تو ایک مچھر کے کاٹنے کو برداشت نہیں کر سکتا تو قیامت میں سانپوں کا زہر کیسے پیئے گا۔ ظاہراً جس کو تو بربادی سمجھتا ہے اُس میں ہی میری آبادانی ہے۔ بیان۔ اب مولانا چند ایسی مثالیں دیتے ہیں جن میں بظاہر ویرانی ہے لیکن دراصل وہی تعمیر ہے۔

[2] آں یکے۔ ایک شخص نے زمین کو کھودنا شروع کیا۔ ابلہے۔ اُس بیوقوف نے زمین میں ہل چلانے والے سے کہا تو زمین کو کیوں ویران کر رہا ہے اور اُس کی مٹی کو منتشر کر رہا ہے۔ تو عمارت۔ تو تعمیر اور تخریب میں فرق نہیں کر سکتا ہے۔ کے شود۔ چمن اور کھیت جب ہی تیار ہوتا ہے جب پہلے زمین کو ویران کر دیا جائے۔

[3] کے شود۔ زمین کو جب تک اُلٹا پلٹا نہ جائے نہ اُس میں کھیتی پیدا ہوتی ہے نہ اُس میں پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ ریش غر۔ وہ پھوڑا جس کا منہ نہ بنا ہو۔ پارہ۔ درزی قیمتی کپڑے کو تراش کر ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے تو کوئی درزی کو بُرا نہیں کہتا ہے۔

کہ چرا ایں اطلسِ برگزیدہ را ۔۔۔ بَر دریدی چہ کنم بدریدہ را

کہ اِس منتخب اطلس کو کیوں ۔۔۔ تو نے پھاڑا، میں پھٹے ہوئے کا کیا کروں؟

ہر بنائے[۱] کہنہ کآباداں کنند ۔۔۔ نے کہ اوّل کہنہ را ویراں کنند

جس پرانی بنیاد کو آباد کرتے ہیں ۔۔۔ کیا پہلے پرانے کو ویران نہیں کرتے ہیں؟

ہمچنیں نجار و حدّاد و قصاب ۔۔۔ ہست شاں پیش از عمارتہا خراب

اسی طرح بڑھئی اور لوہار اور قصائی ۔۔۔ تعمیرات سے پہلے اُن کی تخریب ہے

آں ہلیلہ واں بلیلہ کوفتن ۔۔۔ زاں تلف کردند معموری تن

ہیڑ اور بہیڑے کا کوٹنا ۔۔۔ اُس بربادی سے دلوگوں نے جسم کی تعمیر کی ہے

تا نکوبی گندم اندر آسیا ۔۔۔ کے شود آراستہ زاں خوانِ ما

جب تک تو گیہوں کو چکی میں نہ پیسے گا ۔۔۔ اُس سے ہمارا دسترخوان کب آراستہ ہوگا

جواب دادنِ موسیٰ علیہ السّلام فرعون را در تہدیدِ اُو

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا فرعون کو جواب دینا اُس کی دھمکی کے بارے میں

ایں[۲] تقاضا کرد آں نان و نمک ۔۔۔ کز شستت وا رہانم اے سمک

اُس نان و نمک نے یہ چاہا ۔۔۔ کہ اے مچھلی! تجھے میں کانٹے سے بچادوں

گر پذیری پندِ موسیٰؑ وارہی ۔۔۔ از چنیں شستِ بدِ نامنتہی

اگر تو موسیٰؑ کی نصیحت کو قبول کریگا تو نجات پاجائیگا ۔۔۔ ایسے بُرے ختم نہ ہونے والے کانٹے سے

بسکہ خود را کردہ بندہ ہوا ۔۔۔ کرمکے را کردہ تو اژدہا

تو نے اپنے آپ کو خواہش کا ایسا غلام بنا لیا ہے ۔۔۔ ک، تو نے کیڑے کو اژدہا بنا لیا ہے

اژدہا[۳] را اژدہا آوردہ ام ۔۔۔ تا باصلاح آورم من دمبدم

میں اژدہے کے لئے اژدہا لایا ہوں ۔۔۔ تاکہ میں اصلاح کے لئے ہر وقت کام میں لاؤں

تا دمِ آں از دمِ ایں بشکند ۔۔۔ مارِ من آں اژدہا را بر کند

تاکہ اُس کی پھنکار کو اِس کی پھنکار دبادے ۔۔۔ میرا سانپ اِس اژدہے کو برباد کردے

گر رضا دادی رہیدی از دو مار ۔۔۔ ورنہ از جانت بر آرد آں دمار

اگر تو راضی ہوگیا، تو دونوں سانپوں سے بچ گیا ۔۔۔ ورنہ وہ تیری جان کو ہلاک کردے گا

جوابِ فرعون موسیٰ علیہ السّلام را و تہدیدِ اُو

فرعون کا حضرت موسیٰؑ کو جواب دینا اور اُس کی دھمکی

---

۱ ہر بنائے۔ جب پرانی بنیادوں پر نئی تعمیر کی جاتی ہے تو اُن بنیادوں کو اُکھاڑ دیا جاتا ہے۔ ہمچنیں۔ جتنے کارگر ہیں اُن کا یہی عمل ہے کہ تعمیر سے قبل وہ تخریب کرتے ہیں۔ ہلیلہ۔ ہڑ۔ بلیلہ۔ بہیڑہ۔ تلف۔ یعنی اُن کو کوٹ کر دوا بناتے ہیں جس سے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ تا نکوبی۔ گیہوں کو چکی میں پیس کر لذیذ غذائیں بنائی جاتی ہیں۔

۲ ایں تقاضا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تیرے حقوق کا یہی تقاضا ہے کہ میں تجھے ہلاکت سے نجات دلادوں۔ گر پذیری۔ اگر تو میری نصیحت قبول کرے گا تو ابدی ہلاکت سے نجات پاجائیگا۔ کرمکے۔ یعنی تیرا نفس جو ایک معمولی کیڑا تھا تو نے اُس کو اژدہا بناکر اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔

۳ اژدہا۔ تیرا نفس اژدہا ہے اسکے مقابلہ کے لئے میں عصا کا اژدہا لایا ہوں۔ تا دم۔ اُس کی پھنکاروں کو میرے اژدہا کی پھنکاریں دبادیں گی۔ دو مار۔ یعنی نفس کا سانپ اور عصا کا سانپ۔ دمار۔ ہلاکت۔

گفت[۱] الحق سخت استا جادوئی — کہ درافگندی بمکر اینجا دوئی

اس نے کہا یقیناً تو جادو کا بڑا استاد ہے — کہ تو نے مکر سے یہاں اختلاف پیدا کر دیا

خلقِ یک دل را تو کردی دو گروہ — جادوئی رخنہ کُند در سنگ و کوہ

تو نے ایک دل مخلوق کو دو گروہ کر دیا — تیری جادوگری پتھر اور پہاڑ میں شگاف ڈالتی ہے

نفی کردنِ موسیٰ علیہ السلام جادوئی و سحر را از خود

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بارے میں سحر اور جادوگری کا انکار کرنا

گفت ہستم غرقِ پیغامِ خدا — جادوئی کہ دید با نامِ خدا

انھوں نے فرمایا میں خدا کے پیغام میں مستغرق ہوں — خدا کے نام کے ساتھ جادوگری کس نے دیکھی ہے؟

غفلت و کفر ست مایۂ جادوئی — مشعلۂ دینست جانِ موسوی

جادوگری کا مدار (اللہ سے) غفلت اور کفر پر ہے — موسیٰؑ کی جان دین کی مشعل ہے

من بجادویان چہ مانم اے قبیح — کز دمم پُر رشک می گردد مسیح

اے بے شرم! میں جادوگروں سے کیسے مشابہ ہوں؟ — کہ میرے دم سے مسیح پُر رشک بنتے ہیں

من بجادویان چہ مانم اے جُنُب — کہ ز جانم نور می گیرد کُتُب[۲]

اے ناپاک! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟ — میری جان سے کتابیں نور حاصل کرتی ہیں

من بجادویان چہ مانم اے خبیث — کز خدا نازل شود بر من حدیث

اے خبیث! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟ — کیونکہ خدا کی جانب سے مجھ پر کلام نازل ہوتا ہے

چون تو با پرِّ ہوا بر می پری — لاجرم بر من گمانِ آن می بری

تو چونکہ ہوس کے پروں سے اڑتا ہے — لامحالہ مجھ پر بھی وہی گمان کرتا ہے

ہر[۳] کرا افعالِ دام و دد بود — بر کریمانش گمانِ بد بود

جس کے چرندوں اور درندوں کے کام ہوں — اس کا بھلوں کے بارے میں برا گمان ہوتا ہے

چون تو جزوِ عالمی پس اے مہین — کُل را بر وصفِ خود بینی غوی

چونکہ تو دنیا کا جز ہے، اسلئے اے ذلیل! — تو مجموعہ کو اپنی صفت کے مطابق گمراہ سمجھتا ہے

گر تو برگردی و برگردد سرت — خانہ را گردندہ بیند منظرت

اگر تو چکر کاٹے اور تیرا سر چکرائے — تیری آنکھ گھر کو گھومنے والا دیکھے گی

ور تو در کشتی روی بر یم رواں — ساحلِ یم را ہمی بینی دواں

اگر چلتے دریا پر تو کشتی میں چلے — دریا کے کنارے کو دوڑتا ہوا دیکھے گا

---

۱ گفت۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تو کامل جادوگر ہے تو نے اپنے مکر اور جادو سے میری قوم میں اختلاف پیدا کر دیا جادو کا اثر پہاڑ اور پتھر کے بھی ٹکڑے کر دیتا ہے۔ نفی۔ حضرت موسیٰؑ نے جادوگر نہ ہونے کے دلائل بیان فرمائے۔ گفت۔ جادوگر اپنے عمل میں خدا کے نام کا سہارا نہیں لیتا ہے وہ جادو میں شیطان کا نام استعمال کرتا ہے۔ مسیح۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ نہیں ہیں بلکہ اپنے فن کا کامل شخص مراد ہے۔

۲ کتب۔ یعنی آسمانی کتابوں میں میرا ذکر ہے۔ کز خدا۔ میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے جادوگر کو وحی سے کیا واسطہ۔ چون تو۔ تو خود جیسا ہے ویسا ہی مجھے سمجھ رہا ہے۔

۳ ہر کرا۔ انسان جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں کو سمجھتا ہے۔ چون تو۔ تو دنیا دار ہے اسلئے دوسروں کو بھی ایسا سمجھتا ہے۔ گر تو۔ مولانا چند مثالوں سے سمجھاتے ہیں کہ انسان اپنی حالت پر دوسرے کو قیاس کرتا ہے جس کا سر چکرا رہا ہو وہ گھر کو گھومتا ہوا سمجھتا ہے۔ ور تو۔ کشتی میں بیٹھا ہوا انسان سمجھتا ہے کہ ساحل بھی چل رہا ہے۔

گر تو[۱] باشی تنگدل از ملحمہ
اگر تو جنگ سے تنگدل ہے

تنگ بینی جملہ دنیا را ہمہ
تو پوری دنیا کی فضا کو تنگ سمجھے گا

ور تو خوش باشی بکامِ دوستاں
اگر تو دوستوں کے مقصد کے مطابق خوش ہے

اینجہاں بنمایدت چوں گلستاں
یہ دنیا تجھے چمن جیسی نظر آئے گی

اے بسا کس رفتہ تا شام و عراق
بہت سے انسان شام اور عراق گئے

او ندیدہ ہیچ جز کفر و نفاق
انھوں نے کفر اور نفاق کے سوا کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ تا ہند و ہرے
بہت سے لوگ ہندوستان اور ہرات تک گئے

او ندیدہ جز مگر بیع و شرے
انھوں نے سوائے خرید و فروخت کے کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ ترکستان و چیں
بہت سے لوگ چین اور ترکستان گئے

او ندیدہ ہیچ جز مکر و کمیں
انھوں نے مکر اور گھات کی جگہ کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

طالبِ[۲] ہر چیز اے یارِ رشید
اے بھلے دوست ہر چیز کے طلبگار نے

جز ہماں چیزے کہ میجوید ندید
اسی چیز کو دیکھا جس کو وہ تلاش کرتا تھا

چوں ندارد مدرکے جز رنگ و بو
جبکہ اس کا محسوس سوائے رنگ و بو کے کچھ نہیں ہے

جملہ اقلیمہا را گو بجو
کہہ دے کہ سارے ممالک ڈھونڈ لے

گاو در بغداد آمد ناگہاں
بیل اچانک بغداد میں آگیا

بگذرد او زیں سراں تا آں سراں
اِس جانب سے اُس جانب گذر گیا

از ہمہ عیش و خوشیہا و مزہ
تمام عیش اور خوشیوں اور مزے میں

او نہ بیند جز کہ قشرِ خربزہ
وہ سوائے خربوزے کے چھلکے کے نہیں دیکھتا ہے

کہ بود[۳] افتادہ در راہ یا حشیش
جو راستہ میں پڑا ہو یا گھاس

لائق سیرانِ گاوی یا خریش
جو گائے کی رفتار اور اس کی حماقت کے لائق ہے

خشک بر میخِ طبیعت چوں قدید
وہ طبیعت کی میخ پر گوشت کے ٹکڑے کی طرح خشک

بستہ اسباب و جانش لا یزید
وہ اسباب سے وابستہ ہے اسکی جان میں اضافہ نہیں ہوتا ہے

واں فضای خرقِ اسباب و علل
اسباب اور علتوں کی شکست کی فضا

ہست ارض اللہ اے صدرِ اجل
اے صدر اعظم! اللہ کی زمین ہے

ہر زماں مبدل شود چوں نقشِ جاں
جبکہ روح کا نقش ہر وقت تبدیل ہوتا رہتا ہو

نو بنو بیند جہانے در عیاں
تو وہ مشاہدہ میں ایک تازہ بتازہ جہان دیکھتا ہے

---

[۱] گر تو۔ اگر انسان تنگدل ہوتا ہے تو دنیا کو تنگ سمجھتا ہے۔ ملحمہ۔ جنگ۔ ور تو خوش۔ اگر انسان خوش ہے تو اس کو تمام دنیا پُر مسرت معلوم ہوگی۔ شام و عراق۔ جو اسلام کے مرکز ہیں منافق کو وہاں بھی کفر و نفاق ہی نظر آئیگا۔ ہرے۔ ملک ہرات۔

[۲] طالب۔ انسان جس چیز کی جستجو کرتا ہے وہی اسکو نظر آتی ہے۔ مدرک۔ معلوم، جو چیز محسوس ہو۔ بجو کہ یعنی جو شخص باطنی بصیرت سے خالی اور ظاہر بین ہے تمام عالم میں صرف ظاہر نظر آئیگا۔ گاو۔ بیل اگر بغداد میں پہنچے تو اس کو خربوزے کے چھلکوں کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے گا۔

[۳] کہ بود۔ بیل کو وہ چھلکا یا گھاس نظر آئے گی جو راستہ میں پڑی ہوگی۔ لائق۔ ظاہر بیں انسان کی سیر بھی اسی گائے کی سی سیر ہے جو صرف ظاہر کو دیکھتا ہے۔ خشک۔ اسباب ظاہری کا پابند انسان صرف اپنی طبیعت پر اعتماد کرتا ہے اور اس کے مرتبہ کی مثال اس گوشت کے پارچہ کی سی ہے جس کو کھونٹی پر لٹکا دیا ہو جس میں اب اضافہ ممکن نہیں بلکہ روز مرہ گھٹتا ہے۔ واں فضای۔ اسباب و علل سے گذر کر جب انسان اس مقام تک پہنچتا ہے جہاں مسبب الاسباب کی قدرت کا عمل جاری ہے تو اسکو ایک وسیع میدان ملتا ہے۔ ہر زماں۔ اس مقام پر پہنچ کر تجدد امثال کے طریقہ پر اسکو نئے عالم نظر آتے ہیں۔

گر بُوَد فردوس و انہارِ بہشت ۔۔۔ چوں فُسُردہ یک صفت شد گشت زشت

خواہ فردوس اور جنت کی نہریں ہوں ۔۔۔ جب ٹھٹھر کر ایک صفت بن جائیں تو بُری ہیں

اے زغفلت از مُسبّب بے خبر ۔۔۔ بندۂ اسباب گشتی ہمچو خر

اے وہ کہ غفلت کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے بے خبر ہے ۔۔۔ تو گدھے کی طرح اسباب کا بندہ بن گیا ہے

لاجرم اعمیٰ دل و سرگشتۂ ۔۔۔ مضطرب احوال و مُضطر گشتۂ

لامحالہ تو دل کا اندھا اور دیوانہ ہو گیا ہے ۔۔۔ پریشان حال اور مجبور ہو گیا ہے

چشم بکشا و مُسبّب را نگر ۔۔۔ تا شوی فارغ ز اسباب ضرر

آنکھ کھول اور سبب پیدا کرنے والے کو دیکھ ۔۔۔ تاکہ تو نقصان کے اسباب سے نجات پا جائے

بیان آنکہ ہر حسّ مُدرِک را از آدمی نیز مُدرکاتے دیگر ست

اس کا بیان کہ انسان کی ہر ادراک کرنے والی حس کے معلومات دوسرے ہیں جن

کہ از مدرکاتِ آں حسِّ دیگر بیخبر ست چنانکہ ہر پیشہ ور اُستاد

کی دوسری حس کو خبر نہیں ہے جیسا کہ ہر عجمی پیشہ ور اُستاد دوسرے استاد کے کام

اعجمی از کارِ اُستادِ دیگرے بے خبر ست و بے خبری اُو ازانکہ

سے بے خبر ہے اور اُس کی بے خبری اس لئے ہے کہ یہ اُس کا کام نہیں ہے

وظیفۂ اُو نیست، دلیل نبُوَد کہ آں مُدرکات نیست

اُس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ مُدرکات نہیں ہیں

مُنخبرہ دید جہاں ادراکِ تُست ۔۔۔ پردۂ پاکاں حسِ ناپاکِ تُست

دنیا کو دیکھنے کا دائرہ تیرا ادراک ہے ۔۔۔ تیری ناپاک حس، پاک لوگوں کا پردہ ہے

مُدّتے حس را بشو ز آبِ عیاں ۔۔۔ ایچنیں داں جامہ شوئیِ صوفیاں

مشاہدہ کے پانی سے حس کو ایک مدت تک دھو ۔۔۔ صوفیوں کی جامہ شوئی اسی طرح کی سمجھ

چوں شُدی تو پاک پردہ برکند ۔۔۔ جانِ پاکاں خویش را بر تو زند

جب تو پاک ہو جائے گا پردہ اُٹھ جائے گا ۔۔۔ پاک لوگوں کی جان اپنے آپ کو تجھ پر نمایاں کردے گی

جملہ عالم گر بُوَد نور و صُوَر ۔۔۔ چشم را باشد ازاں خوبی خبر

تمام عالم اگر نور اور صورتیں ہو گا ۔۔۔ آنکھ کو اُس خوبی کی خبر ہو جائے گی

چشم بستی گوش می آری بہ پیش ۔۔۔ تا نمائی زلف و رُخسارہ بتیش

(اگر) تو آنکھ بند کرلے، کان کو سامنے کرے ۔۔۔ تاکہ تو اُس کو کسی بت کی زُلف اور رُخسارہ دکھائے

۱ه گر بُوَد۔ مشہور ہے۔
"افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را"
اے ز غفلت۔ انسان کی غفلت ہے کہ وہ اسباب کی طرف نظر رکھتا ہے، مُسبّب الاسباب سے غافل ہے۔

۲ه بیان۔ انسان کے ہر حس کے مُدرکات جداگانہ ہیں ایک حس دوسرے حس کے مدرکات سے بے خبر ہے۔

مُنخبرہ۔ انسان اپنی عینک سے بزرگوں کو دیکھتا ہے اس کی عینک پردہ اور حجاب ہے۔

۳ه مدتے۔ صوفیا کی طرح حواس کو مشاہدہ کے ذریعہ پاک و صاف کرنا چاہیئے۔ چوں شدی۔ جب تیرے حواس پاک ہو جائیں گے، بزرگوں کی حقیقت کو سمجھے گا۔ چشم بستی۔ دیکھنا آنکھ کا کام ہے کان کا کام نہیں ہے۔

گوش گوید من بصورت نگروم
کان کہے گا میں صورت پر مائل نہیں ہوتا ہوں
صورت ار بانگے[1] زند من بشنوم
صورت اگر پکارے میں سنوں گا

گوش گوید من بصورت ننگرم
کان کہے گا میں صورت کو نہیں دیکھتا ہوں
حسِ چشم ست آں ز دیدن قاصرم
وہ آنکھ کی حس ہے، میں دیکھنے سے قاصر ہوں

عالمم من لیک اندر فنِ خویش
میں عالم ہوں، لیکن اپنے فن میں
فنِ من جز حرف و صوتے نیست بیش
میرا فن حرف اور آواز سے زیادہ نہیں ہے

ہیں بیا بینی ببیں ایں خوب را
خبردار! ناک تو آ اِس حسین کو دیکھ
نیست بینی در خورِ ایں مطلوب را
ناک (بھی)، اِس مقصد کے لائق نہیں ہے

گر بود مشک و گلابے بو برم
اگر مشک اور گلاب ہو میں سونگھ لوں گی
فنِ من اینست و علم و مجرم
میرا فن اور علم اور تجربہ یہ ہے

کے ببینم من رخِ آں سیم ساق
میں اُس چاندی کی سی پنڈلی والے کا چہرہ کب دیکھ سکتی ہوں؟
ہیں مکن تکلیف ما لیس یطاق
خبردار! جس چیز کی طاقت نہ ہو اُس کی تکلیف نہ دے

باز حسِ کژ نہ بیند غیر کژ
پھر ٹیڑھی حس سوائے ٹیڑھے کے نہ دیکھے گی
خواہ کژ غژ پیشِ او یا راست غژ
خواہ تو اُس کے سامنے ٹیڑھا چلے یا سیدھا چلے

چشمِ احول[2] از یکے دیدن یقیں
بھینگے کی آنکھ ایک دیکھنے سے یقیناً (قاصر ہے)
ناظرِ شرک است نہ توحید بیں
وہ شرک کو دیکھنے والی ہے، نہ کہ توحید کو

تو کہ فرعونی ہمہ مکری و زرق
تو جو فرعون ہے، مجسم مکر اور فریب ہے
مر مرا از خود نمیدانی تو فرق
تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں سمجھتا ہے

منگر[3] از خود در من اے کژ باز تو
اے ٹیڑھے کام والے! مجھے اپنی ذات سے نہ دیکھ
تا یکے تو را نہ بینی تو دو تو
تاکہ تو ایک کو دو نہ دیکھے

بنگر اندر من ز من یک ساعتے
تھوڑی دیر کے لئے مجھے میری ذات سے دیکھ
تا ورائے کون بینی ساحتے
تاکہ تو دنیا سے آگے ایک میدان دیکھے

وا رہی از تنگی و از ننگ و نام
تو تنگی اور ننگ و نام سے نجات پا جائیگا
عشق اندر عشق بینی والسلام
عشق میں عشق دیکھے گا والسلام

پس بدانی چونکہ رستی از بدن
جب تو جسم سے نجات پا جائے گا تو جان لیگا
گوش و بینی چشم می تانند شدن
کہ کان اور ناک، آنکھ بن سکتے ہیں

[1] بانگے۔ بننا کان کا کام ہے۔ عالمم۔ کان سننے کا ماہر ہے۔ بینی۔ ناک کا کام دیکھنا نہیں ہے سونگھنا ہے کے بہ بینم۔ ناک محبوب کا منہ نہیں دیکھ سکتی ہے۔ باز حس۔ اگر حس ٹیڑھی ہے تو وہ صحیح کام نہیں کرے گی۔

[2] چشمِ احول۔ بھینگے کی آنکھ ایک چیز کو دو کر کے دکھاتی ہے۔ تو کہ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا چونکہ تو مجسم مکر اور فریب ہے لہٰذا تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں کر سکتا۔

[3] منگر۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ تو بھینگا ہے مجھے اپنی آنکھ سے نہ دیکھ۔ بنگر۔ مجھے میری آنکھ سے دیکھ پھر تجھے عالمِ غیب کا مشاہدہ ہوگا۔ عشق۔ میرے عشق میں تجھے خدا کا عشق نظر آئے گا۔ پس۔ جب تو جسم کی مادیت سے پاک ہو جائے گا تو تجھے معلوم ہو جائیگا کہ کان اور ناک بھی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔

راست گفتست آں شہِ شیریں زباں[1] — چشم گردد مو بموی عارفاں

اُس شیریں زبان شاہ نے سچ فرمایا ہے — عارفوں کا بال بال، آنکھ بن جاتا ہے

جسم را چشمے نبود اوّل یقیں — در رحم بود او جنینِ گوشتیں

یقیناً شروع میں جسم میں آنکھ نہ تھی — وہ رحم (مادر) میں گوشت کا لوتھڑا تھا

علتِ دیدن مداں پیہ اے پسر — ورنہ خواب اندر ندیدے کس صُوَر

اے بیٹا! آنکھ کی چربی کو دیکھنے کا سبب نہ سمجھ — ورنہ خواب میں کوئی شخص صورتیں نہ دیکھتا

آں پری و دیو می بیند شبیہ — نیست اندر دیدگانِ ہر دو پیہ

پری اور دیو صورت دیکھتے ہیں — دونوں کی آنکھوں میں چربی نہیں ہے

نور را با پیہ خود نسبت نبود — نسبتش بخشید خلاقِ ودود

روشنی کو چربی سے کوئی نسبت نہ تھی — خلاقِ ودود نے اس کو نسبت عطا کی ہے

آدمؑ[2] ست از خاک کے ماند بخاک — جنی است از نار بے ہیچ اشتراک

آدمؑ خاک سے بنے ہیں، خاک سے مشابہ کہاں ہیں؟ — بغیر مناسبت کے جن آگ سے (پیدا ہوئے) ہیں

نیست خود مانندِ آتش آں پری — گرچہ اصلش اوست چوں می بنگری

پری، آگ کے مشابہ نہیں ہے — اگرچہ اس کی اصل وہ ہے جب تو غور کریگا

مرغ از باد ست کے ماند بباد — نامناسب را خدا نسبت بداد

پرندہ ہوا سے (پیدا ہوا) ہے وہ کب ہوا سے مشابہ ہے؟ — غیر مناسب کو خدا نے نسبت عطا کر دی ہے

نسبتِ ایں فرعہا با اصلہا — ہست بیچوں ار چہ دادش وصلہا

اِن فروع کی اصول سے نسبت — بے نظیر ہے، اگرچہ (خدا نے) جوڑ ملا دیئے ہیں

آدمی چوں زادۂ خاک و ہباست — ایں پسر را با پدر نسبت کجاست

آدمی خاک اور ذروں سے پیدا ہوا ہے — اِس بیٹے کو باپ سے کہاں مناسبت ہے؟

نسبتے گر ہست مخفی از خرد — ہست بیچون و خرد کے پے برد

اگر کوئی مناسبت ہے تو عقل سے مخفی ہے — وہ بے کیفیت ہے اور عقل اس کو کب پا سکتی ہے؟

باد[3] را بے چشم اگر بینش نداد — فرق چوں میکرد اندر قومِ عاد

اگر اس نے ہوا کو بغیر آنکھ کے بینائی عطا نہیں کی ہو — تو اس نے قومِ عاد میں فرق کیسے کیا؟

چوں ہمی دانست مومن از عدو — چوں ہمی دانست مے را از کدو

اُس نے مومن کو دشمن سے کیسے ممتاز کر دیا؟ — اُس نے شراب اور کدو میں فرق کیسے کر لیا؟

[1] شیریں زباں یعنی حضرت بایزید بسطامیؒ۔ جسم۔ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے دوسرے حواس آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ علت۔ بعض آنکھ کی چربی کو دیکھنے کی علت نہ سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ خواب میں انسان دیکھتا ہے اور اس کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ پری۔ پری اور جن دیکھتے ہیں ان کی آنکھوں میں یہ چربی نہیں ہے۔ نور۔ آنکھ کی روشنی اور چربی میں کوئی مناسبت نہیں ہے خدا نے اس میں یہ طاقت رکھی ہے تو اس کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ وہ کسی اور چیز میں دیکھنے کی طاقت رکھ دے۔

[2] آدمؑ۔ انسان خاکی اور جن ناری ہے لیکن اب اُن میں اور اُن کی اصل میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ مرغ۔ پہلے مولانا نے فرمایا تھا کہ پرندوں کی پیدائش نر کی ہوا سے ہوتی ہے۔ ہست۔ اِن اصول اور فروع میں وہ نسبت ہے جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔

[3] باد۔ جس طرح اللہ کی قدرت نے آنکھ کی چربی میں دیکھنے کی قوت عنایت کر دی دوسری چیزوں کو بھی یہ قوت عنایت کر دیتا ہے۔ قومِ عاد پر جو ہوا مسلط ہوئی تھی وہ دیکھ دیکھ کر دشمنوں کو ہلاک کر رہی تھی۔

آتشِ[1] نمرود را اگر چشم نیست
نمرود کی آگ میں اگر آنکھ نہیں ہے

با خلیلش چوں تجشم کردنی ست
اُس کے خلیل کے ساتھ اُس کو کیوں تکلف ہوا؟

گر نبودے نیل را آں نورِ دید
اگر دریائے نیل میں دیکھنے کی روشنی نہ ہوتی

از چہ قبطی را ز سبطی می گزید
تو قبطی کو سبطی سے کیسے منتخب کرتی؟

گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شُد
اگر پہاڑ اور پتھر دیکھنے والے نہ تھے

پس چرا داوٗد را اُو یار شُد
تو (حضرت) داؤدؑ کے دوست کیوں بنے؟

ایں زمیں[2] را گر نبودے چشمِ جاں
اگر اس زمین کے جان کی آنکھ نہ ہوتی

از چہ قاروں را فرو خورد آنچناں
تو قارون کو اس طرح کس وجہ سے نگل گئی؟

گر نبودے چشمِ دل حنّانہ را
اگر (اسطوانِ) حنّانہ کے دل کی آنکھ نہ ہوتی

چوں بدیدے ہجر آں فرزانہ را
تو اُن عقلمندؐ کے ہجر کو کیسے دیکھ لیتی؟

سنگریزہ گر نبودے دیدہ وَر
اگر پتھر کے ٹکڑے بینا نہ ہوتے

چوں گواہی دادے اندر مُشت در
تو مٹھی میں گواہی کیسے دیتے؟

اے خرد بر کش تو پرو بالہا
اے عقل تو بال و پر کھول لے

سورہ برخواں زُلزِلَتْ زِلْزالَہا
سورۂ زُلزِلَتْ زِلزالَہا پڑھ

در قیامت ایں زمیں بر نیک و بد
نیک اور بد پر یہ زمین قیامت میں

کے ز نادیدہ گواہیہا دہد
بغیر دیکھے گواہی کب دے گی؟

کہ تُحَدِّثُ حالَہا وَ اَخْبارَہا
کیونکہ وہ اپنی حالت اور خبریں بتائیگی

تُظْہِرُ الْاَرْضُ لَنا اَسْرارَہا
زمین ہمارے لئے اپنے راز ظاہر کرے گی

ایں[3] فرستادن مرا پیشِ تو میر
تجھ حاکم کے سامنے مجھے بھیجنا

ہست بُرہانے کہ بُد مُرسِل خبیر
اِس کی دلیل ہے کہ بھیجنے والا باخبر ہے

ق

کہ چنیں دارو چناں ناسور را
کیونکہ ایسے زخم کے لئے ایسی ہی دوا

ہست در خور از پئے تیسور را
سہولت کے لئے مناسب ہے

واقعاتے دیدہ بودی پیش ازیں
تونے اِس سے پہلے واقعات دیکھ لئے تھے

کہ خدا خواہد مرا کردن گزیں
کہ خدا مجھے برگزیدہ بنائے گا

من عصا و نور بگرفتہ بدست
میں لاٹھی اور نور کو ہاتھ میں لے کر

شاخِ گستاخِ ترا خواہم شکست
تیرے گستاخ سینگ کو توڑ ڈالوں گا

لہ آتش۔ نمرود کی آگ کو بصارت حاصل تھی اِسی لئے وہ حضرت ابراہیمؑ کو نہیں جلا رہی تھی۔ تجشم۔ تکلیف اٹھانا یعنی حضرت ابراہیمؑ کی حفاظت کی تکلیف اٹھا رہی تھی۔ نیل۔ دریائے نیل کو بھی بصارت حاصل تھی اسی لئے اُس نے قبطیوں کو ڈبو دیا اور اسرائیلیوں کو نہ ڈبویا۔ داؤدؑ۔ پہاڑ میں بصارت تھی تب ہی تو پتھر حضرت داؤدؑ کو پہچان گئے تھے اور اُن سے خواہش کی تھی کہ طالوت کی ہلاک کرنے کیلئے ہمیں ساتھ لے چلو۔

لہ زمین۔ زمین کو بصارت حاصل تھی اِسی لئے اُس نے قارون کو نگل لیا۔ حنّانہ۔ اسطوانۂ حنّانہ حضورؐ کے فراق پر رو دیا اس کی وجہ اُس کی بینائی تھی۔ سنگریزہ۔ اُس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس میں کنکریوں نے حضورؐ کی مٹھی میں حضورؐ کی رسالت کی گواہی دی تھی۔ زُلزِلَت۔ سورۂ زلزال میں اس کا بیان ہے کہ قیامت میں زمین سب راز ظاہر کرے گی۔

لہ ایں فرستادن۔ تجھ جیسے ظالم حاکم کے مقابلے کے لئے خدا کا مجھے بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے علم میں یہ بات ہے کہ تیرے مرض کا علاج میں ہی ہوں۔

واقعاتے سہمگیں از بہرِ ایں[1]
اِسی لئے خوفناک واقعات

گونہ گونہ می نمودت ربِّ دیں
دین کے رب نے طرح طرح کے تجھے دکھائے

درخورِ سِرِّ بد و طغیانِ تو
تیرے بُرے عقیدے اور سرکشی کے مناسب

تا بدانی کوست درخوردانِ تو
تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ تیرے مناسب ہیں

تا بدانی کو حکیم ست و خبیر
تاکہ تو سمجھے کہ وہ دانا اور باخبر ہے

مُصلحِ امراضِ درماں ناپذیر
ناقابلِ علاج مرضوں کا مُصلح ہے

تو بتاویلات می گشتی ازاں
تو تاویلوں کے ذریعہ اُن سے بنتا تھا

کور و کر کایں ہست از خوابِ گراں
اندھا اور بہرا کہ یہ گہری نیند کی وجہ سے ہیں

واں طبیب و آں منجم در لمع[2]
اور اُس طبیب اور نجومی نے روشنی میں

دید تعبیرش بپوشید از طمع
اُس کی تعبیر دیکھ لی (اور) لالچ کی وجہ سے چُھپائی

گفت دور از دولت و از شاہیت
اُس نے کہا کہ تیری حکومت اور شاہی سے دُور

کہ در آید غصہ در آگاہیت
کہ کوئی ناگواری تیرے علم میں آئے

از غذائے مختلف یا از طعام
مختلف غذا یا کھانے کی وجہ سے

طبعِ شوریدہ ہمی بیند منام
پریشان طبیعت خواب دیکھتی ہے

زانکہ دید اُو کہ نصیحت جُو نہ
کیونکہ اُس نے دیکھا کہ تو نصیحت کا جویاں نہیں ہے

تند و خونخواری و مسکیں خُو نہ
تو بد مزاج اور خونخوار ہے مسکین طبیعت نہیں ہے

پادشاہاں خوں کنند از مصلحت
بادشاہ کسی مصلحت سے خون کرتے ہیں

لیک رحمتشاں فزوں ست از عنت
لیکن اُن کی محبت غصے سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے

شاہ را باید کہ باشد خوئے رب[3]
بادشاہ کو چاہئے کہ خدائی مزاج کا ہو

رحمتِ اُو سبق گیرد بر غضب
اُس کی رحمت غصہ پر سبقت کرے

نے غضب غالب بُود مانندِ دیو
نہ دیو کی طرح اُس پر غصہ غالب ہو

بے ضرورت خوں کند از بہرِ ریو
(اور) مکر کے لئے بےضرورت خون بہائے

نے حلیمِ مخنث وار نیز
ہیجڑے کی سی بُردباری بھی نہ ہو

کہ شود زن روسپی زن و کنیز
کہ اُس سے بیوی اور باندی بدکار ہوجاتی ہے

دیو خانہ کردہ بُودی سینہ را
تو نے سینہ کو شیطان کا گھر بنا لیا تھا

قبلۂ سازیدہ بُودی کینہ را
تو نے کینہ کو قبلہ بنا لیا تھا

ے۱ واقعاتے۔ تو نے کئی بار خواب میں دیکھا تھا کہ خدا نے تیرے مقابلہ کے لئے مجھے منتخب کر لیا ہے۔ درخورد۔ وہ خواب تیرے مناسب حال تھے اور تجھے یہ بتانے کے لئے تھے کہ اللہ تعالےٰ ناقابلِ علاج مرض کا علاج بھی فرما دیتا ہے۔ تو بتاویلات۔ لیکن تو اُن خوابوں کی غلط تاویلیں کر کے اندھا اور بہرا بنا اور کہنے لگا کہ غفلت کی نیند میں ایسے خواب آیا کرتے ہیں۔

ے۲ واں طبیب۔ اطبّاء اور نجومی اُن خوابوں کا صحیح مطلب سمجھ رہے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ تو اُن کی بات نہ مانے گا اور اُن پر عتاب نازل کرے گا اسلئے وہ یہ کہہ دیتے تھے کہ مختلف غذائیں اور معدہ کی خرابی اِن خوابوں کا سبب ہیں۔ پادشاہاں۔ بادشاہ کسی مصلحت کی بنیاد پر قتل بھی کراتے ہیں لیکن رعایا پر اُن کی شفقت اُن کے غصہ پر غالب رہتی ہے۔

ے۳ شاہ۔ بادشاہ کو اخلاقِ الٰہی اختیار کرنے چاہئیں۔ رحمت۔ خدا کا خلق یہ ہے کہ اُس کی رحمت اُس کے غضب پر غالب ہے۔ دیو۔ شیطان کا غصہ اُس کی شفقت پر غالب ہے۔ نے حلیمی۔ بادشاہ میں بے موقع حلم بھی نہ ہونا چاہئے جس کی وجہ سے بیوی اور متعلقین بگڑ جائیں۔ روسپی۔ رنڈی، زانیہ۔

شاخِ تیزت بس جگرہا را کہ خست ۱ — نک عصا۔ام شاخِ شوخت را شکست
تیرے تیز سینگ نے بہت سے جگروں کو خستہ کیا ہے — اب میری لاٹھی نے تیرے شوخ سینگ کو توڑا ہے

حملہ آوردنِ ایں جہانیاں و تاخت بُردن براں جہانیاں

اِس دنیا والوں کا حملہ کرنا اور غارتگری کرنا اُس جہان والوں پر قلعہ کی سرحد تک

تا ثغورِ دژ کہ سرحدِ غیب ست و غفلتِ ایشاں از کمین کہ چوں

جو کہ غیب کی سرحد ہے اور اُن کا کمین گاہ سے غافل ہونا کیونکہ غازی جب

غازی بغزا نرود کافر تاخت آرد

جہاد نہیں کرتا ہے، کافر حملہ کر دیتا ہے

حملہ بُردند اسپہِ جسمانیاں — جانبِ قلعہ و دژِ رُوحانیاں
جسم والوں کی فوج نے حملہ کیا — رُوحانیوں کے قلعہ کی جانب

تا فرو گیرند بر دربندانِ غیب — تا کسے ناید ازاں سُو پاک جیب
تاکہ غیب کے دروازوں پر قبضہ کریں — تاکہ کوئی پاک دل اُس جانب سے نہ آئے

غازیاں ۲ حملہ غزا چوں کم بُرند — کافراں بر عکس حملہ آورند
غازی جب جہاد کا حملہ نہیں کرتے ہیں — تو کافر پلٹ کر حملہ کرتے ہیں

غازیانِ غیب چوں از حلمِ خویش — حملہ ناوردند بر تو زشت کیش
غیب کے غازیوں نے جب اپنی بُردباری کی وجہ سے — تجھ بد مذہب پر حملہ نہیں کیا

حملہ بُردی سُوئے دربندانِ غیب — تا نیایند ایں طرف مردانِ غیب
تو نے غیب کے دروازوں پر حملہ کیا — تاکہ غیب کے جوانمرد اِدھر نہ آئیں

چنگ در صلب و رحمہا در زدی — تا کہ شارع راہگیری از بدی
تو نے پُشتوں اور رحموں پر دست درازی کی — تاکہ شرارت سے راستہ روک دے

چوں بگیری شہرہے کہ ذو الجلال — بر کشادست از برائے انتسال
تو اُس شاہراہ کو کیسے بند کر سکتا ہے جسکو خدا نے — نسل بڑھانے کے لئے کھولا ہے؟

سدّ ۳ شُدی دربندہا را اے لجوج — کوریِ تو کرد سرہنگے خروج
اے جھگڑالو! تو دروازے کی بندش بنا — تیرے اندھے پن سے ایک سپاہی نکل آیا

نک منم سرہنگ و ہنگت بشکنم — نک بنامش نام و ننگت بشکنم
اب میں سپاہی ہوں اور تیرے ارادہ کو شکست دونگا — اب اُس کے نام پر تیرے نام و ننگ کو شکست دونگا

ل۱ فتنہ کا۔ لیکن تو ایسا ظالم بادشاہ ہے کہ بے قصور لوگوں کا خون کرتا ہے۔ اب خدا نے میری لاٹھی کے ذریعہ تیرے سینگ کو توڑا ہے۔ حملہ آوردن قدرِ خداوندی کے خلاف فرعون کی تدابیر۔ اہلِ دنیا کا عالمِ غیب پر حملہ کرنا ہے۔ بعض اول و ثانی ترکی روحی الفتح دو امر جو دو سلطنتوں یا دو بادشاہوں کے درمیان ظاہر ہوتا ہے۔ سپاہ۔ تیز۔ دژ۔ قلعہ۔ دربنداں۔ دروازے۔ پاک جیب۔ پاک دل۔

ل۲ غازیان۔ قدرت کیطرف سے ڈھیل ہوتی ہے تو کافروں کو جرات ہو جاتی ہے۔ کیش۔ مذہب۔ چنگ۔ فرعون نے نسل کشی شروع کی تاکہ موسیٰ کا ظہور نہ ہو سکے۔ شارع۔ راستہ۔ شہرہ۔ شاہراہ۔ انتسال۔ نسل بڑھانا۔

ل۳ سدّ۔ بند۔ لجوج۔ جھگڑالو۔ سرہنگ۔ یعنی حضرت موسیٰ۔ ہنگت۔ قصدِ تو۔

تو ہلا در بند ہا را سخت بند — چند گاہے بر سِبالِ[۱] خود بخند
خبردار! تو دروازوں کو سخت بند کر دے — تھوڑی دیر اپنی مونچھوں پر ہنس لے

سبلت را بر کند یک یک قدر — تا بدانی کالقدر یعمی البصر
تقدیر تیری مونچھ کو ایک ایک کر کے اکھاڑ دیگی — تاکہ تو جان لے کہ تقدیر آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے

سبلتِ تو تیز تر یا آنِ عاد — کہ ہمی لرزید از دمِ شاں بلاد
تیری مونچھ زیادہ نوکیلی ہے یا (قوم) عاد کی — جن کے دم سے شہر لرزاں تھے

تو ستیزہ رو تری یا آں ثمود — کہ نیامد مثلِ ایشاں در وجود
تو زیادہ لڑاکو ہے یا ثمود — کہ اُن جیسا پیدا نہ ہوا

صد ازینہا گر بگویم تو کری — بشنوی و ناشنودہ آوری
اگر اس قسم کی سینکڑوں باتیں کہوں گا تو بہرا ہے — تو سُنی ہوئی بات کو اَن سُنی کر دے گا

توبہ کردم از سخن کانگیختم — بے سخن من داروئے ات آمیختم
جو باتیں میں نے اٹھائیں اُن سے توبہ کرتا ہوں — بغیر کہے سُنے تیری دوا گھولتا ہوں

کہ نہم بر ریشِ خامت تا پزد — تا بسوزد ریش و ریشت تا ابد
تیرے کچے زخم پر رکھوں تاکہ وہ پک جائے — تاکہ ہمیشہ کے لئے زخم اور تیری داڑھی جل جائے

تا بدانی[۲] کو خبیرست اے عدو — می دہد ہر چیز را در خوردِ او
اے دشمن! تاکہ تو جان لے کہ وہ جانکار ہے — ہر چیز کو اس کے مناسبِ حال عطا کرتا ہے

کے کژی کردی و کے کردی تو شر — کہ ندیدی لائقش در پے اثر
تونے کب کجی برتی ہے اور تونے کب شر پھیلایا ہے — کہ اس کے مناسب اس کے بعد تونے اثر نہ دیکھا ہو

کے فرستادی دمے بر آسماں — نیکیے کز پے نیامد مثلِ آں
تھوڑی دیر کے لئے تونے آسمان پر کب بھیجی ہے؟ — نیکی، کہ اُس کے بعد اُس جیسی نہ آئی ہو

گر مراقب[۳] باشی و بیدار تو — ہر دمے بینی جزائے کارِ تو
اگر تو نگراں اور بیدار ہو جائے — ہر وقت اپنے کام کا بدلہ دیکھے

چوں مراقب باشی و گیری رسن — حاجتت ناید قیامت آمدن
جب تو نگراں ہوگا اور رسی کو پکڑے گا — تجھے قیامت کے آنے کی ضرورت نہ رہیگی

آنکہ رمزے را بداند او صحیح — حاجتش ناید کہ گویندش صریح
جو اشارے کو صحیح سمجھ لے — اُس سے صاف کہنے کی ضرورت نہیں ہے

۱۔ سِبال۔ سَبلت کی جمع ہے، مونچھ۔ عاد۔ قوم عاد، طاقت سے سب قومیں ڈرتی تھیں۔ ثمود۔ بہت طاقتور قوم تھی۔ توبہ۔ اب میں نصیحت کو ختم کرتا ہوں وہ تیرے لئے مُفید نہیں ہے۔ ریش۔ زخم، داڑھی۔

۲۔ تا بدانی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ اب میں تیرا علاج شروع کرتا ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ قدرت ہر فرعون کیلئے موسیٰ کو پیدا کر دیتی ہے۔ کے کژی۔ انسان کو نیکی اور بدی کا بدلہ ضرور ملتا ہے۔

۳۔ مُراقِب۔ اگر انسان اپنا محاسبہ کرتا رہے تو اس کو پتہ چل جائے کہ ہر کام کا بدلہ ملتا ہے۔ چوں مراقب۔ اگر انسان محاسبہ کرتا ہے تو پھر محاسبہ کے دن یعنی قیامت کی اُس کیلئے ضرورت نہیں ہے۔ آنکہ۔ جو شخص دنیا میں اشاراتِ خداوندی کو سمجھ لیگا اُس کے لئے قیامت کے صریح اقوال کی ضرورت نہ رہے گی۔

۱ این بلا از کودنی آید ترا — کہ نکردی فہم نکتہ و رمز را
یہ مصیبت بیوقوفی سے تجھ پر آتی ہے — کیونکہ تو اشارے اور نکتہ کو نہ سمجھا

از بدی چوں دل سیاہ و تیرہ شد — فہم کن اینجا نشاید خیرہ شد
جب گناہ کی وجہ سے دل سیاہ اور کالا ہو گیا — سمجھ لے، اس جگہ بے باکی مناسب نہیں ہے

ورنہ خود تیرے شود آں تیرگی — در رسد در تو جزای خیرگی
ورنہ وہ سیاہی خود تیر بن جائیگی — تجھے بے باکی کی سزا ملے گی

۲ ور نیاید تیرت از بخشائش ست — نے پئے نادیدنِ آلائش ست
اگر تجھے تیر نہ لگے، تو یہ بخشش ہے — نہ کہ گناہ کو نہ دیکھنے کی وجہ سے ہے

پس مراقب باش گر دل بایدت — کز پئے ہر فعل چیزے زایدت
اگر تجھے دل (کی سلامتی) چاہیئے تو نگراں بن — اس لئے کہ ہر کام کے بعد تجھ میں کچھ پیدا ہوتا ہے

ور ازیں افزوں ترا ہمت بود — از مراقب کار بالا تر رود
اگر تجھ میں اس سے زیادہ ہمت ہو — نگرانی کرنے والے سے کام بالاتر ہو جائیگا

بیانِ آنکہ تنِ خاکیِ آدمی زاد ہمچو آہن نیکو جوہر قابلِ آئینہ شدن ست تا در دنیا بہشت و دوزخ و قیامت وغیرہا معائنہ بنماید نہ بطریقِ خیال بل بعیاں

اس کا بیان کہ آدمی کا خاکی جسم اس لوہے کی طرح ہے جو عمدہ جوہر والا آئینہ بننے کے قابل ہے تاکہ دنیا میں بہشت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ کا معائنہ کرے محض خیالی طریقہ پر نہیں بلکہ مشاہدہ کے طریقہ پر

۳ پس چو آہن گرچہ تیرہ ہیکلی — صیقلی کن صیقلی کن صیقلی
پس اگرچہ تو لوہے کی طرح کالی شکل والا ہے — صیقل کر، صیقل کر، صیقل

تا دلت آئینہ گردد پر صور — اندرو ہر سو ملیحے سیم بر
تاکہ تیرا دل صورتوں بھرا آئینہ بن جائے — جس میں ہر جانب چاندی کے جسم کا حسین ہو

آہن ارچہ تیرہ و بے نور بود — صیقلی آں تیرگی از وے زدود
لوہا اگرچہ کالا اور بے نور تھا — صیقل کرنے نے اس کی کالک صاف کردی

صیقلی دید آہن و خوش کرد رو — تا کہ صورتہا تواں دید اندرو
لوہے نے صیقل حاصل کی اور چہرہ حسین کرلیا — یہاں تک کہ اس میں صورتیں دیکھی جا سکتی ہیں

---

۱ این بلا۔ چونکہ انسان اشارات کو نہیں سمجھتا لہٰذا مصائب میں مبتلا ہوتا ہے۔ از بدی۔ بدی پر سرکشی ہلاکت کا سبب ہے۔

۲ ور نہ۔ اگر انسان کی برائی پر اس کی گرفت نہیں ہوئی ہو تو یہ اللہ کا کرم ہے یہ نہیں ہے کہ خدا کو اس کی برائی کا علم نہیں ہے۔ کز پئے۔ انسان کے ہر فعل کا اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ ہمت۔ اگر انسان اس مرتبہ سے بڑھ کر کوشش کرے تو مراقبہ کے مرتبہ سے بڑھ سکتا ہے۔ بیان۔ یہ اونچا مرتبہ حاصل کرنے کی ترکیب بیان کی ہے۔ تا اگر انسان دل کو صیقل کرے تو اس پر آخرت منکشف ہو جاتی ہے۔

۳ پس۔ جس طرح کالا لوہا صیقل کے ذریعہ صورتوں کو قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے انسان کا دل مجاہدات کے ذریعہ غیبی صورتوں کو قبول کرنے لگتا ہے۔ ہیکل۔ جسم۔ سیم بر۔ سیمیں بدن۔ صیقلی۔ لوہے نے صیقل سے حسن اختیار کر لیا۔

گر تنِ خاکی غلیظ و تیرہ است
اگر خاکی جسم غلیظ اور کالا ہے
صیقلش کن زانکہ صیقل گیرہ است
اُس کو صیقل کر وہ صیقل کو قبول کر لینے والا ہے

تا درو اشکالِ غیبی رُو دہد
تاکہ اُس میں غیبی صورتیں نظر آئیں
عکسِ[1] حورے و ملک دروے جہد
حور اور فرشتے کا عکس اس میں جھلکے

صیقلِ عقلت بداں داد ست حق
تجھے اللہ (تعالیٰ) نے عقل کا صیقل اسی لئے دیا ہے
کہ بدو روشن شود دل را ورق
تاکہ اُس کے ذریعہ دل کا ورق روشن ہو

صیقلی را بستۂ اے بے نیاز
اے لاپروا! تو نے صیقل کو بند کر دیا ہے
واں ہوا را کردہ دو دست باز
اور خواہش کے دونوں ہاتھ کھول دیئے ہیں

گر ہوا را بند بنہادہ شود
اگر خواہش پر بند باندھ دیا جائے
صیقلے را دست بکشادہ شود
صیقل کے ہاتھ کھل جائیں گے

آہنے کائینۂ غیبی بُدے
جو لوہا غیب کا آئینہ بن جائے
جملہ صورتہا دروے مرسل شدے
تمام صورتیں اُس میں بھیجی جاتی ہیں

تیرہ کردی زنگ دادی در نہاد
تو نے کالا کر لیا طبیعت پر زنگ چڑھا دیا
ایں بُود یسعون فی الارضِ الفساد
وہ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں کے یہی معنی ہیں

[2] تاکنوں کردی چنیں اکنوں مکن
تو نے اب تک ایسا کیا، اب نہ کر
تیرہ کردی آب را افزوں مکن
تو نے پانی کو گدلا کر دیا، زیادہ نہ کر

بر مشوراں تا شود ایں آب صاف
اِس کو نہ ہلا تاکہ پانی صاف ہو جائے
واندرو بیں ماہ و اختر در طواف
اور اُس میں تو چاند اور ستارے گھومتے دیکھے

زانکہ مردم ہست ہمچوں آبِ جُو
کیونکہ انسان نہر کے پانی کی طرح ہے
چوں شود تیرہ نہ بینی قعرِ اُو
جب وہ گدلا ہو جاتا ہے تو تہ نہیں دیکھتا ہے

[3] قعرِ جُو پُر گوہر ست و پُر ز دُر
نہر کی تہ موتیوں اور گوہر بھری ہے
ہیں مکن تیرہ کہ ہست آں صاف و حُر
خبردار اُس کو گدلا نہ کر وہ صاف اور پاک ہے

جانِ مردم ہست مانندِ ہوا
انسانوں کی جان ہوا کی طرح ہے
چوں بگرد آمیخت شد پردہ سما
جب وہ گرد آلود ہو گئی، آسمان کا پردہ بن گئی

مانع آید اُو ز دیدِ آفتاب
وہ سورج کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے
چونکہ گردش رفت شد صافی و ناب
جب اُس کی گرد جاتی رہی وہ صاف اور خالص بن گئی

---

[1] عکس۔ یعنی عالمِ غیب کی صورتیں۔ ہوا۔ انسان ہمارے مجاہدوں کے خواہشاتِ نفسانی کے درپے ہے۔ گر ہوا۔ اگر انسان خواہشات کو ترک کر دے تو اُس کے دل کی صیقل ہو جائے۔ تیرہ کردی۔ قرآن پاک میں ہے یسعون فی الارضِ الفساد واللہ لا یحب المفسدین وہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اور خدا فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ مولانا نے اِس آیت میں فساد کے معنی قلب کی تیرگی کے کئے ہیں۔

[2] تاکنوں۔ حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو خطاب ہے کہ اب تک تو نے فساد پھیلایا اب بس کر۔ بر مشوراں۔ مزاج میں جو گندگی پیدا ہو گئی ہے اُسکو زائل کر اور اُس میں آخرت کا مشاہدہ کر۔ چوں شود۔ پانی جب گدلا ہو جاتا ہے تو پانی کی تہ نظر نہیں آتی ہے۔

[3] قعرِ جُو۔ انسان کی طبیعت میں زرد جواہر چھپے ہوئے ہیں انسان طبیعت کو مشتق کرے تو وہ نظر آئیں گے۔ مانندِ ہوا۔ ہوا میں جب گرد شامل ہو جاتی ہے وہ تاریک ہو جاتی ہے۔ مانع آید۔ جب ہوا کثیف ہو جاتی ہے تو وہ سورج کے لئے پردہ بن جاتی ہے۔

حاصل آنکہ کم مکن اے بے سرو — صیقلی واللہ اعلم بالصدور

اے ناخوش! خلاصہ یہ ہے کہ کم نہ کر — صیقل کو اور خدا سینوں کو زیادہ جانتا ہے

بازگفتن موسیٰؑ اسرارِ فرعون را و واقعات او بظہر الغیب تا بخبیریٔ حق ایماں آورد و قصۂ آں زنگی کہ بر آئینہ رید

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے راز اور واقعات کو غائبانہ بتا دینا تاکہ اللہ کے باخبر ہونے پر ایمان لے آئے اور اس حبشی کا قصہ جس نے آئینہ پر پاخانہ بھر دیا

باکمالِ تیرگی حق واقعات — می نمودت تا روی راہِ نجات

باوجود مکمل کالے پن کے اللہ (تعالیٰ) واقعات — تیرے لئے رونما کرتا ہے تاکہ تو نجات کا راستہ چلے

ز آہنِ تیرہ بقدرت می نمود — واقعاتے کہ در آخر خواست بود

قدرت کے ذریعہ کالے لوہے سے رونما کئے — وہ واقعات جو آخیر میں ہونے والے تھے

تا کُنی کم تر تو آں ظلم و بدی — آں ہمی دیدی و بدتر می شدی

تاکہ تو ظلم اور برائی کم کرے — تو نے وہ دیکھے اور بدتر ہو گیا

نقشہائے زشتِ خوابت می نمود — می رمیدی زاں و آں نقشِ تو بود

خواب تجھے بُری صورتیں دکھاتے تھے — تو اُن سے نفرت کرتا تھا اور وہ تیری حالت تھے

ہمچو آں زنگی کہ در آئینہ دید — روئے خود را زشت و بر آئینہ رید

اُس حبشی کی طرح جس نے آئینہ میں دیکھا — اپنا بدنما چہرہ اور آئینہ پر پاخانہ بھر دیا

کہ چہ زشتی لائقِ اینی و بس — زشتیم آنِ تو است اے کور خس

کہ تو کیسا بدنما ہے؟ تو بس اسی کے لائق ہے — اے اندھے کمینے! میری بدنمائی تیری ملک ہے

ایں جفا بر روئے زشتت می کُنی — نیست بر من زانکہ ہستم روشنی

یہ ظلم تو اپنے بدنما چہرے پر کر رہا ہے — مجھ پر نہیں ہے، کیونکہ میں تو روشن ہوں

گاہ می دیدی لباست سوختہ — گہ دہان و چشمِ تو بر دوختہ

کبھی تو نے اپنا لباس جلا ہوا دیکھا — کبھی اپنا مُنہ اور آنکھیں سِلی ہوئی

گاہ حیواں قاصدِ خونت شدہ — گہ سرِ خود را بدندانِ ددہ

کبھی جانور تیرے خون کے در پے ہوا — کبھی اپنے سَر کو درندہ کے دانتوں میں (دیکھا)

گہ نگوں اندر میانِ آب ریز — گہ غریقِ سیلِ خوں آمیز تیز

کبھی بیت الخلا میں اوندھا — کبھی خون ملے ہوئے تیز بہاؤ میں

---

۱ بازگفتن۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے ڈھکے چھپے واقعات …… بیان فرمائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے پر ایمان لے آئے۔ باکمال۔ فرمایا کہ اگرچہ تیرا دل تاریک ہے لیکن خدا نے عبرت کے لئے بہت سے واقعات تجھ پر رونما کئے جو ظہور پذیر ہونے والے تھے۔

۲ تا کُنی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ یہ واقعات تجھے اس لئے دکھائے جا رہے تھے کہ تو ظلم و ستم کرنا چھوڑ دے لیکن تو نے بجائے توبہ استغفار کے مزید ظلم کرنے شروع کر دیئے۔ نقشہای۔ یہ بُری صورتیں خود تیری تھیں لیکن تو اُن کو اپنی نہ سمجھتا تھا۔ ہمچو۔ تیری مثال اُس حبشی کی سی ہے جس نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی لیکن بجائے اس کے کہ اُس کو اپنی صورت سمجھتا، آئینہ کی خرابی سمجھا اور اُس پر پاخانہ بھر دیا۔ کہ چہ۔ اور آئینہ کو کہنے لگا کہ تو اس قدر بدصورت ہے کہ اسی حرکت کے قابل ہے جو میں نے تیرے ساتھ کی ہے۔

۳ ایں جفا۔ اُس حبشی کا یہ ظلم خود اپنی صورت پر تھا آئینہ تو روشن ہے اُس پر ظلم نہ تھا۔ گاہ۔ تجھے کبھی خواب میں اپنا لباس جلا ہوا نظر آتا تھا کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ کوئی درندہ تیرے خون کے درپے ہے۔ گہ نگوں۔ کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ پاخانہ میں اوندھا گرا ہے کبھی یہ دیکھتا تھا کہ خون ملے ہوئے پانی میں تو غرق ہے۔

گہ ز بامے اُوفتادہ گشتہ پست [1] — گاہ در اشکنجہ و بستہ دو دست
کبھی بالا خانہ سے گرا ہوا دبا ہوا — کبھی شکنجے میں دونوں ہاتھ بندھے ہوئے

گاہ دیدہ خویش در زنجیر و غُل — گاہ مغزت را زدندے چوں دُہل
کبھی اپنے آپ کو زنجیر اور طوق میں دیکھا — کبھی تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹتے تھے

گہ ندات آمد ازیں چرخِ نقی — کہ شقی و کہ شقی و کہ شقی
کبھی اس صاف آسمان سے آواز آئی — کہ تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے

گہ ندات آمد صریحًا از جبال [2] — کہ برو ہستی ز اصحابِ شمال
کبھی تجھے پہاڑوں سے صاف آواز آئی — کہ جا، تو بائیں جانب والوں میں سے ہے

گہ ندا می آمدت از ہر جماد — تا ابد فرعون در دوزخ فتاد
کبھی تجھے ہر بے جان کی جانب سے آواز آئی — کہ فرعون ہمیشہ کے لئے دوزخ میں گر گیا

گہ خطاب آمد ترا از ہر نبات — گشت مطرودِ ابد فرعون و مات
کبھی تجھے ہر پودے سے آواز آتی تھی — کہ فرعون ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا اور مر گیا

زیں بتر ہا کہ نمیگویم ز شرم — تا نگردد طبعِ معکوسِ تو گرم
اس سے بھی بدتر جو کہ میں شرم سے نہیں کہتا ہوں — تاکہ تیری اوندھی طبیعت غضبناک نہ ہو

اندکے گفتم بتو اے ناپذیر [3] — زاندکے دانی کہ ہستم من خبیر
اے نہ قبول کرنے والے! میں نے تھوڑی باتیں کہی ہیں — تھوڑی باتوں سے تو جان لے کہ میں باخبر ہوں

خویشتن را کور کردستی و مات — تا نیندیشی ز خواب و واقعات
تو نے اپنے آپ کو اندھا اور مردہ بنا لیا — تاکہ خواب اور واقعات کو نہ سوچے

چند بگریزی نک آمد پیش تو — کوریِ ادراکِ مکر اندیش تو
تو کتنا گریز کرے گا اب تیرے آگے آ گئی — تیرے مکر کے منصوبے باندھنے والے ذہن کی بے بصری

در بیانِ آنکہ درِ توبہ و استغفار باز ست از کرمِ حق

اِس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے توبہ اور معافی کا دروازہ کھلا ہوا ہے

ہیں مکن زیں پس فرا گیر احتراز — کہ ز بخشایش درِ توبہ است باز
خبردار! اِس کے بعد نہ کر، بچاؤ اختیار کر — کیونکہ بخشش سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

توبہ را از جانبِ مغرب درے — باز باشد تا قیامت بر ورے
مغرب کی جانب سے توبہ کا دروازہ — کھلا ہوا ہے، مخلوق پر قیامت تک

---

[1] گہ ز بامے۔ کبھی تو خواب میں دیکھتا تھا کہ بالاخانہ سے گرا ہے۔ کبھی یہ دیکھتا تھا کہ شکنجہ میں کسا ہوا ہے اور تیرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں کبھی دیکھتا تھا کہ تو زنجیر اور طوق میں بندھا ہوا ہے کبھی تو دیکھتا تھا کہ تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹ رہے ہیں۔ گہ۔ کبھی غیب سے آواز آتی تھی کہ تو بدبخت ہے۔

[2] گہ ندات۔ کبھی پہاڑوں سے آواز آتی تھی کہ تو جہنمی ہے۔ جماد۔ کبھی تو پتھروں سے اپنے دوزخی ہونے کی آواز سنتا تھا۔ ہر نبات۔ کبھی زمین کے پودے تیرے مردود ہونے کی خبر دیتے تھے۔ زیں بتر ہا۔ اس سے بھی زیادہ خراب باتیں تو نے سُنی ہیں جو میں شرم سے بیان نہیں کر رہا ہوں کہ کہیں تو اور غضبناک نہ ہو جائے۔

[3] اندکے۔ یہ میں نے تھوڑے سے تیرے واقعات تجھے بتلائے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ مجھے ساری باتیں معلوم ہیں۔ چند بگریزی۔ ان واقعات سے تو کہاں تک آنکھیں بند کرے گا۔ در بیان۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے تو اپنی بدکرداری کی توبہ کر سکتا ہے۔ توبہ۔ جب تک سورج مغرب کی جانب سے طلوع نہ کرے گا توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ ورے۔ مخلوق۔

تا ز مغرب بر زند سر آفتاب — باز باشد آں در از وے رُو متاب

جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے — وہ دروازہ کھلا ہوا ہے اس سے رُو گردانی نہ کر

ہست جنت را ز رحمت ہشت در[1] — یک درِ توبہ است زاں ہشت اے پسر

(خدا کی) رحمت سے جنت کے آٹھ دروازے ہیں — ان آٹھ میں سے اے بیٹا! ایک توبہ کا دروازہ ہے

آں ہمہ گہ باز باشد گہ فراز — واں درِ توبہ نباشد جز کہ باز

وہ سب کبھی کھلتے ہیں، کبھی بند ہوتے ہیں — اور توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے

ہیں غنیمت دار در باز ست زُود — رخت آنجا کش بکوریٔ حسود

خبردار! غنیمت سمجھ دروازہ کھلا ہوا ہے، جلد — سامان وہاں لے جا، حاسد کی آنکھ میں دھول جھونک کے

پیش ازاں کز قہر در بستہ شود — بعد ازاں زاریٔ تو کس نشنود

اس سے پہلے کہ قہر کی وجہ سے دروازہ بند ہو جائے — اس کے بعد تیری (آہ و) زاری کوئی نہ سنے گا

باز گرد[2] از کفر و ایں در باز یاب — تا نگردی از شقاوت رد باب

کفر سے پلٹ جا اور اس دروازہ کو حاصل کر لے — تاکہ تو بدبختی سے مردودِ بارگاہ نہ بنے

گفتنِ موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را کہ از من یک فن قبول کن و چہار فضیلت عوض بستاں و پرسیدنِ فرعون کہ آں چہار کدام است

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کہنا کہ میری ایک نصیحت مان لے اور بدلے میں چار فضیلتیں حاصل کر لے اور فرعون کا دریافت کرنا کہ وہ چار کیا ہیں؟

ہیں ز من بپذیر یک چیز و بیار — پس ز من بستاں عوض آں را چہار

آگاہ! میری ایک بات مان لے اور بجا لا — پھر مجھ سے اس کے بدلے میں چار لے لے

گفت[3] اے موسیٰ کدام ست آں یکے — شرح کن با من ازاں یک اندکے

اس نے کہا اے موسیٰ! وہ ایک کیا ہے؟ — اس ایک کی میرے لئے تھوڑی سی تشریح کر دے

گفت آں یک کہ بگوئی آشکار — کہ خدایے نیست جز از کردگار

فرمایا وہ ایک یہ ہے کہ تو علی الاعلان کہہ دے — کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے

خالقِ افلاک و انجم بر عُلا — مردم و دیو و پری و مرغ را

جو آسمانوں کو اور بلندی پر ستاروں کو پیدا کرنیوالا ہے — اور انسانوں اور دیو اور پری اور پرندوں کو

خالقِ دریا و کوہ و دشت و تیہ — ملکتِ او بے حد و او بے شبیہ

دریا اور پہاڑ اور جنگل اور میدان کا پیدا کرنیوالا ہے — اس کی سلطنت لامحدود ہے اور وہ بے مثال ہے

---

[1] ہست جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک توبہ کا دروازہ ہے اس دروازہ کے علاوہ دوسرے دروازے کسی وقت کھلے رہتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ ہیں ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، بہت جلد اس کی طرف رجوع کر لینا چاہئے اسکے بند ہو جانے کے بعد آہ و زاری کام نہ آئیگی۔

[2] باز گرد۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا اے فرعون اس دروازے کی طرف جلد رجوع کرے۔ گفتن۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ ایک بات مان لے اور اس کے عوض میں چار فضیلتیں حاصل کرلے۔

[3] گفت۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ اس ایک بات کی تشریح کر دیجئے۔ کہ بگوئی۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ ایک بات یہ ہے کہ تو توحید کا قائل ہو جا۔ خالق۔ یعنی کو آسمانوں، ستاروں، انسانوں اور تمام کائنات کا خالق مان لے۔ تیہ۔ میدان جنگل۔ ملکت۔ مملکت۔ بے تشبیہ۔ بے مثال۔

حافظِ ہر چیز و ہر کس ہر مکاں
وہ ہر چیز اور ہر شخص اور ہر جگہ کا نگہبان ہے

رازقِ ہر جانور اندر جہاں
دنیا میں ہر جاندار کو رزق دینے والا ہے

ہم نگہدارندۂ ارض و سما
زمین اور آسمان کا محافظ بھی ہے

ہم پدید آرندۂ گل از گیا[1]
گھاس سے پھول پیدا کرنے والا بھی ہے

مُطلعِ اُو بر ضمیرِ بندگاں
وہ بندوں کے دل کی بات سے باخبر ہے

حاکم و جبّار بر گردن کشاں
وہ متکبروں پر حاکم اور زبردست ہے

اُوست بر ہر بادشاہے بادشاہ
وہی ہر بادشاہ کا بادشاہ ہے

حکم اُو را یفعلُ اللّٰہُ مایشاء
اس کا حکم ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

گفت اے موسیٰ کدام ست آں چہار
اس نے کہا اے موسیٰ! وہ چار کیا ہیں؟

کہ عوض بدہی مرا بر گو بیار
کہ تو بدلے میں دے گا مجھے بتا، لا

تا بُوَد کز لطفِ آں وعدہ حسن
ہو سکتا ہے کہ اس اچھے وعدے کی خوبی سے

سُست گردد چار میخِ کفرِ من
میرے کفر کی سزا شست پڑ جائے

بُو کز آں خوش وعدہائے مغتنم
ہو سکتا ہے کہ اچھے مغتنم وعدوں کی وجہ سے

بر گشاید قفلِ کفرِ صد منم
میرے کفر کا سینکڑوں من کا قفل کھل جائے

بُو کہ از تاثیرِ جُوئے انگبیں[2]
ہو سکتا ہے کہ شہد کی نہر کی تاثیر سے

شہد گردد در تنم ایں زہرِ کیں
یہ کینہ کا زہر میرے جسم میں شہد بن جائے

یا ز عکسِ جُوئے آں پاکیزہ شیر
یا اس دودھ کی پاکیزہ نہر کے عکس سے

پرورش یابد دمے عقلِ اسیر
تھوڑی دیر کے لئے قیدی عقل پرورش پالے

یا بُوَد کز عکسِ آں جُوہائے خمر
یا شاید شراب کی اُن نہروں کے پرتو سے

مست گردم بُو برم از ذوقِ امر
میں مست ہو جاؤں، حکمِ خداوندی کا ذوق حاصل کر لوں

یا بُوَد کز لطفِ آں جُوہائے آب[3]
یا شاید اُن پانی کی نہروں کی لطافت سے

تازگی یابد تنِ شورہ خراب
برباد، بنجر جسم تازگی حاصل کرے

شورہ ام را سبزہ پیدا شود
میری شور زمین میں سبزہ پیدا ہو جائے

خار زارم جنّۃُ المأویٰ شود
میرا کانٹوں کا کھیت جنت الماویٰ بن جائے

بُو کہ از عکسِ بہشت و چار جُو
ہو سکتا ہے کہ بہشت اور چاروں نہروں کے پرتو سے

جاں شود از یاریِ حق یار جُو
جان، اللہ کی مدد کی خواستگار بن جائے

---

[1] گیا۔ گھاس۔ مُطلع۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے دل کے راز جانتا ہے۔ گردن کشاں۔ متکبر لوگ۔ گفت۔ فرعون نے کہا۔ برگو۔ بتا۔ بیار۔ لا۔ چار میخ۔ سزا کا ایک طریقہ تھا جس میں مجرم کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے باندھ دیے جاتے تھے۔ کفر صد من۔ بھاری کفر۔

[2] جوئے انگبیں۔ جنت کی شہد کی نہر۔ شیر۔ جنت کی دودھ کی نہر۔ یا بُوَد۔ جنت کی تیسری نہر جو شراب کی ہے۔ امر۔ یعنی امرِ خداوندی۔

[3] آب۔ جنت کی چوتھی نہر جو پانی کی ہے۔ شورہ۔ یعنی شوریلی زمین۔ جنّۃ المأویٰ۔ ایک جنت کا نام ہے۔ بُو کہ۔ انسان کے اخلاقِ حمیدہ جنت کا عکس اور اخلاقِ ذمیمہ دوزخ کا عکس ہیں۔ چار جو۔ جنت کی چار نہریں۔

آنچناں کز عکسِ دوزخ گشتہ اَم — آتش و دَر قہرِ حق آغشتہ اَم

جیسا کہ میں دوزخ کے عکس سے بنگیا ہوں — آگ، اور اللہ (تعالیٰ) کے قہر میں ڈوبا ہوا ہوں

کہ[1] زعکسِ نارِ دوزخ ہمچو مَار — گشتہ اَم بر اہلِ جنت زہر بار

کہ دوزخ کی آگ کے عکس سے سانپ کی طرح — جنتیوں پر زہر برسانے والا بن گیا ہوں

کہ زعکسِ جوششِ آبِ حَمیم — آبِ ظُلمم کرد خَلقاں را رَمیم

کہ گرم پانی کے جوش کے عکس سے — میرے ظلم کے پانی نے مخلوق کو بوسیدہ بنادیا ہے

من زعکسِ زمہریرم زمہریر — یا زعکسِ آں سَعیرم چوں سَعیر

میں زمہریر کے عکس سے، زمہریر ہوں — یا دوزخ کے عکس سے دوزخ جیسا ہوں

دوزخِ درویشِ مظلومم کنوں — وایِ آنکہ یابمش ناگہ زبوں

میں اب مظلوم فقیر کی دوزخ ہوں — اُس پر افسوس ہے جس کو میں کمزور پاؤں

موسیٰا[2] باشد کہ بکشایم دَرَ — وز فَضیلتہات گردم باخبرَ

اے موسیٰؑ! ہوسکتا ہے کہ تو مجھ پر دروازہ کھول دے — اور تیری فضیلتوں سے میں باخبر ہو جاؤں

موسیٰا باشد کہ یابم ماٴمنے — وارہم از کثرتِ ما و منے

اے موسیٰؑ! ہوسکتا ہے کہ میں امن کی جگہ پالوں — میں تکبر اور خودی کی کثرت سے چھوٹ جاؤں

ہیں بگو با من کُدامست آں چہار — کہ عوض خواہیم دادن بر شمار

ہاں بتا مجھے وہ چار کیا ہیں؟ — جو مجھے تو بدلے میں دے گا، شمار کر

شرح کردنِ موسیٰؑ آں چار فضیلت را جہت پامُزدیِ ایمانِ فرعون

حضرت موسیٰؑ کا اُن چار فضیلتوں کی تشریح کرنا جو فرعون کے ایمان کا بدلہ ہوں گی

گفت موسیٰؑ کاوّلین آں چہار — صحّتے[3] باشد تنت را پائیدار

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اُن چار میں پہلی یہ ہے — کہ تیرے جسم کو پائیدار صحت حاصل ہوگی

ایں عِلَلہایِ کہ دَر طب گفتہ اَند — دور باشد از تنت اے ارجمند

وہ بیماریاں جو طب میں مذکور ہیں — اے بااقبال! تیرے جسم سے دور ہوں گی

ثانیًا باشد تُرا عُمرِ دَراز — کہ اَجل دارد ز عُمرت احتراز

دوسرے تیری عمر دراز ہوگی — کیونکہ موت تیری عمر سے احتراز کرے گی

ویں نباشد بعد عُمرِ مُستوی — کہ بناکام از جہاں بیروں رَوی

ایک ہموار عمر کے بعد یہ نہ ہوگا — کہ تو دنیا سے ناکام جائے

---

[1] کہ زعکس۔ انسان کا ظلم درحقیقت دوزخ کی آگ کا عکس ہے۔ آبِ حمیم۔ گرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائے گا۔ رَمیم۔ پُرانا، بوسیدہ۔ من زعکس۔ زمہریر دوزخ کا ایک طبقہ ہے جو انتہائی سرد ہے۔ وای۔ میں ہر کمزور پر ظلم کرتا ہوں۔

[2] موسیٰا۔ فرعون نے کہا اے موسیٰؑ شاید میں تیری فضیلتوں پر ایمان لے آؤں۔ ماٴمن۔ امن کی جگہ۔ ما و منے۔ یعنی تکبر اور خودی۔ ہیں۔ وہ چار چیزیں بتادے جو توحید کا قائل ہونے پر مجھے حاصل ہوگی۔ شرح کردن۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن چار باتوں کی تفصیل کی جو ایمان کے عوض میں فرعون کو حاصل ہوگی۔

[3] صحتے۔ یعنی اگرچہ تو اس وقت بھی صحتمند ہے لیکن ایمان لانے پر آئندہ صحتمند رہنے کا وعدہ ہے۔ ثانیًا۔ دوسری بات جو تجھے حاصل ہوگی وہ عمر کی درازی ہے۔ ویں نباشد۔ بالآخر موت آئے گی لیکن ایسی حالت میں آئیگی کہ تو دنیا سے بامقصد جائیگا۔

بلکہ[1] خواہانِ اَجل چوں طفلِ شیر
بلکہ موت کا خواہاں ہو کر جس طرح دودھ پیتا بچہ
نے ز رنجے کہ ترا دارد اسیر
نہ کہ کسی بیماری کی وجہ سے جس نے تجھے قیدی بنا لیا ہو

مرگ جو باشی و لے نز عجز و رنج
تو موت کا جویاں ہوگا لیکن عجز اور تکلیف کی وجہ سے نہیں
بلکہ بینی در خرابِ خانہ گنج
بلکہ تو گھر کی ویرانی میں خزانہ دیکھے گا

پس بدستِ خویش گیری تیشۂ
تو اپنے ہاتھ میں کدال لے گا
می زنی بر خانہ بے اندیشۂ
بے تامل گھر پر مارے گا

کہ حجابِ گنج بینی خانہ را
کیونکہ تو گھر کو خزانہ کا پردہ سمجھے گا
مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ را
اس ایک دانہ کو سو کھلیانوں کا مانع دیکھے گا

پس در آتش افگنی ایں دانہ را
تو اس دانہ کو آگ میں پھینک دے گا
پیش گیری تیشۂ مردانہ را
مردانہ کدال کو سامنے رکھے گا

برکنی ایں خانۂ تن بے دریغ
بے تامل اس جسم کے گھر کو اکھاڑ دے گا
تا بروں آید مہت از زیرِ میغ
تاکہ تیرا چاند ابر کے نیچے سے نکل آئے

اے[2] بیک برگے ز باغے ماندہ
اے وہ جو ایک پتے کی وجہ سے ایک باغ سے محروم رہ گیا ہے
ہمچو کرمے برگش از رز راندہ
اس کیڑے کی طرح جس کو ایک پتے نے انگور سے ہٹا دیا ہے

چوں کرم ایں کرم را بیدار کرد
جب اللہ کے کرم نے اس کیڑے کو بیدار کر دیا
اژدہای جہل را ایں کرم خورد
اس کیڑے نے جہل کے اژدہے کو نگل لیا

کرم کرمے شد پر از میوہ درخت
کیڑا انگور کی بیل، میوہ بھرا درخت بن گیا
ایں چنیں تبدیل کرد او نیکبخت
اس نیک بخت نے اس طرح تبدیلی کر لی

تفسیر[3] کُنتُ کَنزاً مَخفِیّاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ لِاُعرَفَ

میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ میں پہچانا جاؤں کی تفسیر

خانہ بر کن کز عقیقِ ایں یمن
گھر کھود ڈال یمن کے اس عقیق سے
صد ہزاراں خانہ شاید ساختن
لاکھوں گھر بنائے جا سکتے ہیں

گنج زیرِ خانہ است و چارہ نیست
خزانہ گھر کے نیچے ہے اور کوئی تدبیر نہیں ہے
از خرابی ہیں مَیندیش و مَایست
ویرانی کی فکر نہ کر اور نہ ٹھہر

کہ ہزاراں خانہ از یک نقدِ گنج
ایک نقد خزانے سے ہزاروں گھر
می تواں کردن عمارت بے ز رنج
تکلیف کے بغیر تعمیر کیے جا سکتے ہیں

---

[1] بلکہ۔ تجھے پھر مرنے کی ایسی تمنا ہوگی جیسی کہ بچہ کو دودھ کی ہوتی ہے۔ مرگ۔ دنیا سے تنگ آ کر مرنے کی تمنا نہ ہوگی بلکہ اس لئے ہوگی کہ تو یہ سمجھے گا کہ جب تک جسم ویران نہ ہوگا اس کے اندر مدفون خزانہ ہاتھ نہ آئے گا۔ خانہ۔ یعنی جسم۔ کہ حجاب۔ جسمانی زندگی کو خزانہ معرفت کیلئے تو پردہ سمجھے گا۔ تا بروں۔ تو سمجھے گا کہ معرفت کا چاند اس جسم کے ابر میں پوشیدہ ہے۔

[2] اے بیک۔ جو لوگ جسم پرستی میں لگے ہیں ان کی مثال اس کیڑے کی سی ہے جو ایک پتے کو چاٹتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ انگور کی لذتوں سے محروم ہے۔ چوں کرم۔ جب خدا کے کرم سے یہ کیڑا بیدار ہو جائیگا تو جہل و نادانی کے اژدہے کو نگل جائیگا۔

[3] تفسیر۔ مخلوق سے خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدائی صفات حاصل کر لیتا ہے تو اس کے ذریعہ خدا کی صفات کی معرفت ہوتی ہے۔ عقیقِ ایں یمن۔ یمن سے مراد قلب اور روح ہے اور عقیق سے مراد حکمت ہے۔ نیست یعنی مجاہدات کے ذریعہ جسم کو فنا کرنے سے نہ رُکو۔ کہ ہزاراں۔ خزانہ ہاتھ آ جائے تو جس ویران شدہ گھر جیسے سیکڑوں گھر اس کے ذریعہ تعمیر کرائے جا سکتے ہیں۔

عاقبت[1] ایں خانہ خود ویراں شود
انجام کار یہ گھر خود ویران ہو گا

گنج از زیرش یقیں عُریاں شود
خزانہ یقیناً اُس کے نیچے سے ظاہر ہوگا

لیک آں تو نباشد زانکہ رُوح
لیکن وہ تیری ملکیت نہ ہوگا کیونکہ روح (کیلئے)

مُزدِ ویراں کردنستش آں فتوح
وہ نذرانہ اس (جسم) کو ویران کرنے کی مزدوری ہے

چوں نکرد آنکار مُزدش ہست لا
جب وہ کام نہ کیا، اُس کی مزدوری معدوم ہے

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی[1]
انسان کے لئے وہی ہے جو اُس نے کوشش کی

دست خائی بعد ازاں تو کاے دریغ
اس کے بعد تو ہاتھ کاٹے گا کہ ہائے افسوس

ایں چُنیں ماہے بُد اندر زیرِ میغ
اَبر کے نیچے ایسا عمدہ چاند تھا

من[2] نکردم انچہ گفتند از بہی
جو بھلائی کی بات انھوں نے کہی میں نے نہ کی

گنج رفت وخانہ و دستم تہی
خزانہ گیا اور گھر بھی، اور میرا ہاتھ خالی ہے

مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ بُود
سینکڑوں کھلیانوں کیلئے ایک دانہ مانع تھا

حائلِ گنج و حجاب ایں خانہ بُود
خزانہ میں حائل اور پردہ یہ گھر تھا

خانہ را اُجرت گرفتی و کرے
تونے گھر اُجرت اور کرایہ پر لیا ہے

نیست ملکِ تو بہ بیعے یا شرے
خرید و فروخت کے ذریعہ تیری ملکیت نہیں ہے

ایں کرے را مُدّتے اُو تا اجل
اس کرایہ کی مدت موت تک ہے

تا دریں مُدّت کنی در وے عمل
تاکہ تو اس مدت میں اُس میں کام کرے

پارہ[3] دوزی میکنی اندر دُکاں
تو دُکان میں پیوند سی رہا ہے

زیرِ ایں دُکانِ تو مدفوں دو کاں
اس دوکان کے نیچے دو کانیں مدفون ہیں

ہست ایں دُکاں کرائی زود باش
یہ دکان کرایہ کی ہے جلدی کر

تیشہ بستان و تگش را می تراش
کُدال لے اور اُس کی تہ کو کھود

تا کہ تیشہ ناگہاں بر کاں نہی
تاکہ تو کُدال اچانک کان پر رکھ دے

از دُکان و پارہ دوزی وارہی
دُکان اور پیوند سینے سے نجات پاجائے

پارہ دوزی چیست خورد آب و نا
پیوند سینا کیا ہے، روٹی پانی کی خوراک

میزنی ایں پارہ بر دلقِ گراں
بھاری گدڑی پر تو یہ پیوند لگا رہا ہے

ہر زماں می دَرّد ایں دلقِ تنت
یہ تیرے جسم کی گدڑی ہر وقت پھٹتی رہتی ہے

پارہ بر وے می زنی زیں خورد نت
تو اس خوراک سے اس پر پیوند لگاتا ہے

---

[1] عاقبت۔ بالآخر جسم کو فنا ہونا ہے لیکن عزم و زری محنت سے ملتی ہے۔ اگر اُس کے فنا کرنے میں تیری محنت شامل نہیں ہے تو غیبی خزانے تیری مزدوری میں تجھے نہ ملیں گے۔ چوں نکرد۔ جب محنت نہ کی تو مزدوری معدوم ہے اِس لئے کہ انسان کو اُس کی محنت اور سعی کا ہی ثمرہ ملتا ہے۔ دست خائی جب خزانہ نمودار ہوگا اور وہ تیرا نہ ہوگا تو افسوس کریگا۔

[2] من نکردم۔ اس وقت نصیحت پر عمل نہ کرنے پر افسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ جسم کا ایک دانہ اِن کھلیان کے حاصل کرنے سے مانع بنا۔ خانہ۔ یہ جسم کا گھر تیری ملکیت نہیں ہے یہ ایک کرایہ کا اور عارضی گھر ہے۔ ایں کرے۔ یہ کرایہ داری موت کے وقت تک کی ہے اور اسی لئے ہے کہ اُس میں عمل کرے۔

[3] پارہ دوزی۔ کھانے پینے کے ذریعہ تو جسم کو درست کرتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اُس میں دو کانیں مدفون ہیں۔ تگش یعنی اُس کی گہرائی۔ دلقِ گراں یعنی جسم انسانی۔ ہر زماں۔ انسان کی بھوک پیاس جسم کی شکست و ریخت ہے اور کھانا پینا اُسکی رفوگری ہے۔

اے ز نسلِ بادشاہِ[۱] کامیار ... باخود آ زیں پارہ دوزی ننگ دار
اے بامقصد بادشاہ کی نسل سے ... ہوش میں آ، اِس چیتھڑے سینے سے شرم کر

پارہ بر کن ازیں قعرِ دوکاں ... تا بر آرد سر بہ پیشِ تو دوکاں
اِس دکان کی تہ سے ٹکڑا ہٹا ... تاکہ تیرے سامنے دو کانیں رونما ہوں

پیش ازاں کایں مہلت خانہ کرے ... آخر آید تو نخوردہ زو برے
اس سے قبل کہ گھر کی کرایہ داری کا وقت ... ختم ہو، (اور) تو نے اُس سے کوئی پھل نہ کھایا ہو

پس[۲] ترا بیروں کند صاحب دکاں ... ایں دکاں را بر کند از روی کاں
پس تجھے دکان کا مالک نکال دے ... اِس دکان کو، کان کے منہ سے اُکھاڑ دے

تو ز حسرت گاہ بر سر می زنی ... گاہ ریشِ خامِ خود بر می کنی
تو کبھی حسرت سے سر پیٹے گا ... کبھی اپنی بیوقوفی کی داڑھی نوچے گا

کاے دریغا آنِ من بود ایں دکاں ... کور بودم بر نخوردم زیں مکاں
کہ ہائے افسوس! یہ دکان میرے قبضہ میں تھی ... میں اندھا تھا میں نے اِس جگہ سے نفع حاصل نہ کیا

اے دریغا گنج را بگذاشتم ... آبِ حیواں را بخاک انباشتم
ہائے افسوس! میں نے خزانہ ضائع کر دیا ... آبِ حیات کو مٹی سے ڈھک دیا

اے دریغا بودِ ما را برد باد ... تا ابد یا حسرتا شد للعباد
ہائے افسوس! ہمارا وجود برباد ہوگیا ... قیامت تک بندوں کے لئے حسرت ہے رہ گیا

غرہ[۳] شدنِ آدمی بہ ذکاوت و تصوراتِ طبعِ خویش و طلب ناکردنِ علمِ غیب کہ علمِ انبیاست علیہم السلام

انسان کا اپنی ذہانت اور اپنے طبعی تصورات سے دھوکے میں پڑنا اور علمِ غیب طلب نہ کرنا جو انبیاء علیہم السلام کا علم ہے

دیدم اندر خانہ من نقش و نگار ... بودم اندر عشقِ خانہ بے قرار
میں نے گھر میں نقش و نگار دیکھے ... میں گھر کے عشق میں بے قرار تھا

ماندہ ام در خانہ حیران و نزار ... لابد از معنی شدم من عور و زار
میں گھر (کے معاملہ) میں حیران اور کمزور بن گیا ... لامحالہ میں حقیقت سے خالی اور بدحال ہو گیا

عشقِ خانہ در دلِ من کار کرد ... لاجرم از گنج ماندم دور و فرد
گھر کی محبت میرے دل میں کام کر گئی ... میں لامحالہ خزانہ سے دور اور تنہا رہ گیا

---

۱ بادشاہ۔ یعنی حضرت آدمؑ جو پہلے خلیفۃ اللہ ہیں۔ پارہ کن۔ اِس عارضی دکان یعنی جسم کو توڑ ڈال اِس میں سے زر و جواہر کی دو کانیں برآمد ہوں گی۔ پیش ازاں یہ عارضی جسم ہے اِس سے فائدہ اٹھالے اور اِسکی صورت یہی ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اِسکو فنا کردے۔

۲ پس۔ ایک وقت آجائیگا کہ یہ عارضی جسم تجھسے لے لیا جائیگا اور تو اُس کان سے محروم ہو جائے گا جو اِس میں مدفون ہے اور تو افسوس کرے گا اور کہے گا کہ میں خزانہ سے محروم ہوگیا اور میں نے آبِ حیات کو مٹی سے چھپا دیا۔ تا ابد۔ پھر تو اِس آیت کا مصداق بن جائیگا۔

۳ غرہ شدن۔ انسان اپنی ذہانت اور عقلمندی کے بھروسہ پر علمِ نبوت سے محروم رہ جاتا ہے۔ دیدم۔ بالآخر شخص کو افسوس کرنا پڑتا ہے کہ مکان کے نقش و نگار میں معروف ہو کر اُس کے خزانہ سے محروم ہوگیا۔ عشق۔ پھر افسوس کے ساتھ اُس کو کہنا پڑے گا میں گھر کے نقش و نگار میں کھو گیا اور خزانہ سے محروم ہو گیا۔

بودم از گنجِ نہانی بے خبر — ورنہ دستنبوئے[1] من بودے تبر
میں پوشیدہ خزانے سے بے خبر تھا — ورنہ تبر میرے ہاتھ کا گلدستہ ہوتا

آہ اگر دادِ تبر را دادمے — ایں زماں غم را تبرّا دادمے
افسوس، اگر میں تبر کی قدر کر لیتا — اس وقت میں غم پر تبرّا پڑھ دیتا

چشم را بر نقش می انداختم — ہمچو طفلاں عشقہا می باختم
میں نے نقش (ونگار) پر آنکھ جمادی — بچوں کی طرح محبت کرنے لگا

بس نکو گفت[2] آں حکیمِ کامیار — کہ تو طفلی خانہ پُر نقش ونگار
اُس ماہر اور دانا نے بہت اچھا کہا ہے — کہ تو بچہ ہے (اور) گھر نقش ونگار سے بھرا ہوا ہے

در الٰہی نامہ بس اندر ز کرد — کہ برآر از دودمانِ خویش گرد
الٰہی نامہ میں اُس نے نصیحت کی ہے — کہ اپنے خاندان کو برباد کر

تمامیِ شرح کردن موسیٰ علیہ السلام با فرعون فضیلتِ چہارگانہ

حضرت موسیٰ کا فرعون سے چاروں فضیلتوں کی تشریح کو مکمل کرنا

بس کُن اے موسیٰؑ بگو وعدۂ سوم — کہ دلِ من ز اضطرابش گشت گُم
اے موسیٰؑ بس کر، تیسرا وعدہ بتا — کیونکہ میرا دل اُس کی پریشانی سے گم ہو گیا ہے

گفت موسیٰؑ آں سوم مُلکِ دوِ تو — دو جہانے خالص از خصم و عدُو
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہ تیسری دوہری حکومت ہے — دو جہان کی، جو دشمن اور مخالف سے خالی ہے

بیشتر زاں مُلک کاکنوں داشتی — کاں بُد اندر جنگ وایں در آشتی
اُس سلطنت سے بڑھ کر جو تو اس وقت رکھتا ہے — کیونکہ وہ جنگ میں ہے اور یہ صلح میں ہے

آنکہ در جنگت[3] چناں مُلکے دہد — بنگر اندر صُلح خوانت چوں نہد
وہ خدا جو جنگ میں تجھے ایسا ملک عطا کر دیتا ہے — غور کرے صلح میں تیرے سامنے کیسا دسترخوان بچھائیگا؟

آں کرم کاندر جفا آنہا ت داد — در وفا بنگر چہ باشد افتقاد
جس کرم نے ظلم میں تجھے وہ کچھ دیا — غور کر وفاداری میں اُس کی دلجوئی کیسی ہوگی؟

گفت اے موسیٰؑ چہارم چیست زود — باز گو صبرم شد و حرصم فزود
اُس نے کہا اے موسیٰؑ! چوتھی کیا ہے، جلد — کہہ دے میرا صبر جاتا رہا اور حرص بڑھ گئی ہے

گفت چارم آنکہ مانی تو جواں — موئے ہمچوں قیر و رُخ چوں ارغواں
فرمایا چوتھی یہ ہے کہ تو جوان رہے گا — بال تارکول کی طرح اور چہرہ گلِ بابونہ کی طرح (رہیگا)

---

[1] دستنبو۔ ایک معنوی خوشبوؤں کا گولا ہوتا تھا جس کو ہاتھ میں رکھا جاتا تھا۔ تبر۔ تبر یعنی میں تبر کے ذریعہ اِس خزانہ کو کھود لیتا۔ تبرّا۔ کسی چیز سے برأت کا اظہار کرنا۔ چشم الخ۔ میں نے مکان کے ظاہری نقش ونگار پر نظر رکھی۔

[2] بس نکو۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حدیقہ میں فرمایا ہے۔ الٰہی نامہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الٰہی نامہ میں فرمایا ہے۔
ہمہ اندر زِ من بتو اینست
کہ تو طفلی و خانہ رنگینست
دودماں۔ خاندان یعنی اعضاءِ جسمانی۔ بس کُن۔ یہاں تک مولانا کی تقریر حضرت موسیٰؑ کی زبانی تھی اب فرعون نے کہا کہ تقریر ختم کرو اور تیسری بات بتاؤ۔ گفت موسیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایمان لائے گا تو تجھے دونوں جہانوں کی دوہری بادشاہت حاصل ہو جائیگی جس میں تجھے کسی دشمن کا بھی ڈر نہ ہوگا۔

[3] در جنگت۔ کفر کی حالت میں تجھے اتنا بڑا ملک دے رکھا ہے تو اگر تو صلح کرے گا اور ایمان لے آئے گا تو دیکھنا کتنی بڑی سلطنت حاصل ہوتی ہے۔ جفا یعنی کفر۔ وفا یعنی ایمان۔ افتقاد۔ دلجوئی۔ گفت حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ایمان لانے پر چوتھی چیز جو تجھے ملیگی وہ یہ ہے کہ بقیہ عمر میں بھی تو جوان رہیگا۔ قیر۔ ایک کالا روغن ہے۔ ارغواں۔ گلِ بابونہ۔

رنگ و بو در پیشِ ما بس کاسد است — لیک تو پستی سخن کردیم پست

رنگ و بو ہمارے سامنے بہت بے قیمت ہیں — لیکن تو گھٹیا ہے اس لئے ہم نے گھٹیا بات کہی

افتخار از رنگ و بو و از مکاں — ہست شادی و فریب کودکاں

رنگ و بو اور مکان پر فخر کرنا — بچوں کی خوشی اور دھوکا ہے

بیانِ ایں خبر کہ کلموا الناس علیٰ قدرِ عقولِہم

اس حدیث کی تفصیل کہ لوگوں سے اُن کی عقلوں کے انداز سے بات کیا کرو ذکر

لا علیٰ قدرِ عقولکم حتیٰ لا یُکذّب اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

اپنی عقلوں کے انداز سے تاکہ اللہ اور اس کا رسول جھٹلا نہ دیا جائے

چونکہ با کودک سر و کارم فتاد — ہم زبانِ کودکاں باید گشاد

چونکہ میرا واسطہ بچے سے پڑ گیا — مجھے بھی بچوں کی زبان کھولنی چاہیے

کہ برو کُتّاب تا مرغت خرم — یا مویز و جوز و فستق آورم

کہ مدرسہ جا، تیرے لئے پرند خرید دوں گا — یا منقیٰ یا اخروٹ یا پستہ لادوں گا

جز شبابِ تن نمیدانی بگیر — ایں جوانی را بگیر اے خر شعیر

جسم کی جوانی کے علاوہ تو کچھ نہیں سمجھتا ہے لے — اس جوانی کو اے گدھے! جو لے

ہیچ آژنگے نیفتد بر رُخت — تازہ ماند ایں شبابِ فرخت

تیرے چہرے پر کوئی جھری نہ پڑے گی — یہ تیری مبارک جوانی تازہ رہے گی

نے نژندِ پیریت آید برو — نے قدِ چوں سروِ تو گردد دوتو

نہ اس پر تیرے بڑھاپے کی ذلت آئے گی — نہ تیرا سرو جیسا قد ٹیڑھا ہوگا

نے شود زورِ جوانی از تو کم — نے بدنداں ہات خللہا یا اَلم

تجھ میں سے جوانی کا زور نہ گھٹے گا — نہ دانتوں میں کوئی خرابی اور تکلیف (آئے گی)

نہ کمی در شہوت و طمث و بعال — کہ زناں را آید از ضعفت ملال

نہ شہوت اور جماع اور طاقت میں کمی آئے گی — کہ عورتوں کو تیری کمزوری سے تکلیف ہو

نے شود مویت سفید و پشت خم — لیک خوشتر لحظہ لحظہ دم بدم

نہ تیرے بال سفید ہوں گے اور نہ کمر جھکے گی — بلکہ لحظہ بہ لحظہ اور دم بدم بہتر ہوگا

آنچناں بکشایدت فرِ شباب — کہ گشود آں مژدہ بر عکاشہ باب

تجھ پر جوانی کی شان و شوکت اس طرح کشادہ ہوگی — جس طرح (حضرت) عکاشہؓ پر اس خوشخبری نے دروازہ کھولا تھا

ف

۱؎ کاسد۔ کھوٹا۔ کودکاں۔ یہ چیزیں بچوں کی خوشی کی ہیں۔ کلّموا۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے دین کی ایسی باتیں کہو جو اُن کی سمجھ کے مطابق ہوں ورنہ وہ اُن کی تکذیب کردینگے۔

۲؎ کہ برو۔ بچوں سے ایسی بہکانے کی باتیں کی جاتی ہیں فستق۔ پستہ۔ خر شعیر۔ ریچھ۔ آژنگ۔ جھری۔ نژند۔ ذلت و خواری۔ اَلم۔ تکلیف۔

۳؎ طمث۔ حیض۔ جماع۔ بعال۔ بیوی سے کھیل کود کرنا۔ خوشتر یعنی دم بدم جوانی میں اضافہ ہوگا۔ عکاشہ۔ حضرت عکاشہؓ مشہور صحابی ہیں ایک روز حضورؐ نے فرمایا میری اُمت میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہونگے حضرت عکاشہؓ نے عرض کیا حضورؐ دعا فرمادیجئے کہ میں بھی اُن لوگوں میں سے ہوں تو حضورؐ نے اُن کو بشارت دی اور فرمایا کہ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو۔

معنیِ حدیث مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ الصَّفَرِ بَشَّرْتُہٗ بِدُخُوْلِ الْجَنَّۃِ وَسَبقِ عکاشہؓ

اس حدیث کا مطلب کہ جو مجھے صفر کے نکل جانے کی خوشخبری دیگا میں اس کو جنت کی خوشخبری دیدونگا اور حضرت عکاشہؓ کی پہل

احمدِؐ آخر زماں را انتقال — در ربیع الاوّل آمد بے جدال
(نبی) آخرالزماں احمدؐ کا انتقال — بلا اختلاف، ربیع الاوّل میں ہوا ہے

چوں خبر یابید دلش زیں وقتِ نقل — عاشقِ آں وقت گردد او بعقل
جب آپ کا دل انتقال کے وقت سے باخبر ہو گیا — آپ (دل و جان) سے اس وقت کے مشتاق ہو گئے

چوں صفر آمد شود شاد از صفر — کز پسِ ایں ماہ می سازم سفر
جب (ماہ) صفر آیا، آپ صفر سے خوش ہوئے — کہ اس مہینہ کے بعد میں سفر کروں گا

ہر شبے تا روز از شوقِ هُدے — اُو رفیقِ راہِ اعلیٰ می زدے
رہنمائی کے شوق سے ہر شب کو دن نکلنے تک — آپ راہِ اعلیٰ کے رفیق کا نعرہ لگاتے تھے

گفت ہر کس کہ مرا مژدہ دہد — چوں صفر پای از جہاں بیروں نہد
فرمایا جو شخص مجھے خوشخبری دے گا — جب صفر (کا مہینہ) دنیا سے باہر پاؤں نکالیگا

کہ صفر بگذشت و شد ماہِ ربیع — مژدہ ور باشم مر او را و شفیع
کہ صفر گذر گیا اور ربیع کا مہینہ ہو گیا — میں اسکو خوشخبری دینے والا اور سفارش کرنیوالا ہونگا

چوں صفر بر بست رخت و ماہِ نَو — گشت پیدا بر فلک با تاب و ضَو
جب صفر نے سامان باندھ لیا اور نیا چاند — رونق اور نور کے ساتھ آسمان پر نمودار ہو گیا

گفت عکاشہ صفر بگذشت و رفت — گفت جنّت مر ترا اے شیر زفت
(حضرت) عکاشہ نے عرض کیا صفر گذر گیا اور چلا گیا — (آنحضورؐ نے) فرمایا اے بہادر شیر! تیرے لئے جنت ہے

دیگرے آمد کہ بگذشت آں صفر — گفت عکاشہ ببرد از مژدہ بر
دوسرے آئے کہ صفر گذر گیا — فرمایا عکاشہ خوشخبری کا پھل لے گئے

پس رجال از نقلِ عالم شادماں — وز بقایش شادماں ایں کودکاں
بہت سے انسان دنیا سے انتقال کرنے پر خوش ہیں — اور اس میں باقی رہنے سے یہ بچے خوش ہیں

چونکہ آبِ خوش ندید آں مرغِ کور — پیشِ او کوثر نماید آبِ شور
چونکہ اس اندھے پرندے نے عمدہ پانی نہیں دیکھا ہے — اُس کو کوثر کھاری پانی نظر آتا ہے

ہمچنیں موسیٰؑ کرامت می شمرد — ہم بدینساں بے قدم رہ می سپرد
حضرت موسیٰؑ اس طرح سے انعام شمار کر رہے تھے — اسی طرح بغیر قدم کے راستہ طے کر رہے تھے

---

۱ آخر۔ اہلِ سنت کے نزدیک بالاتفاق حضورؐ کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی ہے۔ وقتِ نقل۔ انتقال کا وقت۔ رفیق۔ وفات کے قریب حضورؐ یہ جملہ فرما رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی یعنی اب میں رفیقِ اعلیٰ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

۲ گفت۔ حضورؐ نے فرمایا جو صفر کے ختم ہونے اور ربیع الاول کی آمد کی خوشخبری دے گا میں قیامت میں اس کا سفارشی بنوں گا۔ ماہِ نو۔ یعنی ربیع الاول کا چاند نظر آیا۔

۳ دیگرے۔ کسی دوسرے صحابی نے بھی صفر کے ختم ہونے کی خوش خبری دی۔ آپ نے فرمایا کہ عکاشہ بازی لے گئے۔ پس رجال۔ جن لوگوں کو آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہو جاتا ہے وہ دنیا سے منتقل ہونے پر خوشی محسوس کرتے ہیں اور جو لوگ دنیا میں رہنے پر خوش ہوتے ہیں وہ طفل طبیع ہیں۔ ہمچنیں۔ ایمان لانے پر جو اس کو انعام ملیں گے حضرت موسیٰؑ وہ شمار کراتے رہے۔

کہ نہ گردد صافِ اقبالِ تو دُرد | ہم نگردد اطلسِ بختِ تو بُرد

کہ تیرا صاف اقبال، تلچھٹ نہ بنے گا | تیرے نصیب کا اطلس، بُرد نہ بنے گا

ہر چہ خواہی یابی از بختِ جواں | شادماں مانی نگردی ناتواں

تو بھی نصیبہ سے تو جو چاہے گا، پائے گا | تو خوش رہے گا، کمزور نہ بنے گا

گفت احسنت نکو گفتی لیک | تا کنم من مشورت با یارِ نیک

فرعون نے کہا بہت اچھا تو نے عمدہ بات کہی لیکن | میں اچھے دوست سے مشورہ کرلوں

مشورت کردنِ فرعون با آسیہ خاتون در ایمان آوردن بموسیٰ علیہ السلام و فرمودنِ آسیہ اُو را بایمان آوردن

حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے میں حضرت آسیہ خاتون سے، فرعون کا مشورہ کرنا اور حضرت آسیہ کا اُس کو ایمان لانے کو کہنا

باز گفت اُو ایں سخن با آسیہ | گفت جاں افشاں بریں اے دل سیہ

پھر اُس نے یہ باتیں (حضرت) آسیہ سے کہیں | انھوں نے فرمایا اے سیاہ دل! ان پر جان چھڑک دے

بس عنایتہاست متنِ ایں مقال | زود دریاب اے شہِ نیکو خصال

اس گفتگو کا متن بہت سی عنایتیں ہیں | اے نیک خصلت شاہ! جلد حاصل کرلے

وقتِ کشت آمد زہے پُر سودِ کشت | ایں بگفت و گریہ کرد و گرم گشت

کھیتی کا وقت آگیا واہ واہ کس قدر نفع بھری کھیتی | یہ کہا اور رونے لگیں اور گرم ہوگئیں

بر جہید از جا و گفتا بخ لک | آفتابے تاج گشتت اے کلک

جگہ سے کود پڑیں اور کہا تجھے مبارک | اے گنجے! سورج تیرا تاج بن گیا ہے

عیبِ کل را خود بپوشاند کلاہ | خاصہ چوں باشد کلہ خورشید و ماہ

عیب، خود گنجے کو ٹوپی پہناتا ہے | خصوصاً جبکہ سورج اور چاند ٹوپی ہو

ہمدراں مجلس کہ بشنیدی تو ایں | چوں نگفتی آرے و صد آفریں

اسی مجلس میں جس میں تو نے یہ سُنا تھا | تو نے ہاں اور صد آفریں کیوں نہ کہا؟

ایں سخن در گوشِ خورشید ار شدے | سرنگوں بر بوئے آں زیر آمدے

یہ بات اگر سورج کے کان میں پڑتی | اُس کی تمنا میں اوندھا نیچے آجاتا

ہیچ میدانی چہ وعدہ ست اُو چہ داد | می کند ابلیس را حق افتقاد

تو کچھ جانتا ہے کہ کیسا وعدہ اور کسقدر سخاوت ہے | اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کررہا ہے

---

۱ کہ نہ گردد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا تو ایمان لے آئیگا تو تیرا اقبال بنا رہیگا۔ بُرد۔ دھاری دار معمولی کپڑے کی چادر ہوتی تھی۔ گفت۔ فرعون نے نصیحتیں سُن کر کہا میں جب تک اپنی بیوی سے مشورہ نہ کرلوں اُس وقت تک کوئی جواب نہیں دے سکتا

۲ گفت۔ حضرت آسیہ جو فرعون کی بیوی تھیں انھوں نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کی نصیحتوں پر عمل کرے۔ متن۔ وہ عبارت جس کی تشریح کی جائے۔ گرم گشت۔ یعنی عشق خداوندی میں گرم ہوگئیں۔ بخ لک۔ خوشی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ کلک۔ کل، گنجا اس میں کاف تصغیر کا ہے۔

۳ عیب۔ کل گنجے کا گنج اگر اس کو ٹوپی اوڑھا کر اس کا عیب چھپائے تو تعجب کی بات ہے مزید تعجب جب ہے کہ ٹوپی بھی چاند اور سورج کی ہو۔ ہمدراں۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا تجھے فوراً اسی مجلس میں ایمان لے آنا تھا۔ ہیچ۔ ایمان پر فرعون کی بخشش کا وعدہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کرے۔

چوں[1] بدیں لطف آں کریمت باز خواند ❊ اے عجب چوں زہرہ ات بجائے ماند

جب اُس کریم نے اِس مہربانی سے تجھے بلایا ہے ❊ تعجب ہے تیرا پتہ کس طرح جگہ پر رہا؟!

زہرہ ات ندرید تاز اں زہرہ ات ❊ بودے اندر ہر دو عالم بہرہ ات

تیرا پتہ نہ پھٹا تاکہ تیرے اِس پتے سے ❊ دونوں جہان میں تیرا حصہ ہوتا

زہرہ کز بہرِ حق اُو بر درد ❊ چوں شہیداں از دو عالم برخورد

وہ پتہ جو خدا کے لئے پھٹ جائے ❊ وہ شہیدوں کی طرح دونوں جہان کا فائدہ اُٹھائے

غافلی ہم حکمت ست و ایں عمی ❊ تا بماند لیک تا ایں حد چرا

غفلت اور یہ اندھاپن بھی حکمت ہے ❊ تاکہ اُس کا وجود رہے، لیکن اِس حد تک کیوں ہے

غافلی[2] ہم حکمت ست و نعمت ست ❊ تا نپرد زود سرمایہ ز دست

غفلت بھی حکمت اور نعمت ہے ❊ تاکہ ہاتھ سے سرمایہ جلد نہ نکل جائے

لیک نے چنداں کہ ناسور شود ❊ زہرِ جان و عقلِ رنجورے شود

لیکن نہ اِس قدر کہ ناسور بن جائے ❊ ایک بیمار کی جان اور عقل کا زہر بن جائے

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را ❊ کہ بیک گل می خری گلزار را

ایسے بازار کو خود کون حاصل کر سکتا ہے؟ ❊ کہ تو ایک پھول کے بدلے میں چمن کو خریدے

دانہ را صد درختانت عوض ❊ حبہ را آیدت صد کاں عوض

ایک دانہ کا سو باغ تیرے لئے بدلہ ہوں ❊ ایک رتی کا تیرے لئے سو کانیں بدلہ ہوں

کان[3] للہ دادنِ آں حبہ است ❊ تا کہ کان اللہ لہٗ آید بدست

اِس رتی کا دینا، اللہ کا ہو جانا ہے ❊ تاکہ "اللہ اُس کا ہو گیا" ہاتھ آجائے

زانکہ ایں ہوی ضعیفِ بیقرار ❊ ہست شد زاں ہوی ربِ پایدار

کیونکہ یہ کمزور بے قرار شخصیت ❊ اللہ کی پائیدار شخصیت سے وجود میں آئی ہے

ہوی فانی چونکہ خود با اُو سپرد ❊ گشت باقی دائم و ہرگز نمرد

جب فانی شخصیت نے اپنے آپ کو اسکے سپرد کردیا ❊ وہ ہمیشہ کے لئے باقی ہوگئی اور ہرگز نہ مرے گی

ہمچو قطرہ خائف از باد و ز خاک ❊ کہ فنا گردد بدیں ہر دو ہلاک

اُس قطرے کیطرح جو ہوا اور مٹی سے خائف ہے ❊ کہ ان دونوں سے فنا (اور) ہلاک ہو جائے گا

چوں باصلِ خود کہ دریا بود جست ❊ از تفِ خورشید و باد و خاک رست

جب وہ اپنی اصل میں جو کہ دریا تھی کود گیا ❊ اس اُس نے سورج کی گرمی اور ہوا اور خاک سے نجات پائی

---

[1] چوں۔ اپنے جیسے معصیت کار پر اللہ کی رحمت دیکھ کر تیرا پتہ کیوں نہ پھٹا، اگر پھٹ جاتا تو دونوں جہان کی کامیابی تھی۔ زہرہ۔ جو پتہ اللہ کیلئے پھٹ جائے اُس کو شہیدوں کی طرح خدا کی جانب سے غذا ملتی ہے۔ غافلی۔ نظامِ عالم کی بقا کے لئے خدا سے غفلت اور اندھے پن کی بھی ضرورت ہے لیکن تیری غفلت حد سے بڑھی ہوئی ہے۔

[2] غافلی۔ اگر انسان ہر وقت استغراق میں رہے اور اُس کے حواس معطل رہیں تو اُس کے علم کا سرمایہ گھٹ جائے۔ لیک۔ لیکن ایسی غفلت جو ناسور کے درجہ کی ہو بُری چیز ہے۔ خود کہ یابد۔ حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو قبول کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک پھول کے عوض چمن خرید لیا جائے۔ درختستاں۔ باغ۔

[3] کان للہ۔ حدیث میں ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو شخص اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا۔ ہوی۔ ذات، شخصیت۔ گشت باقی۔ حدیث قدسی ہے مَنْ اَحَبَّنِیْ قَتَلْتُہٗ وَمَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اُسکو قتل کر دیتا ہوں اور میں جسکو قتل کرتا ہوں اُس کا بدلہ میں خود ہوں۔ ہمچو۔ پانی کی بوند کو سورج کی گرمی، ہوا، خاک ختم کر دیتی ہے۔

ظاہرش[1] گم گشت در دریا ولیک
اس کا ظاہر دریا میں گم ہوگیا لیکن
ذاتِ اُو معصوم و پا برجا و نیک
اس کی ذات محفوظ اور قائم اور خوب ہے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را بے ندم
اے قطرے! خود کو بغیر شرمندگی کے دیدے
تا بیابی در بہای قطرہ یم
تاکہ تو قطرے کے عوض سمندر حاصل کرلے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را ایں شرف
ہاں اے قطرے! اپنے آپ کو یہ شرف بخش
در کفِ دریا شو ایمن از تلف
دریا کے ہاتھ میں پہنچ کر ہلاکت سے محفوظ ہوجا

خود کرا آید چنیں دولت بدست
یہ دولت خود کس کو ہاتھ آتی ہے؟
قطرہ را بحرے تقاضا گر شدست
کہ قطرے کے لئے سمندر تقاضا کرنے والا ہوا ہے

چون[2] تقاضا می کند دریا تُرا
جب دریا تجھ پر تقاضا کر رہا ہے
پس چہ استادی و درماندی ہلا
تو پھر خبردار! تو کیوں کھڑا ہے اور عاجز ہے؟

اللہ اللہ زود بفروش و بخر
خدا کے لئے جلد بیچ اور خرید
قطرۂ دہ بحرِ پُر گوہر ببر
قطرہ دیدے، جواہر بھرا سمندر لے جا

اللہ اللہ ہیچ تاخیرے مکُن
خدا کے لئے، بالکل تاخیر نہ کر
کہ ز بحرِ لطف آمد ایں سخن
کیونکہ مہربانی کے سمندر سے یہ پیغام آیا ہے

اللہ اللہ زود بشتاب و بجُو
خدا کے لئے جلد دوڑ اور تلاش کر
چونکہ بحرِ رحمت است ایں نیست جو
کیونکہ یہ رحمت کا سمندر ہے، نہر نہیں ہے

اللہ اللہ گوی[3] شو بے دست و پا
خدا کے لئے بغیر ہاتھ پاؤں کی گیند بن جا
تا شود چوگانِ موسیٰؑ پا تُرا
تاکہ موسیٰؑ کا بلا تیرا پاؤں بن جائے

اللہ اللہ تو گمانِ بد مبر
خدا کے لئے تو بدگمانی نہ کر
بر چنیں انعامِ عام اے بیخبر
اے بے خبر! ایسے عام انعام پر

اللہ اللہ زود دریاب اے فتا
خدا کے لئے، اے نوجوان! جلد حاصل کرلے
تا نگردی در غلط بینی فنا
تاکہ تو غلط بینی سے فنا نہ ہوجائے

اللہ اللہ ترک کُن ہستیِ خود
خدا کے لئے، اپنی ہستی کو چھوڑ دے
چونکہ خواندست بروا اے معتمد
جب اس نے بلایا ہے اے معتمد! چلا جا

اللہ اللہ زود تر تعجیل کُن
خدا کے لئے بہت جلد عجلت کر
بر فروز از ایں اشارت بے سخن
اس بغیر کلام کے اشارے سے منور ہوجا

[1] ظاہرش۔ جو قطرہ دریا میں مل گیا بظاہر وہ فنا ہوا ہے حقیقتاً وہ زیادہ محفوظ ہوگیا ہے۔ ہیں بدہ۔ اپنی ذات کو فنا کرکے ذاتِ الٰہی حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قطرے کے عوض میں سمندر حاصل کرنا۔ ایں شرف۔ قطرے کا دریا میں مل جانا قطرے کی عزت ہے۔ خود کرا۔ یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔

[2] چون۔ جب دریا وحدت خود دعوت دے رہا ہے تو اب توقف کیا ہے۔ اللہ۔ جلد قطرہ دے کر پُر جواہر دریا خرید لے۔

[3] گوی شو۔ جس طرح موسیٰؑ کہیں وہ کرنا چاہیئے اور اپنے آپ کو موسیٰؑ کے بلّے کی گیند بنا دینا چاہیئے۔ ترک کُن۔ اپنی ہستی کو ترک کرکے قُرب حاصل کرلینا چاہیئے۔ اشارت۔ موسیٰؑ کی دعوت قدرتی اشارہ ہے اس سے منور ہوجانا چاہیئے۔

اللہ اللہ[۵۱] تاکنوں کژ باختی — گردن اندر معصیت افراختی
خدا کے لئے، اب تک تو نے ٹیڑھی بازی چلی — تو نے گردن کو گناہ میں اُبھارا

اللہ اللہ چوں عنایت در رسید — بے توقف در پئے آمیز اے عنید
سبحان اللہ، جب اللہ کی مہربانی ہو گئی — اے سرکش! بغیر تاخیر کے اس سے وابستہ ہو جا

اللہ اللہ چونکہ عصیانات تو — در نمی نالد برویت شکر گو
خدا کے لئے، جب تک تیرے گناہ — تیری رسوائی کا باعث نہیں بنے ہیں شکر ادا کر

اللہ اللہ چوں ز فضلت راہ داد — سر بخاکِ پای او باید نہاد
خدا کیلئے، جبکہ اس نے فضل کر کے تجھے راستہ دیا ہے — اس کی خاکِ پا پر سر رکھ دینا چاہیئے

اللہ اللہ با چنیں کفر[۵۲] دو تو — چوں قبولت می کند اکرامِ او
تعجب ہے، ایسے دوہرے کفر کے ہوتے ہوئے — اس کا کرم تجھے کیوں قبول کر رہا ہے؟

لطف اندر لطفِ او گم می شود — کاسفلے بر چرخ ہفتم می شود
مہربانی اس کی مہربانی میں گم ہو رہی ہے — کہ ایک فرو مایہ ساتویں آسمان پر جا رہا ہے

ہیں کہ یک بازے فتادت بو العجب — ہیچ طالب ایں نیابد در طلب
آگاہ! ایک عجیب باز تیرے ہاتھ آ گیا ہے — اس کو کوئی طلب کرنے والا طلب سے نہیں پا سکتا

در پذیر ایں چار خلعت را زود — تا بہ بینی در عوض صد عز و سود
ان چاروں خلعتوں کو جلد از جلد قبول کر لے — تاکہ تو بدلے میں سینکڑوں عزتیں اور فائدے دیکھے

گفت[۵۳] با ہاماں بگویم اے ستیر — شاہ را لازم بود رای وزیر
اُس نے کہا اے پردہ نشین! میں ہامان سے گفتگو کروں گا — کیونکہ بادشاہ کے لئے وزیر کی رائے ضروری ہے

گفت با ہاماں مگو ایں راز را — کوز کمپیرے چہ داند باز را
اس نے کہا ہامان سے یہ راز نہ کہنا — کبڑی بڑھیا، باز کو کیا جانے؟

قصۂ بازِ بادشاہ و کمپیر زن کہ در خانہ او بود

بادشاہ کے باز اور اس بڑھیا کا قصہ جس کے گھر میں وہ باز تھا

بازِ اسپیدے بکمپیرے دہی — او ببرد ناخنش بہرِ بہی
ایک سفید باز تو ایک بڑھیا کو دے رہا ہے — وہ بھلائی کے لئے اس کے ناخن تراش دیگی

ناخنے کہ اصلِ کار است و شکار — کوژ کمپیرے ببرد کور وار
وہ ناخن جو اصل کام اور (ذریعہ) شکار ہیں — کُبڑی بڑھیا، اندھے پن سے کاٹ دے

---

۵۱ اللہ اللہ۔ حضرت آسیہ نے فرمایا تو اب تک ٹیڑھی چال چلتا رہا ہے اور گناہوں میں سربلندی حاصل کرتا رہا ہے۔ عنایت۔ خدائی توجہ۔ عنید۔ سرکش۔ شکر گو۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کر کہ اب تک کے گناہ تیری رسوائی کا باعث نہیں ہوئے ہیں۔

۵۲ کفر دو تو۔ خود فرعون کا کفر اور اس کی قوم کا کفر۔ اسفلے۔ نیچے درجہ کے انسان کو بلندی حاصل ہو رہی ہے۔ بازے۔ یعنی توفیقِ خداوندی۔ نیابد۔ یہ سعادت قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ چار خلعت۔ وہ چار باتیں جو ایمان لانے پر تجھے حاصل ہو جائیں گی۔

۵۳ گفت۔ حضرت آسیہ کی باتیں سن کر فرعون نے کہا میں اس معاملہ میں ہامان وزیر سے مشورہ کروں گا۔ کوز کمپیرے۔ کبڑی بڑھیا اور باز کا قصہ آگے نقل فرماتے ہیں۔ اسپیدے۔ سفید باز بہت قیمتی ہوتا ہے۔ ناخنے۔ باز کے تمام ہنروں کا مدار اس کے پنجوں پر ہے۔ کور وار۔ اندھا پن۔

که کجا بود ست مادر تا ترا [۱]　　ناخناں زینساں دراز ست اے کیا

کہ تیری، ماں کہاں تھی کہ تیرے　　ناخن اتنے لمبے ہیں، اے بھلے مانس!

ناخن و منقار و پرش را برید　　وقتِ مہر ایں می کند زالِ پلید

ناخن اور اس کی چونچ اور اُسکے پر کاٹ ڈالے　　ناپاک بڑھیا محبت کے وقت ایسا ہی کرتی ہے

چونکه تتماجش دہد او کم خورد　　خشم گیرد مہرہا را بر درد

جب وہ اس کو دلیا دیتی وہ نہ کھاتا　　غصہ میں بھر جاتی ہے محبتوں کو چاک کر دیتی ہے

که چنیں تتماج پختم بہرِ تو　　تو تکبر می نمائی و عتو

کہ میں نے تیرے لئے ایسا دلیا پکایا　　تو تکبر اور سرکشی کرتا ہے

تو سزائی مر ہماں ادبار را　　نعمت و اقبال کے سازد ترا

تو اسی بدبختی کے لائق ہے　　نعمت اور خوش نصیبی تجھے کب موافق آسکتی ہے؟

آب تتماجش دہد کایں را بگیر [۲]　　گر نمی خواہی که نوشی زاں فطیر

اُس کو دلیے کا پانی دیتی ہے کہ یہ لے　　اگر بے خمیر کی روٹی کھانا نہیں چاہتا ہے

آب تتماجش نگیرد طبعِ باز　　زاں بتر رنجد شود خشمش دراز

باز کی طبیعت اس دلیے کے پانی کو قبول نہیں کرتی ہے　　اس سے وہ اور زیادہ رنجیدہ ہوتی ہے اور اسکا غصہ بڑھتا ہے

از غضب آں آشِ سوزاں بر سرش　　زن فرو ریزد شود کل مغفرش

غصہ سے وہ جلتا ہوا دلیہ اُس کے سر پر　　عورت ڈال دیتی ہے، اُسکی کھوپڑی گنجی ہو جاتی ہے

اشک از اں چشمش فرو ریزد ز سوز　　یاد آرد لطفِ شاہِ دل فروز

سوزش سے اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں　　دل کو منور کرنے والے بادشاہ کی مہربانی اُسکو یاد آتی ہے

زاں دو چشمِ نازنینِ با دلال [۳]　　که ز چہرہ شاہ دارد صد کمال

اُن نازنین پُر غمزہ آنکھوں سے　　جو شاہ کے چہرے کو دیکھ کر سینکڑوں کمالات رکھتی تھیں

چشمِ مازاغش شدہ پُر زخمِ زاغ　　چشمِ نیک از چشمِ بد با درد و داغ

اُسکی کج نہ ہونیوالی آنکھ کوّے کے زخم سے بھر گئی　　اچھی آنکھ، بدنظر سے درد اور داغ والی (ہو گئی)

چشمِ دریا بسطتے کز بسطِ او　　ہر دو عالم می نماید تارِ مو

سمندر کی وسعت والی آنکھ جس کی کشادگی سے　　دونوں جہاں ایک بال نظر آتے تھے

گر ہزاراں چرخ در چشمش رود　　ہمچو چشمہ پیشِ قلزم گم شود

اگر ہزاروں آسمان اس کی آنکھ میں آئیں　　چشمہ کی طرح سمندر میں گم ہو جائیں

---

[۱] کہ کجا۔ بڑھیا عورت نے یہ بھی کہا کہ باز کی ماں کہاں چلی گئی تھی کہ اس کے ناخن اس قدر بڑھ گئے ہیں چنانچہ اس بوڑھی نے اس باز کے پر اور چونچ اور پنجے کاٹ ڈالے۔ تتماج۔ یہ ایک ترکی کھانا ہے جو دلیے اور شوربے کی طرح کا ہوتا ہے۔ خشم گیرد۔ باز تتماج کو نہیں پیتا ہے تو بڑھیا اور غضبناک ہوتی ہے اور اُسکی محبت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں۔ عتو۔ سرکشی۔ ادبار۔ نحوست۔

[۲] آبِ تتماجش۔ اُسکو تتماج دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر بے خمیر کی روٹی پسند نہیں ہے تو یہ کھالے۔ فطیر۔ وہ روٹی جس میں خمیر نہ ہو۔ کل۔ گنجا۔ مغفر۔ سر پر اوڑھنے کی لوہے کی خود یہاں مراد سر ہے۔ یاد۔ اب اس باز کو بادشاہ کی محبت یاد آتی ہے۔

[۳] زاں دو چشم۔ یعنی باز کی وہ آنکھیں جو نازنین تھیں جن سے وہ شاہ کا دیدار کرتا تھا۔ مازاغ۔ وہ ٹیڑھی نہیں ہے معراج کے واقعہ میں قرآن نے کہا ہے کہ آنحضور کی نگاہیں صحیح پڑیں اور اُن کو دیدارِ رب حاصل ہوا۔ بسط۔ کشادگی۔ قلزم۔ سمندر۔

[1] چشم بگذشتہ ازیں محسوسہا — یافتہ از غیب بینی بوسہا
وہ آنکھ جو ان محسوسات سے آگے بڑھی ہوئی ہے — غیب بینی سے لذتیں محسوس کئے ہوئے ہے

خود نمی یابم یکے گوشے کہ من — نکتہ گویم ازاں چشمِ حسن
میں خود ایسا کان نہیں پاتا ہوں — کہ اس حسین آنکھ کا ایک نکتہ کہہ سکوں

می چکید آں آبِ محمودِ جلیل — می ربودے قطرہ اش را جبرئیل
اس سے وہ قابلِ تعریف عظیم آنسو ٹپکتے — کہ جبرئیلؑ اس کے قطرے کو لے اڑتے

تا بمالد در بر و منقارِ خویش — گر دہد دستوریش آں خوب کیش
تاکہ اپنی چونچ اور پروں پر ملیں — اگر وہ پاک خصلت اُن کو اجازت دے

[2] باز گوید خشمِ کم پیرا ار فروخت — فرّ و نور و صبر و حلمم را نسوخت
باز کہتا اگرچہ بوڑھی کا غصہ بھڑک اٹھا ہے — میری شان و شوکت، نور اور صبر و حلم کو نہیں جلاسکا

بازِ جانم باز صد صورت تند — زخم بر ناقہ نہ بر صالحؑ زند
میری جان کا باز بھی سینکڑوں صورتیں حاصل کریگا — وہ اونٹنی پر نہ (حضرت) صالحؑ پر زخم لگاتی ہے

صالحؑ ار یکدم کہ آرد با شکوہ — صد چناں ناقہ بزاید متنِ کوہ
(حضرت) صالحؑ اگر ایک پر شوکت پھونک ماردیں — پہاڑ کی چٹان ایسی سینکڑوں اونٹنیاں جن دے

دل ہمی گوید خموش و ہوشدار — ورنہ دراند غیرت پود و تار
دل کہتا ہے کہ چپ اور ہوش میں آ — ورنہ غیرتِ (خداوندی) تانا بانا اُدھیڑ دیگی

[3] غیرتش را ہست صد حلم نہاں — ورنہ سوزیدے بیکدم صد جہاں
اُس کی غیرت میں سینکڑوں حلم پوشیدہ ہیں — ورنہ ایک دم سے سینکڑوں جہان پھونکدے

نخوتِ شاہی گرفتش جایِ پند — تا دلِ خود را ز پند او کرد بند
شاہی تکبر نے اُس کی نصیحت کے مقام پر قبضہ کرلیا — حتیٰ کہ اُس نے نصیحت کیجانب سے دل کو روک دیا

کہ کنم با رائے ہاماں مشورت — کوست پشتِ مُلک و قطبِ مقدرت
کہ میں ہامان کی رائے سے مشورہ کروں گا — کیونکہ وہ سلطنت کی پشت اور اقتدار کا مدار ہے

مصطفیٰ را رایِ زن صدیقؓ — رایِ زن بوجہل را شُد بولہب
حضرت مصطفیٰؐ کے مشیر صدیقؓ ہیں — ابوجہل کا مشیر ابولہب ہوا

عرقِ جنسیت چنانش جذب کرد — کاں نصیحتہا بہ پیشش گشت سرد
ہم جنس ہونے کی رگ نے اُسکو ایسا کھینچا — کہ وہ نصیحتیں اُس کے لئے ٹھنڈی پڑگئیں

---

[1] چشم۔ باز سے مراد اللہ کا وہ ولی ہے جو مخالف جاہلوں میں پھنس جاتا ہے ایسے ولی کی آنکھیں محسوسات سے گذر کر غیبیات سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ می چکید۔ وہ آنسو اس قدر قیمتی ہوتا ہے کہ اُس کو حضرت جبرئیلؑ اٹھا لیتے ہیں اور تبرکاً اپنے جسم پر ملتے ہیں۔

[2] باز گوید۔ وہ ولی جو دشمن کے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہا ہے کہتا ہے کہ مخالفوں کے غصہ سے میرے استقلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہے۔ بازِ جانم۔ اگر مادی جسم ہلاک بھی ہوجائے تو کیا پروا ہے اُس کی مثال تو حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی سی ہے خصوصیت حضرت صالحؑ میں تھی نہ کہ اونٹنی میں۔

[3] غیرتش۔ غیرتِ خداوندی بڑی بُردبار ہے ورنہ اس طرح کے غیبی راز افشا کرنے سے وہ اس قدر غضبناک ہوجاتی کہ عالم کو تباہ کردیتی۔ نخوت۔ یعنی فرعون کا شاہی تکبر نصیحت قبول کرنے سے مانع بنا کہ کنم۔ تکبر کی وجہ سے اُس نے کہا میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کروں گا۔ مصطفیٰ۔ ہم جنس اپنی جنس سے مشورہ کرتا ہے آنحضورؐ کے مشیر حضرت ابوبکرؓ تھے اور ابوجہل کا مشیر ابولہب تھا۔ نصیحتہا۔ یعنی حضرت آسیہ کی نصیحتیں۔

جنس[۱] سوی جنس صد پرّہ پرد ۔۔۔ بر خیالش پردہ ہا را بر درد

جنس، جنس کی جانب سینکڑوں پروں سے اڑتی ہے ۔۔۔ اُس کے خیال پر سے پردے ہٹا دیتی ہے

قصۂ آں زن کہ طفلِ اُو بر سرِ ناوداں غژیدہ بود و خطرِ افتادن داشت و از امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سوال کردن و چارہ جُستن مادرِ اُو

اُس عورت کا قصہ جس کا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا تھا اور گرنے کا خطرہ رکھتا تھا اور اُس کی ماں کا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کرنا اور تدبیر چاہنا

یک زنے آمد بہ پیشِ مرتضیٰ ۔۔۔ گفت شُد بر ناوداں طفلے مرا

ایک عورت (حضرت) مرتضیٰؓ کے پاس آئی ۔۔۔ بولی، میرا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا ہے

گرش میخوانم نمی آید بدست ۔۔۔ ور ہلم ترسم کہ افتد اُو بہ پست

اگر میں اُس کو بلاتی ہوں ہاتھ نہیں آتا ہے ۔۔۔ اگر چھوڑتی ہوں ڈرتی ہوں کہ نیچے نہ گر پڑے

نیست[۲] عاقل تا کہ دریابد چو ما ۔۔۔ گر بگویم کز خطر سوی من آ

وہ سمجھدار نہیں ہے کہ ہماری طرح سمجھ جائے ۔۔۔ اگر میں کہوں کہ خطرے سے میرے پاس آجا

ہم اشارت را نمی داند بدست ۔۔۔ ور بداند نشنود ایں ہم بدست

وہ ہاتھ کے اشارے کو بھی نہیں سمجھتا ہے ۔۔۔ اگر جانتا بھی ہے نہیں سنتا ہے یہ بھی بُرا ہے

بس نمودم شیر و پستاں را بدو ۔۔۔ اُو ہمی گرداند از من چشم و رُو

میں نے اُس کو دودھ اور چھاتی بہت دکھائی ۔۔۔ وہ مجھ سے آنکھ اور منہ پھیر لیتا ہے

از برائے حق شمائید اے مہاں ۔۔۔ دستگیرِ ایں جہان و آں جہاں

اے بزرگ! خدا کے لئے آپ ہیں ۔۔۔ اس جہان اور اُس جہان کے دستگیر

زود درماں کُن کہ می لرزد دلم ۔۔۔ کہ بدرد از میوۂ دل بگسلم

جلد تدبیر کیجئے کیونکہ میرا دل لرز رہا ہے ۔۔۔ کہ تکلیف کے ساتھ میں دل کے میوے سے جُدا ہو جاؤں

گفت[۳] طفلے را بر آور ہم زبام ۔۔۔ تا بہ بیند جنسِ خود را آں غلام

فرمایا ایک بچہ کو کوٹھے پر لے جا ۔۔۔ تاکہ وہ بچہ اپنے ہم جنس کو دیکھے

سوی جنس آید سبک زاں ناوداں ۔۔۔ جنس بر جنس ست عاشق جاوداں

وہ فوراً پرنالے سے اپنے ہم جنس کیطرف آجائیگا ۔۔۔ ہم جنس ہمیشہ ہم جنس پر عاشق ہوتا ہے

زن چناں کرد و چو دید آں طفلِ اُو ۔۔۔ جنسِ خود خوش خوش بد و آورد رُو

عورت نے ایسا ہی کیا اور جب اس بچے نے اُسکو دیکھا ۔۔۔ نے خوشی خوشی اپنے ہم جنس کی طرف رُخ کر دیا

---

۱ جنس۔ ہر چیز اپنی ہم جنس کی طرف تیزی سے جاتی ہے۔ قصہ۔ حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ ایک بچہ چھت پر چھوڑ دیا جائے وہ بچہ پرنالے سے اسکے پاس آجائے گا۔ مرتضیٰ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ ناوداں۔ پرنالہ۔ پست۔ یعنی پرنالے سے زمین پر۔

۲ نیست۔ اُس میں اتنی عقل نہیں کہ اِس خطرے کو محسوس کر سکے۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی از دست ہے دوسرے مصرع کے آخر میں بمعنی "بُرا ہے" ہے۔ کہ بدرد۔ یعنی میرا بچہ ہلاک ہو جائے۔

۳ گفت۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک بچہ چھت پر بٹھا دے وہ بچہ پرنالے سے اُس کے پاس آجائے گا۔ زن۔ اُس عورت نے حضرت علیؓ کے مشورہ پر عمل کیا وہ بچہ اُس بچہ کے پاس آگیا۔

سوی بام آمد ز متنِ ناوداں ۔ جاذبِ ہر جنس را ہم جنس داں

برنالہ پر سے کوٹھے پر آگیا ۔ ہر جنس کو ہم جنس کا کھینچنے والا سمجھ

غژ غژاں آمد بسوی طفل طفل ۔ وا رہید از اوفتادن سوی سفل

کھسکتا کھسکتا بچہ بچہ کی طرف آگیا ۔ نیچے گرنے سے نجات پاگیا

زاں بود جنسِ بشر پیغمبراںؑ ۔ تا بجنسیت رہند از ناوداں

اسی لئے پیغمبر انسان کی جنس کے ہوتے ہیں ۔ تاکہ جنسیت کی وجہ سے پرنالے سے نجات پاجائیں

پس بشر فرمود خود را مثلکم ۔ تا بجنس آیند و کم گردند گم

پس انھوں نے اپنے آپ کو تم جیسا انسان کہا ۔ تاکہ ہم جنس کی طرف آجائیں اور گم نہ ہوں

زانکہ جنسیت عجائب جاذبے ست ۔ جاذبش جنس ست ہر جا طالبے ست

کیونکہ جنسیت عجیب جاذب ہے ۔ جس جگہ کوئی طلبگار ہے جنس اس کی جاذب ہے

عیسیٰؑ و ادریسؑ بر گردوں شدند ۔ با ملائک چونکہ ہم جنس آمدند

حضرت عیسیٰؑ اور ادریسؑ آسمان پر چلے گئے ۔ چونکہ وہ فرشتوں کے ہم جنس تھے

باز آں ہاروت و ماروت از بلند ۔ جنسِ تن بودند زاں زیر آمدند

پھر وہ ہاروت اور ماروت بلندی سے ۔ (چونکہ) جسم کے ہم جنس تھے نیچے آگئے

کافراں ہم جنسِ شیطاں آمدہ ۔ جانِ شاں شاگردِ شیطاناں شدہ

کافر شیطان کے ہم جنس ہیں ۔ اُن کی جان شیطانوں کی شاگرد بن گئی

صد ہزاراں خوی بد آموختہ ۔ دیدہ ہائے عقل و دل بر دوختہ

انھوں نے لاکھوں بری عادتیں سیکھ لیں ۔ عقل اور دل کی آنکھیں بند کرلیں

کمتریں خوشاں بہ زشتی ایں حسد ۔ آں حسد کہ گردنِ ابلیس زد

حسد اُن کی کم از کم عادت ہے ۔ وہ حسد جس نے شیطان کی گردن ماردی

زاں سگاں آموختہ حقد و حسد ۔ کہ نخواہد خلق را ملکِ ابد

انھوں نے اُن کتوں سے کینہ اور حسد سیکھا ۔ جو مخلوق کے لئے ابدی سلطنت نہیں چاہتے

ہر کرا دید او کمال از چپ و راست ۔ از حسد قولنجش آمد درد خاست

وہ دائیں بائیں سے کسی کو صاحبِ کمال دیکھتا ہے ۔ تو حسد کی وجہ سے اُس کو قولنج کا درد ہوتا ہے

زانکہ ہر بدبخت خرمن سوختہ ۔ می نخواہد شمعِ کس افروختہ

کیونکہ جس بدبخت کا کھلیان جل گیا ہو ۔ وہ نہیں چاہتا ہے کہ کسی کی شمع روشن ہو

لہ سوی بام ۔ وہ بچہ پرنالے سے چھت پر آگیا ۔ جاذب ۔ کھینچنے والا ۔ سفل یعنی زمین ۔ زاں ۔ چونکہ ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اسی لئے انسان پیغمبر بنائے گئے ہیں ۔ مثلکم ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں ۔ طالب ۔ جو طلبگار رہتا ہے اس کو اس کی جنس اپنی طرف کھینچتی ہے ۔

لہ۲ عیسیٰ ۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ادریسؑ آسمان پر بلا لئے گئے ۔ چونکہ وہ ملائک کے ہم جنس تھے ۔ ہاروت ۔ ہاروت اور ماروت فرشتے تھے لیکن انسانوں کے ہم جنس تھے ۔ آسمان سے زمین پر بھیج دیئے گئے ۔ کافراں ۔ کافر شیطان کے ہم جنس ہیں اسی لئے اُن سے اُن کی عادتیں سیکھ لیتے ہیں ۔

لہ۳ کمتریں ۔ حسد شیطان کی خصلت ہے جو کافروں نے اس سے سیکھ لی ہے ۔ ملکِ ابد یعنی آخرت کی زندگی ۔ ہر کرا ۔ شیطان چونکہ اپنا سب کچھ تباہ کرچکا ہے اسلئے وہ کسی کی نیکی کو برداشت نہیں کرتا ہے اور کسی کی نیکی کی شمع کو روشن نہیں دیکھ سکتا

ہین کمالے دست آور تا تو ہم ؎۱ — از کمالِ دیگراں نفتی بغم
خبردار! کمال حاصل کر تاکہ تو بھی — دوسروں کے کمال سے غم میں مبتلا نہ ہو

از خدا می خواہ دفعِ ایں حسد — تا خدایت وا رہاند زیں حسد
اس حسد کا دفعیہ خدا سے چاہ — تاکہ خدا تجھے اِس حسد سے نجات دیدے

مر ترا مشغولیئے بخشد دروں — کہ نہ پردازی ازاں سوئے بروں
تجھے (اپنے) باطن کی مصروفیت عطا کر دے — تاکہ تو اُس جانب سے باہر مشغول نہ ہو

جرعۂ مے را خدا آں می دہد — کہ بدو مست از دو عالم می رہد
خدا اُس گھونٹ بھر شراب کو وہ عطا کر دیتا ہے — کہ اُس کا مست دونوں عالم سے نجات پا جاتا ہے

خاصیت بنہادہ در کفِ حشیش ؎۲ — کو زمانے می رہاند از خودیش
ایک مُٹھی بھنگ میں اُس نے خاصیت رکھی ہے — کہ وہ اُس کو تھوڑی دیر کیلئے خودی سے چھڑا دیتی ہے

خواب را یزداں بداں ساں میکند — کز دو عالم فکر را بر می کند
نیند کو خدا ایسا کر دیتا ہے — کہ دونوں جہان کے فکر سے برطرف کر دیتا ہے

کرد مجنوں را ز عشقِ پوستے — کو نہ بشناسد عدو از دوستے
مجنوں کو کھال کے عشق سے ایسا کر دیا — کہ وہ دوست اور دشمن میں امتیاز نہیں کر سکتا

صد ہزاراں ایں چنیں می ارداو — کہ برادراکاتِ تو بگمارد او
وہ اِس طرح کی لاکھوں (بیخودیاں) رکھتا ہے — جو وہ تیرے محسوسات پر مسلط کر دیتا ہے

ہست میہای شقاوت نفس را — کہ ز رہ بیروں برد آں نحس را
بدبختی کی شرابیں نفس کے لئے ہیں — جو اُس منحوس کو گمراہ کر دیتی ہیں

ہست میہای سعادت عقل را ؎۳ — کہ بیابد منزلِ بے نقل را
نیک بختی کی شرابیں عقل کے لئے ہیں — کہ وہ منتقل نہ ہونے والی منزل کو حاصل کر لیتی ہے

خیمۂ گردوں ز سرمستی خویش — بر کند زاں سو بگیرد راہ پیش
وہ اپنی سرمستی سے آسمان کے خیمہ کو — اُکھاڑ دیتی ہے اور اُس جانب آگے راستہ اختیار کرتی ہے

ہیں بہر مستی دلا غرہ مشو — ہست عیسیٰؑ مست حق خر مست جو
خبردار! اے دل ہر مستی سے دھوکا نہ کھا — حضرت عیسیٰؑ اللہ کے مست اور گدھا جَو کا مست ہے

ایں چنیں مے را بجو زیں خنبہا — مستیش نبود ز کوتہ دُنبہا
اِن مٹکوں سے ایسی شراب پی — اُس کی مستی کوتاہ دُم والوں کیلئے نہیں ہے

؎۱ ہیں۔ اگر انسان کے پاس کمال نہیں ہوتا ہے تو وہ دوسروں پر حسد کرتا ہے اور دوسرے کے کمال کو دیکھ کر غم میں مبتلا ہوتا ہے۔ نفتی۔ نیفتی کا مخفف ہے۔ از خدا۔ حسد کا دفعیہ خدا کر سکتا ہے۔ مشغولیے۔ اگر انسان اپنے احوال میں مشغول ہوتا ہے تو اُس کو دوسرے کے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا اور وہ حسد سے محفوظ رہتا ہے۔ جرعہ۔ خدا نے بہت سی چیزوں میں وہ خاصیت رکھی ہے جو دوسروں میں مشغول ہونے سے محفوظ کر دیتی ہے۔

؎۲ خاصیت۔ بھنگ بھی دوسروں کے احوال سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ کرد۔ مجنوں لیلیٰ کے ظاہر پر عاشق ہو کر دوسروں سے غافل ہو گیا تھا۔ صد ہزاراں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی پیدا فرمائی ہیں جو دوسروں کے احوال سے غافل بنا دیتی ہیں۔ ہست۔ نفس ایسی مستیوں میں مبتلا ہے جو اُسکو راہِ مستقیم سے غافل بنا دیتی ہیں۔

؎۳ ہست۔ عقل ایسی مستیوں میں رہتی ہے جس سے وہ ابدی مقام حاصل کر لیتی ہے جس کے نتیجہ میں اُس کی پرواز آسمانوں سے بالا ہو جاتی ہے۔ ہیں۔ انسان کو مستیوں میں فرق کرنا چاہیئے ہر مستی محمود نہیں جو حضرت عیسیٰؑ کی مستی اور خرِ عیسیٰؑ کی مستی جدا گانہ ہے۔ خنب۔ خم،

[1] زانکہ ہر معشوق چوں خنبست پُر
کیونکہ ہر معشوق مٹکے کی طرح پُر ہے

آں یکے دُرد و دگر صافی چو دُر
ایک تلچھٹ دوسرا موتی کی طرح صاف ہے

مے شناسا ہیں بچش با احتیاط
اے شراب کے پہچاننے والے! احتیاط سے چکھ

تا مئے یابی مُنزّہ ز اختلاط
تاکہ تو میل سے پاک شراب حاصل کرے

مے شناسا ہیں بچش از زُودی کش
اے شراب کو پہچاننے والے! ترش روئی سے چکھ

آں مئے صافی کزو گردی خمش
اُس صاف شراب کو جس سے تو خاموش ہو جائے

ہر دو مستی می دہندت لیک ایں
تجھے دونوں مست کرتی ہیں لیکن یہ

مستیت آرد کشاں تا ربِّ دیں
مستی تجھے دین کے رب کیطرف کھینچ کر لاتی ہے

تا رہی از مکر و وسواس و حیل
تاکہ تو مکر اور وسوسوں اور حیلوں سے نجات پا جائے

بے عِقالِ عقل در رقص الجمل
وہ عقل کی رسّی کے بغیر اُچھل کود میں ہے

[2] انبیاء چوں جنسِ روح اند و مَلَک
انبیاء چونکہ روح اور فرشتہ کے ہم جنس ہیں

مر مَلَک را جذب کردند از فلک
فرشتہ کو آسمان سے کھینچ لیا

باد جنسِ آتش ست و یارِ او
ہوا، آگ کی جنس اور اُس کی یار ہے

کہ بُود آہنگ ہر دو بر عُلو
کیونکہ دونوں کا قصد اوپر کی جانب ہے

چوں بہ بندی تو سرِ کوزہ تہی
اگر تو خالی پیالہ کے سر کو باندھ دے

در میانِ حوض یا جُوئے نہی
حوض یا نہر میں اُس کو رکھے

تا قیامت اُو فرو نا ید بہ پست
وہ قیامت تک نیچے کی جانب رُخ نہ کریگا

کہ دلش خالی ست در وے باد ہست
کیونکہ اُس کا پیٹ خالی ہے اسمیں ہوا ہے

میلِ بادش چوں سوئے بالا بُود
چونکہ اُس کی ہوا کا میلان اوپر ہے

ظرفِ خود را ہم سوئے بالا کشد
وہ اپنے برتن کو بھی اوپر کی جانب کھینچے گی

[3] باز آں جانہا کہ جنسِ انبیاست
پھر وہ جانیں جو انبیاء کی ہم جنس ہیں

سوئے ایشاں کش کشاں چوں سایہاست
وہ سایوں کی طرح اُن کی جانب کشش میں ہیں

زانکہ عقلش غالبست و بے زشک
کیونکہ اُس پر عقل غالب ہے اور بغیر شک کے

عقل جنس آمد بخلقت با مَلَک
عقل، خلقت میں فرشتے کی ہم جنس ہے

واں ہوائے نفس غالب بر عدو
خواہشِ نفسانی دشمن پر غالب ہے

نفس جنسِ اسفل آمد شُد بدو
نفس، اسفل کا ہم جنس ہے اُس پر فدا ہے

---

[1] زانکہ۔ ہر شیخ کی صحبت میں کشش ہوتی ہے لیکن ہر کشش کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ مے شناسا سالک کو امتیاز کرنا چاہیئے اور وہ کشش اختیار کرنی چاہیئے جو خالص ہو۔ گردی خمش۔ اُس کشش کو اختیار کرنا چاہیئے جو "آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد" کا مصداق ہو۔ تا ربّ دیں۔ جو کشش خدا کی طرف لے جائے وہ کشش اختیار کرنی چاہیئے۔ رقص الجمل۔ اونٹ کا رقص یعنی بے قاعدہ اچھل کود۔

[2] انبیا۔ انبیا کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہوتا ہے اسلئے فرشتے اُن تک پیغام لاتے ہیں۔ باد۔ ہوا اور آگ کا عروج اوپر کی جانب ہے۔ چوں۔ خالی پیالے کو اگر سر بند کر کے پانی میں رکھو تو چونکہ اُس میں ہوا بھری ہوئی ہے وہ نیچے نہ جائیگا۔ میلِ بادش۔ وہ ہوا اُس پیالے کو بھی نیچے نہ جانے دیگی۔

[3] باز۔ جو روحیں انبیاء کی ہم جنس ہیں وہ انبیا کے ساتھ سایہ کی طرح لگی رہتی ہیں۔ زانکہ۔ اُن لوگوں میں عقل کو غلبہ ہوتا ہے اور عقل فرشتہ کی ہم جنس ہے۔ ہوائے نفس۔ خواہشاتِ نفس کا میلان اسفل کی طرف ہے۔ شُد بدو۔ اُس پر تُف ہے۔

بود قبطی[1] جنس فرعونِ ذمیم — بود سبطی جنسِ موسیٰ کلیم

قبطی بُرے فرعون کا ہم جنس تھا — سبطی موسیٰ کلیم (اللہ) کا ہم جنس تھا

بود ہاماں جنس تر فرعون را — برگزیدش بُرد تا صدرِ سرا

ہامان، فرعون کا ہم جنس تھا — اُس نے اُس کو منتخب کیا گھر کے بالانشین تک لے گیا

لاجرم از صدر در قعرش کشید — کہ ز جنسِ دوزخ اند آں دو پلید

لامحالہ اُس نے اُسکو بلندی سے گہرائی کیطرف کھینچا — کیونکہ وہ دونوں پلید دوزخ کے ہم جنس تھے

ہر دو سوزندہ چوں دوزخ ضدِ نور — ہر دو چوں دوزخ ز نورِ دل نفور

دونوں جلتے ہوئے دوزخ کی طرح نور کی ضد ہیں — دونوں دوزخ کی طرح دل کے نور سے متنفر ہیں

زانکہ دوزخ گوید اے مومن تو زود — برگذر کہ نورت آتش را ربود

کیونکہ دوزخ کہتی ہے اے مومن! جلد — گذر جا کیونکہ تیرے نور نے آگ کو ختم کردیا

در بیانِ حدیث[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جُز یا مومن فَاِنَّ نُورَكَ اَطفَاَ نَارِی

آنحضورؐ کی حدیث کے بیان میں کہ اے مومن گذر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ بجھادی

بگذر اے مومن کہ نورت می کشد — آتشم را چوں کہ دامن می کشد

اے مومن! گذر جا کیونکہ تیرا نور بجھاتا ہے — میری آگ کو، جب وہ ناز سے چلتا ہے

می رمد آں دوزخی از نور ہم — زانکہ طبعِ دوزخستش اے صنم

وہ دوزخی بھی نور سے بھاگتا ہے — اے پیارے! کیونکہ اُس کا مزاج دوزخی ہے

دوزخ از مومن گریزد آنچناں — کہ گریزد مومن از دوزخ بجاں

دوزخ، مومن سے اسی طرح بھاگتی ہے جس طرح — مومن دوزخ سے جان بچاکر بھاگتا ہے

زانکہ جنسِ نار نبود نورِ او — ضدِ نار آمد حقیقت نور جو

اُس کا نور نار کا ہم جنس نہیں ہے — نور کے طالب کی حقیقت آگ کی ضد ہے

در حدیث[3] آمد کہ مومن در دعا — چوں اماں خواہد ز دوزخ از خدا

حدیث (شریف) میں آیا ہے جبکہ مومن دعا میں — خدا سے دوزخ سے پناہ چاہتا ہے

دوزخ از وے ہم اماں خواہد بجاں — کہ خدایا دور دارم از فلاں

دوزخ اُس سے (دل)، جان سے پناہ چاہتی ہے — کہ اے خدا! مجھے فلانے سے دور رکھ

جاذبہ جنسیت اکنوں بہ بیں — کہ تو جنس کیستی از کفر و دیں

جنسیت کی کشش ہے، اب تو دیکھ لے — کہ تو کفر اور دین میں سے کس کا ہم جنس ہے؟

---

[1] قبطی۔ فرعون کی قوم کا۔ سبطی۔ بنی اسرائیل۔ ہامان۔ فرعون کا وزیر باوجود اسرائیلی ہونے کے فرعون کا ہم جنس تھا اسی لئے فرعون نے اسکو مشورہ کے لئے منتخب کیا۔ لاجرم۔ ہامان کے مشورے سے وہ تباہی کے گڑھے میں گر گیا۔ زانکہ۔ دوزخ اور نور میں تضاد ہے، دوزخ نورِ ایمان سے متنفر اور نور دوزخ سے متنفر ہے۔

[2] در بیان۔ اس حدیث سے نور اور نار کے تضاد کو سمجھانا مقصود ہے۔ بگذر۔ جس وقت مومن پل صراط سے گذرے گا جہنم یہ کہے گی۔ نور جو۔ یعنی جنتی۔

[3] در حدیث۔ یہ مضمون حدیث میں مذکور ہے۔ جاذبہ۔ ہر انسان میں جنسیت کا جذبہ ہوتا ہے غور کرلینا چاہئے کہ اُس میں کفر کی کشش ہے یا دین کی کشش ہے۔

گر[۱] بہاماں مائلی ہامانیی — ور بموسیٰؑ مائلی سُبحانیی

اگر تو ہامان کی طرف مائل ہے ہامانی ہے — اگر تو موسیٰؑ کی طرف مائل ہے تو اللّٰہی ہے

ور بہر دو مائلی انگیختہ — نفس و عقلی ہر دو آں آمیختہ

اگر تو دونوں کی طرف مائل ہے، اُکسایا ہوا ہے — تجھ میں نفس اور عقل دونوں ملے ہوئے ہیں

ہر دو در جنگند ہان و ہاں بکوش — تا شود بر نفس غالب عقل و ہوش

دونوں برسرِ پیکار ہیں ہاں ہاں کوشش کر — تاکہ عقل اور ہوش نفس پر غالب آجائے

ساغرِ صدق از کفِ موسیٰؑ بنوش — تا شود غالب معانی بر نقوش

(حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ سے سچائی کا پیالہ پی — تاکہ معانی، نقوش پر غالب آجائیں

در[۲] جہانِ جنگ شادی ایں بس است — کہ ببینی بر عدو ہر دم شکست

لڑائی کی دنیا میں یہ خوشی کافی ہے — کہ تو ہر وقت دشمن پر شکست دیکھے

جہد کن تا خصمت اشکستہ شود — گرچہ فرعونِ دنی ایں نشنود

کوشش کر تاکہ تیرا دشمن شکست کھا جائے — خواہ کمینہ فرعون یہ نہ سنے

ایں حدیث آمد دراز اے ناگزیر — باز گو اضلالِ فرعونِ مشیر

یہ بات لمبی ہوگئی مجبوری تھی — فرعون کے مشیر کو گمراہ کرنے کی بات کر

مشورت کردنِ فرعون با وزیرش ہامان در ایمان آوردن بموسیٰ علیہ السلام

فرعون کا حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کے بارے میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کرنا

آں[۳] ستیزہ رُو بسختی عاقبت — گفت باہاماں برای مشورت

بالآخر اس سختی سے جھگڑا کرنے والے نے — مشورے کی غرض سے، ہامان سے کہا

وعدہای آں کلیم اللہ را — گفت و محرم ساخت آں گمراہ را

کلیم اللہ کے وعدوں کو — اُس گمراہ سے کہا اور اُس کو رازدار بنالیا

گفت باہاماں چو تنہایش بدید — جست ہامان و گریباں را درید

جب ہامان کو تنہا دیکھا اُس سے کہا — ہامان اُچھل پڑا اور گریبان پھاڑ لیا

بانگہا زد گریہ ہا کرد آں لعیں — کوفت دستار و کلہ را بر زمیں

اُس لعین نے نعرے لگائے اور رونے لگا — ٹوپی اور عمامہ کو زمین پر پٹخ دیا

کہ چگونہ گفت اندر روی شاہ — اینچنیں گستاخ آں حرفِ تباہ

کہ بادشاہ کے سامنے کیسے کہی؟ — وہ بُری بات ایسے گستاخ نے

---

[۱] گر بہ ہاماں۔ اگر انسان ہامان کی طرف مائل ہے تو وہ ہامان کی جنس سے ہے اور اگر موسیٰؑ کی طرف میلان ہے تو وہ انسان اللہ والا ہے۔ ور بہر دو۔ اگر انسان کا خیر اور شر دونوں کی طرف میلان ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں نفس اور عقل کی کشمکش جاری ہے۔ ساغر۔ ایسے انسان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اس پر عقل کا غلبہ رہے۔

[۲] در جہاں۔ اِس کشمکش میں کامیابی یہ ہے کہ انسان ہر وقت نفس کو مغلوب رکھے۔ گرچہ۔ جس کی طبیعت فرعونی ہوگی وہ اِس نصیحت کو قبول نہ کریگا۔ اضلال۔ یعنی ہامان نے فرعون کو کس طرح گمراہ کیا۔

[۳] آں ستیزہ رُو۔ یعنی فرعون۔ کلیم اللہ۔ حضرت موسیٰؑ نے ایمان لانے پر جو وعدے کئے تھے وہ سب ہامان سے کہدیئے۔ جست۔ ہامان اُچھلا اور اُس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ کہ چگونہ۔ اور کہنے لگا کہ موسیٰؑ کو کیسے جرأت ہوئی کہ تجھ جیسے شاہ سے ایسی باتیں کرے۔

جملہ[۱] عالم را مسخر کردہ تو — کار را با بخت چوں زر کردہ تو
تونے تمام دنیا کو تابع فرمان بنا لیا ہے — تونے اقبال مندی سے کام کو سونے کی طرح کر دیا ہے

از مشارق وز مغارب بے لجاج — سوئے تو آرند سلطاناں خراج
مشرقوں اور مغربوں سے بلا جھگڑے کے — بادشاہ تیرے پاس خراج لاتے ہیں

بادشاہاں لب ہمی مالند شاد — بر ستانہ خاکِ تو اے کیقباد
سب بادشاہ خوشی سے ہونٹ ملتے ہیں — اے عالیمقام تیرے آستانہ کی خاک پر

اسپ باغی چوں بہ بیند اسپ ما — رو بگرداند گریزد بے عصا
باغی گھوڑا جب ہمارے گھوڑے کو دیکھتا ہے — بغیر ڈنڈے کے رخ پھیر لیتا ہے، بھاگ جاتا ہے

تاکنوں[۲] معبود و مسجودِ جہاں — بودہ، گردی کمینہ بندگاں
اب تک تو عالم کا معبود اور مسجود — رہا ہے، (اب) حقیر ترین بندہ بنے گا

در ہزار آتش شدن زیں خوشتر ست — کہ خداوندے شود بندہ پرست
ہزار آگوں میں ہونا اس سے بہتر ہے — کہ ایک آقا غلام پرست بنے

نے بکش اوّل مرا اے شاہ ہیں — تا نہ بیند چشمِ من بر شاہ ایں
نہیں اے بادشاہ! خبردار پہلے مجھے قتل کر دے — تاکہ میری آنکھ بادشاہ کی یہ حالت نہ دیکھے

خسروا اوّل مرا گردن بزن — تا نہ بیند ایں مذلت چشمِ من
اے شاہ! پہلے مجھے قتل کر دے — تاکہ میری آنکھ یہ ذلت نہ دیکھے

خود[۳] نبودست و مبادا ایں چنیں — کہ زمیں گردوں شود گردوں زمیں
ہرگز ایسا نہیں ہوا ہے اور نہ ہو — کہ زمین آسمان بنے اور آسمان زمین

بندگاناں خواجہ تاشِ ما شوند — بیدلاناں دلخراشِ ما شوند
ہمارے غلام، ہمارے ہمسر بنیں — ہم سے ڈرنے والے ہمارے دل کو چھیلنے والے بنیں

چشمِ روشن دشمنان و دوست کور — گشت مارا ایں گلستاں قعرِ گور
دشمنوں کی آنکھ روشن ہو اور دوست اندھا — تو ہمارے لئے چمن قبر کا گڑھا بن جائے

تزییفِ سخنِ ہامان با فرعون علیہ اللعنۃ
فرعون علیہ اللعنۃ کے ساتھ ہامان کی باتوں کی کمزوری

دوست از دشمن ہمی نشناخت او — نرد را کورانہ کژ می باخت او
وہ دوست کو دشمن سے نہ پہچانتا تھا — اس نے اندھے پن سے بازی الٹی چلی

---

۱ مجملہ عالم۔ ہامان نے فرعون سے کہا کہ تونے تمام عالم کو تابعِ فرمان بنالیا ہے۔ اور سلطنت کے معاملات کو سونے کی طرح چمکدار کر دیا ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ خراج۔ وہ محصول جو بادشاہ کو ادا کیا جائے۔ بادشاہاں۔ دنیا کے بادشاہ تیرے در کی خاک چاٹنا فخر سمجھتے ہیں۔ اسپ باغی۔ مخالف لشکر ہمارے لشکر کو دیکھ کر بھاگ پڑتا ہے۔

۲ تاکنوں۔ تو اب تک معبود بنا ہوا ہے لوگ تجھے سجدے کرتے ہیں اب تو غلاموں کا غلام بنے گا ایسی زندگی سے ہزار آگیں بہتر ہیں۔ نے بکش۔ موسیٰ پر ایمان لانے سے پہلے مجھے قتل کر دے تاکہ تیری یہ رسوائی اور ذلت میری آنکھیں نہ دیکھیں۔

۳ خود۔ یہ ابتک نہیں ہوا کہ بادشاہ غلام اور غلام بادشاہ بن جائے یہ ہوگا۔ بندگاناں۔ یہ اسرائیلی جو اب تک ہمارے غلام ہیں وہ شریکِ سلطنت بنیں۔ چشمِ روشن دشمناں۔ اس حالت سے دوست رنجیدہ ہونگے اور دشمن خوش ہونگے۔ اور ہمارا عیش و عشرت خاک میں مل جائیگا۔ تزییف۔ کھوٹا پن۔ دوست۔ یعنی ہامان کو دوست اور دشمن میں تمیز نہ تھی لہٰذا وہ الٹی بازی کھیل رہا تھا۔

دشمنِ[1] تو جز تو نبود اے لعیں | بیگناہاں را مگو دشمن بکیں
اے ملعون! تیرا دشمن تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے | کینہ سے، بے قصوروں کو دشمن نہ کہہ

پیشِ تو ایں حالتِ بد دولت است | کہ دوا دوا اوّل و آخر لت است
تیرے لئے یہ بُری حالت دولت ہے | کہ جس کی ابتدا بھاگ دوڑ اور آخر لات ہے

گر ازیں دولت نتازی خز خزاں | ایں بہارت را ہمی آید خزاں
اگر تو اس دولت سے آہستہ آہستہ نہ بھاگے گا | تیری اس بہار پر خزاں آجائے گی

مشرق و مغرب چو تو بس دیدہ اند | کہ سرِ ایشاں زتن ببریدہ اند
مشرق و مغرب نے تجھ جیسے بہت دیکھے ہیں | جن کے سر دھڑ سے جدا کر دیئے ہیں

مشرق و مغرب کہ نبود برقرار | چوں کنند آخر کسے را پائیدار
مشرق و مغرب، جو پائیدار نہیں ہیں | وہ کسی کو کیسے پائیدار بنا سکتے ہیں؟

تو بداں[2] فخر آوری کز ترس و بند | چاپلوست گشت مردم روز چند
تو اس پر فخر کرتا ہے کہ خوف اور بندش سے | چند روز کیلئے انسان تیرے خوشامدی بنگئے ہیں

ہر کرا مردم سجودے می کنند | زہر اندر جانِ او می آگنند
جس شخص کو لوگ سجدے کرتے ہیں | اس کی جان میں زہر بھرتے ہیں

چونکہ برگردد ازو آں ساجدش | داند او کاں زہر بود و موبدش
جب وہ سجدہ کرنے والا اس سے روگردانی کرتا ہے | وہ جان جاتا ہے کہ وہ اور اس کا سردار زہر تھا

اے خنک[3] آں را کہ ذلت نفسہٗ | وایِ آں کز سرکشی شد چوں کہ او
مبارک باد ہے اسکے لئے جس کا نفس خاکسار بنا | اس پر افسوس، جو سرکشی سے پہاڑ کی طرح بنگیا

ایں تکبر زہرِ قاتل داں کہ ہست | از مئے پُر زہر گشت آں گیج و مست
اس تکبر کو زہرِ قاتل سمجھ کہ جو ہے | زہر بھری شراب (کی قسم) سے (جس کے) وہ احمق اور مست بنا ہے

چوں مئے پُر زہر نوشد مُدبرے | از طرب یکدم بجنباند سرے
جب کوئی بدنصیب زہریلی ہوئی شراب پیتا ہے | تھوڑی دیر مستی سے جھومتا ہے

بعدِ یکدم زہر در جانش فتد | زہر در جانش کند داد و ستد
تھوڑی دیر کے بعد زہر اسکی جان میں اثر کرتا ہے | زہر اسکی جان میں لین دین شروع کر دیتا ہے

گر نداری زہریش را اعتقاد | گرچہ زہر آمد نگر در قومِ عاد
اگر تو اسکے زہر پر اعتقاد نہیں رکھتا ہے | اگرچہ وہ زہر ہے، قومِ عاد کو دیکھ لے

---

[1] دشمنِ تو۔ مولانا کی طرف سے ہامان کا جواب ہے کہ تو خود اپنا دشمن ہے بے قصور لوگوں کو دشمن نہ سمجھ۔ دولت۔ تو اس دنیا کو دولت سمجھتا ہے جس کی ابتدا بھاگ دوڑ ہے اور آخر میں وہ لات مار کر چل دیتی ہے۔ گر۔ اگر انسان خود دنیا کو نہیں چھوڑتا ہے تو دنیا خود اُسے چھوڑ دیتی ہے۔ مشرق۔ دنیا نے بہت سے شاہوں کو قتل کیا ہے۔ برقرار۔ دنیا ناپائیدار ہے وہ کسی کو پائیداری کیا دے سکتی ہے۔

[2] تو بداں۔ مجبوری سے چند انسان تعظیم کرنے لگتے ہیں تو انسان دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔ ہر کرا۔ لوگوں کی تعظیم ایک زہر ہے جو انسان کی روح کو ہلاک کرتا ہے۔ چونکہ۔ خود سجدہ کرنے والے بھی اس زہر سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کو اس زہر کا پتہ جب چلتا ہے جب ان کو ہوش آتا ہے۔ موبد۔ آتش پرستوں کا سردار۔

[3] اے خنک۔ جو لوگ دنیا میں فروتنی اختیار کرتے ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہیں۔ تکبر۔ تکبر ایک زہریلی ہوئی شراب ہے۔ چوں۔ تکبر کی شراب پی کر کچھ دیر انسان مستی کا اظہار کرتا ہے۔ بعدِ یکدم۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ زہر اثر دکھاتا ہے۔ قومِ عاد۔ یہ قوم تکبر کے زہر سے ہلاک ہوئی ہے۔

۱ چونکہ شاہے دست یابد بر شہے
جب کوئی بادشاہ کسی بادشاہ پر قابو پا لیتا ہے

بکشدش یا باز دارد در چہے
اسکو قتل کر دیتا ہے یا اُس کو کنوئیں میں قید کر دیتا ہے

ور بیابد خستۂ افتادہ راہ
اور اگر کسی زخمی کو راستہ میں پڑا ہوا دیکھتا ہے

مرہمش سازد شہ و بدہد عطا
بادشاہ اُسکی مرہم (پٹی) کرتا ہے اور عطا کرتا ہے

گر نہ زہرست آں تکبر پس چرا
اگر وہ تکبر زہر نہیں ہے تو کیوں؟

کشت شہ را بیگناہ و بے خطا
اُس نے بادشاہ کو بے گناہ اور بے قصور مارا

ویں دگر را بے ز خدمت چوں نواخت
اِس دوسرے کو بغیر کسی خدمت کے کیوں نوازا؟

زیں دو جنسِ زہر را باید شناخت
زہر کی اِن دونوں قسموں کو پہچان لینا چاہیئے

۲ راہزن ہرگز گدائے را نزد
کسی ڈاکو نے کبھی کسی فقیر کو نہیں مارا

گرگ گرگِ مردہ را ہرگز گزد
بھیڑیئے نے کسی مردہ بھیڑیئے کو کبھی نہیں پھاڑا

خضر کشتی را برائے آں شکست
(حضرت) خضرؑ نے کشتی اِسی لئے توڑی

تا تواند کشتی از فجار رست
تاکہ کشتی ظالموں سے بچ جائے

چوں شکستہ می رہد اشکستہ شو
جبکہ شکستہ کو نجات ملتی ہے، شکستہ ہو جا

امن در فقرست اندر فقر رو
امن فقر میں ہے فقر اختیار کر

آں کہے کو داشت از کاں نقد چند
وہ پہاڑ جو نقدی کی جنس کا نیس رکھتا تھا

گشت پارہ پارہ از زخمِ کلند
وہ کدال کی مار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

تیغ بہرِ اوست کو را گردنیست
تلوار اُس کے لئے ہے جس کی (اونچی) گردن ہے

۳ سایہ کافگندست بر روے زخم نیست
وہ سایہ جو پڑا ہوا ہے اُس پر وار نہیں ہے

مہتری نفطست و آتش اے غوی
اے گمراہ! سرداری بتی کا تیل اور آگ ہے

اے برادر چوں بر آذر می روی
اے بھائی! تو آگ پر کیوں چلتا ہے؟

ہرچہ او ہموار باشد با زمیں
جو چیز زمین سے ہموار ہو

تیرہا را کے ہدف گردد ببیں
وہ تیروں کا نشانہ کب بنتی ہے دیکھ لے

سر بر آرد از زمیں آنگاہ او
وہ زمین سے سر اُبھارتی ہے تب وہ

چوں ہدفہا زخم یابد بے رفو
نشانوں کی طرح نہ سِلنے والے زخم پاتی ہے

نردبانِ خلق ایں ما و منی ست
یہ خودی اور تکبر مخلوق کے لئے سیڑھی ہے

عاقبت زیں نردباں افتادنی ست
انجام کار اِس سیڑھی سے گر پڑنا ہے

---

۱ چونکہ۔ تکبر کے زہر ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ شاہ اپنے تکبر کی وجہ سے مارا جاتا ہے اور زخمی سپاہی بچ جاتا ہے۔ گر نہ زہرست۔ اِس بادشاہ کے مارے جانے کا سبب اِس کا زہرِ تکبر ہے۔ ویں دگر۔ اُس کی خستہ حالی اُس پر رحم کا سبب بنی۔

۲ راہزن۔ ڈاکو بھی متکبر مالدار کو لوٹتا ہے۔ گرگ بھیڑیا بھی متکبر زندہ بھیڑیئے کو مارتا ہے۔ خضر جو کشتی کی شکستگی اُس کی نجات کا سبب ہے چوں شکستہ۔ شکستہ حالی نجات کا سبب ہے تو انسان کو شکستہ حال ہونا مناسب ہے کہے۔ جس پہاڑ میں کانیں ہوتی ہیں اُس کی کھدائی ہوتی ہے۔ تیغ۔ گردن متکبر، سر بلندی کی کنتی ہے۔

۳ سایہ۔ سایہ پست چیز ہے اُس پر تلوار نہیں چلائی جاتی۔ نفط۔ ایک مادہ ہے جو آگ کو جلد پکڑ لیتا ہے۔ ہموار۔ ہموار زمین کو تیروں کا نشانہ نہیں بنایا جاتا۔ سر بر آرد۔ جو چیز زمین سے سر اُبھارتی ہے وہی نشانہ بنتی ہے۔ نردبان۔ تکبر اور خودی انسانوں کے لئے ایک ایسی سیڑھی ہے جس سے پھسل کر زمین پر گرتا ہے۔

ایں فروع ست و اُصولش آں بُوَد — کہ ترفّع شرکت یزداں بُوَد
یہ فروعی باتیں ہیں اور اُس کی اصل یہ ہے — کہ تکبّر اللہ کے ساتھ شرکت ہے

چوں نہ مُردی و نہ گشتی زندہ زو — باغیِ باشی بشرکت مُلک جُو
جبکہ تو فنا نہ ہوا اور اُس کے ذریعہ زندہ نہ ہوا — تو باغی ہوگا، شرکت کے ذریعہ مُلک کا جویاں ہوگا

چوں بدُو زندہ شُدی آں خود وَیست — وحدتِ محض ست آں شرکت کے ست
جب تو اُس کے ذریعہ زندہ ہوگیا وہ خود وہ ہے — خالص وحدت ہے، یہ شرکت کب ہے؟

شرحِ ایں در آئینہ اَعمال جُو — کہ نیابی فہمِ ایں از گفتگو
اِس کی تشریح اَعمال کے آئینہ میں تلاش کر — کیونکہ گفتگو سے یہ سمجھ میں نہ آئے گا

گر بگویم آنچہ دارم در دروں — بس جگرہا گردد اَندر حال خوں
اگر میں وہ کہدوں جو دل میں رکھتا ہوں — تو بہت سے جگر فوراً خون ہو جائیں گے

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس ست — بانگ دو کردم اگر در دہ کس ست
بس کرتا ہوں، عقلمندوں کیلئے یہ کافی ہے — میں نے دو صدائیں دیدیں اگر گاؤں میں کوئی ہے

حاصل آں ہاماں بداں گفتارِ بد — ایں چنیں راہے براں فرعون زد
خلاصہ یہ ہے کہ اُس ہامان نے بُری گفتگو کے ذریعہ — ایسا راستہ فرعون پر بند کر دیا

لُقمۂ دولت رسیدہ تا دہاں — از گلوی اُو بُریدہ ناگہاں
دولت کا لُقمہ مُنھ تک پہنچ چکا تھا — اچانک اُس کے گلے سے جُدا کر دیا

خرمنِ فرعون را داد اُو بباد — ہیچ شہ را ایں چنیں صاحب مباد
اُس نے فرعون کا کھلیان برباد کر دیا — (خدا کرے) ایسا وزیر کسی بادشاہ کا نہ ہو

از چنیں ہمراہِ بد دوری گزیں — زینہار اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْیَقِیْں
ایسے بُرے ساتھی سے دُوری اختیار کر — خبردار! اللہ یقینی باتوں کو زیادہ جانتا ہے

نومید شدنِ موسیٰؑ از ایمان آوردنِ فرعون و جا یافتن
حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے ایمان لانے سے مایوس ہو جانا اور ملعون ہامان

سخنِ ہامانِ لعین در دلِ فرعون
کی باتوں کا فرعون کے دل میں گھر کر لینا

گفت موسیٰؑ لُطف بنمودیم جُود — خُود خداوندیت را روزی نبود
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا: ہم نے مہربانی اور سخاوت کی — آقائی خود تیرے مقدر میں نہ تھی

لہ ایں۔ تکبّر کی یہ صورتیں تو فروعی ہیں بنیادی بات یہ ہے کہ تکبّر دراصل خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔ چوں۔ وحدت الوجود کے نظریہ کے مطابق اگر تو نے خود کو فانی نہیں بنایا اور بقا باللہ نہ حاصل کیا تو خدا کا باغی ہے چوں بدو جب تجھے بقا باللہ کا مقام حاصل ہو جائے تو اب تیرا وجود خدا کا وجود ہے اور یہ خاص توحید ہے۔

لہ شرح۔ وحدت الوجود کے مسئلہ کی تشریح گفتگو کے ذریعہ ممکن نہیں یہ مقام حاصل ہو جانے سے اس کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ گر بگویم۔ اس مسئلہ کے متعلق اگر میں اپنے پورے خیالات ظاہر کروں تو لوگوں کے جگر خون بن جائیں گے لہٰذا انہی اشارات پر اکتفاء کرتا ہوں جو عقلمندوں کے لئے کافی ہیں۔

سے حاصل۔ غرضیکہ فرعون نے ہامان سے مشورہ کیا اور اُس نے اس کی راہ ہدایت مسدود کر دی۔ لقمہ۔ قریب تھا کہ وہ ہدایت حاصل کر لیتا لیکن ہامان اُس کی بربادی کا سبب بن گیا خدا ایسا وزیر کسی بادشاہ کو نہ دے جو بربادی کا سبب بنے۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہم تو ابدی سلطنت دینا چاہتے تھے لیکن فرعون کے مقدر میں نہ تھی

آں[1] خداوندی کہ نبود راستیں | مردہ دانے دست داں نے آستیں
وہ آقائی جو سچی نہ ہو | سمجھ لے کہ اس کے نہ ہاتھ ہوتا ہے نہ آستیں

آں خداوندی کہ دزدیدہ بود | بے دل و بے جان و بے دیدہ بود
وہ آقائی جو چرائی ہوئی ہو | وہ بے دل اور بے جان اور بے آنکھ کی ہوتی ہے

آں خداوندی کہ دادندت عوام | باز بستانند از تو ہمچو وام
وہ آقائی جو تجھے عوام نے دی ہے | قرض کی طرح وہ تجھ سے واپس لے لیں گے

آں خداوندیِ تو از بندگی | کمترست ار باز دانی اندکی
تیری وہ آقائی غلامی سے | کمتر ہے اگر تھوڑا سا سمجھ لے

دہ خداوندیِ عاریت بحق | تا خداوندیت بخشد متفق
عارضی آقائی خدا کے سپرد کر دے | تاکہ وہ تجھے متفق آقائی عنایت کر دے

منازعت[2] کردنِ امیرانِ عرب با رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ ملک را مقاسمہ کن تا نزاعے نباشد و جوابِ رسول ایشاں را کہ من ماموروم دریں امارت و بحث ایشاں از طرفین

عرب کے سرداروں کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنا کہ ملک بانٹ لیجئے تاکہ جھگڑا نہ ہو اور آنحضور کا اُن کو جواب دینا کہ میں اِس حکومت میں اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہوں اور جانبین سے اُن کی بحث

آں امیرانِ عرب گرد آمدند | نزدِ پیغمبر منازع می شدند
عرب کے سردار جمع ہو گئے | پیغمبرؐ کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے آئے

کہ تو میری ہر یک از ما ہم امیر | بخش کن ایں ملک و بخشِ خود بگیر
کہ آپ بھی سردار ہیں اور ہم میں سے بھی ہر ایک امیر ہے | اِس ملک کو تقسیم کر لیجئے اور اپنا حصہ لے لیجئے

ہر[3] یکے در بخشِ خود انصاف جو | تو ز بخشِ ما دو دست خود بشو
ہر ایک اپنے حصہ میں انصاف چاہتا ہے | آپ ہمارے حصہ سے اپنے دونوں ہاتھ دھو لیجئے

گفت میری مر مرا حق دادہ است | سروری و امرِ مطلق دادہ است
آپ نے فرمایا مجھے سرداری خدا نے عطا کی ہے | (اُس نے) عام سرداری اور حکم عطا فرمایا ہے

کایں قرانِ احمدست و دورِ او | ہیں بگیرید امرِ او را اتقوا
کیونکہ (فرمایا ہے) یہ احمدؐ کا زمانہ اور دَور ہے | خبردار! اُس کا حکم مانو اور تقویٰ اختیار کرو

---

[1] آں خداوندی۔ غلط قسم کی آقائی بے دست و پا ہوتی ہے۔ آں خداوندی۔ جو آقائی انسانوں کی عطا کردہ ہے وہ تو انسان واپس لے لیتے ہیں۔ آں خداوندی۔ انسانوں کی عطا کردہ آقائی غلامی سے بدتر ہے ہاں جو آقائی خدا کی جانب سے ملے وہ پائیدار اور متفق علیہ ہوتی ہے۔

[2] منازعت۔ اِس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی آقائی خدائی عطیہ تھی۔ کہ تو میری۔ اُن سرداروں نے آنحضورؐ سے کہا ملک تقسیم کر لیا جائے تم اپنے حصہ پر حکومت کرو ہم اپنے حصہ پر حکومت کریں۔

[3] ہر یکے۔ ہر شخص اپنے حصہ پر حکومت کرے آپ ہمارے حصہ سے دست بردار ہو جائیں۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پورے ملک کی سرداری عنایت کی ہے کائیں۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ احمدؐ کا دور ہے اُس کا حکم مانو اور پرہیزگار بنو۔

[1] قوم گفتندش کہ ما ہم زاں قضا ۔۔۔ حاکمیم و داد امیری ما خدا
قوم نے اُن سے کہا کہ ہم بھی تقدیر سے ۔۔۔ حاکم ہیں اور خدا نے ہمیں حکومت دی ہے

گفت لیکن مر مرا حق ملک داد ۔۔۔ مر شما را عاریۃ از بہرِ زاد
آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ (تعالیٰ) نے حکومت دی ہے ۔۔۔ تمہارے پاس کھانے پینے کے لئے عارضی ہے

میریِ من تا قیامت باقی ست ۔۔۔ میریِ عاریتی خواہد شکست
میری حکومت قیامت تک باقی رہنے والی ہے ۔۔۔ عارضی حکومت ٹوٹ جائے گی

قوم گفتند اے امیر افزوں مگو ۔۔۔ چیست حجت بر فزوں جوئیِ تو
لوگوں نے کہا اے امیر! زیادہ نہ کہہ ۔۔۔ آپ کی بڑائی پر دلیل کیا ہے؟

[2] سیل آمدن و قضیب انداختنِ اُمرا جہتِ دفعِ شدنِ سیل وغالب شدن مصطفیٰ علیہ السلام بر امیراں

سیلاب کا آنا اور سیلاب روکنے کے لئے سرداروں کا لکڑی ڈالنا اور مصطفیٰ علیہ السلام کا سرداروں پر غالب آجانا

در زماں ابرے بر آمد ز امرِ مُر ۔۔۔ سیل آمد گشت آں اطراف پُر
فوراً، سخت حکم سے ایک ابر آیا ۔۔۔ سیلاب آیا اور اطراف (پانی سے) پُر ہو گئے

رُو بشہر آورد سیلے بس مُہیب ۔۔۔ اہلِ شہر افغاں کُناں جملہ رعیب
ایک بہت خوفناک سیلاب نے شہر کا رُخ کیا ۔۔۔ شہر والے خوفزدہ ہو کر فریاد کرنے لگے

گفت پیغمبر کہ وقتِ امتحاں ۔۔۔ آمد اکنوں تا نہاں گردد عیاں
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ امتحان کا وقت ۔۔۔ اب آگیا تاکہ پوشیدہ (راز) ظاہر ہو جائے

[3] ہر امیرے نیزۂ خود در فگند ۔۔۔ تا شود در امتحاں آں سیل بند
ہر سردار نے اپنا نیزہ ڈال دیا ۔۔۔ تاکہ آزمائش (کے وقت) میں سیلاب رُک جائے

نیزہا را ہمچو خاشاکے رُبُود ۔۔۔ آبِ تیزِ سیلِ پُر جوش و عنود
نیزوں کو تنکوں کی طرح (بہا) لے گیا ۔۔۔ جوشیلے اور سرکش سیلاب کا تیز پانی

پس قضیب انداخت در وے مصطفیٰؐ ۔۔۔ آں قضیبِ معجزِ فرماں روا
پھر مصطفیٰؐ نے ایک شاخ اُسمیں ڈالدی ۔۔۔ وہ شاخ جو (سیلاب کو) عاجز کرنیوالی اور حاکم تھی

نیزہا گم گشت جملہ و آں قضیب ۔۔۔ بر سرِ آب ایستادہ چوں رقیب
سب نیزے گم ہو گئے اور وہ شاخ ۔۔۔ نگراں کی طرح پانی پر کھڑی رہی

---

[1] قوم گفتندش۔ اُن سرداروں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ ہم بھی سردار ہیں اور ہماری سرداری بھی خدا کا عطیہ ہے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا میری سرداری اَبدی ہے تمہاری سرداری دنیاوی عارضی ہے۔ قوم گفتند۔ سرداروں نے کہا اپنی اَبدی سرداری پر کوئی دلیل پیش کیجئے۔

[2] سیل آمدن۔ اِس قصہ کا حدیث اور تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اِس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی ایک معمولی شاخ سے پانی کا سیلاب رُک گیا اور یہ معجزہ آنحضورؐ کی ابدی سرداری پر دلیل بنا۔ مُہیب۔ ہیبت ناک۔ رعیب۔ مرعوب، خوفزدہ۔ نہاں۔ یعنی اب تک میری اَبدی سرداری جو تم پر پوشیدہ ہے واضح ہو جائے۔

[3] ہر امیرے۔ اِس سیلاب کو روکنے کیلئے ہر سردار نے اپنے ہاتھ کا نیزہ پانی میں ڈالا۔ عنود۔ سرکش۔ قضیب۔ شاخ۔ رقیب۔ نگراں۔

زاہتمام آں قضیب آں سیل رفت — رو بگردانید و سوی بحر رفت

اُس شاخ کے بندوبست سے وہ سیلاب روانہ ہو گیا — اُس نے رُخ موڑا اور سمندر کی طرف چلا گیا

چوں بدیدند از وے آں امرِ عظیم[1] — پس مُقر گشتند آں میراں زبیم

جب اُنھوں نے اُن سے وہ بڑا کارنامہ دیکھا — وہ سردار ڈر سے اقرار کرنیوالے بن گئے

جز سہ کس کہ حقدِ ایشاں چیرہ بُود — ساحرش گفتند و کاہن از جحُود

سوائے تین شخصوں کے جن کا کینہ غالب تھا — اُنھوں نے انکار سے اُنکو جادوگر اور کاہن کہا

بُود بوجہلِ لعین و بولہب — واں سوم ہم بُود بوسفیانِ حرب

ملعون ابوجہل تھا اور ابولہب — اور وہ تیسرا ابوسفیان بن حرب تھا

مُلکِ بر بستہ چناں باشد ضعیف — مُلکِ بر رستہ چناں باشد شریف

مارے باندھے کی سلطنت ایسی کمزور ہوتی ہے — آزاد سلطنت ایسی شریف ہوتی ہے

نیزہا[2] را گر ندیدی یا قضیب — نامِ شاں بیں نامِ او بیں اے نجیب

اگر تو نے نیزے یا شاخ نہیں دیکھی ہے — اے شریف! اُن کا نام اور اِن کا نام دیکھ لے

نامِ شاں را سیلِ تیز مرگ بُرد — نامِ او و دولتِ تیزش نمُرد

اُن کے نام کو موت کا تیز سیلاب بہالے گیا — اُن کا نام اور اُن کی تیز حکومت نہیں مری ہے

پنج نوبت می زنندش بر دوام — ہم چنیں ہر روز تا روزِ قیام

ہمیشہ پانچ وقت اُن کے نام پر نوبت بجتی ہے — اِسی طرح قیامت تک ہر روز

در تمامیِ حدیث موسیٰ علیہ السلام و تقریع و توبیخ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی تکمیل اور فرعون کو ڈرانا اور دھمکانا

گر ترا[3] عقل ست کردم لطفہا — ور خری آوردہ ام خر را عصا

اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے تجھ پر مہربانیاں کی ہیں — اور اگر تو گدھا ہے تو میں لاٹھی لایا ہوں

آنچناں زیں آخرت بیروں کنم — کز عصا گوش و سرت پُر خوں کنم

تجھے اصطبل سے اس طرح نکالوں گا — کہ لاٹھی سے تیرے کان اور سر زخمی کر دوں گا

اندریں آخر خراں و مردماں — می نیابند از جفایِ تو اماں

اِس اصطبل میں گدھے اور انسان — تیرے ظلم سے امان نہیں پاتے ہیں

نک عصا آوردہ ام بہر ادب — ہر خرے را کو نباشد مستجب

سزا دینے کیلئے میں ایک لاٹھی لایا ہوں — ہر اُس گدھے کے لئے جو کہنا نہ مانے

---

[1] امرِ عظیم۔ یعنی آنحضورؐ کی شاخ سے سیلاب کا رُک جانا۔ جز سہ کس۔ یعنی دوسرے سردار تو ایمان لے آئے ابوجہل، ابولہب اور ابوسفیان ایمان نہ لائے اور حضورؐ کو جادوگر اور کاہن کہنے لگے۔

[2] نیزہا۔ اے مخاطب اگر تو نے وہ نیزے اور شاخ کا معاملہ خود نہیں دیکھا ہے تو اب ناموں سے اُس معاملہ کو سمجھ لے نامِ شاں۔ اُن کے ناموں کو موت کا سیلاب بہا لے گیا اور آنحضورؐ کے نامِ نامی کا پانچ وقت قیامت تک اذان میں ڈنکا بجتا ہے۔

[3] گر ترا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے دین کی راہ دکھا کر تجھ پر مہربانیاں کی ہیں اور اگر گدھا ہے تو تیرے لئے یہ میری لاٹھی ہے۔ آخر۔ اصطبل۔ اندریں۔ اِس دنیا میں انسان اور حیوان تجھ سے مصیبت میں ہیں۔ نک عصا۔ یہ میری لاٹھی بے ادبوں کو ادب سکھانے کے لئے ہے۔

اژدہائے[1] می شود در قہرِ تو — کاژدہائے گشتۂ در فعل و خو
تجھے مغلوب کرنے میں ایسا اژدہا بنے گی — جیساکہ تو کام اور عادت میں اژدہا بن گیا ہے

اژدہائے کوہیی تو بے اماں — لیک بنگر اژدہائے آسماں
تو بے امان، پہاڑی سانپ ہے — لیکن آسمانی اژدہے کو دیکھ

ایں عصا از دوزخ آمد چاشنی — بر تو و بر مؤمن آمد روشنی
یہ لاٹھی دوزخ کا مزا بنی ہے — تیرے لئے، اور مومن کے لئے روشنی ہے

مر ترا گوید کہ اے گبرِ دنی — کہ ہلا بگریز اندر روشنی
تجھ سے کہتی ہے کہ اے کمینے کافر — خبردار! روشنی میں بھاگ آ

ورنہ در مانی تو در زندانِ من — مخلصت نبود ز در بندانِ من
ورنہ تو میری قید میں رہے گا — تیرے لئے میری قید سے چھٹکارا نہیں ہے

باز گرد[2] از کفر سوی دینِ حق — ورنہ در نارِ ابد مانی خلق
کفر سے دین حق کی طرف آجا — ورنہ ابدی آگ میں بدحال ہوگا

باز گرد اے گمرہِ بدبختِ دوں — ورنہ در دوزخ در افتی سرنگوں
اے کمینہ، بدبخت گمراہ! باز آ — ورنہ تو اوندھا دوزخ میں گرے گا

ایں عصائے بود اینَدم اژدہاست — تا نگوئی دوزخ یزداں کجاست
یہ لاٹھی تھی اب اژدہا ہے — تاکہ تو نہ کہہ سکے کہ اللہ (تعالیٰ) کی دوزخ کہاں ہے؟

در بیان آنکہ شناسائے قدرتِ حق تعالیٰ نپرسد کہ بہشت کجاست و دوزخ چہ جاست؟

اِس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچاننے والا یہ نہیں دریافت کرتا ہے کہ بہشت کہاں ہے اور دوزخ کس جگہ ہے؟

ظاہرست[3] ایں دوزخ امّا بر دلت — ہست پوشیدہ یقیں ز آب و گلت
یہ دوزخ ظاہر ہے لیکن تیرے دل پر — یقیناً تیرے آب و گل کی وجہ سے پوشیدہ ہے

ہر کجا خواہد خدا دوزخ کند — اوج را بر مرغ دام و فخ کند
خدا جس جگہ چاہے دوزخ (پیدا) کردے — بلندی کو، پرند کے لئے جال اور پھندا بنادے

ہم ز دندانت برآرد دردہا — تا بگوئی دوزخ ست و اژدہا
تیرے دانتوں میں درد پیدا کردے — حتّٰی کہ تو کہنے لگے کہ دوزخ اور اژدہا ہے

یا کند آبِ دہانت را عسل — تا بگوئی کہ بہشت است و حُلل
یا تیرے لعابِ دہن کو شہد بنادے — حتّٰی کہ تو کہنے لگے کہ بہشت اور جوڑے ہیں

لہ اژدہا۔ یہ لاٹھی تیرے لئے اژدہا بنے گی چونکہ تو خود اژدہا بنا ہوا ہے۔ کوہیی تو پہاڑی سانپ ہے اور یہ لاٹھی آسمانی اژدہا ہے۔ ایں عصا منکر کے لئے یہ لاٹھی دوزخ کا اثر رکھتی ہے اور مومن کے لئے نورِ ہدایت ہے۔ ورنہ۔ اگر تو کہنا نہ مانے گا تو ہمیشہ کے لئے میری قید میں رہے گا۔

لہ باز گرد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا کفر چھوڑ کر دینِ حق اختیار کرلے ورنہ دوزخ میں بُری حالت میں رہے گا۔ ایں عصا۔ یہ لاٹھی دوزخ کے عذاب کا نمونہ ہے تاکہ دوزخ کا ثبوت ہو جائے۔ در بیان۔ جو شخص قدرتِ الٰہی کا قائل ہوتا ہے وہ دوزخ اور بہشت کے بارے میں شکوک نہیں ہوتا ہے۔

لہ ظاہرست۔ عالمِ غیب کی خبروں کے آثار اس عالمِ ظہور میں موجود ہیں لیکن انسانوں کا عالمِ ناسوت میں انہماک اُن کے ادراک سے مانع ہے۔ اوج۔ بلندی۔ فخ۔ جال۔ ہم ز دندانت۔ انسان دانتوں کے درد میں ایسا مبتلا ہوتا ہے کہ اُس کو دوزخ اور اژدھوں کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ یا کند۔ لعاب دہن کو ایسا لذیذ کر دیتا ہے کہ بہشت کا مزہ آجاتا ہے۔

از بُنِ دنداں بر دیاند شکر
دانتوں کی جڑ سے شکر پیدا فرمائے
تا بدانی قوّتِ حُکم و قدر
تاکہ تو تقدیر اور حکم کی طاقت کو سمجھے

پس[1] بدنداں بیگناہاں را مگز
پس بے گناہوں کو دانتوں سے نہ کاٹ
فکر کُن از ضربتِ نامُحترز
ناقابلِ بچاؤ ضرب کی فکر کر

نیل[2] را بر قبطیاں حق خوں کُند
(دریا) نیل کو اللہ تعالےٰ قبطیوں کیلئے خون کر دیتا ہے
سبطیاں را از بلا محصوں کُند
سبطیوں کو مصیبت سے بچا دیتا ہے

آب بر فرعون در دم خوں شوَد
پانی فوراً فرعون پر خون ہو جاتا ہے
بر کلیمے قندِ ناممنوں شوَد
کلیم (اللہ) پر بغیر منت شکر بنجاتا ہے

تا بدانی پیشِ حق تمیز ہست
تاکہ تجھے معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمیاز ہے
در میانِ ہوشیار راہ دست
راستہ کے ہوشیار اور سُست کے درمیان

نیل[2] تمیز از خدا آموختہ است
(دریا) نیل نے تمیز خدا سے سیکھی ہے
کہ گشاد آں را و ایں را سخت بست
کہ اس نے اسکو کھولدیا اور اس کو مضبوط باندھ دیا

لُطفِ اُو عاقل کُند مر نیل را
اس کی مہربانی نیل کو سمجھدار بنا دیتی ہے
قہرِ اُو ابلہ کُند قابیل را
اس کا غصہ قابیل کو احمق بنا دیتا ہے

در جمادات از کرم عقل آفرید
کرم سے جمادات میں عقل پیدا فرما دی
عقل از عاقل بقہرِ خود بُرید
قہر سے عقلمند سے عقل منقطع کر دی

در جماد از لُطف عقلے شد پدید
جماد میں مہربانی سے عقل پیدا ہوگئی
وز نکال از عاقلاں دانش رمید
عذاب سے عقلمندوں سے عقل بھاگ گئی

عقل چوں باراں بامر آنجا بریخت
عقل حکم سے اُس جگہ بارش کی طرح برسی
عقل ایں سو خشمِ حق دید و گریخت
عقل نے اُس جانب اللہ کی ناراضگی دیکھی اور بھاگ گئی

ابر[3] و خورشید و مہ و انجم بلند
ابر اور سورج اور چاند اور تارے بلندی پر
جملہ بر ترتیب آیند و روند
سب ترتیب سے آتے جاتے ہیں

ہر یکے ناید مگر در وقتِ خویش
کوئی طلوع نہیں کرتا مگر اپنے وقت میں
کہ نہ پس ماند ز ہنگام و نہ پیش
کہ وقت سے نہ پیچھے رہتا ہے، نہ آگے

چوں نکردی فہم ایں را ز انبیا
جب تو انبیا کے ذریعہ اس کو نہ سمجھ
دانش آور دند در سنگ و عصا
انھوں نے پتھر اور لاٹھی میں عقل پیدا کر دی

---

[1] پس بدنداں۔ انسان میں اگر طاقت ہے تو اُس کو کمزوروں کی ایذارسانی کے لئے نہ استعمال کرنا چاہیئے۔ نیل۔ دریائے نیل فرعونیوں کے لئے خون ثابت ہوا اور اسرائیلیوں کے لئے نجات کا سبب بنا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ تا بدانی۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ جزئیات ان جمادات کو باشعور بنا دیتی ہے وہ کس قدر علیم و خبیر ہے۔

[2] نیل۔ دریائے نیل میں یہ قوتِ تمیز منجانب اللہ آئی تھی۔ آں۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ وایں یعنی فرعون۔ در جمادات اللہ تعالےٰ کبھی جمادات کو عقلمند بنا دیتا ہے اور کبھی عقلمندوں کو بے عقل بنا دیتا ہے۔

[3] ابر۔ تمام فلکی اجرام ترتیب سے مصروف عمل ہیں۔ ہر یکے۔ ہر چیز اس ترتیب سے کام کرتی ہے کہ اپنے مقررہ وقت سے نہ وہ تقدیم کرتی ہے نہ تاخیر کرتی ہے۔ چوں نکردی۔ اس بات کو جب انسان انبیاء کے ذریعہ نہیں پہچانتا ہے تو اللہ تعالیٰ جمادات میں یہ سمجھ پیدا کر دیتا ہے۔

تا جماداتِ دگر را بے لباس ¹ — چوں عصا و سنگ دانی از قیاس
تاکہ دوسرے جمادات کو بلا شبہ — قیاس سے لاٹھی اور پتھر کی طرح سمجھ لے

طاعتِ سنگ و عصا ظاہر شود — وز جماداتِ دگر مخبر شود
پتھر اور لاٹھی سے فرمانبرداری ظاہر ہو — تو وہ دوسرے جمادات کے بارے میں مخبر ہوتا ہو

کز یزداں آگہیم و طاعیم — ما ہمہ بے اتفاقی ضائعیم
کہ ہم خدا سے واقف اور فرمانبردار ہیں — موافقت کے بغیر ہم سب تباہ ہیں

ہمچو آبِ نیل دانی وقتِ غرق — کو میانِ ہر دو اُمت ² کرد فرق
نیل کے پانی کی طرح سمجھ لے غرق کرتے وقت — کہ اُس نے دونوں گروہوں میں فرق کیا

چوں زمین کش دانش آمد وقتِ خسف — در حقِ قاروں کہ قہرش کرد نسف
زمین کی طرح جس کو دھنسانے کے وقت عقل آ گئی — قارون کے بارے میں کہ اُسکے قہر نے اُسکو ٹکڑے کر دیا

چوں قمر ² کہ امر بشنید و شتافت — پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شگافت
چاند کی طرح کہ اُس نے حکم سُنا اور دوڑا — پھر آسمان پر دو ٹکڑے ہو گیا اور شق ہو گیا

چوں ستوں نالید از ہجرِ نبی ؐ — باخبر گشتہ ازاں شیخ و صبی
جس طرح ستون نبی ؐ کے فراق میں رویا — جس سے بوڑھے اور بچے باخبر ہو گئے

چوں درخت و سنگ کاندر ہر مقام — مصطفی ؐ را گفت ظاہر والسلام
جس طرح درخت اور پتھر نے ہر جگہ پر — مصطفی ؐ کو واضح طور پر سلام کیا

بحث کردنِ سُنّی و فلسفی و جوابِ دہری کہ منکرِ الوہیت است و عالم را قدیم داند
سُنّی اور فلسفی کا بحث کرنا اور اُس دہریہ کا جواب دینا جو خدا کا منکر ہے اور عالم کو قدیم جانتا ہے

دی ³ یکے می گفت عالم حادث است — فانی ست ایں چرخ و حقش وارث است
کل ایک شخص کہتا تھا عالم نو پیدا ہے — یہ آسمان فانی ہے اور اللہ (تعالیٰ) اُس کا مالک ہے

فلسفی گفتہ کہ چوں دانی حدوث — حادثِ ابر چوں داند غیوث
فلسفی نے کہا تو نے اُسکے نو پیدا ہونیکو کیسے جانا — بارشوں کو ابر کے حادث ہونے کا کیا علم؟

ذرّہ خود نیستی از انقلاب — تو چہ میدانی حدوثِ آفتاب
تو (اس) انقلاب کا ایک ذرہ (بھی) نہیں ہے — تو سورج کے پیدا ہونے کو کیا جانے؟

ـــــــــــ

¹ تا جمادات۔ لاٹھی اور پتھر پر قیاس کر کے سمجھ لو کہ دوسرے جمادات کو بھی اللہ تعالےٰ نے عقل عنایت فرما دیا ہے۔ بے لباس۔ اِلتباس۔ طاعت۔ لاٹھی نے حضرت موسیٰ ؑ کی اور پتھروں نے آنحضور ؐ کی اطاعت کی۔ ہر دو اُمت۔ یعنی حضرت موسیٰ ؑ اور فرعون کی قوم۔ چوں زمیں۔ قارون کے بارے میں زمین میں شعور پیدا ہوا۔

² چوں قمر۔ آنحضور ؐ سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔ ستون۔ اُستوانہ حنانہ آنحضور ؐ کے فراق میں رویا والسلام۔ پتھروں اور درختوں سے آنحضور ؐ کو سلام کرنے کا معجزہ ظاہر ہوا۔

³ دی۔ سُنّی نے کہا کہ تمام عالم اللہ کی قدرت سے پیدا ہے۔ فلسفی۔ فلسفی نے کہا تو خود عالم کی پیداوار ہے، پیداوار کو اُس کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے جس سے وہ پیدا ہوئی ہے۔ بارش ابر سے پیدا ہوتی ہے تو بارش ابر کے بارے میں کیا جان سکتی ہے۔ ذرہ۔ ذرہ کو آفتاب کے حادث ہونے کا کیا علم ہو سکتا ہے۔

کرمکے کاندر حدث باشد دفیں — کے بداند آخر و بدو زمیں
وہ کیڑا جو غلاظت میں دفن ہے — وہ زمین کے انجام اور آغاز کو کیا جان سکتا ہے؟

ایں بتقلید از پدر بشنیدہ — از حماقت اندریں پیچیدہ
تونے یہ باپ سے تقلیداً سنا ہے — بیوقوفی سے اِس میں پھنسا ہوا ہے

چیست برہاں بر حدوثِ ایں بگو — ورنہ خامش کن فزوں گوئی مجو
یہ بتا: اِس کے نو پیدا ہونے پر کیا دلیل ہے؟ — ورنہ چپ ہو جا، زیادہ باتیں نہ بنا

گفت دیدم اندریں بحرِ عمیق — بحث می کردند روزے دو فریق
اُس نے کہا میں نے دیکھا اِس گہرے سمندر میں — ایک روز دو فریق بحث کر رہے تھے

در جدال و در خصام و در شکوہ — گشتہ ہنگامہ براں دو کس گروہ
لڑائی اور جھگڑے اور شور میں — (اور) اُس ہنگامہ میں اُن دونوں پر مجمع ہو گیا تھا

سوئے آں ہنگامہ گشتم من رواں[1] — تا بیابم اطلاع از حالِ شاں
اِس ہنگامہ کی طرف میں (بھی) روانہ ہو گیا — تاکہ اُن کی حالت سے باخبر ہو سکوں

من[2] بسوئے جمع ہنگامہ شدم — اطلاع از حالِ ایشاں بستدم
میں ہنگامے کے مجمع کی جانب چلا گیا — (اور) اُن کے حال کی معلومات حاصل کیں

آں یکے می گفت گردوں فانی ست — بے گمانے ایں بنا را بانی ست
ایک کہتا تھا کہ آسمان فنا ہونے والا ہے — بلاشبہ اِس بنا کا کوئی بنانے والا ہے

واں دگر گفت ایں قدیم و بے کیت — نیستش بانی و یا بانی ویست
دوسرے نے کہا یہ قدیم اور کب سے ہے کے بغیر ہے — اُس کو کوئی بنانے والا نہیں ہے اور یا وہ خود بنانے والا ہے

گفت منکر گشتۂ خلاق را — روز و شب آرندہ و رزاق را
اُس نے کہا تو پیدا کرنے والے کا منکر بن گیا — دن اور رات کو لانے والے اور رزق دینے والے کا

گفت[3] بے برہاں نخواہم من شنید — آنچہ گوئی آں بہ تقلیدے گزید
اُس نے کہا میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا — تو جو کچھ کہتا ہے تو نے تقلید میں اختیار کیا ہے

ہیں بیاور حجت و برہاں کہ من — نشنوم بے حجت ایں را در زمن
خبردار حجت اور دلیل لا کیونکہ میں — اِس کو زمانہ میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا

گفت حجت در درونِ جانم ست — در درونِ جاں نہاں برہانم است
اُس نے کہا دلیل میری جان کے اندر ہے — جان کے اندر میری دلیل چھپی ہوئی ہے

---

[1] کرمکے۔ گوبر میں جو کیڑا ہو اُس کو زمانہ کی ابتدا اور انتہا کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔ ایں۔ انسان کے باپ دادا سے عالم کے پیدا ہونے کی بات سن لی ہے اسی طرح بلا تحقیق اُسکو مانتا چلا آیا ہے چیست۔ فلسفی نے کہا اگر اس مسئلہ میں کوئی دلیل ہے تو وہ بیان کر خواہ مخواہ زیادہ باتیں نہ کر۔ گفت۔ سُنّی نے کہا میں نے ایک روز دو فریق کو اس مسئلہ میں گفتگو کرتے سنا تھا۔ در جدال۔ دونوں میں زور دار بحث ہو رہی تھی اور ایک مجمع ہو گیا تھا۔ سوئے۔ میں بھی اس ہنگامے کو دیکھنے پہنچ گیا تھا۔

[2] من بسوئے۔ میں بھی اُس مجمع میں پہنچا تاکہ اُن کی باتیں سنوں۔ آں یکے۔ ایک یہ کہتا تھا کہ اس عالم کا کوئی بنانے والا ہے لہٰذا یہ نو پیدا چیز ہے۔ واں دگر۔ دوسرا یہ کہتا تھا کہ عالم قدیم ہے اُس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے اگر ہے تو وہ خود اپنے آپ کو بنانے والا ہے۔ بے کیت۔ یعنی عالم کے بارے میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کب سے ہے۔ گفت۔ دوسرے نے کہا کہ تو پیدا کرنیوالے اور رزاق کا منکر ہو گیا۔

[3] گفت بے برہاں۔ فلسفی نے کہا میں بغیر برہان کے کوئی بات نہ سنوں گا تو محض تقلیدی باتیں کر رہا ہے۔ گفت حجت۔ سُنّی نے کہا حجت ذوقی ہے یہ کہ خود انسان اپنے حالات پر غور کرے تو اس سے وجود باری

تو نمی بینی ہلال از ضعفِ چشم (۱) — من ہمی بینم مکن بر من تو خشم

آنکھ کی کمزوری سے تو چاند کو نہیں دیکھتا ہے — میں دیکھ رہا ہوں تو مجھ پر غصہ نہ کر

گفتگو بسیار گشت و خلق گیج — در سر و پایانِ ایں چرخِ پیچ

بات لمبی ہو گئی اور لوگ حیران ہو گئے — اِس بااراده آسمان کی ابتدا اور انتہا میں

گفت (۲) یارا در درونم حجتے ست — بر حدوثِ آسمانم آیتے ست

اُس نے کہا اے دوست میرے دل میں ایک دلیل ہے — جو آسمان کے نو پیدا ہونے کی نشانی ہے

مَن یقیں دانم نشانش آں بود — مر یقیں داں را کہ در آتش رود

مجھے یقین ہے، اُس کی علامت یہ ہے — کہ یقین رکھنے والا آگ میں گھسے

در زباں می ناید ایں حجت بداں — ہمچو حال و سرِ عشقِ عاشقاں

سمجھ لے یہ دلیل زبان پر نہیں آتی ہے — جیسے کہ عاشقوں کا حال اور راز

نیست پیدا سرِ گفت و گوی من — جز کہ زردی و نزاری رُوی من

میری گفتگو کا راز ظاہر نہیں ہے — سوائے میرے چہرے کی زردی اور لاغری کے

اشک (۳) چوں بر رُخ روانہ می رود — حجتِ حسن و جمالش می شود

جب آنسو رُخ پر بہتے ہیں — اس کے حسن اور خوبصورتی کی دلیل ہوتے ہیں

گفت من اینہا ندانم حجتے — کہ بود در پیشِ عامہ آیتے

اُس نے کہا میں اسکو ایسی دلیل نہیں سمجھتا ہوں — جو عوام کے سامنے علامت بنے

گر بیاری من کنم آنرا قبول — ورنہ کوتاہ کن حدیثِ عرض و طول

اگر وہ تو بیان کرے تو میں مان جاؤں گا — ورنہ لمبی چوڑی بات کو مختصر کر

گفت چوں قلبے و نقدے دم زنند — کہ تو قلبی من نکویم وارجمند

اُس نے کہا جب کھوٹا اور کھرا دعوی کریں — کہ تو کھوٹا اور میں اچھا اور مبارک ہوں

ہست آتش امتحانِ آخریں — کاندر آتش در فتند آں دو قریں

تو آخری آزمائش آگ ہے — کہ دونوں ساتھی آگ میں گریں

عام و خاص از حالِ شاں عالم شوند — از گمان و شک سوی ایقاں روند

عوام اور خواص اُن کے حال سے باخبر ہو جائینگے — گمان اور شک سے یقین کیجانب چلے جائینگے

آب و آتش آمد اے جاں امتحاں — نقد و قلبے را کہ آں باشد نہاں

اے دوست! پانی اور آگ آزمائش ہیں — اِس کھرے اور کھوٹے کیلئے جو پوشیدہ ہو

۱؎ تو نمی بینی۔ اِس دلیل کی مثال پہلی رات کے چاند کی سی ہے جو اُس کو نہ دیکھ سکے وہ خود اپنے آپ کو ملامت کرے۔ گفتگو۔ اُن دونوں میں بات اتنی بڑھی کہ لوگ عالم کے حادث ہونے نہ ہونے میں حیران ہو گئے۔

۲؎ گفت یارا۔ سُنّی نے کہا اے دوست وہ ذوقی اور باطنی دلیل دنیا کے حادث ہونے پر مضبوط دلیل ہے۔ اور اُس سے مجھے یقین حاصل ہے اور میرے سچے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں اور تو آگ میں کودیں جو سچا ہے وہ سالم رہے گا۔ در زباں۔ یہ دلیل قولی نہیں ہے عاشق کے عشق کو دلائل سے نہیں بلکہ اُس کے آثار اور حالات سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ عاشق کے چہرے کی زردی اور آنسو دلیل ہوتے ہیں۔

۳؎ اشک۔ عاشق کے آنسو عشق اور معشوق کے حسن کی دلیل ہوتے ہیں۔ کہ بود۔ فلسفی نے کہا میں ایسی دلیل چاہتا ہوں جو عوام بھی سمجھ سکیں۔ ہست۔ سُنّی نے کہا اگر کھرے کھوٹے میں بحث ہو تو آزمائش کی یہی صورت ہے کہ اُنکو آگ میں تپایا جائے اِس سے شکوک و شبہات رفع ہو جائینگے لہٰذا تجھے اور مجھے آگ میں داخل ہونا چاہئے جو سچا ہے وہ بچے گا۔

تا[۱] من و تو ہر دو در آتش رویم — حجتِ باقیِ حیراناں شویم

میں اور تو دونوں آگ میں گھسیں — باقی حیران لوگوں کے لئے دلیل بن جائیں

یا من و تو ہر دو در بحر اوفتیم — کیں در دعویٰ من و تو کوفتیم

یا میں اور تو دونوں دریا میں کودیں — کیونکہ میں نے اور تُو نے دعوے کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے

ہمچناں کردند و در آتش شدند — ہر دو خود را بر تفِ آتش زدند

انھوں نے ایسا ہی کیا اور آگ میں چلے گئے — دونوں نے اپنے آپ کو آگ کے شعلوں میں ڈال دیا

فلسفی را سوخت خاکستر بکرد — متقی را ساخت تازہ تر بکرد

اس نے فلسفی کو جلا دیا راکھ بنا دیا — متقی کو سنوار دیا، تروتازہ کر دیا

آں خدا گوینده مردِ مدعی — رست و سوزید اندر آتش آں دعی

وہ مرد مدعی خدا کا ماننے والا — بچ گیا اور وہ حرامزادہ آگ میں جل گیا

آزمودہ بشنو ایں اعلام را — کوریِ افزونِ روانِ خام را

اس آزمائے ہوئے اعلان کو سُن — جو کچی روحوں کے اندھے پن کو بڑھانے والا ہے

کہ[۲] نسوزید ست ایں نام از اجل — کش مسمّٰی صدر بود ست و اجل

کہ موت سے یہ نام نہ جلا — کیونکہ وہ نام والا صدر تھا اور بزرگ تھا

صد ہزاراں روح شد دلدادہ — در رہِ او سر بسر افتادہ

لاکھوں روحیں دل دادہ ہیں — اس کے راستہ میں سر کے بل پڑی ہیں

صد ہزاراں خلق را در بادیہ — سر گروہ و بے عصا را اویہ

جنگل میں لاکھوں انسانوں کا — سرگروہ (بنا) اور بے سہارے کیلئے سیراب کرنیوالا (بنا)

صد ہزاراں زیں رہاں اندر قرآں — بر دریدہ پردہای منکراں

قرآن میں اس طرح کی لاکھوں بازیاں (مذکور) ہیں — جنھوں نے منکروں کے پردے چاک کئے ہیں

چوں[۳] گرو بستند غالب شد صواب — در دوامِ معجزات و در جواب

جب انھوں نے بازی لگائی صحیح بات غالب آئی — معجزوں کے دوام اور جواب (کے بارے) میں

فہم کردم کانکہ دم زد از سبق — در حدوثِ چرخِ پیروز ست و حق

میں سمجھ گیا کہ جس نے پہلے دعویٰ کیا — آسمان کے نو پیدا ہونے میں وہ کامیاب اور سچا ہے

حجتِ منکر ہمارہ زرد رو — یک نشاں بر صدقِ آں انکار کو

منکر کی دلیل ہمیشہ شرمندہ ہے — اس کے انکار کی سچائی پر ایک علامت بھی کہاں ہے؟

---

۱ تا من و تو۔ پانی سے بھی آزمائش ہو جائے گی تو اور میں سمندر میں کودیں جو سچا ہے وہ بچ جائے گا۔ ہمچناں۔ چنانچہ دونوں آگ میں کودے متقی بچ گیا فلسفی جل گیا۔ دعی۔ وہ شخص جو جھوٹے نسب کا دعویٰ کرے۔

۲ کہ نسوزید۔ نیکوں کا نام موت بھی نہیں مٹا سکتی۔ کیونکہ نام والا صدر اور بزرگ ہوتا ہے۔ صد ہزاراں۔ ایسے بزرگوں کی لاکھوں روحیں دلدادہ ہوتی ہیں۔ صد ہزاراں۔ غالباً آنحضورؐ کے اس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ پانی بلا کر بہت سے پیاسوں کی جان بچائی تھی۔ رہاں۔ باہمی شرط لگانا۔

۳ چوں گرو۔ جب بھی مخالفین نے بازی لگائی تو انبیاء معجزوں کے ذریعہ جیتے ہیں۔ فہم۔ ان دلائل سے میں یہ سمجھا کہ عالم کو نو پیدا کہنے والا سچا ہے۔

یک منارہ در ثنای منکراں — کو دریں عالم کہ تا باشد عیاں
منکروں کی تعریف میں ایک منارہ (بھی) — دنیا میں کہاں ہے؟ تاکہ بات واضح ہو

منبرے کو کہ در آنجا مخبرے — یاد آرد روزگارِ منکرے
کوئی منبر کہاں ہے کہ اس پر کوئی خبر دینے والا — منکر کے زمانے کو یاد کرے؟

روئے دینار و درم از نامِ شاں — تا قیامت می دہد از حق نشاں
دینار اور درہم کا رُخ اُن کے نام سے — قیامت تک حق کا نشان دے گا

سکۂ شاہاں ہمی گردد دِگر — سکۂ احمدؐ بہ بیں تا مستقر
بادشاہوں کا سکہ بدل جاتا ہے — احمدؐ کے سکے کو قیامت تک دیکھ

بر رُخِ نقرہ و یا روئے زرے — وانما بر سکہ نامِ منکرے
چاندی پر یا سونے پر — سکے پر کسی منکر کا نام بتا

بر رُخِ سیم و زرے اندر جہاں — سکۂ بنما بنامِ منکراں
دنیا میں چاندی اور سونے پر — منکروں کے نام کا سکہ دکھا

خود بگیر ایں معجزہ چوں آفتاب — صد زبان و نامِ او اُمّ الکتاب
اس سورج جیسے معجزے کو لے — جو سو زبانوں والا ہے اور اس کا نام قرآن ہے

زَہرہ نے کس را کہ یک حرفے ازاں — یا بدزدد یا فزاید در میاں
کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس میں سے ایک حرف — چرائے یا درمیان میں بڑھائے

یارِ غالب شو کہ تا غالب شوی — یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی
غالب کا دوست بن تاکہ تو (بھی) غالب بنجائے — خبردار! اے گمراہ مغلوبوں کا یار نہ بن

حجتِ منکر ہمی آمد کہ من — غیر ایں ظاہر نمی بینم وطن
منکر کی دلیل یہ ہوئی کہ میں — اس ظاہر کے سوا میں اپنا وطن نہیں دیکھتا ہوں

ہیچ نندیشد کہ ہر جا ظاہر یست — آں ز حکمتہای پنہاں مخبریست
اس نے نہ سوچا کہ جہاں کہیں ظاہر ہے — وہ پوشیدہ حکمتوں سے آگاہ کرنیوالا ہے

فائدہ ہر ظاہرے خود باطن ست — ہمچو نفع اندر دواہا کامن ست
ہر ظاہر کا فائدہ خود پوشیدہ ہے — جس طرح دواؤں کا فائدہ پوشیدہ ہے

ایں تفاوت حق نہاد اندر زماں — تا بداند اہلِ عرفاں در جہاں
زمانہ میں یہ فرق اللہ (تعالیٰ) نے رکھا ہے — تاکہ اہل عرفان دنیا میں سمجھ لیں

ل۱ منارہ۔ وہ بلند جگہ جہاں علامت کے لیے آگ روشن کرتے تھے۔ مخبرے۔ خبر دینے والا۔ زر و سیم۔ سکوں پر انبیاء کا نام اُن کی سچائی کا نشان ہے۔ مستقر۔ دائم، ہمیشہ مُنکرے۔ یعنی منکرِ خدا۔

ل۲ خود۔ یعنی اگر سکوں پر نام قائم رہنے کے معاملہ میں شک و شبہات ہیں، مخصوص کا معجزہ قرآن ہے اس کو دیکھ لے۔ زہرہ۔ قرآن میں ایک حرف کی بھی کمی زیادتی ممکن نہ ہو سکی۔ غالب۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مغلوب۔ یعنی مخلوق۔ حجتِ منکر۔ منکر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوئی کہ ظاہر عالم بنتا ہے کہ وہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے، پیدا کرنے والا کہیں ظاہر نہیں ہے۔

ل۳ ہیچ۔ دلیل کی کمزوری یہ ہے کہ ظاہر کو سب کچھ سمجھ لیا گیا حالانکہ ظاہر، باطن کی خاطر پیدا کیا جاتا ہے۔ فائدہ۔ ظاہر مقصد نہیں ہے بلکہ ظاہر سے مقصود بھی باطن ہے۔ دوا کا فائدہ دوا میں چھپا ہوا ہے اور وہ مقصود ہے۔

عُمرِ کرگس[1] سہ ہزار و پانصد ست
گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار (سال) ہے
مر کبوتر را چہ باشد زاں بدست
کبوتر کو اُس سے کیا ہاتھ آیا

می بمیرند از کبوتر صد ہزار
لاکھوں کبوتر مرتے ہیں
مرگِ کرگس می نہ بینند آشکار
گدھ کی موت کو نہیں دیکھ سکتے ہیں

جملہ پندارند کرگس باقیست
سب یقین کرتے ہیں کہ گدھ باقی ہے
نے غلط کردند یک کس باقیست
نہیں! انھوں نے غلطی کی ایک ذات باقی ہے

چونکہ ظاہر بیں شدند از جہلِ خویش
وہ چونکہ اپنی نادانی سے ظاہر بیں بنے
می نہ بینند از عمٰی نے پس نہ پیش
اندھے پن سے نہ آگا دیکھتے ہیں نہ پیچھا

می نماند[2] در جہاں یک تارِ مو
دنیا میں ایک بال بھی (باقی) نہ رہے گا
کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ
سوائے اُس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے

ہر چہ پیدا کرد بہرِ معنی ست
اُس نے جو کچھ پیدا کیا کسی حکمت کے لئے ہے
باطنش بنگر مبیں ظاہر بایست
اُس کے باطن کو دیکھ ظاہر پر نہ ٹھہر

تفسیر آیۂ کریمہ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ

تفسیر آیت کریمہ "آسمانوں اور زمین اور اُن دونوں میں جو کچھ ہے ہم نے نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ"

نیا فریدشاں از بہرِ ہمیں کہ شما می بینید
اُن کو صرف اِسی لئے نہیں پیدا کیا جو کہ تم دیکھتے ہو
بلکہ بہرِ معنیٰ و حکمتے باقیہ کہ شما نمی بینید آں را
بلکہ ایک معنیٰ اور باقی رہنے والی حکمت کی بنیاد پر جسکو تم نہیں دیکھتے ہو

ہیچ نقاشے نگاردزیں نقش[3]
کوئی مصوّر عمدہ تصویر بناتا ہے
بے امیدِ نفع بہرِ عینِ نقش
نفع کی اُمید کے بغیر محض تصویر کیلئے؟

بلکہ[4] بہرِ میہمانان و کیاں
بلکہ مہمانوں اور بڑوں کے لئے
کہ بفرجہ وارہند از اندہاں
تاکہ مسرّت کی وجہ سے غموں سے نجات پائیں

شادیِ بچگان و یادِ دوستاں
بچوں کی خوشی یا دوستوں کی یاد کے لئے
دوستانِ رفتہ را از نقشِ آں
گزرے ہوئے دوستوں کو اُن کی تصویر سے

ہیچ کوزہ گر کند کوزہ شتاب
کوئی کمہار جلد سکورا بناتا ہے
بہرِ عینِ کوزہ نے از بہرِ آب
محض سکورے کے لئے نہ کہ پانی کے لئے؟

---

[1] کرگس۔ مشہور ہے کہ گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار سال کی ہوتی ہے، یعنی اپنی عمر کی کرتا ہی اور گدھ کی طویل عمر ہونے کی وجہ سے اُس کو قدیم مان لیتا ہے۔ جملہ۔ سب کبوتر گدھ کو ہمیشہ رہنے والا سمجھتے ہیں حالانکہ باقی صرف خدا کی ذات ہے۔

[2] می نماند۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے، بس باقی ذاتِ خداوندی ہے۔ ہر چہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا کی ہر کسی پوشیدہ حکمت کی وجہ سے کی ہے۔ ہیچ۔ کوئی مصوّر تصویر برائے تصویر نہیں بناتا ہے بلکہ اُس کا اس میں کوئی پوشیدہ مقصد ہوتا ہے۔

[3] بلکہ۔ مصوّر کا مقصد دوستوں اور بڑوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ شادی۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ بچے دیکھ کر خوش ہوں یا غائب دوستوں کی تصویر کو دیکھ کر دوست خوش ہوں۔ کوزہ۔ کمہار سکورا اس لئے بناتا ہے کہ اُس میں بھر کر پانی پیا جائے۔

هیچ کاسه‌گر کند کاسه تمام
بهرِ عینِ کاسه نے بهرِ طعام
کوئی پیالہ بنانے والا پیالہ مکمل کرتا ہے
محض پیالہ کی خاطر، نہ کہ کھانے کے لئے؟

هیچ خطّاطے نویسد خط بفن
بهرِ عینِ خط نه بهرِ خواندن
کوئی خوشنویس ہنرمندی سے خط لکھتا ہے
محض خط کی خاطر، نہ کہ پڑھنے کے لئے؟

نقشِ ظاهر بهرِ نقشِ غائب است
واں برایِ غائبِ دیگر به بست
ظاہری نقش پوشیدہ نقش کے لئے ہے
وہ کسی دوسرے غائب کے لئے بنا ہے

تا سوم چارم دهم بر می شمر
ایں فوائد را بمقدارِ نظر
تیسرے چوتھے دسویں تک شمار کرلے
اِن فوائد کو نظر کے انداز کے مطابق

همچو بازیهایِ شطرنج اے پسر
فائدہ هر لعب در ثانی نگر
اے بیٹا! شطرنج کی بازیوں کی طرح
ہر چال کا فائدہ دوسری (چال) میں دیکھ

ایں نهاده بهرِ آں لعبِ نهاں
واں برایِ آن واں بهرِ فلاں
اُس نے اِس کے لئے پوشیدہ چال چلی
وہ اُس کے لئے اور وہ فلاں کے لئے

همچنیں دیده جهات اندر جهات
در پے هم تا رسی در بُرد و مات
اسی طرح غرضوں میں غرضیں
پے در پے یہاں تک کہ تو بازی جیت لے

اولی از بهرِ دُوم باشد چناں
که شدن بر پایهایِ نردباں
پہلی (چال)، دوسری کے لئے ایسی ہے جیسا کہ
سیڑھی کے درجوں پر چڑھنا

واں دُوم بهرِ سوم می داں تمام
تا رسی تو پایه پایه تا ببام
دوسری کو تیسری کے لئے یقیناً سمجھ لے
تاکہ تو سیڑھی بہ سیڑھی بالاخانہ تک پہنچ جائے

شهوتِ خوردن ز بهرِ آں منی
واں منی از بهرِ نسل و روشنی
کھانے کی خواہش منی کے لئے ہے
اور منی نسل اور روشنی کے لئے ہے

کُند بینش می نه بیند غیر ایں
عقلِ او بے سیر چوں نبتِ زمیں
ناقص نظر اِس کے سوا نہیں دیکھتی ہے
اُس کی عقل زمین کی گھاس کی طرح ساکن ہے

نبت را چه خوانده چه ناخوانده
هست پایِ او بگِل در مانده
گھاس کا کیا بلایا ہوا کیا نہ بلایا ہوا
اُس کا پاؤں مٹی میں پھنسا ہے

---

۱ کاسہ۔ پیالہ اِس لئے بنایا جاتا ہے کہ اُس میں رکھ کر کھانا کھایا جائے۔ خطّاطی۔ خطاط خطاطی کا کمال اِس لئے دکھاتا ہے کہ اُس کو لوگ شوق سے پڑھیں۔ نقش۔ نقشِ ظاہر معنی پر دلالت کرتا ہے وہ معنی کسی اور مقصود پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح دنیا میں سلسلہ قائم ہے اور عقل کے مطابق لوگ ادراک کرتے ہیں۔

۲ ہمچو۔ شطرنج میں جو چال چلی جاتی ہے اُس سے مقصود یہی چال نہیں ہوتی ہے بلکہ اُس کی بنیاد پر جو اگلی چال چلنی ہے وہ مقصود ہوتی ہے۔ ہمچنیں۔ آخر تک کی چالیں پیشِ نظر رکھ کر چال چلی جاتی ہے اسی سے انسان بازی جیت لیتا ہے۔

۳ اوّل۔ پہلی چال دوسری چال کے لئے اسی طریقہ سے ذریعہ جیسے سیڑھی کے ڈنڈے پہلا ڈنڈا دوسرے ڈنڈے کا ذریعہ اور دوسرا تیسرے اور تیسرا چوتھے ڈنڈے کیلئے واسطہ ہے۔ شہوتِ خوردن۔ کھانے کی خواہش ہوتی ہے وہ ذریعہ بنتی ہے منی کی تولید کا اور منی کی تولید سبب بنتی ہے نسل کی بقا کا۔ کُند بینش۔ جو شخص کوتاہ نظر ہے وہ سمجھتا ہے کہ کھانے کا مقصد صرف کھانا ہے اور کچھ نہیں ہے ایسا کوتاہ نظر انسان گھاس کی طرح اپنی جگہ جما ہوا ہے، اُس کے نزدیک مقصود اور غیر مقصود میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ نبتِ زمیں۔ زمین کی گھاس کو بلانا اور نہ بلانا یکساں ہے وہ کبھی نہیں چل سکتی ہے اُس کے پاؤں مٹی میں پھنسے ہیں۔

گر ترش[1] جنبد بباد تیز رو — تو بسر جنبانیش غرّہ مشو

اگر تیز چلنے والی ہوا سے اُس کا سر ہلے — تو اُس کے سر ہلانے سے دھوکا نہ کھا

آں ترش گوید سمعنا یا صبا — پای او گوید عصینا خلنا

اُس کا سر کہتا ہے ہم نے باد، صبا کی اطاعت کی — اُس کا پاؤں کہتا ہے ہم نے نافرمانی کی ہے ہمیں چھوڑ

چوں ندارد سیر میراند چو عام — بر توکل می نہد چوں کور گام

چونکہ چلنا نہیں جانتا ہے، عوام کی طرح چلتا ہے — اندھے کی طرح توکل پر قدم رکھتا ہے

بر توکل[2] تا چہ آید در نبرد — چوں توکل کردن اصحاب نرد

جنگ میں توکل سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ — جیسا کہ چوسر باز کا توکل کرنا۔

واں نظرہای کہ آں افسردہ نیست — جز روندہ جز درندہ پردہ نیست

وہ نگاہیں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں — دھکا چلنے والی، پردہ چاک کرنے والی ہیں

انچہ در دہ سال خواہد آمدن — ایں زماں بیند بچشم خویشتن

جو کچھ دس سال میں آئے گا — وہ اس وقت اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے

ہمچنیں ہر کس باندازِ نظر — غیب و مستقبل ببیند خیر و شر

اسی طرح ہر شخص نظر کے اندازے کے مطابق — غائب اور آنے والے خیر و شر کو دیکھ لیتا ہے

چونکہ سدِّ پیش و سدِّ پس نماند — شد گزارہ چشم و لوحِ غیب خواند

چونکہ آگے کی آڑ اور پیچھے کی آڑ نہیں رہی — وہ گذر جانے والی آنکھ بنگیا اور اُس نے غیب کی تختی پڑھی

چوں[3] نظر پس کرد تا بدوِ وجود — آخر و آغازِ ہستی رو نمود

جب اُس نے پیچھے نظر کی وجود کی ابتدا تک — وجود کا آخر اور آغاز رونما ہو گیا

بحثِ املاک و زمیں با کبریا — در خلیفہ کردنِ بابای ما

خدا کے ساتھ ملکیتوں اور زمین کی بحث — ہمارے ابا جان کو خلیفہ بنانے میں

چوں نظر در پیش افگند او بدید — انچہ خواہد بود تا محشر بدید

اُس نے جب نگاہ آگے ڈالی تو دیکھ لیا — ہر اُس چیز کو جو حشر تک رونما ہو گی

پس ز پس می بیند او تا اصلِ اصل — پیش می بیند عیاں تا روزِ فصل

پس، وہ پیچھے کی جانب اصل کی اصل تک دیکھتا ہے — سامنے کی جانب قیامت تک واضح طور پر دیکھتا ہے

ہر کسے اندازۂ روشن دلی — غیب را بیند بقدرِ صیقلی

ہر شخص دل کے روشن ہونے کے اندازہ سے — صیقل کے بقدر غیب کو دیکھتا ہے

---

[1] گر ترش۔ گھاس کے ہلنے سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے، وہ کھڑی کھڑی سر ہلا رہی ہے۔ آں ترش۔ بادِ صبا کی دعوت پر اُس کا سر لبیک کہتا ہے اُس کا پاؤں نافرمانی کرتا ہے۔ چوں ندارد۔ اُس کو آفاق اور انفس کی سیر حاصل نہیں ہے وہ غائبانہ باتیں کرتا ہے اور بغیر دیکھے اندھوں کی طرح قدم بڑھاتا ہے اور توکل کا سہارا پکڑتا ہے۔

[2] بر توکل۔ اسباب کو ترک کر کے توکل اختیار کرنا غلط ہے میدانِ جنگ اور شطرنج کی بازی میں جب تک اچھی چالیں نہ چلے گا کام نہ بنے گا۔ نظرہای۔ اولیاء کی نظریں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں وہ آفاق اور انفس کی سیر کرتی ہیں اور پردوں کو چاک کر دیتی ہیں دس سال میں ہونیوالے واقعات کو عالمِ مثال میں دیکھ لیتی ہیں اُن کے آگے پیچھے کی رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں اور اُن کی نظریں لوحِ غیب سے ہونیوالے واقعات پڑھ لیتی ہیں۔

[3] چوں نظر۔ اُن بزرگوں کی نظریں ابتداءِ آفرینش کو بھی دیکھ لیتی ہیں ازل میں حضرت آدمؑ کو خلیفہ بنانے کے بارے میں ملائکہ نے جو گفتگو کی اُسکو یہ سُن لیتے ہیں۔ در پیش۔ ابد تک جو واقعات ہونے والے ہیں اُنکو بھی یہ دیکھ لیتے ہیں غرضکہ ازل اور ابد اُن کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے اور اُنکا علم اگرچہ علمِ خداوندی کی طرح محیط نہیں ہوتا لیکن حضرتِ حق اُنکو بہت سی چیزوں کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ روزِ فصل۔ روزِ محشر تک۔ جو شخص جس قدر دل کو صاف کر کے اُس پر صیقل کر لیتا ہے اسی قدر اُسکو غیبیات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

ہر کہ صیقل بیش کرد اُو بیش دید
جس نے زیادہ صیقل کرلی، اُس نے زیادہ دیکھا

بیشتر آمد بر وصورت پدید
اُس پر صورتیں زیادہ ظاہر ہوئیں

سلہ گر تو گوئی کاں صفا فضلِ خدا ست
اگر تو کہے کہ وہ (دل کی) صفائی خدا کی دین ہے

نیز ایں توفیقِ صیقل زاں عطا ست
نیز اُس صیقل کی توفیق اُس کی عطا ہے

قدرِ ہمت باشد آں جہد و دُعا
وہ کوشش اور دُعا ہمت کے اندازے سے ہے

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہ جس کی وہ کوشش کرے

واہبِ سلہ ہمت خداوند ست و بس
ہمت کا عطا کرنے والا صرف خدا ہے

ہمتِ شاہی ندارد ہیچ خس
کوئی ناچیز (انسان) شاہی کی ہمت نہیں رکھتا ہے

نیست تخصیصِ خدا کس را بکار
اللہ (تعالیٰ) کا کسی کو کسی کام کے لئے مخصوص کرنا

مانعِ طوع و مُراد و اختیار
اطاعت اور مقصد اور اختیار کیلئے مانع نہیں ہے

لیک چوں رنجے دہد بد بخت را
لیکن جب وہ (اللہ تعالیٰ) کسی بدنصیب کو تکلیف دیتا ہے

اُو بگزراند بکفراں رَخت را
تو وہ ناشکری کا راستہ اختیار کرلیتا ہے

نیک بختے را چو حق رنجے دہد
جب اللہ کسی نیک بخت کو تکلیف دیتا ہے

رَخت را نزدیک تر وا مے نہد
وہ زیادہ نزدیک پڑاؤ کرتا ہے

بَد دلاں از بیمِ جاں در کارزار
بُزدلوں نے جنگ میں جان کے خوف سے

کردہ اسبابِ ہزیمت اختیار
پسپائی کے اسباب اختیار کرلئے

پُر دلاں در جنگ ہم از بیمِ جاں
بہادروں نے جنگ میں بھی جان کے خوف سے

حملہ کردہ سوی صفِ دشمناں
دشمنوں کی صف پر حملہ کر دیا

سلہ رستماں را ترس و غم وا پیش برد
بہادروں کو خوف اور غم نے آگے بڑھایا

ہم ز ترس آں بد دل اندر خویش مُرد
بزدل خوف سے خود بہ خود مر گیا

چوں محک آمد بلا و بیمِ جاں
جبکہ مصیبت اور جان کا خوف کسوٹی بنا

زاں پدید آمد شجاع از ہر جباں
اُس کی وجہ سے بہادر ہر بزدل سے عیاں ہوگیا

حاصل آں کز وسوسہ ہر سو گریخت
خلاصہ یہ ہے کہ جو (شیطانی) وسوسہ ہر جانب بھاگ گیا

از قضا ہم در قضا باید گریخت
اُسکو قضاءِ (خداوندی) سے قضاء کیجانب بھاگنا چاہئے۔

سلہ گر تو۔ اگر تو یہ خیال کرے کہ دل کی صفائی محض عطیۂ خداوندی ہے انسان کی کوشش کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو یہ غلط ہے انسان کوشش کرتا ہے تو دریائے رحمت جوش میں آکر عطیہ کر دیتا ہے۔

سلہ واہب۔ انسان کی کوشش اور دعا بقدر ہمت ہے اور ہمت دینے والا بھی خدا ہے ورنہ ناچیز انسان عرفانی کمالات کا ارادہ نہیں کر سکتا۔ نیست۔ تقدیر اختیار کے منافی نہیں ہے تقدیر کے ساتھ اختیار باقی ہے بدبخت اس اختیار کو غلط استعمال کرتا ہے اور مصیبت آنے پر کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے نیک بخت اس مصیبت پر آہ و زاری کے ذریعہ اور قرب حاصل کر لیتا ہے بزدلاں۔ جنگ کے آثار بہادر اور بزدل پر مختلف مرتب ہوتے ہیں اور یہ اسکے اختیار ہی کی بنیاد پر ہیں۔

سلہ رستماں۔ بہادروں کے لئے خوف پیش قدمی کا سبب بنتا ہے اور بزدل خوف سے خود بخود مر جاتا ہے۔ چوں۔ جان کا خوف بہادر اور بزدل کی کسوٹی ہے۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے تمام مقاصد میں شیطانی وسوسوں سے بچکر قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگنا چاہیئے۔ ایک موقع پر جب حضرت عمر رضؓ نے طاعون کے خطرے سے سفر چھوڑ کر مدینہ کی طرف واپسی کی تو بعض صحابہؓ نے اعتراض کیا اور کہا کہ تَفِرُّ عَنْ قَدَرِ اللہ آپ قضاءِ الٰہی سے بھاگتے ہیں تو انھوں نے فرمایا نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللہِ اِلٰی قَدَرِ اللہِ ہاں ہم قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں یعنی مصالح کی بنیاد پر جو راہ بھی اختیار کی جائیگی وہ بھی قضاءِ الٰہی ہے۔

وحی کردن حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ اے موسیٰؑ من خالق ام ترا دوست دارم

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کرنا کہ اے موسیٰؑ میں جو کہ پیدا کرنے والا ہوں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت موسیٰؑ را بوحیِ دل خدا — کاے گزیدہ دوست می دارم ترا
اللہ (تعالیٰ) نے دل کی وحی کے ذریعہ موسیٰؑ سے کہا — کہ اے برگزیدہ! میں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت چہ خصلت بود اے ذوالکرم — موجبِ آں تا من آں افزوں کنم
حضرت موسیٰؑ نے، عرض کیا اے صاحب کرم! کونسی عادت ہو — اس کا سبب، تاکہ میں اس کو بڑھاؤں

گفت چوں طفلے بہ پیشِ والدہ — وقتِ قہرش دست ہم بروے زدہ
فرمایا (تو)، ماں کے سامنے کے بچہ کی طرح ہے — جو اس کے غصہ کے وقت (بھی) اس سے چپٹا ہوا ہے

خود نہ داند کہ جز او دیّار ہست — ہم ازو مخمور و ہم ازو ست مست
وہ (بچہ)، نہیں جانتا کہ گھر میں اس (ماں) کے سوا کوئی ہے — اسی سے وہ مخمور ہے اور اسی سے وہ مست ہے

مادرش گر سیلیے بروے زند — ہم بمادر آید و بروے تند
اگر اس کی ماں اس کے طمانچہ مارے — ماں کے پاس آتا ہے اس کو پکڑتا ہے

از کسے یاری نخواہد غیرِ او — اوست جملہ شرِّ او و خیرِ او
اس کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا — اس کا اچھا برا سب کچھ وہی ہے

خاطرِ تو ہم زما در خیر و شر — التفاتش نیست جاہائے دگر
بھلائی اور برائی میں تیری طبیعت بھی ہم سے ہے — اس کی توجہ دوسری جگہوں پر نہیں ہے

غیرِ من پیشت چو سنگ ست و کلوخ — گر صبی و گر جوان و گر شیوخ
میرے سوا تیرے لئے پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے — خواہ بچہ ہو اور خواہ جوان اور خواہ بوڑھے

ہمچناں کہ ایاک نعبد در حنیں — در بلا از غیرِ تو لا نستعین
جس طرح کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" رونے میں ہے — مصیبت میں تیرے غیر سے ہم مدد نہیں چاہتے ہیں

ہست ایں ایاک نعبد حصر را — در لغت واں از پئے نفیِ ریا
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یہ حصر کیلئے ہے — عربی میں سمجھ لے، ریا کی نفی کے لئے ہے

ہست ایاک نستعین ہم بہر حصر — حصر کردہ استعانت را و قصر
"تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" بھی حصر کے لئے ہے — جس سے مدد مانگنے کو (اللہ کی ذات کیساتھ) محصور اور مخصوص کر دیا ہے

---

۱ وحی۔ اس قصہ کا مقصود یہ ہے کہ مومن کو خدا کے معاملہ میں ایسا ہی ہونا چاہیئے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ تھے۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا میری کونسی خصلت دوستی کا سبب ہے وہ بتا دیجئے تاکہ میں اس میں اور اضافہ کرلوں۔ طفلے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا تیرا میرے ساتھ وہی معاملہ ہے جو بچہ کا ماں کے ساتھ ہوتا ہے اگر ماں اس کو مارتی ہے تو بھی وہ ماں ہی کو چپٹتا ہے کسی دوسرے کی طرف مدد کے لئے نہیں جاتا ہے۔ دیّار۔ گھر میں رہنے والا۔

۲ خاطر تو۔ حضرت حق نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا تیرا مزاج بھی یہی ہے کہ ہماری جانب سے خیر ہو یا بظاہر شر تو میری ہی طرف متوجہ ہوتا ہو کسی دوسری جانب توجہ نہیں کرتا ہے۔ غیر من۔ میرے سوا تیرے لئے ناقابلِ التفات ہے خواہ بچے ہو یا جوان یا بڑھا۔ صبی۔ بچہ۔ شیوخ۔ شیخ کی جمع ہے، بوڑھا۔

۳ ایاک نعبد۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں عربی زبان میں عبادت کو اللہ تعالیٰ کیلئے منحصر کرنے کیلئے ہے یعنی دوسرے کی عبادت کرنا تو درکنار ہم عبادت میں ریاکاری کو بھی گوارا نہیں کرتے ہیں۔ ایاک نستعین۔ ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ بھی حصر کیلئے ہے اور مدد مانگنے کو اللہ کیساتھ مخصوص کرنے کیلئے ہے۔

کہ عبادت مر ترا آریم و بس ——— طمع یاری ہم ز تو داریم و بس
کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس ——— مدد کی امید بھی تجھی سے رکھتے ہیں اور بس

خشم کردنِ پادشاہ بر ندیم خود و شفاعت کردنِ شفیع مغضوب علیہ را و از پادشاہ درخواستن و قبول کردنِ پادشاہ درخواست و شفاعت کردنِ شفیع را و رنجیدنِ ندیم از شفیع کہ چرا شفاعت کردی

بادشاہ کا اپنے مصاحب پر غصہ کرنا اور مجرم کی بادشاہ سے ایک سفارشی کا سفارش کرنا اور بادشاہ کا سفارش اور درخواست کو قبول کر لینا اور مصاحب کا سفارشی سے رنجیدہ ہو جانا کہ تو نے سفارش کیوں کی؟

پادشاہے بر ندیمے خشم کرد ——— خواست تا از وے بر آرد دود و گرد
ایک بادشاہ نے ایک مصاحب پر عتاب کیا ——— چاہا کہ اس میں سے دھواں اور گرد نکالے

کرد شہ شمشیر بیروں از غلاف ——— تا زند بر وے جزای آں خلاف
بادشاہ نے نیام سے تلوار نکال لی ——— تاکہ اس خلاف کی سزا میں اس کو مارے

ہیچکس[2] را زہرہ نے تا دم زند ——— یا شفیعے بر شفاعت بر تند
کسی کی جرأت نہ تھی کہ دم مارے ——— یا کوئی سفارشی سفارش پہ آمادہ ہو

جز عماد الملک نامی از خواص ——— در شفاعت مصطفیٰؐ وار انہ خاص
سوائے عماد الملک نام والے کے جو خواص میں تھا ——— اور (حضرت) مصطفیٰؐ کی طرح سفارش میں مخصوص تھا

بر جہید و زود در سجدہ فتاد ——— در زماں شہ تیغِ قہر از کف نہاد
وہ اٹھا اور فوراً سجدہ میں گر گیا ——— بادشاہ نے فوراً غصہ کی تلوار ہاتھ سے رکھدی

گفت اگر دیو ست من بخشیدمش ——— ور بلیسی کرد من پوشیدمش
اس (بادشاہ) نے کہا اگر وہ شیطان (بھی) ہے تو میں نے اسکو معاف کر دیا ——— اگرچہ اسنے شیطنت کی میں نے اس کی پردہ پوشی کردی

چونکہ[3] آمد پای تو اندر میاں ——— راضیم گر کرد مجرم صد زیاں
چونکہ تیرا قدم بیچ میں آگیا ہے ——— میں راضی ہوں اگر مجرم نے سیکڑوں نقصان کئے ہیں

صد ہزاراں خشم را تانم شکست ——— کہ ترا آں فضل و آں مقدار ہست
میں لاکھوں غصوں کو پی سکتا ہوں ——— کیونکہ تیری بزرگی اور رتبہ ایسا ہے

لابہ ات را ہیچ نتوانم شکست ——— زانکہ لابہ تو یقیں لابہ من ست
تیری خوشامد کو میں رد نہیں کر سکتا ہوں ——— کیونکہ تیری خوشامد خود میری خوشامد ہے

---

[1] کہ۔ دونوں جملوں کا مطلب یہ ہوا کہ ہم صرف خدا کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ خشم۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مصاحب کی عماد الملک نے شاہ کے معاملہ میں جو مدد کی وہ اس مصاحب کو ناگوار گذری یہی حالت ایک مومن کی خدا کے معاملہ میں ہونی چاہئے۔ ندیم۔ مصاحب۔ دود و۔ یعنی اسکو قتل کر دے۔ خلاف۔ یعنی اس کام کی سزا جو مصاحب نے شاہ کی مرضی کے خلاف کیا۔

[2] ہیچکس۔ بادشاہ کے سامنے کسی کی ہمت نہ تھی کہ اس مصاحب کی سفارش کرے۔ جز۔ عماد الملک جو بادشاہ کے خواص میں سے تھا وہ سفارش کے ساتھ اسی طرح مختص تھا، جس طرح آنحضورؐ حشر میں عام شفاعت کیلئے مخصوص ہونگے۔ در زماں۔ بادشاہ نے عماد الملک کی سفارش پر فوراً تلوار ہاتھ سے رکھ دی۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا خواہ یہ مصاحب شیطان تھا اور اس نے شیطنت کی تھی میں نے اسکو معاف کر دیا۔

[3] چونکہ۔ بادشاہ نے عماد الملک سے کہا مجرم کی خواہ سیکڑوں خطائیں ہوں جبکہ تو بیچ میں آگیا ہے میں سیکڑوں غصوں کو پی لوں گا۔ لابہ۔ چونکہ تجھ میں اور مجھ میں بالکل اتحاد ہے تیرا خوشامد کرنا بعینہ میرا خوشامد کرنا ہے۔

گر زمین و آسماں را برہم زدے[۱۵]
خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے

ز انتقام ایں مرد بیروں نا مدے
یہ شخص سزا سے نہ بچ سکتا

ور شدے ذرّہ بذرّہ لابہ گر
اگر ذرّہ ذرّہ خوشامدی بنتا

او نبردے ایں زماں از تیغ سر
وہ تلوار سے اِسوقت سَر نہ بچا سکتا

بر تو می ننہیم منّت اے کریم
اے شریف! میں تجھ پر احسان نہیں جتاتا ہوں

لیک شرحِ عزتِ تُست اے ندیم
ہاں اے مصاحب! (یہ) تیری عزت کی تشریح ہے

ایں نکردی تو کہ من کردم یقیں
یہ (سفارش) تو نے نہیں کی یقیناً میں نے کی ہے

اے صفاتت در صفاتِ ما دفیں
اے وہ کہ تیری صفات ہماری صفات میں گم ہو گئی ہیں

تو دریں مُستعملی نے عاملی
تو اس (سفارش) میں مستعمل ہوا ہے تو کرنے والا نہیں ہے

زانکہ محمولِ منی نے حاملی
کیونکہ تو میرا محمول ہے نہ کہ حامل

ما رمیت اذ رمیت گشتۂ[۱۶]
تو - تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا - بن گیا ہے

خویشتن در موج چوں کف ہشتۂ
تو نے اپنے آپ کو جھاگ کی طرح موج کے سپرد کر دیا ہے

لا شدی پہلوی اِلّا خانہ گیر
تو لا بن گیا، اِلّا کے پہلو میں مقیم ہو گیا

اے عجب کہ ہم اسیری ہم امیر
تعجب ہے کہ تو قیدی بھی ہے اور حاکم بھی

آنچہ دادی تو ندادی شاہ داد
جو تو نے دیا تو نے نہیں دیا، شاہ نے دیا ہے

اوست بس وَاللہُ اَعلَم بالرّشاد
بس وہی ہے اور خدا بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

واں ندیم[۱۷] رستہ از زخم و بلا
وہ مصاحب ہلاکت اور مصیبت سے چھوٹ کر

زیں شفیع آزرد و برگشت از وِلا
اِس سفارش سے ناراض ہو گیا اور دوستی سے منحرف ہو گیا

دوستی ببُرید زاں مخلص تمام
اُس مخلص سے بالکل دوستی توڑ دی

رُو بحایط کرد تا نارد سلام
دیوار کی طرف کو مُنہ کر لیا تاکہ وہ سلام نہ کرے

زیں شفیعِ خویشتن بیگانہ شُد
اپنے اِس سفارشی سے بیگانہ بن گیا

زیں تعجب خلق در افسانہ شُد
اِس عجیب بات سے لوگ چہ میگوئیوں میں لگ گئے

---

[۱۵] گر زمیں - اگر تو سفارش نہ کرتا تو خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے میں کبھی معاف نہ کرتا۔ بر تو - بادشاہ نے کہا کہ یہ میرا بیان تجھ پر احسان رکھنے کے لئے نہیں بلکہ تیرے مرتبہ اور عزت کی تشریح ہے۔ ایں - یہ سفارش تو نے نہیں کی بلکہ میں نے کی ہے کیونکہ تو اپنی صفات اور خواہشات کو میری صفات اور خواہشات میں فنا کر چکا ہے اِس صورت میں تجھ پر احسان جتانے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ تو دریں۔ جبکہ اصل سفارش میری جانب سے ہے تو تو محض ایک آلہ ہے کام کرنے والا تو میں ہوں میں نے تجھ پر سفارش لادی ہے تو نے خود اُس بوجھ کو نہیں اٹھایا ہے۔

[۱۶] ما رمیت - آنحضورؐ نے جبکہ اپنی شخصیت کو ذاتِ باری میں فنا کر دیا تو جنگِ بدر میں آنحضورؐ کا مٹھی بھر کنکریوں کو پھینکنا آنحضورؐ کی طرف منسوب نہ ہوا بلکہ خدا کی طرف منسوب ہوا اِسی طرح جب تو اپنی صفات کو میری صفات میں گم کر چکا ہے تو سفارش کرنا تیری طرف منسوب نہ ہو گا۔ لا شدی۔ کلمۂ طیبہ میں لا اِلٰہ میں غیر اللہ کی نفی ہے اور اِلّا اللہ میں ذاتِ باری کا اثبات ہے تو اسی طرح تیرا میرے ساتھ معاملہ ہے۔ تو غیر کا انکار کر چکا ہے اور مجھ میں فنا ہو چکا ہے لہٰذا تو فانی بھی ہے اور باقی بھی۔ اور تو محکوم بھی ہے اور حاکم بھی۔ اوست بس - وجودِ حقیقی صرف شاہ کا ہے تو تیرا دینا تیری طرف منسوب نہ ہو گا شاہ کی طرف منسوب ہو گا۔

[۱۷] واں ندیم - عماد الملک کی سفارش سے نجات پا جانے کے بعد وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہو گیا۔ زیں شفیع - جب وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہو گیا تو لوگوں نے طرح طرح کی باتیں کہنی شروع کر دیں کوئی اُس کو پاگل کہتا کوئی اسکی تحسین کرتا اور لوگ کہتے کہ ایسے محسن کی تو خاکِ پا بننا چاہیئے تھا نہ کہ ناراض ہونا۔

گر نہ مجنون ست یاری چون گزید ‖ از کسے کہ جانِ اُو را وا خرید

اگر وہ پاگل نہیں ہے تو اُس نے دوستی کیوں توڑ دی؟ ‖ ایسے شخص سے جس نے اُس کی جان دوبارہ خریدی

وا خریدش آں دم از گردن زدن ‖ خاکِ نعلِ پاش بایستے شدن

اُس وقت اُس نے اُس کو گردن کٹنے سے بچایا ‖ اُسکو تو اُس کے پاؤں کے جوتے کی خاک ہو جانا چاہیئے

باز گونہ رفت و بیزاری گرفت ‖ با چنیں دلدار کیں داری گرفت

اُس نے اُلٹی چال چلی اور بیزاری اختیار کر لی ‖ ایسے دوست سے کینہ وری شروع کر دی

بس[1] ملامت کرد اُو را ناصحے ‖ کیں جفا چوں میکنی با مُصلحے

اُس کو ایک نصیحت کرنیوالے نے بہت ملامت کی ‖ کہ ایسی نیکی کرنیوالے پر تو ظلم کیوں کرتا ہے!

جانِ تو بخرید آں دلدارِ خاص ‖ آں دم از گردن زدن کردت خلاص

اُس خاص دوست نے تیری جان خریدی ‖ اُس وقت تجھے گردن کٹنے سے بچایا

گر جفا کردے نبایستے رمید ‖ خاصہ نیکی کرد آں یارِ حمید

اگر وہ ظلم (بھی) کرتا تجھے بھاگنا نہیں چاہیئے تھا ‖ خصوصاً جبکہ اُس قابلِ تعریف دوست نے بھلائی کی ہے

گفت بہرِ شاہ مبذول ست جاں ‖ اُو چرا آید شفیع اندر میاں

اُس نے کہا جان بادشاہ کے لئے ہے ‖ وہ سفارشی بن کر بیچ میں کیوں آیا؟

لی[2] مَعَ اللہِ وقت بُود آں دم مرا ‖ لَا یَسَعُ فِیْہِ نَبِیٌّ مُجتبیٰ

اُسوقت مجھے لی مع اللہ وقت (کا مقام حاصل) تھا ‖ جس میں کسی منتخب نبی کی (بھی) گنجائش نہیں ہے

من نخواہم رحمتے جز زخمِ شاہ ‖ من نخواہم غیرِ آں شہ را پناہ

میں بادشاہ کے زخم کے علاوہ کسی کے رحم کا خواہاں نہیں ‖ میں اُس بادشاہ کے علاوہ کسی کی پناہ کا خواہاں نہیں ہوں

غیر[3] شہ را بہرِ آں لا کردہ ام ‖ کہ بسوئے شہ تولا کردہ ام

بادشاہ کے غیر کی میں نے اسی لئے نفی کی ہے ‖ کیونکہ میں نے بادشاہ سے دوستی کر لی ہے

گر ببرد اُو بقہرِ خود سرم ‖ شاہ بخشد شصت جانِ دیگرم

اگر وہ (شاہ) اپنے غصہ سے میرا سر قلم کرے گا ‖ شاہ مجھے دوسری ساٹھ جانیں عطا کر دے گا

کارِ من سر بازی و بیخویشی ست ‖ کارِ شاہنشاہِ ما سر بخشی است

میرا کام سر دینا اور اپنائیت چھوڑنا ہے ‖ ہمارے شہنشاہ کا کام سر عطا کرنا ہے

فخر آں سر کہ کفِ شاہش بُرد ‖ ننگ آں سر کہ بغیرے سر بَرد

وہ سر قابلِ فخر ہے جس کو شاہ کا ہاتھ کاٹے ‖ وہ سر (باعثِ) ذلت ہے جو اُسکے غیر کے آگے جھکے

---

[1] بس ملامت کرد۔ ایک ناصح نے کہا ایسی بھلائی کرنے والے سے تو کیوں خفا ہو گیا اُس نے تو تجھے قتل سے بچایا ہے۔ گر جفا۔ ایسا محسن اگر ظلم بھی کرے تو اسکو برداشت کرنا چاہیئے نہ کہ اُس کی بھلائی سے ناراض ہونا چاہیئے۔ گفت۔ اُس مصاحب نے کہا کہ میری جان تو شاہ کے لئے تھی یہ بیچ میں آ کر بچانیوالا کون تھا۔

[2] لی مع اللہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے لِیْ مَعَ اللہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ میرے لئے خدا کے ساتھ وہ وقت بھی ہوتا ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوتی نہ کسی مرسل نبی کی۔ اُس مصاحب نے کہا کہ مجھے شاہ وقت سے ایسا قرب حاصل تھا جیسا کہ آنحضورؐ کو جنابِ باری ہو حاصل ہوتا تھا، لہٰذا اعماد الملک کی ایسی گنجائش کہاں تھی۔

[3] غیر شہ۔ میں نے شاہ کے علاوہ سب کی نفی کر دی ہے اور صرف کی دوستی پر بھروسہ کر لیا ہے اب اُس کو اختیار ہے میرے ساتھ جو چاہے معاملہ کرے میں اُس کی رضا پر راضی ہوں۔ فخر۔ جو سر شاہ کے ہاتھ سے کٹ جائے وہ باعثِ فخر ہے اور جو سر دوسرے کے سامنے جھکے وہ باعثِ ذلت ہے۔

شب[1] کہ شاہ از قہر در قبرش کشید — ننگ دارد از ہزاراں روزِ عید
وہ رات جس کو شاہ نے قہر سے تاریکی میں ڈالا — عید کے ہزاروں دنوں سے عار محسوس کرتی ہے

خود طوافِ آنکہ او شہ بیں بود — فوقِ قہر و لطف و کفر و دیں بود
جو شخص شاہ کا دیکھنے والا ہوتا ہے اس کا چکر کاٹنا — غصہ اور مہربانی اور کفر اور دین سے بالاتر ہوتا ہے

زاں نیامد یک عبارت در جہاں — کہ نہانست و نہانست و نہاں
اس کو دنیا میں کوئی عبارت بیان نہیں کر سکتی ہے — کیونکہ وہ پوشیدہ ہے، پوشیدہ ہے پوشیدہ

زانکہ ایں اسماء و الفاظِ حمید — از گِلابہ[2] آدمی آمد پدید
اس لئے کہ یہ اسماء اور اچھے الفاظ — انسان کے جسم سے نکلے ہیں

عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ بُد آدمؑ را امام — لیک نے بُد در لباسِ عین و لام
علم الاسماء آدمؑ کا امام تھا — لیکن عین اور لام کے لباس میں نہ تھا

چوں نہاد از آب و گِل بر سر کلاہ — گشت آں اسمای جانی رُوسیاہ
جب اس نے پانی اور مٹی کی سر پر ٹوپی رکھی — وہ روحانی اسماء کالے پڑ گئے

کہ نقابِ حرف و دم در خود کشید — تا شود بر آب و گِل معنیٰ پدید
کیونکہ اُن (اسماء) نے حروف اور آواز کا نقاب اوڑھا — تاکہ پانی اور مٹی پر معنیٰ واضح ہو جائیں

گرچہ[3] از خشمِ شہم کرد او خلاص — لیک ہم شہ شُد مرا حقا مناص
اس نے اگرچہ مجھے بادشاہ کے غصہ سے چھڑایا — لیکن واقعۃً شاہ چھٹکارے کی جگہ بنا

گرچہ از یک وجہ منطق کاشف ست — لیک از دہ وجہ دیگر مکتنف ست
گفتگو اگرچہ ایک حیثیت سے (حقیقت کو) ظاہر کرنے والی ہے — لیکن دس دوسری حیثیتوں سے چھپانے والی ہے

گفتنِ جبرئیل علیہ السلام خلیل علیہ السلام را کہ

(حضرت) جبرئیل علیہ السلام کا (حضرت ابراہیم) خلیل علیہ السلام سے کہنا کہ

هَلْ لَكَ حَاجَةٌ قَالَ بَلٰى اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا

تیری کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا ہاں لیکن تجھ سے نہیں ہے

من خلیلِ وقتم و او جبرئیل — من نخواہم در بلا او را دلیل
میں اپنے زمانہ کا خلیل (اللہ) ہوں وہ (بمنزلہ) جبرئیلؑ ہے — میں مصیبت میں اس کو راہنما بنانا نہیں چاہتا ہوں

---

[1] شب۔ جس رات کو شاہ کے غصہ نے کالا کیا ہو وہ عید کے ہزاروں دنوں سے افضل ہے۔ خود۔ جس کو مشاہدہ حق حاصل ہے اور وہ ذات حق کا طواف کرتا ہے اس کے لئے قہر و لطف میں یکساں لذت ہوتی ہے اور وہ کفر اور اس کی سزا سے بالاتر ہوتا ہے۔ دین۔ یعنی کفر کی سزا یا یوم الدین یعنی یوم حشر کا غم۔ زاں۔ اس مقامِ مشاہدہ کو کسی عبارت کے ذریعہ تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ نہایت مخفی ہے، عبارتیں اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

[2] گلابہ۔ گِل و آب یعنی جسم انسانی، مادی الفاظ روح کے اعلیٰ مقام کی تعبیرات سے قاصر ہیں۔ عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ۔ اگرچہ اسماء اور الفاظ کی تعلیم من جانب اللہ اور حضرت آدمؑ کو سکھائے گئے تھے لیکن وہ اسماء اس مادی حروفِ تہجی سے نہ بنے تھے۔ چوں۔ جب ان غیر مادی اسماء نے مادہ کا لباس پہنا تو ان کی روحانیت ختم ہو گئی اور ان میں سیاہی پیدا ہو گئی۔ کہ نقاب۔ ان اسماء کو مادی لباس اس لئے پہنا دیا گیا تاکہ مادی انسان ان کے معانی سمجھ سکیں۔

[3] گرچہ۔ اس مصاحب نے کہا اگرچہ عماد الملک نے بظاہر مجھے بادشاہ کے غصہ سے نجات دلائی لیکن میری اصل گریزگاہ خود شاہ ہے لہٰذا میں اس کا ممنونِ احسان نہیں ہوں۔ گرچہ۔ مصاحب نے کہا کہ میں اپنا اصل مقصود الفاظ سے نہیں سمجھا سکتا الفاظ اگرچہ ایک حیثیت سے مقصد کو واضح کرتے ہیں لیکن دس حیثیتوں سے اس میں اور ابہام پیدا کر دیتے ہیں۔ من خلیل۔ مصاحب نے کہا میرا اور بادشاہ کا وہی معاملہ تھا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اللہ تعالیٰ سے جس طرح خلیل اللہ نے حضرت جبرئیلؑ کی مدد کو پسند نہ کیا مجھے بھی عماد الملک کی مدد پسند نہ آئی۔

اُو ادب ناموخت از جبریلِ راد ۱
اُس نے عقلمند جبرئیلؑ سے ادب نہ سیکھا
کہ بپرسید از خلیلِ حق مُراد
کہ اُس نے خلیل اللہ سے حاجت پوچھی

کہ مُرادت ہست تا یاری کُنم
کہ تیری کوئی مراد ہے، تاکہ میں مدد کروں
ورنہ بگریزم سُبکباری کُنم
ورنہ میں جاؤں بوجھ نہ بنوں

گفت ابراہیمؑ نے رَو از میاں
ابراہیمؑ نے کہا نہیں درمیان سے ہٹ جا
واسطہ زحمت بُوَد بعدَ العیَاں
کیونکہ مشاہدہ کے بعد واسطہ تکلیف بنتا ہے

بہرِ ایں دنیاست مُرسَل رابطہ
اِس جہان کے لئے رسول رابطہ ہے
مُومناں را زانکہ ہست اُو واسطہ
مومنوں کے لئے، کیونکہ وہ واسطہ ہے

ہر دل ار سامع بُدے وحیِ نہاں
اگر ہر دل مخفی وحی کا سننے والا ہوتا
حرف و صوتے کے بُدے اَندر جہاں
تو دنیا میں حرف اور آواز کب ہوتے؟

گرچہ اُو محوِ حق ست و بے سَر است ۲
اگرچہ وہ (جبرئیلؑ) اللہ تعالیٰ میں فنا اور بےخود ہو
لیک کارِ من ازاں نازک تر است
لیکن میرا کام اُس سے زیادہ نازک ہے

کردہٗ اُو کردہٗ شاہ است لیک
اگرچہ اُس کا کام شاہ کا کام ہے لیکن
پیشِ چشمم بد نمایندہ است نیک
لیکن میری نظروں میں بہت بدنُما ہے

آنچہ عینِ لُطف باشد بر عَوام ۳
جو عوام کے لئے عین مہربانی ہوتی ہے
قہر شُد بر عشق کیشانِ کرام
شریف عاشقوں پر ظلم ہوتا ہے

بس بلا و رنج می باید کشید
بہت سی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی چاہئیں
عامہ را تا فرق را تانند دید
عوام کو، تاکہ فرق کو دیکھ سکیں۔

کایں حروفِ واسطہ اے یارِ غار
اے یارِ غار! یہ واسطہ کے حروف
پیشِ واصل خار باشد خار خار
واصل (بحق) کیلئے کانٹا ہیں کانٹا ہی کانٹا

بس بلا و رنج بایست و وقوف
بہت سی بلائیں اور رنج اور (انہیں) بکاڑ جائے
تا دمد آں روحِ صافی از حروف
تاکہ وہ صاف روح حروف سے چمک اُٹھے

لیک بعضے زیں بلا کثر تر شُدند
لیکن بعض اِس بلا سے (اور) زیادہ ٹیڑھے ہوگئے
باز بعضے صافی و بر تر شُدند
بعض صاف اور زیادہ بلند ہوگئے

مقولہ ہو حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن جو کام نیک لوگوں کے حسنات ہیں وہ کام بسا اوقات مقربین بارگاہ کے لئے گناہ شمار ہوتے ہیں۔ بس۔ اِس بات کو سمجھنے کیلئے ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے تب عام سمجھ سکتے ہیں کہ مشاہدہ کے بعد درمیانی حروف اور واسطہ مناسب نہیں ہو۔ بس بلا۔ بہت سے مصائب جھیلنے کے بعد حروف کے ذریعہ اِس حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن مصائب پر شکوہ ہو تو تباہی ہے ہاں اگر صبر و شکر ہو تو درجات بلند ہوتے ہیں۔

ف۱ او ادب۔ عما ذا الملک کو جبرئیلؑ کے اِس قصہ سے نصیحت حاصل کرلینی چاہیئے تھی کہ مراد حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں تھے تو حضرت جبرئیلؑ نے آکر مدد کرنی چاہی، حضرت ابراہیمؑ نے انکار کردیا اور فرمایا مشاہدہ کے بعد وسائط کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ بہرِ ایں دنیا۔ عام مومنین جو مشاہدہ سے محجوب ہیں اُن کے لئے رسول واسطہ ہوتے ہیں حضرت ابراہیمؑ خود مشاہدہ میں مستغرق تھے انکو جبرئیلؑ کا واسطہ ناگوار گذرا۔ ہر دل۔ ہر انسان میں یہ استعداد نہیں کہ وہ وحی کو سُن سکے اِسلئے کہ وحی کو بذریعہ حروف اور آواز سنایا گیا ہے اگر ہر سننے والے میں وحی کو سننے کی استعداد ہوتی تو پھر حرف اور آواز کی، کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔

ف۲ گرچہ۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ کو فنائیت کا مقام حاصل ہے لیکن میرا معاملہ اِس سے بھی نازک ہے اِس میں کسی واسطہ کی گنجائش نہیں خواہ فنا فی اللہ ہی کیوں نہ ہو۔ کردہ۔ جبرئیلؑ کا کام مقامِ فنائیت کی وجہ سے خدا ہی کا کام ہے لیکن وہ اُس کام میں ماذون ہیں اللہ کیجانب سے مامور نہیں ہیں ورنہ وہ کہتے کہ میں خدا کے حکم سے مدد کیلئے آیا ہوں۔

ف۳ آنچہ۔ اِسطرح کی مدد عوام کے لئے عین لُطفِ خداوندی ہے لیکن عاشقانِ خدا کے لئے مناسب نہیں ہے مشہور

ہمچو آبِ[1] نیل آمد ایں بلا | سَعد را آبست و خوں بر اَشقیا

یہ بَلا (دریائے) نیل کے پانی کی طرح ہے | جو نیک کے لئے پانی ہے اور بدبختوں کیلئے خون ہو

ہر کہ پایاں بیں تَر او مسعود تَر | جِد تَر او کارد کہ افزوں دید بَر

جوانجام کو زیادہ دیکھنے والا ہو زیادہ نیک بخت ہے | زیادہ محنت سے وہ بوئیگا جس نے پھل زیادہ دیکھا ہو

زانکہ داند کایں جہانِ کاشتن | ہست بہرِ محشر و بَر داشتن

کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ کھیتی کرنے کی دنیا | محشر کے لئے اور (پیداوار) حاصل کرنے کیلئے ہے

ہیچ[2] عقدے بہرِ عینِ خود نبود | بلکہ از بہرِ مقامِ رِبح و سُود

کوئی معاملہ بعینہٖ معاملہ کے لئے نہیں ہوتا ہے | بلکہ نفع اور فائدہ کے مقام کے لئے ہوتا ہے

ہیچ نبوُد مُنکرے گر بنگری | مُنکریش بہرِ عینِ مُنکری

اگر تو دیکھے تو کوئی مُنکر نہیں ہوتا ہے | (کہ) اس کا انکار محض انکار کے لئے ہو

بَل برائے قہرِ خصم اندر حَسد | یا فزونی جُستن و اظہارِ خود

بلکہ حسد میں دشمن کو مغلوب کرنے کیلئے ہوتا ہے | یا اپنے اظہار اور برتری کی جستجو کیلئے ہوتا ہے

واں[3] فزونی ہَم پےِ طمعِ دگر | بے معانی چاشنی ندہد صُوَر

وہ برتری بھی کسی دوسرے لالچ میں ہوتی ہے | (محض) صورتیں بلامعانی کے لطف نہیں دیتی ہیں

زاں ہمی پُرسی چرا ایں میکنی | کہ صُوَر زیت است و معنیٰ روشنی

اسی لئے تو دریافت کرتا ہے کہ، تو یہ کیوں کرتا ہے؟ | کیونکہ صورتیں تیل ہیں اور معنیٰ روشنی ہیں

ورنہ ایں گفتن چرا از بہرِ چیست | چونکہ صورت بہرِ عینِ صورتیست

ورنہ یہ "کیوں" کہنا کاہے کے لئے ہے | جبکہ صورت محض صورت کے لئے ہے

ایں چرا گفتن سوال از فائدہ ست | جز برائے ایں چرا گفتن بدست

یہ "کیوں" کہنا فائدہ کے بارے میں سوال ہو | اس کے سوا کیلئے "کیوں" کہنا بُرا ہے

از چہ رُو فائدہ جوئی اے امیں | چوں بُوَد فائیدہ ایں خود ہمیں

اے امین! تو فائدہ کیوں تلاش کرتا ہے؟ | جبکہ یہ (فعل) خود فائدہ ہو

پس نقوشِ آسمان و اہلِ زمیں | نیست حکمت کاں بُود بہرِ ہمیں

تو آسمان اور زمین والوں کی صورتیں | (ایسی) کوئی حکمت نہیں ہو کہ وہ صورتیں محض صورتوں کیلئے ہوں

ورنہ۔ اگر ہر معاملہ کی ظاہری صورت مقصود ہوتی تو کیوں کا سوال نہ کیا جاتا۔ پس۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ معاملہ کی محض صورت مقصود نہیں ہے تو اب سمجھو کہ آسمان اور دنیا کے پیدا کرنے سے اُن کی صورت مقصود نہیں ہے بلکہ اُن کی پیدائش میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

[1] آبِ نیل۔ دریائے نیل کا پانی قبطیوں کی تباہی اور سبطیوں کی نجات کا سبب بنا تھا۔ ہر کہ۔ جو اُن مصائب کے عمدہ نتائج پر نظر رکھے گا سعادت حاصل کرلے گا جو کھیتی کی عمدہ پیداوار کو دیکھے گا وہ کھیتی میں محنت کرے گا۔ زانکہ۔ انجام بیں سمجھتا ہے کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے جو یہاں بوئیگا وہاں کاٹے گا۔

[2] ہیچ عقدے۔ جس طرح دنیا خود مقصود نہیں بلکہ آخرت کا ذریعہ ہے اسی طرح کوئی بھی معاملہ صرف معاملہ کیلئے نہیں ہوتا ہے بلکہ اُس کا مقصد نفع اور فائدہ اُٹھانا ہوتا ہے۔ منکر۔ کوئی شخص کسی حقیقت کا انکار محض انکار کے لئے نہیں کرتا بلکہ اسکے پیشِ نظر بالمقابل کی مغلوبیت اور اپنی فوقیت ہوتی ہے۔

[3] واں فزونی۔ برتری بھی انسان کا خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ اور نتائج مقصود ہوتے ہیں۔ صُوَر یعنی کام کی محض صورت اُس وقت لذت بخش ہوتی ہے جبکہ اس میں کوئی مقصد مضمر ہو۔ چرا ایں میکنی۔ کام کرنے والے سے لوگ پوچھتے ہیں تو کیوں کام کرتا ہے تو اُن کا مقصد اس کے اصلی مقصود کو دریافت کرنا ہوتا ہے کہ تصور معاملوں کی ظاہری صورت کی مثال تیل کی سی ہے اور اصل مقصود کی مثال تیل سے پیدا ہونے والی روشنی ہے۔

گر حکیمے نیست ایں ترتیب چیست ۱ ... ور حکیمے ہست چوں فعلش تہی ست

اگر وہ (خالق) صاحبِ حکمت نہیں ہے تو یہ کائنات کی ترتیب کیسی ہے؟ ... اور اگر وہ حکمت والا ہے تو اس کا فعل حکمت سے کب خالی ہے

کس نسازد نقش گرمابہ خضاب ... جز پئے قصدِ صواب و ناصواب

کوئی شخص حمام کی تصویر کو رنگین نہیں بناتا ہو ... کسی مقصد کے بغیر خواہ وہ مقصد درست ہو یا غلط ہو

ہر چہ بینی در جہاں از آیتے ... ہست بہرِ معنیِ و حکمتے

دنیا میں تو جو بھی کوئی نشانی دیکھے گا ... وہ کسی معنی اور حکمت کے لئے ہے

مطالبت ۲ کردنِ موسیٰؑ از حضرتِ عزت کہ لِمَ خَلَقْتَ خَلْقًا فَاَهْلَكْتَهٗ وَاَحْرَقْتَهٗ وجواب آمدن از حضرتِ عزت

حضرت موسیٰؑ کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا کہ تو کیوں ایک مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر تو اس کو اور تباہ کردیتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب آنا

گفت موسیٰؑ اے خداوندِ حساب ... نقش کردی باز چوں کردی خراب

حضرت (موسیٰؑ) نے عرض کیا اے محاسبہ کے مالک ... تو نے صورت بنائی پھر اس کو کیوں تباہ کیا؟

نر و مادہ نقش کردی جاں فزا ... وانگہے ویراں کنی ایں را چرا

تو نے حسین نر اور مادہ بنائے ... پھر تو ویران کردیتا ہے یہ کیوں ہے؟

گفت حق ۳ دانم کہ ایں پرسش ترا ... نیست از انکار و غفلت و ز ہوا

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تیرا یہ سوال ... انکار اور غفلت اور نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ تادیب و عتابت کردمے ... بہرِ ایں پرسش ترا آزردمے

ورنہ تجھے سزا دیتا اور غصہ کرتا ... اس سوال پر تجھے تکلیف پہنچاتا

لیک می خواہی کہ در افعالِ ما ... باز جوئی حکمت و سرِّ قضا

لیکن تو چاہتا ہے کہ ہمارے کاموں میں ... حکمت اور فیصلہ کا راز معلوم کرے

تا ازاں واقف کنی مر عام را ... پختہ گردانی بدیں ہر خام را

تاکہ تو اس سے عوام کو باخبر کرے ... اس سے ہر کچے کو پکا بنائے

قاصداً سائل شدی در کاشفی ... بہرِ عامہ ارچہ تو زاں واقفی

وضاحت کے لئے تو قصداً سائل بنا ہے ... عوام کے لئے، اگرچہ تو اس سے واقف ہو

زانکہ نیمِ علم آمد ایں سوال ... ہر برونے را نباشد ایں مجال

یہ سوال نصف علم ہے ... ہر باہری شخص کی یہ مجال نہیں ہے

---

۱ گر حکیمے۔ حکمت والا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا آسمان اور دنیا کا پیدا کرنے والا حکیم ہے کائنات کا نظام اور ترتیب یہ بتاتی ہے۔ کس۔ حمام میں جو تصویریں بنائی جاتی ہیں ان کا بھی کوئی مقصد ہے خواہ صحیح ہو یا غلط ہر چہ۔ دنیا میں ہر چیز کے پیدا کرنے میں حکمت مضمر ہے۔

۲ مطالبت۔ اس قصہ کا مقصد مخلوقات میں حکمتِ الٰہی کا بیان کرنا ہے گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا اے خدا تو انسانوں کو پیدا کرتا ہے پھر مار دیتا ہے اس میں کیا حکمت ہے۔ خداوندِ حساب۔ یعنی یومِ حساب کے مالک۔

۳ گفت حق۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا چونکہ تیرا یہ سوال انکار اور غفلت پر مبنی نہیں ہے اس لئے میں درگذر کرتا ہوں ورنہ سزا دیتا تو اس لئے معلوم کر رہا ہے تاکہ عوام کو ہماری حکمتوں سے آگاہ کر دے ورنہ تجھے مخلوق کے پیدا کرنے میں ہماری حکمتیں معلوم ہیں۔ زانکہ۔ سوال علم کے منافی نہیں ہے بلکہ مشہور ہے اَلسُّؤَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ یعنی کسی چیز کے بارے میں دریافت کرنا اس چیز کا آدھا علم ہے حضرت موسیٰ حکمتوں سے واقف تھے۔

ہم سوال از علم خیزد ہم جواب

سوال بھی اور جواب بھی علم سے پیدا ہوتا ہے

ہمچنانکہ خار و گل از خاک و آب

جس طرح مٹی اور پانی سے کانٹا اور پھول

ہم ضلال از علم خیزد ہم ہدیٰ

گمراہی بھی علم سے پیدا ہوتی ہے اور ہدایت بھی

ہمچنانکہ تلخ و شیریں از ندیٰ

جیساکہ تری سے تلخ اور شیریں

ز آشنائی خیزد ایں بغض و ولا

یہ بغض اور دوستی تعارف سے پیدا ہوتی ہے

وز غذائے خوش بود سقم و شفا

بیماری اور شفا اچھی غذا سے (پیدا) ہوتی ہے

مستفید اعجمی شد آں کلیم

وہ کلیم (اللہ) ناواقف کو فائدہ حاصل کرنیوالا بنانیوالے بنے

تا عجمیاں را کند زیں سر علیم

تاکہ ناواقفوں کو اس راز سے باخبر کریں

ما ہم از وے اعجمی سازیم خویش

ہم بھی اپنے آپ کو اس سے ناواقف بناتے ہیں

پاسخش آریم چوں بیگانہ پیش

بیگانوں کی طرح اس کا جواب پیش کرتے ہیں

خر فروشاں خصم یکدیگر شدند

گدھا بیچنے والے ایک دوسرے کے مقابل بنے

تا کلید قفل آں عقد آمدند

یہاں تک کہ اس معاملہ کے قفل کیلئے کنجی بنگئے

پس بفرمودش خدا اے ذو لباب

پھر اُن سے خدا نے فرمایا اے عقلمند!

چوں بپرسیدی بیا بشنو جواب

جبکہ تو نے سوال کیا ہے، آ جواب سن

موسیا[۳] تخمے بکار اندر زمیں

اے موسیٰ! زمین میں بیج بودے

تاکہ تو خود وا دہی انصاف ایں

تاکہ تو خود اس کا انصاف کرلے

چونکہ موسیٰ کشت و شد کشتش تمام

جب حضرت موسیٰؑ نے کھیتی بوئی اُنکی کھیتی پوری ہوگئی

خوشہایش یافت خوبی و نظام

اُسکے خوشوں نے اچھائی اور عمدگی حاصل کرلی

داس بگرفت و مر آں را می برید

انھوں نے درانتی لی اور اُس کو کاٹ لیا

پس ندا از غیب در گوشش رسید

تو اُن کے کان میں غیب سے آواز آئی

کہ چرا کشتے کنی و پروری

کہ تو کیوں بوتا ہے اور پرورش کرتا ہے؟

چوں کمالے یافت آں را می بری

جب وہ مکمل ہوجاتی ہے تو اُسکو کاٹتا ہے

گفت یارب زاں کنم ویران و پست

(موسیٰؑ نے) عرض کیا اے خدا! میں کھیت کو ویران

کہ درینجا دانہ ہست و کاہ ہست

کہ اُس میں دانہ بھی ہے اور بھوسا بھی ہے

---

۱ ہم سوال۔ کسی چیز کا علم ہوجانے کے بعد ہی اُس کے بارے میں سوال و جواب ہوسکتا ہے یہ دونوں متضاد باتیں ایسی ہی ہیں جیسا کہ مٹی سے پھول بھی اُگتا ہے اور کانٹا بھی۔ ہم ضلال۔ علم ہی گمراہی اور ہدایت کا سبب بنتا ہے جیسا کہ نمی اور تری ہی پھل میں تلخی بھی پیدا کرتی ہے اور شیرینی بھی۔ ملاقات اور تعارف سے دشمنی اور دوستی پیدا ہوتی ہے اور غذا سے بیماری اور صحت پیدا ہوتی ہے۔

۲ مستفید۔ حضرت حق نے فرمایا کہ موسیٰؑ ناواقفوں کو حکمتوں سے واقف کرنا چاہتا ہے اس لئے تجاہل عارفانہ برت رہا ہے ہم بھی اس کے علم سے انجان بن کر اُس کو جواب دیتے ہیں خر فروشاں۔ دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے کہ تجاہل برت کر معاملہ کو حل کر لیتے ہیں گدھا بیچنے والے آپس میں فرضی طور پر ایسی باتیں شروع کردیتے ہیں کہ گاہک گدھا خرید لیتا ہے۔

۳ موسیا۔ حضرت موسیٰؑ کو جواب دینے سے قبل حضرت حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے وہ عمل کرایا جس میں خود جواب پوشیدہ تھا تاکہ جواب اچھی طرح اُن کی سمجھ میں آجائے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ تم کھیتی بودو اور جب کھیتی تیار ہوگئی تو اُنھوں نے اُس کھیتی کو کاٹ ڈالا۔ کہ چرا۔ اللہ تعالیٰ نے

حضرت موسیٰؑ سے دریافت کیا کہ تم نے خود کھیتی بوئی اور پھر اب اُس کو کیوں کاٹ ڈالا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ کھیتی کے پکنے پر اُس میں دانہ اور بھوسا تھا اور دونوں کو ملا جُلا رہنا مناسب نہ تھا حکمت کا تقاضہ یہی تھا کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ کردیا جائے۔

دانہ لایق نیست در انبارِ کاہ — کاہ در انبارِ گندم ہم تباہ
دانہ کا بھوسے کے انبار میں رہنا مناسب نہیں ہے — بھوسا بھی گیہوں کے ڈھیر میں برباد ہوتا ہے

نیست حکمت ایں دو[2] را آمیختن — فرق واجب می کند در بیختن
ان دونوں کو ملائے رکھنا دانائی نہیں ہے — وہ (دانائی) چھاننے میں جدا کر دینا ضروری بناتی ہے

گفت[1] ایں دانش تو از کہ یافتی — کہ بدانش بیدرے بر ساختی
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ یہ سمجھ تو نے کس سے حاصل کی؟ — کہ عقل کی وجہ سے تو نے کھلیان بنایا

گفت تمیزم تو دادی اے خدا — گفت پس تمیز چوں نبود مرا
(حضرت موسیٰؑ نے) عرض کیا اے خدا تو نے مجھے سمجھ عطا کی — (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو پھر مجھ میں سمجھ کیوں نہ ہوگی؟

در خلائق روحہای پاک ہست — روحہای تیرہ و گلناک ہست
مخلوق میں پاک روحیں ہیں — کالی اور مٹی میں سنی ہوئی روحیں ہیں

ایں[2] صدفہا نیست در یک مرتبہ — در یکے دُر ست و در دیگر شبہ
یہ سیپیاں ایک طرح کی نہیں ہیں — ایک میں موتی ہے دوسری میں پوتھ ہے

واجب ست اظہارِ ایں نیک و تباہ — ہمچناں کاظہارِ گندمہا ز کاہ
نیک اور برباد کا واضح کرنا ضروری ہے — جس طرح گیہوں کا بھوسے سے الگ کرنا

بہرِ اظہار ست ایں خلقِ جہاں — تا نماند گنجِ حکمتہا نہاں
دنیا کا پیدا کرنا ظاہر کرنے کے لئے ہے — تاکہ حکمتوں کا خزانہ پوشیدہ نہ رہے

کُنتُ[3] کَنزاً گفت مَخفِیاً شنو — جوہرِ خود گم مکن اظہار شو
سن (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میں چھپا ہوا خزانہ تھا — تو اپنے جوہر کو برباد نہ کر اس کو ظاہر کر

بیانِ آنکہ روحِ حیوانی و عقلِ جزوی و وہم و خیال بر مثالِ دوغند

اس کا بیان کہ حیوانی روح اور جزوی عقل اور وہم اور خیال چھاچھ جیسے ہیں

و روحِ وحی کہ باقی ست دریں دوغ ہمچوں روغن پنہاں
اور وحی کی روح جو باقی رہنے والی ہے اس چھاچھ میں پوشیدہ گھی کی طرح ہے

جوہرِ صدقت خفی شد در دروغ — ہمچو طعمِ روغن اندر طعمِ دوغ
تیری سچائی کا جوہر جھوٹ میں چھپ گیا — جس طرح گھی کا مزا، چھاچھ کے مزے میں

---

[1] گفت۔ حضرت حق نے فرمایا کہ یہ عقل تم نے کہاں سے حاصل کی حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ یہ دانش اور عقل آپ کی عطا کردہ ہے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دانش پھر مجھ میں کیوں نہ ہوگی۔ در خلائق۔ اب اللہ تعالیٰ نے اصل جواب دیا کہ انسانوں کی روحیں دو قسم کی ہیں، ایک پاک ایک ناپاک۔

[2] ایں صدفہا۔ سب انسانی جسم ایک رتبہ کے نہیں ہیں، کسی جسم میں موتی جیسی روح ہے کسی جسم میں گنج کے پوتھ کی طرح ہے۔ واجب۔ ان روحوں کو بھی اسی طرح ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینا مناسب ہے جس طرح گیہوں کو بھوسے سے تاکہ نیک روحیں جنت میں چلی جائیں اور بری روحیں دوزخ میں۔ بہر اظہار۔ بہلی حکمت تمہارے بنانے کی تھی، پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ہماری صفات کا اظہار ہو جائے۔

[3] کُنتُ۔ حدیث قدسی ہے کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ میں پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا، مخلوقات مظہر صفات خداوندی ہے۔ جوہر خود۔ انسان کے جسم میں جو موتی ہے اس کو ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ بیان۔ مولانا ارشادی مضمون میں اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ روح جسم میں اس طرح پوشیدہ ہے جس طرح مسکا چھاچھ میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ دروغ۔ جھوٹ یعنی جسم فانی۔ دوغ۔ چھاچھ۔

آں دروغت ایں تنِ فانی بُوَد — راستنت[1] آں جانِ ربّانی بُوَد

وہ تیرا جھوٹ، یہ فنا ہونے والا جسم ہے — تیری سچائی، خدائی روح ہے

سالہا ایں دوغِ تن پیدا و فاش — روغنِ جاں اندر وفانی ولاش

برسوں یہ جسم کی چھاچھ ظاہر اور کھلی رہتی ہے — روح کا روغن اس میں فنا اور معدوم ہوتا ہے

تا فرستد حق رسولِ بندۂ — دوغ را در خمرہ جنبانندۂ

یہانتک کہ اللہ (تعالیٰ) کسی رسول بندہ کو بھیجتا ہے — چھاچھ کو مشکل میں بلونے والے کو

تا بجنباند بہنجار و بفن — تا بدانم من کہ پنہاں بود من

یہانتک کہ وہ طریقے اور تدبیر سے بلوئے — تاکہ میں جان لوں کہ شہد پوشیدہ تھا

یا کلامِ بندۂ کاں جزوِ اوست — در رود در گوش آنکو وحی جوست

یا اس بندہ کا کلام جو اس (نبی) کا جزو ہے — اس کان میں پہنچے جو وحی کا طالب ہے

اُذنِ[2] مومن وحیِ ما را واعی است — آنچناں گوشے قرینِ داعی است

مومن کا کان ہماری وحی کی حفاظت کرنیوالا ہے — ایسا کان نبی کا ساتھی ہوتا ہے

آنچناں کہ گوشِ طفل از گفتِ مام — پُر شود ناطق شود او در کلام

جیسے کہ بچہ کا کان ماں کی باتوں سے — بھرتا ہے تو وہ بات چیت میں بول پڑتا ہے

ور نباشد طفل را گوشِ رشد — گفتِ مادر نشنود گنگے شود

اگر بچے کے صحیح کان نہ ہو — وہ ماں کی بات نہیں سنتا گونگا ہو جاتا ہے

دائماً ہر کرِّ اصلی گنگ بود — ناطق آں کس شد کہ از مادر شنود

اصلی بہرا ہمیشہ گونگا ہوتا ہے — بولنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو ماں (کی بات) سنتا ہے

وانکہ[3] گوشِ کر و گنگ از آفتے ست — زانکہ در گوشش رسیدہ علتے ست

وہ شخص جو بہرا اور گونگا ہے کسی آفت کیوجہ سے — کیونکہ اسکے کان میں کوئی بیماری پیدا ہو گئی ہے

کہ پذیرائی دم و تعلیم نیست — لاجرم منطق را تسلیم نیست

جو آواز اور تعلیم کو قبول کرنیوالی نہیں ہے — (تو) لامحالہ وہ بولنے کے قابل نہیں ہے

آنکہ بے تعلیم بُد ناطق خداست — کہ صفاتِ او ز علتہا جداست

جو بغیر تعلیم کے بولنے والا ہے وہ خدا ہے — کیونکہ اسکی صفات علتوں سے پاک ہیں

یا چو آدمؑ کردہ تلقینش خدا — بے حجابِ مادر و دایہ وُرا

یا آدمؑ جیسا، جس کو خدا نے پڑھایا — اس کی ماں اور دایہ کے واسطہ کے بغیر

---

[1] راستنت ۔ سچ یعنی روح۔ سالہا۔ کافی وقت ایسا گذرتا ہے جس میں روح جسم میں گم رہتی ہے۔ لاش۔ لاشی معدوم۔ تا فرستد۔ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتے ہیں تاکہ وہ جسم کی چھاچھ کو بلو کر روح کا مسکہ اس سے نکالیں۔ خمرہ۔ چھوٹی مشک۔ مَن۔ اس کا ترجمہ مختلف شارحوں نے مختلف کیا ہے ہم نے شہد کیا ہے اس سے مراد روح ہے۔ یا کلام۔ روح کی تربیت رسول کرتے ہیں یا وہ لوگ کرتے ہیں جو رسولوں کیلئے بمنزلہ جزو کے ہوتے ہیں۔

[2] اُذن۔ قرآن پاک میں ہے وَتَعِیَهَا اُذُنٌ وَّاعِیَۃٌ اور اسکی وحی کو محفوظ رکھنے والے کان ملفوظ کر لیتے ہیں۔ داعی یعنی رسول یا وہ شخص جو ان کا جزو ہے۔ مام۔ ماں یعنی بچہ ماں کی بات کو سنتا ہے اور پھر خود بولنے لگتا ہے۔ ور نباشد جس بچہ کے کان میں سننے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ گونگا ہو جاتا ہے۔ دائماً۔ عموماً بہرا، گونگا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ ماں کی بات نہیں سن پاتا۔

[3] وانکہ۔ جو بچہ بہرا اور گونگا ہوتا ہے وہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اسکے کان میں کوئی بیماری ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ ماں کی بات نہیں سنتا ہے۔ تسلیم۔ قابل۔ آنکہ۔ مخلوقات سن کر بولتے ہیں ماں کی تعلیم سے قادر ہوتی ہیں بغیر تعلیم کے بولنے والی صرف ذات خداوندی ہے۔

اور حضرت آدمؑ کے ماں باپ نہ تھے انکو تعلیم خدا نے دی۔

یا مسیحے[1] کو بہ تعلیمِ وَدُود — در ولادت ناطق آمد در وجود

یا مسیح کہ وہ خدا کی تعلیم سے — پیدائش کے وقت بولنے لگے

از برای دفعِ تہمت در وِلاد — کہ نزادست از زنا و از فساد

پیدائش کی تہمت کو دفع کرنے کے لئے — کہ وہ زنا اور خرابی سے پیدا نہیں ہوئے ہیں

جُنبشے بایست اندر اِجتہاد — تا کہ دوغ آں روغن از دل باز داد

کوشش میں حرکت چاہیئے — تاکہ چھاچھ مسکے کو اندر سے واپس دیدے

روغن اندر دوغ باشد چوں عدم — دوغ در ہستی برآوردہ عَلَم

مسکا، چھاچھ میں معدوم جیسا ہوتا ہے — چھاچھ، وجود میں جھنڈا بلند کئے ہوئے ہے

آنکہ ہستت می نماید ہست پوست — وانکہ فانی می نماید اصل اوست

جو تجھے موجود نظر آتا ہے وہ چھلکا ہے — جو معدوم نظر آتا ہے وہ اصل ہے

دوغ روغن ناگرفت ست و کہن — تا نہ بگزینی بنہ خرجش مکن

مسکا، نہ نکالی ہوئی اور پرانی چھاچھ — جب تک تو نکال نہ لے اسکو رکھ چھوڑ خرچ نہ کر

ہیں[2] بگردانش بدانش دست دست — تا نماید آنچہ پنہاں کردہ است

خبردار، سمجھداری سے اسکو ہاتھ سے خوب چلا — تاکہ وہ اُس کو نمایاں کردے جو اُسنے چھپایا ہو

زانکہ ایں فانی دلیلِ باقی ہست — لابہ مستاں دلیلِ ساقی ست

کیونکہ یہ فانی، باقی کی دلیل ہے — مستوں کی خوشامد ساقی کی دلیل ہے

روغن[3] اندر دوغ پنہاں میشود — ہر چہ می سازی تو آنش آں میشود

مسکا چھاچھ میں چھپ جاتا ہے — تو جو اُس کا بنائے گا وہ بن جائے گا

مثالِ دیگر ہم دریں معنیٰ

دوسری مثال اسی معنیٰ میں

ہست بازیہای آں شیرِ عَلَم — مُخبرے از بادہای مُکتتم

جھنڈے کے شیر کے کھیل کود — چھپی ہوئی ہواؤں کی خبر دینے والے ہیں

گر نبودے جُنبشِ آں باد ہا — شیرِ مُردہ کے بجستے در ہوا

اگر اُن ہواؤں کی حرکت نہ ہوتی — بے جان شیر ہوا میں کب کودتا؟

موجود مخفی چیز کے وجود کی دلیل بنتا ہے۔ ہست۔ جھنڈے کے پھریرے پر شیر کی تصویر بناتے ہیں پھریرے کا ہلنا اور شیر کی تصویر کا مختلف طریقوں پر متحرک ہونا ہوا کے وجود کی دلیل ہے۔

[1] یا مسیحے۔ حضرت مسیح بھی بغیر تعلیم کے اپنے اوپر سے تہمت دفع کرنے کیلئے تعلیم خداوندی سے بول پڑے تھے۔ جس طرح چھاچھ سے مسکا نکالنے کیلئے چھاچھ کا بونا ضروری ہے اسی طرح روح کے اظہار کے لئے جسم کو مجاہدات کے ذریعہ بلونا ضروری ہے۔ روغن۔ مسکا چھپا ہوا ہے چھاچھ ظاہر ہے۔ آنکہ۔ جو ظاہر ہے یعنی جسم وہ بمنزلہ چھلکے کے ہے۔ فانی۔ روح جو نظر نہیں آتی ہے وہ بمنزلہ مسکے کے ہے۔ دوغ۔ جس چھاچھ میں سے مسکا نہ نکالا گیا ہو اُس کو محفوظ رکھنا چاہیئے تاکہ مسکا نکالا جاسکے اُس کو خرچ نہ کرنا چاہیئے۔

[2] ہیں۔ جسم کو خوب اچھی طرح بلونا چاہیئے تاکہ وہ روح کو ظاہر کردے۔ زانکہ۔ روح کے مخفی ہونے کی وجہ سے اُس کو معدوم نہ سمجھ لینا یہ جسم فانی اُس روحِ باقی کی دلیل ہے۔ روح جب تک جسم میں ہے جسم سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں جو روح کے نکلنے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ روح کوئی چیز تھی۔ لابہ مستاں۔ مست ساقی کی خوشامد کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ساقی موجود ہے۔

[3] روغن۔ روح، جسم میں چھپی ہوئی ہے تو اُس کو جیسا بنائے گا وہ ویسی بن جائیگی۔ مثالِ دیگر۔ اس مثال سے بھی یہی سمجھانا ہے کہ ظاہر کی

زاںؔ۱ شناسی باد را کہ آں صباست
اِس سے تو ہوا کو پہچان لیتا ہے کہ وہ پُروا ہے

یا دبور است ایں بیانِ آں خفاست
یا پچھوا ہے، یہ اُس پوشیدہ کا اظہار ہے

ایں بدن مانندِ آں شیرِ عَلَم
یہ بدن جھنڈے کے شیر کی طرح ہے

فکر می جُنباند اُو را دمبدم
فکر اُس کو لمحہ بہ لمحہ حرکت دیتا ہے

فکر کاں از مشرق آمد آں صباست
جو فکر مشرق کی جانب سے آئے وہ پُروا ہے

وانکہ از مغرب دبورِ با وباست
اور جو مغرب کی جانب سے وہ بیماری بھری پچھوا ہے

مشرقِ ایں بادِ فکرت دیگر است
تیرے فکر کی اِس ہوا کی مشرق دوسری ہے

مغربِ ایں بادِ فکرت زاں سر است
تیرے اِس فکر کی ہوا کی مغرب اِس جانب ہے

خورؔ۲ جماد است و بُوَد شرقش جماد
سورج جماد ہے، اُس کی مشرق جماد ہے

جانِ جانِ جاں بُوَد شرقش فؤاد
جان کی جان کی جان کا مشرق دل ہے

شرقِ خورشیدے کہ شد باطن فروز
اُس سورج کی مشرق جو دل کو روشن کرنیوالا ہے

قشر و عکسِ آں بُوَد خورشیدِ روز
دن کا سورج اُس کا چھلکا اور عکس ہے

زانکہ چوں مُردہ بُوَد تن بے لہب
اس لئے کہ جب بے نور جسم مردہ ہو جاتا ہے

پیشِ اُو نے روز بنماید نہ شب
اُس کے سامنے نہ دن رونما ہوتا ہے نہ رات

ور نہ باشد آں چو باشد ایں تمام
اگر وہ نہ رہے، اور یہ مکمل ہو

بے شب و بے روز دارد انتظام
تو بغیر شب و روز، وہ منتظم رہے گا

ہمچنانکہؔ۳ چشم می بیند بخواب
جیسا کہ نیند میں آنکھ دیکھتی ہے

بے مہ و خورشید و ماہ و آفتاب
چاند اور سورج کے بغیر چاند اور سورج کو

نومِ ما چوں شد اخُ الموت اے فلاں
اے فلاں! جبکہ ہماری نیند موت کی بہن ہے

زیں برادر آں برادر را بداں
اِس بھائی کو اُس بھائی سے سمجھ لے

ور بگویندت کہ ہست آں فرعِ ایں
اگر وہ تجھ سے کہیں کہ وہ اِس کی فرع ہے

مشنو آں را اے مقلدِ بے یقیں
اے بے یقین مقلد اُس کو نہ سُن

می بہ بیند خواب جانت وصف و حال
تیری روح نیند میں اُس حالت کے اوصاف دیکھتی ہے

کہ بہ بیداری نہ بینی بیست سال
کہ تو بیداری میں بیس سال بھی نہیں دیکھ سکتا

ك١ زاں۔ شیر کی حرکتوں سے انسان سمجھ لیتا ہے کہ پُروا ہوا چل رہی ہے یا پچھوا۔ ایں بدن۔ انسانی جسم کو جھنڈے کا شیر سمجھو اور فکر و ارادہ جو روح سے پیدا ہوتا ہے اُس کو ہوا جیسا سمجھو۔ فکر۔ انسان کے جو خیالات مشرق سے آئیں اُن کو صبا اور جو مغرب سے آئیں انکو دبور کہنا چاہیے۔ مشرق لیکن فکر کی ہوا کا مشرق اور مغرب یہ مشرق اور مغرب نہیں ہے۔ ك٢ خور۔ ہوا بے روح چیز ہے اس کا مشرق بھی بے روح ہے۔ روح جس سے فکر پیدا ہوا ہے اُس کا مشرق قلب ہے۔ شرق خورشیدے۔ رُوح جس نے قلب کو روشن کیا ہے یہ دن کا خورشید اُس کا چھلکا اور عکس ہے۔ زانکہ۔ اگر دل کو روشن کرنے والا خورشید یعنی روح نہ ہو تو پھر دن رات نظر نہیں آتے ہیں اور دنیا کا سورج بیکار ہو جاتا ہے۔ ورنہ۔ سورج نہ ہو اور روح پاکیزہ ہو تو انسان سب کچھ دیکھ لیتا ہے اور اُس کا کام منتظم ہوتا ہے۔ ك٣ ہمچنانکہ۔ روح خواب میں بغیر چاند سورج کے سب کچھ دیکھتی ہے۔ نوم۔ مشہور مقولہ ہے "اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْت" نیند موت کی بہن ہے لہٰذا جب نیند کی حالت میں انسان سب کچھ دیکھتا ہے تو مرنے کے بعد بھی سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔ ور بگویند۔ اگر کوئی یہ کہے کہ خواب میں وہی چیزیں نظر آتی ہیں جو انسان نے سورج اور چاند کی روشنی میں دیکھی تھیں لہٰذا یہ کہنا کہ روح اپنے دیکھنے میں چاند، سورج سے بے نیاز ہے غلط ہے تو اُس کی بات نہ ماننا۔ می بہ بیند۔ انسان خواب میں وہ مناظر اور صورتیں دیکھتا ہے جو وہ کوشش سے بھی چاند سورج کی روشنی میں نہیں دیکھ پاتا۔

درپے[1] تعبیر آں تو عمرہا
تو اُس کی تعبیر کے لئے سالوں
میدوی سوی شہانِ بادِہا
عقلمند شاہوں کے پاس دوڑتا پھرتا ہے

کہ بگو آں خواب را تعبیر چیست
کہ بتایئے اُس خواب کی کیا تعبیر ہے؟
فرع گفتن اینچنیں سر را سگی ست
اس طرح کے راز کو فرع کہنا کُتاپن ہے

خوابِ عام ست ایں وخود خوابِ خواص
یہ عوام کا خواب ہے اور خود خواص کا خواب
باشد اصلِ اجتبا و اختصاص
برگزیدگی اور خصوصیت کی اصل ہے

پیل باید تا چو خسپد اوستاں
ہاتھی ہونا چاہیئے تاکہ جب وہ چت سوئے
خواب بیند خطۂ ہندوستاں
ہندوستان کے خطہ کو خواب میں دیکھے

خر[2] نہ بیند ہیچ ہندوستاں بخواب
گدھا خواب میں کبھی ہندوستان کو نہیں دیکھتا ہے
خرز ہندوستاں نکردہ ست اغتراب
گدھے نے ہندوستان سے سفر نہیں کیا ہے

جاں ہمچو پیل باید نیک و زفت
روح ہاتھی جیسی اچھی اور بھاری چاہیئے
تا بخواب او ہند تاند رفت تفت
تاکہ وہ خواب میں تیزی سے ہندوستان جا سکے

ذکرِ ہندستاں کند پیل از طلب
ہاتھی طلب میں ہندوستان کی یاد کرتا ہے
پس مصوّر گردد آں ذکرش بشب
تو اُسکی یاد شب میں مصوّر ہوجاتی ہے

اُذکُرُوا اللہ کارِ ہر اوباش نیست
"اللہ کی یاد کرو" ہر آوارہ کا کام نہیں ہے
اِرجِعِی بر پایِ ہر قلاش نیست
تو لوٹ جا، ہر مفلس کے پاؤں کیلئے نہیں ہے

لیک[3] تو آیس مشو ہم پیل باش
لیکن تو مایوس نہ ہو، ہاتھی بن
ور نہ پیلی درپئے تبدیل باش
اگر تو ہاتھی نہیں ہے، تبدیل کے درپے ہو

کیمیا سازانِ گردوں را بہ بیں
آسمان کے کیمیاگروں کو دیکھ
بشنو از میناگراں ہردم طنیں
ہر وقت صناعوں کی آواز سُن

نقشبندانند در جوِّ فلک
آسمان کی فضا میں نقاش موجود ہیں
کارسازانند بہرِ لی و لک
وہ میرے اور تیرے لئے کاریگری کر رہے ہیں

گر نہ بینی خلقِ مشکیں جیب را
اگر تو مُشکیں گریبان والوں کو نہیں دیکھتا ہے
بنگر اے شب کور ایں آسیب را
تو اے رات کے اندھے، اِس اثر کو دیکھ لے

[1] درپئے - اگر انسان نے وہ واقعات آنکھ سے دیکھے ہوں جو خواب میں اُس نے دیکھے ہیں تو پھر کبھی تعبیر کے لئے دوڑا نہ پھرے لہٰذا یہ کہنا کہ خواب بیداری کی دید کا اثر ہے غلط ہے۔ خواب عام - یہ تو ہم عوام کے خواب کی بات کر رہے تھے، خواص کا خواب تو اُن کو اس سے بھی زیادہ اسرارِ غیب دکھا دیتا ہے۔ پیل باید - ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے، جب دوسرے ملک میں وہ آرام کی نیند سوتا ہے تو وہ خواب میں ہندوستان کے حسین مناظر دیکھتا ہے اور مست ہوجاتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اسرارِ غیبی بھی اُس روح کو خواب میں نظر آئیں گے جس کا تعلق عالمِ غیب سے ایسا ہی ہو جیسا کہ ہاتھی کا ہندوستان سے۔

[2] خر نہ بیند - گدھے میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ ہندستان کو خواب میں دیکھے اور مست ہوجائے اُس کو یہ رتبہ بھی حاصل نہیں ہے کہ اُس کو ہندوستان سے لے جایا جائے۔ جاں - جو روح ہاتھی کیطرح ہوگی وہ اپنے اصل وطن عالمِ غیب کو خواب میں دیکھے گی۔ ذکر - ہاتھی ہندستان کو یاد کرتا ہے تو اُس کی یاد اور مناظر خواب میں اُسکے لئے مصوّر ہوجاتے ہیں۔ اُذکُرُوا - اللہ کا ذکر اور یاد روح کو ہاتھی صفت بنا دیتی ہے لیکن یہ کام ہر کمینہ کا نہیں ہے۔ اِرجِعِی - قرآن پاک میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ نیک روح اور نفسِ مطمئنہ کو فرماتے ہیں اِرجِعِی اِلیٰ رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً - اپنے خدا کیطرف لوٹ جا تو بھی خوش ہے اور خدا بھی تجھ سے خوش ہے۔

[3] لیک - اگرچہ ہاتھی کیطرح آسان نہیں ہے لیکن مایوس نہ ہونا چاہیئے اپنے اندر تبدیلی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیمیا - اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کر تیرے اندر تبدیلی پیدا ہوجائیگی۔ طنیں بھنبھناہٹ۔ نقشبندان - اولیاء۔ گر نہ بینی - اگر تجھے اولیا نظر نہیں آتے ہیں تو اُنکے آثار دیکھ لے۔

ہر دمِ[۱] آسیب ست بر ادراکِ تو تیرے احساس پر ہر وقت اثر ہے	نبتِ نو نو رستہ بیں از خاکِ تو مٹی میں سے نئی گھاس کو اُگا ہوا دیکھ لے
زیں بُد ابراہیم ادھمؒ دید خواب یہی ہوا (حضرت) ابراہیم ادھمؒ نے خواب دیکھا	بسطِ ہندستانِ دل را بے حجاب دل کے ہندوستان کی وسعت کا بغیر حجاب کے
لاجرم زنجیرہا را بر دَرید لامحالہ اُنھوں نے زنجیریں توڑ دیں	مملکت برہم زد و شُد ناپدید سلطنت کو چھوڑا اور گم ہو گئے
آں نشانِ دیدِ ہندستاں بُوَد یہ ہندوستان کے دیکھنے کی علامت ہوتی ہے	کہ جہد از خواب و دیوانہ شوَد کہ وہ نیند سے اُٹھے اور دیوانہ بن جائے
می فشاند[۲] خاک بر تدبیرہا تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے	می دراند حلقہ و زنجیرہا حلقہ اور زنجیریں توڑ ڈالتا ہے
ترک گیرد مُلکِ دنیا سر بسر دنیا کی سلطنت بالکل چھوڑ دیتا ہے	جُملگی بر ہم زند بے دردِ سر بغیر دردِ سر کے سب کو برباد کر دیتا ہے
آنچناں کہ گفت پیغمبر ز نُور جیسا کہ پیغمبرؐ نے نور کے بارے میں فرمایا ہے	کہ نشانش آں بُوَد اندر صُدُور کہ سینوں میں اُس کی علامت یہ ہوتی ہے
کہ تجافی جُوید از دار الغُرور کہ وہ دنیا سے دوری چاہتا ہے	ہم انابت آرد از دار السُّرور آخرت کی طرف رجوع بھی کرتا ہے
بہرِ شرحِ ایں حدیثِ مصطفیٰ[۳] آنحضورؐ کی اِس حدیث کی تشریح میں	داستانے بشنو اے یارِ صَفا اے مخلص یار! ایک قصہ سُن لے

حکایتِ آں بادشاہ زادہ کہ بادشاہیِ حقیقی بوے رُو نمود و یَومَ

اُس شہزادے کی حکایت جس کو حقیقی بادشاہی نظر آگئی " اور جس دن

یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ نقدِ وقتِ اُو

انسان بھاگے گا اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے " اُس کے سامنے آگیا

شد بادشاہیِ ایں خاک تودہ کہ کودک طبعاں قلعہ گیری نام

اِس خاک کے ڈھیر کی بادشاہی جس کو بچوں کی سی طبیعت والے قلعے فتح کرنا کہتے

کُنند آں کودکے کہ خیرہ آید بر سرِ خاکِ تودہ برآید ولافِ زند کہ

ہیں وہ بچہ جو غالب آجائے مٹی کے ڈھیر پر چڑھتا ہے اور شیخی بگھارتا ہے کہ

---

[۱] ہر دم۔ اولیاء اللہ کے تصرفات جاری ہیں۔ زیں۔ حضرت ابراہیمؒ کی روح ہی تھی جنہوں نے روحانی وسعت کو بغیر حجاب کے دیکھا۔ ... ہندوستان یعنی روح۔ اصلی وطن عالمِ غیب۔ آں نشاں۔ عالمِ غیب کے مشاہدہ کا اثر ہوتا ہے کہ انسان خواب سے دیوانہ بن کر اُٹھتا ہے۔

[۲] می فشاند۔ جو عالمِ غیب کا خواب میں مشاہدہ کر لیتا ہے وہ تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے۔ آنچناں۔ حضورؐ نے فرمایا دل میں نور پیدا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ انسان دنیا سے متنفر اور آخرت کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ دارُالغرور۔ دھوکے کا گھر، دنیا۔ دارُالسُّرور۔ خوشی کا گھر، عالمِ آخرت۔ بہر ایں۔ اِس مضمون کی تشریح کے لئے حسب ذیل قصہ سُن لو۔

[۳] حکایت۔ ایک بادشاہ تھا جس نے حقیقی بادشاہت دیکھ لی اور قیامت کا منظر اُس کے سامنے آگیا تھا۔ وہ دنیا کی بادشاہت کو بچوں کی مٹی کے ڈھیر کی بادشاہت سمجھنے لگا تھا۔ بچے کھیلنے میں مٹی کا ڈھیر لگا لیتے ہیں۔ جو بچہ کھیل میں جیت جاتا ہے وہ کود کر اُس ڈھیر پر چڑھ بیٹھتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ یہ میرا قلعہ ہے جو میں نے فتح کر لیا ہے اور دوسرے بچے اُس پر رشک کرنے لگتے ہیں۔

قلعہ مراست کودکانِ دیگر بروے رشک برند کہ التراب ربیعُ

قلعہ میرا ہے دوسرے بچے اُس پر رشک کرتے ہیں کیونکہ مٹی بچوں کا موسم بہار

الصبیان آں بادشاہزادہ چوں از قیدِ رنگہا برست گفت

ہے وہ شہزادہ جب رنگوں کی قید سے چھوٹ گیا تو اُس نے کہا کہ میں

من ایں خاکہای رنگیں را ہماں تودۂ خاکِ دوں میگویم و زرو

اس رنگ برنگ خاک کو وہی بے قیمت مٹی کا ڈھیر کہتا ہوں اور سونا اور

اطلس[1] و اکسوں نمیگویم من ازیں اکسونِ رہزن رستم و بیک سو

اطلس اور اکسوں نہیں کہتا ہوں میں اِس راہزن اکسوں سے نجات پاگیا اور ایک دم

جستم و اٰتَیْنٰاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ارشادِ حق را مرور سالہا حاجت نیست

کود گیا اور ہم نے اُس کو بچپن میں حکم عنایت کر دیا اللہ کی رہنمائی کے لئے سالوں

در قدرتِ کُنْ فَیَکُوْنُ کس سخن قابلیت نگوید

کی ضرورت نہیں ہے "ہوجا پس ہوگیا" والی قدرت میں کوئی شخص قابلیت کی بات نہیں کرتا ہو

بادشاہے داشت یک زیبا پسر — ظاہر و باطن مزین از ہنر

ایک بادشاہ کے ایک حسین لڑکا تھا — جس کا ظاہر اور باطن ہنر سے آراستہ تھا

خواب[2] دید او کاں پسر ناگاہ بمرد — صافی عالم برآں شہ گشت دُرد

اُس نے خواب دیکھا کہ اُس کا لڑکا اچانک مر گیا ہے — اُس بادشاہ پر صاف دنیا مکدر ہو گئی

خشک شد از تابِ آتش مشکِ او — کہ نماند از تفِ آتش اشکِ او

آگ کی گرمی سے اُس کی مشک (آنکھ) خشک ہو گئی — آگ کی سوزش سے اُس کے آنسو نہ رہے

آنچناں پُر شد ز دودِ درد شاہ — کہ نہ می یابید در وے راہ آہ

بادشاہ درد کے دھوئیں سے ایسا پُر ہو گیا — کہ اُس میں آہ کو راستہ نہ ملتا تھا

خواست[3] مُردن قالبش بیکار شد — عمر ماندہ بود شہ بیدار شد

وہ مرنے لگا اُس کا جسم بیکار ہو گیا — کچھ عمر باقی رہ گئی تھی، شاہ بیدار ہو گیا

شادیے آمد ز بیداریش پیش — کو ندیدہ بود اندر عمر خویش

بیداری سے اُس میں ایسی خوشی پیدا ہوئی — کہ اُس نے عمر بھر نہ دیکھی تھی

کہ ز شادی خواست ہم فانی شدن — پس مطوّق آمد ایں جاں با بدن

وہ خوشی سے مرنے کو تھا — (لیکن) یہ جان بدن سے لپٹی رہی

[1] اطلس۔ ریشمین کپڑا جس پر نقش و نگار نہیں ہوتے ہیں۔ اِکسوں۔ کالا دیبا۔ و بیک سو۔ انسان کے مراتب بلند ہونے میں سالہا سال کی ریاضتیں ہی ضروری نہیں ہیں بلکہ یک وقت عروج حاصل ہو جاتا ہے۔

[2] خواب۔ اُس بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اُس کا وہ حسین لڑکا مر گیا۔ آتش یعنی غم کی آگ۔ مشکِ او یعنی اُس کی آنکھیں۔ آہ۔ یعنی آہ کرنے کی بھی اُس میں طاقت نہ رہی۔

[3] خواست۔ اُس خواب سے بادشاہ مرنے کے قریب ہو گیا اور جسم بیکار ہو گیا لیکن ابھی عمر باقی تھی لہٰذا بیدار ہو گیا۔ شادیے۔ بیدار ہو کر اُس کو ایسی خوشی ہوئی کہ عمر بھر کبھی نہ ہوئی تھی۔ کہ ز شادی۔ اب وہ خوشی سے مرا جاتا تھا انتہائی خوشی بھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ جس۔ لیکن جسم روح کے لئے طوق بن گیا اور اُس کو پرواز نہ کرنے دیا۔ مطوّق۔ وہ جس کے گلے میں طوق پہنا دیا جائے۔

از دمِ غم می بمیرد ایں[1] چراغ — وز دمِ شادی بمیرد اینت لاغ
یہ چراغ، غم کی پھونک سے بجھ جاتا ہے — اور خوشی کی پھونک سے (بھی) بجھتا ہے یہ کھیل ہے

درمیانِ ایں دو مرگ اُو زندہ است — ایں مُطوّق شکل جای خندہ است
وہ اِن دو موتوں کے درمیان زندہ ہے — یہ طوق بنی ہوئی شکل، ہنسنے کا مقام ہے

شاہ باخود گفت شادی را سبب — آنچناں غم بُود از تسبیبِ رب
بادشاہ نے سوچا خوشی کا سبب — ایسا غم، اللہ (تعالیٰ) کے سبب بنانے سے تھا

ایں عجب یک جز و از یک رُوی مرگ — واں ز یک رُوی دگر احیا و برگ
یہ تعجب ہے، ایک جز ایک حیثیت سے موت ہے — وہی دوسری حیثیت سے زندہ کرنا اور سرسبزی ہے

آں یکے[2] نسبت بداں حالت ہلاک — باز ہم از سُوی دیگر امتساک
ایک کی نسبت سے وہ ہلاکت ہے — پھر دوسرے کی نسبت سے زندگی ہے

شادیِ تن سُوی دنیاوی کمال — سُوی روزِ عاقبت نقص و زوال
جسم کی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے — آخرت کے دن کے اعتبار سے نقص اور زوال ہے

خندہ را در خواب ہم تعبیر داں — گریہ گوید با دریغ و اندہاں
خواب میں ہنسی کی تعبیر سمجھ لے — افسوس اور غم کے ساتھ رونا کہتا ہے

گریہ را در خواب شادی و فرح — ہست در تعبیر اے صاحب مرح
خواب میں رونے کی، خوشی اور مسرت — تعبیر ہے اے خوشی والے!

شاہ[3] اندیشید کایں غم خود گذشت — لیک جاں از جنسِ ایں بدظن بگشت
شاہ نے سوچا کہ یہ غم گذر گیا — لیکن اِس جیسی چیز سے جان بدگمان ہوگئی ہے

ور رسد خارے چنیں اندر قدم — گر رَود گل، یادگارے بایدم
اور اگر ایسا کانٹا پاؤں میں چبھے — اگر پھول جاتا ہے، میرے لئے کوئی یادگار چاہیئے

چشم زخمے زیں مبادا کہ شود — یادگارے بایدم گر اُو رَود
خدا کرے اِس قسم کا کوئی صدمہ نہ پہنچے — اگر وہ مرجائے تو میرے لئے کوئی یادگار چاہیئے

چوں فنا را شد سبب بے منتہا — پس کدامیں راہ را بندیم ما
جبکہ موت کے بے انتہا سبب ہیں — تو ہم کونسے راستہ کو بند کریں گے؟

لڑکے کے مرنے کا صدمہ مجھے نہ پہنچے بہر حال اِحتیاط کا تقاضا ہے کہ اُس کی یادگار کا بندوبست کرلینا چاہیئے۔ چوں۔ موت کے سینکڑوں اسباب ہیں اُن پر قابو پانا مشکل ہے۔

[1] ایں چراغ۔ یہ عجب تماشہ ہے کہ چراغِ زندگی غم سے بھی بُجھتا ہے اور خوشی سے بھی۔ درمیانِ۔ موت کے اِن دونوں سببوں کے درمیان انسان زندہ رہتا ہے اور اِس پر ہنسی آتی ہے کہ انسان کا جسم روح کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔ شاہ۔ بادشاہ نے سوچا کہ ایسا غمناک خواب اِس قدر خوشی کا سبب بنے۔ یہ سبب کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے۔ ایں عجب۔ وہی خواب موت کا سبب بھی تھا اور وہی خواب زندگی اور خوشی کا سبب بھی ہوا۔

[2] آں یکے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہی ہیں کہ وہ ایک جانب موت کا سبب بنتی ہیں تو دوسری جانب زندگی کا سبب بھی بنتی ہیں۔ شادیِ تن جسمانی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے آخرت کے اعتبار سے زوال ہے۔ خندہ۔ تعبیر دینے والے خواب میں ہنسی کی تعبیر رنج اور غم سے کرتے ہیں اور خواب میں رونے کی تعبیر مسرت اور خوشی سے کرتے ہیں۔

[3] شاہ۔ شاہ نے سوچا کہ اگرچہ خواب کی بات ختم ہوگئی ہے لیکن ایک بدظنی باقی ہے اب اگر خدانخواستہ لڑکا مرے تو اُس کی کوئی یادگار تو باقی رہنی چاہیئے۔ گل۔ یعنی لڑکا۔ یادگار یعنی اُس کی یاد دلانے والا اُس کا لڑکا۔ چشمِ زخمے۔ خدا کرے

صد دریچہ و در سُوی مرگِ لدیغ | می کُنند اندر گُشادن ژیغ ژیغ
ڈسنے والی موت کیلئے سیکڑوں کھڑکیاں اور در ہیں | جو کھولنے میں چوں چوں کرتے ہیں

ژیغ ژیغِ تلخِ آں درہای مرگ | نشنود گوشِ حریص از حرصِ برگ
موت کے دروازوں کی کڑوی چوں چوں | ساز و سامان کے لالچ کی وجہ سے لالچی کا کان نہیں سنتا ہے

از سُوی تن دردہا بانگِ در ست | وز سُوی خصماں جفا بانگِ در ست
جسم کی جانب سے درد، دروازے کی آواز ہیں | مخالفوں کی جانب سے ظلم دروازے کی آواز ہے

ہیں برو بر خواں کتابِ طب را | تا شمارِ ریگ بینی رنجہا
خبردار! جا طب کی کتاب پڑھ | تاکہ تو ریت کی شمار کے امراض دیکھے

اے پسر بر خواں دمے فہرستِ طب | نارِ علتہا نظر کُن ملتہب
اے بیٹا! تھوڑی دیر کے لئے طب کی فہرست پڑھ لے | بیماریوں کی آگ کو شعلہ زن دیکھ

زاں ہمہ بر من دریں خانہ رہ است | ہر دو گامے پُر ز کژدمہا چہ است
اس گھر میں اِن سب کا میری جانب راستہ ہے | ہر دو قدم پر بچھوؤں سے بھرا ہوا کنواں ہے

باد تند ست و چراغم ابترے | زو بگیرانم چراغِ دیگرے
ہوا تیز ہے اور میرا چراغ ناقص ہے | میں اُس سے ایک دوسرا چراغ حاصل کر لوں

تا بود کز ہر دو یک وافی شود | گر بباد آں یک چراغ از جا رود
تاکہ دونوں میں سے ایک باقی رہے | اگر ہوا سے، ایک چراغ بجھ جائے

ہمچو عارف کز تنِ ناقص چراغ | شمعِ دل افروخت از بہرِ فراغ
جیسا کہ عارف (باطن) نے جسم کے ناقص چراغ سے | فراغت کے لئے دل کی شمع روشن کرلی ہے

تا کہ روزے کایں بمیرد ناگہاں | پیشِ چشمِ خود نہد او شمعِ جاں
تاکہ اگر یہ کسی دن اچانک مرجائے | وہ اپنے سامنے روح کی شمع رکھ لے

او نکرد ایں فہم پس داد از غرر | شمعِ فانی را بفانیِ دگر
وہ یہ نہ سمجھا اُس نے دھوکے سے دیدیا | فنا ہونیوالی شمع کو دوسری فنا ہونیوالی کے بدلے میں

چارہ اندیشید لیکن چارہ نے | گفتِ باخود نیست بیروں رفتنے
اُس نے تدبیر سوچی لیکن تدبیر نہیں ہے | خودی والے کی گفتگو باہر نکلنے کی نہیں ہے

عُروس خواستنِ بادشاہ از بہرِ پسر از خوفِ انقطاعِ نسل

نسل کے منقطع ہونے کے ڈر سے بادشاہ کا اپنے لڑکے کیلئے دُلہن کا چاہنا

ے۱ صد دریچہ۔ موت کے آنے کے سینکڑوں راستے اور دروازے ہیں جب وہ دروازے کھلتے ہیں تو اُن کے کواڑ چوں چوں کرتے ہیں۔ ژیغ۔ اُن کی چوں چوں کی آواز دنیا کی حرص کی وجہ سے کان نہیں سنتے ہیں۔

ے۲ از سُوی تن۔ جسم کے درد اور دشمنوں کے ظلم موت کے دروازوں کے کواڑوں کی چوں چوں ہے۔ تا شمارِ ریگ۔ یعنی لاتعداد۔ ملتہب۔ شعلہ زن۔ زاں ہمہ۔ ہر مرض کا بدن میں راستہ ہے۔ چراغم۔ یعنی میرے لڑکے کے اولاد نہیں ہے۔ دیگرے۔ یعنی لڑکے کے اولاد ہو جائے۔

ے۳ تا بُود۔ خدانخواستہ بیٹا مرے تو پوتا رہ جائے۔ ہمچو۔ بادشاہ کی تدبیر ایسی ہی تھی جیسے باخدا انسان کرتا ہے کہ جسم کا چراغ بجھ جائے تو روح کا چراغ روشن رہے۔ او نکرد۔ بادشاہ اور عارف کے کام میں فرق یہ ہے کہ اُس نے فانی کا بدل فانی سوچا یعنی لڑکے کا بدل پوتا۔ چارہ۔ بادشاہ نے جو تدبیر کی وہ درست نہ تھی چونکہ وہ خودی میں مبتلا تھا اس لئے اُس کی گفتگو معیت سے باہر نکلنے کی نہ تھی۔ عروس۔ دُلہن۔

پس عروسے خواست باید بہرِ اُو — تا بماند زیں تزوّج[1] نسلِ اُو
اُس کے لئے ایک دلہن تلاش کرنی چاہئے — تاکہ اِس نکاح سے اُس کی نسل باقی رہے

گر رود سوئے فنا ایں بازباز — فرخِ اُو گردد زبعدِ باز باز
اگر یہ بازفنا کی جانب چلا جائے، پھر — اُس کا بچہ باز کے بعد باز بن جائے

صورتِ ایں باز گر زینجا رود — معنیٔ اُو در ولد باقی بود
اِس باز کی صورت اگر اِس جگہ سے چلی جائے — اُس کی معنویت بچہ میں باقی رہے

بہرِ ایں فرمود آں شاہِ نبیہ — مصطفیٰؐ کہ اَلْوَلَدُ سِرُّ اَبِیہ
اسی لئے فرمایا ہے اُس شریف شاہ — مصطفیٰؐ نے، کہ بچہ باپ کا راز ہے

بہرِ ایں معنیٰ ہمہ خلق از شغف — می بیاموزند طفلاں را حرف
اسی لئے تمام لوگ شوق سے — بچوں کو ہنر سکھاتے ہیں

تا بماند آں معانی در جہاں — چوں شود آں قالبِ ایشاں نہاں
تاکہ دنیا میں وہ خوبیاں باقی رہیں — جب اُن کا جسم چھپ جائے

حق بحکمت حرص شاں دادست وجد — بہرِ رشدِ ہر صغیرِ مُستعِد
اللہ (تعالیٰ) نے دانائی سے اُنکو حرص اور کوشش عطا کی — ہر صاحبِ استعداد بچے کی رہنمائی کے لئے

من[2] ہم از بہرِ دوامِ نسلِ خویش — جُفت خواہم پورِ خود را خوب کیش
میں بھی اپنی نسل کی ہمیشگی کے لئے — اپنے لڑکے کے لئے خوبصورت بیوی لاؤں گا

دخترے خواہم ز نسلِ صالحے — نے ز نسلِ بادشاہے طالحے
کسی نیک کی نسل کی لڑکی چاہوں گا — نہ کسی بدمعاش بادشاہ کی نسل کی

شاہ خود آں صالح ست آزادہ او — نے اسیرِ حرصِ فرج ست و گلو
بادشاہ وہ ہے، جو نیک اور آزاد ہے — نہ وہ جو شرمگاہ اور حلق کی حرص کا قیدی ہو

مر اسیراں[3] را لقب کردند شاہ — عکس چوں کافور نامِ آں سیاہ
لوگوں نے قیدی کو شاہ کا لقب دیا ہے — بالعکس، جیسا کہ حبشی کا نام کافور

شد مفازہ بادیہ خونخوارہ نام — نیک بخت آں پیس را گویند عام
خونخوار جنگل کا نام، مفازہ بنا — کوڑھی کو عوام نیک بخت کہتے ہیں

---

[1] تزوّج۔ نکاح کرنا۔ باز۔ یعنی لڑکا۔ فرخ۔ پرند کا بچہ یعنی لڑکے کا لڑکا۔ معنیٔ او۔ لڑکے کی خوبیاں۔ بہرِ ایں۔ چونکہ بیٹے میں باپ کی خوبو ہوتی ہے اِسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے اَلْوَلَدُ سِرُّ اَبِیْہِ "بچہ باپ کا راز ہے"... حرف۔ کاریگر اولاد کو اپنا ہنر سکھاتا ہے تاکہ وہ ہنر اُس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے والدین میں یہ جذبہ اِسی لئے رکھا ہے کہ اُنکے ہنر اُن کے بعد بھی باقی رہیں۔

[2] من ہم۔ بادشاہ نے کہا میں بھی اپنی نسل باقی رکھنے کیلئے اپنے لڑکے کی شادی کر دوں گا۔ صالحے۔ لڑکے کی دُلہن کسی نیک شخص کی لڑکی کو بناؤں گا۔ طالح۔ بدکار و بدمعاش۔ صالح۔ باخدا انسان کو شاہ کہنا چاہیئے دنیادار تو شرمگاہ اور حلق کا قیدی ہوتا ہے۔

[3] اسیراں۔ عام بادشاہوں کو بادشاہ کہنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ حبشی کا نام کافور رکھ دیا جائے یہ بالعکس بات ہو۔ عموماً بادشاہ کھانے پینے اور عیاشی کے قیدی ہوتے ہیں۔ حبشی کالا ہوتا ہے کافور سفید ہوتا ہے۔ شد مفازہ۔ مفازہ کے معنیٰ ہیں کامیابی کی جگہ لیکن جنگل کو مفازہ کہا جاتا ہے حالانکہ وہ ہلاکت کی جگہ ہے۔ پیس۔ کوڑھی کو نیک بخت کہا جاتا ہے حالانکہ اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا۔

ہر اسیرِ شہوت و حرص و اَمل
ہر شہوت اور لالچ اور آرزو کے قیدی کو

بر نوشتہ میر یا صدرِ اجل¹
میر یا بڑا صدر لکھا ہے

آں اسیرانِ اجل را عام داد
اُن موت کے قیدیوں کو عوام نے دیدیا ہے

نامِ میرانِ اجل اندر بلاد
شہروں میں بڑے حاکموں کا نام

صدر خوانندش کہ در صفِّ نعال
اُس کو صدر کہتے ہیں جس کے جوتوں کی صف میں

جانِ اُو بستہ است یعنی جاہ و مال
جان بندھی ہے یعنی جاہ و مال میں

اختیار کردنِ پادشاہ دُختر زاہد را از جہتِ پسر و اعتراض کردنِ

بادشاہ کا لڑکے کے لئے ایک زاہد کی لڑکی کو منتخب کرنا اور گھر والوں کا

اہلِ بیت و ننگ داشتنِ ایشاں از پیوندِ درویشاں

اعتراض کرنا اور درویشوں کے ساتھ رشتے سے ذلت محسوس کرنا

ایں سخن را نیست پایاں خوش جفت است
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے بیوی مانگ لی

بہرِ پورِ خویشتن شاہ از نہفت
بادشاہ نے چپکے چپکے اپنے لڑکے کیلئے

شاہ چوں باز اہدے خویشی گزید
بادشاہ نے جب ایک زاہد کے یہاں رشتہ پسند کیا

ایں خبر در گوشِ خاتوناں رسید
یہ خبر عورتوں کے کان میں پہنچی

مادرِ شہزادہ گفت از نقصِ عقل
عقل کی کمی کیوجہ سے شہزادے کی ماں نے کہا

شرطِ کفویت بُود در عقل و نقل
عقل اور نقل میں جوڑ شرط ہے

تو ز شحِّ² و بخل خواہی وز دہا
تو کنجوسی اور بخل اور مکاری سے چاہتا ہے

تا بہ بندی پورِ ما را بر گدا
کہ میرے بچے کو فقیر کے ساتھ باندھ دے

گفت صالح را گدا گفتن خطا است
اُس نے کہا نیک شخص کو فقیر کہنا غلطی ہے

کو غنی القلب از دادِ خدا است
کیونکہ وہ خدا کی دین سے، دل کا مالدار ہے

در قناعت³ میگریزد از تقیٰ
پرہیزگاری کی وجہ سے وہ قناعت اختیار کرتا ہو

نز لئیمی و کسل ہمچوں گدا
نہ کہ فقیر کی طرح کاہلی اور کمینہ پن سے

قلتے کاں از قناعت وز تقا ست
وہ کمی جو قناعت اور پرہیزگاری کیوجہ سے ہے

آں ز فقر و قلتِ دُوناں جدا ست
وہ کمینوں کی کمی اور فقر سے جُدا گانہ ہے

حبّہ⁴ آں گر بیابد سر نہد
وہ اگر ایک حبہ بھی پاتا ہے سر جھکا دیتا ہے

ویں ز گنجِ زر بہمت مے جہد
یہ سونے کے خزانے سے ہمت کیوجہ سے بھاگتا ہے

---

¹ اَجل۔ پہلے مصرع میں موت کے معنی میں ہے دوسرے مصرع میں بزرگ کے معنی میں ہے۔ نعال۔ جوتے یعنی رتبہ اور مال۔ اختیار کردن۔ بادشاہ نے لڑکے کی دُلہن بنانا ایک نیک شخص کی لڑکی کو پسند کیا بیوی نے اُس پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ پور۔ لڑکا۔ کفویت۔ شریعت اور عقل کہتی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا جوڑ ہونا چاہیئے۔

² شُحّ۔ سخت قسم کا بخل۔ دہا۔ مکر یعنی تو خرچ سے ڈر کر فقیر گھرانے میں لڑکے کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ نیک اور قانع انسان کو گدا اور فقیر کہنا درست نہیں ہے

³ قناعت۔ تھوڑے پر صبر، اگر انسان تقوے کی وجہ سے قناعت اختیار کرتا ہے تو اُس کو گدا نہیں کہا جاسکتا۔ حبّہ۔ گدا اور قانع میں بہت فرق ہے گدا ایک پیسہ کے لئے سر جھکا دیتا ہے اور قانع خزانوں پر لات مار دیتا ہے۔

شہ[1] کہ اُو از حرص قصدِ بر حرام ۔۔۔ میکند اُو را گدا گوید ہمام

وہ بادشاہ جو حرص کی وجہ سے حرام کا ارادہ کرتا ہے، اُس کو بڑا انسان فقیر کہتا ہے

گفت کُو شہر و قِلاع اُو را جہیز ۔۔۔ یا نثارِ گوہر و دینار ریز

اُسنے کہا شہر اور قلعے اسکے پاس جہیز میں دینے کو کہاں؟ یا نچھاور کرنے اور بکھیرنے کیلئے موتی اور دینار (کہاں ہیں؟)

گفت رُو ہر کُو غمِ دیں بَرگزید ۔۔۔ باقیِ غمہا خدا از وے بُرید

اُسنے کہا، جا جس نے دین کا غم اختیار کر لیا ہے باقی غموں کو خدانے اُس سے جُدا کر دیا ہے

غالب[2] آمد شاہ و پسندید دخترے ۔۔۔ از نژادِ صالحے خوش جوہرے

بادشاہ غالب آگیا اور اُس نے ایک لڑکی پسند کر لی عمدہ مزاج والے ایک نیک شخص کی نسل سے

در ملاحت خود نظیرِ خود نداشت ۔۔۔ چہرہ اَش تاباں تر از خورشیدِ چاشت

حُسن میں وہ اپنا ثانی نہ رکھتی تھی چار گھڑی دن کے سورج سے زیادہ روشن چہرے والی

حُسنِ دختر ایں خصالش آنچناں ۔۔۔ کز نکوئی می نگُنجد در بیاں

لڑکی کا حُسن (اور) اُس کی یہ خصلتیں ایسی تھیں کہ خوبی کی وجہ سے بیان نہیں ہو سکتی ہیں

صَیدِ دیں کُن تا رسد اندر تبَع ۔۔۔ حُسن و مال و جاہ و بختِ مُنتفع

دین کا شکار کر۔ تاکہ تابع بن کر آئے حُسن اور مال اور رُتبہ اور نفع کے قابل نصیبہ

آخرت[3] قطارِ اُشتر داں عَمُو ۔۔۔ در تبَع دنیاش ہمچوں پشک و مُو

اے چچا! آخرت کو اونٹ کی قطار سمجھ اُس کے پیچھے دنیا کو مینگنی اور بال (سمجھ)

پشم بگزینی شُتر نبُوَد تُرا ۔۔۔ ور بُوَد اُشتر چہ قیمت پشم را

اگر تو اُون پسند کریگا، اونٹ تیرے نہ ہونگے اور اگر اونٹ ہیں تو اُون کی کیا قیمت؟

جادوئی کردن کمپیرِ کابلی شاہزادہ را و فریفتہ شُدن شاہزادہ

ایک کابلی بڑھیا کا شہزادے پر جادو کر دینا اور شہزادے کا عاشق ہو جانا

چوں بر آمد ایں نکاح آں شاہ را ۔۔۔ با نژادِ صالحان و اولیا

جب اُس شہزادے کا نکاح ہو گیا نیکوں اور ولیوں کی نسل سے

از قضا کمپیرکِ جادو کہ بُود ۔۔۔ عاشقِ شہزادہ باحُسنِ وُجُود

قضائے (خداوندی) سے جادوگرنی بڑھیا جو کہ تھی حسین شہزادے پر عاشق

جادوئی کردش عجُوزِ کابلی ۔۔۔ کہ بَرد زاں رشکِ سحرِ بابلی

اُس پر کابلی بڑھیا نے ایسا جادو کر دیا کہ (جادو) بابل کا جادو (بھی) اُس پر رشک کرے

[1] شہ۔ جو بادشاہ کمانے میں حلال حرام کا فرق نہ کرے بزرگ لوگ اُس کو گدا کہتے ہیں۔ گفت۔ ملکہ نے کہا اُن لوگوں کے پاس نہ علاقہ ہے نہ قلعے جو وہ لڑکی کو جہیز میں دینگے نہ لڑکی کی رخصتی کے وقت ڈولے پر نثار کرنے کے لئے زر و جواہر ہیں۔۔۔ گفت رُو۔ شاہ نے ملکہ سے کہا کہ مجھے اب دین کی فکر ہے اور جو شخص دین کی فکر میں لگ جاتا ہے دوسرے غموں سے آزاد ہو جاتا ہے لہٰذا مجھے جہیز وغیرہ نہ ہونے کا کوئی غم و فکر نہیں ہے۔

[2] غالب آمد۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے ملکہ کی باتیں نہ سُنیں اور ایک نیک شخص کی لڑکی کو بیاہ لایا جو انتہائی حسین تھی جس کا حُسن بیان سے باہر ہے۔ صیدِ دیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کو دین حاصل کرنا چاہیئے دوسری چیزیں اُس کے تابع ہیں وہ اصل مقصود نہ ہونی چاہئیں۔

[3] آخرت۔ آخرت کی مثال اونٹوں کی قطار کی ہے اور دنیا کی مثال اُن کی مینگنیوں اور بالوں کی سی ہے۔ پشم بگزینی۔ اگر تو محض اُنکے اون کی فکر میں لگا تو قطار ہاتھ نہ آئیگی۔ جادوئی۔ شادی کے بعد شہزادے پر ایک بڑھیا جادوگرنی نے جو کابلی تھی جادو کر دیا وہ بڑھیا اُس پر عاشق ہو گئی تھی اور اسکو اپنے جال میں پھنسا لیا۔ بابلی۔

شہ بچہ شد عاشقِ کمپیرِ[1] زشت — تا عروس و آں عروسی را بہشت
شہزادہ بدصورت بڑھیا پر عاشق ہو گیا — یہاں تک کہ اس نے دلہن اور شادی سے کنارہ کر لیا

یک سیہ دیوے و کابولی زنے — گشت بر شہزادہ ناگہ رہزنے
ایک کالا بھوت اور کابلی عورت — اچانک شہزادے کی ڈاکو بن گئی

زاں سیہ روئے خبیثِ نابکار — گشت آں شہزادہ مدہوش و نزار
اس کلموئی، خبیث نابکار کی وجہ سے — شہزادہ مدہوش اور لاغر ہو گیا

آں نود سالہ عجوزِ گندہ پیر — نے خرد ہشت آں ملک را نے ضمیر
اس نوے سالہ بڑھیا کھوسٹ نے — اس شہزادے کی نہ عقل چھوڑی، نہ دل

تا بسالے[2] بود شہزادہ اسیر — بوسہ جایش نعلِ کفشِ گندہ پیر
یہاں تک کہ شہزادہ ایک سال قیدی رہا — بڑھیا کی جوتی کا تلا اس کی بوسہ گاہ تھی

صحبتِ کمپیر او را می ربود — تا زکاہش نیم جانے ماندہ بود
بڑھیا کی صحبت اس کو تباہ کر رہی تھی — یہاں تک کہ گھٹاؤ کی وجہ سے آدھی جان رہ گئی تھی

دیگراں از ضعفِ وے با دردِ سر — او ز سکرِ سحر از خود بے خبر
دوسرے اس کی کمزوری سے دردِ سر میں تھے — وہ جادو کے نشہ سے اپنے آپ سے غافل تھا

ایں جہاں بر شاہ چوں زنداں شدہ — ویں پسر بر گریہ شاں خنداں شدہ
بادشاہ پر یہ دنیا قید خانہ کی طرح ہو گئی تھی — یہ لڑکا اُن کے رونے پر ہنستا تھا

شاہ[3] بس بیچارہ شد در بُرد و مات — روز و شب می کرد قربان و زکات
اس بازی میں بادشاہ لاچار ہو گیا — دن رات قربانی اور خیرات کرتا تھا

زانکہ ہر چارہ کہ می کرد آں پدر — عشقِ کمپیرک ہمی شد بیشتر
باپ جس قدر بھی تدبیر کرتا تھا — بڑھیا کا عشق بڑھتا تھا

پس یقیں گشتش کہ مطلق آں سرے است — چارہ او را بعد ازیں لابہ گری است
تو اس کو یقین ہو گیا کہ یہ مطلقاً اُس (اللہ) کی جانب سے ہے — اس کے بعد اس کی تدبیر (اللہ کے سامنے) خوشامد ہے

سجدہ می کرد او کہ ہم فرماں ترا است — غیرِ حق بر ملکِ حق فرماں کرا است
وہ سجدے کرتا کہ تیرا ہی حکم ہے — اللہ (تعالیٰ) کی سلطنت میں اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ کس کا حکم ہے؟

لیکن ایں مسکیں ہمی سوزد چو عود — دست گیرش اے رحیم و اے ودود
لیکن یہ مسکین اگر کی طرح جل رہا ہے — اے رحم کرنے والے! اے محبوب! اس کی دستگیری کر

---

[1] کمپیر: بڑھیا، بڑھیا کابلی۔ زاں۔ شہزادہ اس خبیث کے عشق میں مدہوش رہنے لگا اور لاغر ہو گیا۔ گندہ پیر بہت بوڑھا یا بڑھیا۔ ملک یعنی شہزادہ۔ ضمیر دل۔

[2] تا بسالے۔ ایک سال تک شہزادہ اس کی قید میں رہا اور اس کی جوتیاں چومتا تھا۔ صحبت۔ یعنی اُس بڑھیا کی ہمبستری سے وہ گھل کر آدھا رہ گیا تھا۔ دیگراں۔ دوسرے اُس کی لاغری کو دیکھ کر دردِ سر میں مبتلا ہوئے اور وہ اپنی حالت سے بے خبر تھا۔ ویں پسر۔ بادشاہ شہزادے کے غم میں روتا تھا تو شہزادہ اُس کے رونے پر ہنستا تھا۔

[3] شاہ۔ بادشاہ اس جادو کے معاملہ میں لاچار تھا اور صدقہ خیرات کرتا رہتا تھا کہ اس کے ذریعہ یہ مصیبت ٹل جائے۔ زانکہ۔ اگر وہ اس جادو کا کوئی توڑ کراتا تھا تو جادو اور مضبوط ہو جاتا تھا۔ پس یقیں۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اس کو یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے اسی کے سامنے رونا اور دعا کرنا چاہیے لہٰذا اُس نے اللہ کی عبادت اور دعائیں شروع کر دیں۔ لیکن۔ بیشک تیرا ہی حکم ہے لیکن میں اگر کی طرح جل رہا ہوں میری دستگیری فرما۔

مُستجاب[1] شُدن دعای بادشاہ دَر خلاصِ پسر از جادوئی کابلی

کابلی کی جادوگری سے چھٹکارے کے بارے میں بادشاہ کی دُعا قبول ہونا

تا زیارب یارب و اَفغانِ شاہ
یہانتک کہ بادشاہ کی یارب یارب اور فریاد کیوجہ سے

ساحرے اُستاد پیش آمد زراہ
ایک اُستاد جادوگر، سفر سے سامنے آگیا

اُو شنیدہ بُود از دور ایں خبر
اُس نے دُور سے یہ بات سُنی تھی

کہ اَسیرِ پیرہ زن شُد آں پسر
کہ وہ لڑکا بڑھیا کا قیدی بن گیا ہے

کاں عجُوزہ بُود اندر جادوئی
کیونکہ وہ بڑھیا جادوگری میں

بے نظیر واَیمن از مثل و دوئی
بے نظیر اور مثل اور دوئی سے مطمئن تھی

دَست[2] بَر بالای دستست اے فتیٰ
اے نوجوان! ہاتھ سے بڑھ کر ہاتھ ہے

دَرفن و در زور تا ذاتِ خدا
ہنر اور طاقت میں اللہ تعالیٰ کی ذات تک

مُنتہایِ دستہا دستِ خداست
تمام ہاتھوں کا آخر خدا کا ہاتھ ہے

بحر بیشک مُنتہایِ جویہاست
یقیناً دریاؤں کا آخر سمندر ہے

ہَم ازو گیرند مایہ اَبرہا
اَبر اُسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں

ہَم بدُو باشد نہایت سَیل را
اسی پر سیلاب کی انتہا ہوتی ہے

گفت شاہش کایں پسر از دست رُفت
بادشاہ نے اُس سے کہا یہ لڑکا ہاتھ سے گیا

گفت اینک آمدم درمانِ رُفت
اُسنے کہا اب میں زبردست علاج آگیا ہوں

نیست[3] ہمتا زال را ایں ساحراں
ان جادوگروں میں کوئی بڑھیا جیسا نہیں ہے

جُز منِ داہی رسیدہ زاں کراں
سوائے مجھ ہوشیار کے، جو اُس جانب سے آگیا ہو

چوں کفِ موسیٰؑ بہ اَمرِ کردگار
اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کی طرح

نک بر آرم من ز سِحرِ اُو دمار
اب میں اُس کے جادو کی تباہی مچا دوں گا

کہ مرا ایں علم آمد زاں طرَف
کیونکہ میرا یہ علم اُس (اللہ تعالیٰ) کیطرف سے آیا ہے

نے ز شاگردیِ سحرِ مُستخف
ذلیل جادو کی شاگردی سے نہیں ہے

آمدم تا بر کُشایم سِحرِ اُو
میں آیا ہوں تاکہ اُس کا جادو کھول دوں

تا نماند شاہزادہ زرد رُو
تاکہ شہزادہ پیلے چہرے کا نہ رہے

سُوئے گورستاں برو وقتِ سحر
صبح کے وقت قبرستان کی جانب جا

پہلوی دیوار ہست اسپید گور
ایک دیوار کے پہلو میں سفید قبر ہے

---

1. مُستجاب - قبول شدہ تا زیارب - بادشاہ کے یارب یارب سے ایک جادوگر سفر کرکے آگیا - اُو شنیدہ - اُس جادوگر نے سُن لیا تھا کہ شہزادہ جادوگرنی کے پھندے میں ہے - کاں عجوزہ - کیونکہ اُس بڑھیا جادوگرنی کی بہت شہرت تھی۔
2. دست - مولانا فرماتے ہیں دنیا میں ہنرمند سے بڑھ کر ہنرمند ہے تمام ہنرمندیاں خدا پر جاکر ختم ہوتی ہیں - بحر - تمام دریا سمندر میں جاکر گرتے ہیں - ہم ازو - سمندر کے ابخرات بادل بنکر برستے ہیں - گفت - بادشاہ نے اُس آنے والے جادوگر سے کہا کہ شہزادہ ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا - آمدم - اس جادوگر نے کہا میں اُس کا علاج بن کر آیا ہوں -
3. نیست - اُس جادوگر نے کہا اُس بڑھیا کے توڑ جوڑ کا سوائے میرے کوئی جادوگر نہیں ہے - کفِ موسیٰ جس طرح حضرت موسیٰؑ کے یدِ بیضا کے معجزے نے تمام جادوگروں کو شکست دی تھی میں اُس کا مقابلہ کرکے اُس کے جادو کو تباہ کردوں گا - کہ مرا - میرا علم خداوندی الہام سے ہے میں نے کسی جادوگر سے نہیں سیکھا ہے - مُستخف - ذلیل - ستھری - جادوگر نے کہا صبح کے وقت قبرستان جائیے وہاں آپ کو دیوار کے پہلو میں ایک سفید قبر ملے گی۔

سوی قبلہ باز کاو آں جائی را ¹ | تا ببینی قدرتِ و صنعِ خدا

اُس جگہ کو قبلہ کی جانب کھود | تاکہ تو خدا کی قدرت اور کاریگری دیکھے

پس درازست ایں حکایت تو ملول | زُبدہ را گویم رہا کردم فضول

یہ قصہ لمبا ہے (اور) تو در ماندہ ہے | خلاصہ بتاتا ہوں، زاید کو چھوڑتا ہوں

سوی گورستان رفت آں شاہ زُود | گور را آں شاہ آں دم بر کشُود

وہ بادشاہ فوراً قبرستان کی جانب گیا | بادشاہ نے فوراً قبر کو کھولا

جادوی دید پنہاں اندرُو | صد گرہ بربستہ بر یک تارِ مُو

بڑا جادو اُس میں دبا ہوا دیکھا | ایک بال پر سینکڑوں گرہیں لگی ہوئی تھیں

² واں گرہ ہای گراں را بر کُشاد | پس ز محنت پورِ شہ را راہ داد

اُس (جادوگر) نے اُن مضبوط گرہوں کو کھولا | شہزادہ کو مصیبت سے نجات دی

آں پسر با خویش آمد شُد دواں | سُوی تختِ شاہ با صد امتحاں

وہ شہزادہ ہوش میں آگیا (اور) دوڑا | بہت محنت سے بادشاہ کے تخت کی جانب

سجدہ کرد و بر زمیں می زد ذقن | در بغل کردہ پسر تیغ و کفن

سجدہ کیا اور زمین پر ٹھوڑی رگڑی | لڑکے نے بغل میں تلوار اور کفن لئے ہوئے

شاہ آئیں بست و اہلِ شہر شاد | واں عُروسِ ناامید و بے مُراد

شاہ نے جشن منایا اور شہر والے خوش ہوگئے | اور وہ مایوس اور نامراد دلہن

عالم از سر زندہ گشت و با فروز | ³ اے عجب آں روز روزِ امروز روز

دنیا از سرِ نو زندہ اور پُر رونق ہوگئی | تعجب ہے وہ بھی ایک دن تھا اور آج بھی ایک دن ہے

یک عُروسی کرد شاہ اُو را چناں | کہ جلاب و قند بُد پیشِ سگاں

بادشاہ نے اُس کی شادی کی دعوت ایسی کی | کہ گلاب اور شکر کتوں کے سامنے تھا

جادوی کمپیر از غصہ بمُرد | رُوی و خُوی زشت با مالک سپرد

جادوگرنی بڑھیا رنج سے مرگئی | چہرہ اور بری عادت مالک کے سپرد کردی

شاہ آئیں بست و آمد در نیاز | راز گفتے با خدای کارساز

شاہ نے جشن منایا اور نیازمندی اختیار کی | خدائے کارساز سے دل کی بات کہتا تھا

شاہزادہ در تعجب ماندہ بُود | کز من او عقل و نظر چوں در ربُود

شہزادہ تعجب میں پھنسا تھا | کہ وہ (بڑھیا) میری عقل و نظر کس طرح اچک لے گئی

---

¹ سُوی قبلہ۔ اُس آنے والے جادوگر نے بادشاہ سے کہا کہ اُس سفید قبر کو قبلہ کی جانب سے کھودنا پھر تجھے خدا کی قدرت نظر آجائیگی۔ زُبدہ۔ خلاصہ۔ فضول۔ زاید چیز۔ جادویہا۔ اُس بڑھیا نے ایک بال میں سینکڑوں گرہیں لگا کر جادو کیا تھا وہ اُس قبر میں سے نکلا۔

² واں۔ بادشاہ اُس بال کو اُس جادوگر کے پاس لے آیا تو اُس نے اُس کی گرہیں کھولیں اور شہزادے کو جادو سے نجات دیدی۔ آں پسر۔ جادو ختم ہونے کے بعد شہزادہ فوراً باپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ در بغل۔ اپنے فعل پر شرمندہ تھا اور اپنے آپ کو مجرم قرار دے کر اپنے ساتھ تلوار اور کفن بھی لایا۔ آئیں بست۔ جشن منایا۔

³ اے عجب۔ مولانا فرماتے ہیں جس دن جادو ہوا تھا وہ بھی ایک دن تھا اور آج جبکہ جادو ختم ہوا اور خوشیاں منائی جارہی ہیں یہ بھی ایک دن ہے۔ عُروسی یعنی ولیمہ۔ جلاب گلاب۔ پیشِ سگاں۔ یعنی اُس دعوت کی نعمتوں سے کتے بھی محروم نہ رہے۔ مالک۔ اُس فرشتہ کا نام ہے جو جہنم کا داروغہ ہے۔ شاہ۔ بادشاہ انتہائی خوش تھا اور اللہ تعالے سے راز و نیاز کی باتیں کرتا تھا۔ شاہزادہ۔ جب جادو ختم ہوگیا تو اپنے معاملہ پر شہزادہ حیران تھا۔

نوعروسے دید ہمچوں ماہِ حُسن ۱ — کہ ہمی زد بر ملیحاں راہِ حُسن
اُس نے حُسن کا چاند جیسی دُلہن دیکھی — جو حسینوں پر حُسن کی راہ مسدود کرتی تھی

گشت بیہوش و برُو اندر فتاد — تا سہ روز از صدرِ اُو گم شد فواد
وہ بیہوش ہوگیا اور مُنہ کے بل گر پڑا — تین دن تک اُس کا دل سینے سے غائب رہا

سہ شبانہ روز اُو بیہوش گشت — تا کہ خلق از غشیِ اُو پُرجوش گشت
تین دن رات وہ بے ہوش رہا — یہاں تک کہ مخلوق اُس کی بیہوشی سے مضطرب ہوگئی

از گلاب و از علاج آمد بخود — اندک اندک فہم گشتش نیک و بد
وہ گلاب اور علاج سے ہوش میں آیا — رفتہ رفتہ وہ اچھے بُرے کو سمجھنے لگا

بعد سالے ۲ شاہ گفتش در سخُن — کاے پسر یاد آر ازاں یارِ کُہن
ایک سال کے بعد گفتگو کے دوران میں بادشاہ نے اُس سے کہا — کہ اے بیٹا! پُرانے دوست کو (بھی) یاد کر لیا کر

یاد آور زاں ضجیع و زاں فراش — تا بدیں حد بیوفا و مُر مباش
اُس ہمبستر اور بیوی کو یاد کر — اس حد تک بے وفا اور کڑوا نہ بن

گفت رَو من یافتم دارُالسُّرور — وارہیدم از چہِ دارُالغُرور
اُس نے کہا جائیے میں نے خوشی کا گھر پا لیا — میں دھوکے کے گھر کے کنویں سے نجات پا گیا

ہمچناں ۳ باشد چو مومن راہ یافت — سوئے نورِ حق زِ ظلمت رُوی تافت
ایسا ہی ہوتا ہے جب مومن نے راستہ پا لیا — اللہ (تعالیٰ) کے نور کی جانب اُس نے تاریکی سے منہ موڑا

مخلصِ ایں قصہ بر گفتم تمام — تا بدانی مقصدِ خود والسلام
میں نے اس قصہ کا پورا خلاصہ بتا دیا — تاکہ تو اپنا مقصود سمجھ لے والسلام

دربیانِ آنکہ شاہزادہ آدمی زادہ است پدرش آدمؑ صفی خلیفۂ حق مسجودِ ملائکہ و آں کمپیر کابلی دنیا است کہ آدمی بچہ را از پدر ببرید بسحر و انبیا و اولیا آں طبیبِ تدارک کنندہ اند

اس کا بیان کہ شہزادے (سے) انسان (مُراد) ہے اور اُس (شہزادے) کا باپ حضرت آدمؑ برگزیدہ اللہ (تعالیٰ) کے خلیفہ، ملائکہ کے مسجود ہیں اور کابلی بڑھیا دنیا ہے جس نے آدم کی اولاد کو جادو کے ذریعہ باپ سے جدا کر دیا ہے اور نبی اور ولی وہ علاج کرنیوالے طبیب ہیں

اے برادر داں کہ شہزادہ توئی — در جہانِ کُہنہ زادہ از نوی
اے بھائی! جان لے کہ شہزادہ تو ہے — پُرانی دنیا میں تو نیا پیدا ہوا ہے

---

۱ نوعروسے۔ اب اپنی دُلہن کے پاس گیا تو اُس کو انتہائی حسین پایا۔ گشت۔ اُس کا حُسن دیکھ کر بیہوش ہوگیا اور تین دن تک بیہوش رہا جس سے لوگ پریشان ہوگئے۔ از گلاب۔ بیہوشی کا علاج ہوا تب اُس کو رفتہ رفتہ ہوش آیا۔

۲ بعد سالے۔ ایک سال کے بعد دورانِ گفتگو میں بادشاہ نے شہزادے سے کہا کہ اپنی بڑھیا جادوگرنی کو بھی کبھی یاد کر لیا کرو۔ مُر۔ کڑوا۔ دارالسُّرور۔ جنت یعنی دُلہن۔ دارالغرور۔ دنیا یعنی بڑھیا جادوگرنی۔

۳ ہمچناں۔ جو حالت شہزادے کی تھی کہ اُس بڑھیا کو یاد کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا یہی حالت ایک مومن کی ہوتی ہے جبکہ اُس کو نورِ خداوندی حاصل ہوجائے وہ دنیا کے ظلمکدہ کو یاد کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اے برادر۔ ہم نے اس قصہ میں جو شہزادہ کہا ہے اُس سے ہر آدم زاد (انسان) مُراد ہے اور کابلی جادوگرنی سے مُراد دنیا ہے جس نے بنی آدمؑ پر جادو کر رکھا ہے۔

کابلیِ جادو ایں دنیاست کو — کردہ مرداں را اسیرِ رنگ و بو

کابلی جادوگرنی یہ دنیا ہے، جس نے — انسانوں کو (اپنے) رنگ و بو کا قیدی بنا لیا ہے

چوں در افگندت دریں آلودہ رود[۱] — دمبدم میخواں و میدم قُل اَعُوذ

جبکہ اُسنے فوراً تجھے اِس گندگی میں ڈالدیا ہے — ہر وقت قُلْ اَعُوذ پڑھ اور دَم کرتا رہ

تا رہی زیں جادوئی وزیں قلق — استعانت خواہ از ربُّ الفلق

تاکہ اِس جادو اور پریشانی سے نجات پالے — صبح کے سفیدے کے رب سے مدد چاہ

زاں نبیؐ دنیات را سحّارہ خواند — کو بافسوں خلق را در چہ نشاند

اسی لئے نبیؐ نے تیری دنیا کو جادوگرنی کہا ہے — کیونکہ اُسنے جادو کے ذریعہ مخلوق کو کنویں میں ڈالدیا ہے

ہیں فسونِ گرم دارد گندہ پیر — کردہ شاہاں را دمِ گرمش اسیر

خبردار! بڑھیا تیز جادو رکھتی ہے — بادشاہوں کو اُسکے گرم دَم نے قیدی بنا لیا ہے

در درونِ سینہ نفّاثات[۲] اوست — عُقدہای سحر را اثبات اوست

وہ سینہ میں (منتر پڑھ کر) پھونکیں مارنیوالی ہے — وہ جادو کی گرہوں کو باندھنے والی ہے

ساحرہ دنیا قوی دانا زنے ست — حَلِّ سحرِ او بپائے عامہ نیست

جادوگرنی دنیا، بہت عقلمند عورت ہے — اُس کے جادو کا توڑ عوام کے بس کا نہیں ہے

ور گشادے عُقدہ او را عقلہا — انبیا را کے فرستادے خدا

اگر عقلیں اُس کی گرہیں کھول سکتیں — اللہ تعالےٰ نبیوں کو کب بھیجتا؟

ہیں طلب کن خوش دمے عُقدہ کشا — راز دانِ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَا

آگاہ! گرہ کھولنے والا اچھا دم کرنیوالا تلاش کرلے — جو یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ کا رازداں ہو

ہمچو ماہی[۳] بستہ استت او بہ شست — شاہزادہ ماندہ سالے و تو شصت

اُس نے تجھے مچھلی کی طرح کانٹے میں پھنسا لیا ہے — شہزادہ ایک سال (پھنسا) رہا تو ساٹھ سال

شصت سال از شستِ او در محنتی — نے خوشی نے بر طریقِ سُنّتی

تو ساٹھ سال سے اُسکے کانٹے میں مصیبت میں ہے — تو نہ خوش ہے، نہ سنت کے راستہ پر ہے

فاسقی بدبخت نے دنیات خوب — نے رہیدہ از وبال و از ذنوب

تو بدبخت، فاسق ہے، نہ تیری دنیا ہی اچھی ہے — نہ وبال اور گناہوں سے بچا ہوا ہے

نفخِ او ایں عُقدہا را سخت کرد — پس طلب کن نفخہ خلّاقِ فرد

اُس کے پھونکنے نے ان گرہوں کو مضبوط کردیا ہے — خالقِ احد کی پھونک کا طلبگار بن

[۱] رود - اگر دال سے پہلے حرف علت ہو تو بعض جگہ اس کو ذال سے بدل لیتے ہیں۔ قُلْ اَعُوذ - آنحضورؐ پر یہ سورت جادو کے توڑ کے لئے نازل ہوئی۔ اسی سورت میں خدا کو رَبّ الفلق یعنی صبح کی سفیدی کا رب فرمایا گیا ہے۔ زاں آنحضورؐ نے دنیا کو جادوگرنی فرمایا ہے جو انسانوں کو جادو کے کنویں میں بند کردیتی ہے۔ سحّارہ - جادوگرنی۔ فسونِ گرم - تیز جادو۔ [۲] نفّاثات - منتر پڑھ کر پھونکنے والیاں۔ حَلِّ سحر - دنیا کے جادو کا توڑ ہر شخص کے بس کا نہیں ہے۔ ور گشادے - دنیا کے جادو کی گرہیں اگر عقل کھول سکتی تو نبیوں اور رسولوں کے آنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ - خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے یعنی مقدّمات خداوندی۔ [۳] ہمچو ماہی - شہزادہ تو جادوگرنی کے جال میں ایک سال ہی رہا تو ساٹھ سال یعنی اپنی ساری عمر دنیا کے جال میں پھنسا رہا۔ شست - مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ فاسقی - تیری دنیا اور دین دونوں برباد ہیں۔ نفخِ او - دنیا نے منتر پڑھ کر جو گرہ لگائی ہے وہ بہت سخت ہے وہ اللہ کے پھونکنے ہی کھل سکے گی۔

تا[۱] نفخت فیہِ من روحی ترا
تاکہ "نَفَخْتُ فِیہِ مِن رُّوحِی" تجھے
وارہاند زین و گوید بر تر آ
اِس سے چھڑا دے اور کہہ دے آگے آ جا

جز بنفخِ حق نسوزد نفخِ سحر
جادو کی پھونک، اللہ کی پھونک ہی سے جلتی ہے
نفخِ قہر ست این و آں دم نفخِ مہر
یہ ظلم کی پھونک ہے اور وہ محبت کی پھونک ہے

رحمتِ او سابق ست از قہرِ او
اُس کی رحمت اُس کے قہر سے پہلے ہے
سابقی خواہی برو سابق بجو
تو آگے بڑھنا چاہتا ہے تو جا سابق کی تلاش کر

تا رسی اندر نفوسِ زوجت
تاکہ تو زُوِّجَتْ والے نفسوں میں داخل ہو جائے
کاے شہِ مسحور اینک مخرجت
کیونکہ اے جادو میں مبتلا شہزادے یہ تیرے نکلنے کی جگہ ہے

با[۲] وجودِ زال ناید انحلال
بڑھیا کے ہوتے ہوئے (جادو کی گرہ کا) کھلنا حاصل نہ ہوگا
در شبیکہ در برآں پیرِ دلال
(اور) وہ نازوں بھری جال اور بغل میں (نہ آئیگی)

نے کہ فرمود آں سراجِ امتاں
کیا اُمتوں کے چراغ نے نہیں فرمایا
اینجہان و آنجہاں را ضرتاں
اِس دنیا اور اُس جہان کو دو سوتیں

پس وصالِ ایں فراقِ آں بود
تو اِس کا وصال اُس کا فراق ہے
صحتِ ایں تن سقامِ جاں بود
اس جسم کی تندرستی جان کی بیماری ہے

سخت می آید فراقِ ایں ممر
اِس گندہ گاہ کی جُدائی سخت لگتی ہے
پس فراقِ آں مقر داں سخت تر
تو اُس قیامگاہ کی جُدائی زیادہ سخت ہے

چوں[۳] فراقِ نقش سخت آید ترا
جب تجھے نقش کی جُدائی سخت لگتی ہے
تا چہ سخت آید ز نقاشش جدا
تو اُس کے نقاش کی جدائی کسقدر سخت ہوگی؟

اے[۴] کہ صبرت نیست از دنیاے دوں
اے وہ کہ تجھے اِس کمینی دنیا سے صبر میسر نہیں
چونت صبر ست از خدا اے دوست چوں
اے دوست! تجھے خدا کی جدائی پر کسطرح صبر آگیا ہے؟

چونکہ صبرت نیست زیں آبِ سیاہ
جبکہ اِس کالے پانی سے تجھ میں صبر نہیں ہے
چوں صبوری داری از چشمۂ الٰہ
خدائی چشمہ سے تجھ میں کیسے صبر ہے؟

چونکہ بے ایں شرب کم داری سکون
جبکہ اِس کو پئے بغیر تجھے سکون نہیں ہے
چوں ز ابراری جدا و زیشربون
تو یشربون اور نیکیوں سے کیسے جُدا ہے

۱ نَفَخْتُ فِیہِ مِن رُّوحِی۔ میں نے اُس میں اپنی روح پھونک دی یعنی تیرے اندر بھی وہ روح آجائے۔ بجز۔ دنیا کے جادو کی پھونک اللہ کی پھونک سے چلے گی۔ رحمتِ اُو۔ حدیثِ قدسی ہے۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِی عَلٰی غَضَبِی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لئے ہوئے ہے۔ زُوِّجَتْ۔ قرآن پاک میں ہے اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ جبکہ نفسوں کے جوڑ لگائے جائیں گے یعنی جنت کے ساتھ یا حوروں کے ساتھ۔
۲ باوجود۔ جب تک انسان بوڑھی دنیا کے ساتھ رہے گا نہ اُس کا جادو ٹوٹیگا نہ شہزادے کی طرح دُلہن یعنی آخرت اُس کے پہلو میں آئے گی۔ ضرتاں۔ حدیث شریف ہے۔ اَلدُّنْیَا وَالْآخِرَۃُ ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیَتْ اِحْدٰھُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰی دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہوجاتی ہے۔ پس۔ اگر دنیا کا وصال ہے تو آخرت کا فراق ہے۔ ممر۔ گذرگاہ یعنی دنیا۔ مقر۔ قرارگاہ یعنی آخرت۔
۳ چوں فراق۔ دنیا کا نقاش خدا ہے جب اِس نقشِ دنیا کی جدائی اس قدر شاق ہے تو خدا نقاش کی جدائی کس قدر شاق ہوگی۔
آبِ سیاہ یعنی دنیا چشمۂ الٰہ۔ یعنی آخرت۔ ز ابراری۔ قرآنِ پاک میں ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوْرًا نیک لوگ ایسے پیالے سے پئیں گے جس کی ملونی کافور ہوگی۔

گر[1] بہ بینی یک نفس حُسنِ وَدُود — اَندر آتش اَفگنی جان و وَجُود
اگر تو ایک لمحہ کے لئے خدا کا حُسن دیکھ لے — جان اور جسم کو آگ میں ڈال دے

جیفہ بینی بعد ازاں ایں شُرب را — چوں بہ بینی کرّو فرّو قُرب را
اُس کے بعد تو اِس پینے کو مُردار سمجھے گا — جب تو (خدا کی) شان و شوکت اور قُرب کو دیکھ لیگا

ہمچو شہزادہ رَسی دَر یارِ خویش — پَس بُروں آری زِپا تو خارِ خویش
تو شہزادے کی طرح اپنے دوست تک پہنچ جائے — تو اپنے کانٹے کو پاؤں سے نکال دے

جَہد کُن دَر بیخودی خود را بیاب — زُود تَر وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اپنی فنائیت کی کوشش کر، خود کو پالے — بہت جلد اور اللہ بہتر کو زیادہ جانتا ہے

ہر زمانے[2] ہیں مشو با خویش جُفت — ہر زماں چوں خَر در آب و گِل مُیفت
ہر وقت خودی میں مبتلا نہ ہو — ہر وقت گدھے کی طرح پانی اور مٹی میں نہ گر

از قُصورِ چشم باشد آں عِثُور — کہ نہ بیند شیب و بالا را ز دُور
وہ لغزش آنکھ کے قصور سے ہوتی ہے — کیونکہ وہ دُور سے نشیب و فراز کو نہیں دیکھتی ہے

بُوئے پیراہانِ یوسفؑ کُن سَنَد — زانکہ بُویش چشم روشن می کُند
(حضرت) یوسفؑ کے لباس کی خوشبو کا سہارا پکڑ — کیونکہ اُس کی خوشبو آنکھ کو روشن کرتی ہے

صورتِ پنہان و آں نُورِ جبیں — کردہ چشمِ انبیا را دُور بیں
پوشیدہ صورت اور پیشانی کے نُور نے — نبیوں کی آنکھ کو دُور بین بنا دیا ہے

نورِ[3] آں رُخسار برہاند ز نار — ہیں مشو قانع بنورِ مُستعار
اُس رُخسار کا نُور، نار سے نجات دلاتا ہے — خبردار! عارضی نور پر قانع نہ بن

چشم را ایں نورِ حالی بیں کُند — چشمِ عقل و رُوح را گرگیں کُند
یہ نور آنکھ کو حال کو دیکھنے والا بنا دیتا ہے — روح اور عقل کے چشم کو خارشی بنا دیتا ہے

صورتش نور ست و در تحقیق نار — گر ضیا خواہی دو دست از وے بدار
اُس کا ظاہر نور ہے، حقیقتاً نار ہے — اگر حقیقی اروشنی چاہتا ہے اُس سے دستبردار ہو جا

دَمبدَم در رُوفتد ہر جا رَوَد — دیدہ و جانے کہ حالی بیں بُوَد
جس جگہ جاتی ہے، لمحہ بہ لمحہ اوندھی گرتی ہے — وہ آنکھ اور جان جو حال کو دیکھنے والی ہوتی ہے

دُور بیند دُور بینِ بے ہُنَر — ہمچُناں کہ دور دیدن خواب دَر
بے ہنر دُور بین ایسا ہی دُور بین ہے — جیسا کہ خواب میں دور دیکھنا

[1] گر بہ بینی۔ اگر اللہ کا جلوہ تجھے ذرا بھی نظر آجائے تو اپنے جسم اور روح کو قربان کر ڈالے۔ جیفہ۔ مردار۔ قُرب۔ یعنی خداوندی قرب۔ ہمچو۔ جس طرح شہزادہ اپنی حقیقی دُلہن سے مل گیا تھا تو بھی اپنے حقیقی محبوب کو پالے اور دنیا کا کانٹا پاؤں سے نکال پھینکے۔ جَہد کُن۔ اِس کی ترکیب یہی ہے کہ فنا کا درجہ حاصل کرے۔

[2] ہر زمانے۔ فنا کا درجہ جب حاصل ہوجائے گا کسی وقت بھی خودی نہ اختیار کریگا اور دنیا سے کنارہ کش ہو جائیگا۔ از قصور۔ جب نگاہ و بصیرت نہیں ہوتی ہے تو انسان نشیب و فراز کو نہیں دیکھ پاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے۔ بُوئے۔ حضرت یعقوبؑ کی بینائی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے روشن ہوگئی تھی تو قدرت کے مناظر دیکھ منظر روشن ہو جائیگی اور مشاہدے تک پہنچ سکے گا۔ صورت۔ انبیاء کو چشم بصیرت اسی سے حاصل ہوئی ہے۔

[3] نور۔ اِس نور کا مشاہدہ نارِ شہوت سے نجات دیتا ہے۔ ایں نور۔ یعنی عارضی دنیاوی نور صرف وقتی چیزوں کو دکھاتا ہے اور بصیرتِ عقل کو بیمار بناتا ہے۔ گرگیں۔ خارش کے مرض میں مبتلا۔ صورتش۔ عارضی نور بظاہر نور ہے لیکن حقیقتاً نار اور تباہی کا باعث ہے۔ دَمبدم۔ عارضی نور والا ہمیشہ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ دُور بیند۔ اِس

نزدیک کی چیزوں کو بھی نہیں دیکھ سکتا مگر خواب میں دور دور تک دیکھتا ہے۔

خفتہ[1] باشی بر لبِ جُو خشک لب
تو دریا کے کنارے خشک ہونٹ سویا ہوا ہے
می دَوی سُوی سَرابِ اندر طلب
جستجو میں سَراب کی جانب دوڑتا ہے

دُور می بینی سَراب و می دَوی
تو سَراب کو دُور دیکھتا ہے اور دوڑتا ہے
عاشقِ آں بینشِ خود می شوی
اپنے اِس دیکھنے کا تو عاشق بنتا ہے

میزنی در خواب با یاراں تو لاف
تو خواب میں دوستوں سے شیخی بگھارتا ہے
کہ منم بینا دل و پردہ شگاف
کہ میں روشن ضمیر اور پردہ چاک کرنے والا ہوں

نِک بداں سُو آب دیدم ہیں شتاب
یہ میں نے اُس جانب پانی دیکھا ہے خبردار! جلدی کرو
تا رویم آنجا و آں باشد سَراب
تاکہ ہم وہاں چلیں اور وہ سَراب ہوتا ہے

ہر قدم[2] زیں آب تازی دُور تر
تو ہر قدم پر اُسی پانی سے زیادہ دُور بھاگتا ہے
دَو دَواں سُوی سَراب با غَرَر
دھوکے والے سَراب کی جانب دوڑتے ہوئے

عینِ آں عزمت حجابِ آں شُدہ
تیرا پختہ ارادہ خود اُس کا حجاب بن گیا
کہ بتو پیوستہ است و آمدہ
جو تجھ سے مِلا ہوا ہے اور آیا ہوا ہے

بس کسا عزمے بجائے می کُند
بہت سے لوگ ہیں جن کو ارادہ (دوسری) جگہ لیجاتا ہے
از مقامے کاں غرض در وے بُود
اُس مقام سے جس میں مقصد ہوتا ہے

دید و لاف خُفتہ می ناید بکار
سوئے ہوئے کا دیکھنا اور شیخی بگھارنا کارآمد نہیں ہے
جُز خیالے نیست دست از وے بدار
وہ صرف خیال ہے اُس سے دستبردار ہوجا

خوابناکی[3] لیک ہم بر راہ خُسپ
تو نیند کا متوالا ہے، پھر بھی راستہ پر سو
اللہ اللہ بر رہِ اللہ خُسپ
خدا کے لئے اللہ کے راستہ پر سو

تا بُوَد کہ سالکے بر تو زَنَد
ہوسکتا ہے کوئی راہرو تجھ سے بھڑ جائے
از خیالاتِ نُعاسَت بر کَنَد
نیند کے خیالات سے تجھے جُدا کردے

خُفتہ را گر فکر گردد ہمچو مُوی
سوئے ہوئے کا فکر اگرچہ بال جیسا ہو
اُو ازاں دِقّت نیابد راہِ کُوی
وہ اُس باریکی سے (بھی) کوچہ کا راستہ نہیں پاسکتا

فکرِ خُفتہ گر دوتا و گر سہ تاست
سوئے ہوئے کا فکر خواہ دُہرا ہو یا تہرا
ہم خطا اندر خطا اندر خطاست
غلط در غلط در غلط ہی ہے

گرچہ چشمش تیز بین و باضیاست
اگرچہ اُس کی آنکھ تیز بین اور روشن ہو
ہم ہَبا اندر ہَبا اندر ہَباست
خاک، در خاک، در خاک ہی ہے

[1] خُفتہ۔ سوئے ہوئے کی دُور بینی یہ ہے کہ دریا کے کنارے پیاسا سو رہا ہے اور بہت دور کے ریت کو دیکھ رہا ہے جو پانی نظر آرہا ہے۔ عاشق۔ اور سمجھ رہا ہے کہ میں بہت دُور بین ہوں دُور سے پانی دیکھ لیا ہے۔ میزنی۔ خواب میں دوستوں سے اپنی دُور بینی کی شیخی بھی بگھارتا ہے۔ نِک۔ دوستوں سے کہتا ہے کہ میں نے دُور سے پانی دیکھ لیا وہاں چلو۔

[2] ہر قدم۔ نہر کو چھوڑ کر خواب میں جس قدر سَراب کی طرف بھاگ رہا ہے وہ پانی سے اُسی قدر دُور ہو رہا ہے یعنی سَراب تک پہنچنے کا عزم نہر کے اُس پانی کا حجاب بن رہا ہے جو اسکے قریب تھا۔ بس۔ بہت سے ایسے شخص ہوتے ہیں جن کا عزم اُن کو مقصود کی اصل جگہ سے دُور کردیتا ہے۔ خُفتہ۔ سوئے ہوئے کا کسی چیز کو دیکھنا محض خیال ہوتا ہے جو بیکار ہوتا ہے۔

[3] خوابناکی مولانا فرماتے ہیں کہ تو نیند میں ہے اگر تجھے سونا ہی ہے تو سرِ راہ سو اور اللہ کے راستہ پر سو شاید کوئی اللہ کا نیک بندہ وہاں سے گزرے تو تیرے خواب والے خیالات دُور کردے۔ خُفتہ جبکہ تو سویا ہوا ہے تو اپنی تدبیر کو راہ یاب نہ ہوگا کسی باخدا کا ہاتھ پکڑ لے۔

موج[1] بر وے می زند بے احتراز ۔۔۔ خفتہ پویاں در بیابانِ دراز
بغیر بچاؤ کے موج اُس پر پڑ رہی ہے ۔۔۔ سویا ہوا، دراز بیابان میں دوڑ رہا ہے

خفتہ می بیند عطشہائے شدید ۔۔۔ آب اَقْرَبُ مِنْہُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد
سویا ہوا سخت پیاس محسوس کرتا ہے ۔۔۔ پانی اُس کی شہ رگ سے زیادہ اُس سے قریب ہے

حکایتِ آں زاہد کہ در سالِ قحط خنداں و شاد بود با مُفلسی و بسیاریِ عیال و خلق می مُردند از گرسنگی، با وُ گفتند کہ ہنگامِ تعزیت ست نہ شادی گفت مرا باکے نیست

اُس زاہد کی حکایت جو قحط کے سال میں باوجود مُفلسی اور بہت عیالداری کے مُسکرانے والا اور خوش تھا اور لوگ بھوک سے مر رہے تھے لوگوں نے اُس سے کہا کہ تعزیت کا وقت ہے نہ کہ خوشی کا اُس نے کہا مجھے کوئی پروا نہیں ہے

ہمچناں[2] کاں زاہد اندر سالِ قحط ۔۔۔ بُود اُو خنداں و گریاں جُملہ رَہط
اسی طرح وہ زاہد جو کہ قحط کے سال ۔۔۔ مُسکراتا تھا اور تمام قبیلہ روتا تھا

پس بگفتندش چہ جای خندہ است ۔۔۔ قحط بیخِ مُومناں برکندہ است
تو لوگوں نے اُس سے کہا ہنسنے کا کیا موقع ہے! ۔۔۔ قحط نے مسلمانوں کی بیخ کنی کر دی ہے

رحمت از ما چشمِ خود بر دوختہ است ۔۔۔ ز آفتابِ تیز صحرا سوختہ است
رحمت نے ہم سے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں ۔۔۔ تیز سورج سے، جنگل جل گیا ہے

کِشت و باغ و رز سیہ افتادہ است ۔۔۔ در زمیں نم نیست نے بالا نہ پست
کھیتی اور باغ اور انگور کالے پڑ گئے ہیں ۔۔۔ زمین میں نمی نہیں ہے، نہ اوپر نہ نیچے

خلق می میرند زیں قحط و عذاب ۔۔۔ دہ دہ[3] و صد صد چو ماہی دور ز آب
اِس قحط اور عذاب سے لوگ مر رہے ہیں ۔۔۔ دس دس اور سو سو جس طرح مچھلی پانی سے دُور

بر مسلماناں نمی آری تو رحم ۔۔۔ مُومناں خویشند یک تن شحم و لحم
تجھے مسلمانوں پر رحم نہیں آتا ۔۔۔ (حالانکہ) مومن باہم چربی اور گوشت کا ایک جسم ہیں

رنجِ یک جُزوے ز تن رنجِ ہمہ است ۔۔۔ گردمِ صُلح ست یا خود مَلحمہ است
جسم کے ایک جُزو کی تکلیف سب کی تکلیف ہے ۔۔۔ خواہ صلح کا وقت ہے یا جنگ ہے

گفت در چشمِ شما قحط ست ایں ۔۔۔ پیشِ چشمم چوں بہشت ست ایں زمیں
اُس نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے ۔۔۔ میری نگاہ میں یہ زمین بہشت جیسی ہے

---

[1] موج۔ سوئے ہوئے شخص پر موجوں کی تھپیڑیں بھی لگ رہی ہوں تب بھی سراب کیلئے دوڑتا ہے۔ خفتہ۔ نہر کے کنارے سویا ہوا پیاس محسوس کرتا رہتا ہے اور پانی بالکل اُس کے قریب ہوتا ہے یہی حال اہلِ دُنیا کا ہے کہ ذاتِ حق اُن کے قریب تر ہے لیکن وہ اُس تک نہیں پہنچ پاتے۔

[2] ہمچناں۔ جس طرح سوئے ہوئے کی حالت ہوتی ہے ایسی ہی اُن لوگوں کی حالت ہے جو اُس درویش پر مُعترض ہوئے۔ رَہط۔ قبیلہ۔ رَز۔ انگور کی بیل۔

[3] دہ۔ یعنی کہیں دس دس مر رہے ہیں کہیں سو سو۔ شحم۔ چربی۔ لحم۔ جنگ۔ گفت۔ اُس نیک شخص نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے میری نظر میں یہ بہشت ہے۔

من ہمی بینم بہر دشت و مکاں
میں ہر جنگل اور جگہ میں دیکھ رہا ہوں

خوشہا انبہ رسیدہ تا میاں [1]
بکثرت (کھیتی کی) بالیں کمر تک

خوشہا در موج از بادِ صبا
بالیں پُروا ہوا سے، لہلہا رہی ہیں

پُر بیاباں سبز تر از گندنا
جنگل بھرا ہوا ہے، گندنے سے زیادہ سرسبز ہے

زآزمون من دست بر وے می زنم
آزمانے کے لئے میں اُن کو چھوتا ہوں

دست و چشم خویش را چوں بر کنم
اپنے ہاتھ اور نگاہ کو کیسے ہٹا لوں؟

یارِ فرعونِ تنید اے قومِ دُوں
اے کمینہ قوم، تم فرعونی جسم کے یار ہو

زاں نماید مر شما را نیل خوں
اِس لئے تمہیں (دریائے) نیل خون نظر آتا ہے

یارِ موسیٰ خرد گردید زود
جلد عقلِ موسوی کے یار بن جاؤ

تا نماند خون و بینید آبِ رُود
تاکہ خون نہ رہے اور تم دریا کا پانی دیکھ لو

از پدر بر تو جفائے چوں رَوَد [2]
جب باپ کی جانب سے تجھ پر ظلم ہو

آں پدر در چشمِ تو سگ می شود
وہ باپ تیری نگاہ میں کتا ہو جاتا ہے

آں پدر سگ نیست تاثیرِ جفاست
باپ کتا نہیں ہے، ظلم کی تاثیر ہے

کہ چُناں رحمت نظر را سگ نماست
کہ ایسی رحمت، نگاہ میں کتا جیسی ہے

گرگ می دیدند یوسف را بچشم
(حضرت) یوسفؑ کو آنکھ سے بھیڑیا دیکھا

چوں کہ اخواں را حسودی بود و خشم
چونکہ بھائیوں میں حسد اور غصہ تھا

با پدر چوں صُلح کردی خشم رفت
جب تو نے باپ سے صلح کرلی غصہ ختم ہوا

آں سگی شد گشت بابا یارِ زفت
وہ کتا پن بھی ختم ہوا باپ گہرا دوست بن گیا

دربیانِ آنکہ مجموعۂ عالم صورتِ عقلِ کُل است چوں با عقلِ کُل بکژ
اِس کا بیان کہ عالم کا مجموعہ عقلِ کُل کی صورت ہے جب تو عقلِ کُل کے ساتھ ٹیڑھا

رَوی [3] جفا کردی صورتِ عالم تراغم فزاید اغلبِ احوال چنانکہ با
چلے گا، تو نے ظلم کیا، عالم کی صورت عموماً تیرا غم بڑھائیگی جیسے کہ باپ کے ساتھ تو نے

پدر بد کردی صورتِ پدر ترا غم فزاید و نتوانی اُو را دیدن اگرچہ
بُرائی کی باپ کی صورت تیرا غم بڑھائے گی اور اُسکو دیکھ نہ سکیگا، اگرچہ

پیش ازاں نورِ دیدہ بُودہ باشد و راحتِ جاں
اُس سے پہلے آنکھوں کا نور اور جان کی راحت رہا ہو

[1] خوشہا: میں ہر جگہ اپنی اونچی کھیتی دیکھ رہا ہوں جو کمر کمر ہے۔ خوشہا۔ کھیتی کی بالیں ہوا سے لہلہا رہی ہیں۔ گندنا۔ لہسن کی قسم کی ایک ترکاری ہے۔ زآزموں۔ آزمانے کے لئے میں اُس کھیتی پر ہاتھ بھی پھیرتا ہوں تو اب میں اپنے ہاتھ اور آنکھ کو کیسے جُھٹلا دوں۔ یار۔ تم اپنے فرعونی جسم کے دوست ہو لہٰذا فرعون کی طرح تمہیں بھی دریائے نیل کا پانی خون نظر آرہا ہے۔ خرد۔ عقل جو بمنزلہ موسیٰؑ کے ہے اُس کے یار بنو تو حقیقتِ حال واضح ہوگی۔

[2] از پدر۔ انسان کی اپنی اندرونی کیفیت حقائق کو تبدیل کر دیتی ہے۔ اگر انسان باپ سے ناراض ہو جائے تو وہ اُس کو کُتا نظر آنے لگتا ہے۔ گرگ۔ اپنی باطنی کیفیت کی بنا پر حضرت یوسفؑ اپنے بھائیوں کو بھیڑیا نظر آتے تھے۔ با پدر۔ اگر باپ سے محبت ہو تو وہ سراسر رحمت نظر آتا ہے۔

[3] جفا۔ تمام عالم حضرتِ حق کا مظہر اور اُس کا پیدا کیا ہوا ہے اِس اعتبار سے وہ تمام عالم کا باپ ہے اگر تمہارے دل میں اُس سے بیزاری ہے تو یہ تمام عالم غیر واقعی صورت میں تمہیں نظر آئے گا۔

کُلِّ عالَم صورتِ عقلِ کُل ست[1]
پورا عالَم عقلِ کُل کی صورت ہے
کوست بابای ہر آں کاہلِ قُل ست
وہ ہر اُس شخص کا باباہے جو قول والا ہے

چوں کسے با عقلِ کُل کُفراں فزود
جب کوئی عقلِ کُل کی نافرمانی کرے
صورتِ کُل پیشِ اُو ہم سگ نمود
کُل کی صورت اُس کو کُتا نظر آتی ہے

صُلح کُن بااین پدر عاقی بہل
اِس باپ سے صلح کرلے، نافرمانی کو چھوڑ دے
تاکہ فرشِ رز نماید آب و گل
تاکہ تجھے زمین انگور کا فرش نظر آئے

پس قیامت نقدِ حالِ تو بُوَد
پھر قیامت تیری نظر کے سامنے ہو
پیشِ تو چرخ و زمیں مُبدّل شود
تیرے آسمان اور زمین بدل جائیں

مَنکہ صلحم دائماً بااین پدر
میری ہمیشہ اِس باپ سے صلح ہے
این جہاں چوں جنّتستم در نظر
یہ دنیا میری نگاہ میں جنّت کی طرح ہے

ہر زماں[2] نو صُورتے و نو جَمال
ہر وقت نئی صورت ہے اور نیا حُسن ہے
تاز نو دیدن فرو میرد مَلال
نئی کہنے مشاہدے سے غم زائل ہوجاتا ہے

من ہمی بینم جہاں اُپر نعیم
میں دنیا کو نعمتوں سے بھرا دیکھتا ہوں
آبہا از چشمہا جوشاں مُقیم
چشموں سے ہمیشہ پانی جوش مار رہا ہے

بانگِ آبش می رَسد در گوشِ من
پانی کی آواز میرے کان میں پہنچتی ہے
مَست می گردد ضمیر و ہوشِ من
میرا دل اور حواس مَست ہوجاتے ہیں

شاخہا رقصاں شُدہ چوں تائباں
شاخیں صوفیوں کی طرح رقص کر رہی ہیں
بَرگہا کف زن مثالِ مُطرِباں
پتّے گویّوں کی طرح تالیاں بجارہے ہیں

بَرقِ آئینہ است لامع از نمد
آئینہ کی چمک نمدے میں سے چمکتی ہے
گر نماید آئینہ تا چوں بُوَد
اگر آئینہ نظر آجائے تو کیا ہوگا؟

از ہزاراں[3] من نمی گویم یکے
میں ہزاروں (باتوں) میں سے ایک بھی نہیں کہتاہوں
زانکہ آگندہ است ہر گوش از شکے
کیونکہ ہر کان شک سے پُر ہے

پیشِ وہم این گفت مُژدہ داد نست
وہم کے لئے یہ بات خوشخبری ہے
عقل گوید مُژدہ چہ نقدِ من ست
عقل کہتی ہو کہ خوشخبری کیا ہوتی ہو یہ میری حالت ہے

[1] عقلِ کُل۔ مولانا عقلِ کُل کا بہت سی چیزوں پر اطلاق کرتے ہیں یہاں خدائے تعالےٰ مراد ہے۔ اہلِ قُل۔ یعنی وہ روحیں جنھوں نے ازل میں اَلَستُ بِرَبِّکُم کے جواب میں بَلیٰ کا قول کیا تھا چوں کسے۔ جب انسان کے دل میں خدا کا کفر ہوتا ہے تو اُس کو سارا جہاں بھیانک نظر آتا ہے۔ صورتِ کُل۔ یعنی جہان۔ عاقی۔ ماں باپ کی نافرمانی۔ تاکہ۔ تمام زمین انگوروں کر بھری ہوئی نظر آئے گی۔ قیامت۔ قیامت میں زمین وآسمان بدل دیئے جائینگے۔ منکہ۔ اِس بزرگ نے کہا چونکہ میری خدا سے صلح ہے لہٰذا مجھے تمام عالَم جنّت نظر آتا ہے۔

[2] ہر زماں۔ لمحہ بہ لمحہ مجھ پر نئی تجلیات کا انکشاف ہوتا رہتا ہے اور طبیعت ملول نہیں ہوتی ہے۔ مُقیم۔ دائم۔ ضمیر۔ دل۔ شاخہا۔ شاخوں کا ہواؤں سے ہلنا مجھے صوفیوں کا رقص معلوم ہوتا ہے اور پتّوں کا بجنا گویّوں کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ برقِ آئینہ۔ یہ تجلیات میرے اوپر ناسوت کے پردوں سے پڑ رہی ہیں جبکہ براہِ راست پڑیں گی تو کیا حال ہوگا۔

[3] از ہزاراں۔ میں ہزاروں حقائق میں سے ایک بات بھی پوری نہیں بتارہاہوں کیونکہ سُننے والے اہل نہیں ہیں۔ پیشِ وہم۔ جن کی عقول ناقص ہیں وہ ان باتوں کو بمنزلۂ خوشخبری کے سنتے ہیں۔ کامل عقل والے اُن کا مشاہدہ کرتے ہیں

قصۂ[1] فرزندانِ عزیر علیہ السلام کہ از پدر احوالِ پدر می پرسیدند

(حضرت) عزیر علیہ السلام کی اولاد کا قصہ کہ باپ سے (ہی)، باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

پدر گفت آرے دیدمش از عقب می آید بعضے کہ شناختندش

باپ نے کہا ہاں میں نے اُس کو دیکھا ہے، پیچھے آرہا ہے۔ جن بعض نے پہچان لیا وہ بیہوش

بیہوش شدند و آنانکہ نشناختندش می گفتند ایں شخص خوش

ہوگئے اور جنھوں نے نہ پہچانا وہ کہہ رہے تھے کہ اُس شخص نے اچھی خوشخبری

مژدہ دادہ ایں بیہوشی از چیست و ایں حالت

دی ہے یہ حالت اور یہ بے ہوشی کس وجہ سے ہے؟

ہمچو پورانِ[2] عزیرؑ اندر گذر — آمدہ پرسان ز احوالِ پدر

(حضرت) عزیرؑ کی اولاد کی طرح راستہ میں — آکر باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

گشتہ ایشاں پیر و باباشاں جواں — پس پدر شاں پیش آمد ناگہاں

وہ بوڑھے ہوگئے تھے اور اُن کے والد جوان تھے — تو انکے والد اچانک سامنے آگئے

پس بپرسیدند ازو کاے رہگذر — از عزیرِ ما عجب داری خبر

تو انھوں نے اُن سے دریافت کیا اے مسافر! — ہمارے عجیب، عزیر کا تجھے علم ہے

کہ کسے ماں گفت کامروز آں سند — بعدِ نومیدی ز بیروں می رسد

کیونکہ کسی نے ہم سے کہا ہے کہ آج وہ سہارا — مایوسی کے بعد باہر سے آجائے گا

گفت[3] آرے بعدِ من خواہد رسید — آں یکے خوش شد چو ایں مژدہ شنید

اُن (عزیرؑ) نے کہا میرے بعد وہ آئے گا — انھیں سے ایک نے جب یہ خوشخبری سنی خوش ہوا

بانگ می زد کاے مبشر باش شاد — واں دگر بشناخت بیہوش اوفتاد

شور مچاتا تھا کہ اے خوشخبری دینے والے خوش رہ — دوسرے نے پہچان لیا بیہوش ہو کر گر گیا

کہ چہ جائے مژدہ است اے خیرہ سر — کہ در افتادیم در کانِ شکر

کہ اے احمق! خوشخبری کا کیا موقع ہے؟ — ہم تو شکر کی کان میں پہنچ گئے ہیں

وہم را مژدہ است پیشِ عقل نقد — زانکہ چشمِ وہم شد محجوبِ فقد

وہم کے لئے خوشخبری ہے عقل کے لئے مشاہدہ — کیونکہ وہم کی آنکھ گمشدگی سے ڈھکی ہوئی ہے

ہے وہ کانِ شکر تو ہمارے سامنے ہے۔ وہم۔ ایک ہی بات ناقص عقل کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہے چونکہ وہ مشاہدہ نہیں کر سکتی ہے، عقلِ کامل کے لئے وہ مشاہدہ ہے۔

---

۱ قصہ۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض باتیں مجوبین کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہیں اور کاملین کے لئے وہ مشاہدہ کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ حضرت عزیرؑ ایک سو سال کے بعد جب زندہ ہوئے تو آپ کی اولاد نے سُنا کہ ہمارے باپ زندہ ہو کر آرہے ہیں وہ اُنکی جستجو کے لئے شہر سے باہر نکلے حضرت عزیرؑ شہر میں آرہے تھے وہ راستہ میں ملے کچھ اولاد اُنکو نہ پہچانی اور اُس نے انہی سے اُن کی خبریں معلوم کرنی چاہیں انھوں نے فرمادیا کہ وہ ابھی آئیں گے یہ خبر اس اولاد کے لئے خوشخبری بنی بعض لڑکوں نے اُن کو پہچان لیا تو اُن کیلئے یہ خبر مشاہدہ بنی اور وہ خوشی سے بیہوش ہوگئے۔

۲ پوراں۔ اولاد۔ پدر یعنی حضرت عزیرؑ۔ ایشاں۔ اولاد بوڑھی ہوگئی تھی حضرت عزیرؑ تغیراتِ زمانہ سے محفوظ تھے وہ جوان تھے۔ سند۔ یعنی حضرت عزیرؑ۔

۳ گفت۔ چونکہ یہ اولاد نہ پہچانی تو انھوں نے اُن پر طنز کیا اور فرمادیا کہ ہاں وہ میرے بعد آئیں گے۔ بانگ۔ اُس نے اُنہی کو اُس خوشخبری دینے کی دعا دی دوسری اولاد نے اُن کو پہچان لیا تو فرطِ مسرت سے بے ہوش ہوگئی۔ کہ چہ جای۔ پہچاننے والوں نے کہا کہ خوشخبری کیا چیز ہوتی

کافراں[۱] را درد و مومن را بشیر
کافروں کے لئے درد اور مومن کیلئے خوشخبری دینے والی
لیک نقدِ حال در چشمِ بصیر
لیکن بینا کی آنکھ میں نقدِ حال ہے

زانکہ عاشق در دمِ نقدست مست
کیونکہ عاشق مشاہدہ میں مست ہے
لاجرم از کفر و ایماں برترست
لامحالہ وہ کفر اور ایمان سے بالا ہے

کفر و ایماں ہر دو خود دربانِ اوست
کفر اور ایمان دونوں اُس کے دربان ہیں
کوست مغز و کفر و دیں اُو را دو پوست
کیونکہ وہ مغز ہے اور کفر اور دین اُسکے دو چھلکے ہیں

کفر قشرِ خشک رُو بر تافتہ
کفر خشک چھلکا منہ پھیرے ہوئے ہے
باز ایماں قشرِ لذت یافتہ
پھر ایمان لذت پایا ہوا چھلکا ہے

قشرہای[۲] خشک را جا آتش ست
خشک چھلکوں کی جگہ آگ ہے
قشرِ پیوستہ بمغزِ جاں خوش ست
چھلکا جو جاں کے مغز سے وابستہ ہے وہ اچھا ہے

مغز خود از مرتبہ خوش برترست
مغز "اچھے" رتبہ کی وجہ سے بالا ہے
برترست از خوش کہ لذت گسترست
(بلکہ) "اچھے" سے بڑھ کر ہے کیونکہ لذت بخش ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ
تا برآرد موسیم از بحر گرد
تاکہ میرا موسیٰ سمندر سے گرد اڑائے

در خورِ عقلِ عوام ایں گفتہ شد
عوام کی عقل کے بقدر یہ کہہ دیا گیا
از سخن باقیِ آں بنہفتہ شد
اس کی بقیہ بات پوشیدہ کر دی گئی ہے

زرِ[۳] عقلت ریزہ است اے متہم
اے تہمت زدہ! تیری عقل کا سونا ریزہ ریزہ ہے
بر قُراضہ مُہرِ سکہ چوں نہم
بُرادے پر سکہ کی مُہر کیسے لگاؤں؟

عقلِ تو قسمت شدہ بر صد مہم
تیری عقل سینکڑوں معاملوں میں بٹی ہوئی ہے
بر ہزاراں آرزوی و طِمّ و رِم
ہزاروں آرزوؤں اور بہت مال پر

جمع باید کرد اجزا را بعشق
عشق کے ذریعہ اجزاء کو جمع کرنا چاہیے
تا شوی خوش چوں سمرقند و دمشق
تاکہ تو سمرقند اور دمشق کی طرح حسین بن جائے

جو جوے چوں جمع گردی ز اشتباہ
وہم کو اگر جَو جَو کر کے تو جمع کر لے
پس تواں زد سکہ بر تو بادشاہ
تو بادشاہ تجھ پر ٹھپہ لگا سکے گا

وَالطِّمّ وَالرِّم یعنی وہ خشکی اور سمندر کی چیزیں لے آیا یا بہت مال لے آیا۔ بعشق۔ عشقِ خداوندی عقل انسانی کو ایک نقطہ پر جمع کر دیتا ہے۔ سمرقند۔ سمرقند اور دمشق کی رونق مشہور تھی غوطہ دمشق اور سغد سمرقند دنیا کی جنتوں میں شمار ہوتے تھے۔ جو جوے۔ عقل کو تھوڑا تھوڑا جمع کریگا تو کچھ نہ کچھ معارف حاصل ہو جائینگے۔

۱ کافراں۔ ایک ہی بات منکروں کیلئے درد ہے مومن کیلئے خوشخبری اور عاشق کے لئے مشاہدہ۔ عاشق۔ مشاہدہ اور دیدار سے مست رہتا ہے لہٰذا وہ کافر اور رسمی مومن سے بالاتر ہے۔ کفر و ایماں۔ کفر اور رسمی ایمان اُس عاشق کے در کے دربان ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ مغز کے ہے اور کفر و ایمان دونوں اُسکے چھلکے ہیں۔ کفر۔ اِن دونوں چھلکوں میں یہ فرق ہے کہ کفر تو مشاہدہ سے بالکل منہ موڑے ہوئے ہے اور ایمان کچھ نہ کچھ لذت چکھے ہوئے ہے۔

۲ قشرہای خشک۔ کفر سوکھا چھلکا ہے جو آگ میں جلانے کے قابل ہے عام مومنین کا ایمان وہ چھلکا ہے جو مغز سے جڑا ہوا ہے۔ بمغز۔ عشقِ الٰہی عام ایمان سے بالاتر ہے۔ ایں سخن یعنی اس نیک شخص کی باتیں۔ موسیم۔ میرا موسیٰ، موسیٰ سے مراد یہاں ذاتِ حق ہے۔ از بحر۔ یعنی بحرِ معارف معارف کا پورا بیان۔ در خور۔ عوام کی سمجھ کی بقدر کچھ باتیں کہہ دی ہیں بقیہ باتیں چھپالی ہیں۔

۳ زرِ عقلت۔ انسانوں نے اپنی عقل کے سونے کو پراگندہ کر رکھا ہے سونے کے بُرادے پر ٹھپہ نہیں لگایا جا سکتا معارف کا ٹھپہ جب لگ سکیگا کہ عقل مجتمع ہو جائے گی۔ عقل۔ انسان اپنی عقل کو سینکڑوں دھندوں میں بانٹے ہوئے ہے۔ طِمّ و رِم۔ عربی کا محاورہ ہے جاءَ بالطِّم

ور زِ مثقالے[1] شوی افزوں تو خام — از تو سازد شہ یکے زرینہ جام
لے کچے! اگر تو ایک مثقال سے بڑھ جائے گا — تو بادشاہ تیرا زرّیں جام بنائے گا

پس برو ہم نام و ہم القابِ شاہ — باشد و ہم صورتش اے وصل خواہ
تو اس پر بادشاہ کا نام بھی اور القاب بھی — ہوگا، اور اس کی تصویر بھی اے وصل کے خواہشمند

تاکہ معشوقت بود ہم ناں ہم آب — ہم چراغ و شاہد و نُقل و شراب
تاکہ روٹی اور پانی بھی تیرا معشوق ہو — چراغ بھی اور شاہد بھی نُقل اور شراب بھی

جمع کن خود را جماعت رحمت است — تا توانم با تو گفتن آنچہ ہست
اپنے آپ کو جمع کرلے، جماعت رحمت ہے — تاکہ میں تجھ سے جو حقیقت ہے کہہ سکوں

زانکہ گفتن از برائے باوری ست — جانِ شرک از باوریِ حق بری ست
اس لئے کہ کہنا یقین کے لئے ہے — شرک کی جان حق کو پہچاننے سے خالی ہے

جانِ[2] قسمت گشتہ در جو فلک — در میانِ شصت سودا مشترک
(شرک کی)، جان آسمان کی فضا میں تقسیم ہوگئی ہے — بہت سے معاملوں میں مشترک ہے

پس خموشی بہ دہد اورا ثبوت — پس جوابِ احمقاں آمد سکوت
خاموشی اس کے لئے اچھا ثبوت مہیا کرتی ہے — احمقوں کے لئے جواب خاموشی ہے

ایں ہمی دانم ولے مستیِ تن — می گشاید بے مرادِ من دہن
یہ میں جانتا ہوں لیکن جسم کی مستی — بغیر ارادے کے میرا منہ کھول دیتی ہے

آنچناں کز عطسہ واز خامیاز — ایں دہاں گردد بنا خواہِ تو باز
جیساکہ چھینک اور انگڑائی سے — تیرے ارادے کے بغیر منہ کھل جاتا ہے

در تفسیر حدیث اِنِّی[3] لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی فِی کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً
حدیث کی تفسیر کرمیں، اللہ اپنے رب سے ہر روز ستر مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں

ہمچو پیغمبر زگفت واز نثار — توبہ آرم روز من ہفتاد بار
پیغمبرؐ کی طرح گفتگو اور (اسرار) نچھاور کرنے سے — میں دن میں ستر بار توبہ کرتا ہوں

لیک آں مستی بود توبہ شکن — منسی ست ایں مستیِ تن جامہ کن
لیکن وہ مستی توبہ شکن بنتی ہے — یہ کپڑے چاک کرنیوالی جسم کی مستی بھلا دینے والی

حکمتِ اظہارِ تاریخ دراز — مستی انداخت بر دانایِ راز
دراز تاریخ کے اظہار کی حکمت — ایک رازداں پر مستی طاری کر دیتی ہے

[1] ور زِ مثقالے۔ اور اگر تو ایک مثقال کے وزن سے زیادہ جمع کرے گا تو پھر اس کا زرّیں جام بن جائے گا جو شاہ کی مجلس میں ہوگا اور اس کو شاہ کا مشاہدہ حاصل ہوگا۔ پس۔ شاہی جام پر شاہ کا نام اور القاب اور تصویر کندہ کردی جاتی تھی۔ تاکہ۔ اب تجھے دنیا کی ہر چیز میں حضرتِ حق کا جلوہ نظر آئے گا۔ آنچہ ہست۔ یعنی حقائق۔ زانکہ۔ بات اس لئے کہی جاتی ہے کہ سننے والے کو اس کا یقین آجائے جب تک تجھ میں شرک کی کیفیت ہے تو یقین سے خالی ہے۔

[2] جان۔ شرک کی جان اور روح کا تعلق ایک ذاتِ خداوندی پر مجتمع نہیں ہے وہ کائنات میں بٹی ہوئی اور سینکڑوں معاملوں میں منقسم ہے۔ پس خموشی۔ جاہلوں کے سامنے کسی مدعا کے ثبوت کے لئے خاموشی بہتر ثبوت ہے۔ مستیِ تن۔ یعنی روحانی مستی بعض نسخوں میں مستیِ من بھی ہے۔ آنچناں۔ چھینک اور انگڑائی میں بے اختیار منہ کھل جاتا ہے اسی طرح اسرار کے بیان کرنے میں میرا منہ بے اختیار کھل جاتا ہے۔

[3] اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ۔ حضورؐ کا یہ استغفار بھی اسی بنا پر تھا کہ بے اختیار معارف ظاہر ہوجاتے تھے۔ نثار۔ یعنی اسرارِ معرفت کو سنانا۔ آں مستی۔ یعنی روحانی مستی۔ منسی۔ بھلا دینے والا۔ حکمت۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ عالم آخرت کی رمز اور تاریخ لوگوں کو معلوم ہو اسلئے وہ بعض رازدانوں پر مستی طاری کر دیتا ہے تاکہ وہ بیخودی میں اسرار کو ظاہر کر دیں۔

رازِ[1] پنہاں با چنیں طبل و عَلم — آب جوشاں گشتہ از جفّ القلم

پوشیدہ راز ایسے نقارے اور جھنڈے کیساتھ — جفّ القلم سے پانی جوش مارتا ہے

رحمتِ بیحد رَوانہ ہر زَماں — خُفتہ اید از درکِ آں اے مردماں

لامحدود رحمت ہر زمانہ میں جاری ہے — اے انسانو! تم اُس کے علم سے سوئے ہوئے ہو

جامۂ خُفتہ خورَد از جُوی آب — خُفتہ اندر آب جویای سَراب

سوئے ہوئے کا کپڑا نہر کا پانی پی رہا ہے — پانی میں سویا ہوا سَراب کا جویاں ہے

میروَد آنجایِ بُوی آب ہَست — زیں تفکر راہ را بر خویش بَست

وہاں جاتا ہے، جہاں پانی کی اُمید ہے — اِس خیال سے اُس نے اپنا راستہ مسدود کر دیا

چونکہ[2] آنجا گفت زینجا دُور شُد — بر خیالے اُو ز حق مہجور شُد

جبکہ اُس نے اُس جگہ کی سوچی اِس جگہ سے دُور ہو گیا — ایک خیال (کی بنیاد) پر وہ صحیح واقعہ سے دُور ہو گیا

دور بینانند و بس خفتہ رَواں — رَحمتے آرید شاں اے رَہرَواں

سوئی ہوئی روح والے نقط دُور بیں ہیں — اے سالکو! اُن پر رحم کرو

مَن ندیدم تشنگی خواب آوَرد — خواب آرد تشنگیِ بے خِرَد

میں نے نہیں دیکھا کہ پیاس سُلائے — بے عقل کی پیاس سُلاتی ہے

خود خِردِ آنست کو از حق چرید — نے خِرد کاں را عُطارِد آورید

عقل وہی ہے جو اللہ (تعالیٰ) سے فیضیاب ہو — نہ وہ عقل جو عطارد (ستارے) سے تم لائے ہو

بیان آنکہ عقلِ[3] جُزوی تا بگور پیش نہ بیند و در باقی مُقلّدِ انبیا و اولیاست

اِس کا بیان کہ ناقص عقل قبر سے آگے نہیں دیکھتی ہے اور باقی معاملا میں انبیاء اور اولیاء کی مقلد ہے

پیش بینی ایں خِردِ تا گور بُود — وانِ صاحبدل بنفخِ صُور بُود

اِس عقل کی دور بینی قبر تک ہے — صاحبدل کی بلکیت صور پھونکنے تک ہے

ایں خِرد از گور و خاکے نگذرد — ویں قدم عَرصہ عجائب نسپرد

یہ عقل قبر اور مٹی سے آگے نہیں جاتی ہے — یہ قدم عجائب کے میدان کو طے نہیں کرتا ہے

زیں قدم زیں عَقل رَو بیزار شو — چشمِ غیبی جُوی و برخوردار شو

اِس قدم اور اِس عقل سے (ہٹ) جا بیزار ہو جا — غیبی آنکھ تلاش کر اور نفع اُٹھا

---

[1] رازِ پنہاں۔ پوشیدہ اسرار اسقدر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدائی تقدیر سے معارف کا چشمہ اُبلنے لگا ہے۔ جَفّ القلم۔ یعنی ہونے والی باتیں لکھ کر قلم تقدیر خشک ہو چکا ہے۔ رحمت۔ مولانا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دریا بہہ رہے ہیں لیکن تم غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہو۔ جامۂ۔ سوئے ہوئے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ دریا کی لہریں اُسپر گرتی ہیں اور اُس کے کپڑے پانی پیتے ہیں لیکن وہ پیاسا رہتا ہے وہ محض پانی کی توقع پر خواب میں بھاگا پھرتا ہے اور گویا اپنے آپ کو اُس دریا سے اور دور کر دیتا ہے۔

[2] چونکہ۔ جب دوسری جگہ کے پانی کے تصور سے ادھر بھاگتا ہے تو واقعی پانی سے اپنے آپ کو مزید محروم کرتا ہے۔ دور بینانند جن کی روحیں سوئی ہوئی ہیں وہ سوئے ہوئے کی طرح کے دُور بین ہیں۔ رہرواں یعنی سالکین راہِ معرفت۔ من ندیدم پیاس کی حالت میں نیند نہیں آتی لیکن بے عقل کی پیاس اُسکو مزید سُلا دیتی ہے۔ خِرد عقل وہ ہے جو خدا کی جانب سے عطا ہو عُطارِد ستارے کی تاثیر سے انسان میں جس عقل کا نشو و نما ہوتا ہے وہ دراصل عقل نہیں ہے لہٰذا اِس دنیاوی عقل سے انسان خردمند نہیں بنتا ہے۔

[3] عقلِ جزوی۔ دنیاوی عقل جو عُطارِد کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے اُس کی دوڑ صرف قبر کے گڑھے تک ہے اُسکے بعد کے اَحوال اُسکے ادراک میں نہیں آسکتے ہیں وہ صرف انبیاء اور اولیاء بتا سکتے ہیں جن کو عقلِ خداوندی حاصل ہے وہ لوگ قیامت تک کے اَحوال سمجھ لیتے ہیں۔ عرصۂ عجائب یعنی حشر کا میدان۔ زیں قدم۔ یہ حِسّی قدم اور عقل ناقص بیکار ہے۔ غیب میں عقل دلبصر مُفید ہے۔

ہمچو موسیٰ نور کے یابد زجیب — **سُخرۂ استاد و شاگردِ کتیب**

(حضرت) موسیٰ کی طرح گریبان سے نور کب حاصل کرتا ہے؟ — اُستاد کا تابع اور کتاب کا شاگرد

زِیں نظر[1] وِیں عقل ناید جز دُوار — **پس نظر بگذار و بگزیں اِنتظار**

اِس غور و فکر اور اِس عقل سے سوائے دردِ سر کے کچھ حاصل نہیں ہوتا — تو غور و فکر چھوڑ اور انتظار اختیار کر

از سخن گوئی مجوئید ارتفاع — **مُنتظِر را بہ زگفتن اِستماع**

باتیں بنانے سے بلندی نہ چاہو — منتظر کے لئے کہنے سے، سننا بہتر ہے

منصبِ تعلیم نوعے شہوتست — **ہر خیالے شہوتی دَر رہ بُت است**

تعلیم کا مقام ایک قسم کی خواہشِ نفسانی ہے — نفسانی ہر خیال راستہ کا بُت ہے

گر بفضلش پے ببردے ہر فضول — **کے فرستادے خدا چندیں رُسول**

اگر ہر بیہودہ اپنی بڑائی کی وجہ سے پتہ پالیتا — تو خدا اتنے رسول کب بھیجتا

عقلِ جُزوی[2] ہمچو برق ست و درخش — **در درخشی کے تواں شُد سوئے وخش**

ناقص عقل بجلی اور چمک کی طرح ہے — چمک میں وخش تک کہاں جایا جاسکتا ہے

نیست نُورِ برق بہرِ رہبری — **بلکہ اَمرست اَبر را کہ می گری**

بجلی کی چمک راستہ طے کرنے کیلئے نہیں ہے — بلکہ وہ ابر کو حکم ہے کہ تو رو

بَرقِ عقلِ ما برائے گریہ است — **تا بگرید نیستی در شوقِ ہست**

ہماری عقل کی چمک رونے کیلئے ہے — تاکہ روئے، فنا عشق میں ہے

عقلِ کودک[3] گفت بر کُتّاب تن — **لیک نتواند بخود آموختن**

بچہ کی عقل نے کہا مکتب میں جا — لیکن اس کو وہ خود سکھا نہیں سکتی

عقلِ رنجور آردش سوئے طبیب — **لیک نبُوَد در دوا عقلش مُصیب**

بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس لاتی ہے — لیکن دوا تجویز کرنے میں اُنکی عقل صحیح پہنچنے والی نہیں ہے

نک شیاطیں سوئے گردوں می شدند — **گوش بر اَسرارِ بالا می زدند**

یہ شیطان آسمان کی جانب گئے — (عالَم) بالا کے رازوں پر کان لگایا

می ربودند اندکے زاں رازہا — **تا شُہُب می راندشاں زود از سَما**

اُن رازوں میں سے کچھ اُچک لے گئے — تو شہابوں نے فوراً انہیں آسمان سے بھگا دیا

---

[1] زیں نظر۔ اس غور و فکر سے قطع نظر کر اور مجاہدات میں مصروف رہ کر انتظار کر تاکہ تجھے نورِ موسوی میسر آجائے۔ منتظر۔ جو مجاہدات کی حالت میں انتظار میں ہے اُس کے لئے بولنا مفید نہیں، سننا مفید ہے۔ منصبِ تعلیم۔ علومِ ظاہری کی خواہش کی بنیاد جاہ اور رتبہ ہے جو خواہشِ نفس ہے اور خواہشِ نفس کو پورا کرنا راہِ طریقت میں بُت پرستی ہے۔ گر بفضلش۔ اگر انسان کی بڑائی کی بنیاد پر اسرارِ معرفت حاصل ہوا کرتے تو رسولوں کی بعثت بیکار تھی۔

[2] عقلِ جُزوی۔ انسان کی ناقص عقل آسمان کی بجلی کی کوند کی طرح ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں ہوسکتا۔ وخش۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ نیست: بجلی کی کوند راستہ طے کرنے کے لئے نہیں ہے وہ تو ابر کو یہ حکم دینے کے لئے ہے کہ رو! یعنی آنسو برسا۔ برقِ عقل: عقلِ انسانی کی کوند بھی اسی لئے ہے کہ انسان عشقِ الٰہی میں روئے۔ اسی سے فنا کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

[3] عقلِ کودک۔ عقلِ ناقص کی مثال بچہ کی عقل کی سی ہے وہ عقل بچہ کو یہ بتاتی ہے کہ مکتب میں جا لیکن وہ عقل اس کو تعلیم نہیں دے سکتی۔ عقلِ رنجور۔ بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس جانے پر مجبور کرتی ہے لیکن اُس کے لئے دوا تجویز نہیں کرسکتی اسی طرح عوام کی عقل انکو نبی اور ولی تک پہنچا سکتی ہے اسرار کا سکھانا اسی نبی اور ولی کا کام ہے۔ نک۔ شیاطین براہِ راست اسرار معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہابِ ثاقب مار گراتے ہیں اور انکو حکم ملتا ہے کہ اسرار کی تعلیم نبی سے حاصل کرو۔

کہ رویدا نجا رسولے آمدہ است
کہ جاؤ وہاں ایک رسول آگیا ہے

ہر چہ می خواہید ازو آید بدست
تم جو چاہتے ہو اُس سے ہاتھ آئے گا

گر ہمی جوئید دُرِّ بے بہا[1]
اگر تم گراں قدر موتی تلاش کرتے ہو

اُدْخُلُوا الْاَبْیَاتَ مِنْ اَبْوَابِہَا
گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو

می زن آں حلقۂ در و بر باب ایست
دروازے کی کُنڈی بجا اور دروازے پر ٹھہر

کز سوئے بامِ فلک تاں راہ نیست
اسلئے کہ آسمان کے بالاخانہ کی جانب تمہارے لئے راستہ نہیں ہے

نیست حاجت تا بدیں راہِ دراز
اس دراز راستہ کی ضرورت نہیں ہے

خاکیئے را دادہ ایم اسرارِ راز
ہم نے ایک خاکی کو راز کے بھید دیئے ہیں

پیشِ اُو آئید اگر خائن نہ اید
اگر تم خائن نہیں ہو تو اس کے سامنے آؤ

نیشکر گردید ازو گرچہ نے اید
اُس سے گنا بن جاؤ گے اگرچہ تم نرکل ہو

سبزہ[2] رویاند زخاکت آں دلیل
وہ رہنما تیری خاک سے سبزہ اُگا دے گا

نیست کم از سُمِّ اسپ جبرئیلؑ
وہ جبرئیل کے گھوڑے کے سُم سے کم نہیں ہے

سبزہ گردی تازہ گردی از نوی
تو از سرِ نو سبزہ بن جائے گا تازہ بن جائیگا

گر تو خاکِ اسپ جبرئیلے شوی
اگر تو کسی جبرئیل کے گھوڑے کی خاک بنجائیگا

سبزۂ جان بخش کاں را سامری
جان عطا کرنے والا سبزہ، جس کو سامری نے

کرد در گوسالہ تا شُد گوہری
بچھڑے میں رکھ دیا یہاں تک کہ وہ جوہر والا ہوگیا

جاں گرفت و بانگ زد زاں سبزہ اُو
اُس سبزہ سے وہ جاندار ہوگیا اور بولنے لگا

آنچناں بانگے کہ شُد فتنہ عدو
اس طرح بولنا، کہ وہ دشمن کیلئے فتنہ بن گیا

گر[3] امیں آئید سوئے اہلِ راز
اگر تم رازدار کی جانب امانتدار بن کر آؤ گے

وارہید از سرِ کُلہ مانندِ باز
تو باز کی طرح سر کی ٹوپی سے نجات پا جاؤ گے

سر کلاہِ چشم بند و گوش بند
وہ سر کی ٹوپی جو آنکھ کی بندش اور کان کی بندش ہو

کہ ازو باز ست مسکین و نژند
جس کی وجہ سے باز مسکین اور خستہ ہے

زاں کُلہ بر چشمِ باز اوّل شُدست
وہ ٹوپی باز کی آنکھوں پر ابتداء اسلئے آئی ہے

کہ ہمہ میلش سوئے جنسِ خودست
کہ اُس کا تمام میلان اپنی جنس کی طرف ہے

چوں بُرید از جنس با شہ گشت یار
جب وہ اپنی ہم جنس سے کٹا شاہ کا دوست ہوگیا

بر گشاید چشمِ اُو را باز وار
تو باز کی طرح اُس کی آنکھیں کھولدے گا

---

[1] دُرِّ بے بہا۔ یعنی اسرارِ معرفت۔ ابوابہا۔ اسرار حاصل کرنیکا راستہ نبی اور ولی کی ذات ہے می زن۔ دروازہ سے داخل ہونیکا مطلب یہ ہے کہ دروازہ پر جاکر کُنڈی بجا اور ٹھہر اور جب اجازت ہو تو اندر جا۔ نیست۔ اسلئے کہا جاتا ہے کہ آسمانوں کا طویل سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم نے ایک خاکی یعنی نبی کو اسرار بتادیئے ہیں اُس سے جاکر سیکھو تم نرکل ہو اُس کی محبت سے گنا بن جاؤ گے۔

[2] سبزہ۔ وہ نبی اور ولی تمہاری خاک سے سبزہ اُگا دیگا کیونکہ وہ مرتبہ میں حضرت جبرئیلؑ کے گھوڑے کے سُم سے کم نہیں ہے حضرت جبرئیلؑ جب اسرائیلیوں کی مدد کیلئے آئے تو انکے گھوڑے کا قدم جس جگہ پڑتا تھا وہ سرسبز ہو جاتی تھی سامری نے یہ دیکھ کر اُس کے قدم کی مٹی اُٹھا کر گئوسالے میں ڈالی جس سے اُس میں زندگی کے اثرات پیدا ہو گئے۔ فتنہ۔ اُس وقت تو مومن تھے لیکن سامری کے بہکانے کے بعد وہ مشرک ہو گئے تھے۔

[3] گر امیں۔ اگر تم اولیاء کی صحبت دیانتداری سے اختیار کرو گے تو وہ پردہ ہٹ جائیگا جو غیبی چیزیں دیکھنے سے مانع ہے۔ سر کلہ۔ باز جب تک مالک سے مانوس نہیں ہوتا اُسکے سر پر ایک ٹوپی اس طرح اُڑھائی جاتی ہے جس سے اُسکی آنکھیں اور کان چھپے رہتے ہیں۔ زاں۔ یہ ٹوپی اسلئے اُڑھائی جاتی ہے کہ اسکا میلان مالک کی طرف نہیں ہوتا اور دوسرے

[illegible]

رانده[1] دیواں را حق از مرصادِ خویش	عقلِ جزوی را ز استبدادِ خویش
اللہ (تعالےٰ) نے شیطانوں کو اپنی گھات سے بھگایا	ناقص عقل کو اپنے مستقل ہونے سے (بھگا دیا)
کہ سری کم کُن نہ تو مستبد	بلکہ شاگردِ ولی و مستعِد
کہ خودسری نہ کر، تو مستقل نہیں ہے	بلکہ تو ولی کا شاگرد اور صاحبِ استعداد ہے
زو برِ دل رو کہ تو جزوِ ولی	ہیں کہ بندہ بادشاہِ عادلی
جلد دل کے پاس جا کیونکہ تو ولی کا جز ہے	خبردار! تو منصف بادشاہ کا غلام ہے
بندگیِ[2] او بہ از سلطانی است	کہ انا خیر دمِ شیطانی است
اُس کی غلامی بادشاہت سے بہتر ہے	"میں بہتر ہوں" کا دعویٰ شیطانی ہے
فرق بین و برگزیں تو اے حبیس	بندگیِ آدمؑ از کبرِ بلیس
اے کمینے! تو فرق سمجھ لے اور اختیار کر	آدمؑ کی بندگی، شیطان کے تکبر کے بجائے
گفت آنکہ ہست خورشیدِ رہ او	حرفِ طوبیٰ ہر کہ ذلت نفسہٗ
جو راہ کا سورج ہے اُس نے کہا ہے	"طوبیٰ" کا لفظ ہر اُس شخص کیلئے ہے جس کا نفس ذلیل ہوا
سایۂ طوبیٰ ببین و خوش بخسپ	سر بنہ در سایہ سرکش بخسپ
طوبیٰ کا سایہ دیکھ لے اور آرام سے سو	سر رکھ دے، سرکش کے سایہ میں نہ سو
ظلِ[3] ذلت نفسہٗ خوش مضجعے ست	مستعدانِ صفا را مضجعے ست
"ذلت نفسہٗ" کا سایہ بہترین خواب گاہ ہے	صفائی کی استعداد رکھنے والوں کیلئے خوابگاہ ہے
گر ازیں سایہ روی سوی منی	زود طاغی گردی و رہ گم کنی
اگر تو اِس سایہ سے خودی کیطرف جائے گا	فوراً سرکش بن جائیگا اور راستہ گم کردے گا

بیانِ آیۂ کریمہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ

آیت کریمہ کا بیان — اے مومنو! پیش قدمی نہ کرو

يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ

اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے اور اللہ سے ڈرو

از حکیم سنائی ست

حکیم سنائی نے کہا ہے

چوں نبی نیستی ز امت باش	چونکہ سلطاں نہ رعیت باش
جب تو نبی نہیں ہے، اُمتی بن	جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے، رعیت بن
پس رو خامشاں و خامش باش	وز خودی رای زحمتی متراش
تو خاموشوں کا پیرو اور خاموش بن	اور خودی سے تکلیف کی رائے نہ اختیار کر

[1] راندہ- اللہ تعالےٰ نے شیطانوں کو گھات سے مار کر اس لئے بھگایا ہے کہ ناقص عقل والے کو مستقل نہ بننا چاہئے اور خودسری چھوڑ کر کسی ولی کی شاگردی کرنی چاہیئے اور اپنی استعداد کو بروئے کار لانا چاہیئے۔ زو- زود کا مخفف ہے۔ دل- یعنی صاحبِ دل- ہیں- ناقص عقل والے کو شیخ کامل کا غلام بننا چاہیئے۔

[2] بندگی- اُس کے لئے غلامی سلطانی سے بہتر ہے۔ اَنَا خَیْرٌ- شیطان نے حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اُن سے افضل قرار دیا تھا۔ فرق بین- آدمؑ نے بندگی اختیار کی اور شیطان نے کبر کیا دونوں کا فرق سمجھ لے کیا نتیجہ نکلا۔ گفت- حدیث شریف ہے طوبیٰ- جنت میں ایک درخت ہے جس کا سایہ عظیم الشان اور خوشگوار ہے، خوشخبری۔

[3] ظل- سایہ- مضجع- خوابگاہ- مضجع- خوابگاہ- منی- خودی- از حکیم- یہ نیچے کے دونوں شعر حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

پس[1] رَوی خاموش باش از انقیاد	زیرِ ظلِّ امرِ شیخ و اُوستاد
تو پیرو ہے، فرمانبرداری سے چُپ رہ	اُستاد اور شیخ کے حکم کے سایہ تلے
پس رَوِ صامت شو و خاموش باش	از وجودِ خویش والی کم تراش
تو پیرو ہے، چُپ ہو جا اور خاموش رہ	اپنے وجود کو والی (حاکم)، نہ بنا
ورنہ گرچہ مُستعدی و قابلی	مسخ گردی تو زلافِ کاملی
ورنہ، اگرچہ تو صاحبِ استعداد و قابلیت ہے	تو کمال کی شیخی بگھارنے سے مسخ ہو جائیگا
ہم ز اِستعداد و آمانی اگر	سرکشی ز اُستادِ رادِ باخبر
استعداد اور تمناؤں سے بھی اگر	تو عقلمند، باخبر اُستاد سے سرکشی کرے گا
صبر[2] کُن در موزہ دوزی و بسوز	ور شوی بے صبر مانی پارہ دُوز
موزہ سینے اور مشقت پر صبر کر	اگر تو بے صبر بنے گا پیوند لگانیوالا رہجائیگا
کُہنہ دوزاں گر بُدے شاں صبر و حلم	جملہ نو دوزاں شُدندے ہم بعلم
پُرانے جوتے گانٹھنے والوں کو اگر صبر اور بُردباری حاصل ہوتی	ہُنر کے ذریعہ سب نیا (موزہ) سینے والے بنجاتے
پس بکوشی و بآخر از کلال	خود بخود گوئی کہ اَلعقلُ عِقال
پھر تو کوشش کرے گا اور بالآخر تھک کر	خود کہے گا کہ عقل بندھن ہے
ہمچو آں مردِ مُفلسِف روزِ مرگ	عقل را می دید بس بے بال و برگ
اس فلسفی کی طرح جس نے موت کے دن	عقل کو بہت بے ساز و سامان دیکھا
بے[3] غرض می کرد آندم اِعتراف	کز ذکاوت راندیم اسپ از گزاف
اُس وقت اُس نے اِخلاص سے اقرار کیا	کہ ہم نے ذہانت کے گھوڑے بیکار دوڑائے
از غروری سر کشیدم از رِجال	آشنا کردیم در بحرِ خیال
میں نے تکبر کی وجہ سے (باخدا) لوگوں سے سرکشی کی	خیال کے سمندر میں تیراکی کی
آشنا ہیچ ست اندر بحرِ رُوح	نیست آنجا چارہ جز کشتیِ نوحؑ
روح کے سمندر میں تیراکی بیکار ہے	وہاں نوحؑ کی کشتی کے سوا چارہ نہیں ہے
کاشکے کو آشنا ناموختے	تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے
کاش وہ تیراکی نہ سیکھتا	تاکہ تمنا کو نوحؑ اور کشتی سے وابستہ کر لیتا
اینچنیں فرمود آں شاہِ رُسل	کہ منم کشتی دریں دریایِ کُل
رسولوں کے شاہ نے اسی لئے فرمایا ہے	کہ اس عظیم دریا میں کشتی، میں ہوں

۱ پس روی - مرید کو خاموشی سے شیخ کی تابعداری کرنی ضروری ہے مرید کا کام چُپ رہنا اور شیخ کی ہدایت پر عمل کرنا ہے اپنی طرف سے باتیں بنانا اور اپنی بڑائی جتانا تباہی ہے۔ ورنہ - اگر تو شیخ کے سامنے بڑائی بگھاریگا تو اگرچہ صاحبِ استعداد ہو تیری وہ استعداد برباد ہو جائیگی۔

۲ صبر کن - بوٹ ساز موچی اس وقت بنتا ہے جب صبر اور محنت سے سیکھتا ہے ورنہ صرف موزہ اور جوتہ گانٹھنے والا بنکر رہ جاتا ہے۔ کہنہ دوز - جوتے گانٹھنے والے اگر صبر سے کام لے کر اُستاد سے سیکھتے تو ہُنرمند بن کر موچی بن جاتے۔ اَلعقلُ عِقال - عقل رسی ہے یعنی ہماری عقل ہمارے ہنر سیکھنے کے لئے مانع بن گئی۔ مُتفلسِف - اِس سے شیخ بوعلی سینا فلسفی مراد ہے

۳ بے غرض - شیخ بوعلی سینا نے موت کے وقت جب عالمِ آخرت منکشف ہونے لگا تو اقرار کیا کہ ان معاملات میں عقل گھوڑے دوڑانا بیکار تھا۔ از غروری - علم کے غرور نے اہل اللہ تک نہ پہنچنے دیا اور میں خیالی سمندر میں غوطے لگاتا رہا۔ آشنا - مولانا فرماتے ہیں روح کے سمندر میں خود تیرنا بیکار ہے وہاں نوحؑ والی کشتی ضروری ہے۔ کاشکے - اگر شیخ بوعلی سینا عقل گھوڑے دوڑاتا نہ جاتا تو کسی بزرگ کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ اینچنیں - آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے جو اس میں سوار ہوا بچ گیا۔

یا[1] کسے کو در بصیر تہای من
یا وہ ہے جو میری بصیرتوں میں
شُد خلیفہ راستیں بر جای من
میری جگہ سچا قائم مقام بنا ہے

کشتیِ نوحیم در دریا کہ تا
میں دریا میں نوحؑ والی کشتی ہوں، ہرگز
رو نگردانی ز کشتی اے فتیٰ
اے نوجوان! تو کشتی سے روگردانی نہ کر

ہمچو کنعاں سوی ہر کوہے مرو
کنعان کی طرح ہر پہاڑی کی جانب نہ جا
از نبی لاعاصم الیوم شنو
قرآن سے "آج کوئی بچانے والا نہیں" سن لے

می[2] نماید پست ایں کشتی ز بند
پردے کی وجہ سے یہ کشتی پست نظر آتی ہے
می نماید کوہِ فکرت بس بلند
تجھے عقل کا پہاڑ بلند نظر آتا ہے

پست منگر ہاں و ہاں ایں پست را
خبردار خبردار! اس نیچی کشتی کو نیچا نہ سمجھ
بنگر آں فضلِ خدا پیوست را
خدا سے جڑے ہوئے اس فضل کو دیکھ

در بلندی کوہِ فکرت کم نگر
اپنی عقل کے پہاڑ کو بلند نہ سمجھ
کہ یکے موجش کند زیر و زبر
کیونکہ اس کو ایک موج تہ و بالا کر دے گی

گر تو کنعانی نداری باورم
اگر تو کنعان (صفت) ہے میرا یقین نہ کرے گا
گر دو صد چندیں نصیحت آورم
خواہ میں اس جیسی دو سو نصیحتیں کروں

گوشِ کنعاں کے پذیرد ایں کلام
اس بات کو کنعان کا کان کب قبول کرتا ہے؟
کہ بر و مُہرِ خدا ایست و ختام
کیونکہ اس پر خدا کی مُہر لگی ہوئی ہے

کے گذارد موعظت بر مُہرِ حق
نصیحت اللہ تعالیٰ کی مُہر سے آگے کب بڑھ سکتی ہے؟
کے بگرداند حدث محکم سبق
نئی بات ازلی حکم کب بدل سکتی ہے؟

لیک[3] می گویم حدیثِ خوش پئے
لیکن میں خوشگوار بات سناتا ہوں
بر امیدِ آنکہ تو کنعاں نہٗ
اس امید پر کہ تو کنعان نہیں ہے

آخر ایں اقرار خواہی کرد ہیں
خبردار! بالآخر تو یہ اقرار کرے گا
ہم ز اول روزِ آخر را ببیں
پہلے ہی دن سے انجام بیں بن جا

می توانی دید آخر را مکن
تو انجام کو دیکھ سکتا ہے، نہ بنا
چشمِ آخر بینت را کور و کہن
اپنی انجام بیں آنکھ کو اندھا اور بوڑھا

ہر کہ آخر بیں بود مسعود وار
جو نیک بخت کی طرح انجام بیں ہوتا ہے
نبودش ہر دم برہ رفتن عثار
اسکو راستہ چلتے میں ہر وقت ٹھوکر نہیں لگتی

[1] یا کسے ۔ یعنی صحابہ کرام جو آنحضورؐ کی بصیرتوں سے فیضیاب تھے کشتیِ نوحیم۔ آنحضورؐ نے فرمایا میں اور میرے فیض یافتہ صحابہؓ اس دریائے معرفت کیلئے بمنزلہ نوحؑ کی کشتی کے ہیں۔ کنعان۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان بیٹے نے بجائے کشتی میں بیٹھنے کے یہ کہا تھا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر پناہ حاصل کروں گا۔ از نبی۔ قرآن پاک میں اس کو جواب دیا گیا۔ لاعاصم الیوم آج کوئی بچانے والا نہیں ہے۔

[2] می نماید۔ چونکہ آنکھوں پر بندش ہے اسلئے اولیاء کی صحبت حقیر نظر آتی ہے اور اپنی عقل بلند نظر آتی ہے فضلِ خدا۔ جبکہ فضلِ خداوندی اس کے شاملِ حال ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھ کنعانی۔ اگر تیرا مزاج بھی کنعان کی طرح ہے تو میری نصیحت کو نہ سنے گا ایسے لوگوں کے کانوں پر مُہرِ خداوندی لگی ہوتی ہے ختام۔ مُہر۔ کے گذارد۔ کسی کی نصیحت اللہ تعالیٰ کی مُہر سے گذر کر کان تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔ حدث۔ امرِ نو پیدا یعنی نصیحت۔ محکم سبق۔ ازلی حکم یعنی کانوں پر مُہر لگ جانیکا حکم۔

[3] لیک۔ میں جو کچھ نصیحت کر رہا ہوں وہ اس بنا پر کر رہا ہوں کہ تو کنعان صفت نہ ہوگا آخر۔ مولانا پھر پہلے مضمون کی طرف لوٹتے ہیں کہ آخر میں عقل کے ناکارہ ہونیکا اقرار کرنا پڑیگا اور آخر کے معاملہ کو اب ہی سمجھ لے

می توانی۔ اگر تو چشمِ بصیرت سے کام لیگا تو انجام کو دیکھ سکتا ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص انجام بیں ہوتا ہے وہ ٹھوکریں نہیں کھاتا اگر تو بھی یہ چاہتا ہے تو اہل اللہ کے قدم کی خاک کو سُرمہ بنالے پھر منہ کے بل گرنے سے بچ جائیگا۔

گر نخواہی ہر دمے ایں خفت و خیز — کُن زخاکِ پایِ مَردے چشم تیز

اگر تو ہر وقت گرنا اور سنبھلنا نہیں چاہتا — کسی مردِ خدا کے پاؤں کی خاک سے آنکھ کو تیز کرے

کُحلِ دیدہ ساز خاکِ پاش را — تا نیندازی سرِ اوباش را

اُس کے پاؤں کی خاک کو آنکھ کا سُرمہ بنالے — تاکہ بیہودہ سر کو نہ ٹھکرائے

کہ[1] ازیں شاگردی وزیں افتقار — سوزنے باشی شوی تو ذوالفقار

کیونکہ اس شاگردی اور اس احتیاج سے — اگر تو سوئی (بھی) ہے ذوالفقار (تلوار) بن جائیگا

سُرمہ کُن تو خاکِ ہر بگزیدہ را — ہم بسوزد ہم بسازد دیدہ را

ہر برگزیدہ کی خاک کو سُرمہ بنالے — وہ لگتی بھی ہے، آنکھ کو بناتی (بھی) ہے

چشم روشن کُن زخاکِ اولیا — تا ببینی ز ابتدا تا انتہا

اولیاء کی خاک سے آنکھ روشن کرے — تاکہ تو آغاز سے انجام تک دیکھ لے

چشمِ اُشتر زاں بُود بس نور بار — کو خورد از بہرِ نورِ چشم خار

اونٹ کی آنکھ اسی لئے زیادہ روشن ہوتی ہے — کہ وہ آنکھ کی روشنی کے لئے کانٹا کھاتا ہے

خار[2] خور تا گُل برویاند تُرا — چشمِ تو روشن شود جاں باصفا

کانٹا چبا تاکہ وہ تجھ میں پھول اُگائے — تیری آنکھ روشن اور روح صاف ہو جائیگی

خار را از چشمِ دل گر بر کَنی — چشمِ جاں را حق ببخشد روشنی

اگر تو دل کی آنکھ سے کانٹا نکال دے گا — اللہ (تعالیٰ) جان کی آنکھ کو روشنی عطا فرمادیگا

قصہ[3] شکایت اُستر بہ اُشتر کہ من بسیار در رُو می اُفتم در راہ رفتن

خچر کی اونٹ سے شکایت کا قصہ کہ میں راستہ چلنے میں مُنہ کے بل بہت گرتا ہوں

و تو کم می اُفتی چون است و جواب گفتن اُشتر مر اُستر را

اور تو نہیں گرتا (یہ) کیوں ہے؟ اور اونٹ کا خچر کو جواب دینا

اُشترے را دید روزے اُسترے — چونکہ با اُو جمع شُد در آخرے

ایک خچر نے ایک روز ایک اونٹ کو دیکھا — جبکہ وہ ایک اصطبل میں اسکے ساتھ جمع ہوا

گفت من بسیار می اُفتم برُو — در گریوہ در راہ و در بازار و کُو

اُس نے کہا میں مُنہ کے بل بہت گرتا ہوں — ٹیلے اور راستہ میں اور بازار و کوچہ میں

کز چہ در رُو می فتم بسیار من — در رہِ ہموار و ناہموار من

میں مُنہ کے بل اکثر کیوں گرتا ہوں؟ — ہموار اور ناہموار راستہ میں

[1] کہ ازیں۔ اہل اللہ کے اتباع سے تھوڑی سی استعداد والا بھی کامل بن جاتا ہے۔ ذوالفقار حضرت علیؓ کی تلوار کا نام ہے۔ ہم بسوزد۔ یہ ذرا لگتا تو ہے لیکن آنکھ کو درست کرتا ہے یعنی اہل اللہ کی اطاعت ناگوار تو ہوتی ہے لیکن انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔ کو خورد۔ اونٹ نے کانٹے چبائے تو آنکھیں روشن ہو گئیں۔

[2] خار خور۔ شیخ کی تعلیم و صحبت میں ناگواریاں برداشت کر تیرے اندر معرفت کے گل اور بوٹے اُگیں گے آنکھوں میں روشنی دل میں صفائی پیدا ہو جائے گی۔ خار را۔ اگر نفس کے رذائل کا کانٹا آنکھ سے نکال دو گے تو نورِ بصیرت حاصل ہو جائیگا۔

[3] قصہ۔ اس قصہ سے مولانا نے دُور بینی کے فوائد اور مرشد کی اطاعت کے فائدے سمجھائے ہیں۔ اُستر۔ خچر۔ آخر۔ چوپائے باندھنے کی جگہ۔ گریوہ۔ ٹیلہ۔

خاصہ[1] از بالایِ کُہ تا زیرِ کوہ
خصوصاً پہاڑ کے اوپر سے پہاڑ کے نیچے تک

در سر آیم ہر زمانے از شکوہ
ہر وقت خوف سے میں مُنہ کے بل گرتا ہوں

کم ہمی اُفتی تو در رُو بہرِ چیست
کیا سبب ہے؟ تو مُنہ کے بل نہیں گرتا ہے

یا مگر خود جانِ پاکت دولتیست
شاید تیری پاک جان (غیبی) مالا مال ہے

در سر آیم ہر دم و زانو زنم
میں ہر وقت سر کے بل گرتا ہوں اور گھٹنے رگڑ لیتا ہوں

پوز و زانو زاں خطا پُر خوں کنم
اُس غلطی سے تھوتھنی اور گھٹنے زخمی کر لیتا ہوں

کژ شود پالاں و رختم بر سرم
میرا پالان اور میرا بوجھ میرے سر پر اُلٹا ہو جاتا ہے

وز مُکاری ہر زماں زخمے خورم
اور گدھے والے سے میں ہر وقت پٹتا ہوں

ہمچو کم عقلے کہ از عقلِ تباہ
اُس بیوقوف کی طرح جو برباد شدہ عقل کی وجہ سے

بشکند توبہ بہر دم از گُناہ
گناہ کر کے ہر وقت توبہ توڑ دیتا ہے

سُخرۂ[2] ابلیس گردد در زمن
زمانے میں شیطان کے تابع بنتا رہتا ہے

از ضعیفی رایِ آں توبہ شکن
کمزوری کی وجہ سے اُس توبہ شکن کی رائے

در سر آید ہر زماں چوں اَسپِ لنگ
وہ لنگڑے گھوڑے کی طرح ہر وقت مُنہ کے بل گرتا ہے

کہ بُوَد بارش گران و راہ سنگ
جس پر بھاری بوجھ ہو اور سنگلاخ راستہ ہو

می خورد از غیب بر سر زخم اُو
غیب سے وہ سر پر چوٹ کھاتا ہے

از شکستِ توبہ آں اِدبار خُو
وہ منحوس توبہ کے ٹوٹنے سے

باز توبہ می کُند بارایِ سُست
پھر کمزور ارادے سے توبہ کرتا ہے

دیو یک پُف کرد توبہ را شکست
شیطان نے ایک پھونک ماری توبہ کو توڑ دیا

ضعف اندر ضعف و کبرش آنچناں
کمزوری در کمزوری اور اُس کا تکبر اس قدر

کہ بخواری بنگرد در واصلاں
کہ اولیاء کو ذلت سے دیکھتا ہے

اے[3] شُتر کہ تو مثالِ مومنی
اے اونٹ! تو مومن کی طرح ہے

کم فتی در رُو و کم بینی زنی
مُنہ کے بل نہیں گرتا ہے اور مار نہیں کھاتا ہے

تو چہ داری کہ چُنیں بے آفتی
تیرے پاس کیا ہے کہ تو ایسا بے مصیبت ہے

بے عِثاری و کم اندر رُو فتی
بغیر لغزش کے ہے اور مُنہ کے بل نہیں گرتا ہے

گفت گرچہ ہر سعادت از خدا ست
اُس نے کہا اگرچہ ہر نیک بختی اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ہے

درمیانِ ما و تو بس فرقہاست
ہم میں اور تجھ میں بہت فرق ہیں

---

[1] خاصہ۔ عام طور پر بھی گرتا ہوں لیکن پہاڑی راستہ میں تو ضرور گرتا ہوں۔ پوز۔ تھوتھنی۔ کژ شود۔ مُنہ کے بل گرتا ہوں تو بوجھ اور پالان کھسک کر سر پر آجاتا ہے پھر گدھے والا میرے ڈنڈے مارتا ہے۔ ہمچو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ توبہ شکن بے عقل کی مثال اسی گدھے کی سی ہے۔

[2] سخرہ۔ یہ توبہ شکن اپنی کمزور رائے کی وجہ سے شیطان کے تابع ہوتا ہے اور لنگڑے گھوڑے کی طرح ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرتا رہتا ہے جس پر وزن زیادہ ہو اور راستہ بھی پتھریلا ہو۔ باز۔ توبہ شکن پھر توبہ کرتا ہے اور شیطان ایک پھونک سے پھر اس کی توبہ توڑ دیتا ہے۔ ضعف۔ خود تو اس قدر کمزور ہے لیکن بزرگوں کو ذلیل سمجھتا ہے۔

[3] اے شتر۔ پھر خچر کی بات شروع کی ہے۔ خچر نے اونٹ سے کہا کہ تیری مثال مومن کی سی ہے جو نہ منہ کے بل گرے اور نہ پٹے۔ گفت۔ اگرچہ ہر سعادت اللہ کی جانب سے ہے لیکن ظاہری وجہ یہ بھی ہے کہ میرا سر بلند اور میری آنکھیں دور بین ہیں۔

سَر بُلندم من دو چشمِ من بُلند — بینشِ عالی اَمان ست از گزند

میرا سَر بلند ہے، میری دونوں آنکھیں بلند ہیں — بلندی سے دیکھنا تکلیف سے اَمن (کا سبب) ہے

از سَر کُہ من بہ بینم پایِ کوہ — ہر گوٗ[۱] و ہموارہ را من توہ توہ

میں پہاڑ کی چوٹی سے پہاڑ کی جڑ تک دیکھ لیتا ہوں — تہ بہ تہ ہر گڑھے اور ہموار کو

ہمچناں کہ دید آں صدرِ اجل — پیش کارِ خویش تا روزِ اجل

جس طرح اُس بزرگ نے دیکھ لیا — پہلے سے اپنے معاملہ کو موت کے دن تک

انچہ خواہد بُود بعدِ بست سال — داند اندر حال آں نیکو خصال

جو بات بیس سال بعد ہوگی — وہ نیک خصلت اُس کو اسی وقت جانتے تھے

حالِ خود تنہا ندید آں مُتّقی — بلکہ حالِ مغربی و مشرقی

اُس متقی نے صرف اپنا حال ہی نہیں دیکھا — بلکہ مغربی اور مشرقی کا (بھی دیکھا)

نور[۲] در چشم و دلش سازد سکن — بہرِ چہ سازد؟ پئے حُبُّ الوطن

نور، اُس کی آنکھ اور دل کو مسکن بناتا ہے — کیوں بناتا ہے؟ وطن کی محبت کی خاطر

ہمچو یوسفؑ کو بدید اوّل بخواب — کہ سُجودش کرد ماہ و آفتاب

جس طرح (حضرت) یوسفؑ کہ اُنھوں نے شروع ہی میں خواب میں دیکھ لیا تھا — کہ اُن کو چاند اور سورج نے سجدہ کیا

از پسِ دہ سال بلکہ بیشتر — انچہ یوسفؑ دیدہ بُد بر کرد سَر

دس سال کے بعد بلکہ اُس سے بھی زیادہ میں — جو کچھ یوسفؑ نے دیکھا تھا، وہ ظاہر ہوا

نیست[۳] آں یَنظُر بِنُورِ اللہ گزاف — نورِ ربّانی بُوَد گردوں شگاف

وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، لغو نہیں ہے — خدائی نور آسمان کو پھاڑنے والا ہوتا ہے

نیست اندر چشمِ تو آں نور رَو — ہستی اندر حسِ حیوانی گرو

جا، تیری آنکھ میں وہ نور نہیں ہے — تو حیوانی حِس میں پھنسا ہے

تو ز ضعفِ چشم بینی پیشِ پا — تو ضعیف و ہم ضعیفت پیشوا

تو آنکھ کی کمزوری کی وجہ سے، صرف پاؤں کے آگے دیکھتا ہے — تو کمزور ہے اور تیرا پیشوا بھی کمزور ہے

پیشوا چشم ست دست و پای را — کو بہ بیند جای را نا جای را

ہاتھ اور پاؤں کا پیشوا آنکھ ہے — کیونکہ وہ صحیح اور غلط جگہ کو دیکھتی ہے

دیگر آنکہ چشمِ من روشن تر ست — دیگر آنکہ خلقتِ من اطہر ست

علاوہ ازیں میری آنکھ زیادہ روشن ہے — علاوہ ازیں میری پیدائش پاک ہے

---

۱ گو۔ گڑھا۔ توہ توہ۔ تہ بہ تہ۔ ہمچناں۔ صدرِ اجل، بڑے صدر سے مراد بایزید بسطامی رح ہو سکتے ہیں جن کو شیخ ابوالحسن خرقانی رح کے احوال پیدائش سے قبل معلوم ہوگئے تھے یا مُطلق ولی مُراد ہے۔ انچہ خواہد بود۔ کسی ولی کا کشف نہ اختیاری ہے اور نہ تمام اشیاء سے اُس کا تعلق ہوتا ہے۔ انچہ۔ بعض مستقبل میں ہونے والے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں۔

۲ نور۔ ولی کے کشف کی وجہ یہ ہے کہ نور اُس کی آنکھ اور دل کو اپنا مسکن بنا لیتا ہے کیونکہ ولی عالَمِ غیب کا عاشق ہوتا ہے اور اُس عشق سے نور پیدا ہوتا ہے۔ ہمچو یوسفؑ۔ یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھ لیا تھا کہ چاند اور سورج آپ کو سجدہ کر رہے ہیں اور اس واقعہ کا ظہور دس سال بعد ہوا جبکہ اُن کے بھائی اُن کے سامنے سَربسجود ہوگئے۔

۳ نیست۔ ولی آنے والی بات کو اس لئے دیکھتا ہے کہ وہ نورِ خداوندی کے ذریعہ دیکھتا ہے اور نورِ خداوندی کے لئے کوئی آڑ نہیں ہو سکتی۔ تو ضعیف۔ عام انسان حِسّی آنکھ سے دیکھتا ہے جو ایک کمزور چیز ہے انسان خود بھی کمزور ہے اور اُسکا پیشوا یعنی حسی آنکھ بھی کمزور ہے لہٰذا اُس کو صرف سامنے کا اور تھوڑی دُور کا نظر آتا ہے۔ دیگر۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری آنکھ زیادہ [illegible]

ہر حلال اور پاک نسل کا ہوں تو حرامی ہے۔ خچر، خچر سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ گدھے اور گھوڑی کے میل سے پیدا ہوتا ہے۔

زانکہ ہستم من ز اولادِ حلال
کیونکہ میں حلال اولاد میں سے ہوں
نے ز اولادِ زنا و اہلِ ضلال
نہ کہ زنا اور گمراہوں کی اولاد

تو ز اولادِ زنائی بے گماں
تو یقیناً زنا کی اولاد ہے
تیر کژ پرّد چو کژ باشد کماں
تیر ٹیڑھا اُڑتا ہے جبکہ کمان ٹیڑھی ہو

تصدیق کردن اُشتر جوابہای اُشتر را و اقرار آوردن بفضلِ او
خچر کا اونٹ کے جوابوں کی تصدیق کرنا اور اپنے اوپر اُس کی بڑائی کا اقرار کرنا

بر خود و از و استعانت خواستن و بد پناہ گرفتن بصدق و نواختنِ
اور اُس سے مدد مانگنا اور سچائی سے اُس کی پناہ پکڑنا اور اونٹ کا

شتر او را و راہ نمودن و یاری دادن پدرانہ و شاہانہ
اُس کو نوازنا اور پدرانہ اور شاہانہ طریقہ پر اُس کی رہنمائی اور مدد کرنا

گفت[2] اُشتر راست گفتی اے شتر
خچر نے کہا اے اونٹ! تو نے سچ کہا
ایں بگفت و کرد چشم از اشک پُر
یہ کہا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا

ساعتے بگریست در پایش فتاد
تھوڑی دیر رویا، اُس کے پاؤں پڑا
گفت اے بگزیدہ ربُّ العباد
کہا اے بندوں کے رب کے برگزیدہ!

چہ زیاں دارد کہ از فرخندگی
کیا نقصان ہوگا کہ (اگر) برکت کی وجہ سے
در پذیری تو مرا در بندگی
تو مجھے غلامی میں قبول کرے؟

فضلِ تو بر من فزولست از شمار
تیری بزرگی بے شمار مجھ سے بڑھی ہوئی ہے
ہم ز فضلِ خود مرا معذور دار
اپنی بڑائی کی وجہ سے میرا عذر قبول کرے

گفت[3] چوں اقرار کردی پیشِ من
اُس نے کہا جب تو نے میرے سامنے اقرار کرلیا؟
رو کہ رستی تو ز آفاتِ زمن
جا تو زمانے کے مصائب سے نجات پاگیا

دادی انصاف و رہیدی از بلا
تو نے انصاف کیا اور مصیبت سے چھوٹ گیا
تو عدو بودی شدی ز اہل و لا
تو دشمن تھا دوستوں میں سے ہوگیا

خوی بد در ذاتِ تو اصلی نبود
تیری ذات میں بد عادت اصلی نہ تھی
کز بدِ اصلی نیاید جز جحود
کیونکہ اصلی بد سے صرف انکار (سرزد) ہوتا ہے

آں بدِ عاریتی باشد کہ او
وہ عارضی بد ہوتا ہے کہ جو
آرد اقرار و شود او توبہ جو
(خطا کا) اقرار کرے اور توبہ کی جستجو کرے

---

[1] تو ز اولاد۔ جب تیری ولادت ہی غلط ہے تو سارے کام غلط ہیں اگر کمان ٹیڑھی ہو تو تیر ٹیڑھا اُڑتا ہے۔

[2] گفت اشتر۔ خچر نے اونٹ کی باتوں کی تصدیق کی اور رونے لگا پھر اونٹ کے پاؤوں پر گر پڑا اور بولا کہ میری غلطی معاف کردیجئے اور اب تک اطاعت نہ کرنے میں میرا عذر قبول کرلیجئے۔

[3] گفت چوں۔ اونٹ نے خچر سے کہا اب جبکہ تو نے اپنے عیبوں کا اقرار کرلیا ہے اور مجھ سے دستگیری چاہی ہے، مصائب سے نجات پاگیا ہے خوئے بد۔ تیرے اقرار کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ عیب تیرے اندر عارضی تھے اگر اصلی ہوتے تو کبھی اقرار نہ کرتا، عارضی بد توبہ کرلیتا ہے۔

ہمچو[1] آدمؑ زلّتش عاریہ بود ۔ لاجرم اندر زماں توبہ نمود
جیسے کہ (حضرت) آدمؑ اُن کی لغزش عارضی تھی ۔ لا محالہ (اُنھوں نے) فوراً توبہ کرلی

چونکہ اصلی بود جرمِ آں بلیس ۔ رہ نبودش جانبِ توبہ نفیس
چونکہ شیطان کی خطا اصلی تھی ۔ (اسلئے) عمدہ توبہ کی طرف اُس کا راستہ نہ تھا

رَو کہ رَستی از خودی واز خوی بد ۔ وز زبانہ نار وز دندانِ دَد
جاکہ تو خودی اور بدعادت سے نجات پاگیا ۔ آگ کے شعلے اور درندوں کے دانت سے

رَو کہ اکنوں دست در دولت زدی ۔ در فگندی خود بہ بختِ سرمدی
جاکہ اب دولت تیرے ہاتھ آگئی ہے ۔ تونے اپنے آپ کو دائمی خوش نصیبی سے وابستہ کردیا ہے

اُدخُلی چوں فی عِبادی یافتی ۔ اُدخُلی فی جنّتی دریافتی
جب تونے "میرے بندوں میں داخل ہوجا" کو پالیا ۔ تونے "داخل ہوجا میری جنت میں" کو حاصل کرلیا ہے

در عبادش[2] راہ کردی خویش را ۔ رفتی اندر خلد از راہِ خفا
(جب) تونے اپنا راستہ اُس کے بندوں میں بنالیا ہے ۔ تو غیر محسوس طریقہ پر جنت میں چلا گیا ہے

اِھدِنا گفتی صِراطَ المُستقیم ۔ دستِ تو بگرفت بُردت تا نعیم
تونے ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے، کہا ۔ اُس نے تیرا ہاتھ پکڑا اور جنت میں لے گیا

نار بودی نور گشتی اے عزیز ۔ غورہ بودی گشتی انگور و مویز
اے پیارے! تو آگ تھا نور بن گیا ۔ تو کچا خوشہ تھا، انگور اور منقی بن گیا

اختر بودی شدی تو آفتاب ۔ شاد باش واللہ اعلم بالصواب
تو تارا تھا سورج بن گیا ۔ خوش رہو، اور بہتر تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے

اے ضیاء[3] الحق حسام الدیں بگیر ۔ شہدِ خویش اندر فگن در جوی شیر
اے ضیاء الحق حسام الدین! تو لے ۔ اپنا شہد دودھ کی نہر میں ملادے

تا رہد آں شیر از تغییرِ طعم ۔ یابد از بحرِ مزہ تکثیرِ طعم
تاکہ وہ دودھ، مزہ بدلنے سے محفوظ ہوجائے ۔ اور مزے کے سمندر سے مزید ذائقہ حاصل کرے

مُتصل گردد بداں بحرِ الست ۔ چونکہ شد دریا ز ہر تغییر رست
وہ "الست" کے سمندر سے مل جائے گا ۔ جب وہ دریا بن جائیگا، ہر تغیر سے بچ جائیگا

---

۱ ہمچو۔ حضرت آدمؑ کی لغزش عارضی تھی اُنھوں نے توبہ کرلی شیطان کی خطا فطری تھی اُسکو توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ رَو۔ اُٹھ نے کہا اب جبکہ تونے توبہ کرلی تو خودی اور بدعادت سے نجات پاگیا اور جہنم کے عذاب سے چھوٹ گیا۔ در دولت۔ اب تجھے خوش نصیبی کی دولت مل گئی ہے اور تونے جنت حاصل کرلی ہے۔ اُدخُلی۔ قرآنِ پاک میں ہے فَادْخُلِی فِی عِبَادِی وَادْخُلِی جَنَّتِی یعنی اے مطمئن نفس تو میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔ یعنی اللہ کے عباد اور بندوں میں داخل ہوجانا جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

۲ در عبادش۔ انسان اللہ تعالیٰ کا عبد اُس وقت بنتا ہو جبکہ اُس کی عبادت کرے اور عبادت کے ذریعہ —— —— وہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ اِھدِنا۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہو اور کہتا ہے اِھدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہمیں سیدھے راستے کی رہنمائی کردے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دستگیری فرماتا ہے اور جنت میں داخل کردیتا ہے۔ نار بودی۔ پہلے تو آگ تھا اب نور بن گیا یعنی پہلے تو ناقص تھا اب کامل بن گیا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔

۳ اے ضیاء الحق۔ مولانا فرماتے ہیں اے ضیاء الحق تم علوم ومعارف میں اپنا شہد ملادو تاکہ اُس میں تغیر نہ آسکے اور وہ اور مزیدار ہوجائیں۔ متصل گردد۔ آپ کی تعلیم سے وہ ناقص وجود کامل سے مل جائے گا جب وجودِ کل میں داخل ہوجائے گا تو اُس کو بقا اور دوام حاصل ہوجائے گا۔

مُنفذے یابد دراں بحرِ عسَل[1] — آفتے را نبوَد اندر وے عمَل

اِس شہد کے دریا میں راستہ پالے گا — اُس میں کسی آفت کا عمل نہ ہو سکے گا

غُرّہ کُن شیروار اے شیرِ حق — تا رَوَد آں غُرّہ بَر ہفتم طَبَق

اے اللہ کے شیر! شیر کی طرح غُرّا — تاکہ وہ ڈَڈوک ساتویں آسمان پر پہنچے

چہ خبر جانِ مَلولِ سِیر را — کے شناسد مُوش غُرّہ شیر را

کاہل شست کی جان کو کیا خبر؟ — چوہا شیر کی ڈَڈوک کو کہاں پہچانتا ہے؟

بَر نویس اَحوالِ خود باآبِ زر — بہرِ ہر دریا دلے نیکو گہر

اپنے احوال سونے کے پانی سے لکھ دے — ہر دریا دل نیک فطرت کے لئے

آبِ نیل ست ایں حدیثِ جاں فزا — یا رَبش دَر چشمِ قبطی خوں نما

یہ روح کو بڑھانے والی بات دریائے نیل کا پانی ہے — اے خدا اُسے قبطی کی نظر میں خون بنادے

لابہ[2] کردن قبطی مر سبطی را کہ یک ظرف بہ نیّتِ خویش از نیل پُر

ایک قبطی کی سبطی کی خوشامد کرنا کہ ایک برتن اپنی نیت سے دریائے نیل سے بھر دے

کن و بر لبِ من نہ تا بخورم بحقِ دوستی و برادری اُسبُوکہ شماں

اور دوستی اور بھائی بندی کی بناپر میرے مُنہ سے لگادے تاکہ میں پی لوں وہ

سبطیاں بہرِ خود پُر می کنید از نیل آبِ صاف ست و سبُو

ٹھلیا کہ تم سبطی دریائے نیل سے اپنے لئے بھرتے ہو صاف پانی ہے اور وہ ٹھلیا

کہ ما قبطیاں پُر می کنیم خونِ صاف ست

کہ ہم قبطی بھرتے ہیں بالکل خون ہے۔

من شُنیدم کہ دَر آمد قبطیے — از عطش اندر وُثاقِ سبطیے

میں نے سُنا ہے کہ ایک قبطی آیا — پیاس کی وجہ سے ایک سبطی کے گھر

گفت ہستم یار و خویشاوندِ تو — گشتہ اَم امروز حاجتمندِ تو

کہنے لگا کہ میں تیرا دوست اور رشتہ دار ہوں — میں آج تیرا محتاج ہوں

زانکہ[3] موسیٰؑ جادوئی کرد و فسوں — تا کہ آبِ نیل مارا کرد خوں

کیونکہ موسیٰؑ نے جادو ٹونا کر دیا ہے — یہاں تک کہ اُس نے ہمارے لئے (دریائے) نیل کو خون بنا دیا ہے

سبطیاں زاں آبِ صافی می خورند — پیشِ قبطی خوں شُد آب از چشم بند

سبطی اُسی سے صاف پانی پیتے ہیں — نظر بندی کی وجہ سے قبطی کیلئے خون بن گیا ہے

[1] عسل۔ شہد کا خاصہ ہے کہ اُس کے اندر کی چیز تغیر پذیر نہیں ہوتی ہے۔ غُرّہ کُن۔ اے ضیاء الحق آپ اللہ تعالٰی کے شیر ہیں شیروں کی طرح غُرّایئے اور حقائق کو بیان کیجئے۔ چہ خبر۔ جو حقائق کے پیاسے نہیں ہیں وہ آپ کے معارف سے واقف نہیں ہیں۔ کے شناسد۔ چوہا شیر کی ڈَڈوک کو نہیں سمجھتا ہے بڑھیا جانور اُس کو سمجھتے ہیں۔ بر نویس۔ اپنے اَحوال بشکل مثنوی لکھ ڈالیئے۔ ایں حدیث۔ یعنی ضیاء الحق کے اَحوال دریائے نیل کی طرح ہیں جو سبطیوں کے سیرابی کا ذریعہ تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔

[2] لابہ کردن۔ مولانا دریائے نیل کے خون بن جانے کا قصہ ذکر کرتے ہیں۔ قبطی یعنی فرعون کے ماننے والے۔ سبطی یعنی حضرت موسیٰؑ کے پیرو۔ عطش۔ پیاس۔ وُثاق۔ گھر۔ خویشاوند۔ رشتہ دار۔

[3] زانکہ۔ ضرورت یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جادو کے ذریعہ ہمارے لئے نیل کے پانی کو خون بنا دیا ہے اسی دریا سے سبطی پانی پی رہے ہیں اور ہمارے لئے خون بن گیا ہے۔

قبطیاں نک می مُرند از تشنگی
اب قبطی پیاس سے مر رہے ہیں
[۱] از پئے اِدبارِ خود یا بدرگی
اپنی نحوست یا بدفطرتی کی وجہ سے

بہرِ خود یک طاس را پُر آب کُن
ایک طشلا اپنے لئے پانی سے بھرلے
تا خورَد از آبت ایں یارِ کہن
تاکہ تیرے پانی میں سے یہ پُرانا دوست پی لے

چوں برائے خود کنی ایں طاس پُر
جب تو یہ طشلا اپنے لئے بھرے گا
خوں نباشد آب باشد پاک و حُر
وہ خون نہ ہوگا، پاک صاف پانی ہوگا

من طُفیلِ تو بنوشم آب ہَم
میں بھی تیرے طفیل میں پانی پی لوں گا
کہ طفیلی دَر تبع بجہد ز غَم
کیونکہ طفیلی تابع بن کر غم سے چھوٹ جاتا ہے

[۲] گفت اے جانِ جہاں خدمت کُنم
اُس نے کہا اے جانِ جہاں! میں خدمت کروں گا
پاس دارم اے دو چشمِ روشنم
اے میری دونوں آنکھوں کی روشنی! میں لحاظ برتوں گا

بَر مُرادِ تو رَوم شادی کُنم
تیری مُراد پوری کروں گا، خوش ہوں گا
بندۂ تو باشم و آزادی کُنم
تیرا غلام بنوں گا اور آزادی سمجھوں گا

طاس را از نیل اُو پر آب کرد
اُس نے طشلے کو نیل میں سے پانی سے بھرا
بَر دہاں بنہاد و نیمے را بخورد
مُنھ پر رکھا اور آدھا پیا

طاس را کژ کرد سُوئے آب خواہ
طشلے کو پانی چاہنے والے کی طرف جُھکایا
کہ بخور تو ہم شدُ آں خونِ سیاہ
کہ تو بھی پی لے، وہ کالا خون بن گیا

باز ازیں سُو کرد کژ خوں آب شُد
پھر اُس طرف جھکایا، خون پانی بن گیا
قبطی اندر خشم و اندر تاب شُد
قبطی غصہ اور پیچ و تاب میں پڑ گیا

[۳] ساعتے بنشست تا خشمش برفت
تھوڑی دیر بیٹھا رہا یہاں تک کہ اُس کا غصہ جاتا رہا
بعد ازاں گفتش کہ اے صمصامِ زفت
اُس کے بعد اُس سے کہا اے بھاری تلوار!

اے برادر ایں گرہ را چارہ چیست
اے بھائی! اِس عقدہ کا کیا حل ہے؟
گفت ایں را آں خورَد کو مُتقی ست
اُس نے کہا اُس کو وہ پیتا ہے جو پرہیزگار ہے

مُتقی آنست کو بیزار شُد
پرہیزگار وہ ہے جو بیزار ہوا
از رہِ فرعون و موسیٰؑ وار شُد
فرعون کے راستہ سے، اور موسیٰؑ جیسا بن گیا

قومِ موسیٰؑ شو بخور ایں آب را
موسیٰؑ کی قوم بن جا، یہ پانی پی لے
صُلح کُن با مَہ ببیں مہتاب را
چاند سے صلح کر لے، چاندنی دیکھ لے

---

[۱] از پئے۔ یہ خون تمہاری بدنصیبی یا بقول حضرت موسیٰؑ بدفطرتی ہے۔ بہرِ خود۔ تو یہ کر کہ اپنے لئے پانی بھر لے میں بھی اُس میں سے پی لوں گا تو اپنے لئے بھریگا تو وہ پانی پاک صاف رہے گا خون نہ بنے گا۔ من طفیلِ تو۔ میں تیرا طفیلی بن کر پانی پی لوں گا طفیلی ہر قسم کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے۔

[۲] گفت۔ اُس سبطی نے کہا میں تیری فرمائش پوری کر کے خوشی محسوس کروں گا۔ طاس۔ اُس سبطی نے طشلا نیل کے پانی سے بھرا اور آدھا خود پی گیا۔ طاس۔ خود پانی پی کر سبطی نے طشلا قبطی کی طرف جُھکایا تو اُس طشلے میں پانی کی بجائے کالا خون تھا پھر اُس سبطی نے اپنی طرف کو جُھکایا تو وہ خون پانی بن گیا اُس واقعہ سے قبطی کو بہت غصہ آیا۔

[۳] ساعتے۔ وہ قبطی تھوڑی دیر غصہ میں بیٹھا رہا پھر اُس نے سبطی سے کہا کہ یہ گرہ کیسے کھلے۔ گفت سبطی نے کہا یہ پانی مُتقی پی سکتا ہے۔ مُتقی۔ مُتقی وہ ہے جو فرعون سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰؑ کی بات مان لے۔ قوم۔ تو موسیٰؑ کی اُمت میں داخل ہو کر مُتقی بنجا۔ پانی پی لے گا۔

صد^۱ ہزاراں ظلمت است از خشمِ تو
لاکھوں اندھیریاں ہیں تیرے غصہ کی وجہ سے

بر عباد اللہ اندر چشمِ تو
اللہ (تعالیٰ) کے بندوں پر، تیری آنکھ میں

خشم بنشاں چشم بکشا شاد شو
غصہ فرو کر، آنکھ کھول، خوش ہو جا

عبرت از یاراں بگیر اُستاد شو
دوستوں سے عبرت پکڑ، اُستاد بن جا

کے طفیل من شوی در اغتراف
پانی پینے میں تو میرا طفیلی کب ہو سکتا ہے؟

چوں ترا کفریست ہمچوں کوہِ قاف
جبکہ تیرا کفر کوہِ قاف کی طرح ہے

کوہ^۲ در سوراخِ سوزن کے رود
پہاڑ، سوئی کے ناکوے میں کہاں گھس سکتا ہے؟

جز مگر آں کوہ برگِ کہ شود
سوائے اس کے کہ پہاڑ گھاس کا تنکا بن جائے

کوہ را کہ کُن باستغفارِ خوش
عمدہ توبہ سے پہاڑ کو تنکا بنا لے

جامِ مغفوراں بگیر و خوش بکش
بخشے ہوؤں کا جام لے اور اچھی طرح پی

تو بدیں تزویر چوں نوشی ازاں
تو اس دھوکے بازی سے اُسکو کیسے پی سکتا ہے؟

چوں حرامش کرد حق بر کافراں
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے اُسکو کافروں پر حرام کر دیا ہے

خالقِ تزویر تزویرِ ترا
چالبازی کا خالق تیری چالبازی

کے خرد اے مُفتری مُفترَیٰ
میں کب آسکتا ہے اے جھوٹوں کے جھوٹے!

آلِ موسیٰ شو کہ حیلت سود نیست
موسیٰؑ کی اُمت بن کیونکہ چالبازی کا فائدہ نہیں ہے

حیلہ ات بادِ تہی پیمود نیست
تیری چالبازی خالی ہوا کو ناپنا ہیں

زَہرہ^۳ دارد آب کز امرِ صمد
پانی کا پتہ ہے، کہ خدا کے حکم سے

گرد دوبا کافراں آبی کُند
رُو گردانی کرے اور کافروں کیلئے پانی کا کام کرے؟

یا تو پنداری کہ توناں می خوری
یا تو سمجھتا ہے کہ تو روٹی کھاتا ہے؟

زہرِ مار و کاہشِ جاں می خوری
سانپ کا زہر اور جان کا گھٹاؤ کھا رہا ہے

ناں کجا اصلاحِ آں جانے کُند
روٹی اُس جان کی اصلاح کہاں کرتی ہے؟

کو دل از فرمانِ ناں دِہ بر کند
جو روٹی دینے والے کے حکم سے دل اُکھاڑ لے؟

یا تو پنداری کہ حرفِ مثنوی
یا تو سمجھتا ہے کہ مثنوی کے حروف

چوں بخوانی رائگانش بشنوی
جب تو بیکار کر کے پڑھے گا، سمجھ سکیگا؟

یا کلامِ حکمت و سرّ نہاں
یا دانائی کا کلام اور پوشیدہ راز

اندر آید سہل در گوشِ کہاں
آسانی سے ناقصوں کے کان میں آجائیگا

---

۱ صد ہزاراں۔ چونکہ خدا کے مقبول بندوں پر تجھے غصہ آتا ہے لہٰذا تیری آنکھوں پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ یاراں۔ یعنی سبطی قوم۔ اغتراف۔ چلو سے پانی پینا۔ کوہ قاف یعنی عظیم۔

۲ کوہ۔ تیرے پہاڑ جیسے کفر کے ہوتے ہوئے نیل کا پانی پینا ایسا ہی ہے جیسا کہ سوئی کے ناکوے میں پہاڑ کو داخل کیا جائے۔ کہ کُن۔ اپنے کفر کے پہاڑ کو توبہ کے ذریعہ گھاس کا تنکا بنا دے پھر سبطیوں کا جام لے کر خوب پانی پی لے۔ تزویر۔ ملمع سازی، چالبازی۔ مُفتری۔ اسم فاعل ہے جھوٹ بولنے والا۔ مُفترَیٰ۔ اسم مفعول ہے جھوٹ۔ آلِ موسیٰ یعنی موسیٰؑ کی اُمت۔ حیلت۔ یعنی یہ تدبیر کریں اپنے لئے پانی بھروں اور تو اُس میں سے پی لے۔

۳ زَہرہ۔ اللہ تعالیٰ نے جب پانی کو یہ حکم دیدیا ہے کہ وہ قبطی کے لئے خون بنے تو وہ نافرمانی نہیں کر سکتا۔ یا تو پنداری۔ کافر کے لئے روٹی بھی جس کا کام روح کی تقویت ہے اپنا کام نہیں کرتی ہو بلکہ اُلٹا اثر دکھاتی ہے۔ یا تو۔ اگر مثنوی جیسی کتاب کو بھی بیکار سمجھ کر پڑھے گا تو اُس سے نصیحت اندوز نہ ہو سکیگا۔ کلامِ حکمت۔ کیسی ہی دانائی کی

بات ہو مگر ناقص انسان کے کان تک نہیں پہنچتی جب تک اُس کی کیا تعلیم، کم ہو۔

اندر[1] آید لیک چوں افسانہا — پوست بنماید نہ مغز و دانہا

اندر آتا ہے لیکن افسانوں کی طرح — چھلکا نظر آتا ہے، نہ مغز اور دانے

در سر و رُو در کشیدہ چادرے — رُو نہاں کردہ ز چشمت دلبرے

سر اور منھ پر چادر تانے ہوئے — دلبر نے تیری آنکھ سے منھ چھپا رکھا ہے

شاہنامہ یا کلیلہ پیشِ تو — ہمچناں باشد کہ قرآں از عتو

شاہنامہ یا کلیلہ تیرے لئے — ایسا ہی ہے جیسے کہ قرآن، سرکشی کی وجہ سے

فرق[2] آنگہ باشد از حق و مجاز — کِہ کند کحلِ عنایت چشم باز

حقیقت اور مجاز میں فرق تب ہوتا ہے — کہ مہربانی کا سُرمہ تیری آنکھ کھول دے

ورنہ پُشک و مُشک پیشِ اَخشمے — ہر دو یکسانست چوں نبود شمے

ورنہ بیکار ناک والے کے لئے مینگنی اور مُشک — جبکہ سونگھنے کی طاقت نہیں ہو دونوں یکساں ہیں

خویشتن مشغول کردن از ملال — باشدش قصد از کلامِ ذوالجلال

تمکن سے اپنے آپ کو بے نیاز کرنا — اللہ (تعالیٰ) کے کلام سے اُس کا مقصد ہوتا ہے

کآتشِ وسواس را و غصہ را — زاں سخن بنشاند و سازد دوا

کہ وسوسوں اور رنج کی آگ کو — اُس کلام سے بُجھائے اور علاج کرے

بہرِ[3] ایں مقدارِ آتش شاندن — آبِ پاک و بول یکساں شد بفن

آگ کی اِس مقدار کو بُجھانے کے لئے — پاک پانی اور پیشاب تدبیر سے یکساں ہو گئے

آتشِ وسواس را ایں بول و آب — ہر دو بنشانند ہمچوں خمر و خواب

وسوسوں کی آگ کو یہ پیشاب اور پانی — دونوں بُجھاتے ہیں شراب اور نیند کی طرح

لیک اگر واقف شوی زیں آبِ پاک — کہ کلامِ ایزدست و رُوحناک

لیکن اگر تو اِس پاک پانی سے واقف ہو جائے — کہ وہ خدا کا کلام ہے اور روح پرور ہے

نیست گردد وسوسہ کلّی ز جاں — دل بیابد رہ بسُوی گلستاں

وسوسہ بالکلیہ جان سے معدوم ہو جائے — (اور) دل گلستاں کا راستہ پالے

زانکہ در باغے و در جُوئے پرد — ہر کہ از سِرِّ صُحف بُوئے برد

کیونکہ باغ اور نہر میں اُڑنے لگتا ہے — جو صحیفوں کے راز کا پتہ لگا لیتا ہے

---

۱ اندر۔ وہ محض اُس کو افسانہ سمجھے گا اُس کے مغز اور گودے تک نہ پہنچ سکے گا۔ دوسرا اُس شخص کے لئے مغز کی یہ حالت ہوگی جیسے کوئی معشوق سر اور منھ پر چادر تانے لیٹا ہو تو ظاہر میں اُس کے حُسن کو نہ دیکھ سکے گا۔ شاہنامہ۔ یعنی فردوسی کا شاہنامہ۔ کلیلہ۔ یعنی قصّے کہانیوں کی مشہور کتاب کلیلہ دمنہ۔ عُتو۔ مُنکر اپنے تکبر کی وجہ سے اِن سب چیزوں کو یکساں سمجھتا ہے۔

۲ فرق۔ حقیقت اور مجاز کو انسان جب سمجھتا ہے جب اُس کو بصیرت حاصل ہو۔ اَخشم۔ وہ انسان جس کی ناک میں سونگھنے کی حِس نہ ہو۔ شم۔ سونگھنا۔ خویشتن۔ محض جی بہلانے کے لئے قرآن کی تلاوت کرنا قرآنی حقائق کو محروم رکھتا ہے۔ کآتش۔ انسان اگر محض دل کی پریشانی اور رنج کو دور کرنے کے لئے قرآن پڑھے تو اُس کے حقائق سے غافل رہتا ہے۔

۳ بہرِ ایں۔ محض وقت کاٹنے کے لئے تو قرآن اور افسانہ یکساں کام کرتا ہے۔ آبِ پاک۔ یعنی قرآن۔ بول۔ یعنی افسانہ۔ خمر و خواب۔ نیند اور شراب دونوں سوچوں اور دل کے خیالات کو رفع کرتے ہیں لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیک اگر کوئی شخص قرآن پاک کو کلام اللہ اور روحانی کلام سمجھ کر پڑھے تو دل کے وسوسے بالکلیہ زائل ہو جائیں اور دل کو باغِ جنّت کا راستہ مل جائے۔ زانکہ۔ جو شخص قرآن کے حقائق سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ جنّت کے باغات اور نہروں کی سیر کرتا ہے۔ صُحف۔ صحیفہ کی جمع ہے، آسمانی کتاب۔

یا[1] تو پنداری کہ رُوئے اولیا | آنچنانکہ ہست می بینیم ما
یا تو یہ خیال کرتا ہے کہ اولیاء کا چہرہ | جیسا کہ (واقعی) ہے ہم دیکھتے ہیں

در تعجّب ماندہ پیغمبر ازاں | چوں نمی بینند رُویم مُومناں
پیغمبر اِس سے تعجب میں تھے | کہ ایمان لانیوالے میرا چہرہ کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟

چوں نمی بینند نورِ رُوم خَلق | کہ سَبَق بُردست بر خورشیدِ شرق
لوگ میرے چہرے کا نور کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟ | جبکہ وہ مشرق کے سورج سے بازی لے گیا ہے

ور ہمی بینند ایں حیرت چراست | تا کہ وحی آمد کہ آں رُو در خِفاست
اگر دیکھتے ہیں، تو یہ حیرت کیوں ہے؟ | یہاں تک کہ وحی آئی کہ وہ چہرہ پوشیدہ ہے

سُوئے[2] تو ماہ است و سُوئے خلق ابر | تا نہ بینند رائگاں رُوئے تو گبر
آپ کی جانب چاند ہے اور مخلوق کیجانب ابر ہے | تاکہ آپ کے چہرے کو کافر بے فائدہ نہ دیکھے

سُوئے تو دانہ است و سُوئے خَلق دام | تا ننوشد زیں شرابِ خاص عام
آپ کی جانب دانہ ہے، مخلوق کیجانب جال | تاکہ اِس خاص شراب کو عوام نہ پئیں

گفت یزداں کہ تَرَاھُمْ یَنْظُرُوْنَ | نقشِ حمّام اند ھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ
خدا نے فرمایا کہ تو اُنکے بارے میں خیال کرتا ہے کہ وہ دیکھتے ہیں | وہ تو حمّام کی تصویر ہیں، وہ نہیں دیکھتے ہیں

می نماید صورت اے صورت پرست | کاں دو چشمِ مُردہ اُو ناظِر است
اے صورت پرست! صورت ظاہر کرتی ہے | کہ اُس کی دو مُردہ آنکھیں دیکھنے والی ہیں

پیشِ[3] چشمِ نقش می آری ادب | کہ چرا پاسم نمی دارد عجب
تصویر کی آنکھ کے سامنے تو ادب بجالاتا ہے | تعجب ہے وہ میرا لحاظ کیوں نہیں کرتی ہے؟

از چہ بس بے پا سُخست ایں نقشِ نیک | کہ نمی گوید سلامم را علیک
یہ بھلی تصویر کیوں خاموش ہے | کہ میرے سلام پر علیک نہیں کہتی ہے

می نجنباند سر و سَبلت زجُود | پاس آنکہ کردمش من صد سجود
مہربانی سے وہ سر اور مونچھ کیوں نہیں ہلاتی ہے | اِس لحاظ سے کہ میں نے اسکو سو سجدے کئے ہیں

حق اگرچہ سر نجنباند بروں | پاسِ آں ذوقے دہد در اندروں
اللہ تعالیٰ اگرچہ ظاہر میں سر نہیں ہلاتا ہے | اُنکے لحاظ سے باطن میں چاشنی عطا فرما دیتا ہے

کچھ خیال نہیں کرتا۔ از چہ۔ یہ بُت دیکھ رہا ہے لیکن مجھ کو جواب نہیں دیتا میرے سلام کا بھی جواب نہیں دیتا۔ علیک۔ یعنی وعلیکم السلام نہیں کہتا ہے۔ می نجنباند۔ میرے سجدوں کے جواب میں اگر زبان سے نہیں بولتا تو کم از کم سر کی جنبش سے ہی جواب دیدے۔ حق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ بھی کسی کے سجدوں کا نہ جواب دیتا ہے نہ سر ہلاتا ہے

[1] یا تو۔ جس طرح عوام قرآن کی حقیقت تک نہیں پہنچے اِسی طرح وہ نبیؐ کے چہرے کی حقیقت سے باخبر نہیں ہوتے ہیں۔ در تعجب۔ آنحضورؐ کو تعجب ہوتا تھا کہ یہ منکر لوگ میرے چہرے کے نور کو جو کہ مشرق کے سورج سے زیادہ مُنوّر ہے کیوں نہیں دیکھتے ہیں اور میری تعلیمات پر کیوں حیران ہوتے ہیں اِس پر آنحضورؐ کو بتایا گیا کہ آپ کے چہرے کا چاند اُنسے پوشیدہ ہے۔

[2] سُوئے تو۔ آپ کے چہرۂ انور کی مثال بدلی کے چاند کی طرح ہے آپکی جانب وہ چاند ہے اور منکرین کی جانب اُس پر بدلی چھائی ہوئی ہے اور یہ اِس لئے ہے کہ جب وہ اُس سے فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتے تو اُن کو دیدار سے محروم کر دیا گیا ہے۔ گفت۔ قرآن میں بُتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ بظاہر دیکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ دیکھ نہیں رہے ہیں یہی حال منکرین کا ہے۔ می نماید۔ بُت پرست بُت کی آنکھوں میں روشنی سمجھتا ہے جو واقعہ کے خلاف ہے۔

[3] پیشِ چشم۔ بُت پرست اسکی آنکھ کے سامنے اس کی تعظیم بجا لاتا ہے پھر تعجب کرتا ہے کہ اِس قدر تعظیم کرنے کے باوجود یہ بُت میرا

کہ دو صد جنبیدنِ سر ارزد آں ... سر چنیں جنباند آخر عقل و جاں

کہ دو سو سر ہلانا اُس کی قیمت ہے ... عقل اور جان اِس طرح سر ہلاتی ہے

عقل را خدمت کُنی در اجتہاد ... پاسِ عقل آنست کافزاید رشاد

تو کوشش سے عقل کی خدمت کرتا ہے ... عقل کا لحاظ یہ ہے کہ وہ ہدایت بڑھا دیتی ہو

حق نجنباند بظاہر سر ترا ... لیک سازد بر سراں سرور ترا

اللہ (تعالیٰ) بظاہر تیرے لئے سر نہیں ہلاتا ہے ... لیکن تجھے سرداروں کا سردار بنا دیتا ہے

مر ترا[۱] چیزے دہد یزداں نہاں ... کہ سجودِ تو کنند اہلِ جہاں

خدا تجھے مخفی طور پر ایسی چیز عطا کر دیتا ہے ... کہ دنیا والے تجھے سجدے کرتے ہیں

آنچناں کہ داد سنگے را ہنر ... تا عزیزِ خلق شد یعنی کہ زر

جیسا کہ اُس نے پتھر کو وہ ہُنر عطا کر دیا ... کہ وہ لوگوں کا پیارا ہو گیا یعنی سونا

قطرۂ[۲] آبے بیابد لطفِ حق ... گوہرے گردد برد از زر سبق

پانی کا قطرہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایت پا جاتا ہے ... موتی بنجاتا ہے، سونے سے بازی لے جاتا ہے

جسم خاک ست و چو حق تابیش داد ... در جہانگیری چو مہ شد اُوستاد

وہ خاکی جسم ہے اور جب خدا نے اُسمیں چمک دیدی ... دنیا کو فتح کرنے میں چاند کی طرح اُستاد ہو گیا

ہیں طلسم ست این و نقشِ مُردہ است ... احمقاں را چشمش از رہ بُردہ است

خبردار! یہ طلسم ہے اور مُردہ تصویر ہے ... اُسکی آنکھوں نے بیوقوفوں کو راستہ سے ہٹا دیا ہے

می نماید اُو کہ چشمے می زند ... ابلہاں سازیدہ اند آں را سند

وہ نظر آتا ہے، کہ پلک جھپکا رہا ہے ... بیوقوفوں نے اُس کو دلیل بنایا ہے

[۳] درخواستنِ قبطی دُعای خیر و ہدایت از سبطی و دُعا کردنِ سبطی

قبطی کا سبطی سے دُعائے خیر اور راہنمائی کی درخواست کرنا اور سبطی کا قبطی کے لئے

قبطی را بخیر و مُستجاب شدنِ آں دُعا از اکرم الاکرمین حق تعالیٰ

دعائے خیر کرنا اور اکرم الاکرمین حق تعالیٰ کی جانب سے اُس دعا کا مقبول ہونا

گفت قبطی تو دُعای کُن کہ من ... از سیاہی دل ندارم آں دہن

قبطی نے کہا تو دعا کر دے کیوں کہ میں ... دل کی سیاہی کی وجہ سے وہ مُنہ نہیں رکھتا ہوں

تا بُود کہ قفلِ ایں دل وا شود ... زشت را در بزمِ خوباں جا شود

ہو سکتا ہے کہ اِس دل کا قُفل کھل جائے ... بدصورت کی حسینوں کی محفل میں جگہ ہو جائے

---

[۱] مرترا - اپنے پوجنے والے کو خدا وہ مرتبہ عنایت فرما دیتا ہے کہ دنیا والے اُس کے سامنے سر بسجود ہوتے ہیں۔ آنچناں - عبادتگذار کو خدا ایسا ہی کُندن بنا دیتا ہے جس طرح پتھر کو سونا بنا دیتا ہے، سونا پتھر کی رگوں میں پیدا ہوتا ہے۔

[۲] قطرہ - اللہ تعالیٰ ماہ نیساں کے ابر کے ایک قطرہ کو موتی بنا دیتا ہے جو سونے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ جسم خاک - ہو سکتا ہے کہ یہ شعر بھی موتی سے متعلق ہو نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اِس شعر میں مومن کی کیفیت بیان کی ہو۔ ہیں - یہ پھر بُت اور بُت پرستوں کا بیان ہے۔ می نماید - بُت تراشی کے یہ کمالات تھے کہ بُت کی چشم و ابرو پر مختلف تاثرات نظر آتے تھے جیسا کہ ایلورا اور اجنتا کے بُتوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

[۳] درخواستن - قبطی نے سبطی سے کہا کہ میرے لئے ہدایت کی دعا کر دے اُس نے دعا کی اور وہ قبول ہو گئی۔ از سیاہی - چونکہ میرا دل سیاہ ہے تو میرا مُنہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تا بُود - ہو سکتا ہے کہ تیری دعا سے میرے دل کی گرہ کُھل جائے۔

از تو[1] مسخے صاحبِ خوبی شود — یا بلیسے باز کروبی شود

تیری (دعا کی وجہ) سے مسخ شدہ خوبی والا بن جائے — یا شیطان پھر فرشتہ بن جائے

یا بفرِ دستِ مریمؑ بوی مُشک — یابد و تری و میوہ شاخِ خشک

یا (حضرت) مریم کے (جیسے) ہاتھ سے مُشک کی خوشبو — اور تری اور میوہ خشک شاخ حاصل کر سکتی ہے

سبطی آں دم در سجود اُفتاد و گفت — کاے خدای عالمِ جہر و نہفت

سبطی اُس وقت سجدے میں گر گیا اور کہا — کہ اے غیب اور شہادت کے جاننے والے خدا!

سبطی و قبطی ہمہ بندہ تواند — عاجزِ امرِ تو اند و مُستمند

سبطی اور قبطی سب تیرے بندے ہیں — تیرے حکم کے سامنے عاجز اور محتاج ہیں

جز تو[2] پیشِ کہ برآرد بندہ دست — ہم دعا و ہم اجابت از تو است

تیرے سوا بندہ کس کے سامنے ہاتھ اٹھائے؟ — دعا بھی تیری جانب سے ہے اور قبول کرنا بھی (تیری جانب سے)

ہم ز اوّل تو دہی میلِ دُعا — تو دہی آخر دُعا ہا را جزا

ابتداءً تو ہی دعا کی طرف متوجہ کرتا ہے — بالآخر تو ہی دعاؤں کا بدلہ عطا کرتا ہے

اوّل و آخر توئی ما در میاں — ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیاں

اوّل و آخر تو ہی ہے، ہم درمیان میں — ایسے ناچیز ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا

اِینچنیں می گفت تا اُفتاد طشت — از سرِ بام و دلش بیہوش گشت

وہ یہ کہہ رہا تھا یہاں تک کہ سورج گر پڑا — بالاخانہ پر سے اور اس کا دل بے ہوش ہوگیا

باز آمد اُو بہوش اندر دُعا — لَیسَ لِلاِنسانِ اِلّا مَا سَعیٰ

پھر وہ ہوش میں آکر دعا میں مصروف ہوگیا — نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہی جسکی اُسنے کوشش کی

در دُعا[3] بُود اُو و ناگہ نعرۂ — از دلِ قبطی بجست و غرّۂ

وہ دعا میں مصروف تھا یہانتک کہ ایک نعرہ — اور شور قبطی کے دل سے نکلا

کہ ہلا بشتاب و ایماں عرضہ کُن — تا ببرّم زود زُنّارِ کُہن

کہ آگاہ! جلدی کر اور ایمان پیش کر — تاکہ پُرانا زنار، جلد کاٹ دوں

آتشے در جانِ من انداختند — مر بلیسے را بجاں بنواختند

انھوں نے میری جان میں آگ لگا دی ہے — (مجھ) شیطان کو جان سے نوازا

دوستیِ تو ز حُبِّ ناشگفت — حمدُ لِلّٰہ عاقبت دستم گرفت

تیری دوستی نے محبت کے ناشگفتہ (غنچہ) ہے — الحمدُ للّٰہ انجام کار میری دستگیری کی

[1] از تو۔ قبطی نے اپنے آپکو مسخ شدہ انسان اور شیطان سے تعبیر کیا ہے۔ یا بفر۔ سبطی کے ہاتھ کو حضرت مریمؑ کا ہاتھ قرار دیا جس کی برکت سے خشک کھجور پھلدار ہوگئی تھی اور قبطی نے اپنے آپ کو کھجور کا خشک درخت قرار دیا۔ سبطی۔ سبطی قبطی کی درخواست پر سر بسجود ہوگیا اور دعائیں کرنے لگا۔ مستمند۔ محتاج، ضرورتمند۔

[2] جز تو۔ خدا کا بندہ خدا کے سامنے دستِ دُعا دراز کر سکتا ہے دعا کی توفیق اور دعا کی قبولیت اللہ ہی دیتا ہے

نہ کسی می دہاند نہ کس می دہد
خدا می دہاند خدا می دہد

اُفتاد طشت۔ یہ محاورہ راز فاش ہونے کے معنیٰ میں ہے مولانا نے یہاں سورج غروب ہوجانے کے معنیٰ میں استعمال فرمایا ہے۔ لیس یعنی انسان کی کوشش کامیاب ہوتی ہے، سبطی کی دُعا قبول ہوگئی۔

[3] در دُعا۔ سبطی تو دُعا میں مصروف تھا اُس کی... قبولیت کا اثر یہ ہوا کہ قبطی نعرے مارنے لگا اور سبطی سے بولا کہ جلد ایمان پیش کر تاکہ میں مومن بنوں اور کفر کا زنار کاٹ پھینکوں۔ بلیسے۔ یعنی مجھ شیطان صفت کو کارکنانِ قضا و قدر نے ایمان سے نواز دیا ہے۔ دوستی۔ تیری ابتدا ہی سے تو نے میری دستگیری کی۔

کیمیا[1] ای بُود صُحبتہای تو — کم مباد از خانۂ دل پای تو
تیری صحبتیں کیمیا تھیں — خدا کرے دل کے گھر سے تیرا قدم نہ نکلے

تو یکے شاخے بُدی از نخلِ خُلد — چوں گرفتم اُو مرا تا خُلد بُرد
تو جنت کی کھجور کی ایک شاخ تھا — جب میں نے اُسکو پکڑ لیا وہ مجھے جنت میں لے گئی

سَیل بُود آنکہ تنم را دَر رُبود — بُرد سَیلم تا لبِ دریای جُود
بہاؤ تھا، جو میرے جسم کو بہا لے گیا — مجھے بہاؤ سخاوت کے دریا کے کنارے لے گیا

من بہُوی آب رفتم سُوی سَیل — بحر دیدم دَر گرفتم کَیل کَیل
میں پانی کی تمنا میں بہاؤ کی جانب گیا — میں نے سمندر دیکھ لیا، میں نے پیمانے بھر لئے

طاس[2] آورد ش کہ اکنوں آبگیر — گفت رَوشُد آبہا پیشم حقیر
وہ (سبطی)، اُس کے پاس طشلا لایا کہ اب پانی لے — اُس نے کہا جا پانی میرے لئے حقیر ہو گئے ہیں

شربتے خوردم ز اَللهُ اِشتَریٰ — تا بہ محشر تشنگی نابد مرا
میں نے "اللہ نے خرید لیا" کا شربت پی لیا ہے — قیامت تک مجھے پیاس نہ لگے گی

آنکہ جُوی و چشمہا را آب داد — چشمہ اندر درونِ من کُشاد
وہ ذات جس نے نہروں اور چشموں کو پانی عنایت کیا ہے — اُس نے میرے دل کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ایں جگر کہ بُود گرم و آب خوار — گشت پیشِ ہمتِ اُو آب خوار
یہ جگر جو گرم اور پیاسا تھا — اُس کی ہمت کے آگے پانی حقیر ہو گیا

کاف[3] کافی آمدہ بہرِ عباد — صدقِ وعدہ کٓھٰیٰعٓصٓ
بندوں کے لئے کافی کا کاف آیا ہے — کٓھٰیٰعٓصٓ کا سچا وعدہ (آیا ہے)

کافیم بدہم ترا من جملہ خیر — بے سبب بے واسطہ یاریِ غیر
میں کافی ہوں، میں تجھے تمام عمدہ چیزیں دے سکتا ہوں — بغیر کسی سبب کے اور غیر کی مدد کے واسطہ کے بغیر

کافیم بے ناں ترا سیری دہم — بے سپاہ و لشکرت میری دہم
میں کافی ہوں، روٹی کے بغیر تیرا پیٹ بھر سکتا ہوں — بغیر سپاہیوں اور لشکر کے تجھے سرداری دیتا ہوں

کافیم بے داروَیت دَرماں کُنم — کوہ را و چاہ را میداں کُنم
میں کافی ہوں بغیر دوا کے تیرا علاج کر دیتا ہوں — پہاڑ کو اور کنوئیں کو میدان بنا دیتا ہوں

تو وہ بلا سبب بھی ہر بہتری پہنچا سکتا ہے جس میں کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کافیم۔ وہ اللہ بغیر روٹی کے پیٹ بھر سکتا ہے بلا لشکر کے فتح دے سکتا ہے بغیر دوا کے صحت عطا کر سکتا ہے۔ کوہ۔ یعنی سخت مصائب کو آسان کر سکتا ہے بغیر موسم کے نرگس و نسرین عطا کر سکتا ہے بغیر اُستاد اور کتاب کے علوم عطا کر سکتا ہے۔

[1] کیمیا ای۔ قبطی نے سبطی سے کہا تیری صحبتیں میرے لئے کیمیا ثابت ہوئیں خدا کرے تو میرے دل میں بسا رہے۔ تو یکے۔ تو جنت کے درخت کی شاخ تھا جس کو میں نے پکڑا اور جنت میں داخل ہو گیا۔ دریای جُود۔ دریائے حقیقت اللہ تعالیٰ۔ کَیل کَیل۔ یعنی بہت زیادہ۔

[2] طاس۔ سبطی اُس قبطی کے پاس پانی کا طشلا لایا اور کہا اب پانی پی لے، اُس نے کہا اب مجھے اِس پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ اَللهُ اِشتَریٰ۔ قرآنِ پاک کی آیت ہے اِنَّ اللهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یعنی خدا نے مومنین کی جانوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ آنکہ۔ اب خدا نے میرے باطن میں چشمے جاری کر دیئے ہیں۔ ایں جگر۔ پہلے یہ جگر خشک اور پیاسا تھا اب یہ پانی اُس کے لئے ناچیز ہے۔

[3] کاف۔ مولانا فرماتے ہیں یہ باتیں کچھ مستبعد نہیں ہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کٓھٰیٰعٓصٓ فرمایا ہے جسکے معنیٰ ہیں کافٍ۔ هُوَ لَكُمْ يَا عِبَادَ اللهِ صِدْقًا یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہے اے اللہ کے بندو! یقیناً تو جب اللہ کا وعدہ ہے اور وہ سچا ہے

بے بہارت نرگس و نسریں دہم — بے کتاب و اوستا تلقیں دہم

بغیر (موسم) بہار کے تجھے نرگس اور نسرین دیتا ہوں — بغیر کتاب اور استاد کے تعلیم دیتا ہوں

موسیٰؑ[1] را دل دہم با یک عصا — تا زند بر عالمے شمشیر ہا

میں موسیٰؑ کو دل مع ایک لاٹھی کے دیتا ہوں — تاکہ وہ دنیا میں تلواریں چلا دیں

دستِ موسیٰؑ را دہم یک نور و تاب — کہ طپانچہ میزند بر آفتاب

میں موسیٰؑ کے ہاتھ کو ایک نور اور چمک دیتا ہوں — جو سورج کے طمانچہ لگا دیتا ہے

چوب را مارے کنم من ہفت سر — کہ نہ زاید مادہ مار او را نہ نر

میں لکڑی کو سات سروں کا سانپ بنا دیتا ہوں — جس کو نہ مادہ سانپ جن سکے نہ نر

خوں[2] نیامیزم در آبِ نیل من — خود کنم خوں عینِ آبش را بفن

میں دریائے نیل کے پانی میں خون نہیں ملاتا ہوں — میں حکمت سے بعینہ اُسکے پانی کو خون بنا دیتا ہوں

شادیت را غم کنم چوں آبِ نیل — کہ نیابی سوئے شادیہا سبیل

نیل کے پانی کی طرح تیری خوشی کو ایسا غم بنا دیتا ہوں — کہ تو خوشیوں کی جانب راستہ نہیں پاتا ہے

باز چوں تجدیدِ ایماں بر تنی — باز از فرعون بیزاری کنی

پھر جب تو ایمان از سر نو لے آتا ہے — پھر فرعون سے بیزار ہو جاتا ہے

موسیٔ رحمت بہ بینی آمدہ — نیلِ خوں بینی از و آبے شدہ

تو دیکھتا ہے کہ رحمت والا موسیٰؑ آگیا ہے — خون کا (دریائے) نیل اُس کی وجہ سے پانی بن گیا ہے

چوں سرِ رشتہ نگہداری دروں — نیلِ ذوقِ تو نگردد ہیچ خوں

تو جب (ہمارے تعلق کا) سر رشتہ باطن میں محفوظ کر لیتا ہے — تیرا ذوق کا (دریائے) نیل کبھی خون نہیں بنتا ہے

من[3] گماں بردم کہ ایماں آورم — تا ازیں طوفانِ خوں آبے خورم

میں نے سوچا کہ ایمان لے آؤں — تاکہ خون کے اِس طوفان میں سے پانی پی لوں

من چہ دانستم کہ تبدیلی کند — در نہادِ من مرا نیلے کند

مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ تبدیلی کر دے گا — میرے اندر، مجھے (دریائے) نیل بنا دے گا

سوئے چشمِ خود یکے نیلم رواں — بر قرارم پیشِ چشمِ دیگراں

(اب) میں اپنی نظر میں ایک رواں نیل ہوں — دوسرے کی نگاہ میں (اپنی حالت پر) برقرار ہوں

ہمچنانکہ ایں جہاں پیشِ نبیؑ — غرقِ تسبیح ست و پیشِ ما اَبی

جس طرح کہ یہ دنیا نبیؑ کے سامنے — تسبیح میں غرق ہے اور ہمارے سامنے سرکش ہے

---

[1] موسیٰ - حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے ایک دل اور ایک لاٹھی دی اور اُس کے ذریعہ عالم کو فتح کرا دیا۔ دستِ حضرت موسیٰؑ کو ید بیضا عنایت کر دیا جس کا نور سورج پر بھی غالب تھا حضرت موسیٰؑ کے عصا کو سات سروں کا سانپ بنا دیا جس کو کسی نر و مادہ نے نہیں جنا تھا۔

[2] خوں - دریائے نیل میں خون نہیں ملایا بلکہ پانی ہی کو خون کر دیا۔ شادیت - اللہ تعالیٰ خوشی کو ایسا تلخ بنا دیتا ہے کہ اُس میں خوشی کا نام بھی نہیں رہتا۔

[3] من گماں - میرا خیال تو یہ تھا کہ ایمان لانے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ میں نیل کا پانی پی سکوں گا یہ معلوم نہ تھا کہ وہ میرے اندر انقلاب برپا کر دے گا اور خود مجھے دریائے نیل بنا دے گا اب میں اپنی نظر میں رواں نیل ہوں خواہ مجھے دوسرے ویسا ہی سمجھیں جیسا کہ میں پہلے تھا۔ ہمچنانکہ - ایک چیز کی دو نظروں میں دو حقیقتیں ہونا تعجب انگیز نہیں کائنات کی چیزوں کو ہم خاموش اور سرکش دیکھتے ہیں لیکن آنحضورﷺ اُن کو تسبیح پڑھنے والا دیکھتے تھے۔

پیشِ چشمش ایں جہاں پُر عشق و داد[۱]
اُسکی نظر میں یہ دنیا عشق و سخاوت سے بھری ہے
پیشِ چشمِ دیگراں مُردہ، جماد
دوسرے کی نگاہ کے سامنے مُردہ اور جماد ہے

پست و بالا پیشِ چشمش تیز رَو
نشیب و فراز اُس کی نگاہ کے سامنے تیز رو ہے
از کلوخ و سنگ اُو نکتہ شنو
وہ ڈھیلے اور پتھر سے نکتہ سننے والا ہے

با عوام ایں جملہ پست و مُردہ
عوام کے لئے یہ سب پست اور مردہ ہیں
زیں عجب تر من ندیدم پردہ
میں نے اس سے زیادہ عجیب پردہ نہیں دیکھا

گور ہا یکساں بہ پیشِ چشمِ ما
ہماری نگاہ کے سامنے ساری قبریں یکساں ہیں
رَوضہ و حُفرہ بہ پیشِ اولیا
اولیاء کے سامنے باغ اور گڑھے ہیں

عامہ گفتندے کہ پیغمبر تُرش
عوام نے کہا کہ پیغمبر رنجیدہ
از چہ گشتہ است و شُد سُست اُو ذوق کُش
کیوں ہیں اور وہ ذوق کو ختم کردینے والے (بنگئے) ہیں

خاصہ گفتندے[۲] کہ پیشِ چشمِ تاں
خواص نے کہا کہ تمہاری نظر میں
می نماید اُو تُرش اے اُمتاں
اے اُمت والو! وہ رنجیدہ نظر آتے ہیں

یک زماں در چشمِ ما آئید تا
تھوڑی دیر کے لئے ہماری آنکھوں میں آجاؤ تاکہ
خندہا بینید اندر ھَل اَتیٰ
ھَل اَتیٰ کے اندر مُسکراہٹیں دیکھو

از سرِ اَمرود بُن بنماید آں
امرود کے درخت سے وہ نظر آتا ہے
مُنعکسِ صورت بزیر آ اے جواں
اُلٹی صورت اے جوان! نیچے اُتر آ

آں درختِ ہستیت اَمرود بُن
تیرے وجود کا درخت امرود کا درخت ہے
تا برآنجائی نماید نو کہُن
جب تک تو وہاں ہے، نیا پُرانا نظر آتا ہے

تا برآنجائی[۳] بہ بینی خار زار
جبتک تو اُس جگہ ہے کانٹوں کا جنگل دیکھے گا
پُر زکژدمہای خشم و پُر زمار
غصّہ کے بچھوؤں اور سانپ سے بھرا ہوا

چوں فرود آئی بہ بینی رائگاں
جب تو نیچے اُتر آئے گا تو دیکھے گا کہ مفت میں
یک جہاں پُر گلرخان و دائگاں
ایک دنیا حسینوں اور پالنے والوں سے بھری ہوئی

چوں فرود آئی فرود آید تُرا
جب تو نیچے اُتر آئے گا، اُتر آئیں گے تیرے
در دروں اسرارِ فیضِ کبریا
اندر اللہ (تعالیٰ)، کے فیض کے اسرار

---

۳ تا برآنجا۔ جب تک تجھ میں خودی ہے تجھے حسین اور پرورش کرنیوالے کانٹوں کا جنگل نظر آئیں گے۔ چوں۔ جب تو خودی کو چھوڑ دے گا پھر خدا کے فیض کے اسرار دیکھ سکے گا۔ خار زار سے مُراد دنیاوی اشیاء ہیں اور گلرخاں اور دائگاں سے مراد اللہ تعالےٰ کے اسماء و صفات ہیں جو حسینوں اور عالم کے مربّی ہیں۔

۱ پیش۔ آنحضورؐ کی نظر میں تمام کائنات عشقِ الٰہی سے پُر تھی دوسرے اس کو مُردہ سمجھتے تھے۔ پست۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک روز حضورؐ کے ساتھ تھا جو ڈھیلا پتھر حضورؐ کے سامنے آرہا تھا وہ آنحضورؐ کو سلام کرتا تھا۔ زیں عجب۔ یہ عجیب پردہ ہے عوام کچھ نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سُن سکتے ہیں خواص پتھروں کی تسبیح اور ذکر کو سنتے ہیں۔ روضہ یعنی جنّت کا باغیچہ جو نیکوں کی جگہ ہے۔ حفرہ۔ یعنی جہنّم کا گڑھا۔ عامہ۔ آنحضورؐ کے احوال دیکھ کر عوام کہنے لگتے تھے کہ حضورؐ ترش رو ہو گئے ہیں۔ ذوق کش۔ یعنی پہلے خوش طبع تھے اب ذوقِ خوش طبعی سے بیگانہ ہیں۔

۲ خاصہ۔ خواص کہتے تھے کہ وہ تمہاری نظر میں ایسے ہیں لیکن ہماری نگاہ سے انکو دیکھو تو ان میں مُسکراہٹیں دیکھو گے ھَل اَتیٰ۔ یعنی وہ ذات جس پر ھَل اَتیٰ نازل ہوئی یا ھَل اَتیٰ میں جن نعمتوں کا تذکرہ ہے آنحضورؐ کی مسکراہٹیں۔ از سر امرود۔ امرود کے درخت پر سے چیزیں اُلٹی نظر آتی ہیں، جیسا کہ آئندہ حکایت سے معلوم ہوگا وہ امرود کا درخت تیری ہستی ہے جب تک تو اُسکو فنا نہیں کریگا تجھے نئی چیز پُرانی نظر آئیگی۔

حکایت آں زنِ پلید کار کہ شوہر را گفت کہ ایں خیالات از سرِ

اس بدکار عورت کی حکایت جس نے شوہر سے کہا کہ یہ خیالات امرود کے درخت

امرودبُن می نماید چشمِ آدمی را، از سرِ امرودبُن فرود آتا آں خیالات

پر سے انسان کی آنکھ کو نظر آتے ہیں امرود کے درخت پر سے اُترآ تاکہ وہ خیالات

بروُد و اگر کسے[1] گوید کہ آنچہ مردمی دید خیال نبود جواب آنست کہ ایں

دُور ہو جائیں اور اگر کوئی کہے کہ جو کچھ مرد نے دیکھا تھا وہ خیال نہ تھا تو جواب یہ ہے

مثال است نہ مثل و در مثال ہمیں قدر بس بود کہ اگر او بر سرِ امرودبُن

کہ یہ مثال ہے مثل نہیں ہے اور مثال میں یہی کافی ہے کہ اگر وہ امرود کے درخت

نمی رفت آں را نمی دید خواہ حقیقت بود خواہ خیال

پر نہ چڑھتا تو اُس کو نہ دیکھتا خواہ وہ حقیقت تھی خواہ خیال تھا

آں زنے میخواست تا با مولِ[2] خود ۔۔۔ بر زند در پیشِ شوی گولِ خود

ایک عورت نے چاہا کہ اپنے یار سے ۔۔۔ ملے، اپنے احمق شوہر کے سامنے

پس بشوہر گفت زن کاے نیکبخت ۔۔۔ من برآیم میوہ چیدن بر درخت

تو بیوی نے خوہر سے کہا کہ اے نیک بخت! ۔۔۔ میں پھل توڑنے درخت پر چڑھتی ہوں

چوں برآمد بر درخت آں زن گریست ۔۔۔ چوں ز بالا سوئے شوہر بنگریست

جب درخت پر چڑھ گئی وہ عورت رونے لگی ۔۔۔ جب اُس نے اوپر سے شوہر کی جانب دیکھا

گفت شوہر را کہ اے مابونِ رد ۔۔۔ کیست آں لوطی[3] کہ بر تو می فتد

شوہر سے بولی کہ اے مفعولِ مردود! ۔۔۔ یہ لوطی کون ہے جو تیرے اوپر پڑا ہے؟

تو بزیرِ او چو زن بغنودہٗ ۔۔۔ اے بغا تو خود مخنث بودہٗ

تو اُس کے نیچے عورت کی طرح اُونگھ رہا ہو ۔۔۔ اے نامرد! تو ہیجڑا ہے

گفت شوہر نے سرت گویی بگشت ۔۔۔ ورنہ اینجا نیست غیرِ من بدشت

شوہر نے کہا نہیں، گویا تیرا سر چکرا رہا ہے ۔۔۔ ورنہ یہاں جنگل میں میرے سوا کوئی نہیں ہے

زن مکرر کرد کاے بابُرطلہ ۔۔۔ کیست بر پشتت فرو خفتہ ہلہ

عورت نے مکرر کہا اے اُلٹی ٹوپی والے! ۔۔۔ خبردار! تیری پُشت پر کون سویا ہوا ہے؟

گفت اے زن ہیں فرود آ از درخت ۔۔۔ کہ سرت گشت و خرف گشتی تو سخت

اُس نے کہا اے بیوی! درخت سے نیچے آجا ۔۔۔ کیونکہ تیرا سر چکرا گیا ہے اور تو بہت بے عقل ہو گئی ہے

---

[1] کسے گوید۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حکایت میں جو قصہ سنایا گیا ہے اُس میں اور خودی کی حالت میں جو کیفیت بتائی ہے اُس میں بہت فرق ہے، ہستی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ واقعۃً اُتنی ہیں اور امرود پر سے مرد نے جو واقعہ دیکھا وہ صحیح تھا اس کا مولانا جواب دیتے ہیں کہ یہ مثل نہیں ہے جس میں پوری مطابقت ضروری ہے بلکہ مثال ہے اور دونوں باتوں میں اتنی بات مشترک ہے کہ خودی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ نیچے اُترنے کے بعد نظر نہیں آتی ہیں اسی طرح سے مرد نے جو درخت پر سے دیکھا وہ نیچے اتر کر نہ دیکھا۔

[2] مول۔ عورت کا یار۔ گول۔ احمق۔ میوہ چیدن یعنی امرود توڑنے کے لئے۔ مابون۔ وہ شخص جس کو اُبنہ کی بیماری ہو یعنی مفعول بنتا ہو۔

[3] لوطی۔ وہ شخص جو قوم لوط والا کام کرے۔ بغا۔ ہیجڑہ مخنث۔ مخنث۔ ہیجڑا۔ برطلہ ٹوپی، اُلٹی ٹوپی۔ ہلہ۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ خرف۔ بے عقل بوڑھا۔

چوں فرود آمد بر آمد شوہرش
جب وہ نیچے آگئی اُس کا شوہر چڑھ گیا

زن کشید آں مول را اندر برش
عورت نے اُس یار کو بغل میں دبا لیا

گفت شوہر کیست ایں اے روسپی[۱]
شوہر نے کہا او رنڈی! یہ کون ہے؟

کہ بہ بالائے تو آمد چوں کپی
جو بندر کی طرح تیرے اوپر چڑھ گیا ہے

گفت زن نے نیست اینجا غیر من
عورت نے کہا نہیں، یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے

ہیں سرت برگشتہ شد ہرزہ متن
خبردار! تیرا سر چکرا رہا ہے، بکواس نہ کر

او مکرر کرد بر زن آں سخن
اُس نے عورت سے وہ بات مکرر کہی

گفت زن ایں ست از امرود بن
عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کے اثر سے ہے

از سر امرود بن من ہمچناں
میں نے بھی امرود کے درخت سے ایسا ہی

کژ ہمی دیدم کہ تو اے قلتباں
اُلٹا دیکھا جیسا کہ تو نے، اے دیوث!

پس فرود آ تا بہ بینی ہیچ نیست
نیچے اُتر آ تاکہ تو دیکھ لے کہ کوئی نہیں ہے

ایں ہمہ تخییل از امرود بن است
یہ سب خیال امرود کے درخت (کی وجہ) سے ہے

ہزل تعلیم ست آں را جد شنو
سکھانے کیلئے مذاق ہے تو اُسکو حقیقت سمجھ

تو مشو بر ظاہر ہزلش گرو
تو اُس کے ظاہری مذاق کا پابند نہ بن

ہر جدے ہزل ست پیش ہازلاں[۲]
مسخروں کے سامنے ہر واقعہ مذاق ہے

ہزلہا جد ست پیش عاقلاں
عقلمندوں کے لئے ہر مذاق حقیقت ہے

کاہلاں امرود بن جویند لیک
سُست لوگ امرود کا درخت تلاش کرتے ہیں لیکن

تا بداں امرود بن راہیست نیک
اُس امرود کے درخت کا فاصلہ بہت ہے

نقل کن از امرود بن اکنوں برو
امرود کے درخت سے منتقل ہو جا اب چلا جا

گشتۂ تو خیرہ چشم و خیرہ رو
تو پریشان نظر اور پریشان ہو گیا ہے

ایں منی و ہستی اول بود[۳]
یہ خودی اور ابتدائی وجود ہوتا ہے

کہ از و دیدہ کژ و احول بود
جس سے آنکھ ٹیڑھی اور بھینگی بن جاتی ہے

چوں فرود آئی ازیں امرود بن
جب تو اس امرود کے درخت سے نیچے اُترے گا

کژ نماند فکرت و چشم و سخن
تیری فکر اور آنکھ اور گفتگو ٹیڑھی نہ رہے گی

یک درخت سخت بینی گشتہ ایں
تو دیکھے گا کہ یہ ایک سخت درخت بن گیا ہے

شاخ او بر آسمان ہفتمیں
جس کی شاخ ساتویں آسمان پر ہے

---

۱ روسپی۔ زانیہ عورت، رنڈی۔ کپی۔ بندر۔ ہرزہ متن۔ بکواس نہ کر۔ گفت۔ عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کا اثر ہے کہ اُس پر سے غلط نظر آتا ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ ہزل۔ یہ میں نے فحش اور مذاق کا قصہ تعلیم کے لئے سُنا دیا ہے تم اِس کے ظاہر کو نہ دیکھو اِس سے جو نصیحت مقصود ہے اُس پر نظر کرو۔

۲ ہر جدے۔ جو لوگ ہزل کے عادی ہیں اُن کو ہر حقیقت بھی ہزل نظر آتی ہے اور جو عقلمند ہیں وہ مذاق کی بات سے بھی نصیحت حاصل کر لیتے ہیں۔ کاہلاں۔ کاہل لوگ اُس امرود کے درخت کو تلاش کرتے ہیں جو اُن کو صحیح دکھائے یعنی وہ ہستی جو فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن وہ امرود کا درخت دور ہے۔ نقل کن۔ پہلے اِس امرود کے درخت کو یعنی اپنی خودی اور ہستی کو چھوڑ دے پھر چل تب تجھے حاصل ہو گا اِس ہستی کے ہوتے ہوئے جو تیری نظر خیرہ ہے وہ نظر نہ آئے گا۔

۳ ایں۔ یہ امرود کا درخت جس سے غلط نظر آتا ہے یہ اُس کی خودی اور ابتدائی وجود ہے۔ چوں فرود۔ جب تو خودی کے درخت سے اُتر آئے گا تو پھر تیرا خیال، آنکھ اور گفتگو سیدھی ہو جائیگی اور تو دیکھے گا کہ وہ تیرا سخت درخت تھا اور اُسکا پھیلاؤ بہت تھا۔

چوں فرود آئی از و گروی جُدا — مُبدلش گرداند از رحمت خدا[1]
جب تو نیچے اُتر آئے گا اُس سے علیحدہ ہو جائیگا — خدا رحمت سے اُس کو بدل دیگا

زیں تواضع گر فرود آئی خدا — راست بینی بخشد آں چشمِ ترا
اِس تواضع کے ذریعہ اگر تو نیچے اُتر آئیگا، خدا — تیری اُس نظر کو صحیح دیکھنا عطا فرما دیگا

راست بینی گر بُدے آساں چنیں — مُصطفیٰؐ کے خواستے از ربِّ دیں
صحیح دیکھنا اگر ایسا آسان ہوتا — تو دین کے رب سے آنحضورؐ کب دعا مانگتے؟

گفت بنما جزو جزو از فوق و پست — آنچنانکہ پیشِ تو آں جزو ہست
کہا، اوپر اور نیچے سے جزو جزو کو دکھا — جیسا کہ وہ جزو تیرے سامنے ہے

[2]بعد ازاں بر رَو براں اَمرود بُن — کہ مُبدّل گشت و سبز از امرِ کُن
اُس کے بعد اُس امرود کے درخت پر چڑھ جا — کیونکہ کُن کے حکم سے تبدیل اور سبز ہو گیا ہے

چوں درختِ موسوی شد آں درخت — چوں سُوئے موسیٰؑ کشانیدی تو رخت
جب وہ درخت (حضرت) موسیٰؑ والا درخت بن گیا — جب تو نے موسیٰؑ کی جانب سفر اختیار کر لیا

آتش اُو را سبز و خرم می کند — شاخِ اُو اِنّی اَنَا اللہ می زند
آگ، اُس کو سبز اور بھلا بنائے گی — اُس کی شاخ، اِنّی انا اللہ کا نعرہ لگائے گی

زیرِ ظلش جُملہ حاجات رَوا — ایں چنیں باشد الٰہی کیمیا
تیری ساری حاجتیں اُسکے سایہ کے نیچے پوری ہونگی — خدائی کیمیا ایسی ہی ہوتی ہے

[3]آں منی و ہستیت باشد حلال — کہ درو بینی صفاتِ ذوالجلال
تیری وہ خودی اور وجود جائز ہے — جس میں تو اللہ (تعالیٰ) کی صفات دیکھے

شد درختِ کج مقوم حق نما — اَصلُہٗ ثَابِتٌ وَفَرعُہٗ فِی السَّمَا
ٹیڑھا درخت، سیدھا حق نما بن گیا — اُسکی جڑ (زمین میں) ثابت ہے اور اُسکی شاخ آسمان میں ہے

باقی قصہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باقی قصہ

کامدش پیغام از وحیِ مُہم — کہ کژی بگذار اکنوں فاستقم
اُن (موسیٰؑ) کو اہم باشان وحی کے ذریعہ پیغام آیا — کہ اب کجی کو چھوڑ دے اور سیدھا ہو جا

موسیٰؑ کو جو فاستقم کا حکم ہوا یعنی کج روی ترک کر دے اِس کا ذکر شروع کیا ہے حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا تھا کہ اب دعاؤں کا سہارا نہ لو اور فرعون کا مقابلہ شروع کر دو حضرت موسیٰؑ نے ہاتھ کا عصا زمین پر ڈالدیا اب اُسکے جلوے نظر آئے اسی طرح تیرا یہ فانی جسم عصا رموسیٰؑ ہے اسکو ترک کر دے پھر جو جسم حاصل ہوگا اُس کے جلوے دیکھنا

[1] مُبدلش۔ خودی چھوڑ دیگا تو پھر اللہ تعالیٰ اُس درخت کو تبدیل کر دیگا۔ زیں تواضع۔ جو عاجزی اور دعا قبل لے کی تھی۔ راست بینی حقائق کو صحیح دیکھنا اگر آسان ہوتا تو آنحضورؐ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ اے خدا ہمیں چیزیں ویسی ہی دکھا جیسی وہ ہیں، دعا نہ مانگتے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے دعا کی کہ خدا ہمیں آسمان اور زمین کا ہر ہر جُزو اُسی طرح دکھا جیسا کہ وہ تیرے نزدیک ہے۔

[2] بعد ازاں۔ جب خودی اور ہستی فنا ہو جائے تو پھر بقا باللہ کی ہستی میسر آجائیگی اُس کو اختیار کر لے۔ چوں۔ آب یہ درخت وہ درخت ہوگا جس پر حضرت موسیٰؑ کو تجلی رب نظر آئی تھی۔ آتش۔ اب آگ اُس پر اُلٹا اثر دکھائیگی اور اُس کی شاخ اِنّی اَنَا اللہ کا نعرہ لگاتی ہے حضرت موسیٰؑ کو درخت سے یہ آواز آئی تھی کہ میں بے شک خدا ہوں۔ زیرِ ظلش۔ اب اُس ہستی کے سایہ میں تیری ساری ضرورتیں پوری ہونگی یہ خدائی کیمیا تھی کہ تیری فانی ہستی کو باقی ہستی بنا دیا۔

[3] آں منی۔ اب یہ خودی اور ہستی دولت ہے اُس میں خدائی صفات نظر آئینگی۔ باقی قصہ۔ مولانا کجی ترک کرنے کا بیان کر رہے تھے اسی مناسبت سے حضرت

ایں درختِ تن عصای موسیٰ است
یہ جسم کا درخت (حضرت) موسیٰ کی لاٹھی ہے
کارش آمد کہ بیندازش ز دست
اِس کا موقع آگیا کہ تو اُس کو ہاتھ سے زمین پر ڈالدے

تا بہ بینی خیرِ اُو و شرِ اُو
تاکہ تو اُس کی بھلائی اور اُسکی بُرائی دیکھ لے
بعد ازاں برگیر اُو را از امرِ ہُو[۱]
پھر اُس کو اللہ (تعالےٰ) کے حکم سے ہاتھ میں پکڑلے

پیش زافگندن نبُود اُو غیر چوب
ڈالنے سے پہلے وہ لکڑی کے سوا کچھ نہ تھی
چوں بامرش برگرفتی شد جدوب
جب تو نے اُس کے حکم سے پکڑا وہ نگلنے والی بن گئی

اوّل اُو بد برگ افشاں برہ را
پہلے وہ بکری کے بچہ کے لئے پتّے جھاڑنے والی تھی
گشت معجز آں گروہِ غرہ را
وہ غافل جماعت کے لئے معجزہ بن گئی

گشت[۲] حاکم بر سرِ فرعونیاں
وہ فرعونیوں پر حاکم بن گئی
آبِ شاں خوں کرد کف بر سر زناں
سَر پیٹنے والوں پر اُس کا پانی خون بنا دیا

از مزارع شاں برآمد قحط و مرگ
اُن کے کھیتوں سے قحط اور موت برآمد ہوگئی
از ملخہای کہ آں خوردند برگ
اُن ٹڈیوں کی وجہ سے جنھوں نے پتّے کھائے

تا برآمد بیخود از موسیٰ دُعا
یہاں تک کہ بیخودی میں (حضرت) موسیٰؑ سے دُعا نکلی
چوں نظر افتادش اندر منتہا
جبکہ اُن کی نظر انجام پر پڑی

ایں ہمہ اعجاز و کوشیدن چراست
یہ معجزے اور کوششیں کیوں ہیں؟
چوں نخواہند ایں جماعت گشت راست
جبکہ یہ لوگ سیدھے نہ ہوں گے

امر[۳] آمد کاتباعِ نوح کُن
حکم ہوا کہ (حضرت) نوحؑ کی پیروی کر
ترکِ پایاں بینی و شروح کُن
انجام بینی اور تشریح کو چھوڑ

منگر آخر کہ تو داعی رہی
تم انجام کو نہ دیکھو اسلئے کہ تم راہِ (حق) کیطرف بلانے والے ہو
امرِ بلّغ ہست نبُود آں تہی
بلّغ کا حکم ہے (اور) وہ خالی نہیں ہے

کمتریں حکمت کزیں الحاحِ تو
معمولی حکمت یہ ہے کہ تیرے اِس اصرار سے
جلوہ گردد آں لجاج و آں عتو
وہ جھگڑالو پن اور سرکشی ظاہر ہو جائیگی

تا کہ رہ بنمودن و اضلالِ حق
یہاں تک کہ اللہ (تعالےٰ) کی رہنمائی اور اللہ کا گمراہ کرنا
فاش گردد بر ہمہ اہلِ فِرَق
تمام فرقوں پر واضح ہو جائے گا

چونکہ مقصود از وجود اظہار بُود
چونکہ موجودات سے مقصود اظہار تھا
بایدش از پند و اغوا آزمود
تو اُسکو نصیحت اور بہکانے سے آزمانا چاہئے

---

[۱] امرِ ہو - امرِ خداوندی۔ پیش۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا جب تک ہاتھ میں تھا وہ صرف ایک لکڑی تھا جب خدائی حکم سے اُسکو پھر اُٹھایا تو وہ نگلنے والا اژدھا تھا ۔ اکل۔ شروع میں وہ صرف بکریوں کے پتّے جھاڑنے کیلئے تھی اب وہ کافروں کے لئے معجزہ بن گئی۔

[۲] گشت - اب جبکہ امرِ خداوندی سے اُس عصا کو ہاتھ میں لیا تو فرعونیوں پر حکمرانی کرتا تھا اُن سر پٹخنے والوں کے لئے اُس نے دریائے نیل کو خون بنا دیا۔ از مزارع۔ فرعونیوں پر ٹڈیوں کا عذاب بھی آیا۔ اندر منتہی۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ خیال کیا کہ اُن کا انجام لامحالہ بُرا ہے لہٰذا اُن کو معجزے دکھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کیوں کی جائے۔

[۳] امر آمد۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ نوحؑ کی طرح اُن کے انجام سے قطع نظر کرکے تم بھی تبلیغ کئے جاؤ تم فرائضِ بلاغ والے ہو تمہارا کام تبلیغ کرنا ہے تمہیں اِسی کا حکم ہے اور تمہاری تبلیغ میں فائدہ مضمر ہے خواہ وہ ایمان نہ لائیں کمترین۔ ایک فائدہ تو یہ بھی ہے کہ تمہارے اصرار سے اُن کا جھگڑالو پن اور سرکشی واضح ہو جائے گی۔ چونکہ مخلوق کی پیدائش سے اللہ کا مقصد چھپے ہوئے حالات کو واضح کرنا ہے اسلئے ضرورت ہے کہ انسان کو نصیحت سے اور

۵۱ دیو اِلحاحِ غوایت می کند — شیخ اِلحاحِ ہدایت می کُند

شیطان گمراہی پر اِصرار کرتا ہے — شیخ ہدایت پر اِصرار کرتا ہے

باز گرد و قصۂ قبطی بگو — گردِ کفر از باطنِ خود زُود شو

واپس لَوٹ، اور قبطی کا قصّہ کہہ — اپنے باطن سے کفر کے غبار کو جلد دھو دے

چوں پیاپے گشت آں امرِ شجوں — نیل می آمد سراسر جملہ خوں

جب قوی حکم پے در پے ہوا — (دریائے) نیل سراسر سب خون ہو کر بہتا تھا

سخت شدنِ کار بر قبطیاں و شفاعت طلب کردنِ فرعون از موسیٰؑ

قبطیوں پر معاملہ کا سخت ہو جانا اور فرعون کا موسیٰؑ سے سفارش چاہنا

۵۲ تا بنفسِ خویش فرعوں آمدش — لابہ می کرد و دُوتا گشتہ قدش

یہاں تک کہ فرعون بذاتِ خود اُن کے پاس آیا — خوشامد کرتا تھا اور اُس کا قد دُہرا ہو گیا تھا

انچہ ما کردیم اے سلطاں مکُن — نیست مارا رُوئے اِیرادِ سخن

اے شاہ! جو ہم نے کیا وہ آپ نہ کیجئے — ہمارا مُنہ بات کرنے کے قابل نہیں ہے

پارہ پارہ کردمت فرماں پذیر — من بعزّت خُوگرم سختم مگیر

میں نے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تیرا کہنا ماننے والا بنا لیا ہے — میں عزّت کا عادی ہوں، میری سختی پر گرفت نہ کیجئے

ہیں بجنباں لب برحمت اے امیں — تا بہ بندد ایں دہانِ آتشیں

آگاہ، اے امین! رحمت (کی دعا) کیلئے ہونٹ ہلائیے — تاکہ یہ آتشیں دہانہ بند ہو جائے

۵۳ گفت یارب می فریبد اُو مرا — می فریبد اُو فریبیدہ تُرا

(حضرت موسیٰؑ نے) کہا اے خدا! وہ مجھے فریب دے رہا ہے — (آپ کے) فریفتہ کو فریب دے رہا ہے

بشنوم یا من دہم ہم خدعہ اش — تا بداند اصل را آں فرع کش

میں مان جاؤں، یا میں بھی اُس کو دھوکا دیدوں — تاکہ وہ شاخ کو پکڑنے والا، جڑ کو جان جائے

کاصلِ ہر مکرے و حیلت پیشِ ماست — ہر چہ بر خاکست اصلش بر سماست

ہر مکر اور حیلہ کی اصل ہمارے سامنے ہے — جو کچھ زمین پر ہے اُس کی اصل آسمان پر ہے

گفت حق آں سگ نیرزد ہم بآں — پیشِ سگ انداز از دُور استخواں

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ کُتّا اِسکے بھی لائق نہیں ہو — کُتّے کے سامنے دُور سے ہڈی ڈال دے

اُن کی اصل وہی خدا ہے۔ گفتِ حق - اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ فرعون اِس قابل بھی نہیں ہو کہ اُس کے فریب کا جواب فریب سے دیا جائے۔ آپ اُس کُتّے کو ہڈی ڈال دیجئے اور آپ اپنا عصا ہلا دیجئے زمین وہ تمام پیدا وار اُگل دیگی جو ٹڈیوں نے کھائی ہے۔

۵۱ دیو۔ شیطان گمراہی پر اِصرار کرتا ہے اور شیخ طریقت ہدایت پر اصرار کرتا ہے۔ اِلحاح - اصرار۔ شجوں - قوی۔ یعنی جب حضرت موسیٰؑ کو پے در پے تبلیغ کا حکم ملا اور فرعونیوں نے نافرمانی کی تو دریائے نیل خون بن کر بہنے لگا۔

۵۲ تا بنفس - یعنی جب قبطیوں کی حالت تباہ ہونے لگی تو فرعون بذاتِ خود حضرت موسیٰؑ کے پاس خوشامد کرنے لگا اور تعظیم میں دُہرا ہو رہا تھا۔ انچہ - ہم نے جو کیا وہ بُرا تھا آپ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دیجئے۔ نیست - ہمارا مُنہ تو اِس قابل نہیں ہے کہ آپ سے دعا کی التجا کریں۔ پارہ - میں نے اپنے جسم کے ہر حصّہ کو فرمانبردار بنا دیا ہے۔ ایں دہاں - یعنی عذاب الٰہی کا دہانہ۔

۵۳ گفت یارب - حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا اے خدا مجھ آپ کی ذات پر فریفتہ کو یہ فرعون دھوکا دے رہا ہے۔ بشنوم - اب بتا کہ میں اِس کا کہنا مان لوں یا میں بھی اِس کو کوئی دھوکا دیدوں تاکہ یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اصل میں ہر سبب کی جڑ خدا ہے یہ شاخ یعنی سبب سے وابستہ رہتا ہے۔ کاصل - حضرت موسیٰؑ نے کہا ہر مکر و تدبیر کی اصل خدا ہے جو اسباب دنیاوی میں

ہیں بجنباں آں عصا تا خاکہا [١]
اب وہ عصا ہلا دے، تاکہ زمینیں

وَادہد ہر چہ مَلَخ کردش فنا
وہ واپس کر دیں جس کو ٹڈیوں نے فنا کیا ہے

واں مَلَخہا در زماں گردد تباہ
وہ ٹڈیاں فوراً تباہ ہو جائیں تاکہ

تا بہ بیند خلق تبدیلِ اِلٰہ
تاکہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے بدل دینے کو دیکھ لیں

کہ سببہا نیست حاجت مر مرا
کہ ہمیں اسباب کی ضرورت نہیں ہے

آں سبب بہرِ حجابست و غطا
یہ سبب تو حجاب اور پردے کے لئے ہے

تا طبیبے خویش بر دارو زند
تاکہ طبیب اپنے آپ کو دوا میں مصروف کر دے

تا منجم رُو با ستارہ کند
تاکہ نجومی ستاروں کی جانب مُنہ کرے

تا منافق از حریفی بامداد
تاکہ منافق چالاکی سے، صبح صبح

سُوئے بازار آید از بیمِ کساد
بازار کی جانب آئے کساد (بازاری) کے ڈر سے

بندگی [٢] ناکردہ ناشُستہ رُو
عبادت کئے بغیر اور مُنہ دھوئے بغیر

لقمۂ دوزخ بگشتہ لقمہ جُو
لقمہ کا جویاں، دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے

آکل و ماکول آمد جانِ عام
عوام کی جان کھانے والی ہے اور غذا (بھی) ہے

ہمچو آں برّہ چرندہ از حطام
اس بکری کے بچے کی طرح جو چارہ چرنے والا ہے

می چرد آں برّہ و قصاب شاد
وہ بکری کا بچہ چرتا ہے اور قصائی خوش ہے

کہ برائے ما چرد برگِ مُراد
کہ مقصد کے پتے ہمارے لئے چر رہا ہے

کارِ دوزخ میکنی در خوردنی
تو کھانے میں دوزخ کا کام کر رہا ہے

بہرِ اُو خود را تو فربہ میکنی
تو اپنے آپ کو اس کے لئے موٹا کر رہا ہے

کارِ خود [٣] کن روزیِ حکمت بچر
اپنا کام کر، دانائی کی خوراک کھا

تا شود فربہ دلِ باکرّ و فر
تاکہ شان و شوکت سے دل فربہ ہو جائے

خوردنِ تن مانعِ ایں خوردنست
جسم کا کھانا اس کھانے سے مانع ہے

جاں چو بازرگان و تن چوں رہزنست
جان تاجر کی طرح ہے اور جسم ڈاکو کی طرح ہے

شمعِ تاجر آنگہ ہست افروختہ
تاجر کی شمع اُس وقت روشن ہے

کہ بُود رہزن چو ہیزم سوختہ
جبکہ ڈاکو جلی ہوئی لکڑی کی طرح ہو

تاجر بمعنی اور جسم کو ڈاکو، تاجر کا مال ڈاکو اُڑا لیتا ہے۔ شمعِ تاجر۔ تاجر اُس وقت پُر رونق بنتا ہے جب ڈاکو تباہ ہو جائے۔

١ہ واں مَلَخہا۔ آپ کے عصا کے اثر سے ٹڈیاں بھی مر جائیں گی اور سب لوگ دیکھ لیں گے کہ خدا کو ہر چیز کے بنانے کی کس قدر قدرت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اسباب کی ضرورت نہیں ہے اسباب تو ایک بہانہ ہیں طبیب دوا کو پیشا ہوا ہے اور منجم ستاروں کو حالانکہ اصل سبب ذاتِ خداوندی ہے منافق یعنی دنیادار اپنی کوشش اور محنت سے فائدہ سمجھتا ہے۔

٢ہ بندگی۔ یہ دنیادار صبح کو نہ عبادت میں لگتا ہے نہ اس کو منہ دھونے کی فرصت ہے نفع کے لئے بازار میں دوڑ جاتا ہے اپنے لقمہ کی تلاش میں دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے۔ آکل۔ یہ دنیادار کھانے والا بھی ہے اور خود دوزخ کی خوراک بھی ہے، اس کی مثال اس بکری کے بچہ کی سی ہے جو چرتا ہے اور قصائی خوش ہوتا ہے کہ یہ میرے لئے چر رہا ہے یہی حال دنیادار کا ہے کہ وہ سمجھ رہا ہے میں خود کھا رہا ہوں حالانکہ وہ اپنے وجود کو دوزخ کے لئے پال رہا ہے۔

٣ہ کارِ خود۔ انسان کی غذا کے لئے خوراک تو معارفِ الٰہی ہیں جس سے دل قوی ہوتا ہے اور اس کی شان و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خوردنِ تن جسمانی غذا روحانی غذا کے لئے مانع ہے، روح کو

خویشتن[۱] را گم مکن یاوہ مکوش | کہ تو آں ہوشی و باقی ہوش پوش

اپنے آپ کو گم نہ کر، بیہودہ کوشش نہ کر | کیونکہ تو ہوش اور باقی ہوش چھپا دینے والے ہیں

دانکہ ہر شہوت چو خمر ست و چو بنگ | پردۂ ہوش ست و عاقل زوست دنگ

سمجھ لے کہ ہر شہوت شراب اور بھنگ کی طرح ہے | ہوش کے لئے پردہ ہے اور عقلمند اس سے حیران ہے

خمر تنہا نیست سرمستیِ ہوش | ہر چہ شہوانی ست بندد چشم و گوش

شراب تنہا ہوش کی سرمستی نہیں ہے | جو چیز بھی نفسانی ہے وہ آنکھ اور کان کو بند کر دیتی ہے

ترکِ شہوت کن اگر خواہی تو ہوش | دانکہ شہوت بندد ہم چشم و گوش

اگر تو ہوش چاہتا ہے شہوت کو ترک کر دے | سمجھ لے کہ شہوت تیری آنکھ اور کان بھی بند کر دیگی

آں بلیس از خمر خوردن دور بود | مست بود او از تکبر وز جحود

وہ شیطان شراب پینے سے دور تھا | وہ تکبر اور انکار سے مست تھا

مست[۲] آں باشد کہ آں بیند کہ نیست | زر نماید آنچہ مس و آہنیست

مست وہ ہے جو وہ دیکھے جو نہیں ہے | سونا نظر آئے، جو کہ تانبا اور لوہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا | لب بجنباں تا بروں آید گیا

اے موسیٰؑ! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے | ہونٹ ہلا، تاکہ گھاس اگ آئے

دعا کردنِ موسیٰ علیہ السلام و سبز شدنِ کشت زارہا و باراں آمدن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعا کرنا اور کھیتوں کا سرسبز ہو جانا اور بارش کا آجانا

ہمچناں[۳] کرد و ہم اندر دم زمیں | سبز گشت از سنبل و حبِ ثمیں

انھوں نے ایسا ہی کیا اور زمین فوراً | سنبل اور قیمتی غلّے سے سرسبز ہو گئی

اندر افتادند در لوت آں نفر | قحط دیدہ مردہ از جوع البقر

لذیذ غذاؤں میں لگ گئے، وہ لوگ | جو قحط زدہ، جوع البقر سے مرے ہوئے

چند روزے سیر خوردند از عطا | آں دمی و آدمی و چار پا

عطاءِ (خداوندی) کو چند روز پیٹ بھر کر کھایا | پرندوں نے اور آدمیوں نے اور چوپایوں نے

چوں شکم پر گشت و بر نعمت زدند | واں ضرورت رفت پس طاغی شدند

جب پیٹ بھر گیا اور نعمت مل گئی | وہ ضرورت ختم ہو گئی پھر سرکش ہو گئے

نفس فرعونیست ہاں سیرش مکن | تا نیارد یاد زاں کفرِ کہن

نفس فرعون ہے، خبردار! اس کا پیٹ نہ بھر | تاکہ وہ پرانے کفر کو یاد نہ کرے

---

۱ خویشتن۔ انسان کی ذات، اس کا ہوش اور جسمانی لذتیں اسکے ہوش گم کر دینے والی ہیں۔ دانکہ۔ یہ سمجھ لے کہ تمام شہوانی لذتیں شراب اور بھنگ کی سی خاصیتیں رکھتی ہیں۔ خمر۔ دنیا میں صرف شراب اور بھنگ کو بیہوشی کا سبب نہ سمجھ بلکہ ہر شہوت انسان کے کان اور آنکھیں بند کر دیتی ہے۔ آں بلیس۔ شیطان شراب نہ پیتا تھا اور تکبر کے نشے سے مدہوش تھا۔

۲ مست۔ مست تو اسی کو کہتے ہیں جو معدوم کو موجود سمجھ لے اور تانبے اور لوہے کو سونا سمجھ بیٹھے، شیطان نے غیر واقعی بات کو واقعہ خیال کیا تو یقیناً وہ بدمست تھا۔ ایں سخن۔ مستی کی حقیقت کا بیان ختم نہ ہونے والا ہے اے موسیٰ تم دعا کر دو تاکہ گھاس وغیرہ اگ آئے اور قحط کی صورت ختم ہو جائے۔

۳ ہمچناں۔ حضرت موسیٰؑ نے وہی کیا جس کا ان کو خدا نے حکم دیا تھا یعنی دعا کر دی۔ حبِ ثمیں۔ قیمتی غلہ۔ لوت۔ یعنی فرعونی جو قحط میں مبتلا تھے لذیذ غذائیں کھانے لگ گئے۔ جوع البقر۔ ایک قسم کی بیماری جس میں انسان کھاتا رہتا ہے اور اس کا دل نہیں بھرتا۔ دمی۔ ہوائی یعنی پرندے چرند۔ ان فرعونیوں کا پیٹ بھرا تو پھر سرکش بن گئے۔ طاغی۔ سرکش۔ نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا نفس بھی فرعون ہے اسکا پیٹ بھرا ہوا تو سرکش بنا۔

بے تفِ آتش[1] نگردد نفس خوب
آگ کی گرمی کے بغیر نفس بھلا نہیں بنتا ہے

تا نشد آہن چو اخگر ہیں مکوب
خبردار! جبتک لوہا انگارے کی طرح نہ ہو جائے اُسکو نہ کوٹ

بے مجاعت نیست تن جنبش کنان
بغیر بھوک کے جسم حرکت کرنے والا نہیں ہے

آہنِ سرد ست میکوبی بدان
ٹھنڈا لوہا ہے، سمجھ لے تو کوٹ رہا ہے

گر بگرید ور بنالد زار زار
اگر وہ روئے اور زار زار نالہ کرے

او نخواہد شد مسلماں ہوشدار
وہ مسلمان نہ ہوگا، سمجھ لے

او چو فرعون ست در قحط آنچنان
وہ قحط میں فرعون کی طرح ہے

پیشِ موسیٰ سر نہد لابہ کنان
(جو) موسیٰ کے سامنے خوشامد میں سر جھکاتا ہے

چونکہ مستغنی شد او طاغی شود
جب وہ بے نیاز ہوا سرکشی کرتا ہے

خر چو بار انداخت اِسکیزہ زند
گدھے نے جب بوجھ اُتار دیا، دولتی پھینکتا ہے

پس فراموشش شود چوں رفت پیش
پھر وہ بھول جاتا ہے جب آگے بڑھ جاتا ہے

کارِ او از آہ و زاریہای خویش
اُس کا کام، اپنی آہ و زاریوں کو

سالہا مردے[2] کہ در شہرے بود
سالوں تک ایک انسان ایک شہر میں رہتا ہے

یک زماں کش چشم در خوابے شود
تھوڑی دیر جب اُس کی آنکھ سو جاتی ہے

شہرِ دیگر بیند او پر نیک و بد
وہ دوسرا شہر بھلے اور بُرے سے بھرا دیکھے گا

ہیچ در یادش نہ آید شہرِ خود
اُس کو اپنا شہر کبھی یاد نہ آئے گا

کہ من آنجا بودہ ام ایں شہرِ نو
میں وہاں رہا ہوں، یہ نیا شہر

نیست آنِ من درینجا ام گرو
میرا نہیں ہے، میں یہاں پھنس گیا ہوں

بل چناں داند کہ خود پیوستہ او
بلکہ ایسا سمجھے گا کہ وہ اُس سے وابستہ ہے

ہم دریں شہرش بود ابداع و خو
اِسی شہر میں اُسکی پیدائش، اور (رہائش کی) عادت تھی

چہ عجب[3] گر روح موطنہای خویش
کیا تعجب ہے، اگر روح اپنے وطنوں کو

کہ بدستش مسکن و میلادِ پیش
جو پہلے اُس کا مسکن اور جائے پیدائش تھی

می نیارد یاد کایں دنیا چو خواب
یاد نہ کرے، کیونکہ یہ دنیا نیند کی طرح ہے

می فرو پوشد چو اختر را سحاب
(اُسکو) ڈھانپ لیتی ہے جس طرح کہ ستارے کو ابر

چند نوبت آزمودی خواب را
تونے نیند کو کئی بار آزمایا ہے

خوابِ دنیا را ہماں بیں زا ابتلا
آزمائش سے، دنیا کی نیند کو ایسا ہی سمجھ

[1] آتش۔ یعنی مجاہدات کی گرمی۔ مجاعت۔ بھوک۔ آہنِ سرد۔ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا بیکار ہے۔ گر بگرید۔ نفس کی آہ وزاری سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے۔ لابہ کناں۔ بھوک میں وہ فرعون کی طرح خوشامد کرنے لگتا ہے۔ خر۔ نفس کی مثال گدھے کی سی ہے اگر اُس پر بوجھ نہیں ہوتا ہے تو وہ دولتیاں مارتا ہے۔ پس۔ پیٹ بھرنے پر اپنی سب خوشامد بھول جاتا ہے۔

[2] سالہا۔ نفس کے بھولنے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ انسان سوتے ہی اپنی قیامگاہ کو بھلا دیتا ہے۔ شہرِ دیگر۔ خواب میں دوسرے شہروں کو یاد کرتا ہے اور اپنے شہر کو بھول جاتا ہے۔ بل۔ وہ خواب میں یہ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ سے اِسی شہر میں تھا۔

[3] چہ عجب۔ اگر روح اپنے اصلی وطن کو بھول جائے تو اِس پر تعجب نہ کرو۔ ایں دنیا۔ دنیا کی زندگی ایک خواب ہے اور خواب اصلی وطن کو بھلا دیتی ہے۔ چند نوبت۔ خواب میں یہ تجربہ بارہا ہوا ہے اِسی پر دنیا کو قیاس کرو۔

خاصہ[1] چندیں شہرہا را کوفتہ ۔۔۔ گردہا از درگہ او ناروفتہ

خصوصاً جبکہ اُس نے بہت شہروں کو روندا ہو ۔۔۔ اُسکے مقام (دل) سے گرد صاف نہیں ہوئی ہے

اجتہادِ گرم ناکردہ کہ تا ۔۔۔ دل شود صافی و بیند ماجرا

سخت کوشش نہ کیئے ہوئے ہے کہ ۔۔۔ دل صاف ہو جائے اور گذشتہ واقعات دیکھ لے

سر بروں آرد دلش از بحرِ راز ۔۔۔ اوّل و آخر بہ بیند چشم باز

راز کے سمندر سے اُس کا دل سر اُبھارے ۔۔۔ کھلی آنکھ اوّل اور آخر کو دیکھ لے

بیانِ اطوار و منازلِ خلقتِ آدمی از ابتدائے خلقت

ابتدائے پیدائش سے آدمی کی پیدائش کے مراتب اور حالات کا بیان

آمدہ اوّل باقلیمِ جماد ۔۔۔ وز جمادی در نباتی اوفتاد

پہلے وہ (روح) جماد کی اقلیم میں آئی ۔۔۔ اور جمادی (اقلیم) سے نباتی (اقلیم) میں آ گئی

سالہا اندر نباتی عمر کرد ۔۔۔ وز جمادی یاد ناورد از نبرد

سالوں نباتی (اقلیم) میں عمر بسر کی ۔۔۔ اور سرکشی کی وجہ سے اپنی جمادی (زندگی) کو بھلا دیا

وز نباتی[2] چوں بحیوانی فتاد ۔۔۔ نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد

اور نباتی (اقلیم) سے جب حیوانی (اقلیم) میں آئی ۔۔۔ اُس کو نباتی (اقلیم) کا حال کبھی یاد نہ آیا

جز ہماں میلے کہ دارد سوئے آں ۔۔۔ خاصہ در وقتِ بہار و ضیمراں

سوائے اُس میلان کے جو اُس کی جانب ہے ۔۔۔ خصوصاً بہار اور ضیمران کے موسم میں

ہمچو میلِ کودکاں با مادراں ۔۔۔ سرِّ میلِ خود نداند در لباں

جیسا کہ بچوں کا ماؤں کی طرف میلان ۔۔۔ کہ وہ دودھ پینے میں اپنے میلان کا خود راز نہیں جانتے ہیں

ہمچو میلِ مفرطِ ہر نو مرید ۔۔۔ سوئے آں پیرِ جوانِ بختِ مجید

جیسا کہ ہر نئے مرید کا بڑھا ہوا میلان ۔۔۔ بزرگ جواں نصیبہ والے پیر کی جانب

جزوِ[3] عقلِ ایں از آں عقلِ کل ست ۔۔۔ جنبشِ ایں سایہ زاں شاخِ گل ست

اِسکی جزوی عقل اُس کُلی عقل سے ہے ۔۔۔ اس سایہ کی حرکت اُس پھول کی شاخ سے ہے

سایہ اش فانی شود آخر درو ۔۔۔ پس بداند سرِّ میل و جستجو

اُس کا سایہ بالآخر اُسمیں فنا ہو جاتا ہے ۔۔۔ تب میلان اور جستجو کا راز جان لیتا ہے

لیکن وہ اس میلان کا سبب نہیں سمجھتا ہے — [3] جزو۔ اب مرید کے شیخ کی طرف میلان کی وجہ بتاتے ہیں کہ اس کی عقل شیخ کی عقل کا جزو ہے یہ سایہ ہوا اور شیخ شاخِ گل ہو سایہ اش۔ ایک وقت وہ آئیگا کہ یہ مرید فنا فی الشیخ کا مقام حاصل کریگا تو اپنے میلان کی وجہ سمجھے گا کہ فرع اصل کی طرف مائل ہوا کرتی ہے۔

[1] خاصہ۔ روح نے بہت سے مدارج اور مراتب طے کئے ہیں اور وہ اِس کے شہر میں رہ چکی ہے۔ گردہا۔ پھر تم نے اپنے قلب کو مصفا نہیں رکھا اگر اسکو مجاہدات کے ذریعہ مصفیٰ کر لیتے تو وہ روح کے پرانے واقعات تمھیں دکھا دیتا۔ سر بروں۔ اگر دل صاف ہوتا ہے تو وہ پوشیدہ راز کے سمندر میں غوطہ لگا لیتا ہے اور آغاز و انجام کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ آمدہ۔ روح نے جو مختلف شہروں میں سکونت کی ہے اب مولانا اُس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔۔۔۔ وز جمادی۔ یہی روح پہلے جمادات کے خطہ میں رہی پھر ترقی کر کے نباتات کے خطہ میں آ گئی رہتا رہا۔ عرصۂ دراز تک یہ روح نباتی خطہ میں رہی لیکن اسکو اپنی جمادی حالت کبھی یاد نہ آئی۔

[2] وز نباتی۔ پھر روح نباتات کے خطہ سے حیوانی خطہ میں آئی تو اسکو اپنی نباتی زندگی یاد نہ رہی۔ جز ہماں۔ ہاں صرف اس قدر تو ہے کہ روح موسم بہار میں اور ناز بو کے پھولنے کے وقت اسکی طرف میلان کرتی ہے یہ اُس کی نباتی زندگی کی یاد ہے۔ ہمچو۔ بچہ اپنی ماں کے دودھ کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھ سکتا کہ میں اُس کے پیٹ میں رہ چکا ہوں۔ ہمچو میلِ مفرط۔ مرید کو شیخ کی طرف میلان ہوتا ہے

سایۂ[1] شاخِ درخت اے نیک بخت / کے بجنبد گر نجنبد ایں درخت

اے نیک بخت! درخت کی شاخ کا سایہ / کب حرکت کر سکتا ہے اگر یہ درخت نہ ہلے؟

باز از حیواں سوی انسانیش / می کشد آں خالقے کہ دانیش

پھر اسکو حیوان (کی اقلیم) سے انسان کی جانب / وہ اللہ (تعالیٰ) اس کو کھینچتا ہے جس کو تو واقف ہے

ہمچنیں اقلیم تا اقلیم رفت / تا شد اکنوں عاقل و دانا و زفت

وہ اسی طرح (ایک) اقلیم سے (دوسری) اقلیم تک چلتی رہی / یہاں تک کہ وہ اب عقلمند اور دانا اور قوی ہو گئی

عقلہای اولینش یاد نیست / ہم ازیں عقلش تحول کردنیست

اس کو پہلی عقلیں یاد نہیں ہیں / اس عقل سے بھی اس کو منتقل ہونا ہے

تا رہد[2] زیں عقلِ پُر حرص و طلب / صد ہزاراں عقل بیند بوالعجب

تاکہ اس حرص اور طلب بھری عقل سے نجات پا جائے / وہ عجب قسم کی لاکھوں عقلیں دیکھے

گرچہ خفتہ گشت و شد ناسی ز پیش / کے گذارندش دراں نسیانِ خویش

اگرچہ وہ سو گئی ہے اور پہلے کو بھول گئی ہے / وہ اس کو اس کی بھول میں کب رہنے دیں گے؟

باز ازاں خوابش بہ بیداری کشند / تا کند بر حالتِ خود ریشخند

اس کو پھر اس کی نیند سے بیدار کریں گے / تاکہ وہ اپنی حالت پر مذاق اڑائے

گرچہ غم بود آنکہ می خوردم بخواب / چوں فراموشم شد احوالِ صواب

اگرچہ وہ غم تھا جو میں نے خواب میں اٹھایا / مجھ سے صحیح احوال کیوں فراموش ہوئے؟

چوں ندانستم کہ آں غم و اعتلال / فعلِ خواب است و فریب است و خیال

میں کیوں نہ سمجھا کہ وہ غم اور بیمار رہونا؟ / خواب کا کام ہے اور فریب اور خیال ہے

ہمچنیں[3] دنیا کہ حلمِ نائم ست / خفتہ پندارد کہ ایں خود دائم ست

اسی طرح دنیا جو کہ ایک سونے والے کا خواب ہے / سویا ہوا سمجھتا ہے کہ یہ خود ہمیشہ رہنے والی ہے

تا بر آید ناگہاں صبحِ اجل / وا رہد از ظلمتِ ظن و دغل

یہاں تک کہ اچانک موت کی صبح آجاتی ہے / اور وہ گمان اور فریب کی تاریکی سے نکل جاتا ہے

خندہ اش گیرد ازیں غمہای خویش / چوں ببیند مستقر و جای خویش

اس کو اپنے غموں پر ہنسی آتی ہے / جب وہ اپنے ٹھہرنے کا مقام اور جگہ دیکھتا ہے

ہرچہ اندر خواب بینی نیک و بد / روزِ محشر یک بیک پیدا شود

تو جو کچھ بھی خواب میں اچھا اور برا دیکھتا ہے / قیامت کے دن ایک ایک ظاہر ہو جائیگا

۱۔ سایہ۔ اگر درخت کی شاخ حرکت نہ کرے تو سایہ حرکت نہیں کر سکتا۔ باز از حیواں۔ اللہ تعالیٰ روح کو پھر حیوانیت سے انسانیت کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ ہمچنیں۔ غرضیکہ روح اقلیم تا اقلیم سفر کرتی ہوئی اس حالت میں پہنچی کہ وہ صاحبِ عقل ہو گئی ہے۔ عقلہای۔ روح اپنی گذشتہ عقلوں سے غافل ہے پھر اس کی اس موجودہ عقل سے بھی تبدیلی ہوگی۔

۲۔ تا رہد۔ روح کو اس انسانی حریص عقل کو بھی خیرباد کہنا ہے تب اس کو لاکھوں عجیب عقلیں حاصل ہو جائیں گی۔ گرچہ۔ اگرچہ انسان خواب کی حالت میں اپنے واقعات بھول جاتا ہے لیکن وہ لامحالہ بیدار ہوتا ہے اور پھر خواب کے واقعات کی ہنسی اڑاتا ہے۔ گرچہ۔ بیدار ہو کر اس کو تعجب ہوتا ہے کہ میں صحیح واقعات کو کیسے بھول گیا تھا۔ چوں۔ خواب کے واقعات کے غم پر کہتا ہے کہ میں یہ کیوں نہ سمجھا کہ یہ خیالی باتیں ہیں۔

۳۔ ہمچنیں۔ دنیادار جو دنیا کی زندگی کے خواب میں ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہی دراصل زندگی ہے۔ تا برآید۔ جب موت آتی ہے تو اس کی آنکھ کھلتی ہے۔ خندہ اش۔ موت کے وقت جب وہ بیدار ہوتا ہے تو دنیا کے غموں پر ہنستا ہے۔ ہرچہ۔ دنیا کی زندگی میں جو برائی یا اچھائی کی ہے وہ قیامت میں سامنے

ہوجائیگی

آنچہ کردی اندریں خوابِ جہاں — گرددت ہنگام[1]ِ بیداری عیاں
تونے دنیا کی نیند میں جو کچھ کیا ہے — تیرے لئے بیداری کے وقت ظاہر ہو جائیگا

تا نہ پنداری کہ ایں بد کردنیست — اندریں خواب و ترا تعبیر نیست
تو ہرگز نہ سمجھ کہ یہ بدکرداری — خواب میں ہے اور تیرے لئے تعبیر نہیں ہے

بلکہ ایں خندہ بُوَد گریہ و نفیر — روزِ تعبیر اے ستمگر بر اسیر
بلکہ یہ ہنسی رونا اور فریاد ہو گی — تعبیر کے دن، اے قیدی پر ظلم کرنیوالے!

گریہ و درد و غم و زاریِ خود — شادمانی داں بہ بیداریِ خود
اپنے رونے اور درد اور غم اور عاجزی کرنے کو — اپنی بیداری (کے وقت) میں خوشی سمجھ

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں — گرگ برخیزی ازیں خوابِ گراں
اے یوسفوں کے پوستین کو پھاڑنے والے! — اس بھاری نیند سے تو بھیڑیا بن کر اٹھے گا

گشتہ[2] گرگاں یک بیک خُوہائے تو — می دراننداز غضب اعضائے تو
تیری ایک ایک عادت بھیڑیا بن کر — غصہ سے تیرے اعضاء کو پھاڑے گی

خوں نخسپد بعدِ مرگت در قصاص — تو مگو کہ میرم و یابم خلاص
قصاص (کے معاملہ) میں تیرے مرنے کے بعد خون سو نہ جائیگا — تو نہ کہہ کہ مر جاؤں گا اور بچ جاؤں گا

ایں قصاصِ نقد حیلت سازیست — پیشِ زخمِ آں قصاص ایں بازیست
یہ فوری قصاص، ایک تدبیر ہے — اُس قصاص کے عذاب کے آگے یہ کھیل ہے

زیں لعب خواندست دنیا را خدا — کایں جزا لعب است پیشِ آں جزا
خدا نے دنیا کو کھیل کہا ہے — کیونکہ یہ بدلہ اُس بدلہ کے مقابلہ میں کھیل ہے

ایں جزا[3] تسکینِ جنگ و فتنہ ایست — آں چو اخصا و ایں چوں ختنہ ایست
یہ بدلہ، لڑائی اور فتنہ کو دباتا ہے — وہ خصی کرنے کی طرح اور یہ ختنہ کی طرح ہے

ایں سخن پایاں ندارد موشیا — ہیں رہا کن آں خراں را در گیا
اے موشی! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے — ہاں ان گدھوں کو گھاس میں چھوڑ دے

تا ہمہ زاں خوش علف فربہ شوند — ہیں کہ گرگانند ما را خشم مند
تاکہ سب اس عمدہ گھاس سے موٹے ہو جائیں — خبردار! ہمارے بھیڑیئے غصہ میں ہیں

[1] ہنگامِ بیداری یعنی قیامت کے وقت۔ تا نہ پنداری۔ انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس دنیا کی خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ اسکی تعبیر قیامت میں سامنے آجائیگی۔ بلکہ۔ دنیا میں ظالموں کے ہنسنے کی آخرت میں تعبیر رونا اور چیخنا ہوگا۔ گریہ۔ اگر دنیا میں گریہ و زاری ہوگی تو آخرت میں اُس کی تعبیر خوشی ہوگی، خواب کی تعبیر عموماً الٹی ہوتی ہے۔ اے دریدہ۔ جو یوسف جیسے نیکوں کو دنیا میں ستائیگا وہ آخرت میں بھیڑیا بنکر اٹھے گا۔

[2] گشتہ۔ انسان کی بُری عادتیں آخرت میں بھیڑیئے بنیں گی اور خود اُس کے اعضاء کو پھاڑیں گی۔ خون۔ اگر انسان نے کسی کا ناحق خون بہایا ہے تو وہ خون نہ سوئیگا اور قیامت میں بدلے کا خواہاں ہوگا۔ ایں قصاص۔ اگر دنیا میں بدلہ لے بھی لیا گیا ہوگا تو آخرت کے عذاب سے پھر بھی نجات نہ ملیگی بلکہ دنیا والا بدلہ اُس کے مقابلہ میں کھیل سمجھا جائے گا۔ زیں لعب۔ قرآن نے دنیا کی زندگی کو کھیل کود سے تعبیر کیا ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں کا انتقام آخرت کے انتقام کے مقابلہ میں کھیل کود ہے۔

[3] ایں جزا۔ دنیا میں جو بدلہ لیا گیا وہ تو محض وقتی فتنہ و فساد فرو کرنے کے لئے لیا گیا ہے۔ اس دنیا کے بدلے کی مثال ختنہ کرنا اور آخرت کے بدلے کی مثال خصی کرنا سمجھو۔ آں خراں۔ یعنی فرعونیوں کو دنیا کے مزے اڑا لینے دو۔ تا ہمہ۔ یہ فرعونی جہنم کے بھیڑیوں کی خوراک ہیں وہ بھیڑیئے بھوک سے غصہ میں ہیں تو ان کو خوب موٹا ہونے دو تاکہ ان کو اچھی خوراک ملے۔

بیانِ آنکہ خلقِ دوزخ گرسنگاں اندو نالاں اندو از حق خواہاں

اس کا بیان کہ دوزخ کی مخلوق بھوکی اور نالاں ہے اور اللہ تعالےٰ سے چاہتی ہے

کہ روزیہای مارا فربہ گرداں و زود بما رساں کہ مارا صبر نماند

کہ ہماری خوراک کو موٹا بنا دے اور جلد ہمارے پاس پہنچا دے کیونکہ ہمارا صبر ختم ہو گیا ہے

نالۂ گرگانِ خود را مُوقنیم
ہمیں اپنے بھیڑیوں کے رونے کا یقین ہے

ایں خراں را طُعمۂ ایشاں کنیم
ہم اِن گدھوں کو ان کی خوراک بنائیں گے

ایں خراں را کیمیای خوش دمی
اِن گدھوں کو خوش کلامی کی کیمیا نے

از لبِ تو خواست کردن آدمی
تیرے ہونٹ سے، اُن کو آدمی بنانا چاہا

تو بسے کردی بدعوت لُطف و جُود
تو نے دعوت (دینے) میں بہت مہربانی اور سخاوت کی

آں خراں را طالع و روزی نبود
اُن گدھوں کا نصیبہ اور مقدر نہ تھا

پس فرو پوشاں لحافِ نعمتی
تو اُن کو اپنے انعام کا لحاف اوڑھا دے

تا بَرد شاں زود خوابِ غفلتی
تاکہ غفلت کی نیند اُن کو جلد سُلا دے

تا چو بجہند از چنیں خواب ایں رَمہ
تاکہ یہ گروہ جب ایسی نیند سے بیدار ہو جائے

شمع مُردہ باشد و ساقی شُدہ
شمع گُل ہو چکی ہو اور ساقی روانہ ہو چکا ہو

داشت طُغیانِ شاں تُرا در حیرتے
اُنکی سرکشی نے تجھے حیرانی میں مبتلا کر دیا ہے

پس بنوشند از جزاہم حسرتے
تو بدلے میں وہ حسرت چکھیں گے

تا کہ عدلِ ما قدم بیروں نہد
تاکہ ہمارا انصاف ظاہر ہو جائے

در جزا ہر زشت را درخور دہد
ہر بُرے کو مناسب بدلہ دے

کاں شہے کہ می ندیدند یش فاش
کیونکہ وہ شاہ جس کو وہ ظاہر میں نہیں دیکھتے

بُود با ایشاں نہاں اندر معاش
وہ زندگی میں اُن کے ساتھ پوشیدہ تھا

چوں خرد با تست مُشرف بر تنت
جیسا کہ عقل تیرے ساتھ تیرے جسم کی نگراں ہو

گرچہ زو قاصر بُود ایں دیدنت
اگرچہ تیرا یہ دیکھنا اُس سے عاجز ہے

نیست قاصر دیدنِ او اے فلاں
اے فلاں! اُس (عقل) کا دیکھنا قاصر نہیں ہے

از سکون و جُنبشت در امتحاں
تیرے سکون اور حرکت سے آزمائش میں

چہ عجب گر خالقِ آں عقل نیز
تو تعجب کیا ہے! اگر اُس عقل کا پیدا کرنیوالا بھی

با تو باشد در سُکون و نقل نیز
تیرے ساتھ ہو، سکون اور منتقل ہونے میں بھی

---

۱ نالۂ گرگاں۔ میرے علم میں ہے کہ وہ بھیڑیئے بھوک سے فریاد کر رہے ہیں مجھے اِن کو اُنکی خوراک بنانا ہے۔ ایں خراں۔ آپ نے اپنی خوش کلامی کی کیمیا سے انکو آدمی بنانا چاہا لیکن اُن کے مقدر میں آدمی بننا نہ تھا۔ پس فرو۔ اُن پر نعمت کا لحاف اُڑھا دو تاکہ یہ غفلت کی نیند سو جائیں۔

۲ تا چو۔ جب اس غفلت سے بیدار ہونگے تو مجلس ختم ہو چکی ہوگی نہ شمع ہوگی نہ ساقی یعنی تم سے اور تمہاری ہدایت سے فائدہ اُٹھانے کا وقت نہ رہیگا۔ داشت۔ اُن کی سرکشی تمہارے لئے حیران کُن تھی اب حسرت کا مزہ چکھیں گے۔ تا کہ۔ ہمارے انصاف کا تقاضہ ہوگا کہ ہم اُن کو اُنکے بُرے اعمال کی بُری سزا دیں۔ کاں شہے۔ جس خدا کو وہ نہیں دیکھ رہے تھے وہ خدا اُن کے ساتھ تھا۔

۳ چوں خرد۔ مولانا مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خدا کی طرح اور بھی چیزیں ہیں جن کو انسان نہیں دیکھ پاتا ہے لیکن وہ اُس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ انسان اپنی عقل کو نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ انسان کے ساتھ ہے۔ نیست قاصر۔ تو اپنی عقل کو دیکھنے سے قاصر ہے لیکن تیری عقل تجھے دیکھنے سے قاصر نہیں ہے تو تعجب۔ جب نظر نہ آنیوالی عقل تیرے ساتھ ہے تو اگر اس عقل کا خالق

از خرد غافل شود بر بد تند — **بعد ازاں عقلش ملامت میکند**

عقل سے غافل ہوتا ہے اور برائی کرتا ہے — اُس کے بعد اُس کو عقل ملامت کرتی ہے

تو شدی غافل ز عقلت عقل نے — **کز حضورستش ملامت کردنے**

تو اپنی عقل سے غافل بنا، عقل نہ بنی — کیونکہ اُس کا ملامت کرنا اُس کی موجودگی کی دلیل ہے

گر نبودے حاضر و غافل بُدے — **در ملامت کے ترا سیلی زدے**

اگر وہ حاضر نہ ہوتی اور غافل ہوتی — ملامت میں کب تیرے طمانچہ مارتی؟

ور ازو غافل نبودے نفسِ تو — **کے چناں کردے جنون و نفسِ تو**

اگر تیرا نفس اُس سے غافل نہ ہوتا — تو تیرا پاگل پن اور گرمی کب ایسا کرتی؟

پس ترا عقلت چو اصطرلاب بُود — **زاں بدانی قربِ خورشید وجود**

تو تیری عقل اصطرلاب کی طرح ہے — تو اُس سے وجود کے سورج کی نزدیکی جان لے

قرب بیچون ست عقلت را بتو — **نیست از پیش و پس و سفل و علو**

تیری عقل کا تجھ سے قرب بے کیف ہے — جو آگے اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سے نہیں ہے

قرب بیچون چوں نباشد شاہ را — **کہ نیابد بحثِ عقل آں راہ را**

تو شاہ کا قرب بے کیف کیوں نہ ہوگا؟ — کیونکہ عقل کی بحث اُس کا راستہ نہیں پاتی ہے

نیست آں جنبش کہ در اصبع ترا ست — **پیشِ اصبع یا پسش یا چپ و راست**

وہ حرکت نہیں ہے جو تیری انگلی میں ہے — انگلی کے آگے یا اُس کے پیچھے یا بائیں اور دائیں ہے

وقتِ خواب و مرگ از وے میرود — **وقتِ بیداری قرینش می شود**

موت اور نیند کے وقت وہ اُس سے چلی جاتی ہے — بیداری کے وقت اُس کے ساتھ ہوتی ہے

از چہ رہ می آید اندر اصبعت — **کاصبعت بے او ندارد منفعت**

وہ تیری انگلی میں کس راہ سے آتی ہے؟ — کیونکہ تیری انگلی اُس کے بغیر کوئی نفع نہیں رکھتی ہے

نورِ چشم مردمک در دیدہ ات — **از چہ رہ آمد بغیرِ شش جہت**

آنکھ کی پتلی کا نور تیری آنکھ میں — بغیر چھ جہت کے کس راستہ سے آیا ہے؟

عالمِ خلق ست با سُوی و جہات — **بے جہت داں عالمِ امر و صفات**

عالمِ خلق جانب اور جہتوں والا ہے — عالمِ امر و صفات کو بے جہت سمجھ

طرف سے آتی ہے۔ نورِ چشم۔ آنکھوں میں روشنی کی آمد بھی جہات سے منزہ ہے۔ عالمِ خلق۔ وہ عالم ہے جو مادی اور زمانی ہے وہ جانب اور جہت سے متصف ہے۔ عالمِ امر وہ عالم ہے جسکی پیدائش لفظ کُن سے ہوئی ہے اور وہ مادی اور زمانی نہیں ہے وہ موجودات کا عالم ہے جبکہ عالمِ امر مادہ اور جہت سے منزہ ہے تو آمر یعنی حضرت حق تعالیٰ جنہوں نے کلمہ کُن فرمایا ہے بدرجۂ اولیٰ جہت اور جانب سے پاک ہوگا۔

لہ از خرد۔ انسان غلطی کرتے وقت عقل سے غافل ہو جاتا ہے پھر عقل اُس کو ملامت کرتی ہے۔ کز حضور عقل کا ملامت کرنا اُس کی دلیل ہے کہ وہ موجود ہے اور تیرے کام سے غافل نہ تھی۔ سیلی۔ طمانچہ۔ ور۔ اس غلط کا کرنا اس کی دلیل ہے کہ تو اُس وقت عقل سے بیگانہ تھا۔

کلہ پس ترا۔ تیری عقل حضرت حق تعالیٰ کے قرب کو سمجھنے کا ذریعہ ہے اُس کی مثال سے تو سمجھ لے۔ اسطرلاب۔ وہ آلہ جس سے نجومی چاند، سورج، تاروں کے فاصلے معلوم کرتے ہیں۔ خورشیدِ وجود۔ حق تعالیٰ۔ بیچوں۔ یعنی بے کم و کیف۔ عقل کا انسان سے قرب جہتوں سے متصف نہیں ہے۔ قرب بیچوں۔ اللہ تعالیٰ جس کی ذات خود کم اور کیف سے بالاتر ہے اُس کا قرب بھی اِن کیفیتوں سے بالاتر ہے۔ نیست آں۔ مولانا بے کیف دکے قرب کی دوسری مثال پیش کر رہے ہیں۔ انگلی کی حرکت کو انگلی سے جو قرب ہے وہ بے کم و کیف ہے۔

سلہ وقتِ خواب۔ انسان کے سونے میں اُس کی انگلی کو حرکت نہیں ہوتی، بیداری کے بعد فوراً حرکت آجاتی ہے۔ از چہ رہ۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ حرکت انگلی میں کونسی

بے جہت داں عالمِ اَمر اے صنم
اے صنم! عالمِ امر کو بے جہت سمجھ
بے جہت ہم باشد آمر لاجرم
لامحالہ امر کرنے والا بھی بے جہت ہوگا

بے جہت بُد عقل[۱] و علام البیاں
عقل بے جہت تھی اور بیان کا جاننے والا
عقل تر از عقل و جان تر ہم ز جاں
عقل سے بھی زیادہ عقل اور جان سے بھی زیادہ جان ہے

بے تعلق نیست مخلوقے بدو
کوئی مخلوق اُس سے بے تعلق نہیں ہے
آں تعلق ہست بے چوں اے عمو
اے چچا! وہ تعلق بلاکیف ہے

زانکہ فصل و وصل نبود در رواں
کیونکہ روح میں فصل اور وصل نہیں ہے
غیرِ فصل و وصل نندیشد گماں
گمان فصل اور وصل کے علاوہ نہیں سوچتا ہے

غیرِ فصل و وصل پے بر از دلیل
دلیل سے فصل اور وصل کے علاوہ کا پتہ لگا
لیک پے بُردن نہ بشناسد علیل
لیکن پتہ لگانا، بیمار نہیں جانتا

پے پیاپے[۲] می بر از دوریٔ اصل
پے در پے اصل سے دوری کا پتہ لگا
تا رگِ مردیت آرد سوی وصل
تاکہ مردانگی کی رگ تجھے وصل کی جانب لے آئے

ایں تعلق را خرد چوں پے برد
عقل اِس تعلق کا کیسے پتہ لگائے؟
بستۂ فصل ست و وصل ست ایں خرد
یہ عقل تو فصل اور وصل سے وابستہ ہے

زیں وصیت کرد ما را مصطفیٰؐ
اسی وجہ سے مصطفیٰؐ نے ہمیں وصیت کی ہے
بحث کم جوئید در ذاتِ خدا
کہ ذاتِ خدا میں بحث نہ کرو

آنکہ در ذاتش تفکر کردنیست
جو غور و فکر اُس کی ذات میں کرنا ہے
در حقیقت آں نظر در ذات نیست
حقیقتاً وہ غور و فکر ذات میں نہیں ہے

ہست[۳] آں پندارِ او زیرا براہ
یہ (محض) اُس کا خیال ہے، کیونکہ راستہ میں
صد ہزاراں پردہ آمد از الٰہ
خدا کی جانب سے لاکھوں پردے ہیں

ہر یکے در پردہ موصول جوست
ہر ایک، ایک پردے کا وصل چاہنے والا ہے
وہمِ او آنست کاں عینِ خود اوست
اُس کا خیال یہ ہے کہ وہ اُس کا عین ہے

پس پیمبر دفع کرد ایں وہم ازو
تو پیغمبرؐ نے اُس سے اِس وہم کو دفع کر دیا
تا نباشد در غلط سودا پزِ او
تاکہ وہ غلطی میں خیالی (دیگ) پکانیوالا نہ بنے

۱ عقل۔ عقل بھی بے جہت چیز ہے تو اللہ تعالیٰ جو عقل کی بھی عقل اور جان کی بھی جان ہے کیوں جہت سے پاک نہ ہوگا۔ بے تعلق۔ مخلوق کا خالق سے جو تعلق ہے وہ بھی کیفیت سے بالاتر ہے۔ زانکہ۔ روح مادہ سے پاک ہے لہٰذا اُس میں نہ فصل کی صفت ہے نہ وصل کی لیکن انسان کا خیال و گمان وصل اور فصل کے علاوہ کوئی تعلق نہیں سمجھتا ہے۔ غیرِ فصل۔ ہماری بیان کردہ دلیل سے پتہ لگالے کہ اتصال اور انفصال کے علاوہ بھی کوئی تعلق ہے لیکن وہ شخص جو نفسانی بیماریوں میں مبتلا ہے وہ پتہ نہیں لگا سکتا بعض نسخوں میں "نہ بشناسد علیل" ہے اسکے معنی یہ ہونگے محض پتہ لگانا پیاس نہیں بجھاتا ہے پیاس جب بجھے گی جب کہ مشاہدہ حاصل ہوجائے گا۔

۲ پے پیاپے۔ اگر انسان مسلسل یہ سوچے گا کہ بجے ذاتِ خداوندی سے دوری ہو تو مردانگی کی رگ اسکو وصل کی طرف لے جائیگی۔ ایں تعلق۔ جو عقل محض اتصال اور انفصال کے تعلق کو ہی سمجھ سکتی ہے وہ اللہ سے مخلوق کے تعلق کا پتہ نہیں لگا سکتی۔ زیں۔ چونکہ عقل اسکو نہیں سمجھ سکتی اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی اللہ اللہ کی مخلوق میں غور کرو اللہ تعالیٰ کی ذات

میں غور نہ کرو۔ آنکہ۔ کیونکہ ذات کا تصور ناممکن ہے لہٰذا اسمیں تفکر بھی ناممکن ہے۔ ۳ ہست۔ ذات میں غور کرنا ذات میں غور کرنا نہیں ہے بلکہ محض اپنے ایک مفروضہ میں غور کرنا ہے کیونکہ ذات اور مخلوق میں لاکھوں پردے ہیں ہر یکے۔ ذات میں غور کرنیوالا کسی پردے سے وابستہ ہو گیا ہے اور اسی کو اللہ کی ذات کا عین سمجھ رہا ہے۔

ؔ۱ زانکہ اندر وہمِ اُو ترکِ ادب — بے ادب را سرنگونی داد رب

کیونکہ اُس کے وہم میں (ڈوبنا)، ادب کو چھوڑنا ہے — (اور) اللہ تعالیٰ نے بے ادب کو اوندھا پن دیا ہے

سرنگونی آں بُوَد کو سوئے زیر — می رود پندارد اُو کو ہست چیر

اوندھا پن یہ ہے کہ نیچے کو جا رہا ہے (اور) وہ سمجھ رہا ہو کہ وہ کامیاب ہے

زانکہ حدِ مست باشد ایں چُنیں — کو نداند آسماں را از زمیں

کیونکہ مدہوش کی یہ تعریف ہے — کہ وہ آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہے

در عجبہایش بفکر اندر روید — از عظیمی وز مہابت گم شوید

اُس کے عجائب میں غور کرو — عظمت اور ہیبت سے گم ہو جاؤ

چوں ز صنعش ریش و سبلت گم کنید — حدِ خود دانید آنگہ تن زنید

جب تم اُس کی صنعت میں حیران ہو جاؤ گے — اپنا رُتبہ جان لو گے (اور) اُس وقت خاموش ہو جاؤ گے

ؔ۲ جز کہ لا احصی نگوید اُو ز جاں — کز شمار و حد بیرون ست آں

وہ دل سے سوائے اِس کے کچھ نہ کہہ سکا کہ میں شمار نہیں کر سکتا — کیونکہ وہ شمار اور حد سے بالا ہے

چوں بیانش بیحد ست اے بُوالہوس — بحث کم کُن پیش ازیں کم زن نفس

اے بوالہوس! چونکہ اُس کا بیان لامحدود ہے — بحث نہ کر اِس سے آگے سانس نہ لے

ؔ۳ رفتنِ ذُوالقرنین بکوہِ قاف و درخواست کردن کہ اے قاف از عظمتِ صفاتِ حق تعالیٰ شمّہ با ما بگو و جواب و کہ صفتِ عظمتِ حق تعالیٰ بہ تقریر در نیاید و لابہ کردنِ ذوالقرنین کہ ازانچہ تواں گفت و بخاطر داری شمّہ بگو

حضرت ذوالقرنین کا کوہِ قاف کے پاس جانا اور درخواست کرنا کہ اے قاف! ہمیں کچھ تھوڑی سی اللہ تعالیٰ کی صفات کی عظمت بتادے اور اُس کا جواب دینا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی تعریف تقریر میں نہیں آسکتی اور ذوالقرنین کی خوشامد کرنا کہ جس قدر بتایا جا سکتا ہے اور تو جو جانتا ہے کچھ بتا دے

رفت ذوالقرنین سوئے کوہِ قاف — دید کُو را کز زمرّد بُود صاف

ذوالقرنین کوہ قاف کی جانب گئے — انھوں نے پہاڑ کو دیکھا کہ وہ زمرد سے (زیادہ) صاف تھا

سکندر تھا یہ سکندر رومی سے بہت پہلے گذرا ہے۔ کوہ قاف۔ ایک پہاڑ ہے لیکن فارسی لٹریچر میں اِس کے بارے میں بہت سے فرضی افسانے مذکور ہیں۔

ؔ۱ زانکہ۔ خاتِ خدا میں مشغولیت نہ ہو اور وہم میں مبتلا ہو یہ خدا کے ساتھ بے ادبی ہے جس کی سزا سرنگونی ہے۔ سرنگونی۔ اوندھے پن کا یہی مطلب ہے کہ انسان نیچے گر رہا ہو اور یہ سمجھے میں اوپر چڑھ رہا ہوں۔ حدِ مست۔ مست کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ زمین اور آسمان یعنی نیچے اور اوپر میں فرق نہیں کر سکتا۔ در عجبہا۔ خدا کی عجیب صناعی میں غور کرنا چاہیئے اور اُس کی عظمت اور ہیبت میں گم ہو جانا چاہیئے۔ چوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کرو گے تو تم پر اپنی حقیقت کھل جائیگی اور خاموشی اختیار کر لو گے۔

ؔ۲ جز کہ۔ اب تم یہ کہو گے لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ یعنی میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ چوں بیانش۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ اُنکی تعریف کا بیان ختم نہ ہونیوالا ہے لہٰذا اِس میں بحث ختم کر دینی چاہیئے اور خاموشی اختیار کر لینی چاہیئے۔

ؔ۳ رفتن۔ حضرت ذوالقرنین اور کوہ قاف کے مکالمہ سے یہی سمجھایا ہے کہ اوصافِ باری تعالیٰ کا بیان ناممکن ہے۔ ذوالقرنین۔ ایک نیک دل بادشاہ تھا جس کا نام

گردِ عالم حلقہ گشتہ آں محیط[1] — ماند حیراں اندراں خلقِ بسیط

وہ گھیرنے والا دنیا کے چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے ہے — اُس وسیع مخلوق میں حیران رہ گئے

گفت تو کوہی دگر ہا چیستند — کہ بہ پیشِ عظمِ تو باز ایستند

اُنھوں نے کہا تو پہاڑ ہے دوسرے کیا ہیں؟ — کہ تیری بڑائی کے سامنے جمیں

گفت رگہای من اند آں کوہہا — مثلِ من نبوند در حُسن و بہا

اُس نے کہا، وہ پہاڑ میری رگیں ہیں — وہ خوبصورتی اور قیمت میں میری طرح نہیں ہیں

من بہر شہرے رگے دارم نہاں — بر عروقم بستہ اطرافِ جہاں

ہر شہر میں میری رگ چھپی ہوئی ہے — دنیا کے اطراف میری رگوں سے بندھے ہوئے ہیں

حق[2] چو خواہد زلزلہ شہرے مرا — امر فرماید کہ جنباں عرق را

جب اللہ تعالیٰ کسی شہر میں زلزلہ لانا چاہتا ہے تو مجھے — حکم دے دیتا ہے کہ رگ کو ہلا دے

پس بجنبانم من آں رگ را بقہر — کہ بداں رگ متصل گشت ست شہر

میں غصے سے اُس رگ کو ہلا دیتا ہوں — جس رگ سے وہ شہر ملا ہوا ہے

[illegible] ساکن رگم — ساکنم وز روی فعل اندر تگم

جب وہ بس کہہ دیتا ہے میری رگ ساکن ہو جاتی ہے — میں بظاہر ساکن ہوں لیکن عمل کے اعتبار سے مصروف ہوں

ہمچو مرہم ساکن و بس کارکن — چوں خرد ساکن وزو جنباں سخن

جیسا کہ مرہم ساکن اور بہت کارگزار ہے — جیسے کہ عقل ساکن ہے اور بات اُسکی وجہ سے حرکت میں ہے

نزدِ آں کس[3] کہ نداند عقلش ایں — زلزلہ ہست از بخاراتِ زمیں

جس کی عقل اِس کو نہیں سمجھتی ہے اُسکے نزدیک — زلزلہ زمین کے بخارات کی وجہ سے ہے

ایں بخاراتِ زمیں نبود بداں — زامرِ حق ست و ازاں کوہِ گراں

سمجھ لے یہ زمین کے بخارات نہیں ہیں — اللہ (تعالیٰ) کے حکم اور اُس بھاری پہاڑ کی وجہ سے ہے

بیانِ آنکہ مورے بر کاغذ می رفت نوشتنِ قلم دید قلم را ستودن

اِس کا بیان کہ ایک چھوٹی سی چیونٹی کاغذ پر چل رہی تھی اُس نے قلم کا لکھنا دیکھا قلم کی تعریف

گرفت مورے دیگر کہ چشمش تیز بیں بود گفت ستایش انگشتاں

کرنی شروع کر دی دوسری چیونٹی جس کی آنکھ تیز دیکھنے والی تھی اُس نے کہا انگلیوں کی

را کن کہ ایں ہنر از ایشاں می بینم مورے دیگر کہ از ہر دو چشمِ او

تعریف کر کیونکہ میں یہ ہنر اُن کا سمجھتی ہوں تیسری چیونٹی جس کی آنکھیں دونوں سے زیادہ

---

[1] محیط۔ گھیرنے والا یعنی وہ پہاڑ تمام دنیا کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھا۔ گفت۔ ذوالقرنین نے کہا تیری بڑائی کے مقابلہ میں اُن پہاڑوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے گفت۔ کوہ قاف نے کہا وہ پہاڑ میری جڑیں ہیں جڑ اور اصل یکساں نہیں ہوتی اِسلئے تم اُن کو دیگر پہاڑ سمجھ رہے ہو۔ من بہر شہرے۔ دنیا کے ہر شہر کے نیچے میری رگ ہے اِس طرح تمام دنیا میری رگوں پر آباد ہے۔

[2] حق۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شہر پر زلزلہ نازل فرمانا چاہتا ہے تو مجھے حکم دیدیتا ہے میں اپنی وہ رگ ہلا دیتا ہوں اور اُس شہر میں زلزلہ آجاتا ہے۔ چوں بگوید۔ جب مجھے رُکنے کا حکم دیتا ہے تو وہ میری رگ ساکن ہو جاتی ہے بظاہر میں ساکن ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام میں میری تگ و دو جاری ہے۔ ہمچو۔ ساکن رہ کر کام کرنے کی مثال مرہم اور عقل ہے۔

[3] نزدِ آں کس۔ جس کی عقل میں یہ بات نہیں آتی وہ زلزلہ کا اصلی سبب زمین کے بخارات کو سمجھتا ہے لیکن دراصل زلزلہ کا سبب خدائی حکم اور کوہِ قاف ہے۔ بیان۔ اِس سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو عقلمند ہیں وہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں کم عقل سبب کو ہی جانتے ہیں۔

تیز تر بود گفت من ستایش بازو کنم کہ انگشتاں فرع وے اند
تیز تھیں بولی میں بازو کی تعریف کرتی ہوں کیونکہ انگلیاں اُس کی فرع ہیں

مورکے[۱] بر کاغذے دید اُو قلم
ایک چھوٹی سی چیونٹی نے کاغذ پر قلم کو دیکھا

گفت با مورِ دگر ایں راز ہم
اُس نے دوسری چیونٹی سے بھی یہ راز کہا

کہ عجائب نقشہا آں کِلک کرد
کہ قلم نے عجیب نقش کھینچے ہیں

ہمچو ریحان و چو سوسن زار و وَرد
جیسے نازبو اور جیسے سوسن کا کھیت اور گلاب

گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور
اُس چیونٹی نے کہا، اُنگلی کارگذار ہے

ویں قلم در فعل فرع ست و اثر
یہ قلم کام کرنے میں فرع اور اثر ہے

گفت آں مورِ سوم[۲] کز بازو است
تیسری چیونٹی نے کہا کہ وہ بازو کی وجہ سے ہے

کاصبع لاغر ز زورش نقش بست
کیونکہ کمزور اُنگلی کی طاقت نے یہ نقش نہیں بنائے

ہمچنیں می رفت بالا تا یکے
(بات) اسی طرح اوپر کو چلتی رہی یہاں تک کہ

مہترِ موراں فِطن بُود اندکے
چیونٹیوں کی سردار تھوڑی سمجھدار تھی

گفت کز صورت مبینید ایں ہنر
اُس نے کہا اِس ہنر کو جسم کا نہ سمجھو

کہ بخواب و مرگ گردد بے خبر
کیونکہ وہ تو نیند اور موت میں بے خبر ہوجاتا ہے

صورت آمد چوں لباس و چوں عصا
جسم بمنزلہ لباس اور لاٹھی کے ہے

جز بعقل و جاں نجنبد نقشہا
عقل اور جان سے ہی نقوش بنتے ہیں

بیخبر بُود اُو کہ آں عقل و فؤاد
وہ اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور دل

بے ز تقلیبِ خدا باشد جماد
خدا کے حرکت دیئے بغیر بے جان ہیں

یک زماں[۳] از وے عنایت بر کند
تھوڑی دیر کیلئے وہ اگر مہربانی کرنا بند کردیتا ہے

عقلِ زیرک ابلہیہا می کند
ذہین عقل، بے وقوفیاں کرتی ہے

باز التماس کردن ذو القرنین از کوہِ قاف و بیان عجائب اثنائے حق
ذوالقرنین کا دوبارہ کوہِ قاف سے درخواست کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف میں عجائب کا بیان

چونکہ کوہِ قاف دُرِّ نطق سُفت
جب کوہ قاف نے گویائی کا موتی پرو دیا

چونش گویا یافت ذو القرنین گفت
چونکہ ذوالقرنین نے اُس کو بولتا پایا تو کہا

کاے سخنگوی خبیرِ راز داں
اے بولنے والے، باخبر، رازداں!

از صفاتِ حق بکن با من بیاں
اللہ (تعالیٰ) کی صفات مجھ سے بیان کرے

---

[۱] مورکے - مور، چیونٹی، کاف تصغیر کا اور یا وحدت کی ہے۔ راز۔ یعنی قلم کاری دیکھنا۔ کِلک۔ قلم۔ ریحان۔ نازبو ہر خوشبودار پودا۔ سوسن۔ ایک نیلگوں پھول ہے۔ ورد۔ گلاب۔ اصبع۔ اِس چیونٹی نے کہا کہ یہ قلم کا ہنر نہیں بلکہ اصل کاریگری کاتب کی انگلیوں کی ہے۔

[۲] مورِ سوم۔ تیسری چیونٹی نے کہا کہ دراصل یہ کام بازو کا ہے۔ فِطن۔ سمجھدار۔ کز صورت۔ اِس کاریگری کا اصل سبب جسم نہیں، روح ہے۔ صورت۔ جسم، روح کا ایک لباس اور آلہ ہے نقش، عقل اور جان بناتی ہے۔ بے خبر۔ وہ چیونٹی بھی اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور جان خدا کی تحریک پر عمل کرتی ہے۔

[۳] یک زماں۔ اگر اللہ تعالیٰ عقل سے تھوڑی دیر کے لئے اپنی مہربانی ہٹا لیتا ہے تو عقل بے عقلی کے کام کرنے لگتی ہے۔ چونکہ۔ جب ذوالقرنین نے کوہ قاف کو بولتا دیکھا تو اس سے درخواست کی۔ کاے۔ اے کوہ قاف تو اللہ کی صفات سے واقف ہے ہمیں اُس کی صفات سے آگاہ کردے۔

گفت[1] رَو کاں وصف زانہا برترست
اُس نے کہا، جا، کیونکہ وہ صفت اس سے بالاتر ہے
کہ بیاں بَر وَے تواند بُرد دست
کہ بیان اُس پر قابو پا سکے

یا قلم رازہرہ باشد کہ بسَر
یا قلم کی یہ مجال ہو کہ نوک سے
بر نویسد بَر صحائف زاں خبر
وہ صحیفوں میں اُس کی بابت لکھ دے

گفت کمتر داستانے باز گو
اُنھوں نے کہا تھوڑی سی داستان سُنادے
از عجبہای حق اے حبرِ نکو
اللہ کے عجائب کی اے اچھے عالم!

گفت اینک دشتِ سیصد سالہ راہ
اُس نے کہا یہ تین سو سالہ مسافت کا جنگل
کوہہای برف پُر کردہ ست شاہ
شاہ نے اُس کو برف کے پہاڑوں سے بھر دیا ہے

کوہ[2] بر کُہ بے شمار و بے عدد
پہاڑ بالائے پہاڑ بے شمار اور اَن گنت
میرسد در ہر زماں برفش مدد
ہر وقت اُن کو برف کی مدد پہنچتی ہے

کوہ برفے می زند بر دیگرے
برف کا پہاڑ دوسرے (پہاڑ) پر پڑتا ہے
می رساند برف سردی تا ثرے
برف ٹھنڈک کو زمین کی تہ تک پہنچاتا ہے

کوہ برفے می زند بر کوہِ برف
برف کا پہاڑ برف کے دوسرے پہاڑ پر گرتا ہے
دمبدم زانبارِ بیحد و شگرف
ہر وقت بے حد اور عجیب بوجھ سے

گر نبودے اینچنیں وادی شہا
اے بادشاہ! اگر اس طرح کا جنگل نہ ہوتا
تفِّ دوزخ محو کردے مر مرا
دوزخ کی سوزش، مجھے مٹا دیتی

غافلاں را کوہہای برف داں
غافلوں کو برف کے پہاڑ سمجھ
تا نسوزد پردہای عاقلاں
تاکہ عقلمندوں کے پردے نہ پُھنک جائیں

گر نبودے عکسِ[3] جہلِ برف باف
اگر برف کی سی ساخت کے جہل کا عکس نہ ہوتا
سوختے از نارِ شوق آں کوہِ قاف
تو عشق کی آگ سے وہ کوہ قاف جل جاتا

آتش از قہرِ خدا خود ذرہ ایست
(جہنم کی) آگ اللہ کے قہر کا ایک ذرّہ ہے
بہرِ تہدیدِ لئیماں ذرہ ایست
وہ لعینوں کو ڈرانے کے لئے ذرّہ ہے

باچنیں قہرے کہ زفت و فائق ست
ایسے قوی اور بڑھے ہوئے قہر کے باوجود
بردِ لطفش بیں کہ بر وَے سابق ست
اُس کے کرم کی ٹھنڈک کو دیکھ جو اُس سے آگے ہے

سبق بیچون و چگونہ معنوی
یہ آگے ہونا بغیر کمیت اور کیفیت کے معنوی ہے
سابق و مسبوق دیدی بے دوئی
تو نے بغیر دوئی کے آگے ہونے والا اور پیچھے رہ جانے والا دیکھا

---

[1] گفت۔ کوہ قاف نے کہا اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان سے بالاتر ہیں۔ یا قلم۔ یعنی قلم میں یہ طاقت ہے کہ اُن کو تحریر کرسکے۔ حبر۔ بڑا عالم۔ گفت کوہ قاف نے قدرت کے عجائب کا بیان شروع کیا اور کہا کہ یہ جنگل اتنا وسیع ہے کہ تین سو سال کی مسافت کا ہے اس کو خدا نے برف سے پُر کیا ہے اور اب اس پر برف کی تہیں جمتی رہتی ہیں۔

[2] کوہ۔ اس جنگل میں اللہ تعالیٰ نے برف کے پہاڑ جمع کر دیئے ہیں۔ گر نبودے اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر اس جنگل کے برف کے پہاڑوں کی ٹھنڈک نہ ہوتی تو دوزخ کی آگ کی گرمی مجھے پھونک ڈالتی۔ غافلاں۔ اگر غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر نہ پڑتا تو عارفوں کا شوق اُن کو جلا ڈالتا۔

[3] عکس۔ غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر وہی اثر کرتا ہے جو برف کے پہاڑ کوہِ قاف کے لئے کررہے ہیں۔ آتش۔ دوزخ کی آتش جس کی تاثیر کا اسقدر بیان ہوا یا اللہ کے قہر و غضب کا ایک ذرہ ہے۔ باچنیں۔ لیکن قہر و غضب کی اس حالت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے کرم کی ٹھنڈک اس سے بڑھی ہوئی ہے۔ سبق۔ رحمت کی غضب پر جو سبقت ہے وہ زمانی نہیں ہے بلکہ معنوی ہے رحمت اور غضب دونوں اللہ کی صفت ارادہ کی صورتیں ہیں اور ارادہ

یعنی ذات باری تعالیٰ بے چون ہے اسی طرح اس کی صفت ہے۔

جسمِ[۱] احمدؐ را تعلق بُد بداں — ایں تغیّر آنِ تن باشد بداں

اس بے ہوشی سے احمدؐ کے جسم کا تعلق تھا — سمجھ لے! تغیّر جسم میں ہوتا ہے

ہمچو رنجوری و ہمچوں خواب و درد — جاں زِ ایں اوصاف باشد پاک و فرد

جیسے بیماری اور جیسے سونا اور درد — روح ان باتوں سے پاک اور جدا ہے

خود نتانم ور بگویم وصفِ جاں — زلزلہ افتد دریں کون و مکاں

میں خود (بیان) نہیں کر سکتا ہوں اور اگر روح کا وصف (بیان کروں) — تو کون و مکان میں زلزلہ آ جائے

روبہش گر یک دمے آشفتہ بود — شیرِ جاں مانا کہ آں دم خفتہ بود

اُس کی لومڑی اگر تھوڑی دیر کے لئے پریشان ہو گئی تھی — یقیناً روح کا شیر اس وقت سویا ہوا تھا

خفتہ بود آں شیر کز خواب است پاک — اینت شیرِ نرم ساز و سہمناک

وہ شیر سویا ہوا تھا جو سونے سے پاک ہے — عجب نرم کر دینے والا اور خوفناک شیر ہے

خفتہ ساز د شیر خود را آنچناں — کہ تمامش مُردہ دانند ایں سگاں

شیر اپنے آپ کو ایسا سویا ہوا بنا لیتا ہے — کہ سب کتے اُس کو مُردہ سمجھ لیتے ہیں

ورنہ در عالم کرا زہرہ بُدے — کو رُبودے از ضعیفے تربدے

ورنہ دنیا میں کس کی مجال ہوتی — کہ وہ کمزور سے تربد بھی چھین سکتا

نقشِ[۲] احمدؐ زاں نظر بیہوش گشت — بحرِ اُو از مہرِ کف پُر جوش گشت

احمدؐ کا جسم اُس دیکھنے سے بے ہوش ہو گیا — اُنکا سمندر (روح) ید اللہ کی محبت میں پُر جوش ہو گیا

مہ ہمہ کف ست معطی نور پاش — ماہ را گر کف نباشد گو مباش

چاند عطا کرنیوالا، نور چھڑکنے والا مجسم ہاتھ ہے — اگر چاند کے ہاتھ نہ ہو کہہ دے نہ ہوا کرے

احمدؐ ار بکشاید آں پَرِ جلیل — تا ابد بیہوش ماند جبرئیلؑ

احمدؐ اگر وہ عظیم پَر کھول دیں — تو جبرئیلؑ ہمیشہ کے لئے بیہوش ہو جائیں

چوں[۳] گذشت احمدؐ ز سدرہ و مرصدش — از مقامِ جبرئیلؑ و از حدش

جب احمدؐ سدرۃ (المنتہی) اور اُسکی جگہ سے گذرے — جبرئیلؑ کے مقام اور اُنکی حد سے گزرے

گفت اُو را اندر پیَم آ و مایست — گفت رَو رَو من حریفِ تو نیست

اُن (احمدؐ) نے اُن (جبرئیلؑ) کو کہا میرے پیچھے آ جاؤ اور نہ ٹھہرو — انھوں نے کہا جائیے اِسکے بعد مجھے اجازت نہیں ہے

۱ے جسم آنحضورؐ کی ... بیہوشی میں ... بیماری اور ... خود روح کے اوصاف بیان سے باہر ہیں اگر بیان کئے جائیں تو کوئی سننے کی تاب نہیں لا سکتا۔ روبہش یعنی آنحضورؐ کا جسم مبارک شیر جاں یعنی آنحضورؐ کی روح مبارک خفتہ بود۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے تنام عینای ولا ینام قلبی کہ میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا ہے۔ تو روح مبارک سوئی نہیں بلکہ اس پر جسم کی حفاظت سے ایک غیر اختیاری تغافل طاری ہوا تھا۔ نرم ساز یعنی سخت چیز کو نرم بنا دینے والا خفتہ ساز د۔ آنحضورؐ کی روح کی یہ صفت حضرت حق تعالی میں بھی ہے کہ وہ مجرموں سے تغافل برتتے ہیں ورنہ کوئی ظالم ظلم نہ کر سکے۔ تربد ایک لکڑی ہے جو دوا میں کام آتی ہے حقیر چیز مراد ہے

۲ے نقش ... بیہوشی کا تعلق آنحضورؐ کے جسم سے تھا اور روح کا تغافل اس وجہ سے تھا کہ وہ ید اللہ کی محبت میں پُر جوش تھی۔ ... اللہ کا ہاتھ ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ چاند مجسم ہاتھ ہو کیونکہ جو کام ہاتھ کرتا ہے وہ کام اُسکی ذات کرتی ہے۔ احمدؐ حضرت جبرئیلؑ کے ... سے بیہوش ہونے کی وجہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جبرئیلؑ آنحضورؐ سے افضل ہیں اسلئے کہ آنحضورؐ تو تھوڑی دیر کیلئے بیہوش ہوئے لیکن اگر وہ ... روحانی پروں کو پھیلا دیں تو جبرئیلؑ ہمیشہ کیلئے بیہوش ہو جائیں

۳ے چوں گذشت۔ اب آنحضورؐ کی حضرت جبرئیلؑ سے افضلیت کا بیان فرماتے ہیں کہ معراج میں وہ آنحضورؐ کا ساتھ نہ دے سکے اور سدرۃ المنتہی تک پہنچ کر کہنے لگے کہ اگر آگے بڑھوں گا تو میرے پر تجلی سے جل جائیں گے اور آنحضورؐ کی سیر اس سے آگے تک ہوئی۔

گفت اُو را ہیں بپر اندر پیم
اُنھوں نے اُن سے کہا ہاں میرے پیچھے اُڑ آیئے

گفت رَو رَو من حریفِ تو نیم
اُنھوں نے کہا جایئے جایئے میں آپ کا ساتھی نہیں ہوں

باز گفت اُو را بیا اے پردہ سوز
اُنھوں نے اُن سے پھر کہا! اے پردہ سوز! آ جا

من باوجِ خود نر فتستم ہنوز
میں تو ابھی اپنی بلندی پر نہیں پہنچا ہوں

گفت بیروں زیں حدا اے خوش فرِ من
اُنھوں نے کہا اے میرے اقبالمند! اس حد سے باہر

گر زنم پرّے بسوزد پرِّ من
اگر میں پر ہلاؤں میرے پر جل جائیں گے

حیرت[۱] اندر حیرت آمد زیں قصص
اِن قصوں سے حیرت ہی حیرت ہے

بیہشیِ خاصگاں اندر اخص
خواص کی غفلت اخص کے معاملہ میں

بیہشیہا جملہ اینجا بازی است
یہ ساری بیہوشیاں یہاں کھیل ہیں

چند جانداری کہ جاں داری آست
آپ کتنی جان رکھتے ہیں؟ کہ جان کی مشغولیت ہے

جبرئیلا گر شریفی گر عزیز
اے جبرئیلؑ! خواہ تم شریف ہو خواہ عزت والے

تو نہ پروانہ و نے شمع نیز
تم نہ پروانہ ہو اور نہ شمع

شمع چوں دعوت کُند وقتِ فروز
شمع جب روشن ہونے کے وقت بُلائے

جانِ پروانہ نہ پرہیزد ز سوز
پروانہ کی جان جلنے سے پرہیز نہیں کرتی ہے

ایں[۲] حدیثِ منقلب را گور کُن
اِس اُلٹی بات کو دفن کر دیجئے

شیر را بر عکس صیدِ گور کُن
شیر کو بالعکس گورخر کا شکار بنا دیجئے

بند کُن مُشکِ سخن پاشیت را
اپنی گفتگو کی مُشک پاشی کو بند کر دیجئے

وا مکُن انبانِ قُلماشیت را
تو جو چاہے کہو، کے تھیلے کو نہ کھولیئے

آنکہ[۳] بر نگذشت اجزاش از زمیں
جس شخص کے اجزا زمین سے نہیں گزرے ہیں

پیشِ او معکوس قلماشیت ایں
"تو جو چاہے کہو" اُس کے لئے اُلٹا ہے

لاتخالفھم حبیبی دارِھم
اے میرے پیارے! مخالفت نہ کر اُنکی مدارات کر

یا غریبا نازلاً فی دارِھم
اے مسافر! جو اُن کے گھر مہمان ہے

اعطِ ما شاؤا و راموا وارضِھم
دے جو وہ چاہیں اور ارادہ کریں اُنکو راضی رکھ

یا ظعینا ساکنا فی ارضِھم
اے مسافر! اُن کے وطن میں ٹھہرے ہوئے

تا رسی اندر شہ و در نازِ خوش
جبتک کہ تو شاہ اور عمدہ ناز پر پہنچے

راز یا بامِ غزی می ساز خوش
اے رے کے رہنے والے امرغز کے رہنے والے اچھی نباہ

۱ حیرت۔ یعنی حضرت جبرئیلؑ نے آنحضورؐ کی فرمائش پر غفلت کیوں برتی اس پر حیرت ہے۔ خاصگاں یعنی حضرت جبرئیلؑ وغیرہ۔ اخص۔ یعنی آنحضورؐ۔ جبرئیلا حضرت جبرئیلؑ کو خطاب ہے کہ تم شمعِ محمدیؐ کے پروانہ نہ تھے ورنہ اُن کے بُلانے پر پر جل جانے کا عذر نہ کرتے مولانا کی رائے میں سدرۃ المنتہٰی حضرت جبرئیلؑ کی حدِ پرواز خود اُن کی متعین کردہ ہے، اللہ تعالٰے کی طرف سے متعین نہیں ہے لہٰذا آنحضورؐ کے بُلانے پر اُن کو آگے جانا چاہیئے تھا خواہ اُنکے پر جل جاتے اور جان چلی جاتی یہ ظاہری موت تو ایک کھیل ہے۔

۲ ایں حدیث۔ اب مولانا حسام الدین کو خطاب کرتے ہیں کہ عوام کی عقلیں اُلٹی ہیں لہٰذا ہماری یہ باتیں اُنکو اُلٹی معلوم ہونگی اب یہ ختم کر دیجئے اور اپنے آپکو کہ آپ بمنزلہ شیر ہیں، گورخر جو عوام ہیں اُن کا شکار بنا دیجئے اور بات کرنے میں اُنکے تابع بن جایئے۔ پاشیت۔ یعنی مُشک سخن پاشی تو۔ قلماشیت۔ کہ تو جو چاہے۔

۳ آنکہ۔ آپکے فنا کی باتیں عوام کو اُلٹی نظر آتی ہیں وہ لوگ ناسوتی ہیں۔ لاتخالفھم آپ اُنہیں عارضی طور پر ہیں اُنکی عقل کے مطابق باتیں کرتے رہیئے۔ تا رسی۔ آپ کا وطن عالمِ آخرت ہے۔ رازیا۔ علاقہ رے کا رہنے والا یعنی مولانا ضیاء الحق

ترمذی [illegible]

پسؔ بصورت آدمی فرعِ جہاں

پس آدمی صورتاً دنیا کی فرع ہے

در صفت اصلِ جہاں ایں را بداں

صفت میں دنیا کی اصل اس کو سمجھ

ظاہرش را پشۂ آرد بچرخ

اس کے ظاہر کو ایک مچھر نچا دیتا ہے

باطنش باشد محیطِ ہفت چرخ

اس کا باطن ساتوں آسمانوں کو محیط ہوتا ہے

چونکہ کرد الحاح بنمود اندکے

جب انھوں نے اصرار کیا انھوں نے دکھا دی تھوڑی سی

ہیبتے کہ کہ شود زاں مندکے

وہ ہیبت کہ پہاڑ اس سے ریزہ ریزہ ہو جائے

شہپرے بگرفتہ شرق و غرب را

ایک شہپر جس نے مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا

از مہابت گشتہ بیہش مصطفیٰؐ

مصطفیٰؐ خوف سے بے ہوش ہو گئے

چوں ز بیم و ترس بیہوشش بدید

جب انھوں نے ان کو خوف اور ڈر سے بیہوش دیکھا

جبرئیلؑ آمد در آغوشش کشید

جبرئیلؑ آئے ان کو بغل میں لیا

آں مہابت قسمتِ بیگانگاں

وہ خوف بیگانوں کا حصہ ہے

واں تجمّش دوستاں را رائگاں

اور وہ محبت، شفقت دوستوں کیلئے ہے

ہست شاہاں را زمانے برنشست

جلوس کے وقت بادشاہوں کے لئے ہے

ہولِ سرہنگاں و صارمہا بدست

سپاہیوں کی ہیبت اور تلواریں ہاتھ میں

دور باش و نیزہ و شمشیرہا

دوشاخہ اور نیزہ اور تلواریں

کہ بلرزند از مہابت شیرہا

کہ خوف سے شیر لرزتے ہیں

بانگِ چاوشاں و آں چوگان ہا

نقیبوں کی آواز اور ڈنڈے

کہ شود سست از نہیبش جانہا

کہ ان کے ڈر سے جانیں سہمتی ہیں

ایں برائے خاص و عامِ رہگذر

یہ راستہ کے خاص و عام کے لئے ہے

کہ کند شاں از شہنشاہی خبر

تاکہ ان کو شہنشاہی سے آگاہ کر دے

از برائے عام باشد ایں شکوہ

یہ دبدبہ عوام کے لئے ہوتا ہے

تا کلاہِ کبر بنہند آں گروہ

تاکہ وہ لوگ تکبر کی ٹوپی اتار دیں

تا منی و ماہای ایشاں بشکنند

تاکہ ان کی خودی اور انانیت کو توڑ دے

نفسِ خود بیں فتنہ و شر کم کند

متکبر نفس فتنہ اور شر نہ پھیلائے

شہر زاں ایمن شود کاں شہریار

شہر اسی سے پر امن ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ

دارد اندر قہر زخم و گیر و دار

غصہ میں اذیت اور پکڑ دھکڑ رکھتا ہے

لہ یعنی۔ انسان اگرچہ دنیا اور جہان کی پیداوار ہے لیکن اصل سے بڑھا ہوا ہے۔ ظاہر میں انسان، جو ظاہری جسم ہے مچھر سے عاجز آجاتا ہے لیکن اس کی روح ساتوں آسمانوں کو گھیر لیتی ہے۔ چونکہ۔ آنحضورؐ کے اصرار پر حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی صورت پر نمایاں ہو گئے۔ الحاح۔ اصرار۔ مندک۔ پارہ پارہ شدہ۔ شہپرے حضرت جبرئیلؑ کے بازو کے ایک پر نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔

ٮ۲ آں مہابت۔ حضرت جبرئیلؑ نے واضح کیا کہ خوف اور ہیبت منکروں کے لئے ہوتی ہے۔ تجمّش۔ اظہارِ محبت رائگاں۔ یعنی بغیر محنت کے ہست۔ بادشاہ عوام پر ہیبت طاری کرتے ہیں۔ خواص پر مہربانی کرتے ہیں۔ برنشست۔ یعنی جلوس۔ صارم۔ تیز تلوار۔ دور باش۔ دو نیزہ جو نقیب کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور نقیب اعلان کرتا جاتا ہے کہ بادشاہ کی سواری آرہی ہے عوام راستے سے دور ہو جائیں۔ نہیب خوف۔ ایں۔ یہ بادشاہ کا سارا رعب و دبدبہ۔ راستے کے عوام و خواص کے لئے ہوتا ہے تاکہ وہ اپنی بڑائی کا خیال دل سے نکال دیں۔

ٮ۳ تا منی و ما۔ یعنی انانیت اور تکبر۔ خود بیں۔ متکبر۔ دارد۔ یعنی بادشاہ غصہ کے وقت پکڑ دھکڑ پر بھی قادر ہے۔

پس بمیرد آں ہوسہا در نفوس
تو نفسوں میں ہوسیں مرجاتی ہیں

ہیبتِ شہ مانع آید زاں نحوس[1]
اس نحوست سے بادشاہ کا خوف مانع آتا ہے

باز چوں آید بسوئ بزمِ خاص
پھر جب وہ خاص مجلس میں آتا ہے

کے بود آنجا مہابت یا قصاص
وہاں خوف اور سزا کہاں ہوتی ہے؟

حِلم بر حِلم ست و رحمتہا بجوش
بردباری پر بردباری ہے اور شفقتیں جوش میں ہیں

نشنوی از غیر چنگ و نے خروش
تو سارنگی اور بانسری کی آواز کے سوا نہ سنیگا

طبل و کوس و ہول باشد وقتِ جنگ
طبل اور نقارہ اور خوف جنگ کے وقت ہوتا ہے

وقتِ عشرت با خواص آوازِ چنگ
خواص کیساتھ عیش کے وقت، سارنگی کی آواز ہوتی ہے

ہست دیوانِ محاسب عام را
پوچھ گچھ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے

واں پریرویاں گرفتہ جام را
اور حسین جام تھامے ہوئے ہیں

آں زرہ واں خود در جنگ و وغا
زرہ اور خود جنگ اور لڑائی میں ہوتی ہے

ویں شراب و نُقل در بزمِ صفا
شراب اور چبینا خلوص کی محفل میں ہوتا ہے

جوشن[2] واں خود مر چالیش را ست
زرہ اور خود، خاص جنگ کے لئے ہے

ویں حریر و وردِ مر تعریش را ست
اور ریشمین کپڑا اور گلاب خاص تخت نشینی کیلئے ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے جواد
اے سخی! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

ختم کن واللّٰہُ اَعلَمُ بالرَّشاد
ختم کر، اور اللہ تعالیٰ راست روی کو زیادہ جانتا ہے

اندر احمدؐ آں حسے کاں غارب ست
احمدؐ کے اندر کی وہ حس جو چھپ جانیوالی ہے

خفتہ ایں دم زیرِ خاکِ یثرب ست
اس وقت مدینہ کی مٹی کے نیچے سوئی ہوئی ہے

واں عظیم الخلق آں کو صفدر ست
وہ بڑی مخلوق جو صف شکن ہے

بے تغیر مقعدِ صدق اندر ست
بغیر تغیر کے "سچائی کی جگہ" کے اندر ہے

قابلِ[3] تغیر اوصافِ تن ست
تغیر کے قابل جسم کے اوصاف ہیں

روحِ باقی آفتابِ روشن ست
باقی رہنے والی روح روشن سورج کی طرح ہے

بے ز تغیرے کہ لا شرقیۃ[4]
(روح) بغیر تغیر کے ہے کیونکہ وہ نہ مشرقی ہے

بے ز تبدیلی کہ لا غربیۃ
(وہ) بغیر تبدیلی کے ہے کیونکہ وہ نہ مغربی ہے

آفتاب از ذرہ کے بیہوش شد
سورج ذرہ سے کب بے ہوش ہوا ہے؟

شمع از پروانہ کے بیہوش شد
شمع پروانہ سے کب بے ہوش ہوئی ہے!

---

[1] نحوس۔ یعنی تکبر کی نحوست۔ باز۔ جب بادشاہ اپنی خاص محفل میں ہوتا ہے تو وہاں نہ خوف ہوتا ہے نہ بدلہ میں قتل کا ڈر ہوتا ہے۔ حِلم یعنی خاص مجلس میں بردباری ہی بردباری ہوتی ہے۔ طبل یعنی یہ صرف جنگ کے وقت کے لئے ہے عیش و عشرت کی مجلس میں چنگ و رباب بجتا ہے۔ ہست۔ محاسب کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے خاص محفل میں حسینوں کے ہاتھ میں جام ہوتا ہے۔ آں۔ سامان جنگ کے لئے ہوتا ہے عیش و عشرت کی مجلس میں نقل و شراب چلتی ہے

[2] جوشن۔ زرہ۔ خود جنگ میں اوڑھنے کی لوہے کی ٹوپی۔ چالیش۔ جنگ۔ ایں سخن یعنی قہر و رحمت کی شان کا ذکر۔ اندر۔ اب پھر آنحضورؐ کی بیہوشی کا ذکر شروع کیا ہے۔ غارب۔ غروب کرنے والا۔ یثرب۔ مدینہ طیبہ۔ عظیم الخلق یعنی آنحضورؐ کی روح مبارک۔ صفدر۔ صف شکن۔ بمقعدِ صدق۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص مجلس۔

[3] قابلِ تغیر۔ جسم کے حواس اور اوصاف تغیر کو قبول کرتے ہیں۔ روشن۔ یعنی ناسوتی اوصاف سے پاک ہے۔

[4] لا شرقیۃ۔ شرق و غرب عالمِ خلق میں ہے اور روح کا تعلق عالمِ امر سے ہے۔ آفتاب۔ آنحضورؐ مثل آفتاب اور شمع کے ہیں حضرت جبرئیلؑ مثل ذرہ اور پروانہ کے ہیں۔

گر ندیدی[1] آں بود از فہم پست
اگر تم نے نہیں دیکھا تو یہ ناقص عقل کی وجہ سے ہے
کہ عقولِ خلق زاں کان یک جو است
کیونکہ مخلوق کی عقلیں اُس کان (میں) ایک جَو کی برابر (ہیں)

عیب بر خود نہ نہ بر آیاتِ دیں
اپنا عیب سمجھ، نہ دین کی آیتوں کا
کے رسد بر چرخِ دیں مرغِ گلیں
دین کے آسمان پر مٹی میں سنا پرند کب پہنچ سکتا ہے!

مرغ را جولاں گہِ عالی ہواست
(تیرے) پرند کی بلند پروازگاہ، فضا ہے
زانکہ نشو او ز شہوت و ز ہواست
کیونکہ اُس کا نشو (ونما)، شہوت اور نفسانی خواہش ہے

پس تو حیراں باش بے لا و بلے
بس تو حیران رہ، بغیر نہیں اور ہاں کے
تا ز رحمت پیشت آید محملے
تاکہ رحمت کا کجاوہ تیرے سامنے آجائے

چوں ز فہمِ ایں عجائب کودنی
جبکہ تو ان عجائب کے سمجھنے میں نااہل ہے
گر بلے گوئی تکلف می کنی
اگر تو ہاں کہے، تکلف برتے گا

ور بگوئی[2] نے زند نے گردنت
اگر تو نہیں کہیگا "نہیں" تیری گردن کاٹ دیگی
قہر بر بندد بداں نے روزنت
اس "نہیں" سے قہر تیرا روزن بند کر دے گا

پس ہمیں حیران و والہ باش و بس
تو اسی طرح سے حیران اور سرگشتہ رہ اور بس
تا در آید نصرِ حق از پیش و پس
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی مدد آگے اور پیچھے سے آجائے

چونکہ حیراں گشتی و گیج و فنا
جبکہ تو حیران ہوگا اور ناچیز اور فنا
با زبانِ حال گفتی اِہدِنا
زبانِ حال سے تو "ہمیں ہدایت دے" کہے گا

زفت زفت است و چو لرزاں می شوی
برا بُرا ہی ہے اور جب تو لرز گیا
می شود آں زفت نرم و مستوی
وہ بڑا نرم اور ہموار ہو جائے گا

زانکہ[3] شکلِ زفت بہرِ منکر است
کیونکہ بُری شکل منکر کے لئے ہے
چونکہ عاجز آمدی لطف و بر است
جبکہ تو عاجز ہو گیا (تو) مہربانی اور بھلائی ہے

نمودنِ جبرئیل خود را بمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بصورتِ خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جبرئیل کا اپنے آپ کو اپنی (اصلی) صورت پر ظاہر کرنا اور اُن کے سات سَو پَروں میں سے جب ایک پَر ظاہر ہوا اُس نے آسمان کے اطراف کو گھیر لیا اور سورج چھپ گیا

واز ہفتصد پرِ او چوں یک پر ظاہر شد اُفق را بگرفت و آفتاب محجوب شد

---

[1] گر ندیدی۔ ایک ہی چیز سابق بھی ہوا اور مسبوق بھی اگر یہ تیری سمجھ میں نہیں آیا تو یہ تیری عقل کا نقصان ہے اور انسانوں کو عقل کا تھوڑا سا حصہ ملا ہے جو دنیا کی آلائشوں میں ہے اُسکی پرواز اعلیٰ علوم کی طرف نہیں ہوتی۔ مرغ۔ پرندکی پرواز صرف آسمان کی فضا میں ہے اسی طرح ناقص عقل کی پرواز کا حال ہے پس۔ رحمت اور غضب کے سابق اور مسبوق ہونے کو اگر تو نہیں سمجھ سکا ہے تو اُس کا اقرار اور انکار نہ کر بلکہ اپنے عجز کا اظہار کر رحمتِ خداوندی دستگیری کریگی۔ گر بلے۔ اگر بے سمجھے بوجھے کا اقرار کرے گا تو یہ تکلف ہے جو جائز نہیں۔

[2] ور بگوئی۔ اگر انکار کریگا تو تجھ پر قہرِ خداوندی نازل ہوگا۔ پس۔ حیرانی اور عجز اختیار کر اللہ کی مدد آجائیگی۔ چونکہ۔ حیرانی اور عاجزی کی حالت میں تو ضرور کہے گا اے اللہ مجھے ہدایت فرمادے۔ زفت۔ حقائق کا سمجھنا مشکل ہے لیکن انسان جب عاجزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحمت فرمادیتا ہے اور حقائق سمجھ میں آجاتے ہیں۔

[3] زانکہ کسی حقیقت کی بُری صورت منکر کیلئے ہوتی ہے چونکہ جب انسان عجز اختیار کرتا ہے تو وہی بُری صورت بھلی بنجاتی ہے۔ نمودن۔ اس قصہ سے

مصطفیٰؐ می گفت پیشِ جبرئیلؑ
مصطفیٰ ﷺ نے جبرئیلؑ سے کہا
کہ چنانکہ صورتِ تست اے خلیل
اے دوست! جیسی تیری (اصلی) صورت ہے

[1] مرمرا بنمای محسوس آشکار
مجھے واضح (اور) محسوس (کرکے) دکھلا دیجئے
تا بہ بینیم مرترا نظارہ وار
تاکہ میں تمہیں نظارہ کرنے والے کی طرح دیکھ لوں

گفت نتوانی و طاقت نبودت
انھوں نے کہا آپ (دیکھ نہ) سکیں گے اور آپ کو تاب نہ ہوگی
حسّ ضعیفست و تنک سخت آیدت
حسّ (جسمانی) ضعیف اور کمزور ہے، آپکو پریشانی ہوگی

گفت بنما تا ببیند ایں جسد
آپ نے فرمایا دکھا دیجئے تاکہ یہ جسم دیکھ لے
تا چہ حد حسّ نازک ست و بے مدد
کہ حس کس قدر نازک اور بے طاقت ہے

آدمی راہست حسِّ تن سقیم
آدمی کی جسمانی حس ناقص ہے
لیک در باطن یکے خلقِ عظیم
لیکن باطن میں ایک عظیم مخلوق ہے

[2] برمثالِ سنگ و آہن ایں تنہ
یہ جسم پتھر اور لوہے کی طرح ہے
لیک ہست او در صفت آتش زنہ
لیکن وہ صفت میں چقماق ہے

سنگ و آہن مولدِ ایجادِ نار
پتھر اور لوہا آگ نکلنے کی پیدائش گاہ ہے
زاد آتش زیں دو والد قہر بار
قہر ڈھانے والی آگ اِن دو والدین سے پیدا ہوئی

باز آتش دستکارِ وصفِ تن
پھر آگ جسم کے اوصاف کی دستکاری ہے
ہست قاہر برتنِ او شعلہ زن
وہ شعلہ زنی سے اس کے جسم پر غالب ہے

باز در تن شعلۂ ابراہیم وار
پھر بدن میں (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح شعلہ ہے
کہ ازو مقہور گردد برجِ نار
کہ اس سے آگ کا کرہ مغلوب ہو جاتا ہے

گر برآری از درونت آتشے
اگر تو اپنے اندر سے آگ ظاہر کرے
آتشت گردد مطیع و دلخوشے
آگ تیری فرمانبردار اور راضی ہو جائے

[3] لاجرم گفت آں رسولِ ذوفنوں
لامحالہ اُس صاحبِ کمالات رسولؐ نے فرمایا
رمزِ نحن الآخرون السابقون
اشارہ، ہم پیچھے ہیں، پہلے ہیں، کا

ظاہر ایں دو بسندانے زبوں
بظاہر یہ دونوں ہتھوڑے سے عاجز ہیں
در صفت از کانِ آہنہا فزوں
صفت میں لوہوں کی کان سے بڑھکر ہیں

---

[1] مرمرا۔ آنحضورؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا کہ اپنی اصل صورت دکھا دیجئے تاکہ میں اُس کا نظارہ کروں۔ گفت۔ انھوں نے کہا کہ جسمانی حواس کمزور ہوتے ہیں وہ اِس نظارہ کی تاب نہ لاسکیں گے اور آپ کو تکلیف ہوگی۔ ایں جسد۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اصل صورت دکھا دیجئے تاکہ جسم کو اپنے حواس کی کمزوری معلوم ہو جائے۔ آدمی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کے جسمانی حواس یقیناً کمزور ہیں لیکن روحِ انسانی نہایت طاقتور اور بڑی مخلوق ہے۔

[2] برمثال۔ انسان کے جسم کی مثال لوہے اور پتھر کی سی ہے لیکن اُس کی صفت چقماق کی سی ہے جس میں آگ جیسی قوی مخلوق پوشیدہ ہوتی ہے۔ سنگ۔ پتھر اور لوہے سے آگ پیدا ہوتی ہے جو قہر ڈھا دیتی ہے۔ باز آتش۔ قوی کا ضعیف سے پیدا ہونا مستبعد نہیں ہے انسان کا بدن چقماق کے ذریعہ آگ پیدا کرتا ہے اور وہ انسان کے بدن کو پھونک ڈالتی ہے۔ باز در تن۔ جسمِ انسانی میں ایک وہ ابراہیمی آگ پوشیدہ ہے جو اس آگ کے کرّے پر غالب آجاتی ہے۔

[3] لاجرم۔ آنحضورؐ نے اپنی اُمّت کو اگرچہ پہلے لوگوں کی پیداوار بتایا لیکن چونکہ یہ پیداوار اصل سے بڑھی ہوئی ہے اِس لئے اُس کو اُن سے سابق بتایا۔ ظاہر۔ پتھر اور لوہا ہتھوڑے سے عاجز ہیں لیکن اُن سے جو آگ پیدا ہوتی ہے وہ لوہے کی کانوں کو بھی گلا دیتی ہے۔

موسیا۱ در پیشِ فرعونِ زمن
نرم باید گفت قَولاً لَیِّناً
اے موسیٰؑ! زمانے کے فرعون کے سامنے
نرم بات نرمی سے کہنی چاہیئے

آب اگر در روغنِ جوشاں کُنی
دیگدان و دیگ را ویراں کُنی
اگر کھولتے ہوئے تیل میں تو پانی ڈالے گا
چولہے اور دیگ کو تباہ کر دے گا

نرم گو لیکن مگو غیرِ صواب
وسوسہ مفروش در لینُ الخطاب
نرم بات کہیئے لیکن صحیح بات کے سوا نہ کہیئے
خطاب کی نرمی میں وسوسے نہ پھیلایئے

وقتِ عصر آمد سُخن کوتاہ کُن
آنکہ عصرت عصر را آگاہ کُن
عصر کا وقت ہوگیا بات مختصر کر دیجئے
اے وہ کہ تیرا اکادُور زمانہ کو آگاہی بخشنے والا ہے

گو تو مرگِل خوارہ را کہ قند بہ
نرمیٔ فاسد مکُن طینش مدہ
آپ مٹی کھانے والے سے کہیئے کہ شکر بہتر ہے
غلط نرمی نہ برتیئے، اُس کو مٹی نہ دیجئے

نطقِ۲ جاں را روضۂ جانیستی
کز حروف و صوت مُستغنیستی
آپ روحانی گفتگو کے لئے روحانی باغیچہ ہیں
کیونکہ آپ حروف اور آواز سے بے نیاز ہیں

ایں سرِ خر در میانِ قندزار
اے بسا کس را کہ بنہاد ست خار
اس گدھے کے سر نے شکر کے کھیت میں
بہت سے لوگوں کے لئے کانٹے رکھ دیئے ہیں

ظن ببُرداز دور کایں آنست و بس
چوں فجِ مغلوب وا می رفت پس
دُور سے اُنھوں نے خیال کیا کہ بس یہی تھا
مغلوب مینڈھے کی طرح وہ لوٹ گئے

صورتِ حرف آں سرِ خر داں یقیں
در رزِ معنیٰ و فردوسِ بریں
حروف کی صورت کو یقیناً گدھے کا سر سمجھئے
معانی کے انگورستان اور جنت میں

اے۳ ضیاء الحق حسام الدیں برآر
ایں سرِ خر را ازیں بطیخ زار
اے ضیاء الحق حسام الدین نکال دیجئے
اِس فالیز سے گدھے کے سر کو

تا سرِ خر چوں بمُرد از مسلخہ
نشوِ دیگر بخشدش آں مبطخہ
تاکہ جب گدھے کا سر مذبح کی وجہ سے مرجائیگا
وہ فالیز اُس کو دوسرا نشو و نما بخشدے گا

ہیں زما صورتگری و جاں زتو
نے غلط ہم ایں زتو ہم آں زتو
خبردار! ہماری جانب سے صورت بنانا ہے اور روح تیری ہے
نہیں غلط ہے یہ بھی آپ کی جانب ہے وہ بھی آپ کی جانب سے ہے

تا سرِ خر۔ یہاں سرِ خر سے مراد عوام ہیں یعنی جب یہ دنیا کی آلائش سے صاف ہوجائینگے تب یہ فالیز یعنی مثنوی انکو مفید ہوگی۔ مبطخہ یعنی فالیز ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حسام الدینؒ میں تمہارے لئے یہ نصیحتیں کر رہا ہوں کہ مثنوی میں اگرچہ الفاظ میرے ہیں لیکن معانی تمہارے عطا کردہ ہیں۔ نے۔ یہ بھی میری غلطی ہے بلکہ الفاظ و معانی دونوں تمہارے عطا کردہ ہیں غرضیکہ مثنوی کا مدار آپ پر ہے۔

ل۱ موسیا۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم تھا کہ وہ فرعونیوں سے نرم باتیں کریں آپ بھی ایسا ہی کریں۔ آب۔ گرم تیل میں پانی ڈالو وہ اُبل پڑے گا دیگ اور چولھا بھی خراب ہوگا۔ مخالفوں سے سخت بات کرنے میں بات بگڑتی ہے۔ نرم۔ بات نرمی سے کیجئے لیکن صحیح کیجئے اُن کی خاطر غلط بیانی نہ ہونی چاہیئے۔ وقتِ عصر۔ عصر کے بعد کا وقت عموماً تفریح کے لئے ہوتا ہے۔ گو۔ نرم اور صحیح بات کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مٹی کھانے والے کو قند کے فائدے بتائے جائیں نرمی میں غلط بات یہ ہے کہ اس کو مٹی کھانے کی ترغیب دی جائے۔

ل۲ نطقِ جاں۔ آپ روحانی طور پر نصیحت کریں جس میں لفظوں کی ضرورت نہیں ہے۔ سرِ خر۔ فالیز اور انگورستان میں جانوروں کو ڈرانے کیلئے گدھے یا اور کسی وحشتناک چیز کا سر کھڑا کر دیا جاتا ہے تو جانور ڈر کر بھاگ جاتے ہیں اور خربوزوں اور انگوروں سے محروم ہوجاتے ہیں عوام کی سمجھ میں نہ آنے والی بات بھی اُن کیلئے سرِ خر بن جاتی ہے وہ حقائق پر غور کرنے سے محروم ہوجاتے ہیں۔ فج۔ مینڈھا۔

ل۳ اے ضیاء الحق۔ مثنوی کے علوم جو بمنزلہ انگورستان اور فالیز کے ہیں انھیں وہ باتیں کرو جو عوام کیلئے سرِ خر نہیں

مثنوی صورت بود جانش توئی
مثنوی صورت ہے اُس کی جان آپ ہیں
ہم جہت ہم نور و ارکانش توئی
اُس کی جہت بھی آپ، اُس کا نور اور اُسکے ارکان بھی آپ ہیں

بر فلک محمودی اے خورشیدِ فاش [1]
اے روشن سورج! آپ آسمان پر محمود ہیں
بر زمیں ہم تا ابد محمود باش
(خدا کرے) زمین پر بھی ہمیشہ محمود رہیں

تا زمینی با سمائیِ بلند
تاکہ زمین والے آپ بلند آسمان والے کے ساتھ
یک دل و یک قبلہ و یک خو شوند
ایک دل اور ایک قبلہ اور ایک عادت ہو جائیں

تفرقہ برخیزد و شرک و دوئی
تفرقہ اور شرک اور دوئی ختم ہو جائے
وحدت است اندر وجودِ معنوی
روحانی وجود میں یکتائی ہے

چوں [2] شناسد جانِ من جانِ ترا
جب میری جان آپ کی جان کو پہچان لیتی ہے
یاد دارند اتحاد و ماجرا
تو وہ اتحاد اور گذشتہ واقعات کو یاد رکھتی ہیں

موسیٰ و ہاروں شوند اندر زمیں
(تب) وہ زمین میں موسیٰؑ اور ہارونؑ بن جاتی ہیں
مختلط خوش ہمچو شیر و انگبیں
عمدہ طریقہ پر گھل مل جاتی ہیں جس طرح دودھ اور شہد

چوں شناسد اندک و منکر شود
جب تھوڑا سا پہچانتی ہے اور منکر بن جاتی ہے
منکری اش پردہ ساتر شود
اُس کا منکر ہونا چھپانے والا پردہ بن جاتا ہے

پس شناسائے بگرداند رو
تو پہچاننے والا منہ پھیر لیتا ہے
خشم کرد آں مہ زِ ناشکریِ او
وہ چاند اُسکی ناشکری کی وجہ سے غصہ میں بھر جاتا ہے

زیں [3] سبب جانِ نبیؐ را جانِ بد
اسی وجہ سے بری روح، نبیؐ کی روح کو
ناشناسا گشت و پُشتِ پای زد
نہ پہچاننے والی بنی اور ٹھکرایا

ایں ہمہ خواندی فرو خواں لم یکن
یہ تو نے سب پڑھا (اب) لم یکن پڑھ لے
تا بدانی لجِ آں گبرِ کہن
تاکہ پُرانے کافر کا جھگڑنا سمجھ جائے

دربیانِ اعتقادِ یہود و نصاریٰ پیش از بعثت در شانِ جنابِ حضرتِ پیغمبر

بعثت سے قبل یہود اور نصاریٰ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتقاد کا بیان

علیہ الصلوٰۃ والسلام و نامِ اُو را حرزِ جاں کردن و ظہورش را خواہاں بودن

اور اُن کے نام کو جان کی حفاظت کا سبب سمجھنا اور اُن کے ظہور کا خواہاں ہونا

پیش [4] ازانکہ نقشِ احمدؐ فر نمود
اس سے پہلے کہ احمدؐ کی صورت شان دکھائے
نعتِ اُو ہر گبر را تعویذ بود
اُن کی تعریف ہر کافر کا تعویذ تھی

---

[1] بر فلک۔ آپ عنداللہ محمود ہیں خدا کرے کہ دنیا میں بھی آپ محمود رہیں اور لوگ آپ کی تعریفیں کرکے قائل ہو کر آپ سے مستفید ہوں۔ تا زمینی۔ ناسوتی لوگ آپ جیسے ملکوتی سے گھل مل جائیں۔ تفرقہ۔ جب تک اُن میں ناسوتیت ہے دوئی ہے جب روحانی بن جائیں گے دوئی ختم ہو جائیگی۔

[2] چوں۔ دنیا میں اتحاد اور تفرقہ کا سبب روحوں کا اتحاد اور تنافر ہے۔ چونکہ جب روحوں میں اتحاد ہوتا ہے تو دنیا میں حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ کی طرح شیر و شکر بن جاتے ہیں۔ چوں شناسد۔ اگر تھوڑی سی پہچان کے بعد اُس میں اجنبیت آجاتی ہے تو وہ اُس کی اجنبیت بالکل پردہ اور حجاب بن جاتی ہے۔ پس شناسا۔ یعنی مُرتی کی روح۔ اس کی ناشکری کی وجہ سے اُس سے منہ موڑ لیتی ہے

[3] زیں سبب۔ اسی وجہ سے منکروں کی روح نے آنحضورؐ کو نہ پہچانا۔ لم یکن۔ سورۂ لم یکن پڑھو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ اوّلاً پہچانتے تھے پھر منکر ہو گئے۔ لج۔ جھگڑا۔

[4] پیش۔ آنحضورؐ کی پیدائش سے قبل آنحضورؐ کی تعریف ہر یہودی و نصرانی کا تعویذ بنی ہوئی تھی اور یہ کہتے تھے کہ ایک نبی آخرالزماں ضرور آئے گا اور آنحضورؐ کے تصور سے اُن کے دل تڑپتے تھے۔

تمت

فہرست مثنوی مولانا روم رح دفتر چہارم

کایں چنیں کس ہست تا آید پدید
کہ ایسا ایک شخص ہے حتیٰ کہ وہ دنیا میں آئیگا
از خیالِ روش دلِ شاں می طپید
اُن کے چہرے کے خیال سے اُن کا دل تڑپتا

سجدہ[1] می کردند کاے ربِّ بشر
وہ سجدے کرتے تھے کہ اے انسانوں کے رب!
در عیاں آریش ہر چہ زود تر
جس قدر، جلد ہو سکے اُن کو ظاہر کر دے

تا بنامِ احمدؐ از یستفتحون
حضورؐ کے نام کے ذریعہ فتح طلب کرنیکی وجہ سے
یاغیاں شاں می شدندے سرنگوں
اُن سے باغی سرنگوں ہو جاتے تھے

ہر کجا حربِ مہولے آمدے
جہاں کہیں خوفناک جنگ ہوتی
عونِ شاں کرّاریِ احمدؐ بدے
آنحضورؐ کی حملہ آوری اُن کی مددگار ہوتی

ہر کجا بیماریِ مزمن[2] بدے
جہاں کہیں پُرانی بیماری ہوتی
یادِ اُو شاں داروئے شافی بدے
اُن کا اُن کو یاد کرنا شفا دینے والی دوا ہوتی

نقشِ اُو می گشت اندر راہِ شاں
اُنکی تصویر اُنکے راستوں میں گشت کرتی تھی
در دل و در گوش و در افواہِ شاں
دل اللہ کا ان پر اور اُن کے منہوں میں

نقشِ اُو را کے بیابد ہر شغال
ہر گیدڑ اُن کی صورت کہاں پا سکتا ہے؟
بلکہ فرعِ نقشِ اُو یعنی خیال
بلکہ اُن کی صورت کی فرع یعنی خیال (تھا)

نقشِ اُو بر روئے دیوار ار فتد
اُن کا نقش اگر دیوار پر پڑے
از دلِ دیوار خونِ دل چکد
تو دیوار کے دل سے دل کا خون ٹپکنے لگے

آنچناں فرخ بود نقشش برو
اُس پر اُن کا نقش ایسا مبارک ہو گا
کہ رہد در حال دیوار از دو رو
کہ دیوار فوراً دو رُخی سے نجات پائے گی

گشتہ بایک روئیِ اہلِ صفا
اہلِ باطن کی یک رُخی والی بن جائے گی
آں دو روئی عیبِ مر دیوار را
دو رُخی دیوار کے لئے (بھی) عیب ہے

ایں[3] ہمہ انکار و کفراں ز ادشاں
اُن کا یہ سب انکار اور کفر پیدا ہو گیا
چوں درآمد سیدِ آخر زماں
جب سیدِ آخر الزماں تشریف لائے

ایں ہمہ تعظیم و تفخیم و وداد
جب تعظیم اور اعزاز اور محبت
چوں بدیدندش بصورت برد باد
جب انھوں نے اُنکی صورت دیکھی برباد ہو گئی

قلب[4] آتش دید در دم شد سیاہ
کھوٹے نے آگ دیکھی فوراً کالا ہو گیا
قلب را در قلب کے بود ست راہ
کھوٹے کے لئے، دل میں کب راستہ ہے

---

[1] سجدہ۔ اللہ تعالےٰ سے آنحضورؐ کی جلد بعثت کی دُعائیں مانگتے تھے۔ یستفتحون۔ قرآن پاک میں ہے وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا یعنی یہود بعثت سے پہلے آپکی بعثت کی توقع پر کافروں کے مقابلہ میں اپنی فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ مہول۔ ہولناک۔ عون۔ مدد۔ کراریِ احمدؐ۔ احمدؐ کا حملہ یعنی آپ کے نام کی برکت۔

[2] مزمن۔ دیرینہ، کہنہ۔ نقش۔ آنحضورؐ کا تصور ہر وقت اُن کے ساتھ رہتا تھا۔ خیال۔ آنحضورؐ کا صحیح نقش اور تصور یہاں جیسے گیدڑ صفت لوگوں کے دل و دماغ میں نہیں آسکتی تھی وہ اُن کی۔۔ (آنحضورؐ کی)، ایک خیالی تصویر تھی۔ دیوار۔ دیوار کی دو رُخی اُس کا عیب ہے اگر آنحضورؐ کی صحیح تصویر دیوار پر پڑ جائے تو وہ بھی اپنی دو رُخی چھوڑ دے۔

[3] ایں ہمہ۔ قرآنِ پاک میں ہے فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ جب وہ چیز اُن کے پاس آئی جس کو وہ جان چکے تھے تو اُس کا کفر کرنے لگے۔ بصورت۔ یعنی آنحضورؐ کی بعثت ہو گئی اور اُس صورت کے ساتھ اُنکے سامنے آگئے۔

[4] قلب۔ وہ کھوٹا سکہ تھے جب اُس پر ایمان کی گرمی پڑی وہ اور کالا ہو گیا۔ در قلب۔ کھوٹوں اور منافقوں کی اصل تو کے دل میں محبت نہیں ہوتی ہے۔

۱ می زد لافِ اشتیاقِ محک
کسوٹی کے شوقوں کی شیخی مارتا تھا
تا مریداں را در اندازد بشک
تاکہ مریدوں کو شک میں ڈال دے

اُو ... ردامِ فکرش ناکسے
نالائق ہی اُس کے مکر کے جال میں پھنستا ہے
ایں گماں سر برزند از ہر خسے
یہ خیال ہر کمینہ سے اُبھرتا ہے

کایں اگر نہ نقدِ پاکیزہ بُدے
کہ اگر یہ کھرے اور پاکیزہ نہ ہوتے
کے بسنگِ امتحاں راغب ...
تو کسوٹی کی جانب کب ... رہتے

ہیچ از لافِ محک دیدن زدے
کبھی کسوٹی کے دیکھنے کی شیخی بگھارتا
یا بسنگِ امتحا... ں بُدے
یا اُس کو کسوٹی کا شوق ہوتا

۲ اُو محک می خواہد اما آنچناں
وہ کسوٹی چاہتا ہے لیکن ایسی
کہ نگردد قلبیِ اُو زاں عیاں
کہ اُس کا کھوٹ اُس سے ظاہر نہ ہو

گر بگویم تا قیامت زیں کلام
اگر میں قیامت تک (بھی)، یہ بات کروں گا
صد قیامت بگذرد ایں ناتمام
سو قیامتیں گذر جائیں گی یہ نامکمل رہے گی

آں محک کہ اُو نہاں دارد صفت
وہ کسوٹی جو چھپانے کی صفت رکھے
نے محک باشد نہ نورِ معرفت
نہ وہ کسوٹی ہوگی، نہ پہچاننے کی روشنی

۳ آئینہ کو عیبِ رُو دارد نہاں
وہ آئینہ جو چہرے کا عیب چھپائے
از برای خاطرِ ہر قلتباں
ہر دیوث کی خاطر سے

آئینہ نبود منافق باشد اُو
وہ آئینہ نہ ہوگا، منافق ہوگا
ایں چنیں آئینہ را ہرگز مجو
ایسے آئینہ کی کبھی جستجو نہ کر

آئینہ جو راست گوئے بے نفاق
سچ کہنے والا، بے نفاق آئینہ تلاش کر
ختم کن واللہ اعلم بالوفاق
ختم کرلے لو واللہ (احسن)، اتفاق کو زیادہ جانتا ہے

تا کہ عینِ آئینہ ات سازد خدا
تاکہ تجھے اللہ تعالیٰ بعینہٖ آئینہ بنا دے
کہ نماید عرش را ہمچوں سما
کہ تجھے عرش کو آسمان کی طرح دکھائے

عرش چہ و چرخ چہ اے ذولباب
اے عقلمند! عرش کیا اور آسمان کیا؟
فہم کن واللہ اعلم بالصواب
سمجھ لے، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

قد تم الدفتر الرابع من الکتاب المثنوی المعنوی المولوی المعنوی

۱ مطلب می زد - کھرا نا کسوٹی کا شوق اس لئے ظاہر کرتا ہے تاکہ دوسروں کو شک میں مبتلا کر دے اور وہ سمجھیں کہ اگر یہ کھرا نہ ہوتا تو کسوٹی کا شوق کیوں ظاہر کرتا لیکن ایسے شک کرنے میں نا اہل مبتلا ہوتے

۲ او محک - اِن نا اہل کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ کھوٹا کر... چاہتا ہے لیکن جھوٹی کسوٹی چاہتا ہے جس سے اس کا عیب ظاہر ہو سکے۔ گر بگویم - یہ کلام تو اس قدر دراز ہے کہ قیامت تک بھی ختم نہ ہوگا لہٰذا اس کو ختم کر دینا چاہیئے۔ آں محک - بہر حال اتنی بات اور سُن لو کہ جو کسوٹی عیب کو چھپائے وہ نہ کسوٹی ہے اور نہ اس میں پہچاننے کا نور ہے۔

۳ آئینہ - جو آئینہ چہرے کا عیب چھپائے وہ آئینہ نہیں ہے وہ منافق ہے ایسے آئینہ کی ہرگز جستجو نہ کرو۔ راست گو - وہ آئینہ تلاش کر جو چہرہ صحیح دکھا دے تاکہ ایسے آئینہ یعنی شیخ کے ذریعہ تجھے خدا خود ایسا آئینہ بنا دیگا کہ اس میں عرش آسمان کی طرح نظر آنے لگے گا۔ عرش - عرش، اور آسمان تو کیا! اس آئینہ میں تجھے خدا کی تجلیات نظر آنے لگیں گی سمجھ لے!